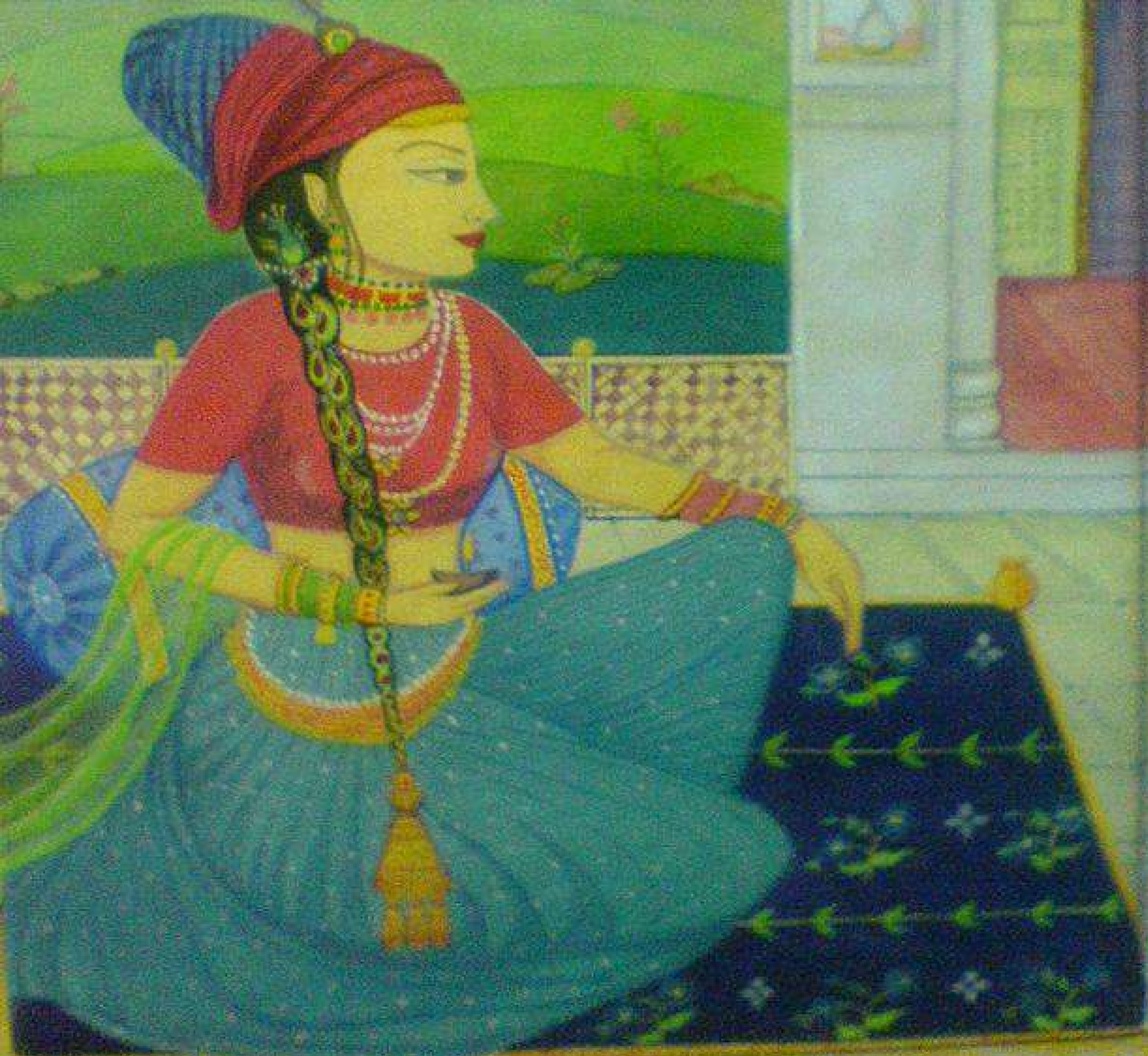
راجکماری

کرم حسین شاہ راہی



آسام کے غاصب راجہ کرشن کمار اور حاکم بنگال علی قلی خان کے بیچ ہونے والے لرزہ خیز معرکہ خیر وشر کی کہانی۔

راج کماری

ڈاکٹر کرم حسین شاہ راہیؔ

(باغ) جھنگ

علم وعرفان پبلشرز

40-اردو بازار، لاہور فون: 042-7352332-7232336

نوٹ:

نام کتاب	....	راج کماری
مصنف	....	ڈاکٹر کرم حسین شاہ راہی
ناشر	....	گل فراز احمد
		علم و عرفان پبلشرز، لاہور
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	رانا ابرار احمد، ظفر اقبال
سنِ اشاعت	....	فروری 2007ء
خصوصی تعاون	....	محمد آصف اینڈ عابد سعید (جھنگ)
قیمت	....	-/300 روپے

☆...... ملنے کا پتہ ......☆

علم و عرفان پبلشرز

34- اُردو بازار، لاہور فون 042-7352332-7232336

ذیشان علی بک ڈپو

گوجرہ روڈ گرلز کالج چوک، جھنگ صدر

انتساب!

میں اس ناول کو عالم اسلام کے ان تمام حکمرانوں

کے

نام!

کرتا ہوں جن کی آنکھیں مدینے اور نجف کی

خاک کے سرمے سے سرگیں ہیں

اظہار بیان

میں نے اس ناول کے قلمی مسودے کو بغور پڑھا ہے۔اس سے پہلے جناب ڈاکٹر سید کرم حسین شاہ صاحب اپنی دلکش اور منفرد تحریروں کے لیے اپنا خاص مقام رکھتے ہیں۔شاہ صاحب ویسے تو میڈیکل شعبے سے منسلک ہیں۔اُنکا کردار بے داغ اور فرشتہ سیرت ہے۔

قلمی کوشاہ صاحب نے اس مقام پر پہنچانے میں بڑا اہم کردار کیا ہے۔بندہ قریباً گیارہ سال تک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہا۔ ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیا۔لیکن یہ صرف شاہ صاحب ہی تھے جنہوں نے ذاتی خرچے پر بندہ کے ساتھ مشفقانہ سلوک کیا اور علاج کیا۔

میری دُعا ہے کہ شاہ صاحب تحریر نگاری میں بھی کامیاب وکامران ہوں اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی کریں۔آمین!

ہیڈ ماسٹر راغب حسین ولد ذاکر غلام حسین جعفری

ایم اے بی ایڈ

گورنمنٹ E/S محمود شاہ

اس سہانی شام کے سرمئی دھند لکے بڑی سرعت کے ساتھ رات کے اندھیرے اور گہرے ساگروں کی اتھاہ میں اترتے جا رہے تھے زندگی کی گہما گہمیاں اور ہما ہمیاں رات کے طلسماتی سناٹوں میں گم ہوتی جارہی تھیں آسمان کی لامحدود وسعتوں اور بے پایاں تنہائیوں پر ستاروں کی قندیلوں کی روشنیوں سے بزم نور سجائی جارہی تھی بھید ریک کی خوبصورت چھوٹی سی بستی جسے پربتوں جنگلوں اور گلزاروں کی دلہن کہا جاتا تھا چراغوں اور قندیلوں کی روشنیوں سے طلسم کدہ بنی ہوئی تھی گھر گھر چراغ جل چکے تھے گلیوں بازاروں اور چوکوں میں قندیلیں روشن ہو چکی تھیں۔

بھدریک کی کل آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل تھی اور سب کے سب ہندو تھے بستی کے شمال مشرقی کونے میں ایک مندر تھا جس میں ہر وقت گھڑیال اور گھنٹیاں بجتی رہتی تھی بستی کے چاروں طرف اونچی فصیل تھی۔ بستی کے اندر جانے کے لیے فصیل پر چار بڑے بڑے دروازے تھے آدھی رات کے بعد ان دروازوں کو اندر سے مقفل کر دیا جاتا تھا۔

رام داس کا گھر مندر کے قریب تھا جب رات کے اندھیرے گھور ہو گئے تو اس نے ماتھے پر تلک لگایا اور پھر ایک چھوٹے سے کمرے کا دروازہ کھول کر طاق میں پڑے ہوئے چراغ کو روشن کیا۔ کمرے کی مغربی دیوار کے ساتھ آبنوس کی لکڑی کی ایک خوبصورت چوکی پر بھگوان کی مقدس موتی نصب تھی رام داس نے موتی کے چرنوں کو بڑی عقیدت سے چھوا اور پھر باہر نکل گیا چند لمحوں بعد اس نے واپس کمرے میں آ کر موتی کے گلے میں چنبیلی اور گیندے کے تازہ پھولوں کے ہار ڈالے لوبان سلگایا اور پھر موتی کے سامنے سر جھکا کر تپیا اور پرارتھنا میں مصروف ہو گیا کمرے کے اندر اوم ہری اوم کی آوازیں بلند ہونے لگیں چراغ کی زرد مدقوق روشنی مقدس موتی پر لرز رہی تھی رام داس کے چہرے پر اداسیوں اور پریشانیوں کا دھواں چھایا ہوا تھا اس کی بوڑھی آنکھوں کی سفید پلکوں پر آنسوؤں کے قطرے لرز رہے تھے اس کے دل کا اضطراب اس کے چہرے پر نمایاں تھا اس نے شدت جذبات سے تڑپ کر موتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

’’بھگوان تو جانتا ہے ہم برسوں سے تمہاری پوجا کرتے آ رہے ہیں تو مہان ہے بھگوان تمہاری شکتی سارے سنسار پر چھائی ہے بھگوان اس وقت ہمارے جیون کی کشتی آس نراس کی موجوں پر ہچکولے کھاتی پھرتی ہے تمہاری سہاتیا اور کرپا کے بغیر ہم موت کے اندھیروں میں ڈوب جائیں گے بھگوان ہماری جھولی شانتی کے پھولوں سے بھر دو، رام داس کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگی تھیں وہ سسک سسک کر دعائیں مانگ رہا تھا اسی لمحے کسی نے باہر صحن میں پکار کر کہا۔ پنڈت رام داس جی کہاں ہو؟

رام داس نے چادر کے پلو سے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ گوپال ہم ادھر پوجا کے کمرے میں ہیں۔

گوپال مندر کا پجاری تھا اس نے گیروے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اس نے لکڑی کی کھڑاؤں کمرے کے دروازے پر اتار دیں اور پھر رام داس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

’’ہمیں مہا دیو جی نے تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے کیا بات ہے آج تم آشرم نہیں آئے گھر پر سمرن کر رہے ہو طبیعت تو ٹھیک ہے نا‘‘۔ رام داس نے گوپال پجاری کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں کے کونے بھیگے تھے ضبط کے باوجود وہ ابھی تک گریے کی شدت پر قابو نہیں

پا سکا تھا۔

گوپال نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔تم رو رہے ہو رام داس جی کیا بات ہے؟

رام داس نے کہا۔گوپال بھائی ہم بہت پریشان ہیں کوئی انجانا سا خوف ہے جو اندر ہی اندر ہمارے من کو کرچی کرچی کر رہا ہے لگتا ہے ہم کسی گھمبیر مصیبت میں مبتلا ہونے والے ہیں۔

گوپال نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔تم وملا بیٹی کے لیے پریشان ہو ہم بھول گئے اصل میں ہم تمہیں بڑی شبھ سماچار سنانے آئے تھے تمہاری بیٹی وملا بھگوان کی کرپا سے جگن ناتھ دیوتا کی دیوی بن گئی ہے اور آج رات قافلے والوں کے ساتھ بستی میں پہنچنے والی ہے مندر میں اس کے سواگت کی تیاریاں ہو رہی ہیں چنتا کو ختم کرو۔

رام داس نے حیرت اور خوشی سے گوپال کی طرف دیکھ کر کہا۔تم سچ کہتے ہو۔گوپال جی یا ہمارے من کو بہلانے کے لیے

''نہیں پنڈت رام داس جی ہم بھگوان کی مورتی کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ہم سچ بول رہے ہیں تم باہر تو چلو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو ساری بستی میں خوشیوں اور رنگوں کی برکھا برس رہی ہے۔''

رام داس مورتی کے چرنوں میں سر جھکا کر رونے لگا بھگوان تم نے ہمارے من کو شانتی دی ہے تو داتا ہے تو کرپا کا گہرا ساگر ہے تو نے ایک نردھن کو دھن وان بنا دیا ہے۔

گوپال نے رام داس کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔اٹھو باہر چلو بھگوان نے تمہاری پراتھنا کو پراپت کیا ہے گوپال اور رام داس پوجا کے کمرے سے باہر نکلے پورن ماشی کا چاند پربت کی چوٹی پر دمک رہا تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی کی بہاریں بکھری ہوئی تھیں۔

رام داس نے چاند کی طرف دیکھا اور پھر گوپال کو مخاطب کر کے بولا۔گوپال جی شاید کرنا ہماری وملا دیوی بن کر آ رہی ہے نا؟

گوپال نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔آخر تمہیں ہماری بات کا وشواش کیوں نہیں ہے تم اتنے زیادہ بے چین اور بیکل کیوں ہو؟

رام داس کی نظریں ابھی تک چاند پر جمی ہوئی تھیں اس نے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا۔گوپال رات ہم نے بڑا بھیانک سپنا دیکھا ہے اس سمے سے اب تک ہماری آتما بیکل ہے ایک انجانا سا خوف ہے جو سانپ کی طرح پھن پھیلا کر ہمارے من پر بیٹھا ہوا ہے خوف کے ناگ کی پھنکاروں سے ہماری آتما لرز رہی ہے۔

بھیانک سپنا۔گوپال نے پوچھا۔تم نے کیا سپنا دیکھا ہے ہمیں بتاؤ ہوسکتا ہے ہم اس کی تعبیر سے جانکاری رکھتے ہوں مہادیوی جی نے سپنوں کے بارے میں ہمیں گیان پرکاش کیا ہوا ہے۔

رام داس نے کہا۔رات کو ہم نے سپنے میں دیکھا۔وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔

بولو تم نے کیا دیکھا گوپال حیرت سے اس کا منہ تکنے لگا۔

رام داس نے سر جھکاتے ہوئے ٹوٹے لہجے میں کہا۔گوپال بھائی کیا بتائیں کچھ کہتے ہوئے ہمارا من ڈول جاتا ہے زبان لڑکھڑاتی ہے

لفظوں کی مالا ٹوٹ جاتی ہے وہ بڑا بھیانک منظر تھا چار پانچ خوفناک راکھشش تھے جنہوں نے ہماری وملا کو اپنے خونخوار پنجوں میں جکڑا ہوا تھا وملا کا سارا بدن خون میں لتھڑا ہوا تھا وہ چیخ چیخ کر کبھی ہمیں آواز دیتی تھی اور کبھی بھگوان کو سہایتا کے لیے پکارتی تھی راکھشش اس کے بدن کو بھوکے بھیڑیوں کی طرح نوچ نوچ کر لہولہان کر رہے تھے کوئی اس کی سہایتا کے لیے نہیں پہنچ رہا تھا۔ ہم نے دیکھا وملا کے بدن کی شکتی آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی گئی اور وہ کسی بے جان لاش کی طرح ہوگئی گوپال جی وملا کی چیخیں ابھی تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں اس کارن ہمیں تمہاری بات کا وشواش نہیں ہو رہا تھا بھگوان خیر کرے۔

گوپال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ چنتا نہیں کرو پنڈت جی وملا بالکل ٹھیک ہے اور بھگوان کی کرپا سے جگن ناتھ دیوتا کی دیوی بن کر آ رہی ہے۔

گوپال نے رام داس کا بازو باہر کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ مہادیو سے چلنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

رام داس اور گوپال باہر نکلنے لگے ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر رام داس نے رکتے ہوئے کہا۔ ٹھہرو! ہم دیوی جی کا کمرہ ٹھیک کرنا چاہتے ہیں وہ تھکی ہوئی ہوگی۔

گوپال نے کہا۔ اس کی چنتا نہیں کرو آشرم سے دیوداسیاں آ رہی ہوں گی وہ سب ٹھیک کرلیں گی۔

ابھی انہوں نے ڈیوڑھی سے باہر قدم نہیں نکالے تھے کہ چار پانچ دیوداسیوں نے دروازے کے اندر قدم رکھے اور رام داس اور گوپال پجاری کو سامنے دیکھ کر انہوں نے ہاتھ جوڑ کر بیک زبان نمسکار کہا۔

جواب میں رام داس اور گوپال نے بھی ہاتھ جوڑتے ہوئے نمستے کہا۔

ایک دیوداسی نے رام داس کے چرنوں کو چھوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ دھن واد پنڈت جی دھن واد! وملا جی دیوی بن کر آ رہی ہے ہماری بستی کو بھگوان نے ایک مہان دیوی کا استھان بنا دیا ہے خوشیوں کے پھول کھلیں گے اور آشاؤں کے چراغ روشن ہوں گے۔

رام داس نے اضطرابی انداز میں کہا۔ ہماری بیٹی کہاں ہے؟ کیا تم نے اسے دیکھا ہے وہ کیسی ہے دیوی کے روپ میں ہماری بیٹی کیسی لگ رہی تھی کومل اور سندر تو پہلے بھی تھی۔

ایک دیوداسی نے کہا۔ پنڈت جی بیکلی نہیں دکھا ابھی ابھی ایک قاصد نے بتایا ہے کہ دیوی کا قافلہ وادی میں داخل ہو چکا ہے چند گھڑیوں تک دیوی بستی میں پہنچ جائے گی۔

تم سب مل جل کر دیوی جی کے کمرے کو سجاؤ ہم پنڈت جی کو لے کر دیوی کے سواگت کے لیے بستی کے دروازے پر جاتے ہیں۔ رام داس گوپال کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مندر کی طرف بڑھنے لگا۔

مندر کے باہر بستی کے مکینوں کا ہجوم تھا مندر کے اندر گھڑیال بج رہے تھے ہر طرف لوگوں کا ہجوم تھا کھڑتالوں پکھاوجوں اور گھنٹیوں کی مدھر اور مترنم آوازوں نے سحر طاری کر رکھا تھا بستی کے نوجوان سردار اجیت نے آگے بڑھ کر رام داس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا کہ پنڈت رام جی مبارک ہو تمہاری بیٹی جگن ناتھ دیوتا کی مقدس دیوی بن گئی ہے۔

رام داس نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا کہ اجیت مہاراج یہ بھگوان اور جگن ناتھ دیوتا کی کرپا ہے۔

قندیلوں اور مشعلوں کی لرزتی کانپتی روشنیوں کی تجلیوں سے ماحول جگمگا رہا تھا۔ بستی کی عورتوں کے ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے تھے۔ آسمان پر ستاروں کے جھرمٹ میں مسکراتا ہوا چاند حجلہ عروسی میں سمٹی ہوئی کسی نئی نویلی دلہن کی طرح لگ رہا تھا کچھ دیر بعد مندر کا بڑا دروازہ کھلا اور مندر کا مہادیو پجاریوں اور دیوداسیوں کے ہجوم کے ساتھ چبوترے پر نمودار ہوا لوگوں نے ہری اوم...... ہرم اوم...... پکارنا شروع کیا مہادیو نے دونوں ہاتھوں کو فضاء میں لہراتے ہوئے کہا:۔

بستی والو!

بھگوان نے ہماری پرارتھناؤں کو سویکار کیا یہ بڑی شبھ گھڑی ہے ہم جگن ناتھ دیوتا مہاراج کی دیوی کے سواگت کے لیے اس وقت جمع ہوئے ہیں۔ وملا دیوی بھگوان کی پیاری اور بستی والوں کے لیے شان بن کر آ رہی ہے۔ جگن ناتھ دیوتا مہان شکتی والا دیوتا ہے اس کی دیوی کوئی معمولی لڑکی نہیں ہو سکتی تھی تم جانتے ہو دیوتاؤں کو سندر کومل کنیاؤں سے پیار ہوتا ہے وملا دیوی کومل کلی کی طرح سندر اور پوتر ہے ہمیں اس کا پہلے سے گیان پرکاش کیا گیا تھا۔ ہمیں وشواش تھا کہ وملا دیوی کے ذریعے بستی کو یہ اعزاز دیا جائے گا خوشی کے گیت گاتے ہوئے آگے بڑھو اور دیوی جی کو بڑی دھوم سے لے آؤ ہم تمہارے ساتھ چلیں گے۔

ہجوم ناچتا گاتا بستی کے مشرقی دروازے کی طرف بڑھنے لگا مہادیو آگے آگے چل رہا تھا۔ لڑکیاں گیت گاتی جاتی تھیں رام داس کا دل دھڑک رہا تھا اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے مہادیو نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا...... کیا بات ہے پنڈت جی تمہارا شریر کانپ رہا ہے؟

رام داس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا" کہ ہم سے خوشیوں آشاؤں اور کامناؤں کا پربت جتنا بوجھ اٹھایا نہیں جا رہا"۔ مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا تم سچ کہتے ہو واقعی خوشیوں کا بوجھ اس پربت سے بھاری ہے جب بستی والے مشرقی دروازے پر پہنچے تو انہیں جنگل کے اندر بل کھاتے ہوئے راستے پر جگمگاتی ہوئی لرزتی کانپتی ہوئی روشنیوں کی قطاریں دکھائی دیں۔ بیل گاڑیوں کے لکڑی کے پہیوں کی چرچراہٹیں سنائی دے رہی تھیں گھوڑوں کی ہنہناہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔

مہادیو نے اونچے دروازے کے پتھریلے چبوترے پر چڑھتے ہوئے کہا۔ دیوی کے لیے چاندی کی پالکی کو پھولوں سے بھر دیا جائے وملا دیوی پھولوں کی پتیوں پر براجمان ہو گی۔

تھوڑی دیر بعد قافلہ پہنچ گیا وملا اور کامنی گھوڑوں پر سوار تھیں بستی کی باقی لڑکیاں بیل گاڑی پر بیٹھی تھیں وملا کو دیکھ کر ہجوم نے دیوی کی جے جگن ناتھ دیوتا کی جے اور بھگوان کی جے کے فلک شگاف نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ روشنیوں رنگوں اور خوشبوؤں کی برکھا برس رہی تھی۔

مہادیو نے آگے بڑھ کر وملا کو گھوڑے سے اتارتے ہوئے! کہا دیوی جی تم مہان شکتی والی ہو، ہم تمہیں پالکی میں بٹھا کر بستی میں لے جانا چاہتے ہیں۔

وملا کی نگاہوں میں سناٹے بھرے ہوئے تھے وہ گھوڑے سے اتر کر خاموشی سے پالکی میں بیٹھ گئی مہادیو نے رام داس کو بلاتے ہوئے کہا۔

ہم تم دونوں مل کر دیوی کی پالکی اٹھائیں گے۔

مہادیو اور رام داس نے پالکی اٹھائی پالکی پر پھول برسنے شروع ہو گئے۔ کامنی کا گھوڑا آگے آگے ہنہناتا ہوا بڑھ رہا تھا کامنی کا چہرہ ہر قسم کے جذبات اور تاثرات سے خالی تھا وہ گم سم ادھر ادھر دیکھتی جاتی تھی وملا کی پالکی مندر کے اونچے چبوترے پر رکھ دی گئی۔ وملا پالکی سے باہر آئی اور ہاتھ جوڑ کر مجمع سے مخاطب ہوئی۔

بستی والو!

ہم پربتوں اور جنگلوں کی اوگھٹ راہوں کو طے کر کے آئے ہیں ہم بہت تھکے ہوئے ہیں ہم بہت خوش ہیں ہماری وجہ سے تم سب کو خوشیاں ملی ہیں ہمارے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہے ہم آرام کرنا چاہتے ہیں ہمیں گھر جانے کی آگیا دی جائے۔

اجیت نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا نہیں دیوی جی جلدی نہیں کرو آج کی رات دیوالی کی رات ہے ہم ساری رات ناچنا گانا چاہتے ہیں''۔

''ٹھیک ہے'' وملا نے ناگواری سے کہا ''تم ناچو گاؤ خوشیاں مناؤ ہم تمہیں منع نہیں کرتے ہم مجبور ہیں۔ ہم تھکاوٹ سے چور چور ہیں ہمیں آرام کی آگیا چاہیے۔''

مہادیو نے مداخلت کرتے ہوئے کہا! اجیت جی اچھے پجاری دیوی دیوتاؤں کی کامناؤں کا پالن کرتے ہیں دیوی کی آشا بھگوان کی آشا ہوتی ہے۔''

لوگ خاموش ہو گئے۔ وملا نے رام داس کی طرف دیکھ کر کہا! پتا جی ہمیں سہارا دے کر گھر لے چلو ہمارے قدم لڑکھڑا رہے ہیں۔

وملا کے چہرے پر سوچوں کا دھواں پھیلا ہوا تھا۔

مہادیو نے کہا! وملا جی تم پالکی میں بیٹھو ہم تمہارے سیوک ہیں تمہیں اٹھا کر گھر تک لے جائیں گے۔

وملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا نہیں مہادیو جی نہیں تمہارا شکریہ ہم اپنے گھر تک پا پیادہ جانا پسند کرتے ہیں تم سب یہیں ٹھہرو ہمیں تنہا چھوڑ دو۔'' وملا نے رام داس کے قدموں کو جھک کر چھوا اور پھر اس کے کندے پر ہاتھ رکھ کر چبوترے کی سیڑھیاں اترنے لگی۔

ایک پجاری نے سرگوشی کے انداز میں مہادیو سے کہا لگتا ہے وملا دیوی خوش نہیں ہے۔ کسی گھمبیر قسم کے بروگ کی صدا کی طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار لگتی ہے۔

مہادیو جی نے پجاری کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ تم منحوس ہو ہمیشہ نحوست کی بری باتیں سوچتے رہتے ہو وملا خوش کیوں نہیں ہو گی جگن ناتھ دیوتا کی دیوی بننا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

وملا ہولے ہولے تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔ بستی والوں کا ہجوم پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ گھر کے دروازے پر پہنچ کر وملا نے پلٹ کر پیچھے آنے والے ہجوم کی طرف دیکھ کر کہا ہم ایک بار پھر تم سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور تم سب کو واپس لوٹ جانے کی آگیا

دیتے ہیں اتنا کہہ وہ تیزی سے گھر میں داخل ہوگئی اور رام داس سے کہا کہ پتا جی دروازہ بند کر دو۔

رام داس نے ہجوم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر مسکراتے ہوئے کہا بستی والو! تمہارا بہت بہت شکریہ!

گھر میں پہلے سے موجود آشرم کی لڑکیوں نے وملا کے چرنوں کو باری باری ہاتھ لگائے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئیں وملا نے جواب میں ہاتھ جوڑ کر کہا کہ تمہیں مندر جانے کی آ گیا ہے۔

دیوداسیاں چلی گئیں تو رام داس نے کہا وملا بیٹی تم اپنے کمرے میں چل کر آرام کرو ہم تھوڑی دیر بھگوان کی پوجا کرنا چاہتے ہیں۔

وملا نے خالی خالی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اس کی بجھی بجھی نگاہیں رام داس کے چہرے پر جم گئیں چاند کی چاندنی وملا کے چہرے پر نچھاور ہو رہی تھیں اس کے خوبصورت ماتھے پر سرخ رنگ کی بندیا چمک رہی تھی وملا نے دھانی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اس کے سر کا مہین آنچل ڈھلک کر اس کے کاندھوں پر آ پڑا تھا۔ وملا کے گلے میں موتیوں کا ہار جگمگ کر رہا تھا چاندنی کی کرنوں سے موتیوں کے رنگ نکھرتے جا رہے تھے۔ یہ اس کو جگن ناتھ دیوتا کے مہاماتر کی طرف سے دیا گیا تھا۔ یہی ہار اس کے دیوی ہونے کا ثبوت تھا رام داس جگمگاتے ہوئے موتیوں کی مالا کو دیکھ رہا تھا۔

وملا نے کہا کہ پتا جی لگتا ہے تم ہمیں پہچاننے کی کوشش کر رہے ہو، ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوگئے ہیں ہمیں احساس ہے کہ ہم وہ نہیں رہے جو کبھی تھے تم ہمارے اندر کی گہرائیوں میں بیٹی کو ڈھونڈ رہے ہو اور ہم کھوئے ہوئے پیارے پتا کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم دونوں ایک دوسرے کو کھو چکے ہیں۔

رام داس نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تم تھک چکی ہو تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔

نہیں وملا نے بڑے اعتماد سے کہا ہمیں کچھ نہیں ہوا پتا جی ہم لوگوں کے ہجوم سے دور ہونا چاہتے ہیں ہم بھی تمہارے ساتھ بھگوان کی پوجا اور درشن کریں گے۔

دونوں الجھے الجھے قدم اٹھاتے ہوئے پوجا کے کمرے میں داخل ہوئے بھگوان کی مورتی کے گلے میں پڑے ہوئے پھولوں کے ہار مہک رہے تھے کمرے میں لوبان کا دھواں پھیلا ہوا تھا

وملا نے آگے بڑھ کر بھگوان کی مورتی کے چرنوں کو چھوتے ہوئے بڑے دکھی دل سے کہا: ''بھگوان تم تو کٹھن وشا کے سمے ہمیں بھول گئے تھے مگر ہم پھر بھی تمہاری چرن سیوا کرنا چاہتے ہیں تم اچھے بھگوان نہیں ہو پرنتو ہم اپنے آپ کو اچھی سیوک ثابت کریں گے۔''

رام داس کی آنکھیں خوفناک حد تک پھیلتی جا رہی تھیں اس نے آگے بڑھ کر وملا کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: ''اس سے آگے مت کچھ کہنا وملا ہمیں بتاؤ تم نے کب اور کس سے بھگوان کو سہایتا کے لیے پکارا تھا؟''

وملا نے بڑی گہری نظروں سے رام داس کی طرف دیکھا۔ رام داس کے چہرے پر سوچوں کا سلگتا ہوا درد بکھرا ہوا تھا اس کی بوڑھی آنکھوں میں اضطراب تھا اس کا دل کسی انجان خوف سے دھڑک رہا تھا۔

وملا کی خوبصورت آنکھوں کی کٹوریوں میں آنسوؤں کی شبنم بھری ہوئی تھی اس نے کہا: ''پتا جی اگر یہ سچا بھگوان ہے تو اسی سے پوچھ لو کہ

ہم نے اسے کتنے کڑے سے اور کٹھن وشاؤں کے وقت کتنی امیدوں سے پکارا تھا۔"

رام داس نے وملا کے دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا ہم اس کٹھن وشا کے بارے میں جانکاری چاہتے ہیں کیا ہمارا وہ بھیانک سپنا...... اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ کر کہا وملا بیٹی تم نے کب اور کیوں بھگوان کو پکارا تھا۔

وملا نے روتے ہوئے کہا پتا جی درد کی کہانی سنو گے تو جیون جتیا کر لو گے وہ بڑی بھیانک رات تھی اندھیر گھور تھا خوفناک راکھشش ویرانوں میں چلاتی ہوئی بدروحوں اور بھوکے درندوں کی طرح حملے کر رہے تھے۔ پتا جی وہ اوگھٹ اور کٹھن گھڑیاں تھیں ہم بھگوان کو پکار رہے تھے بھگوان کی مقدس مورتی ہمارے سامنے تھی اور ہماری ہلاکت پر اسی طرح مسکرا رہی تھی۔ جس طرح اب مسکرا کر رہی ہے ہم نے تمہیں بھی پکارا تھا۔ پتا جی کسی طرف سے سہایتا کی پون کا کوئی جھونکا نہیں آیا تھا تم تو مجبور تھے پتا جی مگر یہ تمہارا بھگوان تو مہاشکتی والا تھا تم سے کوئی گلہ نہیں پتا جی مگر اس بے حس بھگوان سے جیون بھر گلہ رہے گا۔

رام داس نے کہا وملا ہمارا من گھائل ہوتا جا رہا ہے ہماری آتما کا پنچھی بدن کے پنجرے کی قید سے نکلنے کے لیے پھڑ پھڑا رہا ہے تمہیں ہماری قسم اشاروں کنائیوں کی بجائے صاف صاف لفظوں میں لکھی کہانی سناؤ کیا ہمارا وہ سپنا سچا تھا۔

وملا نے رام داس کی گود میں سر رکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ وملا کے آنسوؤں کی برسات سے رام داس کی آغوش بھیگ رہی تھی اس نے وملا کے ریشمی سیاہ بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔" وملا بیٹی گزشتہ رات ہم نے ایک بھیانک اور ڈراؤنا سپنا دیکھا تھا ہم دن بھر پریشان اور دکھی رہے۔ ہم نے سپنے میں دیکھا چار پانچ خونی راکھشش تمہیں نوچ رہے ہیں تم لہولہان ہو چکی ہو۔"

وملا نے پرنم آنکھوں سے رام داس کی طرف دیکھا اور پھر سسکیاں لے کر کہا پتا جی تم نے ہمیں راکھششوں اور زہریلے اژدہوں کے بھیانک سنسار کی طرف کیوں بھیجا تھا کیا تمہیں معلوم نہیں تھا مندروں کے پجاری اور مہاپرش دھرماتما کومل کنیاؤں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں تم کیسے پتا ہو۔

رام داس کی آنکھیں سلگ رہی تھیں اس کے چہرے کی جھریوں کی گہری لکیروں میں غم و غصے کا لہو بھرتا جا رہا تھا اس نے وملا کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔" تو کیا...... تمہارے ساتھ مندر میں کسی نے بدسلوکی کی ہے؟"

وملا نے غصے سے کہا!" تم بدسلوکی کی بات کرتے ہوئے پتا جی ہم کو آتما کی اتھاہ گہریوں تک گھائل کر دیا گیا ہے دیوی بننے کی آشاؤں اور امنگوں کی بڑی بھاری قیمت ہم سے وصول کی گئی ہے ہم سے تمہاری جیون بھر کی کمائی چھین لی گئی ہے پتا جی۔"

رام داس نے کہا تم کہنا کیا چاہتی ہو وملا ضبط کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ رہا ہے۔ تمہیں ہماری قسم سچ سچ بتاؤ۔

وملا نے بھگوان کی مورتی کی طرف دیکھ کر کہا بھگوان شما کر دینا تمہاری بزدلی اور بے حسی کا بھرم رکھنا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ ایک جیتے جاگتے بولتے چلتے حساس بھگوان نے اپنی سوگند دے کر ہمیں سب کچھ سچ بتانے پر مجبور کر دیا ہے۔

پھر اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے رام داس کی طرف دیکھ کر کہا تم بھی بھگوان سمان ہو پتا جی ہم تمہیں بھی بھگوان سمجھتے ہیں۔

رام داس کسی گہری سوچ اور کسی انجانے کرب کی اذیتوں میں مبتلا تھا اس نے وملا کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "بیٹی لگتا ہے تم کسی بڑے ہولناک سانحے کا شکار ہوئی ہو تمہاری آتما کا درد تمہاری آنکھوں سے جھلک رہا ہے تمہارے پتا کے لیے تمہاری دکھ بھری کہانی سننی آسان نہیں ہے۔"

چند ثانیے خاموش اور سکوت میں گزر گئے باہر ابھی تک لوگوں کے نعرے اور نغمے سنائی دے رہے تھے مندر کے گھڑیال ابھی تک زور شور سے بج رہے تھے۔ وملا دیر تک سر جھکا کر روتی رہی پھر اچانک اس نے رام داس کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا سچ بتاؤ پتا جی تمہیں جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے اندھیروں اجالوں میں رونما ہونے والی گھمبیر وارداتوں کا کچھ علم نہیں ہے نا؟

رام داس نے وملا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ہمیں تمہاری قسم بیٹی پوجا پاٹ اور جاپ سمرن سے آگے ہمیں کچھ جانکاری نہیں ہماری بات کا وشواش کرو۔

وملا نے آنچل کے پلو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہنا شروع کیا پتا جی ہم بڑی آشاؤں اور امنگوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوئے تھے ہم دیوی کے چناؤ کو ایک دھارمک تہوار سمجھتے تھے۔ جگن ناتھ کے مندر کی یاترا اور تہوار میں حصہ لینے کے لیے آسام، نیپال، بھوٹان، بنگال اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں یاتری اپنے اپنے علاقوں کی سندر کنیاؤں کے ساتھ جمع تھے تم نے تو کئی بار جگن ناتھ دیوتا کے مندر کی یاترا کی ہے تمہیں معلوم ہے دیوتا کا مندر کتنے وسیع و عریض رقبے پر پھیلا ہوا ہے باہر سے قلعہ معلوم ہوتا ہے مندر بلند و بالا چار دیواری کے اندر ہے یاتریوں کے قیام کے لیے جگہ جگہ خیمے لگائے گئے تھے رات دن ہنگامے رہتے۔ خوشیوں کے ہنگامے تھے۔ ہر طرف آشاؤں کی رم جھم دکھائی دیتی تھی مسلسل چار روز تک مندر کے مہاتما دیوی کے چناؤ کے لیے لڑکیوں کو دیکھتے رہے۔ انہوں نے ایک ایک لڑکی کو کئی بار دیکھا آخر پانچویں روز انہوں نے پندرہ کے لگ بھگ لڑکیوں کو ایک جگہ جمع کیا پھر ایک مہادیو نے کہا کومل کنیاؤ! تم ہزاروں کنیاؤں سے زیادہ سندر ہو ابھی کچھ دیر بعد مہاماترجی آئیں گے اور تم میں سے کسی ایک کے گلے میں دیوتا بھگوان کی دیوی ہونے کی قیمتی مالا ڈال دیں گے۔ مہادیو ایک طرف قطار باندھ کر کھڑے ہوگئے ہم کو مندر کے اندرونی دروازے کے چبوترے کے سامنے چاندی کی مسندوں پر بیٹھایا گیا کامنی ہمارے ساتھ بیٹھی تھی۔ ہمارے چہروں پر بہاروں کے رنگ بکھرے ہوئے تھے دیوتا مہاراج کے مندر کا دروازہ چرچرایا مندر کا مہاماتر چبوترے پر نمودار ہوا اس کے پیچھے دیوداسیوں کا ہجوم تھا ہمارے من دھڑک رہے تھے دھڑکنوں کے جلترنگ کا بے ہنگم شور ایک مقدس اضطراب بنا ہوا تھا۔

مہاماترجی کو دیکھتے ہی ہم سب کنیاؤں نے سر جھکا کر اور ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا ایک مہادیو نے چبوترے پر چڑھ کر مہاماتر کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! "مہاماترجی ہم نے اچھی طرح دیکھ بھال کر ان کنیاؤں کا انتخاب کیا ہے اس سال جمع ہونے والی تمام سندر ناریوں سے یہ زیادہ کومل اور سندر ہیں۔"

مہاماتر کی تیز عقابی نگاہیں ہمارے چہروں پر مرکوز تھیں ہمارے عقب میں ہزاروں یاتری سر جھکائے کھڑے تھے کافی دیر تک ہر طرف سناٹا طاری رہا آخر چبوترے کی سیڑھیوں پر مہاماتر کی کھڑاؤں کی کھٹ کھٹ کی آواز ابھرنے لگی مہاماترجی کے پیچھے پیچھے ایک دیوی داسی بھی سیڑھیوں سے اتر رہی تھی اس کے ہاتھوں میں سونے کا تھال تھا مہاماتر ہولے ہولے قدم اٹھاتا ہوا ہمارے سامنے آ کر رک گیا اس نے ہمارے کندھے پر ہاتھ

رکھتے ہوئے پوچھا! سندر ناری تمہارا کیا نام ہے؟ اور تم کہاں سے آئی ہو“

اس کے ہاتھ کا بوجھ ہماری آتما تک پڑا ہوا تھا ہم نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا ہمارا نام وملا ہے اور ہم بھدر ریک کی بستی سے آئے ہیں۔

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جگن ناتھ دیوتا بھگوان نے ابھی ابھی ہمیں گیان پرکاش کیا ہے دیوتا تمہارے ساتھ لگن کا سمبندھن کریں گے تم جگن ناتھ دیوتا بھگوان کی سندر دیوی ہو۔

خوشیوں کے بوجھ سے ہمارا سر جھک گیا۔ ہماری آنکھوں میں امنگوں اور ارمانوں کے دیپ جلنے لگے مندر کے اندر گھڑیال بجنے لگے چاندی اور کانسی کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں کی جھنکاروں کا ترنم گونجنے لگا۔

مہاماتر ہمیں سہارا دے کر مندر کے دروازے کے اونچے چبوترے پر لے آیا اور پھر اس نے ہاتھوں کو بلند کر کے یاتریوں اور پجاریوں کو مخاطب کر کے کہا۔”جگن ناتھ دیوتا بھگوان کے یاتریو! پجاریو! مہادیوا اور دیوداسیو یہ سندر ناری دیوتا بھگوان کی دیوی ہے اس کے چرنوں میں جھک جاؤ“

ہزاروں لوگوں کی گردنیں ہمارے سامنے جھکی ہوئی تھی خود مہاماتر نے جھک کر ہمارے چرنوں کو چھوا ہم نے اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا یہ کیا کرتے ہوئے مہاپرش جی!

مہاماتر نے ہاتھ جوڑتے وہئے کہا تم دیوتا بھگوان کی دیوی ہو دیوتا کی آدھی شکتی کی مالک ہو تم مہان ہو۔ ہم سب تمارے سیوک ہیں۔

ہمارے چاروں طرف خوشیوں کے میلے لگے ہوئے تھے ہم اپنے آپ کو آکاش کے نیلے ساگروں پر تیرتے ہوئے پورن ماشی کے چاند کی طرح سبک اور دلکش محسوس کر رہے تھے پھولوں کی رنگ برنگی پتیوں کی برکھا برس رہی تھی سینکڑوں دیوداسیاں ہمارے آگے آگے کھڑتالوں اور پکھاوجوں کو بجاتی ہوئی ناچتی گاتی جاتی تھیں۔

مندر کے اندرونی حصے میں پہنچ کر مہاماتر نے ایک ادھیڑ عمر کی دیوداسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ریکھا جی شام ہونے والی ہے تم دیوی کو دلہن بنانے کے لیے اس کے خاص کمرے میں لے جاؤ تمہیں معلوم ہے جگن ناتھ دیوتا بھگوان رات کے پچھلے پہر کے ساتوں کو ناری سے لگن کو شبھ اور مناسب سمجھتے ہیں اس سے پہلے پہلے دیوی کو لگن کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

ریکھا نے جھک کر مہاتر کے قدموں کو چھوا اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔ مہاماتر جی چنتا نہیں کرو ہم جانکاری رکھتے ہیں

پھر ریکھا نے ہمارے قدموں کو چھو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ دیوی جی ہمارے ساتھ آیئے۔

ہم ریکھا کے پیچھے پیچھے چلنے لگے کامنی نے آگے بڑھ کر ہمارے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا وملا ہمارا من گھبرا رہا ہے لگتا ہے کوئی انہونی ہونے والی ہے۔

ہمارے بڑھتے ہوئے قدم ایک لمحے کے لیے رک گئے اور ہم نے کہا کامنی تم ہمارے ساتھ رہو گی۔

ریکھا نے پلٹ کر ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا تم رک کیوں گئی ہو دیوی ہم نے کامنی کی طرف دیکھ کر کہا!

ریکھا یہ کامنی ہے ہمارے بچپن کی سکھی ہے ہم اس کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔

ریکھا نے حیرت سے ہماری طرف دیکھ کر کہا دیوی تم بانوری نہیں ہو تم جگن ناتھ دیوتا بھگوان کی دیوی ہو سنسار سے تمہارا رشتہ ناطہ ٹوٹ چکا ہے۔ دیوتا بھگوان کے علاوہ کسی دوسرے کو تمہارے ساتھ رہنے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔

پھر اس نے خشمگین نظروں سے کامنی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کامنی جی تم یہاں سے چلی جاؤ تم سندر کومل ناری ہو تمہاری رات بھی رنگوں اور آشاؤں سے رنگین ہو گی ہم نے کئی مہادیوؤں کی نظروں میں تمہارے لیے پریم کی پرچھائیاں دیکھی ہیں۔

کامنی نے غصے سے کہا۔ ہم دیوتا بھگوان کی پوجا کے لیے آئے ہیں مندر میں گھسے ہوئے خوفناک جنسی بھیڑیوں کی گندی کامناؤں اور خواہشاؤں کی بھینٹ چڑھنے نہیں آئے ہم پوتر اور کومل ناری ہیں ہم کسی کو اپنا کومل شریر بھرشٹ کرنے کی آگیا نہیں دیں گے۔

رام، رام ریکھا نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے ناگواری سے کہا "تم نے مہادیوؤں کو جنسی بھیڑیے کہا تم پاپی ہو تم ادھرمی اور ناستک ہو ہم تمہیں شما کرتے ہیں تم فوراً یہاں سے چلی جاؤ اگر کسی پجاری نے تمہارے بھاشن کو سن لیا تو تمہاری ارتھی یہاں سے جائے گی...... پھر اس نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک پجاری کو اشارہ کر کے کہا اس کنیا کو مندر سے باہر پہنچانا۔

کامنی نے غصے سے کہا ہم باہر جانے کے راستے سے جانکاری رکھتے ہیں ہم خود چلے جائیں گے کسی سہایتا کی ضرورت نہیں ہے۔

ریکھا نے کہا...... ٹھیک ہے چلی جاؤ۔

کامنی نے واپس مڑتے ہوئے کہا! سنو ریکھا وملا دیوی ہماری سکھی ہے اسے کچھ ہوا یا کسی نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی تو تمہیں شما نہیں کریں گے ہم بھدر دیک کے سردار اجیت کی بہن ہیں۔

جاؤ جاؤ ریکھا نے غصے سے کہا یہاں سینکڑوں اجیت ماتھا ٹیکنے آتے ہیں یہ دیوتا بھگوان کا مندر ہے کسی سردار کی حویلی نہیں ہے۔

ہم حیرتوں کے ساگر میں ڈوبتے جا رہے تھے ہمارے سامنے دور دور تک غیر یقینی کے دھوئیں پھیلے ہوئے تھے ہماری وچاروں پر دھندی چھاؤں سی ہوئی تھی۔

ریکھا نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر کہا من کو میلا نہیں کرو دیوی تم مہان شکتی والے دیوتا کی دیوی ہو جگن ناتھ دیوتا سے تمہارا سمبندھ ہونے والا ہے تم جیون کی ایک نئی راہ پر چلنے والی ہو تمہاری آتما کو ایک نیا گیان پرکاش ہونے والا ہے تمہاری سکھی بانوری ہے۔

ہم ریکھا کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے کئی راہداریوں کو عبور کر کے ایک کشادہ اور خوبصورت کمرے میں پہنچ گئے...... ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا مگر یہاں اندھیرا تھا فانوس اور قندیلوں کو روشن کر دیا گیا تھا اس کمرے کا ماحول بڑا خوفناک اور جادوئی قسم کا تھا کمرے میں چار پانچ دیوداسیاں پہلے سے موجود تھیں۔

ریکھا نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دیوی کو دیوتا بھگوان کے لگن کے لیے اچھی طرح سے تیار کرنا ہے۔

ایک دیوداسی نے ہمارے چرنوں کو چھوتے ہوئے کہا دیوی جی تو تیاری کے بغیر ہی سندر لگتی ہے پورن ماشی کے چاند کی چاندنی کی طرف

کومل اور موہنی ہے۔۔۔۔۔۔

"وہ تو ٹھیک ہے پر تو یہ مہاماتری جی کا حکم ہے۔" ریکھا نے کہا

۔۔۔۔۔ہمیں ایک تالاب میں اشنان دیا گیا اشنان کے بعد ہمیں دھانی رنگ کا لباس پہنایا گیا وہ لباس اس قدر حسین تھا کہ ہمارا انگ انگ نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا ہم نے اعتراض کیا تو ریکھا نے کہا کہ دیوی جی یہاں اعتراض نہیں چلتا یہاں سب کام دیوتا بھگوان کی آشاؤں کے مطابق ہوتے ہیں دیوی کو اس قسم کا لباس پہننا پڑتا ہے آدھی رات کے سمے تمہیں اس لباس کی قید سے رہائی مل جائے گی کیا مطلب ہم نے حیرت کا اظہار کیا تو ریکھا نے ہماری پیشانی پر بندیا چپکاتے ہوئے کہا تمہارا جوبن دیوتا کی مقدس امانت ہے ہم نے کہا جوبن کی بات کیوں کرتی ہو ہم اچھوتی کنیا ہیں۔

ریکھا کی آنکھوں میں ایک خوفناک قسم کی شیطانی چمک پیدا ہوئی اس نے کسی ناگن کی طرح سسکاری بھرتے ہوئے کہا تم اچھوتی ہو تم سندر ہو تم پھول کی طرح مہکی مہکی سی ہو تمہارا انگ انگ پرکشش ہے یہی تمہاری خوش قسمتی ہے تمہارے اس اچھوتے پن نے تمہیں دیوی بنا دیا ہے اپنے جوبن اور جوانی پر ناز کرو جوانی اور سندرتا کی نمائش کرنا پاپ نہیں تمہیں معلوم نہیں دیوتا آکاش کے جھروکوں سے جوانیوں کو جھانکتے ہیں جب کوئی کومل کلی کسی پھلواڑی میں پھول بن کر دلداریوں کے جھولے جھولنے لگتی ہے تو دیوتا اسے اپنی آغوش میں چھپا لیتے ہیں۔

ایک دیوداسی نے ہمیں ایک ریشمی کرتی پہنا دی اس ریشمی کرتی کے گریبان پر بٹن کی بجائے ایک ہیرا ستارے کی طرح چمک اور جگمگا رہا تھا یہ جواہر نگار تھی جس سے کرنیں پھوٹ رہی تھیں کی آستینیں شانوں سے ذرا نیچے ختم ہو گئی تھیں پھر ہمیں خوبصورت سجائے گئے ایک چھپر کھٹ پر بیٹھا دیا گیا لحہ لحہ رات گہری ہوتی گئی گھڑی گھڑی نئی نئی دیوداسیاں نئے نئے رنگ و روپ اور ناز و انداز کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتی تھیں اور ہمارے چرنوں کو چھو کر پرنام کر کے چلی جاتی تھیں ابھی رات کا پہلا پہر جاری تھا جب ایک مہادیو ہمارے کمرے میں داخل ہوا اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا نمسکار اور پھر تند و تیز بھوکی نظروں سے ہماری طرف دیکھ کر کہنے لگا دیوی جی بھگوان جگن ناتھ دیوتا نے چرن سیوا کے لیے طلب کیا ہے سمیتا دیوی کا آخری ناچ ودیا ہونے والا ہے۔

ہم نے کہا آخری ناچ ودیا کیا ہوتا ہے۔

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پچھلے برس سمیتا دیوی جگن ناتھ دیوتا بھگوان کی من بھاونی دیوی بنی تھی کل رات تک وہ اس چھپر کھٹ پر دیوی کے روپ میں براجمان رہی جس پر آج تم بیٹھی ہو آج رات کو وہ دیوتا بھگوان کے سامنے آخری ناچ ودیا پیش کرے گی پھر وہ دیوی کا راج مکٹ اپنے سر سے اتار کر تمہارے سر پر رکھ دے گی اس طرح تم جگن ناتھ دیوتا کے سنسار کی رانی بن کر ایک برس تک پجاریوں کے من مندروں میں راج کرو گی۔ سمیتا بہت اچھا ناچتی ہے اس نے ناچ ودیا کا گیان متھرا کی دیوداسیوں سے سیکھا ہوا ہے اس کا انگ انگ بجلیوں کی طرح لہراتا اور کوندتا ہے۔

ریکھا نے مہادیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم چلو مہادیو جی ہم دیوی کو لے آتے ہیں ٹھیک ہے مہادیو چلا گیا تو ریکھا نے کہا دیوی جی بھوجن ابھی کرو گی یا ناچ ودیا دیکھنے کے بعد ہم نے کہا بھوک نہیں ہے بعد میں دیکھا جائے گا تو پھر چلو ریکھا نے کہا ہم چھپر کھٹ سے اتر کر کمرے سے باہر آ گئے ایک طویل برآمدے کو عبور کر کے ہم ایک محرابی دروازے والے کمرے کے سامنے پہنچ گئے ریکھا نے ہمیں روک کر بھاشن دینا شروع

کیا اس نے کہا:۔

سنو دیوی تم کنواری کنیا ہو لگتا ہے تم نے اس نئی نویلی نشیلی دنیا کو پہلے کبھی نہیں دیکھا ہے ناری کو نر کی تسکین کے لیے پیدا کیا گیا ہے جب نر اور ناری لگن کرتے ہیں تو سنسار رنگوں سے بھر جاتا ہے لگن دیوتاؤں کا من بھاون کام ہے گھبرانا اور شرمانا نہیں دیوتاؤں کے انداز انوکھے اور نرالے ہوتے ہیں تم ہمارا مطلب سمجھ رہی ہونا۔ دیوتا بھگوان کے استھان پر تم جیون کو نئے رنگوں میں دیکھو گی ممکن ہے پہلی نظر میں جیون کا نیا روپ اچھا نہ لگے ہر کومل کنواری ناری شروع میں دکھی ہوتی ہے مگر دکھ کی اوگھٹ اور گھمبیر گھڑیاں زیادہ طویل نہیں ہوتیں بہت جلد نادیاں آشاؤں اور امنگوں کے رنگ محل تعمیر کرنے شروع کر دیتی ہیں ان کا من شانتی کے اس ساگر پر دور دور تک تیرتا چلا جاتا ہے ابھی چند لمحوں بعد جگن ناتھ دیوتا بھگوان کو نئے روپ میں دیکھو گی گھبرانا نہیں گھبراؤ گی تو بہت پچھتاؤ گی۔ پچھتاوے کی آگ میں جنم جنم جلتی رہو گی۔

ہم نے کہا۔ ریکھا جی تم کیسی بھیانک اور ڈراؤنی باتیں کرتی ہو ہم دیوتا بھگوان کے روپ سے کیوں گھبرائیں گے دیوتا تو دیوتا ہی ہوتا ہے ریکھا نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ لگتا ہے تمہیں گیان پرکاش ہو رہا ہے دیوتا بھگوان کی تم پر بڑی کرپا ہے۔

ریکھا نے کمرے کا دروازہ کھول دیا ہم نے ایک نئے سنسار میں قدم رکھا یہ کمرہ بہت بڑا اور بہت کشادہ تھا کمرے میں سینکڑوں مہادیو اور پجاری موجود تھے لوبان اور عود کا دھواں پھیلا ہوا تھا کمرے میں کئی قندیلیں روشن تھیں چھت پر رنگین شیشوں والے فانوس جگمگا رہے تھے کمرے کی شمالی دیوار کے ساتھ چاندی کا تخت بچھا ہوا تھا جس پر جگن ناتھ دیوتا کا بہت بڑا بت نصب تھا سنگ تراش نے اپنے من کے سارے اندھیرے اور اپنی آتما کی ساری سیاہی دیوتا کے بت پر خرچ کر دی تھی۔ دیوتا کا یہ روپ بڑا بھیانک اور خوفناک تھا دیوتا بھگوان کا بت کسی نر کے ناری سے لگن کے جذباتی سے کو ظاہر کر رہا تھا ہمارے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ ہمارے من نے دھڑکنا چھوڑ دیا تھا مہاماتر ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

ہماری گھبراہٹ کو دیکھ کر وہ تیزی سے ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کس وچار میں گم ہو گئی ہو دیکھو دیوتا بھگوان نے تمہارے لیے اپنی بانہوں کو پھیلایا ہوا ہے آگے بڑھ کر دیوتا کی بانہوں میں سما جاؤ۔

ہم نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا دیواروں کے ساتھ دیوتاؤں کے بت گھڑے ہوئے تھے ننگے بتوں کے سایوں تلے ننگے پجاری ننگی دیوداسیوں کے ساتھ ننگی حرکتوں میں مصروف تھے مہاماتر نے ہمیں اٹھایا اور پھر جگن ناتھ دیوتا کے کھلے آسن میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا دیا پھر نجانے کس طرح دیوتا بھگوان کی وزنی پتھریلی بانہیں ہمارے شانوں کے اوپر سے جھک کر ہمارے سینے پر آ گریں۔

دھن وادی صدائیں بلند ہونے لگیں ہمارا سر پشیمانی شرمندگی اور لاج سے جھکتا چلا گیا ہماری آنکھوں کے سامنے اندھیرے گھور اور گھمبیر ہوتے جا رہے تھے ہم پچھتاوے کی آگ میں جلنے لگے اسی سے مہاماتر نے تالی بجائی کمرے کا مغربی دروازہ کھلا اور پھر سمیتا دیوی مسندر دیوداسیوں کے جھرمٹ میں نمودار ہوئی کانسی اور چاندی کی چھوٹی گھنٹیاں بجنے لگیں سمیتا اور پیاری دیوداسیوں کے لباس ایک جیسے تھے وہ جادو کی چلیوں کی طرح تھرکتی تھرتھراتی کمرے میں ناچ رہی تھیں پس پردہ شہنائیوں اور نقریوں کی ہلکی ہلکی موسیقی گونج رہی تھی دیوداسیوں کے پیروں میں سونے کی جھانجریں چھن چھنا رہی تھیں دھنک کے رنگ بکھرنے لگے ناچتے ناچتے اچانک دیوداسیوں نے اپنی گردنیں اس طرح اوپر اٹھائیں جس

طرح آکاش کی کسی اچھوتی دیوی کا انتظار کر رہی ہوں موسیقی کچھ اور تیز ہو گئی ایک ہیجان سا پیدا ہو گیا تھا ہر طرف سے ہانپتے کانپتے جذبوں کی جنون خیزوں کے شعلے اڑتے ہوئے دکھائی دینے لگے...... اسی لمحے سمیتا ناچنے والی دیوداسیوں کے حلقے میں داخل ہوئی اس کے کندھوں پر مہین زرد قبا تھی جو پاؤں کے ٹخنوں تک لہرا رہی تھی اس کے پاؤں میں سونے کی جھانجریں تھیں اس نے ریشمی کرتی پہن رکھی تھی جس پر جگہ جگہ ہیرے جڑے ہوئے تھے ہم دم بخود ہو کر اس کی بے باکیوں کو دیکھ رہے تھے اس کے بدن کا ایک ایک انگ کومل اور من موہنا تھا اس کے گلاب کے پھول کی ہونٹ پنکھڑیوں کی طرح خوشنما تھے اس کی آنکھیں ستاروں کی طرف روشن اور جھیلوں کی طرح گہری تھیں لگتا تھا اس کی آنکھوں کی جادو نگری میں سنسار خوابیدہ ہے موسیقی کے زیر و بم میں ذرا ٹھہراؤ آ گیا سمیتا کے پاؤں جنبش میں آ گئے جھانجروں کی چھن چھن بڑھنے لگی سازوں کے سر بلند ہونے لگے ناچتے ناچتے وہ جگن ناتھ دیوتا کے بت کی طرف بڑھنے لگی۔ دیوتا بھگوان کے بت کے بالکل قریب پہنچ کر وہ یکدم رک گئی پھر اس نے اپنی خوبصورت تھوڑی کو اوپر اٹھا کر سر کو پیچھے کی طرف اس قدر جھکایا کہ اس کے سر پر رکھے ہوئے مکٹ کی سنہری نوک اس کی پشت کو چھونے لگی اور سندر بدن کمان کی طرح دہرا ہو گیا وہ چند ساعتوں تک اسی طرح کمان بنی رہی۔ پھر ایک جھٹکے سے وہ سیدھی ہوئی وہ تھکے تھکے...... ہولے ہولے قدم اٹھاتے ہماری طرف بڑھی اس کے مکھڑے پر پسینے کی بوندیں موتیوں کی طرح چمک رہی تھی اس نے جھک کر ہمارے چرنوں کو چھوا اور سر سے راج مکٹ اتار کر ہمارے سر پر رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے ہمارے چرنوں کو چھوتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”تم بہت کومل ہو نجانے کس طرح اس پاپ کا بوجھ اٹھاؤ گی تم یہاں نہیں آتی تو کتنا اچھا ہوتا۔“

سمیتا کی سرگوشی کو ہمارے سوا کسی نے نہیں سنا تھا ہم ایک بار پھر خوف کے اندھیرے اور گہرے ساگروں میں ڈوب گئے پجاریوں مہادیووں اور دیوداسیوں نے شراب پینی شروع کر دی تھی ہر طرف فحاشی اور بے حیائی پھیلی ہوئی تھی بھگوان اور دیوتاؤں کے پجاری دیوتاؤں کے بتوں کے سائے تلے جنسی پیاس بجھانے میں مصروف ہو گئے ہر طرف ہانپتی کانپتی سانسوں کی بدبو پھیلی ہوئی تھی ہمارا دم گھٹ رہا تھا۔

سمیتا کی آنکھوں میں آنسو تھے اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ہو سکے تو اس بندی خانے سے بھاگ جانا۔

وہ پیچھے ہٹ گئی مہاماتر اور چار دوسروں بڑے مہادیوؤں نے ہمیں دھن واد کیا چند دوسری دیوداسیوں نے ہمیں دیوتا بھگوان کے سنگھے آسن سے اتارتے ہوئے کہا اب جلدی سے اپنے چھپر کھٹ پر چلو دیوی دیوتا کے لگن کا سماں قریب آ رہا ہے ملن گھڑی بڑی سہانی ہو گی مہاماتر نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا بھگوان تم کو سمیتا دیوی سے زیادہ سندر تا دان کی ہے تم آکاش سے اتری ہوئی اپسرا لگتی ہو۔

ہمیں ریکھا کی نگرانی میں ایک بار پھر چھپر کھٹ پر پہنچا دیا گیا ہمارا من کسی انجانے خوف سے کانپ رہا تھا لگتا تھا ہمارے ساتھ کوئی انہونی ہونے والی تھی...... ہم نے ریکھا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا ریکھا ہمارا من گھبرا رہا ہے...... کامنی کو بلا لو...... اس کی موجودگی میں ہم بہل جائیں گے۔

شما کرو...... دیوی اب دیوتا کے بغیر کسی دوسرے کو اس کمرے میں قدم رکھنے کی آ گیا نہیں ہو سکتی...... چنتا کی کوئی بات نہیں...... کل کی صبح جب تم کامنی سے ملو گی تو وہ تم سے زیادہ تھکی ہوئی ہو گی...... اس کچی کلی کے پیچھے ہم نے کئی بھنوروں کو دیکھا ہے...... ہم نے غصے سے کہا۔

ریکھا تم کتنی بے شرم بے حیا اور بے باک ناری ہو...... کنواری کنیاؤں کے ساتھ گھٹیا اور بازاری شبدوں میں بات کرتی ہو۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد ریکھا نے کہا تم نے ہم پر بے حیائی اور بے شرمی کا آروپ لگایا ہے تم دیوی بن چکی ہو..... اب ہمیں تمہارے سامنے زبان کھولنے کی اجازت نہیں..... تم ابھی ابھی جیون کے جس اچھوتے سچ سے آشنا ہونے والی ہو وہ ایک سندر سپنے کی طرح لگے گا..... پرنتو اب ہر صبح تم کو سارا سنسار تھکا تھکا اور ٹوٹا ٹوٹا دکھائی دے گا مگر ایسی لگن کی شبھ راتوں کے سناٹوں کی دی ہوئی تھکاوٹ بڑی من موہنی ہوتی ہے بار بار تھکنے اور بار بار ٹوٹنے کو جی چاہتا ہے.....

کچھ دیر بعد ایک پجاری نے کمرے میں داخل ہو کر کہا..... ریکھا جی دیوی کو جلدی سے دیوتا کی پریم بھٹی کی مدھوا پلا دو دیوتا لگن کے لیے بیکل ہو رہے ہیں''

پجاری چلا گیا تو ریکھا نے سونے کے پیالے میں سرخ رنگ کا ایک سیال انڈیل کر ہماری طرف بڑھاتے ہوئے کہا..... یہ پریم بھٹی کی وہ مدھوا ہے جو آکاش پر بنائی جاتی ہے اس مدکو دیوی دیوتاؤں کے علاوہ کوئی نہیں پی سکتا اس کے قطرے قطرے میں جیون کے رنگ اور بوند بوند میں شکتی کے ساگر بھرے ہوئے ہیں۔''

نہ چاہنے کے باوجود ہمیں دیوتا کی پریم بھٹی کی مدھو پینی پڑی چند لمحوں بعد ہم پر ایک خمار سا چھانے لگا ہماری آنکھیں مدھ ماتی ہو کر بند ہونے لگیں..... پھر اچانک ہم نے محسوس کیا کہ کوئی ہمیں برہنہ کر رہا ہے ہم نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو بوڑھا مہاماتر ہم پر جھکا ہوا تھا اس کی سانسوں میں جنسی ہوس کا ارتعاش تھا ہم نے مزاحمت کرتے ہوئے کہا ہم جگن ناتھ کی دیوی ہیں یہ کیا کر رہے ہیں؟ مہاماتر نے ایک جھٹکے سے ہمارے لباس کو چھپر کھٹ کے نیچے پھینکتے ہوئے کہا دیوی ہم جگن ناتھ دیوتا کے اوتار ہیں جگن ناتھ نے تمہاری راتوں کو مکمل کرنے کا سارا ادھیکار ہمیں دے دیا ہے ہماری مدھ ماتی آنکھیں برس رہی تھیں ہم مہاماتر کے بوجھ تلے پاتال کی جانب سے دھنسے جا رہے تھے شراب کی تلخی نے ہمارے بدن کو بیکار کر دیا تھا پھر اس نے ایک خوفناک جھٹکے سے وہ سب کچھ کر دیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا آشاؤں کے سارے تاج محل ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئے۔

رام داس کی ایک دلدوز چیخ رات کے سناٹوں کو چیرتی ہوئی ابھری تو وملا نے اس کے کندھوں پر سر رکھ کر کہا۔ پتا جی تمہاری وملا تڑپتی رہی بھگوان کی مورتی سب کچھ دیکھتی رہی مہاماتر باؤلے کتے کی طرح ہمارے اوپر ہانپتا رہا ہم نے بھگوان کو سہائتا کے لیے بار بار پکارا مگر اس گونگے بہرے بھگوان نے سہائتا نہیں کی مہاماتر تھک گیا تو ایک دوسرے مہادیو نے ہمیں چھپر کھٹ سے اٹھا کر فرش پر لٹا دیا پوری رات بھیڑیئے ہمیں نوچتے رہے ہماری عصمت کے لہو کی ندی بہتی رہی ہم اس جنسی تشدد سے بار بار بے ہوش ہوئے جب ہوش آتا تھا تو ہم کسی نہ کسی مہادیو کو اپنے سینے پر جھکا ہوا دیکھتے تھے..... وہ بڑی بھیانک بڑی دردانگیز..... بڑی کٹھن وشاؤں کی بڑی گھمبیر رات تھی رات کا ایک ایک پل بوجھل اور گھائل کرنے والا تھا''

وملا نے سسکتے ہوئے کہا۔ پتا جی تم جانتے ہوئے زخم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک طرح کے زخم وہ ہوتے ہیں جو دیکھنے والی آنکھ کو نظر آتے ہیں دوسری طرح کے زخم وہ ہوتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے ہم دونوں طرح کے زخموں سے چور چور ہو رہے تھے روتے ہوئے ہماری آنکھیں ویران ہو چکی تھیں آنسوؤں کے سوتے خشک ہو چکے تھے۔ ہم نے بار بار بھگوان کی مورتی کی طرف دیکھا اجڑی ہوئی خاموش نگاہوں نے اسے بہت پکارا مگر وہ پتھر کا بے جان اور بے حس ٹکڑا ثابت ہوا جنسی کتے تھک ہار کر ہمارے کمرے میں سو گئے رات بیت گئی ہم برباد ہو گئے۔ پتا جی تمہاری جیون بھر کی

کمائی لٹ گئی ہم اس طرح چھپر کھٹ پر پڑے تھے جس طرح کسی کی ارتھی شمشان میں لکڑیوں کے انبار پر کریا کرم کے لیے پڑی پھر صبح ہوگئی خوابیدہ ہنگامے جاگ اٹھے مہادیو اور مہاماتر ہمارے کمرے سے نکل گئے ریکھا دیوداسیوں کے جھرمٹ میں ہمارے کمرے کے داخل ہوئی انہوں نے ہمارے بکھرے ہوئے لباس کو سمیٹا اور پھر اشنان کی تیاریوں میں لگ گئیں۔ ہمیں اشنان دیا گیا اشنان دیتے وقت وہ بڑی فحش حرکتیں کرتی رہیں مگر ہم ہر قسم کے جذبوں سے محروم ہو چکے تھے ہمیں سوسنی رنگ کا لباس پہنا دیا گیا۔

ہمیں دوبارہ چھپر کھٹ پر بیٹھاتے ہوئے ریکھا نے بڑی معنی خیز انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔ لگتا ہے بہت تھک گئی ہو دیوتا بھگوان نے تمہارے انگ انگ کو تھکا دیا ہے کہا تھا ناں کہ لگن میں بھی دیوتاؤں کی شکتی بوجھل ہوتی ہے...... مگر اب بھگوان کی کرپا سے تم چنتا نہیں کروگی ایک کٹھن وشا تھی جو گزر گئی آئندہ تم ہر رات آشاؤں کے دیپ جلا کر بڑی بے کلی سے دیوتا کا انتظار کروگی۔'' ریکھا بہت بری عورت تھی اس کی آنکھوں میں جنس کی بھوک تھی۔

رام داس نے غم وغصے سے تڑپتے ہوئے کہا...... ولا چپ ہو جاؤ ہماری آتما لہولہان ہوگئی ہے پھر اس نے بھگوان کی مقدس مورتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا...... بھگوان ہماری جنم کی تپسیاؤں کا تم نے بہت اچھا صلہ دیا ہے تمہارے دوارے تمہارے سامنے ہماری آشاؤں اور سپنوں کے سنسار کو بے دردی سے جلایا گیا اور تم خاموش رہے؟۔

ولا نے کہا...... پتا جی ابھی ہماری درد بھری کہانی ختم نہیں ہوئی تمہیں ہماری داستان سننے پڑے گی......

نہیں ولا نہیں رام داس نے روتے ہوئے کہا...... ہم تمہارے پتا ہیں پتھر کے بے حس اور بے جان بھگوان نہیں ہمارا من لہولہان ہو چکا ہے ہماری آتما گھائل ہو چکی ہے ہم مر چکے ہیں ہم بار بار نہیں مرنا چاہتے۔

ولا نے کہا...... صبح جب مندر کے گھڑیال بجنے لگے ہری اوم ہری اوم...... اوم کی صدائیں گونجنے لگیں تو ریکھا نے کہا۔ دیوی جی اب تم نے پجاریوں یاتریوں اور مہادیوؤں کو درشن دینے ہیں......''

پھر ہمیں مندر کے اس حصے میں لے جایا گیا جو خاص وعام کے لیے تھا ہمیں آبنوس کی لکڑی کے بنے ہوئے تخت پر بیٹھایا گیا ہمارے چرنوں میں پھولوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ مہاماتر نے ہمارے چرنوں کو چھوتے ہوئے کہا...... سب سے پہلے دیوی جی کے چرن چھونے کا ادھیکار ہمیں دیا گیا ہے...... ہم نے چونک کر بڑی نفرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا...... تم راکھشش ہو ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ تو مہاماتر نے غراتے ہوئے کہا...... اپنی زبان بند رکھو ہم مہاماتر ہیں۔ ہمارے کئی روپ ہیں اور ہمارے ہر روپ کو پوجا جاتا ہے تم اس وقت جو کچھ ہو ہماری کرپا سے ہو...... ہم نے غصے سے کہا تم بہت برے ہو تم مہاپاپی ہو...... مہاماتر نے لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا...... تم باؤری ہو تم نادان ہو تمہیں دیوتاؤں کی پریم کلپنا کا گیان پرکاش نہیں ہوا تمہاری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں وہ ہم نہیں تھے وہ جگن ناتھ دیوتا کا اوتار تھا جو روپ بدل بدل کر تمہارے ساتھ ملاپ کرتا رہا ہے دیوتاؤں کے ان گنت روپ ہوتے ہیں دیوتاؤں کے ہر روپ کو چاہا جائے تو شکتی بڑھتی ہے ہم تو مہاماتر ہیں پرانتو اگر رات کو جگن ناتھ دیوتا ہمارا روپ دھار کر تمہارے پاس لگن میلہ کرتا رہا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں ہم نردوش ہیں...... پھر اس نے سرگوشی کرتے

ہوئے کہا...... دیوتا بھگوان کے شراپ سے بچنا چاہتی ہو تو زبان بند رکھو پھر اس نے پلٹ کر تالی بجائی ایک مہادیو قسم کا جانور ہاتھ جوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا مہاماتر نے کہا دیوی راج سنگھاسن پر براجمان ہو چکی ہے پجاریوں کو درشن کی آ گیا دی جاتی ہے...... مہادیو واپس چلا گیا ہمارے کمرے کا دروازہ عام لوگوں کے لیے کھول دیا گیا لوگوں کا ایک ہجوم ہری اوم...... ہری کرشنا اور دیوی جی کی جے کے نعرے لگاتا ہوا ہمارے کمرے میں داخل ہونے لگا ہم حیرتوں کے گہرے ساگروں میں ڈوبے ہوئے اپنی بربادیوں کا ماتم کر رہے تھے ہم تصویر بنے بیٹھے تھے یاتریوں نے ہمارے چرنوں میں سونے چاندی کے زیورات کا انبار لگا دیا تھا دن ڈھلے مہاماتر نے کہا۔ پجاریو دیوی جی تھک گئی ہے شام تک آرام کریں گے شام کو جب چراغ جلیں گے تو دیوی کے درشن کے لیے کمرے کا دروازہ پھر کھولا جائے گا۔ شام تک کے لیے شما کرو۔

کمرے کا دروازہ بند ہو گیا مہادیوؤں اور مہاماتر نے سونے چاندی کے زیورات کو سمیٹا اور کمرے کے عقبی دروازے سے باہر نکل گئے ہم تنہا ہوئے تو سمیتا دیوی آہستہ سے ہمارے کمرے میں داخل ہوئی اسے دیکھ کر ہم سسک پڑے سمیتا نے محبت سے ہمیں اپنے گلے لگایا اور پھر دیر تک ہم دونوں روتے رہے۔

سمیتا نے ہمارے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ وملا ہم جانتے ہیں مندر کے درندوں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہوگا کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہم ان اوگھٹ راہوں پر چلتے رہے ہیں یا ابتداء ہے تم نے ہر رات گزشتہ رات کی طرح لٹنا ہے تم کو تقدیر نے ایک خوفناک بندی خانے میں ڈال دیا ہے ہو سکے تو یہاں سے بھاگ جاؤ دور کہیں بہت دور۔ ایسے ویرانے میں چلی جاؤ جہاں دور دور تک انسانوں کا نام و نشان نہ ہو!

ہم نے کہا...... سمیتا ہم ظالم اپرادھیوں سے اپنے زخموں کا انتقام لیں گے ہم انہیں شما نہیں کریں گے ہم اس دیس کے حاکم کے دربار میں فریاد کریں گے۔

تم مسلمان حکمران علی قلی خان کے سامنے فریادی بن کر جاؤ گی۔ سمیتا نے حیرت سے ہماری طرف دیکھ کر پوچھا۔ ہم نے کہا ہاں ہم حاکم کو ساری کہانی سنائیں گے۔ سمیتا نے خاموش اور مطمئن نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا۔ ہم نے کہا تم اس طرح سے ہماری طرف کیوں دیکھ رہی ہوں...... سمیتا نے کہا تم شکتی والی لگتی ہو مگر باؤری بہن تمہیں حاکم کے دربار تک کوئی نہیں پہنچنے دے گا۔

کیوں؟ ہم نے پوچھا تو اس نے کہا۔ تم دھارمک پیتا بن چکی ہو......

ہم نے ایک عزم سے کہا...... یہاں سے نکلنے کے بعد ہم سارے بندھن اور سمبندھن تار تار کر دیں گے۔

سمیتا بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ایک مہادیو نے کمرے میں آ کر کہا۔ سمیتا جی تمہیں مہاماتر نے بلایا ہے

سمیتا خاموشی سے تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی مہادیو نے ہماری طرف دیکھ کر کہا۔ دیوی تم شام تک آرام کرو بہتر ہے اپنے کمرے میں چلی جاؤ......

ہم نے کہا...... کامنی کہاں ہے؟ ہم اس کے لیے بہت اداس ہیں......

چنتا کی کوئی ضرورت نہیں دیوی جی مہادیو نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا کامنی جی کو اوش تمہاری اداسی بتا دی جائے گی۔

ہم نے پوچھا تم نے اسے دیکھا ہے وہ کیسی ہے۔

مہا دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دیوتا بھگوان بڑا دیالو ہے سب کی جھولیاں بھر دیتا ہے یہاں آنے والی ہر کنیا کی آشا کو پورا کیا جاتا ہے۔

ہمارا امن ڈوبنے لگا مہا دیو کی باتوں اور مسکراہٹوں سے لگتا تھا...... کامنی کی آبرو بھی برباد ہوگئی ہے۔

ہم دیوداسیوں کے جھرمٹ میں اپنے کمرے میں آگئے اور پھر شام تک روتے رہے شام کو چراغ جل گئے تو ہمیں پھر دیوی بنا کر تخت پر بیٹھا دیا گیا یہ سلسلہ رات کے پہلے پہر تک جاری رہا پھر رات گئے ہمیں پھر چھپر کھٹ پر بیٹھا دیا گیا...... ہم نے ریکھا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اب کسی کو ہمارے کمرے میں آنے کی آ گیا نہیں ہے ہمیں رات بھر کے لیے تنہا چھوڑ دیا جائے...... ریکھا نے کہا تم ایسا کبھی نہیں کر سکتی ہو تم تنہا کس طرح رہ سکتی ہو تمہاری مانگ میں سندور بھرا ہوا ہے تم سہاگن ہو دیوتا بھگوان اور اس کے اوتاروں کا راستہ کون روک سکتا ہے ایسی وچاروں کو جھٹک دو دیوی۔

آدھی رات کے سمے ہمیں پھر مدھ پلائی گئی جب ہماری آنکھیں خمار سے بوجھل ہو کر بند ہونے لگیں اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگیں تو دیوتا بھگوان کے اوتار ہمارے کمرے میں داخل ہونے لگے۔ ہم ان کے قدموں کی چاپوں اور آہٹوں کو سن رہے تھے ہمیں پھر عریاں کر دیا گیا اور بھوکے کتے پھر ہمارے لاش کو نوچنے لگے ہمارا انگ انگ توڑا جا رہا تھا عصمت کا پھر لہو بہنے لگا ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا بھیڑیا ہمیں بھنبھوڑنے لگا۔ پتا جی بھگوان کی مورتی آج بھی ہمارے سامنے تھی ہم نے آنکھوں کو پوری قوت سے کھول کر بھگوان کی مورتی کی طرف دیکھا ہم نے سوچا آج تو بھگوان کی آنکھوں میں آنسو ہوں گے۔ پرنتو وہ تو گزری ہوئی رات کی طرح آج بھی مسکرا رہا تھا پتھر کا ٹکڑا پتھر کی مانند بے حس تھا۔

ہم نے چیخ کر کہا۔ بھگوان یہ سب کچھ تمہارے سامنے ہو رہا ہے اپنا ئے کے بگولے انسانی قدروں کو جڑوں سے اکھاڑ رہے ہیں اور تو مسکرا رہا ہے تو کیسا بھگوان ہے پتا جی ہم پکارتے رہے اور گونگا بہرہ اور اندھا بھگوان خاموش رہا۔ تمہاری عزت دوسری رات بھی لٹتی رہی ہوس کے باؤلے کتوں نے رات بھر ہمیں بار بار لوٹا دیوی بننے کی آشا نے ہم سے ہمارا سب کچھ چھین لیا۔

رام داس نے اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے کہا بھگوان کے لیے چپ ہو جاؤ وملا ہمارا دم نکل جائے گا۔

وملا نے کہا کس بھگوان کا واسطہ دے رہے ہو پتا جی۔ کیا اسی اپرادھی بھگوان کا واسطہ دے رہے ہو جو ہماری بدقسمتی ہماری بربادی اور ہماری تباہی کا تماشا دیکھتا رہا ہے تم اپنی بیٹی کی عصمت دری کے موجب کو اپنا بھگوان کہہ رہے ہو پتا جی۔ افسوس ہے۔

نہیں رام داس نے چیختے ہوئے کہا۔ یہ جھوٹ ہے ہم نہیں مانتے''

وہ دیوانہ ہو رہا تھا اس نے وملا کا ہاتھ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ میں لے کر کہا کہہ دو یہ سب کچھ جھوٹ ہے دیوتاؤں کا سنسار نرگ کے انگاروں کی طرح نہیں ہو سکتا۔ دیوتاؤں کا استھان تو سورگ کے پھولوں کی طرح پوتر ہوتا ہے شانتی کا گہوارا ہوتا ہے۔

وملا نے بڑی بے زاری اور نفرت سے کہا۔ کہہ دوں گی پتا جی پرنتو ابھی نہیں وہ سمے دور نہیں جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے دو چار پھیروں کے بعد کہہ دوں گی جب بن بیاہی ماتا بن جاؤں گی تو ہم سے پہلے تم کہو گے کہ یہ سب جھوٹ ہے دھرم جھوٹ ہے دیوتا جھوٹ ہے۔ پتا جی چنتا نہیں کرو

وقت بڑی جلدی تمہارے دروازے پر دستک دینے والا ہے۔ دروازے پر کان لگائے رکھنا بہت جلد جگن ناتھ دیوتا کا مہان شکتی والا اوتار تمہارے گھر میں جنم لے گا بڑی شبھ گھڑیاں آئیں گی تم دھن وان بن جاؤ گے۔

وملا خاموش ہوگئی رام داس کی سسکیاں چیخوں میں ڈھلنے لگیں رات ڈھلتی جاری تھی ستاروں کا ملکوتی کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا مندر کی جانب سے ابھی تک شہنائیوں کی مدھر آوازیں آ رہی تھیں۔ رام داس کے کانوں میں بستی والوں کے گانوں کی موسیقی گونج رہی تھی باہر دروازے پر دستک ہونے لگی تو رام داس نے وملا کی طرف دیکھ کر کہا کون لوگ دستک دے رہے ہیں؟

وملا نے وفور غم سے نڈھال ہو کر کہا۔ پتا جی بستی کے لوگ ہوں گے اب تم کوئی معمولی پنڈت نہیں ہو جگن ناتھ دیوتا کی چہیتی دیوی کے مہان پتا ہو باہر جا کر لوگوں کی خوشیوں میں گم ہو جاؤ اس طرح تمہارے من سے بیٹی کی آبروئی کے صدمے کا بوجھ کم ہو جائے گا۔

رام داس نے بھگوان کی مورتی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے غصے سے کہا او بے زبان اور بے حس بھگوان بڑھا اپنا ہاتھوں کو اور پونچھ ڈال اپنے جنم جنم کے پجاری کی آنکھوں سے آنسوؤں کو تا کہ ان بے وقوف اور باؤلے پجاریوں کی وچاروں کے رخ بدل دیں گے بولتا کیوں نہیں ۔ہماری خوشیاں لوٹا دے تمہارے پجاریوں کے چہرے پر ہماری کرپا کیوں کا دھواں چھا گیا تو تمہارے جھوٹ کا کاروبار بند ہو جائے گا۔

رام داس شدت غم سے دیوانہ ہو رہا تھا اس نے بھگوان کی مورتی کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر ایک جھٹکا دیا۔ مورتی کمرے کے فرش پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی رام داس دیر تک مورتی کے ٹکڑوں کو دیکھتا رہا۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس نے بڑی مشکل سے گلوگیر لہجے میں کہا۔ شما کرو بھگوان ۔تم ہم سے بھی زیادہ بے بس کمزور اور بے چارہ تھا پھر اس نے ٹوٹی ہوئی مورتی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر اپنی جھولی میں ڈالتے ہوئے کہا۔ جھوٹے بھگوان باہر چل کر اپنے پجاریوں کو اپنے جھوٹے پندار کی کتھا اپنی زبان سنا۔

رام داس کمرے سے نکلنے لگا تو وملا نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا۔ پتا جی یہ کیا کر رہے ہو یہ غضب نہیں کرو بستی والے ہمارے گھر کو آگ لگا دیں گے۔

رام داس نے روتے ہوئے کہا۔ بیٹی ہم نے اس جھوٹے بھگوان کی دھارمک کہانی اور شان خداوندی کو اپنے من سے نکال دیا ہے۔ اب ہمیں اپنے مٹ جانے کا کوئی ملال نہیں ہوگا اور تم کب کی مر چکی ہو لوگ اس گھر کو آگ لگائیں گے تو ہماری آتما شانت ہو جائے گی ہمارے ساتھ یہ جھوٹا بھگوان بھی جلے گا اگر اس نے شعلوں کی تپش سے چیخنا شروع کر دیا تو ہم تمہاری چیخوں اور آہ وزاریوں کو یاد کر کے اس کی سنگدلی پر قہقہے لگائیں گے اور اگر یہ بھی ہماری طرح چپ چاپ جل گیا تو اس کو شما کر دیں گے۔

وملا نے بڑے مدبرانہ انداز میں باپ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ پتا جی یہ کوئی دانشمندی نہیں ہوگی یہ انتہاء پسندی اور کم عقل ہوگی جس طرح اب لوگوں کا کچھ نہیں بگڑا اور ہماری عزت لٹ گئی اس طرح ہمارے لٹ جانے سے اس بے رحم اور بے درد سماج کا کچھ نہیں بگڑے گا جو ہونا تھا وہ ہو چکا رسوائی کے زخموں کو غم وغصے کی آگ میں جلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ہماری دکھی بیکل اور بے قرار آتماؤں کو شانتی نہیں ملے گی ہم جنم جنم بھٹکے

رہیں گے ہمیں چاہیے کہ ہم زندہ رہیں اور اپنی طرح کے دوسرے اندھے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالوں میں لانے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ پتا جی ان گنت لوگ سولیوں پر لٹک رہے ہیں ان گنت لوگ موت کے اندھیرے غاروں کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اگر ہم نے کسی ایک نردوش کو مصلوب ہونے سے بچالیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوا۔

رام داس کے بھڑکتے ہوئے جذبات پر تدبر کی پھوار برس رہی تھی اضطرابی تناؤ کم ہو رہا تھا۔ وملا نے اس کے سامنے دور کسی انجانے مقام پر ایک چھوٹا سا دیا روشن کر دیا تھا اندھیروں میں اجالوں کا روپ بکھرنے لگا امیدوں کی کرنیں نراس کے اندھیروں کو سمیٹنے لگیں ایک بھولی بسری گم شدہ منزل کے نشان دکھائی دینے لگے۔ آشاؤں کے رنگوں اور سہانے سپنوں کی تعبیر کی چاپوں کی نغمگی اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔

اس نے وملا کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ بیٹی تم نے ہمارے آشاؤں کا ایک دیپ روشن کر دیا ہے ہم اندھیروں سے ٹکرائیں گے ہم عزتوں اور عصمتوں کے لٹیروں کو بے نقاب کر کے دھرم کے نام پر کی جانے والی سیاہ کاریوں سے سادہ لوگوں کو آگاہ کریں گے۔

رام داس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ وملا بیٹی ہم شاید دور تک تمہارے ساتھ نہیں چل سکیں گے عمر کے اس حصے میں اعتماد کے ساتھ ہونے والی زیادتی نے ہمیں تھکا دیا ہے پرنتو ہماری آتما قدم قدم تمہارے ساتھ رہے گی ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے تم ہماری نگاہوں کے سامنے رہو گی۔ وملا نے رام داس کے قدموں کو چھو کر کہا۔ شکریہ پتا جی

باہر دروازے پر دستک کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔ وملا نے کہا پتا جی باہر لوگوں کو کسی بہانے ٹال دو

رام داس چلا گیا تو وملا نے مورتی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں چھپا دیا چند لمحوں کے بعد رام داس نے واپس آکر کہا بستی کے دہقانوں کا ہجوم تھا کہتے تھے ہم نے دیوی کے درشن نہیں کیے۔ ہم نے کہا دیوی تھکی ہوئی تھی گہری نیند سو گئی ہے" صبح درشن ہوں گے"

رام داس اور وملا نے وہ رات جاگ کر گزاری دونوں ایک نئے مستقبل کے بارے میں نئے منصوبے بناتے رہے دونوں افق کے اس پار امیدوں اور آشاؤں کی ایک جھلملاتی ہوئی کرن کو دیکھ رہے تھے دونوں کو اندھیرے سے شدید نفرت ہو چکی تھی دونوں اجالوں کو پالینے کے آرزومند تھے اپنی اپنی سوچوں کے مطابق دونوں زندگی کے لیے نئی اچھوتی اور ان دیکھی راہوں کو تلاش کر رہے تھے بڑی دیر کے سکوت کے بعد وملا نے رام داس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

پتا جی! کیا دنیا کے تمام مذاہب کے رہنما اور پیشوا ہمارے مندروں کے مہا پرشوں اور پجاریوں کی طرح عزتوں کے لٹیرے اور راہزن ہوتے ہیں۔

رام داس نے بڑی بے ساختگی سے کہا۔ نہیں بیٹی چاند ستاروں کی نورانی قندیلوں کی روشنیاں اس حقیقت کا واضح ثبوت ہیں کہ راتوں کے رکھوالے بھی اس سنسار میں موجود ہیں سنسار میں اتنے گھمبیر اور اتنے گھور اندھیرے نہیں ہیں اوگھٹ اور دشوار گزار راہوں کے مسافروں کی رہنمائی کے لیے ان گنت رہنما موجود ہیں۔

☆

فضائیں ابر آلود تھیں بادلوں کے آوارہ ٹکڑوں کی طلسماتی چھاؤں تلے رنگ برنگے خوشنما پرندے اڑتے پھرتے تھے۔ خنک ہواؤں کے معطر اور مشکبار جھونکے نوزائیدہ غنچوں کو چھیڑتے تھے تو وہ کھل اٹھتے تھے پھولوں کی نرم ونازک مہکی مہکی مخمور پتیوں پر بھنورے رقص کرتے اور محبت کے گیت گاتے پھرتے تھے۔

کامنی اپنے محل نما خوبصورت مکان کی بالکونی میں اکیلی بیٹھی ان دلکش اور دلفریب نظاروں کی مسحور کن اداؤں سے لطف اندوز ہو رہی تھی فطرت کی رنگینیوں کی برکھا برس رہی تھی ارمانوں اور امنگوں کی دنیا میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ بالکونی کے سامنے ایک اونچے درخت کی جھکی جھکی سی شاخ پر خوبصورت پرندوں کا ایک جوڑا ایک دوسرے کے پروں پر اپنی چونچوں سے محبت کے نقش جگا رہا تھا کبھی کبھی وہ ایک دوسرے کے اس قدر قریب ہو جاتے کہ دیکھنے والوں کو لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے میں گم ہو کر ایک ہو گئے تھے اور کبھی روٹھ کر ایک دوسرے سے اس طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاتے جیسے دو اجنبی بیٹھے ہوں...... کامنی بڑے انہماک سے پرندوں کے معصوم پوتر اور مقدس پیار کی شوخیوں اور شرارتوں کو دیکھ رہی تھی اس کی نگاہوں کی پیاس بڑھتی جا رہی تھی اس کی مدھ بھری شوخ آنکھوں میں ارمانوں اور آشاؤں کی مستیاں بھری ہوئی تھیں پھر اچانک کچھ سوچ کر وہ بجھ گئی راہوں پر تاریکیاں چھا گئیں منزلوں کے نشان گرد باد حیات کے جھونکوں میں گم ہو گئے اسے مندر میں گزری ہوئی بھیانک راتیں یاد آ گئیں جو اس نے بھوکے بھیڑیوں اور خونی راکھششوں کے درمیان گزاری تھیں کامنی بھی وملا کے ساتھ جگن ناتھ دیوتا کے مندر کی یاترا کے لیے گئی تھی اور اتفاق سے اسے بھی مندر کے مہادیوؤں اور پجاریوں کی ہوس کی بھینٹ چڑھنے کا شرف حاصل ہو چکا تھا جگن ناتھ دیوتا کے مندر میں پیش آنے والے دردناک اور شرم انگیز حادثے کو یاد کر کے وہ کانپ اٹھی شرم سے اس کی گردن جھک گئی اس کی آنکھیں غم وغصے اور رنج والم کے شعلوں کی تپش سے سلگنے لگیں فطرت کے حسین نظاروں کا سارا حسن ماند پڑ گیا اس کی خوبصورت جادو بھری آنکھوں کی لمبی لمبی پلکوں کی نوکوں پر آنسوؤں کی شبنم کے قطرے رقص کرنے لگے اس کے لب پھڑ پھڑائے اور اس نے ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں آسمان کی طرف دیکھ کر اپنے آپ سے کہا۔

ہم کو کسی پتی دیو کی راہ دیکھنے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے پریت کی پوتر ریت کی کلپنا اپنے من سے نکال دینی چاہیے اب ہم کسی پیا کے قابل نہیں رہے۔

کامنی کی آنکھیں ساون کی گھنگھور گھٹاؤں کی طرح برس رہی تھیں آنسوؤں کی برکھا نے فطرت کے رنگین اور حسین نظاروں کو دھندلا دیا تھا اس لمحے گھر کی ایک خادمہ بالکونی میں نمودار ہوئی قدموں کی آہٹ سن کر کامنی نے پلٹ کر دیکھا تو خادمہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔" کامنی بیٹی وملا دیوی آئی ہے"

کامنی نے آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا۔ تم نے دیوی جی کو باہر کیوں روکا ہوا ہے یہاں بھیج دو چند لمحوں بعد وملا بالکونی میں پہنچی تو کامنی نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور اپنے قریب مسند پر بیٹھا لیا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑی نزاکت اور ناز سے دباتے ہوئے کہا وملا جی تمہارا دیوی بن جانا کم از کم ہمیں تو بہت ناگوار بلکہ سوگوار گزرا ہے۔

وہ کیوں؟

وملا نے پوچھا تو کامنی نے کہا۔تم جانتی ہو تمہارے بغیر ہمارا من کتنا اداس ہو جاتا ہے۔

وملا کے ہونٹوں پر ہلکا تبسم پھیل گیا اور اس نے کہا کامنی ہم جنم جنم اکٹھے رہیں گے تم چتا نہیں کرو تم ہماری سکھی ہو

پھر وملا نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا تم روتی رہی ہو

ہاں! ہاں کامنی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں شاید اب ہم نے جیون بھر رونا ہے۔

نہیں وملا نے بڑے اعتماد سے کہا تم نے جیون بھر نہیں رونا ہے اپرادھی ناشک ادھری مہادیو اور پجاریوں کو جیون بھر رونا پڑے گا۔

کامنی نے بڑی گہری نظروں سے وملا کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر عزائم کی روشنیاں دیکھ کر کامنی نے کہا۔لگتا ہے تم باؤری ہو گئی ہو مندر کے اندر ہونے والے اپنائے کے صدمے سے تم حواس کھو بیٹھی ہو۔

نہیں کامنی نہیں۔ہمارے حواس درست ہیں اور ہم بڑے وشواش اور بڑے بھروسہ کے ساتھ تمہیں اس حقیقت سے آگاہ کرنے آئے ہیں کہ ہم نے نئے عزم اور نئے ارادے کا دیپ جلا دیا ہے۔

کامنی نے دور آکاش پر تیرتے ہوئے بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا راستے میں بات کرنے کا موقع نہیں ملا سناؤ جگن ناتھ کے ساتھ لگن کیسا رہا۔

وملا کی آنکھوں میں ویرانیوں کے دھندلکے چھانے لگے اور اس نے ناگواری سے کہا۔کامنی اس بھیانک سپنے کی بات کرکے ہمارے زخموں پر نمک پاشی نہیں کرو ہم اس بھیانک لمحوں کو فراموش کر دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔جگن ناتھ کے مندر والی وملا دیوی مندر کے اندر ہی مر گئی تھی اس وقت تمہارے سامنے ایک نئی وملا بیٹھی ہے ہم نے ایک نیا جنم لیا ہے جو پوتر ہے اور پوتر رہے گا اب ہم اس جیون کی پوترتا کی رکھشیا کریں گے۔

کامنی نے کہا۔وہ بڑے بھیانک بڑے گھمبیر اور بڑے بوجھل لمحے تھے ہم بڑی اوگھٹ راہوں سے گزرے ہیں ایک کنواری کنیا کے پاس اس کی سب سے بڑی دولت عصمت کی دولت ہوتی ہے اور جو عصمت کی دولت ضائع کر بیٹھی ہو بے آبرو ہو چکی ہو اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

وملا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا۔تم ٹھیک کہتی ہو کامنی مگر ہم نردوش ہیں ہم اپنی خوشی اور بھاونا سے بے آبرو نہیں ہوئے ہم بے غیرت اور بے حیا نہیں ہیں راکھشوں نے بڑے ظلم کے ساتھ ہمیں بے آبرو کیا ہے۔

کامنی نے کہا وملا تمہارے آنے سے پہلے ہم اس قسم کی وچاروں میں گم تھے ہم سوچ رہے تھے ہمارے معاشرے اور سماج کو کیا ہو گیا ہے یہ اندھیرا کب تک پھیلا رہے گا کب روشنی ہو گی کب تک جیون کی ان تاریک راہوں پر قافلے لٹتے رہیں گے لوگ کب تک بھیڑیوں اور راکھشوں کی پوجا کرتے رہیں گے وہ کسی اپرادھی کی شکتی ہے جس نے اجالوں کی راہ روک رکھی ہے تاریک راہوں پر کون کب چراغ جلائے گا۔

وملا نے کہا دھیرج سے کام لو کامنی وہ سمے اب دور نہیں ادھرمی کتوں کا یوم حساب شروع ہونے والا ہے تم دیکھو گی کہ یہ درندے نردوش اور

بے گناہ لوگوں کے لہو کی ایک ایک بوند کا حساب دے رہے ہوں گے اکاش کے سچے بھگوان کے گھر میں دیر ہے...... اندھیر نہیں...... اندھیروں کے سوداگر زیادہ عرصے تک اجالوں کا راستہ نہیں روک سکیں گے...... موت کے بیوپاریوں کے جیون کے دن اب انگلیوں کی پوروں پر گنے جا چکے ہیں...... اکاش کے نادیدہ سنسار پر فیصلے ہو چکے ہیں۔

کامنی نے سسکتے ہوئے کہا۔ وملا ہمیں اپنے اس سندر بدن سے نفرت ہو گئی ہے...... ہم میلے اور بدبودار ہو چکے ہیں...... مندر میں مسلسل کئی راتوں تک ہمارے بدن پر پاپ ناچتے رہے تھے...... ہمارے اوپر انگاروں کا رقص جنوں جاری تھا...... ہم اگر بیاہی گئی تو اپنے پریم پیا کو اپنے آبرومند ہونے کا کیا ثبوت دیں گے...... ہم جیون بھر اپنے پتی دیوتا کے مجرم بنے رہیں گے...... پتی دیوتا کو فریب دیتے رہیں گے...... اپنے پریم کو اندھیروں میں رکھتے رکھتے خود اندھیروں کا حصہ بن جائیں گے۔

وملا نے کامنی کو گلے لگاتے ہوئے کہا کامنی جو کچھ ہوا اس کی دردناک یادوں کو بھول جاؤ

کیسے بھول جاؤں! کامنی نے روتے ہوئے کہا کچھ دیر کے توقف کے بعد وملا نے دور خلاؤں میں جھانکتے ہوئے پوچھا

کامنی تمہارا پتا ایک سینک تھا تم نے اپنے پتا کے ساتھ کئی جگہوں کو دیکھا ہے...... کیا دنیا کے تمام مذاہب کے پروہت اسی طرح کے ہوتے ہیں جیسے ہمارے مندروں کے مہادیو اور پجاری ہیں

کامنی نے چونک کر وملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم مسلمانوں کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو

وملا نے کہا تم نے ٹھیک سوچا ہے

کامنی نے کہا...... ہمارے پتا جی مہاراج حاکم بنگال کی سینا کے عہدے دار تھے اس واسطے ہمیں کئی مسلمان گھرانوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے...... اس وقت ہم کمسن تھے مگر ناداں اور ناسمجھ نہیں تھے...... ہم نے مسلمانوں کی آنکھوں میں ہر جگہ اور ہر وقت ایک معصوم سی پاکیزگی دیکھی...... پتا جی کے ساتھ بھی ان کا رویہ بڑا مخلصانہ اور برادرانہ ہوتا تھا...... جب ہم جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے تھے تو ہمیں ایک مسلمان نوجوان سے محبت ہو گئی تھی وہ بڑا بانکا سجیلا نوجوان تھا...... اور تم یہ سن کر خوش نہیں کروں گی کہ وہ نوجوان بنگال کے حاکم کا اکلوتا بیٹا تھا...... ایک روز ہم نے بڑی سادگی اور معصومیت سے پریت کا اظہار کر دیا تو اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

کامنی تم بہت اچھی ہو تم پھولوں کی طرح دلکش ہو اور چاند کی چاندنی کی طرح معصوم ہو مگر یاد رکھو...... اس قسم کے بے ہودہ خواب دیکھنا چھوڑ دو ہمارے درمیان مذہب کی دیوار بہت بڑی ناقابل عبور دیوار ہے اس دیوار کو پھلانگ کر ایک دوسرے کو اپنا لینے کا خواب بڑا بھیانک ہے...... اپنے اپنے مذہب...... اپنے اپنے سماج...... اور اپنے اپنے خاندان کے وقار اور احترام کی خاطر ہمارا ایک دوسرے سے دور رہنا بہت ضروری ہے۔

ہم آج تک اس نوجوان شہزادے کی باتوں کے وزن اور سچائی کا اندازہ نہیں لگا سکتے...... جاتے جاتے اس نے پیچھے مڑ کر بڑی معصوم اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ کر کہا کامنی ہمیں بھی تم سے محبت ہے اور شاید تمہاری محبت سے زیادہ شدید ہے۔

سنجوگ کے فیصلے زمین کی بجائے آسمانوں پر ہوتے ہیں کون جانے مستقبل میں کیا ہونے والا ہے تم اس نوجوان شہزادے کے جذبات اور

احساسات کا اندازہ لگاؤ با اختیار ہونے کے باوجود حقیقت کے سامنے وہ کتنا بے اختیار تھا۔

وملا نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تم سچ کہتی ہو

کامنی نے کہا تم اپنے معاشرے اور سماج کا مسلمانوں کے معاشرے سے موازنہ نہیں کرو...... ہم نے اس وقت تمہارے سامنے ایک ایسا ناقابل یقین سچ بولا ہے جس کی یادیں ہمارے جیون کا سرمایہ ہیں

وملا نے کہا ہمارے پتاجی تو اس کے برعکس باتیں سنایا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں...... مسلمان ایک ایسی ظالم ناستک اور ادھری قوم ہیں کہ جن سے جنگل کے درندے بھی خوف کھاتے ہیں

کامنی نے ہنستے ہوئے کہا! تمہارے پتاجی ٹھیک کہتے ہیں مسلمانوں سے واقعی درندے خوف کھاتے ہیں...... پرنتو انسانوں کے لیے وہ پریم دریا کے مہا پرش ہیں وملا جی تمہارے پتاجی پنڈت بھی ہیں ان کے من میں روایتی تعصب بھرا ہوا ہے اور تم جانتی ہو متعصب لوگ کبھی سچ نہیں بول سکتے۔ مسلمان ایک عرصے سے یہاں حکومت کر رہے ہیں بلکہ پورے ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں اگر وہ ظالم ہوتے تو کب کے ختم ہو چکے ہوتے...... ہمارے سورگ باش پتاجی بتایا کرتے تھے ہندوستان کے کئی بادشاہوں کے محلوں میں ہندو رانیاں ہیں ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کسی مسلمان نے کسی ہندو کنیا کے ساتھ زیادتی کی ہے...... وملا ہمارے ساتھ مندر میں جو کچھ ہوا ہے اگر حاکم کو اس کی خبر ہو گئی تو وہ تمام سیاسی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ دے گا اور ظالم مہادیوں کو سزاؤں کے عبرتناک شکنجے میں کس دے گا مسلمان عزت اور ناموس کے معاملے میں سنگدلی کی حد تک سخت گیر ہوتے ہیں۔

وملا نے پوچھا...... کیا ان کے مذہبی اوتار اس قسم کی زیادتی کے مرتکب نہیں ہوتے۔

کامنی نے کہا ہم نے اس قسم کا کوئی واقعہ سنا تو نہیں ہے ہمیں پورا پورا وشواش ہے کہ اگر اس قسم کی زیادتی ان کے کسی عالم دین سے ہوئی ہو گی تو مسلمان نے اسے معاف نہیں کیا ہو گا۔

وملا نے کہا سنا ہے مسلمان چار چار کنیاؤں کے ساتھ شادیاں رچا لیتے ہیں تم نے ٹھیک سنا ہے کامنی نے جواب دیا مسلمانوں کو چار چار شادیوں کی اجازت ہے مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا پھر وہ شادیاں کر کے اپنی پتنیوں کو عزت کی اونچی مسندوں پر بیٹھاتے ہیں...... ہمارے مہادیوں کی طرح سینکڑوں کنیاؤں کو بے آبرو کر کے رسوائیوں کے اندھیرے غاروں میں دھکا تو نہیں دیتے۔

وملا کی آنکھوں میں امیدوں اور آرزوؤں کے چراغ جل رہے تھے اس نے کہا کامنی تمہارا شکریہ تم نے ہمیں نراس کے اندھیروں سے نکال کر آس کے اجالوں میں لا کھڑا کر دیا ہے...... ہم نے مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا تہیہ کر رکھا ہے...... ہم مسلمان حاکم کے دربار میں اپنی عصمت کی تار تار لٹی ہوئی چادر لے کر پیش ہوں گے...... ہم انصاف طلب کریں گے وملا کی پیشانی عزائم اور ارادوں کی روشنی سے دمک رہی تھی وہ خلاؤں میں گھور رہی تھی...... اس کے پھول کی نرم و نازک پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں پر معصوم لفظوں کا تقدس بکھرا ہوا تھا وہ ہولے ہولے کہہ رہی تھی ہم ان کے دروازے پر دستک دیں گے...... جن کو فریاد سننے کا ادھیکار ہے۔

کامنی نے وملا کو اسلام کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہوئے کہا ہم نے اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے...... جب تم مسلمانوں سے ملوگی تو ان کو بہت مختلف اور معصوم پاؤ گی...... تمہیں ان کے اندر پربت کی بلند و بالا چٹانوں کا دبدبہ دکھائی دے گا مسلمانوں کی عقیدت اور پرستش کا نظریہ ان پہاڑوں...... ان چاند ستاروں اور ان نیلے آکاش سے بہت پرے ایک خدا کی ذات پر قائم ہے پرستش کی اس دھارمک و دیا کو ہم الجھا ہوا سوال سمجھتے ہیں توحید کے اس عقیدے کو ہم نہیں سمجھ سکتے...... اگر ہم پر مسلمانوں کے ایک خدا کے بارے میں گیان پرکاش ہو جاتا تو ہم مسلمان ہو جاتے...... یہ ایک ایسا الجھا سوال ہے جسے ہم نے ان گنت بار لکھ لکھ کر مٹایا ہے...... نجانے کس طرح ایک خدا اس سنسار کے کاروبار کو چلا رہا ہے۔

وملا نے آہستہ سے کہا! کامنی ہم تمہارے شکر گزار ہیں تم نے ہمیں اس سنسار میں پہنچا دیا ہے جہاں سے گلوں کو رنگ و بو آبشاروں کو دلکش ترنم...... عنادل کو نغمگی اور پروانوں کو مذاق جاں سوزی ملتا ہے...... تم نے ہماری دوچاروں کی کشتی کا رخ ساحل کی طرف موڑ دیا ہے...... امید ہے ہم بہت جلد کنارے پر پہنچ جائیں گے...... تمہاری باتوں نے ہماری آتما پر پڑے اس وزنی پتھر کو ہٹا دیا ہے...... جس کے بوجھ تلے ہمارا دم گھٹا جا رہا تھا...... اب ہم ہلکے پھلکے ہو گئے ہیں۔ ہمیں آگیا دو پھر ملیں گے

وملا جب گھر پہنچی تو شام ہو چکی تھی پروا ہواؤں کی تند و تیزی کی وجہ سے سردی بڑھ گئی تھی...... رام داس آتش دان کے سامنے خاموش بیٹھا شعلوں کا رقص دیکھ رہا تھا وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر آس نراس کے اجالے اندھیرے ایک دوسرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔

وملا نے رام داس کے چرنوں کو چھوتے ہوئے کہا...... پتا جی دھیرج اور شکتی سے کام لینے کا سمے ہے ہمیں حوصلے اور سہارے کی ضرورت ہے...... ہمیں سہارا دو ہمارے پاس دس روز کا وقفہ ہے...... دسویں روز مندر کے پجاری ہمیں لینے آویں گے اور پھر نجانے کب اس بندی خانے سے باہر نکلنا نصیب ہوگا...... دس روز کی مہلت میں ہم نے اعتماد کے ساتھ فیصلہ کن قدم اٹھانا ہے...... ہم تمہاری سہایتا اور رکھشا کے سائے تلے آگے بڑھیں گے۔

رام داس کے مدقوق زردی مائل چہرے پر گہرے سوچوں کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں اس کی روح کی بے چینی اس کی پیشانی کی شکنوں پر چھائی ہوئی تھی...... اس نے حسرت و غم میں ڈوبی مسکراہٹ کے ساتھ وملا سے پوچھا بیٹی تم کہاں گئی تھی؟

وملا نے اعتماد کے ساتھ کہا۔ پتا جی ہم کامنی کے گھر گئے تھے

وملا کے چہرے پر تازگی اور عزائم کی چمک دمک دیکھ کر رام داس نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ تمہارے زخم کبھی نہ کبھی بھر جائیں گے مگر تمہارے بوڑھے باپ کو یہ صدمہ زندہ نہیں رہنے دے گا۔ ہم زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہیں گے...... جیون کی ایک ایک سانس بوجھل ہو گئی ہے

وملا نے باپ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اچانک سوال کیا۔ پتی جی! مسلمانوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے...... سنا ہے غیرت اور حمیت کے بارے میں وہ بڑے سخت گیر ہوتے ہیں

رام داس کی نگاہوں میں ایک لمحے کے لیے نفرت کے شعلے بھڑک اٹھے...... مگر دوسرے لمحے اس کی پیشانی پر طمانیت کی دھنک کے رنگ بکھر گئے...... لمحے بھر کی ذہنی کشمکش کے بعد اس نے کہا! بیٹی تم نے بہت بڑا سچ سنا ہے...... اس سے پہلے ہم نے مسلمانوں کے بارے میں تمہیں جو کچھ

بھی بتایا تھا وہ تعصب اور بدنیتی پر مبنی تھا..... ہم تم سے ہمیشہ جھوٹ بولتے رہے ہیں..... اگر ہماری بجائے تمہارا پتا کوئی مسلمان ہوتا وہ تمہیں تنہا کسی بھی دھارمک اجتماع میں نہیں جانے دیتا۔

چند ثانیہ سکوت کے بعد رام داس نے کہا! ہم تھک چکے ہیں تمہاری بے آبروئی کے صدمے نے ہمیں مار دیا ہے..... ہم تو زیادہ دور تک تمہارے ساتھ نہیں چل سکیں گے مگر تم جس طرح بھی ممکن ہو..... اس بے رحم سماج کے بندی خانے سے نکل کر اس حقیقت اور اس سچائی کی جستجو میں نکل جانا..... جس کے رنگ تمہاری آنکھوں میں جھلملا رہے ہیں..... ہمارے بعد مسلمانوں کی بستی میں چلے جانا..... وہ لوگ تمہارے ناموس کی رکھشا کریں گے..... مسلمان نیتاؤں کے چرنوں کی دھول بن جاؤ گی تو سنسار کی کھٹنائیوں سے سپھل ہو جاؤ گی۔

وملا نے جھک کر رام کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا۔ پتا جی تم مہان ہو..... تمہاری باتوں نے ہماری گھائل آتما کو شانت کر دیا ہے..... تم زندہ رہو گے..... ہم سچے بھگوان سے تمہارے جیون کی بھیک مانگیں گے..... پتا جی تمہارے سائے تلے چل کر ہم منزل کو پالیں گے۔ ہم بہت جلد اس نرگ سے نکل کر حاکم بنگال کے دروازے پر چلے جائیں گے..... امید ہے..... وہ ہماری سہاتیا کرے گا۔

وملا کے چہرے پر ارمانوں..... امنگوں..... اور آشاؤں کے گلابی رنگ چھا گئے۔ اس نے کہا ہم بھوجن تیار کرتے ہیں

رام داس نے کہا۔ جلدی کرو ہم آج رات شانتی سے گہری نیند سونا چاہتے ہیں۔ کٹھن وشاؤں اور اوگھٹ راستوں کی تھکاوٹ دور ہو گئی ہے ہماری کشتی کنارے پر آ گئی ہے..... ہمیں وشواش ہے..... حاکم بنگال جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہادیوؤں..... پجاریوں اور مہاماتر کو کبھی شما نہیں کرے گا..... ہم اس دور کے اپرادھی راکھششوں کا بدترین انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے

کھانا کھانے کے بعد دونوں باپ بیٹی اپنے بستروں پر لیٹ گئے..... دونوں کی آنکھوں کے سامنے دور امیدوں کے چراغ جھلملا رہے تھے..... وہ خیالوں ہی خیالوں میں ایک پرسکون ایک ان دیکھی اور ایک طلسماتی جنت میں پہنچے ہوئے تھے..... دروازے پر دستک ہوئی.....

رام داس نے چونک کر کہا۔ ”لگتا ہے مندر کا کوئی پجاری آیا ہے“

اس نے باہر جا کر دروازہ کھول کر دیکھا سامنے گوپال کھڑا تھا۔

اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر پوچھا! ”پنڈت جی! دیوی کیسی ہے باہر نہیں آئے گی لوگ درشن کو ترس رہے ہیں“

”گوپال کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رام داس نے کہا“ دیوی سو گئی ہے سارا دن درشن دیتی رہی ہے۔ مہادیو جی سے کہنا شما کریں کل صبح سویرے ہم دیوی جی کو لے کر مندر پہنچ جائیں گے“

☆

بستی کا سردار اجیت اپنے کمرے میں بے چینی سے ادھر ادھر پھر رہا تھا...... رات کا تقریباً ایک پہر بیت چکا تھا...... اس کی آنکھوں میں وحشت اور بربریت کے شعلے بھڑک رہے تھے...... باہر ہلکی سے آہٹ ہوتی تو اس کے قدم رک جاتے......"

چند لمحے انتظار کے بعد وہ مٹھیاں بھینچ کر کہتا ہے! "کم بخت نجانے کہاں مر گئے ہیں سب کی گردنیں اڑا دوں گا......" کافی دیر بعد ایک مسلح نوجوان کمرے میں داخل ہوا"

"اجیت نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا! "تم کہاں مر گئے تھے...... تمہیں معلوم نہیں ہم اتنے طویل انتظار کے عادی نہیں ہیں"

"شما کرو سردار! دیر تو ضرور ہوگئی ہے مگر آج ہم ایک انمول ہیرا ڈھونڈ کر لائے ہیں دیکھو گے تو اس کی چمک دمک سے ساری کوفت بھول جاؤ گے!

اجیت نے بے قراری سے کہا! وہ کہاں ہے؟ سامنے لاؤ......

اس کی آنکھوں میں شیطان ناچ رہا تھا...... سپاہی باہر نکل گیا...... چند لمحوں بعد دس بارہ مسلح سپاہی کمرے میں داخل ہوئے...... ان کے درمیان رسیوں میں جکڑی ہوئی ایک حور شمائل لڑکی تھی جس کا حسن و جمال چاند کو شرما رہا تھا"

اجیت نے بھرپور نظروں سے دیکھ کر کہا! بہت خوب! پورن ماشی کا چاند ہمارے گھر میں اتر آیا ہے تم سب بہت بڑے انعام کے حقدار ہو...... تمہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا...... دو سپاہی دروازے پر پہرہ دیں اور باقی آرام کریں......"

جب سپاہی کمرے سے نکل گئے تو اجیت نے آگے بڑھ کر اندر سے کنڈی لگا دی"

پھر اس لڑکی کو رسیوں کی قید سے آزاد کرتے ہوئے بولا! "تم جیسی سندر اور پھول کی طرح کومل کنیا کو اس طرح رسیوں میں جکڑ دینا انتہائی بدذوقی اور پرلے درجے کی حماقت ہے...... مگر بعض اوقات اس طرح کی حماقتیں کرنی پڑتی ہیں...... مجبوری ہوتی ہے...... نہ جانے یہ کم بخت سندر اور کومل کنیا ئیں ہم سے اس قدر وحشت زدہ کیوں ہو جاتی ہیں...... ہم اس بستی کے سردار ہیں...... جوان ہیں...... دولت مند ہیں...... ایک ناری کو یہی کچھ تو چاہیے ہوتا ہے......"

اجیت باتیں کرتا ہوا شراب کی صراحی اور جام کی طرف بڑھنے لگا۔ جو ایک کونے میں پپائی پر رکھا ہوا تھا...... لڑکی کی نظریں دیوار پر لٹکے ہوئے تلوار اور خنجر پر جمی ہوئی تھی...... لڑکی دبے پاؤں سے دیوار کی طرف بڑھنے لگے...... اس کی آنکھوں میں نفرت کے شعلے دہکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے...... اندرونی کرب سے اس کا سینہ زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا...... اس نے بڑی آہستگی اور صفائی سے خنجر اٹھا لیا......"

"خنجر کو اپنی چادر کے اندر چھپا کر بولی! "تم احمق اور بے رحم انسان ہو...... شاید تمہیں معلوم نہیں۔ ہم کون ہیں......"

"تم چاند کی کرن ہو...... تم میری ہو...... تم دلکش بلا ہو...... بس ہمارے لیے اتنا جان لینا ہی کافی ہے...... سندر کنیاؤں کے معاملے میں ہم ذات پات کے قائل نہیں ہیں......" وہ لڑکی کو اپنے قریب دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا......

''اس نے مسکراتی ہوئی خمار آلودہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا'' کافی ذہین اور تعاون کرنے والی لگتی ہو......تمہارا یہ خوبصورت انداز خودسپردگی بجائے خود حسن ہے؟''

لڑکی نے بڑے وقار اور دبدبے کے اعتماد سے کہا! بے وقوف انسان ہمارا نام سکینہ ہے اور ہم سردار نادر خان کی بیٹی ہیں...... اور تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان آن پر جان قربان کر دیتے ہیں...... اب تک بابا کو خبر ہو چکی ہوگی...... اور موت کے فرشتے تمہاری طرف تیزی سے آرہے ہوں گے''

اجیت نے ایک خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! بہت خوب! تم مسلمان ہو اور سردار نادر خان کی بیٹی ہو پھر تو ہمارے سپاہی بڑے انعام کے حق دار ہیں...... ہم اپنے سپاہیوں کو مالا مال کر دیں گے...... ہماری آشا بھگوان نے پوری کر دی...... ہماری بڑی آرزو تھی کہ کبھی کسی مسلمان زادی کے ساتھ لگن کی رات گزاری جائے۔

بے غیرت اور بے حیاء انسان تم اپنے ساتھ اس بستی کے سینکڑوں بے گناہ لوگوں کو ہلاکت کی طرف دھکیل رہے ہو۔ ہماری بے حرمتی کے جرم میں تمہاری ساری بستی کو مسلمانوں کا غیض وغضب خون میں ڈبو دے گا!

اجیت نے سکینہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ہماری بستی کے جوانوں نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہنی ہوئی ہم بھی تلواروں سے کھیلنا جانتے ہیں......اجیت کی آنکھیں مستی سے سرخ ہو رہی تھیں......اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔

سکینہ نے طنزاً مسکراتے ہوئے کہا! وہ تو ہم نے دیکھ لیا ہے۔ تلوار کی دھار سے محبت کرنے والے لوگ تو عزتوں کے محافظ ہوتے ہیں...... تمہاری طرح راہزن اور لٹیرے نہیں ہوتے...... ہمارا آخری مشورہ یہی ہے کہ ہمیں با عزت یہاں سے نکل جانے دو...... ہم اس بستی کی طرف بڑھنے والے ہلاکت خیز طوفان کو بستی کے باہر روک لیں گے!

اجیت نے سکینہ کو اپنے بازوؤں کی گرفت میں لینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا! اس وقت تو اس طوفان کو روکنے کی کوشش کرو جو ہمارے اندر انگڑائیاں لے رہا ہے!

اس سے بیشتر کہ اس کے ناپاک ہاتھ سکینہ کے جسم کو چھوتے...... سکینہ نے کمال ہوشیاری اور مہارت سے سیدھے ہاتھ کو جھکا کر خنجر کے پورے پھل کو دستے تک اس کے سینے میں اتار دیا...... اجیت کی خوفناک چیخ بلند ہوئیں...... گرم ابلتے ہوئے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا...... وہ فرش پر گر پڑا اور پھر چند لمحوں کے بعد اس کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔ سکینہ کا سفید ملکوتی لباس اس کے گندے اور ناپاک خون سے داغدار ہو چکا تھا۔

اس نے اجیت کی لاش پر تھوکتے ہوئے کہا! باؤلے کتوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

اجیت کے محافظ سپاہی دروازہ پیٹ رہے تھے۔ حویلی میں ایک کہرام اٹھ کھڑا ہوا...... سپاہی دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے...... سکینہ نے اپنے لمبے گھنے بالوں کو دوپٹے سے باندھ لیا اور آنے والے وقت کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئی...... تلوار سونت کر اس نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑے ہوئے سپاہیوں پر حملہ کر دیا...... سپاہی اس اچانک حملے کے مقابلے کے لیے تیار نہیں تھے...... وہ گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے......سکینہ نے سپاہیوں کی بوکھلاہٹ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا...... وہ دلیرانہ اور مجاہدانہ انداز سے حملے کرتی ہوئی حویلی کے بڑے

دروازے کی طرف بڑھتی جارہی تھی...... وہ ہجوم کو دھکیلتی ہوئی دروازے تک پہنچ گئی...... اس عرصے میں چار پانچ سپاہی موت کے گھاٹ اتر چکے تھے...... دروازے پر اجیت کے سپاہیوں قدرے جم کر مقابلہ کیا وہ کسی حد تک منظم بھی ہو چکے تھے...... مگر اچانک عقب سے ان پر دو نقاب پوشوں نے حملہ کر دیا اس غیر متوقع اور بالکل اچانک حملے نے سپاہیوں کے قدم اکھاڑ دیئے اور وہ بھاگ نکلے۔

سکینہ نے نقاب پوشوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا! تم انسان نہیں رحمت کے فرشتے ہو...... ہم زندگی بھر تمہارے ممنون رہیں گے...... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہمیں افسوس ہے...... ہم اپنے عظیم محسنوں کے نام بھی نہیں پوچھ سکے......

وہ باہر کی طرف بھاگنے لگی تو ایک نقاب پوش نے کہا! بہادر اور غیور لڑکی حویلی کی مغربی دیوار کے کونے پر تمہارے لیے گھوڑا تیار کھڑا ہے...... بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا۔

سکینہ مغربی دیوار کے ساتھ بھاگنے لگی...... کونے پر ایک نقاب پوش اندھیرے میں گھوڑا لیے کھڑا تھا...... سکینہ پھرتی سے گھوڑے پر سوار ہوئی اور پھر گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے کہا! رحمت کے ان جانے اور ان دیکھے فرشتو! ہماری طرف سے ہماری قوم کی طرف سے بلکہ پوری انسانیت کیطرف سے سلام قبول ہو!

نقاب پوش بغیر کچھ کہے اندھیرے میں کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا...... بستی کے سینکڑوں لوگ اجیت کی حویلی میں جمع ہو چکے تھے...... اور صورتحال کی سنگینی پر اپنے اپنے مزاج اور انداز فکر کے مطابق غور کر رہے تھے۔ حویلی کے کھلے میدان میں سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں غضب کا شور برپا تھا...... کچھ نوجوان مشتعل ہو کر اجیت کی قاتل سکینہ کے تعاقب کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ وملا اور کامنی چپ چاپ لوگوں کے اشتعال کو دیکھ رہی تھیں......

کامنی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے وملا کی طرف دیکھ کر کہا! ہمیں اپنے بھائی کی موت کا دکھ ہے...... مگر اس کا انجام یہی ہونا تھا...... اس کے مظالم کے دائرے دور دور تک پھیل چکے تھے۔

رام داس لوگوں کو صورتحال کی پیچیدگی اور نزاکت سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے کہا! بستی کے نوجوانو! اس وقت ہم ایک گھمبیر اور کٹھن وشا کا سامنا کر رہے ہیں...... ہم ایک مشکل مرحلے سے گزر رہے ہیں...... جوش سے زیادہ ہوش کی ضرورت ہے۔ اجیت جی نے مسلمان بیتاؤں کی پگڑی میں ہاتھ ڈال کر اچھا نہیں کیا...... ہم یدھ کے کھیتر میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے!

ایک نوجوان نے غصے سے کہا! پنڈت جی! تم اپنے گھر جاؤ اور دروازہ کو اندر سے اچھی طرح بند کر کے بیٹھ جاؤ...... تم بوڑھے ہو اور تمہاری شکتی بے جان ہو چکی ہے...... ہم نادر خان کی بستی کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں گے!

اچانک مسلمانوں کا ایک پر غیض جتھہ گھوڑے دوڑاتا ہوا حویلی کے اندر داخل ہوا...... اور بستی والوں پر بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑا...... اجیت کے سپاہیوں اور بستی کے مشتعل نوجوانوں نے ان کے پہلے ہی حملے میں ہتھیار ڈال دیئے بستی والے سہمے کھڑے تھے...... موت کی بھیانک پرچھائیاں ان کے سروں پر لہرا رہی تھیں......

ایک وجیہ مسلمان نوجوان گھوڑے سے اتر کر ہجوم کے قریب آ کر بولا! بستی والو! اگر زندگی کو عزیز سمجھتے ہو تو اجیت کو ہمارے حوالے کر دو۔۔۔۔۔ وہ ہمارا مجرم ہے۔۔۔۔۔ ہم اسے اس کے جرم کی سنگین سزا دیں گے۔

رام داس ہجوم سے نکل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا! اجیت قتل ہو چکا ہے اور ہمیں امید ہے تم بستی کے نردوش لوگوں کو شما کر دو گے!

رام داس نے سامنے کے کمرے کی طرف اشارہ کر کہا! "اجیت کی خون آلودہ لاش سامنے کمرے میں پڑی ہے"

نوجوان لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بڑے وقار کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔۔۔ اس کی کشادہ خوبصورت پیشانی پر عزائم کا نور چمک رہا تھا! اجیت کی خون میں لتھڑی ہوئی لاش فرش پر پڑی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ ابھی تک خنجر کا پھل اس کے سینے میں پیوست تھا اس اثناء میں کامنی وملا اور رام داس کے علاوہ بستی کی چند ایک معزز خواتین کمرے میں داخل ہوئیں۔۔۔۔۔

ایک بوڑھی عورت نے نوجوان کے قدموں کو چومتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا! بیٹے! بستی والے بالکل نردوش ہیں ان میں سے کوئی بھی اجیت کے پاپ میں شریک نہیں۔۔۔۔۔ سردار اپنے کیے کی سزا پا چکے ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں شما کر دو!

نوجوان نے بڑے احترام سے بوڑھی عورت کو اپنے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا! ماں جی! فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہم کسی بھی بے گناہ پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔۔۔۔۔ ہمیں ہماری بہن کے متعلق بتا دیا جائے۔۔۔۔۔ ہم اس کو لے کر واپس چلے جائیں گے!

وملا اور کامنی نے ایک دوسری کی طرف دیکھا۔ رام داس نے کہا نوجوان اگر ہم کہیں کہ تمہاری بہن اپنے گھر پہنچ چکی ہے تو کیا تم ہماری بات کا وشواش کر لو گے۔

نوجوان نے ایک ثانیہ توقف کے بعد ملامت سے کہا! نہیں ہم تمہیں جھوٹا کہہ سکتے مگر اس وقت جب کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف تلواروں کو بے نیام کر چکے ہیں اتنی جلدی ایک دوسرے کی باتوں کا یقین بھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ تم جانتے ہو صورتحال بڑی پیچیدہ اور سنگین ہے۔۔۔۔۔ تم ہماری مجبوری کو سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔۔ ہمیں کسی ٹھوس ثبوت سے قائل کیا جا سکتا ہے!

وملا بڑی محبت سے اس نوجوان کی جھکی جھکی پیشانی پر اپنے مستقبل کی روشنی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

کافی دیر کی خاموشی کے بعد اس نوجوان نے کہا! اس غیر یقینی کی تکلیف دہ صورتحال سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے۔۔۔۔۔ اگر آپ لوگ اس پریشانی سے نکلنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ تو ثبوت کے طور پر اجیت کی کسی بہت ہی قریبی خاتون کو ہمارے حوالے کر دو۔۔۔۔۔ اگر ہماری بہن گھر پہنچ چکی ہوگی تو ہم معذرت کے ساتھ اس خاتون کو واپس بھیج دیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے!

وملا نے تیزی سے آگے بڑھ کر کہا! ہم اجیت کی بہن ہیں۔ ہمیں تمہاری پیشکش منظور ہے۔ ہم تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔۔۔۔۔ کسی کے کچھ کہنے سننے سے پہلے وہ کمرے سے نکل آئی۔۔۔۔۔ ایک مسلمان سپاہی نے گھوڑا پیش کیا۔۔۔۔۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جانے لگی تو رام داس نے التجا بھرے لہجے میں کہا! مسلمانو! یہ ہماری بیٹی ہے۔۔۔۔۔ اس کی عزت کا خیال رکھنا یہ نردوش ہے۔۔۔۔۔ اس کو اجیت کے جرم کی سزا نہیں دینا۔۔۔۔۔ یہ چگن

ناتھ دیوتا کی دیوی ہے۔

ایک مسلمان نوجوان نے ناگواری سے کہا! تم غلط کہتے ہو بابا! یہ صرف تمہارا اور تمہاری قوم کا ناموس نہیں پوری انسانیت کا ناموس ہے......اور ہم ناموس کا احترام اور حفاظت کرنا اچھی طرح جانتے ہیں،!

وملا کا گھوڑا پوری رفتار کے ساتھ مسلمان شاہسواروں کے گھوڑوں کے ساتھ ساتھ دوڑتا جا رہا تھا۔گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز رات کے سناٹوں کو درہم برہم کر رہی تھی...... چاند ستاروں کا کارواں شب کی منزلوں کو طے کرتا ہوا صبح کے اجالوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ستاروں کی تنک تابیاں صبح کی دلیل بنتی جا رہی تھیں سفر بڑی خاموشی سے جاری تھا...... وملا نے کئی بار اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھا...... مگر سب کے سب نظریں جھکائے منزل کی طرف رواں دواں تھے...... گردنیں جھکی ہوئی تھیں...... صبح ہوتے ہی مختصر سا قافلہ منزل پر پہنچ گیا......ایک نوجوان وملا کو لے کر ایک وسیع وعریض خوبصورت حویلی میں داخل ہوا......حویلی کا مالک اور بستی کا سردار نادر خان نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہا تھا......دعا سے فارغ ہو کر نادر خان اٹھا تو اس کی نظریں اپنے نوجوان بیٹے اور وملا پر پڑیں......وہ دیر تک بڑی غضب ناک نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا......کافی دیر کی ہولناک خاموشی کے بعد اس نے بڑے غصے سے کہا! یہ لڑکی کون ہے!

نوجوان نے بڑے ادب سے کہا! خان بابا! یہ اجیت کی بہن ہے......اجیت جس نے سکینہ کو اٹھوایا تھا!

نادر خان نے برہمی سے کہا! اجیت کی بہن کو یہاں کیوں لایا گیا ہے؟

نوجوان نے کہا۔خان بابا! ہم اسے یرغمال بنا کر لائے ہیں!

نادر خان نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا! اوہ! اسماعیل ہمیں تم سے ایسی بے حیائی......بے غیرتی......اور بزدلی کی توقع نہیں تھی...... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارا بیٹا اتنا کمینہ اتنا بزدل اور بے رحم ہو سکتا ہے......تم نے ظلم کا بدلہ ظلم سے لے کر بہت بڑا گناہ کیا ہے!

اسماعیل کے بدن پر لرزہ طاری تھا......اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! خان بابا! ہمیں معاف کر دو......دراصل صورتحال ہی کچھ ایسی تھی کہ ناچار ہمیں ایسی غلطی کرنا پڑی۔بخدا ہم حواس کھو چکے تھے۔

نادر خان نے شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا! تم نے معاشرے کے سامنے ہماری گردن جھکا دی ہے......اس بے خطا لڑکی کو کس جرم کی پاداش میں اتنی بڑی سزا دی گئی ہے......اجیت کی بہن ہونا کوئی جرم تو نہیں

اسماعیل نے سر جھکا کر کہا! ہم معافی کے طلبگار ہیں خان بابا! ہمیں معاف کر دو!

نادر خان نے آگے بڑھ کر وملا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! بیٹی ہم نادم ہیں تمہارے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے......ہم تم سے شرمندہ ہیں...... مگر تم فکر نہیں کرو ہم اپنے بیٹے کو وہی سزا دیں گے جو ہماری بیٹی سکینہ تمہارے بھائی کو دے چکی ہے......ہمارا بیٹا اسی کمینگی اور بے حیائی اور بے غیرتی کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔جس کا ارتکاب تمہارے بھائی اجیت نے کیا تھا۔

ہمیں اپنا باپ سمجھو! ہم جلد از جلد تمہاری واپسی کا انتظام کرتے ہیں۔فی الحال تم ہمارے ساتھ آؤ......وملا نادر خان کے پیچھے پیچھے چلنے

لگی..... اسے اپنے قدم آسمان کی بلندیوں کو چھوتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے..... وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا ہلکا محسوس کر رہی تھی..... اس کے سامنے سپنوں کی جادو نگری تھی.....

جب وہ نادر خان کے رہائشی مکان کے قریب پہنچی تو اس نے آہستہ سے ڈرتے ہوئے کہا! خان بابا! ایک گزارش کرنی ہے.....''

نادر خان نے پلٹ کر اس کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھا..... اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا، کہو بیٹی کیا چاہتی ہو..... ہم تمہاری ہر بات سنیں گے۔ تم ہمیں اپنی بیٹی سکینہ کی طرح عزیز ہو..... جو کہنا چاہتی ہو۔ بے دھڑک کہہ دو!

وملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! خان بابا! اسماعیل کو سزا نہیں دو..... وہ مجرم نہیں ہے۔ نردوش ہے..... اسے شما کر دو

نہیں بیٹی نہیں! نادر خان نے فیصلہ کن لہجے میں کہا! ہم بہت مجبور ہیں..... اس سلسلے میں ہم تمہاری سفارش قبول نہیں کر سکتے وہ مجرم ہے..... اس نے جرم کیا ہے..... ہم انصاف کے سارے تقاضے پورے کریں گے بیٹی! جرم وسزا کی کہانی اگر سفارشوں پر ختم کر دی جائے تو دنیا اندھیروں سے بھر جائے گی..... ہم انصاف کے نور کا خون نہیں کر سکتے۔

وملا نے اپنی پرنم نگاہوں کو اٹھاتے ہوئے کہا! اسماعیل ہمیں زبردستی اٹھا کر نہیں لایا!..... ہم اپنی مرضی اور خوشی سے آئے ہیں..... ہم یہاں آنا چاہتے تھے..... ہم یہاں نہیں آتے تو مر جاتے..... خان بابا! تمہارے عزت دار اور غیرت مند بیٹے نے ہم پر احسان کیا ہے..... ہمیں اٹھا کر نہیں لایا..... ہم خود آئے ہیں۔

نادر خان نے حیرت زدہ ہو کر کہا! مگر ہم کیسے یقین کر لیں کہ تمہیں زبردستی نہیں لایا گیا..... تم نے سنا نہیں تھا..... اسماعیل کیا کہہ رہا تھا..... اس نے تمہارے سامنے کہا تھا کہ تمہیں یرغمال بنا کر لایا گیا ہے..... کاش تم اپنی خوشی سے آئی ہوتی تو ہم شادیانے بجواتے۔

خان بابا! ہم مسلمانوں کو قریب سے دیکھنا چاہتے تھے.....

نادر خان خاموش ہو گیا..... پھر کچھ سوچ کر اس نے پوچھا..... راستے میں تمہارے ساتھ کسی نے کوئی بدسلوکی تو نہیں کی! تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں دی گئی۔

نہیں، وملا کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے! اس نے کہا! ہم نے آکاش کے روشن ستاروں کے ساتھ سفر کیا ہے۔

نادر خان چلنے لگا تو وملا نے کہا! ''خان بابا نے ہماری سفارش کا جواب نہیں دیا''

نادر خان نے کہا! ہم اسماعیل کو بڑی عبرتناک سزا دینا چاہتے تھے مگر تم نے ہمیں بے بس کر دیا ہے..... جیسے تم چاہو گی ویسا ہو گا!

سکینہ ابھی تک اپنی ماں ''خان زادی'' کو اپنی دکھ بھری کہانی سنا رہی تھی..... وملا کو دیکھ کر سکینہ اور خان زادی اٹھ کھڑی ہوئیں، دونوں نے آگے بڑھ کر اس کا پرتپاک استقبال کیا.....

خان زادی نے سوالیہ نظروں سے نادر خان کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! فاطمہ خانزادی تمہارے بیٹے نے ہمارا سر جھکا دیا ہے..... وہ کم بخت اس معصوم کو اس جرم میں یرغمال بنا کر لایا ہے..... کہ یہ اجیت کی بہن ہے!

سکینہ نے وملا کو گلے لگاتے ہوئے کہا! ہمیں بے حد افسوس ہوا ہے..... تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی"

"وہ کم بخت کہاں ہے..... ہم اپنے ہاتھوں سے اسے سزا دینا چاہتے ہیں۔خان زادی نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا..... ہمارا خون اتنا گندہ اور ناپاک کیسے ہو گیا ہے"

"نادر خان نے کہا! بیگم ہم اسماعیل کو بڑی سخت اور کڑی سزا دینا چاہتے تھے۔مگر اس بیٹی کی سفارش نے ہمارے ہاتھ باندھ دیے ہیں۔

فاطمہ خان زادی نے حیرت سے وملا کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! تم سب ہماری سوچوں سے عظیم ہو..... کیا سارے مسلمان اسی کردار کے مالک ہوتے ہیں؟

فاطمہ خان زادی نے پیار سے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا "بیٹی اس میں عظمت کی کونسی بات ہے" ہمارے لیے تو یہ بڑی شرمندگی کی بات ہے۔

نادر خان نے کہا..... اس کے کھانے پینے کا انتظام کرو۔تھوڑی دیر آرام کر لے..... ہم اسے جلد از جلد واپس پہنچانا چاہتے ہیں..... بستی کے لوگ پریشان ہو رہے ہوں گے۔

وملا نے ہاتھ جوڑ کر کہا! نہیں خان بابا! ہم واپس جانے کے لیے نہیں آئے ہیں.....

مگر بیٹا یہ مناسب نہیں ہے تمہاری قوم کے لوگ کیا سوچیں گے، نادر خان نے کہا!

وملا نے کہا! جس کے جو جی میں آئے سوچتا رہے ہم کچھ عرصہ یہاں رہیں گے..... پھر اس نے جلدی سے سکینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا..... سکینہ ہم نقاب پوشوں کی دعاؤں کی سوغات لائے ہیں۔

سکینہ نے بے تابی سے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا! اگر ہم یہ کہیں کہ ان تین رحمت کے فرشتوں میں سے ایک تم ہو تو غلط نہیں ہوگا.....

وملا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے سسکتے ہوئے کہا "ہم بہت مجبور تھے اس سے زیادہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے!

نادر خان کی آنکھیں بھیگنے لگیں..... اس نے وملا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہم زندگی بھر تمہارے ممنون اور مشکور رہیں گے..... وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

ناشتے کے بعد وملا نے خان زادی اور سکینہ کو اپنی دکھوں اور دردوں کے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی غمناک کہانی سنائی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد نادر خان نے آ کر کہا! بیٹی! اب گھر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ.....

وملا نے سکینہ کی طرف دیکھا.....!

"سکینہ نے کہا!" خان بابا! وملا کچھ دن ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہے"

"نادر خان نے کہا!" بیٹی! وملا کے یہاں رہنے سے ہمیں بڑی خوشی ہوتی مگر حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کو جلد از جلد گھر پہنچا دیا جائے..... بستی والے پریشان ہوں گے اور ہمارے خلاف باتیں کریں گے۔

سکینہ کو معلوم تھا کہ نادر خان کا فیصلہ اٹل ہے وہ خاموش ہو گئی۔

''وملا نے کہا!''ہم چلے جاتے ہیں مگر جانے سے پہلے اپنی دکھ بھری داستان ضرور سنائیں گے......نادر خان مسند پر بیٹھ گیا''

''وملا نے اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا!سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اجیت کی بہن نہیں بلکہ اس کی بہن کا منی کی سکھی ہیں۔

اس کے بعد وملا نے رو رو کر نادر خان کو جگن ناتھ دیوتا کے مندر میں پیش آنے والے دردناک واقعات سنائے۔

آخر میں اس نے کہا،!خان بابا ہم اپنے دھرم سے بیزار اور متنفر ہو چکے ہیں اب اسلام ہماری آشاؤں امنگوں کا مرکز بن گیا ہے۔ہم اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں۔کیا تمہارا خدا ہماری ریزہ ریزہ ذات کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشے گا......نادر خان کی آنکھیں اشکوں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

''اس نے ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں کہا!وملا بیٹی تم عظیم ہو......

پھر اس نے وملا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!بیٹی!ہمارا کوئی علیحدہ خدا نہیں ہے......ہمارا خدا سب کا خدا ہے......ساری کائنات کا خدا ہے......یہ الگ بات ہے کہ کوئی اس کو چھوڑ کر پتھر کے بے جان ٹکڑوں کے بت تراش کر ان کی پوجا شروع کر دے......تمہاری ذات ریزہ ریزہ نہیں ہے......تم تو اپنے اندر ایک مکمل شخصیت رکھتی ہو......خدا بڑا کریم اور بڑا مہربان ہے......وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر کہیں رحمتوں کی بارش برساتا ہے......جو کوئی جتنی زیادہ ٹھوکریں کھانے اور ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد اس کی بارگاہ میں پہنچتا ہے......اس کی ذات اس کو اتنے زیادہ اور بلند مرتبے عطا کرتی ہے......شکستہ شکستہ آئینے اس آئینہ ساز کو بڑے عزیز ہوتے ہیں......تم اگر اپنی خواہش سے اسلام قبول کرنا چاہتی ہو تو ہمیں بڑی مسرت ہوگی!

جی خان بابا!ہم آتما کی شانتی کے لیے اسلام قبول کرنے کی آشا لے کر آئے ہیں؟''

مرحبا!نادر خان نے کہا!......

کچھ دیر بعد بستی کے معززین کے سامنے وملا کلمہ حق پڑھ کر مسلمان ہو چکی تھی......اس کا اسلامی نام کلثوم تجویز کیا گیا......دن ڈھلے کلثوم نادر خان کے گھر سے رخصت ہونے لگی تو اس کے چہرے پر طمانیت کا نور تھا......اسماعیل اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔

کلثوم نے گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے کہا!خان بابا!چند روز بعد جگن ناتھ کے مندر کے پجاری ہمیں لینے آئیں گے......اس بات کا خیال رکھنا''

نادر خان نے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا!کلثوم پریشان نہیں ہو......اب تم مسلمان قوم کی غیرت ہو اور تم کو معلوم ہونا چاہیے......کہ ہم مسلمان لوگ اپنی ماؤں بہنوں اور بہو، بیٹیوں کے ناموس کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

کلثوم اور اسماعیل بڑی خاموشی سے سفر طے کر رہے تھے۔دونوں کے چہروں پر دھنک کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔شام کے وقت جب وہ بستی کے قریب پہنچے تو اسماعیل نے کہا!کلثوم ہم تمہارے ممنون ہیں......کہ تم نے ہماری جان بچائی ہے۔

کلثوم نے مسکراتے ہوئے کہا!اور ہم تمہارے مشکور ہیں......کہ تم نے ہمیں حقیقت کی روشنی سے ہمکنار ہونے کا موقع دیا......اسماعیل ہم بہت خوش ہیں ہم لاکھوں کروڑوں غیرت مندوں اور پاک باز سرفروشوں کی رشتہ دار بن چکی ہیں!



رام داس کے دروازے پر دستک ہوئی..... رام داس نے دروازہ کھول کر دیکھا سامنے اسماعیل اور اس کی بیٹی کھڑے تھے۔

آؤ بچو اندر آ جاؤ..... رام داس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! تو اسماعیل نے خرجین سے ایک چھوٹی سے گٹھڑی نکال کر کلثوم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ہم اجازت چاہتے ہیں..... یہ امی حضور نے چند چیزیں دی ہیں رکھ لیجیے۔

اسماعیل نے گھوڑے کا رخ بدلا اور پھر اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں۔ کلثوم اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز دیر تک سنتی رہی پھر اس نے گھر میں داخل ہو کر اپنے باپ کو سب کچھ بتا دیا۔

اس نے کہا۔ پتا جی! ہم مسلمان ہو گئے ہیں..... ہم بہت شانت ہیں..... ہماری گھائل اور روگی آتما کی بیکلی دور ہو گئی ہے۔ جیون کی ڈولتی ڈوبتی ڈگمگاتی کشتی کو کنارہ مل گیا ہے۔

رام داس نے بیٹی کا ماتھا چوم کر کہا..... مبارک ہو بیٹی تمہیں سکون مل گیا ہے..... پھر کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

بیٹی! ہم بھی مسلمان ہونا چاہتے ہیں.....

کلثوم نے گٹھڑی کھول کر دیکھی..... تو اس کی آنکھوں میں حیرت کے آنسو بھرنے لگے..... قیمتی ہیروں کی ایک خوبصورت مالا سونے کے زیورات کے علاوہ کچھ کپڑے تھے..... اس قیمتی سامان کے نیچے ایک چھوٹا سا رقعہ تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔

بیٹی! ایک ماں کے پاس دعاؤں کے سوا کیا ہوتا ہے ہماری بہت ساری دعاؤں کے سائے تمہارے سر پر رہیں گے..... جس عجلت سے تم اپنی ماں کے گھر سے رخصت ہوئی ہو ہمیں اس کا دکھ رہے گا..... ہم ان چند حقیری چیزوں کے سوا کچھ بھی نہیں دے سکتے ہیں۔ بہت شرمندہ ہیں..... اگر تمہارا کچھ روز رکنا مناسب ہوتا تو ہم تمہیں شایان شان طریقے سے رخصت کرتے..... امید ہے تم ایک ماں کی دعاؤں اور ان حقیری چیزوں کو قبول کر لوگی..... کلثوم فکر مند نہیں ہونا..... خدا کے فضل و کرم سے ہم سب بہت جلد پھر ملیں گے..... اور پھر کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے..... تمہارے خان بابا نے بہت مجبور ہو کر تمہیں اپنے گھر سے رخصت کیا ہے..... اور ہاں فکر نہیں کرنا۔ اب تم پورے اسلام کی غیرت ہو..... تم دیکھوگی..... تمہاری ایک پکار پر پورا عالم اسلام لبیک کہتا ہوا ظلمت کدوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ والسلام۔ تمہاری ماں

فاطمہ خانزادی

کلثوم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گرنے لگے اس نے باپ کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا! خدا کی قسم! ہماری آتما ہلکی پھلکی ہو گئی ہے..... لگتا ہے ہم آکاش کے ستاروں کے سنگ کسی انجانے اور ان دیکھے دیس میں پہنچ گئے ہیں..... ہم ان وادیوں میں پہنچ چکے ہیں۔ جہاں سے آبشاروں کو ترنم..... گلوں کو رنگ و بو..... عنادل کو نغمگی..... اور پروانے کو مذاق جاں سپاری نصیب ہوتا ہے..... پتا جی! تم بھی اسلام کے سائے تلے چلے آؤ آتما کے سارے روگ دور ہو جائیں گے۔

رام داس نے دور آکاش پر چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھ کر کہا! جس راستے پر تم چل رہی ہو..... وہی ہمارا راستہ ہوگا..... مگر ہمیں ابھی اپنی

آشاؤں کو پوشدہ رکھنا ہے۔

رات دھیرے دھیرے بیت گئی۔ دوسرے روز رام داس نے بھی اسلام کے ابدی آفاقی اور کن فیکانی حقیقتوں کی عظمتوں کو تسلیم کر لیا ہے۔مگر دونوں نے بستی والوں سے دین کی تبدیلی کو پوشدہ رکھا صرف کامنی کو رام داس اور وملا کے مسلمان ہونے کا علم تھا وہ بڑی مخلص...... بڑی ہمدرد اور بڑی وسیع القلب لڑکی تھی...... وہ خود بھی کافی دیر سے ہندو معاشرے اور سماج کے ظالمانہ فرسودہ اور غیر فطری مذہبی نظام سے بیزار اور متنفر تھی...... نادر خان کی طرف سے دوسرے روز شام کے وقت ایک خطیب کلثوم اور اس کے باپ رام داس جس کا اسلامی نام اب احمد حسن تھا...... کو اسلام کی تعلیم اور نماز پڑھانے آیا پھر رات تک وہ دونوں کو اسلام کی تعلیم دیتا رہا......

جاتے وقت اس نے احمد حسن سے معانقہ کرتے ہوئے کہا! بھائی احمد حسن ہم ہر رات آیا کریں گے۔

احمد حسن نے کہا! مولانا..!اس طرح تو تمہیں بہت زحمت اٹھانا پڑے گی۔

خطیب نے کہا!تم اس کی فکر نہیں کرو...... اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھانا بہت بڑے ثواب کا باعث بن جاتا ہے۔

یہ سارا سلسلہ بڑی رازداری سے جاری تھا...... مگر جس طرح پھول کی خوشبو کو مٹھی میں بند نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ان کا اسلام بھی پردہ داری کی تدبیروں کے باوجود عیاں ہو گیا۔ دونوں نے بستی کے مندر میں آنا جانا چھوڑ دیا تھا...... وہ الگ تھلگ سے ہو گئے تھے...... انہوں نے بستی کے لوگوں کے دکھ درد اور مذہبی تقریبات میں بھی شمولیت ترک کر دی تھی...... ان کی اس گوشہ نشینی نے بستی کے لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے...... کچھ لوگوں نے ایک رات کے پچھلے پہر مسلمان خطیب کو ان کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ایک ہفتہ گزر گیا تھا ایک روز بستی کے مندر کا پروہت ان کے گھر آیا...... کلثوم گھبرا گئی......

احمد حسن نے بڑے اعتماد سے اسے بیٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا! پنڈت جی! بستی میں طرح طرح کی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں۔لوگوں کو تم سے اور دیوی جی سے بڑی شکایتیں ہیں...... بہتر ہے کہ تم اپنے رویے کی وضاحت کر کے لوگوں کو مطمئن کرو ورنہ تم جانتے ہو، اس کے نتائج بہت برے نکلیں گے۔

احمد حسن نے کہا! بستی والوں کو ہم سے کس قسم کی شکایت ہے؟

احمد حسن کے پوچھنے پر مندر کے مہادیو نے بڑے گھمبیر اور تلخ لہجے میں کہا! جب سے وملا دیوی نادر خان کی بستی سے آئی ہے...... تم دونوں نے مندر میں آنا بند کر رکھا ہے۔تم دونوں نے دھارمک شبھ بھاؤناؤں میں شریک ہونا بالکل چھوڑ دیا ہے۔دیوی نے پجاریوں کو درشن دینے کا سلسلہ ترک کر دیا ہے۔آخر اس کی کیا وجہ ہے؟...... وملا دیوی اور تمہارے رویے کیوں تبدیل ہو گئے ہیں؟

احمد حسن کے قدموں تلے زمین کانپ رہی تھی اس کی بوڑھی آنکھوں کے سامنے دور افق سے ایک ہولناک آتش بداماں طوفان اٹھ رہا تھا...... خوف کے ہیبت ناک ہیولے اس کے اردگرد بگولوں کی طرح ناچ رہے تھے......

اس نے بڑی مشکل سے اپنی مضطرب اور بے ربط دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا! مہاتما جی! یہ سب بستی والوں کی منفی سوچوں کا نتیجہ

ہے...... ورنہ ہماری آشائیں اور ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تو پہلے کی طرح بستی کے لوگوں کے احساسات کے ساتھ ہم آہنگ ہیں...... وملا دیوی علیل رہنے لگی ہے۔ تم جانتے ہو مہاتما جی! کسی ہندو ناری کا مسلمانوں کے گھر جانا کتنی انہونی بات ہے...... اسی انہونی نے وملا کے من کو گھائل کیا ہوا ہے...... دیوی جی کسی بڑے بروگ کی صدا بن گئی ہے...... وہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے دور رہنے لگ گئی ہے۔ دیوی کو اس بات کا بڑا دکھ ہے کہ مسلمان اسے یرغمال بنا کر لے گئے اور اس کے پجاری اس کی خاطر کچھ بھی نہیں کر سکے...... وہ تو مسلمانوں کی شرافت تھی کہ انہوں نے اسے بے آبرو نہیں کیا! عزت واحترام سے واپس چھوڑ گئے ہیں۔

پروہت نے کہا! مگر دیوی تو اپنی خوشی سے بے دھڑک ہو کر مسلمانوں کے ساتھ گئی تھی...... اس نے بستی والوں کے سامنے جھوٹ بولا تھا کہ وہ اجیت کی بہن ہے"

کلثوم اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی...... اس نے ناگواری سے تلخ لہجے میں کہا! ہم نے کامنی کو دوہرے صدمے سے بچانے کے لیے جھوٹ بولا تھا...... اس کے لیے اس وقت اپنے جوان بھائی کی ہلاکت کا صدمہ کچھ کم صدمہ نہیں تھا اور پھر ہمیں وشواش تھا...... کہ بستی والے ہمارے رکھشا کے لیے مسلمانوں کے سامنے لوہے کی اٹوٹ اور مضبوط دیوار بن جائیں گے...... مگر مہاتما جی ہمارے پجاریوں نے ہمیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا...... تلوار تو کیا کسی نے آواز تک بلند نہیں کی تھی...... ہم اب کس طرح اور کس لیے بزدل پجاریوں کو درشن دیں...... مہاتما جی...... تم اپنائے کی بات کرنے آئے ہو تمہاری بھاشا نے ہمارا من دکھایا ہے"

مہاتما کے چہرے کی سلوٹوں پر سوچوں کی پرچھائیاں چھانے لگیں...... وہ دیر تک سر جھکا کر کچھ سوچتا رہا...... پھر اس نے کلثوم کی طرف طنز بھری نظروں سے دیکھ کر کہا...... ہم پر ابھی بھی ایک گیان پرکاش ہوا ہے۔

وہ کیا ہے؟

کلثوم نے پوچھا تو مہاتما نے کہا لگتا ہے...... مسلمانوں کے حسن وسلوک نے تم دونوں کو متاثر کیا ہے...... تم متوجی کی سمرتی اور دیومالا کے شبھ شبدوں سے دور ہونے لگے ہو۔

کلثوم نے کہا! تم غلط سمجھ رہے ہو...... مہاتما جی یہ بات نہیں ہے جسے تم گیان پرکاش سمجھ رہے ہو...... یہ تمہارے من کا فتور ہے...... ہمارا من ساگر کی طرح گہرا ہے...... ہم دیوی ہیں...... ہم کسی سے نفرت نہیں کرتے...... البتہ دکھ ضرور ہے صدمے اور دکھ کے گہرے گھاؤ ابھی تک خون برسا رہے ہیں...... کچھ دن بیت گئے تو گھاؤ خود بخود بھر جائیں گے۔

پروہت نے اٹھتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا...... جو ہوا سو ہوا اس کی کتھا کو بھول جاؤ کل سے تم دونوں باقاعدگی سے مندر آنا شروع کرو ورنہ نتائج کی ساری ذمہ داری تم دونوں پر ہو گی...... یہ پوری بستی کے لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے"

کلثوم نے بڑی متانت بڑی جرات اور بڑی ہمت سے کہا...... مہاتما جی ہم تمہاری اور تمہاری بستی کے لوگوں کی جاگیر نہیں کہ تمہاری بستی کے لوگوں کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے...... تم ہمیں سوغات سمجھ کر بستی والوں میں تقسیم نہیں کر سکتے...... ہماری بھی کوئی حیثیت ہے...... مرضی

میں آیا تو مندر آئیں گے...... جی نہیں چاہا تو ہرگز نہیں آئیں گے...... ہم جگن ناتھ دیوتا کی مقدس دیوی ہیں...... کوئی معمولی دیوداسی نہیں ہیں۔ آئندہ سوچ سمجھ کر ہم سے بات کرنا۔

مہادیو کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں...... اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لگتا ہے تمہارے جیون کے دن اوش گھٹ گئے ہیں...... تم نے ایک اوگھٹ وشا پر چلنا شروع کر دیا ہے...... تم ادھرمی اور ناستک ہو چکے ہو۔

مہادیو غصے سے پیر پٹختا ہوا چلا گیا!

بابا! اب ہمارا یہاں رہنا مناسب نہیں رہا لگتا ہے ان کافروں کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ ہمیں بہت جلد یہاں سے ہجرت کر کے خان بابا کی بستی میں پہنچ جانا چاہیے...... خطرات کے گھور اندھیرے ہمارے سروں پر آن پہنچے ہیں...... اپمانے اور کرودھ کی آندھی چلنے والی ہے...... مہادیو کی باتوں سے محسوس ہوتا ہے۔ بستی کے ہندو ہمارے خلاف کوئی بڑا ہی خطرناک فیصلہ کر چکے ہیں اور کوئی ہلاکت خیز قدم اٹھانے والے ہیں۔

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے کہا کل جمعہ ہے...... مولانا آئیں گے تو رات کو ان کے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے۔ تم اس عرصے میں ضروری سامان باندھ رکھو!

جمعہ کی شب کا پہلا پہر ستاروں کی نورانی رم جھم تلے خاموشی سے بیت رہا تھا...... کرمک شب روشنی کی لکیریں کھینچتے پھرتے تھے...... ستاروں کے ملکوتی کاروں چرخ زبرجدی کے لامحدود ویرانے کو اپنی ضوفشانیوں اور تنگ تابیوں سے صد تماشا گاہ عالم بنائے ہوئے تھے۔

احمد حسن اور کلثوم کے دل دھڑک رہے تھے۔ ان کی نظریں بار بار دروازے کی طرف اٹھتی تھی۔ ان کی سماعتیں کسی کے ہاتھوں کی دستک سننے کے لیے بے قرار تھیں...... لحہ لحہ اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ دور بستی کے کسی کونے سے کسی کتے کے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی...... کلثوم نے کہا! بابا! آج رات کچھ ہونے والا ہے...... کہتے ہیں جب کہیں کتا روتا ہے تو کسی کی موت واقع ہونے والی ہوتی ہے۔

احمد حسن نے کلثوم کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم موت سے ڈرتی ہو!

نہیں بابا! کلثوم نے کہا شہادت کی موت عظمت کی معراج ہوتی ہے...... مگر نجانے کیوں بابا ہم ان کافروں کی بستی میں مرنے سے خوفزدہ ہیں۔ لگتا ہے ہمیں بڑی بے حرمتی اور بڑے عذاب سے ہلاک کیا جائے گا۔

احمد حسن نے کہا! جب ہم نے مسلمان ہو کر شہادت گاہ محبت میں قدم رکھا دیا ہے...... تو پھر موت کو عذاب سمجھنا مناسب نہیں ہوگا۔

کلثوم کے چہرے پر نور کی برکھا برسنے لگی۔ اس نے کہا۔ بابا ہم، خان بابا کی بستی میں مرنے کی آشا کر رہے ہیں۔

احمد حسن نے کہا! خدا تمہاری آشاؤں اور امنگوں کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

کائنات کی ہر شے سہمی سہمی ہوئی لگتی تھی...... رات کے سناٹوں میں گھمبیرتا چھائی ہوئی تھی...... اچانک دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی...... احمد حسن نے جلدی سے دروازہ کھول دیا...... مولانا نور محمد نوری اندر داخل ہوا تو احمد حسن نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

مولانا نے پوچھا! احمد حسن بھائی! کلثوم بیٹی کہاں ہے؟

احمد حسن نے کہا! وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھنے گئی ہے۔

مولانا نور محمد نوری نے کہا! میرا خیال ہے آج کی رات بہت بھاری ہے...... ہم نے کئی پراسرار سائے چھلاوں کی طرح تمہارے گھر کے آس پاس بھاگتے دیکھے ہیں۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے......

اتنے میں کلثوم بھی کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ اس نے کہا ہم تیار ہیں۔ ہم بڑی دیر سے خطروں کی بھیانک چاپ سن رہے ہیں۔

پھر اچانک مندر کی گھنٹیوں اور گھڑیالوں کا شور بلند ہونے لگا۔ کلثوم نے حیرت سے کہا...... یہ بے وقت گھڑیال کیوں بجائے جا رہے ہیں۔ لگتا ہے ہم جال میں پھنس گئے ہیں۔

مولانا نور محمد نوری نے کلثوم کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا...... بیٹی گھبراؤ نہیں...... مسلمان ہونا کوئی آسان کام نہیں ہوتا...... یہ شہادت گاہ میں قدم رکھنا ہوتا ہے۔ جس طرح شمع خود جل کر دوسروں کی راہوں کو روشن کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح مسلمان کی زندگی ہوتی ہے...... ہم تم امتحان کی دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے والے ہیں...... خداوند کریم سے صبر واستقامت کی دعا مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سرخرو ہوں گے...... ظلم وزیادتی کی یہ آندھیاں بہت جلد بیٹھ جائیں گی۔

اچانک باہر سے کچھ مسلح لوگ دیوار پھلانگ کے اندر آ گئے...... انہوں نے تلواروں کو بے نیام کر لیا...... ایک بلوائی نے دوڑ کر گھر کا دروازہ کھول دیا...... جگن ناتھ دیوتا کے دو مہادیوں کو دروازے کے راستے اندر آتے دیکھ کر دم بخود رہ گئی ایک ہجوم صحن میں گھس آیا تھا...... ایک مہادیو نے آگے بڑھ کر بڑے غصے سے کلثوم کو بالوں سے پکڑ کر فرش پر پٹختے ہوئے کہا! تم ادھری ہو گئی ہو......

مولانا نور محمد نوری نے غضب ناک شیر کی طرح آگے بڑھ کر مہادیو کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارتے ہوئے کہا! ناپاک کتے تیری یہ مجال تو نے مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو للکارا ہے...... ''ہم تمہارا خون پی جائیں گے''

اس اثناء میں مولانا پر ہندوؤں کا جم غفیر ٹوٹ پڑا...... انہوں نے لمحوں میں مولانا کو لہولہان کر دیا۔ احمد حسن زخموں سے چور چور ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ ایک ایک پل بوجھل گھمبیر اور اذیت ناک تھا۔ جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہادیو اسی رات کلثوم احمد حسن اور مولانا نور محمد نوری کو لے کر روانہ ہو گئے۔

کامنی! ان بے گناہوں کے انجام سے واقف تھی...... اسے معلوم تھا ظالم ہندو مہادیو مندر میں جا کر ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے...... اس نے اپنی پرانی خادمہ کو بلا کر کہا! تم ہماری ماتا سمان ہو...... تم ہماری رازدار ہو...... ہم ایک بہت ہی ضروری کام سے کہیں جا رہے ہیں...... امید ہے تم کسی کو ہمارے یہاں سے کہیں جانے کے بارے میں آگاہی نہیں ہونے دوگی۔

خادمہ نے کہا! بیٹی حالات بہت زیادہ بگڑ چکے ہیں...... سمے بہت گھمبیر اور ڈراؤنا ہے...... پرنتو ہم تمہیں منع نہیں کریں گے...... تم جاؤ مگر جتنا جلدی ہو سکے لوٹ آنے کی کوشش کرنا۔

درختوں کے سائے لمبے ہو کر مشرق کی طرف پھیلنے لگے تھے...... آفتاب عالم تاب نے مغرب کی جانب ڈھلنا شروع کر دیا تھا۔

نادر خان اپنی بلند و بالا خوبصورت حویلی کے باغ میں اپنے چند مصاحبوں کے ساتھ بیٹھا کسی مسئلے پر گفتگو کر رہا تھا...... اس کے باوقار چہرے پر کسی انجانے قرب کی پرچھائیاں دکھائی دے رہی تھیں...... وہ مضطرب ہو کر بار بار آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتا۔ آخر ایک دوست نے پوچھا! خان کیا بات ہے تم مضطرب اور پریشان لگتے ہو...... ہمیں نہیں بتاؤ گے؟

نادر خان نے مسند پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ زبیر تم نے ٹھیک سمجھا ہے...... ہم بہت پریشان ہیں...... ایک انجانا سا خوف ہے جو ہمارے دل کو تڑپا رہا ہے...... کوئی پریشانی اندر ہی اندر ہمارے دل کو مسل رہی ہے...... لگتا ہے کوئی انتہائی خوفناک سانحہ پیش آنے والا ہے۔ خدا خیر کرے...... مولانا نور محمد نوری صاحب ابھی تک واپس نہیں پہنچے''

اسی وقت ایک مسلح سپاہی دوڑتا ہوا آیا...... اور اس نے کہا سردار! ایک اجنبی لڑکی آپ سے ملنے آئی ہے۔

نادر خان کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اس نے کہا!'' اس کو فوراً یہاں لے آؤ۔

چند لمحوں بعد دراز قد خوبصورت کامنی نادر خان کے سامنے کھڑی تھی! نادر خان نے بے چینی سے کہا! بیٹی تم کہاں سے آئی ہو اور کیا کہنا چاہتی ہو؟

کامنی نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا...... سردار ہم بھدر یک سے آئے ہیں۔ ہمارا نام کامنی ہے...... اور وملا جس کا اسلامی نام کلثوم ہے کی سکھی ہیں...... نا

درخان نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ہم اپنی بیٹی کو خوش آمدید کہتے ہیں...... کامنی بیٹی تمہارے نام کا ایک خوبصورت اور ان مٹ نقش ہمارے دل پر کندہ ہے...... پھر ایک لمحے توقف کے بعد نادر خان نے کہا! کامنی بیٹی تم پریشان اور گھبرائی ہوئی لگتی ہو۔ کیا بات ہے۔ ہماری کلثوم بیٹی کا کیا حال ہے۔

کامنی نے روتے ہوئے کہا...... بہادر سردار تمہاری مظلوم بیٹی اپنے پتا اور مولانا سمیت خونخوار عفریتوں کے جبڑوں میں ہے...... ہم نے آدھی رات کے سناٹوں میں ان بے کس اور زدوشوں کی دوو انگیز چیخوں اور درندوں کے وحشیانہ قہقہوں کو اپنے کانوں سے سنا ہے...... جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہادیو اور پجاری ان کو رسیوں میں جکڑ کر لے گئے ہیں...... وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے...... ان کی سہایتا اور رکھشا کے لیے کچھ کیجئے...... سے بڑا گھمبیر ہے۔

نادر خان نے اٹھتے ہوئے کہا! ہندو غنڈوں نے مسلمانوں کی غیرت کے لہو میں ہاتھ ڈال کر اپنی ہلاکت کا سامان کیا ہے۔'' کلثوم بے کس اور بے بس نہیں ہے''

کامنی نے کہا! سردار! جلدی کچھ کیجئے...... ذرا سی تاخیر بھی ان بے گناہوں کے لیے صدیوں کی تاخیر ثابت ہوگی!

نادر خان نے زبیر اور دوسرے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ہم شاید اسی لمحے کے خوف سے پریشان تھے...... کلثوم بیٹی کی چیخوں کا کرب بڑی دور سے محسوس ہو رہا تھا۔ تم بستی کے جوانوں کو اطلاع کر دو مسلح ہو کر حویلی میں جمع ہو جائیں۔ ہم آنے والی رات کی صبح کو اپنی بیٹی کی

بازیابی اور رہائی کو نوید سے قبل طلوع نہیں ہونے دیں گے...... پھر اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ خداوندا اپنی شان خداوندی کے صدقے ہماری بیٹی کو ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھنا!

آن کی آن میں بستی کے سینکڑوں نوجوان مسلح ہو کر حویلی کے سامنے میدان میں جمع ہو کر نعرے لگا رہے تھے...... کامنی کوان کی پیشانیوں پر بپھرے ہوئے شیروں جیسا جلال دکھائی دے رہا تھا...... وہ اب کافی مطمئن اور پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

نادرخان نے لوگوں کو سانحہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا! کلثوم ہماری بیٹی ہے...... اسلام کی بیٹی ہماری غیرت ہے۔ اسے کچھ ہوگیا تو ہم اپنے آپ کو معاف نہیں کریں گے...... یہ لمحہ زندگی اور موت کا لمحہ ہے...... یہ امتحان کی گھڑی ہے...... بے درد پجاریوں نے ہمیں ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے...... ہم مذہبی رواداری اور آزادی کے قائل تھے...... مگر بدبخت اور متعصب ہندو مہادیو نے ہمیں تلواریں بے نیام کرنے پر مجبور کر دیا ہے...... اسلام کے سپاہیوں اور علی مشکل کشا کے شیدائیوں کی غیرت کو للکارنے والے خدا کی زمین پر زندہ رہنے کے قابل نہیں ہوتے۔" اس وقت ان سوگوار فضاؤں میں کلثوم کے کان تمہارے گھوڑوں کی ٹاپوں اور نعروں کی ملکوتی دھمک سننے کو ترس رہے ہوں گے"

عین اسی وقت ایک خوبرو نوجوان حویلی میں داخل ہوا...... اس کے ساتھ درجن بھر مسلح سپاہی بھی تھے...... آنے والا نوجوان نادرخان کا بھتیجا اور گوہاٹی کے قلعہ دار سردار فیروز خان کا بیٹا ہاشم تھا...... ہاشم نے گھوڑے سے اتر کر نادرخان کے قدموں کو ہاتھ لگائے اور پھر بے تابی سے پوچھا...... چچا حضور کیا ماجرہ ہے لوگ مسلح ہو کر کیوں نعرے لگا رہے ہیں لگتا ہے کوئی سانحہ رونما ہوا ہے۔

نادرخان نے ہاشم کا ماتھا چوم کر کہا! تمہارا اتفاقی طور پر آجانا ہمارے لیے تائید غیبی ہے۔

ہاشم نے کہا! چا چا حضور ہمیں بھی کچھ بتایا جائے۔

نادرخان نے کہا! بیٹے وقت بہت کم ہے اس مختصر عرصے میں ہم نے ایک پربت کو گرانا ہے...... بس تمہارے لیے اتنی اذیت ناک خبر ہی کافی ہوگی...... کہ کچھ ہندو درندوں نے تمہارے چچا کی پگڑی اچھال کر اپنے ناپاک قدموں تلے روندنے کی جسارت کی ہے...... اس وقت یہاں کی یہ فضائیں تمہاری اس معصوم بہن کی چیخوں سے سوگوار ہیں جو ہماری منہ بولی بیٹی ہے...... اور جس نے چند روز پہلے ہندو دھرم کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تھا...... ہم تمہیں آرام کرنے کی بجائے اس جہاد پر روانہ کرنا چاہتے ہیں۔

ہاشم نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں ڈالتے ہوئے کہا! چچا حضور! جب تک ہم اپنی بہن کو ہندوؤں کی قید سے آزاد نہیں کروا لیتے اس وقت تک آرام کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتے ہیں...... دعا کریں ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔

نادرخان نے کہا! ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے

اسماعیل نے آگے بڑھ کر نادرخان کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! بابا حضور!...... ہم پر بھروسہ کیجئے...... انشاءاللہ ہم راتوں رات کلثوم اور اس کے باپ اور مولانا نور محمد صاحب کو ہندو درندوں کی قید سے رہا کرا لیں گے...... آپ دعا کریں۔

نادرخان نے کہا! تم سب ہمارے بیٹے ہو...... ہم تمہاری جراتوں اور جواں ہمتوں کے قائل ہیں...... ہم تمہاری بہادرانہ یورشوں کے چشم

دید گواہ ہیں...... مگر یاد رکھو ہماری بیٹی کے بغیر ہماری بستی میں داخل ہونے کی جرات نہ کرنا۔ جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو...... ہماری دعاؤں کی چھاؤں تلے قدم بڑھاتے جاؤ......

بستی کے جوان نعرے لگاتے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہونے لگے......تو نادر خان نے کامنی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا! کامنی بیٹی ہمارے ساتھ آؤ سکینہ اور اس کی ماں تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی۔

کامنی نے کہا! سردار اس وقت ہمارا ان لوگوں کے ساتھ جانا بہت ضروری ہے۔ ہاشم نے کامنی کی طرف دیکھا۔

نادر خان نے کہا! بیٹی تم فکر نہیں کرو یہ وہ لوگ ہیں جن کے قدم بڑھتے ہیں تو زمین کی وسعتیں ان کے نقش کف پا میں سما جاتی ہیں۔

کامنی نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا ہمیں وشواش ہے...... مگر خان بابا! مندر کے اندھیرے تہ خانوں میں کلثوم اس کے پتا اور مولوی جی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان کو ہفتوں بھٹکنا پڑے گا...... اور اس عرصے میں ہندو مہادیو اور پجاری کلثوم اور اس کے ساتھیوں کے جیون کے چراغ گل کر دیں گے۔ ہم ان تمام اندھیرے راستوں سے آگاہ ہیں...... جن پر چل کر ہم کم سے کم وقت میں ان درندوں کے سروں پر پہنچ سکتے ہیں۔

نادر خان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! شاید تم ٹھیک کہتی ہو'

تھوڑی دیر بعد جانبازوں کا یہ چھوٹا سا لشکر جس کی تعداد دو سو سے زیادہ نہیں تھی...... ہاشم اور اسماعیل کی سربراہی میں بستی سے نکل کر جگن ناتھ دیوتا کے مندر کی طرف بڑھ رہا تھا...... نادر خان وہیں بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گیا...... اس نے روتے ہوئے کہا! خدایا تو ہی ان کی کامیابی کا ضامن ہوسکتا ہے...... کامنی بڑی سہولت کے ساتھ ہاشم اور اسماعیل کے ساتھ گھوڑا دوڑاتی ہوئی منزل کی طرف رواں تھی...... جنگل اور اونچے پربت کے اوپر سے چکر کاٹ کر یہ لوگ ایک غیر معروف راستے کے ذریعے اچانک اور ناگہانی طور پر مندر تک پہنچ جانا چاہتے تھے...... انہیں معلوم تھا مندر کے محافظ اور جگن ناتھ کی بستی کے لوگوں نے تمام اہم راستوں کی اچھی طرح ناکہ بندی کر رکھی ہوگی...... کامنی اور اسماعیل کی منصوبہ بندی نے جگن ناتھ کے مندر کے پجاریوں بستی کی تدبیروں پر پانی پھیر دیا...... ابھی رات کا آخری پہر جا رہا تھا شبنم کی بوندیں شاخوں پر گر گر کر غنچوں کلیوں اور نو بہار پھولوں کو نکھارنے میں مصروف تھی...... ستاروں کی قندیلیں ابھی ٹمٹما رہی تھیں...... کہ یہ چھوٹا سا لشکر جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے عقب میں بہنے والی ندی کے کنارے پہنچ گیا...... اس ندی کے دونوں کناروں پر گھنے درختوں کا جنگل تھا...... درختوں کے گھنیرے سائے نے تاریکی کی چادر کو گہرا کر رکھا تھا۔

کامنی نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے گہرا سانس لے کر کہا! ہمارا سفر ختم ہوا! ہم نے ایک کٹھن وشا کو طے کر لیا ہے۔ اپنے سینکوں کو جنگل کے اندھیروں میں چھپا دو اس جنگل کے اندر کہیں مندر کی خفیہ سرنگ کا چور دروازہ ہے...... ہمارا خیال ہے صبح ہونے پر کوئی نہ کوئی پجاری ضرور اس طرف آئے گا...... اسے قابو کر کے ہم بڑی آسانی سے اس سے ساری معلومات حاصل کر لیں گے؟

ہاشم نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! دوستو! اپنے اپنے گھوڑوں کے منہ باندھ کر ہوشیاری کی حالت میں جنگل میں چھپ جاؤ اور جس کسی کو مندر کا کوئی پجاری دکھائی دے وہ اس کو پکڑ کر قابو کر لے......

ہاشم کامنی اور اسماعیل ادھر ادھر پھرتے رہے...... مندر کی دیوار کے قریب چلے گئے۔ صبح ہونے والی تھی اجالے بکھرنے شروع ہوگئے تھے...... مندر کے گھڑیالوں کا شور سنائی دینے لگا...... رات کے سناٹوں کا ملکوتی سفر ختم ہوتا جا رہا تھا...... جانباز ہوشیار تھے...... ندی کے کنارے ایک جگہ پر لمبی لمبی گھاس کا گھنا گھپا سا تھا۔ ایک سپاہی اس گچھے کے پاس پہنچ کر ٹھہر گیا...... اسے کچھ شک سا گزرا...... کہ اس گھاس کے اندر کوئی غار ہے...... صبح ہو رہی تھی۔ اجالا پھیل رہا تھا...... اچانک گھاس میں سرسراہٹ پیدا ہوئی...... سپاہی ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا...... چند لمحوں بعد ایک موٹی سی توند والا پجاری گھاس سے نمودار ہوا...... اس نے بڑے غور سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر ندی کی طرف بڑھنے لگا...... اس کے سر پر بالوں کی لمبی سی چوٹی تھی جو اس کے دائیں شانے پر لہرا رہی تھی ابھی وہ ندی کے کنارے تک نہیں پہنچا تھا...... کہ چھپے ہوئے سپاہی نے دبے قدموں آگے بڑھ کر کہا! نمستکار مہاتماجی! پجاری نے پلٹ کر پیچھے دیکھا...... اور پھر مسلح نوجوان دیکھ کر گھگھیانے لگا...... تم کون ہو؟ اور ادھر کیا لینے آئے ہو؟

سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ مہاتماجی پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں...... ہمارا نام موہن ہے اور ہم اشنان کی کارن ندیا پر آئے ہیں“

پجاری نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ”پرنتو تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا“

نہیں دیکھا تو اب دیکھ لو جی اچھی طرح دیکھ لو......

موہن نے کہا تو پجاری نے پیچھے کی طرف پلٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ”تمہارا لہجہ بڑا تلخ اور کڑوا ہے“

ہم سے دور رہو! موہن نے آگے بڑھ کر بڑی پھرتی سے پجاری کی لمبی چوٹی کو پکڑ لیا اور پھر ایک جھٹکے سے اسے زمین پر گراتے ہوئے غصے سے کہا...... چیخنے چلانے کی کوشش نہیں کرنا ورنہ اس تلوار کی نوک تمہاری کلیجے کے آر پار ہو جائے گی“

موہن نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اسماعیل اور ہاشم کو بلایا اور چند ہی لمحوں بعد ہاشم اسماعیل اور کامنی اور بہت سارے دوسرے لوگ پجاری کے اردگرد جمع ہوگئے اور پھر پجاری کو گھسیٹتے ہوئے جھاڑیوں کے ایک گھنے جھنڈ میں لے گئے......

اسماعیل نے اس کی شہ رگ پر تلوار کی نوک رکھتے ہوئے کہا! ہم تمہیں قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے...... لیکن اگر تم نے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کیا تو پھر زندہ بھی نہیں چھوڑیں گے“

پجاری نے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراج شما کر دو۔ ہم نردوش ہیں...... ہم تمہارے ساتھ ہر طرح کا تعاون کریں گے...... تم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو!

اسماعیل نے تلوار کی نوک پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا! ہمارے پاس وقت کم ہے...... بتاؤ وملا دیوی کہاں ہے؟

کامنی نے پجاری کی پھولی ہوئی توند پر تلوار کا دستہ مارتے ہوئے کہا! مہادیوجی اس وقت تم زندگی اور موت کے دوراہے پر ہو بتاؤ وملا دیوی اس کے پتا اور ایک مسلمان عالم کہاں ہیں؟ وہ زندہ ہیں یا تم لوگوں نے ان کو اپنا ئے کی بھینٹ چڑھا دیا ہے“

”وہ زندہ ہیں“ پجاری نے ہلکاتے ہوئے کہا تو کامنی نے پوچھا۔ وہ لوگ اس وقت مندر کے کسی حصے میں ہیں......

پجاری نے ادھر ادھر دیکھا...... اس کے اردگرد سینکڑوں ننگی تلواریں چمک رہی تھیں۔

کامنی نے کہا! مہادیوجی! یہ لوگ موت سے کھیلنے والے ہیں...... یہ لوگ مندر کے سارے بدکاروں کو ابدی نیند سلانے کا عزم لے کر آئے ہیں...... تم نے سب کچھ سچ سچ بتادیا تو ہم اپنے آدمیوں کو چپ چاپ لے کر چلے جائیں گے"

پجاری نے کہا، ہم کچھ نہیں جانتے مندر کے بڑے بڑے راز تو مہاماتر جی جانتے ہیں"

کامنی نے تلوار کی نوک سے اس کی تھوڑی کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا! چھوٹے پجاری جی! ذرا ہماری طرف دیکھو ہمیں پہچانے کی کوشش کرو...... ہمارا نام کامنی ہے"

پجاری نے چونک کر کامنی کی طرف دیکھا...... اور پھر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! شما کرو دیوی! بھگوان کے لیے ہمیں کچھ نہیں کہو ہم سب کچھ بتاتے ہیں"

ہاشم نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا! فکر نہیں کرو مہادیوجی! تمہیں کچھ بھی نہیں کیا جائے گا! سچ سچ بتادو...... ہمارے آدمیوں کو اس وقت کہاں رکھا ہے۔

پجاری نے روتے ہوئے کہا! ہم تمہیں سب کچھ بتادیتے ہیں۔ پرنتو ہمیں یہاں چھوڑ کر نہیں جانا...... ورنہ مہاماتر جی بعد میں ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"

اسماعیل نے کہا! ہم جو وعدہ کرتے ہیں اسے ہر حال میں نبھاتے ہیں...... جلدی سے بتاؤ ہمارے آدمی کہاں ہیں؟

مہادیو نے کہا! تم لوگ اپنے آدمیوں کی رکھشا کے لیے وقت پر پہنچے ہو...... مہاماتر نے ان کو ہلاک کردینے کا حکم دے رکھا ہے۔ وہ لوگ تہہ خانے میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں...... ہم تمہیں تہہ خانے میں لے جانے کو تیار ہیں"

کالے رنگ کے پتھروں کے تہہ خانے کا اندرونی ماحول بڑا بھیانک اور خوفناک تھا...... کلثوم اور اس کے باپ کے چہروں پر قندیل کی روشنی لرز رہی تھی۔ تہہ خانے کے وسط میں ایک شکنجہ تھا...... جس کے نیچے ایک گہرا گڑھا تھا...... اس وقت گڑھے میں آگ کے انگارے دہک رہے تھے...... تہہ خانے میں چار پانچ پجاری موجود تھے...... پجاریوں نے مولانا نور محمد کو شکنجے پر کسنا شروع کردیا تھا...... شکنجے کے دونوں آہنی سروں پر تیز دھار والے لمبے لمبے خنجر لگے ہوئے تھے...... اور انسانی جسم سے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کٹ کٹ کر نیچے دہکتی ہوئی آگ پر گرتے تھے...... اذیت کے اس لرزہ خیز عمل سے گزرنے والا بڑے دردناک عذاب سے مرتا تھا۔

ایک مہادیو نے شکنجے کی آہنی ہتھی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! دیوی جی! ہم اپنی شبھ کارروائی شروع کرنے والے ہیں...... ابھی چند لمحوں بعد اس شری مان جی کی چیخیں بلند ہوں گی دھیان اور دھیرج سے سننا آنکھیں بند کروگی تو تمہاری آنکھوں میں تپتی ہوئی سلاخیں گھونپ دی جائیں گی...... اس ملیچھ کی آخری چیخ سے پہلے پہلے اپنے فیصلے سے آگاہ کردینا۔ یاد رکھو اس سنہری سمے کو گنوادوگی تو تمہارے ساتھ اس سے بھی بھیانک سلوک کیا جائے گا...... جگن ناتھ دیوتا بھگوان کے کشٹ کو جنم جنم یاد کر کے روتی رہوگی!

مولانا نور محمد نے کلثوم کی طرف دیکھ کر کہا! کلثوم بیٹی! امتحان و آزمائش کی اس کٹھن گھڑی کی سختیوں کو حوصلے اور ہمت سے برداشت کرنا

شہادت کی معراج ہر کسی کی قسمت میں نہیں ہوتی......اس شہادت سے آگے تمہارے لیے ابدی سکون ہوگا......جس طرح سونے کی ڈلی کو زیور بننے کے لیے آگ کی کٹھالیوں کے عذاب سہنے پڑتے ہیں......اسی طرح حق بندگی ادا کرنے کے لیے بندے کو بھی دشواریوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے......تمہیں شہید کربلا کے اس آخری سجدے کا واسطہ جس نے اقوام عالم کی سوچوں کے دھاروں کے رخ بدل دیے تھے ثابت قدم رہنا، اسلام کا دامن نہیں چھوڑنا......صبر سے اس کٹھن اور مشکل گھڑی کا مقابلہ کرنا......خداوند کریم تمہارے صبر و استقامت کو رائیگاں نہیں جانے دے گا!

پجاری نے ہتھی پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا......شریمان جی! اپنا اپدیش بند کرو اور مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مولانا کے چہرے پر پسینے کی بوندیں موتیوں کی طرح چمک رہی تھیں......آگ کے انگاروں کی تپش سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے کہا! ہم موت سے ڈرنے والے نہیں ہیں......شہادت کو ہم ایک اعزاز سمجھتے ہیں......ستم گرو! تم بہت جلد موت کے شکنجے میں کسے جاؤ گے...... تمہارے لیے موت دردناک عذاب ہوگی۔

''پجاری نے غصے سے شکنجے کو چکر دیا......مولانا کا جسم شکنجے کے چکر کے ساتھ دوہرا ہوتا جا رہا تھا......شکنجے کے ساتھ لگے ہوئے خنجر حرکت میں آئے اور مولانا کے بازوؤں سے گوشت کے دو ٹکڑے کٹ کر نیچے آگ پر جا گرے......کلثوم کی دلدوز چیخ نکل گئی......اس نے چلاتے ہوئے کہا۔ اس نردوش کو نہیں مارو ہم تمہارے مجرم ہیں......ہمیں مار ڈالو......ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

ایک پجاری نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!......دیوی جی! چنتا کیوں کرتی ہو......تمہاری باری بھی آنے والی ہے''

مولوی نور محمد نے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ بلند کیا اسی لمحے سرنگ کی طرف سے مضبوط قدموں کی دھمک سنائی دینے لگی۔

پجاریوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ایک مہادیو نے خوفزدہ ہو کر کہا! یہ کون بھاگتے ہوئے آرہے ہیں۔

اچانک اسماعیل ...... ہاشم اور موہن نمودار ہوئے۔ پجاری سیڑھیوں کی طرف بھاگنے لگے......تو موہن نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا......اور تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے کہا:۔ درندو! اب کہاں بھاگتے ہوئے۔ ہم نے تمہارے اوپر جیون کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں......تم راکھشش ہو تمہارا زندہ رہنا بھگوان کو پسند نہیں ہے۔

ایک مہادیو نے کانپتے ہوئے کہا۔ ہم تمہیں راکھ کر دیں گے......جگن ناتھ دیوتا کی شکتی تمہیں بھسم کر دے گی......ہٹ جاؤ ہمارے راستے سے ورنہ دیوتا کی پھٹکار پڑے گی اور راکھ ہو جاؤ گے۔

موہن نے تلوار کو لہراتے ہوئے کہا! ہم پر تمہارے چلتر اور نرگ ودیا کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا''

اس عرصے میں ہاشم اور اسماعیل نے مولانا کو شکنجے سے اتار لیا تھا......کامنی اور کچھ دوسرے جانبازوں نے کلثوم اور اس کے باپ احمد حسن کو زنجیروں کے بندھنوں سے آزاد کر دیا تھا۔

کلثوم نے اپنی چادر پھاڑ کر مولانا کے زخموں پر پٹیاں باندھنی شروع کر دی تھیں......موہن نے اچانک ایک مہادیو کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی......تلوار قبضے تک اس کے پیٹ میں اتر گئی......وہ کسی جنگلی بھینسے کی طرح ڈکرایا اور پھر فرش پر گر کر تڑپنے لگا......ایک مجاہد نے اس کی

تڑپتی ہوئی لاش کو اٹھا کر گڑھے میں پھینک دیا۔

مولانا نے کراہتے ہوئے کہا! بیٹو! بلا شبہ یہ لوگ کسی رحم کے مستحق نہیں پھر بھی انہیں معاف کر دو...... اچھا ہو گا...... ہم اپنا مقدمہ داورِ محشر کے سپرد کرتے ہیں!

شیکھر نے ایک دوسرے پجاری کو قتل کرتے ہوئے کہا: مولانا! اس وقت ہمیں ان کا داورِ محشر سمجھ لیجئے...... ہم انصاف کے تقاضوں کو پورا کر رہے ہیں...... یہ دھرتی پر بوجھ ہیں اور ہم دھرتی کو ان کے ناپاک بوجھ سے ہلکا کر رہے ہیں......

لمحوں کے اندر اندر تہہ خانے میں موجود سارے پجاری موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

اسماعیل نے مولانا کو اٹھانا چاہا تو اس نے کہا! یہ کیا کرتے ہو! ہمیں کچھ بھی نہیں ہوا...... ہم اپنے قدموں کے سہارے کھڑے ہو سکتے ہیں اور چل بھی سکتے ہیں۔

کامنی نے کلثوم کو سہارا دے رکھا تھا...... وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی......

اسماعیل نے کہا:۔ کلثوم ہمیں معاف کر دینا اگرچہ ہم نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا...... پھر بھی تمہیں جن دشواریوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ہم تم سے شرمندہ ہیں''

نہیں کلثوم نے سسکتے ہوئے کہا ''خوشی کی انتہاء ہمیں ہنسنے نہیں دے رہی''

ہاشم نے کہا! اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے...... ہمیں خون خرابہ کی اجازت نہیں دی گئی۔

تہہ خانے میں جلتی ہوئی لاشوں کی بو پھیلی ہوئی تھی...... پجاریوں کی لاشیں گیلی لکڑیوں کی طرح تڑخ رہی تھیں۔



سورج کی سنہری اور چنچل کرنیں پربتوں اور اونچے اونچے درختوں کی چوٹیوں کو چوم رہی تھیں..... صبح کا موسم بڑا سہانا تھا..... پرندے چہچہاتے پھرتے تھے..... جانبازوں کا چھوٹا سا لشکر کامیابیوں اور کامرانیوں کے پرچم لہراتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں تھا دوپہر کے وقت یہ لشکر اس مقام پر پہنچ گیا جہاں سے ایک راستہ بھدر ریک کی طرف جارہا تھا..... اور دوسرا راستہ نادر خان کی بستی کی جانب جاتا تھا۔

کامنی نے اس دوراہے پر پہنچ کر گھوڑے کی لگام کھینچ لی..... اور مسکراتی ہوئی نظروں سے مجاہدین کی طرف دیکھ کر کہا! عظیم بھائیو! ہمیں اب گھر جانے کی آگیا دو!" سارے مجاہد ایک ایک کر کے اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر آئے۔

کلثوم نے کامنی کو گلے لگاتے ہوئے کہا! کامنی تم عظیم ہو۔ تمہارا قد پربتوں کی چوٹیوں سے بلند آکاش کے لگ بھگ ہے..... ہم جیون بھر تمہارے ممنون رہیں گے..... قدم قدم تمہیں یاد رکھیں گے..... تم بھی یاد رکھنا..... راتوں کے سناٹوں میں چاند ستاروں سے ہمارا حال پوچھتے رہنا۔

کامنی نے کہا! تم بانوری ہو..... ہم چاند ستاروں اور نیلے گگن سے تمہارا حال کیا پوچھیں گے..... تم ہمارے من مندر کی دیوی ہو..... ہم تمہاری پوجا کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے..... ہمارے من کی آشاؤں کو شواش ہے..... کہ ہم بہت جلد پھر ملیں گے..... اور پھر کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

اسماعیل نے شیکھر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! شیکھر تم مولانا صاحب کو لے کر بستی چلو ہم کامنی کو بستی تک چھوڑنے جائیں گے..... مولانا کو شیکھر نے آگے بیٹھایا ہوا تھا..... مولانا کے چہرے پر اضمحلال کی زردی چھائی ہوئی تھی..... زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے لاغری ہو رہی تھی...... شیکھر نے گھوڑے کو ایڑھی لگائی اور پھر بڑی تیزی سے بستی کی طرف روانہ ہو گیا۔

کامنی نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا!..... مندر کے مہادیو جی کو وہاں بھدر ریک میں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اور پھر مہادیو جی کی موجودگی سے ہم ہندوؤں کی شرانگیزوں سے محفوظ رہیں گے"

مہادیو جی کامنی کے ساتھ جانے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو گئے..... تو کامنی نے اسماعیل اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم سب لوگ بستی چلے جاؤ..... خان بابا پریشان ہو رہے ہوں گے..... ویسے بھی موجودہ صورتحال میں تمہارا ہمارے ساتھ آنا مناسب نہیں ہے۔ نمسکار!

اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی مہادیو نے بھی اس کی تقلید کی اسماعیل، ہاشم، کلثوم اور احمد حسن اور ان کے دوسرے ہمراہی دیر تک ان کے گرد اڑاتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کے جلترنگ کو سنتے رہے..... جب وہ دونوں نظروں سے اوجھل ہو گئے..... تو انہوں نے اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی بستی کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

شیکھر، مولانا کو لے کر پہلے پہنچ چکا تھا..... اسماعیل ہاشم اور ان کے ساتھیوں کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی خبر شیکھر کے ذریعے پہنچ چکی تھی..... بستی کے سینکڑوں لوگ خوشیوں کے نعرے لگاتے ہوئے نادر خان کی حویلی سامنے جمع ہو رہے تھے..... ہر طرف جشن کا سماں تھا..... حکیم حسینی بیگ مولانا کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف تھا۔ دن ڈھل چکا تھا..... دیواروں اور درختوں کے سائے مشرق کی جانب طویل ہونا شروع ہو چکے تھے۔

جب جانبازوں کا چھوٹا سا لشکر بستی میں داخل ہوا فضائیں استقبالی نعروں سے گونج رہی تھیں..... کلثوم کی آنکھوں میں آنسوؤں کی

نمی تیر رہی تھی......اس کے کومل چہرے پر خوشیوں کے دھنک کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

نادر خان حویلی کے بڑے دروازے سے نمودار ہوا تو شاہسواروں نے اپنی اپنی سواریوں سے اترنا شروع کر دیا تھا۔

نادر خان لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کلثوم کے پاس پہنچا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر گلوگیر لہجے میں بولا! کلثوم بیٹی! اب ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے......ہم سمجھتے ہیں تمہیں واپس بھیج کر ہم نے غلطی کی تھی......مگر بیٹی ہم بہت مجبور تھے......اگر تمہیں بھدر ریک واپس نہیں بھیجتے تو ہندو معاشرہ میں عہد شکن اور جھوٹا کہتا!

کلثوم نادر خان کے سینے سے لگ کر کسی ننھے بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے کہا! خان بابا! وہ امتحان اور آزمائش کی بڑی کٹھن گھڑی تھی......خدا کے فضل و کرم سے ہم سرخرو ہوئے ہیں

پھر نادر خان نے احمد حسن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! تم کلثوم بیٹی کے باپ ہو نا!

احمد حسن نے کہا! کلثوم نے ہمارے گھر میں جنم لیا تھا مگر اس کے باپ کہلوانے کے مستحق تم ہو سردار! تم کلثوم کے باپ ہو! ہم تم سے بھی اور کلثوم سے بھی شرمندہ ہیں۔

نادر خان نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا! احمد حسن بھائی! ماضی کی ساری باتوں اور ساری یادوں کو فراموش کر دو......اب تم نے ایک نئی دنیا میں نئے ارادوں اور نئے ولولوں کے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا ہے......ہم تمہارے بھائی ہیں......کلثوم اور سکینہ تمہاری بیٹیاں ہیں......یہ سب تمہارے بیٹے ہیں......تم اپنے عزیزوں میں ہو!

پھر نادر خان نے اسماعیل اور ہاشم کی طرف مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ کر کہا! تم مبارکباد کے مستحق ہو!

اسماعیل کے عقب میں کھڑے ہوئے موہن کو اشارے سے اپنے قریب بلاتے ہوئے کہا:۔ تم اپنے بھائی کے پیچھے کیوں چھپ کر کھڑے ہو ہمارے قریب آؤ......ہمارے گلے لگ جاؤ......تم نہیں جانتے کہ تم ہمیں کتنے عزیز ہو......

موہن نے آگے بڑھ کر نادر خان کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! "سردار تم بھگوان ہو ہم تمہارے پجاری ہیں"

نادر خان نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا! کیا تم پاگل ہو......جانتے ہو بھگوان کس کو کہا جاتا ہے۔

ہم جانتے ہیں۔ موہن نے کہا "جس کی پوجا کی جائے وہ بھگوان ہوتا ہے"

نادر خان نے کہا! نہیں بیٹے نہیں......ہمیں پتا جی کہہ لیا کرو بھگوان نہیں کہا کرو......بھگوان تو سنسار کے مالک کو کہا جاتا ہے۔

چلو ٹھیک ہے۔ موہن نے ہاتھ جوڑ کر کہا! شما کر دو ہم تمہیں محبت کا بھگوان کہا کریں گے۔

نادر خان نے ہنستے ہوئے کہا "احمد حسن بھائی، یہ ہمارا بہت ہی شریر قسم کا لاڈلا بیٹا ہے"

احمد حسن کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں......اس نے کہا۔ سردار! موہن ٹھیک ہی تو کہتا ہے تم محبت کے بھگوان ہو......

نادر خان نے اسماعیل کی طرف دیکھ کر کہا:۔ اسماعیل کلثوم کو حویلی میں لے جاؤ تمہاری ماں اور سکینہ بڑی دیر سے اس کی راہ تک رہی ہیں۔

نادر خان نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا: ''خداوند عالم تو کتنا کریم ہے...... ہم تیرے عاجز بندے تیری بے پناہ رحمتوں اور عنایتوں کا شمار نہیں کر سکتے...... یہ سب کچھ تیرے کرم سے ممکن ہوا ہے تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے...... تو نے اپنے عاجز بندے کی لاج رکھ لی''

پھر اس نے لوگوں کے ہجوم کی طرف دیکھ کر کہا! بھائیو! ابھی جہاد ختم نہیں ہوا...... بلکہ ہم سمجھتے ہیں اس کا آغاز ہوا ہے...... مندر کے مہاماتر...... مہادیو...... اور پجاری چھپ چھپ کر اوچھا وار کریں گے...... انسانیت کے دشمن بہت جلد نئی سازشوں کا جال پھیلائیں گے...... اور نئے انداز سے درندگی کا مظاہرہ کریں گے...... ہم فکر مند نہیں ہیں...... ہمیں اپنے بازوؤں اپنے خدا کی رحمتوں پر بھروسہ ہے۔ تم لوگوں نے ایک عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے...... تم نے انسانیت کے ناموس کو درندوں کے خونی جبڑوں سے نکال کر شرافت اور غیرت کا سر بلند کر دیا ہے۔

ایک لمحہ کے سکوت کے بعد اس نے کہا! ہمارا خیال ہے...... مندر کے مہادیو آسام کے مہاراجہ جے دھج سنگھ کے پاس فریادی بن کر جائیں گے اور اسے اکسا کر جنگ وجدال پر آمادہ کریں گے...... تم جانتے ہو مہاراجہ جے دھج سنگھ کی نظریں گوہاٹی کے قلعے اور اس کے اردگرد کے علاقوں پر لگی ہوئی ہیں...... وہ اس ذرخیز علاقے کو اپنی سلطنت کا کھویا ہوا حصہ سمجھتا ہے۔ مہاراجہ اس سازش سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرے گا...... وہ ہندو مہادیوؤں، پنڈتوں، پجاریوں اور بھگتوں کے ذریعے اس علاقے میں کشیدگی اور مذہبی منافرت پھیلانے کی کوشش کرے گا''

موہن نے کہا! ہم قدم قدم ان کی سازشوں کے ناپاک جال توڑتے ہوئے آسام کی راجدھانی تک جا پہنچیں گے...... مہاراجہ جے دھج سنگھ کے سپنوں کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیں گے''

نادر خان نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا! اگر جے دھج سنگھ نے ہماری آزادی اور آسودگی کو تاراج کرنے کی حماقت کی تو پھر ہم بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے...... ہم کل ہی گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان کو صورتحال کی نزاکت سے آگاہ کرنے کے لیے گوہاٹی جائیں گے۔

سردار نادر خان کی بستی دراصل اس دور کے بنگال کی اسلامی سلطنت کی ایک مضبوط سرحدی چوکی تھی۔ اس بستی کے چاروں طرف ایک پختہ اور بلند و بالا فصیل تھی...... یہ بستی دفاعی اعتبار سے ایک چھوٹے سے قلعے کی طرح تھی۔ اس کے اندر مشرقی دروازے سے لے کر جنوبی کنارے تک آبادی سے ہٹ کر ایک کھلا میدان تھا...... اس میدان کی لمبائی دو کوس کے لگ بھگ اور چوڑائی ایک کوس کے قریب تھی اس میدان کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

میدان کے کنارے فصیل کے ساتھ ساتھ فوجیوں کے مکانات بنے ہوئے تھے...... ان مکانوں میں کم وبیش دس پندرہ ہزار سپاہیوں کے رہنے کی گنجائش تھی...... اس فوجی میدان میں روزانہ فوجی مشقیں ہوا کرتی تھیں...... گھوڑسواری، نیزہ بازی، شمشیر زنی، تیراندازی اور نشانہ بازی کے مقابلے ہوتے تھے۔ نادر خان بذات خود ان مقابلوں میں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس وقت نادر خان اسی میدان کے وسط میں کھڑا ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ اجتماع سے خطاب کر رہا تھا...... بستی کے لوگ آسودگی اور خوشحالی کی زندگی گزار رہے تھے...... ان کے درمیان کبھی کوئی گروہی یا مذہبی جھگڑا رونما نہیں ہوا تھا۔ ہر وقت محبتوں کی ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہتی تھیں۔ نادر خان کی بستی کے جنوب کی طرف بیس کوس کے فاصلے پر بھدریک کی خوبصورت بستی تھی۔ جگن ناتھ دیوتا کی بستی یہاں سے پچاس ساٹھ کوس دور مشرق کی طرف تھا...... جگن ناتھ کی بستی آسام کی طرف سرحد کے بہت

قریب تھی...... بھدریک اور جگن ناتھ کی بستیاں ہندو آبادی پر مشتمل تھیں۔ آسام کا مہاراجہ جے وجے سنگھ اس علاقے کو مقبوضہ علاقہ سمجھتا تھا...... اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد کرتا رہتا تھا...... وہ گوہاٹی تک کے زرخیز اور شاداب علاقے قابض ہونے کے منصوبے سوچتا رہتا تھا...... پر بنگال کے مسلمان حکمران علی قلی خان کو مہاراجہ آسام کے مذموم ارادوں کا بخوبی علم تھا اور وہ ہر وقت چوکس رہتا تھا۔

نادر خان نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تاریخ ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتی...... وقت نے ہمیں بار بار بڑی بے رحمی سے آزمایا ہے...... ہم آزمائشوں اور امتحانوں کے تپتے ہوئے گرم میدانوں میں ثابت قدم رہنے والے لوگ ہیں......

بستی کے مندر کے مہادیو سوامی منوہر لال نے ہندو آداب کے مطابق ہاتھ جوڑ کر کہا! ہم جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماترکاشی رام کی گندی فطرت سے پوری طرح جانکاری رکھتے ہیں...... وہ زہریلا ناگ ہے...... خونی راکھشش ہے...... جنگل کا درندہ ہے...... اس کی رگوں میں ظلم کے اندھیرے بھرے ہوئے ہیں...... وہ منش کے روپ میں چھپا ہوا خونخوار بھیڑیا ہے...... ہمیں پورا وشواش ہے وہ چاروں طرف زہر پھیلائے گا تعصب کی آگ بھڑکائے گا شانتی کا خون بہائے گا...... اگر اس زہریلے اژدہے کو اس کی بل کے اندر ہی قابو کر لیا جائے تو بہتر ہوگا...... اس طرح ہم جنگ وجدال اور خونریزی کے ہولناک خطرے سے بچ سکتے ہیں۔ ہمارا مشورہ ہے مہامارتکاشی رام کو فوری طور پر گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائے...... اس کو مہاراجہ جے وجے سنگھ تک پہنچنے کی مہلت ہی نہ دی جائے تو بہتر ہوگا''

نادر خان نے اپنے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا! سوامی جی! تمہارا مشورہ وقت کے تقاضوں کے مطابق بڑا قیمتی اور بڑا وزنی ہے۔ ہم تمہاری ذہانت اور سیاسی بصیرت کے ہمیشہ قائل رہے ہیں...... تمہارا ہر مشورہ ملک کے مفاد میں ہوتا ہے...... کاش ہم تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے قابل ہوتے...... اس تکلیف دہ صورتحال کے سامنے ہم بہت مجبور اور بے بس ہیں۔ ہم آسام کے مہاراجہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں...... اور پوری قوت سے اس کی بربریت کے سیلاب کو روکیں گے...... مگر اپنی سلطنت کے اندر کسی ایک فرد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرنے سے معذور ہیں...... ہم موجودہ صورتحال کو سردست تقدیر اور قسمت کے رحم وکرم پر چھوڑتے ہیں۔ پہلے مہامارت کے رویے کو دیکھیں گے...... شکوک وشبہات کو کسی کارروائی کی بنیاد نہیں بنائیں گے...... اقدام جرم سے پہلے کسی کو سزا کا مستحق قرار دینا انصاف کا خون بہانا ہوتا ہے۔ یہ دنیا مکافات عمل کی جگہ ہے...... جہاں جلد یا بدیر ہر کسی کو اعمال کی جزا یا سزا ملتی ہے۔ اگر مہامارتکاشی رام نے موت کے کاروبار کو پسند کیا...... تو اسے بھی موت کے شکنجے میں تختیوں سے دوچار ہونا پڑے گا''

سوامی منوہر لال نے شدت جذبات سے مغلوب ہو کر نادر خان کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا۔ سردار! تم کسی گھنیرے درخت کی طرح ہو۔ کوئی بدترین دشمن بھی چاہیے تو تمہارے گھنیرے سائے تلے آرام کر سکتا ہے۔ تم محبت کے دیوتا ہو......

نادر خان نے سوامی منوہر لال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت سے دباتے ہوئے کہا! سوامی جی کبھی کبھی تم جذبات کی تیز رو میں بہتے ہوئے بہت دور نکل جاتے ہیں...... ہم دیوتا نہیں...... ہم تو اپنے رب کے بڑے عاجز بڑے حقیر اور بڑے گنہگار بندے ہیں۔

نادر خان خاموش ہوا تو بستی کے مکھیا جگ جیون نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! سردار ہمارے وچار کے انوسار سوامی جی کے مشورے پر عمل کرنا

ضروری ہے مہاماتر عیار اور مکار آدمی ہے...... وہ دیش میں نفرتوں کی آگ بھڑکائے گا اور ہم سب کو کٹھن وشاؤں سے دوچار کردے گا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تعصب اور نفرت کی خلیج حائل ہوگئی تو اسے پاٹنا مشکل جائے گا۔ تعصب کی آگ بڑی ہولناک اور ناقابل تسخیر ہوتی ہے...... سب کچھ جل کر راکھ ہوجائے گا...... کچھ بھی نہیں بچے گا برسوں تک بھائی بھائی کی گردن پر چھری چلاتا رہے گا...... امن اور شانتی کے پنچھی دور کسی اور سنسار میں چلے جائیں گے۔

نادر خان نے بڑے دھیمے لہجے میں کہا۔ مکھیا جی! کیا تم مہاماتر یا کسی دوسرے کے بہکانے سے بہک کر کسی روز ہماری گردن پر چھری پھیرنے کو تیار ہوجاؤ گے؟

سردار تمہیں تمہارے اخدا اور رسول کا واسطہ پھر اس بات کو نہیں دھرانا...... ہم مر جائیں گے...... ہماری جان لبوں تک آگئی ہے...... تمہاری بات کی تیز کٹاری نے ہماری آتما کو گھائل کر دیا ہے۔

جگن جیون کے جذباتی جملوں نے لوگوں کو رلا دیا اور لوگ رونے لگے تو نادر خان نے کہا:۔ ہم اپنی زندگی کی تسبیح کے دانے کو شمار کرتے ہیں...... ہم دوہرے معیاروں اور امتیازی رویوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ کاشی رام کے خوابوں کے محل ریزہ ریزہ ہوجائیں گے...... وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا...... ہمیں یقین ہے کہ ہندو رعایا ہمارے دشمن کے ساتھ تعاون نہیں کرے گی...... ہم نے آج تک کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی تو پھر ہم پچھتاوؤں کے دردناک حادثوں سے کیوں دوچار ہوں گے۔ اگر کچھ لوگ بھٹک بھی گئے تو دو چار ٹھوکریں کھانے کے بعد سنبھل کر اپنی دنیا میں لوٹ آئیں گے...... اس دنیا میں زندگی کا کاررواں اس کے نشیب فراز سے گزرتا رہتا ہے...... زندگی حادثوں سے نکھرتی ہے...... ہم زندگی کو نکھاریں گے...... اس کے شیرازے کو بکھرنے نہیں دیں گے۔

نادر خان نے سلسلہ کلام ختم کرتے ہوئے کہا! ہم مولوی نور محمد کی عیادت کے لیے جارہے ہیں...... فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے...... ہم حالات کے سیلاب کے سامنے بے بسی اور بے چارگی کا اظہار نہیں کریں گے...... ہم ہر قسم کی جارحیت کا ہر کہیں مقابلہ کریں گے...... ہم اپنے آپ کو متوقع جنگ کے لیے تیار کر چکے ہیں......

نادر خان گھوڑے پر سوار ہوگیا گھوڑے نے شوخی سے ایک خوبصورت چکر کاٹ کر اپنے اگلے پاؤں کو اٹھایا اور پھر بستی کی طرف دوڑنے لگا۔ نادر خان کی پگڑی کا اونچا شملہ کسی باوقار اور آزاد قوم کے پرچم کی طرح ہوا کے دوش پر لہراتا تھا۔ شیکھر موہن، اسماعیل، ہاشم اور چندن کے گھوڑے اس کے پیچھے پیچھے دوڑتے چلے جارہے تھے۔ مطب میں مولانا کا علاج جاری تھا۔ اس کے زخموں پر پٹیاں باندھ دی گئی تھیں...... خون کا بہاؤ تھم چکا تھا۔

نادر خان نے بڑی دردمندی سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا! ''اب طبیعت کیسی ہے''؟

مولانا صاحب نے احتراماً اٹھنے کی کوشش کرنی چاہی تو نادر خان نے اس کے کندھے پر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا! تمہیں اٹھنے کی ضرورت نہیں...... آرام سے لیٹے رہو بہت کمزور لگ رہے ہو...... لگتا ہے بہت زیادہ خون بہہ گیا ہے۔

مولانا نے آنکھیں بند کرلیں...... اس کی دونوں آنکھوں کے کناروں سے آنسو بہنے لگے تو نادر خان نے پوچھا:۔ کیا تم درد کی شدت سے

رو رہے ہو؟

حکیم حسینی بیگ نے کہا...... نہیں سرکار زخم درد نہیں کر رہے ہیں ہم نے اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد میں مرہم پٹی کی ہے۔ لگتا ہے مولانا صاحب کسی روحانی یا ذہنی پریشانی میں مبتلا ہیں۔

نادر خان نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا: ۔مولانا! کیا پریشانی ہے؟......

مولانا نے سسکتے ہوئے گلوگرفتہ لہجے میں کہا۔نہیں سرکار! ہم پریشان نہیں ہیں...... ہم تو پشیمان آروز ہیں...... ہم کو شاید دھتکار دیا گیا ہے۔

نادر خانے نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم سمجھتے نہیں تمہیں کس نے دھتکارا ہے۔ تم کس طرح پشیمان آروز ہو۔

مولانا نے آنسوؤں کی بہتی ہوئی لکیرں کو پونچھتے ہوئے کہا! ہمیں ہمارے خدا نے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا ہے...... ہم نے ہمیشہ شہادت کی موت کی آروز کی تھی۔ ہماری دعاؤں کی ابتداء اور انتہاء شہادت کی آروز تھی...... پھر وقت کی مہربانی نے ہمیں سر مقتل پہنچادیا ...... جس وقت جگن ناتھ کے مندر کے تہہ خانے میں ہمیں موت کے شکنجے پرسختی سے کسا جارہا تھا...... تو ہم بہت خوش ہورہے تھے۔ ہمارے خیالوں میں جنت الفردس کی ہواؤں کی ملکوتی خوشبو سمانی شروع ہوگئی تھی۔ شہادت کی منزل چند لمحوں اور چند سانسوں کے فاصلے پر رہ گئی تھی...... بقائے دوام کی دنیا کی رنگینیوں کے ملکوتی جلوے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر نجانے کیوں خالق کون ومکان نے اپنا ارادہ بدل کر ہمیں محروم تمنا اور پشیمان آروز کر کے مقتل سے باہر پھینک دیا۔ اب ہم عمر بھر اس گھڑی کی عظمتوں اور جلوں کو یاد کر کے روتے رہیں گے۔

نادر خان نے اٹھتے ہوئے کہا! مولانا صاحب ہم عالم دین نہیں...... مگر اتنا جانتے ہیں...... کہ شہادت کی آروز اور تمنا میں زندہ رہنا اور دم بدم شہادت گاہ کی طرف بڑھتے رہنا...... سانسوں کی انوکھی شہادت ہوتی ہے...... خداوند کریم نے تمہیں کس بڑے مقصد کے لیے زندہ رکھا ہے...... تم نے جہالت کے خلاف علم کی روشنی کی تلوار سے جہاد کرنا ہے۔

نادر خامطب کی عمارت سے باہر نکل گیا۔ اس کے چہرے پر ایک انوکھے اعتماد کی دھنک کے رنگ بکھرے ہوئے تھے...... سورج مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔ موسم بے حد خوشگوار اور سہانا تھا۔

باہر آ کر نادر خان نے ایک خوبرو اور پھرتیلے سے نوجوان کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ چندن بیٹے ہم تمہیں جگن ناتھ کی بستی بھیجنا چاہتے ہیں۔

چندن نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! سیوک ابھی اور اسی وقت جانے کو تیار ہے۔

نادر خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! یقیناً تم سمجھ گے ہوں گے کہ ہم تمہیں کس مقصد کے لیے روانہ کر رہے ہیں......

چندن تم فطرتاً مہم جو مشکل پسند اور خطرات سے کھیلنے والے بہادر نوجوان ہو...... تمہارا یہ سفر تمہاری فطرت کے بالکل برعکس ہے۔ ہم تمہیں کسی مہم جوئی کے لیے نہیں بھیج رہے۔ بلکہ تمہاری ذہانت تمہاری بردباری اور تمہاری فراست کی آزمائش مقصود ہے۔ ہمیں امید ہے کہ تم اس مشکل امتحان میں کامیاب رہوں گے۔ ہم تمہیں اس مشکل منزل کی طرف روانہ کر رہے ہیں۔ جہاں قدم قدم پر تمہیں اپنی تلوار کو بڑی ہمت اور بڑے حوصلے سے میان میں بندر رکھنے کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہوگا۔

چندن نے سر جھکاتے ہوئے کہا!...... سیوک کو احساس ہو رہا ہے"

نادر خان نے کہا! تمہاری زندگی ہمیں بہت عزیز ہے...... جذباتی بننے کی حماقت نہیں کرنا...... خاموشی سے حالات کا مقابلہ کرنا...... کسی سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جگن ناتھ کے مندر مہاماتر اور بستی والوں کے ردعمل اور منصوبوں کے بارے میں معلومات حاصل کر کے جلدی لوٹ آنا...... ہم نے تمہاری مہیا کردہ معلومات کو پیش نظر رکھ کر مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا ہے۔ راگو ناتھ کھیا سے ملاقات کرنا...... اگر تمہیں معلوم ہو کہ مہاماتر کاشی رام بستی کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو کسی سے کچھ نہیں کہنا...... تم اچھے سپاہی ہو...... امید ہے تم کامیاب لوٹو گے...... ہوسکتا ہے مندر کے پجاری ہمارے خلاف زہر ناکیاں پھیلا رہے ہو...... محبت اور عقیدے کی توہین ناقابل برداشت ہوتی ہے...... مگر تمہیں ایسے تلخ لمحوں کی اذیتوں کو برداشت کرنا ہوگا۔

چندن نے بڑی پریشان نظروں سے نادر خان کی طرف دیکھ کر کہا: ہمیں بڑی کٹھن وشا میں مبتلا کیا جا رہا ہے ہم اپنے سردار کو دیوتا سمجھتے ہیں...... پھر کس طرح اپنے دیوتا کی توہین کرنے والوں کو برداشت کر پائیں گے۔

نادر خان نے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا...... اب تم جا سکتے ہو...... وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے تمہیں شام تک اپنی منزل پر پہنچ جانا چاہیے...... ہم تمہارا بے قراری سے انتظار کریں گے جلدی لوٹنے کی کوشش کرنا۔

چند لمحوں بعد چندن کا برق رفتار گھوڑا جگن ناتھ دیوتا کی بستی کی طرف دوڑتا جا رہا تھا۔ درختوں کے سائے مشرق کی طرف لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے...... جگن ناتھ دیوتا کا مندر بہت بڑا تھا...... متھرا کاشی اور بنارس کے مشہور مندروں کی طرح اس کا شمار بھی بہت بڑے مندروں میں ہوتا تھا...... مندر کی بیرونی دیوار کسی قلعے کی فصیل کی طرح بہت مضبوط اور بلند و بالا تھی...... فصیل کے کونوں پر بڑے بڑے برج بنے ہوئے تھے۔ مندر کا کلس سونے کا بنا ہوا تھا اس پر زرد رنگ کا ایک جھنڈا لہراتا رہتا تھا۔ یہ جھنڈا بڑی دور سے دکھائی دیتا تھا۔ مخروطی طرز کے کلس کے نیچے کانسی کا ایک مضبوط چوکھٹا سا بنا ہوا تھا...... جس کے اندر ایک بہت بڑا گھڑیال نصب تھا...... اس گھڑیال کو خاص خاص تہواروں یا کسی ناگہانی خطرے کے وقت بجایا جاتا تھا...... اس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی...... مندر میں روزانہ دور دور سے آنے والے ہندو یاتریوں پجاریوں سادھوں بھگتوں اور ناتھوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جو اشلوکوں شبدوں اور مذہبی گیتوں کے جاپ کرتے رہتے تھے...... مندر کے اندر بت خانے کا ایک وسیع و عریض کمرہ تھا۔ اس کمرے میں چاندی کے خوبصورت تخت پر جگن ناتھ دیوتا کا ایک بہت بڑا بت نصب تھا۔ یہ کمرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اور اس کی دیوار کے ساتھ دیوی دیوتاؤں کے چھوٹے چھوٹے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ بت خانے کے اردگرد بیسوں چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ جن میں مندر کے بڑے بڑے مہادیو اور بھگت رہتے تھے...... دیوداسیوں کے رہائشی کمرے الگ تھے۔ مندر کے مشرقی حصے میں اشرم کی خوبصورت عمارت تھی...... یہاں مذہبی تعلیم دی جاتی تھی۔ اشنان کے لیے مندر کی عمارت کے عقبی حصے میں ایک بہت بڑا پختہ تالاب تھا۔ تالاب کے کناروں پر چنبیلی اور گیندے کی مختلف قسموں کے پھولوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔ مندر کی راہداریوں اور برآمدوں کی چھتوں پر کانسی کی چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں لگی ہوئی تھی۔ رات کو جب ان گھنٹیوں کو بجایا جاتا تھا تو ان کے وجدان انگیز ترنم سے ماحول پر سحر طاری ہو جاتا تھا۔ مندر کے اندر ہر وقت خوشبو دار دھویں کے

مہکے مہکے سرمئی مرغولے لہراتے تھے......

اس وقت شام ہو چکی تھی...... رات کا سناٹا اپنی طلسمی خوابناک چھائیوں کو ماحول پر مسلط کر رہا تھا۔ آسمان کی بلندیوں پر ستاروں کی قندیلوں کو روشن کیا جا رہا تھا...... جگن ناتھ کی بستی کے گھروں میں چراغ جلائے جا چکے تھے...... گلیوں اور بازاروں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لگی ہوئی بڑی بڑی قندیلوں کو روشن کیا جا چکا تھا۔ چندن کا گھوڑا تھکا ہوا تھا اور بری طرح ہانپ رہا تھا۔ بستی میں پہنچ کر اس نے گھوڑے کی راسوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا...... گھوڑا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا اپنے سوار کی خواہش کے مطابق ایک گلی میں داخل ہوا۔ راگھوناتھ کی حویلی کے دروازے پر پہنچ کر وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور لگام پکڑ کر مہمان خانے میں داخل ہوا۔ مہمان خانے کے ایک ملازم نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوئے کہا! نمسکار! لگتا ہے بڑی لمبی مسافت طے کر کے آئے ہو۔ تمہارا گھوڑا بہت تھک چکا ہے۔

چندن نے مسکراتے ہوئے کہا! ”مکھیا جی! کے درشن کو آئے ہیں۔ کیا وہ گھر پر ہیں؟

ملازم نے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! کمرے میں آرام سے بیٹھو ہم مکھیا جی کو اطلاع کر دیتے ہیں۔

چندن کا لباس گرد آلود ہو چکا تھا۔ اس نے سبز ریشمی کمر بند باندھا ہوا تھا۔ کمر بند کے بیچ میں تلوار لٹک رہی تھی۔ کمرے کی چھت کے ساتھ لٹکتا ہوا فانوس جل رہا تھا۔ کمرے کے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا...... چندن پاؤں پھیلا کر قالین پر بیٹھ گیا...... تھوڑی دیر بعد کمرے کا چوبی دروازہ چرچرایا اور ایک ادھیڑ عمر کا دراز قد آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ یہ راگوناتھ مکھیا تھا...... راگھوناتھ نے کیسری رنگ کی پگڑی باندھی ہوئی تھی...... چندن اٹھ کھڑا ہوا اور پھر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولا۔ نمستے چاچا جی ہم چندن ہیں۔

راگوناتھ نے اسے گلے لگایا اور پھر بڑی محبت سے اس کی پیشانی چوم کر کہا ہمیں بڑی حیرت ہوئی ہے!

چندن نے جھک کر اس کے قدموں کو ہاتھوں سے چھوتے ہوئے کہا! کئی دنوں سے درشن کو من چاہ رہا تھا۔

راگوناتھ نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ بیٹھو بہت تھکے ہوئے لگتے ہو۔ تمہارا لباس بھی گرد آلود ہو چکا ہے۔ لباس تبدیل کر لو...... اکٹھے بھوجن کریں گے...... باتیں رات بھر ہوتی رہیں گے...... سردار نادر خان کا کیا حال ہے...... امید ہے سردار خیریت سے ہوں گے...... چندن نے دوبارہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! چاچا جی! ہم پرسوں بستی سے چلے تھے۔ اس وقت تو سردار ٹھیک ٹھاک تھے امید ہے بھگوان کی کرپا سے اب بھی ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔

راگوناتھ نے کہا! کیوں کیا ہوا تم پرسوں سے بستی سے چلے ہوئے آج یہاں پہنچے ہو!

چندن نے بہانہ بناتے ہوئے کہا! ہم اپنے ننھیال ناگ پور چلے گئے تھے

راگوناتھ نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر اس نے ایک ملازم کو آواز دی۔ ملازم کمرے میں پہنچا تو اس نے کہا یہ ہمارا بھتیجا ہے کوئی عام مہمان نہیں...... اس کے اشنان کے لیے پانی کا بندوبست کرو...... دیکھو اس کی سیوا میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے......

چندن نے ملازم کو منع کرتے ہوئے کہا...... اشنان کی ضرورت نہیں ہے پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر تھوڑا سا سوچتے ہوئے کہا!

یہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے۔ لگتا ہے جیسے شمشان میں کوئی ارتھی جل رہی ہے...... کیا بستی کا کوئی منش پرلوک سدھار گیا ہے؟

راگوناتھ نے کہا! بستی کا کوئی منش پرلوک نہیں سدھارا بڑی دیر سے بدبو آ رہی ہے...... پرنتو ہم نے اس طرف دھیان نہیں دیا......

اس لمحے مندر کی طرف سے بڑے گھڑیال کی گھن گرج بلند ہونے لگی اور اس کے ساتھ ہی نقارے بجنے لگے۔ مکھیا نے حیران ہو کر کہا! یہ کیا ہے...... لگتا ہے کوئی ان ہونی ہوگئی ہے۔ یکایک ہر طرف ایک ہولناک سناٹا طاری ہو گیا......

چندن کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ چاچا جی! تمہاری وچار کے انوسار کیا ہو سکتا ہے۔

راگوناتھ نے کہا۔ کوئی بری سماچار سننے کو ملنے والی ہے۔ تم چنتا نہیں کرو ابھی معلوم ہو جائے گا...... مندر سے کوئی پجاری آ رہا ہوگا۔

چند لمحوں بعد باہر سے ایک ملازم نے آ کر کہا۔ مہادیو! ہری چند آیا ہے اور درشن کی آگیا مانگ رہا ہے۔

راگوناتھ نے جلدی سے کہا! اس کو باہر کیوں روک رکھا ہے اندر آنے دو!

برآمدے میں لکڑی کی کھڑاوں کی آواز ابھری اور پھر ایک خوفناک شکل وصورت والا مہادیو کمرے میں داخل ہوا۔

اس نے راگوناتھ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! نمسکار...... مکھیا جی! تمہیں اس وقت مندر میں بلایا گیا ہے۔

راگوناتھ نے کہا۔ مندر تو ہم چلیں گے...... پرنتو یہ بتاؤ بات کیا ہے؟

مہادیو نے کہا! بڑی کٹھن وشا ہے...... پوری ہندو جنتا گھائل ہوگئی ہے۔ ظالموں نے ظلم اور اپنائے کا پربت ڈھا دیا ہے...... ہم سب دکھی اور برباد ہو گئے ہیں۔

چندن نے بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ آخر بات کیا ہے...... تم کن ظالموں کی بات کر رہے ہو!

مہادیو نے بڑے غصے سے چندن کی طرف دیکھ کر کہا۔ تم کون ہو؟

چندن کے بولنے سے پہلے راگوناتھ نے اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا!...... یہ سوامی جواہر لال جی کا بیٹا چندن ہے۔ ابھی ابھی یہاں پہنچا ہے۔

مہادیو ہری چند کی آنکھیں آگ کے انگاروں کی طرح دہکنے لگیں۔ اس نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا! تم نادر خان کی بستی کے رہنے والے ہو تم یہاں کس کارن آئے ہو۔ لگتا ہے تمہیں تمہاری موت یہاں کھینچ کر لائی ہے۔

چندن نے حیرت زدہ ہو کر راگوناتھ کی طرف دیکھا اور پھر مہادیو کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ مہادیو جی ہم اس قسم کے کرخت لہجے کو برداشت کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہم اونچی جاتی کے ہندو ہیں...... ہمارا تعلق برہمنوں کے پریوار سے ہے۔ ہم کوئی اچھوت نہیں ہیں۔

راگھوناتھ نے مہادیو ہری چند سے کہا! چندن ہمارا مہمان ہے۔ ہم سے بات کرو۔ ہمیں بتاؤ...... اس نے کیا پاپ کیا ہے...... اس کا دوش کیا ہے۔

مہادیو نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا! یہ مسلمانوں کا جاسوس ہے...... یہ ہماری بربادیوں کے نظارے دیکھنے آیا ہے...... یہ ہندو جنتا کا

غدار ہے۔۔۔۔۔۔نادر خان کی لگائی ہوئی آگ نے کس کس کو جلا کر راکھ کیا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ کم بخت بھی دیکھنے آیا ہے۔

راگھوناتھ نے مہادیو کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا۔لگتا ہے تم کسی بھیانک غلط فہمی میں مبتلا ہو۔۔۔۔۔۔آرام سے بات کرو اور بار بار سردار نادر خان پر بہتان لگانے سے گریز کرو۔۔۔۔۔۔ وہ ہم سب کا ان داتا ہے۔

مہادیو نے بگڑتے ہوئے کہا۔ وہ ہم اس کے سامنے کوئی بات نہیں کریں گے تم مندر چلو وہاں مہاماتر جی تمہیں سب کچھ بتادیں گے۔

راگھوناتھ نے کہا! یہ سوامی منوہر لال کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔۔تم اس پر بھروسہ کر سکتے ہو۔

مہادیو نے کہا ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔ٹھیا جی یہ بڑے پتا کا بیٹا ہے۔۔۔۔۔۔منوہر لال کو ہم بھی ودوان مانتے ہیں۔ پرنتو اب وشواش کا سے نہیں رہا۔

مہادیو نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا تو راگھوناتھ نے کہا۔

جب تک ہمیں حقیقت حال کا علم نہیں ہوگا ہم مندر نہیں جائیں گے۔

ہری چند نے مجبور ہو کر کہا تو پھر اس کو باہر بھیج دو۔

چندن نے اٹھتے ہوئے کہا! راگھوناتھ جی یہ ہماری توہین نہیں تمہاری ہتک ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔ہم یہاں نہیں رہیں گے۔۔۔۔۔۔ہمیں جانے کی آگیا دو۔۔۔۔۔۔ہم ناگ پورے سے تمہارے درشن کو آئے تھے۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ یہ بدسلوکی ہوگی تو کبھی نہیں آتے۔

مہادیو نے لہجہ بدل کر کہا تم ناگ پور سے آئے ہو؟

چندن نے کہا! ہم ناگ پور گئے ہوئے تھے۔ وہیں سے سیدھے یہاں آئے ہیں۔۔۔۔۔۔ پر بات کیا ہے نادر خان کی بستی اور ناگ پور کی بستی میں فرق کیا ہے۔تم کہنا کیا چاہتے ہو۔

مہادیو نے پوچھا تم اپنی بستی سے کب چلے تھے۔

چندن نے جواب دیا۔ہم پرسوں اپنے گھر سے روانہ ہوئے تھے۔

مہادیو نے کہا! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟

چندن نے حیرت اور غصے کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم سچ بولنے کے عادی ہیں

مہادیو نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔تم نردوش لگتے ہو۔

شما کردو۔۔۔۔۔۔غصے میں ہم نے بڑی تلخ باتیں کی ہیں۔

راگھوناتھ نے کہا۔اب بتاؤ بات کیا ہوئی ہے۔

مہادیو ہری چند نے ایک ٹھنڈی اوبھرتے ہوئے کہا۔آج صبح کے وقت ہندو جنتا کی گردن پر چھری پھیردی گئی۔دھرتی پر ہر طرف خون پھیلا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔ سے شمشان بھومی کی طرح لگ رہا ہے۔۔۔۔۔۔ ہماری آتماؤں کو اتھاہ گہرائیوں تک کسی کند کٹاری سے گھائل کر دیا گیا ہے۔دیوتا بھگوان کے مندر کی پوترتا کو بھرشٹ کر دیا گیا ہے۔

وہ رونے لگا تو چندن نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ مہاما تما جی ہم زندہ ہیں...... ہمارے بازوؤں میں شکتی کی بجلیاں دوڑ رہی ہیں...... اس تلوار کے بوجھ کو ہم نے ہندو جنتا کی رکھشا اور سہاتا کے لیے اٹھایا ہوا ہے...... ہم بھگوان کے پوتر استھان کی پوترتا کو بھرشٹ کرنے والوں کو اس دھرتی پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

مہادیو نے تحسین بھری آنکھوں سے چندن کی طرف دیکھا۔ اس وقت ہندو جنتا کو تمہارے جیسے سورماؤں کی بڑی ضرورت ہے......

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد مہادیو نے کہنا شروع کیا! آج کی صبح نادر خان کے کچھ سپاہیوں نے جگن ناتھ دیوتا کی کومل اور نئی دیوی وملا کو مندر سے اغواء کرلیا ہے۔

چندن نے ایک زوردار قہقہ لگاتے ہوئے کہا۔ پہلے ہمیں شک تھا۔ پر نتو اب ہمیں تمہارے پاگل ہونے کا وشواش ہو گیا ہے۔

مہادیو نے دوبارہ بگڑتے ہوئے کہا۔ تم گستاخی کر رہے ہو!

چندن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ مہادیو جی شما کرنا...... بھلا وملا دیوی یہاں کہاں تھی...... وہ تو اپنے چچا کے گھر بھدریک میں ہے...... اور شاید تمہیں معلوم نہیں کہ وہ اپنے چچا سمیت مسلمان ہو چکی ہے۔

راگوناتھ نے حیرت سے چندن کی طرف دیکھ کر کہا...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ عجیب انکشاف ہے کیا یہ سچ ہے۔

چندن نے کہا! کھیا چاچا! ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ اس نے ہم سب کے سامنے اسلام قبول کیا تھا۔

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے بڑے گھمبیر لہجے میں کہا! لگتا ہے مندر کے مہاماتر سے بڑی سنگین غلطی سرزد ہوگئی ہے اب اس کی سزا پوری ہندو جنتا کو بھگتنا پڑے گی!

ہری چند نے کہا! تم مورکھ ہو۔ تم ویدوں اور شاستروں کی ودیا کا گیان نہیں رکھتے ہو۔ سنو کوئی دیوی یا کوئی اوتار ادھرمی نہیں ہوسکتا...... وملا دیوی مسلمان نہیں ہوسکتی اس کو جادو اور چلتر سے باولا بنادیا گیا ہے۔ مندر کے تہہ خانہ میں اس پر کیے جانے والے جادو کا سمرن اور توڑ کیا جارہا تھا۔ نہ جانے کس طرح مسلمانوں کو اس بات کا علم ہوگیا تھا اور انہوں نے خفیہ راستے سے تہہ خانے میں گھس کر دیوی کو اغواء کرلیا اور سمرن کے پاپ کرنے والے چاروں ودوان پانکھورشیوں کو قتل کردیا......"

ایک لمحے کے سکوت کے بعد ہری چند نے پوچھا۔ ہم سے وہ کونسی ایسی غلطی ہوئی ہے جس کی سزا پوری ہندو قوم کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

چندن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے...... مہاماتر نے وملا دیوی کو بھدریک سے اغواء کر کے مندر میں رکھوایا ہوگا۔ تم جانتے ہو...... غیرت اور ناموس کے معاملے میں مسلمان کتنے سخت گیر اور بے رحم ہوتے ہیں...... کم عقلی سے مہاماتر نے شیروں کے کچھار میں قدم رکھ دیا ہے۔ مسلمان اس پاپ کو شما نہیں کریں گے۔

مہادیو نے غصے سے کہا! تم ڈرپوک چوہے کی طرح بھاگ رہے ہو۔ ہماری بجائے مسلمانوں نے شیروں کی کچھار میں قدم رکھ کر موت کو آواز دی ہے۔

چندن نے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو لگتا ہے مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کے دن شروع ہو چکے ہیں۔

راگھوناتھ نے چندن کی طرف حیرت سے دیکھ کر کہا۔ کیا تم اپنے سردار نادر خان کے خلاف تلوار اٹھا سکو گے؟

چندن نے ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ ہم نے لڑنے مرنے کے سارے سلیقے نادر خان سے سیکھے ہیں...... ہم اس کے بتائے ہوئے اور سکھائے ہوئے طریقوں اور سلیقوں کو اس کے خلاف آزمائیں گے۔

مہادیو ہری چند نے زور زور سے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔ تم اپدیشک لگتے ہو...... تمہارا مہاماتر جی سے ملنا اور دھارمک سبھا میں شریک ہونا بہت ضروری ہے...... مہاماتر جی تمہارے وچاروں کو سن کر بہت خوش ہوں گے اب چلنا چاہیے بہت دیر ہو گئی ہے۔

چندن نے اپنے لہجے کو گھمبیر بناتے ہوئے کہا:۔ ہمارے پتا جی اس روز سے چپ چپ اور کھوئے کھوئے سے رہنے لگے ہیں۔ جس روز ودیا مسلمان ہوئی تھی پر نتو چنتا کی کوئی بات نہیں ہم لڑنا جانتے ہیں ہم دیوی کو مسلمانوں کے قبضے میں زیادہ دیر نہیں رہنے دیں گے...... ہم کسی کو شما نہیں کریں گے۔ اس وقت بنگال کے حاکم کی سینا میں لاکھوں کی تعداد میں ہندو سورما موجود ہیں۔ ہم دھرمک بھاشوں ہندوؤں میں بیداری کی آتما پھونک دیں گے۔

مہادیو ہری چند نے چندن کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔ ہندو جنتا تمہاری شکتی شالی اور غیرت پر جنم جنم ناز کرتی رہے گی...... بھگوان تمہارے جیون کو امر کر دے گا۔ مہاماتر جی ناراض ہوں گے، چلنا چاہیے...... باہر کا سناٹا اب غیض و غضب کے شور میں تبدیل ہو چکا تھا۔

لوگوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں...... مندر کا بڑا گھڑیال زور زور سے بج رہا تھا...... سینگ سنکھ پھونکے جا رہے تھے اور ان کی خوفناک آوازیں ماحول کو دہشت زدہ کر رہی تھیں۔ چندن اور راگھوناتھ مہادیو کے پیچھے مندر میں داخل ہوئے...... مندر کے اندر قیامت برپا تھی...... سینکڑوں لوگ جمع تھے اور بڑے غضبناک نعرے اور جیکارے بلند کر رہے تھے...... سینکڑوں مشعلیں اور قندیلیں روشن تھیں۔ مندر کے بڑے دروازے کے سامنے چبوترے پر پانچو قبیلے کے مہاتماؤں کی جلی سڑی لاشیں پڑی تھیں۔ مندر کے پجاریوں مہادیوؤں اور بھگتوں پر سراسیمگی اور ہراس کا عالم جاری تھا لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ مشتعل نوجوان تلواریں اور نیزے لہرا لہرا کر نعرے گا رہے تھے...... انتقام انتقام کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔

جب راگھوناتھ مکھیا چبوترے پر پہنچا تو ایک نوجوان نے کہا! مکھیا جی ہمیں بتایا کیوں نہیں جا رہا کہ اتنا بڑا ظلم اور اپمان کس نے کیا ہے ہم ظالموں کو شما نہیں کریں گے۔

راگھوناتھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دھیرج...... دھیرج چنتا کی کوئی بات نہیں...... ہم سب دکھی ہو گئے ہیں یہ ایک انہونی ہے...... ابھی ہمارے سامنے دھند چھائی ہوئی ہے...... ہم مہاماتر کے پاس جا رہے ہیں...... ساری باتیں معلوم کر کے تمہیں آگاہ کر دیا جائے گا...... ہم اپنے ان ودوان اور نردوش رشیوں کے لہو کی بوند بوند کا قاتلوں اور ظالموں سے بھیانک انتقام لیں گے...... ہم سنسار بھر کے راکھششوں اور درندوں کو بتا دیں گے ہم زندہ ہیں اور زندہ رہنے کے سلیقوں کو اچھی طرح جانتے ہیں......

راگھوناتھ کی تقریر کے لفظوں نے خاطر خواہ اثر دکھایا لوگ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئے تو چندن نے جلدی سے تلوار کو میان سے نکالتے ہوئے پر جوش لہجے میں کہا! ہمیں جوش اور ہوش دونوں سے بیک وقت کام لینا ہوگا...... لگتا ہے ہمارا دشمن بہت چالاک بہت مکار اور بڑا خونی ہے...... ہم کسی گھناؤنی سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ شانتی اور آشتی کے پنچھیوں کے پنکھ کاٹنے کا گھناؤنا کاروبار شروع کر دیا گیا ہے...... ہم ایک او گھٹ راہ پر کھڑے ہیں...... ہمارے سامنے ایک کٹھن وشاموت کے بھیانک غار کی طرح دکھائی دے رہی ہے...... یہ بڑا نازک وقت ہے ہوش سے آگے بڑھنے اور دوست دشمن میں تمیز کرنے کا وقت ہے...... ہماری ایک لمحے کی خطا ہمیں صدیوں کی سزا میں مبتلا کر دے گی...... ہمارا دشمن ہماری اپنی صفوں کے اندر کہیں چھپا ہوا ہے اور نفرتوں کی ہولناک آگ کو بھڑکا رہا ہے۔ اس کو ڈھونڈ کر بے نقاب کرنا بہت ضروری ہے۔

مہادیو ہری چند نے چندن کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ یہ بھاشن کا سمے نہیں ہے۔ مہاتما جی ناراض ہو رہے ہوں گے......

پھر اس نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! تھوڑی دیر صبر کرو۔ مہاماتر جی خود اس گھمبیرتا کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتائیں گے۔

ایک طویل روشن راہ داری سے گزر کر یہ تینوں آشرم کی خوبصورت عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے کے اندر قندیلیں جل رہی تھیں...... ستونوں کے ساتھ لگے ہوئے چاندی کے خوبصورت لگنوں اور خوشبودان میں عنبر سلگ رہا تھا۔ سرمئی رنگ کے دھوئیں کے ہلکے ہلکے مرغولے کمرے کی چھت اور دیواروں کے ساتھ ٹکراتے پھرتے تھے۔ کمرے کے فرش پر سرخ رنگ کا ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ خوشبو کے سیلاب کے باوجود انسانی گوشت کے جلنے کی ناگوار بدبو کو محسوس میں کیا جا رہا تھا...... کمرے کی جنوبی دیوار کے ساتھ ایک خوبصورت چوکی پر درگا دیوی کے بھوت ناتھنگی کے روپ کی ڈراؤنی شکل والی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ مورتی کے چرنوں میں ایک چھوٹا سا چراغ جل رہا تھا...... کمرے میں بستی کے دس بارہ معزز لوگ موجود تھے راگھوناتھ کمرے میں داخل ہوا...... تو لوگوں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا...... راگھوناتھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سب کو پرنام کیا اور پھر درگاہ دیوی کے چرن چھونے کے بعد مورتی کے قریب سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ کمرے میں پھر گھمبیر خاموشی اور گہرا سناٹا چھا گیا۔

ہری چند نے کہا! ہم مہاماتر کو اطلاع دینے جا رہے ہیں

چند لمحوں بعد کمرے کے بغلی دروازے کے چوبی کواڑوں پر چرچراہٹ پیدا ہوئی اور مہاماتر کاشی رام شبدوں کا جاپ کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اس کے گلے میں لکڑی کے موٹے موٹے منکوں والی مالا پڑی ہوئی تھی...... اس نے اپنے ماتھے پر سرخ رنگ کی تین لکیروں کا تلک لگایا ہوا تھا۔ لوگوں نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے ان کو پرنام کیا...... مہاماتر کی آنکھوں میں غیض وغضب کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر درگاہ دیوی کے چرنوں کو چھوا اور پھر مورتی کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے۔ مہا مہا سری...... مہا کالی درگاہ ماتا بھوت ناتھنگی کے پر اسرار شبدوں کے جاپ میں مشغول ہو گیا۔

چند لمحوں تک اس کی بھاری آواز کا ارتعاش کمرے میں گونجتا رہا پھر اس نے لوگوں کی طرف منہ پھیر کے کہنا شروع کیا۔ ہمیں بھگوان کے گیان پرکاش ہونے کا انتظار تھا...... ابھی ابھی ہمیں بڑی شبھ سماچار سنائی گئی ہے۔ بھگوان نے بنگال کی دھرتی پر رام راج کے منڈل کی مضبوط بنیاد رکھ

دی ہے...... ہماری آنکھوں میں ایک سندر سپنا بسا دیا ہے۔

مہاماتر کی چھوٹی چھوٹی غلیظ اور سفاک آنکھوں میں ایک پراسراری چمک دکھائی دے رہی تھی۔ اس لمحے ایک پجاری کمرے میں داخل ہوا اور اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ سوامی بھوانی داس آ رہے ہیں۔

مہاماتر نے ناگواری اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہم نے جب سختی سے منع کر دیا تھا تو پھر اس کو کیوں بلایا گیا ہے۔

بوڑھے سوامی بھوانی داس نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔ ہم بن بلائے آ گئے ہیں...... ہمیں بلانے کی کسی نے غلطی نہیں کی...... کیا ہمیں اس سبھا میں شریک ہونے کا ادھیکار نہیں ہے۔

لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔ مہاماتر بھی اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ کہا! تم پربھو کے بھگت ہو۔ تم مہاپرش اور ودوان ہو تمہیں سارے ادھیکار ہیں ہم نے تمہاری تکلیف کے کارن کہا ہے...... اور پھر یہ سے تو تمہارے یوگ آسن اسمادھی لگانے کا ہوتا ہے۔

بوڑھے سوامی کے سر کے بال چاندی کی تاروں کی طرح سفید اور چمکدار تھے اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا منڈل فرش پر رکھتے ہوئے کہا۔ گیان دھیان اور یوگ آسن کے سمے کی ودیا کو ہم خوب جانتے ہیں پربھو کی بھگتی کے سو رنگ ہوتے ہیں جنتا کی چنتا کے بارے میں ہونے والی سبھا کی وچاروں میں شریک ہونا بھی سمادھی لگانے کے برابر ہے۔ پربھو کا سچا بھگت وہی ہوتا ہے جو اس کے سنسار کو آشاؤں کے رنگوں اور روشنیوں سے سجاتے رہنے کے بارے میں سوچتا رہتا ہو...... تم اپنی بات شروع کرو کہو کیا چاہتا ہے...... لوگ حقیقت معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہے ہیں۔

مہاماتر نے ایک لمحے کے لیے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کہنا شروع کیا! بستی کے پردھانو بھگوان کے پجاریو آج کے روز صبح بڑی بھیانک اور بڑی گھمبیر صبح تھی۔ آج کی صبح نے ہمیں آکاش سے اٹھا کر پاتال کی گہرائیوں میں پھینک دیا ہم برباد ہو گئے سنسار کے اس سرے سے اس سرے تک ہندو قوم کی رگوں کا پوتر خون بکھرا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ آج کی صبح کی کرنوں میں اس آگ کے شعلے تھے جس نے ہماری آشاؤں ہماری امنگوں اور ہمارے جنم جنم کے ارمانوں کی مہکی مہکی پھلواڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔

اس جذباتی تمہید کے بعد اس نے مندر کے تہہ خانے میں رونما ہونے والے حادثے کو توڑ موڑ کر پیش کرنے کے بعد بڑے زہرناک لہجے میں کہا۔ اب مسلمانوں اور ہمارے درمیان چا مہادیوں کے نردوش خون کی گہری اور وسیع خلیج حائل ہو چکی ہے۔ ہمارے راستے الگ الگ ہو گئے ہیں۔ سارے رشتے سارے ناطے اور سارے بندھن ٹوٹ گئے ہیں...... ہم دیوی کے اغواء کے درد کو بھلا سکتے ہیں پرنتو اپنے ودوان رشیوں کے نردوش خون کو کسی صورت میں شما نہیں کر سکتے۔ سنگینی حد سے بڑھ گئی ہے۔ شاید تم لوگ نہیں جانتے کہ ہلاک ہونے والے چاروں مہادیو آسام کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق مشہور جنگ جو اور جنگلی قبیلے پنکھو سے تھا۔ اس خوفناک حوالے کو مدنظر رکھتے ہوئے مہاراجہ جے دھج سنگھ کسی طرح بھی مسلمانوں کو شما نہیں کرے گا۔ وہ بڑا خوفناک انتقام لے گا۔

مہاماتر ایک لمحے کے لیے خاموش ہوا تو راگھوناتھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ہم نے سنا ہے دملا دیوی اپنے پتا سمیت مسلمان ہو چکی ہے۔

مہاماتر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! تم مورکھ ہو! تمہیں بھگوت گیتا کے ویدوں شاستروں اور پرانوں کی ودیا سے جانکاری نہیں

ہے..... دیوی پر جادو اور چلتر کا منتر پھونکا گیا ہے..... ویدوں کے انوسار کوء دیوتا یا کوئی دیوی ادھرمی اور ناشتک نہیں بن سکتی......

راگھوناتھ پر لرزہ طاری ہو گیا..... تو مہاماتر نے لفظوں کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا..... تم دھن وان بننے والے ہو..... پر ماتما نے تمہارے بارے میں ہمیں بڑی شبھ سماچار سنائی ہیں..... پرنتو تم بھٹک کر نردھن بننا چاہتے ہو..... درگا ماتا کے چرنوں میں جھک جاؤ اور شما کی بھیک مانگو..... ورنہ تمہیں برباد کر دیا جائے گا..... راگھوناتھ دیوی کے چرنوں پر سر رکھ کر رونے لگا......

چندن کو راگھوناتھ کی فکر پسپائی پریشان کر رہی تھی..... اس کا دایاں ہاتھ تلوار کے قبضے پر کانپ رہا تھا..... وہ تلوار کے بھرپور وار سے راگھوناتھ کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتا تھا..... مگر سردار نادر خان کی تاکید کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے..... مہاماتر نے کچھ دیر کے سکوت کے بعد راگھوناتھ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! درگا ماتا نے تمہارے آنسوؤں کو سویکار کیا ہے تم دھن وان ہو..... دیوی دیوتاؤں کی آشیر باد سے تم راجا بنو گے......

ایک بوڑھے پردھان نے بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مہاماتر جی لوگ مشتعل ہو رہے ہیں شور بڑھتا جا رہا ہے..... اس کٹھن دشا کا حل کیا ہے..... اور اس وچار کو آگے بڑھایا جائے۔

مہاماتر نے کہا! سوبھراج جی! چنتا کی ضرورت نہیں ہے..... اس وقت ہم جگن ناتھ دیوتا کے اوتار کے روپ میں بھاشن دے رہے ہیں..... ہماری اچھا بھگوان کو اچھا ہے..... ہمارا فیصلہ بھگوان کا فیصلہ ہو گا..... ہم پچھلی رات کو آسام کی طرف روانہ ہو جائیں گے..... مہاراجہ جے دھج سنگھ کو اس گھمبیرتا سے آگاہ کریں گے..... امید ہے مہاراجہ آسام بغیر کسی تاخیر کے مسلمانوں پر دھاوا بول دے گا..... اور ہم جانتے ہیں..... مہاراجہ کا دھاوا موت کے خوفناک دھاوے سے بڑھ کر ہلاکت خیز ثابت ہو گا..... ہم اس وقت اس دیس کے جنگلی درندوں اور کتوں کو مسلمانوں کی لاشیں چباتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

سوامی بھوانی داس نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ کاشی رام نرم لہجے میں بات کرو۔ تمہارے لہجے کی دھمک دور تک پہنچ رہی ہے اس وقت درختوں کی گھنی شاخوں کے گہواروں میں ان گنت پنچھی سو رہے ہیں..... اگر یہ پرندے اڑ گئے تو شانتی کے کول پھول جھڑ جائیں گے..... چنگاڑی کو آتش فشاں نہیں بناؤ بہت پچھتاؤ گے بہت روؤ گے..... لوگوں کو نفرت کی چتا میں دھکیل کر تماشا نہیں دیکھو..... اتنی دور نہیں جاؤ کہ پلٹ کر واپس اپنی جگہ پر آنا چاہو تو راستے کی طوالت میں گم ہو کر رہ جاؤ۔ انتہا سے ابتداء نہیں کرو......

مہاماتر نے غضب ناک نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا:۔ بھوانی داس ہمارے ساتھ چلنے کی کوشش کرو اور اگر بدقسمتی سے تمہاری آتما اندھیروں میں ڈوب چکی ہے..... تو خاموش رہو۔

سوامی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم سانپ کی طرح زہریلے لومڑی کی طرح مکار اور بھیڑیئے کی طرح خونخوار ہو تمہاری آتما کسی آسیب زدہ کھنڈر کی طرح ویران بھیانک اور ڈراؤنی ہے۔ تم موت کے کاروبار کو پھیلانے کا پاپ کر رہے ہو یاد رکھو پرماتما اپنے سنسار کی رکھشا کرے گا اور تم پچھتاؤ گے اور دہکتے ہوئے انگاروں پر تڑپو گے......

مہاماتر نے کہا! تم بزدل اور بے غیرت ہو۔یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ......

وہ ہکلانے لگا تو سوامی نے بڑے اطمینان سے کہا! ورنہ تم ہمیں موت کے گھاٹ اتار دو گے تم یہی کہنا چاہتے ہونا،

مہاماتر غصے سے کانپ رہا تھا۔اس نے کہا! ہاں! تمہیں ہم موت کے گھاٹ اتار دیں گے......تمہارا جیون ہندو جنتا کے ماتھے پر بدنما داغ لگتا ہے۔

بھوانی داس نے کہا! ہمارے خون کی چند بوندوں سے تمہاری پیاسی آتما کی پیاس بجھ سکتی ہے تو بجھا لو ہم مرنے کو تیار ہیں...... پر تو یاد رکھو...... ہمارا اگلا جنم بھی اسی طرح تمہارے سامنے رکاوٹ کی دیوار کھڑی کرنے والا جنم ہوگا۔تم کہتے ہو دیوی کو جادو اور چلتر سے بھٹکا دیا گیا ہے......اس وقت اس دیس کے ہزاروں ہندو پریوار مسلمان ہو چکے ہیں کیا سب پر جادو کے منتر پھونکے گئے ہیں۔شرم کرو پربھو کی بھگتی چھوڑ کر موہ مایا کے گھور اندھیروں میں ڈوبنے کی حماقت کیوں کرتے ہو......اگر جادو کے منتروں میں اتنی شکتی ہے تو کسی ایک مسلمان کو ہندو بنا کر دکھا دو ہم جیون بھر تمہاری پوجا کرتے رہیں گے۔

مہاماتر نے پجاریوں کی طرف دیکھ کر کہا! اس بزدل چوہے کو اٹھا کر مندر کے باہر پھینک دیا جائے۔ہندو جنتا آج ایسے بے غیرت بھگتوں کے بھاشنوں کی وجہ سے پرجاہی ہوئی ہے......اسی قسم کے لوگوں کی پھیلائی ہوئی مایوسیوں کی وجہ سے ہندو برکھوں کے دھرم کو تیاگ کر ادھری بنتے جارہے ہیں۔

سوامی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ہم تو پریم بھاؤ کے اپدیشک ہیں...... ہمارے بھاشن برہما اور پربھو کی بھگتی کے بھاشن ہوتے ہیں......وہ تو تمہاری قسم کے راکھشش اور خونی عفریت ہیں۔جن کے ستائے ہوئے لوگ مسلمانوں کی سہائتا کی گھنیری چھاؤں تلے پناہ لینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ وملا دیوی کے ساتھ جو کچھ اس مندر میں ہوا ہے وہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔آگے کی گھوشناؤں کے بارے میں پرماتما بہتر جانتا ہے......ہمارے اتو بھاؤ اور جیون بھر کی تپسیا کا گیان بھی یہی کہتا ہے......کہ تم ہندو قوم کو ایک اوگھٹ راستے پر لے جا کر موت کے اندھیرے غار میں دھکا دینے کا منصوبہ بنا چکے ہو......تم ان سب مورکھوں کو نفرتوں کی آگ کا ایندھن بنانا چاہتے ہو...... جو تمہارے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہیں۔بھگوان کے لہجے میں بات کرنے والا منش بھگوان کی چھنکار اور پھنکار سے نہیں بچ سکتا......

مہاماتر نے غصے سے کہا! اس کو مندر سے نکال دیا جائے اور آئندہ اگر یہ اپنی گپھا سے باہر دکھائی دے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے......

پجاریوں نے بوڑھے سوامی کو اٹھایا اور گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر لے گئے...... مہاماتر دیر تک آنکھیں بند کر کے مہاسری مہاکالی بھوت ناینگی کے شبد جپتا رہا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا......اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مندر کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگا...... جہاں بستی کے لوگوں کا ہجوم تھا......مندر کے گھڑیال نقارے اور ناقوس بج رہے تھے......

مہاماتر نے بستی کے لوگوں کے چیختے چنگھاڑتے ہجوم کی طرف دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو فضاء میں بلند کرتے ہوئے کہا!......جگن ناتھ

دیوتا کے پجاریو! نادر خان نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس گھناؤنی اور شرمناک کارروائی کا ارتکاب کیا ہے...... مسلمان سینکوں نے نہ صرف ہمارے ان چار نروش مہاتماؤں کو بے دردی سے قتل کیا ہے...... بلکہ وہ جگن ناتھ دیوتا کی دیوی کو بھی اٹھا کر لے گئے ہیں...... انہوں نے برسوں کے رشتوں ناتوں اور بندھنوں کو ایک جھٹکے سے تار تار کر دیا ہے...... شاید مسلمان ہمیں بزدل بے غیرت اور کمزور سمجھتے ہیں...... ہم کمزور اور بزدل نہیں ہیں۔ ہم اس ظلم اور اس اپمانے کا بھرپور طاقت سے جواب دیں گے...... ہم بھی ان تمام رشتوں ناتوں اور سماجی بندھنوں کو توڑتے ہیں...... جن کی لاج رکھنے کی خاطر ہم نے اپنی گردنوں میں غلامی کے بوجھل طوق پہن رکھے ہیں...... ہم اس وقت بغاوت کا اعلان کرتے ہیں ہم مسلمان نیتاؤں کے باغی ہیں''

ہجوم پر ایک حیرت انگیز سناٹا چھا گیا......

مہاماترنے لوگوں کو حیرتوں اور گھبراہٹوں کو محسوس کرتے ہوئے کہا! جو ہندو اس دھارمک اور آزادی کی جنگ میں شریک نہیں ہوگا بھگوان اور دیوتا اس کے جیون کی رکھشا کے ذمہ دار نہیں ہوں گے......

تلوک چند نامی ایک بوڑھے ہندو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑے مدبرانہ انداز میں کہا! مہاماترجی! عجلت اور جلدی میں کیے جانے والے فیصلوں پر اکثر پچھتانا پڑتا ہے...... اس چھوٹی سی بستی کے گنتی کے چند ہزار لوگوں کے ہاتھوں میں نفرتوں کے پھریرے دے کر بغاوت کا اعلان کر دینا کوئی عقلمندی نہیں......

مہاماترنے اس کی طرف گہری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا! تم نے بڑا مناسب اور معقول سوال کیا ہے...... گھبرانے کی کوئی بات نہیں اس بستی کے گنتی کے چند ہزار لوگوں ں کی پشت پر ان گنت دیوتاؤں کی سینا موجود ہوگی...... پربتوں اور جنگلوں کا مہاراجہ طبل بجاتا ہوا آئے گا...... کسی طوفان کی طرح بنگال کی دھرتی کے چپے چپے پر چھا جائے گا۔

تلوک چند نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا...... لگتا ہے...... آج کی سبھا میں آسام کے مہاراجہ جے دھج سنگھ سے سہایتا کی مانگ کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

مہاماترنے کہا تمہارا اندازہ درست ہے...... بھگوان نے مہاراجہ کے بازوؤں میں موت کے دیوتا کی شکتی بھر دی ہے...... ہم مہاراجہ جے دھج سنگھ کے دوارے جا رہے ہیں...... مہاراجہ ہماری سہایتا سے انکار نہیں کرے گا اور ان سوگوار روتی ہوئی آنکھوں اور تڑپتی ہوئی آتماؤں کو شانتی ملے گی......

تلوک چند نے سر جھکا کر کہا! مہاراجہ جے دھج سنگھ نے ابھی تک ماضی کی عبرتناک شکستوں اور زخموں کو فراموش نہیں کیا ہوگا...... وہ اپنی سلطنت کے ایک بہت بڑے حصے سے ہاتھ دھو چکا ہے لگتا ہے اس مرتبہ اس کو پورے آسام سے ہاتھ دھونے پڑیں گے......

تلوک چند باہر کی طرف جانے لگا...... تو مہاماترنے گرجتے ہوئے کہا۔ اس بوڑھے مہاپاپی کی زبان کاٹ دی جائے......

چند پجاری آگے بڑھنے لگے تو ایک نوجوان نے ان کا راستہ روکتے ہوئے کہا! کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا......

پھر اس نے مہاماتر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! جب تم بھگوان نہیں ہو تو بھگوان کے لہجے میں بات کیوں کرتے ہو...... تم کسی کو اپنی وچاروں کے اظہار کے ادھیکار سے محروم نہیں کر سکتے تم کس کس کی زبان کاٹو گے

مہاماتر نے نرم پڑتے ہوئے کہا! اس وقت حوصلوں کو توڑنے والی باتوں کی اجازت دی گئی تو ہمارے سپنے ٹوٹ جائیں گے

نوجوان نے کہا! ہم کسی مہاراجہ کو اس بستی کے لوگوں کی ہڈیوں پر سپنوں کے راج محل اور عشرت کدے تعمیر کرنے کی آگیا نہیں دے سکتے...... ہم بھگوان کے پجاری ہیں...... اس ناطے ہم تمہارا ساتھ دیں گے...... پرنتو تمہیں بھگوان نہیں بننے دیں گے......

مہاماتر نے کہا! ہم بھگوان کے اوتار ہیں...... بھگوان ہماری آشاؤں تمناؤں اور کامناؤں کی لاج رکھتا ہے......

راگوناتھ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا! اگر ہم اسی طرح آپس میں جھگڑتے رہے اور ایک دوسرے کے گریبانوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے تو ہمارا انجام بہت بھیانک ہوگا...... اس وقت گہری ایکتا اور پریم بھاؤ کی ضرورت ہے......

مہاماتر نے کہا! جب ہم ودوان ہیں...... ہمیں بھگوان کا گیان پرکاش ہوتا ہے...... ہم نے آکاش کے اونچے جھروکوں میں جھانک کر دیکھ لیا ہے...... پھر کچھ لوگوں کو ہمارے بھاشنوں کا وشواش کیوں نہیں آرہا......

لوگوں نے ایک بار پھر نعرے اور جے کار شروع کر دیے...... پچھلی رات کو مشرقی افق کے بطن سے چاند طلوع ہو رہا تھا...... بریت کی چوٹی پر چاندنی نکھرتی جا رہی تھی...... جگن ناتھ کی بستی سے پچاس ساٹھ لوگوں کا ایک قافلہ مہاماتر کی سربراہی میں آسام کی طرف روانہ ہو رہا تھا...... مہاماتر سفید گھوڑے پر سوار تھا...... اور اس کے ہاتھ میں پیلے رنگ کا ایک جھنڈا تھا...... آگے آگے مشعل بردار سواروں کی ایک ٹولی تھی...... ایک بڑے چھکڑے پر چاروں مہادیوں کی جلی ہوئی لاشوں کی ارتھیاں رکھی ہوئی تھیں...... ان ارتھیوں کو کیسری رنگ کی چادروں میں لپیٹا گیا تھا......

ایک دوراہے پر پہنچ کر چندن نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے راگھوناتھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! چاچا جی! یہاں سے ہماری راہیں جدا جدا ہو رہی ہیں...... ہم اپنے گھر جا رہے ہیں ہم اپنے پتا کی آگیا کے بغیر آسام نہیں جا سکتے...... ہم اس امید کے ساتھ بچھڑ رہے ہیں کہ کبھی نہ کبھی اس دوراہے پر پھر ملیں گے...... اس عرصے میں بہت کچھ بدل چکا ہوگا ان راہوں کے پیچ وخم میں تبدیلیاں آچکی ہوں گی...... ہم دونوں میں سے کسی ایک کی گردن ندامت کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہوگی......!

راگوناتھ نے کہا! تم کہاں جا رہے ہو؟ تم ہمارے ساتھ چلو گے...... تمہیں ہمارا ساتھ دینا پڑے گا......

چندن نے سرگوشی کے انداز میں کہا! آہستہ بولو! ہمارا ہاتھ تلوار کے قبضے پر مچل رہا ہے...... ہم اپنے اس سنسار کی طرف جا رہے ہیں جہاں شانتی کی پون چلتی ہے...... جہاں پریم کی برکھا برستی ہے...... جہاں آشاؤں کے پھول کھلتے ہیں......

یہ کہہ کر چندن نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور پھر اس کا گھوڑا برق رفتاری سے اندھیروں میں گم ہو گیا۔ اس کے گھوڑے کی ٹاپوں کا جلترنگ دیر تک رات کے سناٹوں میں گونجتا رہا۔



یہ وسیع و عریض عمارت بڑی خوبصورت اور پرشکوہ تھی۔۔۔۔اس کی بلند و بالا چھت سنگ اقسام کے کم از کم پچاس ستونوں پر کھڑی تھی۔۔۔۔ہر ستون کی چوڑائی دو آدمیوں کے ہاتھوں کے گھیرے میں بڑی مشکل سے آتی تھی۔۔۔۔ان ستونوں کے ساتھ سونے اور چاندی کے خوبصورت لگن اور خوشبودان نصب تھے۔۔۔۔جن میں عود و عنبر سلگائے جاتے تھے۔۔۔۔ایوان میں سینکڑوں آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔۔۔۔ایوان کا فرش سنگ مرمر کے خوبصورت اور نفیس ٹکڑوں کو جوڑ جوڑ کر بنایا گیا تھا۔۔۔۔ان کی دیواروں کے ساتھ ساتھ دیوتاؤں، دیویوں اور بھوتوں کے بڑے بڑے مجسمے رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔ان رنگ برنگ مجسموں کے عقب میں نیم تاریک گلیاں تھیں۔ان نیم تاریک گلیوں میں مجسموں کی اوٹ میں مہاراجہ کے حبشی غلام لمبے لمبے پھلوں والے نیزے لیے کھڑے ہوئے تھے۔۔۔۔یہ غلام دربار کی نگرانی کرتے تھے اور لوگوں کی حرکات پر نگاہ رکھتے تھے۔۔۔۔مہاراجہ کے دربار میں عمائدین سلطنت کے علاوہ جوتشی جادوگر اور آسام کے جنگلی اور پہاڑی علاقوں کے قبیلوں کے سردار موجود رہتے تھے۔آسام کے قبائل میں پانگھوں سنتھالی کوہلی اور یوڈو بہت مشہور تھے۔۔۔۔ان قبیلوں کے سرداروں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی کیونکہ یہ غیر مہذب، غیر متمدن اور وحشی قبائل جنگ و جدال اور خونریزی کے لیے مشہور تھے۔۔۔۔ان قبیلوں کے لوگوں کے مخصوص روایتی لباس تھے۔۔۔۔مہاراجہ ان قبیلوں پر بہت اعتماد کرتا تھا۔صدر دروازے کے بالمقابل ایک اونچا چبوترہ لاجوردی رنگ کے دلکش پتھروں کا بنا ہوا تھا۔۔۔۔اس کے کناروں پر تین اطراف میں چاندی کی جالیوں کا گھیرا سا بنا ہوا تھا۔۔۔۔چبوترے کے فرش پر سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔۔۔۔اس چبوترے کے وسط میں مہاراجہ کا تخت رکھا ہوا تھا۔۔۔۔یہ تخت سونے اور چاندی کے حسین امتزاج کا شاہکار تھا۔۔۔۔اس کے پائے چاندی کے تھے۔۔۔۔اور اوپر والا حصہ سونے کا بنا ہوا تھا۔۔۔۔تخت کی شکل دھاڑتے ہوئے خوفناک اور خونخوار شیر کی طرح بنائی گئی تھی۔۔۔۔مہاراجہ کے تخت کے عقب میں ایک انتہائی خوبصورت بالکونی تھی جس کی محرابوں پر اطلسی پردے لہراتے رہتے تھے۔۔۔۔اس بالکونی کے اندر مہاراجہ کے خاندان کی معزز خواتین بیٹھا کرتی تھیں۔۔۔۔

اس نے اپنی سیاہ و سفید بڑی بڑی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا! جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر اور اس کے ساتھیوں کو حاضر ہونے کی آگیا دی جاتی ہے۔

مہاراجہ کے پیچھے نیزہ بردار محافظ کھڑے تھے۔۔۔۔عمارت کے اندر عود و عنبر کی خوشبوؤں کے دھوئیں کے مرغولے لہراتے پھرتے تھے۔

مہاراجہ کی آنکھوں میں امیدوں اور آشاؤں کی دھنک کے رنگ بھرے ہوئے تھے۔۔۔۔ایک چاؤش نے بلند آواز سے مہاراجہ کے لفظوں کو دہراتے ہوئے کہا! مہاراجہ جے دھج سنگھ ان داتا کی طرف سے جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر اور اس کے ساتھیوں کو دربار خاص میں حاضر ہونے کی آگیا دی جاتی ہے!۔۔۔۔

مہاراجہ نے کمر بند سے تلوار کو کھینچ کر اپنے سامنے تخت پر رکھ دیا۔

صدر دروازے پر کھڑے ہوئے ایک دوسرے درباری نے بلند لہجے میں کہا! مہاماتر اور اس کے ساتھیوں کو حاضر ہونے کی آگیا دی جاتی ہے۔

مہاراجہ کی نگاہیں ایوان کے صدر دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔۔۔۔چند لمحوں کے بعد جگن ناتھ کے مندر کا مہاماتر ایوان میں داخل ہوا۔اس

کے بھاری بھر کم جسم پر گیروا رنگ کی بڑی سی چادر تھی...... اس کا سر منڈا ہوا تھا۔ اس کے ماتھے پر سرخ رنگ کی تین لکیروں کا تلک بنا ہوا تھا...... مہاماتر کے کانوں میں سرخ عقیق کی بالیاں جھلملا رہی تھیں اس کے پاؤں میں لکڑی کی کھڑاواں تھی۔ مہاماتر کے پیچھے پجاریوں کے کندھوں پر جلی سڑی لاشوں کی ارتھیاں تھیں۔ لاشوں کو پیلے کیسری رنگ کے کپڑوں میں چھپایا ہوا تھا...... لاشوں کے اس جلوس کے پیچھے راگوناتھ کھیا اور دوسرے لوگ سر جھکائے ہاتھ جوڑے آہستہ آہستہ مہاراجہ کے تخت کی طرف بڑھنے لگے...... یہ ماتمی جلوس درباریوں کی مسندوں کے درمیان سے گزرتا ہوا تخت کے چبوترے کے قریب پہنچ کر ایک مخصوص جگہ پر رک گیا۔

مہاماتر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے مہاراجہ کی طرف دیکھ کر کہا! ہم جگن ناتھ دیوتا بھگوان کی طرف سے مہاراجہ کو پرنام اور نمسکار کہنے آئے ہیں۔

مہاراجہ جے دیج سنگھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! ہمارے سوبھاگ، دیوتا بھگوان نے ہمیں دھنوان سمجھا...... ہم دیوتا مہاراج کے مہاماتر اور اس کے ساتھیوں کو اپنی راجدھانی میں ''خوش آمدید'' کہتے ہیں۔

پھر مہاراجہ نے چادروں میں چھپی ہوئی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا! ان چادروں میں کیا ہے؟

مہاماتر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ ان چادروں میں بنگال کی ہندو جنتا کے مستقبل کی بھیانک تصویریں ہیں......

مہاراجہ نے کہا...... ہم دیکھنا چاہیں گے! لگتا ہے تم کوئی شبھ سماچار سنانے نہیں آئے۔

مہاماتر نے ایک ایک کر کے چاروں لاشوں سے چادریں اٹھا دیں......

مہاراجہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! یہ جلی ہوئی لاشیں کن لوگوں کی ہیں...... ان کی ارتھی کے پھولوں کو یہاں کیوں لایا گیا ہے؟

مہاماتر نے روتے ہوئے کہنا شروع کیا! مہاراج ہم سہایتا اور رکھشا کی بھکشا مانگنے آئے ہیں...... اس وقت بنگال میں مسلمانوں کے مظالم حد سے بڑھ چکے ہیں...... آج بنگال کے ہندوؤں کے مقدر کی داستان روتی آنکھوں سلگتی آشاؤں جلتے ارمانوں اور تڑپتی آتماؤں کی کہانی بنی ہوئی ہے...... یہ جلی ہوئی لاشیں جگن ناتھ دیوتا بھگوان کے وِدوان اور نروش رشیوں کی لاشیں ہیں...... مسلمانوں نے ان کو زندہ جلایا ہے۔

مہاراجہ کے چہرے کے رنگ بدل رہے تھے...... اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہم تفصیل سننا چاہتے ہیں۔ ان ودوان رشیوں کو کہاں مارا گیا ہے...... کس پاپ کی پاداش میں ان کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے......

مہاماتر نے اپنی چادر کے پلو سے اپنی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا! ان کو جگن ناتھ دیوتا کے پوتر استھان کے اندر مارا گیا ہے...... مسلمان حاکم کے سینک دیوتا بھگوان کی کومل دیوی کو اٹھانے آئے تھے...... ان مہاویر مہادیوں نے مزاحمت کی کوشش کی تو بے درد ظالموں نے ان کو جلتی آگ میں جھونک دیا اور دیوی کو اٹھا کر لے گئے......

مہاراجہ نے غصے سے کہا! جگن ناتھ دیوتا کے مندر میں ہر وقت سینکڑوں پجاری اور یاتری موجود ہوتے ہیں...... اتنے لوگوں کی موجودگی میں یہ المناک سانحہ کس طرح رونما ہوا۔

مہاماتر کاشی رام نے حقائق کو موڑ توڑ کر پیش کرتے ہوئے کہا! کہ دیوی پر جادو کر دیا گیا تھا...... وہ بہکی بہکی باتیں کرتی تھی...... یہ

پانکھورشی ہیں...... مہاراجہ کو معلوم ہے پانکھو جادو اور چلتر کے سمرن جانتے ہیں...... ہم نے دیوی کو ان پانکھو مہادیوں کی تحویل میں دے رکھا تھا...... مندر کے تہہ خانے میں سمرن کا جاپ ہو رہا تھا...... عام پجاریوں اور یاتریوں کو اس کا علم نہیں تھا...... مسلمان سینکوں نے تہہ خانے کی خفیہ سرنگوں کے راستے داخل ہو کر ان مہادیوں کو سمرن کی آگ میں پھینک دیا اور دیوی کو لے کر فرار ہو گئے۔

مہاراجہ نے چند لمحوں کے گہرے سکوت کے بعد کہا! ہم تمہارے غم میں برابر کے شریک ہیں...... ہم غمزدہ ہیں...... یہ غم ساری ہندو جنتا کا سانجھا غم ہے"

مہاماتر نے کہا! مہاراجہ ہم دکھی اور رنجور ہو کر آئے ہیں......

دربار پر سناٹا طاری تھا...... لوگ دم بخود ہو کر جلی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہے تھے۔

مہاراجہ نے کہا! ہماری آتما گھائل ہو گئی ہے...... ہمیں اس بھیانک سمے کا بڑی دیر سے انتظار تھا ہمیں وشواش تھا کہ ایسا ہو گا۔

پھر مہاراجہ نے تلوار بے نیام کرتے ہوئے کہا! اب تم کس قسم کی آشاؤں کے لیے یہاں آئے ہو؟

مہاماتر نے دو قدم آگے بڑھ کر سر کو جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ہم بنگال کی ہندو جنتا کی طرف سے رکھشا اور سہایتا کی بھیک کے لیے جھولیاں پھیلا کر آئے ہیں...... نراش کے گھور اندھیروں میں شکتی کی قندیل روشن کر دو مہاراج!

مہاراجہ نے تخت پر پہلو بدل کر کہا! ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہاری پھیلی ہوئی جھولیوں میں آشاؤں کے پھولوں کے رنگ نہیں بھر سکتے۔ ہمارے پاس بنگال کی ہندو جنتا کی آس کے لیے کوئی ٹوٹا پھوٹا چراغ بھی نہیں ہے...... اس وقت بنگالی ہندوؤں کے لیے سنسار کی کوئی طاقت کچھ بھی نہیں کر سکتی...... اب بنگال کی ہندو جنتا جنم جنم نراش کے گھور اندھیروں میں بھٹکتی رہے گی

...... دہائی...... دہائی...... مہاراج دیوتاؤں کی دہائی ہم بڑی امیدوں اور آسوں کے ساتھ آئے ہیں...... اوگھٹ راہوں پر ہماری سہایتا سے منہ نہیں موڑ یے......

مہاراجہ نے کہا! تم جانتے ہو ہم دو مرتبہ بنگال پر چڑھائی کرنے کی غلطی کر چکے ہیں...... دونوں مرتبہ ہمیں شکست کی ذلت کا سامنا کرنا پڑا...... ابھی تک ہمارے زخم ہرے ہیں اور ہمارے زخموں کی آنکھوں سے ابھی تک خون کی بوندوں کے آنسو ٹپک رہے ہیں ہم اپنے ملک کا ایک زرخیز علاقہ کھو چکے ہیں گوہاٹی کے قلعے کے کھو جانے کے درد کو ہم جیون بھر نہیں بھلا سکیں گے......

پھر اس نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا! اور تم اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہو...... گزشتہ دونوں جنگوں میں ہمیں مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے نقصان پہنچایا تھا...... ہم مسلمانوں کو شما کرتے ہیں پر تو بنگالی ہندوؤں کی بے غیرتی کو کبھی شما نہیں کر سکتے۔ جو لوگ اپنی شناخت اور پہچان کو اجاگر کرنے والی قدروں کو فراموش کر دیتے ہیں ان کا انجام ہمیشہ بھیانک اور ہولناک ہوتا ہے...... تاریخ کے بے رحم دھارے بنگال کے ہندوؤں کو اپنے ساتھ بہا کر لے جائیں گے اور کسی گہرے گرداب میں غرق کر دیں گے...... وقت کے ہر گزرتے ہوئے لمحے کے دائرے مرگھٹ کی طرح سخت ہوں گے......

مہاماترکاشی رام نے کہا! مہاراج! سمے بدلتے رہتے ہیں...... اندھیروں کی کوکھ سے اجالے جنم لیتے رہتے ہیں...... بنگال میں انقلاب کے آثار نمودار ہو چکے ہیں...... ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھانے کے بعد اب بنگال کی ہندو جنتا بیدار ہو چکی ہے...... جھوٹے سپنوں کے دھندلکے آشاؤں کے اجالوں میں بدل چکے ہیں۔

مہاراجہ نے جلدی سے پوچھا! تمہارے خیال میں وہ نجات دہندہ کون ہو سکتا ہے؟

مہاماتر نے مسکرا کر ہاتھ جوڑ کر کہا! اس وقت ہم اپنے مہادیر نجات دہندہ کے دوراہے پر کھڑے ہیں...... ہمیں دیوتا بھگوان نے گیان پرکاش کیا ہے...... آکاش کے پرماتما نے مہاراجہ جے دھیج سنگھ کو موت کے دیوتا ہم دیوتا کی شکتی کا اوتار بنا دیا ہے...... بنگال کا راج سنگھاسن مہاراج کی راہ تک رہا ہے۔

مہاراجہ نے تلوار کی دھار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! کاشی رام جی تم ایک مہان دیوتا کے مندر کے مہاماتر ہو...... ہم تمہاری گیان ودیا کو جھوٹا سپنا نہیں کہہ سکتے...... پرنتو ہمارے من کو وشواش نہیں ہو رہا کہ بنگال کی ہندو جنتا پچھتاؤں کی راہوں پر چلنے کے قرینے سیکھ چکی ہے۔

مہاماتر نے پیچھے ہٹ کر راگھوناتھ کھیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ راگھوناتھ ہے...... یہ جگن ناتھ کی بستی کا کھیا ہے...... یہ مسلمان حاکم کا کارندہ ہے اس وقت اس کا یہاں ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وچاروں کے دھاروں کے رخ بدل چکے ہیں۔

مہاراجہ نے چونک کر راگھوناتھ کی طرف دیکھا اور پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا! راگھو تم نے بنگال کی ہندو جنتا کی بیداری کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟

راگھوناتھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! پربھو کی کرپا نے ہمارے وچاروں کے دھاروں کے رخ بدل دیئے ہیں...... مسلمان نیتاؤں کے ظالمانہ رویوں نے ہمیں بغاوت کی راہ پر چلنے کے لیے مجبور کر دیا ہے ہم باغی ہو چکے ہیں اور ہم آخری سانسوں تک مسلمانوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔

مہاراجہ کے چہرے پر امیدوں کی دھنک کے رنگ بکھرتے جا رہے تھے...... اس کی آنکھیں خوشیوں سے چمک رہی تھیں اس نے کہا! ہماری معلومات کے مطابق بنگال میں کئی ہندو مہاراجے اور جاگیردار ہیں...... تمہیں وشواش ہے۔ یدھ کے کھیتر میں وہ ہماری مدد کریں گے...... تم کسی راجے سے ملو۔

راگھوناتھ نے کہا! بنگال کے راجوں جاگیرداروں اور وڈیروں کو ہمارا ساتھ دینا پڑے گا...... جنتا کی بغاوت کے سامنے ان کو ماتھا ٹیکنا پڑے گا کیونکہ جنتا کا فیصلہ بھگوان کا فیصلہ ہوتا ہے...... جو بھگوان کے شبھ فیصلے کو نہیں مانے گا...... بھگوان اس کے جیون کی ڈور کاٹ دے گا......

مہاراجہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''تم ٹھیک کہتے ہو'' ! جنتا کی بغاوت ساگر کے طوفان کی طرح بیکراں ہوتی ہے۔

مہاراجہ نے اپنی دائیں جانب بیٹھے ہوئے وزیر اعظم کی جانب دیکھ کر کہا...... پردھان منتری تم نے مہاماتر کاشی رام اور راگھوناتھ کھیا کی باتوں کو سنا ہے۔ تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ لگتا ہے بنگال کی ہندو جنتا کی سہائتا اور رکھشا کا سمے آ گیا ہے۔

پردھان منتری نے کھڑے ہوکر ہاتھ جوڑ کر کہا! ماضی کے تلخ تجربے کو پیش نظر رکھتے ہوئے مہاراجہ کو کچھ سوچنا پڑے گا۔ جلد بازی میں کیے گئے فیصلے تکلیف دہ ثابت ہوسکتے ہیں......!

مہاراجہ نے بائیں جانب دیکھ کر سپہ سالار سے پوچھا...... سیناپتی وجے کمار تم کیا کہنا چاہتے!

نوجوان سپہ سالار وجے کمار نے اٹھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تلوار کو چومتے ہوئے بڑے غرور سے کہا! ہم مہاراجہ کی بہادر سینا کے مہا سیناپتی ہیں...... ہم کٹھن وشاؤں کی گھمبیرتاؤں سے ٹکراتے رہتے ہیں اور اوگھٹ راہوں پر چلتے رہنے کے عادی ہیں...... ہم جوان ہیں...... ہماری رگوں میں دوڑنے والے خون کی رتی رتی میں جوانی کی آگ کروٹیں لے رہی ہے...... مہاراج! ہم ماضی کے کسی بروگ کی چتاونی اور وچار میں ڈوبے رہنے کو سمے کی بربادی اور اپنی توہین سمجھتے ہیں...... مہاراج کو ہر قسم کے فیصلے کا ادھیکار ہے...... ہم تو سیوک ہیں...... مہاراجہ کی آشاؤں کا پالن ہمارا دھرم ہے!......

مہاراجہ نے خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم بہت جلد اپنے فیصلے کا اعلان کریں گے۔

مہاراجہ نے درباریوں کی طرف دیکھا...... پانکھو قبیلے کے سردار نے کھڑے ہوکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم اپنے قبیلے کے مہادیووں کے خون کی ایک ایک بوند کا بڑا خوفناک انتقام لیں گے......

پانکھو قبیلے کے سردار کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لمبے پھل والا نیزہ تھا...... اس کے سر پر پرندوں کے رنگ برنگے پروں کی بنی ہوئی ٹوپی تھی......

مہاراجہ نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! دھیرج! ہم تمہارے دکھ کو سمجھتے ہیں...... ہم بھی دکھی ہیں...... ہم اپنے مہادیووں کے قاتلوں کو شما نہیں کریں گے......

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! دن ڈھلے راجدھانی کے شمشان میں مہادیووں کے کریا کرم کی رسم ادا کی جائے گی ہم بذات خود شریک ہوں گے......

مہاراجہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا عقب کے بغلی دروازے سے ایوان سے نکل گیا۔

سیناپتی وجے کمار نے مہاماتر کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! چنتا کی کوئی بات نہیں...... ہم مہاراجہ کو بنگال پر دھاوے کے لیے مجبور کردیں گے...... ہم بنگال کے مسلمان نیتاؤں کی کشتی کو خون کے گہرے ساگر میں ڈوبتا دیکھ رہے ہیں......

دن ڈھلے چاروں پانکھوں مہادیووں کی لاشوں کو ایک بہت بڑے ماتمی جلوس کے ساتھ راجدھانی کے شمشان میں لایا گیا مہاراجہ جلوس کی قیادت کررہا تھا...... وہ ننگے سر تھا...... اس وقت اس نے پیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا...... اس کے دائیں ہاتھ میں چمکتے ہوئے پھل والا نیزہ تھا راجدھانی مندر کے مہادیو پجاری اور یاتری اس کے پیچھے پیچھے شلوکوں اور شبدوں کا جاپ کرتے آرہے تھے...... جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر اور دوسرے لوگ پہلے سے شمشان میں موجود تھے...... صندل کی لکڑیوں کے انبار پر لاشوں کو رکھ دیا گیا...... پھر پجاکوں کے رسم ورواج کے مطابق آگ لگادی۔

جب مہادیوں کی لاشوں کو بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں نے اپنے اندر چھپالیا اور شعلوں کی زبانیں آسمان کی طرف لپکنے لگیں تو مہاراجہ نے اپنے نیزے کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا! ہم تمہاری نردوش آشاؤں کو بیکل نہیں ہونے دیں گے...... ہم تمہارے بے درد قاتلوں کا اس سنسار کے اس سرے تک تعاقب کرتے رہیں گے...... ہم کسی ایک مسلمان کو بھی شما نہیں کریں گے۔ تم آکاش کے اونچے جھروکوں کی چلمنوں کو اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں سے ہمارے بڑھتے ہوئے قدموں کی تیزیوں اور ہولناکیوں کی وحشت گردیوں کو دیکھو گے...... ہماری کڑکتی کمانوں کے خوفناک جھٹکوں سے نکلنے والے تیروں کی لرزہ خیز سرسراہٹوں کو پوری دنیا اپنے قریب محسوس کرے گی......

ایک بھگت نے راجدھانی کے مندر کے مہادیو سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا! مہاراج کو کیا ہو گیا ہے...... یہ خون کی برکھا کی باتیں کیوں کر رہا ہے؟

مہادیو نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا...... تم خاموش رہو!...... یہ بھگوان کے لہجے میں بول رہا ہے لگتا ہے کوئی برا وقت اس کو کسی اوگھٹ راہ کی طرف گھسیٹ رہا ہے...... کوئی انہونی مہاراجہ کو تباہی کی طرف کھینچ رہی ہے...... منش جب بھٹک جاتا ہے تو اس کے من آنگن سے پریم بھاؤ کی ہریالی اور پربھو کی بھگتی کے گیان دھیان کے رنگوں کے ڈھنگ کی سندرتا روٹھ جاتی ہے۔ جب کسی کے من میں کوئی خونخوار راکھشش گھس جاتا ہے تو اس کی آتما کا جانن بجھ جاتا ہے...... تم جانتے ہو آتما برہما کا سایہ ہے پربھو کے پجاری تیروں تلواروں کے زہریلے ناگوں کی زبانوں میں بات نہیں کرتے...... جس کی آتما کا دیا بجھ جاتا ہے وہ اسی طرح بانورا ہو جاتا ہے جس طرح مہاراجہ ہو چکا ہے...... اس وقت مہاراجہ کے من میں مہاماتر کاشی رام پھن پھیلائے بیٹھا ہے...... کاشی رام کو مہاماتر کہا جاتا ہے...... یہ مہاماتر ہرگز نہیں ہے...... یہ کسی مہان دیوتا کا پجاری نہیں...... یہ وہ مایا کے بھوت کا پجاری ہے...... یہ نفرتوں کی آگ بھڑکا رہا ہے...... مگر...... مگر تم دیکھو گے اور بہت جلد دیکھو گے یہ بدبخت خونی درندہ بہت پچھتاوے گا...... بہت روئے گا۔ ایک روز پاگلوں کی طرح ان کے قدموں کے نشانوں کو چومتا دکھائی دے گا جن کو مٹانے کے لیے اندھیروں کی راکھ پھیلا رہا ہے۔

جب چتا کی آگ بجھنے لگی تو مہاراجہ واپس چل پڑا اس کے پیچھے پیچھے مہاماتر کاشی رام راگھوناتھ اور سیناپتی وجے کمار بھی شمشان بھومی سے باہر آ گئے۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! مہاماتر کاشی رام ہم آج رات کو کسی وقت تمہیں اپنے محل میں طلب کریں گے...... اس وقت تک تم مہمان خانے میں آرام کرو چنتا کی کوئی بات نہیں...... تم شبھ سماچار سنو گے......

شام کے سائے گہرے اندھیروں میں ڈوب گئے۔ پہاڑوں کی رات اندھیری ہوتی ہے...... گہرے سناٹے بڑے ہولناک ہوتے ہیں...... سرِ شام راجدھانی میں قندیلیں مشعلیں اور فانوس جلا دیئے گئے مہاراجہ جے دھج سنگھ کی راتیں بڑی رنگین ہوتی تھیں۔ رات کا پہلا پہر جاری تھی۔ راجدھانی کے قلعے میں جگہ جگہ بڑی بڑی قندیلوں اور مشعلوں کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں...... آسمان پر ستاروں کے دیئے ٹمٹما رہے تھے...... قلعے کی بلند و بالا فصیل پر مشعل بردار سپاہیوں کا گشت جاری تھا...... مہاراجہ جے دھج سنگھ کے محل کے ایک مخصوص کمرے میں راج سبھا کا اجلاس ہو رہا

تھا..... مہاراجہ سنہری مسند پر براجمان تھا..... اس کے سامنے چاندی کی خوبصورت مسندوں پر مہا سبھا کے ارکان بیٹھے تھے..... جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر کاشی رام اور راگھو ناتھ مکھیا کو مہاراجہ کے قریب نمایاں جگہ پر بیٹھایا گیا..... مہاراجہ کے لمبے لمبے بال اس کے شانوں پر پھیلے ہوئے تھے اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں چمک تھی..... اس کے چہرے پر خوشیوں کے رنگوں کی پھوار برس رہی تھی..... کمرے کی چھت کے ساتھ لٹکتے ہوئے فانوسوں کی رنگ برنگی روشنیوں نے ماحول کو دلکش اور جادوئی بنایا ہوا تھا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ لگے ہوئے خوشبودانوں میں سلگتے ہوئے عودوعنبر کے دھوئیں کے مہکتے مہکتے مرغولے ابھی لہراتے بھرتے تھے.....

مہاراجہ کی زرنگاری کرسی کے عقب میں اس کے محافظ کھڑے تھے ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں چمک رہی تھی مہاراجہ کی نگاہیں کمرے کے بغلی دروازے کے اطلسی پردے پر مرکوز تھیں..... کچھ دیر بعد پردے میں ہلکی سی سرسراہٹ پیدا ہوئی اور ایک خوبصورت خوبرو دوشیزہ نمودار ہوئی..... مہاراجہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا راجکماری چندر کانت درشن کی آگیا مانگ رہی ہے۔

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا..... ہم چشم براہ کھڑے ہیں.....

دوشیزہ پیچھے ہٹ گئی اور پھر چند لمحوں بعد راجکماری چندر کانت حسن کے جلوے بکھیرتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی..... اس نے اپنے آدھے چہرے پر سیاہ رنگ کا جالی دار نقاب پہنا ہوا تھا..... اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح روشن اور طلسماتی تھیں..... مہاراجہ نے آگے بڑھ کر بیٹی کا خیر مقدم کیا..... راجکماری نے بڑے سلیقے اور دلکش انداز سے جھک کر مہاراجہ کے قدموں کو چھوا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی۔ راجکماری کے چہرے پر معصوم سا تبسم تھا۔

مہاراجہ نے اس کی کشادہ روشن اور خوبصورت پیشانی کو چوم کر کہا! ہم بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔

راجکماری نے دوبارہ اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کی بھکشا دیجئے۔ مہاراج! کوتاہی کی غلطی ہوئی..... مہاراج کو ہمارے انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی ہم شرمندہ ہیں۔

مہاراجہ نے اسے اپنے قریب مسند پر بیٹھاتے ہوئے کہا! چندر کانت تم ہمارے من کی شوبھا ہو..... تمہیں معلوم ہے تمہاری عدم موجودگی میں ہم راج پاٹ کا کوئی بڑا فیصلہ نہیں کرتے۔

راجکماری نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ہمیں معلوم ہے یہ مہاراج کی کرپا ہے

چند لمحوں بعد مہاراجہ نے حاضرین کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا! ہم بنگال میں قتل ہونے والے مہاتماؤں کی لاشوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں..... ان نردوش بھگتوں کی چتائیں ابھی سلگ رہی تھیں..... یہ میں بتا دیا گیا ہے کہ مسلمان ملیچھوں نے جگن ناتھ دیوتا کی کول اور سندر دیوی کو زبردستی سے اٹھالیا ہے دیوتاؤں کے مندروں کو مسجدوں میں بدلنے کی سازشیں ہو رہی ہیں دیانت اور دیومالا کی صدیوں پرانی ودیا کو برباد کیا جارہا ہے۔ اس وقت بنگال کے ہندوؤں کے مقدر کا چراغ خوفناک آندھیوں کی زد پر ہے..... ہم مسلمان ملیچھوں کو ایسے مظالم اور اپنانے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے..... ہم پوری طاقت اور شکتی کے ساتھ بربریت کا مقابلہ کریں گے۔ اگر ہم نے فوری اقدامات کر کے مسلمانوں کی

درندگی کو وہیں بنگال میں ختم نہیں کیا تو ظلم کی آندھیاں ہماری راجدھانی کی چوکھٹ تک پہنچ جائیں گی......

سیناپتی وجے کمار نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج کا فیصلہ بھگوان کا فیصلہ لگتا ہے...... ہم بنگال کی ندیوں کے پانیوں کی رنگت سرخ کر دیں گے...... آسام کی سینا شیروں کی سینا ہے۔

مہاراجہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا!...... ''ہم جانتے ہیں...... اس مرتبہ ہماری سینا کی یلغاروں کو روکنا بہت مشکل ہوگا...... ہم دھاوے پر دھاوے بولتے ہوئے بنگال کے آخری سرے تک پہنچ جائیں گے...... پرنتو! ہم راجکماری کی رائے معلوم کرنا ضروری سمجھتے ہیں......''

راجکماری نے مسکراتے ہوئے کہا! پتا جی! مہاراج کے کے فیصلے کے خلاف کچھ کہنے کی جرات کون کر سکتا ہے......

مہاراجہ نے راجکماری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتی ہو ہمارے سامنے ہمارے خلاف صرف وہی بدنصیب بول سکتا ہے جس کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہوں پرنتو ہم تمہیں اس کا ادھیکار دیتے ہیں......

راجکماری نے کہا! مہاراج کا انوبھاؤ اور تجربہ ہم سے زیادہ ہے اب جب کہ پتا مہاراج نے بنگال پر حملے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہمارا کچھ کہنا بیکار ہوگا......

پھر بھی کچھ تو کہو...... ہم تمہاری رائے کو غور سے سنیں گے اور اگر ممکن ہوا تو اس پر عمل بھی کریں گے...... ہم جانتے ہیں تمہاری رائے وزنی ہوتی ہے۔

راجکماری نے طویل خاموشی کے بعد سوچتی ہوئی نظروں سے مہاراجہ کی طرف دیکھ کر کہا! یوگی لاجپت جی راجدھانی میں موجود ہیں ان کا گیان یوگ معلوم کر لیا جائے تو بہت بہتر ہوگا!...... اس کے علاوہ کچھ باتیں ہم علیحدگی میں مہاراجہ کے گوش گزار کریں گے......

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے سامنے کھڑے ہو کر ایک سپاہی کی طرف دیکھ کر کہا۔ یوگی کو حاضر کیا جائے!......

سناٹا طاری ہو گیا...... ہر آدمی اپنی اپنی سوچوں میں گم تھا...... راجکماری کے ماتھے کی بندیا چمک رہی تھی اس کی آنکھوں میں سوچوں کے رنگ اترے ہوئے تھے...... اس نے کئی بار سیناپتی وجے کمار اور اس کے چھوٹے بھائی کرشن کمار کی طرف گہری نظروں سے دیکھا...... ان دونوں کی گستاخ آنکھوں میں شوخیاں ناچ رہی تھیں...... ان دونوں بھائیوں کے چہروں پر ان دیکھی اور ان جانی خوشیوں کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ مہاراجہ کی نظر میں جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماترا اور راگھوناتھ پر جمی ہوئی تھی کچھ دیر بعد کمرے کے صدر دروازے سے ایک بوڑھا داخل ہوا اس کے ہاتھ میں پیتل کا کرمنڈل تھا۔ راجکماری مہاراجہ اور حاضرین نے کھڑے ہو کر اور سر جھکا کر پرنام کیا......

یوگی نے پاؤں میں لکڑی کی کھڑاؤں پہن رکھی تھی اس کے دائیں ہاتھ میں پیتل کا کرمنڈل تھا اور بائیں ہاتھ میں لاٹھی اس کی آنکھوں میں روحانیت کی چمک تھی۔ اس کے چہرے پر علم کا وقار تھا۔

راجکماری نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ہمارے سوبھاگ!

یوگی نے راجکماری کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ہم سنسار سے ناطہ توڑ چکے ہیں...... ہم پربھو کی بھگتی کی مالا جپتے ہیں۔ ہم اس کا دیا

کھاتے ہیں...... وہی ہمارا ان داتا ہے۔ ہم کسی راجے مہاراجے کے سامنے ماتھا ٹیکنے کے عادی نہیں ہیں...... پرنتو تم مہان دیوی ہو...... تمہاری آتما پوتر ہے تم دیوتاؤں کے من کی شوبھا ہو ہم یہاں بے وجہ نہیں آئے ہیں۔ ہم اپنی گپھاہ کے اندھیروں میں مگن رہتے ہیں اور برہما کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ نیل گگن کے برہما کے گیان پرکاش کے کارن ہم تمہاری راجدھانی میں آئے ہیں...... اگر مہاراجہ ہمیں نہیں بلاتے تو بھی ہم اس سبھا میں شریک ہونے آرہے تھے......

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! یوگی جی! مسند پر بیٹھیے......

یوگی نے کمرے کے فرش پر بیٹھتے ہوئے کہا! ہم خاک نشینوں کا سونے چاندی کی کرسیوں پر بیٹھنا مناسب نہیں ہوتا۔ مہاراج۔

راجکماری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہماری آشا کے لیے لمحے دو لمحے کے لیے مسند پر بیٹھ جاؤ مہاراج......

یوگی نے راجکماری کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور کہا۔ اگر یہ تمہارا حکم ہے...... تو ہم انکار نہیں کرسکتے۔

راجکماری نے یوگی کا ہاتھ پکڑ کر اسے کرسی پر بیٹھاتے ہوئے کہا! ہماری آشا ہے...... ہم حکم دینے کے لائق نہیں ہیں......

بوڑھے یوگی نے اس کے سر پر دوبارہ محبت سے ہاتھ پھیرا اور پھر کرسی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں کے سکوت کے بعد مہاراجہ نے کہا! یوگی جی! تمہارے دھیان یوگ آسن نے اس سمے کی کٹھن دشا کا سارا حال تمہیں بتادیا ہوگا...... اس وقت بنگال کی ہندو جنتا بڑی دکھی ہے...... اور سہاتا کے لیے ہمیں پکار رہی ہے...... ہم بنگال پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں اس سلسلے میں تمہیں تکلیف دی ہے...... ہمیں بتایئے ہم کیا کریں ہم نے اپنے طور پر فیصلہ کرلیا ہے...... پرنتو لگتا ہے راجکماری کو ہمارا فیصلہ پسند نہیں ہے۔

بوڑھے یوگی نے مسکراتی ہوئی نظروں سے راجکماری کی طرف دیکھا...... یوگی کی آنکھوں میں جادو بھرا ہوا تھا...... اس نے راجکماری کی طرف دیکھ کر کہا! راجکماری تم اپنے پتا مہاراج کو روکنا چاہتی ہو!......

راجکماری نے کہا! ہم خونریزی کو پسند نہیں کرتے...... ہم سنسار میں پریم بھاؤ کی مہکی مہکی ہواؤں کے جھونکوں کے خرام ناز کو پسند کرتے ہیں۔

یوگی نے مسکراتے ہوئے کہا! تم محبت کی دیوی ہو...... تمہاری وچاروں میں تمہاری آتما کا رنگ بھرا ہوا ہے۔ پرنتو چنتا کی ضرورت نہیں ہے...... اس مرتبہ تمہارے پتا مہاراج کو انجانی راہوں پر چلایا جائے گا...... مہاراجہ اپنے جیون کے ایک پراسرار سفر پر روانہ ہونے والا ہے۔ تم اس کو بھگوان کی اچھا سمجھ لو۔ ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہونے والا ہے...... آکاش پر بڑے بڑے اور غیر متوقع فیصلے ہوچکے ہیں ہم آسام اور بنگال کے درمیان سرحدوں کی لکیروں کو مٹتا دیکھ رہے ہیں...... جس طرح رات کے اندھیروں کی کوکھ سے روشنیوں کا دیوتا جنم لیتا ہے۔ بالکل اسی طرح مہاراجہ جے دھج سنگھ موت کی بھیانک کوکھ سے ایک نیا جنم لینے جارہا ہے...... جب مہاراجہ بنگال سے لوٹ کر آئے گا تو اس کا روپ حیران کن ہوگا......

پھر اس نے کمرے کی چھت کی طرف دیکھ کر بڑے پراسرار انداز میں کہا۔ بادل آئے گا...... نیل گگن کے کسی انجانے جزیرے میں چھپا ہوا بادل ضرور آئے گا...... کہیں پریم کی برکھا برسائے گا...... اور کسی پر قہر کی بجلیاں گرائے گا...... ہم جانتے ہیں کہ بادل نے کہاں برکھا برسانی ہے اور کہاں بجلی گرانی ہے۔

یوگی نے اٹھتے ہوئے کہا! راجکماری اپنا پتا جی مہاراج کا ساتھ دو..... تمہارے پتا مہاراج دیوتا سمان بننے والے ہیں..... ہمارے کان برہما کے پیارے دیوتاؤں کے قدموں کی چاپوں سے نغمگی سن رہے ہیں.....

یوگی نے کرمنڈل اٹھا کر باہر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا!".....شانتی اوم.....شانتی اوم"

راجکماری سر جھکائے ہاتھ جوڑ کر کھڑی تھی یوگی نے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا بوڈو قبیلے کے سردار وشنو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! درندہ دیوتا بنے گا..... یہی درندہ ایک روز آشتی اور شانتی کے دشمنوں کا خون بہائے گا..... ان دیکھے دیوتا وشنو کو گود میں بیٹھا کر پیار کریں گے..... یہ سنسار..... پراسرار اور سناٹوں کی خاموشی اس کا گہرا بھید ہے..... ہر شکتی خاموش ہے.....رات خاموش رہتی ہے رات کے اندھیرے خاموش رہتے ہیں..... نیل گگن پر ٹمٹمانے والے ستاروں کی تجلیاں خاموش رہتی ہیں..... چاند خاموش ہے..... چاندنی کچھ نہیں بتاتی..... خاموش گہری خاموشی لگتی ہے.....اس سنسار کی آتما کا نام خاموشی ہے.....تم بھی خاموش رہو راجکماری..... خاموش رہو.....

یوگی چلا گیا..... دیر تک کمرے میں سناٹا چھایا رہا.....

آخر جے کمار کے چھوٹے بھائی کرشن کمار نے کہا! یوگی کے بھاشن سے لگتا ہے ہم بنگال کی راجدھانی پر اپنی فتح کے جھنڈے لہرائیں گے.....

مہاراجہ نے گہری محویت سے چونکتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہوئے..... ہمارا نیا جنم آسام اور بنگال دونوں سلطنتوں کے مہاراجہ کا جنم ہوگا۔

راجکماری کی نظریں ابھی تک اس دروازے پر مرکوز تھیں..... جس کے باہر یوگی اندھیروں میں گم ہو گیا تھا.....

مہاراجہ نے کہا! امید ہے اب ہماری بیٹی کا بیکل من شانت ہو گیا ہے.....

راجکماری نے مہاراجہ کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا! ہاں پتا جی مہاراج اب ہمارا من شانت ہو گیا ہے..... ہم اس سفر میں مہاراج کے ساتھ جائیں گے..... پرنتو ہم بادل کے بارے میں وچار کر رہے ہیں..... یوگی نے بڑے گہرے دھیان اور بڑے وشواش سے بادل کی بات کی ہے.....اس نے کہا بادل آکاش کے کسی پراسرار جزیرے میں چھپا ہوا ہے..... وہ ضرور آئے گا کہیں برکھا برسائے گا اور کہیں بجلی گرائے گا.....

مہاماتر نے کھڑے ہو کر کہا! راجکماری جی! ہم پر یوگی کی اس ودیا کا گیان دھیان یوگ کے ذریعے پرکاش ہوا ہے ہم جانتے ہیں یوگی نے کیا کہا ہے۔

راجکماری متوجہ ہوئی تو مہاماتر نے کہا! مہاراجہ ہی وہ بادل ہے جو بنگال کی ہندو جنتا پر دلکشا کی برکھا برسائے گا اور مسلمان ملیچھوں پر ان رتھ اور چنکاری کی بجلیاں گرائے گا۔

مہاراجہ جے دہج سنگھ ایک خاص انداز سے اٹھ کھڑا ہوا..... اس کی آنکھوں میں چیتے کی آنکھوں جیسی وحشی چمک تھی..... راجکماری چندر کانت اور درباری بھی اٹھ کھڑے ہوئے..... درباریوں نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیے..... مہاراجہ نے کہا! ہم کچھ دیر بعد راجکماری کے محل میں قیام کریں گے۔

اس کے بعد مہاراجہ اور راجکماری بغلی دروازے سے باہر نکل گئے..... راجکماری چندر کانت کا محل بڑا خوبصورت اور شاندار تھا نیلے رنگ

کے خوبصورت پتھروں کی اینٹوں سے بنے ہوئے اس محل کی بالکونیوں برجوں اور میناروں کو سنگ مرمر سے تراشا گیا تھا..... رنگوں کے اس حسین امتزاج نے اس محل کو شان و شوکت خوبصورتی اور فن تعمیر کا اچھوتا شاہکار بنا دیا تھا..... اس وقت راجکماری کا یہ محل رنگوں اور روشنیوں کا پراسرار طلسمی جزیرہ لگ رہا تھا..... برآمدوں، راہداریوں غلام گردشوں اور برجوں پر جگہ جگہ رنگ برنگے شیشوں کی بنی ہوئی قندیلیں جگمگا رہی تھیں..... مشکبار دھوئیں کے سرمئی دھند لکے روشنیوں کی لہروں پر اسراروں کی طرح لہراتے پھرتے تھے..... رات کا پہلا پہر جاری تھا..... مہاراجہ اور راجکماری ایک ساتھ محل میں داخل ہوئے تو نقیبوں اور چاؤشوں نے اونچی آوازوں میں روایتی جملوں کو ادا کرنا شروع کر دیا..... جس طرح سے مہاراجہ اور راجکماری کا گزر ہوتا تھا۔ ہوشیار..... نگاہ روبرو..... مہابلی گگن منڈل کا مہاراج..... تشریف لا رہا ہے..... ہوشیار..... راجکماری کی نازک اندام پر جمال سہلیاں اور داسیاں اپنے مرمریں ہاتھوں پر چاندی کی تھالیوں پر جلتے ہوئے چراغ لیے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں.....

راجکماری کی خوابگاہ میں پہنچ کر مہاراجہ نے سہلیوں اور کنیزوں کی طرف دیکھ کر دبدبے سے کہا! ''تخلیہ!

راجکماری کی خوابگاہ خوابوں اور پراسراروں کی دلکش جادوئی جنت کی طرح دلفریب تھی چھت کے ساتھ ایک بہت بڑا فانوس جگمگا رہا تھا..... فرش پر نیلے رنگ کا زرنگار قالین بچھا ہوا تھا..... محرابی دروازے پر ریشمی پردہ لہرا رہا تھا اور طاقوں میں چھوٹے چھوٹے چراغ روشن تھے..... راجکماری کی مسہری کے سرہانے ایک خوبصورت منقش تپائی پر برہما کی مقدس مورتی رکھی ہوئی تھی..... مورتی کے چرنوں میں موتیے کے پھول پڑے ہوئے تھے۔ مہاراجہ مسہری پر بیٹھ گیا۔ راجکماری اس کے قدموں میں قالین پر دوزانو ہو کر بیٹھی تھی.....

مہاراجہ نے راجکماری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم علیحدگی میں ہم سے کچھ کہنا چاہتی تھی..... کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔ ہم پورے دھیان سے تمہاری بات سنیں گے۔

راجکماری نے ادب سے مہاراجہ کے قدموں کو چومتے ہوئے کہنا شروع کیا! ہم پتا مہاراج سے راج پاٹ کی بہت ساری الجھنوں کے بارے میں اپنے انوبھاؤ اور تجربے کے مطابق باتیں کرنے کی آشا رکھتے تھے۔ پرنتو یوگی جی کے دھیانوگ آسن کے بھاشن سن کر ہمیں وشواش ہو گیا ہے ہماری وچاریں غلط ہیں..... اور مہاراج کی اچھا بھگوان کی لگتی ہے..... مہاراج تم ودوان اور مہان ہو۔

مہاراجہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! چندرکانت تم ہمارے من کی شوبھا اور گھور اندھیروں میں آشاؤں کے روشن چراغ کی طرح ہو..... تم ہماری آتما ہو..... تم اس دیش کی سندرتا ہو.....

راجکماری نے مہاراجہ کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا! مہاراج کی بڑی کرپا ہے..... ہمارے خیال میں اس بات کا الٹا کر اس طرح کہا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا..... کہ مہاراج ہماری دنیا کے دیپ ہیں مہاراج سب کچھ ہیں اور ہم کچھ بھی نہیں ہیں..... ہمارا کون ہے..... مہاراج کے سوا اس بھرے سنسار میں ہمارا کوئی دردمند نہیں ہے.....

مہاراج نے راجکماری کو اٹھا کر اپنے قریب بیٹھاتے ہوئے کہا! چندرکانت ایسی یاس بھری باتیں نہیں کیا کرو ہمارا من دکھی ہو جاتا ہے..... ہم دھیرج اور شکتی کے پربت کی طرح مضبوط ہیں پرنتو کبھی کبھی تمہاری ایسی باتیں ہمیں ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں..... لگتا ہے تم اندر ہی اندر کسی

بھیانک وشا میں ڈوب کر ٹوٹتی پھوٹتی جارہی ہو...... کسی انجانے کرب کی گھٹنائیوں کا آسیب تمہاری آتما کو گھائل کر رہا ہے...... ہم مہاراج ہیں...... ہماری شکتی کو لوگ بھگوان کی شکتی کہتے ہیں...... وہ کونسی ایسی گھمبیر کلپنا ہے جس کا سمرن تم نہیں کر سکتی...... تم اپنے سارے دکھ سارے غم اور سارے بروگ ہماری جھولی میں ڈال دو...... اس سنسار کا کوئی روگ ایسا نہیں ہے جس کا علاج ہم نہیں کر سکتے۔ کہو بے دھڑک ہو کر کہو...... اپنے من کی اتھاہ میں چھپے ہوئے یاس کو اگل دو ہم سے تمہاری اداسیاں برداشت نہیں ہوتیں......

راجکماری نے مہاراجہ کے سینے پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا! پتا جی! مہاراج ہم اپنے بروگ کی کویتا سنائیں گے تو...... ناطوں کے بندھنوں کی گرہوں کو ٹھیس لگے گی...... بہت ٹوٹ پھوٹ ہوگی......

مہاراجہ نے چونک کر راجکماری کی طرف دیکھا! راجکماری کی جھیل جیسی شفاف اور گہری آنکھوں میں یاس کی ہلکی ہلکی لہریں ابھر رہی تھیں...... اس کی لمبی لمبی خوبصورت خمدار پلکوں پر اشکوں کی بوندوں کے انمول اور اچھوتے موتی لرز رہے تھے...... راجکماری خاموش ہوگئی...... مگر اس کی خاموشی ان گنت ان کہی ان سنی کہانیوں کو جنم دے رہے تھی......

مہاراجہ نے کہا! لگتا ہے تم خوش نہیں وجے کمار تمہیں پسند نہیں ہے...... کھل کر بات کرو...... تم وجے کمار کو کیوں ناپسند کرتی ہو...... وہ تمہارے چچا بادل سنگھ سورگ باش کا بڑا بیٹا ہے۔ وجے ہماری سینا کا بہادر اور بانکا سینا پتی ہے۔ تمہیں پیار کے اتنے گہرے اور خون کے اتنے اٹوٹ رشتے کو نظر انداز کرنے سے پہلے بہت کچھ سوچنا پڑے گا...... اتنے قریب اتنے پیارے اور اتنے قیمتی ناطے اتنی آسانی سے نہیں توڑے جاسکتے...... تم نے تو بڑی بے باکی سے ناطوں کا خون بہا دیا ہے...... ہمیں بہت دکھ ہوا ہے......

راجکماری کا یاس گہرا ہوتا جارہا تھا اس کی آنکھوں میں چیختی چلاتی خاموشیوں کے ورد سلگ رہے تھے......

مہاراجہ نے ناگواری سے کہا! ہم جاننا چاہتے ہیں......

راجکماری نے تڑپ کر غصے سے کہا! پتا جی! مہاراج کو اپنے لفظوں کی سنگینی اور بے رحمی کا احساس ہونا چاہیے۔

مہاراجہ نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا! شاید ہم نے غصے میں بڑے ناروا اور بے ہودہ قسم کے لفظوں کا استعمال کیا ہے...... ہمیں شما کردو...... ہم اپنی غلطی اور زیادتی کو تسلیم کرتے ہیں پرنتو تم بھی وچن دو کہ آئندہ تلخ و تند باتوں کا اعادہ نہیں کروگی...... ہماری نظروں میں وجے ایک بہترین نوجوان ہے...... ہم مردم شناس ہیں تمہیں ہماری انتخاب کو سویکار کر لینا چاہیے۔

راجکماری سلگتی ہوئی سوچوں کی چتا میں سلگ رہی تھی...... اس کی نگاہوں کے سامنے دور دور تک اندھیرے پھیلے ہوئے تھے...... امیدوں آشاؤں اور ارمانوں کے سارے چراغ بجھ گئے تھے...... نراش کے اندھیروں میں ڈوب ہوئی راجکماری نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی بجائے ہمیں کسی خونخوار بھیڑیے کے بھٹ میں دھکیل دیا جاتا یا کسی خوفناک اژدھا زہریلے کے سامنے پھینک دیا جاتا تو بہت بہتر ہوتا...... وجے کمار کسی وحشی عفریب سے زیادہ ہولناک اور بھیانک ہے۔

مہاراجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تم وجے کو خونخوار بھیڑیے سے زیادہ خونخوار اور بھیانک سمجھتی ہو...... تمہاری نظروں میں وجے

کمار اژدھا کی طرح زہریلا ہے تم نے اپنے منگیتر کو عفریب کی طرح ہولناک اور ڈراؤنا کہا ہے ہم تمہاری و چاروں سے اتفاق کرتے ہیں...... وجے کمار درندے کی طرح بے رحم اور خون آشام ہے وہ اژدھے کی طرح پھرتیلا اور زہرناک ہے...... وہ کسی عفریت کی طرح بڑے غیر محسوس انداز سے اپنے دشمن پر حاوی ہو جاتا ہے...... وجے کی انہی خوبیوں نے ہمیں متاثر کیا ہوا ہے۔ وہ غیر معمولی صلاحیتوں اور پراسرار طاقتوں کا پیکر ہے...... ہم نے اپنی راجکماری بیٹی کے لیے بہترین پتی دیو کو انتخاب کیا ہے...... مستقبل میں تم ہمارے انتخاب کو سراہو گی...... ہم نے طاقت کے ناقابل تسخیر پربت سے تمہارا ناطہ جوڑا ہے...... اور تمہیں ہمارے فیصلے پر ناز ہونا چاہیے......

مہاراجہ جانے لگا تو راجکماری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔ پتا جی مہاراجہ ہم نے سنا ہے کہ پریم اور لگن کے سمبندھ آکاش پر ہوتے ہیں۔

مہاراجہ نے تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ ہمارا فیصلہ آکاش کے بھگوان کے فیصلے کی طرح اٹل اور انمٹ ہوتا ہے......

راجکماری نے مہاراجہ کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا! ہم سے نادانی ہوئی ہے ہمیں شما کر دو...... آج کے بعد ہم کوئی آشا نہیں کریں گے...... ہم جیون بھر چپ رہیں گے ساگر کی باوری لہروں کی طرح اپنی آتما کی اتھاہ گہرائیوں کے گردابوں میں گم رہیں گے......

مہاراجہ نے راجکماری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! چندرکانت ہم تمہیں مہارانی کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں...... تمہیں ہماری آشاؤں ہماری کامناؤں اور ترشناؤں کی تصویر بننے کے لیے مہا کالی مہا سری اور بھوت نا تنگی کا روپ دھارنا پڑے گا...... تم درگا ماتا کے شیما والے روپ کی پوجا کرو۔ تمہاری آتما کی کلپنا مہا شانتی کے کال میں سکھی رہے گی......

مہاراجہ نے برہما کی مورتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! برہما کی مورتی مندروں اور بھگتوں کی گھپاؤں میں اچھی لگتی ہے...... مہاراجوں مہارانیوں اور راجکماریوں کے محلوں میں اس کی پتسیا بجر ویدوں کی ودیا کے خلاف ہے۔

راجکماری نے حیرت بھری نظروں سے مہاراجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! پتا جی مہاراج درگا ماتا کے بھوت نا تنگی کے رُوپ کی پوجا کے لیے تو خون کی بوندوں کی بندیا چکانی پڑتی ہے۔

"مہاراجہ نے ایک وحشیانہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تم خون کی چند بوندوں کی بات کرتی ہو ہم تمہارے ماتھے کی بندیا کی خاطر خون کی ندیاں بہا سکتے ہیں...... تم مہا کالی بھوت نا تنگی کی پوجا شروع کرو...... ہم روزانہ ایک آدمی کو قتل کر کے اس کا خون درگا ماتا اور تمہارے چرنوں پر بھینٹ چڑھائیں گے......

راجکماری روح کی گہرائیوں تک لرز گئی...... اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! نہیں! مہاراج نہیں...... ہم کسی نردوش کے خون کو بندیا کی طرح اپنے ماتھے پر نہیں چمکا سکتے...... مکتی کے سادھن کی اوگھٹ راہوں کو ہم اپنے لہو کی روشنائی سے روشن کریں گے۔

مہاراجہ نے راجکماری کی جھیل جیسی گہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا! ہم اپنی بیٹی کو خون کی ندیوں میں تیرنا سکھائیں گے......

مہاراجہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔

آسام کی کومل سانولی سلونی راجکماری چندر کانت کی ستاروں جیسی روشن اور خوبصورت آنکھوں میں یاس کا دھواں سا چھا گیا..... مہاراجہ کے لفظوں کی سنگینی اور بے دردی اسے رونے کے لیے مجبور کر رہی تھی.....

پونم راجکماری کی خواب گاہ میں داخل ہوئی اور راجکماری نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا! پونم! پتا جی مہاراج نے ہمیں نراس کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا ہے.....ہم سے جیون کا ادھیکار چھین لیا ہے.....ہم اس ظالم سماج میں زندہ نہیں رہیں گے.....ہم جیو ہتیا کر کے اس ان دیکھی دنیا میں چلے جائیں گے جہاں اپنائے اور ظلم نہیں ہوتا..... جہاں آکاش اور دھرتی ایک دوسرے کو گلے لگا رہے ہیں.....ہم وہاں چلے جائیں گے مہاراجہ کا من ہماری پریت سے خالی ہے.....

پونم نے راجکماری کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا! راجکماری! دھیرج سے حالات کا مقابلہ کرو گی تو نراس کے اندھیرے آس کے اجالوں میں بدل جائیں گے.....تم تنہا نہیں ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم اپنے جیون کی بھینٹ دے کر تمہاری آشاؤں کو رنگوں سے سجائیں گے.....تم بہادر اور نیک دل راجکماری ہو..... بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا بات کیا ہوئی ہے؟ مہاراجہ کا من تمہاری پریت سے خالی کیسے ہوا؟

راجکماری نے اپنے دھانی رنگ کے دوپٹے کے پلو سے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا! پتا جی ہمیں بھوت ناگنی کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں.....وہ ہمیں مہا کالی مہا سری بنانا چاہتے ہیں.....ہم مہاراجہ کی اچھا کی کارن خونخوار چڑیل نہیں بن سکتے.....ہم ایک بے رحم راکھشش اور خونخوار بھیڑیے کے گلے میں منگل سوتر کی لڑی ڈال کر مہا پاپی نہیں بنیں گے..... برہما کی بھگتی کے گیان کی روشنی ہماری آتما کی شناخت ہے..... ہم پریم کو نروان کی سیڑھی سمجھتے ہیں.....ہم مہاراجہ کی بھیانک آشاؤں کے سامنے ماتھا نہیں ٹیکیں گے.....ہم بغاوت تو نہیں کر سکتے..... پرنتو جیو ہتیا اور خودکشی تو کر سکتے ہیں ہم ستی ساوتری ہیں ہم اپنی آتما کی کلپنا کی لاج رکھیں گے۔

پونم نے راجکماری کو مسہری پر بیٹھاتے ہوئے کہا! چندر کانت تم پورن ماشی کے چندن کی طرح کومل سندر اور پوتر ہو.....تم اندھیروں کی بھیانک گھورتاؤں میں جلتے ہوئے دیپ کی طرح ہو تم اس دیش کے ان گنت مجبوروں اور بے کسوں کی تپسیا اور دھیان یوگ کی چھاؤں تلے زندہ ہو تم زندہ رہو گی.....لاکھوں مظلوموں کی دعائیں تمہیں مرنے نہیں دیں گی.....تم مر کر بھی زندہ رہو گی بھگوان نے تمہیں گمنامی کے اندھیروں میں ڈوب جانے کے لیے پیدا نہیں کیا.....ہمیں وشواش ہے تم صبح کے ستارے کی طرح اس دیش کے مقدر کے ماتھے پر چمکو گی۔

راجکماری نے پونم کی طرف گہری اور پر امید نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا! تمہارے وشواش کی بنیاد کیا ہے۔

پونم نے راجکماری کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! پریم ودیا سے تمہارا لگن ہمارے وشواش کی بنیاد ہے.....اور ہم سمجھتے ہیں .....امن اور آشتی کے آدرش کی جوت اندھیروں کو پاش پاش کر دے گی۔

راجکماری نے کسی قدر پر امید ہو کر کہا! تم سمجھتی ہو ہم اس بے درد سماج کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

پونم نے مسکراتے ہوئے کہا! تم تاریخ کے سارے دھاروں کے رخ بدل دو گی..... پرنتو کس طرح.....ہم تنہا ہیں.....ایک تنہا اور بے کس راجکماری کس طرح شکتی کے ہولناک پربتوں کو ریزہ ریزہ کر سکتی ہے۔

پونم نے کہا! راجکماری تم ودوان دیوی ہو..... تم مہاشانتی کا جادوئی سنسار ہو..... تمہارا من بھگوان کا سنگھاسن ہے..... تم سب کچھ جانتی ہو..... تمہیں جانکاری ہے کہ روشنی کی ایک چھوٹی سی کرن کس طرح مہیب اور ڈراؤنے اندھیروں کے ساگر کو سندر سویروں کے کومل اجالوں میں بدل دیتی ہے۔

راجکماری نے پونم کا ماتھا چوم کر کہا! پونم تم ہمارا دھیرج ہو..... تم ہمارا حوصلہ اور ہمت ہو..... پربھو نے تمہاری آتما کو نراس کے اندھیروں سے بچا بچا کر رکھا ہوا ہے۔

راجکماری بڑے وقار کے ساتھ ایک نئے عزم کی روشنی بن کر اٹھی اور برہما کی خاموش مقدس مورتی کے چرنوں پر ماتھا ٹیک کر پراتھنا کے انداز میں گڑگڑا کر کہنے لگی..... تم برہما ہو تم پربھو اور پرماتما ہو..... ہم تمہاری پوجا کرتے ہیں..... تمہاری پوتر پریت کا ساگر ہماری آتما میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے..... ہم نے ہمیشہ تمہی سے رکھشا اور سہایتا کی بھیک مانگی ہے..... سمے نے ہمیں ایک کٹھن وشا سے دوچار کر دیا ہے..... ہمارے سامنے ایک اوگھٹ راستہ آ گیا ہے..... ہمارے چاروں طرف ظلم اور اینائے کے گھور اندھیرے پھیلے ہوئے ہیں..... اور ہمیں ان اندھیروں میں ڈوب جانے کی سزا سنائی گئی ہے۔ ہمیں موت کے بیوپاریوں کے گھناؤنے کاروبار میں شریک ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تم جانتے ہو پرماتما ہماری آتما پھول کی طرح کومل ہے..... ہم ظالم اور بے رحموں کے ساتھ نہیں چل سکتے..... ہمیں اپنی کرپا کے سائے تلے چھپا لو۔

راجکماری کی آنکھیں چھم چھم برس رہی تھیں..... پونم نے چاندی کی خوبصورت سامگری میں دیے جلا کر پہلے برہما کی آرتی اتاری اور پھر ساگر کی مقدس مورتی کے چرنوں میں رکھ کر راجکماری کو اٹھاتے ہوئے کہا! راجکماری چنتا کے روگ سے اپنے من کو دکھی نہیں کرو..... دھیرج سے کام لو حوصلے سے اور ہمت سے حالات کی بے رحمیوں اور بے دردیوں کا مقابلہ کرو۔ کچھ بھی نہیں ہوگا..... ظلم کی آندھیوں کا زور دائمی نہیں ہوگا..... وقت اپنی اندھیروں کی خوفناک اور ہولناک تاریک کوکھ سے اجالے جنم لیتے ہیں..... تمہارے لیکھوں پر اندھیروں کا یہ تسلط مستقل نہیں ہے تمہاری آتما پرماتما کی لگن کے اجالوں سے روشن ہے..... ہمیں وشواش ہے..... پربھو کی کرپا تمہیں اندھیروں میں گم ہو جانے سے بچائے گی..... ویدوں اور شاستروں میں پریم ودیا کو نروان کی بھگتی کہا گیا ہے..... بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا..... چھل کپٹ کے آسیب تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے ظلم کو ہر حال میں ہارنا پڑتا ہے یہ فطرت کا پرانا دستور ہے۔

دھیرے دھیرے راجکماری کے چاند کی کرنوں جیسے کومل اور معصوم چہرے پر امیدوں کے رنگوں کی پھوار برسنے لگی..... اس کی بند آنکھوں کی لمبی لمبی پلکوں کی نوکوں پر طمانیت چھانے لگی..... پونم اس کی لمبی گھنیری ریشمی زلفوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ راجکماری خوابوں کے طلسم میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر بعد پونم دبے پاؤں راجکماری کی خواب گاہ سے نکل گئی..... باہر نکل کر اس نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! بھگوان! ہم راجکماری کی رکھشا کی بھیک مانگتے ہیں۔ راجکماری اس دیش کے لاکھوں دکھیوں کی دوا ہے۔ اگر اس کو کچھ ہو گیا تو مظلوموں کی امیدوں اور آشاؤں کی دنیا اجڑ جائے گی!

لمحوں کی رم جھم معمول کے مطابق تھی..... آسامی فوج کی تیاری آخری مراحل میں داخل ہو چکی تھی..... مہاماتر نے سینا پتی دوبے کمار اس

کے بھائی کرشن کمار اور خود مہاراجہ کی آشیر باد سے راجدھانی کے اندر جنگی جنون کی آگ بھڑکا رکھی تھی...... اسلحہ سازی کے کارخانوں میں دن رات کام جاری تھا۔ تیروں تلواروں نیزوں بھالوں اور اس دور کے تمام روایتی کار آمد ہتھیاروں کے انبار لگ چکے تھے۔ مہاراجہ جے دھج سنگھ بری طرح جنگی جنون کی وحشتوں میں مبتلا تھا۔ وہ ہر کام کی خود نگرانی کرر ہا تھا...... اس نے ایک فرمان کے ذریعے آسام کے تمام جنگلی اور پہاڑی قبیلوں کے وحشی لوگوں کے خون ریز لشکروں کو راجدھانی میں طلب کر لیا تھا۔ آسام کے جنگلی قبائل کے لوگ غیر متمدن اور بربریت کی زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ مہاراجہ ان قبائل پر بہت بھروسہ کرتا تھا۔ لوٹ مار، قتل وغارت گری اور رہزنی کی تمام تر برائیاں ان قبائل کو ورثے میں ملی ہوئی تھیں۔ مہاراجہ کو ان کی جفا شعاریاں ستم کاریاں اور بے باکیاں بہت پسند تھیں۔ ان قبائل میں پانکھو سنتھالی کوبلی بوڈو تھارو اور کوکی بہت مشہور تھے۔ وہ لٹیروں اور رہزنوں کی طرح چھپ چھپ کر جنگ کے دوران وارداتیں کرنے کے عادی تھے۔ ان کے پاس ہزاروں کی تعداد میں سدھائے ہوئے خونخوار کتے ہوتے تھے۔ یہ لوگ کسی خونی عفریت کی طرح اچانک حملہ آور ہوتے تھے اور لمحوں میں بربریت کی خونچکاں داستانیں رقم کر کے فرار ہو جاتے تھے۔ کتوں کی فوج کو بوڈوں کی ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر قوت سمجھا جاتا تھا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام وشنو جی تھا۔ وشنو کو آسام کے جنگلوں کا خوفناک درندہ کہا جاتا تھا۔ اس کی وحشتوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ وشنو کے لشکر کی یلغار کو موت کی یلغار سمجھا جاتا تھا۔ بوڈو قبیلہ باربٹیا کے علاقے میں آباد تھا۔ وشنو جی کا باربٹیا میں ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ باربٹیا کے پہاڑوں اور جنگل کی سرحدیں تبت کے بلند و بالا پربتوں سے ملی ہوئی تھیں...... بوڈو قبیلے کے لوگ پڑوسی ممالک کے باشندوں کے لیے دردسر کا باعث بنے رہتے تھے۔ ایک ماہ سے کم عرصے میں مہاراجہ نے اپنی عسکری قوت کو راجدھانی میں جمع کر لیا تھا۔ قلعے کے اندر اور باہر تا حد نظر لشکروں کے پھریرے لہراتے نظر آتے تھے۔

مہاراجہ قلعے کی بلند و بالا فلک بوس فصیل کے ایک برج میں کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ اس نے بڑے غرور اور تکبر سے ادھر ادھر دیکھ کر کہا! ہم ناقابل تسخیر ہیں...... اب ہماری مہان شکتی کے سامنے آکاش کو بھی سر جھکانا پڑے گا...... اس مرتبہ ہم بڑی آسانی کے ساتھ بنگال کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے...... ہمارے لشکروں کے قدم بنگال کی سرزمین کو روندتے ہوئے اس سنسار کے اس سرے تک پہنچ جائیں گے۔ جہاں آکاش اور دھرتی ایک دوسرے کو گلے لگا رہے ہیں...... ہماری شکتی اور دہشت کا پھریرا ان جانے اور ان دیکھے دیشوں پر لہرائے گا۔

مہاراجہ خاموش ہوا! تو وجے کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھگوان نے مہاراجہ کو شکتی اور طاقت کا دیوتا بنا دیا ہے۔ ہم پورے وشواش سے مہاراجہ کے گیان دھیان کے سامنے سر جھکاتے ہیں...... ہم ان پربتوں کی بلند و بالا چوٹیوں کو مہاراجہ کے چرنوں میں جھکا ہوا دیکھ رہے ہیں...... ہمالیہ کی ہیبت ہمارے مہاراجہ کے سامنے سرنگوں ہے۔

مہاراجہ نے وجے کمار کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا! وجے تم ہمارے بیٹے ہو...... ہمیں تمہاری بہادری پر ناز ہے...... تمہاری شخصیت متاثر کن ہے...... تم اپنے سورگ باشی پتا بادل سنگھ مہاراج کی طرح عزم وہمت کے پہاڑ ہو۔

وجے کمار نے مہاراجہ کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا۔ ہم جو کچھ بھی ہیں...... اپنے چچا مہاراج کی نسبت سے ہیں...... ہم مہاراج کے سیوک ہیں۔

مہاراجہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہمیں معلوم ہے تمہارا ہر قدم ہماری طاقت اور شکتی میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔

وجے کمار نے کہا! ہمارا جیون مہاراجہ کی آشاؤں کا ایک رنگ ہے پرنتو نہ جانے کیوں......

وجے بولتا بولتا خاموش ہوگیا۔ تو مہاراجہ نے کہا! کہو بے دھڑک اور بے خوف ہو کر کہو ہم تمہاری ہر بات کو پسند کریں گے۔

وجے کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! شما کرنا مہاراج! ہم بہت وچار کرتے ہیں کبھی کبھی تو پہروں وچاروں میں ڈوبے رہتے ہیں پرنتو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ نجانے راج کماری ہم سے کیوں ناراض رہتی ہے لگتا ہے وہ ہمیں پسند نہیں کرتی رام جانے ہمارا اور راجکماری کا سنجوگ کس طرح پروان چڑھے گا۔

مہاراج نے کہا! چنتا کی کوئی بات نہیں۔ وہ تمہاری ہے تمہاری رہے گی۔

وجے کمار نے آہستہ سے کہا۔ مہاراج کی کرپا ہے۔

مہاراجہ نے برج سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ ہم نے راجکماری کو سمجھا دیا ہے اس کو تمہارے مرتبے اور رشتے کا احترام کرنا پڑے گا اور اگر اس نے اپنی دھارمک وچاروں کو چھوڑ کر راجکماری بننے کی کوشش نہیں کی تو ہم پتا کی بجائے مہاراج بن کر اسے سمجھائیں گے اور تم جانتے ہو کہ جب ہم کسی کے ساتھ مہاراجہ کے لہجے میں بات کرتے ہیں تو مورکھ سے مورکھ کو بھی ہماری باتوں کی سمجھ آجاتی ہے۔ راجکماری ہماری بیٹی ہے ہم اسے کسی مندر کی دیوا داسی نہیں بننے دیں گے۔

ایک روز آسام کے مہاراجہ نے مہاماترکاشی رام اور دوسرے معززین کو بلا کر کہا! ہم نے یلغار کی تمام ضروری تیاریاں مکمل کر لی ہیں ہماری سینا پوری طرح تیار ہے اور ہمارے حکم کی منتظر ہے...... آج تمہیں لوٹ جانے کی آگیا دی جاتی ہے...... ہم بنگال کی ساری ہندو جنتا کو اپنے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں...... ہندوؤں میں بیداری کا شعور اور نجات کا جنون پیدا کرنا تمہارا کام ہے...... ہم بغیر کسی تاخیر کے تمہارے پیچھے بنگال پہنچ رہے ہیں...... ہوسکتا ہے ہم اپنی سینا کے ہراول دستوں کو کل ہی روانہ کر دیں...... ہمارا پہلا پڑاؤ بھدریک کی بستی میں ہوگا...... جو دملادیوی کا جنم استھان بھی ہے۔ ہم اپنی فتح اور کامرانی کا پہلا پھریرا اس بستی پر لہرانا چاہتے ہیں جس پر مسلمانوں نے اپنی مذہبی برتری کا پرچم لہرا کر ہندو جنتا کی آتماؤں کو چھلنی کیا ہے۔

مہاماترکاشی رام نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ مہاراج ہم دیوتا بھگوان کے مندر کے مہاماتروں مہادیوں بھگتوں اور پجاریوں کو بنگال کی دھرتی کو طول و عرض میں پھیلا دیں گے اس کے علاوہ ہم بڑی رازداری سے سرکردہ مسلمانوں کو قتل کروا کر ملک میں اشتعال انگیزی بدامنی اور غیر یقینی کی فضاء پیدا کر دیں گے۔

مہاراجہ نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا! کاشی رام تم بالکل مورکھ ہو۔ تم احمق ہو اس طرح تو ہندوؤں کے سنجیدہ طبقے کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ اور زیادہ بڑھ جائیں گی مسلمانوں کی بجائے ہندو دھرماتماؤں کا خون بہایا گیا تو ہندوؤں میں قدرتی طور پر بغاوت کا اشتعال بڑھے گا۔

کاشی رام نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراجہ کا مشورہ کسی وِدوان دیوتا کا مشورہ لگتا ہے...... ہم مسلمانوں کی بجائے چند ہندو مہاتماؤں کی خونریزی کا سمبندھ کریں گے۔

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! یہ کام بہت ضروری ہے جب تک بنگال کی ہندو جنتا مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑے گی ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے...... ہمارے سپنے سپنے ہی رہیں گے...... اس مرتبہ ہم ہر صورت اور ہر قیمت پر بنگال کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔

☆

ایک سچے مسلمان کی یہ شناخت بڑی نمایاں اور بڑی منفرد ہوتی ہے کہ وہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے خمار سے ہر وقت سرشار رہتا ہے۔ظلم وستم اور قہر واستبداد کے خونی عفریتوں کے خلاف ہر جگہ ہر وقت اور ہر کہیں بر سر پیکار رہتا ہے۔مظلوموں بے سہاروں اور بے نواؤں کی داد رسی اور مدد کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتا ہے۔امن اور آشتی کے لیے جدوجہد کرتے رہنا ہی ایک مومن کی شان اور شناخت سمجھی جاتی ہے اسلام نے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔آسام کے مہاراجہ کی جنگی تیاریوں اور متوقعہ حملے کے خطرات کے پیش نظر مسلمان بھی جنگی تیاریوں میں مصروف تھے۔

نادر خان کی بستی مرکز نگاہ بنی ہوئی تھی۔کیونکہ حلقہ بگوش اسلام ہونے والی ہندو دیوی اور اس کا باپ بستی میں مقیم تھے۔گزشتہ سطور میں قارئین نے مطالعہ کرلیا ہوگا کہ وملا دیوی دکھوں دردوں اور مصیبتوں کی کیسی کیسی دشوار گزار سنگلاخ اور ہولناک گھاٹیوں کو عبور کر کے اسلام کی وادی ایمن میں لہولہان ہو کر پہنچی تھی۔ویسے تو مسلمان بلا امتیاز اور بغیر کسی تفریق کے ہر مظلوم کی ترجیحی بنیادوں پر امداد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں......پھر ایک تو مسلم گھرانے کی حمایت تو ان کا مذہبی فریضہ بن چکا تھا۔مسلمان اپنے ناموس کی حفاظت سے غافل نہیں ہوسکتا۔

وملا دیوی اب کلثوم بن کر پورے عالم اسلام کی غیرت و حمیت کا نازک اور بڑا احساس مسئلہ بن چکی تھی۔اس کے ناموس کی حفاظت اور اس کی عصمت کی نگہداشت کی خاطر مسلمان قوم اپنی شاندار روایات کے مطابق ہزاروں قیمتی جانوں کی قربانی دینے کو تیار تھی۔جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماترے نے آسام سے واپس آکر طے شدہ منصوبے کے مطابق تخریبی کارروائیوں کا مذموم اور گھناؤنا سلسلہ شروع کردیا تھا۔کشیدگی تخریب کاری اور دہشت گردی کی تکلیف دہ صورتحال کی سنگینی بھدریک اور اس کے گردونواح کے دیہاتوں تک پھیل چکی تھی۔

حاکم بنگال علی قلی خان آسام کے مہاراجہ کے خوفناک ارادوں اور جارحانہ عزائم سے باخبر ہو چکا تھا۔نادر خان صوبائی دارالحکومت کو بانی سے لے کر مرکزی دارالحکومت تک ایک طوفانی دورہ کر کے واپس آچکا تھا۔بستی کی حفاظتی فصیل کی مرمت اور مضبوطی کا کام کافی حد تک پایہ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔فصیل پر جگہ جگہ پتھروں کے انبار لگادیئے گئے تھے۔اسماعیل، موہن، ہاشم، ششیکھر اور چندن بستی کے نوجوانوں کو اسلحے کے استعمال کی تربیت دے رہے تھے۔جنگ کی گھنگھور گھٹائیں بڑی تیزی سے علاقے پر چھا رہی تھیں دور دراز کے دیہاتوں کے لوگ قافلوں کی شکل میں نادر خان کی بستی میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ان کے لیے فصیل کے اندر خیمے اور چھولداریاں لگادی گئی تھیں۔نادر خان کے لنگر خانے سے سب کو کھانا مہیا کیا جارہا تھا۔حاکم بنگال کا جواں سال اور جواں ہمت بیٹا عادل خان ایک بڑے لشکر کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔

ایک روز مولوی نور محمد نے جہاد اور شہادت کے فلسفے پر خطبہ دیتے ہوئے کہا! جہاد کشور کشائی اور ہوس ملک گیری کا نام نہیں بلکہ مظلوموں بے سہاروں اور بے نواؤں کی دست گیری اور چارہ سازی کا دوسرا نام ہے۔نظام عدل کے قیام کے لیے کی جانے والی پرخلوص جدوجہد کو جہاد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے......طاقت کے غرور کے نشے میں بدمست ہو کر بڑے لوگ چھوٹے لوگوں کو کچلنا شروع کردیتے ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ خدا کی ساری خدائی ان کے سامنے سربسجود رہے اور اس کائنات کا سلسلہ حیات ان کے ناپاک عزائم کے مطابق چلتا رہے۔وہ اپنے سروں پر شان

خداوندی کے تاج سجا کر ہلاکتوں اور خونریزی کی خوفناک کہانیوں کو جنم دیتے رہتے ہیں...... خداوند کریم نے سرکشوں کی سرتابیوں اور طاغوتی بدکاریوں کی سرکوبی کے لیے اپنے محبوب محمد مصطفی ﷺ کے سایہ رحمت تلے قیام قیامت تک کے لیے سرفروشوں اور جانبازوں کی ایک ایسی ناقابل شکست جماعت تیار کردی ہے جو ہر فرعون کو رسوائی کے ساتھ وقت کے سمندر میں غرق کر دیتی ہے۔ اس وقت اس عہد کے ایک ظالم فرعون نے حق پرستوں کو پھر ایک کڑی آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔ باطل مٹنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔ ہمیں آسام کے مہاراجہ کی یلغاروں کی کوئی پرواہ نہیں ہم ثابت قدم رہیں گے دکھ تو اس بات کا ہے کہ سینکڑوں بے گناہوں کا خون بہایا جائے گا...... شاید یہ بھی فطرت کا قانون ہے کہ ان گنت ستاروں کے خون کے بعد صبح کے اجالے جنم دیتے ہیں۔

اس کے بعد نادر خان نے بستی کے ہندوؤں مسلمانوں اور باہر سے آئے ہوئے دہقانوں کے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا! عزیزو اس وقت ہم ایک ایسی سنگین صورتحال سے دوچار ہیں۔ جس کی داستان غم خون کی روشنائی سے لکھی جائے گی۔ ہم پر ایک ہولناک جنگ مسلط کی جارہی ہے۔ ہم آسامیوں کی عسکری قوت اور بربریت سے مرعوب اور خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہم نے ایسے ہزاروں زہریلے سانپوں کو اپنے قدموں تلے کچلا ہوا ہے۔ موت کو شہادت سمجھنے والے موت سے نہیں ڈرتے۔

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا۔ سپاہی نہ بننا کوئی جرم نہیں مگر سپاہی بن کر ہتھیار سجا کر اور کارزار وقت میں قدم رکھ کر پیچھے بھاگنا بہت بڑا جرم ہے۔ جس کی کم سے کم سزا موت ہوتی ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارا کوئی ساتھی کسی وجہ سے میدان جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ بنگال کے حاکم کا جواں سال باہمت بیٹا عادل خان ایک بڑے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے اور اس وقت ایک اہم مہم کے لیے تیاری کر رہا ہے۔ حاکم بنگال خود ایک لشکر کے ساتھ دارالحکومت سے روانہ ہو چکے ہوں گے امید ہے پرسوں تک وہ بھی پہنچ جائیں گے......!

اس لمحے سوامی منوہرلال نے ایک سادھو کو سردار نادر خان کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا! سردار! یہ کم بخت نہ جانے کس طرح پچھلی رات کو پہرے داروں کی نظروں سے بچ کر بستی میں داخل ہوا ہے۔ ہم نے اس کے زہریلے بھاشن سنے ہیں اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کو سرعام قتل کر دیا جائے۔

سادھو کے بھاری بھر کم جسم پر راکھ کا بھبھوت ملا ہوا تھا۔ اس پر خوف اور دہشت کا عالم طاری تھا......

اسماعیل نے ہاشم کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا! ہاشم اس بدروح کو پہچاننے کی کوشش کرو؟

ہاشم نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر چونکتے ہوئے کہا! ''اوہ خدایا! یہ تو وہی ذلیل آدمی ہے جس کو ہم جگن ناتھ کے مندر سے اپنے ساتھ لائے تھے''

ہاشم کی بہت کچھ سوچتی ہوئی نظریں سادھو کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اپنے ان گنت سوالوں کے جواب ڈھونڈ رہی تھیں۔

اس نے اسماعیل کی طرف دیکھ کر کہا! لگتا ہے یہ کلثوم کا سراغ لگانے آیا ہے؟

اسماعیل نے کہا! ''تم ٹھیک کہتے ہو'' مگر ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ اس خبیث نے غریب کامنی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔

اسماعیل نے آگے بڑھ کر نادر خان کے کان میں ساری بات کہہ دی۔ نادر خان نے سوامی منوہر لال سے کہا! اس کو حویلی کے زندان میں بند کر دیا جائے۔ اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے۔

سادھو کو حراست میں لے کر زندان میں بند کر دیا گیا۔ نادر خان نے روانہ ہو جانے کا حکم دیتے ہوئے کہا! اپنی اپنی جگہ پر چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ دشمن نے تخریب کاری کی زیر زمین کارروائیوں کا ناپاک دھندا شروع کر دیا ہے۔

اس کے بعد نادر خان جگ جیون سوامی منوہر لال اور چند دوسرے معززین کے ہمراہ حویلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ زندان کی کوٹھڑی میں سادھو کے چہرے پر موت کی زردی چھائی ہوئی تھی۔

اس نے نادر خان کو دیکھ کر دہشت اور خوف سے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! سردار ہم بہت بدکار ہیں ہمیں شما کر دیجئے!......

منوہر لال نے غصے سے کہا! ذلیل انسان تمہاری کم سے کم سزا موت ہے...... مگر یہ سزا کم ہو سکتی ہے بشرطیکہ تم چاہو تو!......

سادھو نے گڑگڑاتے ہوئے کہا!...... ''ہم ہر بات بتانے کو تیار ہیں''

موہن نے تلوار کی نوک اس کے سینے پر دل کے مقام کے قریب رکھتے ہوئے کہا! بتاؤ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم جگن ناتھ دیوتا کے پجاری ہو؟

اس نے اثبات میں سر ہلایا تو موہن نے دوسرا سوال کیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تمہیں یہاں وملا دیوی کا سراغ لگانے کے لیے بھیجا گیا ہے؟

سادھو نے ہاتھ جوڑ کر بڑی عاجزی سے کہا! ''ہمیں قتل کی دھمکی دے کر اس گھناؤنے کام پر آمادہ کیا گیا ہے''

اسماعیل نے کہا! ایک آخری سوال یہ بتاؤ۔ کامنی دیوی کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟

سادھو خاموش ہو گیا۔ الفاظ اس کے گلے میں پھندا بن کر اٹک گئے۔ نادر خان نے پورے جلال سے گرجتے ہوئے کہا! بتاؤ تم نے اس معصوم اور بے سہارا لڑکی کے ساتھ کیا کیا ظلم کیا ہے۔ کیا تم نے بستی والوں کو بتا دیا ہے کہ کامنی نے کلثوم اور احمد حسن کے بارے میں ہمیں اطلاع دی تھی۔ کیا تم نے انہیں بتا دیا ہے کہ جگن ناتھ کے مندر سے کلثوم اور احمد حسن کو رہا کروانے والے جانبازوں میں وہ بھی شامل تھی۔

سادھو پر لرزہ طاری تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی جارہی تھیں۔ اس نے فرش پر لیٹتے ہوئے کہا! ہمیں معاف کر دو۔ ہم بہت کمینے ہیں ہم سے ایسے سوال نہ کیجئے جن کے جواب ہماری آتما کے لیے اوگھٹ بن چکے ہیں۔ ہم صرف اتنا بتا دیتے ہیں اور سچ سچ بتا دیتے ہیں کہ وہ زندہ ہے اور اپنی حویلی میں قید ہے۔ اس کی قسمت کا فیصلہ مہاراجہ جے دھیج سنگھ کرے گا۔ مہاراجہ آج بھدر ریک پہنچ گیا تھا۔

موہن نے روتے ہوئے کہا! بے رحم انسان! کیا اس نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی تھی۔ ہمارے ساتھی تجھے قتل کر دینا چاہتے تھے مگر اس نے تمہاری جان بچائی...... بے رحم انسان تجھے انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے...... تو ایک ایسا احسان فراموش ہے جس نے تجھے موت سے بچایا تو نے اسی کو سانپ بن کر ڈس لیا۔

''نادر خان نے کہا!'' تم قابل رحم نہیں ہو۔ مگر تم نے ہمیں خدا اور رسول ﷺ کا واسطہ دیا ہے۔ سر دست ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے تم زندان میں رہو گے۔ اگر کامنی بچ گئی تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا اور اگر خدانخواستہ اس کی زندگی کا چراغ بجھا دیا گیا تو ہم اپنے ہاتھوں سے تمہارے ٹکڑے

کردیں گے......تم قابل نفرت ہو۔

نادر خان تیزی سے پلٹا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا زندان کی عمارت سے باہر آ گیا۔

اس نے ہاشم اور موہن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تمہیں معلوم ہے ہم کامنی کو اپنی بیٹی سمجھتے ہیں......نہ جانے اس غریب پر کیا گزر رہی ہوگی......ہم بہت آزردہ ہو گئے ہیں۔وہ بے کسی کے حال میں ہماری راہ تک رہی ہوگی۔

نادر خان بڑی مشکل سے آنسوؤں کو ضبط کر رہا تھا۔اس نے کہا! تم اس وقت بھدر ریک کی طرف روانہ ہو جاؤ۔جس طرح بھی ممکن ہو کامنی کو مظلوموں کے ظلم سے چھڑا کر یہاں لے آؤ۔اگر تم نے اس بے کس اور بے گناہ کو مہاراجہ کے خونی پنجے سے آزاد کرا لیا تو یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

موہن، ہاشم اور شنکر اور پچاس ساٹھ دوسرے چیدہ چیدہ جانبازوں کا ایک دستہ دوپہر سے بھدر ریک کی طرف روانہ ہو گیا۔اسماعیل کو عادل خان کی فوج کے قیام اور طعام کے بندوبست کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔

جب دوسرے لوگ چلے گئے تو اسماعیل نے آزردگی سے کہا! خان بابا! ہاشم، موہن، شنکر اور دوسرے لوگ کیا سوچتے ہوں گے؟

نادر خان نے چونکتے ہوئے پوچھا! ''کیا سوچتے ہوں گے؟''

اسماعیل نے سر جھکا کر کہا! یہی کہ سردار نے اپنے بیٹے کو کڑی آزمائش سے بچانے کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔

نادر خان نے کہا! ہم نے ایک بڑے مقصد کے لیے تمہیں اپنے پاس رکھا ہے......ہم آج رات آسامی فوج پر شب خون مارنا چاہتے ہیں سردست کسی کو اس کا علم نہیں ہونا چاہیے......عادل خان کی فوج کا ایک بڑا حصہ بھدر ریک کے نواحی جنگلوں میں چھپا ہوا ہے۔تم شام کے قریب اپنے ساتھیوں کو لے کر ان سے جا ملو گے۔

اسماعیل نے خوش ہو کر نادر خان کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! خان بابا! ہمیں معاف کر دو''

''نادر خان ہنس پڑا''

ہاشم اور اس کے ساتھیوں نے بھدر ریک کو جانے والی عام شاہراہوں کو چھوڑ کر جنگل اور پہاڑ کا دشوار گزار راستہ اختیار کیا تھا۔وہ شام کے گہرے ہونے سے پہلے بھدر ریک کے نواح میں پہنچ گئے۔

ایک اونچی چٹان کے قریب گھوڑے سے اتر کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ہاشم نے کہا! ہم اپنی منزل کے قریب پہنچ گئے ہیں اس وقت ہم بھدر ریک کے مغرب میں کھڑے ہیں

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے شنکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔تم سب ساتھیوں سمیت یہاں ٹھہرو گے اور ہماری واپسی کا انتظار کرو گے۔موہن ہمارے ساتھ رہے گا۔ہم صبح تک واپس آ جائیں گے۔زیادہ سے زیادہ پہر چڑھے تک ہمارا انتظار کرنا اس عرصے تک اگر ہم نہیں آ سکے تو یہ سوچ کر لوٹ جانا کہ ہم گرفتار ہو گئے ہیں یا اپنے مقصد پر قربان ہو گئے ہیں۔

ششیکھر نے آزردگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہاشم تمہارے بغیر واپس لوٹ جانے کی بجائے ہم موت کے منہ میں چھلانگ لگا دینے کو زیادہ آسان سمجھیں گے۔

ہاشم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا! ششیکھر جذباتی نہیں بنو۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔ تم سب سپاہی ہو اور اس وقت اس ملک کی سالمیت کو ایک ایک سپاہی کی اشد ضرورت ہے ہمیں یقین ہے کہ ہم کامیاب ہو کر لوٹیں گے۔

پھر اس نے اپنے گھوڑے کی لگام ششیکھر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا! گھبراؤ نہیں۔ ہم اپنے اس گھوڑے پر سوار ہو کر تمہارے ساتھ واپس جائیں گے۔

ہاشم اور موہن دونوں اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر پیدل چل پڑے اور چند لمحوں بعد رات کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔ بھدریک کے اردگرد دور دور تک جلتی ہوئی مشعلوں کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ قہقہوں گیتوں اور چیخوں کا بے ہنگم شور برپا تھا۔ ہر طرف خیمے ہی خیمے دکھائی دے رہے تھے۔ بھدریک والوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مہاراجہ آسام دن ڈھلے بھدریک پہنچ گیا تھا۔ بھدریک والوں نے بستی کے سارے دروازے اس پر کھول دیئے تھے۔ مہاراجہ کامنی کی شاندار حویلی میں مقیم تھا۔ فوج کے بڑے بڑے سرداروں کا قیام بھی بستی کی فصیل کے اندرونی حصے میں تھا۔ شام تک آسامی سپاہی خیمے نصب کرتے رہے اس کے بعد وہ غیر مہذب غیر متمدن اور جنگلی لوگ درندوں کی طرح بستی پر ٹوٹ پڑے وہ گھروں میں گھس گئے۔ انہوں نے نوعمر لڑکیوں سے لے کر ادھیڑ عمر تک کی عورتوں کو اٹھا لیا۔ جس کسی نے مزاحمت کی جسارت کی اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ہر طرف شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ ظلم کے پروردہ سپاہی شراب کو پانی کی طرح پی رہے تھے اور بھدریک والوں کی آبرو کو بھیڑیوں کی طرح نوچ رہے تھے۔ بھدریک کے بچے بوڑھے اور جوان حیرتوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ایک چھوٹا سا وفد مہاراجہ کے سامنے پیش ہوا اور اسے بستی والوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم سے آگاہ کیا۔

مگر مہاراجہ نے برہم ہو کر کہا! جن لوگوں نے تمہاری آزادی کے لیے ایک خونریز جنگ لڑنی ہے ان کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنی جسمانی اور ذہنی آسودگی کے لیے اس قسم کے ہلکے پھلکے جشن کا اہتمام کر لیں۔

بستی کے بوڑھے مکھیا راج گوپال نے کہا! اگر مہاراج کی سینا کے یہ سورما مسلمانوں کی کول اور اچھوتی کنیاؤں سے اپنی جسمانی آسودگی کا جشن مناتے تو کوئی بات نہیں ہوتی۔ اپنے میزبانوں اور اپنے دھرم کے لوگوں کی عزتوں سے اس طرح کھیلنا بہت بڑا اپنائے ہے۔

سیناپتی وجے کمار نے تلوار کھینچ کر کہا" کان کھول کر سن لو۔ اگر کسی نے دوبارہ ہمارے سینکوں کے خلاف کوئی ایسی ویسی بات کی تو ہم اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اب دفع ہو جاؤ اور آئندہ اس قسم کی بکواس کے لیے مہاراجہ کے سامنے پیش ہونے کی جسارت نہیں کرنا۔

وفد شرمساری سے واپس آ گیا۔ ضمیر کے مجرموں کی جھکی ہوئی گردنیں آسامی سپاہیوں کے قہقہوں اور چیخ چلاتی بے بس لڑکیوں کی بے حرمتی کے ہولناک نظاروں کو دیکھ دیکھ کر اور زیادہ جھک گئیں۔ ہر گلی ہر گھر ہر کوچے اور ہر موڑ پر عصمتوں کے خون کی بوندیں دکھائی دے رہی تھیں۔ بستی والوں کی خوش فہمیاں دور ہو چکی تھیں۔

ہاشم اور موہن آسامی فوج کے پڑاؤ میں داخل ہو چکے تھے وہ فصیل کے ساتھ ساتھ گہرے اندھیرے میں ایک طرف بڑھ رہے تھے۔ چاند نکل آیا تھا اور چاندنی نے رات کے اندھیرے میں دلکش ملاحتیں گھولنی شروع کر دی تھی۔ قدم قدم پر بربریت وحشت اور درندگی کی ہولناکیوں کے دل دوز مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ معصوم اور اچھوتی لڑکیوں کی چیخوں سے ماحول سوگوار تھا۔ ایک ایک لڑکی کو دس دس سپاہیوں نے گھیرا ہوا تھا۔

ہاشم کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ بستی والوں کو کتنی بڑی سزا مل رہی ہے۔

موہن نے کہا! ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے گلشن کو آگ لگانے کی حماقت کی ہے۔

ہاشم اور موہن دیوار کے اس حصے تک بخیریت سے پہنچ گئے۔ جس کی دوسری جانب کامنی کی حویلی تھی۔ انہوں نے کھلے ہوئے دروازے سے بستی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو پہرے داروں کے ایک افسر نے انہیں روکتے ہوئے کہا! کدھر منہ اٹھاتے ہوئے جا رہے ہو؟

موہن نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کہتے ہوئے کہا! "ہم اپنی ہی سینا کے آدمی ہیں"

افسر نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ دفع ہو جاؤ، معلوم نہیں اس طرف مہاراجہ قیام پذیر ہیں۔ خاص خاص لوگوں کے سوا کوئی اس بستی میں اس طرف سے داخل نہیں ہو سکتا۔

ہاشم اور موہن آگے بڑھ گئے تھوڑی دور آگے فصیل کے ساتھ ایک بہت بڑا درخت تھا۔ جس کے کچھ تنے فصیل کی بلندی پر جھکے ہوئے تھے۔ وہ اس درخت پر چڑھ کر فصیل پر پہنچ جانے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ قریب ہی چند سپاہی ایک لڑکی پر مجرمانہ جنسی حملوں میں مصروف تھے۔ لڑکی کا ننگا بدن چاندنی میں چاند کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ اس کے لمبے لمبے بال زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ ہاشم اور موہن سے یہ انسانیت سوز تماشا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے آگے پیچھے درخت پر چڑھنا شروع کر دیا۔ وہ بڑی آسانی سے درخت پر چڑھ گئے۔ بدمست سپاہیوں کو کسی اور بات کا ہوش نہیں تھا۔ فصیل پر پہنچ کر انہوں نے لیٹ کر مشرق کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ قدرت ان کی مدد کر رہی تھی۔ قدم قدم پر انہیں سہارے مل رہے تھے۔ تھوڑی دور ان کو فصیل کی اندر کی طرف ایک اور ایسا درخت مل گیا جس کا ایک مضبوط ٹہنا فصیل کی چوٹی سے ٹکرا رہا تھا۔

دونوں یکے بعد دیگرے اس ٹہنے کو پکڑ کر درخت پر چڑھ گئے تھے اور بڑی آسانی سے کامنی کی حویلی کے قریب بستی میں اتر گئے۔ ابھی وہ چند قدم ہی بڑھے تھے کہ انہوں نے ایک بوڑھے ہندو کو دیکھا۔ جو ایک جواں سال لڑکی کے ساتھ ایک جھاڑی میں چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عقب سے دو آسامی سپاہی نکلے اور انہوں نے لڑکی کو ٹانگوں سے پکڑ کر اس طرح اٹھا لیا۔ جس طرح کوئی باز کسی چڑیا کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیتا ہے۔

لڑکی چلا رہی تھی۔ پتا جی بچاؤ یہ درندے ہمیں کھا جائیں گے۔

بوڑھے نے مزاحم ہونے کی کوشش کی تو ایک سپاہی نے اس کے پیٹ پر اتنے زور سے ٹھڈا مارا کہ بوڑھے کی چیخ نکل گئی اور وہ دہرا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ ہاشم اور موہن دوسری جھاڑی میں چھپے ہوئے یہ ظالمانہ کھیل دیکھ رہے تھے۔ لڑکی نے اس سپاہی کے کندھے پر اپنے دانت گاڑھ دیئے۔ جس نے اسے اٹھا رکھا تھا۔

سپاہی نے لڑکی کو زمین پر پٹختے ہوئے کہا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے ہم یہیں تمہارے پتا کے سامنے تمہارے جوبن سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔“ یہ کہہ کر اس نے لڑکی کے لباس کو پھاڑنا شروع کر دیا۔ لڑکی چلا رہی تھی۔ بوڑھے ہندو کے ہاتھ بے اختیار آسمان کی طرف اٹھ گئے۔

اس نے کہا! آ کاش کے مالک اب تیرے سوا ہم بے کسوں کو ان درندوں سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

ہاشم اور موہن جو قریب ہی چھپے ہوئے تھے۔ شیروں کی طرح حملہ آور ہوئے اور ان کی تلواریں ظالم سپاہیوں کی گردنیں اڑا چکی تھیں۔

بوڑھے نے آگے بڑھ کر باری باری دونوں کے قدم چومے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا! تم نیل گگن کے دیوتا ہو۔ تمہیں بھگوان نے ہماری رکھشا اور سہائتا کے لیے دھرتی پر اتارا ہے.......

ہاشم نے بوڑھے کو اٹھاتے ہوئے کہا! بابا ہم تمہاری طرح انسان ہیں۔

لڑکی اپنے پھٹے ہوئے لباس کے ٹکڑوں کو جوڑ کر بڑی مشکل سے ستر پوشی کر رہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے کہا! ہمیں اپنے ساتھ لے چلو۔ کوئی دوسرا درندہ ہمیں کھا جائے گا۔

ہاشم نے گلوگیر لہجے میں کہا! بہن اس وقت ہم تم سے بھی زیادہ بے بس اور مجبور ہیں۔ مگر گھبراؤ نہیں ظلم بھری اس بھیانک اندھیری رات کی صبح ہے۔

ہاشم نے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اس لڑکی کے سر پر رکھا اور کہا! مایوسی گناہ ہے۔ حوصلے سے حالات کا مقابلہ کرو۔ آج کی رات جتنی تاریک اور بھیانک ہے اس کی صبح اتنی ہی تابناک اور روشن ہوگی۔

لڑکی نے آسمان کی طرف دیکھ کر روتے ہوئے کہا۔ نہ جانے اس سہانی صبح کو کون دیکھے گا۔

ہاشم اور موہن کے پاس اس وقت اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

موہن نے کہا! اس جھاڑی میں چھپ جاؤ۔

بوڑھے نے جھاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! کیا اس جھاڑی کا سایہ درندوں کا راستہ روک لے گا۔ تم دیکھ رہے ہو بستی جنگل بن چکی ہے۔ اس وقت پھنکارتے ہوئے اژدھوں کی بلوں دھاڑتے ہوئے شیروں کی کچھاروں اور خوفناک مگرمچھوں کے مسکنوں میں تو شاید پناہ مل جائے مگر اس بستی کی کوئی دیوار کسی کو پناہ نہیں دے سکتی۔

ہاشم نے کہا! اس وقت ہم تمہیں خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ جو بڑا قادر اور بڑا کریم ہے

بوڑھے نے چونکتے ہوئے کہا! تو کیا تم مسلمان ہو؟

ہاشم نے کہا! جی!

لڑکی نے کہا! تم کہیں چھپ جاؤ بھگوان ہماری رکھشا کرے گا۔ تم خطرے میں ہو۔

ہاشم اور موہن کسی چھلاوے کی طرح اندھیرے میں گم ہو گئے۔ کامنی کی حویلی میں مہاراجہ جے دھج سنگھ ایک کمرے میں سنہری مسند پر

بیٹھا ہوا تھا۔ اور سیناپتی وجے کمار آئندہ کے لیے جنگ کی حکمت عملی کی تفصیل سے مہاراجہ کو آگاہ کر رہا تھا۔

مہاراجہ نے کہا! ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس ملک سے نام ونشان اس طرح مٹا دیا جائے کہ ان کے پیچھے کوئی ان کی لاشوں پر رونے والا بھی باقی نہ رہے۔

وجے کمار نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ایسا ہی ہوگا

مہاراجہ نے کہا! اب تم آرام کرو اور پرتاب تم بیس ہزار کا لشکر لے کر صبح سویرے نادر خان کی بستی پر حملہ آور ہونا۔ جس طرح بھی ممکن ہو وملا دیوی اور اس کے پتا کو زندہ گرفتار کر لینا ہم گوہاٹی کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ سنا ہے بنگال کا حاکم اسی طرف سے آ رہا ہے۔

سیناپتی وجے کمار کی خوابگاہ عمارت کے نچلے حصے میں تھی۔ جب کہ راجکماری چندکانت اوپر والی منزل پر رہائش پذیر تھی۔ رات کا پہلا پہر ظلم وبربریت کے ان گنت دل دوز تماشے دکھاتا ہوا گزر رہا تھا۔ ہاشم اور موہن حویلی میں پہنچ چکے تھے۔

ایک جگہ ایک دربان نے ان سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟

موہن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم جگن ناتھ دیوتا کی بستی کے رہنے والے ہیں اور مہاماتر کے خاص آدمی ہیں۔

دربان مطمئن ہوگیا۔ وجے کمار مہاراجہ کی خوابگاہ سے نکل کر نیچے اتر رہا تھا۔ اس نے اپنی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر اپنے پیچھے آنے والے محافظ کی طرف دیکھ کر کہا! کامنی دیوی کو بندی خانے سے نکال کر ہماری خوابگاہ میں پہنچا دیا جائے۔

ہاشم اور موہن نے یہ بات سن لی تھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور چوکس ہوگئے۔ محافظ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک جانب چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد بھاگتا ہوا آیا اور وجے کمار کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر چلایا۔ ”کامنی دیوی بندی خانے میں نہیں ہے۔ اس کو راجکماری نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔“

وجے کمار نے غصے سے غراتے ہوئے کہا۔ جاؤ راجکماری سے کہو۔ کامنی کو آج رات ہمارے حوالے کر دے ورنہ نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔

محافظ واپس مڑ کر اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا تو ہاشم اور موہن بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ اوپر پہنچ کر محافظ نے پیچھے مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور ہمارے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟

موہن نے کہا۔ ہمیں سیناپتی نے تمہاری سہایتا کے لیے بھیجا ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر راجکماری انکار کر دے تو کامنی کو زبردستی اٹھا لیا جائے۔

محافظ نے کہا! ٹھیک ہے۔ ہمارے ساتھ چلو

تھوڑا آگے چلنے کے بعد وہ کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے۔ کمرے کے دروازے پر ایک پہرے دار کھڑا تھا۔

محافظ نے پہرے دار سے کہا! راجکماری سے کہو۔ کامنی کو ہمارے حوالے کر دے کیونکہ یہ سیناپتی جی کا آدیش ہے...... اور شاید آج کی رات کامنی سیناپتی کے ساتھ گزارے گی۔

سپاہی پھر اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد آ کر بولا۔ راجکماری ناراض ہو رہی ہے وہ کہتی ہے کامنی ہمرے پاس ہے۔ ہم اس کی رکھشا کرر ہے ہیں......

اسی لمحے ہاشم نے چیتے جیسی پھرتی دکھائی اور تیزی سے راجکماری کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

کامنی نے ہاشم کو دیکھ کر خوشی سے کہا! ہاشم تم! اس کے ساتھ ہی اس نے خوف زدہ ہو کر کہا! بھگوان کے لیے درندوں کے اس خوفناک جنگل سے نکل جاؤ۔

راجکماری نے حیرت اور مسرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا!"تم مسلمان ہو؟"

ہاشم نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ہم مسلمان ہیں۔ اور کامنی کو موت کے اندھیروں سے نکالنے آئے ہیں۔

"راجکماری نے پھر پوچھا" تم اکیلے ہو؟

ہاشم نے جواب دیا۔نہیں ہمارے ساتھ موہن بھی ہے۔

راجکماری نے پوچھا! موہن کون ہے؟

ہاشم نے جواب دیا۔ وہ ہماری بستی کا ایک نوجوان ہے۔

کامنی نے راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہاشم گوہاٹی کے قلعے دار فیروز خان کا بیٹا ہے۔

راجکماری محبت عقیدت اور احترام بھری نظروں سے ہاشم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ہاشم نے کہا! ہم چلتے ہیں۔ راجکماری جی اپنے ہاتھ سے ہمارے جسم کے کسی حصے پر تلوار کا ہلکا سا وار کر دو تا کہ ہم محافظ اور سیناپتی دونوں کو مطمئن کر سکیں۔ ہمارے خیال میں سیناپتی غصے میں یہاں آئے گا اور پھر اس سے اچھی طرح نمٹا جائے گا۔

راجکماری ہاشم کے منصوبے کو سمجھ گئی تھی۔ اس نے تلوار کو میان سے نکالا مگر کچھ سوچ کر بولی۔ نہیں ہم سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔

ہاشم نے جلدی سے اپنا خنجر نکالا اور سیدھے ہاتھ سے اپنے کندھے کے نیچے گھونپ دیا۔ جب خون نکلنے لگا تو اس نے کہا! جب ہم دروازے کے قریب پہنچ جائیں تو پیچھے سے ایک دھکا دینا!

راجکماری ہنس پڑی اور بولی تمہاری خوشی کے لیے یہ کام کر دیں گے۔

جب وہ دروازے سے نکلنے لگا تو راجکماری نے زوردار دھکا دیا وہ لڑکھڑا کر راہ داری میں جا گرا۔ اس کا لباس خون سے رنگین ہو رہا تھا۔

محافظ نے پوچھا! یہ کیا تم زخمی ہو؟

ہاشم نے کہا! ہمیں راجکماری نے زخمی کیا ہے۔

یہ تینوں نیچے اتر گئے۔ محافظ سیناپتی کے کمرے میں داخل ہوا۔ وجے کمار شراب کے نشے میں بدمست ہو رہا تھا۔ اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا! کامنی کہاں ہے؟

محافظ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! راجکماری نے ہمیں بہت بے عزت کیا ہے۔ ایک سپاہی کو اس نے تلوار سے گھائل بھی کر دیا ہے وہ کامنی کی حفاظت کر رہی ہے۔

راجکماری کو اس بدتمیزی کی بڑی بھاری قیمت دینی پڑے گی۔ ہاشم کو لہولہان دیکھ کر وجے کمار نے کہا! اس چڑیل نے تمہیں زخمی کیا ہے۔

ہاشم نے کہا! جی۔ راجکماری نے پہلے تھپڑوں اور لاتوں سے ہمیں مارا اور پھر تلوار سے زخمی کر دیا۔ بڑی ظالم ہے۔ ہم نے بھاگ کر جان بچائی ہے۔

وجے کمار نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ تم ہمارے پیچھے آؤ اور اپنے کانوں سے اس کی چیخیں سنو۔

وجے کمار راجکماری کے دروازے پر پہنچ کر پہرے دار سے بولا'' دفع ہو جاؤ''

یہاں سے پہرے دار بھاگ گیا تو اس نے دروازے پر دستک دی تو راجکماری نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ وجے کمار نے غراتے ہوئے کہا! تم ہماری منگیتر ضرور ہو مگر ہم تمہیں اس قسم کی گستاخی کا ادھیکار نہیں دے سکتے۔

وہ اندر داخل ہونے لگا تو راجکماری نے تھوڑی سی مزاحمت کی اور پھر منصوبے کے مطابق اس کمرے میں داخل ہونے دیا۔

وجے کمار نے کامنی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم پھول کی طرح کومل اور کرن کی طرح سندر ہو۔ ہم تمہیں پسند کرتے ہیں مگر ہم نے آج کی رات کا پہلا حصہ اپنی منگیتر کو خوش کرنے میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

راجکماری نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! ''تم پاگل کتے ہو'' خبردار اگر تم نے ہماری طرف ایک قدم بھی بڑھایا تو ہم تجھے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

وجے کمار نے راجکماری کی طرف قدم بڑھایا اور اسے اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔ راجکماری نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا وجے کمار نے غصے میں آ کر راجکماری کا لباس پھاڑنا شروع کر دیا۔ کامنی راجکماری کی مدد کے لیے آگے بڑھی۔ کامنی کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ وجے نے کامنی کا ہاتھ پکڑ کر زور سے مروڑا۔ کامنی کے ہاتھ سے خنجر گر پڑا۔ وجے نے کامنی کو اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ دیوار سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گئی۔ وجے نے پھر راجکماری کو دبوچ کر نوچنا شروع کر دیا۔ راجکماری نے چلانا شروع کر دیا۔

اسی لمحے ہاشم اور موہن نے اتنی پھرتی سے محافظ کا گلہ دبایا کہ وہ چیخ بھی نہ مار سکا اور لمحے بھر میں دم توڑ گیا۔ میدان خالی تھا۔ ہاشم اور موہن تلواروں کو بے نیام کیے ہوئے راجکماری کی خوابگاہ میں داخل ہو گئے۔ راجکماری وجے کے نیچے بری طرح تڑپ رہی تھی۔ دونوں کی تلواریں بیک وقت اٹھیں اور قہر خدا بن کر وجے پر گریں۔ وہ تڑپ کر نیچے گرا...... اور اپنے لہو میں لپٹنے لگا۔ وہ ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح ڈکرانے لگا تو موہن نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

جب وہ ٹھنڈا ہو گیا تو ہاشم نے راجکماری کی طرف پیٹھ کرتے ہوئے کہا! ستر پوشی کر لیجیے۔

نہیں راجکماری نے غصے سے کہا! ہم پتا مہاراج کو ان کے سیناپتی کے کارنامے کی اصلی تصویر دکھا کر ستر پوشی کریں گے۔

کامنی ہوش میں آ گئی۔ وجے کا خون کمرے کے فرش پر پھیلا ہوا تھا...... راجکماری کا لباس تار تار تھا...... اس کا چاند چہرہ زخمی تھا۔ اس کے سانسوں میں غم و غصے کا ارتعاش تھا۔ وہ نفرت بھری نگاہوں سے وجے کی لاش کو دیکھ رہی تھی۔ باہر دروازے پر قدموں کی چاپوں میں اضافہ ہو رہا تھا

راجکماری نے آگے بڑھ کر دروازے کی اوٹ سے کہا! جاؤ جا کر پتا جی مہاراجہ کو جا کر اطلاع دو کہ ہم سے آ کر اسی وقت ملیں۔

تھوڑی دیر بعد مہاراجہ جے دھج سنگھ گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا...... سامنے سیناپتی کی لاش تھی...... وہ کامنی، ہاشم اور موہن کو دیکھ کر بولا:...... ہم یہ کیا دیکھ رہے ہیں۔

راجکماری نے اپنے زخمی اور عریاں جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ حیرت ہے اپنی بیٹی کو اس حالت میں دیکھ کر بھی آپ کچھ نہیں سمجھتے۔

مہاراجہ نے کہا! ہم تفصیل سے سب سننا چاہتے ہیں

تفصیل کی تصویر تو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ کے سیناپتی نے ہم پر مجرمانہ حملہ کیا...... تو ہم نے جب اس درندے کے مقابلے میں اپنے آپ کو بے بس پایا تو اپنی غیرت بچانے کے لیے ان نوجوانوں کو سیناپتی جی کے قتل کا حکم دے دیا۔ اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ یہ اچھا ہوا یا برا......

مہاراجہ جے دھج سنگھ خاموش تھا۔ سیناپتی کے قتل کی خبر حویلی میں پہنچ چکی تھی۔ بڑے بڑے سردار راجکماری کے کمرے کے باہر اکٹھے ہو چکے تھے۔

مہاراجہ نے ہاشم اور موہن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم کون ہو؟

راجکماری نے ان کے بولنے سے پہلے کہا۔ یہ ہماری سینا میں شریک یہاں کے کسی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔

اسی وقت ایک سردار دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور چلا کر بولا۔ ''مہاراج غضب ہو گیا'' مسلمانوں کے ایک بہت بڑے لشکر نے شب خون مارا ہے...... وہ ہمارے بے خبر سپاہیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے میں مصروف ہیں۔ اب تک سینکڑوں سپاہی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔

مہاراجہ نے گھبرا کر کہا! ان دونوں کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دو......

راجکماری نے مسکراتے ہوئے کہا! اچھا انصاف کیا ہے۔ پتا مہاراج جن ہاتھوں نے آپ کے ناموس کو بچایا ہے ان میں زنجیریں ڈال دینے کا حکم دے کر انیائے اور انصاف کا بول بالا کر دیا ہے آپ نے۔

''بکواس مت کرو''

سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ہاشم اور موہن کو جکڑ لیا۔

مہاراجہ نے تیزی سے نکلتے ہوئے کہا! سیناپتی کی لاش کو احترام سے اٹھا لیا جائے۔ اس مقدمے کا فیصلہ کل کیا جائے گا۔ اس وقت حملہ آوروں سے نمٹنا ضروری ہو گیا ہے۔

جو لوگ تعصب کی دہکتی چنگاریوں پر آنکھیں بند کر کے قدم رکھ دیتے ہیں ان کا حشر یہی ہوتا ہے۔ جو بھدر یک کے ہندوؤں کا ہو رہا تھا...... آسام کے درندوں نے ان کی غیرت و حمیت کو تار تار کر دیا بھدر یک کے متعصب ہندو کھلی آنکھوں سے اپنے ناموس کو لٹتے دیکھ رہے تھے...... مگر کچھ کرنے سے معذور تھے۔ بستی کے اندر باہر ہر طرف دور دور تک کانچ کی چوڑیوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ خون آلودہ چوڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کو آسامی سپاہیوں نے پھنکارتے ہوئے سانپوں کی طرح اپنے زہریلے دانتوں میں جکڑا ہوا تھا۔ عصمت کے ان گنت ناسفتہ موتی ٹوٹے پڑے تھے...... رنگ برنگے ڈوپٹے...... اب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے دکھائی دے رہے تھے...... خون کی بو اور خون کا رنگ ہر رنگ پر چھا گیا تھا...... بھدر یک کے باشندوں کی غیرت چیخ چیخ کر کسی نجات دہندہ کو پکارتی رہی...... مگر ان کی دلدوز چیخیں صدائے صحرا کی طرح ان کے اپنے ویران سینوں کے سناٹوں میں گم ہو کر رہ گئیں...... آسامی سپاہی شام سے آدھی رات تک عصمتوں کی چادروں کو تار تار کرنے میں بے دھڑک مصروف رہے...... چاند کی چاندنی اور ستاروں کی جھلملاہٹ بڑی دلسوزی سے آدم کی بھٹکی ہوئی اولاد کی ستم کاریوں اور جفاشعاریوں کے تماشے دیکھتی رہی...... کارکنان قضا و قدر بڑی خاموشی سے پس پردہ بڑے اہم فیصلے کر رہے تھے...... ظلم جب انتہا کو پہنچ گیا تو وقت کے دھارے کا رخ بدلنا شروع ہو گیا...... معصوم جوانیوں کی دردناک چیخیں عرش کی سبز قندیلوں سے ٹکرانے لگیں تو خالق کون و مکاں کے دریائے رحمت میں جوش آ گیا۔

حاکم بنگال کا جواں سالہ جواں بخت اور جواں ہمت بیٹا عادل خان اور اسماعیل تقریباً دس ہزار جانبازوں کے ایک سر بکف دستے کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹ کر آدھی رات کے بعد آسامی سپاہیوں کے پڑاؤ پر قہر خدا بن کر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے اتنی سرعت اور جرات سے شب خون مارا کہ چند ساعتوں میں سینکڑوں آسامی خون میں نہا کر موت کے گھاٹ اتر گئے۔ مسلمان شہسوار اللہ اکبر اور یا علی کے نعرے لگاتے ہوئے مشرق سے مغرب کی طرف بدمست آسامیوں کو روندتے ہوئے گزر گئے......

ابھی رات کا تیسرا پہر ختم نہیں ہوا تھا کہ مسلمانوں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا...... سینکڑوں ہندو لڑکیاں آسامی سپاہیوں کے چنگل سے نجات پا چکی تھیں...... آسامی سپاہی پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے...... بھدر یک کی لڑکیاں تار تار کپڑوں سے اپنی ستر پوشی کر رہی تھیں...... وہ دیوانیوں کی طرح آسامی سپاہیوں کی لاشوں کو ٹھوکریں مار مار کر کہہ رہی تھی...... باؤلے کتو!...... دیکھو ظلم کا انجام کتنی جلدی تمہارے سامنے ظاہر ہوا ہے...... ناموس کے دشمنو!...... اب عزتوں کے رکھوالوں کی چمکتی ہوئی تلواروں کے دھاروں کا مقابلہ کرو...... بے غیرت درندو تم نے کس طرح بے خوف ہو کر ہم بے کسوں اور بے نواعورتوں کی عزتوں کو لوٹا تھا...... دیکھو آکاش پر رہنے والے اس دھرتی کے مالک نے کتنی جلدی ہمارے زخموں کا انتقام لیا ہے۔

ایک جگہ پر دو اڑھائی سو کے قریب بھدر یک کی لڑکیاں جمع تھیں...... چاندنی میں ان کے خون آلودہ بدن چمک رہے تھے...... ان میں سے بیشتر عریاں تھیں...... جو بڑی مشکل سے اپنے جسم کے کچھ حصوں کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپے کھڑی تھیں......

عادل خان نے ان کے قریب رکتے ہوئے نگاہیں جھکا کر کہا! مظلوم بہنو! ہو سکے تو ہمیں معاف کر دینا ہم بروقت تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکے۔ ہم سب شرمندہ ہیں ہم مجبور ہیں ہم تمہارے زخموں پر سر دست مرہم رکھنے سے بھی قاصر ہیں۔ مگر خدا کی قسم! ہم بہت جلد ان درندوں سے

تمہارے خون کی ایک ایک بوند کا بدلہ لیں گے...... ہماری منزل دور ہے...... اور وقت کم ہے...... ہم تمہیں خدا کے سپرد کرتے ہیں...... امید ہے آج کی بھیانک رات کی صبح بہت تابناک ہوگی اس تباہی اور بربادی پر تھوڑی دیر اور صبر کرنا...... اللہ نے چاہا تو ان ویران شاخوں پر پھر سے بہاریں پھول کھلائیں گی۔

ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر عادل خان کے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوئے کہا! آ کاش کے ستارو! ہمیں اندھیروں کے سپرد کر کے کہاں جارہے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم ہم کس قدر برباد اور بے عزت ہو چکی ہیں۔ ہماری زندگی کی ہر صبح اب شب گزیدہ سحر کی طرح اندھیری ہوگی...... تمہارے بعد یہ درندے ہماری زندہ لاشوں کو ریزہ ریزہ کر کے ذروں میں ملادیں گے۔ ہمیں اپنے ساتھ لے چلو۔

عادل خان نے کہا! بہنو! ہم تمہارے درد اور خوف کو اچھی طرح سمجھتے ہیں...... تم بھی ہماری مجبوریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

ایک دوسری لڑکی نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے چلا کر کہا! او بھگوان! یہ کیا وقت آپڑا ہے۔ کہ تیرے چاند ستارے بھی ان خونخوار بھیڑیوں کے سامنے بے بس ہو چکے ہیں۔

ایک سپاہی نے عادل کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا! سردار اگر آپ حکم دیں تو ان مجبوروں کو ہم اپنے ہمراہ لے چلنے کو تیار ہیں۔

عادل خان نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا۔ اچھا تم ہمارے سپاہیوں کے پیچھے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ...... خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہوگا۔

مہاراجہ جے درھج سنگھ کو جس وقت خبر ہوئی اس وقت تک مسلمان مجاہدوں کا طوفانی لشکر ان کی دسترس سے بہت دور جنگل میں روپوش ہو چکا تھا۔ بھدر یک کے محاذ سے آنے والی لڑکیوں کی قابل رحم حالت دیکھ کر ہر کوئی اشکبار تھا...... سکینہ اور کلثوم کے علاوہ نادر خان کی بستی کی ہندو مسلم خواتین سب رو رہی تھیں

...... جب خواتین شدت درد سے سینہ کوبی کرنے لگیں تو نادر خان نے اس انتہائی جذباتی منظر کو دیکھ کر روتے ہوئے کہا! ستم رسیدہ بچیو! ہم تمہارے اوپر ڈھائے جانے والے ان وحشیانہ اور غیر انسانی مظالم کی ذمہ داری کس پر ڈالیں۔ مہاراجہ جے درھج سنگھ کو اس بربریت کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے یا تمہارے بے غیرت مردوں کو مجرم سمجھا جائے۔ جنہوں نے مذہبی تعصب میں اندھے ہو کر اپنے ناموس کو درندوں کے حوالے کر دیا...... کس کو بے قصور کہیں۔ درد سے ہمارا سینہ پھٹا جارہا ہے...... اس وقت ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ تم لاوارث نہیں ہو...... مہاراجہ جے درھج سنگھ غلط فہمی کا شکار ہوا ہے...... تمہارے یہ کڑیل جوان بھائی تمہارے محافظ ہیں۔ خدا کی قسم آسامیوں کو تمہارے لہو کی بوند بوند کا حساب دینا پڑے گا...... تم اپنی آنکھوں سے ان کا حشر دیکھو گی......

پھر نادر خان نے سکینہ اور کلثوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان کو حویلی میں لے چلو۔ نئے کپڑے پہناؤ اور کھانا کھلاؤ......

جب لڑکیاں چلی گئیں تو نادر خان نے سوامی منوہر لال کو گلے لگا کر روتے ہوئے کہا! منوہر جی! تمہاری قوم کو کیا ہو گیا ہے...... ان سے کتنی بڑی سنگین غلطی ہوئی ہے...... ناموس کی بے حرمتی کے یہ زخم کب مندمل ہوں گے...... نہ جانے ان کے علاوہ اور کتنی معصوم لڑکیوں کو بے آبرو کیا جارہا ہوگا......

عادل خان نے کہا! سردار!...... لگتا ہے بھدر ریک کا ہر گھر بے آبرو ہو چکا ہے...... آسامیوں نے کسی کو بھی معاف نہیں کیا۔

اسی لمحے ایک سوار ان کے قریب پہنچ کر گھوڑے کی زین سے اترا اور نادر خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سردار! آسامی لشکر کے پچیس تیس ہزار کے لگ بھگ سپاہی پیش قدمی کرتے ہوئے ادھر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اتنا ہی لشکر اوپر سے چکر کاٹ کر گوہاٹی اور سلہٹ کی طرف بڑھ رہا ہے...... راجہ جے دھج سنگھ ابھی تک ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بھدر ریک میں ٹھہرا ہوا ہے...... خیال کیا جا رہا ہے کہ اس کو اپنے باقی ماندہ لشکر کی آمد کا انتظار ہے جو آسام سے روانہ ہو چکا ہے۔

نادر خان نے پوچھا! ہاشم اور موہن کے بارے میں کوئی اطلاع ہے!

جاسوس نے کہا! جی وہ دونوں اس وقت مہاراجہ جے دھج سنگھ کی قید میں ہیں ان کے ہاتھوں آسامی فوج کا سیناپتی وجے کمار قتل ہو گیا تھا۔

نادر خان کے چہرے پر تشویش کی لہر دوڑ گئی...... ایک لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے دوبارہ کہا۔ کامنی کی کوئی خبر

"وہ بھی زندہ ہے اور قید میں ہے...... مہاراجہ جے دھج سنگھ کی اکلوتی بیٹی راجکماری چندر کانت بڑی جرات مندی سے ہاشم موہن اور کلثوم کی طرف داری کر رہی ہے۔"

نادر خان نے چونک کر جاسوس کی طرف دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا! سردار! اس میں حیرت زدہ ہونے کی کیا بات ہے...... اچھے برے لوگ ہر معاشرے میں ہوتے ہیں...... راجکماری چندر کانت کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ بہت نیک دل غیور اور نیک سیرت دوشیزہ ہے۔ وہ اپنے باپ کے اس اقدام سے ناخوش ہے۔ مگر اس سلسلے میں بے بس ہے۔

نادر خان نے عادل خان کو گھڑ سواروں کی سرداری دے کر اپنی جنگی حکمت عملی سے آگاہ کرتے ہوئے کہا! ہم چاہتے ہیں۔ تمہارے شاہسوار دائیں بائیں سے فیصلہ کن حملہ کر کے دشمن کو تہس نہس کر دیں...... اسماعیل کو تیر اندازوں کی قیادت سونپی گئی۔ رضوان اور سشیکھر کو پیدل دستوں پر مامور کیا گیا......

نادر خان سوامی منوہر لال کے ہمراہ دیوار کے اونچے برج پر چڑھ کر دیکھنے لگا۔ بہت دور اسے جنگل سے نکلتے ہوئے آسامی لشکر کے پھریرے دکھائی دے رہے تھے۔ بستی کی عورتوں نے مکانوں کی چھتوں پر تیر اندازی کے لیے مورچے بنائے ہوئے تھے۔ وہ بھی دشمن کی آمد کی اطلاع ملنے پر اپنے مورچوں میں جم کر بیٹھ گئیں......

سکینہ اور کلثوم جنگی لباس میں بڑی سج رہی تھیں۔ وہ باہر نکلنے لگیں تو بھدر ریک سے آئی لڑکیوں نے ان کا راستہ روکتے ہوئے کہا! سردار زادی ہمیں بھی ہتھیار دو ہم نے ان درندوں سے اپنی عصمتوں کے لٹنے کا انتقام لینا ہے۔ ہمارے چھلنی سینوں میں غم و غصے کی جو آگ بھڑکی ہوئی ہے وہ ان کے خون کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی......

سکینہ نے محبت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! پیاری بہنو! تم آرام کرو اس وقت تمہیں آرام کی اشد ضرورت ہے۔ فکر مندی کی کوئی بات نہیں۔ تمہارے بھائی تمہارے باپ تمہارے محافظ میدان میں موجود ہیں۔ ہم نے تو محض شوقیہ طور پر یہ لباس پہن رکھا ہے......

سکینہ کی والدہ نے آگے بڑھ کر کہا! ٹھیک ہے! جنگ شروع ہونے والی ہے۔ فی الحال تم آرام کرو۔ بوقت ضرورت تم سب کو موقع دیا جائے گا۔

جنگل کے طبل بجنے شروع ہو گئے تھے۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹوں اللہ اکبر اور یا علی کے نعروں کی گونج سے زمین کا کلیجہ دہل رہا تھا۔ پیدل دستوں نے ایک شان بے نیازی سے آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ نادر خان نے سجدے میں سر رکھ دیا۔ وہ بڑی عاجزی سے گڑگڑا کر رب العزت کی بارگاہ سے اپنی کامیابی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

تیسرے پہر رات کو شب خون مارا گیا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں شرابی اور بدقماش آسامی سپاہی موت کے گھاٹ اتر گئے...... آسامی فوج کے سیناپتی کے قتل کے موقع پر مہاراجہ جے دھج سنگھ کو مسلمانوں کے شب وخون مارنے کی اطلاع دی گئی۔ اس نے ہاشم موہن اور کامنی کو قید کرنے کا حکم دے دیا اور خود تیزی سے پڑاؤ میں پہنچ گیا۔ ابھی تک وہاں پر کہرام برپا تھا...... آسامی سپاہی آوارہ کتوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ دوڑ رہے تھے۔ مسلمان مجاہدوں نے بڑی موثر اور نتیجہ خیز حکمت عملی سے شب خون مارا تھا...... وہ بیس بیس کی ٹولیاں بنا کر حملہ آور ہوئے وہ نیزوں اور تلواروں سے مسلح تھے انہوں نے شمالاً جنوباً شرقاً غرباً گھوڑے دوڑائے اور پوری لشکر گاہ میں موت کی کھلبلی مچا دی۔

جب مہاراجہ جے دھج سنگھ اپنے فوجی مستقر میں پہنچا اس وقت تک مسلمان اپنے کام کو بخیر وخوبی سرانجام دے کر دور نکل چکے تھے...... صبح تک بڑی مشکل سے مہاراجہ جے دھج سنگھ اپنے لشکر گاہ میں پھیلی ہوئی بدنظمی کو دور کیا۔ اس نے چند دوسرے سرداروں کے مشورے سے مقتول وجے کماری کی جگہ اس کے چھوٹے بھائی کرشن کمار کو سیناپتی مقرر کیا......

صبح سویرے مہاراجہ نے پرتاب کی قیادت میں پچیس تیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر نادر خان کی بستی کی طرف روانہ کرتے ہوئے پرتاب سے کہا! ہمیں امید ہے تم بہت جلد نادر خان کی بستی کی دیواروں کو مسمار کر کے پوری کی پوری آبادی کو اپنی تلواروں کی تیز دھاروں سے بھیڑ بکریوں کی طرح موت کے گھاٹ اتار دو گے۔ پھر بھی ازراہ احتیاط دوسری طرف سے دوسرا لشکر گھن شام ٹھاکر کی سرکردگی میں تمہاری امداد کے لیے پہنچ جائے گا۔ ہم چاہتے ہیں آنے والی رات نادر خان کی بستی والوں کی زندگی کی آخری رات ثابت ہو۔ ممکن ہو تو اس دیوی اور اس کے ملیچھ پتا کو زندہ گرفتار کر لینا جس کی مانگ جگن ناتھ دیوتا کے مہاماتر پجاری کر رہے ہیں۔

پرتاب نے سینے پر دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! راجہ جی آپ توقع سے بڑھ کر کامیابی کی خبر سنیں گے...... ہم نادر خان کی بستی کی زندگی کو شمشان بھومی کے سناٹے میں بدل دیں گے۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے جگن ناتھ کے مندر کے بڑے پجاری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! ہمارا خیال ہے۔ آپ لشکر کے ہمراہ جائیں اور اپنی آنکھوں سے ان کی موت کے تماشے دیکھیں جنہوں نے ہمارے پجاریوں کو قتل کیا تھا۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے مہاراجہ نے کہا! ہمیں اس پجاری کی طرف بڑی تشویش ہو رہی ہے جسے آپ نے جاسوسی اور نادر خان کی بستی کے ہندوؤں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

مہاماترنے کہا! ہمارا خیال ہے بھگوان کی دیا سے ہمارا آدمی کامیاب رہا ہوگا......اور حملے کے وقت وہاں کی ہندو آبادی اندر سے بغاوت کر کے ہماری سینا سے آملے گی......

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! اگر ایسا ہوا تو ہم رات کے اندھیروں کی بجائے آج دن کے اجالوں میں نادر خان کی بستی کو ملبے کا ڈھیر بنادیں گے......

پرتاب نے مشرقی سمت سے نادر خان کی بستی کی طرف حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنا کر روانہ ہوا۔ایک پہردن چڑھے آسامی افواج نمودار ہوئیں......رضوان اور شیکھر کے پیدل دستے دائیں بائیں سے آگے بڑھنے لگے......دیوار پر بنے ہوئے برجوں میں تیراندازوں نے کمانیں سنبھالی تھیں......حکیم حسینی بیگ اور اس کے شاگردوں نے بستی کے دروازوں کے قریب طبی امداد کے مراکز قائم کر دیئے تھے......پانچ چھ سو کے لگ بھگ مشکیزہ بردار ماشکیوں نے مشکیں بھرلی تھیں......کاریگروں کی بھٹیوں سے دھوئیں کے مرغولے اٹھ اٹھ کر فضاؤں میں گم ہو رہے تھے......گرمی حبس اور آگ کی تپش کی سختیوں سے بے نیاز کاریگر مشینی انداز سے نیزے تلواریں اور خنجر بنانے میں مصروف تھے......

بستی کی معزز خواتین اور عصمت کی گود میں پلی ہوئی نوجوان لڑکیاں مجاہدوں کو اسلحہ پہنچانے کے کام کو اپنے ذمہ لے کر اسلحہ سازوں کے پاس پہنچ چکی تھیں......ہندوؤں کی خواتین بھی اس جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں......جنگ کے طبل بج رہے تھے نعرے ہائے تکبیر کی ملکوتی گونجوں سے خداوند عالم کی کبریائی کا جلال چھایا ہوا تھا۔

قدم قدم فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے رضوان اور شیکھر اپنے پیادہ سپاہیوں کے ہمراہ آسامی سپاہیوں کے سامنے جا پہنچے......بستی سے تقریباً دو میل دور تلواریں تلواروں سے ٹکرانی شروع ہوئیں یا علیؓ کے نعروں نے دشمن کے قدموں تلے زمین کو لرزہ براندام کر رکھا تھا۔آسامیوں کو قدم جما کر لڑنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔پرتاب اور دوسرے سردار چیخ چیخ کر اپنے سپاہیوں کو لڑنے مرنے پر آمادہ کر رہے تھے۔جگن ناتھ کے مندر کے پجاری چلا چلا کر منتر پڑھ رہے تھے۔دن ڈھلے تک جنگ کا پلڑا دونوں طرف برابر رہا......پھر مسلمانوں نے پہلے سے طے شدہ حکمت عملی کے تحت کچھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا آسامیوں کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اسے مسلمانوں کی پسپائی تصور کرتے ہوئے اپنی صفوں میں کچھ بے ترتیبی پیدا کر لی مسلمان ہٹتے ہٹتے آسامیوں کو اپنے تیر اندازوں کے تیروں کی کارگر زد میں لانا چاہتے تھے۔تیروں کی بارش نے آسامی درندوں کو چھلنی کر دیا۔ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔اور پھر انہوں نے تیزی سے پیچھے کی طرف پلٹنا شروع کر دیا۔

بچے اور عورتیں تیر اندازوں کو تیروں سے ترکش بھر بھر کر دے رہی تھیں......ماشکی ننگے پاؤں گرمی اور تپتی ہوئی زمین کی پرواہ کیے بغیر میدان جنگ میں دوڑ دوڑ کر مجاہدوں غازیوں اور زخمیوں کو پانی پلاتے پھرتے تھے۔نادر خان اور سوامی منوہر لال ایک اونچے برج میں کھڑے جنگ کی صورتحال دیکھ رہے تھے۔

دن ڈھلے گھن شام نے اوپر سے ندی عبور کر کے بستی پر حملہ کر دیا۔مسلمان بستی کی حفاظت کے لیے چاروں اطراف سے ہوشیار تھے......تلواروں کی ہلاکت خیز جھنکاروں تیروں کی سرسراہٹوں اور نعروں کے فلک شگاف شور نے قیامت کا سماں پیدا کر رکھا تھا......گرمیوں کا موسم تھا سورج

کا گولہ آگ برسا رہا تھا ہوا بند تھی...... مردانہ لباس میں ملبوس خواتین تیروں کا مینہ برسا رہی تھیں۔ زخمیوں اور شہیدوں کو اٹھا اٹھا کر بستی کے اندر لایا جا رہا تھا...... زخمیوں کو حکیم حسینی بیگ اور ان کے شاگردوں کے سپرد کر دیا جاتا اور شہیدوں کو ایک مخصوص جگہ پر سفید چادروں میں ڈھانپ کر رکھا جا رہا تھا۔ یہ کام بھی خواتین کر رہی تھیں۔ آنکھیں اشکبار تھیں مگر چہروں پر عزائم کا انوکھا دبدبہ تھا...... میدان میں آسامی سپاہیوں کے ان گنت لاشے پڑے تھے۔ آسامی پہاڑی بندروں کی طرح بار بار دیوار کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے...... انہوں نے لکڑی کی لمبی لمبی سیڑھیاں اٹھا رکھی تھیں۔ وہ سیڑھیوں کے ذریعے دیوار پر چڑھنے کے جتن کر رہے تھے مگر تیز اندازوں کی چابکدستیوں اور ترک نازیوں نے ان کے ارادوں پر پانی پھیر دیا کبھی کبھی تو اتنی شدت اور کثرت سے تیر چھوڑے جاتے تھے کہ زمین پر سایہ ہو جاتا تھا۔ کہیں کہیں سے دیوار کے قریب آ جانے والے آسامی سپاہیوں پر کھولتے ہوئے تیل کو گرا دیا جاتا تھا۔

نادر خان بار بار سورج کی طرف دیکھ رہا تھا اس کو شاید غروب آفتاب کا انتظار تھا۔ ابھی شفق کی سرخی رات کے اندھیرے میں روپوش نہیں ہوئی تھی۔ جنگ کی بھٹی پوری شدت سے گرم تھی...... نادر خان برج میں کھڑا مغرب کی طرف متلاشی نظروں سے کسی چیز کو ڈھونڈ رہا تھا...... جب اندھیرا تھوڑا گہرا ہو گیا تو اس نے برج کے اندر ایک مخصوص قسم کی دھمک محسوس کی......

اس نے سوامی منوہر لال سے کہا! سوامی اب ان کی آمد کا وقت ہو گیا ہے۔ اسماعیل کو چوکس کر دو میں میدان جنگ کی طرف جا رہا ہوں......

نادر خان نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ ڈھال اور تلوار لیے میدان کارزار میں پہنچ گیا...... آسامی ابھی تک ڈٹے ہوئے تھے اور ٹوٹ ٹوٹ کر حملے کر رہے تھے۔

رضوان کے قریب پہنچ کر نادر خان نے کہا! "اب آخری اور فیصلہ کن حملے کا وقت آ گیا ہے"

...... گرد آلود آسمان پر کہیں کہیں کوئی ستارہ ٹمٹما رہا تھا کہ مغرب کی طرف سے دو سو تیز رفتار سواروں کا ایک دستہ ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے لیے وارد ہوا اور آسامیوں کو اپنے نیزوں کی انیوں میں پروتا ہوا آگے نکل گیا...... یہ حملہ اس قدر طوفانی اور ناگہانی تھا کہ آسامیوں میں بدنظمی اور بھگدڑ مچ گئی۔ مسلمان شاہسوار پوری تیزی سے آگے بڑھتے گئے...... ابھی آسامی سنبھل کر ان کے مقابلے کے لیے تیار ہوئے ہی تھے کہ پیچھے سے اتنے ہی اور تازہ گھڑ سواروں نے حملہ کر دیا اور پھر یہ سلسلہ بڑے نظم و ضبط کے ساتھ تسلسل اختیار کر گیا...... یہ عادل خان کے ہمراہ ہی تھے...... جنہیں میدان جنگ میں کودنے کا یہی وقت دیا گیا تھا...... ابھی رات کا پہلا پہر جاری تھا کہ آسامیوں کے قدم اکھڑ گئے...... دیوار پر جلتی ہوئی مشعلوں اور قندیلوں کی لرزتی ہوئی روشنی میں لوگ آسامی افواج کی بدحواسی کا منظر دیکھ رہے تھے۔ بھدر ریک سے آئی لڑکیوں کے آنسو بہہ رہے تھے...... یہ خوشی کے آنسو تھے...... ادھر مہاراجہ جے دھج سنگھ کے تقریباً تیس ہزار کے لگ بھگ سپاہی پرتاب اور گھن شام ٹھاکر کی قیادت میں نادر خان کی بستی کو فتح کرنے کے لیے گھمسان کی خون ریز جنگ لڑ رہے تھے۔

دوسری طرف اسی روز دوپہر کے وقت مقتول وجے کماری کی ارتھی شمشان بھومی کی طرف لے جائی جا رہی تھی...... اس ماتمی جلوس میں امراء، وزراء اور دیگر عمائدین سلطنت کے علاوہ خود مہاراجہ جے دھج سنگھ بھی شریک تھے...... ارتھی کے آگے آگے آسامی اور بنگالی پنڈت اونچی اونچی بے

ہنگم سروں میں اشلوک اور بھجن گاتے جاتے تھے...... یہ جلوس بھدر یک کی مختلف گلیوں میں سے گزرتا ہوا شمشان میں پہنچا۔ وہاں صندل کی لکڑیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا...... چند ایک پنڈت پہلے سے وہاں موجود تھے...... وجے کمار کی ارتھی شاہی احترام کے ساتھ لکڑیوں کے ڈھیر کے اوپر رکھ دی گئی......

پنڈتوں اور جگن ناتھ دیوتا کے پجاریوں نے مذہبی رسوم کی ادائیگی شروع کر دی......

جب ارتھی کے نیچے رکھی ہوئی لکڑیوں کو آگ لگانے کا وقت آیا تو وجے کمار کے بھائی کرشن کمار نے جو اب آسامی فوج کا سیناپتی بن چکا تھا آگے بڑھ کر ایک ہاتھ ارتھی کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا! "بہادر بھائی...... ہم آپ کی آتما سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم بہت جلد آپ کے قاتلوں کو قتل کر کے ان کی بوٹی بوٹی کو آگ پر بھون کر اپنے ہاتھوں سے کتوں کو کھلائیں گے......

مہاراجہ کے اشارے پر لکڑیوں کو آگ لگا دی گئی لمحوں میں وجے کمار کی میت کی ارتھی کو آگ کے شعلوں اور دھویں کے مرغولوں نے اپنے اندر چھپا لیا۔ فضاء میں صندل کی خوشبو میں انسانی جسم کے جلنے کی مخصوص بو بھی شامل تھی۔ ہر شخص کا سر جھکا ہوا تھا اور دل بوجھل تھا۔ بھدر یک کے ہندو بھی اس جلوس میں شریک تھے لیکن ان کے تاثرات دوسروں سے بالکل مختلف تھے۔ ان کے چہرے خوش خوش تھے۔ جنہیں وہ چھپانے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھے۔ بھدر یک والوں کے دلوں میں آسامیوں کی بدسلوکی نے سوراخ کر دیے تھے۔ وہ اپنی بہو بیٹیوں اور بہنوں کی عصمت ریزیوں کے مجرموں کو اب نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ مگر ان کی طاقت کے آگے خاموش تھے۔ ہندو پنڈت اور پجاری جلتی ہوئی ارتھی کے اردگرد تیزی سے چکر کاٹ رہے تھے اور اپنی جھولیوں سے کسی سفید سے سفوف کی مٹھیاں بھر بھر کر آگ پر ڈال رہے تھے۔ آہستہ آہستہ آگ کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا۔ وجے کمار کی میت ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی۔

جس وقت وجے کمار کی ارتھی کامنی کی حویلی سے اٹھائی جا رہی تھی راجکماری چندر کانت بالکونی میں کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اس کے پتا جی مہاراج ننگے سر ارتھی کے ساتھ روانہ ہوئے تو راجکماری چندر کانت زیر لب بڑبڑائی! تو کیا پتا جی مہاراجہ کو ہماری ہتک اور بے آبروئی کا کوئی غم نہیں۔"

وہ گہری سوچوں میں ڈوب گئی...... پھر اچانک اس کی نظر میں وجے کمار کے بھائی کرشن کمار کی نظروں سے ٹکرائیں تو اس کے بدن میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے جھرجھری لی۔ کرشن کی نظروں میں غم وغصہ کی بجلیاں تھیں۔ راجکماری کا سارا بدن ایک لمحے کے لیے تھرا کر رہ گیا مگر وہ سنبھل گئی...... اور ایک فیصلہ کر کے بڑے وقار اور شاہانہ انداز سے قدم اٹھاتی ہوئی بالکونی سے اتر کر حویلی کے نیچے بنے ہوئے قید خانے کی طرف بڑھنے لگی۔ قید خانے کے دروازے پر دو مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے راجکماری کو دیکھ کر انہوں نے گھٹنوں پر بیٹھ کر راجکماری کے قدم چومے...... راجکماری نے جب کھڑے ہونے کا حکم دیا تو وہ کھڑے ہو گئے۔

راجکماری نے شاہانہ دبدبے سے کہا! دروازہ کھولو! ہم بندی خانے کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

سپاہیوں نے دست بستہ ہو کر بیک زبان کہا! راجکماری جی! ہم مجبور ہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ کسی کو بندی خانے کے دروازے تک بھی نہ آ جانے دیا جائے۔

راجکماری نے غصے سے کہا! ہماری طرف دیکھو۔ ہمیں اچھی طرح پہچانو! ہم راجکماری چندر کانت تمہارے سامنے کھڑی ہیں اور بندی خانے کا دروازہ کھولنے کا حکم دے رہی ہیں۔

ایک سپاہی نے راجکماری کے قدموں پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا! راجکماری ہم نے اچھی طرح آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ ہماری گردنیں اڑا دیں مگر اپنا یہ حکم واپس لے لیں۔ اس سلسلے میں ہم بے حد مجبور ہیں۔

راجکماری نے نرم رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا! گھبرانے کی ضرورت نہیں کسی کو خبر تک نہیں ہوگی ویسے یہ بتاؤ یہ اتنی سخت پابندی اور کڑی نگرانی کا حکم کس نے دے رکھا ہے۔

ایک سپاہی نے کہا! یہ حکم سیناپتی کرشن کماری جی نے دیا ہے اور آپ تو جانتی ہیں کہ وہ کتنے ظالم اور بے رحم ہیں۔

راجکماری چندر کانت نے موتیوں کے دو ہار گلے سے اتارتے ہوئے ایک ایک ہار دونوں سپاہیوں کو دیتے ہوئے کہا! ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے اور یقین کرو کسی کو اس کی خبر تک نہیں ہوگی۔

ایک سپاہی نے دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم ذرا باہر نکل کر آنے جانے والوں پر نگاہ رکھو۔

سپاہی نے دروازہ کھول دیا تو راجکماری نے کہا۔ تم وہیں پر ٹھہرو ہم بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔ اچھا یہ بتاؤ اس وقت زندان میں کل کتنے قیدی موجود ہیں۔

سپاہی نے کہا..... تین ہیں جو دو مرد اور ایک لڑکی ہے سنا ہے وہ لڑکی اس حویلی کی مالک ہے اور بستی کے آنجہانی سردار کی بہن ہے.....

زندان کے دروازے کی کھلنے کی چرچراہٹ نے ہاشم موہن اور کامنی کو اپنی اپنی جگہ چونکا دیا۔ تینوں کو الگ الگ تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ راجکماری چندر کانت کو دیکھ کر تینوں حیران رہ گئے.....

راجکماری پہلے کامنی کے پاس گئی اور پوچھا! کیسی ہو کامنی؟

کامنی نے ممنونیت سے راجکماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ٹھیک ہوں۔

آپ کیسی ہیں؟ کامنی نے پوچھا!

تو راجکماری نے کہا! ہم شاید تم سب سے زیادہ دکھی اور مبتلائے مصیبت ہیں..... خیر چھوڑو ان باتوں کو اور یہ بتاؤ اس بستی میں کوئی ایسا شخص ہے جس پر تم بھروسہ کرتی ہو۔ جو تمہارے کام بھی آ سکتا ہو۔

کامنی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! شاید کوئی بھی نہیں..... کیونکہ بستی والے ہمیں مسلمانوں کی مخبر اور حمایتی سمجھتے ہیں۔

راجکماری نے کہا! میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ تفصیلی گفتگو نہیں ہو سکتی۔ بہر صورت اس وقت حالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہماری عیاش بے رحم اور انسانیت دشمن سینا نے تمہاری بستی کے ہر گھر کی آبرو برباد کر دی ہے..... اب بستی والوں کے ذہنوں سے تعصب کا جنون اتر گیا ہے۔ ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں وہ پچھتاوے کی آگ میں جل رہے ہیں اور سنا ہے وہ بڑی بے چینی سے مسلمانوں کے لشکر کے منتظر ہیں گزشتہ رات

کے کامیاب شب وخون نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں تم ہمیں یہ بتاؤ کہ اس وقت کون ہے جس پر تم اعتماد کر سکتی ہو؟

کامنی نے کچھ سوچتے ہوئے بولی! ''مگر آپ کیا کرنا چاہتی ہیں''

راجکماری نے کہا! ''فضول سوالوں کا وقت نہیں ہے'' جو ہم پوچھ رہے ہیں اس کا جواب دو۔

کامنی نے کہا! اس بستی کے مکھیا راج گوپال پر میرے پتا جی کے بہت سے احسان ہیں۔ میرا خیال ہے وہ میری مدد کرے گا۔

''ٹھیک ہے'' راجکماری اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئی وہ ہاشم کی کوٹھڑی کے سامنے پہنچی۔۔۔ اور موٹی موٹی سلاخوں کو کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پکڑ کر بولی! ''ہمارے اجنبی''

اس کے آگے وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اس کی غزالی آنکھوں کی کٹوریوں سے آنسوؤں کے موتی جھلک پڑے......

ہاشم نے سر جھکاتے ہوئے کہا! نیک دل راجکماری! ہمارا نام ہاشم ہے ہم گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان کے بیٹے ہیں اور ہمارے دوسرے ساتھی کا نام موہن ہے اور وہ چچا نادر خان کی بستی کا باشندہ ہے ہم کامنی کو رہا کروانے آئے تھے۔ پرسوں یہاں سے ایک پجاری کسی طرح سردار نادر خان کی بستی میں داخل ہو گیا تھا وہ اس بستی کے ہندوؤں کو ورغلانے اور بھٹکانے کی نیت سے وہاں گیا تھا۔ مگر ہندوؤں نے اسے پکڑ کر سردار نادر خان کے سامنے پیش کر دیا...... اس کے ذریعے معلوم ہوا تھا کہ بستی والوں نے کامنی کو گرفتار کر رکھا ہے کیونکہ ان کو پختہ یقین ہے کہ وہ دیوی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا کے جبری اغواء کی اطلاع کامنی نے مسلمانوں کو پہنچائی ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ کامنی بھی آپ کی طرح نیک سیرت اور انسانی اقدار پر جان قربان کرنے والی ہے۔

راجکماری نے آہستہ سے پوچھا! کامنی کے ساتھ تمہارا کسی قسم کا جذباتی تعلق ہے؟

ہاشم نے کہا! ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ جو پاکیزہ تعلق ہوتا ہے وہ میرے اور کامنی کے درمیان ہے۔ پھولوں کی مہک کی طرح پاکیزہ چاند کی چاندنی کی طرح کومل اور سورج کی کرنوں کی طرح اجلا اجلا سا رشتہ ہے۔ راجکماری جی! آپ ہمارے لیے اپنی قیمتی اور انمول زندگی کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ ہم اپنی قسمت پر شاکر ہیں۔ قسمت میں موت لکھ دی گئی ہے تو کوئی غم نہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی کا مطمع نظر شہادت ہے۔ ہم نے آپ جیسی معصوم اور انسانیت کی قدردان غیور لڑکی کے ناموس کے دشمن کو قتل کر کے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اب اگر آپ کے پتا مہاراج ہمیں اور ہمارے ساتھی کو اس جرم کی سزا میں قتل کا فیصلہ کریں گے تو ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہوگا......

مگر ہم تمہیں اس طرح بے بسی کی موت نہیں مرنے دیں گے...... راجکماری نے ایک مردانہ عزم کے ساتھ کہا! ہم جلاد کی تلوار کا پہلا وار اپنی گردن پر جھیلیں گے......

نہیں راجکماری ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے...... ہاشم نے کہا! تو راجکماری نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے ہاشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہاشم! چراغ سے چراغ جلتا ہے انسانیت کی خاطر لہو کے چراغ جلانے پڑتے ہیں۔ جس طرح تم لوگوں نے ہماری عزت کی خاطر اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال کر قربانی کی ایک ناقابل فراموش مثال قائم کی ہے...... اس کے جواب میں ہم بھی اپنے لہو سے ایثار کی ایک قندیل روشن

کر کے انسانی قدروں کے پرستاروں کی راہوں میں روشنی پھیلانے کے آرزومند ہیں......

نہیں راجکماری آپ کو پیدا کرنے والے کا واسطہ ایسامت سوچو آپ کو زندہ رہنا چاہیے......آپ تو زندہ رہنے کے قابل ہیں......

اور تم......راجکماری نے پوچھا! کیا تم زندہ رہنے کے قابل نہیں ہو؟

خیر چھوڑو اس بحث کو وقت بہت کم ہے۔آج رات کے کسی حصے میں ہم بندی خانے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کریں گے......تم کامنی کو لے کر نکل جانا ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی......تم جہاں بھی رہو گے ہمارے دل کے قریب رہو گے......ہمارے ارمانوں کی دنیا تمہارے قدموں کی مدھر چاپوں کی نغمگی سے آباد رہے گی......اتنا کہہ کر راجکماری آگے بڑھ گئی۔

پھر اس نے موہن کے سامنے پہنچ کر کہا! موہن بھائی کیسے ہو؟

بہت خوش ہوں......موہن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

تو راجکماری نے کہا! دھیرج سے مصیبت کی ان چند گھڑیوں کو برداشت کر لو......وقت کروٹ بدل رہا ہے......

فکر نہ کیجئے۔آپ مجھے تلوار کے نیچے بھی ثابت قدم پائیں گی......کیونکہ میں اخلاقی مجرم نہیں ہوں......

راجکماری تیزی سے باہر نکل گئی......جیسے بہار کا مہکا ہوا زندگی سے بھرپور جھونکا کسی ویرانے سے گزر جاتا ہے......

ہاشم دیر تک اس کے قدموں کی چاپ اپنے حسین خیالوں میں محسوس کرتا رہا......پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی......اے رب العالمین اس نیک دل راجکماری کو کسی قسم کی مصیبت سے دوچار نہ ہونے دینا......میرے کریم مولا......یہ اندھیروں میں اس کی ٹمٹماتی ہوئی لو کی مانند ہے اگر دست قضا نے اسے بجھا دیا تو انسان نما درندوں کی اس دنیا میں انسانیت دم توڑ دے گی......تو کریم ہے۔تجھ سے بڑھ کر دلوں کا حال جاننے والا اور کرم کرنے والا کوئی بھی نہیں۔"

ہاشم دیر تک بچوں کی طرح بلک بلک کر روتا رہا......اسی روز شام کو مہاراجہ نے ہاشم اور موہن کو اپنے دربار میں طلب کیا......آسامی سپاہی ننگی تلواروں کے نرغے میں دونوں کو دربار میں لائے۔مہاراجہ کے ایک طرف راجکماری چندر کانت اور دوسری طرف کرشن کمار بیٹھے تھے......باقی امراء، وزراء حسب مراتب موجود تھے......ہاشم کو راجکماری کی آنکھوں میں عزائم کی روشنیوں کے جلوے دکھائی دے رہے تھے۔وہ صد تماشہ گاہ عالم بنی آسمان سے اتری حور کی مانند لگ رہی تھی جب کہ مہاراجہ کرشن کمار کی آنکھوں سے غصے اور نفرت کے شعلے ٹپک رہے تھے۔

ایک لمحہ کے سکوت کے بعد مہاراجہ نے کہا۔تم نے ہمارے سیناپتی کو کیوں قتل کیا؟

ہاشم نے بغیر توقف کے جواب دیا! کیونکہ آپ کے سیناپتی نے اخلاقی قدروں کو اپنے ناپاک پاؤں تلے روندنے کی جسارت کی تھی......

راجہ نے گرجتے ہوئے کہا! کیا بکتے ہو......اور تم کون ہوتے ہو۔اس قسم کے فیصلے کرنے کا کس نے تمہیں حق دیا ہے۔

راجکماری نے اٹھتے ہوئے ایک عزم کے ساتھ کہا! پتا جی مہاراج! اگر آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور آپ سچائی کو دیکھنا نہیں چاہتے تو اس میں سچائی کی کوئی خطا نہیں......ہم نے ان کو زندگی اور موت کے فیصلے کرنے کا اختیار دیا تھا......انہوں نے ہمارے حکم سے اس وحشی درندے کو

موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ یہ ہے ہماری وہ پوشاک جس کی تار تار اب بھی آپ کے سیناپتی کی بے وردی کے خلاف آپ سے انصاف طلبگار ہے......

راجکماری نے اپنا پھٹا ہوا لباس ہوا میں لہرایا تو دربار میں موجود بھدریک کے معززین کی گردنیں جھک گئیں۔

کرشن کمار نے جلدی سے اٹھتے ہوئے کہا! مہاراج ہمارا خدشہ درست ثابت ہوا! ہمارے بھائی کی قاتلہ راجکماری جی ہیں......

بلاشبہ! راجکماری نے کہا! ہم نے اپنی عزت کی خاطر اس بے عزت اور بے غیرت کو قتل کیا ہے اور ہم اس دنیا کے ہر جابر راجے کے دربار میں اپنے اس بیان پر ثابت قدم رہیں گے۔

راجکماری! راجہ جے دھج سنگھ نے گرجتے ہوئے کہا۔ تم ہماری محبت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو......

نہیں پتا جی! ہمیں ایسی محبت سے کسی غیور کی نفرت عزیز ہو گی۔

راجکماری کی اس بات نے سارے درباریوں کو لرزا کر رکھ دیا......

مہاراجہ نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا! اس گستاخ کو ابھی اور اسی جگہ قتل کر دیا جائے اور اس کی لاش وجے کے مرگھٹ میں کتوں کے آگے ڈال دی جائے۔

جلاد اٹھا ہی تھا کہ ہاشم نے قریب کھڑے ہوئے ایک سپاہی کے نیام سے تلوار کھینچی اور بجلی کی سرعت سے کرشن کمار سیناپتی کے سر پر جا کھڑا ہوا اور چلایا اپنا فیصلہ واپس لے لیں ورنہ سیناپتی کے سر کو پاش پاش کر دوں گا۔ مہاراجہ اور دربار مبہوت رہ گئے۔

بھدریک کے معززین میں سے ایک بزرگ نے کھڑے ہو کر کہا! راجہ جی ہم یہاں اپنی سینکڑوں بیٹیوں کی لٹی ہوئی چادروں کی داستان غم لے کر آئے تھے مگر راجکماری کی دردانگیز کہانی سن کر اپنا غم بھول گئے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ اس ظلم و زیادتی کی جڑیں صرف سپاہیوں تک محدود ہیں مگر جس مہاراجہ کی بیٹی کی عزت محفوظ نہیں ہے وہ دوسروں کی عزتوں کی کیا حفاظت کرے گا۔

مہاراجہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! تم کون ہو؟

ہمارا نام راج گوپال ہے۔ اور ہم اس بستی کا مکھیا ہیں......

راجکماری نے چونک کر اس بوڑھے ہندو کی طرف دیکھا اس کے بارے میں کامنی نے کہا تھا کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے۔

راج گوپال نے کہا! مہاراجہ جی! یہ نوجوان جو کوئی بھی ہے آپ کا خیر خواہ ہے...... اس کی بات مان لیجئے اور راجکماری کے بارے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیجئے۔ راجکماری نردوش ہے۔

مہاراجہ نے ایک لمحے کے لیے گردن جھکائی عین اسی لمحے ایک شخص کو چند سپاہی دربار میں لائے...... مہاراجہ کی قدم بوسی کے بعد ایک سپاہی نے کہا! یہ حاکم بنگال کا قاصد ہے۔

راجہ نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہا! کہو تمہارا حاکم کیا کہتا ہے۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ کی شعلہ بار نظریں نقاب پوش قاصد کے سراپے کا بڑی گہری نظروں سے جائزہ لے رہی تھیں۔

ہاشم کی تلوار سینا پتی کرشن کمار کے سر پر چمک رہی تھی۔ وہ عقابی نظروں سے ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ راجکماری چندر کانت پر عجیب قسم کی گھبراہٹ طاری تھا۔ اس کی غزالی آنکھوں میں محبت کے درد و سوز کے علاوہ حیرت کی پرچھائیاں لرز رہی تھیں بڑی جذباتی کیفیت تھی۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کہو تم کہاں سے آئے ہو اور کیا پیغام لائے ہو؟

قاصد نے چند قدم آگے بڑھ کر مہاراجہ جے دھج سنگھ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! مہاراج ہم بڑی شبھ سماچار لے کر آئے ہیں۔ ہمارا نام شنکھیر ہے ......ہم نادر خان کی بستی کے رہنے والے ہیں۔

ہاشم کی چیخ نکلتے نکلتے حلق میں پھندہ سا بن کر رہ گئی۔ یہی وہ لمحہ تھا جس نے ہاشم کی توجہ کرشن کمار سے ہٹا دی۔ وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے شنکھیر کو دیکھنے لگا۔ چشم وزن میں ایک آسامی سپاہی نے اوپر سے کمند کا رسہ اس مہارت سے پھینکا کہ ہاشم اس میں بری طرح جکڑا گیا۔ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی جسے کرشن کمار نے جلدی سے اٹھا لیا۔ وہ ہاشم پر وار کرنے ہی والا تھا کہ مہاراجہ نے اسے روک لیا۔

کرشن ابھی وقت نہیں......

دوسری طرف موہن کو بھی سپاہیوں نے رسیوں سے باندھ لیا تھا۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان دونوں کو بندی خانے میں بند کر دو۔

ہاشم نے شنکھیر کی طرف تلخ نظروں سے دیکھتے ہوئے چلا کر کہا! شنکھیر نمک حرام تم نے بہت برا کیا۔ تمہارا انجام دردناک ہوگا۔ تعصب کا پھندا اپنے گلے میں ڈال کر تم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے تم سے ایسی بے وفائی اور غداری کی امید تو نہیں تھی۔

شنکھیر نے اکڑتے ہوئے کہا! جناب انسان دھرم کی خاطر جو قدم اٹھاتا ہے وہ اس کا بنیادی ادھیکار ہوتا ہے۔

سپاہی موہن اور ہاشم کو گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔

موہن نے چلا کر کہا! غدار بھگوان کی سوگند اگر ہم زندہ رہے تو تجھے اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں گے۔

جاؤ جاؤ...... شنکھیر نے غصے سے کہا۔ اب کس کس کو ذبح کرو گے بستی کے سبھی ہندوؤں نے بغاوت کر دی ہے۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ اور اس کے درباری خوش ہو رہے تھے۔ مگر بھدر ریک کے معززین کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔

مہاراجہ نے شنکھیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! نوجوان ہم تمہاری شبھ کتھا سننے کے منتظر ہیں۔

شنکھیر نے کہنا شروع کیا۔ بھگوان مہاراجہ جی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے...... صبح جب آپ کی سینا نے نادر خان کی بستی پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے انہیں بہت نقصان پہنچایا۔ مگر دوپہر کو پنڈت جوشی رام جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے پروہت کی کوششوں سے بستی کے تقریباً دس ہزار ہندوؤں کی غیرت بیدار ہوئی اور انہوں نے بغاوت کر دی اس کے بعد مسلمانوں کی طاقت اور توجہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو گئی۔ جب مجھے بستی والوں نے آپ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سینا بوکھلائی ہوئی پسپائی اختیار کر رہی تھی۔ اگر انہیں کسی طرف سے کمک نہ پہنچی تو آج رات نادر خان کی بستی والوں کی دنیا پر آخری رات ہوگی۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے خوش ہو کر کہا! نوجوان تمہارا آنا ہمارے لیے بڑی خوشی اور مسرت کا باعث ہے۔ ہم تمہیں اپنا سینا میں بڑے اچھے عہدے پر فائز کریں گے۔

ششیکھر نے کہا! ہمارے ساتھ بستی کے پچاس کے لگ بھگ اور نوجوان بھی آئے ہیں۔

وہ کہاں ہیں۔ مہاراجہ نے پوچھا!

تو ششیکھر نے کہا! انہیں آپ کے سپاہیوں نے باہر روک رکھا ہے۔

مہاراجہ نے پردھان منتری پنڈت رام شرما کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ششیکھر اور اس کے ساتھیوں کو بڑی عزت اور احترام سے مہمان ٹھہرایا جائے۔

ششیکھر نے ایک بار پھر مہاراجہ کے قدم چوم لیے تو مہاراجہ نے پوچھا! یہ بتاؤ یہ دونوں نوجوان کون ہیں جن کو ابھی بندی خانے میں بھیجا گیا ہے۔

ششیکھر نے کہا! مہاراج! اس سلسلے میں یہ ناچیز خصوصی درخواست کرنے والا ہے۔

کہو تمہاری ہر بات مان لی جائے گی۔ مہاراجہ جے دھج سنگھ نے فراخدلی سے کہا!

تو ششیکھر نے کہا! ان میں سے گورا چٹا نوجوان مسلمان ہے اس کا نام ہاشم ہے اور گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان کا بڑا بیٹا ہے۔ دوسرے کا نام موہن ہے اور وہ نادر خان کی بستی کا باشندہ ہے۔ آپ کو بھگوان کا واسطہ ان کو قتل مت کروانا کیونکہ ان کے عوض ہم بڑے سے بڑا سودا کر سکیں گے۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ چونک گیا اور اس نے اپنی مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو! ان کی قسمت کا فیصلہ تمہاری خواہش کے مطابق کیا جائے گا۔

''شکریہ'' ششیکھر نے جھک کر راجہ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ مہاراجہ کے اٹھتے ہی دربار برخاست ہو گیا۔ پردھان منتری رام چرن شرما اور کرشن کمار نے ششیکھر سے ہاتھ ملائے اور پھر جنگ کے سلسلے میں سوالات کرنے لگے! راج کماری چندرکانت باپ کے پیچھے پیچھے حویلی کے اندر چلی گئی۔ مہاراجہ اپنے مخملی بستر پر آنکھیں بند کر کے بڑی گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

راجکماری چندرکانت نے باپ کے سر کو دباتے ہوئے کہا! پتا جی اشما کیجئے۔ ہماری وجہ سے آپ کو دکھ پہنچا ہے۔

مہاراجہ نے کوئی جواب نہ دیا تو راجکماری نے سسکتے ہوئے کہا! پتا مہاراج! کیا واقعی ہم قصوروار ہیں اگر ایسی بات ہے تو ہم ابھی آپ کے سامنے اس خنجر کو اپنے سینے میں اتار کر جیو ہتیا کر لیتے ہیں۔ آپ کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کرتے وقت ہمیں بڑی شانتی ملے گی۔

مہاراجہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا راجکماری کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے۔ ہونٹوں پر لرزہ تھا اور سینے کے زیر و بم میں طمانیت اور ٹھہراؤ تھا۔

مہاراجہ نے بیٹی کے ہاتھوں سے خنجر لے لیا۔ اسے پیار سے سینے سے لگا کر محبت بھرا ہاتھ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! بیٹی ہمیں معاف

کر دینا۔ نجانے ہمیں اس وقت کیا ہو گیا تھا۔ ہم اس نوجوان کے شکر گزار ہیں اگر وہ جرات سے کام لے کر کرشن کو یرغمال نہ بنا لیتا تو بھگوان جانے کیا ہو جاتا......پھر تمہارے بغیر ہم بھی زندہ نہیں رہتے۔

راجکماری نے مہاراجہ کے چوڑے چکلے سینے پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا! پتا مہاراج ظلم ہمارے ساتھ ہوا ہے ہماری عزت پر حملہ ہوا ہے۔ ہم اپنی ہتک برداشت نہیں کر سکتے۔ راج پاٹ کی مصلحتوں کو عزت و آبرو کے مسائل پر غالب نہیں آ جانا چاہیے اگر ہم وجے کمار کو قتل کر دینے کا حکم نہ دیتے تو وہ ہماری عصمت کو روند ڈالتا۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے کہا۔ ہمارا خیال ہے تم واپس چلی جاؤ۔ وہ نوجوان جو گوہاٹی کے قلعہ دار کا بیٹا ہے اس کو بھی یہاں رکھنا مناسب نہیں ہے۔

راجکماری کے دل میں خوشیوں کے جلترنگ بج اٹھے۔ وہ ذاتی طور پر اس مصیبت سے بہت دور نکل جانا چاہتی تھی اور پھر یہ سن کر اس کی خوشی بے انتہاء ہو گئی کہ ہاشم کو اس کے ساتھ بھیجا جا رہا ہے۔ وہ دیر تک خیالوں اور خوابوں کی دلفریب گل رنگ وادیوں میں کھوئی رہی......

تم کہاں کھو گئی ہو؟ راجہ کے پوچھنے پر چندر کانت نے کہا! ہم کامنی کے بارے میں سوچ رہے ہیں......

کامنی! مہاراجہ نے کہا! اس کے بارے میں جگن ناتھ کے پنڈتوں اور پجاریوں سے پوچھنا پڑے گا۔ وہ ان کی مجرم ہے اور ہم ان کو سر دست ناراض نہیں کر سکتے۔

راجکماری نے کہا! وہ کامنی کے بارے میں کیا چاہتے ہیں۔

مہاراجہ نے کہا! ان کا خیال ہے کامنی مسلمانوں سے ملی ہوئی ہے اور پجاریوں کے قتل میں وہ برابر کی شریک ہے۔

ہمارا مطلب ہے کیا کامنی کو بھی ہمارے ساتھ آسام بھیجا جائے گا۔

"نہیں وہ یہیں رہیں گی ہم صرف مسلمان قیدی کو آسام بھیجنا چاہتے ہیں......

راجکماری اور مہاراجہ نے اکٹھے کھانا کھایا اور رام چرن شرما پردھان منتری کو بلا کر اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

مہاراجہ نے کہا! راجکماری کو آج رات کے پچھلے پہر یہاں سے روانہ کر دیا جائے۔ ان کے ساتھ پانچ سو سوار بھی سرحد تک جائیں گے......

ہم ابھی پانچ سو سواروں کو تیاری کا حکم دیتے ہیں۔

رات کا پہلا پہر گزر رہا تھا۔ راجکماری چندر کانت اپنے کمرے کی کھلی کھڑکی کے سامنے کھڑی نیلگوں آسمان کی وسعتوں پر پھیلے ستاروں کی روشن قندیلوں کے جلووں میں کھوئی ہوئی تھی پھر ایک شہاب ثاقب ٹوٹا اور اپنے پیچھے نور کی ایک لکیر چھوڑتا ہوا اندھیروں میں گم ہو گیا۔

اچانک راجکماری نے اپنے عقب میں آہٹ سی محسوس کی اس نے پلٹ کر دیکھا......اس کے سامنے شیکھر کھڑا تھا......

تم......تم! راجکماری نے ہکلاتے ہوئے کہا! تمہیں یہاں بغیر اجازت آنے کی آ گیا کس نے دی ہے۔ بدمعاش میں ابھی سپاہیوں کو بلاتی ہوں۔

راجکماری تالی بجانے لگی تو شیکھر نے کہا! عزت والی راجکماری بات سن لی جیئے۔ہم کسی بری نیت سے یہاں نہیں آئے۔

پھر کیوں آئے ہو؟

راجکماری نے پوچھا تو شیکھر نے کہا! راجکماری ہمارے جاسوس نے اطلاع دی تھی کہ آپ کی رحمدلی نے ہاشم موہن اور کامنی کی جان بچائی ہوئی ہے ہم غدار نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کے پتا جی کا دشمن ہوں۔ہم اپنے آدمیوں کے ساتھ کامنی ہاشم اور موہن کو چھڑانے کی خاطر آئے ہیں......امید ہے آپ اس سلسلے میں ہماری پوری طرح مدد کریں گی۔ہم آج کی رات ہی یہ سارا کام سرانجام دینا چاہتے ہیں......کیونکہ کل تک حالات بہت زیادہ بدل جائیں گے اور ان تینوں کی زندگیوں کو سخت خطرہ لاحق ہو جائیگا......

مگر تم تو......

وہ ضروری تھا......راجکماری جی! آپ تو سمجھدار ہیں ایسے مشکل کام ایسی ہی تدبیروں سے سرانجام دیے جاسکتے ہیں......ہمیں افسوس ہے وقتی طور پر ہمارے دوستوں کو صدمہ ہوا ہے۔

راجکماری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہم موہن اور کامنی کو نکالنے کا کچھ بندوبست کرتے ہیں مگر ہاشم کو آپ نہیں لے جاسکتے کیونکہ پتا جی نے ہاشم کو راجدھانی بھیجنے کا حکم دے دیا ہے......آپ لوگ ہاشم کے معاملے میں مطمئن رہیں۔ہم اس کے ہمراہ آسام جارہے ہیں اور ہم بھگوان کو گواہ بنا کر تمہیں وچن دیتے ہیں کہ اگر کبھی کسی موڑ پر ہاشم کی زندگی کو خطرہ درپیش ہوا تو اس کے لیے ہم اپنی جان قربان کر دیں گے......

آج رات کے تیسرے پہر ہم یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔جونہی ہم یہاں سے چلے جائیں۔تم بندی خانے پر قبضہ کر کے کامنی اور موہن کو نکال لینا......پہرے داروں سے ہم بات کر لیتے ہیں......ممکن ہوا تو ان بے چاروں کو اپنے ساتھ لے جانا......کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں ان کی شامت آجائے۔اب تم جاؤ ہم بندی خانے کے محافظوں سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔اب تم جاؤ اور اپنے آدمیوں کو مناسب جگہ پر تعینات کردو......بھگوان نے چاہا تو سب کام بخیر وخوبی انجام کو پہنچ جائیں گے۔

راجکماری نے شیکھر کے جانے کے بعد چادر اوڑھی اور پچھلے دروازے سے نکل گئیں۔

بندی خانے کے محافظوں نے جھک کر قدم بوسی کی تو راجکماری نے آہستہ سے کہا! ہم آج رات یہاں سے جارہے ہیں۔آدھی رات کے بعد جب ہاشم کو یہاں سے نکال لیا جائے گا تو تم بندی خانے کا دروازہ کھلا رکھنا کچھ لوگ کامنی اور موہن کو لینے آئیں گے ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنا اور اگر مناسب سمجھو تو ان کیساتھ ہی فرار ہو جانا......فکر نہیں کرنا بعد کے حالات ہم خود سنبھال لیں گے۔

راجکماری یہاں سے سیدھی ہاشم کے پاس پہنچی وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔زندان کی کوٹھڑی میں چھوٹا دیا جل رہا تھا۔

ہاشم نے راجکماری کو پہچانتے ہوئے بے قراری سے کہا! راجکماری خدا کے واسطے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اگر آپ کو کچھ ہو گیا۔تو محبت شرافت اور غیرت کی روشنی کا نور بجھ جائیگا۔بخدا آپ کی زندگی بہت قیمتی ہے۔

راجکماری نے کہا! ہاشم زندگی اور موت آکاش پر رہنے والے بھگوان کے ہاتھ میں ہے۔ہم ایک اچھے مقصد کی تکمیل کی خاطر جدوجہد کر رہے

ہیں۔اس راہ پر اگر جان بھی چلی جائے تو کوئی غم نہیں ہوگا بلکہ ہم جنم جنم امر ہو جائیں گے اس وقت ہم ایک اور مقصد کے لیے آئے ہیں۔ سنو! شنکر غدار نہیں ہے۔ وہ فنکار ہے وہ ڈھونگ رچا کر تمہیں کامنی اور موہن کو چھڑوانے آیا ہے اس کا بہروپ کامیاب رہا ہے۔ آج رات کے تیسرے پہر وہ اپنا کھیل شروع کریں گے۔ ہم نے پہرے داروں سے بات کر لی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ تم ان کے ساتھ نہیں جا سکو گے۔ کیونکہ تم ہمارے ساتھ اب سے تھوڑی دیر بعد آسام جانے والے ہو......اور آسام میں جب تک ہم زندہ رہیں گے تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں گے......

ہاشم کے چہرے پر خوشیوں کے گل نار کھل اٹھے وہ زیر لب کہہ رہا تھا۔ میں رات بھر کتنا پریشان رہا ہوں۔ شنکر تم ہمیں معاف کر دینا۔ ہم نے تمہیں کتنی بد عائیں دی ہیں۔ راجکماری......ہاشم کی آنکھیں وفورِ مسرت سے چھلک پڑیں......جذبات کی طغیانی کا طلاطم حدوں کو پھلانگ گیا۔

ہاشم نے اپنا ہاتھ راجکماری کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا! راجکماری! تم کو خدا نے پوجا کے قابل بنایا ہے۔ تم انسان کے روپ میں جنت کی معصوم حور ہو! کامنی بچ گئی تو میں بالکل ہلکا پھلکا ہو کر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤں گا......

کیا تمہیں کامنی سے انتہائی پیار ہے۔

راجکماری نے پوچھا تو ہاشم نے کہا! پیار کی بات نہیں فرض کا تقاضا ہے......کامنی نے ہماری عزت کی خاطر اتنے دکھ اٹھائے ہیں......

پھر راجکماری نے کامنی اور موہن کو سب کچھ بتا دیا......

کامنی نے روتے ہوئے کہا! راجکماری! ہاشم کا خیال رکھنا۔ وہ پھول کی طرح ہے۔ مرجھانے نہ دینا......ہو سکے تو اسے اپنے دل کی بگیا کی پریم شاخ پر سجا لینا۔ اس کی مہکار کی لطیف باس آپ کو جیون کی رنگینیوں سے آشنا کرتی رہے گی......شاید بھگوان نے آپ دونوں کو ایک دوسرے کے لیے بنایا ہے......راجکماری کی دل کی دھڑکنیں قابو سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے سینے کے زیر بم میں سمندر کا تلاطم برپا تھا......اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ لرزتے ڈگمگاتے قدموں سے باہر نکل گئی۔

مگر کچھ سوچ کر پھر تیزی سے پلٹ آئی اور کامنی سے کہا! یہاں سے نکل کر کھیا کے گھر جانا۔

رات کے تیسرے پہر ہاشم کو بندی خانے سے باہر لایا گیا۔ حویلی کے دروازے پر اس نے شنکر کو دیکھا......شنکر کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکان تھی......مگر آنکھوں میں آنسو کے قطرے لرز رہے تھے......دونوں نے ایک دوسرے کو نظروں نظروں سے الوداع کہا!......سامنے راجکماری کی بگھی نما خوبصورت سواری کھڑی تھی......ہاشم کے ارد گرد چاک و چوبند سواروں کے کئی دستے کھڑے تھے......چند لمحوں بعد بگل بجنے لگا......راجہ اور راجکماری برآمد ہوئے ان کے عقب میں کرشن کمار اور پردھان منتری رام داس شرما بھی تھے......مہاراجہ نے راجکماری کو بگھی میں بٹھایا......اور اسی کے ساتھ ہی چابک کی آواز رات کے سناٹے میں گونجی اور گھوڑوں نے سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا......قسمت ہاشم کو ایک انجانی اور ان دیکھی منزل کی طرف لے جا رہی تھی......وہ حالات کے دھندلکوں میں اپنے مستقبل کے لیے روشنی کے ستاروں کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا......دوسری طرف راجکماری بھی ہاشم کے لیے حوادث سے ٹکرانے کے لیے عزائم کو اپنے اندر جمع کرنے میں مصروف تھی......شاید دونوں مختلف سمتوں سے ایک ہی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے......

راجکماری چندر کانت کو رخصت کرنے کے بعد مہاراجہ جے دھج سنگھ نے گہری سانس لیتے ہوئے زیر لب کہا! راجکماری کو ساتھ لا کر شاید ہم نے غلطی کی تھی......

وہ دیر تک دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک کی نغمگی سنتا رہا پھر جب فاصلوں نے آوازوں کو اپنے اندر جذب کر لیا تو مہاراجہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ واپس مڑ گیا..... اپنی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر اس نے کرشن کمار کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا بکرم اپنی سینا کے ساتھ کب تک پہنچے گا۔

کرشن کمار نے کہا! اطلاع ملی ہے کہ اس کے ہراول دستے جگن ناتھ دیوتا کے مندر پہنچ چکے ہیں۔

مہاراجہ نے کہا! پھر تو کل دوپہر تک وہ پہنچ جائے گا۔

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد مہاراجہ نے کہا! تم کل اس کے پہنچتے ہی یہاں سے کوچ کر جانا۔ تم ادھر سے پہاڑوں کے چکر کاٹ کر سلہٹ کی طرف بڑھو گے اور ہم اوپر سے نادر خان کی بستی اور گوہاٹی کے قلعے کی بربادیوں کے مناظر دیکھتے ہوئے مسلمانوں کی بچی کھچی آبادیوں کو تیغ کر کے تم سے آملیں گے...... اب تم لوگ آرام کرو۔

مہاراجہ پردھان منتری اور سیناپتی اپنی اپنی خوابگاہوں میں چلے گئے۔ تو شیکھر اور اس کے ساتھیوں نے اپنا کام تیزی سے شروع کر دیا..... سب سے پہلے موہن اور کامنی کو آسامی سپاہیوں کی وردی مہیا کی گئی...... کامنی وردی میں چھپ رہی تھی...... اب رات کا تیسرا پہر جاری تھا..... آسامیوں کا ظالمانہ معمول رات کے ڈھلتے ہوئے لمحات کے ساتھ ساتھ تھکن محسوس کر رہا تھا...... جام و مینا کے دور تھم تھم کے جاری تھے...... کنواریوں کی پھٹی پھٹی آنکھیں رات کے سناٹوں اور اندھیروں میں پھر کسی شب خون مارنے والے لشکر کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

بھدریک کی بستی کے مکھیا کے دروازے پر دستک ہوئی۔ بوڑھے مکھیا نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو دروازے پر مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر اس کا سارا بدن لرز اٹھا۔ اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ظالمو! بھگوان کے لیے یہاں سے چلے جاؤ اب اس گھر میں کچھ بھی نہیں رہا...... کچھ بھی نہیں..... نہ عزت نہ آبرو نہ مال نہ دولت...... بلکہ اس بستی کا ہر گھر تمہارے..... مظالم کی بھینٹ چڑھ کر اجڑ گیا ہے..... اب ان اجڑی ہوئی حویلیوں میں کیا ڈھونڈنے آئے ہو......

بوڑھا مکھیا شدت غم سے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا تو کامنی نے مکھیا کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے سسک کر کہا" چاچا! ہم کامنی ہیں۔"

بوڑھے کی چیخ نکل گئی اور وہ چکرا کر کامنی کے قدموں پر گر پڑا..... کامنی ہمیں معاف کر دو تمہارا کہا نہ مان کر ہم سب نے بڑی سزائیں پائی ہیں۔

ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہمیں صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔

مگر بیٹی یہ سب کیا ہے۔ تم کہاں جاؤ گی۔

چاچا! یہ ایک دردناک اور طویل کہانی ہے۔ بھگوان نے اس مصیبت سے بچالیا تو ساری کتھا سناؤں گی...... فی الحال تو ہم نادر خان تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ وہاں ہماری عزت ہماری آبرو اور ہماری جان سب کچھ بچ جائے گا۔

مگر وہ تو شنکر نامی غدار نے مہاراجہ کو بتایا ہے کہ نادر خان کی بستی تباہ و برباد کر دی گئی ہے۔

کامنی نے اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! چاچا! یہ شنکر ہے۔

شنکر نے کہا! چاچا جی! نادر خان کی بستی صحیح وسالم ہے بلکہ مہاراجہ کی سینا گاجر مولی کی طرح کٹ رہی ہے۔ ہم نے کامنی بہن کو یہاں سے نکالنے کے لیے سردار خان کے حکم پر سارا کھیل کھیلا ہے۔

کھیا نے کہا! تم اندر آ جاؤ یہاں ٹھیک نہیں۔

نہیں چاچا، کامنی نے کہا! تم کس طرح ہمیں مندر کے تہہ خانے تک پہنچا دو ہم مندر کے تہہ خانے کی سرنگ کے راستے آسانی سے باہر نکل جائیں گے...... باہر ہمارے ساتھی گھوڑوں کے ساتھ تیار کھڑے ہیں۔

ٹھیک ہے۔ کھیا نے کہا! تم آہستہ آہستہ مندر کی طرف چلو ہم چار پانچ جوانوں کو لے کر پیچھے آتے ہیں۔

مگر چاچا اس طرح تو......

کھیا نے کہا! نہیں بیٹی! اس وقت اس بستی کا ہر نوجوان تمہارا مددگار اور جاں نثار بھائی ہے...... شاید تم سن چکی ہو گی کہ ہم پر کیا کیا قیامتیں بیت رہی ہیں۔ ہماری بیٹیاں...... چاچا، کامنی نے روتے ہوئے کہا! چاچا...... ہم خود اس سولی پر لٹک رہے ہیں...... ہم چلتے ہیں۔

کامنی موہن اور شنکر کو لے کر مندر کی طرف چل پڑی...... بوڑھا کھیا تیزی سے اندھیرے...... میں گم ہو گیا...... اور پھر کسی دوسری گلی سے نکل کر کامنی اور اس کے ساتھیوں سے پہلے مندر کے دروازے پر پہنچ گیا...... اس کے ساتھ چار پانچ مسلح اور پرجوش جوان تھے...... جب کامنی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پہنچی تو ایک بار پھر سبھی کی چیخیں نکل گئیں۔ شدت غم کی متلاطم موجوں نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا...... پچھتاوے کا درد رہ رہ کر ٹیسیں مارتا تھا......

کامنی نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے کہا! بھائیو! یہ رونے کا وقت نہیں۔

کھیا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا! ”آؤ ہمارے پیچھے آؤ“

کھیا مندر کی ایک دیوار کے ساتھ بڑھتا ہوا پروہت کی کٹیا پر دستک دینے لگا۔

پروہت نے دروازہ کھول کر پوچھا! کھیا جی! خیریت تو ہے یہ سپاہی کیوں لائے ہو!

کھیا نے کہا:۔ یہ تو ان سپاہیوں کو خبر ہو گی۔

”سینک بھائی کیا بات ہے“۔ پنڈت نے پوچھا تو شنکر نے کہا! ہم نے سنا ہے۔ کچھ مسلمان جاسوس تہہ خانے کی غار میں گھسے ہوئے ہیں۔

یہ ناممکن ہے۔ پنڈت نے کہا! آپ کو کسی نے گمراہ کیا ہے۔ تہہ خانے کے غار کا ہمارے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔

شنکر نے کہا! پنڈت آپ وقت ضائع کر رہے ہیں اگر تمہاری یہ بات مان لی جائے تو پھر تم ہی بتاؤ اس بات کی خبر مکھیا جی اور ہمیں کیسے ہوئی۔ تم جلدی جلدی دروازہ کھول دو باقی معاملے کو ہم تم سے بہتر سمجھتے ہیں۔

اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو!......

شنکر نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کیسے نہیں کرو گے یہ ہمارا حکم ہے اور ہم اپنے حکم کو منوانا جانتے ہیں......

شنکر کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی تلوار کھینچ لیں۔ پنڈت نے بادل نخواستہ چابی نکالی اور سہمے سہمے قدم اٹھاتا آگے آگے چل پڑا۔ مندر کے عقب میں ایک کھنڈر تھا...... اس کھنڈر کے ایک کونے میں ایک چھتنار جھاڑی کے نیچے گھستا چلا گیا...... شنکر موہن اور دوسرے لوگ اس کے پیچھے پیچھے جھاڑی میں گھس گئے۔ پنڈت نے جھاڑ جھنکار ہٹایا۔ تو ایک دروازے کے کواڑ دکھائی دیے جن پر ایک بڑا تالا پڑا ہوا تھا۔ پنڈت نے چابی ڈال کر دروازہ کھول دیا اور کہا! دیکھ لیجیے......

مکھیا نے کہا! پنڈت جی آپ چلیں نا۔

دو مشعل بردار سب سے پہلے سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اتر گئے۔ اس کے بعد کامنی شنکر موہن اور مکھیا اور ان کے ساتھی پنڈت کو گھسیٹتے ہوئے غار کی سیڑھیاں اترنے لگے...... دس بارہ سیڑھیوں کے بعد غار کی ہموار سطح آ گئی......

یہاں پہنچ کر شنکر نے کہا! مکھیا چاچا! اگر آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں!

"بیٹا! مکھیا نے کہا! ہم تمہیں باہر تک پہنچائیں گے۔

کامنی نے ہاتھ جوڑ کر مکھیا کو پرنام کرتے ہوئے کہا! چاچا! بڑی مہربانی...... بھگوان نے چاہا تو ہم سب بہت جلد پھر ملیں گے...... اس اجڑے ہوئے چمن میں پھر سے بہاریں آئیں گی......"

پنڈت نے حیرت سے کامنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! یہ تو کامنی ہے ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔

بستی کے ایک دل جلے نوجوان نے تیزی سے خنجر نکال کر دستے تک پنڈت کے سینے میں اتارتے ہوئے کہا۔ ہاں یہ کامنی ہے!...... اچھا ہوا تم نے اسے پہچان لیا......"

ایک خوفناک چیخ غار کے اندھیروں میں گونجی...... خون کا فوارہ ابلا...... پنڈت دو تین دفعہ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

چند قدم آگے جا کر مکھیا نے کامنی کے قدم چھو کر کہا! کامنی اب ہمیں واپس جانے کی آگیا دیجیے...... بھگوان آپ کا نگہبان ہوگا۔

کامنی نے مکھیا کے ہاتھ چوم کر روتے ہوئے کہا! چاچا جی!...... دعاؤں کے سوا ہم بستی والوں کو اور کیا دے سکتی ہیں...... ہم تو کہتی ہیں آپ سب ہمارے ساتھ یہاں سے نکل چلیں۔

مکھیا نے کہا! نہیں بیٹی! ابھی ہم نے اپنے کیے کی بڑی سزائیں پانی ہیں...... آنے والی کل کو مہاراجہ جے دیو سنگھ کا باقی ماندہ لشکر بھی پہنچنے والا ہے...... نئے آنے والوں نے نئے ظلم و ستم ڈھاتے ہیں...... مگر اب یہ سرنگ ہماری نجات کا راستہ بن گئی ہے۔ ہمارا ارادہ ہے۔ اس سرنگ کے

ذریعے ہم بستی کی لڑکیوں کو یہاں سے نکال کر جنگل میں چھپادیں گے یا ممکن ہوا تو نادر خان کی بستی پہنچادیں گے۔

کامنی نے چونک کر بوڑھے مکھیا کی طرف دیکھا اور کہا! چاچا! یہ بڑا اچھا منصوبہ ہے اگر ہم بخیریت بستی تک پہنچ گئے...... تو سردار نادر خان کو اس منصوبے سے آگاہ کردیں گے...... امید ہے وہ پوری پوری مدد کریں گے...... اچھا تم چلو......

موہن اور شیکھر نے قندیلیں لے لیں اور سرنگ میں چلنے لگے۔ مکھیا اور اس کے ہمراہی چار نوجوان دیر تک...... اندھیروں میں گم ہوتے ہوئے ان کے ہیولیوں کو دیکھتے رہے۔ جب قندیلوں کی روشنی اندھیروں میں ڈوب گئی تو واپس مڑ گئے۔ باہر نکل کر بوڑھے مکھیا نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے سرنگ کا دروازہ بند کیا۔ تالا لگایا اور اوپر جھاڑ جھنکار پھیلا کر مندر میں داخل ہوئے۔

بوڑھے مکھیا نے کہا! بچو کامنی جی کا زندہ بچنا اور سلامتی سے اس بستی کے جہنم سے نکل جانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ بھگوان کو ہم پر ترس آگیا ہے۔ پتا ہے اس وقت ہم نے دوسرا نیک کام کیا کرنا ہے......

خبر ہے چاچا ایک نوجوان نے کہا!

تو مکھیا نے پوچھا! بھلا کیا کرنا ہے۔

اس نوجوان نے خنجر نکالتے ہوئے کہا! ہم نے اس مندر کے بدبخت اور بدکار پجاریوں کو ختم کرنا ہے......

شاباش تم نے ٹھیک سمجھا ہے......

تھوڑی دیر میں ان لوگوں نے مندر کے چار کے لگ بھگ پجاریوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی لاشیں ایک جگہ گڑھا کھود کر دبا دیں...... مکھیا اپنے ساتھی نوجوانوں کے ساتھ تیزی سے مندر کی حدود سے نکل گیا۔ ابھی صبح میں دیر تھی۔ یہ لوگ ایک عظیم الشان کارنامہ سرانجام دے کر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ دوسری طرف کامنی شیکھر اور موہن جب سرنگ کے دوسرے دہانے پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ادھر بھی لکڑی کا مضبوط دروازہ لگا ہوا تھا۔ جس میں بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ شیکھر اور موہن نے قندیلیں کامنی کو پکڑائیں اور تلواروں سے تالا توڑنے لگے۔

کامنی قندیلوں کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس کی نظر پتھر کے ایک ٹکڑے پر پڑی......

اس نے شیکھر سے کہا! شیکھر بھیا۔ تلواروں سے یہ نہیں ٹوٹے گا...... وہ دیکھو پتھر پڑا ہے۔

شیکھر اور موہن نے بیک وقت پتھر کی طرف دیکھا...... پھر موہن نے پتھر اٹھا کر تالے پر اتنے زور سے ضرب لگائی کہ وہ پہلے ہی وار سے کنڈی سے الگ ہو کر لٹک گیا...... دروازے کی چولیں چرچرائیں اور پھر باہر سے تازہ ہوا کا ایک جھونکا زندگی کی بہاروں کا پیغام لے کر ان کے چہروں سے ٹکرایا۔ جیسے کوئی کسی کا محبت سے ماتھا چوم لیتا ہے۔ سرنگ کا دھانہ گھنے جنگل میں کھلتا تھا۔ باہر نکل کر شیکھر نے ادھر ادھر دیکھا...... رات ابھی گہری تاریک تھی...... سناٹا تھا...... پوری طرح اطمینان کر لینے کے بعد شیکھر نے اپنے حلق سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی تو جواب میں دوسری طرف سے اسی قسم کی آواز رات کے سناٹے کو برہم کرتی ہوئی ابھری......

شیکھر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا! ہمارے ساتھی پہنچ چکے ہیں......

کامنی نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا! بھگوان تیرا لاکھ لاکھ شکر یہ تو نے قدم قدم ہماری مدد فرمائی ہے۔

پچاس کے لگ بھگ سوار ایک کھلی جگہ پر جمع تھے ان میں بندی خانے کے وہ دونوں دربان بھی شامل تھے جنہوں نے راجکماری چندرکانت کے حکم پر ششیکھر کی مدد کے لیے کامنی اور موہن کو بندی خانے سے فرار ہونے کا موقع فراہم کیا تھا...... ششیکھر موہن اور کامنی جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے...... تو ہر ایک کے چہرے پر خوشیوں ستارے جھلملانے لگے...... کامنی کو گھوڑا دیا گیا۔ دربانوں کو ایک ایک دو سواروں نے پیچھے بیٹھا لیا...... ان میں تیس کے لگ بھگ مسلمان شاہسوار تھے۔

ایک نوجوان نے کہا۔ ہمیں کم از کم پندرہ بیس کوس جنگل میں سفر جاری رکھنا ہوگا کیونکہ اس طرف آسامی فوجیں موجود ہیں...... جنوب کی طرف سے ندی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہم بغیر کسی خطرے سے دوچار ہوئے بستی کے قریب پہنچ جائیں گے۔

رات کے مسافروں کا یہ چھوٹا سا کارواں جب روانہ ہو رہا تھا۔ تو مشرقی افق سے طلوع ہونے والا چاندان کی پرعزم پیشانیوں کو چوم رہا تھا۔ رات کا تیسرا پہر دھیرے دھیرے اپنے مخصوص غیر مرئی اور غیر محسوس انداز سے اپنے معمول کی مسافتیں طے کرتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں تھا...... ستاروں کی ان گنت قندیلیں نیلگوں فلک کی وسیع و عریض بے پایاں چھت پر روشن تھیں۔ پچھلی رات کا چاند اب اور اونچے اونچے درختوں کی چوٹیوں پر اپنے جلوؤں کے رنگ بکھیر رہا تھا...... چاندنی نے رات کی ہیبت اور وحشت کو کسی حد تک کم کر دیا تھا۔ جانبازوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ جس کی قیادت ششیکھر کر رہا تھا۔ بڑی سست رفتاری سے جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انہیں قدم قدم پر گھنی جھاڑیوں کی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کہیں کہیں تو ان کو گھوڑوں سے اتر کر تلواروں سے درختوں کی موٹی موٹی شاخوں کو کاٹ کر اپنے لیے راستہ بنانا پڑتا تھا۔ ایک پہر میں انہوں نے بڑی مشکل سے تین چار کوس کی مسافت طے کی ہوگی۔ یہ جنگل بڑا خوفناک اور ڈراونا تھا۔ گھنا اس قدر کہ ہوا کا گزر بھی مشکل سے ہوتا تھا...... سینکڑوں خونخوار درندوں اور زہریلے اژدہوں کا مسکن بھی تھا۔ تین چار کوس کی مسافت طے کرنے کے لیے بعد وہ اچانک کشادہ اور کافی حد تک صاف کی ہوئی گزرگاہ پر پہنچ گئے...... گھوڑں کی راسیں کھینچ کر وہ جامد و ساکت آنکھوں سے اس بدلے ہوئے منظر کا مطالعہ کر رہے تھے...... لگتا تھا کسی بہت بڑے لشکر نے شاہرہ کو تعمیر کیا ہے وہ حیرت اور استعجاب اور مسرت و انبساط کے ملے جلے احساسات کا شکار ہو رہے تھے۔

ایک نوجوان نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں سرگوشی کی اششیکھر تمہاری سمجھ میں کوئی بات آئی ہے۔

ششیکھر نے چونک کر بل کھاتی ہوئی راہ گزر سے نظریں ہٹا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ سر دست تو میرا دماغ منجمد ہو گیا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کیا کیا جائے۔ یہ بات تو صاف ہے کہ اس جنگل میں بہت بڑا لشکر موجود ہے مگر یہ لشکر دوستوں کا ہے یا دشمنوں کا اس بات کا اندازہ لگانا مشکل ہو رہا ہے۔

ایک مسلمان نوجوان جعفر نے قدرے اعتماد سے کہا! ششیکھر بھائی میرا خیال ہے۔ حاکم بنگال نواب علی قلی خان کی افواج پہنچ چکی ہیں یا صبح تک پہنچنے والی ہیں۔

اسی لمحے کامنی نے سامنے پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! مجھے پہاڑی پر اندھیرے میں چند متحرک ہیولے نظر آ رہے ہیں۔

سب نے پہاڑی پر نظریں جمادیں اور پھر ہر ایک نے متحرک سائے دیکھے منظر لحہ لحہ پراسرار ہوتا جارہا تھا۔

ششیکھر نے کہا! یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ایک سپاہی کو ہر وقت ہر قسم کے اچھے یا برے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہاں کھڑے کھڑے وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔بہتر ہے سفر جاری رکھیں۔ میرا خیال ہے جعفر کا اندازہ ٹھیک ہے۔ یہ اسلامی لشکر کی کارروائی معلوم ہوئی ہے۔

ششیکھر نے گھوڑے کی راس کھینچ کر ایڑی لگائی اس کے پیچھے پیچھے سارا قافلہ چل پڑا۔کشادہ جگہ کی وجہ سے گھوڑوں کی رفتار میں خاطر خواہ تیزی پیدا ہوگئی تھی۔ایک جگہ پر انہوں نے جلتی ہوئی قندیل دیکھی تو پھر سہم کر رک گئے۔ابھی انہیں ٹھہرے ہوئے چند ساعتیں گزری تھیں کہ اچانک پہاڑی کی چوٹی سے ایک گونج دار آواز آئی۔

ہم جانتے ہیں......تم کون ہو اور کہاں جارہے ہو......تم بے خطر اپنا سفر جاری رکھو......اطمینان سے بڑھتے ہوئے جاؤ۔خدا کے فضل وکرم سے تمہارے محافظ چوکس اور بیدار ہیں۔عالی قدر نواب علی قلی خان بذات خود تمہارے معاملے میں بڑے پریشان ہیں۔

نیچے سے ششیکھر نے باآواز بلند کہا! نادیدہ دوستو! بہت بہت شکریہ!

پھر آواز آئی ''آپ لوگ روانہ ہوجاؤ۔آگے چل کر یہ پہاڑی جنوب مغرب کی طرف مڑ جائے گی۔آپ نے پہاڑی کے ساتھ ساتھ سفر نہیں کرنا۔پہاڑی موڑ سے چند قدم آگے تمہیں ایک ندی دکھائی دے گی۔آپ ندی کے کنارے چلتے چلتے باآسانی اس قدیم شاہراہ پر پہنچ جاؤ گے جو اس جنگل سے گزرتی ہوئی دارالحکومت تک چلی جاتی ہے۔تمہارے آج کے اس پر خطر سفر کی وہ آخری منزل ہے......ندی کی دوسری جانب مشرقی سمت پر سردار نادر خان کی وہ بستی ہے جہاں جنگ ہورہی ہے......

یہ لوگ چل پڑے......کشادہ اور صاف جگہ پر گھوڑے بڑی تیزی سے دوڑ رہے تھے۔پہاڑی کے موڑ پر پہنچ کر انہوں نے اپنا رخ مشرق کی جانب موڑ لیا۔دو تین میل کی مشکل مسافت کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ جنگل کی سختیاں کافی حد تک نرم پڑتی جارہی ہیں۔اونچے اونچے درختوں اور گھنی جھاڑیوں کی شاخیں جو ایک دوسری سے بغل گیر تھیں۔اب آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی پھیلی ہوئی لمبی لمبی باہنوں کو سمیٹنا شروع کردیا تھا۔زمین کا مخملی فرش دکھائی دینے لگا کہیں کہیں کھلی جگہ آجاتی تھی۔ہوا کے جھونکوں کی روانی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔حبس اور گرمی کی شدت کافی کم ہوگئی......پھر اچانک ان کو ندی کا پانی چاندی کی لکیر کی طرح دکھائی دینے لگا......خنک اور معطر ہواؤں کے نازک خرام جھونکوں نے ان کے دلوں میں تازگی اور فرحت پیدا کردی......یہاں اونچے اونچے درخت گھنی جھاڑیاں بہت کم تھیں......لگتا تھا۔یہاں جنگل کی سلطنت کی جلالت کا دیدبہ ختم ہورہا تھا......اب ان کے گھوڑوں نے پوری رفتار سے سرپٹ دوڑنا شروع کردیا تھا......ندی کے لہرا لہرا کر بہنے والے پانی کی مچلتی ہوئی کول موجوں کو ستاروں کا نور چوم رہا تھا......لگتا تھا ستاروں کی تجلیوں نے جیسے پانی پر رقص کرنا شروع کردیا تھا......لحہ بہ لحہ مسافتیں سمٹتی گئیں......کسی بے وفا کے فراق کے سوز غم اور تلخی زحمت انتظار کی ستائی ہوئی دکھیاری لیلائے شب کی کاجل بھری آنکھیں بند ہونے لگیں۔

رات ہجر کی سیج پر اس طرح نڈھال سی ہوکر لیٹی ہوئی تھی......جس طرح پھول اپنی نزاکتوں کے باوجود کانٹوں پر بستر بچھا کر اپنی گھڑی دو

گھڑی کی بہار آفریں زندگی گزار دیتا ہے...... آخر صبح نے غم کی ماری لیلیٰ شب کی آنکھوں کے ڈھلکے ہوئے کاجل کو دامن وقت نے شبنم کے قطروں میں بھگو کر دھونا شروع کر دیا تھا۔ اجالے اپنی صلاحیتیں بکھیرنے لگے تھے...... نسیم سحری جوبن پر تھی۔ پھولوں سے لدی ہوئی شاخیں جھوم جھوم کر رنگینیاں بکھیر رہی تھیں...... اندھیروں کی کوکھ سے صبح کی صباحت جنم لے رہی تھی...... پو پھٹتے یہ قافلہ اس شاہراہ پر پہنچ گیا جو سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی جنگل کے اندر اندر سلہٹ اور کومیلا تک چلی جاتی تھی...... یہاں پہنچ کر انہوں نے گھوڑوں کی لگامیں اتار کر انہیں چرنے کے لیے چھوڑ دیا...... گھوڑے خوشی سے اچھلتے کودتے ادھر ادھر بکھر گئے۔

مسلمانوں نے وضو کر کے صبح کی نماز کی تیاری شروع کر دی جعفر نے اپنی بلند اور سریلی آواز میں آذان دینی شروع کر دی اللہ کے اٹل کبریائی کا دبدبہ کائنات پر چھا رہا تھا...... شیکھر موہن کامنی اور دوسرے ہندو جوان ندی کے کنارے کھڑے ان کی حفاظت کر رہے تھے...... جو نماز ادا کرنے والے تھے...... آذان کے بعد جعفر ہی نے امامت کے فرائض سنبھال لیے...... باقی لوگوں نے اس کے پیچھے تین صفیں قائم کر کے نماز نیت کر لی...... ابھی وہ پہلی رکعت کی ابتداء ہی میں تھے کہ چار سوار گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور پھر تیزی سے اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر کر تیزی سے سب سے آخر میں اس جگہ پر صف باندھ کر نماز کی جماعت میں شامل ہو گئے...... جہاں نمازیوں کے جوتے پڑے تھے۔

شیکھر نے حیرت زدہ ہو کر موہن سے کہا! موہن تم نے پہچانا یہ لمبا باوقار شخص کون ہے؟

موہن بت بنا کھڑا تھا وہ کچھ نہیں بولا۔ تو کامنی نے آہستہ سے پوچھا! شیکھر بھائی یہ کون ہے؟

شیکھر نے سرگوشی کے انداز میں کہا! یہ حاکم بنگال بادشاہ علی قلی خان ہیں۔

آسامی سپاہی چونک پڑے کیا کہہ رہے ہو۔ یہ حاکم بنگال ہیں۔

جی ہاں! شیکھر نے کہا! یہی وہ چٹان ہے جس سے ٹکرانے والوں کے سر پاش پاش ہو جاتے تھے۔

کامنی پلک جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نماز ادا ہو چکی تھی تو اگلی صفوں میں اضطراب اور ہلچل سی پیدا ہو گئی۔

جعفر نے اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے کہا! جناب والا آپ!......

بادشاہ علی قلی خان نے بڑی محبت سے کہا! بیٹے اس مقام پر تم ہم سے بہتر جچ رہے ہو۔ خدا کی بارگاہ میں تم سب ہم سے بہتر اور برتر ہو...... جو شخص اس دنیا میں جتنا زیادہ با اختیار ہوگا۔ قیامت کے روز اس کے گناہوں کی گٹھڑی اتنی زیادہ وزنی ہوگی۔ کیونکہ بہت کم صاحب اختیار لوگ اپنے منصب اور مرتبے کی پل صراط سے ثابت قدمی سے گزرتے ہیں...... اتنا کہتے کہتے اس وجیہہ اور دبدبے کے مالک حاکم کی آنکھیں چھلک پڑیں...... اشکوں کی شبنم اس کے گلے تک اتر گئی...... اور اس کی آواز حلق میں لرزنے لگی۔

جب وقت دعا آیا تو بادشاہ علی قلی خان نے اشارے سے پیچھے کھڑے ہوئے ہندوؤں کو بلا کر کہا! آؤ بچو تم بھی دعا میں شامل ہو جاؤ۔ ہم سب کا خدا تو ایک ہے...... عبادات مختلف ہیں تو کیا ہوا...... جعفر نے بڑے خضوع وخشوع سے خالق ارض وسماء کے حضور میں دعا مانگنی شروع کر دی...... وہ کہہ رہا تھا۔ اے زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے رات کی کوکھ سے صبح کو جنم دینے والے۔ اے پھولوں کو رنگ و بو عطا کرنے والے تو

قادر مطلق ہے تو اپنی بھٹکی ہوئی مخلوق کو اپنے محبوب کے صدقے ہدایت اور محبت کی راہوں پہ چلا اور دلوں سے نفرتوں کے سیاہ داغ دھو کر محبتوں کا نور بھر دے......

حاکم بنگال نے دعا کے بعد اٹھتے ہوئے فرداً فرداً ہر ایک سے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملانے کے بعد کہا! بیٹو! ہمیں تمہارے اس عظیم کارنامے پر بڑا فخر ہے۔ ہم تمہاری گھڑی گھڑی کی کارگزاری سے باخبر رہے ہیں...... تم میں شیکھر کون ہے؟

شیکھر نے آگے بڑھ کر بادشاہ علی قلی خان کی قرمزئی قبا کا دامن چومتے ہوئے سر جھکا کر کہا! آقا بندے کو شیکھر کہتے ہیں۔

بادشاہ نے اس کے کندھے کو محبت سے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ بیٹا ہمیں مختصر لفظوں میں بھدر یک میں پیش آنے والے واقعات کی روئیداد سناؤ۔

شیکھر نے بڑے موثر اور نپے تلے لفظوں سے ساری کہانی سنائی...... تو بادشاہ نے آگے بڑھ کر آسامی سپاہیوں سے دوبارہ ہاتھ ملائے۔ دونوں آسامی سپاہی ناقابل یقین جذبوں کی شدت سے لرز کر نواب صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھوں سے ان کو اٹھایا۔ وہ روتے بھی جاتے تھے اور ہچکیوں میں کہتے جاتے تھے...... ہمیں یقین نہیں آ رہا کہ آپ حاکم بنگال ہیں آپ کوئی اوتار لگتے ہیں۔

بادشاہ علی قلی خان دراز قد تھا۔ اس کی پیشانی کشادہ اور بلند تھی۔ سر بڑا تھا۔ جلد گوری اور رنگت نکھری نکھری تھی...... شانے چوڑے اور انگلیاں لمبی لمبی تھیں...... اس کے سرخ و سفید چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی بہت سجتی تھی۔ سیاہ داڑھی میں کوئی کوئی سفید بال چاندی کی باریک تاروں کی مانند چمکتا دکھائی دیتا تھا...... آواز بھاری اور بارعب تھی۔ ادھیڑ عمری میں بھی اس میں جوانوں سے بڑھ کر جوش تھا...... اس کی عقابی آنکھوں میں زندگی کی چمک تھی......

بادشاہ علی قلی خان نے دونوں آسامیوں کے کندھوں پر محبت بھرے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم نے ہماری ایک مجبور اور مظلوم بیٹی کی رہائی اور آزادی میں ہمارے بچوں کی مدد کر کے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے...... ہم احسان فراموش نہیں ہیں...... تم دیکھو گے ہم بنگال سے آسام تک تمہارے اس احسان کے بدلے قدم قدم پر تمہاری کس طرح قدر افزائی کریں گے......

پھر اس نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے قیمتی موتیوں کے دو ہار اتار کر اپنے ہاتھوں سے ان کے گلے میں پہنائے...... کامنی ابھی تک دم بخود کھڑی تھی...... بادشاہ نے اچانک پلٹ کر اس کے چہرے پر اپنی کچھ کہتی ہوئی نظریں جما دیں...... وہ مسکرا رہے تھے...... ان کے لب پھڑ پھڑائے۔ وہ دو قدم اور بڑھے...... کامنی بت کی مانند جامد و ساکت کھڑی تھی...... اس کے سر پر آسامی طرز کا جھالر والا تھا...... جس کی آہنی کڑیاں ذرہ کے سوراخوں میں پھنسی ہوئی تھیں......

بادشاہ نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا! بیٹی

شدت جذبات سے کامنی پر غشی طاری ہو گئی...... اس کی غزالی آنکھوں کی کٹوریاں چھلک پڑیں۔ وہ چکرا کر بادشاہ کے قدموں پر گرنے لگی تو بادشاہ نے آگے بڑھ کر اسے اپنی مضبوط بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا! بیٹی ہمیں تمہاری مظلومیت کی کہانی قبر تک غمزدہ رکھے گی......

حاکم بنگال بادشاہ علی قلی خان نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اپنے ایک ہمراہی کو مخاطب کر کے کہا اولادر خان یہ جگہ مناسب ہے تم ان کے قیام وطعام کا بھی پرانتظام کرواؤ۔ تاحکم ثانی یہ لوگ یہیں قیام کریں گے۔

بادشاہ کی سواری مڑنے لگی تو شنکھر اور دوسرے نوجوانوں نے ایک ایک کر کے بادشاہ کی دائیں رکاب کو بوسے دیئے..... جب آسامی سپاہیوں کی باری آئی تو وہ شدت جذبات سے بلک بلک کر رو پڑے۔

بادشاہ نے بڑی شفقت سے پوچھا! کیا ہوا تم رو کیوں رہے ہو؟ اگر یہاں تمہیں گھبراہٹ اور خوف محسوس ہوتا ہے تو ہمارے ساتھ چلو.....

''نہیں سرکار! ایک آسامی نے کہا! ہمیں کسی قسم کا کوئی خوف یا ڈر نہیں ہے۔

پھر رونے کا سبب کیا ہے؟

بادشاہ کے پوچھنے پر اسی آسامی نے پھر کہا۔ یہ تو خوشی کی انتہاء ہے جو آنسوؤں کی صورت میں ضبط کے سارے بندھنوں کو توڑ کر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی ہے۔

بادشاہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا! ابھی تو تمہیں قدم قدم پر ایسی سینکڑوں ناقابل یقین خوشیوں کی کلیوں سے اپنے دامن بھرنے ہیں۔

سب سے آخر میں کامنی آگے بڑھی تو بادشاہ نے اپنا دائیں ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔ تمہارا اس طرح محبت اور عقیدت سے ہماری طرف چند قدم آگے بڑھنا ہی کافی ہے۔

کامنی نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر محبت اور عقیدت سے بوسہ دیا اور اپنی بھیگی بھیگی آنکھوں پر رکھ کر دیر تک سسکیاں لے کر روتی رہی..... وہ دیر تک بادشاہ کے ہاتھ پر اپنی آنکھیں ملتی رہی آنسو بہتے رہے..... بادشاہ کامنی کے اشکوں کی نمی کی کن فیکاتی تڑپ کا سوز اپنی روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا محسوس کر رہے تھے۔ بڑا جذباتی منظر تھا..... ہر کوئی اشکبار تھا..... خود بادشاہ کی موٹی موٹی آنکھوں پر سایہ فگن لمبی لمبی گھنی پلکوں کی نوکوں پر آنسوؤں کے شبنمی قطرے لرز رہے تھے۔

بادشاہ نے ایک لمحے کے لیے کامنی کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اور پھر ان کا دایاں ہاتھ خود بخود اپنی قرمزی رنگ کی قبا کی طرف بڑھ گیا۔ بادشاہ نے زرہ کی کنڈیوں میں اٹکی ہوئی اپنی زرنگار قرمزی قبا اتاری اور کامنی کے سر پر ڈالتے ہوئے اپنے ایک ساتھی سے کہا..... قاسم کامنی بیٹی کو ہمارے خیمے میں پہنچا دو!

شنکھر نے آگے بڑھ کر بادشاہ کی رکاب کو چوم کر کہا۔ سرکار! اس سلسلے میں ہم سب رحم کی بھیک مانگتے ہیں۔

شنکھر اور اس کے سارے سپاہی ہاتھ جوڑ کر کھڑے تھے۔ بادشاہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ تم اس سلسلے میں کس لیے رحم کی درخواست کرتے ہو۔ ہم تمہارا مطلب نہیں سمجھتے۔

شنکھر نے کہا! ہم نے سردار نادر خان سے وعدہ کیا تھا کہ کامنی کے بغیر ہم زندہ واپس نہیں آئیں گے۔

بادشاہ کے چہرے پر چھائی ہوئی گہری متانت اور سنجیدگی پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور انہوں نے اپنے ہمراہی قاسم نامی سردار کو حکم دیا۔

قاسم یہاں کامنی کے لیے علیحدہ خیمہ نصب کرواؤ جو شایان شان ہو...... تم ہماری بات سمجھ رہے ہو نا" یہ کہہ کر بادشاہ نے گھوڑے کی باگ اٹھاتے ہوئے کہا! اچھا تم سب کا خدا حافظ!

بادشاہ کی قرمزی قباء کے نیچے کامنی کا سر جھکتا جا رہا تھا۔ اس کے دل کی معصوم دھڑکنوں کے ملکوتی نغمے اس کی رگ رگ میں عقیدتوں کا خمار انڈیل رہے تھے۔ بادشاہ نے گھوڑے کو ایڑی لگاتے ہوئے قاسم کو ایک اور حکم دیا! میر اول سید حیدر سلطان کو حکم دینا کہ وہ اپنے خاص دستے کے ساتھ یہاں خیمہ زن ہو جائے۔

قد آور گھوڑے کی ٹاپوں کی دھمک نے زمین کے اوپر ایک لمحے کے لیے لرزہ طاری کر دیا۔ بادشاہ اس کے ہمراہ ہی چشم زدن میں چھلاوے کی طرح جنگل میں غائب ہو گئے...... نجانے کیا سوچ کر کامنی نے بادشاہ کے گھوڑوں کیسموں کے نشان پر اپنی جبیں رکھ دی......

دوسری طرف بھدر ریک کے مکھیا راج گوپال اور اس کے ساتھی جوانوں نے صبح تک پوری بستی کی آبادی کی سہمی ہوئی سوچوں کا رخ بدل کر رکھ دیا۔ نفرتوں کی آگ میں جلتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں غیرت اور انتقام کا جوش و جذبہ پیدا کر دیا گیا...... ایک پیغام گھر گھر پہنچا دیا گیا...... آسامیوں کے خلاف بغاوت پر ہر گھر کے ہر فرد کو آمادہ کر لیا گیا...... زخم خوردہ اور عصمت دریدہ لڑکیاں اس سلسلے میں سب سے پیش پیش تھیں...... گھر گھر میں نیزوں تلواروں برچھیوں اور تیروں کو تیز کیا جا رہا تھا...... مکانوں کی چھتوں پر تیر اندازوں کے لیے مورچے بنائے جا رہے تھے...... یہ سارا کام نہایت سرعت اور راز داری سے صبح ہونے تک مکمل کر لیا گیا۔ ساتھ ہی راج گوپال نے بستی کے چار پانچ بھاری بھرکم ادھیڑ عمر کے ہندوؤں کو راکھ کے بھبھوت مل کر اور ان کے ماتھوں پر وشنو کے پجاریوں جیسی سفیدی کی تین لکیریں کھینچ کر مندر میں صبح ہونے سے پہلے پہنچا دیا...... مقتول پجاریوں کی لاشوں کو مندر کے پچھلے حصے کے جنگل میں چھپا دیا گیا تھا۔ صبح معمول کے مطابق مندر کی گھنٹیاں اور گھڑیال بجنے لگے۔ بظاہر ہر کسی کو ہر شے سابقہ معمول کے مطابق لگ رہی تھی...... مگر اندر اندر ایک عظیم انقلاب برپا ہو چکا تھا۔

آسامی سپاہی پوری آزادی سے بستی کی گلیوں کوچوں میں پھرتے تھے۔ لوگ اسی طرح مسکراہٹ سے ہاتھ جوڑ کر ان کو نمسکار کرتے تھے...... مگر آج ان کے لہجے میں کپکپاہٹ اور خوف کی آمیزش کی بجائے نفرت اور غصے کی جھلک نمایاں تھی...... جیسے چند ہوشیار آسامی سپاہیوں نے بھی محسوس کیا!

ایک جگہ تو ایک بوڑھے بھدر ریکی کو ایک آسامی نے گریبان سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا مہاشے جی! آج کی صبح کی رنگت گزشتہ دن کی صبح سے کچھ مختلف نہیں لگتی! ذرا سچ سچ بتانا!......

بوڑھے نے چڑھتے ہوئے سورج کی طرف دیکھ کر بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا! سورج تو وہی لگتا ہے۔ جی مگر آپ کو جھٹلانا بھی ٹھیک نہیں...... ہمارا خیال ہے موسم تبدیل ہو گیا ہے۔ برسات ہونے والی ہے۔

آسامی سپاہی نے بوڑھے کو نیزے کی لمبی انی لگاتے ہوئے کہا! تم اپنے دل کے موسم کی بات کرو۔

بوڑھے نے چونک کر سپاہی کی طرف دیکھا...... اسی اثناء میں پانچ سات نوجوان بھی جمع ہو گئے...... آسامی سپاہی کچھ گھبرا سا گیا......

کیونکہ لوگوں کی آنکھوں سے نفرتوں کے بھڑکتے ہوئے شعلے جھڑ رہے ہیں۔ بوڑھے نے جان چھڑاتے ہوئے کہا! ہم آپ کی بات سمجھے نہیں......

سپاہی نے کہا! ہمیں لوگوں کے تیور بدلے بدلے سے لگ رہے ہیں۔

بوڑھے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراجہ کے خلاف پرجا کیسے اپنے رویے تبدیل کر سکتی ہے۔

ٹھیک ہے! آسامی سپاہی نے اپنے گھوڑے کو موڑتے ہوئے کہا! ممکن ہے ہمارا یہ وہم ہو۔ مگر دیکھو مہاراجہ۔ مہاراجہ ہوتا ہے اور پرجا کو پرجا کی طرح رہنا پڑتا ہے۔ اپنے اطوار درست رکھنا کسی کی چھوٹی سی حماقت بھی یہاں خون کی ندیاں بہا سکتی ہے اور خون کی ندیوں کی موجوں میں تمہاری لاشیں مچھلیوں کی طرح تیرتی ہوئی موت کے بھیانک اندھیروں میں گم ہو جائیں گی...... یہ میرا مفت قیمتی مشورہ ہے اب تم اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ...... مجمع لگانا ٹھیک نہیں اور سنو شام تک بہت ساری شراب کشیدہ کر لینا اور اپنی دلاریوں کو اچھی طرح بنا سجا کر رکھنا...... شام تک مہاراجہ جی کی نئی سینا پہنچنے والی ہے۔ وہ لوگ تھکے ماندے ہوں گے تمہیں معلوم ہے۔ ہمارے سپاہیوں کی بھوک پیاس، ان پانی کی بجائے عمدہ شراب اور اچھوتے شباب سے بجھتی ہے!

ایک ادھیڑ عمر کے بھدریکی ہندو نے طنزاً کہا۔ عمدہ شراب تو پیدا کی جا سکتی ہے مگر اب مہاراجہ کی تازہ دم نئی سینا کے لیے اچھوتا شباب کہاں سے آئے گا۔

آسامی سپاہی نے مسکراتے ہوئے کہا! تمہاری بات سمجھتا ہوں...... تمہاری کومل کنواریوں کا کچھ بھی نہیں بگڑا...... بس ذرا بناؤ سنگھار کریں گی تو اچھوتی لگیں گی...... سونے چاندی کی صراحیوں کو جتنا زیادہ رگڑا اور مانجھا جائے ان کی چمک دمک میں اتنا زیادہ نکھار پیدا ہوتا ہے۔ میری بات سمجھ رہے ہونا! سپاہی گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے نکل گیا۔

بھدریکی نوجوان اور بوڑھے غم و غصے سے دیر تک اپنے ہونٹ اپنے دانتوں تلے دبا کر کاٹتے رہے۔ بوڑھے نے ایک عزم سے کہا! ان اندھیروں کے راج کی زندگی بڑی مختصر ہے۔

پھر اس نے جلدی سے قدم اٹھاتے ہوئے کہا! آؤ بھائیو! راج گوپال مکھیا کو بتائیں کہ آج کی رات بستی پر ایک اور قیامت ٹوٹنے والی ہے......



مہاراجہ جے دھج سنگھ غصے سے زخمی اژدہے کی طرح پھنکار رہا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں تمہاری اتنی بڑی فوج سے ابھی تک کوئی چھوٹی سی بستی فتح نہیں ہوئی...... یہ ملک کون اور کیسے فتح کرے گا...... ٹھاکر اور تمہارے لشکر کی مجموعی تعداد چالیس ہزار سے کم نہیں ہوگی...... چالیس ہزار کا لشکر دو دن تک ایک بستی کے لوگوں کو شکست نہیں دے سکا۔ الٹا اپنے ہزاروں سپاہیوں کو مروا کر اور شرمناک پسپائی اختیار کر کے تم نے ہندو جاتی کی ناک کٹوا دی ہے۔

پرتاب نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج! ہمارے بدن پر جتنے زخم ہیں وہ سب کے سب سینے پر ہیں۔ اگر آپ کو ہماری پیٹھ پر کوئی زخم نظر آئے تو اپنی تلوار سے ہمارا سر اڑا دینا۔

مہاراجہ نے کچھ نرم پڑتے ہوئے کہا! پرتاب ہمیں تمہاری بہادری پر ہمیشہ بھروسہ رہا ہے۔ اس وقت ہم یہ سوچ کر پریشان ہو رہے ہیں آخر ہماری ناکامی کے اسباب کیا ہیں؟

درباریوں پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہر شخص اپنی جگہ پر فکرمند اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ آخر مہاراجہ نے رام داس شرما کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

پردھان منتری اس معاملے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

پردھان منتری نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراج لگتا ہے ہم سے مسلمانوں کی طاقت کے اندازے لگانے میں بڑی غلطی ہوئی ہے۔

"نہیں" پرتاب نے خفگی سے کہا۔ شری پردھان منتری جی تمہاری وچار صحیح نہیں ہے۔ دشمنوں کی تعداد ہم سے زیادہ نہیں ہے اور نہ ان کے سپاہیوں کے چار چار ہاتھ ہیں۔

پھر کیا ہے؟ اس دفعہ سیناپتی کرشن کمار نے پرتاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تو اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔ مہاراجہ جی!...... کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔"

دھوکا ہوا ہے؟ مہاراجہ اپنی مسند پر اچھل پڑا۔

پردھان منتری اور سیناپتی کے علاوہ تمام بڑے بڑے آسامی سرداروں کی کچھ پوچھتی ہوئی نظریں پرتاب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

مہاراجہ نے پرتاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم پوری تفصیل سے تمہاری بات سننا چاہتے ہیں۔ ہم نے کن لوگوں سے دھوکا کھایا ہے یا کن لوگوں نے ہمارے ساتھ دغا کیا ہے۔

پرتاب کی نظریں مہاراجہ جے دھج سنگھ کی مسند کے پیچھے بیٹھے ہوئے جگن ناتھ کے مندر کے مہاماتر پر جم گئیں۔ اس نے کہا! شری مان مہاماتر اور ان کے دوسرے ساتھی اس کے ذمہ دار ہیں۔

مہاماترآگ بگولہ ہو کر اٹھا اور چلایا۔ گستاخ سپاہی اپنی زبان کو لگام دو ورنہ دیوتا کا غضب تمہیں جلا کر راکھ میں بدل دے گا"

مہاراجہ نے مہاماتر کو بیٹھنے کا حکم دیتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! دھیرج سے بیٹھو اسے اپنی بات پوری کرنے دو!

عین اسی وقت ایک چوبدار نے آ کر اطلاع دی کہ گوہاٹی سے ایک پیامی آیا ہے۔

مہاراجہ نے اس کو اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ آسامی فوج کا ایک تجربہ کار اور ادھیڑ عمر کا سردار تھا۔ اس نے مہاراجہ کے قدموں پر سر رکھ دیا......

مہاراجہ نے کہا! گوہاٹی سے کیا خبر لائے ہو؟

قاصد نے سر جھکا کر کہا! گوہاٹی کی سماچار شبھ نہیں ہیں۔ ان داتا!

مہاراجہ کے پاؤں تلے ایک بار پھر انگارے بجھ گئے۔ اس نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! سن رہے ہو تم......

گوہاٹی سے آئے ہوئے قاصد نے کہا! ان داتا اگر کل تک گوہاٹی کے خلاف لڑنے والی سینا کو کمک نہیں پہنچی تو سب کو موت کے گھاٹ اتار دیے جانے کا خطرہ ہے......"

......مگر......مہاراجہ نے غصے سے پھنکارتے ہوئے پوچھا! یہ سب کیسے ہو گیا۔

آسامی قاصد نے کہا۔ مہاراج! ان مہاماتر جی اور دوسرے پنڈت پجاریوں نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ جونہی آسامی سینا جہاں جہاں پہنچے گی وہاں وہاں کی ہندو جاتی بغاوت کر کے یدھ میں آسامی سینا کے ساتھ آ ملے گی مگر ہر جگہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ ہندو جاتی کے کسی ایک منش نے بھی ہمارا ساتھ نہیں دیا بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ ہمارا سب سے زیادہ نقصان ہندوؤں نے کیا ہے...... ہمارے خلاف ہندوؤں کے دلوں میں اتنی زیادہ نفرت ہو گی......ہم نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

مہاراجہ نے کہا تو پرتاب نے ازسرنو اپنی بات کو شروع کرتے ہوئے کہا! مہاراج میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ بھی دھوکہ ہوا ہے...... ہر جگہ پر مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے ہماری مخالفت کی ہے...... گزشتہ روز کی واردات کا سن کر ہمارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا...... ہندو ناریاں رات کو مردانہ لباس پہن کر نکلیں اور ہمارے مقتول سپاہیوں کی لاشوں کی آنکھوں میں نیزے چبھوتی رہیں۔ وہ چلا چلا کر ہر لاش پر تھوک کر کہتی جاتی تھیں۔ باؤلے کتو! اٹھو ہم تمہاری باہنوں میں سامنے آئی ہیں...... ہماری جوانیوں سے اپنا آتما کی پیاس بجھا لو......

مہاراجہ نے پہلو بدل کر کہا۔ مگر ہمیں تو اطلاع ملی تھی کہ نادر خان کی بستی کے سارے ہندوؤں نے بغاوت کر کے بستی کے دروازے کھول دیے ہیں۔

پرتاب نے کہا! پھر تو دھوکہ باز وں نے مہاراج کے ساتھ بھی بہت بڑا دھوکہ کر لیا ہے۔

مہاراجہ نے کہا! کہاں ہے وہ نوجوان...... شیکھر

سیناپتی نے ایک مسلح چوبدار کو مخاطب کر کے کہا! شیکھر کو حاضر کیا جائے۔

مہاراجہ نے مہاترے سے کہا آپ نے تو ہم سے کہا تھا......

ابھی مہاراجہ کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ ایک سپاہی دوڑتا ہوا آیا اور مہاراجہ کے قدموں پر گر کر بولا۔ مہاراج شنکر اور اس کے ساتھی فرار ہو چکے ہیں

......مگر کیوں؟ مہاراجہ نے کہا۔ اس طرح ان کے آنے اور فرار ہو جانے کا مقصد کیا ہے۔

اس سپاہی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ وہ اپنا مقصد پورا کر کے گئے مہاراج۔ وہ کامنی......اور......دوسرے قیدی......کو بھگا کر لے گئے ہیں......

مہاراجہ کی تلوار چمکی اور آسامی سپاہی کا سر تن سے جدا ہو کر تڑپنے لگا......

وہ کامنی اور موہن کو بھگا کر لے گئے ہیں......اور تم دیکھتے رہ گئے ہو......مہاراجہ زخم خوردہ ناگ کی طرح پھنکار رہا تھا۔

مہاراجہ نے خون آلودہ تلوار اپنے سامنے تخت پر رکھتے ہوئے غصے سے کہا! بندی خانے کے دربانوں کو پیش کیا جائے۔

چوبدار نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا! مہاراج دربان بھی غائب ہیں......

کیا مطلب......کیا ان کو قتل کر دیا گیا ہے؟

معلوم نہیں مہاراجہ......چوبدار نے کہا! ان کی لاشیں تو کہیں نہیں دکھائی دیں۔

''کرشن کمار! مہاراجہ نے اپنے سیناپتی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔''یہ سب کیا ہے''

کرشن کمار نے کہا! مہاراج لگتا ہے ہمارے خلاف زیر زمین کی کوئی سازش کی گئی ہے اور اس سازش کی جڑیں کافی گہرائی تک دکھائی دیتی ہیں۔

مہاراجہ نے کہا۔ کھل کر بات کرو......اس سازش کے پیچھے کون لوگ ہو سکتے ہیں اپنا مطمع نظر واضح لفظوں میں بیان کرو۔

کرشن کمار نے کہا! ہم محسوس کر رہے ہیں بستی کے لوگوں کا رویہ کافی حد تک بگڑ کر ہمارے خلاف ہو گیا ہے۔

مہاراجہ جے رنجیت کا ہاتھ ایک بار پھر تلوار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو اس بستی کے ہر گھر کو بنیادوں سے اکھاڑ کر ملبے کا ڈھیر بنا دو......کسی بچے تک کو زندہ نہ چھوڑنا۔ ہم ان سپولیوں کی پوری نسل کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا آدیش جاری کرتے ہیں......ہمیں دوپہر سے پہلے پہلے تحقیقات کے نتائج سے آگاہ کرو......

پھر مہاراجہ نے گوپال کھیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کھیا جی! اگر ہمارے سیناپتی کی وچار درست ثابت ہوئی تو پھر آج کی رات کے ستارے اس بستی کے مکینوں کو دیکھنے نصیب نہیں ہوں گے۔

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! کرشن کمار جی! ہم اس سلسلے میں مزید تاخیر برداشت نہیں کر سکتے۔ فوری طور پر پوری بستی کو گھیرے میں لے کر تحقیقات شروع کریں اور نتائج سے ہمیں باخبر کریں۔

راج گوپال دربار سے نکلا تو اس کے قدم بڑے بوجھل ہو رہے تھے۔ وہ اپنے اور بستی کے ہر ذی روح کے آس پاس موت کے تاریک

سائے محسوس کر رہا تھا...... کچھ دیر تک سر جھکا کر چلنے کے بعد اس نے ایک عزم سے سر اٹھا کر اپنے آپ سے کہا! عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ جب ہم نے موت کو اپنے لیے چن لیا ہے۔ تو ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔

اشوک شاید اس کے انتظار میں کھڑا تھا...... اس کے پوچھنے پر مکھیا نے اسے دربار کی ساری کارروائی سناتے ہوئے کہا۔ تم اس وقت سرنگ کے ذریعے نکل کر مسلمانوں کو باخبر کر دو یہ سب کچھ دوپہر سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔ ورنہ آج کی رات اس بستی کی آخری رات ہوگی......

ان کے قریب ایک جوگی کھڑا تھا۔ اس کے کاندھے پر ایک کبوتر بیٹھا...... وہ بڑی بے خودی سے مکھیا اور اشوک کی طرف دیکھ کر بولا! مکھیا جی! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم سرنگ کے دروازے کھول دو...... باقی سب کام خود بخود ہو جائیں گے...... اس کے ساتھ ہی اس نے جلدی جلدی کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کچھ لکھا اور کاغذ کا ٹکڑا لپیٹ کر کبوتر کے گلے میں دھاگے سے باندھ ڈالا اور کبوتر کو اڑا دیا۔

پھر اس نے رازداری سے کہا! تم اپنے اپنے جوانوں کو جنگ کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دو...... خدا نے چاہا تو بادشاہ علی قلی خان کی فوجیں دوپہر سے پہلے پہلے بستی کے اندر پہنچ جائیں گی۔

مکھیا اور اشوک نے حیرت سے جوگی کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! تم لوگ جاؤ کوئی دیکھ لے گا...... ہم اسلامی لشکر کے ہراول دستے کے ایک گمنام سپاہی ہیں...... فکر نہیں کرو اسلام لشکر یہاں آس پاس موجود ہے۔

چند آسامی سوار دکھائی دیے تو راج گوپال اور اشوک جوگی کے قدموں پر گر پڑے...... آسامی سپاہیوں نے قریب آ کر گھوڑے روکے وہ غور سے جوگی کی طرف دیکھنے لگے...... جوگی نے گیروے رنگ کی دھوتی باندھ رکھی تھی...... اور اسی رنگ کی ایک چادر کو اپنے جسم پر لپیٹا ہوا تھا۔ اس کا رنگ گندمی تھا بال سادھوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے اور ایک لمبی چوٹی اس کے کاندھوں کے درمیان جھول رہی تھی۔ اس کے پاؤں میں لکڑی کی مضبوط کھڑاواں تھیں۔

ایک آسامی سپاہی نے پوچھا۔ جوگی جی! کہاں سے آئے ہو۔

جوگی نے شان بے نیازی سے کہا! تم ہم سے اس لہجے میں گفتگو نہ کرو۔ بیٹا...... ہم نے تو بارہ برس بن کے بیتا س کے بعد مہاراجہ جے دھج سنگھ کی سینا کی رکھشا کی کارکن ادھر کا رخ کیا ہے...... ہمیں دیوتاؤں اور اوتاروں نے یہی حکم دیا ہے...... بیٹا جوگی لوگوں سے تمیز سے بات کیا کرتے ہیں...... اب تم جاؤ ہمیں مہاراجہ کی رکھشا کی کارکن مندر جا کر تپسیا کرنی ہے۔

دونوں آسامی سپاہیوں نے گھوڑوں سے اتر کر جوگی کے قدم چومے اور ہاتھ باندھ کر معافی طلب کرنے لگے۔ خوبصورت جوگی نے مہارت سے اپنا ڈھونگ رچایا...... پھر اس نے آسامی سپاہیوں کے سروں کے اوپر اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! اب تم جاؤ...... بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا......

سپاہی اٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ حویلی کی طرف سے شہنائیوں، تاشوں اور ڈفلیوں کی آوازیں آنے لگیں...... جوگی نے راج گوپال اور اشوک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے یہ جگن ناتھ کے مندر کے پجاری آ رہے ہیں۔

جس طرح ہو سکے ان خبیثوں کو گم کر دو ورنہ مندر کے پجاریوں کا قتل چھپانا مشکل ہو جائے گا...... اپنے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو جمع کر کے مندر کے اندر اور باہر پھیلا دو...... اتنا زیادہ شور مچائے رکھنا کہ کسی کو کچھ خبر نہ چل سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے...... باہر سے کسی آسامی سپاہی کو اندر نہ جانے دینا وقت کم ہے...... جاؤ......

راج گوپال اور اشوک تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ایک گلی میں غائب ہو گئے...... پھر جگن ناتھ کے مندر کے پجاریوں کا جلوس نمودار ہوا۔ مہادیو ہری چند آگے آگے تھا...... چھوٹی چھوٹی سرخ آنکھیں مونڈھا ہوا ٹوکرا نما سر...... بڑھا ہوا پیٹ...... ہاتھ میں جھنڈے والا ڈنڈا...... وہ شیطان ایک عجیب فرعونی انداز میں گردن اکڑائے مست ہاتھی کی طرح بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

بھدریک کی بستی آتش فشاں کے دہانے پر دکھائی دے رہی تھی۔ اندر ہی اندر موت کا تباہ کن لاوا پک رہا تھا...... ایک دھما کے ساتھ ہزاروں جانوں کی ہلاکت کا خطرہ لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ آسامی فوج کا سیناپتی کرشن کمار اور پردھان منتری رام داس شرما شکاری کتوں کی طرح بھدریک کے ہندوؤں کے رویے کا جائزہ لیتے پھرتے تھے...... بہت سارے آسامی سپاہی بندی خانے کے اندر دربانوں کی لاشوں کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہے تھے...... جو کامنی اور موہن کی نگرانی میں مامور تھے۔ کرشن کمار اور رام داس شرما کے شبہات بڑھتے جا رہے تھے......

ایک جگہ پردھان منتری نے کہا! شری کرشن کمار جی! لگتا ہے وہ لوگ کامنی اور موہن کے ساتھ ہمارے سپاہیوں کو بھی اٹھا کر لے گئے ہیں......

''سر دست تو یہی کہا جا سکتا ہے''

کرشن کمار نے کہا تو پردھان منتری نے پھر کہا! مجھے اس طرح لگ رہا ہے جیسے یہ خاموش گھٹن کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ بننے والی ہے۔

کرشن کمار نے نفرت سے زمین پر تھوکتے ہوئے کہا! ہم طوفان کے رخ پھیرنا جانتے ہیں۔ ان کم بختوں کی زندگی فقط آج کا دن ہے۔ رات کو ان کے خون سے تاریخی ہولی کھیلی جائے گی۔

پرتاب کو دس ہزار سواروں کا ایک اور لشکر دے کر رخصت کرتے ہوئے مہاراجہ جے دھج سنگھ نے کہا۔ اپنے ساتھ پچاس منجنیقیں بھی لے کر بستی کی حفاظتی دیوار کو پیوند خاک کر دینا...... بکرم کے پہنچتے ہی سیناپتی کرشن کمار کو بھی تمہاری مدد کے لیے روانہ کر دیا جائے گا...... آج کی رات نادر خان کی بستی کے لوگوں کی آخری رات ہونی چاہیے...... ہم کل کو بستی کے کھنڈرات میں...... خون...... دھویں اور لاشوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھنا چاہتے...... نادر خان ہمارے لیے سر درد بنا ہوا ہے اور ہم سر درد کو مزید برداشت نہیں کر سکتے۔

پرتاب نے مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ مارتے ہوئے پر عزم لہجے میں کہا! مہاراج کی آشاؤں کی خاطر ہم اپنی جانوں کی بازی لگا دیں گے۔

بستی کے مندر کے اندر باہر لوگوں کا ہجوم تھا...... جگن ناتھ کے مندر کے مہادیو ہری چند اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مندر میں داخل ہوئے تو پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق مندر کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے...... باہر لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر مہاراجہ جے دھج سنگھ کی جے...... مہاماتر کی جے اور راج کرے گی۔ ہندو جاتی...... کے نعرے لگا رہے تھے......

ایک آسامی نے راج گوپال سے پوچھا۔ مہاشے جی! آج کونسی نئی بات ہوئی ہے جس نے تمہارے جذبات پرانگیختہ کر دیے ہیں۔

راج گوپال نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا! اس سے بڑھ کر ڈوب مرنے کی اور کونسی بات ہوسکتی ہے کہ دشمن مجرموں کو اٹھا کر لے گئے۔

ایک آسامی سپاہی نے پوچھا۔ مندر کے دروازے کیوں بند کر دیے گئے ہیں۔

راج گوپال نے کہا! اندر جگن ناتھ دیوتا کے مہادیو اور ان کے ساتھی دیوتاؤں کے چرنوں میں بیٹھے ہیں۔ یہی انہی کا آدیش ہے......

لوگ گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگا رہے تھے...... جوگی مندر سے چند قدم دور برگد کے ایک درخت کے نیچے ایک لٹکی ہوئی جڑ کر پکڑ کر کھڑا تھا وہ کسی دیوتا کے خوبصورت مجسمے کی طرح آنکھیں بند کر کے گیان دھیان میں ڈوب ہوا دکھائی دے رہا تھا...... راج گوپال نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اور پھر تیزی سے آگے بڑھا اور جوگی سے مخاطب ہوا۔ جگن ناتھ کے پجاریوں کو مندر کے تہہ خانے میں بند کر دیا گیا ہے۔

جوگی نے آنکھیں کھول کر کہا! اب جلدی جلدی سرنگ کے دونوں دروازے کھول دو......

جوگی نے دور خلاؤں میں اس طرح دیکھا جیسے کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کیا جاتا ہے...... اس نے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا! اب تم لوگ مجھے تنہا چھوڑ دو...... پیغام آ رہا ہے......

جوگی برگد کی چھاؤں سے نکل کر کھلی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ وہ چھوٹا سا ''نکتہ'' پھیل کر کبوتر کی شکل اختیار کر گیا۔ سدھائے ہوئے پیغام رساں کبوتر نے جھک کر بستی کے گرد ایک چکر لگایا اور پھر جھکائی دے کر جوگی کے کندھے پر آ کر بیٹھ گیا...... جوگی کبوتر کو لے کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جھاڑیوں میں گم ہو گیا...... راج گوپال کے کانوں میں جوگی کی کھڑاواں کی ٹک ٹک کی آواز کا جلترنگ رس گھولتا رہا۔ چند لمحوں بعد جوگی اوپر سے ایک گلی کا چکر کاٹ کر پھر وہاں پہنچ گیا اس نے کہا! راج گوپال جی! نواب علی قلی خان حاکم بنگالہ کا لشکر جنگل کو چیر کر بھدریک کی جنوبی دیواروں کے پاس پہنچ چکا ہے...... اودھم خان جیسا تجربہ کار بہادر اور جری سردار پچاس ہزار کے اس لشکر کی قیادت کر رہا ہے۔ حاکم نے پیغام بھیجا ہے کہ سرنگ کے ذریعے پانچ ہزار کے قریب ایسے جانبازوں کو بھیجا جائے گا جو بستی بے گناہ لوگوں کو بچانے کے لیے اپنی جانوں کی بازی لگا دیں گے۔

راج گوپال نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! یہ خبر بستی والوں کو سنا دوں...... کہ عزت سے زندہ رہنے کا ایک اور موقع مل گیا ہے۔

جوگی نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا! ٹھیک جی!...... ہم سب مل کر عصمتوں کے ان لٹیروں کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ ان سے اپنے زخموں کا حساب لیں گے۔



ادھم خان نے اپنے لشکر کو جنگل سے گزار کر کچھ ایسی رازداری اور فوجی حکمت عملی سے آسامی سپاہ کے سر پر لا کھڑا کیا کہ سینا پتی کرشن کمار اور دیگر فوجی سرداروں کو خبر تک نہ ہو سکی۔ سرنگ کے راستے پانچ ہزار کے لگ بھگ جنگ باز سپاہی مندر کے پچھواڑے کے گھنے جنگل میں پہنچ چکے تھے۔ یہ سب وہ لوگ تھے جنہوں نے دوہری زرہیں پہن رکھی تھیں۔ جن کے سینے کشادہ اور چٹانوں کی طرح مضبوط تھے۔ جو بڑھتے تھے تو زمین وسعتیں ان کے قدموں کے نقوش میں سمٹ جاتی تھیں۔ جن کی تلواریں بے نیام ہوتی تھیں تو بادلوں کی بجلیاں گھٹاؤں کی گہری تاریکیوں میں چھپ جاتی تھیں۔ جن کے عزائم پہاڑیوں کی طرح غیر متزلزل تھے۔ ان جانباز مجاہدین کے سروں پر فولادی خود تھے۔ جو سورج کی کرنوں کے لمس سے چمک رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ کمربندوں کے ساتھ تلواریں لٹک رہی تھیں...... یہ لوگ ایک منظم انداز سے حکم کے منتظر کھڑے تھے...... ان کے بازوؤں پر سبز مخملی رنگ کی پٹیاں بندھی ہوئی تھی...... اس دستے کی قیادت سید حیدر امام کر رہے تھے...... سید حیدر امام شعلہ بیاں خطیب اور صف شکن سپاہی تھے...... ان کی آواز میں دبدبہ اور جادو تھا۔ ان کے سر پر سنہری رنگ کا مضبوط خود تھا...... وہ اپنے سپاہیوں کی قطاروں میں ادھر ادھر چکر لگاتے ہوئے اپنا مخصوص رجز آہستہ آہستہ مگر بڑے موثر انداز سے پڑھتے پھرتے تھے...... ہم موت کے متلاشی ہیں...... موت کو ہم زندگی سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ شہادت کی موت ایک ابدی زندگی ہے...... شہادت ہمارا ورثہ ہے...... شہادت ہمارا وہ منفرد اعزاز ہے جس پر خدا کے معصوم فرشتے رشک کرتے ہیں...... حوریں اپنے عشووں کی پاکیزگی کے ساتھ فردوس بریں کے دروازوں پر چشم براہ کھڑی ہیں...... ''خدائے ذوالجلال'' خنجر تسلیم کے نیچے ذبح ہونے والوں کے لیے فرماتے ہیں...... شہید زندہ ہوتے ہیں۔ انہیں مردہ مت کہو!...... وہ ہماری بارگاہ سے اس طرح رزق حاصل کرتے ہیں جس طرح زندہ مخلوق رزق حاصل کرتی ہے...... مگر تمہیں ان رازداروں کا ادراک نہیں ہو سکتا...... کیونکہ تمہارے شعور میں ایسے اسرار کی کن فیکانی رمزوں کو سمجھنے کی صلاحیت بہت کم ہے...... جراتوں کے متلاطم طوفان مجاہدوں کے سینوں کے زیر و بم میں کروٹیں لے رہے تھے......

سید حیدر امام نے پھر کہنا شروع کیا! اللہ کے شیرو! ہمارے آباؤ اجداد نے ہماری راہوں پر کبھی نہ بجھنے والے چراغ جلا کر روشنی پھیلائی تھی...... اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے پیچھے آنے والی نسلوں کی راہوں کو اپنے خون کی بوندوں سے روشن کریں...... چراغ سے چراغ جلتا رہا تو قیام قیمت تک روشنیوں کی زندگی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اسی اثناء میں بستی کا بوڑھا مکھیا راج گوپال نمودار ہوا۔

حیدر امام نے آگے بڑھ کر بڑے تپاک سے اس کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا! کیا خبر ہے!

مہاراجہ جے وجے سنگھ نے بستی والوں کے قتل عام کا حکم دے دیا ہے اور اب آسامی سینا بستی میں داخل ہونے کی تیاری کر رہی ہے!

سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا: ہماری گردنیں خنجر قاتل کی منتظر ہیں!

مکھیا نے پوچھا! ہم نے جگن ناتھ کے مندر کے شیطان صفت پجاریوں کو اس مندر کے تہہ خانے میں قید کر رکھا ہے انکے بارے میں کیا حکم ہے۔

سید حیدر امام نے چونک کر کھیا کی طرف دیکھا اور کہا! یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے......ان کو نکال کر یہاں لاؤ۔ ان شیشوں کو ابھی اسی وقت یہاں سے نکال کر حاکم کے پاس پہنچانا بہت ضروری ہے......ان بھوتوں کی موجودگی کسی وقت بھی کسی خطرے کا باعث بن سکتی ہے......

کھیا اپنے ساتھ دو مسلمان سپاہیوں کو لے کر مندر کی عمارت کی طرف چلا گیا پھر تھوڑی دیر بعد موٹے موٹے رسوں میں جکڑے ہوئے جنگلی بھینسوں جیسے چار بدشکل اور خوفناک قسم کے خدوخال والے پجاری سید حیدر امام کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے۔ ان کی چھوٹی غلیظ آنکھوں کی پتلیاں موت کے خوف سے مثل سیماب تھرتھرا رہی تھیں......ان کے منحوس چہروں پر موت کی زردیاں دکھائی دے رہی تھیں......

سید حیدر امام نے نفرت اور حقارت سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سینکڑوں ہزاروں بے گناہوں کا بہتا ہوا خون انصاف طلب ہے......تمہاری ابلیسیت نے جو آگ بھڑکائی ہے نجانے اس آتش نمرود میں ابھی کتنے بے گناہوں کو کودنا ہے......کتنے گھروں کے روشن چراغ بجھنے ہیں......کتنی گل رنگ جوانیاں خاک وخون میں ملنے والی ہیں......کتنے گلزاروں کو آگ لگائی گئی اور کتنے بہار آفریں چمن اور جلائے جائیں گے......بہاروں کے دشمن......روشنی کے مجرم......موت بھی تمہارے گناہوں کی کم سے کم سزا ہے۔

پھر حیدر امام نے اپنے دو سپاہیوں سے کہا! ان بدروح بھوتوں کو اسی طرح سرنگ کے ذریعے اودھم خان کے پاس پہنچ دو......اور انہیں پیغام دینا۔ یہ دان کے مجرم ہیں۔ جن کی لٹی ہوئی عصمتوں کا خون ابھی تک جگن ناتھ کے مندر کے تہہ خانوں کی سنگلاخ گونگی بہری اور اوندھی دیواروں پر سولی پر لٹکے ہوئے معصوم پھولوں کی مانند چشم فلک دکھائی دے رہا ہے......تھوڑی دیر بعد فضاء میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی گونجیں اٹھیں......اس کے ساتھ ہی چیخوں اور نعروں کا قیامت خیز شور بلند ہونا شروع ہو گیا......

بھدریک کے جوان بوڑھے اور بچے مسلح ہو کر عزت کی موت مرنے کے لیے میدان عمل میں کود پڑے تھے......بھدریک کی زخم زدہ لڑکیوں نے اپنے مردوں کے شانہ بشانہ تلواروں اور تیروں سے آسامی درندوں کا مقابلہ شروع کر دیا تھا......مکانوں کی چھتوں پر تیر اندازوں کو بٹھا دیا گیا تھا......

سید حیدر امام نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اپنے نیزوں پر اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کر لو......شہادت گاہ محبت کا در کھلنے والا ہے......اپنے لیے شہادت کی آرزو لے کر آگے بڑھنا......ساقی کون ومکاں مائل بے کرم ہے......بادہ شہادت کے جام کے جام لٹائے جائیں گے......جی بھر کے پینا......ساقی کی سخاوت بے حدود بے کراں ہے......وہ مانگنے والے کو اس کی تمناؤں سے کہیں زیادہ......بغیر حساب دیتا ہے......

پھر اچانک......باہر سے نعرہ تکبیر بلند ہوا۔ اللہ کی کبریائی کی جلالت کے دبدبے نے درودیواروں پر لرزہ طاری کر دیا......یہ اسلامی لشکر کے اس جانباز نے نعرہ بلند کیا تھا۔ جس نے نجانے کب سے جوگی کا بھیس بدل کر بھدریک میں ڈیرہ لگایا ہوا تھا......اس کے نعرے کے فوراً بعد مندر کے بند دروازے کھل گئے......پہاڑوں کے قدم اٹھے تو دھرتی کا سینہ تھرتھر کانپنے لگا۔

سید حیدر امام اور اس کے پانچ ہزار سپاہی شیروں کی طرح دہاڑتے ہوئے نکلے اور پچاس پچاس کے دستوں میں تقسیم ہوا کر بستی کی گلی گلی

کوچے کوچے میں پھیل گئے...... آن کی آن میں اللہ کے شیروں نے آسامی سپاہیوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ آسامی سوار چلتے پھرتے تھے مگر موت ان کا ہر کہیں تعاقب کرتی دکھائی دے رہی تھی......

بھدریک کی ستم رسیدہ لڑکیاں چلا چلا کر کہہ رہی تھیں...... انسانی عظمتوں کے پاسبانوں بھگوان کی پوتر دھرتی کو ان درندوں کے ناپاک قدموں سے پاک کر دو...... تمہیں ہماری لٹی ہوئی عصمتوں کی قسم! ان میں سے کسی حالت میں بھی نرمی کا برتاؤ نہ کرنا۔

اسی اثناء میں باہر سے اودھم خان کا نعرہ حیدری بلند ہوا" داروگیر" کا سلسلہ۔ عرصہ محشر کی طرح بستی کے چاروں طرف پھیل گیا۔ سید حیدر امام کو ایک گھر میں چند آسامی سپاہی نظر آئے۔ وہ اکیلی لڑکی کو دیکھ کر اس کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کر رہے تھے۔

سید حیدر امام بپھرے ہوئے شیر کی طرح دھاڑا! انسانیت کے دشمنو! اس معصوم پر ہاتھ اٹھاتے وقت تمہیں اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اس کی فریادیں چیخیں عرش بریں کو ہلا دیں گی...... آسامی سپاہی سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ قضاء ان کے سروں پر بجلی کی طرح کوندگئی۔ سید حیدر امام کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے...... دائیں ہاتھ کے نیزے اور بائیں ہاتھ کی تلوار کی ایک ہی جنبش نے دونوں آسامیوں کا کام تمام کر دیا...... اپنے ہی خون کے دھارے میں تڑپتے ہوئے آسامیوں کے وقت نزع کا ایک ایک لمحہ عبرتناک دکھائی دے رہا تھا۔

سید حیدر امام نے جھک کر فرش پر پڑی ہوئی چادر اٹھا کر لڑکی کے ننگے سر پر پھیلاتے ہوئے کہا! بہن معاف کر دینا...... تمہارے بھائی تم سے شرمندہ ہیں...... آج ہماری موجودگی میں تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے...... ہم اپنے آپ کو تمہارے مجرم سمجھتے ہیں......

یہ کہہ کر سید حیدر امام تیزی سے باہر نکل گئے اور لڑکی نے آگے بڑھ کر اس کے نقش قدم کی خاک اٹھا کر اپنے ماتھے پر بندیا کی طرح سجا لی...... پھر دیوانوں کی طرح قہقہے لگاتے ہوئی بولی...... ذلیل کتو! دیکھا تم نے عزتوں کے رکھوالوں کے بازوؤں میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔

پھر اس نے ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لاش باہر گلی میں پھینک دیں...... اور پھر ایک عزم کے ساتھ تلوار اٹھا کر باہر آ گئی......

مہاراجہ جے دھج سنگھ گھبرایا ہوا حویلی کے ایک کمرے میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے ہزاروں سپاہی موت کے کھلے میدان میں کھلے آسمان کے نیچے خاک وخون میں لتھڑے ہوئے پڑے تھے...... اودھم خان کے لشکر نے چاروں طرف سے آسامی سپاہیوں کو گھیر رکھا تھا......

کرشن کمار دوڑتا ہوا آیا اور مہاراجہ جے دھج سنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا! مہاراج جلدی کیجئے!

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے اپنی تلوار کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا" ہم بھی مرد میدان ہیں...... ہم بھی تلوار چلانا جانتے ہیں...... مرنا آسان تو نہیں ہوتا...... لیکن اگر وقت نے مجبور کیا تو جنگ کے میدان میں مرنے کی ہمت بھی رکھتے ہیں۔

کرشن کمار نے کہا! مہاراج یہ وقت جذباتی باتوں کا نہیں ہے...... ہمیں بکرم کے پہنچنے تک یہاں سے پسپائی اختیار کرنی پڑے گی......

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے کہا! ہم اس بستی کے ایک ایک گھر کی بنیادیں ہلا دیں گے...... ان غداروں کی پوری پوری نسل کو لہو کی ندیوں میں غرق کر دیں گے......

مہاراجہ جے دھج سنگھ بڑی سرعت سے اپنے محافظوں کے جھرمٹ میں کامنی کی حویلی سے نکل گیا...... شام کے دھندلکوں کے گہرا ہونے

سے پہلے مہاراجہ جے دھج سنگھ اپنی بچی کھچی سینا کو سمیٹ کر جگن ناتھ کے مندر کی طرف پسپا ہو گیا...... وہیں پر بکرم اپنے پچاس ہزار لشکر جرار کے ساتھ شام کوان سے آن ملا...... آسامی فوج کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں موت کے گھاٹ اتارا جا چکا تھا۔ اودھم خان نے چار پانچ کوس دور تک آسامی فوجوں کا تعاقب کیا...... پھر واپس لوٹ آیا۔

مغرب کی طرف سے اچانک بادلوں کی گھٹا اٹھی...... اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے فضائیں خنک اندھیروں میں ڈوب گئیں...... سخت گرمی کا زور یکلخت ٹوٹ گیا...... ٹھنڈی ہواؤں کے تندو تیز جھونکوں نے جلتی تپتی زمین کو لمحوں میں خنکیوں سے ہمکنار کر کے طمانیت کا گہوارہ بنا دیا...... جہاں شراب کی بدبو پھیلی رہتی تھی...... اب انہیں جگہوں پر ذکر خداوندی کے پھولوں کو خوشبوئیں بہاریں دکھائی رہی تھیں...... اودھم خان نے سب سے پہلے اپنی فوج کے شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر تمام شہیدوں کو ایک مشترکہ قبر میں سپرد خاک کر دیا...... اسلامی لشکر میں ہندوؤں کی تعداد بھی کافی تھی...... ان کوان کے مذہبی رسوم کے مطابق شمشان میں جلا دیا گیا...... ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع تھی...... ہواؤں کے نرم و نازک دوش پر بادلوں کے ٹکڑے اٹکھیلیاں کرتے پھرتے تھے۔

بھدریک کی بستی میں جشن منایا جا رہا تھا۔ اودھم خان نے بستی سے باہر اپنا خیمہ لگوایا...... سید حیدر امام اور اس کے پانچ ہزار سپاہی بستی کے اندر حفاظت پر مامور تھے...... جہاں کل تک مہاراجہ جے دھج سنگھ براجمان تھا...... اس وقت وہاں اب سید حیدر امام رہائش پذیر تھا۔ بستی کے لوگ رات گئے تک جشن فتح مناتے رہے...... ان کے لبوں پر تبسم تھا...... مگر آنکھیں اشکوں سے بار بار لبریز ہو جاتی تھیں......

وہ فرط مسرت سے مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ چومتے اور کہتے۔ ہم تمہارے گنہگار ہیں...... ہم اپنی ذات کے مجرم ہیں...... ہم اپنے ضمیر کے غدار ہیں...... ہم نے اپنے کیے کی بہت سزائیں پائی ہیں...... بلکہ ہمارے جرموں سے کہیں زیادہ سنگین سزائیں ملی ہیں......

حویلی کے اندر باہر مسلمان مجاہد پوری طرح چوکس تھے...... بوندا باندی آہستہ آہستہ موسلا دھار بارش میں تبدیل ہو گئی...... گھنگھور گھٹائیں جھوم جھوم کر اور لہرا لہرا کر باران رحمت برسا رہی تھیں...... باد و باراں کے طوفان میں بھی ملک و ملت کے نگہبان جا بجا چاک و چوبند کھڑے تھے۔

سید حیدر امام اور اودھم خان اپنے اپنے جوانوں کے ساتھ ساتھ جاگ رہے تھے اور جگہ جگہ پھر رہے تھے...... ایک جگہ سید حیدر امام نے ایک نوجوان لڑکی کو دیکھا...... جو ایک گلی کی نکر پر نیزہ لیے کھڑی تھی......

سید حیدر امام نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے بڑی محبت اور ملاحت سے پوچھا! بہن جی کیا! تمہیں اپنے شیر دل بھائیوں کی جوانمرداری اور غیر تمندی پر یقین نہیں رہا...... اگر ہماری بہو بیٹیوں اور بہنوں نے اس طرح کی طوفانی راتوں کو جاگ کر اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنی ہے تو پھر ہمارے لیے ہتھیار اٹھا کر جاگنا بے مقصد لگتا ہے...... تم سب کے آرام کی خاطر تو ہم بے آرام ہو رہے ہیں۔ جاگ رہے ہیں...... تم جاؤ اور جا کر سکون کی نیند سو جاؤ اور یاد رکھنا جب تک ہم زندہ ہیں...... کوئی لٹیرا کسی کے گھر میں داخل ہونے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

لڑکی نے اپنا سر جھکا کر کہا! سردار! ایسی کوئی بات نہیں...... ہمیں اس وقت بارش میں کھڑے ہونے میں بڑا روحانی سکون مل رہا ہے...... جن بہنوں کے بھائی عرصہ محشر میں جاگ رہے ہوں...... ان بہنوں کو نیند نہیں آتی...... ہم، تم سب کی زندگی کی سلامتی کی دعائیں مانگنے کے لیے

کھڑی ہیں۔

سید حیدر امام بہت متاثر ہوا۔ اس نے لڑکی کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! شکریہ! ہم پہلے ہی اپنی ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کی دعاؤں کے حصار میں محفوظ و مامون ہیں۔

رات کے پچھلے پہر بارش تھم گئی...... ہواؤں کے نازک دوش پر بادلوں نے رنگ برنگے ٹکڑے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے تو بجلی کی چمک پل بھر کے لیے ماحول کے اندھیروں میں خدائے ذوالجلال کی جلالتوں کی روشنی بکھیر دیتی۔...... کامنی اپنے شاندار خیمے میں لیٹی ہوئی ریشمی خیمے کی خوبصورت گنبد نما چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل کی وادیاں مجاہدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی جلترنگ سے سرشار ہو رہی تھیں...... اس کے خیالوں کے چمن کی ڈالی ڈالی پر گلرنگ شگوفوں اور نوزائیدہ غنچوں پر امنگوں اور آرزؤں کے عنادل نغمہ سرا تھے...... وہ خوابوں کی پراسرار دنیا میں پہنچ چکی تھی...... نواب علی قلی خان نے اسے اس کی سوچ سے بڑھ کر احترام دیا تھا...... اس کا خیمہ کسی سراپردہ سے کم نہیں تھا...... خیمے کے دروازے پر مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے...... شام سے تھوڑی دیر پہلے باہر ہلچل سی پیدا ہوئی۔ گھوڑوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں بڑھنے لگیں......

کامنی نے ایک دربان کو مخاطب کر کے کہا!...... باہر کیسا شور ہے؟

...... دربان نے کہا!...... حاکم بنگالہ کے فوجی ندی پر پل تعمیر کر رہے ہیں لگتا ہے نادر خان کی بستی پر آسامیوں کا دباؤ بڑھ گیا ہے......

کامنی کا دل ڈوب گیا...... پھر اس کی دھڑکنیں یکلخت بے قابو ہو گئیں...... اس نے جلدی جلدی زرہ پہنی...... خود سر پر رکھی اور نیزہ لے کر باہر آ گئی......

دربان نے قدرے جھک کر سلام کرنے کے بعد حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا!...... آپ کو اس طرح باہر نہیں آنا چاہیے تھا۔ بادشاہ دیکھیں گے تو بہت ناراض ہوں گے۔

...... تم فکر نہیں کرو وہ ناراض نہیں ہوں گے۔

...... بستی جو یہاں سے زیادہ سے زیادہ دس میل کے فاصلے پر دور تھی۔ یکا یک ایک خوفناک جنگ کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔...... پرتاب مہاراجہ جے دھج سنگھ سے تازہ کمک لے کر آیا تھا۔ آتے ہی اس نے پورے زور سے حملہ کر دیا...... پچاس بڑی بڑی منجنیقیں وزنی پتھر اور مٹی کے پختہ گولے پھینک رہی تھیں...... منجنیقوں کے بھاری پتھروں کی آڑ تلے آسامی فوج کے پیدل دستے دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے...... ایک دو جگہ سے دیوار میں شگاف بڑھ رہے تھے...... نادر خان کی بستی کا ہر فرد سر بکف میدان جنگ میں کود پڑا تھا...... لحہ بہ لحہ جنگ کی خونریزی اور تباہی بڑھتی جا رہی تھی۔ موت کا رقص فضا نکتہ عروج پر تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں...... گوہاٹی سے شکست کھا کر بھاگنے والی آسامی فوج بھی یہاں جمع ہو رہی تھیں...... آسامی پہاڑی لنگوروں اور بندروں کی طرح دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے...... عادل خان اور رضوان کے لشکر مجاہدانہ ترک تازیوں اور ولولوں سے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے...... اسماعیل کے تیرانداز تیر پر تیر چلا رہے تھے قیامت کا بازار گرم تھا زندگی اور موت کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہیں رہا تھا...... جہاں جہاں شگاف پڑتے تھے وہاں بستی کے مجاہدوں نے اپنے پرعزم آہنی جذبوں کی ناقابل تسخیر دیواریں کھڑی کر دی تھیں......

نادر خان اپنے خون کی روشنائی سے شرافت غیرت اور انسانی عظمت کی تاریخ کا ایک نیا باب رقم کر رہا تھا......

......چندر شیکھر موہن اور ان کے دوسرے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے......ان کی آنکھیں غیض و غضب کی آنچ سے سلگ رہی تھیں......بادشاہ علی قلی خان کے پیدل دستے بڑی تیزی سے لکڑیوں کے پل عبور کر کے ندی کے دوسرے کنارے پر جمع ہو رہے تھے۔

......کامنی نے شیکھر سے کہا!......شیکھر ہم زیادہ دیر تک یہاں ٹھہر کر اپنے خان بابا کی پریشانی کا درد برداشت نہیں کر سکتے......بستی والے ہمارے انتظار میں ہوں گے......قطرہ قطرہ مل کر سمندر بنتا ہے......اس وقت بستی والوں کو ایک ایک سپاہی کی اشد ضرورت ہوگی......بادشاہ کے حکم کی خلاف ورزی ایک جرم سہی......مگر اپنوں کی مدد میں کوتاہی اس سے بڑا جرم ہے......

کامنی کے پیچھے پچاس سواروں نے گھوڑے ڈال دیئے۔گھوڑے مچھلیوں کی طرح تیرتے ہوئے ندی پار کر گئے......دوسرے کنارے پر پہنچ کر انہوں نے پیچھے دیکھا......اس وقت بادشاہ کے شاہسواروں کا پہلا دستہ ڈھول اڑاتا ہوا شاہراہ پر دکھائی دے رہا تھا......اس پہلے دستے کا پرچم ہواؤں کے دوش پر لہرا رہا تھا وہ شاہسوار جس رفتار سے آرہے تھے۔اسی رفتار سے انہوں نے اپنے گھوڑے ندی میں ڈال دیئے سورج مغرب کی طرف سے بہت نیچے جھکتا ہوا جنگل میں گم ہوتا جا رہا تھا ساتھ ہی سیاہ گھٹا اٹھتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی......آسامی سپاہی جو شیکھر کے قافلے میں تھے۔اس وقت بالکل گھبرائے ہوئے نہیں تھے۔ان کا جوش و جذبہ دوسرے ساتھیوں سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں تھا......کامنی جو آسامی لباس میں تھا اس وقت جنگل کی زخم خوردہ بپھری ہوئی شیرنی کی مانند لگ رہی تھی......غیض و غضب سے اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا......دو تین میل کا جنگل عبور کرنے کے بعد یہ لوگ کھلے میدان میں آگئے تو انہیں تا حد نظر جنگ کی تباہ کاریاں دکھائی دیں......مسلمانوں کے نعروں کے جواب میں آسامی ہندوؤں کے شہسواروں کا شور ڈھالوں پر بجلی کے کڑاکے کی طرح پڑتی ہوئی تلواروں کا شور اور جھنجھناہٹیں زخمیوں کی چیخ و پکار گرد باد حیات کے بگولوں نے میدان جنگ کے ذرے ذرے کو اپنی ہلاکت خیزوں کی لپیٹ میں لیا ہوا تھا......منجنیقوں سے نکل کر اڑتے ہوئے وزنی پتھروں کو دیکھ کر شیکھر نے کہا!......آسامی فیصلہ کن جنگ لڑ رہے ہیں۔

......کامنی نے کہا! ساتھیو! ہمیں کسی نہ کسی طرح منجنیقوں تک پہنچنا چاہیے!......

......آسامی سپاہی جو شیکھر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ آئے تھے پر امید ہو کر کہنے لگے......امید ہے وقتی طور پر ہم ان کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

......جعفر نے کہا!......قدم بڑھاؤ! جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا ایک سپاہی کی زندگی اگر مگر سے بالاتر ہوتی ہے۔نتائج کی فکر بزدل کرتے ہیں۔

اب اس چھوٹے سے قافلے کے گھوڑے میدان جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے......یہ لوگ اوپر سے چکر کاٹ کر ان چھکڑوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔جن پر منجنیقیں اور پتھر لدے ہوئے تھے......ان کے عقب سے حاکم بنگالہ کے پیادہ دستوں اور تیر اندازوں کے گھوڑ سواروں کی یورش شروع ہو چکی تھی......گھنگھور گھٹائیں بڑی تیزی سے فضاؤں پر چھا گئیں......ٹھنڈی ہواؤں کے جھکڑ چل پڑے تھے۔یہ وہی وقت تھا جب بھدر یک

میں مہاراجہ جے دھیج کی فوجوں کو اودھم خان اور سید حیدر امام نے شکست دی تھی...... اور وہ بھدر یک سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا...... ادھر مہاراجہ جے دھیج سنگھ بھدر یک سے بھاگ رہا تھا ادھر پرتاب اور ٹھاکر نئے ولولے سے تازہ دم کمک کی مدد سے نادر خان کی بستی پر حملے کر رہے تھے بستی والوں کے لیے نئی مصیبت یہ کھڑی ہو گئی تھی کہ گوہاٹی سے مار کھا کر بھاگنے والے آسامی سپاہی بھی ادھر کا رخ کر رہے تھے اور پرتاب کی طاقت میں اضافہ کر رہے تھے

جب حاکم بنگالہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے دوسرے سارے منصوبوں کو بیک وقت منسوخ کر کے اپنی توجہ نادر خان کی بستی پر مرکوز کر دی تھی...... ندی عبور کر کے اس نے اپنی فوج کو اس طرح تقسیم کیا جس طرح ہر وقت وہ منقسم رہتی تھی...... میسرہ، میمنہ اور مقدمۃ الجیش اور اعظم الجیش علیحدہ علیحدہ تھے۔ اس کے پیچھے حاکم بنگال خود تھا اور اس کے پاس بہترین تجربہ کار اور آزمودہ شاہسوار تھے...... حاکم بنگالہ نے دوہری زرہ پہنی ہوئی تھی اور آہنی خود پر سبز اطلس کی دستار تھی جس کے سامنے کے آخری پیچ پر سونے کے بنے ہوئے خوبصورت ستاروں کے درمیان میں ایک قیمتی ہیرا جڑا ہوا تھا...... میمنہ میں بہترین قسم کے سردار اور ان کے ماتحت وزنی زرہ پوش شاہسوار تھے سیف الدین میران شاہ اور علی بہادر جیسے جنگ آزمودہ مردان غازی میسرہ کے سالار تھے...... میمنہ دلاور خان اور شاہ رخ کے ماتحت آگے بڑھ رہا تھا جب حاکم کے حکم سے نقارے پر چوٹ پڑی تو سپاہیوں اور سرداروں میں قابل دید جوش و خروش پیدا ہو گیا...... نقارہ اتنا بڑا تھا کہ اس پر پورے بیل لگی ہوئی تھی...... پھر فوج کے ہر حصے کے طبل بجنے شروع ہوئے۔ اس شان سے حاکم بنگالہ کی افواج آگے بڑھ کر میدان کارزار میں داخل ہوئیں رات کے اندھیرے بادلوں کی وجہ سے کافی گھمبیر ہو گئے تھے...... بوندا باندی آہستہ آہستہ موسلا دھار بارش میں تبدیل ہونے لگی تھی...... مشعلیں جل اٹھی تھی...... کہیں کہیں تو مشعلوں سے بھی ہتھیاروں کا کام لیا جا رہا تھا...... ششیکھر اور اس کے ساتھیوں نے منجنیق بردار چھکڑوں کی لمبی قطار کے قریب پہنچ کر اچانک حملہ کر دیا...... اور کئی سپاہیوں کو چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتار دیا یہ حملہ اس قدر ناگہانی تھا آسامی سپاہیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ منجنیقوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے...... پہلے تو آسامی سپاہیوں نے ان کو اپنے سپاہی سمجھا اور اب انہیں معلوم ہوا کہ دھوکہ ہوا ہے......

حاکم بنگالہ کا لشکر شیروں کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں داخل ہوا...... میدان میں قیامت کا ہنگامہ برپا تھا...... اندھیرے اور بارش کے باوجود جنگ کا زور بڑھتا جا رہا تھا ہر سوار دشمن کے سوار سے الجھا ہوا تھا...... تیروں کی بوچھاڑ تلواروں کی جھنکاریں اور انسانی خون کی ندیاں اس وقت فریقین بقاء کی جنگ لڑ رہے تھے...... زخمی اپنے گھوڑوں کی کاٹھیوں سے چمٹے چمٹے بھی تلواریں چلا رہے تھے۔ سوار اس وقت تک زین سے چمٹے رہتے۔ جب تک ان کا جسم بے جان ہو کر زمین پر خود بخود نہیں گر پڑتا تھا زخمی گر کر وہ گھوڑوں کے سموں تک آ کر پیوند زمین ہو جاتے۔ بائیں طرف آسامیوں کی تعداد کم ہونے لگی......

...... ششیکھر موہن اور دوسرے شاہسوار بڑی بے جگری اور جوانمردی سے منجنیقوں پر قبضہ جمائے ہوئے تھے ساتھ ہی ساتھ ان کو کامنی کی حفاظت کی فکر بھی لاحق تھی کامنی مردانہ وار مقابلہ کر رہی تھی اس کے دائیں ہاتھ میں لمبا نیزہ اور بائیں ہاتھ میں تلوار تھی۔ وہ بڑی پھرتی اور مہارت سے دونوں ہتھیاروں سے کام لے رہی تھی...... حاکم بنگال بادشاہ علی قلی خان کی للکار میدان میں گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا! ہم زمین کے ایک ٹکڑے

کے لیے نہیں لڑ رہے ہم ایک مقصد کی خاطر موت کے میدان میں داخل ہوئے ہیں۔ ہماری موت شہادت کی نوید مسرت ہے ایک دائی اور ابدی زندگی کی آرزو ہماری جز و ایمان نہیں بلکہ ایمان ہے...... ہم موت سے ڈرنے والے نہیں

......سفید ریش سید سیف الدین پوری قوت سے حملہ آور ہوا۔ وہ آسامیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آسامی لشکر کے قلب میں گھس کر وہاں پہنچ گیا۔ جہاں کامنی اور دوسرے سرفروش مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے......... آسامی سردار پرتاب کا دفاعی نظام تہ و بالا ہو چکا تھا۔ سید سیف الدین کے پیچھے حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان بھی وہاں پہنچ گیا۔

اس نے شیکھر کو پہچانتے ہوئے پوچھا!...... بیٹے! کامنی کہاں ہے؟

......کامنی ایک چھکڑے پر چڑھی ہوئی تھی۔ ہم یہاں ہیں سرکار!

......حاکم نے جوش و مسرت سے کہا!...... اس قوم کو کون شکست دے سکتا ہے جن کی ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں میں اس طرح سے زندہ رہنے والی امنگیں موجود ہوں۔

......پھر علی قلی خان نے سیف الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!...... کس طرح کامنی بیٹی اور ان قابل فخر بچوں کو بستی کے اندر پہنچادو یہ تھکے ہوئے ہیں۔

کامنی نے کہا! ہم تھکے نہیں ہیں جی ہم تو دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک آپ کے قدموں کے نقوش دیکھتے ہوئے بڑھتے چلے جانے کی ہمت رکھتے ہیں......

......حاکم نے محبت بھرے دبدبے سے کہا...... یہ ہمارا حکم ہے! تم نہیں جانتی کہ اگر خدانخواستہ تمہیں معمولی سے خراش بھی آ گئی تو ہمیں کتنی اذیت پہنچے گی......" حاکم نے منحرف آسامی سپاہیوں کے بارے میں پوچھا۔

......تو شیکھر نے کہا!...... وہ دونوں شیروں کی طرح دشمن سے برسرپیکار ہیں...... وہ دیکھیے کس شان سے لڑ رہے ہیں......

......بادشاہ علی قلی خان نے جوش میں آکر نعرہ تکبیر بلند کیا اور بجلی کی چمک کی طرح اندھیروں میں آگے بڑھ گیا۔...... رات دوسرے پہر میں داخل ہو رہی تھی...... بارش کا زور کم ہوتا جا رہا تھا۔ مگر بادلوں کی گھن گرج اور آسانی بجلی کی چمک دمک پہلے سے بڑھ گئی تھی۔ نمناک ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ بجلی چمکی۔ کامنی ابھی تک اس سمت دیکھ رہی تھی۔ جس طرح حاکم علی قلی خان بڑھا تھا...... بجلی کی تیز چمک میں کامنی نے دیکھا...... کہ دو آسامی سپاہی عقب سے علی قلی خان پر حملہ آور ہونے والے ہیں...... کامنی چھکڑے سے اچھل کر اپنے گھوڑے پر بیٹھی اور تیر کی طرح عقب سے حملہ کرنے والے سپاہیوں کے سر پر پہنچ گئی۔ اس نے نیزے سے ایک سپاہی کو چھید ڈالا اس کی آخری چیخ فضاؤں میں گونجی...... کامنی دوسرے سپاہی کی طرف پلٹی ہی تھی...... مگر اس سے پہلے آسامی منحرف سپاہی کی تلوار اس کو دو نیم کر چکی تھی...... بادشاہ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے کامنی اور آسامی سپاہی کھڑے تھے۔

......بادشاہ علی قلی خان نے کہا!"...... شکریہ!" اور پھر دشمن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

......میدان خون آلودہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ لاشیں جابجا پانی میں تیرتی پھرتی تھیں...... آسامیوں کا زور ٹوٹ رہا تھا۔ ان کی صفوں میں بدنظمی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ پسپائی اختیار کرتے ہوئے پیچھے جنگل کی طرف ہٹ رہے تھے...... مگر دوسری طرف سے ایک اور مصیبت کھڑی تھی۔

......بستی والوں کی زیادہ توجہ شگافوں پر مرکوز تھی۔ آسامیوں نے شمال کی طرف سے دیوار پر حملہ کر دیا...... اور وہ سیڑھیاں لگا کر دیوار پر چڑھنے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے...... جب نادر خان کو اس صورتحال کا علم ہوا تو اس نے ایک سپاہی گھوڑا دوڑا کر عادل خان کو پیغام بھجوا دیا کہ جس طرح ممکن ہو فوج کے ایک دستے کو شمال کی طرف بڑھا دیا جائے تاکہ آسامیوں کا دباؤ کم ہو...... اسماعیل اور رضوان بڑی پامردی سے چند ہزار سپاہیوں کے ساتھ ٹڈی دل آسامیوں کی یلغار کو روک رہے تھے۔ اونچے اونچے مکانوں کی چھتوں سے عورتیں تیروں کے مینہ برسا رہی تھیں۔ کلثوم اور سکینہ مردانہ لباس میں بستی کے مردوں کے شانے سے شانہ ملا کر داد شجاعت دے رہی تھیں۔ بستی کے ہر فرد نے تلوار اٹھائی تھی اور اللہ کے بھروسے ظلم کے خوفناک پہاڑ سے ٹکرا جانے کا تہیہ کر رکھا تھا...... احمد حسن...... بار بار تکبیر کے نعرے بلند کر رہا تھا۔

......بارش تھم چکی تھی مگر کالی کالی گھٹاؤں نے رات کی تاریکی کو اور زیادہ گھمبیر کر دیا تھا کم و بیش دو ہزار کے لگ بھگ آسامی سپاہی بستی میں گھس آئے تھے...... باہر سے عادل خان کی کمک نے آسامیوں کو پسپا کر دیا۔ پنجرے میں پھنسے ہوئے چوہوں کی طرح اب آسامی دیوار کے ساتھ ساتھ سمٹے ہوئے کسی دروازے کی تلاش میں تھے...... جہاں سے باہر نکل سکیں۔ لیکن بستی والوں نے ان پر موت کے دروازے کے سوا اب سب دروازے بند کر دیئے تھے۔ شاید قضاء و قدر کا یہی فیصلہ تھا ظلم جس شدت اور سرعت سے پھیلتا ہے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے سمٹ کر فنا بھی ہو جاتا ہے۔

......احمد حسن کا مجاہدانہ جوش اور سرفروشانہ جذبہ قابل دید تھا...... وہ بوڑھا تھا مگر اس وقت وہ جوانوں سے زیادہ قوی اور شاہ زور لگ رہا تھا...... اس کے ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی اور دوسرے ہاتھ میں تلوار وہ مشعل اور تلوار کو بیک وقت دشمن پر استعمال کر رہا تھا...... وہ جنگل کے غضبناک شیر کی طرح دھاڑتا ہوا آسامیوں پر حملے کر رہا تھا زندگی میں پہلی بار ہمیں زندگی سے زیادہ موت کی تمنا ہو رہی تھی ...... ہم اندھیروں کے خلاف اس وقت تک لڑتے رہیں گے۔ جب تک ہمارے جسم میں زندگی کی ایک رمق بھی باقی رہے گی...... احمد حسن نے کئی آسامیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ایک جگہ اچانک اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ ایک گڑھے میں گر گیا جو پانی سے بھرا ہوا تھا...... اسماعیل نے دیکھ لیا تھا۔ جلتی ہوئی مشعل گڑھے کے کنارے پڑی جل رہی تھی...... احمد حسن کے سنبھلنے اور اسماعیل کے پہنچنے سے پہلے ایک آسامی کا بے رحم نیزہ اس کے دل کو دو نیم کر گیا...... آسامی نے نیزہ کھینچا تو بوڑھے مسلم شیر احمد حسن کا جسد خاکی اس کے پھل کے ساتھ ہی باہر کھنچتا آیا...... جونہی نیزے کا لمبا پھل اس کے جسم سے باہر نکلا...... احمد حسن کی روح خاکدان عنصری کی قید سے آزاد ہو کر کائنات کی پہنائیوں میں گم ہو گئی...... وہ شہید ہو کر بقائے دوام سے ہمکنار ہو گئے۔

اسماعیل نے ایک تلوار کا ایک وار آسامی سپاہی کی شہ رگ پر کیا۔ وہ تڑپ کر گرا اور کتنی دیر تک اس سانپ کی طرح تڑپتا رہا جس کا سر کچل دیا گیا ہو...... اسماعیل نے احمد حسن کے خون میں لتھڑے ہوئے لاشے کو اٹھایا ہی تھا...... کہ ایک آسامی نے اس پر تلوار سے حملہ کر کے اس کا بایاں کندھا زخمی کر دیا...... زخمی ہونے کے باوجود اسماعیل نے تلوار کے ایسے وار کیے کہ آسامی زخمی ہو کر بھاگ کھڑا ہوا...... اسماعیل تیزی سے ایک

طرف بڑھنے لگا وہ آسامیوں کے نرغے سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا جہاں شہیدوں کے جنازے رکھے جاتے تھے۔

......عقب سے ایک نسوانی آواز ابھری......اسماعیل یہ کون خوش قسمت شہید ہوا ہے......

اسماعیل کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے......یہ کلثوم تھی۔

''اسماعیل نے آہستہ سے کہا! کلثوم خدا نے تمہارے باپ کو شہادت کے بلند مرتبے پر فائز کیا ہے۔

کلثوم لمحے بھر کے لیے ڈگمگائی۔ خون کے رشتے کا درد متلاطم ہوا مگر اس نے کمال حوصلے اور ضبط سے آہ وفغاں کے امڈتے ہوئے طوفان کو روک کر اس مشعل کی روشنی میں اپنے بابا کے خون رنگ اور سرخرو چہرے کو دیکھا اور ایک مفہوم تبسم کے ساتھ کہا! خدا حافظ بابا! آپ کتنے خوش بخت ہیں......خدا نے آپ کو قیام قیامت تک زندہ کر دیا ہے۔

......احمد حسن کے بے جان لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس کی کھلی آنکھوں میں ابھی تک عزائم کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔

کلثوم نے آگے بڑھ کر باپ کی خون آلودہ پیشانی کو چوم کر کہا! جنت الفردوس میں ہم گنہگاروں کے لیے دعائیں مانگتے رہنا بابا! پھر وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

......اچانک اس نے خون کے بہتے ہوئے دھارے کو دیکھ کر کہا!......اسماعیل تم تو زخمی ہو!

......اسماعیل نے کہا!......فکر مندی کی کوئی بات نہیں زخم معمولی ہے۔

......کلثوم نے بے چین ہو کر کہا!......ہم سے چھپاتے ہوئے معمولی زخم سے اتنا زیادہ خون نہیں بہہ سکتا......لاؤ میرا بابا۔ میرے بازوؤں میں دے دو۔

نہیں اسماعیل نے چلتے ہوئے کہا! ہم اس سعادت میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرتے۔ خدا نے ہمیں یہ سعادت بخشی ہے کہ ہم ایک شہید کو اٹھا کر اس کی آخری آرام گاہ تک لے جائیں۔......کلثوم کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

......رات کا تیسرا پہر شروع ہونے والا تھا۔ حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان کے طوفانی حملوں اور یورشوں نے آسامیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا......وہ اپنے ہزاروں سپاہیوں کے لاشے میدان جنگ میں چھوڑ کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے بستی کے اندر گھس آنے والے بھی کیفر کردار کو پہنچ گئے تھے۔ نادر خان برج پر چڑھ کر حالات کا جائزہ لے رہا تھا وہ بھی زخمی تھا مگر آسامیوں کی پسپائی کا سن کر بہت خوش تھے۔

اس وقت کسی نے نیچے سے پکار کر کہا! دربانو! دروازہ کھولو......ہم ششیکھر ہیں......

ششیکھر کی آواز پہچان کر نادر خان نے بڑی بے تابی سے کہا! تم آ گئے ششیکھر......کامنی کہاں ہے؟......

ششیکھر نے کامنی کو دیکھ کر کہا!......تم ذرا خاموش رہنا۔ خوشی کے اس موقع پر ہم خان بابا کے ساتھ تھوڑا سا مذاق کرنا چاہتے ہیں......

......نادر خان نے اوپر سے آواز دے کر پوچھا!......ششیکھر تم بولتے کیوں نہیں ہو......کامنی کہاں ہے......؟

ششیکھر نے نیچے سے کہا! خان بابا! ہم موہن کو بھی چھڑا لائے ہیں۔

نادر خان نے کہا! بہت خوشی ہوئی...... مگر ہم کامنی بیٹی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں...... تم ہمارے سوالوں کا جواب صحیح کیوں نہیں دے رہے ہو......

ششیکھر نے کہا! ہمیں افسوس ہے...... کہ ہاشم کو نہیں چھڑا سکے...... مگر وہ زندہ ہے اور ایک مہربان کے سرکھشہ سائے تلے شانت ہے......

نادر خان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے ناگواری سے کہا! ہم کامنی کے بارے میں فکر مند ہیں...... بتاؤ اسے اپنے ساتھ لائے ہو یا نہیں......

ششیکھر نے دکھی لہجے میں بولنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا!...... خان بابا...... شما کرنا...... ہم کامنی بہن کو لانے میں سپھل نہیں ہوئے۔

نادر خان نے کہا! کامنی کو نہیں لائے ہو تو دفع ہو جاؤ رات کی تاریکی میں کہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گم ہو جاؤ...... ہم تمہاری شکلوں کو دیکھنا نہیں چاہتے...... تم سب نے ہمیں مایوس کیا ہے...... تم سب نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے...... ہماری خوشیوں کو......

اسی اثناء میں نیچے سے کامنی نے پکار کر کہا! خان بابا! ہم آ گئے ہیں...... یہ سب تمہارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔

نادر خان نے فرط مسرت سے کہا! تم سب یہیں ٹھہرو...... ہم تمہارے لیے خود دروازہ کھولیں گے...... ہم بہت خوش نصیب ہیں...... خدا نے ہم پر خوشیوں کا مینہ برسا دیا ہے......

......نادر خان کا لہجہ لحظہ لحظہ گلوگیر اور بوجھل ہوتا جا رہا تھا...... وہ برج سے اترتا ہوا دروازے تک قدم قدم پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوا آیا......

نادر خان نے اپنے ہاتھوں سے دروازے کے وزنی پٹ کھولے اور پھر تیزی سے آگے بڑھا...... کامنی نے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور وہ دوڑ کر نادر خان کے گلے لگ کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی...... نادر خان کی آنکھیں بھی چھلک پڑیں...... دیر تک دونوں اپنے اپنے گریہ پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہے......

......پھر موہن نے آگے بڑھ کر نادر خان کے قدم چومتے ہوئے کہا! ''سردار میں موہن ہوں''

نادر خان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر موہن کو گلے لگاتے ہوئے کہا! ہم! تم سب کے ممنون ہیں اگر بزرگ مانع نہ ہوتی تو ہم تم سب کے قدم چوم لیتے۔

پھر نادر خان نے ان دو آسامی سپاہیوں کی طرف دیکھا...... جو ان کے ہمراہ آئے تھے۔

تو ششیکھر نے کہا! سردار یہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کی مدد سے ہم آپ کے سامنے سرخرو کھڑے ہیں۔

نادر خان نے باری باری دونوں سپاہیوں کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا! ہم اپنی اوقات سے بڑھ کر تمہاری عزت افزائی کرتے رہیں گے...... مگر یقین کرو تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکیں گے...... تم نے ہمیں دل و جان سے خرید لیا ہے

پھر اس نے سب کو ہمراہ لیا اور دروازہ بند کر دیا...... کیونکہ ابھی تک آسامیوں کے بچے کھچے سپاہی کچھ کر گزرنے کی تگ و دو میں مصروف تھے مشعلوں کی روشنی میں نادر خان نے ایک بار پھر ان سرخرو سرفروشوں کو دیکھا۔ کامنی سمیت سب زخمی ہو گئے تھے۔

تم سب زخمی ہو؟ نادر خان نے پوچھا!

کامنی نے کہا! خان بابا! یہی چند زخم ہیں جو ہمارے لیے سرمایہ حیات اور متاع بے بہا ہیں...... آشاؤں کے یہی پھول...... ہماری راہوں پر چراغ بن کر دور دور تک اجالے بکھیرتے رہیں گے انہی سے مستقبل تابندہ تر ہوگا پیچھے آنے والے لوگ زندگی کی سنگلاخ اور دشوار گزار راہوں پر انہی روشن چراغوں کی روشنی کی مدد سے تیز تیز قدموں سے آگے کی طرف بڑھتے رہیں گے......

کلثوم دوڑتی ہوئی آ رہی تھی وہ چلائی! خان بابا! میرے بابا شہید ہو گئے ہیں۔اور...... اسماعیل زخمی ہے۔

نادر خان نے انا اللہ پڑھ کر کلثوم کو گلے لگالیا اور اس کی توجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا!...... کلثوم یہ کامنی ہے......

کلثوم! کامنی کی چیخ نکل گئی اور دونوں سہیلیاں ایک دوسرے کے سینے میں گم ہو گئیں......

صبح نے دروازے خاور کھلوائے اور مہر عالم تاب کے حسن و جمال کے جلووں کی ایک جھلک روشن ستاروں کے لیے اپنے لاکھوں کروڑوں روشن ستاروں کو مرکز تجلیات کی چوکھٹ پر خنجر تسلیم سے قربان کر دیا تھا...... آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے بادوں کے اودے اودے کالے کالے آوارہ ٹکڑوں کی چلمن اٹھا کر خورشید عالم تاب نے دنیائے آب وگل کو دیکھا تو سارا عالم روشن ہو گیا...... کائنات ارضی کا ذرہ ذرہ روشنیوں میں نہا گیا۔

آسامی لشکر نادر خان کی بستی کا محاصرہ اٹھا کر اپنے پیچھے کے گھنے جنگلوں کی طرف پسپا ہوتا جا رہا تھا...... مسلمان لشکر ان کو شدت سے دباتا ہوا تعاقب کر رہا تھا...... سینکڑوں آسامی سپاہی قیدی بنائے گئے تھے...... قیدیوں کو مضبوط اور لمبے لمبے رسوں سے باندھ کر بستی کے باہر ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا تھا۔میدان جنگ لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔جا بجا کٹے ہوئے انسانی اعضاء بکھرے پڑے تھے...... ہر طرف خون ہی خون تھا۔جہاں جہاں پانی کھڑا تھا وہاں تو اس طرح لگتا تھا۔جیسے گڑھے پانی کی بجائے خون سے بھرے پڑے ہوں۔جنگلی کتوں بھیڑیوں اور گیدڑوں نے خون کی بو سونگھ کر میدان جنگ میں جمع ہونا شروع کر دیا تھا اور فضاؤں میں لمبی لمبی گردنوں والے بڑے بڑے گدھ منڈلاتے پھرتے تھے

مسلمانوں نے اپنے شہیدوں کو جمع کر کے ان کے لیے ایک اجتماعی قبر کھودنی شروع کر دی تھی اس جنگ میں کم و بیش بیس ہزار آسامی مارے گئے...... مسلمان شہدا کی تعداد بھی بہت زیادہ تھا حاکم بنگال نے اپنے لشکروں کے ساتھ دور دور تک آسامیوں کا تعاقب کیا۔جب وہ اپنے زخم چاٹتے ہوئے گھنے جنگلوں میں غائب ہو گئے تو حاکم نے اپنے لشکروں کو واپسی کا حکم دے دیا!

عادل نے کہا! بابا حضور! اگر دوپہر تک ان کا تعاقب جاری رکھیں تو امید ہے کہ ان کے بچے کھچے لشکر کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! تو ٹھیک کہتے ہوئے مگر اس وقت ہمارے سپاہیوں کو آرام کی ضرورت ہے۔زخمیوں کو مرہم پٹی کی ضرورت ہے اور ہمیں دشمن کے آئندہ کے منصوبوں کی خبریں حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے...... بیٹا! یہ جنگ ختم نہیں ہوئی ابھی تو ابتدائی جھڑپوں تک بات بڑھی ہے جنگ تو ابھی شروع ہوئی ہے...... اور اس جنگ کے تاریک سائے آسام کی راجدھانی تک پھیل جانے کا امکان ہے...... تم فکر نہیں کرو ہم سوچ سمجھ کر ہر قدم اٹھائیں گے...... شہیدوں کو وسیع و عریض اجتماعی قبر میں دفنایا جا چکا تھا...... حاکم بنگالہ تعاقب سے لوٹ کر آیا تو لوگ قبر پر مٹی ڈال رہے تھے۔

حاکم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا! شہیدو! تمہارے لیے مغفرت کی دعا کی کیا ضرورت ہے۔ تم تو زندہ ہو اور اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سرخروی سے حاضر ہو۔ ہم تو تمہاری وساطت سے اپنی کامیابی کی دعا مانگتے ہیں۔ اللہ کریم تب سب شہیدوں کے صدقے ہم مجبوروں کی مصیبتوں کو دور فرمائے گا۔

حاکم نادر خان اور سوامی منوہر لال کی درخواست پر بستی میں داخل ہوا..... بستی کی عورتوں نے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر فاتح حاکم کا استقبال کیا..... بادشاہ علی قلی خان کا گھوڑا بڑے ناز سے بستی کی گلیوں کو عبور کرتا ہوا نادر خان کی حویلی کے سامنے پہنچا تو..... سامنے کامنی کلثوم سکینہ اور بھدر یک سے آئی ہوئی سینکڑوں لڑکیاں کھڑی تھیں.....

حاکم نے نادر خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! ان بچیوں میں کلثوم کون ہے۔

کلثوم نے آگے بڑھ کر سر جھکا لیا۔ تو حاکم علی قلی خان گھوڑے سے اتر پڑے اور ایک وقار سے چلتے ہوئے کلثوم کے قریب پہنچ کر بولے! بیٹی! ہم قدم قدم پر تمہارے دکھوں میں شریک رہے ہیں۔

''ہمیں معلوم ہے سرکار''

اسی اثناء میں کامنی کی نظر حاکم کے ماتھے پر لگے ہوئے زخم پر پڑی۔ اس نے بے اختیاری کے عالم میں اپنا دوپٹہ پھاڑا اور تیزی سے آگے بڑھ کر حاکم کے زخم پر پٹی باندھنے لگی..... مگر خود کو عقبی کڑیوں نے صحیح طریقے سے پٹی نہیں باندھنے دی..... وہ جھنجھلا کر کہنے لگی۔ آپ گھڑی کی گھڑی خود اتار دیجیے۔ پٹی صحیح طریقے سے باندھی نہیں جا رہی۔

حاکم علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا! کامنی بیٹی! تم سمجھو تمہارا فرض ادا ہو گیا..... سپاہی ایسے معمولی زخموں پر پٹیاں باندھنے لگ جائیں تو وقت بہت آگے نکل جائے..... بہر صورت ہم تمہارے ممنون ہیں۔

بھدر یک کی سینکڑوں لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! عزیز بچیو! تم شام تک اچھی خبر سننے کی منتظر رہو..... اجڑے چمن پھر سے بہاروں کی رنگینیوں سے صد تماشا گاہ عالم بننے کو ہیں..... ہم نے سنا ہے..... سینکڑوں آسامی قیدی بنائے جا چکے ہیں'۔

'ہاں تم نے صحیح سنا ہے..... مگر اس سے تمہارا کیا مطلب ہے..... ایک لڑکی نے غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا! ہم ان درندوں سے اپنے زخموں کا انتقام لینا چاہتی ہیں۔

نہیں! حاکم نے کہا! ایسا سوچنا بھی نہیں..... ہم قیدیوں بچوں بوڑھوں اور عورتوں پر ہاتھ اٹھانا گناہ سمجھتے ہیں..... وقت کے دھاروں نے اپنا رخ بدل لیا ہے آگے آگے دیکھتی جاؤ..... قسمت انسانیت اور فطرت کے دشمنوں سے کیسے کیسے سلوک کرتی ہے..... تم دیکھنا۔ تمہارے مجرم جو پوری انسانیت کے مجرم ہیں کس طرح اپنی اپنی سولیاں اپنے اپنے کاندھوں پر لاد کر عبرت کے مرگھٹ تک پہنچتے ہیں۔

پھر حاکم بنگالہ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! نادر خان! تمہارے کارنامے ناقابل فراموش ہیں ان کی روئیداد شہنشاہ ہند کے دربار تک پہنچ چکی ہے..... پھر حاکم نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا! ہمارے آسامی مہمان کہاں ہیں؟

نادر خان نے کہا! عالی جاہ! ان کے فکر و نظر کی مجذوبی ساری حدوں سے آزاد ہو چکی ہے۔

کیا مطلب؟ حاکم بنگالہ نے پوچھا!

"تو نادر خان نے کہا"! وہ اس وقت معماروں اور مزدوروں کے ساتھ شکستہ دیوار کی تعمیر کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

بادشاہ بلی قلی خان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور انھوں نے کہا! ان کا خاص خیال رکھنا......ہم شام کو پھر آئیں گے۔

حاکم نے گھوڑے کی لگام موڑی گھوڑے نے حسب عادت نخرے سے اپنے اگلے پاؤں اوپر اٹھائے اور پھر پچھلے پاؤں پر گھوم کر ایک خاص انداز سے دوڑنے لگا......

چند ہزار سپاہیوں کو بستی کے نواح میں خیمہ زن کر کے حاکم بنگالہ ندی کے کنارے اپنے مسکن کی طرف پلٹ گیا......اب اس نے اپنا خیمہ اس جگہ نصب کر دیا جہاں گزشتہ شام کو کامنی ششیکھر اور موہن وغیرہ کے خیمے لگے ہوئے تھے......اس طرح وہ دونوں محاذوں پر نگاہ رکھ سکتا تھا......

دوپہر کو حاکم کے سامنے جگن ناتھ کے مندر کے مہادیو ہری چند اور دوسرے ذلیل پجاریوں کو پیش کیا گیا۔ جنھیں بھدر ریک کے کھیا جگ جیون داس اور دوسرے ہندوؤں نے مندر سے اغواء کر کے سید حیدر امام کی تحویل میں دے دیا تھا......ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے ان کے سیاہ بدنام اور موٹے موٹے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھی ان کی میلی میلی سرخ چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں دہشت کے تاریک سائے لرز رہے تھے......ان کے مسکنوں پر سفید رنگ سے تین تین لکیریں کھینچی ہوئی تھیں......چاروں پجاری سر جھکائے ہوئے حاکم بنگالہ کے سامنے کھڑے تھے......ان کے بے ہنگم بے ڈول اور بدہیت جسموں پر لرزہ طاری تھا۔ حاکم بنگالہ ریشمی تکیے کی ٹیک لگا کر بیٹھ گیا......اس کے سامنے قالین پر تلوار پڑی تھی......اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں غم بھی تھا اور غصہ بھی۔ اس کا ہاتھ بار بار تلوار کی طرف بڑھ رہا تھا......

کتنی دیر تک حاکم کی بہت کچھ پوچھتی نظریں پجاریوں کے چہروں پر جمی رہیں آخر کار حاکم نے پہلو بدل کر جھٹکتے ہوئے پوچھا! تم نے تعصب اور نفرت کی جو آگ بھڑکائی ہے......کچھ خبر ہے اس میں کتنے لاکھ بے گناہ گھرانے جل کر راکھ ہو گئے ہیں......معطر فضاؤں میں اس وقت انسانی خون کی بو اور گلے سڑے انسانی لاشوں کا تعفن پھیلا ہوا ہے......اس وقت یہ علاقہ روتی آنکھوں جلتے گھرانوں تڑپتے لاشوں اور سلگتی روحوں کا جہنم بنا ہوا ہے اور یہ ساری قیامتیں تمہارے گناہوں کی پاداش کا نتیجہ ہے۔ ہمارا ہاتھ بار بار تلوار کی طرف بڑھ رہا ہے......رک رہا ہے......ہم سوچ رہے ہیں تمہارے جرائم کتنے گھناؤنے ہیں اور موت کی سزا ان کے مقابلے میں کتنی کم تر ہے ورنہ تم نے یہ کبھی سوچا نہیں تھا کہ تمہاری چیرہ دستیوں اور حیوانی بدمعاشوں سے فطرت پوری طرح آگاہ ہے اور فطرت کی تعزیروں میں بڑی سخت اور ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔

ہری چند نے کہا! ہمیں معاف کر دیجئے۔ ہم سے بڑی بھول ہو گئی تھی۔ ہم سچے دل سے وچن دیتے ہیں کہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے جس سے حکومت کے معاملات میں خرابی پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔

حاکم نے غصے سے کہا! ہم نے ہماری گفتگو کا غلط مطلب کیا ہے۔ ہمیں کسی کے رہنے یا نہ رہنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ ساری تقدیریں اور سارے فیصلے آسمانوں پر کار پردازوں قضاء قدر کرتے ہیں ہمیں حکومت کی پرواہ نہیں......ہم تو تمہارے ان ناپاک اور قابل نفرت گھٹیا اور

انسانیت سوز جرائم کی فردِ جرم دیکھ رہے ہیں...... جنگلی داستانیں مندر کی سنگلاخ دیواروں کے خاموش اندھیروں کے مجبور سپنوں میں دہکتے ہوئے جہنم کی طرح تمہارے یوم حساب کی منتظر ہیں......

حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان کا غصہ عروج پر پہنچتا جا رہا تھا اس کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں...... غصے سے کانپتا ہوا ہاتھ تلوار تک پہنچ گیا...... اس نے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے کہا! تم اپنے دھرم کے مجرم ہو...... تم ہندو قوم کے مذہبی جذبات اور اعتماد کے مجرم ہو...... اس وقت ہم تم سے لہو کی ان بندوں کا حساب مانگ رہے ہیں جو کبھی کنواریوں کی معصوم اور ملکوتی پیشانیوں پر انسانیت اور تخلیق کی عظمت کا نور بن کر چمکتا تھا...... جو ایک کنواری کی عزت کے جھومر کا دوشاہ وار ہوتا ہے بتاؤ تم نے اس لہو کی بوندوں کو اپنے ناپاک جذبوں کی ہوس کی سولی پر چڑھا کر کتنی کنواریوں کو بے آبرو کیا ہے کتنی لڑکیوں کی دلدوز چیخیں تمہارا تعاقب کر رہی ہیں...... وہ کتنی ننگ انسانیت داستانیں ہیں جو آسیب کی طرح تمہارا پیچھا کر رہی ہیں...... ہم نے اپنی آنکھوں سے سینکڑوں ایسی زندہ لاشیں دیکھی ہیں جن کی معصوم روحوں کو تم نے اپنے ان ناپاک ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے......

پجاریوں کے چہروں پر موت کی زردیاں کھنڈی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کی قوت گویائی کے حاکم کی تلوار کی چمک نے چھین لی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے قدموں پر کھڑے تھے...... ان کے پیچھے کھڑے سپاہیوں نے تلواروں کو بے نیام کیا ہوا تھا اور وہ اپنے حاکم کے اشارے منتظر تھے......

چند ثانیہ سکوت کے بعد حاکم نے پھر کہا! شاید تمہارے پاس اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے لیے سچائی کا ایک لفظ بھی باقی نہیں رہا......

...... بادشاہ علی قلی خان بیٹھ گیا...... اس کی پیشانی تلوار کے قبضے پر جھک گئی...... اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ شدت کرب سے وہ سسک پڑا اور انگلی کے اشارے سے اپنے سپاہیوں کو قریب بلا کر کہا ان بدبختوں کو نادر خان کے زندان میں ڈال دو ان کا فیصلہ ہم کل بستی کے ہندوؤں کی رائے کے مطابق کریں گے......

اسی وقت خیمے میں ایک خوبرو جوان داخل ہوا۔ حاکم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ تو اس نے کہا! خداوند کریم نے حق کا پرچم سربلند کیا ہے۔ مہاراجہ جے دھج کی فوجیں ہزاروں سپاہیوں کے لاشے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئی ہیں...... اس وقت بھدریک کے ہندو جشن فتح منا رہے ہیں۔ بستی کا مکھیا اور چند معزز لوگ باہر کھڑے شرف باریابی چاہتے ہیں۔

حاکم کے چہرے پر شادمانی کا دلکش رنگ بکھر گیا اس نے تلوار رکھ دی اور کہا! ''اجازت ہے''

یہ خوبرو نوجوان وہی جوگی تھا جو کئی دنوں سے جاسوسی کے لیے مہاراجہ جے دھج کی فوجوں میں رہ رہا تھا...... اور اس کو سدھائے ہوئے کبوتروں کے ذریعے حاکم کے پیغام موصول ہوتے تھے۔ اس کا نام سلطان احمد تھا اور وہ بڑا دلیر اور مجاہدانہ عقائد کا مالک تھا...... وہ جھک کر سلام کرنے کے بعد واپس پلٹنے لگا۔ تو حاکم نے کہا! سلطان احمد! تم ہر مہم کو حیران کن انداز سے سرانجام دیتے ہو۔ قدرت نے تمہارے دل و دماغ کو حیرت انگیز صلاحیتوں سے نوازا ہے......

سلطان احمد باہر نکل گیا اور پھر ایک لمحہ بھدریک کا بوڑھا مکھیا جگ جیون رام داس اور چار دوسرے معززین ایک دوسرے کے پیچھے حاکم کے خیمے میں داخل ہوئے...... حاکم نے کھڑے ہو کر ان کی دلجوئی اور خیر مقدم کیا...... جگ جیون رام نے آگے بڑھ کر حاکم کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور پھر اس کے قدموں پر پر غیر ارادی طور پر گر کر دھاڑیں مار کر رونے لگا...... دوسرے ہندو بھی سسک سسک کر رو رہے تھے۔

بادشاہ بھلی قلی خان نے بوڑھے مکھیا راج کو اٹھاتے ہوئے کہا! ''یہ کیا کر رہے ہو بھائی''

''ہم اپنے گناہوں کا اقرار کر رہے ہیں سرکار...... ہم بڑے پاپی ہیں۔ ہمارے پاپ بڑے بھیانک ہیں۔ ہم اپنی بہو بیٹیوں اور بہنوں کی عصمت کے قاتل ہیں''

حاکم نے جگ جیون کو اپنے قدموں سے اٹھایا! اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے اور کہا! تم گنہگار نہیں ہو...... تم بھٹکے ہوئے تھے...... صبح کو تمہیں بھٹکایا گیا...... مگر خوش قسمتی سے تم شام سے پہلے گھر لوٹ آئے...... ہماری نظروں میں تم بے گناہ ہو تم سب کو ان سیاہ کاروں نے مذہب کے نام پر گمراہ کیا تھا......

جگ جیون رام نے پلٹ کر دیکھا...... جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے پجاری تھر تھر کانپ رہے تھے......

ہاں! جگ جیون رام نے آہستہ سے اٹھتے ہوئے کہا! ہاں۔ بالکل انہی شیطانوں نے ہمیں لوٹا ہے...... یہی وہ مہاراجہ جے دھج کو آسام سے لائے تھے...... یہی وہ بدکردار ہیں جن کی شیطانی سوچوں نے ہزاروں گھروں کے روشن چراغ گل کر کے آج ہر طرف اندھیرے ہی اندھیرے پھیلا دیئے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہم سب اپنی بہو بیٹیوں اور بہنوں کے سامنے شرمندہ ہیں ہیں...... یہ ابھی تک زندہ ہیں...... ہم نے تو سوچا تھا ان کی بوٹیاں جنگل کے کتے اور بھیڑیئے نوچ رہے ہوں گے......

حاکم نے پھر بیٹھتے ہوئے کہا! بظاہر یہ ابھی تک زندہ ہی لگتے ہیں...... مگر اب ان کی زندگی کا ہر لمحہ اذیت کی صلیب پر جانکنی کے ہولناک عالم سے گزر رہا ہے...... یہ ہر لمحہ موت کی تمنا کریں گے...... مگر شاید موت بھی ان کے چھٹکارے کا سامان نہ بن سکے...... ان کی روحیں صدیوں تک اپنی بھڑکائی ہوئی آگ میں جلتی رہیں گی...... اب ان کا جینا مرنے سے بدتر ہے۔

سپاہیوں نے ادب سے کہا! ان پجاریوں کو بستی کے زندان میں بھیج دیا جائے

......نہیں'' ''حاکم نے کہا'' اب دوپہر ہم خود وہاں جانا چاہتے ہیں اور ان خبیثوں کو اپنے ساتھ لے جائیں گے......''

سپاہی انہیں گھسیٹتے ہوئے باہر لے جانے لگے تو مہا دیو ہری چند اور دوسرے پجاریوں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا! ہمیں معاف کر دیجئے...... ہمیں ملک بدر کر دیجئے...... ہم ہمالیہ کے پہاڑوں کی طرف چلے جائیں گے اور وہیں جیون بھر بھگوان کی تپسیا کرتے رہیں گے۔

دیر تک ان کی چیخ و پکار گونجتی رہی۔ سپاہی انہیں گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

پھر حاکم نے دلاور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان کے قیام و طعام کا بندوبست کرو...... کچھ دیر آرام کر لیں تو یہ بھی ہمارے ساتھ نادر خان کی بستی کی طرف جائیں گے...... بھدریک کی بچیاں اپنے عزیزوں کو دیکھیں گی تو بہت خوش ہوں گی۔ ان کے غموں کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے گا''

دن کے پچھلے پہر حاکم بنگالہ بھدر یک سے آئے ہوئے ہندو اور قیدی پجاریوں کے ہمراہ نادر خان کی بستی کی طرف روانہ ہوئے ان کے ساتھ تقریباً پانچ ہزار مسلح سپاہی تھے۔ حاکم کا گھوڑا سب سے آگے آگے تھا...... نادر خان اور بستی کے دیگر ہندو مسلم زعما نے بستی سے باہر نکل کر ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو بڑے احترام سے حویلی میں لائے...... حاکم کے لیے ایک اونچی جگہ پر مسند لگائی گئی تھی...... حویلی کے وسیع و عریض احاطے میں چھ سات سو کے لگ بھگ کرسیاں لگائی گئی تھیں...... جن پر سوامی منوہر لال جیسے محب وطن اور دانش ور ہندوؤں کے علاوہ بھدر یک سے آئی ہوئی ہندو لڑکیاں بھی بیٹھی تھیں...... آسام کے ان دو سپاہیوں کو خصوصی طور پر حاکم کے قریب جگہ دی گئی جن کی مدد سے کامنی اور شیکھر کو مہاراجہ جے دھج سنگھ کی قید سے رہائی ملی تھی......

حاکم نے مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! کلثوم اور کامنی کہاں ہیں؟

نادر خان نے جواب دیا۔ عالی جاہ! وہ رات بھر جاگتی رہی تھیں میں نے انہیں سختی سے آرام کرنے کا حکم دے رکھا ہے...... آپ فرماتے ہیں تو انہیں ابھی بلا لیا جائے گا۔

ہاں! حاکم نے کہا! انہیں عزت واحترام سے یہاں لایا جائے آج کی یہ محفل خاص کر کامنی، کلثوم اور ان سب بچیوں کے لیے سجائی گئی ہے......

پھر تھوڑی دیر بعد کامنی اور کلثوم چند خادماؤں کے جھرمٹ میں آتی ہوئی پاکیزہ حوروں کی مانند لگ رہی تھیں...... انہوں نے حاکم کی سبز ریشمی عبا کا دامن چوما جھک کر سلام کیا اور حاکم نے باری باری دونوں کے سروں پر محبت سے ہاتھ رکھا اور اپنے دائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا......

ان کی خیر خیرت دریافت کی اور پھر بھدر یک کی لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! بچیو! ہم نے آج صبح تم سے ایک وعدہ کیا تھا...... خدا کے فضل و کرم سے ہم آپ سب کے لیے ایک خوشخبری لائے ہیں...... بھدر یک کی فضاؤں سے قہر و استبداد کی تاریک گھٹائیں چھٹ گئی ہیں۔ اب امن و سکون ہے۔

ایک لڑکی نے کھڑے ہو کر کہا! عالی جاہ! ہمارا ان بے غیرتوں بے ضمیروں اور انسانیت کے بدترین دشمنوں کے ساتھ اب کوئی رشتہ باقی نہیں رہا...... ہم خون کے سارے رشتوں سے بیزار ہو کر آئی ہیں...... ہمیں یہاں روحانی سکون نصیب ہوا ہے۔ اب ہمارے سارے رشتے ناطے اس بستی والوں کے ساتھ منسلک ہیں...... ہم بھدر یک کے بے شرم مردوں کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتیں......

حاکم نے نرمی سے کہا! ہمیں تمہارے جذبات کا پورا پورا احترام ہے...... مگر بیٹی ذرا سوچو! جرم تو تم سب سے بیک وقت ہوا ہے اور سزا بھی تم سب کو ملی ہے کیا تم نے اپنے مردوں کو مہاراجہ جے دھج سنگھ کی حمایت سے منع کیا تھا؟...... ہماری معلومات کے مطابق تم نے ایسا نہیں کیا۔ جب بھٹکنے کے گناہ میں تم سب برابر کے شریک تھے تو تمہارا مردوں کو موردِ الزام ٹھہرانا انصاف نہیں ہے نا...... ہمارا مشورہ ہے کہ تم دلوں کی کدورتوں کو محبت کے پاکیزہ اور شفاف پانی سے دھو کر اپنے عزیزوں کو اپنے دلوں میں پہلے جیسا مقام دو...... خون کے رشتے اس طرح توڑے نہیں جا سکتے!

ساری لڑکیاں خاموش رہیں تو حاکم نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا...... پھر راج گوپال مکھیا اور اس کے پیچھے بھدر یک کے دوسرے ہندو دربار میں داخل ہوئے...... عجیب جذباتی منظر چشم زدن میں پیدا ہو گیا...... اپنی اپنی جگہ سب دل گرفتہ اور مغموم تھے۔ نظروں سے نظریں ٹکرائیں......

چھکیں اور پھر آنسوؤں کے قطروں کے بوجھ سے جھک گئیں۔ راج گوپال کھیا نے آگے بڑھ کر حسب دستور حاکم کی عبا پر بوسہ دیا اور پھر دو قدم پیچھے ہٹ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے جھک کر حاکم کو نمسکار کہا!...... دوسرے ہندوؤں نے بھی باری باری آداب کے اس عمل کو دہرایا ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پاس ادب سے وہ بڑی مشکل سے اپنی سسکیوں کو روک رہے تھے۔

حاکم نے ان کی جذباتی کیفیت کو سمجھتے ہوئے کہا۔ راج گوپال ان بچیوں کے سروں پر محبت شفقت اور پیار بھرے ہاتھ پھیرو...... یہ بڑی دکھی اور جور وستم کی ستائی ہوئی ہیں...... یہ ظلم کی دہکتی ہوئی آگ کے دریا عبور کرتے کرتے روح کی گہرائیوں تک جھلس گئی ہیں...... ان کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آنا......

راج گوپال نے آگے بڑھ کر پہلے کلثوم کے اور پھر کامنی کے قدم چوم لیے...... پھر دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک بار پھر نظروں سے اس دردناک تصادم نے جوئے غم کو متلاطم کر دیا اور درد وغم کی شعور دیدہ موجیں آنکھوں کے بند توڑ کر سیلاب کی مانند بہہ نکلیں...... سسکیاں چیخوں میں بدل گئیں۔ آہ وفغاں اور نالہ وشیون سے کہرام برپا ہو گیا۔

راج گوپال نے روتے ہوئے اپنی اکلوتی اور حقیقی بیٹی میگھا کو گلے لگاتے ہوئے کہا! میگھا تمہارا باپ تمہارا مجرم ہے۔ کامنی کا مجرم ہے۔ درویش حاکم کا مجرم ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہارا باپ پاپی سارے سنسار کا مجرم ہے...... ہم بستی کے سارے مردوں کی طرح تم سب سے معافی کی بھیک مانگنے آئے ہیں...... بھگوان کے لیے ہماری جھولی محبت کے پھولوں سے بھر دو...... ہمیں معاف کر دو!

حاکم کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں اس نے جلدی سے کہا! عزیز بچیو! اٹھو اور ان کے گلے لگ جاؤ...... یہ بڑی دور سے سنگلاخ پہاڑوں اور چٹانوں کے راستوں پر چلتے ہوئے لہولہان ہو کر تمہارے پاس آئے ہیں...... سارے گلے شکوے ختم کرو...... جہاں نفرت ہو وہاں انسانیت کا احترام جرم لگتا ہے...... اور جہاں محبت کی معطر ہوائیں چلتی ہوں وہاں انسانیت کی شاخ پر امیدوں آرزوں اور زندہ رہنے کی پاک تمناؤں کے پھولوں کی بہاریں جلوہ فرماتی ہیں۔

......پھر باری باری تمام لڑکیوں نے جھک جھک کر راج گوپال اور دوسرے عزیزوں کے قدموں کو ہاتھ لگائے۔

اس دردانگیز منظر کو بدلنے کے لیے حاکم نے ایک سپاہی کو حکم دیا! مجرموں کو پیش کیا جائے۔

ایک لمحے کے بعد دس بارہ سپاہی...... جگن ناتھ کے مندر کے پجاریوں کو دھکیلتے ہوئے دربار میں لائے!

''کلثوم کی نظریں اٹھیں اور پھر مہادیو کے چہرے پر جم کر رہ گئیں...... وہ غیر اختیاری اور غیر شعوری انداز سے اٹھی اور نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی مہادیو کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ مہادیو کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس وقت کچھ خبر نہیں تھی کہ کون اس کے سامنے آ کھڑا ہوا ہے...... کلثوم کی شعلہ بار نظریں اس کے چہرے سے ہٹتی نہیں تھیں......

پھر وہ چلائی...... باؤلے کتے آنکھیں کھول کر ہمیں دیکھ!...... اور پہچان ہم وہی دیوداسیاں تمہارے سامنے کھڑی ہیں۔ ہمیں لے چلو اپنے جگن ناتھ کے چرنوں تک ہماری تلاش میں تم نے بڑے دکھ جھیلے ہیں...... لاکھوں بے گناہوں کے خون کی ندیوں میں تیرتے ہوئے تم ہماری جستجو

میں یہاں تک آ پہنچے ہو..... کہاں ہے تمہارا وہ دبدبہ..... بڑھاؤ ہاتھ ہماری طرف.....

''ٹھیک ہے'' کلثوم نے کہا! اب تمہارے ہاتھ قدرت نے شل کر دیئے ہیں! تو پھر ہمارے ہاتھ کا تماشہ دیکھو! اس کے ساتھ ہی اس نے چشم وزدن میں لپک کر ایک سپاہی کی کمر سے لٹکتی ہوئی تلوار کھینچ کر لہرائی بجلی سے چمکی اور مہادیو کی گردن شانوں سے کٹ کر دور جا گری۔

پجاری کا خون اچھل اچھل کر کلثوم کے سفید بے داغ کپڑوں کو رنگین کر رہا تھا!

پھر اچانک اس کا ہاتھ اٹھتا گیا..... وہ چلا رہی تھی! تم بھی وملا دیوی کے پرستار ہو!..... اس نے چاروں پجاریوں کو جہنم رسید کر دیا۔

پھر اس نے مہادیو کے بے جان جسم پر تھوک کر کہا! اب قیامت تک اپنے ناپاک کرتوتوں اور بھیانک گناہوں کی عبرتناک سزا پانے کے لیے ہمارے خالق و مالک کی بارگاہ میں جاؤ!

وہ پلٹی..... اس نے ایک بار پھر بھرپور انداز سے حاکم کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر جلال و جمال کی پرچھائیں کا حسین امتزاج نچھاور ہو رہا تھا۔ اب وہ تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی حاکم کے قریب پہنچی..... تلوار کو حاکم کے سامنے رکھ کر اس کے قدموں پر ڈھیر ہو گئی اور بے اختیار رو کر رونے لگی؟!..... ایک مسلمان خاتون اپنے ناموس کے قاتلوں کو اپنے سامنے کس طرح برداشت کر سکتی تھی..... ہم نے حد ادب عبور کر کے گستاخی کی ہے۔ ہمیں سزا دیجئے!

حاکم نے اٹھ کر بڑی محبت سے اسے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا کر کہا! بیٹی تم نے ہماری توقع کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا!

ہم لشکرگاہ میں جاتے ہیں۔ پھر اس نے نادر خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! دیوار کی تعمیر کا کام کتنا باقی ہے۔

دیوار تیار ہو گئی ہے عالی جاہ پہلے سے بہت مضبوط۔

''ٹھیک ہے'' حاکم نے کہا! آسامی قیدی کہاں ہیں؟ ان کو کھانا وغیرہ اچھا کھلانا..... حاکم نے تاکید کی اور پھر اپنی بائیں طرف بیٹھے ہوئے آسامی سپاہیوں سے مخاطب ہوا! ہم نے ابھی تک اپنے محسنوں کے نام نہیں پوچھے!

ایک نے کھڑے ہو کر کہا! عالی جاہ! میرا نام 'شیام' اور اس کا نام ''سندر'' ہے!

بہت خوب'' حاکم نے کہا'' بہت خوبصورت اور پیارے نام ہیں.....

اسماعیل کے زخموں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں..... کامنی نے جھک کر اس کے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا! ''اسماعیل تمہارا کیا حال ہے''

اسماعیل نے کہا! ''اماں حضور! اسے کہو ہم سے کلام نہ کرے۔ ہم اس سے نہیں بولیں گے!

اماں خان زادی مسکرانے لگی تو کامنی نے کہا! اماں اس بھگوڑے سپاہی سے کہہ دیجئے۔ ہم بولنے نہیں آئے۔ عیادت کرنے آئے ہیں.....

اماں حضور! اسماعیل نے کہا! اسے کہہ دیجئے۔ یہ معافی مانگے اور اپنے گستاخ قسم کے الفاظ واپس لے۔ کون کہتا ہے ہم بھگوڑے سپاہی ہیں۔ اماں حضور اس نے آپ کے بیٹے کی توہین کی ہے..... اس کے کان کھینچئے!

کامنی نے ہنستے ہوئے کہا! لو! اماں حضور ہمارے کان کھینچئے مگر اس مکار سپاہی سے یہ تو پوچھ لیجئے کہ یہ ہم سے روٹھا ہوا کیوں ہے؟

اسماعیل نے کہا! ان سے پوچھیے۔ انہیں یہاں آئے ہوئے تقریباً آٹھ پہر گزر چکے ہیں۔ یہ ہمیں پوچھتے نہیں آئیں...... حالانکہ بہنیں تو بھائیوں کی جان ہوتی ہیں بھائی کو کانٹا چبھ جائے تو بہنوں کی جان نکل جاتی ہے۔

سچ سچ! کامنی کی آنکھیں چھلک پڑیں!

اماں خان زادی نے کامنی کو اپنے سینے سے لپٹا کر کہا! یہ ہنسی ہنسی میں رونے کا کیا مطلب، اسماعیل اٹھو! اور ہماری بیٹی سے معافی مانگو تم نے اس کا دل دکھایا ہے......

اسماعیل تڑپ کر اٹھ بیٹھا! کامنی خدا کے لیے ان آنسوؤں کو روک لو ورنہ ہم تڑپ کر جان دے دیں گے۔

اسماعیل ہمارے بھائی...... کامنی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

کامنی بہن! میں بالکل ٹھیک ہوں...... تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر تو...... ہمارے زخم بالکل مندمل ہو گئے ہیں......

ایک خادم نے باہر سے دروازہ پر دستک دیتے ہوئے کہا! سردار نادر خان تشریف لا رہے ہیں!

نادر خان اور عادل خان لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے راہداری سے گزر کر اسماعیل کے کمرے میں داخل ہوئے...... عادل خان سپاہیانہ لباس میں بڑے سنجیدہ لگ رہے تھے اس کی سبز ریشمی عبا کا دامن کاندھے سے نیچے لٹک رہا تھا اس کے گلے میں قیمتی موتیوں کے ہار پڑے ہوئے تھے کمرے میں موجود سارے لوگوں نے کھڑے ہو کر دونوں کا استقبال کیا۔

نادر خان نے کامنی کلثوم اور سکینہ کو دیکھ کر خوشی سے کہا! خدا ہمارے چمن کو ہمیشہ بہاروں سے ہمکنار رکھتا!

اسماعیل نے باپ کے قدم چومے اور عادل خان سے پرتپاک مصافحہ کیا...... عادل خان نے اسماعیل کے کندے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''اب طبیعت کیسی ہے''؟

بالکل ٹھیک ہوں تلوار اٹھا سکتا ہوں یہ دیکھیے'' اس نے زخمی ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا! ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے!

نادر خان نے بیٹے کی پیشانی چوم کر کہا! اسماعیل! ہم اجازت چاہیں گے!

نادر خان اٹھ کھڑا ہوا...... عادل خان نے دروازے کی طرف ایک قدم اٹھایا اور پلٹ کر بولا۔

''کامنی ہمارے پاس حاکم علی قلی خان کی تمہارے لیے ایک امانت ہے''

کامنی نے سر اٹھا کر عادل خان کی طرف دیکھا۔ تو عادل خان نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے موتیوں کے ہار اتار کر اماں خان زادی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! اماں حضور یہ ان کو پہنچا دیجیے۔

اماں خان زادی نے ہاتھ بڑھا کر ہار لے لیے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر کامنی کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا! بیٹی مبارک ہو!

کامنی کی گردن جھک گئی...... بے اختیار اس کی غزالی آنکھوں سے آنسو کے قطرے ٹپک کر فرش پر گر پڑے۔

عادل خان تیزی سے باہر نکل گیا!

نادر خان نے کامنی کو گلے لگاتے ہوئے کہا! کامنی بیٹی! تم بڑی خوش نصیب ہو...... تم نے جتنے دکھ اٹھائے ہیں...... اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے کہیں زیادہ سکھ دے گا...... دراصل بیٹی! سونے کو زیور بننے تک بے شمار سنگین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے......

کامنی نے جھک کر سردار نادر خان کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ہمیں آپ کے قدموں میں جگہ مل جائے یہی ہماری تمنا ہے...... یہی ہماری آبرو ہے اور یہی ہمارا وقار ہے...... نادر خان بھی کمرے سے نکل گیا......!

رات لمحہ لمحہ کر کے گزرنے لگی...... بستی کے چاروں ...... طرف مسلمان شاہسواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں گونجتی رہیں......

آدھی رات کے بعد آسامیوں نے جنگل سے نکل کر شب خون مارنے کی کوشش کی مگر مسلمانوں کو چوکس اور خبردار پا کر ناکام لوٹ گئے۔

☆

مہاراجہ جے دھج سنگھ گردن جھکائے تیوریاں چڑھائے غصے کے عالم میں اپنے کشادہ کمرے میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ دروازے پر کھڑے دربان تھر تھر کانپ رہے تھے کیونکہ مہاراجہ کا غصہ عموماً کسی نہ کسی سپاہی کے خون سے ہی ٹھنڈا ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سیناپتی کرشن کمار پرتاب سنگھ بکرم اور گھن شام ٹھاکر چاروں بیک وقت مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ چاروں پراعتماد اور مسلح تھے۔

مہاراجہ نے غور سے چاروں کی طرف دیکھا اور پھر اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے بولا! سیناپتی کرشن کمار جی کچھ خبر ہے جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہادیو اور ان کے ساتھی کہاں کھو گئے ہیں!

کرشن کمار نے بڑے سکون سے جواب دیا!" مہاراج وہ سب کے سب مسلمانوں کی قید میں ہیں"

مہاراجہ نے غصے اور حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر سیناپتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!" یہ تم کس انداز سے جواب دے رہے ہو۔ تمہارے خیال میں یہ ایک معمولی واقعہ ہے۔

کرشن کمار نے کہا! مہاراج آپ بڑے جہاں دیدہ جنگ جو ہیں۔ جنگوں اور لڑائیوں میں اس قسم کے چھوٹے موٹے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی راجے مہاراجے بھی قید ہو جاتے ہیں۔

مہاراجہ جے دھج سنگھ نے ایک بار پھر غصے سے کرشن کمار کی طرف دیکھا اور گرجتے ہوئے کہا! کرشن کمار تم ہوش میں ہو جانتے ہو تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور کیا کہہ رہے ہو؟......

مہاراجہ کے ہاتھ تلوار کے قبضہ پر جم گئے۔

اسی وقت کرشن کمار کی بھی نیت ٹھیک نہیں تھی اس نے کہا! مہاراج آپ خواہ مخواہ بھولے بن کر جلی ہوئی آشاؤں کی راکھ کرید رہے ہیں اس راکھ کے نیچے سینکڑوں شعلے مچل رہے ہیں ہم اپنی پیشانیوں پر شکست کا بدنما داغ نہیں لگنے دیں گے" ہم سب نزدوش ہیں"

چند ثانیہ سکوت کے بعد مہاراجہ نے پوچھا! تمہارے خیال کے مطابق اس شکست کا ذمہ دار کون ہے؟

کرشن کمار نے کہا! جس کشتی کے پیندے میں اس کے ناخدا نے سوراخ کر دیا ہو اس کو بچانا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے بھدر یک کی بستی کے مندر کے سرنگ کا راز کون جانتا تھا...... کامنی اور موہن کے فرار ہونے کا کامیاب منصوبہ کس کے ذہن کا اختراع تھا ہاشم اور موہن دونوں اجنبی کس طرح راتوں رات راجکماری کے قریب آ گئے...... وجے کمار کا قتل کیوں ایک معمولی واقعہ سمجھا گیا...... جب مہاراجہ جے دھج سنگھ کے سگے بھتیجے اور آسامی سینا کے سیناپتی کا بہیمانہ قتل ایک معمولی واقعہ ہو سکتا ہے تو پھر اس کے بعد رونما ہونے والے سارے واقعات بھی ہمارے نزدیک بالکل معمولی ہوں گے۔

مہاراجہ نے دھیمے لہجے میں کہا! کرشن کمار تم اس وقت جذباتی ہو رہے ہو! جاؤ آرام کرو شام کو پھر ملاقات کریں گے۔

کرشن کمار نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! اچھا مہاراج! ہم جذباتی نہیں ہو رہے ہیں ہم سچ بول رہے ہیں...... سچ کچھ کڑوا ہوتا ہے۔

مہاراجہ نے بکرم کی طرف دیکھ کر کہا! بکرم! ہم تو پورے بنگال کو فتح کرنے کا عزم لے کر آسام سے نکلے تھے مگر افسوس اس وقت ہمارے سامنے ایک چھوٹی سی بستی ناقابل تسخیر پہاڑ بن گئی ہے۔

بکرم نے سر جھکا کر کہا! مہاراج! فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے...... ہم ان کو ابتدائی جھڑپیں کہہ سکتے ہیں اور اگر ہمارا نقصان ہوا ہے تو دشمن کو بھی کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا...... اگر ہم نے ایک بستی کو فتح کرنے کی خاطر سینکڑوں جانیں گنوائی ہیں تو مسلمانوں نے بھی یک بستی کی خاطر اتنی جانوں کی قربانی دی ہے۔

بکرم کی بات سن کر مہاراجہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے چہرے کا تناؤ کم ہو گیا۔ ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو...... آئندہ کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے۔

بکرم نے کہا! سنا ہے حاکم بنگالہ بذات خود نادر خان کی بستی کے قریب خیمہ زن ہے۔ ہم اس کو یہیں تھکا تھکا کر مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم کئی دنوں تک بھدریک اور نادر خان کی بستی کے اردگرد گوریلا جنگ جاری رکھیں گے روزانہ حملہ کریں گے اور روزانہ پسپا ہو کر جنگلوں میں روپوش ہوتے رہیں گے...... اس طرح ایک طرف تو ہمیں مفید تیاریوں کی مہلت مل جائے گی دوسری طرف دشمن کا جنگی جنون بڑھتا جائے گا اور...... جنگ کا جنون جب تک حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو بڑے بڑے جنگجو ہوش کی بجائے جوش سے کام لینا شروع کر دیتے ہیں...... اور...... پھر جب جوش کا ابال ٹھنڈا پڑتا ہے اور ہوش آتا ہے تب سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔

مہاراجہ کے چہرے پر سکون کی پرچھائیاں چھا گئیں۔ اس نے کہا! بکرم ہم تمہارے منصوبے کو بہترین جنگی حکمت عملی قرار دیتے ہیں!

کرشن کمار نے کہا! چچا مہاراج! اگر ہاتھیوں کی سینا کو منگوا لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

مہاراجہ نے کہا! ہم نے اس کا انتظام کر لیا ہے مگر ہماری خواہش ہے ہاتھیوں کی سینا کو دریاؤں اور ندیوں کی خفیہ گزرگاہوں سے اکھنوریا چاٹگام پہنچا دیا جائے۔

پھر مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! اب تم لوگ آرام کرو!

مہاراجہ نے تالی بجا کر ایک دربان کو بلایا اور کہا! پردھان منتری اور مہاماتر کو بلایا جائے۔

کرشن کمار، بکرم اور دوسرے فوجی سردار کمرے سے نکل گئے راستے میں کرشن کمار نے بکرم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم نے دیکھا ہم نے کس طرح چچا مہاراج کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھ دی تھی۔ پھر کیسے ان کا غصہ جھاگ کی طرح خود بخود بیٹھتا چلا گیا۔...... اس ساری بربادی کے پیچھے مہاراجہ کی لاڈلی راجکماری کا ہاتھ ہے...... اس کی مہربانی سے کامنی اور موہن فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اب تک ہمارے خلاف جتنی سازشیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب راجکماری کی سرپرستی میں پروان چڑھی ہیں۔ نجانے آسام میں اب وہ مسلمان قیدی کے ساتھ کیا گل کھلا رہی ہوگی۔ اس تصور سے ہمارا خون کھول اٹھتا ہے۔

بکرم نے مسکراتے ہوئے کہا! دھیرج...... دھیرج سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وقت بڑی تیزی سے تمہارے منصوبے کے حق میں ہر شے کو

ہموار کرتا جا رہا ہے۔

پردھان منتری کو مہاراجہ نے کہا! اس مندر کے تمام سادھوں، بھگتوں جوگیوں اور پجاریوں کو بنگال کے ان علاقوں میں پھیلا دیا جائے۔ جہاں کے سردار ہندو ہیں۔ ان کو مسلمانوں کے لرزہ خیز مظالم کی فرضی کہانیاں یاد کرائی جائیں۔

پردھان منتری نے کہا! مہاراج کو چنتا کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ مہاراج کی آشاؤں کے مطابق ہوگا۔

ٹھیک ہے! مہاراجہ نے کہا! ''اب تم جاؤ''

رات کا پہلا پہر بیت چکا تھا! مہاراجہ نے اپنے ریشمی بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا! ''شراب پلاؤ''

دربان نے قدم چوم لیے اور الٹے پاؤں کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحوں بعد دو خوبصورت پری چہرہ لڑکیاں شراب کی صراحی اور جام کے ساتھ مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہوئیں...... مہاراجہ نے دونوں کی طرف غور سے دیکھا...... ایک کو کھینچ کر اپنے پہلو میں لٹالیا اور دوسری کو شراب پلانے کا اشارہ کیا...... رنگیلے شباب اور تلخ و تیز شراب نے مہاراجہ کو کسی دوسری دنیا کے اسراروں میں گم کر دیا...... بہکی بہکی تیز سانسوں کے تصادم نے رات کے سناٹے میں ہوس کے جلترنگ بجانے شروع کر دیے دونوں طرف آگ لگی ہوئی تھی...... دو گستاخ بدن ہانپتے رہے ٹوٹتے رہے...... خمار کی آندھی تاریک گھاٹی میں اترتے رہے...... ساقی کے حنائی ہاتھ میں جام چھلکتا رہا...... ساقی کا بدن تپتا رہا...... ٹوٹے بغیر ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہوتا رہا...... مضطرب ہو کر ٹھوکر بغیر ہی اس کی جوانی کا ساز پریت کے اچھوتے مدھر گیت گنگناتا رہا...... بھنورا دیر تک ایک کومل کلی کا رس چوستا رہا...... مہاراجہ جے دیج سنگھ جگن ناتھ دیوتا کے قلعہ نما مندر میں ٹھہرا ہوا تھا اور اس وقت مندر کا ہر کمرہ شباب و شراب کی رنگین سامانیوں اور آبگینیوں سے بھرا ہوا تھا بادہ گلگوں کے جام چھلک رہے تھے...... مستانی جوانیوں کے تھرکتے ہوئے انگ انگ سے جنسی ہیجان کے شعلے جھڑ رہے تھے!

ایک روز جگن ناتھ کی ساری بستی کو مہادیو ہری چند اور اس کے ساتھی پجاریوں کے قتل کی خبر نے غم و غصے اور اشتعال کے شدید جھٹکوں سے ہلا کر رکھ دیا بستی کے باشندوں نے سروں میں راکھ ڈال کر رونا پیٹنا شروع کر دیا...... اور وہ ایک ماتمی جلوس کی شکل میں مہاراجہ کے پاس پہنچے!

مہاراجہ نے ان کو تسلی دی اور بڑی پر جوش تقریر کرتے ہوئے کہا! لوگو! یہ صدمہ صرف اس بستی والوں کا صدمہ نہیں ہے بلکہ یہ غم ہم سب کا مشترکہ غم ہے...... ہم جگن ناتھ دیوتا کی سوگند کھا کر وچن دیتے ہیں کہ اب ہم بنگال کی دھرتی کے چپے چپے کو مسلمانوں کے خون سے رنگین کر کے دم لیں گے...... مسلمانوں نے جگن ناتھ دیوتا کی شکتی اور چمکار کو دوسری مرتبہ للکارا ہے...... مہادیو ہری چند سمیت دیوتا بھگوان کے آٹھ پجاری مسلمانوں کے ہاتھوں سورگ باش ہو چکے ہیں...... بنگال کے بادشاہ نے اپنے قتل کے مقدر پر اپنے ہاتھوں اپنی مہر لگا دی ہے۔ اب سنسار کی کوئی شکتی کوئی طاقت اس کو ہمارے غیض و غضب کے شعلوں سے نہیں بچا سکتی۔ ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے اس غیر معمولی سانحہ کو فراموش نہیں کر سکتے۔

اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد ایک دن کرشن کمار نے اور اپنی فوج کے دوسرے سرداروں کو طلب کیا! مگر پردھان منتری شرما کے سوا اور دوسرے سردار حاضر نہیں ہوئے۔

مہاراجہ نے غصے سے پھنکارتے ہوئے پوچھا! سینا پتی کرشن کمار بکرم اور دوسرے لوگوں کیوں نہیں آئے؟

پردھان منتری نے کہا! سنا ہے راجدھانی سے کھنڈے راؤ ہاتھیوں کا لشکر لے کر پہنچنے والا ہے۔

مہاراجہ نے پیچ پا ہوتے ہوئے کہا! پرنتو ہم نے تو کھنڈے راؤ کو اکھنور یا چاہ نگام پہنچنے کا آدیش دیا تھا......

پردھان منتری نے مہاراجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! کرشن کمار مہاراجہ کی سینا کا سیناپتی بھی ہے اور اس کے علاوہ مہاراج کا بھتیجا بھی ہے لگتا ہے کرشن کمار کو مہاراجہ کے آدیش کو ٹالنے کا ادھیکار ہے......!

مہاراجہ نے خفگی سے کہا! کرشن کمار کو یہ ادھیکار کس نے دیا ہے۔

پردھان منتری رام شرما نے خاموشی اختیار کر لی!

مہاراجہ نے گرجتے ہوئے کہا! رام شرما ہم تم سے مخاطب ہیں ہمارے سوال کا جواب خاموشی نہیں ہو سکتا تم ہمارے پردھان منتری ہو...... جواب دو!

پردھان منتری نے کہا! مہاراج اس سلسلے میں سیوک کا خاموش رہنا مناسب لگتا ہے۔

پردھان منتری نے بڑے پراسرار انداز سے ادھر ادھر دیکھا۔

مہاراجہ نے اس کے اشارے کو سمجھتے ہوئے کہا! رام شرما تم ہم سے کچھ چھپا رہے ہو......

مہاراجہ کے ماتھے پر تشویش کی لہریں بکھر گئیں۔

رام شرما نے ایک پھر ادھر ادھر دیکھا۔

تو مہاراجہ نے کہا! ''تخلیہ'' دربان باہر نکل گئے۔

پردھان منتری نے کہنا شروع کیا۔ مہاراج کرشن کمار بڑا گہرا اور سازشی قسم کا نوجوان ہے......اس کا دماغ منفی سوچوں سے بھرا ہوا ہے......کرشن کمار کوئی بڑا خطرناک کھیل کھیلنے والا ہے۔ لگتا ہے وہ مہاراج کے راستے میں کنویں کھود رہا ہے اس وقت مہاراج کی سینا کے بیشتر بڑے بڑے سردار اس کی مٹھی میں ہیں......سنا ہے کرشن کمار نے نیلم کمار کو بھی طلب کر لیا ہے......اندر ہی اندر کوئی بھیانک کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

رام شرما تم چنتا نہیں کرو۔ ہمیں شواش ہے۔ ہمارا بھتیجا کرشن کمار ہمارے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا۔

پردھان منتری مہاراجہ کے کمرے سے باہر نکل کر اپنی رہائش گاہ کی طرف تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ اس کے دماغ میں سینکڑوں پریشان کن خیالات گردش کر رہے تھے اچانک کسی نے پیچھے سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اندھیرا تھا......اور پھر رام شرما کو اس قسم کی بے تکلفی کی توقع بھی نہیں تھی......

اس نے گھبرا کر کہا! کون ہو تم؟

کرشن کمار نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی ہم کرشن کمار ہیں۔ ہم ایک قیمتی مشورہ دینا چاہتے ہیں......آئندہ اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش نہیں کرنا۔

پردھان منتری کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے کہا! تم کہنا کیا چاہتے ہو!؟

کرشن کمار نے ایک طرف کو مڑتے ہوئے کہا! ایک دو روز انتظار کرو۔ وقت تمہیں سب کچھ سمجھا دے گا۔

کرشن کمار اندھیرے میں غائب ہو گیا مگر اس کی زہرناک باتیں پردھان منتری کے دل و دماغ پر رہ رہ کر چوٹیں لگاتی رہیں...... اس کے قدم اور زیادہ بوجھل ہو گئے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر وہ نڈھال سا ہو کر بستر پر لیٹ گیا......

اس کی دھرم پتنی گنگورتی رانی نے اس کے پاؤں دباتے ہوئے پوچھا! پتی دیوتا آپ کئی دنوں سے کھوئے کھوئے اور پریشان لگ رہے ہیں۔

رام شرما نے اپنے خیمے کی چھت کی طرف گھورتے ہوئے کہا! تم نے صحیح محسوس کیا ہے...... ہم بہت پریشان ہیں...... ایک خونخوار بھیڑیا ہمارے تعاقب میں لگا ہوا ہے...... اس کے اور ہمارے درمیان فاصلے بڑی تیزی سے سمٹتے جا رہے ہیں...... وہ ہمارے اتنا قریب پہنچ چکا ہے کہ ہمیں اس کے قدموں کی چاپیں سنائی دے رہی ہیں۔



راجکماری چندرکانت اپنے عالی شان محل کے جھروکے میں بیٹھی ہوئی آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی خوبصورت قندیلوں کی روشنیوں کے خنک خنک جلووں کو رنگوں کو اپنی پیاسی نگاہوں میں جذب کر رہی تھی............ کبھی کبھی کوئی ستارہ آسمان کی بلندیوں سے ٹوٹ کر اپنے پیچھے روشنی اور نور کی ایک لمبی سی لکیر چھوڑتا ہوا دور پہاڑوں کی خاموش گہری اور تاریک وادیوں میں ڈوب جاتا تو وہ رو پڑتی اس کا دل ڈوب جاتا ایک ہوک سی اس کے دل سے اٹھتی اور وہ سر جھکا کر گرد بادحیات کے بگولوں کے ساتھ ساتھ چکر کھانے لگتی...... جب سے وہ بنگال سے واپس آئی تھی اس کی حالت یہی تھی۔ دن کا بیشتر حصہ تو وہ ہاشم کے پاس قید خانے میں گزارتی تھی۔ مگر راتوں کو وہ سوچتے سوچتے تڑپتی ہی رہتی تھی...... ایک انجانا سا خوف اس کی رگوں میں بڑی تیزی سے اُترتا جارہا تھا۔ وہ ہر وقت غیر یقینی کے عالم میں گم سم رہنے لگی تھی...... آنسو بہاتے بہاتے اس کی خوبصورت آنکھوں کی حد بھری کٹوریوں کے اردگرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے...... کوئی انجانا سا خدشہ دوہری دھار کے خنجر کی طرح اس کی آتی جاتی سانسوں کو پل پل گھائل کرتا رہتا تھا۔

پونم اس کی خادمہ بھی تھی اور سہیلی بھی تھی...... وہ راجکماری کو دیکھ دیکھ کر اندر ہی اندر ٹوٹتی پھوٹتی جارہی تھی...... راجکماری رفتہ رفتہ دنیا کی تمام آسائشوں راحتوں اور خوشیوں سے بے نیاز ہوتی جارہی تھی۔

پونم نے اشکبار آنکھوں سے راجکماری کو دیکھ کر کہا۔ راجکماری! تمہیں کیا ہوتا جارہا ہے؟ بھگوان کے لیے اپنے آپ کو سنبھالو! تم بکھرتی جارہی ہو...... ٹوٹ پھوٹ کے بے رحم عمل نے تمہارا سب کچھ لوٹ لیا ہے...... اس طرح تو تم اپنے اپنے ساتھ خوبصورت قیدی کو بھی برباد کردو گی۔ جو صرف تمہاری محبت کے سہارے زندہ ہے۔

”پونم“ راجکماری نے گھٹنے پر سر جھکاتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا! تم کیا جانو! ہمیں اس کی محبت اسی کے غم اور اس کے خیالوں نے اسی منزل تک پہنچا دیا ہے...... ایک انجانا سا خوف ہمارے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا ہے...... ہم سوتے جاگتے بھیانک خواب دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں...... ہم دیکھتے ہیں ان کالے پہاڑوں کی چوٹیوں سے ایک راکھشش اڑتا ہوا آتا ہے...... اور ہاشم کو اپنے خونخوار پنجے کے نوکیلے ناخنوں میں جکڑ کر ہم سے بہت دور لے جاتا ہے...... ہم اس کے پیچھے پیچھے چیختے چلاتے دوڑتے ہیں مگر پہاڑوں کی نوکیلی مخروطی چٹانیں ہمارے پاؤں لہولہان کردیتی ہیں...... ہم پاؤں سے معذور ہو کر...... نیچے گہری کھائیوں میں گر کر ہلاک ہوجاتے ہیں...... ہمارے چیخیں صدائے بازگشت بن کر دیر تک ہماری مجروح سماعتوں سے ٹکراتی رہتی ہیں جب ہم بھدریک سے روانہ ہورہے تھے تو ہم بہت خوش تھے...... ہمارا خیال تھا ہم نے اپنی محبت کو پا لیا ہے...... مگر پونم...... اب تم بتاؤ ہم کیا کریں لگتا ہے محبت کی منزلوں تک پہنچنا بہت دشوار ہے...... ہمیں اپنی جان کی پرواہ نہیں...... اب تو ہمیں ہاشم کی چتا کھائے جارہی ہے...... پونم! ہم سے بڑی بھول ہوئی ہے...... کاش ہم اتنے خودغرض نہ ہوتے ہم نے عقل سے کام لیا ہوتا...... اگر ہم نے خودغرضی سے کام نہ لیا ہوتا تو آج ہاشم اپنے وطن کی آزاد فضاؤں میں اڑ رہا ہوتا۔

پھر اس نے پونم کے کندھے پر سر رکھ کر سسکتے ہوئے کہا! پونم! تمہیں بھگوان کا واسطہ کوئی چارہ چلتا ہے تو چلاؤ...... تم دیکھ رہی ہو وقت پر لگا کر اڑتا جارہا ہے......

پونم نے راجکماری کو تسلی دیتے ہوئے کہا! راجکماری میری جان ہمت سے کام لیجئے۔ دھیرج اور حوصلے سے حالات کا مقابلہ کیجئے کچھ بھی نہیں ہوگا...... مہاراج کو راجکماری کے سامنے جھکنا پڑے گا مہاراج کو بڑی محبت ہے اپنی چاند جیسی راجکماری سے۔ وہ ضرور آپ کی آشاؤں کا مان رکھیں گے۔

تم خوش فہمی میں مبتلا ہو' پونم' راجکماری نے دور آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! پتا مہاراج اس وقت اپنے بھتیجے کرشن کمار کے رحم و کرم پر ہیں...... ہمارا ذہن تو یہ بھی سوچتا ہے کہ پتا مہاراج کا راج پاٹ تخت و تاج سب کچھ خطرے میں ہے...... کرشن کمار اپنے بھائی وجے سے بہت زیادہ خطرناک زہریلا اژدہا ہے اسے موقع مل گیا تو وہ پتا مہاراج کو ڈسنے سے بھی باز نہیں آئے گا۔

پونم کے چہرے پر سوچوں کا جال بچھ گیا...... دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ آخر پونم نے کہا! جی نہیں مانتا...... مہاراج پر ہاتھ ڈالنا اتنا آسان کام نہیں جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔

کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد راج کماری چندر کانت نے کہا! پونم! جس طرح ممکن ہو...... یہاں سے ہاشم کو نکال لیا جائے...... ہمیں اس کی زندگی خطرے میں لگتی ہے۔

''ٹھیک ہے'' پونم نے کہا! کوشش کر کے دیکھ لیتے ہیں۔

دوسرے دن راجکماری چندر کانت بندی خانے میں گئی...... اس نے بندی خانے کے سارے دربانوں کو اپنا ہمراز بنا رکھا تھا...... وہ انہیں روز روز طرح طرح کے انعامات سے نوازتی رہتی تھی...... ویسے بھی راجکماری کی اجلی اجلی شخصیت سے آسام کے لوگ بڑے متاثر تھے۔

ایک دربان ہاشم کو اطلاع دیتے ہوئے کہا! ''خوبصورت'' راجکماری جی آئی ہیں''

ہاشم تنگ و تاریک بندی خانے کے دروازے پر آ کھڑا ہوا...... اس نے محسوس کیا کہ راجکماری کے پاؤں کانپ رہے ہیں...... وہ بڑی مشکل سے گھسٹتی ہوئی بندی خانے کا صحن عبور کر کے اس کی طرف بڑھ رہی تھی راجکماری کی حالت دیکھ کر ہاشم کا دل ڈوبنے لگا۔ اس کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہونے لگیں...... اس کے پاؤں تلے زمین بھی کانپ رہی تھی...... اس نے دونوں ہاتھوں سے زندان کی موٹی سلاخوں کو تھام لیا

''راجکماری'' ہاشم کی چیخ نکل گئی تم نے ہمت ہار دی تو سچائی...... کا نور اندھیروں کے آگے بے بس ہو کر بجھ جائے گا......

راجکماری نے ہاشم کے ہاتھوں پر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہاشم ہم تمہارے مجرم ہیں...... ہمیں معاف کر دینا...... محبت کے جنون نے ہمیں خود غرض بنا دیا تھا...... ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہماری خود غرضی تمہیں مصیبت میں ڈال دے گی دراصل محبت نے ہمیں دیوانہ بنا دیا تھا......!

ہاشم نے بے چینی سے کہا! ''آخر ہوا کیا ہے؟

راجکماری نے اپنے آنچل سے بھیگی ہوئی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا! ہاشم ہم کئی دنوں سے ڈراؤنے اور بھیانک خواب دیکھ رہے ہیں...... ہم ڈر گئے ہیں......!

ہاشم نے راجکماری کے ریشمی ہاتھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! راجکماری! زندگی خوابوں اور خیالوں کا نام نہیں ہے زیادہ فکر مندی انسان کو

کمزور کر دیتی ہے...... خدا کے لیے سوچ چھوڑ دو جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا...... جب طوفان کا زور بڑھ جاتا ہے تو ناخدا کشتی کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں......

ہاشم! راجکماری نے کہا! تم یہاں سے نکل جاؤ۔

راجکماری! ہاشم نے محبت بھرے غصے سے کہا! آئندہ ایسی بات سوچنا بھی نہیں۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ میں یہاں سے چلے جانے کے بارے میں بھی گناہ سمجھتا ہوں......

تمہیں میری محبت کا واسطہ یہاں سے چلے جاؤ! راجکماری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

تو ہاشم نے کہا! راجکماری نہیں! میری محبت کا واسطہ آئندہ میری غیرت کا امتحان نہ لینا۔

ہاشم ہمیں بتاؤ! ہم کیا کریں...... ہم بے حد پریشان ہیں......!

راجکماری ہماری طرف دیکھو...... ہماری آنکھوں میں جھانک کر ہماری ذات کی حقیقتوں کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرو...... ہم زندہ رہیں گے ''راجکماری'' کیونکہ ہمیں مار دینا راجوں مہاراجوں کے بس کی بات نہیں ہے...... ہم تو مر کر بھی زندہ رہیں گے...... جس دن محبت مر گئی اسی دن قیامت آ جائے گی...... وہ دن اس دنیا کا آخری دن ہوگا راجکماری اس قسم کی باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں...... تم جاؤ آرام کرو تمہیں آرام کی ضرورت ہے...... میری فکر نہیں کرو...... میں یہاں بہت خوش ہوں...... تمہارے قرب اور تمہاری محبت کی خوشبو کا احساس ہی میرے لیے بہت کچھ ہے ہم ایک دوسرے کے لیے زندہ رہیں گے...... تم تو سچائی کے خلوص اور محبت کی حقیقتوں کی ترجمان ہو...... تمہیں کچھ ہو گیا تو بہت ساری حقیقتوں کی روشنی بجھ جائے گی...... یہ دنیا تو پہلے بہت تاریک ہے۔



راجہ پریم چند جس قلعے کا حاکم تھا۔ وہ قلعہ اپنے بہترین قدرتی محل وقوع کے اعتبار سے بنگال کے صوبے کا ایک مضبوط ترین اور بے حد خوبصورت قلعہ تھا۔ یہ ایک سرسبز شاداب پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھا۔ جس کے دائیں طرف ایک چھوٹا سا دریا بہتا تھا۔ اس دریا کی شوریدہ سر موجیں جب سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتی تھی...... تو ایک عجیب قسم کی نغمگی پیدا ہوتی تھی۔ جو سننے والوں کی سماعتوں میں فطرت کی قدرت موسیقی کا مدھر رس گھولتی رہتی تھیں...... بائیں جانب گھنے جنگل کا سلسلہ کسی عرش کی زلف دراز کی طرح دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ہفتے میں دو تین بار بارش ہوتی تھی۔ جو فطرت کے حسن کو نکھارنے میں مددگار ثابت ہوتی تھی۔ سبز پوش گل بدرماں اونچے اونچے درخت اور چھوٹی چھوٹی گھنی جھاڑیاں بارش کی بوندوں سے نہا کر حسن و جمال کا شاہکار بن جاتی تھیں...... قلعے کے سامنے ایک وسیع و عریض میدان تھا۔ جو فوجیوں کی تربیت اور پڑاؤ کے کام آتا تھا۔ اس میدان میں آگے دور دور تک پٹ سن اور دھان کے کھیت پھیلے ہوئے تھے...... جن کی خوشبو دل و جان کو تازگی اور فرحت بخشتی تھی۔ انہی کھیتوں کے بیچوں بیچ ایک کشادہ شاہراہ سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی گزرتی تھی۔ یہ شاہراہ اتنی کشادہ اور فراخ تھی کہ اس پر آٹھ گھوڑے آسانی سے ساتھ ساتھ دوڑ سکتے تھے۔ شاہراہ کے دونوں کناروں پر تاحد نگاہ اونچے اونچے پھل دار درخت لگے ہوئے تھے۔ جن کی شاخیں ایک دوسرے کے گلے لگ کر مل رہی تھی۔ شاہراہ پر دن کو سایہ اور رات کو اندھیرا ہوتا تھا۔ یہ شاہراہ میدانی علاقوں سے گزرتی ہوئی اس شاہراہ عظیم تک پہنچتی تھی۔ جو بھدریک کے گھنے اور خوفناک جنگل کے وسط سے گزرتی ہوئی صوبائی دارالحکومت تک چلی جاتی تھی۔ آج کل نواب علی قلی خان بادشاہ بنگال اسی شاہراہ اعظم کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

نوجوان پریم چند صورت و سیرت دونوں اعتبار سے بڑی دلفریب اور خوبصورت شخصیت کا مالک تھا۔ وہ تعصب تنگ نظری اور مذہبی انتہا پسندی سے بہت دور بھاگتا تھا۔ سانولی رنگ فراخ پیشانی لمبے لمبے گھنگھریالے بالوں کی لٹیں کانوں کی لوؤں تک لہراتی رہتی تھیں۔ موٹی موٹی سیاہ آنکھوں پر لمبی لمبی پلکوں کے سائے اس کے مردانہ حسن کو ایک انفرادی اثرانگیز عطا کرتے تھے۔ وہ ہنس مکھ، بہادر اور رعایا پرور حاکم تھا۔ وہ اپنے علاقہ کے ہر فریادی کی فریاد خود سنتا تھا۔ فوری احکام جاری کرتا تھا۔ انصاف کے معاملے میں کسی قسم کی تاخیر کو قطعاً پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ ہندو ضرور تھا مگر اس کی فکر و نظر تعصب کے جنون سے پاک تھی......

بادشاہ بنگال نواب علی قلی خان کو بہت عزیز تھا۔ نواب صاحب اس کو بیٹوں کی طرح چاہتے تھے...... اور اسے خصوصی مراعات سے نوازتے رہتے تھے...... پریم چند بھی بنگال کے بادشاہ کا جانثار سپاہی تھا...... پریم چند کی دھرم پتنی کلدیپ حسن و جمال اور غیرت و محبت کا عدیم المثال حسین امتزاج تھی۔ اس کا مرمریں بدن چاند کی کرنوں سے ڈھلا ہوا لگتا تھا۔ وہ چلتی تو باد بہاروں کے مست خرام جھونکے راہ بھول جاتے اس کے تبسم میں ایک جادو تھا ایک حسن تھا۔ ایک دلفریب دلکشی تھی۔ اس کی ساگروں جیسی نیلی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی پراسرار طلسمی کشش تھی۔ وہ بجلی یا شعلہ تو نہیں تھی مگر جدھر اٹھ جاتی تھی بے اختیار لوگوں کے دل بے اختیار سینوں میں سلگ اٹھتے تھے...... اس کی ہر ہر ادا میں فطرت کے حسن کی قدرتی رعنائیاں تھی لگتا تھا بنانے والے نے بناتے وقت اس سے پوچھا ہوگا...... ''بتا تیری رضا کیا ہے''

اس کی خوبصورتی کے پیش نظر راجہ اسے چندا رانی کہا کرتا تھا اور پھر یہی نام پر جا بھی استعمال کرتی تھی۔ اسے اپنے حسن و جمال کا احساس تھا مگر وہ اپنے اس قدرتی اعزاز پر غرور میں مبتلا نہیں ہوئی بلکہ وہ کم تر سے کم تر حیثیت کے لوگوں کے ساتھ بڑی عاجزی اور محبت سے پیش آتی تھی۔ اپنے رعایا پرور خلیق ''پتی دیوتا'' کی طرح وہ بھی پرجا میں بہت مقبول تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے جنون کی حد تک محبت کرتے تھے...... ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے ان کے دل ایک ساتھ دھڑکتے تھے۔

پریم چندا سے اپنے ساتھ بیٹھا کر کہا کرتا تھا۔ رنگ خوشبو دھنک چاند تارے کرن پھول شبنم شفق آپ جو چاندنی تیری دلکش جوانی کی تکمیل پر حسن فطرت کی ہر چیز کام آ گئی۔

چندا رانی شرما جاتی تھی...... راجہ کے شانے پر سر رکھ کر محبت کے فطری خمار سے سرشار ہو کر کہتی۔ پریم تم ہمیں بے وقوف سمجھتے ہو نا..... مگر جانم! ہم اتنے کم عقل بھی نہیں......

پریم نے تڑپ کر کہا! ہم نے تمہیں کب بے وقوف اور کم عقل سمجھا ہے...... چندا تم ہمارے پریت ستائے جذبوں کی توہین کر رہی ہو۔

چاند رانی نے اپنی لمبی لمبی سیاہ بکھری ہوئی زلفوں کو جھٹکا دے کر اپنے چاند چہرے کے ایک طرف گراتے ہوئے کہا! ہم بہت حسین ہیں نا...... ہم بھگوان کے شاہکار ہیں نا!...... ہم کسی پوتر دیوی کی مورتی کی طرح اچھوتی اور پوجا کے قابل ہیں نا!......

چندا رانی نے جھک کر اپنے پتی دیوتا کے قدم چومتے ہوئے کہا!'' بھگوان کا یہ شاہکار...... اور یہ پوتر دیوی جس کی پوجا کو اپنا ایمان سمجھتے ہو...... بتاؤ وہ دیوتا مہان تم ہو کہ ہم......!

راجہ پریم چند اس کی جادو اثر ذہانت پر بیت چراں کی طرح خاموش ہو گیا۔ چندا رانی کی گہری نیلی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

تو پریم چند نے تڑپ کر اسے فرش سے اٹھا کر اپنے پہلو میں بیٹھاتے ہوئے کہا! چندا جب تم جانتی ہو کہ تمہارا ذرا سا ملال بھی ہمارے لیے جان لیوا ہوتا ہے تو پھر تم کیوں ہم کو ستانے کے لیے آنسو بہانے کے بہانے تراش لیتی ہو!

چندا رانی نے پریم چند کے کشادہ سینے میں سر چھپاتے ہوئے کہا! پریم! یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں...... ہمیں پوجنے کے لیے وہ دیوتا ملا ہے...... جو بھگوان کا اوتار بھی ہے...... حسن و جمال کی نگری کا راجہ بھی ہے...... اور پریت کی ریت کا پجاری بھی ہے...... پریم ہم کچھ بھی نہیں ہیں...... سب کچھ تم ہو...... ہمارے اندر ہی حسن کے گلرنگ جلوے ہیں...... جنہیں تم ہمارے رنگ جمال کے کرشمے کہتے ہو اور اصل وہ تمہارے اپنے جمال کی پرچھائیاں ہیں۔

دونوں روزانہ اسی قسم کی محبت بھری باتیں کر کے جنون عشق و مستی کو تیز کیا کرتے تھے...... جس وقت پریم چند کو بنگال کے بادشاہ نواب علی قلی خان کا پیغام دیا...... اسی وقت پریم چند نے اپنے لشکروں کے عہدیداروں کو طلب کر کے تیاری کا حکم دیا۔ اس نے اعظم خان رندھیر کنور سنتوش اور کامران حیدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم کل ہی یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔ نواب صاحب کے پیغام کے ایک ایک لفظ سے تاکیدی احکام جھلکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے نصیب دشمناں ہمارے نواب صاحب کو بہت ہی مشکل مرحلہ درپیش ہے۔ اس سلسلے میں ایک ایک

لمحے کی تاخیر بھی ہمارے لیے بڑی اذیت ناک ہوگی۔

اعظم خان نے اٹھتے ہوئے کہا! آپ فکر نہ کریں۔ انشاءاللہ شام تک سارے لشکر بمعہ ساز وسامان تیار ہوں گے۔ آپ چاہیں گے تو ہم آج رات کو روانہ ہو جائیں گے۔

''بہت خوب'' ''بہت خوب'' پریم چند نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم رات کو روانہ ہو جائیں گے۔ پورن ماشی کی رات ہوگی۔ صبح تک ہم کافی مسافت طے کرلیں گے...... خیموں اور سپاہیوں کے دوسرے ساز وسامان کے لیے تقریباً پانچ سو کے قریب چھکڑے اور بیل گاڑیوں کا انتظام ہونا چاہیے...... ایک چھکڑے میں زیادہ سے زیادہ دس سپاہیوں کا سامان لدا ہونا چاہیے۔ ہر سپاہی کے پاس دوہری زرہیں ہونی ضروری ہیں......

رندھیر تمہارا کیا خیال ہے۔ آج شام سب کچھ تیار ہو جائے گا۔

رندھیر نے کہا! ایک سپاہی کو تیاری کے لیے کتنا وقت لگ سکتا ہے...... ہم تو ہر وقت پا در رکاب رہتے ہیں...... آپ حکم دیں تو ابھی اور اسی وقت تیاری اور کوچ کے نقارے بجائے جا سکتے ہیں...... پھر کامران حیدر اور کنور سنتوش نے بھی اسی قسم کے سپاہیانہ جذبات کا اظہار کیا۔

راجہ پریم چند نے اٹھتے ہوئے کہا! تم لوگ میدان میں جاؤ کوچ کے انتظام کرو ہم قلعے کے ضروری امور نمٹا کر باہر آتے ہیں۔

دن ڈھلے راجہ کو اطلاع دی گئی کہ سب انتظامات مکمل کر لیے گئے ہیں اور رات کو روانگی کے طبل بجا دیئے جائیں گے۔

راجہ نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے۔ تیار ہو کر باہر آتے ہیں۔

...... راجہ نے دوہری زرہ پہنی قلعی دار خود سر پر پہنا۔ تلوار کمر بند میں لٹکائی اور چندا رانی کے کمرے کی طرف روانہ ہوا اور چار قدم تو اسے بہت بوجھل بوجھل لگے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مضبوط قدموں سے رانی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے...... چندا رانی بھی تیاری میں مصروف تھی...... اس کی خادمائیں لکڑی کے صندوقوں میں اس کے کپڑے اور دوسرا سامان بھر رہی تھیں۔ پریم چند کمرے میں داخل ہوا۔ خادماؤں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے راجہ کو پرنام کیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

چندا رانی نے جاتی ہوئی خادماؤں کو کہا! ''تم بھی تیار ہو جاؤ! تم نے ہمارے ساتھ جانا ہے''

پریم چند پلنگ پر بیٹھ گیا...... آنکھ بچا کر چندا رانی نے اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی کو ایک تیز دھار خنجر سے زخم لگایا اور سرخ سرخ خون کے دو قطرے پریم چند کی پیشانی پر لگا کر خون کی بندیا بناتے ہوئے کہا! ''بھگوان تمہیں بد نظروں کی نظر سے بچائے''

چندا ہمیں حضور نواب صاحب نے بلایا ہے۔ ہم آج رات کے پہلے پہر یہاں سے کوچ کر جائیں گے...... تو ٹھیک ہے چندا رانی نے کہا!

ہم بالکل تیار ہیں...... جب چاہو...... جس وقت چاہو۔ کوچ کا نقارہ بجا دو!

''کیا مطلب ہے'' پریم چند نے حیران ہو کر رانی کو دیکھا کو جواباً اس نے اس سے زیادہ حیرت کا اظہار آنکھوں میں بھر کر پریم چند کو گھورا......

پریم چند نے کچھ نہ سمجھ ہوئے پوچھا! تم کہاں جا رہی ہو...... ہمارے بعد قلعے کے امور کی کون نگرانی کرے گا......

پریم! کیا تم ہمارے پیا اکیلے چلے جاؤ گے...... پریم! تمہاری وہ محبت وہ پریت اور سنگ سنگ جینے کے وعدے اور دعوے...... لفظوں پرمنی

خوابوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھے......ہم تو تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کسی موڑ پر کسی حال میں ایک دوسرے سے بچھڑ کر جی لیں گے۔

پریم چند نے رانی کے سیاہ گھنے بالوں کی آوارہ لٹوں کو سلجھاتے ہوئے کہا! ہم بنیادی طور پر سپاہی ہیں......اور تم جانتی ہو اگر سپاہی تلوار اور اپنے مقصد سے مخلص نہ رہے تو اس کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

چندا رانی نے کہا! ہم بھی کچھ کم نہں ہیں۔ ہمارا باپ بھی ایک فرض شناس سپاہی تھا اور ہمیں فخر ہے کہ ہم ایک سپاہی کی بیٹی ہیں اور ایک بہادر سپاہی کی دھرم پتنی ہیں......

پھر اس نے پریم چند کی آنکھوں میں اپنی نمناک آنکھوں سے جھانکتے ہوئے کہا! ''پریم کیا واقعی تم ہمارے بناں چلے جاتے اور جی لیتے''

پریم چند نے ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا! چندا رانی! حالات کے تقاضے کبھی کبھی انسان کو زندگی کے ایسے نازک موڑوں پر لا کھڑا کرتے ہیں...... جہاں انسان اپنے مقصد کے لیے زندگی سے منہ موڑ کر موت کو گلے لگا لیتا ہے......اس وقت ہمارے سامنے بھی ایک ایسا موڑ آ گیا ہے...... ہمیں تمہاری جدائی کتنے دکھ دے گی۔ ہم کس طرح چھپ چھپ کر روئیں گے...... یہ تو پوچھو!

رانی نے کہا! پریم......ہم نے تمہارے ساتھ جانا ہے......ہم تیار بیٹھے ہیں۔......ہم نے زندگی کے ہر میدان میں تمہارے ساتھ رہنے کا عہد کیا ہوا ہے......ہماری سواری کا انتظام کرو......!

پریم چند خاموش ہو گیا......پھر اس نے سر اٹھاتے ہوئے خوشی سے چھلکتی آنکھوں سے چندا رانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! شکریہ! چندا تم نے ہماری مشکل آسان کر دی......ہم نے تو جنگ کی ہولناک سختیوں کے پیش نظر اپنے تڑپتے ہوئے دل پر پتھر رکھ کر اکیلے جانے کا ارادہ کیا تھا......

چندا رانی نے خوش ہو کر کہا! پریم! تم نے اکثر دیکھا ہو گا کہ گلاب کا پھول اپنی ساری نزاکتوں اور رعنائیوں کے باوجود کانٹوں کے بستر پر زندگی گزار دیتا ہے۔ اور اسی لیے وہ باغ کا سردار و سرور ہوتا ہے۔

پریم نے وفور محبت سے اپنی رانی کی پیشانی چومی اور ہنستا ہوا باہر نکل گیا......وہ قلعے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا کہ اسے گھنٹیوں کا بے ہنگم شور سنائی دیا۔

''اس نے ایک دربان سے پوچھا! ''کون آیا ہے؟''

دربان نے کہا! راجہ جی! جگن ناتھ کے پجاری آئے ہیں اور اسی وقت ملنا چاہتے ہیں۔

جگن ناتھ کے پجاریوں کا ذکر سن کر پریم چند کے دل و دماغ میں کئی وسوسے اٹھے۔

پریم چند نے کہا! ''اچھا تو ٹھیک ہے'' واپس مڑتے ہوئے اس نے کہا! انہیں روایتی احترام کے ساتھ حاضر کیا جائے۔

پریم چند اپنی مسند پر بڑے وقار انداز سے بیٹھا تھا......دربان چمکتے ہوئے نیزے لیے کھڑے تھے...... دروازہ کھولا چار پانچ بد شکل بد ہیبت اور بھالو قسم کے پجاری بڑبڑاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ پریم چند نے کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کیا۔ پجاریوں نے بڑے جلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہاتھ اٹھائے......

ایک مہا پجاری نے آگے بڑھ کر پریم چند کا ہاتھ پکڑ کر چوما اور کہا! ہم خوش ہوئے ہیں" بیٹھ جاؤ"

پریم چند نے بیٹھتے ہوئے کہا!" آپ بھی بیٹھ جائیں"

......ایک لمحے تک سکوت طاری رہا...... پریم چند سوچ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کی جائے مگر ایک پجاری نے ان کی مشکل آسان کر دی! اس نے کہا! ہم نے میدان میں ہزاروں سورماؤں کو تیار دیکھا ہے...... بیل گاڑیاں سامان سے لدی کھڑی ہیں۔ گھوڑے بھاگتے دوڑتے دیکھتے ہیں...... لگتا ہے راجہ جی کہیں کس یدھ میں حصہ لینے جا رہے ہیں......

ہاں تم نے ٹھیک سمجھا ہے...... پریم چند نے قدرے غصے سے کہا! کم بخت آسام کے راجہ کو اس کی موت بنگال لے آئی ہے...... لگتا ہے اس کی منحوس گردن ہماری تلوار سے کٹے گی......

پجاریوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...... پھر چند ثانیہ توقف کے بعد ایک پجاری نے دبدبے سے کہا! راجہ جی! اپنی قوم کے خیر خواہ کو قتل کریں گے...... سمجھ میں نہیں آتا ہے ہندو قوم کے راجوں مہاراجوں کو کیا ہو گیا ہے...... خبر نہیں مسلمانوں نے قوم کی بڑی جتی کے لوگوں پر کیا جادو کر دیا ہے کہ ان کو اپنے دھرم کا بہتا ہوا خون نہیں دکھائی دے رہا......

پریم چند نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! کہاں ہندوؤں کا ناحق خون بہایا جا رہا ہے۔ کچھ وضاحت کریں گے آپ!

"رام رام" بڑے پجاری نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا! یہ لاعلمی بلکہ بے حسی بہت جلد ہندو قوم کو بربادیوں کے اندھیرے غاروں میں دھکیل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی!

پریم چند نے بگڑتے ہوئے کہا! پجاری جی! ہم اس قسم کی گستاخی بیانی اور بے تکلفی کو پسند نہیں کرتے...... آپ جس مقصد کے لیے آئے ہیں...... وہ مقصد کم سے کم لفظوں میں بیان کرو...... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔

بڑے پجاری نے مہاراجہ جے دھج سنگھ کا خط پریم چند کی طرف بڑھا دیا...... ایک دربان نے خط لے کر راجہ پریم کے سامنے تخت پر رکھ دیا......

پریم چند نے خط کو بڑے غور سے پڑھا اس کے چہرے پر کئی رنگ آ رہے تھے کئی جا رہے تھے۔ تیز فہمی نے پریم چند کو فوری طور پر ایک نتیجے پر پہنچا دیا......

اس نے نرمی سے کہا! ہم مہاراجہ کی پیش کش پر غور کریں گے!

مہا پجاری نے پر امید ہو کر کہا! امید ہے راجہ کا فیصلہ ہندو جنتا کی سہایتا کے کارن شبھ ہوگا......!

چنتا کی کوئی بات نہیں۔ ہم خاندانی ہندو ہیں ہم نے اپنے بڑکھوں کی لاج رکھیں گے۔ ہمارا فیصلہ ہندو جنتا کے حق میں ہوگا۔ پجاری کمرے سے نکل گئے......تو راجہ پریم چند نے ایک دربان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سینا کے تمام سرداروں کو اسی وقت بلایا جائے......

دربان چلا گیا اور پھر کچھ دیر بعد اعظم خان کامران حیدر کنور سنتوش اور کئی دوسرے سردار راجہ کے کمرے میں پہنچ گئے...... چندا رانی بھی پہنچ گئی تھی...... راجہ پریم چند نے چندا رانی اور سرداروں کی طرف دیکھ کر کہا! جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے پجاری مہاراجہ جے دھج سنگھ کا ایک بڑا دلچسپ اور قیمتی پیغام لائے ہیں۔

چندارانی نے چونک کر پریم چند کی طرف دیکھ کر کہا! مہاراجہ نے کیا پیغام بھیجا ہے۔

پریم چند نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! اس نے ہماری وفاداریوں کی قیمت لگائی ہے......

اس کے بعد راجہ نے اپنی فوج کے سرداروں کو پجاریوں کے ذریعے مہاراجہ کی پیش کش کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد کہا! مہاراجہ کی پیش کش بڑی دلچسپ ہے۔ ہمارا خیال ہے قبول کر لینا چاہیے۔

چندارانی نے حیرت اور غصے سے پریم چند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے تم ہوش میں نہیں ہو۔ جانتے ہو تم نے کیا کہا ہے...... تم اس حاکم سے بے وفائی کرنا چاہتے ہو جو تمہیں اپنا بیٹا سمجھتا ہے......

پریم چند نے چندارانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! تم حاکم کے معاملے میں بڑی جذباتی ہو جاتی ہو! کم از کم ہمارے منصوبے کی گہرائیوں سے آگاہ تو ہو جاؤ۔

پھر پریم چند نے حاضرین کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا! اس طرح ہم مہاراجہ جے دیج سنگھ کو بے وقوف بنا کر بڑی آسانی سے اسے ہلاکت کے گہرے کھنڈر میں دھکا دے سکیں گے۔

چندارانی نے مسکراتے ہوئے کہا! پریم چند تم خطرناک حد تک ذہین ہو۔ ہم تمہاری معاملہ فہمی اور دور اندیشی اور ذہانت کی داد دیتے ہیں تمہارا منصوبہ ہر لحاظ سے بہترین منصوبہ لگتا ہے۔

پریم چند نے کہا! شکریہ! اب آگے سنو ہم تھوڑی دیر بعد جگن ناتھ کے پجاریوں کو طلب کر کے اپنی رضامندی اور آمادگی کا اظہار کریں گے "اسی وقت چندارانی کمرے میں پہنچ کر ہم سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دے گی......

آدھی رات سے پہلے راجا پریم چند نے پجاریوں کو اپنی خوابگاہ میں طلب کیا۔ وہ آگئے تو راجہ نے کہا! ہم نے غلامی کے وزنی طوق اتار پھینکنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہم ہندو جنتا اور ہندو دھرم کی رکھشا کی خاطر مہاراجہ جے دیج سنگھ کی سہایتا کریں گے...... ہم اس وقت بغاوت کا پرچم بلند کرتے ہیں "ہم باغی ہیں" اسی لمحے دروازے کے چوبی کواڑ چرچرائے اور چندارانی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔

چندارانی نے پوچھا! کس کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کرنا چاہتے ہو۔

راجہ پریم چند نے کہا! تم جانتی ہو! مسلمان نیتاؤں نے برسوں سے ہندو جنتا کو غلام بنایا ہوا ہے اس وقت مہاراجہ جے دیج سنگھ ہندو جنتا کا نجات دہندہ بن کر یدھ کے کھیتر میں آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ ہم مہاراجہ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے...... ہم اس کی سہایتا کریں گے۔ ان پجاریوں نے آنکھیں کھول دی ہیں...... ہم نے غلامی کی زنجیروں کو توڑ پھینکنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ کل کو ہماری سینا جے دیج سنگھ کی طرف روانہ ہوگی......

چندارانی نے غصے سے کانپتے ہوئے کامیاب اداکاری کرتے ہوئے کہا! تم ضمیر فروش کے پاپ میں مبتلا ہو رہے ہو اب تمہارے درمیان کوئی ناطہ نہیں رہا۔ حاکم بنگالہ کو ہم پتا سمان سمجھتے ہیں...... جو ہمارے پتا سے بے وفائی کرے گا۔ ہمارا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔

راجہ پریم چند نے غصے سے کہا! تم ہماری دھرم پتنی ہو۔ ہمارا تمہارا سنجوگ کچے دھاگے جیسا نہیں ہے...... ہمارا سمبندھ اٹوٹ ہے۔

چندارانی نے اٹھتے ہوئے کہا! تم ضمیر فروش اور بے وفا شخص ہو۔ اب تم سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں رہا۔ ہم یدھ کے کھیتر میں تمہارا دشمنوں کی طرح مقابلہ کریں گے۔

مہاراجہ پجاری نے چندارانی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! رانی جی! راجہ کا من دیوتا کا من ہے اسے توڑ دوں گی تو جنم جنم پچھتاؤ گی۔

چندارانی نے پجاری کو جھڑکتے ہوئے کہا! تم نمک حرام ہو...... تم تخریب کار ہو تم شانتی کے دشمن ہو۔ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم موت اور آگ کے پجاری ہو!

راجہ پریم چند نے اٹھتے ہوئے کہا! ''تم کہاں جانا چاہتی ہو''

چندارانی نے کہا! ہم ابھی اور اسی وقت سینا کو لے کر حاکم پتا کی طرف جا رہے ہیں...... ہمارے راستے میں دیوار بننے کی حماقت نہیں کرنی......

راجہ پریم چند نے غصے سے کہا! تم جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ ہمیں کوئی پرواہ نہیں...... بھگوان کی کرپا نے ہمارے من میں بیداری کی جس تڑپ کو پیدا کیا ہے۔ ہم اسے تمہاری پریت کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیں گے۔

چندارانی کمرے سے نکل گئی تو ایک پجاری نے کہا! یقین کرو چندارانی کو بھول جاؤ گے اور پھر ناراض نہ ہونا ایسی گستاخ اور بدزبان عورت آپ کے قابل ہی نہیں ہم تو سمجھتے ہیں کہ اندر ہی اندر مسلمانوں سے ملی ہوئی ہے۔

پریم چند نے کہا! چھوڑو! اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا!...... اب ہم سب کچھ بھلا کر اپنے دھرم کی خدمت کو جا رہے ہیں۔ بھگوان نے کامیاب کیا تو چندا کی بچی سے اس کی ایک ایک گستاخی کا حساب لیں گے...... وہ حضور نواب صاحب کی بڑی چہیتی تھی...... اس لیے بڑے بڑے بول اپنے چھوٹے منہ سے نکال رہی تھی......

بڑے پجاری نے کہا! راجہ جی تمہارے منہ سے ہندو جاتی کے دشمن حاکم بنگالہ کے لیے حضور سرکار کے الفاظ اچھے نہیں لگتے۔

''تم ٹھیک کہتے ہو'' پریم چند نے کہا! ہمارے دل و دماغ سے اتنی جلدی اس کی یادوں کے دلکش پھول مرجھا تو نہیں سکتے تمہیں کیا خبر دھرم کی خاطر ہم کتنی بڑی قربانی دے رہے ہیں......

شام ہوتے ہی پریم چند کا لشکر دریا کے کنارے کنارے روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف اعظم خان تقریباً دس ہزار مسلمان سپاہیوں کے ساتھ شاہراہ پر آگے بڑھ رہا تھا...... پریم چند کے لشکر میں پندرہ بیس ہزار کے لگ بھگ مسلمان بھی تھے۔ یہ وہ نوجوان تھے جنہوں نے داڑھیاں نہیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں کامران حیدر بھی تھا! جو تلوار بازی کا استاد مانا جاتا تھا۔ جنگ میں وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر ایسی مہارت اور تیزی سے حملے کرتا تھا کہ سینکڑوں سپاہیوں کی صفوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیتا تھا۔

پریم چند نے اس کے قریب آ کر کہا! کامران آج سے تمہارا نام کندن ہو گا! اپنے سپاہیوں کو بتا دینا......

بہت اچھا!...... کامران حیدر نے کہا! بے فکر رہیں۔ آسامیوں کو اچھی طرح بے وقوف بنائیں گے......

تیسرے روز یہ لوگ گوہاٹی پہنچ گئے۔

پریم چند نے پجاریوں سے کہا! تم لوگ کچھ دیر آرام کرو...... ہم گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان سے مل کر ابھی آتے ہیں......

''مگر کیوں! اس کی کیا ضرورت ہے''

ہے نا ضرورت۔ پریم چند نے کہا! فیروز کی فوج میں کم و بیش تیس ہزار کے لگ بھگ ہندو ہیں۔ ان کے چند ایک ہندو عہدیدار ہمارے عزیز ہیں۔ ممکن ہوا تو ہم ان سے باتیں کریں گے ہو سکتا ہے وہ بھی ہمارے منصوبے میں شامل ہو جائیں۔

پجاریوں نے خوش ہو کر کہا! بھگوان راجہ کو جنم جنم سکھی رکھے......

پریم چند نے کامران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کندن تم دس سواروں کو لے کر ہمارے ہمراہ آؤ...... ہم بہت جلد واپس آ جائیں گے''

گوہاٹی اور نادر خان کی بستی کے درمیان سے گزرتا ہوا پریم چند اپنے لشکر کے ساتھ دن ڈھلے جگن ناتھ دیوتا کے مندر کی بستی کے قریب پہنچ گیا۔

پجاریوں نے آگے جا کر کرشن کمار اور مہاراجہ جے دیج سنگھ کو اطلاع دی۔ مہاراجہ بہت خوش ہوا۔ اور بذات خود پریم چند کے خیر مقدم کے لیے گیا......

اس نے بڑے تپاک سے پریم چند کو گلے لگایا۔ اس کی پیشانی چومی اور کہا! نوجوان ہم تمہارے آنے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ لگتا ہے ہم نے پورا بنگال فتح کر لیا ہے۔

پریم چند نے مہاراجہ کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! اس میں کوئی شک نہیں...... ہماری بغاوت سے حاکم بنگالہ کی کمر ٹوٹ چکی ہوگی۔

مہاراجہ نے ایک انتہائی قیمتی خوبصورت موتیوں کی چمکتی مالا اپنے گلے سے اتار کر پریم چند کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا! آج سے تم ہمارے بیٹے ہو!

پریم چند نے چونک کر مہاراجہ کی طرف دیکھا۔ مہاراجہ کی آنکھوں میں مکروہ فریب کی بجائے محبت کی سچائی تھی۔ ایک خوبصورت جگہ پر پریم چند کا خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ جگن ناتھ کے مندر کے فلک بوس سنہری کلس کے سائے پریم چند کے خیمے پر پڑ رہے تھے۔ سبز اطلس کے پردوں نے خیمے کو دلکش بنا رکھا تھا۔ قالینوں اور ریشمی گاؤ تکیے سے خیمے کے اندرونی حصے کو آرام دہ بنا دیا گیا تھا۔ کرشن کمار پریم چند کو خیمے تک چھوڑنے آیا۔

رات ہوتے ہوئے اس نے کہا! راجہ جی آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ ہمارے مہاراجہ نے آپ کو بیٹا بنا لیا ہے......

پریم چند نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا! ''ان کی بندہ نوازی ہے''

کرشن کمار نے کہا! آپ آرام کریں...... رات کو ملاقات ہوگی......

جب شام کو قندیلیں روشن ہوئیں تو مندر کا مہا پجاری پریم چند کے خیمے میں آیا...... اس کے پیچھے پیچھے دو خوبصورت لڑکیاں خیمے میں داخل ہوئیں...... دونوں لڑکیوں نے راجکماری جیسا لباس پہنا ہوا تھا۔ دونوں کے بالوں میں جوہ اور موتیے کے مہکتے ہوئے ہار بڑی مہارت سے سجائے گئے تھے...... ان کی گوری گوری نرم و نازک کلائیوں میں پھولوں کے گجرے تھے...... دونوں کی موٹی موٹی مدھ بھری آنکھوں میں کاجل کے

خوبصورت ڈورے تھے......

پجاری نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان کے قدم چوم لو...... اور رات کو ان کی اس طرح سیوا کرنا کہ ان کا دل خوش ہو جائے......

پریم چند حیرت سے کبھی پجاری کی طرف دیکھتا تھا کبھی ان حسین و جمیل لڑکیوں کی طرف...... اسی اثناء میں ایک دوسرا پجاری خیمے میں داخل ہوا...... اس کے پاس جام و مینا تھا......

اس نے یہ سامان کونے میں پڑی ہوئی چاندی کی خوبصورت چپائی پر سجاتے ہوئے کہا۔ راجہ جی! ایسی شراب آپ نے کبھی نہیں پی ہوگی...... یہ خاص دیوی دیوتاؤں کی شراب ہے۔

پریم چند نے کہا! ٹھیک ہے تم جاؤ!

جاتے جاتے ایک پجاری نے کہا! آپ کے لشکر کے آرام و سکون اور جسمانی آسودگی کا انتظام کیا جا رہا ہے...... لڑکیوں کی کمی کی وجہ سے آپ کے بیس بیس سپاہیوں کے حصے میں ایک لڑکی آتی ہے...... ویسے کل پرسوں تک لڑکیوں کی کمی دور ہو جائے گی۔

پریم چند نے حیرت زدہ ہو کر پجاریوں کی طرف دیکھتا رہا۔ آخر اس نے مسکراتے ہوئے کہا! ''کوئی بات نہیں ہے تم جاؤ''

پجاری خیمے سے باہر نکل گئے...... پریم چند دیر تک آنکھیں بند کر کے لیٹا رہا...... لڑکیاں حیران حیران سی کھڑی تھی۔ ان کی مدھ بھری غزالی آنکھوں میں تعجب افزا سوچوں کے سائے لہرا رہے تھے......

کافی دیر بعد ایک لڑکی نے شراب کا جام بھر کر آگے بڑھ کر کہا! سندر راجہ! داسی کی طرف تو دیکھو۔

پریم چند اٹھ بیٹھا اور بڑی محبت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا! تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ!

ہم بیٹھنے کے لیے تو نہیں آئیں ان داتا!

پریم چند نے کہا! ہمیں معلوم ہے مگر ہم آدیش دیتے ہیں...... بیٹھ جاؤ۔

لڑکیاں قالین پر بیٹھ گئیں۔

پریم چند نے کہا! شراب صراحی میں انڈیل دو!

چند ثانیہ توقف کے بعد پریم چند نے پوچھا! تم کہاں سے آئی ہو!

ہم جگن ناتھ دیوتا کی داسیاں ہیں...... جی!

ہمارا مطلب ہے تمہارا گھر بار کہاں ہے

پریم چند کے پوچھنے پر ایک داسی نے کہا! ہم متھرا کی رہنے والی ہیں...... یہاں پجاریوں نے اپنی سیوا کے لیے ٹھہرایا ہوا ہے

اور تم؟

اس نے کہا! ہم اجودھیا کی رہنے والی ہیں۔

تم بھی پجاریوں کی سیوا کرتی ہو!

جی سرکار!

تم کس قسم کی سیوا کرتی ہو؟

دونوں نے شرم سے گردنیں جھکا لیں!

پریم چند نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! تمہیں کچھ احساس بھی ہے...... کہ تم پاپ کی دلدل میں دھنس چکی ہو۔

لڑکیوں نے بیک وقت پریم چند کی طرف دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

ایک نے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! احساس تو ہے مگر دھرم میں سب کچھ ہے۔

پریم چند نے پوچھا! تمہیں کس نے کہا ہے کہ گندہ دھندہ دھرم میں جائز ہے۔

ایک لڑکی نے جواب دیا۔ پجاری کہتے ہیں جی!

پریم چند نے کہا! ماتا پتا اور بہن بھائی بھی تو ہوں گے۔

''ہیں تو سہی'' ایک لڑکی نے کہا! مگر اب ان کا اور ہمارا رشتہ ناطہ ختم ہو چکا ہے۔

پریم چند نے پوچھا! کیوں؟

تو لڑکی نے جواب دیا۔ شاید ہم دیویاں بن چکی ہیں۔

کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ کوئی تمہارا پتا بن کر تمہیں پیار کرے کوئی بھائی بن کر تمہارا مان بڑھائے۔

لڑکیاں بلک بلک کر رونے لگیں۔ کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی!

پریم چند نے کہا! پجاری تمہیں ہمارے پاس کیوں لائے ہیں؟

جب سے مہاراجہ جے ونچ سنگھ یہاں آئے ہیں۔ مندر کی داسیوں اور بستی کی دوسری سندر لڑکیوں کو ہر رات ان کے بستر کی زینت بننا پڑتا ہے۔

راجہ نے کہا! پھر تم خوش ہو!

لڑکیوں نے چونک کر کہا! ناراض نہ ہونا راجہ جی! کوئی لڑکی اپنے پتی دیوتا کے علاوہ جب کسی دوسرے مرد کے بازوؤں میں جھولتی ہے تو اس میں اس کی اپنی مرضی یا خوشی نہیں ہوتی...... ہم تو خوبصورت پھولوں کی مانند ہیں...... جب تک مہکتے ہیں بھونرے چوستے ہیں جب مرجھا جاتے ہیں تو لوگ اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔

پریم چند کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ اٹھا دونوں لڑکیوں کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے کر سینے سے لگاتے ہوئے بولا۔ ہم تمہارے بھائی ہیں۔ جب تک ہم ہیں کوئی درندہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

دونوں لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ آپ ہمارے بھائی ہیں۔

ہاں، ہاں ہم تمہارے بھائی ہیں۔ ہم تمہارے ناموس کے رکھوالے ہیں تم آرام سے یہاں سو جاؤ۔ ہم دوسرے حصے میں جاتے ہیں۔

نہیں بھیا۔ لڑکیوں نے پریم چند کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ہم آپ کے سائے تلے سوئیں گی۔

اچھا تو پھر سو جاؤ ہم جاگ رہے ہیں۔

ایک لڑکی نے کہا! نہیں بھیا..... آپ سوئیں ہم جاگتی ہیں..... جس طرح تھکے ہارے بھائی کو بہنیں پیار سے سلاتی ہیں..... ہم ویسے ہی محبت کے میٹھے میٹھے گیت گا کر آپ کو سلائیں گی..... آپ کو سکون سے سوتا ہوا دیکھ کر ہم بہت خوش ہوں گی.....

پریم چند لیٹ گیا..... ایک لڑکی نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں..... دوسری اپنی سریلی آواز میں تندیا کو بلا رہی تھی..... تینوں کی آنکھیں چپ چاپ ساون کے بادل کی طرح برس رہی تھیں.....

پریم چند نے زیر لب بڑبڑایا بھگوان! تیرے نام پر یہ لوگ کب ان معصوموں کا خون بہاتے رہیں گے۔ پھر اچانک ایک خیال پریم چند کے ذہن میں آیا۔ وہ بڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ معصوم بہنو! تم آرام کرو ہم ابھی آتے ہیں۔

کہاں چلے بھیا..... ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔

پریم چند نے پوچھا! کیسا ڈر؟

ایک لڑکی نے کہا! لگتا ہے آپ دھرتی کی مخلوق نہیں آکاش سے کسی دیوتا کے اوتار بن کر اترے ہیں..... ڈر ہے کہیں آپ کھو نہ جائیں.....

پریم چند نے دونوں لڑکیوں کے سروں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہم نے تمہیں بہنیں بنایا ہے..... اور پھر ہم اپنی بہنوں کی عزت کی ہر وقت اور ہر کہیں رکھوالی کرتے ہیں۔ تم اطمینان سے سو جاؤ..... اب دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی.....

مگر آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟

ایک لڑکی نے پوچھا تو راجہ پریم چند نے کہا! ہم اپنے لشکر تک جا رہے ہیں وہاں ان بدکاروں نے تمہاری جیسی سینکڑوں لڑکیوں کو بھیج رکھا ہے..... ہم چاہتے ہیں کسی لڑکی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو جائے۔

''اوہ'' دونوں لڑکیوں نے بیک وقت کہا! جائیے دیر نہ کیجئے۔

''نہیں ایسی فکرمندی کی بھی بات نہیں ہمارے سپاہی اتنے گھٹیا اتنے بدکردار اور اتنے سستے تو نہیں پھر بھی انسان ہیں..... ممکن ہے کوئی خطا کر بیٹھے.....''

پریم چند باہر نکل گیا..... تو دونوں لڑکیاں ایک دوسرے کو گلے لگا کر رونے لگیں..... ان کے رونے کی آوازیں دربانوں کے کانوں تک پہنچیں تو وہ دوڑتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔

ایک دربان نے نرمی سے کہا! کیا ہوا..... تم اس طرح رو کیوں رہی ہو؟

لڑکیوں نے چونک کر دربانوں کی طرف دیکھا اور پھر سہم گئیں۔

دربان نے پوچھا! بتاؤ نا تمھیں کیا ہوا ہے۔

ایک لڑکی نے کہا! کچھ بھی نہیں۔ہم تو خوشی سے رو رہی ہیں۔

''مگر کیوں'' اس نے پوچھا!

شاید آج پہلی مرتبہ اپنی خوشی اور مرضی سے رونے اور ہنسنے کا موقع ملا ہے۔

دربان نے کہا! ٹھیک ہے۔جی بھر کے رو لو۔بھگوان نے چاہا تو تم جیون بھر سدا بہار پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی رہو گی......!

لڑکیوں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا! تمہارے راجہ آکاش سے اترے ہوئے دیوتا ہیں نا!

دربان مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔

پریم چند نے سنتوش اور کامران حیدر کو بلا کر کہا! اچھے ساتھیو! جن لڑکیوں کو لشکر میں تقسیم کیا گیا ہے ان کی عزت وآبرو کی حفاظت بھائیوں کی طرح کرنا اور کسی لڑکی کو واپس نہیں جانے دینا......تم سمجھ رہے ہونا۔ہمارا مطلب ہے بھائی بہن کا رشتہ اٹوٹ ہوتا ہے......اب جن کو ہم نے بہنیں کہا ہے......کل وہ کسی درندے کے خونخوار پنجے میں نہیں ہونی چاہیں۔

پریم چند تھکے تھکے قدموں روتی ہوئی آنکھوں اور سلگتے ہوئے سینے کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس کے دائیں بائیں اور پیچھے مسلح سپاہی چل رہے تھے۔پریم چند نے رندھیر اور کامران حیدر کو رخصت کرتے ہوئے کہا! لڑکیوں کا خاص خیال رکھنا!

کامران حیدر نے کہا! راجہ جی! آپ کو اپنے سپاہیوں پر اعتماد اور بھروسہ ہونا چاہیے!

پریم چند نے کہا! ہمارے بار بار کہنے کا مطلب بداعتمادی نہیں ہے......تم جانتے ہو ہم سب انسان ہیں۔انسان میں بہت ساری بنیادی کمزوریاں ہوتی ہیں......کوئی کسی وقت بھی بھٹک سکتا ہے......!

فکر نہیں کریں جناب ہم پوری پوری نگرانی کریں گے۔

پریم چند نے اپنے خیمے میں داخل ہوا تو لڑکیاں ابھی تک رو رہی تھیں۔

یہ کیا؟

''کچھ نہیں بھیا'' دونوں لڑکیوں نے کھڑے ہو کر راجہ پریم چند کا استقبال کیا۔

پریم چند نے محبت بھرے لہجے میں کہا! ہم تمہارے اس طرح روئے جانے کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں......

اس نے دونوں لڑکیوں کو اپنے بازؤں میں سمیٹ لیا تھا......لڑکیوں نے اس کے شانوں پر سر رکھ دیئے اور پھر چند ہی لمحوں میں وہ سکون کی گہری نیند سو گئیں......جیسے کوئی مسافر بہت دور تک تپتے ہوئے صحراء میں چلتے چلتے اچانک گھنی چھاؤں تلے پہنچ گیا ہو......نجانے وہ کب سے طمانیت کی گہری نیند کو ترس رہی تھیں......پریم چند دیر تک ان کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہا......جب وہ گہری نیند سو گئیں اس نے آہستہ سے انہیں اپنے شانوں سے جدا کر کے قالین پر سلا دیا......

☆

رات کا پہلا پہر بیتا جا رہا تھا...... آسامی فوج کا سیناپتی کرشن کمار ابھی تک جاگ رہا تھا۔ خیمے کے باہر لمبے لمبے نیزوں والے سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ خیمہ بے حد کشادہ اور ریشمی تھا...... رنگ دار چوبوں کے سروں پر سونا چڑھا ہوا تھا...... خوشبو دار قندیلوں سے روشنی کے علاوہ ہلکا ہلکا خوشبو دار پراسرار سا دھواں بھی اٹھ رہا تھا سرمئی رنگ کے مرغولے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے...... کرشن کمار نے آج رات بڑا احتیاط رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ خلاف معمول بہت کم شراب نوشی کر رہا تھا۔ اس وقت اس کے خیمے میں تین عشوہ طراز لڑکیاں موجود تھیں...... تینوں مدہوش اور نیم عریاں تھیں...... ایک ارغوانی رنگ کی شراب سونے کے جام میں بھر کر پلا رہی تھی...... دوسری ایک ساز بجا رہی تھی اور ہلکے دلکش سروں اور مدھر تانوں میں گا رہی تھی...... اس کے گیتوں میں جنسی آگ تھی...... جس نے ماحول کو اپنی گرفت میں قابو کر رکھا تھا...... تیسری جو سب سے زیادہ خوبصورت شوخ مدہوش کن اور دل فریب تھی...... نوجوان کرشن کمار کے پہلو میں لیٹی ہوئی تھی...... اس کے گلابی گلابی بدن کا انگ انگ مثل سیماب بے قرار تھا۔ اس کی نشیلی آنکھوں میں جنسی جنون کے جھکڑ چل رہے تھے۔ اس کے سینے کے دلفریب نشیب و فراز آتش فشاں کی طرح کھولتا ہوا لاوا چھوڑنے کے لیے بے تاب تھے۔ وہ کسی زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی...... جوانی کے منہ زور طوفان کو سنبھالنا اس کے لیے بڑا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کے ٹوٹتے ہوئے بدن کی پیاس لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی...... کرشن کمار...... کبھی اس کے غنچہ نما ہونٹوں سے کھیلتا اور کبھی اس کے گستاخ ہاتھ مضراب کی طرح اس کے سینے کے تاروں کو چھیڑ دیتے...... اس سے آگے بڑھنا وہ مناسب نہیں سمجھ رہا تھا...... اس کے دل و دماغ کسی دوسری سمت سفر کر رہے تھے۔

اچانک ایک مسلح سپاہی خیمے میں داخل ہوا...... کرشن نے چونک کر اس کی طرف پر امید نظروں سے دیکھا۔

تو اس نے کہا! سیناپتی کرشن کمار جی! نمسکار!

''نمسکار'' کرشن نے کہا! پھر پوچھا! کیا خبر لائے ہو!

''بڑے شبھ سماچار ہیں'' ان داتا

کرشن کمار سنبھل کر بیٹھ گیا۔ پہلو میں لیٹی ہوئی لڑکی کو پرے دھکیلتے ہوئے لڑکیوں کو مخاطب کر کے بولا! ''کچھ دیر کے لیے۔ تخلیہ'' لڑکیاں باہر نکل گئیں۔

کرشن کمار نے سپاہی سے پوچھا! سناؤ کیا خبر ہے؟

سپاہی نے کہا! نیلم کمار آج صبح تک یہاں پہنچ جائے گا۔

کرشن کمار نے کہا! اس کے ساتھ کتنے سپاہی ہیں؟

سپاہی نے کہا! تقریباً بیس ہزار کے لگ بھگ ہوں گے۔

''ٹھیک ہے'' کرشن کمار نے کہا! ''بلراج کو بلاؤ''

تھوڑی دیر کے بعد ایک ریچھ کی شکل وصورت والا بدہیبت جلاد قسم کا لمبا تڑنگا شخص کرشن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو چھ رہا تھا۔ ''کیا حکم

ہے" ان داتا۔

کرشن کمار نے آہستہ سے کہا! بلراج! ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے"

بلراج نے جھک کر سیناپتی کے قدم چومتے ہوئے کہا! آپ حکم کریں سرکار۔ آپ کا دیا ہوا پہلے بھی بہت کچھ ہے۔

کرشن کمار نے آہستہ سے کہا! آج رات جونہی پردھان منتری کا بیٹا نیلم کمار پڑاؤ میں داخل ہو تم نے پردھان منتری اور اس کی پتنی دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا۔ یہ کام بڑی ہوشیاری سے پایہ تکمیل تک پہنچنا چاہیے۔ تم ابھی سے اپنے بھروسے کے سپاہی پردھان منتری کے خیمے پر تعینات کر دو۔ نیلم کمار صبح تک یہاں پہنچ جائے گا۔

فکر نہ کریں سرکار! بلراج نے سر جھکا کر کہا! "بلراج اپنے پیچھے اپنے قدموں کے نشان چھوڑنے کا عادی نہیں......!

کرشن کمار نے کہا! اچھا! اب تم جاؤ اور ابھی سے پردھان منتری کے خیمے کو اپنے قابو میں کر لو جونہی شہنائیاں اور نقارے بجنے شروع ہوں اپنا کام شروع کر دینا......

بے رحم بلراج نے کرشن کمار کی خواہش کے مطابق اپنی قسم کے چار دوسرے سپاہیوں کو اپنا ہمراہ بنایا اور پھر یہ پانچوں سیدھے پردھان منتری کی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔

بلراج نے پہرے دار کو کہا! اب تم لوگ آرام کرو صبح تک پردھان منتری جی کی حفاظت ہم خود کریں گے۔

"مگر پردھان منتری جی نے تو ہمیں صبح تک کے لیے پابند کیا ہوا ہے"

تو بلراج نے بگڑتے ہوئے کہا! ہم سیناپتی جی کے حکم سے آئے ہیں......اور تمہیں پتا ہے۔ سینا پر صرف سیناپتی کا حکم چلتا ہے......ٹھیک ہے وہ چلے گئے......

بلراج نے اپنے ساتھیوں کو پردھان منتری کے خیمے کے چاروں کونوں پر کھڑا کر دیا......چاروں کو اس نے اپنے منصوبے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا......پردھان منتری رام شرما کو نیند نہیں آ رہی تھی......وہ بے چینی کے عالم میں کبھی بستر پر لیٹ کر کروٹیں بدلنے لگ جاتا کبھی اٹھ کر خیمے میں ادھر ادھر گھومنے لگ جاتا۔ اس کی دھرم پتنی گنگوتری دیوی جو مہاراجہ کی بہن تھی اپنے پتی دیو کو یوں پریشان دیکھ کر اٹھ بیٹھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

پتی دیوتا! کیا بات ہے۔ آپ کو نیند کیوں نہیں آ رہی!

رام شرما نے اپنی پتنی کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا! گنگوتری دیوی ہمارا جی گھبرا رہا ہے......لگتا ہے......آج کی رات بہت بھاری ہے اور بہت بھیانک ہے......وقت کم ہوتا جا رہا ہے......سنو! اگر ہمیں کچھ ہو جائے تو ہماری موت کا ذمہ دار کرشن کمار ہوگا۔

"کرشن کمار" گنگوتری دیوی نے حیرت سے کہا! مگر آپ نے مہاراجہ کو باخبر کیوں نہیں کیا۔

رام شرما نے کہا! تمہارا بھائی دور اندیش اور مردم شناس نہیں ہے......ہم نے اسکو سب کچھ بتا دیا تھا مگر وہ ابھی تک ہماری بات کا یقین نہیں کر رہا......جب کہ کرشن کمار مہاراج کو قتل کر کے راج گدی پر قابض ہونا چاہتا ہے۔

گنگوتری دیوی نے کہا! بھیا کی زندگی خطرے میں ہے!

رام شرما نے کہا! وہ چاروں طرف سے خطروں میں گھرے ہوئے ہیں...... کاش مہاراجہ کو ہماری بات کا یقین ہو جاتا...... خیر بھگوان بھلی کرے گا...... سنو نیلم کمار آ رہا ہے۔ ہمارے بعد یہ بے رحم درندہ اس کو اپنا شکار بنائے گا۔ جس طرح ممکن ہو اسے یہاں سے دور نکال لے جانا...... اس کی زندگی بھی خطرے میں ہے نجانے اس درندے نے اسے کس نیت سے بلایا ہے۔

گنگوتری دیوی رونے لگی تو رام شرما نے کہا! دھیرج سے کام لینا۔

گنگوتری نے کہا! پتی مہاراج! آپ کو بھگوان نہ کرے کچھ ہو گیا تو ہم زندہ نہیں رہیں گے...... ہم جیون ہتیا کر کے اپنے جیون کا خاتمہ کر لیں گے...... آپ سو جائیں ہم صبح خود مہاراجہ سے بات کریں گے۔

صبح...... رام شرما بڑبڑایا۔ کون جانے آج کی رات کی صبح کس کو دیکھنی نصیب ہو گی......

کہیں کہیں سے آسامی سپاہیوں کے خمار آلود قہقہے اور لڑکیوں کی چیخیں رات کے سناٹے کو برہم کرتی ہوئی سنائی دیتی تھی...... پھر اچانک دور سے نقاروں اور شہنائیوں کی آواز سنائی دینے لگی...... یہ نیلم کمار کے لشکر کے نقارے تھے...... لمحہ بہ لمحہ ان کی آوازیں اور نزدیک آتی جا رہی تھیں......

خیمے کے عقب سے پردہ اٹھا...... اور بلراج رام شرما کے خیمے میں داخل ہوا۔

پردھان منتری رام شرما اور اس کی دھرم پتنی گنگوتری دیوی نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا!

پردھان منتری نے کہا! کون ہو تم...... اور بغیر اجازت کیوں خیمے میں داخل ہوئے ہو!

بلراج نے مسکراتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی! سیوک تو خوشی کی خبر سنانے آیا ہے...... اور آپ ناراض ہو رہے ہیں......

کیا خبر ہے؟

آپ کا سورما بیٹا نیلم کمار پہنچ گیا ہے...... نقاروں اور شہنائوں کی یہ آوازیں نیلم کمار جی کے لشکر سے آ رہی ہیں......

رام شرما نے بیزاری سے کہا! ہم سن رہے ہیں تم جاؤ!

بلراج نے کہا! آپ باہر نکل کر اپنے بیٹے کا خیر مقدم نہیں کریں گے......!

رام شرما نے دوبارہ کہا! ”تم جاؤ“

بلراج نے اچانک بڑی پھرتی اور مہارت سے خنجر نکال کر رام شرما کے سینے میں دل کے مقام پر دستے تک اتار دیا...... اس کا بایاں ہاتھ پردھان منتری کے منہ پر تھا...... گنگوتری دیوی نے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا۔ بلراج نے رام شرما کو چھوڑ کر گنگوتری کو دبوچ لیا...... پردھان منتری کی لاش ٹھنڈی پڑتی جا رہی تھی...... بلراج نے گنگوتری کو گرایا اور اس کی گردن پر خنجر پھیر دیا۔ خون کے فوارے قاتل کے لباس پر گر رہے تھے...... وہ تڑپ رہی تھی اور بے درد قاتل اس کے لباس سے اپنے خنجر کو صاف کر رہا تھا......

نیلم کمار تقریباً بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ پہنچا تھا...... اس کے ساتھ بہت ساری بیل گاڑیاں بھی تھی...... جن پر سپاہیوں کے

سازوسامان کے علاوہ سوکھی گھاس کے سینکڑوں گھٹے بھی تھے۔ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ کرشن کمار کو پردھان منتری اور اس کی پتنی کے قتل کی خبر مل چکی تھی۔ منصوبے کے مطابق کرشن نے آگے بڑھ کر نیلم کمار کا خیر مقدم کیا...... دونوں گھوڑے سے اتر کر ایک دوسرے کے گلے لگ کے ملے دونوں نے ایک دوسرے کی خیر خیریت دریافت کی...... پھر کرشن کمار نے وہیں کھڑے کھڑے راجکماری چندر کانت کے بارے میں پوچھا!

نیلم کمار نے کہا! راجکماری کو مہاراج کے حکم سے بندی خانے بھیج دیا گیا ہے...... ہمارا خیال ہے اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے...... وہ نردوش ہے۔

کرشن کمار نے نیلم کمار کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے کی طرف جاتے ہوئے پرتاب سے کہا! پرتاب جی! نیلم کمار کے لشکر کو اس میدان میں ٹھہرایا جائے۔ جہاں چڑیلوں کی لاشیں لٹکی ہوئی ہیں۔

نیلم کمار نے حیرت سے پوچھا! ''چڑیلوں کی لاشیں''......!

کرشن کمار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ''مسلمان لڑکیاں ہاتھ آئی تھیں......!

راستے میں کرشن نے کہنا شروع کیا! ''نیلم تم جوان ہو، بہادر ہو......!

نیلم کمار نے کہا! شکریہ!

کرشن کمار نے پھر بات شروع کی! یار! مہاراجہ نے چندر کانت کو بندی خانے کی اندھیری سنگلاخ اور مقفل سلاخوں کے پیچھے بند کر کے بڑا ظلم کیا ہے۔

پھر اس نے ایک جگہ رکتے ہوئے آہستہ سے سرگوشی کے انداز میں کہا! نیلم ہم نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لیے طلب کیا ہے...... مہاراج اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں...... وہ روزانہ کوئی نہ کوئی ایسی ظالمانہ کارروائی کر بیٹھتے ہیں...... جس کی وجہ سے ہم سب ایک دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں...... جو شخص اپنی نازک اندام پری پیکر بیٹی کے ساتھ اس قسم کا ظلمی سلوک کر سکتا ہے...... وہ کسی دوسرے کو کس طرح معاف کرے گا۔

نیلم کمار وم بخود ہو کر کرشن کمار کی باتیں اور نئے نئے انکشاف سن رہا تھا۔

آخر میں اس نے کہا! ہم نے تمہیں اس لیے طلب کیا ہے کہ تم اپنا ماتا پتا کی ہم سے بہتر حفاظت کر سکتے ہو۔

کیا کیا ہوا ہمارے ماتا پتا جی کو!

ان کی زندگیاں خطرے میں ہیں...... مہاراجہ تمہارے پتا کے خلاف ہو گیا ہے وہ ان کے قتل کا حکم جاری کر چکا ہے...... وہ تو ہم نے ان کو بچا رکھا ہے۔

مگر کیوں؟ نیلم کمار نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا! پتا جی سے کیا خطا ہوئی ہے؟

خطا...... تم بتاؤ راجکماری کی کیا خطا تھی...... اسے کیوں عقوبت خانے میں بند کیا گیا ہے...... کہا نا مہاراجہ پاگل ہو گیا ہے...... ہمیں ہر وقت خطرہ رہتا ہے خود ہماری زندگی بھی محفوظ نہیں...... مہاراجہ آج شام کو کہہ رہا تھا کہ اگر آج رات پردھان منتری کو قتل نہ کیا گیا تو ہم تمہاری گردن پر خنجر

پھیر دیں گے۔

نیلم کمار دہشت زدہ ہوتا جا رہا تھا۔

کرشن کماری جی تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے ہمارے ماتا پتا کی حفاظت کی یہ ماموں مہاراج کو کیا ہو گیا ہے......

کرشن کمار نے کہا! ان کا دماغ پھر گیا ہے...... انہوں نے اب تک سینکڑوں بے قصوروں کو قتل کرایا ہے...... وہ رات بھر کسی نوخیز لڑکی کو اپنے پہلو میں سلائے رکھتا ہے...... پھر صبح ہوتے ہی اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتا ہے...... اور لاش کو ٹھوکر لگا کر کہتا ہے...... جب پھول مرجھا جائے تو اسے پاؤں تلے مسل دیا جاتا ہے۔ دو تین روز پہلے مہاراج نے پچاس ساٹھ مسلمان لڑکیوں کو لکڑی کے ستونوں سے باندھ کر آگ لگوا دی تھی......

نیلم کمار کا رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا اس کے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے اس کی آنکھوں کی جواں چمک بجھتی جا رہی تھی۔

اس نے کہا! پتا جی کا خیمہ کس طرف ہے ہم اسے بلا تاخیر ملنا چاہتے ہیں۔

کرشن کمار نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! سامنے چنبیلی کے پودوں کے جھنڈ کے اس طرح پردھان منتری جی کا خیمہ ہے۔

نیلم کمار بوجھل بوجھل قدم اٹھاتا ہوا اپنے پتا کے خیمے کے نزدیک پہنچتا جا رہا تھا...... اس کا دل کسی انجانے خوف سے بیٹھا جا رہا تھا۔ پھر خیمہ کے قریب پہنچ کر اس کی حیرت حد سے زیادہ بڑھ گئی...... پردھان منتری کے خیمے کی حفاظت کے لیے وہاں ایک سپاہی بھی موجود نہ تھا۔

بھگوان خیر کرے! وہ زیر لب بڑبڑایا!

اور پھر خیمے کے باہر لگی قناتوں سے گزرتا ہوا خیمے میں داخل ہوا...... ہر طرف خون ہی خون تھا...... پردھان منتری رام شرما کی لاش ٹھنڈی پڑ چکی تھی...... مگر زخموں سے ابھی تک خون کی تازہ لکیریں قالین پر گر رہی تھی...... اس کے ساتھ ہی نیلم کمار کی ماتا پڑی تھی...... اس کی شہ رگ کٹی ہوئی تھی...... مشعلیں جل رہی تھیں...... نیلم کی دل دوز چیخ نکل گئی اور چکرا کر ماتا جی کہتے ہوئے ماں کی لاش پر گر پڑا...... گنگوتری دیوی کے نیم جان بدن میں حرکت سی پیدا ہوئی جیسے نیلم نے محسوس کیا!

اس نے ماں کا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا! ماتا جی! ماتا جی!

......گنگوتری نے آنکھیں کھول کر دیکھا...... اس کی آنکھوں کے بجھتے ہوئے چراغوں میں ممتا کا سارا درد نور بن کر چھلکا اس کے ہونٹ پھڑ پھڑائے...... نیلم نے اپنے کان ماں کے ہونٹوں سے لگا دیئے......

''وہ کہہ رہی تھی'' بیٹا! یہاں سے دور نکل جاؤ...... ظالم تمہیں بھی...... نیلم...... میرے بچے ہو سکے تو...... وہ بڑی مشکل سے اپنے جسم کی ساری توانائیوں کو جمع کر کے بولی!...... اپنے ماموں...... مہاراج...... کو بھی...... بچا لینا...... ان کی زندگی بھی خطرے میں ہے......

مگر وہ تو آپ کا پتا جی کا قاتل ہے......

نیلم نے کہا تو گنگوتری دیوی نے پورے زور سے کہا! نہیں...... نہیں...... ہمارا قاتل وہ ہے...... وہ ہے...... جس نے تمہیں بتایا ہے......

کہ مہاراج......'' اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی...... خون اس کے اندر گر رہا تھا......

اس نے خون تھوکتے ہوئے کہا! نیلم میں مر رہی ہوں...... آخری سانس آخری ہچکی...... بن کر...... ہمارا قاتل کرشن......"

اس کے ساتھ اس ہی آخری ہچکی آئی اور گنگوتری دیوی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی...... نیلم کمار نے ماتا جی کے ٹھنڈے قدموں پر اپنی آنکھیں ملتے ہوئے بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کر دیا......

پھر اس نے اپنے پتا جی کے قدم چومتے ہوئے کہا! پتا جی...... !ماتا جی...... ہم تمہاری بے جان لاشوں کو وچن دیتے ہیں کہ تمہارے قاتل کو زندہ نہیں چھوڑیں گے......

اس نے تلوار کو نیام سے نکالا!...... باہر کیطرف بڑھا...... پھر کچھ سوچ کر رک گیا......

وہ زیر لب بڑبڑایا! نیلم...... سازش کے اس وقت ہم رنگ زمین کو جوش سے نہیں ہوش سے کاٹنا ہوگا۔

پھر کرشن کمار کے پاس جا کر بولا! کرشن کمار تم سچ کہتے تھے۔ ظالم نے ہمارے ماتا پتا دونوں کو قتل کر دیا ہے۔

کرشن کمار نے حیرت واستعجاب کی کامیاب اداکاری کرتے ہوئے چلا کر کہا! کیا کہتے ہوئے نیلم!؟ تمہیں کسی نے غلط اطلاع دی ہوگی۔

نیلم نے اپنے دامن سے اپنی ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا! ہمیں کسی نے اطلاع نہیں دی کرشن کمار جی!...... ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں...... افسوس ہے تم بیناپتی ہوتے ہوئے بھی ان کی حفاظت نہیں کر سکے......

کرشن کمار نے نیلم کمار کو گلے لگاتے ہوئے کہا! ہمیں افسوس ہے...... بے حد افسوس ہے...... جیسے یہ قتل ہم نے اپنے ہاتھوں سے کر دیئے ہیں...... نیلم ہم نے تمہیں بتایا تھا...... مہاراجہ باولا ہو چکا ہے۔

نیلم کمار نے کہا! تم نے ٹھیک کہا تھا۔ کرشن جی...... مگر ہم...... مگر ہم نے اپنے ماتا پتا کی بے جان لاشوں سے پکا عہد کیا ہے...... کہ ہم ان کے قاتل کو...... معاف نہیں کریں گے۔

نیلم نے آخری لفظوں پر زور دیا تو کرشن کمار نے کہا! ہم تمہارے غم میں برابر کے شریک ہیں...... اور تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے...... مگر تم ابھی خاموش رہو...... وقت کا انتظار کرو...... کسی بے وقوف جذباتی کی طرح پہاڑ کو ٹکر نہ مار دینا...... ورنہ اپنا سر پھوڑ لو گے...... تم ہمارا مطلب سمجھ رہے ہو نا...... تمہارے ماتا پتا کا قاتل کوئی معمولی آدمی نہیں ہے......

صبح ہونے تک پردھان منتری رام شرما اور اسکی پتنی گنگوتری دیوی کے بہیمانہ اور افسوسناک قتل کی لرزہ خیز خبر جنگل کی آگ کی مانند چاروں طرف پھیل چکی تھی...... ایک دہشت سی ہر طرف تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی...... صورتحال کو مزید سنسنی خیز اور بھیانک بنانے کے لیے کرشن کمار اور اس کے ہم نواؤں نے یہ افواہ سرگوشیوں کے انداز میں پھیلانی شروع کر دی کہ یہ قتل مہاراجہ کے ایماء پر ہوئے ہیں...... نیلم کمار کو اپنے چاروں طرف موت کے خونخوار عفریتوں کا رقص قضا محسوس کر رہا تھا۔ اسے ہر طرف قاتل ہی قاتل دکھائی دے رہے تھے...... وہ اپنے آپ کو موت کے شکنجے میں جکڑا ہوا محسوس کر رہا تھا...... اس دردناک صورتحال سے نپٹنے کے لیے اسے کوئی ترکیب نہیں سوجھ رہی تھی...... اس کا دماغ سوچ سوچ کر شل ہوتا جا رہا تھا...... وہ اپنے ماتا پتا کی خون آلودہ لاشوں کے درمیان قالین پر بیٹھا رو رو کر ہلکان ہو رہا تھا۔ اس کے اردگرد آسامی فوج کے بڑے بڑے

عہدیدار سر جھکائے کھڑے تھے۔ان میں کرشن کمار بھی تھا...... آنجہانی پردھان منتری کے خیمے کے باہر دور دور تک آسامی سپاہیوں کے جھمگٹے تھے ......ہر طرف چہ مگوئیاں اور سرگوشیاں زوروں پر تھیں......

پریم چند کو خبر ہوئی تو وہ بھی افسوس کے لیے رندھیر اور کامران کو ساتھ لے کر پہنچ گیا۔نوجوان نیلم کمار کو دونوں لاشوں کے درمیان روتے پیٹتے دیکھ کر وہ پہچان گیا کہ یہ بدنصیب نوجوان مقتولین کا بیٹا ہے......اس نے آگے بڑھ کر نیلم کمار کو اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت میں لے کر اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا! نوجوان تمہارا غم ناقابل برداشت ہے......قاتل نے جو زخم تمہارے آتما پر لگائے ہیں وہ بڑی لمبی مدتوں بعد مندمل ہوں گے......مگر عزیز بھائی صبر کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔

پھر اس نے نیلم کمار کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوں کو پونچھتے ہوئے کہا! ہم تمہارے ہمدرد اور خیر خواہ ہیں۔تم ہمیں ہر میدان میں اپنے قریب پاؤ گے......سردست تو ہمیں تمہارے ماتا پتا کے قاتلوں کی کوئی خبر نہیں......بہر صورت ہم اپنی ساری توانائیاں صرف کر کے قاتلوں تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

نیلم کمار کو پریم چند کے دل کی دھڑکنوں سے محبت کے خلوص اور ہمدردی کی سچائی کی خوشبو آ رہی تھی......

اس نے سسکتے ہوئے کہا! ہم نے آپ کو پہچانا نہیں۔

پریم چند نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا! ہم تمہارے لیے فی الحال اجنبی ہیں......امید ہے بہت جلد ہم ایک دوسرے کے دوست بن جائیں گے۔

کرشن کمار نے کہا! نیلم ان کا نام راجہ پریم چند ہے......اور یہ حاکم بنگالہ سے باغی ہو کر ہمارے ساتھ آ ملے ہیں......

دو چوبداروں نے مہاراجہ کے آنے کی اطلاع دی...... خیمے میں موجود تمام لوگ مؤدب ہو کر کھڑے ہوئے......مہاراجہ ننگے سر اور ننگے پاؤں خیمے میں داخل ہوا......اس کی آنکھوں میں آنسو تھے......اس کے چہرے پر غم و غصے کی پرچھائیاں چھائی ہوئی تھیں......

اس نے پردھان منتری رام شرما کی لاش پر جھکتے ہوئے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! شرما جی ہم تم سے شرمندہ ہیں۔ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی!

کرشن کمار نے شرارتی نظروں سے خیمے میں موجود لوگوں کی طرف دیکھا آخر میں اس کی نظریں نیلم کمار کے چہرے پر جم کر رہ گئیں......

نیلم کمار نے آہستہ سے سر ہلاتے ہوئے گردن جھکا لی......مہاراجہ اب گنگوتری دیوی کی لاش پر جھک رہا تھا...... جھکتے جھکتے وہ فرش پر دوزانوں ہو کر بیٹھ گیا......ہزار ضبط کے باوجود وہ اپنی سسکیوں اور چیخوں کو روکنے میں ناکام رہا وہ سسکیاں لے کر کہہ رہا تھا"

ظالم نے نجانے ہماری بے گناہ اور بے دوش بہن کو کس جرم کی سزا دی ہے......یہ تو محبت کا پیغام دیا کرتی تھی......یہ تو پھول کی طرح خوبصورت اور دلفریب تھی......یہ تو پریم بانٹنے والی تھی اس کو کس جرم میں خون میں نہلا دیا گیا ہے......

پھر اس نے نیلم کمار کو گلے لگاتے ہوئے کہا! نیلم ہم تمہارے غم میں برابر کے شریک ہیں......ہم بڑے نادان تھے شرما جی کے اپدیش

ہماری سمجھ میں نہیں آئے تھے...... ہم خود فریبی میں مبتلا نہ ہوتے تو ممکن ہے یہ سب کچھ نہ ہوتا۔

پھر مہاراجہ نے حاضرین کی طرف دیکھا ایک ایک کے چہرے پر اس کی نگاہیں الجھتی رہیں۔ آخر میں اس نے کہا! "ارتھیاں تیار کی جائیں۔ شام کو کریا کرم ہوگا۔

ایک لمحے کے سکوت کے بعد مہاراجہ نے کرشن کمار سے پوچھا! مجرم کا کوئی سرغ لگایا ہے تم نے!

کرشن نے آہستہ سے کہا! کریا کرم سے فارغ ہو کر تفتیش شروع کریں گے، ہمارا خیال ہے مہاراج ہم سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔

مہاراجہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہا! شاید تم نے ٹھیک کہا ہے...... ہم قاتل کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔

نیلم کمار نے کرشن کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماموں مہاراج جب آپ کو قاتل کا علم ہے تو پھر کسی سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے...... آپ کے لمبے ہاتھ قاتل کی گردن تک کیوں نہیں پہنچ رہے......

مہاراجہ نے کہا! بیٹے! کبھی کبھی بڑے بڑے بااختیار انسان بھی حالات کے سامنے بڑا بے اختیار اور بے بس ہو جاتا ہے...... شاید اس وقت ہم بھی ایک ایسے ہی بدنصیب اور بے اختیار شخص کی طرح ہو گئے ہیں......

نیلم کمار نے پوچھا! کیا میرے ماتا پتا کا قاتل آپ سے زیادہ بااختیار اور طاقتور ہے؟

مہاراجہ کے بولنے سے پہلے کرشن کمار نے کہا! نیلم تم کیسی باتیں کر رہے ہو...... اس وقت ہمارے مہاراجہ سے زیادہ طاقتور اور بااختیار اور کون ہو سکتا ہے۔

مہاراجہ نے کرشن کمار کی طرف دیکھے بغیر کہا! ایسی باتوں کے لیے یہ وقت مناسب نہیں......

شام کو لاکھوں آسامیوں کی موجودگی میں پردھان منتری اور اس کی دھرم پتنی کی ارتھیوں کو آگ لگائی گئی...... مہاراجہ دیر تک ان شعلوں کو دیکھتا رہا۔ جو آسام کی تاریخ کے ایک ایک باب کو ختم کر رہے تھے...... ان شعلوں کی تپش کو مہاراجہ اپنی روح کے آس پاس محسوس کر رہا تھا...... جملہ مذہبی رسوموں کی ادائیگی تک مہاراجہ مرگھٹ میں رہا...... یہاں پھر ہر طرف سرگوشیاں اور چہ مگوئیاں زوروں پر تھیں...... کرشن کمار کی شیطانی ذہنیت سے مہاراجہ کے خلاف بڑی سازش کامیابی سے متحرک تھی اس کے ہمراز بڑی ہوشیاری سے لوگوں کے ذہنوں میں مہاراجہ کے خلاف نفرت و حقارت کے رویوں کا زہر بھر رہے تھے...... نیلم کمار بڑی بے چارگی سے مہاراجہ کی طرف دیکھتا اور دل ہی دل میں درد کی ٹیسوں کو دبا کر خاموش ہو جاتا...... خطرات کے خوفناک عفریت بڑی تیزی سے اب مہاراجہ اور نیلم کمار کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہے تھے......

ماتمی جلوس واپس ہوا تو کرشن کمار نے نیلم کمار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہمیں اپنی سرگرمیوں سے پوری طرح باخبر رکھنا ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔

سیناپتی کرشن کمار کے وسیع و عریض شاہی خیمے میں آسامی فوج کے تمام بڑے بڑے عہدیدار موجود تھے...... کرشن کے دائیں طرف گھن شام، ٹھاکر اور پرتاب بیٹھے تھے اور بائیں طرف بکرم اور بلراج بیٹھے تھے کرشن کے چہرے پر خوشیوں کے گلاب اڑتے اس کی شرارتی آنکھوں میں

فتح مندی کی رونق اور اقتدار کا خمار تھا...... پری جمال لڑکیاں شراب کے جام پکڑے اشارے کی منتظر کھڑی تھیں...... لڑکیوں کے نیم عریاں بدن تانبے کی مانند چمک رہے تھے......

کرشن کمار نے ایک نردوش کے ہاتھ سے جام لیتے ہوئے کہا! ہم نے مہاراجہ کے حفاظتی دستے کے سربراہ کو بلایا ہے اگر اس نے تعاون کیا تو پھر کسی قسم کا خون خرابے کی نوبت نہیں آئے گی......

بکرم نے مخمور آنکھوں سے کرشن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! کرشن جی! اگر اس نے تعاون نہ کیا تو کیا کرے گا...... مہاراجہ کے حفاظتی دستے کے جوانوں کی کل تعداد پانچ سو ہے اور پانچ سو آدمیوں کو آنجہانی بنانے میں کتنا وقت لگے گا چند لمحوں کی مار میں میدان صاف ہو جائے گا...... ویسے توقع ہے محافظ اتنی جاں نثاری کا مظاہرہ کم ہی کریں گے۔ اس وقت ہر کسی کو معلوم ہو چکا ہے کہ مہاراجہ جے دھج سنگھ کی زندگی کی کشتی منجدھار میں پھنس چکی ہے اور گھڑی دو گھڑی بعد ڈوبنے والی ہے۔ ایسے لوگ برے وقت میں ڈوبنے والی کشتی سے اتر کر اپنی اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں......

ابھی بکرم کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ ایک مسلح سپاہی نے آ کر اطلاع دی۔ مہاراج اجازت ہو تو سابق مہاراجہ جے دھج سنگھ کے محافظ دستے کے سربراہ کو اندر بھیج دیا جائے......

کرشن کمار اور دوسرے فوجی سرداروں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

سپاہی نے حسرت سے کہا! ان داتا کیا سیوک سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔

نہیں...... کرشن کمار نے کہا! ایک بار پھر سابق مہاراجہ! ''جی ہو''

سپاہی نے سر جھکا کر ہنستے ہوئے کہا! ہمارے مہاراج تو آپ ہیں...... وہ تو سابق ہو چکے ہیں اور صبح تک نجانے اور کیا بن جائیں گے......'' ایک بار پھر قہقہہ بلند ہوا!

کرشن کمار نے کہا! ساجن کو بلاؤ......!

ایک لمبا تڑنگا جوان خیمے میں داخل ہوا اور اس نے سر جھکا کر کرشن کمار کو نمسکار کیا اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

کرشن نے بغیر کسی تمہید کے کہا! ساجن! ہمیں معلوم ہے تم عقل مند سپاہی ہو اور امید ہے اس نازک مرحلے میں عقل مندی سے کام لو گے......

ساجن نے سر اٹھا کر کرشن کمار کی طرف دیکھ کر کہا ہم سمجھے نہیں......

بکرم نے قدرے بگڑتے ہوئے کہا تم سب کچھ جانتے ہو اور سمجھتے ہو بننے اور بنانے کی کوشش مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ وقت کم ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ!

ساجن نے کہا! ہم اب بھی کچھ نہیں سمجھے......

پرتاب نے جلدی سے کہا! ہم نے مہاراجہ جے دھج سنگھ کو تخت و تاج سے فارغ کر دیا ہے...... اور ان کی جگہ ان کے جواں سال بھتیجے اور

آسامی فوج کے سیناپتی کرشن کمار کو آسام کا مہاراجہ تسلیم کرلیا ہے..... کل صبح سویرے ان کی رسم تاج پوشی ادا کی جائے گی..... اگر تم نے گھڑی دو گھڑی کے لیے ہم سے تعاون کیا تو تاج پوشی کے موقع پر تمہیں انعام و کرام کے علاوہ کوئی اعلیٰ منصب بھی دیا جائے گا..... بصورت دیگر شاید تم صبح کے اجالے کبھی نہ دیکھ سکو۔

ساجن نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا! مہاراج میرے لیے کیا حکم ہے..... ہم تو تخت اور تاج والے کے غلام ہیں۔

''شاباش'' کرشن کمار نے کہا! تم واقعی عقلمند ہو!

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے کہا! آج رات کے پچھلے پہر ہمارا ایک سپاہی مہاراجہ جے دھج سنگھ کی خوابگاہ میں داخل ہوگا..... اس کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ کو برداشت نہیں کیا جائے گا.....

ساجن نے کہا! ہم سمجھ گئے ہیں سرکار..... اگر آپ حکم دیں تو ابھی اور اسی وقت جا کر اپنے آدمیوں کو وہاں سے ہٹا لیتے ہیں.....

نہیں اس کی ضرورت نہیں بس تمہیں جو کہا گیا ہے..... اس پر عمل کرو اور زندگی بھر اس واقعہ کے بارے میں زبان نہیں کھولنا۔

ساجن نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! سیوک نسلوں سے آداب غلامی کا علم رکھتا ہے۔

''بہت خوب'' کرشن کمار نے اپنے گلے سے موتیوں کی مالا اتار کر ساجن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! یہ لو تمہارا پہلا انعام..... ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔ اب آپ جا سکتے ہیں۔ دیکھو ہوشیار رہنا۔ اپنے خاص خاص آدمیوں کو آگاہ کر دینا تمام سپاہیوں کو مہاراجہ کی خوابگاہ سے دور رکھنا۔

ساجن یہاں سے نکل کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا مندر کی طرف بڑھ رہا تھا..... اس کے دل میں اندیشوں کے ہزاروں طوفان تڑپ رہے تھے وقت اور زمانے کی اس یکا یک تبدیلی سے اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

اس نے اپنے ایک بڑے اعتماد کے ساتھی کو بلاتے ہوئے ایک طرف لے جا کر کہا! راجندر! مہاراج کی زندگی خطرے میں ہے۔

راجندر نے کہا! ساجن ہمیں معلوم ہے۔ بہرصورت دشمن ہماری لاشوں کو روند کر مہاراج تک پہنچے گا۔ ہم اپنے مہاراجہ پر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ اس کے علاوہ شاید ہم کر بھی کچھ نہیں سکتے۔

ساجن نے کہا! یہ تمہارا ایک خوبصورت جذباتی فیصلہ ہے..... ہم نے نہ صرف مہاراج کو بچانا ہے بلکہ حالات کے ستم ظریفوں سے اپنی جانیں بھی محفوظ رکھنی ہیں.....

ہم سمجھے نہیں! راجندر نے کہا!

وقت بہت کم ہے اور ہمیں اس کم سے کم وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ہے۔

راجندر نے کہا! ''تم کچھ کہو تو سہی''

تو ساجن نے کہا! تم فوری طور پر ایک کشتی کا بندوبست کر کے ندی کے کنارے انتظام کرو۔ ہم مندر کی سرنگ کے راستے مہاراجہ کو نکال کر لاتے ہیں.....

راجندر نے کہا! کشتیاں تو ندی میں بہت کھڑی ہیں۔ پتہ نہیں اس وقت وہاں ان کی نگرانی کون کر رہا ہوگا"

تم جلدی جاؤ..... ایک کشتی علیحدہ کر کے کچھ دور جا کر کھڑی کرنا......

ہواؤں کے جھونکوں میں شدت پیدا ہوگئی تھی...... گھنگھور گھٹائیں بڑی تیزی سے آسمان پر چھا رہی تھیں..... ہر طرف اندھیری گھور ہو چکی تھی......!

ساجن نے کہا! راجندر! بھگوان ہم پر مہربان ہو رہا ہے..... تم جاؤ اس طوفانی رات میں بڑی آسانی سے مہاراج کو لے کر نکل جاؤ گے۔

راجندر آسمان پر گرجتی چمکتی گھٹاؤں کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور پھر اندھیرے میں گم ہوگیا..... ساجن تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مہاراجہ کی خوابگاہ کی طرف بڑھنے لگا اس نے دور کسی کو مہاراجہ کی خوابگاہ میں داخل ہوتے دیکھ لیا..... اس کا دل گھبرانے لگا......

ساجن نے تلوار کھینچ کر دروازے پر متعین سپاہی کی طرف دیکھ کر کہا! تم بھی نظریں بدل گئے ہو!

"نہیں! نہیں" سپاہی نے سرگوشی سے کہا! "فکر کی کوئی بات نہیں..... یہ مہاراج کے بھانجے نیلم کمار ہیں......"

ساجن نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے تلوار کو نیام میں رکھا اور تیزی سے خوابگاہ میں داخل ہوگیا......

نیلم کمار نے کہا! ساجن..... مہاراج کی زندگی خطرے میں ہے۔"

ہمیں معلوم ہے اور ہم نے اپنی طرف سے مہاراج کو یہاں سے نکالنے کا بندوبست کیا ہے......"

پھر اس نے مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے کہا! مہاراج! جلدی کیجئے وقت بہت کم ہے۔"

پھر اس نے مختصر لفظوں میں مہاراجہ کو آگاہ کرتے ہوئے کہا! معاف کرنا مہاراج اس وقت ان حالات میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بھگوان آپ کی رکھشا کرے گا۔

مہاراج نے جلدی جلدی پجاریوں کا روپ دھارا..... ماتھے پر سفید لکیریں بنائیں..... قینچی سے مونچھوں کو صاف کیا..... اس بہروپ بدلنے میں نیلم اور ساجن مہاراجہ کی مدد کر رہے تھے مہاراجہ کی آنکھیں ساون کے بادلوں کی طرح چھم چھم برس رہی تھیں......!

مہاراجہ نے نیلم کو گلے لگایا اور روتے ہوئے کہا! نیلم ہمارے بچے اپنا خیال رکھنا..... ہمارے بعد خونی اژدھا کا اگلا شکار تم ہی ہو۔

نیلم نے مہاراج کے قدموں پر جھکتے ہوئے رو کر کہا! ماموں مہاراج! بھگوان آپ کی رکھشا کرے جس طرح ممکن ہو آپ جلد از جلد برما پہنچنا۔ امید ہے برما کا مہاراجہ ضرور اس برے وقت میں آپ کی مدد کرے گا..... جائیں ہم یہیں سفاک قاتل کا انتظار کرتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ ہمارے ماتا پتا کا قاتل بھی وہی نکلے گا..... ہمارا اس بدترین انسان نمار رندے سے ملنا بے حد ضروری ہے......

نیلم نے بھیس بدلا ہوا تھا..... ساجن نے باہر جھانک کر دیکھا..... اندھیرا گہرا تھا..... گھٹائیں گرج رہی تھیں..... بجلی چمک رہی تھی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی......

ایک سپاہی نے آہستہ سے کہا! "نکل جاؤ جناب" ساجن اور مہاراج تیزی سے باہر نکل گئے......

نیلم نے مہاراجہ کے بستر کے پیچھے لٹکتے ہوئے ریشمی پردے کی طرف دیکھا......اس نے دو بڑے بڑے سرہانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ رکھا...... کہ پہلی نظر میں یہ دکھائی دے کہ مہاراجہ سویا ہوا ہے...... سرہانوں پر اس نے ریشمی چادر ڈال دی......اور پھر تلوار کو خود بے نیام کر کے پردے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہوگیا......اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا......لمحہ لمحہ بڑا بوجھل ہوتا جا رہا تھا...... کہیں قریب بجلی گری...... ایک خوفناک دھماکہ ہوا......مہاراجہ کی خوابگاہ میں خوشبودار قندیلیں لرز گئی تھیں......اچانک دروازہ چرچرایا ایک بن مانس نما نقاب پوش کمرے میں داخل ہوا......اس نے سیاہ رنگ کا لباس اور سیاہ رنگ کا نقاب پہن رکھا تھا اس کے دائیں ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا......

کمرے میں داخل ہو کر اس نے اچھی طرح اردگرد کا جائزہ لیا......خنجر کو دیکھا اور پھر مہاراجہ کے بستر کی طرف قدم بڑھایا ابھی اس نے دوسرا قدم نہیں اٹھایا تھا کہ نیلم کمار نے چیتے جیسی پھرتی سے تلوار کے زوردار وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا......اس کا دھڑ الگ...... سر الگ موت کا رقص کرتے رہے......اس کے کٹے ہوئے گلے سے خون کا فوارہ اچھل کر کمرے کی چھت تک پہنچ رہا تھا۔

نیلم نے جلدی سے دوسرا اہم ترین فیصلہ کیا......اس نے جلتی ہوئی مشعل اٹھائی اور کمرے کو آگ لگا دی ریشمی پردوں اور بستروں نے چشم وزون میں آگ پکڑلی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آگ کی سانپ کی زبان کی طرح لہراتی ہوئی بجلیوں نے پورے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا......نیلم تیزی سے باہر نکل آیا۔ بارش زور زور سے برس رہی تھی۔ بجلی کڑکتی تو زمین کو زلزلہ آ جاتا...... آسمان سے پانی کا طوفان ساز مین پر گر رہا تھا...... بڑے بڑے قدآور درختوں کی چوٹیاں جھک جھک کر زمین کو چوم رہی تھیں...... ہر طرف بادلوں کا شور تھا۔

نیلم تندوتیز ہواؤں سے ٹکراتا ہوا بڑی تیزی سے اپنے خیمے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا......مہاراجہ جے دھج کے کمرے سے آگ کے شعلے نکل کر آگے کی طرف سفر کر رہے تھے......نیلم خیریت سے اپنے خیمے میں پہنچ گیا......اس نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا اور پھر...... بستر پر لیٹ کر گہری نیند سو گیا اسے قرار سا آ گیا تھا......اس نے اپنے ماتا پتا کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا......



ساجن نے مہاراجہ جے وجے سنگھ کو مندر کی اس سرنگ کے راستے باہر نکالا جس کے ذریعے آج سے چند ماہ پہلے کلثوم، احمد حسن اور ایک مولوی صاحب کو ہاشم، اسماعیل، شنکر اور کامنی پجاریوں کو قتل کر کے نکال کر لے گئے تھے۔۔۔۔۔ساجن نے بڑی ہوشیاری سے بدنصیب مہاراجہ کو سرنگ سے آگے ندی کے کنارے اس کشتی تک پہنچایا جس پر راجندر چپوار سنبھالے بیٹھا تھا۔طوفانی بارش اور تند و تیز ہواؤں کے جھکڑوں کی وجہ سے تمام آسامی ملاح اپنی کشتیوں کو ندی سے باہر نکال کر اپنے اپنے خیموں میں دبکے ہوئے تھے۔۔۔۔۔کسی نے ساجن اور مہاراجہ کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔مہاراجہ نے پجاری کا روپ دھارا ہوا تھا۔۔۔۔۔راجندر ملاحوں کے خیموں سے کافی آگے درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا تھا۔۔۔۔۔

جب مہاراجہ کشتی میں سوار ہو گیا تو ساجن نے راجندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! راجندر حالات کتنے سنگین اور بے درد ہوں مہاراجہ کا ساتھ نہیں چھوڑنا۔۔۔۔۔اس طوفانی رات سے ڈرنا گھبرانا نہیں۔۔۔۔۔یہ تمہارے لیے بڑی شبھ رات ہے۔اس طوفان میں تم بڑی آسانی سے مہاراجہ کو موت کی اس بستی سے نکال کر بہت دور لے جا سکتے ہو۔

راجندر نے چپوار سنبھالتے ہوئے کہا! ساجن کشتی کا رسا کھول دو۔۔۔۔۔فکر مند نہیں ہونا۔۔۔۔۔سچ ہے مصیبت میں انسان کا سایہ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔لاکھوں کروڑوں انسانوں اور زمین کے ایک وسیع و عریض حصے پر حکمرانی کرنے والا آج بے کس و بے بس اور بے وطن ہو کر پناہ کی تلاش کہنے انجانی منزلوں کی طرف جا رہے ہیں۔اس وقت مہاراجہ کا اپنا سایہ بھی دور بھاگ رہا ہے۔مگر اپنے مہاراجہ کے کندھے سے کندھا ملائے کشتی کا چپوار سنبھالے طوفان سے ٹکرانے کے لیے ان کے ساتھ بیٹھے ہیں۔جب تک ہماری جان ہمارے جسم میں رہے گی ہم مہاراجہ کے ساتھ رہیں گے اور جب موت نے ہمیں بے بس کر دیا تو ہم کو معاف کر دینا اب رسہ کھول کر میری طرف پھینک دو!

ساجن نے کشتی کا رسہ درخت سے کھول کر جلدی سے راجندر کی طرف پھینک دیا۔۔۔۔۔ندی کی تند و تیز طوفانی لہروں پر کشتی تنکے کی طرح بہتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔بجلی چمکی تو ساجن نے دیکھا دور۔۔۔۔۔بہت دور کشتی تیر کی طرح پانی کے بہاؤ پر جا رہی تھی۔ساجن کی آنکھیں چھلک پڑیں۔اس نے ایک سرد آہ بھری پھر دوڑتا ہوا مندر کی سرنگ میں گھس گیا۔۔۔۔۔

مہاراجہ کی خوابگاہ ابھی جل رہی تھی۔اگر بارش نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ اب تک پورا مندر آگ کی لپیٹ میں آ چکا ہوتا۔۔۔۔۔ساجن جب مندر کے رہائشی حصے میں پہنچا تو اس نے ایک درخت کے پیچھے ایک نقاب پوش کو دیکھا۔وہ دبے پاؤں اس کے قریب پہنچا اور اسے دبوچ کر مہاراجہ کی جلتی ہوئی خوابگاہ کے قریب لا کر بولا! بتاؤ! مہاراجہ کی خوابگاہ کو تم نے آگ لگائی ہے۔

نہیں وہ ہکلایا۔۔۔۔۔

تو ساجن نے ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا اور خنجر اس کے سینے میں اتار دیا اور اس کی تڑپتی ہوئی لاش کو گھسیٹتا ہوا مہاراجہ کی خوابگاہ کے دروازے تک لے آیا

یہاں اس نے اپنے ایک سپاہی کو کہا! اس خبیث کو اٹھا کر اندر پھینک دو۔اس طرح ہمارا منصوبہ مشکوک نہیں رہے گا۔۔۔۔۔دو جلے ہوئے

انسانی ڈھانچوں کو دیکھ کر کرشن کمار کو یقین آ جائے گا کہ مقتول اور قاتل دونوں کو آگ نے جلا دیا......"

سپاہی نے اٹھا کر دروازے کے راستے جلتے ہوئے کمرے میں پھینک دیا......

صبح ہوتے ہی ساجن نے کرشن کمار کو جا کر کہا! مہاراجہ کے ساتھ آپ کا آدمی بھی جل گیا ہے......!

جل گیا ہے...... کیا مطلب؟ کرشن نے تیوری چڑھاتے ہوئے پوچھا!

تو ساجن نے کہا! اس سلسلے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا...... میرا خیال ہے ہوا کے کسی تیز جھونکے سے کوئی مشعل الٹ گئی ہوگی...... پھر ریشمی پردوں کو آگ لگ گئی ہوگی...... آگ اتنی تیزی سے بھڑکی کہ کسی کو باہر نکلنے کا موقع ہی نہیں دیا...... آگ نے کمرے کی ہر شے کو نگل لیا ہے۔ ابھی تک آگ بدستور بھڑک رہی ہے......!

کرشن کمار نے سوچ کر کہا! چلو یہ بھی اچھا ہوا...... قاتل اور مقتول دونوں کے قدموں کے نشان مٹ گئے...... تم جاؤ...... اور باہر جا کر مشہور کر دو کہ مہاراجہ کے کمرے کو آگ لگ گئی...... طوفان بادوباراں کی وجہ سے کسی کو کوئی خبر نہ ہو سکی...... اور مہاراجہ جل گئے ہیں......

آسامی افواج کو دوسری صبح یہ خبر سنائی جا رہی تھی...... مہاراجہ بھی پردھان منتری کے پیچھے اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں...... مندر کا وہ حصہ پورا کا پورا جل کر خاکستر ہو چکا تھا...... جو مہاراجہ کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہو رہا تھا...... جب آگ بجھا کر دیکھا تو کمرے کے اندر دو انسانی جلے ہوئے ڈھانچے پڑے تھے...... ایک کا سر تن سے جدا ہو کر کچھ فاصلے پر پڑا تھا...... کرشن کمار کو اطمینان ہو گیا کہ جس ڈھانچے کا سر جدا ہے وہ مہاراجہ کا ہے اور دوسرا سر بلراج کا جو اسے قتل کرنے آیا تھا...... نیلم ایک بار پھر اشکباری کر رہا تھا۔

اس نے کرشن کمار کو مخاطب کر کے کہا! کرشن جی! یہ کیا ہو رہا ہے...... ماتا پتا کے بعد مہاراجہ......

کرشن کمار نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے کہا! بھگوان کو یونہی منظور تھا......

دن چڑھے مندر کے بڑے کمرے کے بڑے سے جگن ناتھ دیوتا کے بت کے سامنے کرشن کمار کی رسم تاج پوشی ہوئی...... پجاریوں نے نئے مہاراجہ کے سر پر سونے کا تاج رکھا اور بدھائیاں دیں...... بعد میں بکرم، پرتاب، گھن شام ٹھاکر اور نیل کمار نے نئے مہاراجہ کے پاؤں چھوئے اور اپنی اپنی وفاداریوں کا یقین دلایا۔ مہاراجہ کرشن کمار نے بکرم کو فوج کا سیناپتی بنا دیا اور نیلم کمار کو پردھان منتری بنایا دوسرے سرداروں کو زر و جواہر دیئے اور مناسب پجاریوں میں سونا چاندی تقسیم کیا گیا۔ کرشن کمار یہاں سے فارغ ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور آسامی افواج کے سارے پڑاؤ کا چکر لگایا......

پھر اس نے جشن تاج پوشی منانے کا حکم دیتے ہوئے کہا! آج جی بھر کے شراب پیو۔ ناچو گاؤ اور جس طرح بھی کا جی چاہے خوشیاں مناؤ"

سپاہیوں نے خوشی سے ناچنا گانا اور پینا شروع کر دیا...... پھر یہ طوفان بدتمیزی پھیلتا پھیلتا جگن ناتھ کی بستی کی گلی گلی میں پھیل گیا...... بارش کے تھمتے ہی آسامی سپاہیوں کی ٹولیاں بستی میں پھیل گئیں...... کوئی گھر ان کی ظالمانہ کارروائیوں سے محفوظ نہیں رہا تھا...... بستی کی لڑکیوں کو اٹھا کر پڑاؤ میں لے گئے...... جن کو کنواری لڑکیاں نہیں ملیں انہوں نے ادھیڑ عمر کی عورتوں کو اٹھا لیا...... جہاں کہیں کسی نے مزاحمت کی وہاں انہوں نے تلوار سے کام لیا...... آسامی سپاہیوں کے قہقہوں...... عورتوں کی چیخوں اور زخمی مردوں کی دردناک کراہوں نے پوری بستی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

ایک نوجوان نے راگھوناتھ کو گریبان سے پکڑ کر غصے سے کہا! راگھوناتھ بتاؤ...... یہ کیا ہو رہا ہے...... ہماری عزت اور غیرت کو اس طرح

سرِ عام کیوں پامال کیا جا رہا ہے...... آخر ہم کونسی ایسی خطا کر بیٹھے ہیں...... جس کی ہمیں اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے......

راگھوناتھ خاموش تھا...... اس کی آنکھوں میں جمود تھا...... کچھ تو بولو......

اتنے میں دو آسامی سپاہی ادھر آ نکلے......

انہوں نے راگھوناتھ کے گھر گھستے ہوئے پوچھا! پنڈت جی تمہارے گھر میں کتنی پریاں ہیں؟

راگھوناتھ نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! بھگوان کے لیے اس گھر پر رحم کرو...... ہماری دو جوان لڑکیاں ہیں...... ہم غیرت دار آدمی ہیں...... اور تمہارے مہاراجہ کے خاص آدمی ہیں......

ایک سپاہی نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا! ہٹ جاؤ...... ہمارے راستے میں آنے والوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے...... تم ہمارے مہاراج کے خاص آدمی ہو اس لیے تمہیں معاف کر دیتے ہیں...... تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اب تک اس کی لاش تڑپ رہی ہوتی......

وہ اندر کی طرف بڑھنے لگے تو راگھوناتھ اس کے قدموں پر گر پڑا...... سپاہیوں نے اس کو اس زور سے ٹھوکریں ماریں کہ بوڑھا راگھوناتھ بے ہوش ہو گیا......

اندر سے دو خوبصورت لڑکیاں چلاتی ہوئی نکلیں۔ ظالمو! ہمارے پتا کو نہ مارو...... یہ تو تمہارے مہاراجہ کے وفادار ہیں......

سپاہیوں نے انہیں بات پوری نہیں کرنے دی...... انہوں نے لڑکیوں کو اس طرح دبوچ لیا جس طرح باز چڑیا کو اپنے خونی پنجوں میں دبوچ لیتا ہے...... ان کے جانے کے بعد بوڑھے راگھوناتھ کو ہوش آیا......

وہ دیوانوں کی طرح چیخنے چلانے لگا "میری بچیاں کہاں ہیں...... نہیں تم میری بچیوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کر سکتے......

"کیوں راگھوناتھ جی" نوجوان نے پوچھا۔ تمہاری بچیوں کے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا......

راگھوناتھ نے باہر گلی میں نکل کر پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے کہا! کیونکہ میں مہاراجہ کا خاص آدمی ہوں۔ اس لیے میری بچیوں کے ساتھ بدتمیزی نہیں ہو سکتی......

بارش تھم چکی تھی...... مگر گھٹائیں اسی طرح چھائی ہوئی تھی...... دھلی دھلی فضائیں...... مہکی مہکی مست خرام ہوائیں...... چنبیلی کے پھولوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی...... کالے کالے بادلوں کے ٹکڑے ایک دوسرے کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے پھرتے تھے...... بستی کے ہر گھر میں رونا پیٹنا شروع تھا......

راگھوناتھ پاگل ہو چکا تھا۔ اس نے ایک آسامی سپاہی کا گریبان پکڑ کر کہا! تم نے ہماری بچیوں کو کیوں اٹھایا ہے...... تم نے انہیں کہاں چھپایا ہے......!

سپاہی نے اسے دھکا دے کر ایک طرف پھینک دیا...... اس کا سر پختہ دیوار سے ٹکرا گیا۔ خون بہنے لگا...... راگھوناتھ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا...... وہ بادلوں کے پرے کسی کو ڈھونڈ رہا تھا...... وہ کسی گم گشتہ جنت کو خلاؤں میں ڈھونڈتا ڈھونڈتا بے ہوش ہو گیا......!



بادو باراں کے طوفان کا زور لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ندی کی سطح بلند سے بلند ہوتی جا رہی تھی...... چار چار فٹ اونچی لہریں پھنکارتے ہوئے خوفناک اژدھوں کی طرح اٹھ اٹھ کر مہاراجہ جے دھج سنگھ کی چھوٹی سی کشتی کو تنکے کی طرح اچھال رہی تھیں...... راجندر اور مہاراجہ جے دھج بڑی مشکل سے کشتی کو قابو کیے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ گرداب پڑ رہے تھے۔ جگہ جگہ خوفناک اور ہلاکت خیز بھنور موت کا رقص کر رہے تھے ندی کا پانی کناروں سے نکل کر جنگل میں دور دور تک پھیلتا جا رہا تھا۔ اندھیرا اس قدر گھپ اور گھمبیر تھا کہ مہاراجہ اور راجندر ایک دوسرے کی شکلیں نہیں دیکھ سکتے تھے...... آسمان پر بادلوں کی گھن گرج اور بجلی کے کڑاکوں نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔ ندی کے لہروں کے شور میں جلال خداوندی پنہاں تھی خالق کائنات کی قدرتیں اپنے جلال دکھا رہی تھیں...... ہواؤں کے جھونکوں کی تندیوں میں بادلوں کے سینوں میں تڑپتی مچلتی بجلی کے کوندوں میں موجوں کے تلاطم کی بلا خیزیوں میں دور جنگل کی وحشت ناک سرسراہٹوں میں چشم بینا کے لیے عبرت ہی عبرت تھی کائنات کی زندگی کی ایک رمق سہمی ہوئی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی تھی شان خداوندی کا جھومر صرف اس خالق و مالک کو بجتا ہے جو ہر شے پر قادر ہے......

ایک مہاراجہ جو کل تک ایک ملک کی وسیع وعریض زمین پر بسنے والے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا خدا بنا ہوا تھا۔ اس وقت موت کے جوار بھاٹے پر بے کسی اور بے بسی سے سہا ہوا تھا اس کی شان خداوندی کی جھوٹی لن ترانیوں کا بے ہودہ خمار پل کے پل میں ہوا کے زلزلہ خیز جھونکوں نے کافور کر دیا تھا...... وہ ڈرا ہوا سہا ہوا اور گھبرایا ہوا آنیوالے ہر لمحے کو اپنی زندگی کا آخری لمحہ سمجھ رہا تھا مہاراجہ جے دھج سنگھ کا شیروں جیسا دل کسی کمزور سی چڑیا کی مانند سینے میں پھڑ پھڑا رہا تھا......

اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں راجندر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! راجندر ہمیں تو اب اس طرح محسوس ہو رہا ہے...... جیسے موت سے ڈر کر موت ہی کی تلاش میں جا رہے ہیں......

راجندر نے پھولی ہوئی سانس کو سمیٹتے ہوئے جواب دیا...... ! مہاراجہ میرا خیال ہے۔ یہ بھی زندگی کا ایک حصہ ہے...... موت نے اپنا رخ بدل لیا ہے...... ہمیں زندگی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو رہا ہے...... ہم نے زندگی کو جتنا سستا سمجھ رکھا تھا آج اس حقیقت سے پردہ اٹھ رہا ہے کہ زندگی بڑی گراں قدر اور گراں قیمت چیز ہے...... اس ہلاکت خیز پھنکارتی ہوئی موجوں کے تلاطم پر زندگی کو کتنی بڑی قربانیاں دینی پڑ رہی ہیں۔ لگتا ہے آپ تھک گئے ہیں...... اٹھیے ہمت کا دامن مضبوطی سے تھام کر زندگی کے لیے جنگ لڑیئے...... نجانے آزمائش کی یہ بلا خیز اور صبر آزما گھڑیاں کتنی باقی رہ گئی ہیں...... منزل قریب بھی ہو سکتی ہے...... ہمارا خیال ہے ہم بہت جلد ساحل مراد تک پہنچ جائیں گے کچھ بھی ہو...... ہم نے حوصلے اور ہمت سے حالات کا مقابلہ کرنا ہے موسم اور ماحول بڑا ڈراؤنا ہی سہی مگر کرشن کماری کی طرح قاتل اور ظالم نہیں......

مہاراجہ کی بجھتی ہوئی آنکھوں میں ایک بار امیدوں کی روشنیاں جھلملانے لگیں اس نے چپوار پر اپنے تھکے ماندے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو راجندر...... بھگوان ظالم نہیں ہو سکتا...... ہم نے زندہ رہنا ہے اپنے لیے نہ سہی مظلوموں کی خاطر زندہ رہنا ہے۔ جن کو ہماری حماقتوں اور مدہوشیوں نے ایک درندے کے آگے باندھ کر پھینک دیا ہے......

صبح تک طوفان کی شدتوں میں کافی حد تک کمی واقع ہوگئی تھی...... ہواؤں کے بے رحم جھونکوں کی شدتوں کی شدت کم ہو رہی تھی...... مگر پانی کی سطح بلند ہوتی جارہی تھی......

راجندر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا! مہاراج لگتا ہے بھگوان کو ہم پر ترس آ گیا ہے۔

مہاراج کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ اس نے کہا! لگتا تو ہمیں بھی ایسا ہے مگر راجندر ہم نے سنا ہے اکثر سفینے ساحل کے آس پاس ڈوب جاتے ہیں......

راجندر نے آسمان کی طرف دیکھا موسلا دھار بارش اب ہولے ہولے مترنم رم جھم میں تبدیل ہوتی جارہی تھی قیامت کا زور ٹوٹ رہا تھا۔

راجندر نے کہا! محسوس ہوتا ہے۔ دریائے برہم پتر میں طغیانی آئی ہوئی ہے...... جس کا پانی اس ندی میں پھیل رہا ہے۔

صبح کے اجالے کالی گھٹائیں کے سینے سے چھن چھن کر ماحول کو کچھ کچھ واضح کر رہے تھے...... مگر چند قدم دور ابھی اندھیرے ہی اندھیرے تھے...... تھوڑی دیر بعد انہوں نے اپنی کشتی کو بے قابو ہوتے اور بڑی تیزی سے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کیا...... یہاں پانی کا اس قدر شور تھا کہ کانوں کے پردے پھٹ رہے تھے۔

اوہ بھگوان! راجندر کی چیخ نکل گئی...... ''مہاراج''

راجندر نے مہاراجہ جے وجے سنگھ کو دھکا دے کر پانی میں پھینکا اور اس کے پیچھے خود بھی پانی میں کود پڑا اس نے بڑی ہمت اور بڑی مشکل سے ڈوبتے ہوئے مہاراجہ کو پکڑا اور کنارے کی طرف تیرنے لگا...... پھر ایک زوردار دھماکہ ہوا...... خالی کشتی فضاء میں اچھلی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھر موجوں پر آ گری...... اصل واقعہ یوں ہوا کہ سامنے ایک پہاڑی تھی جس سے ندی کا طوفانی پانی ٹکرا کر اپنا رخ تبدیل کر رہا تھا...... یہاں پہاڑی سے ٹکرانے والی ہر موج تیس تیس فٹ بلند ہو کر پہاڑی کے دامن میں جنوب کی طرف اپنا رخ تبدیل کر رہی تھی...... اگر راجندر کی حاضر دماغی کام نہ دکھاتی تو کشتی کے ساتھ مہاراجہ اور راجندر کے ٹکڑے بھی فضاؤں میں اچھل کر دور موت کی تاریک وادیوں میں گم ہو جاتے۔

راجندر نے بڑی مشکل سے مہاراجہ کو شور کی ہلاکت سے نکال کر کنارے تک پہنچایا...... ندی کے کنارے کے ساتھ ساتھ کمر تک پانی بہہ رہا تھا۔ مہاراجہ بھی کافی حد تک سنبھل چکا تھا...... وہ پانی میں چلنے لگا...... رفتہ رفتہ پانی ختم ہو گیا اور وہ خشکی پر پہنچ گئے...... بارش تھم چکی تھی...... اب درختوں کے پتوں پر کھڑے ہوئے بارش کے پانی کے قطرے زمین پر گر رہے تھے۔ ایک درخت کے نیچے کچھ صاف جگہ تھی......

وہاں مہاراجہ کو بیٹھاتے ہوئے راجندر نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا! مہاراج! ہم نے کہا تھا نہ کہ بھگوان ہم پر دیا کریں گے...... دیکھیے ہم ہلاکت خیز منجدھاروں اور گردابوں سے نکل کر پھر دنیا میں لوٹ آئے ہیں...... سامنے دیکھیے! شاخوں پر آشاؤں اور امیدوں کے شگوفے اور غنچے پھوٹ رہے ہیں طائران خوش نو...... صبح کے گیت گا رہے ہیں...... آپ سن رہے ہیں نا...... آپ محسوس کر رہے ہیں نا آپ کو یقین ہو گیا نا...... موت ہمارا تعاقب نہیں کر رہی......

راجندر شدت جذبات سے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو پڑا...... یہ انسانی فطرت کا ایک بڑا نازک مقام ہوتا ہے جونہی کوئی کسی دردناک

قیامت سے بچ کر زندگی کی بہاروں میں دوبارہ لوٹ آتا ہے...... تو خوشی کی ہچکیاں اسے رونے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ مہاراجہ نے بھی دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔

اس نے راجندر کو گلے لگاتے ہوئے کہنا شروع کر دیا۔ راجندر ہمارے محسن! ہمارے بچے بھگوان نے موقع دیا تو ہم تمہارے ان احسانوں کا کچھ نہ کچھ ضرور صلہ دیں گے...... ہم تمہارے ساجن اور نیلم کے جنم جنم تک ممنون اور احسان مند رہیں گے تم لوگوں نے ہمیں نہ صرف ایک نئی زندگی دی ہے بلکہ زندگی کا ایک نیا شعور بھی دیا ہے...... بھگوان نے دوبارہ موقع دیا تو ہم اپنے پچھلے گناہوں کے داغ دھونے کی کوشش کریں گے۔

بارش تھم چکی تھی...... ہواؤں کی تندیوں میں اب مست خرامی کی نزاکت کی اور دلربائی سی آ گئی تھی...... کوئل کوک رہی تھی...... کوئل کی پرشور کوکو اور عنادل کی نغمگی مل کر سنگیت کا ایک دلفریب امتزاج پیدا کر رہی تھی......

کچھ دیر ستانے کے بعد راجندر نے کہا! اب ہمیں جنگل میں شمال کی طرف بڑھنا چاہیے۔ اس طرح ہم مسلمانوں کے لشکر سے بچ کر جنگل کے اندر ہی اندر برما تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان گھنے جنگلوں کی حدیں برما تک پہنچ جاتی ہیں......

مہاراجہ نے ایک نئے عزم سے اٹھتے ہوئے کہا! راجندر بیٹے اب ہمیں کسی قسم کا خوف اور خطرہ نہیں ہے...... تم نے جو کہا تھا سچ کہا تھا ہمیں زندہ رہنا ہے زندہ رہیں گے ہمیں یقین سا ہونے لگا اگر مسلمانوں نے ہمیں گرفتار بھی کر لیا تو حاکم بنگالہ ہم سے اچھا سلوک کریں گے......

وہ جنگل میں شمال کی طرف بڑھنے لگے...... دوپہر تک وہ گھنے جنگل میں چلتے چلتے تھک گئے......

تو راجندر نے ایک کھلی جگہ کو صاف کرتے ہوئے کہا! مہاراجہ آپ یہاں آرام کریں...... ہم جنگل سے جنگلی پھل تلاش کرنے جاتے ہیں...... آپ کو بھوک لگی ہوگی......

بھوک تو لگی ہے مگر تم اکیلے کیوں جاتے ہو، ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔

راجندر نے کہا! نہیں! آپ آرام کریں...... ہم جوان ہیں اور اونچے اونچے درختوں پر بھی بڑی آسانی سے چڑھ سکتے ہیں۔

راجندر نے اپنی تلوار مہاراجہ کو دیتے ہوئے کہا! ہوسکتا ہے کوئی جنگلی درندہ ادھر آ نکلے اس سے اپنی حفاظت کرنا......!

مہاراجہ نے کہا! اور تم نہتے جا رہے ہو کیا جنگلی درندوں سے تمہاری دوستی ہے۔

راجندر ہنس پڑا...... اور تیزی سے گھنے جنگل میں غائب ہو گیا...... مہاراجہ دیر تک اس کے قدموں تلے آ کر ٹوٹنے والی ٹہنیوں کے چرچرانے کی آوازوں کے ترنم کو اپنے کانوں میں سموتا رہا ابھی راجندر کو گئے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مہاراجہ کے سامنے ایک بار پھر موت ایک خوفناک جنگلی شیر کی صورت میں آ کھڑی ہوئی...... ایک خوفناک شیر اچانک درختوں کے جھنڈ سے نکل کر سامنے آ کر غرانے لگا۔

...... مہاراجہ پہلے تو گھبرایا...... مگر پھر ایک اچھے سپاہی کی طرح سنبھل کر مقابلے کو تیار ہو گیا...... مہاراجہ نے تلوار کھینچ لی...... اور دوہرا ہو کر شیر کے مقابلے کے لیے جم کر کھڑا ہو گیا...... شیر اپنے تمام تر دبدبے کے ساتھ اپنا خوفناک منہ کھول کر اتنے زور سے دہاڑا کہ مہاراجہ کو اپنے قدموں تلے زمین کانپتی ہوئی محسوس ہوئی...... شیر کی گچھے دار دم فضاء میں لہرا رہی تھی اس کا مطلب تھا کہ وہ حملے کی تیاری کر چکا ہے...... پھر اس نے اس قدر

تیزی سے جست لگائی کہ مہاراجہ تلوار سمیت زمین بوس ہوگیا...... شیر کے وزن تلے مہاراجہ نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی مگر بے سود...... شیر کے خوفناک دانت مہاراجہ کے دائیں کندھے کے گوشت میں پیوست ہوگئے ابھی اس نے مہاراجہ کو ایک ہی جھٹکا دیا تھا کہ اچانک شیر نے مہاراجہ کو چھوڑ دیا...... اور ایک دردناک دہاڑ کے بعد پلٹا...... مگر اس کے پلٹ کر حملہ آور ہونے سے پہلے نیزے کا دوسرا وار اس کے حلق کو چیرتا ہوا اگلے کندھوں سے پار ہوگیا...... شیر گر پڑا اور موت کی کربناک ہچکیاں لینے لگا......

راجندر چیختا چلاتا آ رہا تھا...... ہم آ رہے ہیں...... ہم آ رہے ہیں......

اجنبی شیر دل نوجوان نے مہاراجہ کو اٹھاتے ہوئے پوچھا! آپ ٹھیک ہیں نا! گھبرایئے نہیں زخم زیادہ گہرا نہیں ہے......

مہاراجہ نے اس نوجوان کی گردن کے گرد اپنا بازو ڈال کر توازن قائم کرتے ہوئے کہا! ''ہم ٹھیک ہیں'' اور ہم تمہارے بڑے ممنون ہیں......!

اتنے میں راجندر بھی پہنچ گیا...... اس کا جسم کانٹوں اور درختوں کی ٹہنیوں سے زخمی تھا وہ ایک مسلح نوجوان کو مہاراجہ کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے دیکھ کر ٹھٹک گیا...... سامنے ایک خوفناک شیر اپنی زندگی کی آخری سانسیں پوری کر رہا تھا......

مہاراجہ نے کہا! راجندر! اس نوجوان کا شکریہ ادا کرو! اس کے پاؤں چوم لو اس کے ہاتھوں کو بوسہ دو اس نے ہماری زندگی بچائی ہے۔

راجندر نے آنکھ دبا کر کہا! ''سادھو جی!...... بھگوان نے اس اوتار کو آکاش سے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔''

پھر اس نے نوجوان کے ہاتھ چومے اور اس کے قدموں پر گر پڑا...... یہ کیا کر رہے ہو......

اس نوجوان نے راجندر کو اٹھاتے ہوئے کہا! بھائی ہم نے انسانی فرض ادا کیا ہے...... کسی پر کوئی احسان نہیں کیا...... اب تم لوگ ہمارے ساتھ چلو...... وہاں ان کے زخم کی مرہم پٹی بھی ہو جائے گی...... اور تمہیں آرام کا موقع بھی مل جائے گا......

تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو؟

ہم حاکم بنگالہ کی فوج کے ایک ادنیٰ سپاہی ہیں...... ہمارا نام حیدر امام ہے''

''حیدر امام'' مہاراجہ کے چہرے پر زردی سی چھا گئی...... اس کا دماغ چکرانے لگا۔

مہاراجہ نے کراہ کر کہا! شکریہ! حیدر امام ہمارا سفر کھوٹا ہوگا...... ہم نے بہت دور جانا ہے......

ٹھیک ہے...... حیدر امام نے کہا! ہم آپ کا سفر کھوٹا نہیں کریں گے...... مگر آپ کو اس حالت میں جانے بھی نہیں دیں گے...... شاید آپ کو معلوم نہیں درندوں کے دانتوں پر بڑا زہر ہوتا ہے...... گھبرانے کی کوئی بات نہیں...... آپ جو کوئی بھی ہیں...... آسامی ہیں...... مانا کہ اس وقت آسامی ہم سے برسرپیکار ہیں...... مگر ہم ہر آسامی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے...... آپ لوگ بے فکر ہو کر ہمارے ساتھ آئیں......

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ چار پانچ اور مسلح...... نوجوان وہاں پہنچ گئے......

''سردار! آپ ٹھیک تو ہیں''

ایک نوجوان کے پوچھنے پر حیدرامام نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم بالکل ٹھیک ہیں...... یہ بزرگوار زخمی ہو گئے ہیں...... ان کو لے چلو......

مہاراجہ اور راجندر کے پاس اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا...... وہ خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑے...... تھوڑی دور جنگل کے اندر ایک شاہراہ تھی۔ یہ وہی شاہراہ تھی...... جس پر اسی مہاراجہ کی قید سے فرار ہو کر موہن، ششیکھر، کامنی اور دو آسامی سپاہی گزرے تھے......

حیدرامام نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا! حسن! یہ بزرگوار زخمی ہیں ان کا زخم صاف کر دیجئے اور کوئی مناسب مرہم لگا کر پٹی باندھ دیجئے۔

ایک سپاہی نے کہا! ''یہ آسامی لگتے ہیں''

ہاں یہ آسامی ہیں مگر اس وقت ان کو ہماری مدد کی اشد ضرورت ہے...... اسے شیر نے زخمی کیا ہے اور تمہیں پتہ ہے درندوں کے دانتوں میں کتنا زہر ہوتا ہے...... انسان باؤلا بھی ہو سکتا ہے......

حسن نے مہاراجہ کا زخم صاف کیا اور پٹی باندھی......

پھر حیدرامام نے کہا! اب تم ہمارے ساتھ بھدریک چلو گے یا تمہیں حاکم کے پاس بھیجا جائے۔

راجندر نے کہا! سرکار! ہم سادھو سیلانی لوگ ہیں ہمیں جانے دیجئے۔

حیدرامام نے کہا! آپ کو کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی...... فکرمندی کی کوئی بات نہیں البتہ اس طرح تم کہیں بھی کسی کے ہاتھوں نقصان اٹھا سکتے ہو۔

راجندر نے ایک دفعہ پھر جان چھڑانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر اس دفعہ حیدرامام نے ذرہ سختی سے کہا! نوجوان تم اپنے آپ کو مشکوک بنا رہے ہو...... اس میں تمہاری بہتری ہے کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو ورنہ مشکل میں پھنس جاؤ گے......

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! بہتر ہے بھدریک کی بجائے ہمیں حاکم بنگالہ کے پاس بھیج دیا جائے......

حیدرامام نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ ان کو نواب صاحب کے پڑاؤ میں پہنچا دیا جائے۔

دو مسلمان سپاہیوں نے گھوڑے خالی کر دیئے۔ مہاراجہ اور راجندر گھوڑوں پر سوار ہو گئے...... ان کے دائیں بائیں مسلمان سوار چل رہے تھے...... پھر رات گئے یہ لوگ ندی کنارے نواب صاحب کے مستقل پڑاؤ میں پہنچ گئے...... نواب صاحب ان کے پہنچنے سے پہلے وہاں روانہ ہو کر تاور خان کی بستی چلے گئے تھے...... حیدرامام کے سپاہیوں نے ان کو پڑاؤ کے امیر شاہ رخ کے حوالے کر دیا......

جس روز مہاراجہ جے دھج سنگھ تخت و تاج سے محروم ہو کر شاہ رخ کے پڑاؤ میں ایک سادھو کے روپ میں پہنچا۔ اسی روز کرشن کمار نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا!

جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر نے نئے مہاراجہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے پوچھا! ابھی تک مہادیو رتن اور دوسرے دو دان

پجاریوں کے بارے میں کوئی شبھ سماچار حاصل نہیں ہوئی...... بھگوان جانے ان شری مانوں پر کیا بیت رہی ہو گی......

مہاراجہ کرشن کمار نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! تم چِنتا کیوں کرتے ہو۔ اب ہم راج سنگھاسن پر براجمان ہیں...... اگر مسلمانوں نے ہمارے ودوان پجاریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو ہم ان کے خون کی ایک ایک بوند کے عوض مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں گے...... بستیوں کی بستیاں جلا دیں گے...... ہم پورے بنگال کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیں گے...... پرنتو ہمیں یقین ہے مسلمان ایسا نہیں کر سکتے۔ تم اطمینان سے رہو...... ہمارے آدمی مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں...... آج شام تک کوئی نہ کوئی خبر مل جائے گی'' مہاماترمطمئن ہو کر چلا گیا......

بکرم بیس ہزار تازہ دم سواروں کے ساتھ نادر خان کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا...... بکرم کی جنگی منصوبہ بندی کامیاب رہی...... اس نے بہت کم نقصان کے بدلے مسلمانوں کو بہت تھکایا اور شام سے پہلے پہلے پسپا ہوتا ہوا جنگل میں روپوش ہو کر اپنے مستقر میں پہنچ گیا...... پرتاب نے اپنی ناکامیوں کا غصہ نہتے اور کمزور دیہاتیوں کو تہہ تیغ کر کے نکالا اور اس نے کئی چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کو تاخت و تاراج کر دیا۔ وہ اپنے ساتھ کھانے پینے کے سامان مدہوشی اور بہت ساری دیہاتی لڑکیوں کو قیدی بنا کر لے آیا وہ فاتحانہ انداز سے جگن ناتھ دیوتا کی بستی میں داخل ہوا۔ نقار طبل وقرنا کے شور نے پوری بستی کو متوجہ کیا...... چالیس کے لگ بھگ مسلمان لڑکیاں رسیوں سے بندھی ہوئی بدمعاش سپاہیوں کے گستاخ نرغے میں بصدر رسوائی لائی جا رہی تھی...... بستی کے ہندو قہقہے لگا رہے تھے۔ ستم رسیدہ لڑکیوں کے بال کھلے ہوئے تھے۔ لباس پھٹے ہوئے تھے۔ بدن زخمی اور خون آلودہ تھے...... وہ نڈھال تھیں اور قدم قدم پر لڑکھڑا کر گر پڑتی تھی...... آسامی سپاہی انہیں بالوں سے پکڑ کر کھینچتے تھے اور نیزوں کی تیز انیوں کے کچوکے لگا کر چلنے پر مجبور کر دیتے تھے...... پرتاب گھوڑے پر اس طرح اکڑ کر بیٹھا ہوا تھا...... جیسے کوئی بہت بڑا فاتح آرہا ہو...... پرتاب نے ان بے کس مظلوم لڑکیوں کو مہاراجہ کرشن کمار کے سامنے پیش کر دیا......

مہاراجہ نے غصے اور حقارت سے ان کی طرف دیکھ کر کہا! ان کو سپاہیوں میں بانٹ دو۔ ان کی قسمت کا فیصلہ کل کیا جائے گا......

ایک لڑکی نے کہا! تم سے پہلے بھی کوئی شخص یہاں تخت نشین تھا۔ اس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقین تھا۔

لڑکی نے کہا! اس دنیا میں بڑے بڑے فرعون، نمرود اور یزید گزرے ہیں...... ان کے عبرتناک انجام کو پیش نظر رکھ کر ہماری قسمت کا فیصلہ کرنا وقت کا دریا اپنے رخ تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اس وقت تمہارے پاؤں تلے تخت ہے اور سر پر تاج ہے۔ کل کو تخت کی جگہ تختہ اور تاج کی جگہ دار و رسن کا پھندا بھی تمہاری اس اکڑی ہوئی گردن میں پڑ سکتا ہے......

مہاراجہ کرشن کمار چلایا۔ گستاخ بدزبان تمہاری یہ جرات ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

لڑکی نے مردانہ عزم سے کہا کوئی بات نہیں! مسلمان زادی ہوں اور تمہیں معلوم ہے مسلمان موت سے نہیں ڈرتے۔ اتنے ظلم کر و جتنے سہہ سکتے ہو۔ یہ سائے بڑی تیزی سے ڈھل جاتے ہیں۔''

مہاراجہ غصے سے کانپ رہا تھا۔ وہ ایسی تند و تلخ باتیں سننے کا عادی نہیں تھا...... اس نے تلوار اٹھائی اور آگے بڑھ کر لڑکی کا سر تن سے جدا کر دیا...... خون کی دھاریں مہاراجہ کے لباس پر پڑ رہی تھی...... اس معصوم بے خطا اور نوعمر لڑکی کے لہو کی بوند بوند زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی تھی

......ظالم! اپنی قسمت ناز پر ناز نہیں کرو'' سر بریدہ لاش تھوڑی دیر تک تڑپتی رہی اور پھر سکون کی ابدی نیند سوگئی۔ اس کی بے نور اور بے جان مسکراتی ہوئی آنکھیں مہاراجہ کے چہرے پر فاتحانہ انداز سے جمی ہوئی تھیں...... جیسے کہہ رہی تھیں اس سے آگے کیا کرو گے...... یہاں سے آگے تمہاری بے بسی شروع ہو جاتی ہے...... اور ہم حلقہ شام وسحر کی قید سے آزاد ہو کر قطرے سے سمندر بن گئے ہیں...... ہماری روح تمہارے تعاقب میں لگی رہے گی......تم بہت جلد اپنے بدترین انجام کو پہنچو گے...... دوسری لڑکیاں خوفزدہ ہو کر کبھی بپھرے ہوئے مہاراجہ کی طرف دیکھتی تھی اور دکھی سہی ہوئی نظروں سے گستاخ اور بدمعاش سپاہیوں کی طرف دیکھتی تھیں۔

مہاراجہ نے پلٹ کر اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! ان کو یہاں سے لے جاؤ اور سپاہیوں میں بانٹ دو!

لڑکیوں نے گھبرا کر آسمان کی طرف دیکھا تو مہاراجہ نے کہا! آکاش پر کیا ڈھونڈ رہی ہو! ہم سے رحم کی بھیک مانگو!

ایک معصوم لڑکی نے ڈرتے ڈرتے کہا! ہم بھیک مانگنے والی نہیں ہیں...... ہمیں تو بھیک مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا......ہم نے تو دعائیں مانگنے والے والدین کے گھروں میں جنم لیا ہے......

مہاراجہ نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا! ''پھر بار بار اوپر کیا دیکھتی ہو......!

لڑکی نے کہا! ''اوپر ایک ہے...... جو سارے جہاں کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے......اس کی بارگاہ میں دعا ہے......اس عذاب سے وہی ہم بے سہاروں کو بچا سکتا ہے......!

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ان سب کو یہاں سے لے جاؤ کل کسی وقت ان کے مقدر کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

دوسرے روز شام سے کچھ دیر پہلے بستی کے شمشان میں لکڑی کے موٹے موٹے چالیس کھمبے زمین میں گاڑے گئے اور پھر ان کھمبوں کے ساتھ ایک ایک کا ہاتھ اوپر کر کے ان مظلوم لڑکیوں کو لوہے کی زنجیروں میں اس طرح جکڑ کر باندھ دیا گیا کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتی تھیں...... کھمبوں کے نیچے خشک لکڑیوں کے گٹھے رکھے گئے تھے...... شمشان بھومی کے میدان میں بستی کے لوگوں کا ہجوم تھا......ان لڑکیوں کے بال کھلے ہوئے تھے......

شام کے قریب کرشن کمار، پرتاب، گھن شام ٹھاکر اور بکرم، میدان میں داخل ہوئے......ان کے لیے مسندیں لگائی گئی تھیں......

مہاراجہ کرشن کمار نے مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! ان کے لباس پھاڑ دو اور لکڑیوں کو آگ لگا دو...... سپاہیوں نے ان کے لباس پھاڑنے شروع کر دیئے۔

ایک لڑکی نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا! ظالمو! ڈرو اس وقت سے جو دبے قدموں تمہاری طرف بڑھ رہا ہے...... ہمیں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دو مگر یہ ظلم نہ کرو...... کسی نے بھی ان کی فریاد پر توجہ نہ دی۔ ہندو خوشی سے پاگلوں کی طرح ناچ رہے تھے اور لڑکیوں کو پتھروں سے مار رہے تھے......

مہاراجہ کرشن کمار نے ایک بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! اب بلاؤ اپنے حاکم کو! پکارو اپنے خدا کو......

سپاہیوں نے لکڑی کے گٹھوں کو آگ لگا دی...... آگ کے شعلوں کی خوفناک لہراتی زبانوں نے لڑکیوں کے پاؤں کے تلووں کو جلانا

شروع کر دیا...... ان کی دردانگیز اور کربناک چیخیں آسمان تک پہنچ رہی تھیں...... شعلے بلند سے بلند ہوتے جا رہے تھے...... ہر طرف گوشت، خون اور چربی کے جلنے کی بو پھیلی ہوئی تھی...... آگ کے شعلوں نے لڑکیوں کے نچلے دھڑ جلا کر کوئلے کی طرح کر دیئے تھے...... جب ان کی مجبور روحیں جسم کے خاکی پنجروں کی قید سے آزاد ہونے کے لیے آخری ہچکیاں لینے لگیں تو آسامی سپاہیوں نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی...... جب ظلم و زیادتی، قہر و قیامت، جبر و استبداد کے کوہ گراں کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر بے کس لڑکیاں موت کی آغوش میں سو گئیں تو درندوں نے میدان سے نکلنا شروع کر دیا......!

مہاراجہ کرشن کمار نے جاتے ہوئے کہا! ان خوبصورت چڑیلوں کو تا حکم ثانی اس طرح رہنے دیا جائے کسی مناسب موقع پر یہ انمول تحفے حاکم بنگالہ کی خدمت میں ارسال کیے جائیں گے......"

رات دھیرے دھیرے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ شعلوں کی تپش ماند پڑ چکی تھی...... لکڑی کے کھمبوں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ لڑکیوں کی گردنیں تیروں سے چھلنی سینوں پر جھکی ہوئی تھی...... آگ کے شعلوں کی حدت اندر ہی اندر ان کے سر کے بالوں تک سرایت کر چکی تھی...... ان کے لمبے لمبے بال گچھوں کی شکل اختیار کر چکے تھے...... غمزدہ رات سہمی سہمی نظروں سے مظلومیت کی ان تصویروں کو دیکھ رہی تھی...... ہواؤں کے جھونکے صلیبوں پر لٹکی ہوئی ادھ جلی لاشوں سے لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے...... آسمان ان پر شبنم کے آنسو بہا رہا تھا...... ہر طرف ہیبت ناک سناٹا طاری تھا۔

☆☆☆

(اس کہانی کا باقی حصہ "راجکماری حصہ دوئم" میں ملاحظہ کیجیے، جسے آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)

بادشاہ علی قلی خان مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد تسبیح اور تحلیل میں مشغول تھا...... ایک صاحب نے آ کر اطلاع دی کہ اعظم خان اور راجہ پریم چند کی بیوی کلدیپ بازیابی کی اجازت کے طلبگار ہیں۔

بادشاہ نے مصلے پر بیٹھے بیٹھے کہا! ''اجازت ہے''

اعظم خان اور کلدیپ ایک دوسرے کے آگے پیچھے سر جھکائے خیمے میں داخل ہوئے...... اعظم خان نے بادشاہ کا ہاتھ چوما اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا...... کلدیپ نے ایک عالم بے خودی میں آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور بے اختیار چومنے لگ گئی......

بادشاہ نے اس کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! چندا بیٹی ہم نے تمہیں کئی بار منع کیا ہے کہ ہمیں اس طرح گنہگار نہ کیا کرو...... مسلمانوں کے دین میں انسانوں کی پرستش جائز نہیں......

چندارانی روتی بھی جاتی تھی اور بار بار بادشاہ کے قدم بھی چوم رہی تھی...... اس نے کہا! ہم تو ہندو ہیں...... دیوتاؤں کی پوجا ہمارے دھرم میں جائز ہے...... ہندو اپنے دیوتاؤں کی اسی طرح ٹوٹ کر پوجا کرتے ہیں...... جس طرح ہم کر رہے ہیں...... آپ ہمارے دیوتا ہیں......!

پگلی! حاکم نے چندارانی کو اپنے قدموں سے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا! پگلی! تو تو ہماری بیٹی ہے...... ہم دیوتا نہیں ہیں...... بلکہ ہم تو اپنے خدا کے انتہائی عاجز اور گنہگار بندے ہیں...... یہ بتاؤ تم اکیلی ہو...... وہ تمہارے پریمی پریم چند کہاں ہے؟''

چندارانی نے آنسو پونچھتے ہوئے حاکم کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عقیدت سے چومتے ہوئے کہا! اس کا نام نہ لیجئے سرکار وہ ہم سے باغی ہو کر آسام کے مہاراجہ جے دھج سنگھ کے پاس چلا گیا ہے۔

......ایک لمحے کے لیے تو بادشاہ کے دلکش سرخ و سفید چہرے پر فکر مندی کی ایک لہر دوڑ گئی...... مگر اعظم خان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم دیکھ کر بادشاہ نے کہا! پریم! ہم سے بے وفائی نہیں کر سکتا وہ جہاں بھی ہے اور جہاں بھی ہو گا وہ ہمارا ہے اور ہمارا رہے گا......

چندارانی کے خوبصورت گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ وفورِ جذبہ محبت سے نواب صاحب کے ہاتھ پر پیوست ہو چکے تھے......

چندارانی...... اتم انتہا پسند بنتی جا رہی ہو!''

چندارانی نے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سنا ہے آپ کے پیغمبر کی عظیم المرتبہ بیٹی اپنے سلطانوں کے سلطان باپ کے اسی طرح ہاتھ چوما کرتی تھی''

خاتون جنت اور تاجدار حرم کا مقدس نام سن کر بادشاہ کی آنکھیں چھلک پڑیں اور اس نے اپنے کانپتے ہوئے ہونٹ چندارانی کی پیشانی پر پیوست کرتے ہوئے ڈبڈبائے ہوئے عقیدت بھرے لہجے میں کہا! ہاں بیٹی! اور ہمارے رسول خدا ﷺ اسی طرح اپنی بڑی شان والی بیٹی کا ماتھا چوم کر اپنی محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے......

بڑی دیر تک اس ملکوتی محبت کا بحر بیکراں متلاطم رہا...... پھر اعظم خان نے بادشاہ کو پریم چند کے منصوبے سے آگاہ کیا! باشاہ نے مسکراتے

ہوئے کہا! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مہاراجہ جے دھج سنگھ اپنے ناپاک مقاصد مذہبی منافرت پھیلا کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ جیور کے قلعہ دار کے پاس بھی ہندوؤں کا ایک وفد گیا تھا...... مگر اس نے انہیں قید کر لیا...... پریم چند نے بڑا دلچسپ موثر فیصلہ کیا ہے......!

اعظم خان نے کہا! سنا ہے مہاراجہ نے آسام سے اپنی باقی ماندہ سپاہ اکٹھی کر لی ہے...... اب اس کے پاس ایک محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ کے لگ بھگ فوج موجود ہے...... اور پھر وہ ادھر ادھر بھی ہاتھ پاؤں مار رہا ہے......

بادشاہ نے کہا! ہمیں سب کچھ معلوم ہے"

اعظم خان نے کہا! حملے کا حکم کب دیا جائے گا!

بادشاہ نے کہا! دیکھو اعظم جنگ تو شروع ہو چکی ہے...... ہم چاہتے ہیں وہ اپنی ساری طاقتیں جمع کر لیں...... اس طرح آئندہ کے لیے ہمارے راستے کی ساری دشواریاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جائیں گی!

"اعظم خان! بادشاہ نے آہستہ سے کہا! ہم نے آسام کی راجدھانی تک بڑھنا ہے وہاں فیروز خان کا بیٹا ہاشم قید خانے میں ہے۔ اس کے علاوہ مہاراجہ کی بیٹی چندر کانت کے ہم پر بڑے احسان ہیں...... ہم نے اسے ہر قیمت پر تحفظ دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ سچ تو یہ ہے ہم اس نیک دل نیک سیرت راجکماری کے لحاظ کے پیش نظر جے دھج سنگھ کی بدتمیزوں کو برداشت کیے ہوئے ہیں...... کیونکہ بدبخت مہاراجہ اس کا باپ ہے...... ہم نے اسے دیکھا نہیں سنا ہے وہ آسام کے اندھیروں میں روشنی کی ایک کرن کی مانند ہے...... اس نے سچائی کے وقار کے سربلندی کی خاطر اپنے باپ سے ٹکرا کر ہم پر بڑے احسان کیے ہیں۔

اعظم خان نے کہا! حضور بادشاہ اس وقت راجکماری کہاں ہے......!

مہاراجہ اسے اپنے ساتھ لایا تھا مگر اپنے سیناپتی وجے کمار کے قتل پر اسے موردِ الزام ٹھہرا کر مہاراجہ نے اسے راجدھانی بھیج دیا ہے...... ہمیں خطرہ ہے واپسی کے بعد مہاراجہ کے درباری اسے راجکماری کو سزا دینے پر مجبور کریں گے...... مگر ہمارا ارادہ کچھ اور ہے...... ابھی بادشاہ کی گفتگو جاری تھی کہ بادشاہ کو گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان کے آنے کی اطلاع دی گئی......

بادشاہ نے شرف باریابی بخشتے ہوئے مصلیٰ عبادت سے اٹھ کر فیروز خان کا استقبال کیا...... فیروز خان ادھیڑ عمر کا بڑی وجاہت والا سردار تھا...... اس کا قد لمبا جسم بھرا بھرا رنگ گندمی اور عقابی آنکھوں سے شجاعت و جوانمردی ٹپکتی تھی...... اس نے جھک کر حاکم کی عباء کو بوسہ دیا! بادشاہ نے اسے گلے لگا لیا......

بادشاہ اپنی مسند پر بیٹھ گیا تو فیروز خان نے اعظم خان سے ہاتھ ملایا اور کلدیپ کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا! ہماری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہیں تو یہ ہماری بیٹی چندا رانی ہے۔

کلدیپ نے فیروز خان کے قدم چومتے ہوئے کہا! چچا جان آپ پہچان گئے ہیں ہم کلدیپ ہیں"

فیروز خان نے اسے گلے لگا کر کہا! کلدیپ نہیں بیٹی! تم تو ہم سب کی چندا ہو...... وہ تمہارا مجنوں کہاں ہے؟

کلدیپ شرما سی گئی تو فیروز خان نے کہا! خدا کی قسم تم دونوں کے درمیان جو محبت اور عشق ہے لگتا ہے تم پر خداوند کریم بہت ہی مہربان ہے...... پگلی محبت تو خدا کی وہ عطا ہے جو ہر گدا کو نصیب نہیں ہوتی ...... جہاں میاں بیوی کی محبت موجود ہوتی ہے وہاں رحمتوں کے فرشتوں کی ملکوتی سرسراہٹیں ہر وقت اپنی نغمگی بکھیرتی رہتی ہیں......

چچا جان! کلدیپ نے آہستہ سے کہا! آپ تو فلسفہ عشق کے استاد لگتے ہیں۔

ہاں بیٹی! فیروز خان نے کہا! جس کا دل محبت کے نور اور عشق کے سوز نہاں سے خالی ہوتا ہے وہ اجڑے ہوئے اس کھنڈر کی طرح ہوتا ہے۔ جس میں نفرت کے مکروہ چمگادڑ اور خوف عفریت بسیرا کرتے ہیں......

حاکم بنگال نے مسکرا کر کہا! چندا رانی آؤ ہمارے قریب آ کر بیٹھو......

چندا رانی بیٹھ گئی تو بادشاہ نے فیروز خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! اپنے ساتھ کتنے سپاہی لائے ہو اور قلعے کی حفاظت کے لیے کتنا لشکر چھوڑ کر آئے ہو!

فیروز خان نے تفصیل سے بادشاہ کو سب کچھ بتا دیا تو بادشاہ نے کہا! مہاراجہ جے دھج نے آسام سے اپنی ساری فوجی طاقت طلب کر لی ہے...... ہمارا خیال ہے وہ ایک دو دن تک حملے کی پہل کریں گے۔ ان کے پاس دو سو کے قریب ہاتھی بھی ہیں!

''کیا ہوا۔ فیروز خان نے ایک عزم سے کہا! یہ بیچارے جواں عزم وہمت کی چٹانوں سے کیا ٹکرائیں گے......!

ایک لمحے کے سکوت کے بعد بادشاہ نے کہا! فیروز تمہارے آنے سے پہلے ہم تمہارے بیٹے ہاشم کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

عالی جاہ! ہمارا بیٹا ہاشم سپاہی کا بیٹا ہے اور خود بھی ایک اچھا سپاہی ہے...... اس کے بارے میں فکر مند نہ ہوا کریں...... ایک اچھا سپاہی ہر قسم کے برے اور اچھے حالات سے بخوبی سمجھوتہ کر لیا کرتا ہے......... رہا موت کا مسئلہ تو عالی جاہ! زندگی اور موت کے فیصلے زمین پر نہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں...... ہم نے پریم چند کے بارے میں چندا سے پوچھا تھا!

چندا نے بے نیازی سے کہا! اس کی بات نہ کیجیے وہ باغی ہو کر مہاراجہ جے دھج سنگھ کے پاس چلا گیا ہے...... دیکھ لیا آپ نے ایک مجنوں کا جنون عشق......''

''چندا''! فیروز خان نے ناگواری سے کہا! مذاق مت کرو! پریم چند کے بارے میں ایسی سوچ بھی ہمارے نزدیک گناہ ہے''......

پھر فیروز خان کو پریم چند کے منصوبے کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا تو وہ بھی بے حد خوش ہوا...... غیبی طاقتیں اسی طرح غیر مرئی ذرائع سے ظالموں کو اپنے شدید عقاب کے شکنجوں میں جکڑا کرتی ہے......

شام کے سرمئی دھندلکے رات کے اندھیروں میں گم ہو گئے...... بادشاہ نے گھوڑا طلب کیا۔ وہ رات کا کھانا سارے لشکروں کا بچشم خود ملاحظہ کرنے کے بعد کھایا کرتے تھے......

بادشاہ نے اعظم خان اور فیروز خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم آرام کرو تھکے ہوئے ہو ہم پڑاؤ کا چکر لگا کر آتے ہیں۔

دلاور خان اور سید سیف الدین اپنے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے بادشاہ کے سوار ہونے کے منتظر کھڑے تھے......!

اعظم خان اور فیروز خان نے کہا! عالی جاہ! ہم تازہ دم ہیں اور آپ کے ہمراہ جائیں گے......

''ٹھیک ہے'' بادشاہ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! اعظم خان اور فیروز خان کے ساتھ ساتھ چندارانی بھی گھوڑے پر سوار ہوگئی۔

تو بادشاہ نے بڑی نرمی سے پوچھا! بیٹی تم کہاں جاؤ گی؟

''بیٹی'' اپنے بادشاہ پتا کے ساتھ جائے گی۔ کلدیپ نے کہا تو بادشاہ ہنس پڑے تم بڑی شریر اور حاضر جواب ہو...... ٹھیک ہے چلو تمہیں نادر خان کے گھر اچھی اچھی سہلیوں سے ملوائیں گے......''

شکریہ بہت بہت شکریہ! کلدیپ نے کہا......! بھگوان کی قسم مجھے کلثوم......اور کاظمی سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے......

بادشاہ نے ابھی آدھے پڑاؤ کا چکر بھی نہیں لگایا ہوگا...... کہ انہوں نے جنگل سے بھاگتی دوڑتی ہوئی پراسرار روشنیوں کو دیکھ کر گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے آہستہ سے کہا! یہ کیا اسرار ہے......اس طرح دکھائی دے رہا ہے...... جیسے چالیس پچاس کے لگ بھگ مشعل بردار بڑی تیزی سے پڑاؤ کی طرف دوڑتے ہوئے آرہے ہیں......ادھر مسلمان سپاہی بڑی سرعت سے گھوڑوں پر سوار ہوکر ایک دوسرے کو ہوشیار رہنے کی تاکید کر رہے تھے......!

بادشاہ نے کچھ سوچ کر گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا! یہ آسامیوں کی کوئی غیر متوقع اور عجیب وغریب قسم کی کارروائی معلوم ہوتی ہے......

بادشاہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ پراسرار روشنیاں اسلامی لشکر میں پہنچ گئی تھیں...... یہ دس بارہ کے لگ بھگ بیل گاڑیاں تھیں جن کے آگے جتے ہوئے بیلوں کے لمبے لمبے سینگوں پر آسامیوں نے کپڑے لپیٹ کر آگ لگا رکھی تھی......آگ سے بے زبان بیلوں کے سینگ جلنے لگے تو انہوں نے بے تحاشہ ہوکر دوڑنا شروع کردیا تھا۔

بادشاہ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ پہلے ان بے زبانوں کے سینگوں کی آگ بجھاؤ پھر دیکھتے ہیں چھکڑوں میں کیا لدا ہوا ہے......

مسلمان سپاہیوں نے بڑی مشکل سے بیلوں کو چھکڑوں سے علیحدہ کیا......اور ان کی آگ بجھائی...... چھکڑوں میں سفید کپڑوں میں لپٹی ہوئی لمبی لمبی کچھ چیزیں دکھائی دے رہی تھیں...... آن کی آن میں سینکڑوں مشعل بردار وہاں پہنچ گئے......مشعلوں کی تیز روشنی نے دن کا سماں پیدا کردیا تھا...... بیل گاڑیوں میں لکڑی کے مضبوط اور لمبے لمبے کھمبے سے پڑے تھے۔ جن پر سفید چادریں پڑی ہوئی تھیں...... بادشاہ کے حکم سے ایک چادر ہٹائی گئی تو......ایک دردناک چیخ بادشاہ کے گلے میں گھٹ کر رہ گئی...... وہ لڑکی کی ادھ جلی لاش تھی...... جس کو لکڑی کی مضبوط کھمبے سے زنجیروں کے ساتھ باندھا گیا تھا...... دوسرے کھمبے سے کپڑا اٹھایا گیا تو وہ بھی ادھ جلی لاش تھی...... جس کا سینہ تیروں سے چھلنی تھی...... غم وغصے کی لہریں آسمان تک بلند ہوتی جارہی تھیں...... مسلمان سپاہیوں کا غیض غضب قابو سے باہر ہوتا جارہا تھا...... ایک لاش کے گلے میں رقعہ بندھا ہوا تھا لکھا تھا......

امید ہے حاکم بنگالہ حضور علی قلی خان کو ہماری طرف سے بھیجے جانے والے یہ انمول اور نایاب تحفے بہت پسند آئیں گے ہم آئندہ بھی حضور کی خدمت میں اسی قسم کے تحائف ارسال کرتے رہیں گے نیچے مہاراجہ آسام کی مہر لگی ہوئی تھی......

بادشاہ علی قلی خان نے آنسو پونچھتے ہوئے تلوار کو لہراتے ہوئے کہا! جے دھج سنگھ..... تمہاری زندگی کے دن اب انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ہم تمہیں اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں گے..... اگر ہم نے تمہیں قتل نہیں کیا..... تو..... انسانیت کا خدا ہمیں معاف نہیں کرے گا.....!

اسلام دین فطرت ہے اس کا اپنا مخصوص اور منفرد مزاج ہے جو اس کو دو عالم سے سربلند و سرفراز رکھتا ہے..... اس دین کی شناخت محبت ہے اس دین کی پہچان عفو کرم ہے اس کی انفرادیت مساوات میں پنہاں ہے۔ اسلام ہر ایک کے ساتھ ہر حالت میں انصاف روا رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام دنیاوی قوتوں پر غرور کرنے والوں کی قدم قدم پر حوصلہ شکنی کرتے ہوئے کہتا ہے! ڈرو اس وقت سے جب تم دو عالم کے بادشاہ کے سامنے اپنے اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے پیش کیے جاؤ گے۔ اس وقت تمہارا یہ جھوٹا طمطراق تمہارے لیے وبال جان بن جائے گا تم اس دنیا میں جتنے زیادہ با اختیار ہو آخرت میں اس سے کہیں زیادہ بے اختیار اور بے بس ہو گے۔ انصاف کے پلڑوں کو توازن بدوش رکھو..... غصے اور غیض و غضب کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کرو..... جتنا زیادہ رحم کرو گے تم پر اسی حساب سے بروز قیامت رحم و کرم کیا جائے گا.....

حبیب خدا رحمت عالمین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

''ان حاکموں کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو عدل و انصاف کے معاملے میں خدا کی خوشنودی کی بجائے اپنے شاہانہ مفاد کو مدنظر رکھتے ہیں''

اور پھر ایک مسلمان کا اس حقیقت کے تصور سے ہی کلیجہ پھٹنے لگتا ہے..... جب دوار محشر کے سامنے شافع محشر کسی کے بارے میں یہ فرمائیں گے کہ ہمارا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں' جو شخص بارگاہ رسالت سے دھتکارا گیا..... سمجھو اسے دو عالم نے دھتکار دیا اسلام کا یہ مزاج بڑے بڑے سرکشوں کو جھکا دیتا ہے..... ہم نے تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے بڑے بڑے تاجداروں کو خاک پر جبیں نیاز رگڑ رگڑ کر روتے دیکھا ہے.....

ایک درد آشنا کیا لکھتا ہے..... کہ اسلام میں یزید کی وہ شرمناک یزیدیت اور ابن زیاد کی خونچکاں زیادتیوں کی دردناک داستان بھی ہے..... ان فاسقوں اور فاجروں پر اسلام کی ملکوتی تعلیمات کا اثر کیوں نہیں ہوا..... اس سلسلے میں دین اسلام واضح کرتا ہے کہ ہمارا تعلق صرف اور صرف مظلوم کربلا کے ساتھ قائم ہے..... اور اسی لیے اس کی عزت و آبرو اور مقام مرتبے کو ہر زمانے میں بلند سے بلند تر کیا جا رہا ہے..... آج شمر و یزید کی قبروں کے گندے اور ناپاک نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں..... جب کہ دو عالم نے بے گور و کفن لاشے کو لہو کی بوند بوند کو وہ حیات جاودان پاتے دیکھی کہ کربلا کی گرم ریت کے ذرے ذرے کو خاک شفا کا بلند تر مقام حاصل کیا گیا..... حسین ابن علیؓ کی وجہ سے میدان کربلا آج کربلائے معلیٰ بنا ہوا ہے۔ یہ اسلام کی حقیقتوں کا ایک ایسا مظہر ہے..... جس کے اسراروں میں شان خداوندی کے فلسفے کی روح کا غیر فانی تلاطم ہر دیدہ ور کو صاف دکھائی دیتا ہے.....

..... پھر بھی تمہارا آسامی ہونا تمہارے لیے وبال جان بن سکتا ہے..... ہماری واپسی تک خیمے سے باہر نہیں نکلنا..... ویسے ہم کافی حد تک پرامید ہیں کہ کوئی زیادتی کا مرتکب نہیں ہوگا..... اس سے قطع نظر کہ تم آسامی جاسوس ہو یا سادھو ہو تا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا مجرم صرف اور صرف مہاراجہ جے دھج سنگھ ہے اور وہ کسی طرح بھی ہماری تلواروں کی تیز دھاروں سے اپنی ناپاک گردن کے غلیظ لہو کو بچا نہیں سکتا..... اس کی زندگی کے دن اب ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں پر گنے جا سکتے ہیں.....

شاہ رخ کا چہرہ غم و غصہ کی آگ سے سرخ ہونے لگا تھا...... راجندر اور مہاراجہ کے چہروں پر خوف کے دھند لکے چھائے ہوئے تھے......
وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر اپنی خشک زبانیں پھیر پھیر کر اپنے اندر کے اضطراب کو ظاہر کر رہے تھے......

شاہ رخ نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے پوچھا! اب تمہارے زخمی کندھے کی کیا حالت ہے۔

ٹھیک ہے! مہاراجہ نے ہلکاتے ہوئے کہا! پہلے سے بہت بہتر ہے......

اس نے اپنے زخمی کندھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! نوجوان سردار! ہم آسامی ضرور ہیں مگر آپ کو یقین دلاتے ہیں...... ہم بالکل نردوش ہیں...... بلکہ ہم خود آسامی مہاراجے کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے ہیں! ان حالات میں آپ ہماری کہانی پر یقین نہیں کر سکتے...... بہر صورت ہماری داستان بجائے خود ایک دردناک کہانی ہے...... نوجوان سردار ہم آپ...... کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارے بھی گئے تو کوئی غم نہیں ہوگا...... ویسے ہمیں یقین سا ہوگیا ہے کہ یہاں ہم پر بلاوجہ کوئی زیادتی نہیں ہوگی...... اور اگر موت آ ہی گئی تو پھر کون ٹال سکتا ہے۔ یہاں کی موت وہاں کی زندگی سے بہتر لگتی ہے۔

شاہ رخ نے کہا! تمہارے کل اور اس وقت کے بیانات میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے...... ہم بلاوجہ اور بے ضرورت کھوج لگانے کو اچھا نہیں سمجھتے...... تم دونوں کے لیے بہتر ہوگا کہ تم اپنی اصلیت سے آگاہ کر دو...... ہم جا رہے ہیں امید ہے رات کو واپس آ جائیں گے کل ملاقات ہوگی......شاہ رخ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا......!

تو راجندر نے کہا! مہاراج لگتا ہے آپ سے غلطی ہوگئی ہے۔ شاہ رخ کو شک پڑ گیا ہے۔

مہاراجہ نے کہا! راجندر...... تم بے فکر رہو ہماری اصلیت کا راز کھلنا بڑا مشکل ہے کیونکہ یہاں ہمارا جاننے والا کوئی نہیں ہے...... پھر ہم سے اس بہروپ میں ان لوگوں کے ساتھ کوئی دغا یا فریب کرنے نہیں آئے بلکہ اب تو اگر موقع ملا تو ہم ان لوگوں کے شانہ بشانہ آسامی فوج سے جنگ کریں گے...... شاہ رخ اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز فاصلوں میں ڈوب گئی......!

بادشاہ نے شاہ رخ کو دیکھ کر کہا! آؤ شاہ رخ اپنی مظلوم بہنوں کا آخری دیدار کر لو......

وقت کی ایک بار پھر چیخیں نکل گئیں...... شاہ رخ کی آنکھیں ساون کی گھنگھور گھٹاؤں کی طرح برسنے لگیں......

اس نے ایک لاش کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا! ہم تمہارے بھائی تم سے بڑے شرمسار ہیں...... مگر ہم وعدہ کرتے ہیں مہاراجہ جے دھج سنگھ سے اس کی اس درندگی کا پورا پورا حساب لیا جائے گا......

بادشاہ نے شاہ رخ کو بلا کر کہا! شاہ رخ! تم واپس چلے جاؤ...... ہمیں اطلاع ملی ہے...... آسامیوں نے آج رات بھدریک کے مضافات پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا ہوا ہے...... سید حیدر امام اس سلسلے میں پوری طرح باخبر اور چوکس ہے۔ تم اپنے آدھے لشکر کے ساتھ ندی کے کنارے ہوشیار رہنا...... بتایا گیا ہے آسامی لشکر کا کچھ حصہ کشتیوں کے ذریعے بھدریک پہنچے گا...... ایک بھی آسامی زندہ بچ کر چلا گیا...... تو ہم ان شہیدوں کی قبروں کے سامنے شرمسار ہوں گے......

شاہ رخ نے ایک عزم سے اٹھتے ہوئے حاکم کی عباء کے دامن کو چوم کر کہا! دعا کریں! آسامی شب خون مارنے ضرور آئیں...... انشاء اللہ اس جنگل کے درندے ہفتوں تک ان کی لاشوں کو نوچتے رہیں گے۔

وہ قیامت کی بڑی کٹھن بڑی بوجھل اور بڑی صبر آزما گھڑیاں تھیں۔ مشتعل لوگوں کے جذبات شعلوں کی طرح بھڑک رہے تھے......

اسلامی لشکر کے ہندو مسلمان سب دردِ غم کے اس نا قابل برداشت سانحہ کے سوگ میں برابر کے شریک تھے...... انتقام...... انتقام...... کے نعرے لگ رہے تھے۔ ابھی اور اسی وقت حملہ کیا جائے، لوگ چلا چلا کر کہہ رہے تھے...... سوز والم اور دردِ غم کے دریاؤں میں سوگواریوں کی طغیانیاں شدید تر ہوتی جارہی تھیں...... ہر کوئی قابو سے باہر ہوتا جارہا تھا...... ہر طرف اضطراب تھا...... شدت کرب سے لوگوں کے دل ودماغ نیم بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے...... سپاہی ایک دوسرے کے گلے لگ کر عورتوں کی طرح بین کر کے روتے پھرتے تھے...... فوجی نظم وضبط درہم برہم ہورہا تھا!

بادشاہ نے سیف الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم پر قیامت ڈھائی گئی ہے...... لگتا ہے ہمارے پاؤں تلے سفاک آسامی مہاراجہ نے اپنی بربریت کے انگارے بکھیر دیے ہیں۔ یہ کہرام یہ آہ و فضاء اور یہ اضطراب فطری جذبہ ہے مگر ہمیں اس حال میں اپنے مکار اور سفاک دشمن کی گندی ذہنیت اور چیرہ دستیوں سے غافل نہیں رہنا ہوسکتا ہے اس ساری ظالمانہ اور قاتلانہ کارروائی کے پس پردہ دشمن کی کوئی خوفناک جنگی چال پنہاں ہو آزمائش کی اس سخت ترین گھڑی کو بڑے نظم وضبط سے برداشت کرنا ہے...... اپنے اپنے لشکروں کو سنبھالو...... صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا جائے......

پھر نواب صاحب نے تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے کہا! ایک بار ہم پھر اپنے اس عزم کا اعادہ کرتے ہیں کہ سفاک بے درد اور لسانیت کے بدترین دشمن مہاراجہ جے دھج سنگھ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں گے ہمارا سینہ انتقام اور غم وغصے کی آگ سے جل رہا ہے۔ ہمارے کلیجے کا سارا لہو آنکھوں کے راستے باہر نکلنے لیے کھول رہا ہے...... مگر ہم ضبط سے کام لے رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے ہماری اس بدنظمی سے دشمن فائدہ اٹھانے کی تاک میں چھپا ہوا ہے...... جاؤ اور اپنے اپنے لشکروں کے سپاہیوں کے جذبات ٹھنڈے کرو!

نادر خان اور سوامی منوہر لال کو طلب کر کے کہا! نادر خان ان مظلوموں کی لاشیں بستی میں لے چلو اور ان کے غسل اور کفن کا انتظام کرو'

ہزاروں مشعلوں نے رات کے اندھیرے کو دن کے اجالے میں تبدیل کر دیا تھا...... سپاہی چھکڑوں کو کھینچتے ہوئے بستی کی طرف روانہ ہوئے...... حاکم بنگال علی قلی خان، نادر خان، سوامی منوہر لال اور فیروز خان اس ماتمی جلوس کے آگے آگے ننگے پاؤں اور ننگے سر چل رہے تھے......

جہاں جہاں سے یہ جلوس گزرتا لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں قاری حضرات اونچی اونچی آوازوں میں قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کرتے جاتے تھے...... کلمہ شہادت اور حضور سید المرسلین ﷺ پر درودوں کی ملکوتی صدائیں بلند ہوتیں تو ایک تہلکہ سا مچ جاتا جب یہ جلوس بستی کے اندر پہنچا تو قیامت آتش فشاں بن کر پھٹ پڑی ہندو مسلم خواتین بال کھولے ننگے پاؤں ننگے سر بین کرتی ہوئی گھروں سے نکل آئیں۔ پھر جونہی انہوں نے جلی سڑی مظلومیت کی تصویروں کو دیکھا! غش پر غش کھانے لگیں...... کئی عورتوں کے دلوں پر اس صدمہ کا اس حد تک اثر ہوا کہ ان کے دم نکل گئے...... عورتیں دیوانہ وار دیواروں سے سر ٹکراتی پھرتی تھیں بچے بوڑھے جوان سبھی سوز والم کی متلاطم موجوں میں غوطے کھا رہے تھے...... کلثوم نے ایک لاش کو دیکھا...... پھر دم بخود ہو کر دیکھتی رہی...... اس کی آنکھیں منجمد ہو کر رہ گئیں...... جسم سن ہو گیا...... وہ تیوارئی اور پھر زمین پر ڈھیر ہوگئی۔

نادر خان نے دوڑ کر اس کو اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا! ''کلثوم'' کلثوم میری بچی''

کلثوم بے ہوش ہو چکی تھی...... پانی لاؤ جلدی کرو ورنہ ہماری بچی جان سے گزر جائے گی...... ایک چھوٹی سی ہندو بچی دوڑ کر پانی لائی...... اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ کانپ رہے تھے...... ''خان بابا پانی لے لو''...... نادر خان دیر تک کلثوم کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا رہا کافی دیر بعد کلثوم نے آنکھیں کھولیں اور پھر زور زور سے رونے لگی...... وہ کہہ رہی تھی...... یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہو رہا ہے...... یہ سارے مظالم ہماری وجہ سے ان بے نواؤں پر ڈھائے گئے ہیں'' ہم بڑی بد بخت اور بڑی منحوس ہیں...... پھر اس نے اضطرابی عالم میں زمین پر سر پٹخنا شروع کر دیا......

نادر خان نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں لے کر کہا! کلثوم ہوش میں آؤ...... یہ کیا بے وقوفی ہے تم پورے عالم اسلام کی عزت ہو آبرو ہو...... کون کہتا ہے کہ یہ سب مظالم تمہاری وجہ سے ہو رہے ہیں...... پگلی یہ تو جہاد ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ تمہاری وجہ سے مسلمانوں کو حقیقی جہاد میں حصہ لینے کا موقع میسر آیا ہے...... کامنی...... چندا رانی...... سکینہ...... لعل خان زادی...... اور بستی کی دوسری سرکردہ خواتین نے اپنے سر پھوڑ لیے تھے...... کوئی کسی کو صبر و استقامت کی تلقین کرنے والا نہیں رہا تھا...... وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہے تھے......

فیروز خان نے مسجد کے خطیب کو بلا کر کہا! مولوی صاحب! غسالوں کو بلایا جائے...... جلد از جلد ان لاشوں کو غسل اور کفن دیا جانا چاہیے...... آپ کو معلوم ہے...... پورے لشکروں نے جنازہ پڑھنا ہے......

خطیب نے جلدی جلدی غسال عورتوں کو بلا کر کہا! نواب صاحب کی خواہش ہے...... کہ ان لاشوں کو جلد از جلد غسل اور کفن دیا جائے......

جس وقت غسال عورتیں دوسری عورتوں سے مل کر ان ادھ جلی لاشوں کو زنجیروں کی قید سے چھڑا رہی تھیں...... تو ان کی چیخیں نکل رہی تھیں ان میں سے کئی بے ہوش ہو گئیں...... لاشوں کو لکڑی کے ستونوں سے علیحدہ کیا گیا پردے کا انتظام کیا گیا بستی کی سینکڑوں عورتیں پانی کے مٹکے بھر بھر کر لا رہی تھیں...... قاری حضرات قرآن کی تلاوت کر رہے تھے...... آدھی رات تک چالیس لاشوں کے غسل اور کفن کا کام مکمل ہو گیا تھا...... صبح کی نماز کے بعد جنازہ شروع ہوا''

بادشاہ نے حکم دیا! دو دو ہزار سپاہی آ کر جنازہ پڑھیں...... سارا دن نماز جنازہ ادا ہوتی رہی...... شام کو بڑی عقیدت و احترام سے روتی آنکھوں تڑپتے دلوں، آہوں اور اشکوں کی برسات کے ساتھ وقت کی مظلوم ترین لاشوں کو سپرد خاک کر دیا گیا پھر رات جب گہری ہو گئی تو بستی کی عورتوں کے ساتھ کلثوم، کامنی سکینہ اور چندا رانی...... نے ان کی قبروں پر دیئے جلائے...... چالیس دیے جل رہے تھے رات کے سناٹے میں ان کی مدھم مدھم ٹمٹماہٹوں سے ملکوتی حسن ٹپک رہا تھا...... ہم کربلا کی کہانی کے غم کو سرمایہ حیات سمجھتے ہیں...... کوئی دکھ سے کہہ رہا تھا......!

بادشاہ نے حکم دیا! اپنے لشکروں کو تیار رکھو مگر تاحکم ثانی ندی پار آنے کی ضرورت نہیں اور بھدر ریک کے محاذ پر کڑی نگاہ رکھو۔ ہو سکتا ہے دشمن ادھر سے حملہ کر دے۔



صبح کو مہاراجہ نے کہا! سردار کو ہماری طرف سے گزارش کرو کہ ہم اشنان کرنا چاہتے ہیں۔

شاہ رخ کو ان کی خواہش کا علم ہوا تو اس نے کہا! ہماری طرف سے اجازت ہے۔ وہ اپنے عقیدے کے مطابق بڑے آزادی سے اپنی مذہبی عبادت بھی کر سکتے ہیں۔

چار مسلح سپاہیوں کی نگرانی میں مہاراجہ اور راجندر ندی پر اشنان کرنے آئے۔ وہ اشنان سے فارغ ہوئے۔

تو شاہ رخ نے کہا! سادھو جی! تم نے سن لیا ہوگا کہ ہمارے بے رحم اور انسانیت کے بدترین دشمن مہاراجہ نے کس طرح درندگی کا مظاہرہ کیا ہے!

مہاراجہ نے سر جھکاتے ہوئے کہا! سردار! ہم نے سن لیا ہے۔ بلاشبہ آسام کے مہاراجہ نے انسانیت سوز قدم اٹھایا ہے...... ہم نردوش ہیں اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ اس جرم کی ہمیں سزا ملنی چاہیے۔

وہ کیوں؟ شاہ رخ نے حیرانگی نے پوچھا!

تو مہاراجہ نے کہا! وہ اس لیے کہ ہم بھی آسامی ہیں اور ظلم کی اس سیاہی کے چھینٹے ہم بھی اپنے دامن پر دیکھ رہے ہیں۔

شاہ رخ نے کہا! ہم بے گناہوں اور بے دوشوں کو سزائیں دینے کے عادی نہیں ہم نے مرنا ہے اور داور محشر کے سامنے اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے پیش ہوتا ہے۔

شاہ رُخ خاں جب نادر خان کی بستی سے لوٹ کر اپنے پڑاؤ میں پہنچا تو اس وقت بام فلک پر کہیں کہیں ستاروں کی قندیلیں روشن ہو رہی تھیں...... ندی کے کناروں کے ساتھ ساتھ دونوں طرف جگنو نور کی لکیریں کھینچتے ہوئے ادھر ادھر اڑتے پھرتے تھے گھنے درختوں کی شاخوں پر پرندے اپنا بسیرا کر رہے تھے...... شاہ رخ گھوڑے سے اتر کر اپنے خیمے کی طرف بڑھنے لگا۔

تو ایک سپاہی نے کہا! جناب سید امام حیدر کا قاصد آیا ہوا ہے۔

کہاں ہے وہ؟ شاہ رخ نے جلدی سے پوچھا! اس کو فوراً پیش کیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد ایک لمبا تڑنگا مسلح نوجوان خیمے میں داخل ہوا اس نے بڑے سلیقے سے شاہ رخ کو سلام کیا۔

شاہ رخ نے جواب میں بڑی محبت اور گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔

قاصد نے ایک بار پھر جھک کر سلام کیا اور کہنے لگا۔

ہمیں سردار حیدر امام نے بھیجا ہے انہیں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ آج رات کے کسی حصے میں آسامی افواج آپ کے پڑاؤ پر شب خون مارنے والی ہیں تقریباً دس ہزار آسامیوں کا ایک لشکر کشتیوں کے ذریعے اس طرف آ رہا ہے۔ اس سے پہلے اطلاع ملی تھی کہ وہ بھدر یک پر شب خون ماریں گے مگر بعد میں دوسری اطلاع ملی کہ وہ ان کی جنگی چال تھی......

شاہ رخ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! آسام کے بن مانس ہمیں نا اہل سمجھتے ہیں...... بہت خوب...... آسام کے درندوں کو بہت جلد معلوم

ہوجائے گا کہ وہ قضاء کے گرداب میں پھنس چکے ہیں۔

ایک لمحے کے سکوت کے بعد شاہ رخ نے پھر کہا! سید صاحب نے اور کیا فرمایا ہے۔

قاصد نے کہا! انہوں نے آپ کو ندی کے اسی کنارے کے ساتھ ساتھ ہوشیار اور چوکس رہنے کو کہا ہے۔

پھر قاصد نے کمر بند کے ایک پیچ کو کھول کر کاغذ کا مڑا تڑا ٹکڑا نکال کر شاہ رخ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا! اس تحریر میں منصوبے کی مکمل تحریر درج ہے۔

ایک سپاہی مشعل لے کر دائیں طرف سے قریب آ کھڑا ہوا۔ شاہ رخ بڑے غور سے سید حیدر امام کی لکھی ہوئی تحریر پڑھنے لگا۔

لکھا تھا!...... آپ یہ سن کر یقیناً خوش ہوں گے کہ چوہے بڑی تیزی سے چوہے دان کی طرف بڑھتے آ رہے ہیں...... ناظروں نے اطلاع دی ہے کہ تقریباً ایک سو بڑی کشتیوں میں دس ہزار کے لگ بھگ آسامی جنگ باز ادھر بڑھ رہے ہیں وہ اس شاہراہ پر قابض ہونے کے سہانے خوابوں کی مہلک بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں جس پر حضور حاکم بنگال بادشاہ علی قلی خان کا پڑاؤ ہے...... لگتا ہے والی بنگال کے نادر خان کی بستی میں طویل قیام سے آسامیوں کو دھوکہ ہوا ہے...... ہمارا خیال ہے آدھی رات تک دشمن کی کشتیاں آپ کے علاقے میں داخل ہو جائیں گی۔ ہم نے اپنے جانبازوں کو سرِ شام سے ندی کے کنارے کنارے بڑے کارآمد گھاتوں میں بیٹھا دیا ہے...... ہمارے جانبازوں کے ترکش آتشی تیروں سے بھرے ہوئے ہیں...... جس وقت آسامی کشتیوں پر جلتے ہوئے تیر برسائے جائیں گے تو وہ پناہ کے لیے آپ کی طرف والے کنارے کی طرف اپنی کشتیوں کو دھکیلیں گے...... یقیناً آپ بڑے موثر اور شایانِ شان طریقے سے ان کا استقبال نیزوں کی مہلک انیوں اور تلواروں کی تیز دھاروں سے کریں گے...... ہمارا مطلب بخوبی سمجھ میں آ رہا ہے...... خدا ہمارا تمہارا سب کا حامی و ناصر ہوگا...... ہمیں تو آسام سے عجیب و غریب اشارے مل رہے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ خداوند کریم نے ہمارے تڑپتے ہوئے زخمی دلوں کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخش کر ہمیں درندوں سے انتقام لینے کا موقع دیا ہے۔

شاہ رخ نے کاغذ کے ٹکڑے کو تہہ کر کے اپنے کمر بند میں اڑستے ہوئے کہا! نوجوان اب آپ جا سکتے ہیں............ سید صاحب کی خدمت میں ہماری طرف سے عرض کر دینا کہ ہمارے نیزے ہماری تلواریں اور ہمارے ترکشوں کے تیر بڑی مدت سے آسامیوں کی راہیں تک رہے ہیں...... اللہ نے چاہا تو ہم بڑے تاریخی انداز سے کبھی نہ بھولنے والا استقبال کریں گے۔

قاصد رخصت ہوگیا تو شاہ رخ نے اپنے لشکر کے چیدہ چیدہ عہدیداروں کو بلا کر تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا فوری تیاری کا حکم دیا۔ آن کی آن میں پڑاؤ میں ہلچل مچ گئی۔ سپاہیوں میں کھانا تقسیم ہو چکا تو وہ مختلف دستوں اور ٹولیوں میں بٹ کر ندی کے کنارے جنگل میں پھیل گئے......

شاہ رخ نے دوہری زرہ پہنی قلفی دار خود سر پر سجایا کمر پر ترکش لٹکایا بائیں طرف تلوار لٹکائی اور ہاتھ میں لمبا سا نیزہ لے کر خیمے سے باہر نکلے تھوڑی دیر بعد وہ ندی پر بنے ہوئے لکڑی کے پل کی طرف دیکھتا رہا اور پھر سر جھٹک کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس خیمے میں داخل ہوا۔ جہاں راجندر اور مہاراجہ اجے درجج موجود تھے۔ دونوں نے کھڑے ہو کر شاہ رخ کا استقبال کیا۔

شاہ رخ نے بغیر کسی تمہید کے کہا! آسامی افواج کے چند دستے آج رات یہاں حملہ آور ہونے والے ہیں۔ تمہارے بارے میں کچھ زیادہ علم نہیں ہے...... اگر تم دونوں آسامی مہاراجہ کے جاسوس ہو اور یہاں سے معلومات حاصل کرنے آئے تھے تو سمجھو تمہارا کام مکمل ہو گیا...... تم چپکے سے اندھیری رات کے پردے کے پیچھے چھپ کر یہاں سے فرار ہو جاؤ...... اور اگر تم واقعی سادھو یا جوگی ہو تو ہماری طرف سے تمہیں مکمل آزادی ہے...... جہاں جی چاہے چلے جاؤ!

مہاراجہ نے ایک عزم سے کہا! نوجوان سردار ہم مہاراجہ آسام کے جاسوس نہیں ہیں۔ کل تک تو ہم جوگی تھے ہماری کوئی منزل نہیں تھی۔ مگر اب ہمیں ساحل مل گیا ہے۔ ہم نے آپ کا نمک کھایا ہے اور ہم حق نمک ادا کریں گے۔ اگر آپ ہم پر اعتبار کر سکتے ہیں تو ہم کو جنگ کا موقع دیں گے ہم آپ کے کندے سے کندھا ملا کر آسامی درندوں سے لڑنا چاہتے ہیں...... ہم آسامی مہاراجہ کے ظلم کے ستائے ہوئے ہیں۔ اس نے ہمارے سینوں کو چھلنی کیا ہوا ہے۔ ہم بھی اپنے لہو کی بوندوں کا حساب لینا چاہتے ہیں۔

شاہ رخ نے دونوں کو بنظر غائر دیکھ کر پوچھا! ''تمہارا نام کیا ہے؟''

مہاراجہ نے کہا! اس کا نام راجندر ہے۔ اور ہمیں ماہ پال کہتے ہیں......

''ماہ پال'' شاہ رخ نے کہا! تم دونوں کی باتوں پر یقین نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ ہمارے پاس نہیں ہے........ تم دونوں یہاں رہنا چاہتے ہو تو بخوشی رہو ہم تمہیں پیچھے بھیج دیتے ہیں تم اس وقت ہمارے مہمان ہو اور مہمانوں کو جنگ کی آگ میں دھکیل دینا ہمارے لیے مناسب نہیں ہے...... تمہیں مناسب اسلحہ دے دیا جائے گا بوقت ضرورت اپنی حفاظت کرنا......

''شکریہ'' مہاراجہ نے ممنونیت بھری نظروں سے شاہ رخ کی طرف دیکھ کر کہا! ہم اس اعتماد کے جذبے کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے......

شاہ رخ نے خیمے سے نکلتے ہوئے ایک سپاہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان دونوں کو ضروری اسلحہ دیا جائے۔

سپاہی نے چونک کر شاہ رخ کی طرف دیکھا تو شاہ رخ نے سر کے اشارے سے اپنے حکم کی تائید کی تو سپاہی تیزی سے ایک طرف کو بڑھ گیا...... بڑی خاموشی سے متوقع حملے سے نمٹنے کی منصوبہ بندی کی جانے لگی۔

مہاراجہ جے ونچ نے بڑے سلیقے اور مہارت سے جنگی ہتھیار لگائے۔ تو ایک سپاہی نے حیرت زدہ ہو کر کہا! بزرگو تم تو اپنے آپ کو جوگی کہتے تھے...... مگر تمہارا اسلحہ بندی صلاحیت اور پھرتی ثابت کر رہی ہے کہ تم ایک آزمودہ کار سپاہی ہو!

مہاراجہ نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ بھائی! کبھی کبھی مجبوریاں سپاہی کی امنگوں اور آرزوؤں کو کچل کر اسے بھیس بدل کر جوگی بن جانے پر مجبور کر دیا کرتی ہیں...... ہم تمہارے بے حد ممنون ہیں...... ہمیں ایک بار پھر میدان کارزار میں اپنے سپاہیانہ ڈھنگ سے کھڑے ہونے کا موقع دیا ہے...... آج کی رات کا ایک ایک لمحہ گواہی دے گا کہ ہمارے دلوں میں وقت نے جو انقلاب برپا کیا ہے اس کو ہم نے اپنا سرمایہ حیات سمجھ لیا ہے...... ہم سچائی کے لیے ظلمتوں سے مردوں کی طرح ٹکرائیں گے...... اور ظلم و ستم کے کوہ گراں کی سنگلاخ چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کی دہشتوں کا خاتمہ کر دیں گے۔

بنگال کے دریاؤں ندیوں اور نالوں کا سیمابی مزاج آج کی طرح سینکڑوں برس پہلے بھی اسی طرح غیر یقینی اور نا قابل اعتبار تھا...... جہاں شام کو سطح آب ساکت و جامد ہوتی وہیں پر صبح کے وقت متلاطم موجوں کا شور ہوتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس ندی کا رخ صبح کو مشرق سے مغرب کی سمت ہوتا وہی ندی شام کو پر اسرار طریقے سے اپنا رخ تبدیل کر کے مغرب سے مشرق کی طرف رواں دواں ہوتی تھی۔ فطرت کی اس انوکھی اور حیرت انگیز کرشمہ سازی کا بنگالیوں کو پہلے سے علم ہو جاتا تھا اور وہ فطرت کی اس غیر یقینی تبدیلی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا کرتے تھے...... ان کے برعکس باہر سے آنے والے لوگ قدم قدم پر مصیبت کے گردابوں میں دھنسے چلے جاتے تھے......

اس وقت آسامی فوج کے اس لشکر کو اس قسم کی مصیبت درپیش تھی جو مسلمانوں کے مرکزی پڑاو پر شب خون مارنے کے لیے آ رہے تھے۔ دوپہر کو جب وہ جگن ناتھ کی بستی سے روانہ ہو رہے تھے اس وقت ندی کا پانی کناروں کے برابر بہے جا رہا تھا مگر شام ہوتے ہی کسی نادیدہ طاقت نے ندی کے پانیوں کو اچھال کر کناروں سے باہر پھینکنا شروع کر دیا تھا۔

...... پھر رات گزرتے گزرتے ندی میں خوفناک طغیانی آ گئی...... کشتیاں لہروں پر اچھل کر اوپر نیچے گر رہی تھیں...... کئی کشتیاں ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں...... کئی سپاہی ندی کے منجدھاروں اور گردابوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گم ہو گئے...... پرتاب اس لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ اس نے کئی دفعہ واپسی کے بارے میں سوچا مگر پانی کے تند و تیز طغیانیوں نے اس پر واپسی کی راہیں بھی مسدود کر دی تھیں...... چار و ناچار اسے آگے بڑھنا پڑا......

آدھی رات کے وقت اس کی پہلی چار پانچ کشتیاں دھماکوں کے ساتھ اس پہاڑی سے ٹکرا کر سپاہیوں سمیت غرق آب ہو گئیں۔ جس سے ٹکرا کر راجندر اور مہاراجہ کی کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہوئی تھی...... بدولت و خواری پرتاب اپنے لشکر کے ساتھ اس ندی تک پہنچا جو پہاڑی کے اوپر چکر کاٹ کر شمالاً جنوباً والی بنگال کے مستقر کے قریب سے گزرتی تھی...... اب تک پرتاب کے دو ہزار کے لگ بھگ سپاہی اور دس بارہ کے لگ بھگ کشتیاں تباہ ہو چکی تھیں...... سید حیدر امام اور اس کے جانباز مجاہد جنگل کے اندر ہی اندر آسامی کشتیوں کا تعاقب کرتے ہوئے بڑھتے آ رہے تھے جونہی آسامی فوج کی کشتیاں پڑاو کے قریب سے گزرنے والی ندی میں داخل ہوئی تو حیدر امام نے دار و گیر کا نعرہ مستانہ لگایا پھر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کی گونج سے جنگل کی سوئی ہوئی زندگی ہڑبڑا کر جاگ پڑی...... آسامی ملاحوں کے سنبھلنے سے پہلے جلتے ہوئے تیروں کی برسات نے ہر طرف آگ بھڑکا دی......

...... آسامی لشکر میں موت کی کھلبلی مچ گئی...... سپاہیوں نے جلتی ہوئی کشتیوں سے ندی کے تند و تیز پانی میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں...... زخمیوں کی چیخ و پکار نے رات کے سناٹوں میں موت کی گرمی کے بازار کا ہنگامہ برپا کر دیا...... دوسری طرف شاہ رخ تیر کر کنارے لگنے والے کے خیر مقدم کے لیے جنگل میں چھپا ہوا تھا جونہی آسامیوں کی ایک کثیر تعداد دوسرے کنارے پر پہنچی ادھر سے شاہ رخ نے نعرہ تکبیر اور نعرہ حیدری بلند کیا...... اللہ اکبر...... اور یا علی...... کے نعروں کی گونج نے جنگل کو لرزا کر رکھ دیا...... شاہ رخ کے سپاہیوں نے آسامیوں کو اپنے لمبے لمبے نیزوں کی انیوں پر پرونا شروع کر دیا...... آسامی سپاہی بکریوں کی طرح چیختے چلاتے پھرتے تھے...... شاہ رخ کے سپاہیوں نے انہیں قدم جما کر کھڑا

ہونے کا موقع ہی نہیں دیا...... جب سارے آسامی ندی کے پار پہنچ گئے تو پیچھے سے حیدر امام اور اس کے سپاہیوں نے آگے اور پیچھے موت کی دیواریں کھڑی کر دی تھیں......

پرتاب چیخ چیخ کر آسامی سپاہیوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا وہ کہہ رہا تھا آسام کے جنگلوں اور پہاڑوں کے شیر و موت سے ڈر کر خودکشی کے بارے میں مت سوچو پتھر کی چٹانوں کی طرح جم جاؤ اور دشمن کو اپنے نیزوں اور تلواروں سے لہولہان کر دو!...... ابھی آسامیوں کے قدم پوری طرح جمنے نہیں پائے تھے کہ ان پر ایک مصیبت اور ٹوٹ پڑی...... یہ اعظم خان کے سواروں کا دستہ تھا جو ندی کے کنارے کنارے آیا تھا...... اس لشکر کے طوفانی حملے نے آسامیوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے تھے وہ جس طرف مڑتے تھے موت کو اپنے سامنے پاتے تھے۔ پرتاب بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔ رات کا چوتھا پہر شروع تھا آسمان پر ستاروں کے جھرمٹ میں چاند کسی نئی نویلی دلہن کی طرح معلوم ہو رہا تھا...... جنگ زوروں پر تھی دونوں طرف سے سردھڑ کی بازی لگی ہوئی تھی...... آسامیوں کی لاشیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں...... پرتاب اپنے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے جنوب کی طرف گھنے جنگل میں چھپ جانا چاہتا تھا...... سید حیدر امام اس کی جنگی چالوں سے آگاہ ہوتے ہی شاہراہ کی طرف جنوب کی طرف بڑھنے لگا......

ایک جگہ پر چار پانچ آسامیوں نے سید حیدر امام کو گھیر لیا...... حیدر امام بھپرے شیر کی طرح للکار للکار کر حملے کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ہمارا نام حیدر امام ہے تم میں سے بیشتر نے بھدریک کی جنگ میں ہماری تلوار کا مزہ چکھا ہوگا...... ہمارا خون دنیا کے نامور جنگ جو خاندان کا خون ہے...... ہم شہیدوں اور غازیوں کی تاریخ کے وارث ہیں...... ہم نے پیچھے ہٹنا اور موت سے ڈر کر بھاگنا سیکھا نہیں...... پرتاب اس کی تاک میں جھاڑیوں میں چھپتا ہوا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دودھاری تلوار تھی۔ وہ جب سید حیدر امام کے قریب پہنچا تو اس نے جبڑے بھینچ کر اور ایڑیاں اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے تلوار کے دستے کو مضبوطی سے تھام کر سید حیدر امام کے سر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ابھی اس کی تلوار اٹھی ہی تھی کہ ایک نقاب پوش نے عقب سے ایسا نیزہ مارا کہ پرتاب کے دل کے اندر پیوست ہو گیا...... ایک دلدوز چیخ فضاؤں میں ابھری اور کرب کی بازگشت چھوڑ کر ڈوب گئی......

حیدر امام نے پلٹ کر دیکھا...... پرتاب دم توڑ رہا تھا اور ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش اس کے سینے سے نیزہ کھینچ رہا تھا...... شاباش جوان ہمیں اپنا چہرہ دکھاؤ ہم کل دن کے اجالے میں تم سے ملاقات کریں گے...... اس نے چہرے سے نقاب ہٹایا......

چاند کی چاندنی میں حیدر امام نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہا! ”یہ کیا تم تو آسامی ہو“

”ہاں“ ”ہم آسامی ہیں“

...... مگر وہ آسامی جس کو بھگوان نے سیدھی راہ دکھائی ہے...... ایک آسامی ان دونوں کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھ کر حملہ آور ہوا۔ مگر حیدر امام غافل نہیں تھا...... اس نے جھکائی دے کر تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا...... صبح تک جنگ جاری رہی...... جنگل میں جگہ جگہ آسامیوں کے لاشے بکھرے پڑے تھے...... اب والی بنگال کے سپاہی بھگوڑے آسامیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر موت کے گھاٹ اتار رہے تھے صبح کے اجالوں کا نور بے رحم آسامیوں کا تعاقب کر کے اسلامی لشکر کے سپاہیوں کے حوالے کر رہا تھا ایک جگہ پر ایک گھنی جھاڑی کے اندر چار آسامی چھپے ہوئے تھے۔ شاہ رخ یہاں سے گزرنے لگا تو چاروں نے بیک وقت حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ شاہ رخ مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا مگر زخمی ہونے کی وجہ

سے کچھ نڈھال سا ہو گیا“......اب راجندر اور مہاراجہ اس طرف سے گزرے ان کی نگاہیں زخمی شاہ رخ پر پڑیں تو انہوں نے شیر کی طرح آسامیوں کو للکارا اور پھر چشم زدن میں چاروں آسامیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا......

شاہ رخ نے لڑکھڑاتے ہوئے کہا! ماہ پال! ہم تمہارے ممنون ہیں......تعجب ہے اتنے برے آسامیوں میں تم جیسے اچھے لوگ بھی موجود ہیں......

راجندر نے شاہ رخ کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور تیزی سے ندی کی طرف چلنے لگا......مہاراجہ جے دیج آگے آگے تلوار لہراتا ہوا جا رہا تھا۔

سید حیدر امام کی نگاہ پڑی تو اس نے گھبرا کر کہا! ”یہ شاہ رخ کو کیا ہوا ہے“

شاہ رخ نے کہا! سید صاحب گھبرانے کی کوئی بات نہیں معمولی زخم ہیں۔ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔

سید حیدر امام نے مہاراجہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! تم وہی ہو جس پر گزشتہ ہفتے شیر نے حملہ کیا تھا؟

”ہاں“ مہاراجہ نے کہا! اور آپ نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شیر کو ہلاک کیا تھا۔

سید حیدر امام نے ہنستے ہوئے کہا! تم نے بہت جلد اپنے کندھوں سے ہمارے احسان کا بوجھ اتار دیا۔

مہاراجہ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ ”نہیں سردار! ہم نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے......آپ کے احسانات کا بوجھ تو ہم اپنی زندگی لٹا کر بھی نہیں اتار سکتے“

صبح کی روشنی پھیل چکی تھی۔ اعظم خان کے لشکر کے گھوڑے ندی کے کنارے کنارے دوڑ رہے تھے......جنگل میں کم و بیش سات آٹھ ہزار آسامیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ جن کو جنگلی درندے نوچ نوچ کر کھا رہے تھے......شاہ رخ کو پیچھے اس کے خیمے میں پہنچا دیا گیا۔ ایک حکیم زخم صاف کر کے مرہم پٹی کر رہا تھا۔

حکیم صاحب نے کہا! زخم گہرا تو ہے مگر خطرے کی کوئی بات نہیں بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا......

دن چڑھے تک بنگالی سپاہی آسامیوں کے تعاقب میں جنگل میں پھرتے رہے اس معرکے میں ہزاروں تلواریں نیزے ڈھالیں اور ساٹھ ستر کے لگ بھگ بڑی کشتیاں بھی مسلمان لشکر کے ہاتھ آئیں......اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد بنگالی سپاہی اور فوج کے اعلیٰ عہدیدار اپنے پڑاؤ میں لوٹ آئے......مہاراجہ اور راجندر سب سے پہلے شاہ رخ کے خیمے میں داخل ہوئے

مہاراجہ نے شاہ رخ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! طبیعت کیسی ہے؟

شاہ رخ نے اس کا ہاتھ محبت سے دباتے ہوئے کہا! ماہ پال! ہم بالکل ٹھیک ہے ہم تمہارے بے حد ممنون ہیں......ہم سے کوئی گستاخی ہوئی ہو تو ہمیں معاف کر دینا ہمیں نہیں معلوم تھا......کہ تم......اندھیروں میں جگمگاتے ہوئے ستارے کی مانند ہو

دن ڈھلے والی بنگال نواب علی قلی خان چند جانباز شہسواروں کے ساتھ ندی کنارے والے پڑاؤ میں پہنچ گئے......وہ گزشتہ شب کی خونریز جنگ کے بارے میں سب کچھ سن چکے تھے اس وقت وہ اپنے جنگ جو غازیوں کی قدر افزائی اور مزاج پرسی کے لیے آئے تھے......

شاہ رخ، سید حیدر امام اور اعظم خان نے ندی کے اس پار جا کر اپنے حاکم کا استقبال کیا...... شاہ رخ زخمی ہونے کے باجود چاک و چوبند اور تازہ دم لگ رہا تھا حاکم بنگال کے ساتھ شیام اور سندر بھی تھے...... بادشاہ علی قلی خان ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آیا۔

اس نے حیدر امام کو گلے لگاتے ہوئے کہا! سید صاحب تمہاری تعریف میں کچھ کہنا کم از کم ہمارے نزدیک تو تمہاری توہین لگتی ہے کیونکہ شجاعت اور جذبہ شوق شہادت تمہارے خاندان کا ورثہ ہے...... ہم تمہیں سلام کرتے ہیں...... شاہ رخ اور اعظم خان کی جوانمردی اور ترک نازیوں کو داد نہ دینا بخل ہوگا...... ہم تمہارے تمام سرفروش جوانوں اور تمہیں مبارکباد دیتے ہیں......

حاکم بنگال باتیں کرتا ہوا اپنے خوبصورت خیمے تک پہنچ گیا وہ جب اپنی زریں مسند پر بیٹھ گئے......

تو شاہ رخ نے کہا! ہم سب حضور والی بنگال بادشاہ کو اس شاندار فتح پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم تم سب کے بے حد مشکور ہیں۔ تمہاری مبارکبادی تہہ دلی سے قبول کرتے ہیں...... تم سب ہمارے نزدیک ہمارا سرمایہ حیات ہو...... شاہ رخ تمہارا زخم کیسا ہے؟

سید حیدر امام نے کہا! زخم تو کافی گہرا ہے مگر ہمارے شاہ رخ بڑے لاپرواہ ہیں...... وہ ایسے زخموں کو خاطر میں لانا اپنی توہین سمجھتے ہیں"

شاہ رخ نے گردن جھکا کر کہا! سرکار زخم گہرا ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ نقش بستر بن کر رہ جاؤں...... ایک سپاہی کی زندگی کا لحہ لحہ زخم کھانے کے لیے ہوتا ہے...... بادشاہ نے اٹھ کر ایک بار پھر شاہ رخ کو گلے لگایا اور پھر تمام لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد بادشاہ نے کہنا شروع کیا! ہم رات کو واپس چلے جائیں گے...... ہماری طرف سے تمام لشکر کے لیے اس شاندار فتح کی خوشی پر ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا جائے۔

پھر بادشاہ نے کہا! ہمیں بتایا گیا ہے کہ آسامیوں کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا ہے......"

سید حیدر امام نے کہا! سرکار! آسامی لشکر کم و بیش دس ہزار سپاہیوں اور عہدیداروں پر مشتمل تھا...... اور پورے کا پورا لشکر جنگل میں کٹا پڑا ہے۔ جنگلی کتے بھیڑیے اور دوسرے درندے ان کی لاشوں کو نوچ رہے ہیں۔

بادشاہ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا! آسامی ظالموں نے اپنی وحشیانہ درندگی اور مظالم سے اپنی زندگیوں کے دن کم سے کم کر لیے ہیں...... آسانوں پر ان کی موت کے فیصلے کیے جا چکے ہیں...... انشاءاللہ مہاراجہ جے دھج سنگھ کتے کی طرح بھونک بھونک کر مرے گا......"

بادشاہ کی آنکھوں میں عزائم کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ اس نے اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ظلم کی انتہاء ہو چکی ہے اس سے آگے اس کی فنا ہوگی ہے۔ اب آسامیوں کے سامنے فنا کی آگ ہے اور بے کسوں اور بے نواؤں کی آہوں کا دھواں جنم جنم ان کو ویرانہ فضا میں سرگرداں رکھے گا...... وہ موت کے گرداب میں قیام قیامت تک مبتلائے عذاب رہیں گے......

سید حیدر امام نے بات کا رخ بدلنے کی خاطر کہا! مگر حضور بادشاہ آسامیوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو بہت ہی اچھے ہیں ان کی زندگیوں کے ایک ایک لمحے پر سو بار آفرین اور تحسین بھیجنے کو جی چاہتا ہے......

بادشاہ نے مسکرا کر شیام اور سندر کی طرف دیکھ کر کہا! سید صاحب تم نے صحیح کہا ہے۔ ہمیں ان دونوں کے کارناموں نے بے حد متاثر کیا ہوا ہے...... ہم اپنے آپ کو ان دونوں کے احسانات تلے دبا ہوا محسوس کرتے ہیں......

سید حیدر امام نے شیام اور سندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! انہی کی طرح دو اور آسامی دلاور ہمارے پڑاؤ میں موجود ہیں جن کی ہمتوں اور جراتوں نے نہ صرف ہم سب کو متاثر اور ممنون کیا ہے بلکہ مہاراجہ جے دھج کے تباہ شدہ لشکر کی تباہی اور بربادی کی کارروائیوں میں ان کا حصہ ہم سب سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں......

شیام اور سندر بادیدہ حیران سید حیدر امام کی طرف دیکھ رہے تھے وہ دونوں اس سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ وہ کون ہو سکتے ہیں۔

شاہ رخ نے کہا! حضور! جنگ کے وقت وہ بپھرے ہوئے شیروں کی طرح بڑی بے خوفی سے آسامیوں کی گردنیں اڑا رہے تھے۔

وہ کون ہیں اور کیسے وہاں پہنچے ہیں؟

شاہ رخ نے کہا! وہ دونوں جوگیوں کے روپ میں آئے تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ دونوں مہاراجہ جے دھج سنگھ کے ظلم و ستم کے ستائے ہوئے اپنے لشکر سے باغی ہو کر بھاگ نکلے تھے۔ جنگل میں ایک شیر نے ایک پر حملہ کر دیا...... اتفاق سے سید حیدر امام کو خبر ہو گئی سید صاحب نے شیر کو ہلاک کر کے اس کی جان بچائی اور پھر دونوں کو حراست میں لے کر یہاں لے آئے تھے......

بادشاہ نے کہا! وہ کہاں ہیں؟...... ان کو فوراً حاضر کیا جائے...... ہم ان تمام آسامیوں کے ممنون احسان ہوں گے جو ظلم و ستم کی تاریک راہوں پر اپنے لہو کے چراغ روشن کریں گے۔

شاہ رخ نے کہا! لگتا ہے جنگ میں یونہی تاخیر ہوتی رہی تو بہت سارے ظلم کے مارے ہوئے لوگ باغی ہو کر بھاگ جائیں گے......

والی بنگال نے کہا! اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ جس کا ہمیں فوری طور پر ادراک نہیں ہوتا۔

پھر شاہ رخ نے کہا! حیرت ہوتی ہے۔ شیام سندر ماہ پال اور راجندر جیسے بہترین لوگ نجانے کس طرح انسانیت دشمنوں کے درمیان اتنی طویل زندگی گزارتے رہے ہیں۔ ہمارا تو دم گھٹ جاتا ہے۔ اسی اثناء میں راجندر اور مہاراجہ جو اپنا نام ماہ پال بتاتا تھا خیمے میں داخل ہوئے دونوں نے سپاہیانہ لباس پہنا ہوا تھا اور دونوں کی سج دھج قابل دید تھی...... والی بنگال نے محبت بھرے تبسم اور پر خلوص نگاہوں سے دونوں کی طرف دیکھا......

مہاراجہ بے اختیاری کے عالم میں آگے بڑھ کر والی بنگال کے قدموں پر گر پڑا وہ سسک رہا تھا اس کی آنکھیں چھلک پڑیں......

بادشاہ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! تمہارا نام کیا ہے؟

ماہ پال! مہاراجہ نے کہا!

تو والی بنگال نے کہا! بہت خوبصورت نام ہے اپنے نام کی طرح تمہاری صورت اور سیرت بھی خوب ہے...... ماہ پال ہم اچھے اور بہادر انسانوں کے بڑے قدردان ہیں یقیناً تم نے یہاں آ کر کوئی غلطی نہیں کی بلکہ مناسب جگہ پر پہنچ گئے ہو...... مہاراجہ کے بعد راجندر نے والی بنگال کے قدموں کو چومنا شروع کیا۔ مہاراجہ ہاتھ جوڑے سامنے کھڑا تھا اس کی آنکھیں چھم چھم برس رہی تھیں شیام اور سندر کی آنکھیں اس کے چہرے پر جم کر

رہ گئیں تھیں۔ان کی آنکھیں جھپکنا بھول گئی تھیں......

راجندر کو والی بنگال نے اپنے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا! نوجوان اسلام کی تعلیم کے مطابق اس قسم کے آداب ناجائز ہیں۔مگر چونکہ اس قسم کی روایات کے تم مدتوں سے عادی ہو اور تمہارے راجے مہاراجے اس طرح لوگوں کی تذلیل اور تحقیر کرتے رہتے ہیں......آہستہ آہستہ تم ان قباحتوں کو ترک کرو گے......

بادشاہ نے اٹھتے ہوئے کہا! تم لوگ ہمارے ساتھ آنا چاہو تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی......

اچانک والی بنگال کی نظریں مہاراجہ پر پڑیں اس کے بائیں کندھے کی طرف زرہ کے اندر سے خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں ......ارے تم زخمی ہو ماہ پال'' بادشاہ نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے اس کی دوہری زرہ کی کڑیوں کے آہنی بند کھولنے شروع کر دیئے......

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! نیک دل حاکم تکلیف نہ کیجئے کوئی خطرناک زخم نہیں ہیں......

والی بنگال نے سنی ان سنی کر کے جلدی جلدی اس کی ذرہ کھول کر قمیض کے بند کھول کر زخم کو دیکھتے ہوئے شاہ رخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! شاہ رخ! بڑا افسوس تم اتنے غیر ذمہ دار تو کبھی نہ تھے اس زخم کی پٹی بے حد ضروری ہے نیزے کا زخم ہے کافی گہرا ہو سکتا ہے''

شاہ رخ نے سر جھکا کر تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا! معافی چاہتا ہوں سرکار واقعی اس غلام سے مجرمانہ کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔

سید حیدر امام نے نواب صاحب کی عباء کا دامن چوم کر کہا! عالی جاہ! اس سنگین جرم کی سزا کے مستحق اور سزاوار ہیں......ہمیں سزا دیجئے''

شاہ رخ خود بہت زیادہ زخمی تھا اور یہی دونوں اسے جنگل سے اٹھا کر یہاں لائے تھے''

بادشاہ نے کہا! ابھی اور اسی وقت جراح کو بلاؤ دو قدم بڑھ کر بادشاہ نے کہا! کل ان کو ہمارے پاس بھیج دینا......

شیام اور سندر ابھی گم سم کھڑے تھے۔وہ کبھی کبھی ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کرتے تھے......ابھی تک راجندر اور مہاراجہ نے ان کی طرف نہیں دیکھا تھا......

بادشاہ کو اچانک کوئی خیال آیا اور اس نے جاتے جاتے شیام اور سندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! عزیز بچو! تم اپنی قوم کے ان بہادروں اور شام کو گھر لوٹ آنے والوں کو نہیں ملو گے......

مہاراجہ اور راجندر نے چونک کر ان دونوں کی طرف دیکھا......ان کے سامنے دو آسامی کھڑے تھے......مہاراجہ جے دیج سنگھ کا وجود لرز گیا اس کی آنکھیں پتھر بن گئیں......شیام اور سندر کے چہروں پر ہلکا ہلکا تبسم تھا......ان کی بہت کچھ کہتی ہوئی نظروں میں سوالوں کے حلقے دائرے بن بن کر بکھر رہے تھے......مہاراجہ کے چہرے پر پسینے کی بوندیں موتیوں کی مانند چمک رہی تھیں......تمام حاضرین ان چاروں کی کیفیت کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے''

کیا بات ہے شیام؟ نواب صاحب نے پوچھا......تم ان کو نہیں پہچانتے......

شیام نے چونک کر سر جھکا لیا...... تو والی بنگال نے دوسری طرف دیکھ کر کہا! ماہ پال! جی! تم بھی ان دونوں کو نہیں پہچانتے...... ٹھیک ہے ایک دوسرے کے گلے ملو...... تعارف بعد میں کسی وقت ہوتا رہے گا اور ہاں مال پال اور راجندر تمہاری کہانی مناسب وقت پر تفصیل سے سنیں گے......

دو قدم بڑھ کر چاروں پھر جامد و ساکت ہو کر کھڑے ہو گئے۔

تو نواب صاحب نے کہا! شیام یہ کیا بے مروتی ہے سندر آگے بڑھو گلے لگو...... واپس جانا ہے وقت بہت کم ہے......

شیام اور سندر کسی طلسماتی جذبے سے مجبور ہو کر آگے بڑھے اور مہاراجہ کے قدموں پر ڈھیر ہو کر دھاڑیں مار مار رونے لگے...... مہاراجہ اور راجندر اپنی جگہ پریشان کھڑے ان کے سارے حواس مضمحل اور بے بس ہو چکے تھے۔ بادشاہ علی قلی خان اور دوسرے لوگ حیرت اور استعجاب سے شیام اور سندر کی طرف دیکھ رہے تھے...... شیام اور سندر ماہی بے آب کی طرح قالین پر تڑپ تڑپ کر رو رہے تھے۔

بادشاہ نے دو سپاہیوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا! شیام اور سندر کو اٹھاؤ......

بادشاہ کچھ سوچتے ہوئے پھر مسند پر بیٹھ گئے...... شیام اور سندر ان کے قریب لائے گئے۔ تو والی بنگال نے محبت سے پوچھا! یہ تمہارے باپ ہیں۔

"نہیں سرکار"

بادشاہ نے پھر پوچھا "یہ تمہاری فوج کے کوئی بڑے عہدیدار ہیں"

"نہیں حضور"

شیام نے جواب دیا تو والی بنگال نے بیزاری سے پوچھا! یہ تمہارے مذہبی پیشوا ہیں، سادھو ہیں، جوگی ہیں، کون ہیں، جس کے قدموں پر تم نے بڑے والہانہ پن سے اپنے ماتھے رگڑے ہیں۔

شیام نے آگے بڑھ کر حاکم بنگالہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا! "یہ مہاراجہ جے درجی سنگھ ہے"

حاکم بنگالہ نے چیخ کر غیر یقینی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! تم ہوش میں تو ہو جانتے ہو تم نے کیا کہا! لگتا ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے......

شیام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! ان داتا! سیوک نے جو کچھ کہا ہے پورے وشواش اور اعتماد سے کہا ہے......

حاکم بنگالہ کا دایاں ہاتھ تلوار کے قبضے پر کانپ رہا تھا...... وہ بڑی گہری اور تند و تیز نظروں سے مہاراجہ جے درجی کی طرف دیکھ رہا تھا...... محفل کا رنگ یکا یک بدل گیا...... مہاراجہ کی گردن جھکی ہوئی تھی...... اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گر رہے تھے۔

حاکم بنگالہ علی قلی خان نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد حاضرین کی طرف دیکھ کر کہا! تخلیہ! ہم تنہائی میں ان مہمانوں سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں......

تمام لوگ خیمے سے نکل گئے۔ سندر اور شیام بھی جانے لگے تو حاکم نے رسیلے دبدبے سے کہا! "تم یہیں ٹھہرو"

حاکم بنگالہ کی آنکھوں سے غیض و غضب کے شعلے ٹپک رہے تھے۔ اس نے مہاراجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سچ بتاؤ شیام اور سندر کو غلط

فہمی ہوئی ہے یا تم واقعی بدبخت مہاراجہ جے ونجے سنگھ ہو۔ کم سے کم لفظوں میں جواب دو!

مہاراجہ نے اپنی جھکی ہوئی گردن اٹھاتے ہوئے کہا! شیام اور سندر کو غلط فہمی نہیں ہوئی ہم بدنصیب جے ونجے سنگھ ہیں آج سے ایک ہفتہ پہلے ہم مہاراجہ تھے مگر اس وقت کچھ بھی نہیں ہیں ہم زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں ہم دھرتی پر بوجھ ہیں ہم جیون سے اکتا چکے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے ہم کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ پرنتو ہم پر ایک احسان کرنا ہماری ایک بیٹی راجکماری چندرکانت ہے۔ اس نردوش کے جیون کا چراغ ایک ظالم کے ہاتھوں سے بجھنے والا ہے اس کے ساتھ ہاشم نامی ایک قیدی بھی ہے جو وجے کمار کے قتل میں ملوث ہے جس طرح ہو سکے ان دونوں کو بچانے کی کوشش کرنا...... کاش ہم نے اپنی بیٹی کا کہا مان لیا ہوتا؟

والی بنگال علی قلی خان نے نرم پڑتے ہوئے کہا! جے ونجے سنگھ جس وقت تم معصوم بے گناہ اور بے خطا مسلمان لڑکیوں کو زندہ جلا رہے تھے اس وقت تمہیں ان کی دلدوز چیخوں پر رحم کیوں نہیں آیا تھا...... اس وقت تم خونخوار درندے کیوں بن گئے تھے۔ ان لڑکیوں نے انسانیت کے نام پر کتنی دہائیاں دی ہوں گی...... تم اتنے سنگدل، اتنے بے رحم اور اتنے ستم شعار تو نہیں لگتے ہو ہم نے تمہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے اس وقت ہم بڑے شدید قسم کے روحانی کرب میں مبتلا ہیں" ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تم اس طرح اچانک ایک بڑے نازک موڑ پر ہمیں ملو گے...... ہم کیا کریں کیا نہ کریں ہمارا دماغ پھٹا جا رہا ہے...... ہم اپنی قسم نہیں توڑ سکتے۔ تم درندے بھی ہو تم خونی عفریت کی طرح خوفناک بھی ہو مگر اس وقت تم ہمارے مہمان بھی ہو اور محسن بھی۔

مہاراجہ نے روتے ہوئے کہا! ہم درندوں سے بھی بدتر ہیں۔ ہمارے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔ ہم خونخوار راکھشش ہیں...... مگر جس وقت مسلمان لڑکیوں کو زندہ جلایا جا رہا تھا اس وقت، ہم مہاراجہ نہیں تھے...... اس وقت وہ مہاراجہ بن چکا تھا۔ جو اژدھے سے زیادہ زہریلا اور کسی درندے کی طرح خونخوار ہے...... اس وقت ہم تو موت کی گھاٹی میں سفر کر رہے تھے...... موت کے بھیانک سائے ہمارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے......

حاکم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہم تفصیل سے تمہاری داستان سننا چاہتے ہیں"

مہاراجہ نے کرشن کمار کی بے وفائی اور اس کے ظالمانہ منصوبوں کی کہانی سنانے کے بعد کہا! ہم مسلمان لڑکیوں کے زندہ جلائے جانے کے جرم میں ملوث نہیں ہم نردوش ہیں"

حاکم بنگالہ نے اپنی تلوار کو میان میں بند کر کے تپائی پر رکھ دیا اور آگے بڑھ کر مہاراجہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا! تم ہمارے بھائی ہو...... تم مہاراجہ ہو اور مہاراجہ رہو گے......

پھر اس نے شیام اور سندر دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! مہاراجہ کی حیثیت یک قیمتی راز کی طرح ہے...... اس راز کو فاش نہیں کرنا...... اس کو اسی وقت ماگڑی کے قلعے کی طرف روانہ کر دیا جائے...... جب تک کرشن کمار کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دیا جاتا...... اس وقت تک مہاراجہ ماگڑی کے قلعے میں آرام کرے گا......

پھر اس نے مہاراجہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم ماہ پال بن کر رہو گے کسی پر اپنی حقیقت آشکار نہیں کرو گے...... ہماری (قلمرو)

کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں زبردست اشتعال پھیلا ہوا ہے۔ اگر کسی کو تمہاری حقیقت کا علم ہو گیا تو انجانے میں کوئی بھی تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! تم دیوتا ہو...... تم گنگن منڈل کے مہاراجہ ہو تم سب کے راج دلاور ہو...... ہماری بھی ایک التجا ہے۔

کہو! حاکم نے مسکراتے ہوئے پوچھا! کہو! ہم تمہاری ہر خواہش کا احترام کریں گے۔

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہمیں اپنے چرنوں میں رہنے کی آگیا دے دو...... ہم تمہاری سینا میں ایک معمولی سینک کی طرح رہنا چاہتے ہیں ہم جیون کی اندھیری راہوں پر اپنے لہو کے چراغ جلائیں گے اب ہمیں راج پاٹ کی کوئی تمنا نہیں ہے۔

حاکم بنگالہ نے خوش ہو کر اس کو دوبارہ سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ہم تمہارے جذبوں اور خیالوں کی قدر کرتے ہیں ہم تمہیں اپنا بھائی بنا کر اپنے ساتھ رکھیں گے...... چندرکانت ہماری بیٹی ہے اور ہم ناموس کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں...... تم راجکماری کی فکر نہیں کرو...... اگر کسی ظالم نے اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچائی تو اس خونی درندے کے سارے خاندان کو موت کے اندھیروں میں گم کر دیں گے......

پھر حاکم نے شیام کی طرف دیکھ کر کہا! صدیوں کے بیٹے پراسرار سلطان احمد کو حاضر کیا جائے!

تھوڑی دیر بعد، سلطان احمد، سید حیدر امام، شاہ رخ اور اعظم خان ایک ساتھ حاکم کے خیمے میں داخل ہوئے۔

حاکم نے سلطان احمد کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! تم صدیوں کے بیٹے ہو تم پراسرار ہو۔ ہم تمہیں آسام کے دارالحکومت بھیجنا چاہتے ہیں امید ہے کہ تم راجکماری چندرکانت کی حفاظت کرو گے......

پھر اس نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! یہ ماہ پال ہے' ہم نے اسے اپنا بھائی کہا ہے اس کے احترام کو ہر وقت پیش نظر رکھنا......

مہاراجہ نے جھک کر حاکم کے قدموں پر ہاتھ رکھ دیے

حاکم نے سندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ماہ پال کا خیمہ ہمارے خیمے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ہم اس کو اپنے بہت زیادہ قریب دیکھنا چاہتے ہیں۔

سلطان احمد نے حاکم کے ہاتھ کو چومتے ہوئے کہا! "ہم دعاؤں کے طلب گار ہیں"

حاکم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! جاؤ! ہم تمہیں خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ تم ہمیشہ ہماری دعاؤں کے حصار میں رہے ہو اور آئندہ بھی تم ہماری دعاؤں میں شامل رہو گے۔

سلطان احمد نے دوبارہ حاکم کے ہاتھ کو چوما اور بڑے وثوق سے کہا! جب تک ہم زندہ رہیں گے راجکماری چندرکانت حوادث کی بے رحمیوں سے محفوظ رہے گی۔

تھوری دیر بعد مہاراجہ شاہانہ لباس پہن کر حاکم بنگالہ کے ساتھ نادر خان کی بستی کی طرف جا رہا تھا......"



وہ ایک انتہائی دلفریب انتہائی رنگین اور بڑی طلسماتی شام تھی۔ راجکماری چندر کانت اپنے عالی شان محل کے خوبصورت جھروکے میں بیٹھی تھی اس کے ریشمی سیاہ بالوں کے گھنگھریالے حلقے اس کے خوبصورت شانوں پر سیاہ ناگنوں کی طرح لہرا رہے تھے...... دس بارہ پری چہرہ خادمائیں اس کی پشت کے پیچھے کھڑی تھیں۔ راجکماری کی سرگیں غزالی آنکھوں کی نازک کٹوریوں میں موسم کی رنگینوں کی مدھ بھری ہوئی تھی...... وہ بڑے انہماک سے بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑوں کی چلمنوں کو الٹ کر مغربی افق کے اس پار کسی نادیدہ جزیرے میں ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ کر رہی تھی۔ بادلوں کی مست خرامیوں اور رنگ برنگے خوبصورت معصوم پرندوں کی اڑانوں کی دیدہ زیب ترنگوں نے حسن فطرت کی ہر ادا کو سحر انگیز بنا دیا تھا...... راجکماری اپنی گل بدن سہیلیوں اور خادماؤں کے جھرمٹ میں اس طرح سج رہی تھی۔ جس طرح چاند ستاروں کی انجمن میں سج رہا ہوتا ہے...... جب اندھیرا گہرا ہونے لگا تو جھروکے میں چاروں طرف شمعیں روشن کر دی گئیں...... اندھیروں کے پھیلتے ہی فضاؤں میں اڑتے ہوئے معصوم فرشتوں نے جھاڑیوں کی شاخوں پر چھپنا شروع کر دیا...... بارش کی بوندوں کی پھوار برسنے لگی...... ننھی ننھی بوندوں نے راجکماری اور اس کی ہم نشینوں کے معطر لباس چومنے شروع کر دیے بادل گرجتے تو دیر تک نیچے سینکڑوں فٹ گہری وادیوں میں دھماکوں کی بازگشت گونجتی رہتی اس طرح محسوس ہوتا جیسے پہاڑوں کی ہزاروں من وزنی چٹانیں ٹوٹ کر نیچے اندھیری وادیوں میں لڑھکتی جاری ہوں۔ وادی کے گھنے جنگلوں میں شیروں نے دہاڑنا شروع کر دیا تھا...... جب شیر کی دہاڑ سناٹوں میں گونجتی تو جنگلی حیات سہم کر خاموش ہو جاتی...... آسام کے گھنے جنگلوں میں شیر، چیتے بھیڑیے اور ہاتھی وغیرہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ جب پہاڑوں کی مخروطی سبز پوش چوٹیوں پر بادلوں کی غضب ناک آنکھوں سے بجلیوں کے شعلے گرتے تو پہاڑ لرز اٹھتے...... نجانے راجکماری کب تک رات کی رنگینیوں کے جلال و جمال کے نظاروں میں محو رہی۔ قلعے میں اٹھنے والے غیر متوقع شور نے سے چونکا دیا۔ شاہی نقارے زور زور سے بج رہے تھے“

یہ کیا ہے...... یہ کون آیا ہے...... کیا پتا مہاراج لوٹ آئے ہیں...... مگر وہ اتنی جلدی کیسے پہنچ گئے“...... راجکماری پریشان ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اس کا سینہ اس ناگہانی پریشانی سے دھونکنی کی طرح جل رہا تھا...... اس کی خادمائیں اور سہیلیاں دم بخود کھڑی تھیں...... قلعے کی طرف سے اٹھنے والا شور اب شاہی محل کے اندر تک پہنچتا ہوا لگ رہا تھا...... راجکماری نے زینے کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ پونم چیختی ہوئی زینے کی طرف سے نمودار ہوئی وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی“

”راجکماری کہیں چھپ جاؤ...... بھگوان کے لیے جنگل میں بھاگ جاؤ...... خونی درندوں نے قلعے پر قبضہ کر کے ہمارے سارے وفاداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے......

راجکماری نے اپنے حواس کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا! ”پونم“ کیا ہوا ہے کن خونی درندوں نے قلعے پر قبضے کر کے ہمارے سارے وفاداریوں کو ہلاک کر دیا ہے...... کیا اسلامی افواج یہاں تک پہنچ گئی ہیں“

”نہیں“ پونم نے روتے ہوئے کہا! اوجے اور کرشن کی ماتا جی نے قلعے پر قبضہ کر کے ہمارے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے...... وہ

ہمارے مہاراجہ کا تاج سر پر سجا کر بڑی تیزی سے باغیوں کے ہمراہ اس طرف آ رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھگوان کے واسطے کہیں روپوش ہو جاؤ۔۔۔۔۔ وہ چڑیل تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔۔۔۔۔۔

راجکماری کے ہونٹوں پر ایک انوکھا تبسم چھانے لگا۔ وہ بولی! آخر کار ظالموں کو موقع مل ہی گیا ہے۔۔۔۔ مگر کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔۔ ہم ظلم و ستم کی ان کالی گھنگھور گھٹاؤں کا مقابلہ کریں گے۔۔۔۔۔ پتا مہاراج کی عدم موجوگی سے اس طرح فائدہ اٹھانا اس چڑیل اور اس کے درندہ صفت بیٹے کو بہت مہنگا پڑے گا۔۔۔۔۔۔

نیچے محل کے اندر چیخ و پکار اور تلواروں کی بے رحم جھنکاروں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ نقاروں کے شور کے ساتھ ساتھ شہنائیوں کی مدھر تانیں اس حقیقت کی ترجمانی کر رہی تھیں۔۔۔۔۔ کہ قلعے پر مکمل طور پر اُن کا قبضہ ہو چکا ہے۔۔۔۔۔

پونم نے راجکماری کو ایک طرف کھینچتے ہوئے کہا! چور دروازے سے نکل کر ان جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپ جاؤ۔ جنگلوں کے درندوں کی دنیا میں شاید کہیں نہ کہیں تمہیں پناہ مل جائے گی مگر تمہارے پتا جی کے اس قلعے میں تمہیں کہیں بھی کسی گوشے میں کوئی پناہ نہیں دے گا۔۔۔۔۔

راجکماری نے اپنی سہیلیوں اور خادماؤں کو مخاطب کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! سہیلیو! ہم تمہیں بھگوان کے سپرد کرتی ہیں ظلم و ستم اور جور و جفا کی یہ ہلاکت خیز آندھی بھی دوسری آندھیوں کی طرح بہت جلد بیٹھ جائے گی مگر نجانے اس کی بدتمیزیاں کتنے گلشن اجاڑ کر ویران کر دیں گی۔۔۔۔۔ زندہ رہے تو پھر ان موسموں میں باتیں کریں گے۔ اب تم جاؤ اور جس طرح ممکن ہو اپنی جانیں بچاؤ۔۔۔۔۔

"مگر آپ!" ساری لڑکیوں نے بیک وقت سوال کیا!

تو راجکماری نے کہا! "تم ہماری فکر نہیں کرو"۔۔۔۔۔ امید ہے پتا مہاراج ہمارے خون کو معاف نہیں کریں گے۔۔۔۔۔"

پونم نے چونک کر کہا! راجکماری وہ لوگ اوپر آ رہے ہیں۔۔۔۔۔

لڑکیاں وحشت و خوف سے چیخنے لگیں۔۔۔۔۔ ابھی راجکماری گُم سُم کھڑی تھی اچانک وردھن سپاہیوں کے دستے کے ساتھ زینے کی طرف سے نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں خون آلود تلوار تھی اس کا لباس بھی خون سے لتھڑا ہوا تھا۔۔۔۔۔ اس کے عقب سے نمودار ہونے والے دوسرے سپاہیوں کے ہاتھوں میں بھی خون آلود تلواریں تھیں لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں۔۔۔۔۔ ان میں سے کئی بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

راجکماری نے غصے سے کہا! تم کون ہو؟ اور جانتے ہو کہاں کھڑے ہو۔

وردھن نے مسکراتے ہوئے کہا! ہمارا نام وردھن ہے مہاراجہ آسام کا ایک جان نثار سپاہی ہوں اور ان کے حکم پر عمل درآمد کرنے کے لیے یہاں تک پہنچا ہوں"

پھر اس نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا! وجے کماری کی قاتلہ کو گرفتار کر لیا جائے"

پونم تڑپ کر راجکماری کے آگے کھڑی ہو گئی "نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے"۔۔۔۔۔ یہ راجکماری چندر کانت ہے"

راجکماری چندر کانت نے پوچھا! یہ پتا جی مہاراج کا حکم ہے تو پھر قلعے میں خون خرابہ کیوں کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ ہم پتا جی مہاراج کے حکم پر اپنا جیون قربان کرنے کو تیار ہیں۔۔۔۔۔ تم نے اپنی تلواروں کو نردوش اور بے رحم لوگوں کے خون سے کیوں ڈبویا ہے۔۔۔۔۔

وردھن نے آگے بڑھ کر راجکماری کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو راجکماری نے غضبناک ہو کر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا! خونخوار کتے تمہاری یہ جرات......

وردھن نے کہا! راجکماری جی! تمہیں ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے...... مہاراجہ کے حکم سے تمہیں بڑی عجیب عجیب سزاؤں کے دور سے گزرنا ہے۔

راجکماری نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! ہم یہ نہیں مانتے کہ پتا جی مہاراج ہمارے حق میں اتنے پتھر دل ہو چکے ہیں۔ یہ ہمارے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔

''واقعی'، وردھن نے کہا! تمہارے پتا جی مہاراج اتنے پتھر دل نہیں ہو سکتے تھے مگر آسام کا موجودہ مہاراجہ تمہارے حق میں کس قدر سنگدل ہے وہ تم بہت جلد دیکھ لوگی۔

''کیا مطلب'' راجکماری چونک پڑی کون ہے۔ آسام کا مہاراجہ'

وردھن نے ایک عجیب قہقہ لگاتے ہوئے کہا!'' کرشن کمار اس وقت آسام کا مطلق العنان مہاراجہ ہے......

اور پتا جی مہاراج'' راجکماری کے قدموں تلے محل کی چھت کانپنے لگی تھی اس کا دل ڈوب کر دھڑک رہا تھا اس کی آنکھوں کے چراغ بجھنے لگے تھے''

وردھن نے ہاتھ بڑھا کر اس کی نرم و نازک شاخ گل جیسی کلائی پکڑتے ہوئے کہا! تمہارے پتا جی مہاراج آنجہانی ہو چکے ہیں۔

راجکماری کا سر چکرا رہا تھا وہ لڑکھڑا کر گرنے لگی تو پونم نے اسے سنبھال کر کہا! راجکماری ہمت سے کام لو...... درندوں کے سامنے اپنے آپ کو کمزور ثابت کرو گی تو لوگ تمہیں کچل ڈالیں گے۔

وردھن نے راجکماری کو گھسیٹتے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا...... ان سب کو گرفتار کر کے ماتا مہارانی کے سامنے پیش کرو...... وردھن راجکماری کو اس کے لمبے لمبے بالوں سے پکڑ کر زینوں پر سے گھسیٹتا ہوا نیچے لے جا رہا تھا۔ راجکماری کی دلدوز چیخیں فضاؤں میں سوگواریوں کا درد بھر رہی تھیں...... اس کا گلاب جیسا بدن زخمی ہو چکا تھا.......... اس کا ریشمی لباس جابجا سے پھٹ چکا تھا۔ وردھن اسے بصد ذلت و رسوائی چھت سے کھینچتا ہوا نیچے محل میں لے گیا...... محل کے دربار میں کرشن کمار کی ماتا سمیتا مہارانی بنی تخت پر بیٹھی تھی......

وردھن نے راجکماری کو اس کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے کہا! یہ مہاراج وجے کی قاتلہ ہے۔

سمیتا نے شعلہ باز نگاہوں سے چندر کانت راجکماری کی طرف دیکھ کر کہا!'' ہم نے پہچان لیا ہے......

سپاہی دوسری لڑکیوں کو دھکیلتے ہوئے پیچھے لا رہے تھے تمام لڑکیاں سہمی ہوئی تھیں'' ...... سمیتا غصے سے اٹھی اور راجکماری کے کھلے ہوئے بالوں کو اپنے ہاتھوں کی مٹھیوں میں لے کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ راجکماری منہ کے بل سنگ مرمر کے فرش پر گر پڑی اس کے ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا تھا...... پونم سے یہ سب کچھ دیکھا نہیں جا رہا تھا وہ تڑپ کر راجکماری پر گر پڑی''

وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی' اس کے بدلے مجھے قتل کر دو...... بھگوان کے لیے اس کو کچھ نہ کہو یہ نردوش ہے''

مہارانی سمیتا نے پاؤں سے ٹھوکر مارتے ہوئے اس سے پوچھا!'' تم کون ہو' اور کیوں اس قاتلہ کمینی کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں

ڈال رہی ہو"

پونم نے سادگی سے کہا! "ہمارا نام پونم ہے" اور ہم پردھان منتری رام شرما کی بھتیجی ہیں...... "یہ ہماری پیاری سہیلی ہے بھگوان تمہارا بھلا کرے گا اس کو کچھ نہ کہو"

راجکماری نے کہا! "پونم" پتھروں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے تمہیں کہا تھا ظلم کی یہ تاریک رات بہت جلد ختم ہو جائے گی...... ہم نہیں ہوں گے تو کیا ظلم کا تاریک دور اپنے آپ کو صبح کے روشن سورج کے نور کی تابنا کیوں سے بچا لے گا...... "نہیں پونم نہیں" ہر شب کی ایک سحر ہوتی ہے...... آج کی رات کی سحر بہت جلد ہوگی......"

سمیتا نے غصے سے راجکماری کے رخساروں پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا! بدکار لڑکی تم نے اپنے مسلمان پریمی سے ہمارے وجے اور اپنے منگیتر کو قتل کروا کے بھگوان کے غضب کو آواز دی ہے...... اب تمہاری بدکاریوں اور عیاشیوں کا حساب شروع ہونے والا ہے...... عبرتناک موت کے لیے تیار رہو......"

راجکماری نے کہا! "تمہارے ہر ظلم وستم کو برداشت کروں گی مر جاؤں گی مگر تمہارے سامنے سر جھکا کر زندگی کی بھیک نہیں مانگوں گی......

مہارانی سمیتا نے دوبارہ تخت پر بیٹھتے ہوئے کہا! اوردھن! اس بدبخت پونم کو ناگ دیوتا کے مہادیو کے سپرد کر دو اور اس قاتلہ کو فی الحال بندی خانے میں بند کر دیا جائے...... اس کا فیصلہ مہاراج کرشن کمار کریں گے...... اس کے محبوب مسلمان قیدی کو کل پیش کیا جائے......

راج کماری چندر کانت پونم اور دوسری لڑکیوں کو بڑے ظالمانہ انداز سے زندان میں لایا گیا...... رات کا پہلا پہر بیت چکا تھا۔ ہاشم ابھی تک جاگ رہا تھا...... اچانک زندان میں شور بلند ہوا...... راجکماری موٹی موٹی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اس کا لباس پھٹا ہوا تھا۔ اس کا بدن لہولہان تھا اس کی لمبی لمبی سیاہ زلفیں کھلی ہوئی تھیں...... گستاخ اور بدمعاش سپاہیوں نے اس کو اپنے نرغے میں لیا ہوا تھا۔ وہ لڑکیوں پر تشدد کرتے آرہے تھے...... راجکماری قدم قدم پر گرتی تھی بے رحم سپاہی اسے اپنے نیزوں کے کچوکے لگا لگا کر اٹھاتے تھے...... زندان کی خوفناک کوٹھڑیوں کے دروازے کھولے جارہے تھے کالے پتھروں کی تنگ و تاریک متعفن کوٹھڑیاں پہاڑوں کی خوفناک غاروں کی طرح ڈراؤنی تھیں......

راجکماری نے اپنے بندی خانے کے دروازے پر رک کر ہاشم کی طرف دیکھ کر زور سے چلا کر کہا! ہاشم ہمیں معاف کر دینا...... آج کے بعد شاید تمہاری خبر لینے والا کوئی نہ ہو......

ایک سپاہی نے راجکماری کا بازو پکڑ کر اس کو کوٹھڑی کے اندر دھکیلتے ہوئے کہا! فکر نہ کرو اس کی خبر گیری اچھی طرح ہوتی رہے گی...... ہم سب کس مرض کی دوا ہیں...... اس کی وہ خبر لیں گے کہ بیٹا جنم جنم یاد رکھے گا......

راجکماری نے کہا! اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی تو مسلمان تمہاری آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی معاف نہیں کریں گے...... یہ لاوارث نہیں ہے اس کے وارث اس ملک کی وادی وادی کو تمہارے گندے خون سے رنگ دیں گے...... ہم لاوارث ہیں جن کے پتا کو تم نے قتل کر دیا ہے ہم پر اپنے ظلم وستم کے سارے تیروں کو آزماؤ......

''راجکماری'' ہاشم نے بلند آواز سے کہا! گھبراؤ نہیں'' آزمائش اور امتحان کی ان تلخ گھڑیوں کو صبر سے برداشت کرو..... تم زندہ رہو گی..... ان درندوں کے لیے موت ہے..... یہ ذلیل وخوار ہوکر کتے کی موت مریں گے فطرت کی سخت تعزیریں ان کے لیے ہوتی ہیں جو زمین پرظلم و زیادتیوں کی تاریکیاں پھیلاتے ہیں..... تم دیکھوگی..... اور بہت جلد اپنی آنکھوں سے ان خونی کتوں کو تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھوگی......

ہاشم..... راجکماری کی چیخ زندان کی اندھیری کوٹھڑی میں ڈوب گئی..... ایک سپاہی نے اسے اتنے زور سے دھکا دیا کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرایا اور وہ بے ہوش ہوکر غلیظ فرش پر گر پڑی......

سپاہیوں نے پونم اور دوسری لڑکیوں کو ایک ہی کوٹھڑی میں بند کر دیا..... ادھر سے فارغ ہوکر وہ ہاشم کی کوٹھڑی کے دروازے پر آئے ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے..... ایک سپاہی نے لوہے کی سلاخوں سے آگے نیزہ بڑھاتے ہوئے کہا! تم ہمیں دھمکیاں دے رہے تھے۔

''دھمکیاں'' ہاشم نے سینہ تان کر کہا! دھمکیاں تو ڈرپوک دیا کرتے ہیں ہم تو حقیقت بیان کر رہے تھے......

ایک سپاہی نے بوڑھے دربان کو بلا کر کہا! پرکاش! ذرا اس مجنوں کو تو باہر نکالو!

اُس نے آہستہ سے کہا! جانے دو جی! صبح ہوگی تو دیکھ لینا۔

پرکاش! ایک سپاہی نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا! دروازہ کھولو! یہ مہاراجہ کا قیدی ہے ہم اس کو تمہارے سپرد نہیں کر سکتے..... ہمارے پاس اس کے لیے ایک خصوصی حکم نامہ موجود ہے......

''دو سپاہی قہقہے لگا رہے تھے'' ایک سپاہی نے پرکاش کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! معلوم ہوتا ہے۔ پنڈت جی تمہیں کچھ خبر بھی نہیں ہے۔

''ہمیں معلوم ہے'' بوڑھے دربان نے کہا! مہاراجہ جے دھج کی حکومت کا تختہ الٹا دیا گیا ہے..... راجکماری چندرکانت کا اس طرح تمہارے ہاتھوں ذلیل ورسوا ہوکر زندان میں آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس بے چاری کا پتا مہاراج اب اس دنیا میں زندہ نہیں ہے۔

ایک سپاہی نے کہا! اس کے باوجود تم اس ملیچھ مسلمان کی حمایت کر رہے ہو۔

ہاں..... ہم کر رہے ہیں ہمیں نئے مہاراج کرشن کمار جی کا حکم ملا ہے......

سپاہی خاموش ہوگئے اچانک وردھن آیا ہاشم کی کوٹھڑی کے سامنے سپاہیوں کو دیکھ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہاں پہنچا اور پوچھنے لگا! تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟

ایک سپاہی نے کہا! یہ سپاہی ہمیں خطرناک دھمکیاں دے رہا تھا......

چھوڑ دو اسے مہاراجہ جب آئیں گے تو اس کا فیصلہ ہو جائے گا..... یہ خاص قیدی ہے..... تم چلو یہاں سے اور راجکماری اور پونم کے علاوہ دوسری لڑکیوں کو نکال کر قلعے میں لے چلو..... سپاہیوں کے چہروں پر ہوس کی سرخیاں پھیل گئیں وہ نعرے لگانے لگے..... تھوڑی دیر بعد سپاہی لڑکیوں کو نکال کر گھسیٹتے ہوئے زندان سے باہر لے جانے لگے..... لڑکیاں چلا چلا کر راجکماری کو پکار رہی تھیں......

وردھن ایک بار پھر مہارانی سمیتا کے سامنے کھڑا تھا“

مہارانی کہہ رہی تھی۔ کچھ بھی ہو جائے اپنے نوجوان بیٹے کے قاتل کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے..... کرشن کمار مہاراج کے آنے تک ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔

وردھن نے کہا! وہ تو ٹھیک ہے مہارانی مگر یہ مہاراجہ کا حکم ہے کہ ہاشم کو ان کی عدم موجودگی میں کوئی گزند نہ پہنچائی جائے..... مہارانی جی یہ قیدی ایک بہت بڑے سردار کا بیٹا ہے نجانے جنگ کی صورتحال کیا ہو..... کرشن کمار! اس قیدی کو سودے بازی کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے..... سنا ہے ہاشم والی بنگال کا قریبی رشتہ دار ہے..... جنگ میں ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے..... بھگوان نہ کرے اگر مہاراجہ کو ہار ہوگئی تو اس قیدی کے ذریعے مہاراجہ والی بنگال سے بہت بڑی سودے بازی کرنے کے قابل ہوں گے..... اور اگر اس کو مہارانی قتل کروا دے گی تو پھر مہاراجہ کا دامن خالی ہوگا..... اور مسلمانوں کے لشکر آسام کی راجدھانی تک بڑھتے چلے آئیں گے“

..... سمیتا کافی دیر تک اپنی گندی بدروح سے مشورہ کرتی رہی۔ کافی دیر بعد اس نے سر اٹھا کر کہا! شاید تم ٹھیک کہتے ہو' پونم کو جلد از جلد ناگ دیوتا کے مندر کے مہادیو کے سپرد کر دیا جائے اس کا زندہ رہنا ہمارے لیے کسی وقت بھی کسی خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔

وردھن نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ایسا ہی ہوگا..... پونم کو کل ہی روانہ کر دیا جائے گا“

سمیتا نے کہا! اگر اس مسلمان قیدی کو کسی دوسرے بندی خانے میں ڈال دیا جائے تو کیسا رہے گا۔

وردھن نے کہا! سر دست تو ایسا ممکن نہیں مہارانی..... کیونکہ اس قلعے میں اس کے علاوہ دوسرا شاہی بندی خانہ کوئی نہیں ہے اور کسی عام زندان میں اس کا رکھنا مناسب نہیں ہے..... ہاں اگر آپ حکم دیں تو راجکماری یا ہاشم کو شیو دیوتا کے مندر بھیج دیا جائے“

سمیتا چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور زہریلی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے بولی!

وردھن تم بہت ذہین ہو تمہیں انعام دیں گے تم اس زہریلی ناگن کو شیو دیوتا کے مہادیو کے حوالے کر دو..... مگر نہیں تم خود اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور مہادیو جی کو ہماری طرف سے کہنا یہ شیو دیوتا کی محبوبہ پاروتی ہے..... جب تک چاہیں اس کی اچھوتی جوانی سے اپنے من کی پیاس بجھائیں۔ جب سارے مہادیو خوش ہو جائیں تو پھر اسے شردھالوؤں کے حوالے کر دیں..... ہمارے مطلب سمجھ رہے ہو نا..... پجاریوں سے کہنا..... اس ذلیل کی پارسائی کا دامن دن رات تار تار ہوتا رہے..... اس کی چیخ و پکار..... وادیوں کی بازگشت بن کر جب ہمارے کانوں تک پہنچے گی تو ہماری دکھی آتما کو سکون ملتا رہے گا.....“

وردھن نے کہا! ”مہارانی کی آشاؤں کا اپمان نہیں کیا جائے گا.....“

شراب لاؤ..... سمیتا زرنگار مسند پر دراز ہوتے ہوئے کہنے لگی! آج سب شراب پیو..... اور جی بھر کے جشن مناؤ..... وردھن تم نے ہمیں بہت خوش کیا ہے آج رات اگر تم چاہو پونم کو اپنے پاس رکھ سکتے ہو!



شیودیوتا اور ناگ دیوتا کے مندر ساحل سمندر کے قریب واقع تھے دونوں مندروں کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ سمندر کے پانی کی ایک کھاڑی دونوں کے درمیان حائل تھی...... جسے یاتری کشتیوں کے ذریعے عبور کرتے تھے۔ اس کھاڑی کی چوڑائی ایک کوس کے لگ بھگ تھی۔ دونوں مندروں کی عمارتیں پرشکوہ اور قلعہ نما تھیں۔ شیودیوتا کے مندر کی عمارت تین منزلہ تھی...... اور ہر منزل کو دیوتاؤں کے بتوں کی تصویروں سے سجایا گیا تھا۔ دونوں مندروں کے اردگرد تاڑ اور ناریل کے درخت تھے۔ جن کے نیچے میلوں چنبیلی اور گیندے کے پھولوں کے گجرے اور ہار اپنے دیوتاؤں کے بتوں پر چڑھایا کرتے تھے۔ مندر کے اندر اور باہر دن رات یاتریوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ان مندروں کی یاترا کے لیے، بھوٹان، نیپال، برما اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے ہندو سینکڑوں کی تعداد میں آتے جاتے رہتے تھے۔ ہر وقت میلا سا لگا رہتا تھا۔ مندروں کے اندر ٹل کھڑکتے رہتے۔ ڈھول بجتے رہتے اور شہنائیاں گونجتی رہتی تھیں۔ سینکڑوں خوبصورت ہندو کنواریاں علاقائی رقص اور گیت پیش کر کے اپنے دیوتاؤں کو خوش رکھتی تھیں۔ مہاراشٹر ہندوستان کی لڑکیاں نرت بہاؤ جب نرتکیوں والا لباس پہن کر ایک خاص قسم کا رقص پیش کرتی تو فضائیں مسرور ہو کر جھومنے لگتی تھیں...... ہندوؤں کے مطابق یہ مشکل ترین رقص شیودیوتا کا پسندیدہ رقص تھا۔ مندر کے خاص خاص حصوں میں خاص خاص دیوداسیاں عریاں رقص کرتی تھیں۔ ان مندروں کی دیوداسیوں کا ایک مخصوص لباس ہوتا تھا جو آج کل کی ساڑھی سے ملتا جلتا تھا...... عام طور پر دیوداسیوں کا لباس گیروی ہوتا تھا۔ ان کی خوبصورت کلائیوں میں ہر وقت موتیے اور چنبیلی کے پھولوں کے گجرے مہکتے رہتے تھے۔ ہر دیوداسی کی ناک میں سونے کی ایک خوشنما نتھنی ہوتی......'' جس میں ایک چمکتا ہوا موتی جڑا ہوتا تھا۔ ان دیوداسیوں کے شب و روز مہادیوؤں کی پرستش میں گزرتے تھے۔ ان دیوداسیوں کے کومل بدن پجاریوں کی غلیظ بانہوں میں ٹوٹتے رہتے ان دیوداسیوں کی تعداد بڑھتی رہتی تھی۔ کمزور بیمار اور ڈھلتی جوانی والیاں دیوداسیوں کو مندر کے لفنگے اور اچکے شردھالوؤں کے حوالے کر دیا جاتا تھا اور وہ بدمعاش ان مجبوروں کی چوسی ہوئی خشک ہڈیوں کو بھوکے کتوں کی طرح خود بھی بھنبھوڑتے رہتے اور تماش بین اور رنگین مزاج یاتریوں کو رات دو رات کے لیے قیمتاً دے کر مال بھی کھرا کرتے تھے...... ناگ دیوتا کا مندر جنسی بدتمیزوں کا بہت بڑا گھناؤنا مرکز تھا۔ اس مندر کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہر حصے میں ایک احاطہ سا بنا ہوتا جس میں قسم قسم کے چھوٹے بڑے سانپ ہوتے تھے...... سانپوں کے سامنے مٹی کی چھوٹی چھوٹی خوبصورت پیالیاں پڑی رہتی تھی۔ جن میں یاتری دودھ شہد اور پانی وغیرہ ڈال دیا کرتے تھے۔ ملک ملک کے یاتری ان کے سامنے ہاتھ جوڑے پوجا کرتے رہتے تھے''

زہریلے سانپ ان سے اس حد تک مانوس تھے کہ وہ بڑے مزے سے دودھ شہد اور پانی وغیرہ پینے میں مصروف رہتے۔ دیوداسیاں ان سانپوں کے سامنے بین بجا بجا کر رقص کرتی رہتی تھی۔ سانپ بھی موج میں آ کر کبھی کبھی پھن پھیلا کر جھومنا شروع کر دیتے تھے...... رقص و سرور کا یہ سلسلہ کبھی رکتا نہیں تھا...... رقص کرتے کرتے جب ایک علاقے کی لڑکیاں نڈھال ہو جاتیں تو ان کی جگہ دوسرے علاقے کی کنواریاں پہنچ جاتیں اس طرح یہ پوجا دن رات جاری رہتی...... یہ سب ناگ منی کہلاتی تھیں۔ ان کے پجاری عام قسم کے لوگ نہیں ہوتے تھے۔ ناگ دیوتا کا استھان مندر کے وسط میں ایک انتہائی خوبصورت احاطے میں تھا...... یہ ایک بڑا سادہ کمرہ تھا جس کے چاروں طرف سونے کی جالیاں لگی ہوئی تھی...... ناگ

دیوتا کے استھان پر قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے۔ احاطے میں ہر وقت مشک و عنبر جلایا جاتا تھا...... احاطے کے اندر ہر وقت مہکا مہکا سا طلسماتی دھواں سا بھرا رہتا۔ ناگ دیوتا ایک بہت بڑا اژدھا تھا۔ جس کی بڑی بڑی خوفناک آنکھیں بدخشانی شعلوں کی طرح جلتی رہتی تھیں۔ وہ گھڑی گھڑی ایک خوفناک پھنکار بلند کرتا تو ماحول لرز کر رہ جاتا۔ ناگ دیوتا کبھی فرش پر چلنے لگتا اور کبھی اپنے خوبصورت تخت نما استھان پر کنڈی مار کر سچ مچ کا دیوتا بن کر بیٹھ جاتا...... یہاں خاص پجاریوں کو آنے کی اجازت تھی...... یہاں راجوں مہاراجوں اور مالدار یاتریوں کو پوجا پاٹ کی اجازت تھی۔ یہاں انتہائی خوبصورت دیوداسیاں کا عریاں رقص ہوتا تھا...... جنسی بے راہ روی کو دھرم کے لبادے میں لپیٹ کر ہندو پنڈتوں اور مہادیووں نے اس کبیرہ گناہ کو دیوتاؤں کی پسند قرار دے کر مکتی گیان کا درجہ دے رکھا تھا۔ ان مندروں میں آنے جانے والی ہر دیوداسی کا اپنے خاندان اور گھر والوں سے ہمیشہ کے لیے رشتہ منقطع ہو جاتا تھا۔ پانچ سال تک اس کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی اگر کوئی بدنصیب لڑکی اس گورکھ سے بھاگنے کی کوشش کرتی تو مندروں کے چھوٹے چھوٹے شیطان قسم کے شردھالو اس کا موت کی تاریک وادیوں تک تعاقب کرتے وہ پکڑی جاتی تو بڑے دردناک عذاب سے دوچار ہوتی۔ بہت کم لڑکیاں فرار ہونے کے بارے میں سوچتی تھیں۔ کیونکہ پجاری آتے جاتے ان کو فرار ہونے والی داسیوں کی عبرتناک کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے''...... دیوتاؤں کا قہر منش کو جنم جنم تڑپاتا رہتا ہے......

دیوتاؤں اور دیودیوں کی دیومالائی من گھڑت کہانیاں سنا سنا کر پجاری بھولی بھالی سیدھی سادھی معصوم لڑکیوں کو اپنے ناپاک اور گندے مقاصد کے لیے ہموار کرتے رہتے تھے...... شیودیوتا کے مندر کے پجاریوں کی سفاکیت بربریت اور درندگی جنگلی درندوں سے بھی بڑھی ہوئی تھی...... وہ جہاں جس خاندان اور جس گھر میں خوبصورت کنواری کے بارے میں سنتے فوراً اپنا نمائندے کو بھیج کر اسے منگوا لیتے پھر اس بدنصیب کو شیودیوتا کی پتنی پاروتی کہہ کر بولنے والوں کی زبانیں بند کر دیتے جاہل اور گمراہ لوگ اس بے عزتی کو ایک اعزاز سمجھ کر خوش ہوتے تھے ہر نئی پاروتی کی دریافت اور دستیابی کے بعد پرانی پاروتی کو ہلاک یا کسی مال دار مہاجن کے ہاتھ خاموشی سے فروخت کر دیا جاتا!

راجکماری چندرکانت کو یہاں پاروتی بنانے کے لیے لایا جا رہا تھا راجکماری جیسی باکردار غیور اور عصمت والی لڑکی کے لیے یہ بھیانک اور ہوش ربا ماحول موت سے بھی بدتر تھا۔ جس طرح اس دنیا میں ہر روز لاکھوں مجبور ناتواں اور کمزور لوگوں کا خون بہایا جاتا اسی طرح راجکماری کی مجبوریوں سے بھی ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کے دشمن اس کو دردناک عذاب میں مبتلا کر رہے تھے...... دن ڈھلے وردھمن پچاس ساٹھ سواروں کے ساتھ شیودیوتا کے مندر پہنچا...... راجکماری اور پونم کو ہاتھی پر لایا گیا تھا......

راجکماری چندرکانت کو گیروے رنگ کا ایسا لباس پہنایا گیا تھا۔ جس سے اس کا نازک اور اچھوتا بدن عریاں لگتا تھا...... اس کے لمبے لمبے گھنگھریالے بال کھلے ہوئے تھے...... شرم سے اس کا سر جھکا ہوا تھا...... پونم کی حالت راجکماری سے بھی بدتر تھی اس کے گورے بدن پر نیلا لباس تھا۔ جب شیودیوتا کے مندر کے مہادیووں کو اس شاہی قافلے کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ ناچتے گاتے جلوس کو لے کر استقبال کے لیے مندر سے باہر آ گئے...... سینکڑوں دیوداسیاں ڈھولوں کی تھاپ پر رقص کرتی آئیں اس رقص میں کئی دفعہ بالکل عریاں ہو جاتی تھیں......

وردھمن اور اس کے ساتھیوں نے گھوڑوں سے اتر کر مہادیو جی کے باری باری قدم چھوئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

وردھن نے کہا! مہادیو جی! ہم شیو دیوتا کے لیے بالکل اصلی پاروتی لائے ہیں......

مہادیو نے بھوکے بھیڑیے کی طرح وردھن کی طرف دیکھ کر کہا!''کہاں ہے وہ خوش نصیب دیوی؟''

وردھن نے ہاتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا!''سواری میں ہے''

مہادیو نے چند تجربہ کار اور انتہائی بے حیاء قسم کی دیوداسیوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا!''دیوی جی کو عماری سے باہر لاؤ''

پھر اس نے وردھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! یہ دوسری کون ہے؟

وردھن نے کہا! مہادیو جی! یہ ناگ دیوتا کی داسی بنے گی۔ سچ مچ کی ناگن ہے..... دیکھنے والوں کو نظروں سے ایسا ڈستی ہے کہ گھائل ہو کر مرتے ہیں نہ جیتے ہیں۔

دیوداسیوں نے سپاہیوں کی مدد سے راجکماری کو ہاتھی سے اتارا یاتریوں کے نعروں میں شدت آ گئی رقص کرنے والی لڑکیوں کے متحرک بدن پہلے سے تیز ہو کر تھر کنے لگے۔

جونہی راجکماری مہادیو کے سامنے پہنچی ریچھ نما گندے بدبودار مہادیو نے کہا! بلاشبہ یہی کومل کلی شیو دیوتا کی پاروتی ہو سکتی ہے۔ مدھ بھری آنکھیں، یہ چاند کی چاندنی جیسا بدن، یہ ساق سیمیں، یہ مخمور ادائیں، یہ ناگنوں جیسے لمبے لمبے بال اور یہ بوٹا سا قد...... یہ سارا حسن پاروتی کے سوا بھگوان کسی دوسرے کو کب دیتا ہے.....شیو دیوتا.....اور پاروتی.....ندی کے دور الگ تھلگ کنارے ایک دوسرے کی باہنوں میں ڈوبیں گے تو نیلے گگن کے ساگروں کی موجوں پر جادو کی پریاں ناچیں گی......

مہادیو کی سرخ سرخ آنکھوں میں شیطانی عزائم کے شعلے دہک رہے تھے۔ اس کے سینے کے اندر سانسوں کی آمدورفت میں ارتعاش سا پیدا ہو رہا تھا۔ شدت جذبات سے اس کے موٹے موٹے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر راجکماری کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو راجکماری نے کہا!''ہم سے دور رہنا.....قریب آؤ گے تو جلا کر راکھ کر دیں گے.....تم نہیں جانتے ہم کون ہیں''

مہادیو جی اس قسم کے سخت الفاظ سننے کا عادی نہیں تھا...... بڑی بڑی طمطراق والیاں اس کے گندے قدم چومنا بہت بڑی سعادت سمجھتی تھی.....شاید یہ پہلی بار اس کا واسطہ ایک باضمیر غیور اور صاحب کردار سے پڑ گیا تھا۔ لمحے بھر کے لیے وہ ہکا بکا سا راجکماری کی طرف پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا رہا''

پھر دبدبے سے بولا! تم اگر پاروتی نہ ہوتی تو یہیں کھڑی کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا جاتا...... یاد رکھو ہم اس قسم کی گستاخ بیانی برداشت نہیں کر سکتے......

راجکماری نے ترکی بہ ترکی جواب دیا! اس سلسلے میں ہم تم سے زیادہ سخت گیر ہیں۔

وردھن نے مہادیو کو آہستہ سے کہا! اس پر ایک خوبصورت جادوگر کی چھایا ہے۔ اسی کے زیر اثر یہ اس قسم کی گستاخیوں پر اتر آتی ہے۔

مہادیو نے اپنے موٹے سر پر لٹکتی ہوئی بالوں کی لمبی سی چوٹی کو بل دیتے ہوئے کہا! تم فکر نہ کرو مہاراج سب ٹھیک ہو جائے گا......''

پھر مہادیو نے ایک دیوداسی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا! اسے نتھنی پہنا دو...... سونے کی نتھنی جس میں ایک خوبصورت موتی جڑا ہوا تھا۔ مندر کی ساری دیوداسیوں کو پہنائی جاتی تھی اس سے ایک طرف تو ان کے چہرے دلفریب لگتے تھے دوسری طرف ان کی شناخت بھی ہو جاتی تھی کہ یہ مندر کی دیوداسیاں ہیں......"

راجکماری ناگواری کا اظہار کرنے لگی تو ایک دیوداسی نے کہا! گوری وقت کے تقاضے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس وقت تم جس مقام پر کھڑی ہو یہ بڑا نازک مقام ہے۔ تمہاری ذراسی لغزش بھی تمہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتی ہے۔

سونے کی نتھنی راجکماری کے خوبصورت ستواں ناک میں بڑی دلکشی کیساتھ سج رہی تھی۔

مہادیو نے ہاتھ بلند کر کے کہا! دیوی جی تم بڑے بھاگ والی ہو کل جب شیو دیوتا تمہارے آنگن میں قدم رکھیں گے۔ تو پوری ہندو جاتی تمہارے قدموں پر سر جھکائے گی...... بعد میں پونم کے ناک میں بھی نتھنی ڈال دی گئی۔

مہادیو نے داسیوں کو مخاطب کر کے تحکمانہ لہجے میں کہا! دیوی کو دیوتا کے پوتر پریم کے لیے تیار کرو...... آج کی رات گلاب کے پانی سے اسے اشنان دو...... خوشبوؤں سے مہکاؤ...... اچھے سے اچھا لباس پہناؤ...... کل کسی وقت دیوتا اپنی دیوی سے ملاقات کریں گے......

دیوداسیاں راجکماری کو لے کر جانے لگیں تو پونم نے روتے ہوئے کہا! راجکماری ہمیں تنہا چھوڑ جاؤ گی۔

راجکماری نے روتے ہوئے کہا! پونم ہمت سے کام لو...... ہم تم سے زیادہ دکھی اور تنہا ہو گئے ہیں...... تم فکر نہ کرو...... بھگوان ضرور ہماری رکھشا کرے گا......

پونم کو ناگ دیوتا کے پجاری کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس پر نرملا نامی ایک ہوشیار اور چالاک دیوداسی کو مسلط کیا گیا...... نرملا کو سانپوں کی ملکہ بھی کہا جاتا تھا...... بڑے بڑے سانپ اس سے اس طرح مانوس تھے...... جس طرح بچے اپنی ماؤں کی چھاتیوں سے مانوس ہوتے ہیں۔ اس نے ایک ناگ منی پال رکھی تھی جسے وہ اپنی چھاتی کا دودھ پلایا کرتی تھی وہ ایک ہاتھ سے اپنے ناک کی نتھنی گھماتی رہتی تھی...... اس کی آنکھیں کسی خوفناک ناگ کی طرح تیز اور چمکتی ہوئی دکھائی دیتی تھیں...... ناگ ہر وقت اس کی گردن کے گرد لپٹا رہتا تھا۔ کبھی کبھی نرملا پر مستی کا عالم ہوتا تو اس کے منہ سے سانپوں جیسی آوازیں نکلنے لگتیں اور اس کا گورا سڈول بدن ٹوٹنے لگتا...... ایسے میں وہ دیوانوں کی طرح مضبوط جنس مخالف کی تلاش میں پھرا کرتی اور جسے وہ پسند کر لیتی اس کو لے کر وہ دور جنگل میں چلی جاتی اور اس وقت تک اس کو نہیں چھوڑتی جب تک اس نوجوان کا مضبوط جسم بے جان نہیں ہو جاتا تھا...... لوگوں کا کہنا تھا کہ نرملا کے اندر جنم جنم کی جنس کی پیاسی ناگن کی آوارہ آتما سمائی ہوئی تھی اس کا جنسی جنون ایک نوجوان مرد کے خون سے ختم ہوتا تھا۔ یہ حقیقت ہر کسی کو معلوم تھی کہ نرملا ایک ایسی زہریلی ناگن ہے۔ جس کی مستی نوجوان کے لہو سے اترتی ہے۔ اس کے باوجود جس مرد کی طرف وہ اپنی مست نگاہوں سے دیکھتی تھی وہ سب کچھ بھلا کر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑتا۔ بہت کم اس کے بدن کے تپتے دہکتے جہنم کے قریب رہ کر زندہ بچے ہوں گے......

ناگ دیوتا کے مندر کے احاطے میں پہنچ کر نرملا نے پونم کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا: گوری گھبرا کیوں رہی ہو...... یہ سورگ کا ایک خوبصورت ٹکڑا

ہے...... یہاں تم جیسی مدھ بھری آنکھوں والی نازنین کو ہر وقت آشاؤں اور سپنوں کے راجکمار بانہیں پھیلائے ملتے ہیں۔ جیون میں تم ہر نئے موڑ پر ایک نئے راجکمار کو اپنا منتظر پاؤ گی...... ہم تمہیں ان خوبصورت سانپوں سے پریم کرنا سکھادیں گے...... ایک دفعہ اگر تم نے کسی ناگ کو اپنی چھاتیوں کا رس پلا دیا تو پھر دیکھنا تمہارے جیون کا ایک ایک لمحہ بہاروں سے مہک اٹھے گا...... تمہارے من میں ایک ایسی پیاس پیدا ہو جائے گی جو تمہیں ان دیکھی لذتوں سے ہمیشہ سرشار رکھے گی...... بھگوان کی قسم یہ سانپ بڑے کام کے ہوتے ہیں...... ان کے مچلتے ہوئے لمس سے دیوداسیوں کے اندر نئی انتھک امنگیں پیدا ہوتی ہیں...... تم بہت پیاری لگتی ہو...... اور نرملا کو جس پر پیار آ جاتا ہے۔ اس کی زندگی رنگوں اور خوشیوں سے بھر جاتی ہے۔

پونم نے روتے ہوئے کہا! نرملا! اگر تمہیں ہم سے پیار ہو گیا ہے تو تمہیں پیار کی قسم ہمیں یہاں سے کسی طرح نکال دو۔ اس بھیانک ماحول میں ہمارا دم گھٹ رہا ہے۔

نرملا نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! بے وقوف! چند دن یہاں ہمارے پاس رہو...... اگر تمہیں زندگی کے یہ نئے نویلے رنگ پسند نہ آئیں تو پھر چلے جانا ہم تمہاری پوری مدد کریں گے۔

اس کے بعد اس نے ایک دوسری دیوداسی کو اشارے سے بلا کر کہا: پونم دیوی کو امرت رس پلاؤ یہ کچھ گھبرا رہی ہے۔

وہ داسی چلی گئی...... اور تھوڑی دیر بعد اس نے مشروب سے بھرا ہوا ایک پیالہ پونم کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ جسے پیتے ہی پونم گہری نیند سو گئی...... ادھر شیو دیوتا کے مندر میں تمام رات راجکماری کا بناؤ سنگھار ہوتا رہا۔ رات کے آخری پہر تک یہ سلسلہ جاری رہا...... مہا پجاری کئی بار اس کمرے میں آیا اور بھوکی نظروں سے راجکماری کو دیکھ کر کہتا! ''یہ شیو دیوتا کی پاروتی ہے۔ جس کے پریم میں ہمارے تمہارے دیوتا صدیوں سے بے تاب پربت پربت پھر رہے ہیں...... اس دیوی کے رنگ وروپ کو اور نکھار دو۔''

''صبح کو ہزاروں یاتریوں نے ایک عجیب سا منظر دیکھا...... ایک خوبرو نوجوان جس کا گورا گورا بدن چاندی کی طرح دمک رہا تھا...... شیو دیوتا کے مندر کے اونچے مخروطی کلس کے سائے میں کسی مہاتما کی طرح سورج کی طرف ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ اس کے لمبے لمبے سیاہ گھنگھریالے بالوں کے بل کھاتے ہوئے حلقے ناگوں کی طرح اس کے شانوں پر لہرا رہے تھے۔''

اس نے سبز رنگ کی تہہ باندھی ہوئی تھی۔ اور سبز رنگ کی ایک بڑی خوبصورت ریشمی چادر اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی لوگ حیرت و استعجاب سے ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مندر کے سارے پجاری اور دیوداسیاں بھی جمع ہو چکی تھیں...... لوگ طرح طرح کی چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

اچانک اس نوجوان نے بولنا شروع کر دیا...... لوگو! حیرت زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ہم تم سب کے شیو دیوتا ہیں ہم صدیوں تک اس نیلے گگن کے ساگروں میں بھگوان کے پاس رہنے کے بعد آج سورج کی کرنوں کی ناؤ پر سوار ہو کر تم سب کو درشن دینے آئے ہیں...... ہمیں معلوم ہوا ہے ہماری پاروتی یہاں پہنچ گئی ہے۔ ہم پاروتی کے بغیر سکھ سے نہیں رہ سکتے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں نے ہماری پاروتی کو آسام کی عیاش اور بدکار مہارانی سمیتا کے کہنے پر کچھ دکھ بھی دیئے ہیں۔ ہم سمیتا کے ساتھ ساتھ ان ذلیل پجاریوں کو بھی جلا کر بھسم کرنے والے ہیں جنہوں

نے ہماری پاروتی کو دکھ پہنچائے ہیں...... مہا پجاری اور دوسرے مہا دیو اور دیوداسیاں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر رحم کی بھیک مانگ رہے تھے...... یاتریوں نے ناچنا گانا شروع کر دیا ان کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ جس کے بت کی پوجا کرتے تھے آج ان کے سامنے اصلی شکل میں کھڑا تھا......

مہا پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!'' دیوی آپ کے درشن کو تیار بیٹھی ہے...... تشریف لائیے...... ہم سب کو اپنے پوتر قدم چومنے دیجئے۔''

وہ جن خفیہ زینوں سے مندر کی بلند و بالا چھت پر چڑھا تھا انہیں راستوں سے نیچے اتر آیا...... اس کی مرعوب کن مردانہ وجاہتوں نے ہندو یاتریوں کو تڑپا کر رکھ دیا...... دیوداسیاں دیوانگی کی حدود تک پہنچ کر رقص کر رہی تھیں۔ کسی کو اپنا ہوش نہیں تھا...... وہ ہر ایک کو درشن دیتا ہوا بڑی بے نیازی سے آگے بڑھتا ہوا مندر کے اس حصے میں پہنچ گیا۔ جہاں پاروتی کو ٹھہرایا گیا تھا۔

اس نے پاروتی کے دروازے پر دیوداسیوں کا جمگھٹا دیکھ کر کہا!'' اب تم سب یہاں سے دور چلے جاؤ ہم مکمل تنہائی اور سکون کے عالم میں اپنی پاروتی سے ملنا چاہتے ہیں۔ اور جب تک ہم حکم نہ دیں کوئی ادھر نہ آئے...... جشن مناؤ...... خوب ناچو گاؤ۔''

لوگ نعرے لگاتے ناچتے گاتے جانے لگے...... اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا...... راجکماری عروسی لباس میں حسن کا شاہکار لگ رہی تھی۔ راجکماری نے ایک نظر اس وجیہہ نوجوان کی طرف دیکھا اور پھر تیزی سے پلنگ سے اتر کر اس کے قدموں پر گر کر بولی!'' تمہیں بھگوان کی قسم'' تم ہماری مجبوری سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھانا ہم کسی شیو دیوتا کی پاروتی نہیں ہیں۔

سلطان نے راجکماری کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! ہم جانتے ہیں کہ تم کون ہو...... ہم ایک غیرت والی قوم کے فرزند ہیں تم مہاراجہ جے دیج کی بیٹی راجکماری چندر کانت ہو...... اور ہم تمہارے بھائی سلطان احمد ہیں......

راجکماری نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر کہا!'' تم مسلمان ہو۔''

'' جی! اور ہم تمہاری حفاظت کے لیے یہاں آئے ہیں......

راجکماری سسک پڑی اور سلطان احمد کے سینے سے لگ کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی...... بھیا...... تم نے ہماری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈال دی ہے۔''

سلطان احمد نے اس کے ریشمی بالوں پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ سے کہا!'' راجکماری...... ! تم ہماری آن ہو...... اور ہم مسلمان اپنی آن بچانے کے لیے جان کی پرواہ نہیں کرتے......''

پھر اس نے سرگوشی کے ساتھ کہا!'' ہمارا ناٹک بڑا کامیاب رہا ہے...... ہندو یاتری اور پجاری ہمیں سچ مچ کا شیو دیوتا تسلیم کر چکے ہیں...... سنو! باہر شہنائیاں بج رہی ہیں...... تم محتاط رہنا...... دبدبہ رکھنا...... طمطراق سے رہنا...... کسی مناسب موقع پر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔''

راجکماری نے کہا!'' سلطان بھائی...... ہمارے ساتھ ہماری ایک سکھی پونم بھی یہاں کے ناگ مندر میں گرفتار ہے...... اسے بے یار و مددگار چھوڑا نہیں جا سکتا۔''

تم فکر نہ کرو! سلطان احمد نے کہا! ''ہم اس کے لیے بھی سوچیں گے......''

سلطان اور راجکماری دن ڈھلے تک کمرے میں رہے اور مستقبل کے بارے میں سوچتے رہے......''

ایک موقع پر سلطان احمد نے کہا! ''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کرشن مہاراج کو عبرتناک شکست ہوئی ہے۔''

راجکماری چندر کانت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''کرشن کو قدم قدم پر شکست سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔'' یہ ہماری لیے بڑی خوشی ہے......بھگوان ظالموں کو ذلیل خوار کرے گا......سلطان احمد ہماری راجدھانی میں یہ افواہ عام گردش کر رہی تھی کہ ہمارے پتاجی مہاراج نے جیون تیاگ کر لی ہے۔اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی خبر ہے۔

سلطان نے کہا! ہمارے پاس اس سلسلے میں کوئی مصدقہ اطلاع یا خبر بالکل نہیں ہے......ہمیں تمہاری حفاظت کے لیے بھیجا گیا ہے۔والی بنگال کا خیال تھا کہ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔

راجکماری نے کہا! تم لوگ بڑے عظیم ہو۔والی بنگال کو نجانے کیوں اپنے دشمن کی بیٹی کا اتنا خیال ہے۔

سلطان احمد نے ناگواری سے کہا! ''راجکماری! تمہیں ہمارے حاکم دشمن کی بیٹی نہیں اپنی بیٹی سمجھتے ہیں اور جس کو ہم اپنی ماں بہن یا بیٹی سمجھ لیتے ہیں اس کی عزت وآبرو کی خاطر ہم تپتے ہوئے صحراؤں، ناقابل عبور سنگلاخ پہاڑوں اور بیکراں سمندروں کی پرواہ نہیں کرتے۔تمہارے ہم پر کچھ ایسے احسانات ہیں جن کا بوجھ ہم ہلکا کرنا چاہتے ہیں......والی بنگال کا خیال ہے۔تم اندھیروں میں ٹمٹماتی ہوئی وہ اکیلی شمع ہو جو آسام کے بھولے بھٹکے مسافروں کو انسانیت کی راہ دکھاتی ہے۔''

راجکماری نے ممنونیت سے سر جھکا کر کہا! ''ہم والی بنگال اور تمہاری پوری قوم کے بڑے ممنون ہیں کہ وہ ہمارے بارے میں ایسے نیک اور خوش آئند خیال رکھتے ہیں...... یہ ہماری بڑی خوش نصیبی ہے۔''

راجکماری کا سر سلطان احمد کے شانے پر جھک گیا تھا اس کی لمبی لمبی زلفیں سلطان احمد کے شانے پر بکھری ہوئی تھیں۔''

اس نے راجکماری کے بکھرے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''بہن! چندر کانت! ہمیں معلوم نہیں تمہارے پتاجی مہاراج پر کیا گزری ہے۔بہرصورت ہم ایک بھائی کی حیثیت سے اتنا یقین دلاتے ہیں کہ اگر تمہارے پتاجی مہاراج اس دنیا میں نہیں رہے اور ان کو قتل کیا گیا ہے تو پھر ان کے قاتلوں کی زندگی بھی طویل نہیں ہوگی وہ بہت جلد ہمارے ہاتھوں کیفرِ کردار تک پہنچیں گے۔''

راجکماری سسک پڑی! پتاجی! کاش تم نے اپنے زہرناک سفاک اور ہتیارے بھتیجوں پر اس قدر اندھا اعتماد نہ کیا ہوتا......کاش تم نے ہماری باتوں کا یقین کیا ہوتا......

پھر اس نے روتے ہوئے سلطان احمد کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا! ''کرشن بڑا بے رحم اور سفاک ہے اس نے یقیناً ہمارے پتاجی مہاراج کو قتل کر دیا ہوگا اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو کرشن کی خونخوار ماتا سمیتا تاج سر پر رکھ کر تخت پر بیٹھ کر ہمیں اس طرح رسوا نہ کرتی!''

سلطان نے چندر کانت کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! ''تم ٹھیک کہتی ہو بہن ظالم حکمران کے ظالمانہ اقتدار کا سورج بہت جلد ڈوب جائے گا......

پھر صبح ہوگی......اندھیرے چھٹ جائیں گے......بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ جو لوگ مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں خالق کائنات انہیں اس کے عظیم اجر عطا کرتے ہیں۔"

باہر ہندو یاتری، پجاری، مہادیو اور دیوداسیاں جشن منا رہے تھے۔ شہنائیوں کی مدھر تانیں دامن دل کھینچ رہی تھیں......ڈھولک کی تھاپ پر پائل کی جھنکاروں کے سنگیت ناچنے والیوں کے ساتھ ساتھ دیکھنے سننے والوں کو بھی مسحور کر رہے تھے۔ مندر کو سجایا جا رہا تھا۔ دیوداسیوں پر عطر پاشی کی جا رہی تھی گیندے اور چنبیلی کے پھولوں کے ہزاروں گجرے اور ہار دیوتا اور دیوی کے لیے تیار کیے جا رہے تھے۔ سلطان احمد کو یہ سب کچھ عجیب بھی لگ رہا تھا اور پسند بھی آ رہا تھا......راجکماری کی آنکھوں میں نیند کا خمار اترتا دیکھ کر سلطان نے اسے نرم و نازک مخملی بستر پر لٹاتے ہوئے کہا!

"تم سو جاؤ......ہم جاگ رہے ہیں۔"

راجکماری نے مخمور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا!"پونم کا کیا بنے گا۔"

سلطان احمد نے کہا!"تم بے فکر ہو کر سکون کی نیند سو جاؤ......ابھی تک ہمارا جادو کام کر رہا ہے جب تک ہم دیوتا ہیں۔ اس وقت تک ہمارے حکم کے بغیر یہاں کچھ بھی نہیں ہوگا......ہم رات کو کسی وقت اس کی خبر لینے جائیں گے......اب تم سو جاؤ......رات کو دیوی نے اپنے یاتریوں اور پجاریوں کو درشن بھی دینے ہیں۔

راجکماری ہنس پڑی اور کہنے لگی!"سلطان ہمیں معاف کر دینا نجانے کیوں ہمیں بڑے سکون کی نیند آ رہی ہے۔"

"تو سو جاؤ نا!......ہم جاگ رہے ہیں۔"

چند لمحوں بعد راجکماری گہری نیند سو گئی اور پھر شام تک سوتی رہی......مندر کو خوشبوؤں سے مہکایا جا رہا تھا......یاتریوں دیوداسیوں اور پجاریوں میں خوشیوں کی ہلچل سی مچی ہوئی تھی......راجکماری اور سلطان احمد نہا دھو کر تیار ہو رہے تھے......راجکماری کی مستک پر سلطان احمد نے سرخ رنگ کی بندیا بنائی اور سلطان احمد کے ماتھے پر راجکماری نے سفید رنگ کی اوپر تلے تین لکیریں بنائیں۔"

راجکماری نے مسکراتے ہوئے کہا!"بھیا! ہمارا جی چاہتا ہے تمہاری مستک پر سفید کی بجائے سیاہ رنگ کی لکیریں بناؤں۔"

کیوں؟ سلطان احمد نے کہا! ہندو تو سیاہ رنگ استعمال نہیں کرتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے۔ راجکماری نے کہا!"ہمیں خطرہ ہے کہیں ہمارے بھیا کو کسی بدنظری کی نظر نہ لگ جائے۔"

سلطان ہنس پڑا"خیر تمہارے بھیا اتنے یوسف ثانی بھی نہیں ہیں۔ جتنا جوش محبت میں تم بڑھا چڑھا رہی ہو۔"

شام کے اندھیرے گہرے ہونے لگے تو چار خوبصورت دیوداسیاں ان کے کمرے میں داخل ہوئیں۔ چاروں کے دائیں ہاتھوں پر سونے کے طشت تھے جن میں ایک ایک شمع روشن تھی......داسیوں نے کمرے کے چاروں کونوں میں شمعیں رکھ دیں اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔"

سلطان احمد نے سب کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا!"ہم خوش ہوئے ہیں۔ باہر اطلاع کر دو ہم یاتریوں دیوؤں اور پجاریوں کو درشن دینے آ رہے ہیں۔"

دیوداسیاں خوشی سے ناچتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ آن کی آن میں ان کے کمرے کے دروازے پر مندر کے تمام بڑے بڑے پجاری جمع ہوگئے ان کے علاوہ باقی ہزاروں مردوں اور عورتوں کا مجمع مندر کے وسیع وعریض احاطے میں اور ارد گرد کے دالانوں میں جمع ہو رہا تھا..... سازندے طربیہ دھنیں چھیڑ رہے تھے..... گانے والی لڑکیاں بڑے محتاط انداز سے خوشی کے گیت گانے لگیں ناچنے والی خوبصورت لڑکیاں دلفریب اداؤں کے خنجر سان پر چڑھائے ایک اشارے کی منتظر کھڑی تھیں.....

.....دروازہ کھلا پہلے سلطان احمد اور اس کے پیچھے راجکماری ایک پروقار طمطراق اور دبدبے سے باہر آئے..... مہا پجاری اور دوسرے مہا دیوؤں نے دونوں کے سامنے سجدے کیے پھر مہاماتر نے موتیوں کے لمبے لمبے ہار ایک صندوقچی سے نکال کر پہلے شیو دیوتا کو پہنائے پھر دیوتا کی دھرم پتنی پاروتی کو پہنائے اس کے بعد دوسرے چھوٹے پجاریوں نے دونوں کو گیندے اور چنبیلی کے پھولوں کے گجروں اور ہاروں سے سجادیا۔"

مہاماتر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہزاروں یاتری اور سینکڑوں دیوداسیاں مندر کے احاطے میں منتظر ہیں۔ درشن دیجیے..... جنم جنم کے پیاسے لوگوں کو روشن مکھڑوں کے دیدار کرائیے.....

دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے مندر کے اس خوبصورت احاطے کی طرف بڑھنے لگے..... جہاں ایک خوبصورت جھروکے میں دونوں کی مسندیں لگائی گئیں تھیں..... شیو دیوتا کی سونے کی مسند قدرے آگے اور پاروتی کی چاندی کی دلکش مسند تھوڑی سی پیچھے رکھی گئی تھی۔ دونوں مسندوں کو مخمل کے نرم وملائم تکیوں سے سجایا گیا تھا۔ احاطہ اور اس سے ملحقہ راہداریاں لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں..... شیو دیوتا کے قدم بڑھتے تو ماہر فن رقاصوں کے گورے گورے قدم تھرکنے لگے..... بیس کے لگ بھگ ناچنے والیاں دونوں کے آگے آگے ناچتی جارہی تھیں..... شیو دیوتا کے روپ میں سلطان احمد بڑی اچھی اداکاری کا مظاہرہ کر رہا تھا..... راجکماری پاروتی کے روپ میں اس سے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھی چونکہ وہ ہندو تھی اور اپنی عبادات کی ادائیگی کے معاملے کو سلطان احمد سے بہتر سمجھتی تھی..... سینکڑوں پجاری سر جھکائے ہاتھ جوڑے راہوں میں کھڑے تھے۔ جونہی یہ دونوں مرمر کی سیڑھی کے ذریعے اونچے جھروکے میں اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے تو یاتریوں نے پھولوں کا مینہ برسانا شروع کر دیا..... راجکماری نے چاروں طرف نظریں گھمائیں.....

پھر آہستہ سے سلطان احمد کو مخاطب کر کے کہا!" بھیا! پونم دکھائی نہیں دیتی لگتا ہے اسے پابند کیا گیا ہے....."

سلطان احمد نے بنظر غائر لوگوں کو دیکھ کر کہا!" تم فکر نہ کرو ہم پونم کو مندروں کی گندی اور ننگی تہذیب کے درندوں کی خوراک نہیں بننے دیں گے۔ ہمارے ذہن میں بہت سے منصوبے ہیں۔ ہم بہت جلد پونم کو ان خونخوار بھیڑیوں کی گرفت سے آزاد کرالیں گے۔"

رنگوں اور نغموں کی یہ صد رنگ محفل تو تقریباً آدھی رات تک جاری رہی..... آدھی رات کے بعد ناگ دیوتا کے مندر کے پندرہ بیس پجاری سروں پر بڑی بڑی پٹاریاں اٹھائے احاطے میں داخل ہوئے۔ پٹاریوں کے ڈھکنے اٹھائے۔ کالے کالے ناگ پھن پھیلائے پھنکارتے ہوئے پٹاریوں سے ابھرے ناگ مندر کے درمیان مخمور اور مدھر سروں کی بینوں کو بجا بجا کر ناگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھیں..... خوفناک ناگ جھوم رہے تھے۔ ان کی لمبی لمبی زبانیں آسمانی بجلی کے جھماکوں کی طرح باہر نکل رہی تھیں..... تھوڑی دیر بعد ناگ دیوتا کا مہاماتر اور نرملا احاطے میں

داخل ہوئے...... دونوں کی کلائیوں پر ناگ لپٹے ہوئے تھے۔" نرملا کی آنکھوں میں طلسمی کشش تھی۔ گو اس کی عمر تیس برس کے لگ بھگ تھی مگر اس کے جسم کی ساخت کچھ اس قسم کی تھی کہ وہ بھرپور جوان لگتی تھی اس کے لمبے لمبے سیاہ بال اس کے دونوں کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا رنگ آسامیوں کی طرح سانولا نہیں تھا۔ گوری گوری کلائیوں پر سیاہ سانپ لپٹے ہوئے تھے۔"

شیو دیوتا نے بڑے جلال سے کہا! "ناگ دیوتا ہمارے درشن کو کیوں نہیں آیا...... اس کو معلوم نہیں ہم کتنے شکتی شالی والے دیوتا ہیں......"

نرملا نے کہا! "دیوتا نے اپنے منی ناگوں کو بھیجا ہے......

مگر ہم نے منی ناگوں کی بات نہیں کی...... ہم نے تو ناگ دیوتا کے بارے میں پوچھا ہے۔"

نرملا نے گھٹنوں پر جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "دیوتا کے من کا حال دیوتا ہی جانتے ہیں...... ہم سب تو دیوتاؤں اور رشیوں منیوں کے پجاری ہیں۔"

"ٹھیک ہے" سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا! تم ابھی جاؤ اور ناگ دیوتا کو ابھی ہمارا پیغام دو کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے ہمارے درشن کو پہنچ جائے ورنہ دن چڑھتے ہم اس سے جنگ کریں گے...... اور اس کے غرور کی کڑی سزا دیں گے۔

پھر اس نے نرملا کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! تمہارا نام نرملا ہے۔ نا!

نرمیلا نے بچشم حیران ایک بھرپور انداز سے اس کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا کر کہا: دیوتا کو اس داسی کے بارے میں پورا پورا علم ہے۔

"ہاں" سلطان نے راجکماری کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! "ہم اپنے پجاریوں کی ہر بات سے باخبر ہوتے ہیں" نرملا تم نے ہمیں بے حد متاثر کیا ہے...... تمہاری آنکھوں کے حسن میں دیوتاؤں کا خمار بھرا ہوا ہے۔ ہم بہت جلد تم سے تنہائی میں ملاقات کریں گے۔"

اس کا چہرہ گلرنگ ہو گیا۔ اس کے رخساروں پر خوشیوں اور آشاؤں کے گلاب اڑنے لگے...... سلطان راجکماری کا ہاتھ پکڑ کر جھروکے سے اترا اور پھر دونوں شان بے نیازی سے یاتریوں کی صفوں سے گزرتے ہوئے اپنے مخصوص کمرے میں چلے گئے...... ناگ دیوتا اور شیو دیوتا کے مندروں کے پجاریوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ ہر ایک اپنی جگہ حیران تھا پریشان تھا۔

ناگ دیوتا کے مہاماتر نے شیو دیوتا کے مہاماتر سے کہا! "کوئی سمبندھ کرو مہادیو جی! بھگوان نہ کرے اگر دو دیوتاؤں کی ٹکر ہو گئی تو ہم سب بلاوجہ مارے جائیں گے۔" لگتا ہے شیو دیوتا جی خون کی ندیاں بہانے کا ارادہ کر چکے ہیں...... ادھر ہم نے ناگ دیوتا کو بہت منایا بہت منتیں کیں ہاتھ جوڑ جوڑ کر چلنے کو کہا۔ مگر وہ مانتے ہی نہیں۔"...... بتاؤ کیا کیا جائے......"

شیو دیوتا کے مہاماتر نے اپنے موٹے سے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا! تمہارے ناگ دیوتا کو ہار ماننی پڑے گی کیونکہ ہم نے رامائن اور بھگوت گیتا میں پڑھا ہے کہ شیو دیوتا کا مقام ناگ دیوتا کے مقام سے بہت بڑا ہے...... پھر تم جان لو ہمیشہ چھوٹوں کو بڑوں کے قدم چھونے پڑتے ہیں...... ہم تو کہتے ہیں تم سب کسی نہ کسی طرح ناگ دیوتا کو راضی کر کے شیو دیوتا کے چرن سیوا کو لے آؤ ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائے گا...... نرملا تم ناگ دیوتا کے بہت قریب ہو تم ہی کوئی چارہ گری کرو......"

نرملا ابھی تک سلطان کے مردانہ حسن کے گلرنگ خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی...... اس نے چونک کر کہا: ”تم نے ٹھیک کہا ہے۔ مہاراج جو بھی ہوناگ دیوتا کو شیو دیوتا کے چرن چھونے پڑیں گے۔“

شیو دیوتا کے مہاماتر نے کہا! ”پھر تم سب جاؤ اور جس طرح ممکن ہو اسے یہاں لے آؤ۔“

جب وہ جانے لگے تو شیو دیوتا کے مہا پجاری نے کہا! اور سنو! پونم کے بارے میں جو فیصلہ ہوا تھا اس پر ابھی عمل درآمد نہیں کرنا وہ ہماری پاروتی کی سہیلی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت شیو دیوتا کی پاروتی اپنی سہیلی کو طلب کرلے اور ہم سب حاضر نہ کرسکیں۔ اس طرح تم سب جانتے ہو کہ دیوی جی کا غصہ ہم سب کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دے گا۔

نرملا نے آہستہ سے کہا! مگر وہ مہارانی سمیتا کے فرمان کا کیا بنے گا۔

شیو دیوتا کے پجاری نے کہا! نرملا تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ شیو دیوتا تو تمھیں بڑی شکتی اور گیان دھیان کی مالک سمجھ رہے تھے...... تم دیوتاؤں کے سامنے اس دنیا کے راجوں مہاراجوں، رانیوں اور مہارانیوں کی باتیں کرتی ہو۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ یہ مہاراجے راجے اور مہارانیاں رانیاں سب سر جھکا جھکا کر ہمارے دیوتاؤں کے چرنوں پر پھول چڑھانے آتے رہتے ہیں۔“ ہمارے لیے شیو دیوتا کا حکم دنیا بھر کے مہاراجوں سے اہم ہے۔“

نرملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ”بھول ہو گئی مہاراج شما کیجیے۔“

سلطان احمد نے صبح سویرے مہادیو کو بلا کر کہا! ”ہم کھاڑی کے اس پار ناگ دیوتا کے مندر جا رہے ہیں۔ ایک کمان اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش لاؤ۔“

پجاری اپنے پاؤں واپس گیا اور چند لمحوں بعد تیروں سے بھرا ہوا خوبصورت ترکش اور ایک کمان لے آیا...... سلطان نے گلابی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے لمبے لمبے گھنگھریالے بال اس کے شانوں پر کھیل رہے تھے...... راجکماری نے اس کے ماتھے پر خون کی بندیا بنائی!

سلطان نے ترکش گردن کے پیچھے بائیں طرف لٹکایا اور کمان ہاتھ میں پکڑ کر چلتے ہوئے بولا! کسی کو ہمارے اس مختصر سفر کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ ہم مندر کی سرنگ سے نکلیں گے اور شام سے پہلے پہلے لوٹ آئیں گے......

پھر اس نے راجکماری کا ہاتھ پکڑ کر محبت سے چومتے ہوئے کہا! اداس نہیں ہونا...... ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے......“

راجکماری نے آنسو بہانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا! جی دیوتا...... برسوں کی آگ پر صدیوں سفر کیا ہے بڑی مشکل سے تھک ہار کر بڑی کٹھن سی راہوں پر چلتے چلتے اپنے پیا پیارے کو پایا ہے۔ اب ہر وقت من میں یہ خدشہ رہتا ہے کہ کہیں پھر نہ بچھڑ جائیں......

سلطان نے راجکماری کو محبت سے سینے سے لپٹاتے ہوئے کہا! گوری ہم آکاش کے ساگروں میں رہتے ہوئے تمہارے جنم کے حال سے باخبر رہے ہیں...... برسوں کا سلگتا دہکتا دور ختم ہوا...... اب جنم جنم ہمارا ساتھ تمہارے جیون کا آسرا ہوگا۔“

راجکماری نے جھک کر سلطان کے قدم چھوئے اور ہاتھ جوڑ کر کہا! داسی یہیں دروازے پر کھڑی رہے گی۔“

سلطان احمد مسکراتا ہوا کمرے سے نکل گیا اس کے پیچھے مہادیو بھی باہر آ گیا......

مندر کے تہہ خانے کی سرنگ کے دروازے پر پہنچ کر سلطان نے مہا پجاری کو کہا! ''اب تم جاؤ...... پاروتی کا خیال رکھنا گانے بجانے اور ناچنے والی سندر سندر لڑکیوں کو اس کی دلجوئی پر مامور کر دینا ہم شام تک لوٹ آئیں گے۔''

سلطان نے ہاتھ بلند کر کے مہا پجاری کو رخصت کیا خود سرنگ کے اندھیروں میں غائب ہو گیا...... یہ سرنگ جنگل میں ایک پہاڑی کے قریب باہر نکلتی تھی...... سلطان سرنگ سے نکل کر دیر تک اردگرد کا جائزہ لیتا رہا...... پہاڑی پر چڑھ کر اس نے دیکھا۔ تو اسے ناگ مندر کے چمکتے ہوئے کلس دکھائی دیئے...... وہ پہاڑی سے اتر کر مندر کی سمت روانہ ہوا سمندر کی نم آلودہ ہوائیں اس کے تن بدن کو چوم رہی تھیں۔ وہ جب کھاڑی پر پہنچا تو ایک کشتی مل گئی...... اس نے کشتی کو کھولا اور چپو سنبھال کر دوسرے کنارے کی طرف کشتی کو کھینچنے لگا۔ کھاڑی کے ٹھہرے ہوئے نیلگوں پانی میں بڑی بڑی مچھلیاں تیرتی پھرتی تھیں...... کھاڑی کا پاٹ ایک کوس کے لگ بھگ تھا...... کھاڑی میں اور بھی بہت سی کشتیاں آ جا رہی تھیں...... سلطان ان کشتیوں سے دور دور رہنا چاہتا تھا...... سلطان نے کشتی کو ایک درخت سے باندھا اور مندر کی طرف چل پڑا...... مندر کی طرف کئی راستے جاتے تھے۔ مگر وہ لوگوں کی نظروں سے چھپ کر اچانک مندر میں داخل ہو کر یاتریوں اور پجاریوں کو حیرت زدہ کرنا چاہتا تھا...... اس وقت تک سورج کافی اونچا آ چکا تھا مگر بادلوں کی وجہ سے دھوپ نہیں نکلی تھی...... سلطان کے سامنے دلدلی علاقہ تھا وہ چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں پر چلتا ہوا۔ اس دلدلی علاقے سے نکل گیا تقریباً سارا علاقہ پتھریلا تھا۔ ناریل اور تاڑ کے درخت عام تھے...... سلطان نے دانستہ اس دلدلی ویران اور غیر آباد علاقے کو منتخب کیا تھا...... سامنے سے سمندر کی ہوائیں آ رہی تھیں۔ دائیں جانب چھوٹی چھوٹی چٹانیں ایک دوسرے سے دور تک چلی گئی تھیں...... وہ ان چٹانوں کی طرف چل پڑا ان چٹانوں نے پتھروں کا ایک حصار بنا رکھا تھا۔ سلطان احمد اس حصار میں داخل ہوا تو اس کے سامنے ایک دوسرا منظر تھا۔ یہاں سرسبز لمبی لمبی گھاس تھی جگہ جگہ کیلے کے درختوں کے جھنڈ تھے ان کے درمیان ناریل کے درخت سمندری ہواؤں کے جھونکوں کے تھپیڑے کھا کھا کر جھوم رہے تھے ایک چھوٹی سی ندی چٹانوں سے نکل کر بہہ رہی تھی۔ ندی کا پانی انتہائی شفاف اور ٹھنڈا تھا...... سلطان احمد ندی کے کنارے بیٹھ گیا۔ پتھریلی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر گزرتا ہوا پانی پیا۔ اچانک اس کی نظریں ندی کے ایک موڑ پر پڑیں جہاں سے ندی ایک چٹان کے گرد چکر کاٹ کر اس طرف آ رہی تھی...... سلطان نے گیروا رنگ کے لباس میں ایک عورت کو دیکھا یہ عورت ناریل کے درختوں کے جھنڈ سے نکل کر ندی کی طرف آ رہی تھی...... سلطان کو پہچاننے میں دیر نہیں لگی تھی...... وہ نرملا تھی...... سلطان کیلے کے پودوں کے جھنڈ کی اوٹ میں کھڑا ہو کر اس کو دیکھ رہا تھا نرملا نے اپنا ساڑھی نما لباس اتار کر پتھروں پر رکھ دیا...... اس کی خوبصورت پتلی کمر کے گرد سیاہ رنگ کی پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ ندی کے پانی میں کھڑی تھی ندی کا پانی اس کی کمر تک تھا اس نے کمر سے پیٹی اتاری تو وہ بل کھانے لگی...... سلطان احمد اس کی طرف حیرتوں اور وحشتوں سے دیکھ رہا تھا...... وہ ایک سیاہ رنگ کا ناگ تھا۔ جس کو نرملا نے اپنی کمر کے گرد لپیٹا ہوا تھا۔ وہ خود بھی نہا رہی تھی اور سانپ کو بھی نہلا رہی تھی...... سلطان دیر تک اس عورت کی بے خوفی اور کمال فن کا تماشا دیکھتا رہا...... نرملا نہا کر باہر نکلی ساڑھی پہنی اور سانپ کو ہاتھ کی کلائی پر لپیٹ کر اپنے گیلے سیاہ بالوں کو جھٹک جھٹک کر سکھانے لگی...... سلطان احمد تیزی سے نکلا اور اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر سے نرملا آئی تھی...... ایک چٹان پر چڑھ کر اس نے دیکھا تو اسے ناریل کے درختوں کے جھنڈ میں ایک اونچی جگہ پر جھونپڑی دکھائی دی...... وہ دوڑتا ہوا کٹیا میں پہنچا۔'' کٹیا کے سامنے ایک صاف ستھرا چبوترا بنا ہوا تھا...... جس

پر پینے کے دو مٹکے رکھے ہوئے تھے۔ جن پر ناریل کے بڑے بڑے پیالے اوندھے رکھے ہوئے تھے...... مٹکوں کی گردنوں پر چنبیلی کے گجرے گجروں کی لڑیاں سجی ہوئی تھیں۔ وہ جھونپڑی کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا...... نرملا اسی طرف آ رہی تھی...... چند لمحوں بعد نرملا پہنچ گئی......اور چبوترے پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔ جس طرح سادھو بھگت بیٹھا کرتے ہیں۔ ایک ناگ منی پھن پھیلائے اس کے سامنے جھوم رہا تھا۔ اوٹ میں کھڑا ہوا سلطان احمد یہ سارا کھیل دیکھ رہا تھا...... نرملا نے اپنی چھاتی کو ننگا کیا۔ ناگ لہرا کر آگے بڑھا اور کسی چھوٹے بچے کی طرح اس کی چھاتی سے دودھ پینے لگا......

سلطان احمد دیر تک یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھتا رہا...... ناگ منی اس کی چھاتی سے دودھ پی رہا تھا اور نرملا کسی مدہوش ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی...... وہ ایک عجیب قسم کی لذت میں ڈوبی ہوئی لگ رہی تھی...... سلطان احمد یہاں سے ہٹ کر اوپر ناریل کے درختوں کی طرف چلا گیا۔ اور پھر ایک اونچی چٹان پر چڑھ کر بولا!

نرملا! ہمارے قریب آؤ ہم اپنے وچن کے مطابق تمہیں درشن دینے آئے ہیں۔

نرملا چونک کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے جلدی جلدی ناگ منی کو پٹاری میں بند کیا اور پھر ننگے پاؤں اس چٹان کی طرف دوڑنے لگی جہاں سلطان احمد کھڑا تھا...... نرملا نے اس کے قدموں پر سر رکھ دیا۔"

سلطان احمد نے اس کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا!"ہم تمہیں ایک نئے جیون سے روشناس کرانے آئے ہیں۔"

نرملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"لگتا ہے کوئی داسی کوئی سندر سپنا دیکھ رہی ہے۔"

سلطان احمد نے مسکراتے ہوئے کہا! نہیں! ہم حقیقت کی دنیا میں تمہیں اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر نیلے آکاش کے اس پار اسراروں کی دنیا میں لے جانا چاہتے ہیں

اس کے نسوانی حسن کے سارے جلوے اس کی پیازی آنکھوں کی کٹوریوں سے جھلک رہے تھے۔ نرملا کی دنیا آشام امنگوں اور حسین آرزوؤں کی بہاروں سے مہکی ہوئی تھیں...... وہ جذبات کی شدید ہلچل سے ہانپ رہی تھی اس کی سانسوں کے زیر و بم میں جذبوں کے رسیلے نغمے تھے۔"اس نے کہا!"دیوتا! اپنی داسی کو سنبھالیئے۔"

سلطان نے کمان کا چلا کھینچ کر تیر کو فضاؤں میں چھوڑتے ہوئے کہا!"ہم تمہیں گرنے نہیں دیں گے تم ہماری پسند ہو۔ لوگ تمہاری پوجا کریں گے......"

نرملا سلطان کے قدموں پر جھکی ہوئی تھی۔ وہ مدہوشی کے عالم میں بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی! مہان دیوتا جیون تو تمہارے قدموں پر مر جانے کا نام ہے داسی کو اپنے قدموں پر جھکا رہنے دو...... ہم کس طرح سر کو اٹھا کر پورے قد کے ساتھ تمہارے سامنے کھڑے ہونے کی حماقت کر سکتے ہیں۔"

سلطان نے کہا!"نرملا اٹھو اور پورے قد کے ساتھ ہمارے سامنے کھڑی ہو جاؤ...... ہم تمہیں دیوتاؤں کے سنسار لے جائیں گے۔"

دیوتاؤں کی دنیا اس سنسار سے مختلف اور انوکھی ہوتی ہے۔ پھر سلطان نے اس کا بازو پکڑ لیا اور ناگ مندر کی طرف چلنے لگے...... نرملا کے

دل کی دھڑکنوں میں چاہتوں اور خوشیوں کے ساز یئے بج رہے تھے۔"

سلطان نے کہا! ہم ناگ دیوتا کو اس کی بد دماغی، نافرمانی اور گھمنڈ کی سزا دینے آئے ہیں۔"

نرملا نے چلتے چلتے ہاتھ جوڑ کر کہا!" دیوتا مہان شکتی کے مالک ہیں۔"

مندر کے قریب پہنچ کر سلطان احمد نے کہا! ہم ہر پورن ماشی کی رات تمہارے ساتھ گزاریں گے۔ یہ ہمارا وچن ہے...... فاصلے ہمارے جذبات کی راہ میں حائل نہیں ہوں گے۔ ناگ دیوتا کی جگہ ہم تمہیں اس کا اوتار بنانا چاہتے ہیں۔"

نرملا پر بے خودی کا عالم طاری تھا۔ اس کے ہونٹوں پر وجد انگیز تبسم تھا۔ مگر اس کی مدھ بھری شوخ آنکھوں میں آنسو تھے...... وہ سلطان کے قدموں پر گر کر رونے لگی...... وہ کہہ رہی تھی۔" تم شیو دیوتا ہو تم بھگوان کے اوتار ہو...... نہیں...... تم بھگوان ہو۔ صرف ہمارے بھگوان ہو ہم جنم جنم سے تمہیں تلاش کرتے ہوئے اس مندر میں آئے ہیں...... ہم قدم قدم لہولہان ہو کر منزل تک پہنچے ہیں۔ ہم نے اپنا سب کچھ لٹا کر تمہیں پایا۔"

سلطان نے اس کے ریشمی بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!" ہم نے ناگ دیوتا کا مقابلہ کرنا ہے۔ دیر ہو رہی ہے۔"

نرملا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا!" لگتا ہے ہم باؤری ہو جائیں گی۔"

سلطان احمد نے کہا!" تم لباس تبدیل کر لو ہم یہیں کھڑے ہو کر تمہارا انتظار کریں گے۔"

نرملا تتلی کی طرح لہراتی ہوئی اپنی کٹیا کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کی اداؤں میں ایک دلکشی تھی ایک دلفریبی تھی۔ خود سپاری کا والہانہ پن تھا وہ کسی نئی نویلی بانکی چھبیلی ضیار کی طرح لگ رہی تھی جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو سلطان نے بارگاہ خداوندی میں انکساری سے دعا مانگنے لگا۔"

اے خالق و مالک! اے رحمان و رحیم! تو علیم و بصیر ہے تو دلوں کے حال جانتا ہے تو جانتا ہے کہ ہمارے مقاصد کیا ہے...... خداوندا ہمارا کفر کی تاریکیوں سے مقابلہ ہے۔ اگر آپ کی رحمت شامل حال نہ ہوئی تو تھک ہار جاؤں گا۔ جہاں عقل و فکر کے فلسفوں کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ وہاں سے تیری رحمتوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس وقت اس امتحان کی اس کٹھن گھڑی میں ہمارا آپ کے سوا کون مددگار ہے۔" وہ دیر تک سجدے میں سر رکھ کر روتا رہا پھر یکا یک وہ مطمئن ہو کر کھڑا ہو گیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا نرملا کی کٹیا کی طرف بڑھنے لگا۔"

نرملا نے چونک کر سلطان احمد کی طرف دیکھ کر کہا! کیا دیوتا روتے رہے ہیں؟ پھر اس نے تڑپ کر اپنی ساڑھی کے پلو سے سلطان کی پیشانی کو پونچھتے ہوئے کہا!" دیوتا کی پیشانی پر خاک کا داغ کیسے لگ گیا۔"

سلطان نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!" بھگوان نے ہمارے اور تمہارے سنجوگ کو بے حد پسند کیا ہے۔"

پھر وہ مندر کی طرف چل پڑے۔ سلطان زیر لب آیۃ الکرسی کی تلاوت کرتا جا رہا تھا۔ اس کے قدم اعتماد سے اٹھ رہے تھے۔ جب سلطان اور نرملا مندر میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ شیو دیوتا کے سامنے سینکڑوں لوگوں کو گردنیں جھکی ہوتی تھیں۔"

سلطان نے نرملا سے کہا!" ناگ مندر کے مہادیو سے کہو، ناگ دیوتا کے استھان کا دروازہ کھول دے۔"

مہادیو نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو سلطان نے کہا!" اب یاتریوں دیوداسیوں اور پجاریوں کو مندر سے نکال دیا جائے۔ ہم ناگ

دیوتا کو بھگانے آئے ہیں۔ وہ جس طرف سے بھی نکلے گا کسی کو کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ ہم نے ایک کشٹ کے ذریعے اس کی ساری شکتی چھین لی ہے۔''

لوگ چلے گئے تو سلطان احمد نے ناگ دیوتا کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا! ہم نے کسی نہ کسی طرح تمہارے زندان کا دروازہ کھلوا دیا ہے۔ اس قید خانے سے نکلو اور آزاد فضاؤں میں کہیں دور گم ہو جاؤ......

سانپ نے سر اٹھا کر سلطان کی طرف دیکھا اور پھر بڑی تیزی سے باہر کی طرف بڑھنے لگا......سلطان اس کے پیچھے آیۃ الکرسی کا ورد کرتا ہوا بڑھ رہا تھا......نرملا کے چہرے پر خوشیوں کے گلاب اُڑ رہے تھے...... جب خوفناک زہریلا اژدھا مندر سے نکل کر جنگل میں غائب ہو گیا تو لوگوں نے شیو دیوتا کی جے کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔''

سلطان احمد نے ناگ مندر کے مہادیو سے پوچھا: پونم کہاں ہے؟

مہادیو بھاگتا ہوا ایک طرف کو دوڑا اور چند لمحوں بعد ایک مرجھائی ہوئی نوخیز لڑکی کے ساتھ حاضر ہوا!

سلطان نے پونم کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم ہماری دھرم پتنی پاروتی کی سکھی ہو تمہارے بغیر وہ بہت اداس ہے اور ہم سے اس کی اداسی دیکھی نہیں جاتی......ہم نے ناگ دیوتا کو بھگا دیا ہے ہم تمہیں لینے آئے ہیں پونم بادیدہ حیران کبھی نرملا کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی سلطان احمد کی طرف دیکھتی تھی۔ جو شیو دیوتا بنا کھڑا تھا۔''

پونم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم کسی پاروتی کی سکھی نہیں ہیں۔ ہمیں شما کر دو۔''

سلطان نے دبدبے سے کہا! ''کیا تم راجکماری چندرکانت کی سہیلی نہیں ہو؟''

پونم چکرا کر سلطان کے قدموں پر گر پڑی وہ رو رو کر کہہ رہی تھی۔ ''ہمیں شما کر دو مہاراج ہم سے بھول ہوئی ہے۔

سلطان نے پونم کو اٹھاتے ہوئے کہا! ''بیتے ہوئے جنم میں چندرکانت کا نام پاروتی تھا۔''

نرملا نے آگے بڑھ کر پونم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ''چلو تمہیں چندرکانت بلا رہی ہے۔''

پونم نے چلاتے ہوئے کہا! ''نہیں ہم تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے تم زہریلی ناگن ہو، بدکار ہو۔''

سلطان احمد نے پونم کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! پونم جس نرملا کو تم جانتی ہو...... وہ مر چکی ہے...... یہ تو چندرما کی پوتر کرن ہے۔ ہم نے اپنا جیون اس کے نام لکھ دیا ہے۔ ہمارے بھگوان کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ ہمارے بعد نرملا چندرکانت اور تمہاری رکھشا بھی کرے گی۔ پرماتما نے اسے بڑی شکتی دی ہے۔''

نرملا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے بجھے بجھے لہجے میں پوچھا! ''دیوتا تم اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو لگتا ہے ہمیں چھوڑ کر کہیں جانا چاہتے ہو۔''

نہیں ہم تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہے......سلطان احمد! نرملا اور پونم کو لے کر شیو دیوتا کے مندر کی طرف روانہ ہوا! مندر میں پہنچ کر سلطان احمد نے نرملا کو مخاطب کر کے کہا! تم چنتا نہیں کرو! ہم ہر پورن ماشی کی رات تمہارے ساتھ گزاریں گے۔''

پھر ایک لمحے کے بعد سلطان احمد نے ایک دیو داسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! لگتا ہے ہماری نرملا تھک گئی ہے۔ اس کے لیے بیٹے پلنگ کا انتظام کرو!

نہیں! نرملا نے چونک کر کہا! آپ آرام کریں ہم پاؤں دباتی ہیں...... نرملا محبت کے ملکوتی خلوص سے سلطان کے پاؤں چوم رہی تھی......

''نرملا!'' سلطان نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا! ہم سے وعدہ کرو ہماری غیر حاضری میں تم رویا نہیں کرو گی...... اگر کبھی تم نے ایسا کیا تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بچھڑ...... !

نرملا نے بے اختیار ہو کر اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

''ایسی باتیں نہ کرو بھگوان...... یہ داسی نہیں روئے گی۔''

راجکماری چندرکانت اور پونم اپنے اپنے بستروں پر سکون کی نیند سو چکی تھیں ان کے خوبصورت کول کلیوں جیسے چہروں پر طمانیت اور معصومیت کے تبسم کے رنگ نچھاور ہو رہے تھے...... ادھر سلطان احمد کی آنکھوں میں بھی خمار اتر رہا تھا...... اس نے دیدہ نیم باز سے نرملا کی طرف دیکھ کر خوابناک لہجے میں کہا! نرملا تم بھی سو جاؤ رات کا ایک پہر بیت چکا ہے۔

نرملا نے محبت سے چھلکتی ہوئی مدھ بھری آنکھوں سے سلطان احمد کے چہرے کا طواف کرتے ہوئے کہا!

ہمارے بھگوان داسی کو تمہارے چہرے کا دیدار کرنے میں بڑا لطف آتا ہے...... نیند آئے گی تو سو جاؤں گی...... تم سو جاؤ......

وقت اور رات کے گزرتے ہوئے لمحوں کے وجد انگیز خوابناک اور طلسماتی ماحول کا نرملا پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی بے تاب نظروں سے سلطان احمد کے چہرے کو پلکیں جھپکے بغیر دیکھتی جا رہی تھی۔ رات کے پر کیف سناٹوں کی فسوں ساز تھپکیاں اس پر بے اثر ثابت ہو رہی تھیں۔ لگتا تھا اسے خبر بھی نہیں تھی کہ نیند کیا ہوتی ہے...... دراصل نرملا محبت اور عشق کی مجذوبی میں داخل ہو چکی تھی۔ عشق میں لذت آشنائی انسان کو دو عالم سے بیگانہ بنا دیتی ہے۔ من و تو کے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ عشق کی دنیا کے سارے دستور نرالے اور انوکھے ہوتے ہیں۔ بادی النظر میں تو عشق کی ہر واردات جنون خیزی کا مظاہرہ ہی لگتی ہے۔ مگر حقیقت میں اس کی ہر ادا خالق کون و مکان کو عزیز تر لگتی ہے۔ عشق اگر آتش نمرود میں کود جاتا ہے۔ تو خدائے لم یزل آگ کو حکم دیتا ہے۔''

''اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔''

یہی عشق آداب فرزندی کے عرفان میں ڈوب کر چھری تلے اپنی گردن رکھ دیتا ہے۔ ''تو خداوند تعالی فرماتے ہیں''

''ہم راضی ہوئے ہیں...... تمہارے تسلیم و رضا کے اس جذبے کے انعام میں تمہاری نسل کو قیام قیامت تک کے لیے مخلوق کی امامت کا علم دیا جائے گا......

عشق جب رنگ مجاز میں ملتا ہے تو اس کے چلن دو عالم سے جدا دکھائی دیتے ہیں...... اویس قرنی بھی عشق کی فکر و نظر کی مجذوبیت کا ایک شاہکار تھے...... اور پھر عشق کے سلسلے میں اس ناقابل تردید آفاقی اور الہاتی حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے ''کہ ارض و سما کی محفل کی ساری رنگ

سامانیوں، گہما گہمیوں اور زندگی سے بھرپور ہماہمیوں کی تخلیق کا بنیادی سبب بھی عشق ہی ہے...... لولاک لما کے تاجدار کے حسن کل کے جلووں کی پاکیزہ تجلیوں کو جان جہاں بنا کر دینا کے دلچسپ کھیل کو پھیلانا شروع کر دیا ہے۔

......عشق کے اسرار و رموز کی باریکیوں کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ کتابی کیڑے اور مکتب کے بزرجمہر جب فیضان نظر کو نہیں سمجھ سکتے تو عشق کو دماغ کا فتور کہہ کر اس کی کن فیکائی حقیقتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں...... نرملا کا عشق بھی انتہاء کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی محبت ذرہ سوچوں پر عشق کی بے باکیاں چھا رہی تھیں...... وہ ایک عالم سے بیگانہ ہوتی جا رہی تھی وہ دم بدم حلقہ شام وسحر سے نکلتی جا رہی تھی...... رات کے تیسرے پہر تک وہ سلطان احمد، راجکماری، اور پونم کے کمرے میں جاگتی رہی پھر وہ آہستہ سے اٹھی اور دبے پاؤں کمرے سے باہر نکل گئی...... مندر کی ہنگامہ خیز دنیا پر سناٹا طاری تھا۔ وہ مختلف راہداریوں اور برآمدوں سے گزرتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ جہاں باہر سے ایک ندی مندر میں داخل ہوتی تھی۔ یہ ندی اوپر مشرق کی طرف واقع ایک پہاڑی چشمے سے نکلتی تھی اس کا پانی شفاف ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ مندر کے اندر اس کے کناروں کو پختہ کر دیا گیا تھا اور جا بجا اشنان کرنے والوں کی سہولت کے لیے پختہ چبوترے بنے ہوئے تھے'' نرملا ایک جگہ پر کپڑے اتار کر چبوترے پر رکھ دیے اور پانی میں اتر گئی چھوٹی چھوٹی موجوں کا جلترنگ سناٹوں میں نغمگی گھول رہا تھا ستاروں کے کارواں کا نورانی عکس ندی کے پانی کی جھلمل کرتی سطح پر لہرا رہا تھا لگتا تھا۔ نیل گگن کے معصوم مسافروں کے کارواں اترے ہوئے ہیں'' نرملا دیر تک نہاتی رہی۔ جب مندر کے گھڑیال پر پہلی ضرب پڑی تو اس نے چونک کر آسمان کی طرف دیکھا۔ رات کا آخری پہر شروع ہو چکا تھا۔ ستاروں کی تنک تابیاں صبح روشن کے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں...... جنگل کی طرف سے کوئل کی کوک سنائی دے رہے تھی۔ کائنات کروٹیں لے کر خواب گراں سے بیدار ہو رہی تھی...... نرملا پانی سے نکل کر چبوترے پر آ گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے لمبے سیاہ بالوں کو جھٹک جھٹک کر سکھاتی رہی پھر کپڑے پہن کر گنگناتی ہوئی مندر کے دروازے کی طرف چل پڑی۔ مندر کے مغرب کی طرف جنگل تھا اور مشرق کی طرف پہاڑ تھے اور کچھ میدانی علاقہ تھا۔ جس پر تا حد نظر چنبیلی اور گیندے کے پھول اگلے ہوئے تھے۔ ہندو یاتری یہی پھول اپنے دیوی دیوتاؤں کے بتوں پر چڑھاتے تھے۔ پھولوں کے پودوں کے اندر کہیں کہیں ناریل اور تاڑ کے اونچے اونچے درخت بھی تھے......

نرملا مندر سے باہر نکل کر پھولوں کے گلشن میں پہنچی اور پھر چادر کی جھولی بنا کر جلدی جلدی پھول چننے میں مصروف ہو گئی۔ وہ اپنے دیوتا کے لیے پھول چننے آئی تھی۔ ابھی صبح ہونے میں کافی دیر تھی۔ سمندر کی بوجھل ہواؤں کے جھونکے لڑکھڑاتے پھرتے تھے...... شبنم ابھی تک چمن زادوں کے لب و رخسار دھونے میں مصروف تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ بڑی تیزی سے پھولوں کی طرف لپک رہے تھے۔ اس کی جھولی بڑی تیزی سے مہکتے مہکتے پھولوں سے بھرتی جا رہی تھی......

دفعتاً عقب سے کسی کی آواز ابھری۔ ''ناگن'' ہم کل سے تمہیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں!

نرملا نے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا ایک سانولے رنگ کا نوجوان ہندو اس کے قریب پہنچ چکا تھا''

صبح کے دھندلکوں میں نرملا نے گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا! تم کون ہو؟ اور کس مقصد کے لیے ہمیں تلاش کرتے پھرتے ہو؟

''ناگن! نوجوان اور قریب آ کر بولا! ہمارے من میں ملن کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ ہم کل سے سلگتے پھرتے ہیں...... آؤ جنگل میں چلتے

ہیں۔ ہماری جنم جنم کی پیاسی آتما کو ٹھنڈا کر دو!

نرملا کے گلرنگ رخساروں پر اس نوجوان کی سلگتی ہوئی سانسوں کا اثر ہو رہا تھا اس نے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا! ہم وہ نہیں ہیں جس کی تمہیں تلاش ہے۔ ہمارا نام نرملا ہے۔ ناگن نہیں...... اب تم جا سکتے ہو...... ہمیں جلدی ہے ہم نے مندر جا کر پوجا کرنی ہے"

نوجوان پر شیطانی جذبات کا غلبہ طاری تھا اس نے آگے بڑھ کر نرملا کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا! تم وہی ہو...... ہم نے تمہیں پرسوں شام کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ وہ ہمارا دوست تھا۔ جس پر تم اپنے اندر کا سارا پریم نچھاور کر رہی تھی...... ہم جنگل میں وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے تھے تم بالکل وہی ہو ہماری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں......"

نرملا نے اسے اپنے سینے سے ہٹاتے ہوئے کہا! نوجوان ہوش میں آؤ...... کیوں جان سے ہاتھ دھونے کی خواہش کر رہے ہوں۔ پرسوں شام تم نے جس کو دیکھا تھا وہ پرسوں ہی مرگئی تھی......"

نوجوان نے ایک بار پھر باؤلے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے دبوچنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا! تم نہیں مر سکتی تم تو دیوی ہو...... دیوی دیوتاؤں کو موت نہیں آ سکتی۔ بھگوان کے لیے ہمیں یوں نہ ٹھکراؤ" تم نے سینکڑوں پجاریوں کو پریم مدھ پلائی ہوگی...... دو گھونٹ ہمیں بھی پلا دو گی تو تمہارے حسن کے بیکران سمندر کے تلاطم میں کوئی کمی نہیں آ جائے گی۔

نوجوان! نرملا نے غصے سے کہا! ہم تمہیں آخری موقع دیتے ہیں...... یہاں سے دفع ہو جاؤ...... ورنہ

نوجوان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! ناگن!...... سنا ہے تم بڑی مہربان قسم کی دیوی ہو۔ پھر تم ہم پر نامہربان کیوں ہو...... دیکھو ہم جوان ہیں......"

نرملا نے پھول زمین پر رکھ دیئے...... اس کی آنکھوں سے غیض و غضب کے شعلے جھڑ رہے تھے۔ اس کی سانسوں میں ناگنوں جیسی پھنکاریں اور سسکاریاں پیدا ہوگئی تھیں...... اس کا جسم بڑے عجیب انداز میں بل کھانے لگا تھا...... وہ بار بار اپنے ناک کی موتی والی تھنی کو دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے گھمانے لگی! اس نے لفظوں کو چباتے ہوئے کہا!

بدقسمت انسان تمہاری گستاخیوں نے ہمیں ماضی کی طرف لوٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہمارا جسم تپ رہا ہے...... ہم ٹوٹ رہی ہیں...... تم نے ہماری طرف ہاتھ بڑھا کر اچھا نہیں کیا...... اب اپنے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ تم آگے آگے بھاگو...... ہم ناگن بن کر تمہارا پیچھا کریں گے۔ جلدی کرو...... ہم زہر کی زیادتی سے ہلکان ہو رہی ہیں۔ وہ پھنکارنے لگی تھی۔ وہ ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی...... اسے کچھ ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے" اسکی یہ حالت دیکھ کر نوجوان کے چھکے چھوٹ گئے...... وہ گھبرائی گھبرائی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا...... وہ کسی بت کی طرح ساکت و جامد کھڑا تھا۔ خوف سے اس کا جسم کانپ رہا تھا

نرملا چلائی! اب کانپتے کیوں ہو؟...... پریم مدھوا پینے کے لیے تیار ہو جاؤ

وہ اچھلی...... پھر اس نوجوان کی گردن پر اس کے تیز دانت پیوست ہوگئے...... نوجوان لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا...... نرملا اس کے اوپر کسی

ناگن کی طرح بل کھا کھا کر الٹی سیدھی ہوتی رہی۔ وہ لمحے دو لمحے کے لیے تڑپ کر بے جان ہو گیا..... نوجوان کا سارا جسم نیلا پڑ گیا..... نرملا نے اسے چھوڑ دیا..... اس کی آنکھوں سے ابھی تک شرارے جھڑ رہے تھے..... وہ اپنی اکھڑی اکھڑی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی..... مندر کے گھڑیال زور زور سے بجنے لگے تھے..... اب اور لوگ بھی پھول چننے آ رہے تھے..... پرندوں کے چہچہانے کی نغمگی فضاؤں میں گھل رہی تھی..... نرملا تھوڑی دیر تک آنکھیں بند کر کے بیٹھی رہی..... جب اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو چند دیوداسیاں اور یاتری ہاتھ جوڑے اس کے سامنے جھکے ہوئے تھے"

ایک خوفناک زہریلا ناگ نوجوان کی اکڑتی ہوئی نیلگوں لاش اور نرملا کے درمیان پھن پھیلائے جھوم رہا تھا..... آہستہ آہستہ نرملا ہوش میں آ گئی..... اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے..... وہ سسک پڑی..... "بھگوان".... تمہاری دنیا کے لوگ نجانے کب تک ہمارا پیچھا کرتے رہیں گے..... ہوس کے مارے بدکار لوگوں کو روک لو ورنہ ہم سب کو تڑپا تڑپا کر مار دیں گے..... وہ اٹھنے لگی تو ناگ اس کی طرف بڑھا اس نے ہاتھ بڑھا کر ناگ کو پکڑ کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور پھر پھول اٹھا کر مندر کی طرف تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی چل پڑی..... یاتری بھجن گاتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے..... وہ مندر پہنچی تو شیو دیوتا کے بت کے سامنے سونے کی کرسی پر سلطان شیو دیوتا کا روپ دھارے بیٹھا تھا۔ اس نے آلتی پالتی ماری ہوئی تھی..... اس کے بائیں طرف راجکماری چندر کانت چاندی کی کرسی پر براجمان تھی۔ وہ بار بار سلطان کو حیرت سے دیکھتی تھی اور ہولے سے مسکرا پڑتی تھی..... سلطان شیو دیوتا کے روپ میں بہت سج رہا تھا۔ ایسے میں نرملا داخل ہوئی تو سلطان نے اس کی طرف دیکھا اور بے اختیار تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا..... گلے میں ناگ منی کی مالا اور ہونٹوں پر خون کی سرخی دیکھ کر سلطان کا دل ڈوبنے لگا..... سینکڑوں پجاری دیوداسیاں اور دیگر یاتری اس کے درشن کر رہے تھے۔ سلطان نرملا کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔

سلطان نے آگے بڑھ کر نرملا کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا! نرملا! تمہیں کیا ہو گیا ہے..... یہ ناگ منی اور تمہارے ہونٹوں پر خون کی یہ سرخی یہ سب کیا ہے....."

نرملا لڑکھڑائی سلطان نے ناگ منی کی پرواہ کیے بغیر اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا راجکماری اور پونم بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی..... نرملا..... نے اب زور زور سے رونا شروع کر دیا تھا ناگ منی اس کے گلے سے ہٹ کر ایک طرف کنڈلی مار کر اور پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا.....

سلطان نے نرملا کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا! نرملا ہوش میں آؤ..... ہمیں بتاؤ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے ہم پہاڑوں کو اس دھرتی پر الٹا کر سب کچھ ملیا میٹ کر دیں گے ہم ساگروں میں طوفان برپا کر دیں گے.....

نرملا نے روتے روتے کہا! ہمارے دیوتا ہمارے بھگوان ہماری آتما کے مالک! تمہاری اس دنیا کے لوگ ہمارے جیون کے دشمن ہیں..... ہمیں اپنے ساتھ نیل گگن کے اسراروں کی جادو نگری میں لے چلو..... ہم یہاں نہیں رہیں گے"

سلطان نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا کر اپنے سنہری تخت پر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا! ہمیں اصل واقعے سے آگاہ کرو۔ ہم تمہیں پریشان کرنے والے سے بھیانک انتقام لیں گے۔

یاتری مہادیوا اور دیوداسیاں سب تھر تھر کانپ رہے تھے سلطان کی آنکھوں سے غم و غصے کے شعلے نکل رہے تھے۔ نرملا نے سلطان کی طرف دیکھا اور پھر چونک کر اس کے برابر سے اٹھ کھڑی ہوئی وہ جلدی سے پھول اٹھا کر سلطان کے قدموں پر نچھاور کرنے لگ گئی...... لمحہ بہ لمحہ اس کی حالت تبدیل ہوتی گئی اس کے چہرے کا تناؤ ختم ہو گیا...... اس کی غزالی آنکھوں میں عقیدتوں کی گل رنگ بہاریں لوٹ آئی......

اس نے سلطان کے قدم چومتے ہوئے کہا! بھگوان اپنی داسی کی گستاخی معاف کر دیا...... بہت بڑی غلطی ہوئی ہے...... داسی کو اپنے بھگوان سے علیحدہ ہونے کی سزا ملی ہے...... معاف کر دیجئے...... ایک بار معاف کر دیجئے...... آئندہ ایسی غلط راہ پر نہیں چلوں گی جس پر درندے گھومتے رہتے ہیں...... وہ ہاتھ جوڑ کر سلطان کے آگے جھک گئی......

سلطان کو اس کی ہر ادا بڑی پیاری لگ رہی تھی اس نے کہا! ٹھیک ہے! نرملا! ہم تمہیں نردوش کہتے ہیں...... تم ہماری نظروں میں پہلے بھی نردوش تھی اس وقت بھی ہو اور جنم جنم نردوش رہو گی...... مگر جس کم بخت نے تجھے ستایا ہے اس کو معاف نہیں کریں گے......"

نرملا نے داسیوں اور دوسری یاتری کومل کنواریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تمہیں کیا ہو گیا ہے...... تم سب خاموش اور بے حس کیوں ہوتی جا رہی ہو گاؤ...... ناچو...... جھومو......

خوشیوں کے دریاؤں میں طغیانیاں برپا ہو گئیں نرملا اپنے دیوتا کے قدموں پر جھکی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی ہم نے اپنے دشمن سے اس کی گستاخی کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے...... اب تک اس کی ہڈیاں بھی ہمارے زہر سے سیاہ ہو چکی ہوں گی۔"

رنگ و سرور...... کی یہ محفل پہلے پہر تک ہنگامہ برپا رہی...... شہنائیاں ڈھول اور باجے بجتے رہے داسیاں سازوں کی دھنوں پر ناچتی گاتی رہیں۔ دن چڑھے اس نے اٹھتے ہوئے کہا! نرملا! ہم لوگ آج ناگ دیوتا کے مندر جانا چاہتے ہیں اور تم نے ہمارے ساتھ آنا ہے"

نرملا نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! سایہ جدا نہیں ہو گا...... ہم تو اپنے دیوتا کا سایہ ہیں...... ساتھ ساتھ چلیں گے......"

پھر دن چڑھے سلطان نرملا کو لے کر ناگ دیوتا کے مندر کی طرف روانہ ہوا۔ اس دفعہ راجکماری بھی ان کے ہمراہ تھی...... کھاڑی تک یاتریوں کا ناچتا گاتا ہجوم ہمراہ رہا......

کھاڑی پر پہنچ کر سلطان احمد نے ہجوم کو مخاطب کر کے کہا! اب تم لوگ چاہو تو یہاں ٹھہر کر ہمارے واپس آنے کا انتظار کرو چاہو تو واپس چلے جاؤ ہم شام سے پہلے پہلے واپس آ جائیں گے......

ان کے لیے ایک کشتی سجائی گئی۔ نرملا، سلطان اور راجکماری ایک ہی تختے پر سوار ہو گئے...... ماجھی نے چپوار سنبھالا اور پھر نعروں کی گونج میں کشتی آگے بڑھنے لگی...... ناگ مندر میں پہنچ کر سلطان احمد نے نرملا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!" جانتی ہو آج ہم کیوں آئے ہیں"

نرملا نے کہا! آپ یہاں وہاں ہر جگہ کے مالک ہیں دیوتا بھگوان کسی کا پابند تو نہیں ہوتا اس کی مرضی جہاں جائے جہاں نہ جائے۔

سلطان نے نرملا کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا! نرملا ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم اپنے سارے ناگوں کو آزاد کر دو...... اب تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں رہا...... تم دیوی ہو اور ان سب چیزوں سے تمہارا مقام اور مرتبہ بلند ہے...... تم ناگ مندر کی دیوی ہو...... آج سے اس مندر کے دیوداس اور دیوداسیاں تمہاری پوجا کریں گی"

نرملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہمارے دیوتا! تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پر مگر ہمارے بھگوان جو مزہ پوجا کرنے میں آتا ہے وہ پوجا کروانے میں کہا ہوگا!......

وہ باتیں کرتے کرتے وہاں پہنچ گئے جہاں نرملا کی کٹیا تھی......راجکماری ناگ مندر میں ٹھہر گئی تھی...... یہاں کٹیا میں کئی نسلوں اور رنگوں کے چھوٹے بڑے سانپ پٹاریوں میں بند پڑے تھے..........نرملا ایک ایک پٹاری کا ڈھکنا اٹھاتی گئی۔

جب سارے سانپ پٹاریوں سے نکل آئے تو اس نے کہا! اب تم جہاں چاہو جاسکتے ہو ہماری اور تمہاری راہیں ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکی ہیں......

ایک دو روز کے بھوکے پیاسے سانپ بل کھاتے ہوئے کٹیا سے نکل کر ناریل اور تاڑ کے درختوں تلے اگی ہوئی لمبی لمبی گھاس میں روپوش ہو گئے۔

سلطان احمد نے نرملا کی کٹیا کے سامنے بنے ہوئے پتھر کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے کہا! نرملا آؤ! یہاں ہمارے قریب بیٹھو ہم چند ضروری باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

نرملا سلطان کے قدموں میں بیٹھ گئی تو سلطان نے کہا! ''یہاں ہمارے برابر کے بیٹھو!''

''نہیں دیوتا'' نرملا نے کہا! ''داسی کو اپنے دیوتا کے قدموں میں بڑا سکون ملتا ہے''

سلطان احمد نے دور ابر آلود وہ خلاؤں میں جھانکتے ہوئے کہا!

نرملا! اپنے لیے تو سبھی جیتے ہیں مگر ہماری نظروں میں یہ جینا کوئی اچھا جینا نہیں ہے' جینا تو اس کا جینا ہوتا ہے جو دوسروں کے دکھ درد بانٹنے کے لیے جی رہا ہو......تمہیں معلوم ہے پاروتی جس کا دوسرا نام راجکماری چندر کانت ہے اس وقت چاروں طرف سے خطرات میں گھری ہوئی ہے...... یہاں آسام میں قدم قدم موت کا بھیانک عفریت اس کی جستجو میں ہے......ایک ظالم درندہ اپنے خونی جبڑے کھولے اس کے تعاقب میں ہے۔ہم اس کی زندگی بچانا چاہتے ہیں۔راجکماری کو کچھ ہو گیا تو آسام کی دنیا کی سسکتی ہوئی مدھم مدھم روشنی بھی بجھ جائے گی۔راجکماری محبت اور خلوص کی نیک دل دیوی ہے''

نرملا نے سلطان کی بات کاٹتے ہوئے کہا! دیوتا! اس سلسلے میں آپ اپنی داسی کے ذمے جو بھی فرض لگائیں گے وہ جان پر کھیل کر ادا کروں گی''

سلطان نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا! ہمیں تم سے بالکل یہی توقع تھی......

سلطان نے چند ثانیہ توقف کے بعد پھر کہنا شروع کیا! ہم ایک دو روز تک راجدھانی جانے والے ہیں۔وہاں مہارانی سمیتا نے ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا ہے......ہم اس کے بڑھتے ہوئے ظلم کا کچھ سد باب کرنا چاہتے ہیں......تم گھبرانا مت ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے یا تم سب کو وہاں بلائیں گے......ہماری عدم موجودگی میں تم نے یہاں کے حالات پر نگاہ رکھنی ہے......راجکماری کو اپنی عقابی چوکس اور ہوشیار

نگاہوں کے پہرے میں رکھنا!

نرملا نے چھلکتی ہوئی آنکھوں سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اس کی فکر نہیں کریں دیوتا مگر ہم کیا کریں گے۔ تمہارے بغیر ہم کیسے زندہ رہیں گے' اب تو یہ عالم ہے کہ تمہارے دیدار بناں زندگی موت سے زیادہ بھیانک لگتی ہے۔

سلطان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا! نرملا ہم جہاں بھی ہوں گے تمہارے ہوں گے تم ہماری محبتوں کے حصار میں ہوگی...... تم اس دنیا کے ذرے ذرے میں ہمارے دل کو دھڑکتا پاؤ گی...... ادھر ہم پھولوں کے مہکے ہوئے رنگوں میں کلیوں کے حیابار تبسم میں چاند کی خنک چاندنی اور ستاروں کی ضوفشانیوں کی دھڑکنوں میں تمہارے احساس محبت کو اپنے دل کے قریب تڑپائیں گے...... ہم ایک بار پھر ایثار کی بات دہرائیں گے...... ہمیں دوسروں کے لیے زندہ رہنا ہے دوسروں کے دکھ درد مٹانے کے لیے ہمیں اپنے آپ کو بہت سے دکھوں میں ڈالنا پڑے گا...... ہم راجکماری کے مستقبل کے خوفناک اندھیروں سے ٹکرانے آسام کی راجدھانی جانا چاہتے ہیں تم فکر نہیں کرنا ہم بہت جلد حالات کی ستم رانیوں کو ختم کردیں گے۔

نرملا خاموش رہی تو سلطان نے اسے مزید حوصلہ دیتے ہوئے کہا!! گھبراؤ نہیں ہمت سے کام لینا...... رات چاہیے جتنی بھیانک جتنی تاریک اور جتنی طویل ہو اس کی سحر ضرور ہوتی ہے۔

☆

بوڑھا پرکاش بندی خانے کے لکڑی کے بلند و بالا دروازے کے باہر کھڑا اپنے ماتحت عملے کو ضروری ہدایات دے رہا تھا...... یہ بندی خانہ قلعے کے مغربی حصے میں واقع تھا اس کی پتھر کی دیواریں قلعے کی دیواروں کے برابر تھیں...... ''یہاں بیک وقت چار سو کے لگ بھگ قیدیوں کو رکھا جاسکتا تھا۔ اس زندان کے سامنے وہ علاقہ تھا جہاں فوجیں قیام کرتی تھیں...... ''یہاں پر فوجی ساز و سامان کے علاوہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کے استھان اور اصطبل بھی تھے۔ وردھن دس بارہ مسلح افراد کے ساتھ اسی طرح آتا ہوا دکھائی دیا۔ بوڑھے پرکاش نے تشویش بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا...... قریب پہنچ کر اس نے نمسکار کیا اور پھر بولا!

دراوغہ جی! ہم خوبصورت قیدی ہاشم کو لینے آئے ہیں؟

کیوں؟ بوڑھے داروغہ نے چونک کر پوچھا! ہاشم کو کیوں لینے آئے ہو اس کی کیا ضرورت پڑی ہے''

وردھن نے مسکراتے ہوئے کہا!''...... ماتا مہارانی نے دربار میں طلب کیا ہے''

بوڑھے پرکاش نے ایک طویل ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! لگتا ہے تم سب نے آسام کو ایک خوفناک دہکتے ہوئے آتش فشاں کے دہانے میں دھکیلنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔

پھر اس نے قدرے ناگواری سے کہا: نادان مشیرو کچھ محاذ کی صورتحال کی خبر ہے۔ ہماری سینا قدم قدم پر لہولہان ہوتی ہوئی بڑی تیزی سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہورہی ہے...... تمہارے خیال میں مسلمان آسام کی سرحدوں سے واپس لوٹ جائیں گے...... نہیں تم بہت جلد ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں بہت قریب سنو گے۔ یہ راجکماری نہیں جسے تم جس طرح چاہو گے تڑپا تڑپا کر ماردو گے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا...... بھگوان کے لیے ماتا مہارانی کو کچھ سمجھاؤ...... ہاشم کے لہو کی ایک ایک بوند کے عوض تمہیں اپنے ہزاروں آسامیوں کی گردنیں کٹوانی پڑیں گی''

وردھن نے ناگواری سے کہا! پرکاش جی! ہم تمہاری بڑی عزت کرتے ہیں تم ہمارے پتاجی کے دوست ہو مگر تمہیں مسلمانوں کی وکالت نہیں کرنے دیں گے۔ نجانے تمہیں اس مسلمان قیدی سے اتنی ہمدردی کیوں ہے لگتا ہے راجکماری نے تمہیں بہت بڑا لالچ دے رکھا ہے۔ تم ہمیں مسلمانوں سے ڈراتے رہتے ہو مگر اس بات کا ماتا مہارانی یا مہاراج کو علم ہوگیا تو وہ تمہارے پورے خاندان کا صفایا کردیں گے...... آئندہ محتاط رہنا ایسی باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں تم قلعے میں ایک بہت بڑے منصب پر فائز ہو عزت ملی ہوئی ہے۔ اسے قائم رہنے دو...... ذلت سے مرنے کا ارادہ اچھا ارادہ نہیں ہے......''

پرکاش نے بندی خانے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا! ہمیں غلط نہ سمجھو وردھن!...... ہم آسامی پرجا اور مہاراجہ دونوں کی بھلائی چاہتے ہیں نہ ہم لالچی ہیں نہ ہمیں راجکماری یا کسی اور نے کوئی لالچ دے رکھا ہے'' ہمارے دل میں ایک تشویش ہے ایک خوف ہے جس کا اظہار نیک نیتی سے کررہے ہیں...... ہمارا انجام جو ہونا ہے وہ ہوکر رہے گا مگر بہت جلد تم سب اس روز روشن کو دیکھو گے'' جس کی روشنی آسام کی تباہی اور بربادی کا نوحہ غم لکھے گی......''

''خاموش!'' وردھن نے غصے سے کہا! اس سے آگے کچھ مت کہنا، ورنہ مسلمان قیدی سے پہلے تمہیں ماتا مہارانی کے سامنے کھڑا کر دوں گا......''

پھر وردھن نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا! پرکاش جی لگتا ہے بڑھاپے نے تمہارے اعصاب کو توڑ پھوڑ کر کمزور کر دیا ہے۔ بہتر ہے ملازمت چھوڑ کر سنیاس لے کر بن میں نکل جاؤ...... تمہیں خبر نہیں کہ اس قلعے کو دیوتاؤں اور اوتاروں نے اپنے پوتر ہاتھوں سے تیار کیا تھا...... مسلمان تو کیا اس کی دیواروں کو طوفان اور زلزلوں کے تھپیڑے بھی متزلزل نہیں کر سکتے ہم تو چاہتے ہیں وہ یہاں تک آئیں......اور ہمارا خیال ہے۔ ہمارے دیش کی گہری تاریک گھاٹیاں مسلمانوں کا مرگھٹ بنیں گی......

پرکاش نے طنزاً مسکراتے ہوئے کہا! بھگوان کرے ایسا ہی ہو جیسے تم سوچ رہے ہو!......

وردھن اور اس کے مسلح سپاہی داروغہ کے پیچھے زندان میں داخل ہوئے...... ہاشم اپنی تنگ و تاریک کوٹھڑی کے دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا اس کے پاؤں میں وزنی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کی داڑھی اور سر کے بال بڑی بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی خوبصورت آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑ گئے تھے' وردھن اور سپاہیوں کو دیکھ کر وہ عزت نفس کے زور کو بروئے کار لا کر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا......''

داروغہ نے اس کی کوٹھڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بڑے پیار سے کہا! ہاشم بیٹے باہر آ جاؤ......''

یہ کہتے ہوئے اس کی بوڑھی آنکھیں چھلک پڑیں...... ہاشم زنجیروں کو گھسیٹتا ہوا کوٹھڑی سے باہر نکلا تو دو سپاہیوں نے اس کے ہاتھوں کو موٹی موٹی زنجیروں سے باندھنا شروع کر دیا۔

ہاشم نے بوڑھے داروغہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اس وقت تم ہمیں اس طرح نکال رہے ہو جیسے ہم نے واپس لوٹ کر نہیں آنا۔

بوڑھے پرکاش نے سر جھکا کر اپنے دامن سے اپنی اشکبار آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! بھگوان ہم سب کا بھلا کرے گا''

یہ کہتے ہوئے وہ ایک طرف کو چل پڑا...... ہاشم کو سپاہیوں نے لمبے لمبے نیزوں کے نرغے میں لے لیا تھا...... بندی خانے کے دوسرے قیدی اور راجکماری کی سہیلیاں چھلکتی آنکھوں سے ہاشم کو الوداع کہہ رہی تھی۔ ان کی سسکیاں سنائی دینے لگیں......''

ہاشم نے رک کر کہا! عزیز بہنو! زندگی اسی طرح گزاری جاتی ہے......سونا آگ کی کٹھالیوں میں پگھل پگھل کر زیور بنتا ہے۔ ہمت اور حوصلے سے حالات کی ان سختیوں کا مقابلہ کرنا......تم دیکھو گی اس تاریک اور بھیانک رات کی صبح بڑی سہانی ہو گی۔

ایک لڑکی نے زور زور سے روتے ہوئے کہا! بھیا! ہمارا حوصلہ ہمارا دھیرج اور ہمارا سارا مان تران تو تم تھے۔ تم ہمیں درندوں کے جنگل میں بے سہارا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟

ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا! دیکھو ہم خود نہیں جا رہے بلکہ ہمیں مجبور کر کے لے جایا جا رہا ہے......ہم تاریک راہوں پر لہو کے چراغ جلائیں گے......

وردھن نے نیزے کی انی ہاشم کی پشت پر چبھوتے ہوئے کہا! چلو! بھاشن بند کرو!

اور پھر اس نے لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تیاری رکھو آج کی رات تمہاری بھی آخری رات ہو سکتی ہے۔

لڑکیاں سہم کر خاموش ہو گئیں......

مگر اسی زندان کے ایک کونے سے آواز آئی۔ ''ظلم اتنا کرو جتنا کل کو برداشت کر سکو......

یہ ایک بوڑھا قیدی تھا جو پچھلے کئی برسوں سے یہاں زندگی اور موت کی دردناک کشمکش میں جتلا تھا۔ بوڑھے قیدی کے داڑھی اور سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے......''

اس نے کہا! ''ہاشم جاؤ'' ''ہم سب تمہیں بھگوان کے سپرد کرتے ہیں''

ہاشم نے کہا! ''شکریہ بابا'' ......تم سب کی محبت کا بہت بہت شکریہ۔ زندگی اور موت کے فیصلے اس قلعے کے مالکوں کے اختیار میں نہیں یہ فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں......ہم اپنی قسمت بنانے والی کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرتے ہیں......''

سانولی سلونی رنگت اور تیز کٹاروں جیسی تیکھی اور نشیلی آنکھوں والی ادھیڑ عمر مہارانی سمیتا دیوی بڑی طمطراق سے سونے کے خوبصورت تخت پر بیٹھی تھی۔ اس کی عقابی نگاہیں دروازے کی طرف بار بار اٹھتی تھی......تمام درباری خاموش تھے۔ دربار پر ایک ہولناک سناٹا طاری تھا......'' مہارانی کی ایک ایک ادا سے فرعونیت ٹپک رہی تھی......اچانک دربار کے صدر دروازے سے زنجیروں کی کڑیوں سے کڑیاں ٹکرانے کی آواز ابھری۔ ہاشم سپاہیوں کے گھیرے میں اندر داخل ہوا......مہارانی سمیت تمام درباریوں نے گہرائیوں تک ٹٹولتی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ قدم قدم ہاشم کا غرور بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ بڑے وقار سے زنجیروں کو کھینچتا ہوا تخت کے قریب پہنچا۔

ایک صاحب نے با آواز بلند ہو کر کہا! ٹھہر جاؤ اور مہارانی کے چرنوں پر سر رکھ دو!

ہاشم ٹھہر گیا......اس نے زنجیروں میں جکڑا ہوا ہاتھ بڑی مشکل سے اٹھا کر اپنے ماتھے پر رکھتے ہوئے کہا! ہم اس سے زیادہ آداب بجا لانے کے قائل نہیں......''

ہاشم کی اس دلیری بے باکی اور بے خوفی نے تمام درباریوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ وہ بڑے طمطراق سے تخت کے سامنے جم کر کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے خوف اور ڈر کی کوئی علامت نہیں تھی......مہارانی دیر تک اپنی تیکھی پرکشش نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی...... ہاشم کے بانکپن نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا......''

مہارانی نے چند ثانیہ سکوت کے بعد ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کسی خوفناک عفریت کی طرح غراتے ہوئے پوچھا! تمہارا نام ہاشم ہے''

ہاشم نے زبان کو ہلکی سی جنبش دیتے ہوئے کہا! ''جی ہمارا نام ہاشم ہی ہے''

ایک لمحے تک مہارانی خاموشی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی پھر پہلو بدل کر بولی! تم نے ہمارے جواں سال بیٹے وجے کمار کو ایک خونخوار چڑیل کے کہنے پر قتل کیا تھا'' مہارانی کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں''

ہاشم نے بڑے اطمینان سے جواب دیا! مہارانی ہم نے کسی وجے کو قتل نہیں کیا۔ اس نے خودکشی تھی......مہارانی وہ کسی کے ناموس کا خون

بہانا چاہتا تھا۔ قضاء وقدر نے اس کا خون بہادیا...... ایک عورت ہونے کے ناطے مہارانی کو یہ ماننا پڑے گا کہ آبرو کا قتل کتنا سنگین اور ناقابل معافی جرم ہوتا ہے......"

مہارانی نے کہا! راجکماری چندرکانت سے تمہارا کس قسم کا جذباتی تعلق ہے"

ہاشم نے بڑے مدبرانہ انداز میں جواب دیا! راجکماری چندرکانت کا ہمارے ساتھ کوئی کسی قسم کا جذباتی رشتہ نہیں ہے...... صرف انسانی رشتہ ہے جو ہم سب کے درمیان قدر مشترک کی اٹوٹ زنجیر کا کام کررہا ہے"

مہارانی نے دوبارہ کہا! ہم نے سنا ہے تم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو کیا یہ غلط ہے؟

ہاشم نے کہا! ہم نے کہا نا راجکماری کے ساتھ ہمارا کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کی بنیاد خواہشات اور جسمانی احتیاج پر رکھی گئی ہو!

"مگر وہ تو تمہاری دیوانی ہے" مہارانی نے پوچھا!

تو ہاشم نے فوراً کہا! ہم کسی دوسرے کے جذبات اور خواہشات پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ ممکن ہے راجکماری کا دل اسی قسم کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہوگا۔ ہم نے راجکماری کے دل کی دھڑکنوں کو سمجھنے کی کوشش کبھی نہیں کی کیونکہ ہم حقیقت کو حقیقت ماننے والے لوگ ہیں۔ ہم خوابوں کے کھلونوں سے اپنے دل کو بہلانے والے بے وقوف نہیں ہیں...... راجکماری اور ہمارے درمیان سماج کے علاوہ مذہب کی ایک ایسی دیوار حائل ہے جس کو عبور کرنا نہ تو ہمارے بس میں ہے نہ راجکماری ایسا کرسکتی ہے"

مہارانی کے چہرے پر غیض وغضب کی دھوپ کی جگہ اب مہر ومحبت کی ٹھنڈی چھاؤں کے سائے لہراتے ہوئے محسوس ہورہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایک پراسراری چمک پیدا ہوگئی تھی......"

مہارانی نے نرمی سے پوچھا! سنا ہے تم بنگال کے کسی قلعہ دار کے بیٹے ہو"

جی ٹھیک سنا ہے آپ نے! ہمارے ابا حضور گوہاٹی کے قلعہ دار ہیں۔

مہارانی نے سر جھکا کر چند لمحوں تک خاموشی اختیار کرنے کے بعد آہستہ سے کہا! ہاشم! تم جوان ہو بہادر ہو اور صاف گو ہو تمہاری باتوں سے ہم بے حد متاثر ہوئے ہیں...... ہم چاہتے ہیں تم زندہ رہو!

ہاشم نے سر کو تھوڑا سا خم کرتے ہوئے کہا! "یہ مہارانی کا انصاف ہے ہمیں آپ سے انصاف کی توقع تھی"

مہارانی نے پاؤں پھیلا کر ایک ادائے دلربانہ سے ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا! ہم وجے کے خون کے صدمے کو بھلانے کی کوشش کریں گے امید ہے تم اس سلسلے میں ہماری مدد کرتے رہو گے۔

ہاشم نے کہا! مہارانی ہم ایک بار پھر آپ کو یاد دلاتے ہیں...... ہم وجے کے قاتل نہیں ہیں اس لفظ سے سخت نفرت ہے"

مہارانی نے ایک دربان کو بلا کر کہا! اس کے زنجیر کھول دو...... اسے آزاد کردو...... یہ قلعے میں ہر جگہ آزادی سے گھوم پھر سکتا ہے......"

دن ڈھلے ہاشم زندان میں جا پہنچا بوڑھا پرکاش اسے دیکھ کر دل پکڑ کر بیٹھ گیا...... وہ پھٹی پھٹی نظروں سے ہاشم کی طرف دیکھ رہا تھا......"

ہاشم نے حیرت زدہ ہو کر کہا! پرکاش بابا مہارانی کی غلط فہمی دور ہوگئی ہے انہوں نے ہمارے معاملے میں انصاف سے کام لیا ہے۔ مگر تم خوش کیوں نہیں ہو۔ حالانکہ ہمیں امید تھی کہ تم سب سے زیادہ خوش ہوں گے...... کیونکہ اس اجنبی دیس میں راجکماری کے بعد ایک تم ہی تو ہمارے ہمدرد تھے"

پرکاش نے آہستہ سے کہا! تم سچ کہتے ہو ہم تمہیں اپنے بیٹے سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں...... کاش بے رحم مکار اور جفاکش مہارانی نے تمہارے ساتھ یہ ظلم نہ کیا ہوتا تم ایک دن کے راجکمار ہو...... ہاشم ہمارے بیٹے اس زہریلی ناگن نے تمہیں ایسی عبرتناک موت مارنے کا فیصلہ کرلیا ہے...... جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے"

"تم کیا کہہ رہے ہو" ہاشم نے پوچھا!

تو بوڑھے پرکاش نے کہا! "ہم نے سچ کہا ہے"...... یہ زہریلی ناگن تمہیں آج رات اپنی خلوت میں طلب کرے گی...... اپنے حسن کے طلسم کے فتنے جگائے گی...... ایک بے طلب انداز خود سپردگی سے تمہیں اپنی ہولناکی کے جال میں جکڑ کر شراب کے نام پر تمہیں وہ زہر پلا دے گی۔ جس کا ایک قطرہ ہی انسان کی ہلاکت کے لیے کافی ہوتا ہے......

ہاشم کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں...... وہ سکتے کے عالم میں دیوار پر بیٹھ گیا...... ابھی وہ کچھ بولنے بھی نہیں پایا تھا کہ وردھن اسے ڈھونڈتا ہوا اس جگہ آپہنچا......

وردھن نے کہا! راجکمار جی! یہاں کیا کر رہے ہو؟

"یونہی" ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا! پرانے ساتھیوں کی یاد کھینچ لائی ہے......

چلیے آرام کیجئے۔ رات کو مہارانی جی کے ہاں پیش ہونا ہے......

ٹھیک ہے...... تم چلو ہم آرہے ہیں......

ہاشم یہاں سے اٹھ کر زندان میں لڑکیوں کے پاس گیا...... لڑکیاں اسے راجکماروں والے لباس میں دیکھکر دھاڑیں مار کر رونے لگیں......"

ایک لڑکی چلا چلا کر کہنے لگی! ہاشم اتار دو موت کی اس پوشاک کو اور بھاگ جاؤ یہاں سے تم آج کی رات کے مہمان ہو......

ہاشم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا! بہن! ہمارے لیے دعا کرو!

وردھن نے ایک بار پھر ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کہیں اور گھوم پھر لو یہ قلعہ بہت وسیع و عریض ہے اور یہاں کی ہر جگہ قابل دید ہے...... چلیے ہم سیر کراتے ہیں......

ہاشم اٹھ کھڑا ہوا اور وردھن کے ساتھ ساتھ وہ کئی جگہوں پر گیا...... وردھن اسے پھراتا پھراتا قلعے کے اس حصے میں لے گیا جہاں جنگلی درندوں کے بڑے بڑے پنجرے تھے یہ قلعے کی بیرونی دیوار کا مغربی حصہ تھا۔ یہاں کم و بیش تیس کے لگ بھگ شیر اور چیتے رکھے ہوئے تھے۔ یہاں ہر طرف گلے سڑے گوشت کی ناگوار بو پھیلی ہوئی تھی ایک کونے میں نوچی ہوئی ہڈیوں کا انبار پڑا تھا۔ ہاشم زیادہ دیر یہاں ٹھہر نہیں سکا کیونکہ ہر طرف

ایک ناقابل برداشت سڑاندسی پھیلی ہوئی تھی!

وردھن نے کہا! ہاشم اس قلعے کے اندر سال میں دو دفعہ میلہ لگتا ہے جو اکھاڑے میں بازی گری اور دوسرے ان گنت کرتبوں کے علاوہ شیروں اور چیتوں سے انسانوں کے مقابلے کے بڑے دلچسپ کھیل بھی ہوتے ہیں......"

ہاشم نے حیرت سے پوچھا! انسانوں اور درندوں کے مقابلے کس طرح ہوتے ہیں؟

تم حیران کیوں ہوتے ہو......مقابلے ہوتے ہیں جنہیں ہزاروں لوگوں کا ہجوم شوق سے دیکھتا ہے......"

ہاشم نے کہا! جیت ہار کیسے ہوتی ہے؟

وردھن نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! جیت تو ہمیشہ ان درندوں کی ہوتی ہے کیونکہ ان کا مقابلہ کرنے والے نہتے ہوتے ہیں۔

ہاشم کا پورا بدن کانپ گیا اس نے کہا! یہ تو درندگی کا بدترین نمونہ ہے۔ کسی نہتے انسان کو درندوں کے سامنے کھڑا کر دینا......سراسر ظلم ہے......یہ مقابلہ تو نہیں ہے......

جوں جوں سورج ڈھلتا جا رہا تھا ہاشم کے دل پر درد والم کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے' وہ یونہی بے مقصد ادھر ادھر گھوم پھر کر وقت کاٹ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اس بالکل نئی اور دردناک صورت حال کا مقابلہ کریگا......وہ قلعے کی اوپر والی منزل پر جا پہنچا یہاں پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بادلوں کے رنگ برنگے ٹکڑے اڑتے پھرتے تھے ہواؤں میں مہکا مہکا سا احساس موجود تھا......

ہاشم نے وردھن سے کہا! وردھن تھوڑی دیر کے لیے ہمیں تنہا چھوڑ دو......فکر نہیں کرو ہم کہیں نہیں جائیں گے"

وردھن نے کہا! دوست یہ بات نہیں اس جادو نگری سے کون نکل سکتا ہے۔ ہم تو ویسے ہی تمہارے ساتھ پھر رہے ہیں......تم پوری طرح آزاد ہو......ہم جاتے ہیں جلدی نیچے آ جانا......شام کو تمہیں مہارانی جی کی خلوت کے لیے تیار ہونا ہے اور کچھ آداب بھی سیکھنے ہیں......وردھن نے مسکراتے ہوئے آنکھ دبا کر کہا!

تو ہاشم نے دور خلاؤں میں تیرتے ہوئے بادلوں کی طرف دیکھ کر کہا!"ہم ابھی آتے ہیں"

وردھن چلا گیا تو ہاشم کی آنکھیں چھلک پڑیں وہ سجدے میں گر کر بلک بلک کر رونے لگا وہ ہولے ہولے دعا مانگ رہا تھا......

اے زمین و آسمان کے خالق و مالک! ہم تیرے گنہگار مجبور اور بے بس بندے ہیں' ہمارا حال تم سے پوشیدہ نہیں......مالک ہمیں مرنے کا خوف اور غم نہیں......موت ایک اٹل حقیقت ہے......موت سے کون فرار ہو سکتا ہے......مگر خداوندا......ہمیں ایک گناہ آلودہ موت خوف زدہ کر رہی ہے......کریم و رحیم خداوند......اپنے اس عاجز بندے کو ایک ناپاک اور غلیظ موت سے بچالے"

ہاشم کا سارا بدن شاخ بید کی طرح لرز رہا تھا وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا!......خدایا ایسی موت کے تصور سے ہماری روح کانپ رہی ہے......

ہمارے سارے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ عقل و فکر کی ساری تدبیریں دم توڑ چکی ہیں......تیری رحمتوں کا سلسلہ لامتناہی ہے......

وہ دیر تک اپنے خدا کے حضور اس مصیبت سے نجات کی دعائیں مانگتا رہا' جب وہ سجدے سے اٹھا تو اس کا سینہ ایک ان دیکھی طمانیت

کے نور سے درخشندہ سا لگتا تھا۔کسی انجانی غیبی طاقت نے اس کے مضطرب دل کو سکون سے ہمکنار کر دیا تھا...... وہ اطمینان اعتماد اور وقار سے قدم اٹھاتا ہوا چھت سے نیچے اتر آیا...... گھبراہٹ پریشانی اور تشویش کا دور ختم ہو چکا تھا...... شام سے تھوڑی دیر پہلے قلعے کے اندر گھڑیال اور گھنٹیاں زور زور سے بجنے شروع ہو گئے۔لوگوں میں مسرت آ گئی ہلچل اور ارتعاش پھیلا ہوا تھا...... بھجن گائے جا رہے تھے۔ ہندو پجاری ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے"

ہاشم نے ایک سپاہی کو روک کر پوچھا! یہ کیا ہو رہا ہے...... کیا مہاراجہ واپس آ رہے ہیں؟

سپاہی نے کہا! نہیں! مہاراجوں کا مہاراجہ آ گیا ہے۔

ہم سمجھے نہیں! ہاشم نے پوچھا!

تو سپاہی نے کہا! شیو دیوتا آکاش سے آئے ہیں"

ہاشم نے کہا! شیو دیوتا...... کہاں گئے ہوئے تھے۔

سپاہی نے کہا! راجکمار جی! شیو دیوتا صدیوں تک نیلے آکاش کی بے پناہ وسعتوں میں رہے ہیں۔...... صدیوں کے بیٹے ہیں...... صدیوں پر ہر وقت چھائے رہتے ہیں...... صدیوں کی مسافتیں طے کر کے یہاں ابھی ابھی آئے ہیں۔

ہاشم نے پوچھا! اس وقت وہ کہاں ہیں؟

سپاہی نے کہا! مندر میں ہیں امید ہے شام کو عام دیدار کرائیں گے"

کیا ہم ان سے مل سکتے ہیں؟

کیوں نہیں! سپاہی نے کہا" مگر شاید اس وقت نہیں...... ویسے تم کوشش کر کے دیکھو ہمیں تم سے ہمدردی ہے۔

سپاہی نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا! ہاشم ہمارا خیال ہے یہ بڑا سنہری موقع ہے تم کسی طرح شیو دیوتا کے درشن کے لیے پہنچ جاؤ...... وہ تمہاری پوری پوری مدد کر سکتے ہیں...... ہمارا دل کہتا ہے وہ تمہاری ضرور مدد کریں گے...... اگر شیو دیوتا نے تمہارے سر پر ہاتھ رکھ دیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہارا کچھ بگاڑ سکے گی......

ہاشم کے سامنے امید کا ایک چھوٹا سا دیا جلنے لگا وہ آس نراس کے اندھیرے اجالے کے درمیان سفر کرتا ہوا مندر کی طرف بڑھنے لگا۔ جہاں ہزاروں کا ہجوم تھا لوگ خوشی سے دیوانے ہو رہے تھے۔ ہندو لڑکیاں عالم بے خودی میں ناچ رہی تھیں...... سورج قلعے کی مغربی دیوار پر جھکا ہوا تھا...... ہاشم مندر کے بڑے دروازے پر پہنچ کر دروازے کے کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔مندر کے سامنے انسانوں کا منہ زور سیلاب آیا ہوا تھا۔خوشبوؤں اور رنگوں کا میلہ لگا ہوا تھا۔کنواریاں رنگ برنگے لباس پہن کر تتلیوں کی طرح اڑتی پھرتی دکھائی دے رہی تھیں۔رقص و سرور کا وجدانی عالم تھا...... بچے بوڑھے جوان ہر کسی کی آنکھوں میں اشتیاق کے رنگ تھے۔آسمان پر بادل چھا رہے تھے...... ہواؤں کے مست خرام جھونکوں میں خنکی اور خوشبو تھی کافی دیر بعد دروازہ کھلا...... دو پجاری باہر نکلے تو لوگوں نے ایک دوسرے کو دھکیلنا شروع کر دیا۔

ایک پجاری نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! شیو دیوتا کے پجاریو! بدنظمی نہ پھیلاؤ...... شام تک ناچو گاؤ۔ شام کو جب چراغ جلیں گے تو دیوتا خود درشن دینے چھت پر آجائیں گے......

لوگوں نے خوشی سے ناچنا گانا شروع کر دیا اور نعرے لگانے شروع کر دیئے ہاشم چپکے مندر میں داخل ہونے لگا!

ایک پجاری نے اس کا راستہ روکتے ہوئے کہا! ایک رات کے راجکمار...... تمہارا داخلہ ٹھیک نہیں......"

ہاشم نے پوچھا! کیوں؟

تو پجاری نے کہا! کیونکہ تم مسلمان ہو"

ہاشم نے حیرت سے کہا! عجیب بات ہے کیا مسلمان کسی دیوتا کے درشن نہیں کر سکتا!

بڑے پجاری نے قدرے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مسلمان تو بتوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔

ہاشم نے کہا! مگر یہ تو جیتے جاگتے دیوتا ہیں۔ اور ہم مسلمان ہر مذہب کے اوتاروں اور رشیوں منیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں......"

پجاری خاموش ہو گئے تو ہاشم نے پھر کہا! اور ابھی سپنے میں شیو دیوتا نے ہمیں بلایا ہے۔ ہاں! ہاشم نے بڑے وثوق سے کہا! یقین نہیں آتا تو جا کر پوچھ لیجئے"......

پجاریوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لمحے بھر کی خاموشی کے بعد کہا! ٹھیک ہے آؤ......

شیو دیوتا کے لیے پورے مندر کو سجایا اور مہکایا جا رہا تھا مندر کے گھڑیال زور زور سے بجائے جا رہے تھے...... جا بجا شہنائیاں بجائی جا رہی تھی...... مندر کی داسیاں سج رہی تھیں...... ہاشم کئی پجاریوں کے پیچھے کئی راہداریوں سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے کے باہر پہنچا جس کے در و دیوار کو موتیے چنبیلی اور گیندے کے تازہ پھولوں کے لمبے ہاروں سے سجایا جا رہا تھا...... دروازے پر خوبصورت داسیاں رقص کر رہی تھیں......"

بڑے پجاری نے کہا! راجکمار جی! اندر جایئے۔ شیو دیوتا اس وقت اس کمرے میں ہیں......

ہاشم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا...... ایک خوبصورت نوجوان جس نے گیروے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ سامنے ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ملکوتی کشش تھی اس کے سر پر جواہر نگار سونے کا تاج تھا"

ہاشم نے چند قدم آگے بڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ ماتھے پر رکھتے ہوئے محبت اور عقیدت سے کہا! دیوتا کی خدمت میں آداب!

شیو دیوتا نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا! نوجوان تم کون ہو؟ اور یہاں کیا لینے آئے ہو؟

ہاشم نے کہا! جب کوئی کسی تند و تیز ندی کی لہروں میں ڈوبنے لگتا ہے تو وہ تنکوں کے سہارے ڈھونڈنے لگتا ہے......" اور کبھی تنکے کا سہارا ابھی ڈوبنے والے کی زندگی کی ضمانت بن جاتا ہے......"

شیو دیوتا نے قدرے برہمی سے کہا! نوجوان تم ہماری توہین کے مرتکب ہو رہے ہو! تم نے ہماری امداد کو تنکے کے مشابہ کہہ کر نہ صرف ہماری توہین کی ہے بلکہ اپنے ڈوبنے کو یقینی بنا لیا ہے۔

معاف کرنا! ہاشم نے کہا! زندگی اور موت کے فیصلے ہمارے خدا کے ہاتھ میں ہیں......"

شیو دیوتا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا! تم مسلمان ہو؟

"جی ہم مسلمان ہیں"

شیو دیوتا نے کرسی چھوڑتے ہوئے کہا! "تمہارا نام ہاشم ہے"؟

"اب ہاشم کے حیرت زدہ ہونے کی باری تھی"

اس نے کہا! "جی ہمارا نام ہاشم ہے"

شیو دیوتا نے کہا! تم مسلمان ہو تو یہاں کیا لینے آئے ہو۔ اپنے خدا کا اتنا بڑا سہارا چھوڑ کر نگوں کے پیچھے بھٹکنے کا مطلب؟

ہاشم نے کہا! دیوتا جی! کوئی غیبی طاقت ہمیں کھینچ لائی ہے...... یوں سمجھ لیجیے ہم آئے نہیں لائے گئے ہیں۔

شیو دیوتا نے آنکھیں بند کر کے رونا شروع کر دیا۔ اس کی خوبصورت سرگیں آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے بہہ بہہ کر اس کے دامن کو تر کر رہے تھے......"

ہاشم نے مضطرب ہو کر کہا! ہمیں معاف کر دو...... ہماری وجہ سے آپ کو صدمہ ہوا ہے......

"نہیں" شیو دیوتا نے آگے بڑھ کر ہاشم کو گلے لگاتے ہوئے کہا! نہیں بھائی تم نے غلط اندازہ لگایا ہے تمہاری وجہ سے ہم بہت خوش ہوئے ہیں یہ خوشی کے آنسو ہیں...... ہمارے لیے یہ بڑے فخر کی بات ہے...... کہ تمہارا خدا نے تمہاری مدد کے لیے ہمیں منتخب فرمایا ہے" ہم تمہاری مدد کریں گے......تم بے فکر رہو......

ہاشم نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا! نجانے کیوں ہمیں یقین سا ہونے لگا ہے کہ آپ ہمارے نجات دہندہ ہیں...... حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان......"

شیو دیوتا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں خدا اپنے بندوں کی مشکلات اپنے ہی بندوں سے آسان کرواتا ہے...... اب ہمیں بتاؤ...... تم نے راجکماروں جیسا لباس کیوں پہنا ہوا ہے اور تمہیں مشکل کیوں درپیش ہے...... شیو دیوتا نے ہاشم کو اپنے قریب بیٹھا لیا

ہاشم نے مختصر لفظوں میں اپنی ساری کہانی سنانے کے بعد کہا! مہارانی سمیتا دیوتی ایک ہوس زدہ اور خوفناک ناگن ہے وہ ہم سے پہلے کئی نوجوانوں کو ایک رات کا راجکمار بنا کر موت کے گھاٹ اتار چکی ہے ہیں...... بتایا گیا ہے کہ اس کا طریقہ واردات بڑا سنسنی خیز اور بھیانک ہوتا ہے...... وہ پہلے پہلے شکار کے ذریعے اپنی ہوس کی آگ بجھاتی ہے اور پھر اسے زہریلی شراب پلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ ہم بھی آج کی رات کے مہمان راجکمار ہیں...... "مہارانی کے خلوت کدے کو عشرت کدہ بنایا جا رہا ہے......"

شیو دیوتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! مگر یہ سب کچھ دشمنوں کے اس دیس میں تمہیں کس نے بتایا ہے کون تمہارا خیر خواہ ہے!

ہاشم نے کہا! کہا نا خدا اپنے بندوں پر ہر جگہ کرم کرتا ہے" بوڑھا داروغہ ہمیشہ ہم پر مہربان رہا ہے اسی نے یہ سب کچھ بتایا ہے۔

شیوو دیوتا کی آنکھوں میں ایک انوکھی سی چمک پیدا ہوئی اس نے کہا! تم بے فکر رہو ہم بہت جلد اس ناگن کا سر کچل دیں گے"

پھر اس نے ہولے سے کہا! ہاشم راجکماری چندر کانت تمہیں بہت یاد کرتی رہتی ہے۔

ہاشم نے چونک کر شیوو دیوتا کی طرف دیکھا اور اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتے ہوئے پوچھا! راجکماری زندہ ہے وہ کیسی ہے...... بخدا وہ ہمیں بہت یاد آتی ہے...... اس کی یادیں حالات کے ان اندھیروں میں ہمارے سامنے جگنوؤں کی طرح چمکتی رہتی ہیں"

شیوو دیوتا نے مسکراتے ہوئے ہاشم کو گلے لگایا اور کہا! تم بہت خوش قسمت ہو راجکماری واقعی بڑی عزت والی نیک دل لڑکی ہے...... وہ زندہ ہے اور ہماری نگاہوں کے حصار میں محفوظ بھی ہے...... سچ پوچھو تو ہمیں اس نے تمہاری مدد کے لیے یہاں بھیجا ہے......

ہاشم دیر تک راجکماری کی یادوں کے حسین تصور میں کھویا رہا...... آخر اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا! ہمیں موت کا ڈر نہیں مگر ہم ایسی گناہ آلود موت کے تصور سے کانپ رہے ہیں......

شیوو دیوتا نے سونے کی گھنٹی بجائی!...... چار پانچ پجاری دوڑتے ہوئے آئے اور پھر سجدے میں گر گئے......"

شیوو دیوتا نے بڑے دبدبے سے کہا! افسوس ہے تم نے اس نوجوان راجکمار کو پہچانا نہیں...... یہ تو سب کا ناگ دیوتا ہے...... پچھلے دنوں اس سے چھوٹی سی گستاخی ہوئی تھی...... جس کے کارن ہم نے اسے ناگ مندر سے نکال دیا تھا...... یہ راجکماری چندر کانت کی پریت کے بندھن میں بندھ کر ہم سے باغی ہوا تھا...... ہم نے سزا کے طور پر اسے یہاں کے زندان میں بند کروایا تھا۔ آج اس نے معافی مانگی ہے...... ہم نے اس کی ساری شکتی لوٹا دی ہے آج کے بعد یہ پھر ناگ دیوتا ہے اس کے سامنے جھک جاؤ اور ہر کسی کو اسی کے آگے جھکا دو...... جس کسی نے سرتابی کی وہ فنا ہو جائے گا...... پجاری معمول کی طرح ہاشم کے قدموں پر سجدہ ریز ہو گئے...... ہاشم حیران حیران نظروں سے شیوو دیوتا کی طرف دیکھ رہا تھا......"

شیوو دیوتا نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا! ناگ دیوتا تمہیں معلوم ہے دیوتا دیوتاؤں کا کتنا خیال رکھتے ہیں...... ہم نے تمہیں تمہاری ساری شکتی دان کی ہے...... دیکھو تمہاری آنکھوں میں ناگ پھن پھیلائے جھوم رہے ہیں"

شکریہ! ہاشم نے اٹھ کر شیوو دیوتا کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! ہم آئندہ اپنے مہان دیوتا شیوو جی...... کی حکم عدولی نہیں کریں گے۔

شاباش! شیوو دیوتا نے کہا! تم آرام کرو جس وقت جی چاہے...... اپنے مندر کو لوٹ جانا...... مگر یاد رکھو کسی کو نقصان نہیں پہنچانا......"

پھر شیوو دیوتا نے پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اب ہم لوگوں کو درشن دینے مندر کی چھت پر جانا چاہتے ہیں...... ضروری اہتمام کرو...... اور ہاں سنو اگر مہارانی یہاں موجود ہے تو حاضر کرو اور اگر نہیں آئی تو اسے ہماری طرف سے پیغام بھیج دو کہ آج کی رات ہم اس کے مہمان ہوں گے"

پجاری پچھلے پاؤں ہٹتے ہوئے باہر نکل گئے۔ باہر گیتوں نغموں اور ڈھول کی تاپوں کا شور بلند ہوتا جا رہا تھا......"

ہاشم! اب تم اس قوم کے دیوتا بن چکے ہو...... اب تم ہر قسم کے خطرے سے باہر ہو...... دیکھو! ہوشیاری اور عقلمندی سے اس نئی صورتحال کا مقابلہ کرنا...... ہمارا مطلب ہے قدم قدم پر اب تمہیں اچھی خاصی اداکاری سے کام لینا پڑے گا...... ناگوں کی طرح پھنکارنا بھی سیکھ لو...... تم ہمارا مطلب سمجھ

رہونا! چند ہفتوں کی بات ہے پھر ظلم وستم یہ ساری کالی گھٹائیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹ جائیں گی...... سردست تم کچھ دن تک مندر میں ہمارے ساتھ قیام کرو ایک دو روز تک دیکھیں گے۔ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا...... ہم نے جو چال چلی ہے امید ہے ناگن مہارانی اب تمہارا تعاقب نہیں کرے گی۔ بلکہ اس قلعے کے سارے لوگ تم سے خوفزدہ رہیں گے کیونکہ تم ناگ دیوتا ہو...... اور ناگ دیوتا جس کو ڈس لیتا ہے اسے بھگوان بھی نہیں بچا سکتا......"

باہر کی طرف بڑھتے ہوئے شیو دیوتا نے آہستہ سے کہا! جہاں بیٹھنا آلتی پالتی مار کر بیٹھنا اور مہا دیوں کی طرف آنکھوں کو جھپکے بغیر سانپ کی طرح دیکھنا...... کبھی کبھی منہ سے ناگ کی طرح پھنکاری کی آواز بھی نکال دینا...... تم بے فکر ہو کر یہاں آرام کرو ہم رات دیر سے لوٹیں گے کیونکہ ہم نے مہارانی جی کی ٹکور بھی کرنی ہے......

شیو دیوتا ہاشم کو حیران پریشان چھوڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا...... باہر قیامت کا شور برپا تھا...... شہنائیوں کی دلکش آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں...... شیو دیوتا مندر کی سنگ مرمر کی سیڑھیوں کے ذریعے چھت پر پہنچا تو ہزاروں مردوں عورتوں نے سجدے شروع کر دیے۔ پجاری زور زور سے بھجن گا رہے تھے...... شیو دیوتا...... حسن وجمال کا عظیم شاہکار تھا...... گورے گورے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ اس کی دلکشی میں اضافہ کر رہی تھی اس کا گیروے رنگ کا ڈھیلا ڈھالا لباس ہواؤں کے دوش پر پھڑ پھڑا رہا تھا......

شیو دیوتا نے دونوں ہاتھوں کو فضاؤں میں بلند کرتے ہوئے زور زور سے کہنا شروع کیا! ہم یاتریوں پجاریوں اور دیوداسیوں سے بہت خوش ہوئے ہیں...... ہم صدیوں کے بیٹھے ہیں صدیوں نیل گگن کے ساگروں میں رہے ہیں...... بھگوان نے ہمیں تمہاری رکھشا اور بھلائی کی کارن بھیجا ہے۔ تم بہت خوش قسمت ہو...... تمہارے درمیان دو مہان دیوتا موجود ہیں...... ہم نے ناگ دیوتا کو اس کی شکتی دوبارہ دان کر کے اس کے سارے کشٹ ختم کر دیے ہیں...... وہ پھر سے مہان دیوتا بن گئے ہیں ناگ دیوتا بڑے غصے والے ہوتے ہیں...... پورا پورا خیال رکھنا......

شیو دیوتا نے ہاتھ نیچے گراتے ہوئے کہا! "دیئے جلاؤ خوشیاں مناؤ"

...... یہ کہہ کر وہ چھت سے نیچے اترنے لگا تو مہا پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا کی داسی مہارانی سمیتا درشن کی متمنی ہے۔

"کہاں ہے وہ؟" شیو دیوتا نے قدرے بگڑتے ہوئے کہا! کیا دیوتا کو داسی کے پاس چل کر جانا پڑے گا!

"نہیں نہیں" پجاری نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چومتے ہوئے کہا! مہارانی محل کی چھت پر حکم کی منتظر کھڑی ہے

...... شیو دیوتا نے محل کی چھت کی طرف دیکھا...... وہاں مہارانی اپنی خادماؤں کے ساتھ ہاتھ جوڑے کھڑی تھی......"

شیو دیوتا نے پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے پیارے انداز سے کہا مہارانی سے ہم کل شام کو جب دیپ جلیں گے تو اسی جگہ جہاں وہ اس وقت کھڑی ہے تنہائی میں ملنے آئیں گے...... پجاری جانے لگا تو شیو دیوتا نے بڑے معنی خیز لہجے میں آہستہ سے کہا مہارانی سے یہ بھی کہنا پنگھٹ کی ڈگر بہت کٹھن ہوتی ہے...... اس کو دشواش کی شکتی سے طے کیا جاتا ہے...... پریشان نہیں ہو...... ہم ضرور ملنے آئیں گے۔

پجاری وہیں سے محل کی چھت کی طرف بڑھ گیا...... ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں...... نوجوان لڑکیاں اور لڑکے شراب پی پی کر مستی سے ناچتے پھرتے تھے۔

......ہاشم ناگ دیوتا بنا بیٹھا تھا......وہ جس کی طرف دیکھتا آنکھیں جھپکے بغیر اس ادا سے دیکھتا کہ مد مقابل کانپ کر رہ جاتا......مندر کے اندر باہر ہر طرف دیئے ہی دیے ٹمٹماتے دکھائی دیتے تھے۔ عجیب طلسماتی منظر تھا......سینکڑوں کول کنواریاں رنگ برنگے لباس پہن کر ناچتی پھرتی تھیں۔ رنگوں اور خوشبوؤں کے تلاطم سمندر کی لہروں پر جوانی کا خمار طاری تھا......خوشیوں کے رسیلے گیت گائے جا رہے تھے......''شیو دیوتا ایک پروقار خاموشی اور شاہانہ انداز سے چلتا ہوا مندر کے احاطے میں داخل ہوا یاتری مرد عورتیں دیوداس اور دیوداسیاں پروانوں کی طرح اس کے قدموں پر نچھاور ہو رہے تھے......

وہ سب پر محبت بھرے تبسم کے ساتھ پھول برساتا ہوا اپنے مخصوص کمرے کے دروازے پر پہنچ کر دونوں ہاتھ بلند کر کے بولا! ہم تم سے بہت خوش ہوئے ہیں......اب تم رات کے سہانے موسم کا لطف اٹھاؤ......سانجھ سویرے روشن دیے جائیں گے......ہم نے رات بھر تمہارے اس پاپی سنسار کے گناہوں کے میل دھونے ہیں......تم کیا جانو دیوتاؤں کے کام کتنے کٹھن اور کتنے گھمبیر ہوتے ہیں......

شیو دیوتا نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا......ہاشم ناگ دیوتا بنا بیٹھا تھا......شیو دیوتا کو دیکھ کر ہاشم اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے ہاتھ چومنے لگ گیا......ہاشم کی آنکھیں عقیدت اور محبت کی شدت سے چھلک پڑیں......''

شیو دیوتا نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا! ہاشم تم نے بڑی مہارت سے ناگ دیوتا کا سوانگ بھرا ہے......سب پنڈت پجاری دیوداسیاں اور کچھ جہاندیدہ مہا دیو مان چکے ہیں'' تم نے بڑی کامیابی سے لوگوں کو بے وقوف بنایا ہے۔ ہم بذات خود تمہارے قائل ہو چکے ہیں''

ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا! یہ سب کچھ شیو دیوتا کے فیضان نظر کا کرشمہ ہے''

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا دیوتا کا فیضان نظر تو ہے مگر تمہارا فن بھی تو قابل تعریف ہے......ہم نے مہارانی کو پریم کی پڑیا پلا دی ہے امید ہے کل دوپہر تک بے ہوش پڑی سوتی رہے گی......اب تم بے فکر ہو کر سو جاؤ......بہت پریشان اور تھکے ہوئے ہو......سو جاؤ ہم جاگ رہے ہیں......کسی قسم کے فکر کو اپنے خیالوں میں جگہ نہیں دینا......سکون کی نیند سونا......صبح تازہ دم ہو کر اٹھنا......اب تم اپنے کمرے میں جاؤ......''

ہاشم نے ایک قدم بڑھاتے ہوئے رک کر پوچھا! کیا سارے دیوتا اسی طرح غمگسار ہوتے ہیں۔ جس طرح آپ ہیں......''

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا کیوں! کیا ہندو دھرم قبول کر لینے کو جی چاہنے لگا ہے......''

ہاشم نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا! توبہ توبہ! اللہ کرے ایسا وقت کبھی نہ آئے......ہمارا دین تو دین فطرت ہے دین فطرت کا مفہوم سمجھتے ہو نا!

شیو دیوتا نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا!'' تم جاؤ آرام کرو ہم سب سمجھتے ہیں''

ہاشم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دوسرا کمرے میں چلا گیا......تو شیو دیوتا بھی اپنے اطلسی آرام دہ بستر پر لیٹ گیا......اس کی آنکھیں کمرے کی چھت کے خوبصورت بیل بوٹوں کے رنگوں میں بہت کچھ ڈھونڈتی رہیں......رات لمحوں کی رم جھم تلے نادیدہ منزلوں کی طرح رواں دواں تھی......دوسری طرف ہاشم بستر پر لیٹا ہوا چھت کی طرف دیکھ رہا تھا......اس کی آنکھوں کے سامنے ان گنت سوالیہ نشان بنتے بگڑتے جا رہے

تھے......وہ اپنے مستقبل کے بارے میں طرح طرح کی امیدوں اور نا امیدوں کے درمیان ایک الجھے ہوئے سوال کی طرح ابھرتا مٹتا رہا......

مہارانی جی! اٹھیے، دیوتا مندر میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں......

ہمارے دیوتا ہمارا انتظار کر رہے ہیں......ہمیں جلدی لے چلو......تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا کہ دیوتا ہمارے منتظر ہیں......مہارانی اٹھ کھڑی ہوئی اس کی ٹانگیں نشے سے لڑکھڑانے لگیں۔ دولڑکیوں نے اسے سہارا دیا"

مہارانی نے کہا! قلعے میں منادی کرادو کہ سب لوگ ناچتے گاتے ہوئے ہمارے ساتھ چلیں"

ایک لڑکی نے کہا! پہلے نہا دھو کر لباس بدل لیجیے......دیوتا خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں......دیوتا خوشبو کی طرح ہیں خوشبو سے مہکے ہوئے لوگوں کو اپنے قریب بٹھاتے ہیں......"

مہارانی نے خوش ہوتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتی ہو......ہم تمہیں انعام دیں گے......ہمارے دیوتا کو صرف خوبصورت نہ کہو......بہت ہی خوبصورت کہو......دلربا دلدار کہو......

وہ لڑکھڑاتی ہوئی بہکی بہکی باتیں کرتی ہوئی اس تالاب کی طرح بڑھتی جا رہی تھی۔ جس میں کبھی کبھار راجکماری چندر کانت نہایا کرتی تھی......لڑکیاں فن مشاطگی میں بے پناہ مہارت رکھتی تھیں کہ انہوں نے ادھیڑ عمر مہارانی کو لمحوں میں نئی نویلی دلہن کی طرح سجا دیا......مہارانی پالکی میں بیٹھ کر ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ مندر کو روانہ ہوئی......سینکڑوں لڑکیوں نے مہارانی کی پالکی کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا......ڈھول تاشے اور شہنائیاں بجتی جا رہی تھیں......

مہارانی کے جلوس کی اطلاع پا کر شیو دیوتا نے ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم اپنے کمرے میں چلے جاؤ......مہارانی آ رہی ہے ہو سکتا ہے تمہیں دیکھ کر وہ بگڑ جائے کچھ بھی ہو تم اس کے جواں سال بیٹے کے قاتل ہو......

ہاشم نے دل گرفتگی کے انداز سے شیو دیوتا کی طرف دیکھ کر کہا!" دیوتا بھی ہمیں قاتل سمجھتے ہیں"

نہیں شیو دیوتا نے اسے سینے پر لپٹاتے ہوئے کہا!" ہم تمہیں قاتل نہیں سمجھتے" وہ بے عصمتوں کا لٹیرا تھا......اگر تم اسے قتل نہ کرتے تو بڑے بے غیرت مجرم ہوتے"

ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا!" بخدا" اگر تم مسلمان ہوتے تو ولی اللہ ہوتے"

" شکریہ" شیو دیوتا نے کہا!" تم جاؤ وہ مندر میں پہنچ چکی ہو گی"......ناراض نہیں ہونا......ہم دیوتا ہوتے ہوئے بھی مجبور ہیں......ہاشم اس کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں چلا گیا......"

وہ لہروں پر ڈولنے لگی تو شیو دیوتا نے اسے کھینچ کر اپنے سینے کے قریب کرتے ہوئے کہا!......تم ہمارے قریب ہمارے پہلو میں بیٹھنے کے لیے بنائی گئی ہو......مہارانی نے اس ناگہانی خوشیوں کی یلغار کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا......وہ ٹکٹکی باندھے شیو دیوتا کی طرف دیکھ رہی تھی......

شیو دیوتا اس کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اس نے ایک دوسرا کار گروار کرتے ہوئے کہا!

لگتا ہے وہ کوئی ایسا ہی قلعہ اور ایسا ہی مندر تھا جس کی چھت پر رات کے گہرے سناٹے اور تاریکی میں ہم تم سے ملے تھے...... ہم آج کی رات تمہارے ساتھ اس قلعے کی چھت پر گزاریں گے اور اچھی طرح سے اپنے من کی چنتا ختم کریں گے...... کیا تمہارے قلعے کی بیرونی دیواریں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر ہیں...... اور کیا بادلوں سے آوارہ ٹکڑے چھت پر پھرنے والے کے ماتھے چومتے رہتے ہیں'' بالکل اسی طرح ہیں...... اسی قلعے کی دیواریں اور چھت پہاڑ کی بلند و بالا چوٹیوں کے برابر رکھی گئی ہے...... اور جھومتے ڈگمگاتے مخمور بادلوں کے ٹکڑے چھت پر پھرنے والوں کی پیشانیاں چوم لیتے ہیں''

پھر مہارانی نے شیو دیوتا کے پاؤں کے بوسے لیتے ہوئے کہا!

دیوتا! کیا یہ سچ ہے کہ ہم پاروتی ہیں...... خوشی سے ہمارا دل دھڑک دھڑک کر بند ہونے والا ہے...... ہمارے دامن میں سارے سنسار کی خوشیاں سمٹ آئی ہیں...... ہمارے جذبات بے قابو ہوتے جا رہے ہیں ہمیں اپنی بانہوں کے مضبوط حصار میں چھپا لو...... ہمیں آسرا دو...... ہم گرنے والے ہیں...... ہمارے اندر ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو چکا ہے...... اب اس کا سانولا بدن تپنے لگا تھا اس کی سانسوں میں ارتعاش اور بدنظمی سی پیدا ہو گئی وہ ہانپنے لگی۔ ہوس زدہ بلی کی طرح اس کی آنکھوں میں خون کی سرخیاں لرزنے لگیں۔ وہ بڑی تیزی سے تکلف اور احترام کی ناقابل عبور وادیوں کو عبور کرتی ہوئی اس سلگتی ہوئی وادی میں پہنچ چکی تھی جہاں جسم کا ٹوٹنا اچھا لگتا ہے...... جہاں کی آگ کے شعلوں میں دل کی ٹھنڈک ہوتی ہے...... جہاں پہنچ کر انسان دو عالم سے بے خبر ہوتا ہے...... وہ ایک قسم کی جنسی باؤلے پن کا شکار ہو چکی تھی...... شیو دیوتا کے لیے یہ صورت حال انتہائی تکلیف دہ اور پریشان کن تھی'' وہ انسانیت کی قدروں کی دیوار کو گرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا''

اس نے غصے سے مہارانی کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا!

تم پاروتی!...... نہیں تم نے ہمارا سپنا توڑا ہے...... تم پاروتی نہیں ہو سکتی...... پاروتی اتنی سستی اور عام تو کبھی نہیں ہوئی تھی تمہیں کیا ہو گیا ہے؟...... تم نے ہمارے سندر سپنوں کے سارے شیش محل ایک ٹھوکر سے چکنا چور کر کے رکھ دیئے ہیں''

مہارانی نے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے کہا!

نہیں ہمیں ٹھکرایئے نہیں ہم یقیناً پاروتی ہیں''

شیو دیوتا نے کہا! وہ تو ہمیں بھی یقین سا آ گیا تھا مگر وہ تمہاری طرح اتنی کمزور اور بے حوصلہ نہیں تھی اس کا سینہ برف پوش بھی تھا اور آتش فشاں بھی تھا......

مہارانی نے سر جھکا کر کہا! دراصل تمہارے قرب کے جادو نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا...... دیا کرو سرکار...... ہم بنتی کرتے ہیں......

مہارانی شیو دیوتا کے پہلو سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ہاتھ جوڑ کر رونے لگی۔

تھوڑی دیر بعد شیو دیوتا نے کہا! ٹھیک اب تم جا کر آرام کرو...... رات کو چاندنی کی دس تاریخ ہے نا......

جی! دس تاریخ ہے مہارانی نے کہا

شیو دیوتا نے کہا! چھت پر ہمارا انتظار کرنا ہم آئیں گے اور پھر رات بھر تمہیں اپنی بانہوں کے حصار میں رکھیں گے"

مہارانی نے روتے ہوئے کہا! دیوتا نجانے ہمیں کس قسم کی پریت ہوگئی ہے ہم ہوش و حواس سے بیگانے ہوتے جارہے ہیں ایک عجیب قسم کی دیوانگی ہم پر مسلط ہوتی جارہی ہے......"

شیو دیوتا نے کہا! اب تم مسکرا دو...... ہم اپنے کمرے میں تمہارے دلکش تبسم کے مہکے مہکے پھول بکھرتے دیکھنا چاہتے ہیں......"

مہارانی مسکرائی تو شیو دیوتا نے کہا! ہم چاہتے ہیں تم قہقہے لگاؤ...... اتنے زور زور سے قہقہے لگاؤ کہ سارا سنسار تمہارے قہقہوں کی نغمگی میں ڈوب کر جھوم اٹھے......

شیو دیوتا جذبوں کے علم کو ماہرانہ انداز سے استعمال کرنا بخوبی جانتا تھا...... مہارانی کھل کھلا کر ہنس پڑی...... پھر اس کے قہقہوں کی نغمگی دیر تک کمرے میں رس گھولتی رہی......"

شیو دیوتا نے خوش ہوتے ہوئے کہا! ہم تمہیں یونہی ہمیشہ مسکراتا دیکھنا چاہتے ہیں...... تم ہنستی ہو تو بالکل پاروتی لگتی ہو...... ہمیں یقین سا ہوگیا ہے کہ ہم دونوں کو منزل مل گئی ہے...... اب تم جاؤ...... اور رات ہونے کا انتظار کرو......

مہارانی قہقہے برساتی ہوئے کمرے سے نکل گئی...... پھر ڈھول تاشوں اور شہنائیوں کی آوازیں فضاؤں میں گونجنے لگیں...... دوپہر کو پہاڑ سے ایک گھٹا اٹھی جس نے آن کی آن میں فضاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا...... بادل گرجتا تو دیر تک گہری وادیوں میں دھماکوں کی بازگشت سنائی دیتی رہتی...... پروائی ہوا کے مستانے جھونکے ہر کسی سے لپٹ جاتے تھے...... شیو دیوتا نے ہاشم کو بلایا اور پھر دونوں چپکے سے ایک چور دروازے سے نکل کر مندر کے پچھواڑے کی طرف نکل گئے...... ہاشم چپ چاپ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ کھلی جگہ پر پہنچ کر شیو دیوتا نے آسمان کیطرف دیکھتے ہوئے کہا!

لگتا ہے آج زور شور سے بارش ہوگی"

"ہاں" ہاشم نے کہا! یہاں پر ہر دوسرے تیسرے روز بارش ہوتی ہے...... پہاڑوں پر جتنی بارش ہو جائے معلوم نہیں ہوتی کیونکہ سارا پانی نشیب میں بہہ جاتا ہے......

گھٹاؤں کے نیچے ہواؤں کے دوش پر رنگ برنگے پرندے اڑتے پھرتے بڑے اچھے لگتے تھے...... ماحول پر جادو سا طاری ہو چکا تھا...... شیو دیوتا کی نظریں آسمان پر کسی چیز کی متلاشی تھیں...... اچانک اسے ایک سفید رنگ کا نقطہ سا نظر آیا...... اس نے ایک مخصوص انداز میں اپنا دایاں ہاتھ فضاء میں لہرانا شروع کر دیا...... تھوڑی دیر بعد وہ سفید نکتہ پھیلتا ہوا سفید رنگ کا کبوتر بن گیا اور شیو دیوتا کے سر پر چکر لگانے لگا......"

ہاشم جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپ کر شیو دیوتا کی کرشمہ سازیوں کو دیکھنے لگا۔ ایک کبوتر اس کے دائیں کندھے پر آ کر بیٹھ گیا وہ بری طرح ہانپ رہا تھا...... شیو دیوتا نے ہاتھ بڑھا کر کبوتر کو پکڑ لیا اور جلدی جلدی اس کے گلے میں پڑے ہوئے ایک تعویذ کو اتار کر قمیض کے اندر چھپا کر بولا! ہاشم آ جاؤ......

کبوتر اس کے کندھے پر بیٹھا تھا...... وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مندر کے چور دروازے کے راستے مندر میں داخل ہوا...... شیو دیوتا کے چہرے پر تردد اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ مندر کے پجاریوں اور یاتریوں کے سامنے مصنوعی ہنسی سے کام لے رہا تھا...... جلد از جلد اپنے کمرے میں پہنچ جانا چاہتا تھا"

ایک پجاری نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا!"یہ کبوتر بھی ایک دیوتا ہی لگتا ہے"

شیو دیوتا نے کہا! اسے ابھی بھگوان نے بھیجا ہے۔ یہ ایک پیغام لایا ہے...... ہم اس سلسلے میں کچھ وچار کرنا چاہتے ہیں......

پجاری ادھر ادھر ہٹ گئے...... پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے کی طرف بڑھنے لگا"

ایک راہداری میں اس نے سرگوشی کے انداز میں ہاشم کو ڈانٹتے ہوئے کہا! بے وقوف تم ناگ دیوتا ہو...... ہمارے پجاری نہیں...... ناگ دیوتا بن کر رہو...... ورنہ مارے جاؤ گے......

ہاشم نے فوراً پھنکارنا شروع کر دیا...... جسم پر تناؤ سا طاری کر کے سانپ کی طرح گردن اکڑا لی۔ وہ سچ مچ انسانی روپ میں ناگ لگنے لگا تھا...... یاتری اور پجاری ہاتھ جوڑ کر قدموں پر جھکے ہوئے ناگ دیوتا کی جلالتوں کے مظاہرے دیکھ رہے تھے"

شیو دیوتا نے مہا پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے ناراضگی سے کہا! بے وقوف بین بجانے والے بلاؤ دیکھ نہیں رہے ناگ دیوتا غصے میں ہے۔ ہم خود دیکھ رہے ہیں تم لوگوں نے ناگ دیوتا کی کبھی سیوا نہیں کی۔ بین بجانے والے بلاؤ......

شیو دیوتا زیر لب کچھ پڑھ پڑھ کر ناگ دیوتا کو پھونک رہا تھے۔ ناگ دیوتا نے آنکھیں جھپکنا بند کر دی تھی اس کی آنکھیں انگارے کی طرح دہک رہی تھیں...... دیوداسیاں خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر چھپنے لگیں چند لمحوں بعد بین بجانے والے جوگی آگئے...... انہوں نے پہلے ناگ دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑے پھر فرش پر سجدے میں گر گئے...... اور پھر مست دھنوں میں مہارت سے بجانے لگے...... اس کے چہرے پر پھولوں جیسا تبسم کھلنے لگا......"

شیو دیوتا نے کہا! ناگ دیوتا جی اپنے پجاریوں اور پرستاروں کے ساتھ نرمی سے پیش آیا کریں۔ ان لوگوں کے دلوں کے آبگینے بڑے نازک ہوتے ہیں ذرہ سی ٹھیس سے کرچی کرچی ہو کر ٹوٹ جاتے ہیں......"

ناگ دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا!"ہم جانتے ہیں" مگر ان بے حس اور بے وقوف پجاریوں کو بھی کچھ سمجھایئے یہ لوگ ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں"......

پجاریوں داسیوں اور پنڈتوں نے خوفزدہ ہو کر زمین پر گر گر گڑگڑانا شروع کر دیا...... ناگ دیوتا! بھگوان کے لیے ہم سب کی تقصیر یں معاف کیجیے......"

ناگ دیوتا نے کہا! ہم نے معاف کیا......"

پھر ایک لمحے بعد اس نے کہا! ہم چاہتے ہیں بندی خانے میں بند تمام قیدیوں کو کل جمع کر کے ہمارے درشن کرائے جائیں۔

مہا پجاری نے کہا! دیوتا کے ہر حکم کی تعمیل کرائی جائے گی...... ہم ابھی مہارانی جی کو دیوتا کی خواہش سے آگاہ کرتے ہیں۔

''ٹھیک ہے'' شیو دیوتا نے بات کو ختم کرتے ہوئے کہا! مہارانی سے کہہ دینا ہم بھی یہی چاہتے ہیں......

مہا پجاری نے جھک کر دونوں دیوتاؤں کے قدم چھوئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا!

شیو دیوتا نے کہا! بین بجانے والے دروازے تک آ کر باقی جا سکتے ہیں......

شیو دیوتا نے دروازہ اندر سے بند کر کے جلدی جلدی چرمی تعویز کھولا......اس کے اندر ایک کاغذ کا ٹکڑا چار پانچ تہوں پر مشتمل تھا......ہاشم چند قدم دور کھڑا شیو دیوتا کی پریشانیاں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا......وہ اس پراسرار شخص کی ایک ایک حرکت پر پہروں سوچتا رہتا تھا......وہ اس کا محسن تھا مگر وہ اس کی نظروں میں یا تو جادوگر تھا یا واقعی کوئی مافوق الفطرت دیوتا تھا، فرشتہ تھا جس کی نظریں ہمیشہ وقت کی نبضوں پر جمی رہتی تھی......شیو دیوتا جب تک وہ پراسرار خط پڑھتا رہا، ہاشم اس کے بارے میں عجیب عجیب سوچوں میں الجھتا رہا......لگتا ہے شیو دیوتا کو خط کے ذریعے کوئی خوشی کا پیغام دیا گیا تھا......کمرے میں سکوت طاری تھا...... ہاشم شیو دیوتا کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا......شیو دیوتا چٹھی کی عبارت کے طلسماتی اثرات میں ڈوبا ہوا تھا......اس کے چہرے پر عقیدتوں کے رنگوں کی پھوار برس رہی تھی......چٹھی کے ایک ایک لفظ میں اس کے لیے روحانی طمانیت لگتی تھی...... ہاشم کا چہرہ ایک سوالیہ نشان بنا ہوا تھا......شیو دیوتا نے چٹھی کو بڑی عقیدت سے چوما اور پھر تہہ کر کے اپنے کمر بند کر کے ایک پیچ میں چھپا لیا!......پیغام رساں کبوتر کمرے کے فرش پر ادھر ادھر پھر رہا تھا اسے دانے پانی کی تلاش تھی......''

شیو دیوتا نے ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''دروازہ کھول دو''

ہاشم سحر زدہ سا اٹھا اور کمرے کا دروازہ کھول دیا......

ایک پجاری ان اندر داخل ہوا تو شیو دیوتا نے کبوتر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''اس پنکھیرو کے دانے پانی کا انتظام کیا جائے''

پجاری ہاتھ جوڑتا ہوا باہر نکل گیا...... چند لمحوں بعد اس نے کمرے کے ایک کونے میں دو خوبصورت پیالیاں لا کر رکھ دیں ایک میں پانی تھا اور دوسری میں دانے کبوتر نے بغیر کسی جھجک کے پہلے تھوڑا سا پانی پیا اور پھر اطمینان سے دانے چگنے لگ گیا......شیو دیوتا بڑی محبت سے کبوتر کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ اسراروں میں ڈوبا ہوا تھا......''

اس نے ایک ثانیہ خاموشی کے بعد پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ہم آج رات کو چندرما کی کشتی پر سوار ہو کر آکاش کے نیلے ساگر کی سیر کو جائیں گے مہارانی سیتا دیوی ہمارے ہمراہ ہوگی......مندر کے علاوہ پورے قلعے کے باسیوں کو آگاہ کر دیا جائے......رات بھر جہاں جہاں ممکن ہو چراغ جلائیں......تیل گنگن کی طرح اس دھرتی کے اس ٹکڑے کو بھی چراغاں کر کے سجایا جائے......خوشیوں کے دلفریب میلے لگائے جائیں......''

پجاری نے خوش ہوتے ہوئے کہا! دیوتا کی کرپا سے دھرتی کو آکاش سے زیادہ خوبصورت بنایا جائیگا۔ دیوتا خود محسوس کریں گے کہ اس دھرتی کی ہر چیز سحر زدہ ہو چکی ہے۔''

''بہت خوب'' شیو دیوتا نے کہا! ہم بہت خوش ہوئے ہیں......اب تم جاؤ اور رات کے جشن کی تیاریوں کا اعلان کرو......'' پجاری ہاتھ جوڑے باہر نکل گیا

شیو دیوتا نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ اچھی طرح بند کرتے ہوئے ہاشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کیا بات ہے آج تم بہت ہی حیرت زدہ گم سم اور چپ چپ سے ہو"

ہاشم نے شیو دیوتا کی مسکراتی ہوئی آنکھوں میں جھانک کر کہا! جب کوئی حد سے زیادہ بے بس ہو جاتا ہے تو اسے چپ لگ جاتی ہے۔ ہم تمہارے شعبوں کے سامنے بالکل بے بس ہو چکے ہیں تم قدم قدم پر ہمارے لیے ناقابل فہم اور پراسرار بنتے جا رہے ہو"

شیو دیوتا نے ہنستے ہوئے کہا! یہ بات ہے تو پھر ہمیں اپنا دیوتا تسلیم کر لو"

کیا مطلب! ہاشم نے چونک کر پوچھا!

تو شیو دیوتا نے کہا! ہمارے دیو مالائی دھرم میں......"

ہاشم نے اس کی بات کاٹ کر غصے سے کہا! ہم تمہارا دل کی گہرائیوں سے بے حد احترام کرتے ہیں۔ ہماری نظروں میں تم بڑے قابل احترام ہو مگر ہم تمہیں اس بات کا قطعاً حق نہیں دیں گے کہ تم ہمارے دین پر اس قسم کے حملے کرو"

شیو دیوتا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا! ہم نے تم پر حملہ کیا ہے تمہارے دین کو بالکل نہیں چھیڑا......"

ہاشم نے جواب دیا" جب تم ہمیں دین فطرت چھوڑ کر اس دیو مالائی دھرم میں آ جانے کی ترغیب دے رہے ہو تو یہ ہمارے سچے دین کی توہین نہیں تو اور کیا ہے"

شیو دیوتا نے ہاشم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے اپنائیت سے کہا! ہاشم کل سے اس وقت تک تم نے ہمیں کیا پایا ہے......" ہمارا مطلب ہے تم نے ہمیں کہاں تک سمجھا ہے"

ہاشم نے سر جھکاتے ہوئے کہا! شیو دیوتا جی! اس سلسلے میں ہم اپنی کم مائیگی اور کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندہ ہیں تمہاری شخصیت اسراروں کے پردوں میں چھپی ہوئی بالکل طلسماتی اور دیو مالائی کہانی کی طرح ناقابل فہم ہے...... تم جادوگر نہیں سراپا جادو ہو...... تمہارا خوبصورت سراپا تماشہ گاہ عالم ہے...... تم جدھر بڑھتے ہو وقت کی رنگ سامانیوں کے رخ ادھر تبدیل ہو جاتے ہیں...... تم بولتے ہو...... تو نغمگی دامن دل کھینچتی ہے...... تمہاری بات دل نشین ہوتی ہے...... تم ہندوؤں کے دیوتا ہو مگر سچ پوچھو تو ہندو لگتے نہیں ہو۔

وہ کیوں؟ شیو دیوتا نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا! اگر ہندوؤں نے بھی تمہاری طرح ہندو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو ہم کہاں جائیں گے...... پاگل انسان اس وقت ہزاروں ہندو ہمیں اپنا اوتار اور دیوتا مان رہے ہیں اور تم ہمیں ہندو بھی نہیں مانتے"

ہاشم نے کہا!" دیوتا جی! ان ہزاروں ہندوؤں کو کیا کہا جائے یہ تو مجھ جیسے خاندانی مسلمان کو اپنا دیوتا تسلیم کر چکے ہیں"

شیو دیوتا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! مگر یہ بھی ہمارا کمال ہے۔ ورنہ اب تک تم ملک عدم میں ہوتے۔

ہاشم نے جھرجھری سی لے کر کہا! شیو دیوتا تم ٹھیک کہتے ہو...... واقعی یہ ہم پر تمہارا بہت بڑا احسان ہے...... بلاشبہ وہ خوبصورت ڈائن اب تک ہمیں موت کے گھاٹ اتار چکی ہوتی سچ پوچھو تو اسی لیے ہم تمہیں ہندو نہیں مانتے کیونکہ تم ہندوؤں کی طرح تنگ دل اور کم نظر نہیں ہو...... تم

متعصب اور طبقاتی جنون میں مبتلا نہیں ہو...... ہم نے محسوس کیا ہے تم انسانیت کی فلاح کی سوچ رکھنے والے عظیم انسان ہو......''

شیو دیوتا نے یکا یک سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا! ''ہاشم جی''

ہاشم نے دل کی گہرائی سے جواب دیا!

تو اس نے کہا! ہم سب ایک عظیم مقصد کے لیے یہاں زندہ ہیں...... تم دیکھ رہے ہو یہاں چاروں طرف گھور اندھیروں کا راج ہے...... کہیں کہیں دور بہت دور کوئی چراغ جلتا ہے تو...... ظلم وستم کی جفا شعار آندھیاں اسے بجھانے کے لیے ٹوٹ پڑتی ہیں...... فرعونیت اور یزیدیت کے گھناؤنے عزائم پر یہاں کے راج کا سنگ بنیاد رکھا ہوا ہے......

شیو دیوتا بولتا جا رہا تھا اور ہاشم پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹتے جا رہے تھے وہ سوچ رہا تھا یہ کون ہو سکتا ہے...... یہ دیوتا ہے اور واقعی لائق پرستش ہے......

شیو دیوتا کہہ رہا تھا...... ہم سے جس طرح بھی ممکن ہو اس تاریک سرزمین کو روشن کرنا ہے...... ہم یہاں قدم قدم پر اپنے لہو کے چراغ روشن کریں گے ہم اپنے لہو کی روشنائی سے آسام کی تاریخ میں نئے ابواب کا اضافہ کریں گے...... ہم ان سنگلاخ چٹانوں اور ان کی تاریک اندھی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو زندگی کی حقیقی رنگ سامانیوں سے روشناس کرائیں گے۔ ہم نے جبر واستبداد اور قہر وقیامت کے خونخوار عفریتوں سے ٹکرانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ جہاں اندھیرے زیادہ خوفناک ہوں گے وہاں روشنیوں کی ضرورت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

شیو دیوتا عالم بے خودی اور فکر ونظر کی مجذوبیت میں ڈوبا ہوا فلسفیانہ انداز میں اپنے عزائم کی ترجمانی کر رہا تھا...... ہاشم پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے'' وہ کہہ رہا تھا ہماری زندگی کا ایک مقصد ہے ہم اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کو ہر وقت ہوائے حوادث کے سامنے ثابت قدمی سے برسرپیکار رکھنے کے عادی ہیں جب تک زندگی نے وفا کی تب تک بزم ناز کے حریم دلیری میں جلتی ہوئی شمع محبت کی حفاظت کریں گے اور یہاں اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے تمہیں ہماری مدد کرنا ہوگی......''

ہاشم نے شیو دیوتا کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! ہم دل وجان سے حاضر ہیں۔ اس راہ پر جان کی بازی لگانی پڑی تو بے دھڑک آتش نمرود میں کود جائیں گے......''

شیو دیوتا نے ہاشم کو گلے لگاتے ہوئے کہا! ''ہمیں ایک اچھے سپاہی سے یہی توقع تھی''

ہاشم! شیو دیوتا نے ہاشم کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھوں کے کٹورے میں لیتے ہوئے کہا! وقت غیر محسوس راہوں پر چلتا ہوا اس مقام تک آ پہنچا ہے...... جسے دوسرے لفظوں میں شہادت گاہ کہا جاتا ہے اس وقت ہم بڑے نازک موڑ پر کھڑے ہیں...... ''ہم جانتے ہیں تم کون ہو؟...... تم گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان کے بڑے بیٹے ہو...... تم نادر خان کے بھتیجے ہو اور نادر خان ہماری موجودہ تاریخ کا ایک ایسا شہسوار ہے جس کی ترک تازیوں نے حقیقتوں کو تابندہ تر کر دیا ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے اس مرد مجاہد کی طرف حقیقت کے متلاشیوں کو پروانوں کی طرح بڑھتے دیکھا ہے''

ہاشم نے شیو دیوتا کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تمہیں ہماری قسم اب سچ سچ بتاؤ تم کون ہو...... اور یہ ساری باتیں تمہیں کن ذرائع سے معلوم ہوئی ہیں......''

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! تم تو ہمارے معاملے میں بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو...... ہم جو کوئی بھی ہیں تمہارے خیر خواہ ہیں۔"

ہاشم نے کہا! وہ تو بالکل ٹھیک ہے مگر ہم سے پردہ نہ کرو...... ہم تمہاری اسراروں میں چھپی ہوئی ذات کی حقیقت جاننے کے لیے بے تاب ہیں......"

شیو دیوتا نے اپنی کمر بند سے چھٹی نکال کر ہاشم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! اسے پڑھو تمہیں ہمارے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا"

ہاشم نے جلدی جلدی کاغذ کے ٹکڑے کی تہیں کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

جگر کے ٹکڑے سلطان احمد سلامت رہو...... خداوند کریم نے تمہیں بے پناہ صلاحیتوں اور مجاہدانہ حوصلوں اور ولولوں سے نوازا ہوا ہے۔ تم اپنی ان بے پناہ خداد صلاحیتوں سے خاطر خواہ کام لینا جانتے ہو...... خدا کی قسم ہمیں تم پر بڑا ناز ہے تمہیں اپنے بیٹوں سے کہیں زیادہ عزیز سمجھتے ہیں...... موجودہ فتوحات کا سہرا تمہارے سر پر باندھا جائے گا...... تمہارے خفیہ اور نادیدہ کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے...... ہمارا خیال ہے تم بغیر کسی صلے کی طلب کے یہ سب کچھ مجاہدانہ فکر کے تحت کر رہے ہو...... سلطان بیٹے اس وقت ہماری جنگ فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو چکی ہے کرشن کمار شکست پر شکست کھاتا ہوا اپنی راجدھانی کی طرف پسپا ہوتا جا رہا ہے۔ ہماری افواج بڑی موثر حکمت عملی سے اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے آسام کی راجدھانی کا قلعہ اپنے قدرتی محل وقوع کے اعتبار سے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا ہے...... کرشن کمار کہتا ہے علی قلی خان کو آسام کے اس قلعے کی دیواروں کے نیچے موت کی وادیوں میں دھکیل کر اپنے زخموں کو انتقام لیں گے...... سلطان ہم نے ناممکنات کو عالم امکان میں بدلنا ہے...... ہم نے کرشن کے قلعے کو فتح کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اس سلسلے میں تمہاری معلومات اور موثر امداد ایک انقلابی فیصلہ کرے گی...... امید ہے تم بہت جلد اپنی طلسماتی تدبیروں کو بروئے کار لا کر ہمیں قلعے کے بارے میں آگاہ کرو گے...... ہزاروں لاکھوں مظلوموں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں...... ایک بار پھر تاکید کی جاتی ہے راجکماری چندر کانت کا خاص خیال رکھنا اگر خدانخواستہ اسے کچھ ہو گیا تو ہم شرمندگی سے بے موت مر جائیں گے...... ہاشم کو وہ سودے بازی کے لیے زندہ رکھیں گے......"

والسلام!

"علی قلی خان"

ہاشم کی آنکھیں ساون کی گھٹاؤں کی طرح برس رہی تھیں۔ خوشیوں کے چھلکتے ہوئے جذبات کے پھندے اس کے گلے میں پڑے ہوئے تھے وہ بولنا چاہتا تھا مگر اسے بولا نہیں جا رہا تھا۔ سلطان احمد نے اس کی جذباتی کیفیت کے پیش نظر اسے اپنے سے لپٹا کر اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا!

ہاشم ہمارے بھائی! ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہم نے بیک وقت کئی محاذوں پر ایک تھکا دینے والی جنگ لڑنی ہے ایسا نہ ہو کہ آسامی مہاراجہ کے یہاں پہنچنے پر حالات کوئی نیا رخ اختیار نہ کر جائیں...... ہم دیوتا نہ رہیں...... ہم بے نقاب ہو جائیں...... بہر صورت ہماری نگاہوں میں عقابی بیداری موجود رہنی چاہیے...... حالات کا بغور جائزہ لیتے رہیں گے تو کامیاب رہیں گے......"

ہاشم نے ایک عزم سے کہا! سلطان احمد فکر مندی کی کوئی بات نہیں...... خداوند کریم کی مدد سے ہم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب

رہیں گے......ہم لاکھوں انسانوں کی دعاؤں کے حصار میں زندگی کے اس سفر میں کامیابیوں سے ہمکنار ہوں گے"

سلطان احمد نے کہا! سنو! تمہیں معلوم ہے ہم نے مہارانی سمیتا کو دیو مالائی گھن چکر میں ڈال کر محصور کر رکھا ہے......ہم نے قلعے کی چھت پر رات گزارنے کا عہد کیا ہوا ہے......اسے تو ہم نے کچھ اور ہی سبق پڑھایا ہوا ہے......مگر ہمارا مقصد صرف قلعے کے حالات معلوم کرنا ہے......ہم دیکھیں گے کہ کہاں کہاں سے لشکروں کی یلغاریں نتیجہ خیز ثابت ہو سکتی ہیں تم ہوشیار رہنا......"

ہاشم نے ہنستے ہوئے کہا! سلطان بھائی! تم کمال کے آدمی ہو......بخدا تم ولی ہو"

سلطان نے سر جھکاتے ہوئے کہا! شکریہ! ہاشم ہم تو خدا کے عاجز بندے ہیں......دیکھو اگر موقع ملے اور مناسب معلوم ہو تو تم بھی ہمارے پیچھے پیچھے قلعے کی چھت پر پہنچ جانا......مگر یاد رہے ناگ دیوتا کی صورت میں آنا......ہم سے دور دور رہنا......اور بنظر غائر قلعے کو جنگی نقطہ نگاہ سے دیکھنا ہو سکتا ہے کچھ گوشے ایسے ہوں جو ہماری نظروں سے اوجھل رہیں اور تم دیکھ لو......

ہاشم نے کہا! "ہم جاگتی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھیں گے"

دن ڈھلے مہاراجہ کرشن کمار کا قاصد جگدیش وردھن کے ساتھ مہارانی سمیتا کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے حسب دستور پہلے مہارانی کے قدموں پر سر رکھ دیا پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

مہارانی نے ریشمی تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا! "کہو کیا خبر لائے ہو"

جگدیش نے اپنے قمیض کی اندرونی جیب سے ایک خط نکال کر مہارانی کے سامنے پڑی ہوئی چاندی کی چپائی پر رکھتے ہوئے کہا! مہاراج کرشن کمار جی! بھگوان کی کرپا سے بالکل ٹھیک ہیں......"

مہارانی نے جلدی جلدی لفافہ چاک کر کے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا!!

پیاری ماتا جی!

بہت بہت نمسکار!

ہمیں یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے قلعے پر قبضہ کر کے راجدھانی کے سارے امور اپنے قبضے میں لے لیے ہیں" ماتا جی آپ نے سن لیا ہو گا کہ ہمیں شکست سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے مگر ماتا ہم فکر مند اور پریشان نہیں ہیں کیونکہ اس ہار کو ہم ایک طرح کی جیت سمجھتے ہیں......ہمیں پورا پورا وشواش ہے بنگال کے بادشاہ کو ابھی تک جے دھج سنگھ کے دہانت کی خبر نہیں ہے۔ جو ابھی تک جے دھج سنگھ کو اپنا دشمن سمجھتا ہے......چند دنوں بعد کسی مناسب موقع پر ہم اس کو جے دھج سنگھ کی موت کی خبر کچھ اس پرکار سے دیں گے کہ یدھ کے سارے آروپ اسی کے سر تھوپ دیں گے۔ اگر بنگال کے بادشاہ نے خوش ہو کر ہم سے صلح کی خواہش کا اظہار کیا تو ہم ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس کے ساتھ صلح کر لیں گے......اور اگر اس نے صلح کی بجائے یدھ کو بہتر سمجھتے ہوئے ہمارا تعاقب جاری رکھا تو بھی ہم فکر مند نہیں ہوں گے......ہم اس کی سینا کو آسام کے پہاڑوں کی گہری تاریک اور ہولناک گھاٹیوں میں بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ موت کی نیند سلا دیں گے......آپ کو معلوم ہے راجدھانی کا

قلعہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے ناقابل تسخیر ہے اور اگر کسی طرح مسلمان حکمران سے صلح ہو جائے تو یہ ہمارے لیے زیادہ بہتر ہوگا اس طرح ہم راجکماری کا کانٹا بڑی آسانی سے سرعام نکال سکیں گے۔ بہر صورت ہم حالات کو اپنے منصوبے کے مطابق سازگار بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں...... آپ اس خوبصورت چڑیل پر کڑی نگاہ رکھیں...... اسے دن رات جسمانی اور روحانی اذیتوں میں جتلا رکھا جائے...... کئی کئی مردوں سے روزانہ اس کی آبروریزی کروائی جائے...... امید ہے اس طرح وہ بن موت کے مرجائے گی...... نہیں مرے گی تو ہم اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن کاٹیں گے...... ماتاجی اس کے پریم ہاشم کا خاص خیال رکھا جائے...... ہم اس کے عوض مسلمان حکمران سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں...... آپ ہمارا مطلب سمجھ رہی ہوں گی یہ بجا ہے کہ وہ ہمارے بڑے بھائی وجے کمار کا قاتل ہے وقت کا تقاضہ سر دست یہی ہے جس کی نشان دہی ہم نے کر دی ہے۔ ممکن ہے بھگوان کی کرپا سے حالات کے رخ بدل جائیں اور ہم مسلمانوں کو شکست دینے کی قابل ہو گئے تو پھر دیکھنا ہم کس طرح اذیتیں دے دے کر اس خونی درندے سے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لیتے ہیں...... ہمیں معلوم ہے اسے دیکھ کر آپ کی سلگتی ہوئی مجروح ممتا بے اختیار ہو جاتی ہوگی...... مگر ماتاجی منو نے سنو سمرتی میں بھاشن دیا ہے کہ ہندوؤں کے تیوروں پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ وقت کا تقاضا ہو تو گدھے کو چاچی کہو اور جب حالات سازگار ہو جائیں تو چاچی کو تلوار کی دھار تلے اپنے مفاد پر بھینٹ چڑھا دو...... ابھی ہم نے اس گدھے کو چاچی کہنا ہے...... آپ ہم سب کی مجبوریاں کو سمجھ رہی ہوں گی...... بہر صورتحال راجکماری کو ہمارے آنے تک ادھ موا کر دو...... علاوہ ازیں اٹھتے بیٹھتے خلوت جلوت میں اسے بدنام کرتے رہیں اس کی کردار کشی اس طرح کریں کہ لوگ اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگ جائیں اسے عیاش اوباش اور بدکردار ثابت کریں ہاشم سے اس کے تعلقات ناجائز ناپسندیدہ اور نازیبا ثابت کریں ہندو مسلم منافرت پھیلائیں...... مذہبی جذبات بھڑکاتی رہیں...... ماتاجی چندرکانت کی زندگی کسی موڑ پر بھی ہم سب کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے پرجا اس کو چاہتی ہے...... پرجا کے سنجیدہ اور فہمیدہ طبقے کے لوگوں کے دلوں سے اس کی چاہت اور احترام کے جذبات مٹانے بہت ضروری ہیں۔ آپ جانتی ہیں اس کام کے لیے اسے عیاش اور بدکار ثابت کرنا ہوگا...... وردھمن ہمارا مزاج آشنا آدمی ہے وقتاً فوقتاً اس کو نوازتے رہا کریں آپ کو معلوم ہونا چاہیے اس قسم کے لوگوں کو چھوٹی چھوٹی قیمتوں کے عوض خریدا جاتا سکتا ہے...... وردھمن کو چندرکانت پر مسلط کر دیں...... اگر اس نے اس کی کوکھ پاپ کے کیڑے سے بھر دی تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا...... مہارانی کی آنکھوں میں پراسراری خوفناک قسم کی چمک پیدا ہو گئی اس کے سینے میں سانسوں نے ہلچل برپا کر رکھی تھی......"

پھر اس نے خط ایک طرف رکھتے ہوئے کہا! ہم اسے اپنے سامنے روزانہ کئی کئی دفعہ بے آبرو کروائیں گے"

پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا! وردھمن! تم ابھی اور اسی وقت شیو دیوتا کے مندر چلے جاؤ اور وہاں جا کر چندرکانت کا حال معلوم کرو اگر ہماری خواہش کے مطابق پجاریوں نے اسے طوائف بنا رکھا ہے تو ٹھیک بصورت اسے یہاں کھینچ لاؤ...... ہم اسے کم سے کم تر لوگوں کا چارہ بنانا چاہتے ہیں...... ہم اس کی کوکھ کئی نسلوں کے کیڑں سے بھروا دینا چاہتے ہیں...... وردھمن! مہاراج کرشن کمار نے تمہاری بہت تعریف کی ہے ہمیں امید ہے تم مہاراج اور ہمارے ارمانوں پر پورا اترو گے...... تم پچاس سواروں کے ساتھ اسی وقت روانہ ہو جاؤ......"

پھر اس نے جگدیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"تم دربار میں چلو ہم آرہے ہیں"

دونوں نے باری باری مہارانی کے قدم چومے اور پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے باہر نکل گئے...... مہارانی لباس تبدیل کر کے بڑے وقار کے ساتھ دربار میں گئی اور سونے کے راج سنگھاسن پر بیٹھتے ہوئے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولی!

تمہارے مہاراج کا ابھی ابھی خط آیا ہے...... انہوں نے لکھا ہے کہ آنجہانی مہاراجہ جے دھج سنگھ نے اپنی بدکار بیٹی کی عیاشیوں اور عشق بازیوں کی نئی نئی وارداتوں کی کہانیاں اس سن کر جیون سے بیزار ہو کر موت کی دیوی کی چوکھٹ پر جیون اتھیا کر بیٹھے ہیں...... ہمارے خاندان کو اس بدعنوان لڑکی نے رسوا کر دی اہے۔ تم سب جانتے ہو اس چڑیل نے پہلے ہمارے بیٹے وجے کمار کو اپنے مسلمان پریمی سے قتل کروا کر اپنی راہوں کو صاف کیا...... اب سنا ہے اس نے شیو دیوتا کے مندر کے پجاریوں اور یاتریوں کو اپنی ہوس کی دلدل میں پھنسا رکھا ہے......

مہارانی نے سر جھکا کر خاموشی اختیار کر لی تو ایک منتری نے اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہارانی دل چھوٹا نہ کریں غمگین نہ ہوں ہو سکتا ہے راجکماری جی کا کوئی ازلی بدخواہ انہیں غلط افواہیں پھیلا کر بدنام کر رہا ہو......"

مہارانی نے چیختے ہوئے کہا!" بکواس بند کرو' ہم نے اسے اپنی آنکھوں سے مسلمان قیدی ہاشم کی کوٹھڑی میں بڑی شرمناک حالت میں دیکھا تھا۔ اسی کارن ہم نے اسے مندر کے آشرم میں بھیج دیا ہمارا خیال تھا مندر کے ماحول میں وہ سدھر جائے گی۔ مگر اس نے تو اپنی گندگی سے پورے مندر کو گندہ کر دیا ہے۔ منتری خاموش ہو گیا۔

مہارانی نے پھر کہا!

بڑے شرم اور بڑی ذلت کی بات ہے...... ہم نے سنا ہے بدبخت کنواری ماتا بننے والی ہے"

عیار اور بدقماش مہارانی نے سوچے سمجھے شیطانی منصوبے کے تحت بے گناہ اور بے دوش راجکماری چندرکانت کو بدنام کرنے کی مہم کا آغاز کر دیا تھا...... مہارانی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چندرکانت کے بارے میں پرجا کی اکثریت اچھے خیالات رکھتی ہے۔ راجکماری اپنی فطرتی رحمدلی انسان دوستی اور غریب پروری کی بدولت پرجا کے بیشتر طبقوں میں مقبول تھی۔ اب مہارانی اپنے مذموم عزائم سے لوگوں کے دلوں سے راجکماری کی عقیدتوں اور محبتوں کو زائل کرنا چاہتی تھی۔ مہارانی دیر تک راجکماری کے خلاف زہر اگلتی رہی۔ دربار پر سناٹا طاری رہا...... درباریوں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں...... ان میں سے بیشتر کی ہمدردیاں راجکماری کے ساتھ تھیں مگر وہ طاقت کے نشے میں بدمست خونی عفریت کے سامنے خاموش تھے۔

جگدیش نے اٹھتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی! ہم اس ذلت کو برداشت نہیں کریں گے...... ہم اپنے سماج میں پھیلتی ہوئی اس گندگی کو کسی ساگر کی گہرائیوں میں غرق کر دیں گے...... ہم سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں" مگر اس ہندو راجکماری کا نوجوان مسلمان کے پریم میں اس طرح بیکل اور بے باک ہونا برداشت نہیں کر سکتے" جگدیش کے منہ میں مہارانی کی ناپاک زبان بول رہی تھی وہ لالچی کتا مہارانی کی خوشنودی کے لیے خوشامد کی دم ہلا رہا تھا......"

☆

وردھمن پچاس ساٹھ سواریوں کے ایک چابک وچوبند دستے کو لے کر شیو دیوتا کے مندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ گھوڑے کی زین پر بیٹھا ظلم کی نئی نئی ترکیبیں سوچ رہا تھا...... وہ فطرتاً کمینہ اور بے رحم انسان تھا وہ بے گناہ راجکماری کو کسی دردناک عذاب میں مبتلا کر کے اپنے بے درد مہاراجہ کو خوش کرنا چاہتا تھا اُس کا سینہ اِس سرے سے اُس سرے تک انسانیت کی روشنی سے خالی تھا وہ اندھیروں میں ڈوبا ہوا خونخوار درندہ تھا...... مہارانی نے اسے راجکماری پر مسلط کر دیا تھا اور وہ اس تسلط سے اپنے ظالمانہ مزاج کے مطابق فائدہ اٹھانا چاہتا تھا......''

مہارانی نے اٹھتے ہوئے جگدیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

''تم ہمارے ساتھ آؤ'' جگدیش مہارانی کے پیچھے پیچھے اس کے محل میں داخل ہوا''

مہارانی اپنے دیدہ زیب ریشمی اور نرم و نازک چھپر کھٹ پر لیٹتے ہوئے بولی!

جگدیش تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ ابھی بہت سے درباری اس کمینی راجکماری کے خیر خواہ ہیں اور یہ ہمارے لیے اچھا شگون نہیں ہے۔ مہاراج کرشن کماری واپسی تک ہم تمہیں قلعے کے سیاسی امور کی نگرانی کا فریضہ سونپتے ہیں......''

......گل بدن کنیزیں ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں...... ایک کنیز دوزانوں ہو کر فرش پر بیٹھی تھی اس کے سامنے ایک ساز پڑا تھا وہ مہارانی کے اشارے کی منتظر تھی''

مہارانی نے ایک ادائے بے نیازی سے کنیزوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

''تھوڑی دیر کے لیے تخلیہ''

......ساری کنیزیں سر جھکا کر پچھلے پاؤں ہٹتی ہوئی مہارانی کے کمرے سے نکل گئیں''

مہارانی نے آہستہ سے کہا!

جگدیش مہاراجہ کے آنے تک میدان صاف ہو جانا چاہیے...... تم ہمارا مطلب سمجھ رہے ہو نا''

جگدیش نے آہستہ سے کہا!

مہارانی کے ہر حکم کی تعمیل پر ایمان ہے''

مہارانی نے ہنستے ہوئے کہا!

''بہت خوب'' تم نے ہمیں خوش کیا ہے ہم تمہیں خوش کریں گے...... ایک ایک دو دو کر کے ان تمام لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے جو شعوری یا غیر شعوری طور پر راجکماری کے خیر خواہ معلوم ہوں......''

مہارانی نے اپنے گلے سے موتیوں کی ایک مالا اتار کر جگدیش کی طرف پھینکتے ہوئے کہا!

تمہیں بہت سے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا...... تم نے مسلمان قیدی ہاشم پر کڑی نگاہ رکھنی ہے...... ہماری سمجھ میں نہیں آتا شیو دیوتا

نے اسے کس طرح ناگ دیوتا تسلیم کرلیا ہے" حالانکہ وہ مسلمان ہے اور ایک مسلمان سردار کا بیٹا ہے...... "ہم سردست تو اپنے دیوتا کے فرمان کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں مگر ہمارا دل کہتا ہے کہ شیو دیوتا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں...... تم نے اس پر کڑی نگاہ رکھنی ہے...... اور اس بات کا خاص خیال بھی رکھنا ہے کہ اسے اس کا شبہ نہ ہونے پائے کہ در پردہ اس کی نگرانی کی جارہی ہے...... آج ہمارے قلعے کی چھت پر شیو دیوتا سے ہماری خصوصی ملاقات ہورہی ہے موقع ملا تو ہم ان پر اپنی تشویش کا اظہار کریں گے" جگدیش سر جھکائے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا اس کے سانولے چہرے پر طرح طرح کے جذبوں کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں"

مہارانی نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا!

جب سورج ڈوب جائے...... جب اندھیرا چھا جائے...... جب چراغ جلنے لگیں...... تو تم قلعے کی دیوار پر سیڑھیوں کے قریب دو گھوڑے لے کر آجانا۔ اب تم جاسکتے ہو...... مہارانی نے یکدم لہجہ بدل لیا...... اس کی سانس اکھڑنے لگیں...... اس کے سینے میں ہلچل سی اٹھنے لگی تھی......

جگدیش نے سر جھکا کر مہارانی کے قدم چومے اور پھر پچھلے پاؤں کمرے سے نکل گیا...... اس کے نکلتے ہی کنیزیں کمرے میں پہنچ گئی......"

مہارانی نے سامنے بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!

"تم گاؤ"

ساتھ ہی اس نے ایک دوسری چنچل حسینہ کی طرف دیکھ کر کہا!

"تم ناچو"...... اتنا ناچو اتنا ناچو کہ تمہارے قدموں کے ساتھ ساتھ ہمارے یہ محل بھی ناچ اٹھے...... ہم آج بہت خوش ہیں...... ایک بہت بڑا مہان دیوتا ہمیں اپنی آغوش کی زینت بنانے والا ہے...... اس کے سامنے ایک خوبصورت صراحی اور نفیس قسم کا ایک جام پڑا ہوا تھا...... مہارانی کو جام و مینا کی طرف متوجہ پا کر رمز آشنا ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر جام میں شراب انڈیلنی شروع کردی......

مہارانی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا!

ایک گھونٹ سے زیادہ مت پلاؤ آج کی رات ہم کسی دوسری شراب سے مدہوش ہونا چاہتے ہیں...... گزشتہ رات کی طرح ہم بہتے ہوئے متلاطم دریا کے کنارے پیاسے نہیں رہیں گے...... آج کی رات کے ایک ایک لمحے کو یادگار بنائیں گے...... ایک ایک لمحے کے جام کو بادہ محبت سے بھر بھر کر پئیں گے اپنی جنم جنم کی پیاسی آتما کو اچھی طرح سیراب کریں گے...... ہم صبح تک رات کی رم جھم تلے بھیگ بھیگ کر اپنے جلتے ہوئے بدن کو آسودگی سے ہمکنار کریں گے...... لڑکیوں کے چہروں پر ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا تھا...... وہ کبھی شرما کر سمٹ جاتی تھی کبھی ان کے سینے جذبوں کی بے دھواں آگ سے سلگ اٹھتے تھے...... عیاش مہارانی بے خودی کے عالم میں بڑے بے ہودہ قسم کے الفاظ استعمال کررہی تھی اس کی ایک ایک ادا ہوس زدہ سی لگتی تھی...... اس کی مستانی آنکھوں سے جنسی جنون کے شعلے جھڑ رہے تھے۔ وہ ہکلا ہکلا کر کہہ رہی تھی" نجانے شام کب ہوگی...... کب چراغ جلائے جائیں گے...... کب شمع اور پروانہ ایک دوسرے میں گم ہوجائیں گے...... سکھیو تم بولتی کیوں نہیں ہو...... ان منہ زور آندھیوں میں ان مچلتے ہوئے ارمانوں کے طوفانوں اور جذبوں کے ان جنونی لمحات کی تلخیوں میں ہمارا ساتھ دو...... ہمیں سنبھالو...... دیکھتی نہیں ہم وقت سے پہلے ہی

بکھرتی جارہی ہیں...... ہمیں سنبھالو ورنہ ہم ریزہ ریزہ ہو کر ان خلاؤں میں گم ہوجائیں گے...... وہ دیر تک بہکی بہکی باتیں کرتی رہیں...... گانے والی لڑکی کی خوبصورت انگلیاں بڑی مہارت سے ساز کی تاروں پر تھرک رہی تھیں۔ ناچنے والی رقاصہ کے بدن کا ایک ایک انگ ناچ رہا تھا۔

اچانک مہارانی نے اٹھتے ہوئے کہا!

ہمارے لیے حمام تیار کرو۔ ہم شام تک نہائیں گی...... مہارانی کا حمام ایک خوبصورت تالاب تھا جس کا پانی ایک پہاڑی چشمے سے آتا تھا جس کو گھڑی گھڑی تبدیل کیا جاتا تھا۔ تالاب میں فوارے چلتے رہتے تھے اور تالاب کے پانی پر چنبیلی موتیے اور گلاب کے پھول تیرتے رہتے تھے۔ تالاب سنگ مرمر سے بنا ہوا تھا اور پیالے کی مانند گول تھا۔ مہارانی تالاب میں اتر گئی...... اور مچھلی کی طرح شفاف اور پھولوں کی خوشبوؤں سے مہکتے ہوئے پانی میں تیرنے لگی...... وہ کسی کول دوشیزہ کی طرح غمزے اور عشوے دکھا رہی تھی وہ اپنی عمر سے بہت چھوٹی لگنے کی ناکام کوششوں میں لگی ہوئی تھی...... تالاب کے کنارے کنارے گول دائرے میں نازک بدن لڑکیاں کھڑی تھیں۔ وہ مسکراہٹوں کے دلفریب پھول برسا برسا کر مہارانی کی خوشیوں کو دوچند کر رہی تھیں مہارانی بھی کبھی کبھی شوخ اور چنچل گوری کی طرح ترنگ میں آ کر ان پر پانی کے چھینٹے پھینک دیتی تھی......''

ایک لڑکی نے اپنی ایک ہمراز ہم مزاج لڑکی کے کان میں آہستہ سے کہا!

اس بوڑھی چڑیل کی رگوں میں ہوس کی کتنی ظالم آگ بھڑک رہی ہے......''

''کون جانے کب تک یہ خونخوار عفریت معصوم جوانوں کی جوانیوں سے کھیلتی رہے گی''

دوسری لڑکی نے آہستہ سے کہا!

لگتا ہے اب گناہوں کے دریا میں یہ موت کے غوطے کھا رہی ہے...... بھگوان ہم سب کو بہت جلد اس کے مظالم سے نجات دے گا......''

پہلے والی لڑکی نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا!

اس تالاب میں راجکماری چندر کانت جب نہانے آیا کرتی تھی تو پردوں کے کیسے کیسے اہتمام ہوا کرتے تھے...... لگتا ہے اس خونی چڑیل نے اس پوتر اور نروش دیوی کو نگل لیا ہے......''

ایک تیسری لڑکی نے قریب آ کر آہستہ سے کہا!

کیوں اپنی جان کی دشمن بنی ہو، اگر اس قاتلہ کے کانوں میں راجکماری کی محبت کے ایک لفظ کی بھی بھنک پڑ گئی تو سب کو موت کے گھاٹ اتار دے گی...... جانتی نہیں اس بے درد عورت نے راجکماری کی سکھیوں کو کتنے بڑے دردناک عذاب میں مبتلا رکھا ہے...... ہم نے سنا ہے رات بھر کئی بھوکے بھیڑیے اُس کو نوچتے رہتے ہیں...... ان کے پھولوں کی پتیوں جیسے نازک بدن زخموں سے گلرنگ بنے ہوئے ہیں...... مہارانی تیرتی تیرتی اس طرف آئی تو اس نے چلو میں پانی لے کر ان پر پھینکتے ہوئے کہا!

''کیا باتیں ہو رہی ہیں؟''

ایک لڑکی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

بھگوان مہارانی کو بدنظروں سے بچائے...... رادھا کہتی ہے ہماری مہارانی چاند کی کرنوں کی طرح اجلی اجلی نکھری اچھوتی کومل اور جوان ہے"

مہارانی نے ایک گہرا غوطہ لگا کر ابھرتے ہوئے کہا!

رادھا جی...... کبھی تم نے شیو دیوتا کے درشن کیے ہیں...... دیوتاؤں کی پسند معمولی چیز تو نہیں ہو سکتی نا...... تم دیکھ لو تو پاگل بن جاؤ...... وہ تو پورن ماشی کے پورے چندرما سے زیادہ دلفریب ہے...... اگر ہم اس قدر حسین نہ ہوتے تو وہ ہم سے مانوس کیوں ہوتے" مہارانی اپنی تعریف کرتی ہوئی پچھلی طرف تیرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی"

تو رادھا نے کہا!

"ہمارا دل کہتا ہے...... ظلم کی اس سیاہ کالی رات کو سحر کے اجالے فنا کرنے والے ہیں......"

دوسری طرف مندر سمیت پورے قلعے کے درودیوار کو چراغوں سے سجایا جا رہا تھا...... مندر کے پجاری اور یاتری بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے...... دسویں رات کا چاند افق کی کوکھ سے جلوہ فرما ہو رہا تھا۔ رات کے اندھیروں میں چاندنی کا نور گھل مل رہا تھا مہارانی لڑکیوں کے جلوس کے ساتھ اپنے محل سے نکلی تو جگدیش نے اس کا استقبال کیا۔ مہارانی سراپا خوشبوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی...... اس نے سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اس کے سر پر سونے کا تاج تھا...... جس پر چاروں طرف ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ مہارانی کے جلوس کے آگے آگے سینکڑوں مشعل بردار سپاہی چل رہے تھے...... لڑکیاں ناچتی گاتی جاتی تھیں......"

رادھا نے ایک جگہ وردھن کی بہن کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا!"اوشا" تمہارا بھائی کہاں ہے آج جگدیش سپاہیوں کی قیادت کر رہا ہے"

اوشا نے آہستہ سے کہا! ہمارا بھائی دوپہر سے شیو دیوتا کے مندر گیا ہوا ہے"

کیوں؟ وہ مندر کیوں گیا ہے" شیو دیوتا تو یہاں موجود ہے"

اوشا نے کہا!" تو کیا تمہیں کچھ معلوم نہیں"

رادھا نے کہا! معلوم ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتی"

اوشا نے رادھا کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا! مہارانی نے راجکماری چندر کانت کو شیو دیوتا کے مندر بھیجا ہوا ہے۔ سنا ہے مہاراجہ کرشن کمار آنے والا ہے اور راجکماری کو اس کے آنے سے پہلے یہاں لا کر قید کیا جائے گا...... بھائی اسی کام کی خاطر گیا ہوا ہے......

رادھا کا دل کانپ گیا اس کی خوبصورت آنکھوں کی کٹوریاں آنسوؤں سے بھر گئیں...... درد وغم کا ایک طوفان سا اس کے سینے میں اٹھنے لگا تو اس نے اوشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اوشا! تم راجکماری کی خاطر کچھ نہیں کرو گی......"

اوشا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! تم پاگل ہو گئی ہو ہم اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں...... ہماری اوقات ہی کیا ہے...... راج

سنگھاسن جس کے قدموں تلے ہو وہ اپنے ہر مخالف کو دنیا سے مٹا دیتا ہے“

رادھا نے کہا! مگر اوشا راجکماری کتنی اچھی کتنی ہمدرد اور کتنی معصوم ہے۔ کیا روشنی کی اس کرن کو مٹا کر یہ لوگ اندھیروں وحشتوں اور مظالم کو زیادہ سے زیادہ نہیں پھیلائیں گے“

اوشا نے کہا! وہ تو ہے مگر چپ رہو...... اگر مہارانی کو بھنک پڑ گئی تو ہم سب کو کھڑے کھڑے ہلاک کروا دے گی...... تم راجکماری کی سکھیوں کا انجام کیوں بھول رہی ہو...... کبھی موقع ملے تو جا کر دیکھو کہ زندان میں ان کے ساتھ کیا کیا سلوک ہو رہا ہے...... وہ موت سے بدتر زندگی گزار رہی ہیں......“

دوسری طرف مندر سے شیو دیوتا کا بہت بڑا جلوس برآمد ہوا ہے اس نے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں میں لکڑی کی کھڑاواں تھی۔ اس کے مردانہ گھنگھریالے بالوں کے حلقے اس کے ماتھے پر جھول رہے تھے۔ پجاری اور دیوداسیاں اس پر پھول نثار کرتے آ رہے تھے...... گانے والی لڑکیاں سروں کے ساگروں میں ڈوب ڈوب کر گا رہی تھیں۔

رادھا نے آہستہ سے دیوتا کے قریب جا کر کہا! تم شیو دیوتا ہو؟

شیو دیوتا نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا! کیا تمہیں شک ہے؟

”جی“ رادھا نے رندے ہوئے لہجے میں کہا! دیوتا تو غریبوں مفلسوں بے نواؤں اور بے کسوں کے سروں پر محبت کا چھایا ہوتے ہیں اور تم اس کے برعکس ظالموں بے دردوں اور درندوں کے سرپرست بنے ہوئے ہو۔“

”ہم سمجھے نہیں......“ ہم نے کون سے ظالم کا ساتھ دیا ہے......“

رادھا نے دل مضبوط کر کے کہا! ”ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ ہماری زندگی کا ایک چراغ بجھنے والا ہے کیونکہ ہم موت کی دیوی کے خلاف سچ بول رہے ہیں...... شیو دیوتا جی تمہیں معلوم ہونا چاہئے جس بوڑھی مہارانی کے ساتھ تم اس اہتمام اور شان و شوکت سے رات گزارنے جا رہے ہو۔ وہ اس دنیا کی بدترین خونخوار چڑیل ہے...... دیوتا ہوتے ہوئے بھی تم کو خون کی بو محسوس نہیں ہوتی...... بڑا افسوس ہے...... اس بے رحم عیاش عورت کی رگ رگ میں سینکڑوں بے گناہوں کا خون دوڑ رہا ہے...... تمہارے مندر میں آسام کی آبرو بے آبرو ہو رہی ہے۔“

”تم کہنا کیا چاہتی ہو“ شیو دیوتا نے کہا!

تو رادھا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ”تم تو ناراض ہو رہے ہو“

”نہیں“ شیو دیوتا نے کہا! ”تم نے ہمیں فکر مند کر دیا ہے“ ”آسام کی آبرو کس طرح ہمارے مندر میں بے آبرو ہو رہی ہے...... آسام آبرو کون؟“

رادھا نے روتے ہوئے کہا! چندر کانت...... جس کی آتی جاتی سانسوں کے زیر و بم میں عزت نفس کی نغمگی تھی......“

شیو دیوتا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر کہا! تم اس کی فکر نہیں کرو۔ بہن!...... راجکماری کی طرف اگر کسی نے میلی آنکھ

سے بھی دیکھا تو اس کی آنکھ نکال دی جائے گی۔"

"مگر اسے توقتل کیا جارہا ہے"

"یہ غلط ہے" "کب؟ کون؟

رادھا نے کہا! آج دوپہر سنگدل وردھن کو اس چڑیل نے روانہ کر دیا ہے......

مہارانی آہستہ آہستہ شیو دیوتا کے قریب آتی جارہی تھی...... قیامت کا شور تھا...... لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر ناچتے گاتے پھرتے تھے۔"...... رادھا اور شیو دیوتا نے اس ہنگامہ آرائی سے فائدہ اٹھا لیا تھا۔

شیو دیوتا نے کہا! نیک دل لڑکی تم گھبراؤ نہیں تمہاری راجکماری ہماری بہن ہے ہم بہنوں کی عزت و آبرو کرنا جانتے ہیں پھر راجکماری ہمارے مندر میں ایک ایسے حصار میں ہے جس کو عبور کرنا اس ذلیل عورت کی طاقت سے بھی باہر ہے...... تم دیکھو گی قاتلوں کا حشر کتنا دہشتناک ہوتا ہے...... موقع ملے تو کل صبح سویرے ہم سے مل لینا...... ہم کل کسی وقت یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔"

رادھا نے ایک طرف کو ہٹتے ہوئے کہا! نجانے رات کو اس خونی عفریت کے غلیظ سائے...... تمہیں چھوڑتے بھی ہیں...... یا۔

شیو دیوتا نے آہستہ سے کہا! تم جاؤ...... ہماری فکر نہیں کرو...... ہمیں کچھ نہیں ہوگا...... وہ دیوتا بھی کیا دیوتا...... جو اپنی حفاظت نہ کرسکتا ہو......

مہارانی نے قریب آ کر شیو دیوتا کے قدموں پر سر رکھ دیا...... پل بھر کے لیے دونوں جلوس رک گئے...... ایک سناٹا سا طاری ہو گیا۔"

شیو دیوتا نے اس بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! اٹھو دیوی ہمارے پہلو بہ پہلو قدم سے قدم ملا کر چلو......

رادھا تیزی سے ہٹتی ہوئی مہارانی کے پیچھے جا کر کھڑی ہوئی اس کی پر امید نظریں شیو دیوتا کے پرعزم پر وقار اور پر جوش چہرے پر جمی ہوئی تھیں...... جگدیش اپنے سپاہیوں کے ساتھ قلعے کے بڑے دروازے کے سامنے ان سیڑھیوں پر کھڑا تھا جو قلعے کی بیرونی فصیل تک جاتی تھیں......

یہاں پہنچ کر شیو دیوتا نے مہارانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا!

پجاریو! تم سب یہیں ٹھہر کر جشن مناؤ...... ہم دیوی کو لے کر چندرما کی کرنوں کی کشتی پر سوار ہو کر نیل گگن کے ساگروں کی سیر کو جارہے ہیں۔ پو پھٹنے سے پہلے لوٹ آئیں گے...... اس وقت تک تم سب یونہی بزم سجائے رکھو...... لوگوں نے جھوم جھوم کر گانا شروع کر دیا آتش بازی ہونے لگی...... فصیل تک پہنچتے پہنچتے مہارانی کی سانس پھول گئی...... وہ گرمی کی ماری کتیا کی طرح ہانپنے لگی......"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا سیتا جی ابھی تو ہم نے بہت دور جانا ہے اس سنسار سے آگے آکاش کی بلندیوں کو چھونا ہے اور تم یہیں پر ہانپنے لگی ہو......

مہارانی نے اس کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہوئے کہا! دیوتا ہمیں اپنی بانہوں کا سہارا دے کر چلیں گے تو آکاش کے پرے تک چلے جائیں گے......"

فصیل پر گھوڑے تیار کھڑے تھے چند لمحے ٹھہر کر شیو دیوتا نے فصیل کے پار دور دور تک پھیلے ہوئے پربت اور گھنے جنگل کی طرف

دیکھا...... یہ قلعہ مہاراج جے وجے سنگھ کے پڑدادا نے پہاڑی کی چوٹی پر تعمیر کروایا تھا بعد میں وقتاً فوقتاً حسب ضرورت اس میں توسیع ہوتی رہی...... پہاڑ کی چوٹی پر دس بارہ کوس تک ایک وسیع و عریض میدان تھا۔ جس پر قلعہ تعمیر کیا گیا تھا...... قلعے کے محل وقوع کے پیش نظر اسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا اس کی مضبوطی دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ اس قلعے کو جنوں اور دیوتاؤں نے بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر بنایا ہوگا۔ اس کی حفاظتی فصیل اتنی چوڑی تھی کہ اس پر بیک وقت تین گھوڑے ایک ساتھ دوڑ سکتے تھے...... یہ فصیل کہیں کہیں سے پہاڑ سے بالکل ملی ہوئی تھی اور کہیں کہیں سے کچھ فاصلے پر ہٹ جاتی تھی۔ جہاں پر فصیل پہاڑ سے ہٹی ہوئی تھی وہاں پہاڑ اور قلعے کے درمیان اتنی گہری کھائیاں تھی کہ دن کی روشنی بھی ان کھائیوں کی انتہا گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی...... قلعے کے اندر شاہی محلات کے علاوہ کم بیش ساٹھ ستر ہزار کے لگ بھگ دوسرے متعلقہ لوگوں کے لئے رہائشی مکانات بنائے گئے تھے...... یہاں پر ڈیڑھ دو لاکھ کے لگ بھگ فوج موجود رہتی تھی...... گھوڑوں ہاتھیوں...... اسلحہ سازی کے لئے کاریگروں کی بھٹیاں ہر وقت لوہا پگھلاتی رہتی تھیں...... قلعے میں ایک بہت بڑا مندر تھا جس میں دو سو کے لگ بھگ پجاری اور دیوداسیاں ہر وقت موجود رہتی تھیں...... قلعے کے سامنے ایک وسیع میدان تھا جس میں قسم قسم کے پھلدار درخت لگائے گئے تھے۔ پہاڑی چشموں کے صاف شفاف اور ٹھنڈے پانیوں کو بڑی مہارت اور سلیقہ مندی سے چھوٹی چھوٹی پختہ نہروں کی شکل میں قلعے کے اندر لایا گیا تھا...... قلعے کے اندر ایک قید خانہ بھی تھا جس میں بیک وقت چار پانچ سو کے لگ بھگ قیدیوں کو مقید کیا جاسکتا تھا...... قلعے کی تقریباً تین منزلیں تھیں۔ سب سے اوپر والی منزل پر شاہی خاندان کے لوگوں کے محلات تھے اور سب سے نچلے حصے کی طرف جنگلی درندوں کا وسیع چڑیا گھر بنا ہوا تھا جس میں شیر چیتے اور بھیڑیے وغیرہ دہاڑتے رہتے تھے...... اس میں داخل ہونے کا ایک ہی راستہ تھا۔ جو نشیب کے جنگلوں میں بل کھاتا ہوا اوپر آتا تھا۔ یہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ آٹھ دس تیر انداز ہزاروں کے لشکر کی یلغار کو بڑی آسانی سے روک سکتے تھے...... فصیل کی بلندی پر کھڑے ہو کر دیکھا جاتا تھا تو پہاڑ کی چوٹیوں پر چھائی گھٹاؤں کے بادل دھند کے طرح دیکھنے والوں کے قدم چومتے تھے...... سلطان احمد جو شیو دیوتا بنا ہوا تھا۔ جنگی نقطہ نظر سے قلعے کی فصیل کا جائزہ لے رہا تھا...... اس نے قلعے کے دروازے کے نیچے کے نشیب کو بنظر غائر دیکھتے ہوئے کہا!

مہارانی لگتا ہے اس جگہ ہم نے آکاش کے سائے تلے پاروتی کا ہاتھ پکڑا تھا...... آؤ آگے چلتے ہیں...... سپاہیوں نے گھوڑے پیش کیے دونوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے...... فصیل پر دور دور تک ہزاروں مشعلیں جل رہی تھیں عجیب پر اسرار سماں تھا...... بادل دھند کی طرح ان کے قدم چومتے پھرتے تھے چاند ستاروں کے جھرمٹ میں اس طرح لگ رہا تھا کہ جس طرح کوئی نئی نویلی دلہن حجرہ عروسی میں اپنی شوخ سہیلیوں کے جھرمٹ میں بیٹھی ہو...... بادلوں کے آوارہ ٹکڑے کبھی کبھی چاند کے چہرے پر اپنے سائے کے گھونگھٹ ڈال دیتے پربت کی نوکیلی چوٹیوں کے کنگرے چاند کو چھو رہے تھے کہیں چٹانوں کے اندر مشعلیں جلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں یہ قلعے کے محافظ تیر اندازوں کے پختہ مورچے تھے جو گھاٹیوں کے اس پار پہاڑ کی چٹانوں پر بنائے گئے تھے...... مہارانی اور شیو دیوتا گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے...... ٹھنڈی ہواؤں کے شرابی جھونکے بڑی معصوم اداؤں سے ان کے رخساروں کو چومتے پھرتے تھے...... نشیب کے گھنے تاریک جنگلوں میں شیروں کے دہاڑنے اور ہاتھیوں کے چنگاڑنے کی خوفناک آوازیں رات کے سکوت کو برہم کر رہی تھیں...... مہارانی کی نگاہیں شیو دیوتا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جبکہ شیو دیوتا اپنے مقصد کے حصول کے لئے

قلعے کے کسی کمزور اور قابل عبور حصے کی جستجو میں ادھر ادھر دیکھتا جا رہا تھا.......

مہارانی نے اکتاہٹ اور بیزاری سے پوچھا! کیا دیوتا ساری فصیل کی سیر کریں گے.......''

شیوو دیوتا نے ناگواری سے کہا! ہمیں اس مقام کی تلاش ہے جہاں سے گزر کر ہم اپنی پاروتی کے ساتھ اس پربت کی دوسری طرف گئے تھے۔ ہمیں یقین ہے اس فصیل اور پہاڑ کے درمیان کہیں نہ کہیں وہ جگہ ہے جسے پاٹ کر کوئی بڑی آسانی سے پہاڑ تک پہنچ کر نیچے نشیب میں اتر سکتا ہے...... اگر ہمیں وہ جگہ مل گئی تو پھر تم ہماری پاروتی ہو...... اور ہم صدیوں کی پیاسی پریم نگری کی مہارانی پاروتی کو اپنے من میں مورتی کی طرح سجا لیں گے......

مہارانی سبھا دیوی کا گھوڑا شیوو دیوتا کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلا جا رہا تھا اس کی کھلی زلفوں کو پہاڑ کی ٹھنڈی صاف معطر ہوائیں چھیڑتی پھرتی تھیں...... بادلوں کی دھند کبھی گہری ہو جاتی تو ماحول طلسمی اسرار میں ڈوب جاتا قلعے کی فصیل پر جا بجا جلتی ہوئی سینکڑوں مشعلوں کی روشنی اندھیروں سے برسرِ پیکار تھیں...... سلطان احمد جو شیوو دیوتا بنا ہوا تھا بڑی گہری اور ہوشیار نظروں سے ادھر ادھر کی اہم جگہوں کا جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ وہ ہر جگہ ہر موڑ اور ہر مقام کو فوجی نکتہ نگاہ سے دیکھتا جاتا تھا وہ اپنے دماغ میں قلعے کی فصیل کا نقشہ اتارتا جا رہا تھا...... مہارانی اس کے اس سرد اور خشک رویے کو بڑی ناگواری سے برداشت کر رہی تھی...... اس کا گھوڑا شیوو دیوتا کے گھوڑے کی گردن سے گردن ملا کر چل رہا تھا۔''

مہارانی نے دور دراز کے اندیشوں میں ڈوبے ہوئے سلطان کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اس طلسماتی رات کے ان رومانوں اور وجدانی لمحوں کو اس طرح تڑپا کر مارنا ناقدری ناشکر گزاری لگ رہی ہے۔''

سلطان احمد نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! فکر نہیں کرو ہم جیون کے ایک ایک لمحے کو چاہتوں کی رنگینوں سے ہمکنار کرتے رہیں گے...... اس وقت ہم کسی ایسے گوشۂ عافیت کو ڈھونڈ رہے ہیں جو ہماری پاروتی کے شایانِ شان اور رومان انگیز بھی ہو۔''

مہارانی نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل کی متلاطم دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے ہکلا کر کہا! تمہاری پاروتی کے نزدیک ہر وہ گوشہ شایانِ شان ہوگا۔ جہاں تمہاری دلفریب سانسوں کی خوشبو مہک رہی ہوگی......

دیوار سے ایک پختہ پل محلات کی وسیع و عریض چھت تک جاتی تھی۔ مہارانی نے اس پل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! اس پل کو عبور کر کے چھت پر چلتے ہیں وہاں بالکونیوں میں نشاط کے سارے سامان موجود ہونگے......

فصیل پر چاروں طرف سینکڑوں کی تعداد میں پختہ برج بنے ہوئے تھے جن میں ہزاروں تیر انداز ہر وقت ہوشیار رہتے تھے...... سلطان مطلوبہ نتائج حاصل کر چکا تھا...... وہ ان تمام جگہوں کو اپنے دماغ میں بٹھا چکا تھا...... جہاں سے سلطان حملہ کر کے کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا تھا...... انہوں نے گھوڑے فصیل پر چھوڑ دیے اور پختہ پل کو عبور کر کے محلات کی چھت پر پہنچ گئے...... سنگ مرمر کی ایک چوکور بالکونی کو حجلۂ عروسی کی طرح سجایا گیا تھا...... ہر طرف پھول ہی پھول تھے خوبصورت مسہری پر ریشمی گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے...... بالکونی کے اندر کا ماحول بڑا جادوئی اور رومان پرور تھا...... سونے کی صراحی کیساتھ خوبصورت رنگین جام پڑے تھے...... سناٹا تھا...... مہارانی کے سانسوں میں اضطراب تھا...... اس کے سینے کی ہلچل کا تلاطم دور سے محسوس ہو رہا تھا...... سلطان وقت کے ایک انتہائی پر آشوب اور نازک ترین موڑ پر کھڑا تھا...... اس کی آنکھوں میں سوچوں کے چراغ

جل رہے تھے بجھ رہے تھے...... وہ دل ہی دل میں اس انتہائی کٹھن اور سخت آزمائش سے سرخرو ہونے کی دعائیں مانگ رہا تھا...... مہارانی کے کانپتے لرزتے ہاتھ جام دینا کی طرف بڑھ رہے تھے......

اس نے ارغوانی رنگ کی شراب جام میں انڈیلتے ہوئے کہا! یہ دیوتاؤں کے پینے کی چیز ہے...... ہم نے خصوصی طور پر دیوتا کے لئے تیار کروائی ہے...... ہمارے ہاتھوں سے پیو......

مہارانی کے ہاتھ کانپ رہے تھے جام چھلک رہا تھا...... سلطان اس کے قریب مسہری پر بیٹھ گیا...... اس نے جام پکڑ لیا اور مہارانی کی چھلکتی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر بولا! اگر ہم چاہیں کہ تم ہمارے ہاتھوں سے پیو تو کیا تم اسے ایک بہت بڑا اعزاز نہیں سمجھوں گی......

مہارانی کے ہاتھ اپنے لباس کے بند ڈھیلے کرنے میں مصروف تھے...... اس کی مچلتی ہوئی سانسوں کی گرم گرم ہوائیں سلطان کے چہرے پر پڑ رہی تھیں...... سلطان اپنے چہرے کو سلگتا ہوا محسوس کر رہا تھا...... مہارانی نے ایک جھٹکے سے اپنا لباس اتار کر ایک طرف پھینک دیا...... سلطان احمد کا دل زور زور سے دھڑکا اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا وہ بڑی مشکل سے زندگی کے اس نازک ترین امتحان کا سامنا کر رہا تھا...... مہارانی شعلوں کی طرح بھڑک رہی تھی...... اس کے تپتے ہوئے مضطرب ہاتھ سلطان کی گردن کی طرف بڑھ رہے تھے...... قریب تھا کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر زمین بوس ہو جائے...... کردار کا چراغ گل ہو جاتا...... سیرت گناہ کی بدبودار دلدل میں دھنس کر فنا ہو جاتی...... اچانک بالکونی کے مغربی کونے سے کسی ناگ کے پھنکارنے کی دہشتناک آواز بلند ہوئی...... مہارانی کی دہشت زدہ سی چیخ بلند ہوئی وہ سلطان کے سینے سے لپٹ گئی...... ''ناگ''

سلطان نے موقع غنیمت سمجھ کر اسے اپنے سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا! تم گھبراؤ نہیں ہم دیکھتے ہیں......

ناگ کی خوفناک پھنکاروں کا سلسلہ وقفے وقفے سے تیز ہوتا جا رہا تھا...... خوف کے مارے مہارانی بری طرح چیخ رہی تھی......''

سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا! تم لباس پہن لو ہم ابھی آتے ہیں لگتا ہے کوئی پہاڑی اژدھا ادھر آنکلا ہے......''

سلطان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بالکونی سے نکل کر اندھیرے میں گم ہو گیا...... بادلوں کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں...... چاند گھٹاؤں کے پردوں پیچھے چھپ چکا تھا...... اندھیرے میں ہاشم کھڑا تھا......''

سلطان احمد نے قریب جا کر کہا! ہاشم ہم تمہارے ممنون ہیں تم نے آج ہم پر ناقابل فراموش احسان کیا ہے۔''

''سلطان احمد'' ہاشم نے آہستہ سے کہا۔'''' ہماری نگرانی ہو رہی ہے''

سلطان نے سرگوشی کی۔'''' تمہیں کیسے معلوم ہوا۔''

''ادھر دیکھو'' ہاشم نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! وہ سائے دیکھ رہے ہو'' یہ سپاہی ہیں......''

سلطان احمد تشویش بھرے لہجے میں پوچھا! سپاہیوں نے تم کو کچھ کہا تو نہیں

''نہیں'' ہاشم نے کہا! لگتا ہے انہیں صرف ہماری نگرانی کا حکم دیا گیا ہے۔''

سلطان احمد نے کہا! ٹھیک ہے اس سلسلے میں سوچنا پڑے گا سر دست تو اپنا پھنکارنا جاری رکھو...... خونی چڑیل خوفزدہ ہو چکی ہے...... ہم اس

کے پاس چلتے ہیں تم قریب آ کر زور سے پھنکارو گے تو وہ بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔''

ٹھیک ہے فکر نہ کرو''

......سلطان احمد یہاں سے ہٹ کر پھر مہارانی کے پاس آ گیا وہ ابھی تک خوف سے لرز رہی تھی اس نے لباس بھی پہن لیا تھا......

سلطان نے کہا! دیوتا ہونا بھی ایک طرح کا عذاب ہی ہوتا ہے...... یہ اس پہاڑ کا ایک خوفناک ناگ منی تھا کہتا ہے ہزاروں ناگ منی فیصل کے پرے درشن کے آرزومند ہیں۔''

''نہیں'' مہارانی نے چلاتے ہوئے کہا! ہمیں یہاں سے لے چلو......

ناگ کی پھنکاریں آہستہ آہستہ قریب سے قریب تر اور خوفناک ہوتی جا رہی تھیں......''

مہارانی نے سلطان احمد کے سینے سے چمٹ کر چلاتے ہوئے کہا! ہمیں یہاں سے لے چلو...... ہم دہشت زدہ ہو گئے ہیں لگتا ہے یہ کوئی اژدھا ہمیں ڈسنے والا ہے......''

سلطان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا! عجیب بات ہے تم ہماری موجودگی میں اس قدر خوفزدہ ہو...... کیا تمہیں ہماری شکتی پر بھروسہ نہیں......''

''ہے'' مہارانی نے کہا! مگر ہم یہاں سے دور چلے جانا چاہتے ہیں...... ٹھیک ہے چلتے ہیں......''

سلطان نے سہارا دے کر مہارانی کو اٹھایا...... اس کا سارا جسم خوف سے کانپ رہا تھا...... وہ بڑی مشکل کے ساتھ سلطان کے ساتھ ساتھ چلتی ہوئی پل عبور کرنے لگی...... ''گھوڑے کے پاس پہنچ کر اس نے کہا!

دیوتا جی! ہم اکیلے گھوڑے کی سواری کے قابل نہیں رہے...... ہمیں اپنے پیچھے بٹھا لو!

......ہاشم سیڑھیوں کے ذریعے محل کی چھت سے اتر کر نیچے آ گیا۔ آسامی ابھی تک اس کے پیچھے چل رہے تھے...... ہاشم ایک لمبا چکر کاٹ کر مندر میں پہنچ گیا...... سلطان کے پیچھے مہارانی بیٹھی تھی...... چوڑی فیصل پر گھوڑا دوڑتا ہوا بہت جلد دروازے تک پہنچ گیا...... گھوڑے کی راہیں کھینچ کر سلطان زین سے کود پڑا اور پھر دونوں ہاتھوں سے نڈھال مہارانی کو سہارا دے کر اتارتے ہوئے بولا!

مہارانی ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ تم اس قدر کمزور نکلو گی۔''

دیوتا! مہارانی نے سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! پیارے دیوتا نجانے اس ناگ منی کی پھنکاروں نے ہمیں اتنا خوفزدہ کیوں کر دیا تھا...... ہمارا سارا بدن ابھی تک لرز رہا ہے ایک انتہائی خوفناک عفریب ہمارا پیچھا کر رہا ہے...... ہمیں اپنے محل میں لے چلو۔''

سلطان نے کہا! ہمت سے کام لو...... دیکھو ہم جہاں سے چلے تھے وہاں پر پہنچ گئے ہیں۔ نیچے ہزاروں لوگ ابھی تک ناچنے گانے میں مصروف ہیں ابھی تو رات کا پہلا پہر ختم ہوا ہے...... آؤ نیچے چلتے ہیں۔''

مہارانی نے سلطان کے بازوؤں میں جھولتے ہوئے کہا! ہمیں ان بازوؤں میں اٹھا کر لے چلو......

سلطان نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھایا اور سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اترنے لگا...... پجاریوں داسیوں یاتریوں اور دوسرے لوگوں کی

نگاہیں پڑیں تو سب کے سب حیران رہ گئے...... جگدیش دوڑتا ہوا اوپر چڑھنے لگا!

سلطان نے کہا! اوپر آنے کی ضرورت نہیں مہارانی کے لیے پالکی تیار کرواؤ......

جگدیش وہیں سے پلٹ گیا...... تھوڑی دیر بعد سلطان مہارانی کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے سیڑھیوں سے اتر کر قلعے کے فرش پر آ گیا۔"

سلطان نے آہستہ سے کہا! مہارانی ہم نیچے آ گئے ہیں...... تمہاری پرجا تمہیں اس حال میں دیکھ کر کوئی غلط تاثر بھی لے سکتی ہے......

مہارانی سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔"

تو سلطان نے کہا! دراصل مہارانی نے اس سے پہلے دیوتاؤں کی دنیا کے اسرار دیکھے نہیں تھے...... اس لیے یہ گھبرا گئیں اور ہم اس کو واپس لے آئے ہیں......"

پھر اس نے مہارانی کی کنیزوں کو مخاطب کر کے کہا! اسکا جی بہلاؤ......

جگدیش کے حکم پر چار پانچ سپاہی پالکی لے کر آ گئے۔"

مہارانی پالکی میں بیٹھ کر بولی! دیوتا مہاراج تم کب آؤ گے۔"

سلطان نے کہا! ہم آ رہے ہیں تم چلو گھڑی دو گھڑی آرام کرو شراب پیو ہم بہت جلد آ جائیں گے......

سپاہیوں نے پالکی اٹھائی اور مہارانی کا جلوس چل پڑا......

رادھا سلطان کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے ایک پڑیا اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے آہستہ سے کہا! موقع ملے تو یہ دوائی مہارانی کی شراب میں ملا دینا......

رادھا نے پڑیا لے کر اپنے دوپٹے کے پلو سے باندھ لی اور پھر تیز قدم اٹھاتی ہوئی مہارانی کی پالکی کے قریب جا پہنچی...... اوشا مہارانی کی پالکی کے آگے چل رہی تھی...... مہارانی کی پالکی محل میں اس کے مخصوص کمرے میں پہنچا دی گئی وہ ابھی تک کانپ رہی تھی......"

اس نے کہا!" ہمیں لحاف اوڑھا دو"

اوشا نے مہارانی کے قریب جا کر پوچھا! پاؤں دبائیں مہارانی جی...... اس طرح سردی کم ہو جائے گی

"ٹھیک ہے" مہارانی نے کہا!" کچھ کرو ہمیں سردی سے بچاؤ"

...... چار پانچ کنیزوں نے مہارانی کو دبانا شروع کر دیا۔"

رادھا نے کہا۔ مہارانی کو کسی بدنظر کی نظر لگ گئی ہے...... خدا کی قسم مہارانی چاند کی طرح دمک رہی تھی"

"یہی بات ہے" پانچ چھ کنیزوں نے بیک زبان ہو کر کہا!" رادھا تم سچ کہتی ہو"

رادھا نے پھر کہا! ایک جام شراب دوں...... سکون آ جائے گا"

"نہیں" مہارانی نے کہا! ابھی نہیں...... رادھا تم جا کر شیو دیوتا کو بلاؤ...... وہ قریب ہو گا ہم بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔"

ٹھیک ہے جاتی ہوں دو گھونٹ شراب پی لیجئے طبیعت سنبھل جائیگی۔"

مہارانی نے کہا! اچھا تم کہتی ہو تو لاؤ......

رادھا نے پیچھے رکھی ہوئی صراحی سے شراب انڈیلی اور جلدی جلدی اس میں سلطان کی دی ہوئی پڑیا ڈال دی۔

رادھا نے جام مہارانی کے سامنے کرتے ہوئے کہا! باندھی ابھی دیوتا کو لے کر آتی ہے یہ پی لیجئے......"

مہارانی گاؤ تکیے کا سہارا لے کر بیٹھ گئی......اس کے چہرے پر ابھی تک زردی کھنڈی ہوئی تھی......اس کی آنکھوں میں خوف اور دہشت کی پرچھائیوں لرز رہی تھیں......"" دو گھونٹ بھرنے کے بعد اس نے کچھ سنبھلتے ہوئے کہا......"

رادھا تم بڑی ہوشیار ہو تمہارا نسخہ کارگر ثابت ہوا ہے۔"" ہم سنبھل رہے ہیں۔"

رادھا نے کہا لگتا ہے آپ کچھ خوفزدہ بھی ہیں۔

مہارانی نے کہا! سنا نہیں بدنظروں کی نظریں پتھر پھاڑ دیتی ہیں......ہمیں کس کی نظر لگی ہو گی......کون جانے کس کم بخت کی نظر لگی ہو گی ہزاروں لوگ تھے......لوگ تو کہتے ہیں کبھی کبھی اپنی نظر بھی لگ جایا کرتی ہے۔"

اوشا کی طرف دیکھتے ہوئے مہارانی نے پوچھا! کیا ہم بہت خوبصورت لگ رہے تھے؟"

اوشا نے کہا! بھگوان کی قسم لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں......چندرما شرم سے بادلوں میں چھپتا پھرتا تھا......ہم تو کہیں گے کہ ہماری مہارانی کو چندرما کی نظر لگ گئی ہے......مہارانی مسکرا پڑی......"

شیو دیوتا کے مندر کے پجاریوں کی ایجاد کردہ پڑیا بڑی زود اثر تھی......مہارانی کے دل و دماغ سے خوف کی دہشت دور ہوتی جا رہی تھی وہ پھر سے اپنے اصلی روپ میں آ رہی تھی۔"

......"" وہ کہہ رہی تھی" بھگوان جانے شیو دیوتا کے سلسلے میں ہم بار بار ناکام کیوں ہو رہے ہیں۔"

ایک لڑکی نے کہا! مہارانی! دیوتاؤں کے قرب کے لیے بڑی بڑی سنگین اور صبر آزما کٹھالیوں سے واسیوں کو گزرنا پڑتا ہے......"

مہارانی پر پھر خمار طاری ہونا شروع ہو گیا وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگی......اس کی آنکھوں میں پھر چاہتوں کے چراغ جلنے شروع ہو گئے......شیو دیوتا کے حسین تصورات کی رنگینیاں پھر سے اس کے دل کی دنیا میں ہلچل مچانے لگی تھیں......

اس نے رادھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"" تم ابھی تک یہاں کھڑی ہو دیکھتی نہیں دو روز سے مسلسل ہمارے دل کی دنیا شعلوں کی لپیٹ میں آئی ہوئی ہے......طمانیت و تسکین سراب کی طرح لگ رہی ہے لگتا ہے ہم سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہیں......ہم اور کتنے روز پیاس سے تڑپتے رہیں گے......جاؤ......شیو دیوتا جی کو بلاؤ......اب ہم بالکل ٹھیک ہیں......اس کی آنکھوں کے پپوٹے بوجھل ہوتے جا رہے تھے......

رادھا نے جھک کر مہارانی کے قدم چومتے ہوئے کہا!"" ابھی جاتی ہوں"

مہارانی نے کہا! دیوتا سے کہنا کہ آج ہمارے درد کا مداوا نہیں کریں گے تو پھر پچھتاوے کے سوا دونوں طرف کچھ بھی نہیں رہے گا"......

ایک آگ نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے پریم کے پانیوں سے اس بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے چلے آؤ..... چلے آؤ..... بھگوان کے لیے چلے آؤ..... ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تمہارے منتظر ہیں..... ہماری آگ بجھا دو..... ہمیں بچا لو.....

اس نے ریشمی گاؤ تکیئے کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں..... وہ پاگلوں کی طرح تکیے سے لپٹ کر گہری گہری سانسوں سے کہہ رہی تھی..... "ہم ٹوٹ رہے ہیں..... ہمارا سب کچھ ریزہ ریزہ ہوتا جا رہا ہے ہمارے دل کا آئینہ کرچی کرچی ہو کر ہمارے ارمانوں کو لہولہان کر رہا ہے..... آؤ ہمارے گلے لگ جاؤ..... ہمارے خوبصورت دیوتا.....

رادھا کو جب مہارانی کے مدہوش ہو جانے کا یقین ہو گیا تو وہ کمرے سے نکل گئی۔ سلطان کاغذ کے ایک ٹکڑے پر قلعے کا نقشہ بنا رہا تھا..... ہاشم اس کے پاس بیٹھا ہوا اس کے ہاتھ کی ایک ایک حرکت کو گہری دلچسپی سے دیکھ رہا تھا..... رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی..... لوگوں کا جوش وخروش کچھ ماند پڑ چکا تھا.....

سلطان نے کاغذ تہہ کر کے چرمی تھیلی میں بند کر کے سامنے بیٹھے ہوئے کبوتر کی خوبصورت چونچ کو چومتے ہوئے کہا! اچھے دوست ایک بار پھر تمہارا امتحان شروع ہوتا ہے..... ہم تمہیں خدا کے سپرد کرتے ہیں راستوں کی سختیوں میں اس کی ذات تمہاری حامی و ناصر ہوگی..... ابھی وہ کبوتر سے باتیں کر رہا تھا کہ دروازے پر ہلکی وہ دستک ہوئی!

شیو دیوتا نے کہا! کون؟" دروازہ کھلا ہے آ جاؤ"

رادھا اندر داخل ہوئی وہ آگے بڑھ کر اس کے قدموں میں گر کر رونے لگی! ہمیں معاف کر دو دیوتا ہم سے گستاخی ہوئی تھی..... تم تو بہت بڑے شکتی والے دیوتا ہو..... ہمیں معاف کر دو۔"

سلطان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے اپنے قدموں سے اٹھا کر کہا! پیاری بہن!..... تم روتی کیوں ہو..... ہم تم سے ناخوش نہیں۔"

ہمیں بہن کہا ہے نا" رادھا نے حسرت سے پوچھا!

تو سلطان نے اس کی تھوڑی اوپر اٹھاتے ہوئے کہا! ہم نے تمہیں کئی بار بہن کہا تھا شاید تم نے رات کو گھبراہٹ کی وجہ سے سنا نہیں یا تمہیں یقین نہیں آیا"

دیوتا..... بہن..... دیوتا کی بہن..... رادھا حیرت زدہ سی بار بار..... دیوتا..... بہن کا تکرار کر رہی تھی....."

سلطان نے کہا: تم اس قدر حیرت زدہ کیوں ہو..... کیا دیوتاؤں کی بہنیں نہیں ہوتی۔"

"ہوتی ہوں گی رادھا نے کہا! مگر ہم تو.....

سلطان نے کہا! ہم جسے چاہیں بہن بنائیں..... جسے چاہیں ماتا بنائیں..... تمہیں بہن بنایا ہے تم دیکھو گی ہم اپنی بہن کو جیون بھر کس کس ناز سے بھائی کی محبت دیتے ہیں.....

رادھا کی آنکھوں کے پیالے چھلک پڑے اس نے ایک بار پھر اس کے قدموں پر جھکنا چاہا تو سلطان نے اسے تھامتے ہوئے کہا! آئندہ

ایسی حرکت مت کرنا ورنہ ہم کان کھینچنا بھی جانتے ہیں......"

رادھا ہنس پڑی تو سلطان نے پوچھا! اب بتاؤ آدھی رات کو کیسے آنا ہوا!

رادھا نے کچھ شرما کر کہا! مہارانی جی کے دل کے بے تابیاں بڑھ گئی ہیں...... آپ کو یاد فرما رہی ہیں۔

سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا! "ناگ دیوتا ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے کیونکہ ہم نے صبح صبح ایک لمبے سفر کے لئے روانہ ہونا ہے...... اس نے کبوتر کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا تھا......"

مندر کی چھت پر پہنچ کر سلطان نے رادھا کو مخاطب کر کے پوچھا! اس خونخوار چڑیل کا کیا حال ہے......"

"رادھا نے کہا......" ہم نے اسے وہ پڑیا شراب میں گھول کر پلا دی ہے کچھ کچھ بے ہوش ہوتی جا رہی تھی۔ امید ہے اب تک مدہوش ہو چکی ہوگی...... کب اس بوڑھی چڑیل کو بھگوان مارے گا...... نجانے کب خوبصورت ایوان میں ہماری خوبصورت اور پھولوں جیسی کومل راجکماری کے قدموں کی معصوم چاپیں گونجیں گی۔ بھگوان جانتا ہے۔ آنکھیں ترس گئی ہیں...... ہم غریبوں کے لئے وہ محبت کا سایہ تھی......"

شیو دیوتا نے کہا! رادھا! اندھیروں کا یہ منحوس راج زیادہ طویل نہیں ہوگا...... تم دیکھتی جاؤ...... ان ظالموں کا یوم حساب بہت جلد شروع ہونے والا ہے...... پھر دیکھنا کیسی کیسی اذیتوں سے یہ لوگ دوچار ہوں گے...... یقین مانو مہارانی اب گناہوں کے دریا میں موت کے آخری غوطے کھا رہی ہے۔"

رادھا نے کہا! دیوتا بھیا! وردھن بڑا کمینہ اور ظالم ہے...... ہمیں ڈر ہے راجکماری اس کے مظالم برداشت نہیں کر سکے گی۔"

سلطان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! فکر نہیں کرو...... ہم نے کہا نا! ...... راجکماری دعاؤں کے حصار میں ہے...... اگر وردھن نے کمینگی کا مظاہرہ کیا تو وہ زندہ واپس نہیں آئے گا ہم نے راجکماری کو بڑے مضبوط بڑے پر اثر اور بڑے آہنی ہاتھوں کے حوالے کر رکھا ہے۔ ...... ویسے ہم خود آنے والی صبح کو روانہ ہو جائیں گے...... ہماری عدم موجودگی کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتانا...... تم ہمارے سلسلے میں زیادہ تر خاموش رہنا...... خواہ مخواہ ذلیل مہارانی کی نظروں میں اپنے آپ کو مشکوک نہ بنا لینا۔ ہم آٹھ روز تک واپس آ جائیں گے اس عرصے میں کوئی بات ہو تو ناگ دیوتا کو باخبر رکھنا...... شاید تمہیں معلوم نہیں مہارانی اس کی جانی دشمن ہے...... اور موقع کی تلاش میں ہے......

شیو دیوتا کے پہنچتے ہی تمام لڑکیاں مہارانی کے کمرے سے نکل گئیں...... مہارانی پورے نشے میں تھی اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح جل رہی تھیں......"

سلطان نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا! مہارانی ہم صبح کہیں جا رہے ہیں...... شاید ہم آکاش کے اس پار چلے جائیں...... ہم جہاں بھی ہوں گے...... تمہاری خوبصورت یادیں ہمارے ساتھ ہوں گی...... اوشا پردے کے پیچھے کھڑی تھی...... وہ سن رہی تھی......

شیو دیوتا نے مدہوش مہارانی کو بستر پر لٹاتے ہوئے کہا!

ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے...... اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمہاری بانہوں کے مہکے مہکے حلقوں میں سمائے رہیں گے...... مہارانی کے ہونٹوں پر تبسم تھا وہ اندھیروں میں ڈوبتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی قوت گویائی ختم ہو چکی تھی...... وہ آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہتی مگر دیکھ نہیں سکتی تھی......

جب مہارانی خوابوں کے پراسرار اندھیروں میں اچھی طرح ڈوب گئی تو وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔‘‘

پردے کے پیچھے کھڑی لڑکی کو مخاطب کر کے بولا۔داسی باہر آ جاؤ...... وہ باہر آ گئی تو سلطان نے کہا! دیوتاؤں کی باتیں چھپ چھپ کر سننا اچھی بات نہیں ہوتی...... آئندہ کے لیے محتاط رہنا...... دیوتاؤں کا جلال پتھروں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے...... ہم اگر جلال کی نظروں سے دیکھ لیں تو برف پوش پہاڑوں کو آگ لگ جائے...... ساگر دھواں دھواں ہو کر خلاؤں میں گم ہو جائیں۔‘‘

اوشا نے کانپتے ہوئے کہا! معاف کر دیں دیوتا جی...... ہمیں کسی نے حکم دیا ہوا ہے۔‘‘

کون ہے وہ بد بخت؟ شیو دیوتا نے غصے سے کہا!

تو اوشا نے کہا! ہمیں جگدیش نے حکم دے رکھا ہے کہ ہم مہارانی اور تمہاری نگرانی کریں۔‘‘

تو یہ بات ہے...... جگدیش کی زندگی کے دن تھوڑے لگتے ہیں...... دیوتاؤں کی نگرانی کا کام اسے بہت مہنگا پڑے گا۔‘‘

اوشا نے کانپتے ہوئے کہا! ہم پر کرپا کرو مہاراج...... ہماری خطا معاف کر دو......‘‘

سلطان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم بے فکر رہو...... مگر آئندہ ایسی حرکت مت کرنا...... اور سنو جب مہارانی بیدار ہو جائے تو اسے ہمارے آنے کی اطلاع دینا اور کہنا کہ ہم آکاش پر جا رہے ہیں...... یہ پنکھیرو ہمیں لینے آیا ہے...... بہت جلد لوٹ آئیں گے...... اس عرصے میں اداس نہیں رہنا...... لوگوں کے ساتھ محبت اور انصاف سے پیش آیا کرے گی تو ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے...... باہر نکل کر سلطان نے کبوتر کو چوما...... صبح کے اجالے نمودار ہو رہے تھے...... مندر کے گھڑیال بجائے جا رہے تھے۔‘‘

سلطان نے ہاتھ بلند کر کے کبوتر کو فضاؤں میں اڑاتے ہوئے آہستہ سے کہا! خدا تمہاری حفاظت کرے......

کبوتر اڑ گیا...... سلطان اس کی طرف دیکھتا رہا...... آہستہ آہستہ وہ سمٹتا ہوا ایک نکتہ سا بن کر فضا میں گم ہو گیا...... سلطان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مندر پہنچ گیا...... پجاری جاگ چکے تھے...... سلطان نے تیر کمان کندھے پر رکھا اور ہاشم کی پیشانی کو چوم کر باہر نکل گیا......‘‘

☆

آفتاب عالم اپنی تابناک کرنوں کے بحر بیکراں کو سمیٹتا ہوا خلیج کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا...... درختوں کے سائے لمبے ہو کر مشرقی افق تک پھیل چکے تھے...... شیو دیوتا کے بلند و بالا قلعے نما مندر کے فلک بوس سنہری کلس ڈوبتے ہوئے سورج کی تیز شعاؤں کے عکس سے چمک رہے تھے...... سمندر کی طرف سے اٹھنے والی نمناک ہواؤں میں خنکی اور تیزی سی پیدا ہو رہی تھی پرندے درختوں کی شاخوں پر چہچہاتے پھرتے تھے اور اپنے بسیرے کے لئے پناہ گاہوں کو تلاش کر رہے تھے۔ مغربی افق کے ہونٹوں سے ابھی شفق کی سرخی نہیں اتری تھی۔ ابھی ستاروں کے ملکوتی کارواں منزل فلک پر نمودار نہیں ہوئے تھے...... جب وردھن اپنے ساٹھ کے لگ بھگ سپاہیوں کے ساتھ جنگل سے نکل کر مندر کے سامنے نمودار ہوا مندر کے دروازے پر چند پجاریوں نے ان کا استقبال کیا...... گھوڑوں کو اصطبل میں پہنچا دیا گیا...... سپاہیوں کے لئے مندر کے مہمان خانے میں رہائش کا انتظام کیا گیا...... وردھن کو مندر کے اندرونی حصے میں ایک انتہائی خوبصورت کمرے میں ٹھہرایا گیا۔"

پجاری نکلنے لگے تو وردھن نے کہا!

ہم مہا دیو جی سے ملنا چاہتے ہیں۔"

ایک پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

جلدی کیا ہے۔ بیٹھیں پوشاک تبدیل کریں کھانا کھائیں پھر آرام سے مہا یوجی سے ملاقات کرنا۔"

'ٹھیک ہے' وردھن نے کہا!

ان کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دیں۔"

بہت اچھا! پجاری یہ کہہ کر باہر نکل گئے۔"

وردھن مندر کی ندی پر نہاتے نکل گیا۔ وہ جب لوٹ کر آیا تو مندر میں ہر طرف چراغ جلائے جا رہے تھے۔ ہر طرف شہر شہر کی داسیاں مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کی نمائندگی کرتی ہوئی رنگ برنگی ساڑھیوں اور لباس میں ادھر ادھر غشوؤں اور غمزوں کے پھول برساتی پھرتی دکھائی دے رہی تھیں...... وردھن کو قدم قدم پر شوخ جوانیوں کی شوخ ادائیں متوجہ کر رہی تھیں۔ وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح ایک ایک حسینہ کی طرف دیکھتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھتا جا رہا تھا...... آسامی عموماً کالے رنگ اور بھدے نین نقشے والے ہوتے ہیں...... وردھن بھی کسی بن مانس کی طرح بدصورت بے رحم نمک حرام قسم کا درندہ صفت انسان تھا...... کھانا وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ اپنے نرم نرم بستر پر لیٹ گیا اس کی ناپاک میلی آنکھوں میں مندر کی داسیوں کے چہرے گھوم رہے تھے...... دہلی بنارس، کلکتے اور مہاراشٹر کی حسین و جمیل لڑکیوں کے حسن و جمال میں جادو بھری دلکشی تھی ان کی چمکتی ہوئی سفید پیشانیوں پر دمکتی ہوئی بندیاں عقل و خرد سے بیگانہ کر دیتی تھیں آسامیوں کے نزدیک ان دیو داسیوں کے حسن کے جلوے انتہائی ہیجان خیز ہوتے تھے۔ مندروں کے بدفطرت مکار اور عیاش پجاری دور دور کے ملکوں اور شہروں سے یاترا کی خاطر آنے والی خوبصورت کنواریوں کو دیوی بنا کر اپنی تحویل میں لے لیا کرتے تھے اور پھر چار برس تک ہر لڑکی کی سخت نگرانی کی جاتی تھی ان لڑکیوں کو طوائفوں کی طرح زندگی بسر کرنی پڑتی تھی مندر کے

چھوٹے بڑے تمام پجاری جب چاہتے اور جس کو چاہتے بڑی آسانی سے اپنی ہوس کا نشانہ بنا ڈالتے ۔ اگر کوئی عزت والی دیوتاؤں کے نام پر لٹنے کو تیار نہ ہوتی تو اسے سخت جسمانی اذیتوں سے گزرنا پڑتا...... ایسی لڑکیوں کو وہاں کے جنگلوں کی ایک خاص قسم کی بوٹی کا رس پلا کر بیہوش کر دیا جاتا اور پھر بدمعاش پجاری رات بھر اس پر جنسی تشدد جاری رکھتے اور بدمعاشی اور فحاشی کی اس انسانیت سوز کاروائی کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک وہ ہتھیار نہیں ڈال دیتی تھیں اگر اس ظالمانہ غیر انسانی بدسلوکی کی تاب نہ لاتے ہوئے کسی کی موت واقع ہو جاتی تو اس کی لاش خلیج بنگال کی گہرائیوں کے سپرد کر دی جاتی...... سمندر کی موجیں ان کو اپنی آغوش میں چھپا کر دنیا والوں کی گندی نظروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دیا کرتی تھیں...... ہندو دھرم کی تاریخ میں یہ مظالم صدیوں سے چلے آرہے تھے...... مہادیوں کے دیو مالائی افسانوں کے خلاف کسی کو سچ بولنے کی جرات نہیں ہوتی تھی ایک مندر کا مہادیو ایک مطلق العنان مہاراجہ سے زیادہ بااختیار ہوتا تھا...... عیاش قسم کے یاتریوں سے بھاری رقوم لے کر ان دیوداسیوں کو رات دورات کے لیے ان کے سپرد کر دیتا تھا اس طرح ان دیوداسیوں کی کہانیاں طوائفوں کی کہانیوں کے ہم وزن ہوتی تھیں ان کی اپنی مرضی یا خواہش کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی وہ ہر وقت لٹتی رہتی تھیں مگر ان کی فریادیں مندروں کی سنگلاخ دیواروں سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں...... اکثر و بیشتر لڑکیاں حالات سے سمجھوتہ کر لیا کرتی تھیں...... جب کوئی دیوداسی پانچویں برس میں داخل ہو جاتی تھی تو پھر اس کی نگرانی نہیں کی جاتی تھی اب اسے مندروں کے بیچ لوگ گیدڑوں کی طرح نوچتے رہتے تھے دیوداسیوں کی زندگی کی بدنصیبیوں کا یہ مرحلہ انتہائی قابل رحم ہوتا تھا...... اور پھر وہ زندگی بھر کے لیے اس گرداب میں پھنسی رہتی تھیں...... اس گرد باد حیات کے کسی بگولے کی تندی کبھی نہ کبھی نجات کا باعث بن کر اسے موت کی ٹھنڈی اور پرسکون آغوش میں سلا دیتی تھی...... وردھن کے سامنے تپائی پر شراب کی صراحی اور ایک جام رکھ دیا گیا۔

ایک پجاری نے کہا!

مہاراج کون سے چمن کا پھول پسند کرو گے۔"

وردھن نے کہا!

یہاں تو ہر طرف رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ اس چمن کے جس پھول کو دیکھو وہ دوسرے سے زیادہ دلکش اور دلفریب لگتا ہے یہ تو ہوتا رہے گا ہمیں پہلے تو مہادیو جی سے ملواؤ۔ بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

وردھن نے پیمانے سے شراب انڈیلتے ہوئے کہا!

ہوسکتا ہے ہم کل تک یہاں قیام کریں ہم بار بار ذائقہ بدلتے رہنے کے عادی ہیں۔"

پجاری نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!

مہاراج شیو دیوتا کی کرپا سے یہاں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہے روزانہ جتنی بار چاہیں اپنا ذائقہ بدل سکتے ہیں۔"

"بہت خوب" وردھن نے پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

تم جلدی سے مہادیو جی سے ملاقات کروا دو! ادھر سے فارغ ہو کر اطمینان سے من کی آگ بجھائیں گے...... تمہیں بھی خوش کریں

گے......اور وہاں ہمارے سپاہیوں کے آرام وسکون کا خیال رکھنا شکایت نہیں ملنی چاہئے۔"

پجاری نے کہا! مہاراج ہم نے سارے انتظام کر لئے ہیں بے فکر رہیں۔

یہ کہہ کر پجاری کمرے سے نکل گیا۔" اور پھر تھوڑی دیر بعد لوٹ آیا۔"

چلیئے مہاراج مہادیو جی نے بلایا ہے۔" مہادیو شیو دیوتا کے بت کے سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا۔" گلبدن دیوداسیاں اس کے آگے پیچھے ہاتھ جوڑے سر جھکائے بیٹھی تھیں...... وردھن نے آگے بڑھ کر مہادیو کے چرنوں کو چھوا اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔"

مہادیو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کہو وردھن جی! کیسے آنا ہوا!

وردھن نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! مہاتما جی! ماتا مہارانی کا خصوصی پیغام لایا ہوں ذرہ تخلیہ ہو جائے تو بہتر رہے گا۔ مہادیو نے اپنے توکرہ نما سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے داسیوں کو مخاطب کر کے کہا!

تم کچھ دیر کے لئے باہر چلی جاؤ وہ سب باہر چلی گئیں۔"

مہادیو نے پوچھا! کہو مہارانی نے کیا سندیسہ دیا ہے۔"

وردھن نے کہا! پہلے تو یہ بتایئے راجکماری چندر کانت کے غرور کا سر جھکا ہے یا نہیں اس کی پاکدامنی پر قرار ہے یا مندر کے پجاریوں کے ہاتھوں لہولہان کروادی گئی ہے۔"

مہادیو نے بگڑتے ہوئے کہا! وردھن تم ہوش میں تو ہو یا تمہیں ہوش میں لانے کے لئے کوئی چارہ کرنا پڑے گا۔"

وردھن نے حیرت سے مہادیو کی طرف دیکھا اور پھر ہکلاتے ہوئے کہا! مہادیو جی ہم راجکماری کو لائے تھے مہارانی جی کا یہی پیغام تھا کہ راجکماری کو تار تار کرنا ہے۔"

"وردھن" مہادیو نے چلاتے ہوئے کہا! تمہیں معلوم نہیں راجکماری کون ہے اور دھرم میں اس کا کیا مقام اور مرتبہ ہے۔

وردھن نے پھر حیرت سے کہا مہاتما جی راجکماری صرف راجکماری ہے ایک بدچلن آوارہ اور ہندو جاتی کی دشمن ہے...... مہاراجہ جسے وجے سنگھ نے اُس کی بدکاریوں کی وجہ سے جیون بتیا کی ہے...... مہاراجہ کرشن کمار کا بھائی وجے کمار اس کا منگیتر تھا اس نے ایک گورے چٹے مسلمان سے آنکھیں لڑائیں اور پھر اس کے ہاتھوں وجے کمار کو قتل کروا دیا اور اس کا وہ مسلمان عاشق بھی قلعے میں ہے اب تک وہ بھی قتل ہو چکا ہوتا مگر......

مگر کیا! مہادیو نے دبدبے سے پوچھا!

تو وردھن نے کہا! ایک تو وہ ایک مسلمان سردار کا بیٹا ہے دوسرا شیو دیوتا نے کہا ہے کہ اصل میں وہ ناگ دیوتا ہے...... پر ہمارا دل نہیں مانتا ایک مسلمان بچہ کیسے ناگ دیوتا ہو سکتا ہے۔"

اپنی گندی زبان بند رکھو۔ مہادیو نے غصے سے کہا! تم اپنے شیو دیوتا کو جھٹلا رہے ہو اگر تم نے دوبارہ شیو دیوتا کی شان میں گستاخی کی تو تمہارے ٹکڑے کر کے کتوں کے آگے ڈال دیئے جائیں گے۔"

وردھن نے زربفت کے کپڑے کی ایک پوٹلی مہادیو کے سامنے رکھتے ہوئے کہا! شما کر دیں مہادیو جی۔ غلطی ہوگئی ہے۔ یہ دیکھ لیجئے مہارانی نے کچھ تحائف بھیجے ہیں۔"

مہادیو نے کہا! کھولو! کیا ہے؟

وردھن نے جلدی جلدی پوٹلی کھول دی۔ نایاب موتیوں کی ایک مالا کے علاوہ سونے کے قیمتی زیورات تھے۔"

لاکھوں کی مالیت کا مال دیکھ کر مہادیو نے کہا! مہارانی جی نے ہمیں خرید لیا ہے۔ مہارانی۔ جی نے بہت بڑا بوجھ لاد دیا ہے۔"...... ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ بھگوان جانے شیو دیوتا ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے...... ہر صورت تم بتاؤ مہارانی کیا چاہتی ہے...... یہ کہہ کر مہادیو نے پوٹلی کو باندھ کر اپنی ران کے نیچے چھپا لیا۔"

وردھن نے کہا! مہارانی جی نے راجکماری کو واپس لانے کا حکم دیا ہے...... ہم مہارانی جی کے حکم کے مطابق راجکماری کو واپس لے جانے کے لئے آئے ہیں۔"

مہادیو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے تم اس طرح کرو رات یہاں گزارو صبح ناگ دیوتا کے مندر چلے جانا...... راجکماری وہیں ہے اسے اٹھا کر خاموشی سے نکل جانا...... ہمارا خیال ہے شیو دیوتا کل پرسوں تک یہاں آنے والے ہیں ان کے آنے سے پہلے یہاں سے دور نکل جانا ممکن ہو تو ناگ منی کی ماتا نرملا کو بھی ساتھ ہی لے جانا...... اس طرح ہم پر الزام نہیں آئے گا...... اب تم آرام کرو......

وردھن کمرے سے باہر نکل گیا...... مہادیو کے کمرے کے سامنے برآمدے میں ایک سایہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے آگے آگے جا رہا تھا۔ پھر وہ سایہ اندھیرے میں گم ہو گیا...... وردھن اپنے کمرے میں پہنچا تو گل بدن پہلے سے وہاں موجود تھی۔ وہ مندر کی دیوداسی تھی اس کے ناک میں سونے کی نتھنی تھی جس میں موتی چمک رہا تھا اس کے ہاتھ میں موتیے کے گجرے تھے اس کے سیاہ لمبے لمبے بال اس کے گورے مکھڑے پر لہراتے تو یوں لگتا تھا جیسے بادل چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہا ہو۔"

وردھن نے شراب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا! تم کہاں کی رہنے والی ہو؟

مہاراج داسی بنارس کی رہنے والی ہے۔"

وردھن نے پوچھا۔ یہاں کب سے ہو؟

ایک سال سے یہاں ہوں جی! وردھن نے صراحی اٹھائی تو اس نے اس کے ہاتھ سے صراحی لیتے ہوئے کہا!

"یہ داسی حاضر ہے" مہاراج"

تمہارا نام کیا ہے؟ مہاراج داسی کا نام ظنی جیونت ہے۔

"ظنی جیونت" وردھن نے زیر لب دہراتے ہوئے کہا! تمہاری طرح تمہارا نام بھی بہت خوبصورت ہے......"

پھر اس نے ظنی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے کہا! تمہارا مقام فرش نہیں ہمارے دل کی دھڑکنوں میں ہے......" جی چاہتا ہے

تمہیں اپنے من مندر میں سجالوں...... ٹلنی نے شراب کا جام جس میں اس نے مندر کا نشہ آور نسخہ شامل کر دیا تھا وردھن کے ہونٹوں سے لگا دیا...... وردھن کے لئے ایک ہی جام کافی ثابت ہوا کیونکہ ٹلنی نے زیادہ مقدار میں دوائی شراب میں ملا دی تھی...... چند لمحوں کے بعد وردھن بے ہوش ہو گیا...... ٹلنی خاموشی سے اٹھی اور باہر سے کمرے کا دروازہ بند کر کے نکل گئی'' ...... وہ اندھیروں میں چلتی ہوئی مندر سے باہر گئی...... رات کا دوسرا پہر شروع ہو رہا تھا باہر سناٹا تھا...... تیرھویں رات کا چاند ستاروں کے جھرمٹ میں مسکرا مسکرا کر خوابوں میں ڈوبی ہوئی کائنات کو دیکھ رہا تھا...... ٹلنی تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس کھاڑی کی طرف بڑھتی جا رہی تھی جس کے دوسرے کنارے پر ناگ دیوتا کا مندر واقع تھا...... کھاڑی میں عموماً کشتیاں موجود رہتی تھیں...... دن بھر ماہی گیر یاتریوں کو ادھر اُدھر اور اُدھر سے اِدھر لاتے لے جاتے رہتے تھے...... اور رات کو دن بھر کے تھکے ماندے مانجھی کشتیوں کو کھاڑی کے کنارے لنگروں سے باندھ کر اپنی جھونپڑیوں میں چلے جاتے تھے۔'' ٹلنی اس سے پہلے کئی بار ناگ دیوتا کے مندر آ چکی تھی...... نرملا دیوی اس پر بے حد مہربان تھی...... اس وقت وہ نرملا کو باخبر کرنے جا رہی تھی...... نرملا نے اس کے ذمے شیو دیوتا کے مندر کی جاسوسی کا کام لگا رکھا تھا...... ٹلنی نے ایک کشتی کھولی اور چپوار سنبھال کر کشتی کو گہرے پانیوں کی طرف دھکیلنے لگی...... خلیج بنگال کی طرف سے موجوں کا شور کانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا...... کھاڑی کے پانی کے اندر بھی اس کے اثرات موجود تھے لرزتی ڈولتی کشتی دوسرے کنارے جا لگی...... وہ جھاڑیوں کے نیچے اندھیروں میں سفر کرتی ہوئی مندر کے دروازے تک پہنچ گئی...... باہر دور دور تک یاتریوں کی جھونپڑیاں خیمے لگے ہوئے تھے یاتری کچھ سو رہے تھے کچھ جاگ رہے تھے وہ عام راستے سے ہٹ کر مندر میں پہنچ گئی...... نرملا راجکماری چندر کانت اور پونم کے کمرے میں تھی......''

ٹلنی کو دیکھ کر نرملا نے اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! تمہارا اس وقت آنا ظاہر کرتا ہے کہ جس طوفان کے آنے کا خدشہ تھا وہ آن پہنچا ہے جو کہنا ہے بے دھڑک کہہ دو...... ہم ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہیں......'' دیکھنا ہم طوفان کا کس طرح منہ موڑتے ہیں!

ٹلنی نے وردھن کے آنے کا مقصد بتاتے ہوئے کہا! وہ راجکماری اور پونم کو لینے آئے ہیں......''

کیا مہا دیو جی نے اسے اس کی اجازت دے دی ہے۔''

ٹلنی نے کہا! نرملا جی تمہیں تو معلوم ہے مندروں کی دنیا میں سب کچھ بک جاتا ہے...... پہلے پہلے تو مہا دیو جی بہت بگڑتے رہے...... ہم کمرے کے باہر چھپ کر سب کچھ سن رہی تھیں...... بعد میں جب وردھن نے اس کے سامنے سونے چاندی کا ڈھیر لگا دیا تو اسے خاموشی اختیار کرنی پڑی...... کیونکہ اسے اپنی قیمت مل گئی...... اس نے وردھن کو اجازت دیتے ہوئے یہ بھی کہا...... ہو سکے تو نرملا دیوی کو بھی اٹھا کر ساتھ لے جانا......!

نرملا دیوی نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا! گھبرانے کی ضرورت نہیں...... مہا دیو جی کو نرملا کی شکتی کا علم نہیں ہے۔ کل کو سنسار دیکھے گا کہ راجکماری پونم اور ہم کو اٹھانے والوں کا حشر کیا ہوتا ہے...... ان ذلیل بے غیرتوں کی ارتھیاں بھی کوئی نہیں اٹھائے گا...... پورن ماشی کی رات کو ہمارے دیوتا آئیں گے تو مہا دیو جی کو بے غیرتی کا مزہ چکھائیں گے......''

پھر اس نے راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

چندرکانت.......اب خوف دہشت اور بے بسی کے کرب سے نکل کر اس جیون کی دنیا میں لوٹ آؤ مقصد کے لئے جیا جاتا ہے......اپنے وقار.......اپنے مقصد.......اور.......اپنی آبرو کے لئے.......فیصلہ کن جنگ لڑو.......پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی.......تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھوں میں دو تلواریں اور وہ نیزے تھے.......''

اس نے پونم اور راجکماری کے سامنے نیزے اور تلواریں رکھتے ہوئے کہا!

جب تک ہم زندہ ہیں تمہیں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی.......جب تمہاری طرف بدمعاشوں کے قدم بڑھنے لگیں تو سمجھ لینا ہم نہیں رہے.......موت تو سب کے لئے ہوتی ہے۔ ہر صورت ہمیں یقین ہے بھگوان ہمیں اس مقصد کے لئے زندہ رکھے گا۔'' اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ ٹلنی بھی اس کے پیچھے تھی وہ سیدھی اپنی پرانی کٹیا میں پہنچی.......پتھر کے اونچے چبوترے پر چڑھ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اونچی سر میں یہ درد بھرا گیت گانا شروع کر دیا!

بھگوان تیری دنیا میں انسان نہیں ہے

مسجد بھی ہے مندر بھی ہے ایمان نہیں ہے

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک رہی تھیں.......اس کے گلے میں سوز تھا.......ٹلنی جیونت رو پڑی.......نرملا کی آواز پہچان کر چند لمحوں میں سینکڑوں کی تعداد میں چھوٹے بڑے ناگ مٹی پھن پھیلائے پھنکارتے ہوئے چبوترے پر چاروں طرف سے چڑھنے لگے۔''

ٹلنی ڈرنے لگی تو نرملا نے کہا! جیونت گھبرانے کی ضرورت نہیں یہ سب ہمارے اپنے بچے ہیں.......انہوں نے ہمارا دودھ پیا ہوا ہے....... یہ سب بے زبان بڑے وفادار اور بڑے محبت کرنے والے ہیں.......تم نے دیکھا نہیں کس طرح ہماری آواز پہچان کر دوڑتے آئے ہیں.......تمہیں نیند آ رہی ہوگی.......اوس پڑ رہی ہے.......تم کٹیا میں بے فکر ہو کر سو جاؤ ہم صبح تک اپنے بچوں سے پیار کریں گے کچھ اپنی سنائیں گے کچھ ان کی سنیں گے.......کل کو دور دھن کے استقبال کے لئے انہیں خصوصی تربیت دینی ہے.......وہ ایک ناگ کو بڑی محبت سے چوم رہی تھی.......سانپ اس کے بازوؤں گلے اور گود میں بڑی بے تکلفی سے لپٹ لپٹ کر بل کھا رہے تھے.......وہ کہہ رہی تھی تم کتنے اچھے ساتھی ہو.......تم سب نے ہمارا دودھ پی رکھا ہے تم سب ہماری آبرو کے رکھوالے ہو.......کل کو ہم نے اپنے دودھ کا حساب لینا ہے.......کل کو لٹیرے تمہاری ماتا کے ناموس پر حملہ کرنے آ رہے ہیں.......تم نے غیرت مند بیٹوں کی طرح اپنی ماتا کی آبرو کو بچانا ہے.......وہ اس طرح سانپوں سے باتیں کر رہی تھی۔ جیسے وہ اس کی زبان کو سمجھ رہے ہوں.......کبھی کبھی سانپ غصے سے اس طرح پھنکارتے جیسے واقعی اس کی گفتگو کو سمجھ رہے ہوں.......وہ ان کو دلاسہ دیتی اور کہتی.......ابھی نہیں صبح کو....... ہم تمہیں اپنے دشمنوں کی شناخت کروائیں گے پھر تم نے کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا.......وقت کا سفر جاری تھا رات لمحہ لمحہ کر کے گزر گئی.......صبح کا اجالا پھوٹنے لگا تھا۔ نرملا اور ٹلنی اشنان کے لئے ندی پر چلی گئیں ناگ بھی ادھر ادھر پھرنے لگے.......''

نرملا نے ندی پر پہنچ کر ٹلنی سے پوچھا!

ٹلنی وہ کتنے آدمی ہیں۔''

شلنی نے کہا اوہ ساٹھ کے لگ بھگ ہیں۔ اور سب کے سب مسلح ہیں۔

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! بھگوان نے چاہا تو ایک بھی زندہ نہیں بچے گا..... تمہارے اندازے میں وہ کب تک یہاں پہنچیں گے؟"

شلنی نے کہا! ہم نے وردھن کو بوٹی کا نشہ پلا دیا تھا۔ اگر اسے کسی نے جگایا نہیں تو وہ دوپہر تک پڑا سوتا رہے گا۔"

راستے میں ایک سپیرے کو نرملا نے کہا! کاشی تم کھاڑی کے کنارے چلے جاؤ اور کھاڑی کے دوسرے کنارے پر نگاہ رکھو جونہی اس طرف سے کشتیاں ادھر کو آتی نظر آئیں..... فوراً ہمیں اطلاع کرنا!

وہ جانے لگا تو نرملا نے کہا! ٹھہرو!

حکم دیوی جی!

دو ناریل توڑ دو آج ہم اپنی بہن کو ناریل کا پانی پلائیں گے..... سپیرے نے پٹاری رکھ دی اور بندر کی طرح ناریل کے اونچے درخت پر چڑھنے لگا..... دو تین ناریل توڑ کر وہ نیچے آ تر آیا!

نرملا نے کہا! تم لیتے جاؤ ہمیں دو ہی کافی ہیں اور دیکھا آج کے روز تم نے صرف بین بجا بجا کر سانپوں کو خوش کرنا ہے کوئی سانپ نہیں پکڑنا۔

سپیرے نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کہا اور جاتے جاتے پوچھا! دیوی جی ادھر سے کون آ رہے ہیں؟

وہ ہمارے دشمن ہیں۔"

سپیرے نے کہا! تمہارے دشمن آ رہے ہیں تو پھر ہم اپنے سارے قبیلے کو بلاتے ہیں وہ جتنے بھی ہونگے بچ کر نہیں جا سکیں گے۔ ہم سب کو ڈسوا ڈسوا کر ہلاک کر دیں گے۔"

نرملا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! کاشی وہ پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہیں ویسے تو ہم ان کا اچھی طرح خیر مقدم کرنے کی ہمت رکھتے ہیں تم اپنے قبیلے کو بلا لو تو کچھ زیادہ ہی مزہ آئے گا..... تمہیں اجازت ہے..... سپیرے نے دوڑ لگا دی..... اور جھاڑیوں کو لتاڑتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا..... نرملا اور شلنی نے ناریل کا پانی پیا کچھ کچی گری کھائی اور پھر مندر میں آ گئیں..... راجکماری چندر کانت اور پونم بھی اشنان کر کے ہوشیار بیٹھی تھیں۔ دونوں نے تلواریں اٹھائی ہوئی تھیں..... راجکماری کی آنکھوں میں زندگی کی امنگ کا رنگ تھا اس نے پیشانی پر بڑے خوبصورت انداز سے بندیا لگائی ہوئی تھی....."

نرملا نے راجکماری کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ہم نے تمہارے اندر زندگی کے مرجھائے ہوئے پھول کو تازگی دینے کے لئے تمہارے ہاتھوں میں تلواریں دی ہیں....." تم ایک مہاراجہ کی بیٹی ہو اور بھگوان کی کرپا سے تم ہی تخت و تاج کی مالک بنو گی اور تمہیں معلوم ہے راج سنگھاسن صرف انہی کے ساتھ وفا کرتا ہے جو خطرناکیوں سے کھیلتے رہنے کے عادی ہوں جہاں تک مہارانی کے بھیجے ہوئے چند سپاہیوں کا معاملہ ہے تو ان کے استقبال کے لئے ہم اکیلے ہی کافی ہیں۔"

نرملا اپنے ساتھ سارے ناگوں کو لائی تھی اور ان کو اس نے ناگ دیوتا کے استھان میں بند کر دیا تھا..... سانپوں سے مانوس پجاری ان کے

سامنے دودھ کی پیالیاں بھر بھر کر رکھ رہے تھے......"

نرملا نے راجکماری پونم اور شلنی کو مخاطب کر کے کہا!

تم آرام سے جہاں جی چاہے پھر و ہم چوکس ہیں۔ ویسے بھی وہ لوگ دوپہر سے پہلے یہاں نہیں پہنچیں گے ہم کچھ اپنا حلیہ درست کرلیں تا کہ ہمارے دشمنوں کو گمان نہ ہو کہ ہم نے غرور عشق کے بانکپن کو خوف سے بھلا دیا ہے......نرملا قہقے لگاتے ہوئی کسی نومیدہ غنچے کی طرح لگ رہی تھی وہ ہوا کے معطر جھونکے کی طرح کمرے سے نکل گئی۔"

راجکماری نے کہا!

نرملا سچ کی دیوی ہے......اس کے اندر پہاڑوں کا استقلال اور طوفان کی بلاخیزی ہے......سورج نکل آیا تھا مندر کی زندگی پوری طرح بیدار ہو چکی تھی۔ یاتریوں کے اشلوکوں اور بھجنوں کی ملی جلی آوازوں کے شور نے ایک عجیب قسم کا ہنگامہ خیزی برپا کر دی تھی۔ ہری رام...... ہری رام...... کی آوازیں ہر طرف گونجتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں...... جب نرملا اپنے مخصوص کمرے سے باہر نکلی تو اس کی شان کچھ اور تھی......اس کی تیز کٹاریوں جیسی آنکھوں میں کاجل کی لمبی دھاروں نے غضب ڈھار کھا تھا......اس نے ہلکے سبز رنگ کی ساڑھی پہنی ہوئی تھی ماتھے پر بندیا اور بندیا کے اوپر سونے کا جھومر لٹک رہا تھا۔ جس میں جڑے ہوئے موتی چمک رہے تھے وہ راجکماری کے کمرے میں داخل ہوئی تو تینوں اسے دیکھ کر مبہوت رہ گئیں۔"

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا!

کیوں بھئی تم حیران کیوں ہو رہی ہو ہم کوئی بھوت پریت لگ رہی ہیں۔"

نہیں! راجکماری نے کہا!

نرملا بھگوان کی قسم تمہارے حسن و جمال میں وہ ملاحت ہے کہ دل کی دنیا میں بھونچال سا اٹھ رہا ہے......نرملا کی ہر ہر ادا میں دلربائی تھی اچھوتا پن تھا اور ایک خاص قسم کا انوکھا پن تھا......

نرملا نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!

آج ہمارا دشمن سے مقابلہ ہے...... آج ہم نے دیوتا کی امانت کی حفاظت کا فرض ادا کرنا ہے...... ہنس ہنس کے مقتل میں جائیں گے۔ پھر وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی...... اچانک باہر سے دیوی جی دیوی جی' کی اونچی اونچی آوازوں کا شور بلند ہوا......نرملا نے کاشی کی آواز پہچان لی تھی اس نے اسے راجکماری کے کمرے میں ہی بلا لیا......کاشی کا سانس پھولا ہوا لگتا تھا...... وہ بڑی دور سے اور بڑے زور سے دوڑتا ہوا آیا تھا۔"

کاشی کیا ہوا......تم اتنے گھبرائے ہوئے اور ڈرے سہمے ہوئے کیوں ہو...... کیا وہ آ گئے ہیں۔ نرملا نے پوچھا!

تو سپیرے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

دیوی جی...... یہ تو...... پوری فوج آئی ہے......جی!

نرملا نے کہا!

تم اپنا سانس ٹھیک کرلو اور پھر آرام سے ساری کتھا سناؤ...... راجکماری پونم اور ظلی یکدم پریشان ہو کر کاشی کی طرف دیکھ رہی تھیں......

کاشی نے دوبارہ کہنا شروع کیا!

دیوی جی یہ تو سمندر کی طرف سے آئے ہیں ان کے دو خالی جہاز سمندر میں دیکھ آئے ہیں...... وہ اپنا رامو سپیرا ہے نا وہ ساگر کے کنارے کنارے پھر رہا تھا اس نے جہازوں کو ساحل کے قریب آ کر لنگر انداز ہوتے دیکھا ہے۔ وہ بھاگ کر ہمارے پاس آیا اور اس نے ہمیں بتایا کہ دو ہزار کے لگ بھگ مسلح لوگ جہازوں سے اتر رہے ہیں۔ ایک اونچے درخت پر چڑھ کر دیکھے ہیں...... اب کیا حکم ہے ان کے راستے میں زہریلے سانپ پھیلا دیں......

نرملا نے کہا! ظلی تم تو کہتی ہو وہ پچاس ساٹھ ہیں اور یہ کہتا ہے کہ دو ہزار سپاہی ہیں...... یہ کیسی الجھن ہے

ظلی نے کہا! دیوی جی یہ تو کوئی اور لوگ ہیں

یاتری ہوں...... ہوسکتا ہے مہاراجہ کرشن کماری سینا کے آدمی ہوں...... سنا ہے مہاراج مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر پسپا ہوتا ہوا واپس آ رہا ہے...... تم ٹھیک کہتی ہو ورد ھن ہوتا تو کھاڑی کے راستے آتا کیونکہ وہ شیو دیوتا کے مندر ٹھہرا ہوا ہے لگتا ہے بھارت کے کسی دور دراز علاقے کے یاتری ہوں۔"

پھر اس نے سپیرے کو مخاطب کر کے کہا!

تم ہمارے پیچھے آؤ...... ہم خود جا کر صورت حال کا جائزہ لیتے ہیں...... نرملا جب مندر سے باہر نکلی تو وہ لوگ کھاڑی کے جنوب والی سمت سے جنگل سے باہر نکل رہے تھے۔ وہ ایک منظم طریقے سے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے ان کے آگے آگے ایک بوڑھا تھا جس نے سر پر وزنی پگڑی باندھ رکھی تھی...... وہ دو ہزار کے لگ بھگ تھے۔ ان میں سانولے سانولے بنگالی بھی تھے اور کچھ دہلی کے گرد ونواح کے لمبے اور گورے چٹے بھارتی جوان بھی تھے بوڑھا بھجن گاتا آ رہا تھا...... تمام سپیرے نرملا کے گرد جمع تھے اور بہت گھبرائے ہوئے تھے۔"

کاشی نے کہا!

دیوی جی! ہمیں خطرے کی بو آ رہی ہے۔"

نہیں! نرملا نے بڑے وثوق سے کہا!

یہ یاتری لگتے ہیں ان کی شکلیں قاتلوں ڈاکوؤں اور لٹیروں والی نہیں ہیں...... نرملا مندر کے باہر اونچے چبوترے پر کھڑی تھی...... اس کی ساڑھی کے پلو ہوا میں لہرا رہے تھے...... سپیرے اس کے ارد گرد کھڑے تھے۔"...... قافلے والے آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچ گئے بوڑھے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے نمسکار کیا...... پھر اس کے پیچھے آنے والے تمام لوگوں نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا!

تو نرملا نے اونچی آواز میں پوچھا!

تم کون لوگ ہو اور کس مقصد کے لئے یہاں آئے ہوں۔"

بوڑھے نے کہا!

دیوی جی ہم بنگال اور بھارت کے لوگ ہیں...... شیو دیوتا کے مندر اور ناگ دیوتا کے مندروں کی یاترا ہمارا مقصد ہے۔"

نرملا نے پھر کہا!

"یاتری اس طرح مسلح نہیں آتے"

اس دفعہ بوڑھے کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک گورے چٹے نوجوان نے بڑی شائستگی اور ملائمت سے کہا!

نیک دل دیوی جی ان دنوں حالات کشیدہ ہیں...... بنگال اور آسام کے حاکم ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں۔ اس قسم کے ہنگامی حالات میں مسلح ہو کر ہی چلنا پڑتا ہے۔

نرملا نے ہاتھ جوڑ کر سب کو نمستے کہا اور پھر بڑے دھیمے اور بڑے محبت بھرے لہجے میں جواب دیا!

معاف کرنا...... اس وقت اس مندروں بھی تشویش پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں بھی ایک قسم کی کشیدگی ہے اور ہنگامی حالت نافذ ہے اس لئے ہم نے اپنی تسلی کے لئے تمہیں روک کر اس قسم کے نامناسب سوالات کیے ہیں۔ ہم معذرت خواہ ہیں۔"

بوڑھے نے کہا!

بیٹی کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ مندر کی دنیا کی پوترتا کون لوگ خراب کرنا چاہتے ہیں۔ آ

نرملا نے کہا!

بابا جی! بھیڑیے ہر کہیں موجود ہوتے ہیں اور وہ ہر جگہ گھس سکتے ہیں۔"

نوجوان یاتری نے نرملا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

دیوی بہن! ہمیں مندر کی بپتا بتانا نامناسب سمجھیں تو بتایئے ہم تمہاری مدد کو تیار ہیں

شکریہ! نرملا نے کہا!

تم سب ہمارے مہمان ہو ہم تمہیں پریشان نہیں کریں گے...... ہم اپنے دشمنوں سے بخوبی نمٹ لیں گے تم سب مندر میں آؤ...... اشنان کر کے کھانا کھاؤ اور آرام کرو...... تھکے ہوئے لگتے ہو۔"

دوپہر کو کاشی پھر دوڑتا ہوا آیا اور نرملا کو مخاطب کر کے کہنے لگا!

دیوی جی اب وہ آرہے ہیں کھاڑی میں دو کشتیاں تیرتی آرہی ہیں۔"

ٹھیک ہے نرملا نے کہا!

تم سب اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں آجاؤ۔ جونہی ضرورت پڑی ہم تمہیں بلا لیں گے...... تم سب ناگ دیوتا کے استھان کے ارد گرد جم کر بیٹھ جاؤ...... تمام سپیرے ناگ دیوتا کے وسیع و عریض کمرے کے ارد گرد پھیل کر بیٹھ گئے......' وردھن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مندر میں

داخل ہوا۔اس کی چال میں کافرانہ تمکنت اور غرور تھا......وہ کسی جنگلی بن مانس کی طرح چلتا ہوا ناگ دیوتا کے استھان کے قریب پہنچ کر ایک دیوداسی سے پوچھنے لگا!

''ہم نے نرملا دیوی سے ملنا ہے"

دیوداسی نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!

ناگ ماتا دیوی اس کمرے میں ہونگی۔

وردھن نے دیوداسی سے کہا!

دیوی جی کو ہمارے آنے کی اطلاع کردو......اور ہاں یہ بتاؤ کہ راجکماری چندر کانت کونسے کمرے میں ٹھہری ہوئی ہے۔"

دیوداسی نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر کہا!

مہاراج نئی نئی ہوں کوئی علم نہیں ہے......"بوڑھا یاتری اور اس کا نوجوان ساتھی مسلح حالت میں وردھن کے قریب سے گزرے تو اس نے انہیں روک کر پوچھا!

تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو بوڑھے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم یاترا کے لئے آئے ہیں

وردھن نے کہا! کہاں سے؟

بوڑھے نے کہا! ہم تو بنگال کے رہنے والے ہیں اور یہ دہلی کے نواح کے رہنے والے ہیں۔"

وردھن نے غور سے نوجوان کی طرف دیکھ کر پوچھا! کیا نام ہے تمہارا؟

نوجوان نے کہا! ہمارا نام اشوک ہے مگر تم کون ہو اور مندر میں کیوں تفتیشی انداز سے ہر کسی سے پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہو......اس طرح کسی عبادت گاہ کی پوترتا اور تقدس کو مجروح کرنے کا حق کسی کو نہیں ہوتا......

وردھن نے تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے تم کچھ کچھ بددماغ ہو......اور ہمیں بگڑی ہوئی مخلوق کو سیدھا کرنا آتا ہے۔"

نوجوان اشوک نے اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا!

ہم بگڑی ہوئی مخلوق نہیں ہیں......بھگوان کے دیوتاؤں کے یاتری ہیں......البتہ تمہارا دماغ خراب لگتا ہے......اتنے میں نرملا اپنے حسن کی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی!

وردھن نے چونک کر بھوکے بھیڑیے کی طرح اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے کہا!

نرملا دیوی تم ہی لگتی ہو؟

تم نے ٹھیک پہچانا بتاؤ کیا کام ہے نرملا نے پوچھا!

وردھن نے کہا! نرملا دیوی ہمارا نام وردھن ہے اور ہمیں ماتا مہارانی نے بھیجا ہے۔"

''ٹھیک ہے'' نرملا نے کہا! ماتا مہارانی نے تمہیں کس مقصد کے لئے بھیجا ہے۔''

وردھن نے ادھر ادھر دیکھ کر بوڑھے اور اس کے نوجوان ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ تمہارے محافظ ہیں؟

نرملا نے بگڑتے ہوئے کہا! منہ سنبھال کر بات کرو...... دیوی دیوتاؤں کو کسی محافظ کی ضرورت نہیں ہوتی......''

پھر یہ لوگ یہاں سے دفعہ کیوں نہیں ہو جاتے ہم نے تم سے راز کی چند باتیں کرنی ہیں۔''

نوجوان یاتری نے وردھن کے قریب آ کر کہا!

تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو یہ مندر ہے بھگوان کا گھر ہے۔ یہاں کسی کی اجارہ داری نہیں ہوتی...... یہ تمہارا گھر نہیں جہاں داخلہ منع ہو سکتا ہے۔ ہم یاتری ہیں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں تجھے اگر دیوی جی سے کوئی بات کرنی ہے تو کر ہم مداخلت نہیں کریں گے۔ ہم تو پردیسی ہیں۔''

نرملا نے کہا! وردھن تم راجکماری چندرکانت کے بارے میں کوئی بات کرنا چاہتے ہو تو ہمارے ساتھ کمرے میں آؤ!

تمہارے سپاہی کہاں ہیں؟

وہ مندر کے دروازے پر باہر کھڑے ہیں۔''

نرملا نے ایک پجاری سے کہا! جاؤ باہر کھڑے سپاہیوں کو اندر بلا لاؤ اور انہیں مہمان خانے میں ٹھہراؤ!......

نرملا وردھن کو لے کر اپنے کمرے میں آ گئی''......

بوڑھے یاتری نے اپنے نوجوان ساتھی اشوک کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر آہستہ سے کہا!

راجکماری چندرکانت یہاں ہیں؟

ہوں! اشوک نے آہستہ سے کہا! اور پھر سوچوں میں ڈوب گیا......

نرملا نے وردھن کو اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا! اب بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو؟

وردھن نرملا کے نکھرے نکھرے حسن کے رنگوں میں ڈوبا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی اس کے بھدے بھدے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے...... نرملا اس کی اس بدحواسی سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور اس کی آتش شوق کو مزید بھڑکانے کے لئے تیکھے نینوں کے تیر چلا رہی تھی...... جب وہ پوری طرح اس کے رنگ و جمال میں ڈوب گیا!

تو اس نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے اک ادائے دلنواز سے پوچھا!

''کیا بات ہے؟'' وردھن نے کہا۔

ہم راجکماری چندرکانت کو یہاں سے واپس لینے آئے ہیں۔

کیوں؟ نرملا نے پوچھا!

تو وردھن نے کہا! ''مہارانی کی مرضی''

''ٹھیک ہے'' نرملا نے کہا!

مگر آپ ایک دن ٹھہرو گے نا!.....کل چلے جانا!

''کل تک ٹھہرنا تو مشکل ہے'' وردھن نے کہا!

تو نرملا نے کہا وہ وردھن ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے''.....ہماری طرف دیکھو!

وردھن نے نرملا کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہوئے کہا! تمہیں چھوڑ کر جانا بہت مشکل لگتا ہے.....مگر کیا کریں مجبوری ہے.....مگر ہم اس مختصر وقت میں حسن کی دیوی سے اپنے حصے کی خیرات لے کر جائیں گے.....یہ کہہ کر وردھن اٹھا اور دروازے کی اندر کی کنڈی چڑھا دی!

نرملا نے کہا! وردھن جی یہ کیا کر رہے ہو.....لگتا ہے زبردستی کا ارادہ ہے۔''

وردھن نے آگے بڑھ کر کر نرملا کو اپنے بازوؤں میں دبوچتے ہوئے کہا! ہمارے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے.....ہم جل رہے ہیں اپنے سینے سے لگا لو!

''نہیں'' وردھن جی نہیں'' نرملا نے اس کے مضبوط بازوؤں کے شکنجے میں کسمساتے ہوئے کہا! ہم گھڑی دو گھڑی کے پیار کے قائل نہیں۔''

وردھن نے کہا! ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے اور ہمیشہ تمہیں اپنے من میں مورتی کی طرح سجا کر رکھیں گے

''وعدہ'' نرملا نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

تو وردھن نے ہکلاتے ہوئے کہا!'' پکا وعدہ''

نرملا نے کہا! ٹھیک ہے ہمیں چھوڑ دو.....آرام سے بستر پر لیٹ جاؤ.....اطمینان سے پریت کے مزے لوٹتے ہیں.....ہم نے آج تک تم جیسا کڑیل جوان نہیں دیکھا۔''

ایک لمحے کے سکون کے بعد نرملا نے کہا! وردھن شاید تمہیں معلوم نہیں ہم اصل میں ناگن ہیں.....اور ناگن کی پریت کی ریت سنسار سے انوکھی ہوتی ہے.....ہم آج تمہیں اپنے اصل روپ کی شراب سے سرشار کریں گے.....تاکہ تم ہمیں بھلانا چاہو تو بھلا نہ سکو.....وردھن نے ایک بار پھر اس کو دبوچ لیا.....اس دفعہ نرملا کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک سی پیدا ہو گئی اس نے ناگن کی طرح بل کھایا اور ایک لمبی سی خوفناک سسکاری بھر کے ایک انداز خود سپردگی سے وردھن کے سینے پر جھک گئی.....وردھن اب ہمیں سنبھالو ہم ٹوٹ پھوٹ کر بکھر رہی ہیں..... ہمارے انگ انگ میں پریت کا زہر موجیں مار رہا ہے.....یہ کہتے کہتے وہ اس کی گردن پر نظروں کو جما کر مستی سے جھومنے لگی.....وردھن گھبرا کر اٹھنے لگا تو نرملا نے کہا!

''اب کہاں بھاگتے ہو ہمارے من کی سوئی ہوئی تار کو چھیڑ کر کہاں جاؤ گے۔اب تو تمہیں ایک ناگن کی پریت کے گیت سننے پڑیں گے۔''

وردھن بے بسی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا وہ ہکلاتے ہوئے بولا!

نرملا.....سچ مچ ناگن ہو.....او بھگوان.....یہ کیا ہو.....رہا ہے ناگن ہمیں چھوڑ دو ہم تمہاری پریت کی اس ریت کو برداشت نہیں کر سکتے.....تمہاری سانسوں کی آگ سے ہم جل رہے ہیں۔'' نرملا کے ہونٹ اس کی کالی اور موٹی گردن کے قریب پہنچ چکے تھے۔

نرملا نے سسکاری لے کر کہا!

گھڑی دو گھڑی کی بات ہے تمہاری یہ گھبراہٹ خمار میں بدل جائے گی.....نرملا نے کسی خوفناک زہریلے سانپ کی طرح بڑی پھرتی سے اپنے دانت وردھن کی گردن پر پیوست کر دیے.....وردھن کا جسم تڑپ رہا تھا.....اور نرملا ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی..... چند لمحوں بعد.....نرملا نے اسے چھوڑ دیا.....اس کا سارا بدن نیلا پڑ چکا تھا.....نرملا کے ہونٹوں پر خون لگا ہوا تھا وہ باہر نکلی..... برآمدے میں دور دور تک وردھن کے سپاہی کھڑے تھے.....نرملا ڈگمگاتی ہوئی باہر نکلی اس کے قدم ناگ دیوتا کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے.....کاشی جی کاشی جی نرملا نے زور زور سے پکارا وہ دوڑتا ہوا آیا اور اس کے قدموں پر گر کر کہنے لگا!

ناگ ماتا حکم کیجئے!

نرملا نے کہا! ان راکھشسوں پر ہمارے ناگ منی چھوڑ دو.....کاشی نے دروازہ کھول دیا.....سینکڑوں چھوٹے بڑے سانپ پھنکارتے ہوئے نکلے.....سپاہی پیچھے کی طرف بھاگنے لگے.....

تو نرملا نے کاشی کو مخاطب کر کے کہا! اپنے قبیلے والوں کو مندر کے دروازے پر تعینات کر دو کوئی نکلنے نہ پائے..... بوڑھا یاتری اور اشوک حیرت سے نرملا کے قریب کھڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے.....ناگ منی اچھل اچھل کر دوڑتے بھاگتے چیختے چلاتے سپاہیوں کو ڈس رہے تھے..... راجکماری پونم اور ننھی جیونت کے ساتھ باہر نکل آئی تھی"

بوڑھے یاتری نے آہستہ سے اشوک کو کہا!

یہ درمیان والی لڑکی راجکماری چندر کانت ہے.....ہم اسے اچھی طرح پہچانتے ہیں بے حد نیک اور غیرت مند لڑکی ہے۔ راجکماری نے تلوار بے نیام کرتے ہوئے بھاگنے والے سپاہیوں کو للکارتے ہوئے کہا!

بزدل بھیڑیے اب کہاں بھاگ سکتے ہو.....بھگوان کے غضب نے تم پر جیون کے سب دروازے بند کر دیے ہیں.....یہ کہہ کر راجکماری نے ایک سپاہی پر تلوار سے حملہ کر دیا.....اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا.....سانپ لپک لپک کر سپاہیوں کو ڈس رہے تھے برآمدے میں سپاہیوں کے تڑپتے ہوئے لاشے بکھرے ہوئے تھے.....دروازے کی طرف سے سپیروں نے اپنے سانپ چھوڑ دیے.....نرملا جلتی ہوئی آنکھوں سے موت کی گرم بازاری کا تماشہ دیکھ رہی تھی....."

اشوک نے آگے بڑھ کر راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

راجکماری جی آپ اپنی تلوار کی دھار کو ان گندے لوگوں کے خون سے آلودہ نہ کریں ہمارا خیال ہے ان کے لئے یہ سانپ ہی کافی ہیں۔"

راجکماری نے چونک کر اشوک کی طرف دیکھا! اجنبی تم کون ہو؟

"ہم یاتری ہیں" "اشوک نے جواب دیا"

راجکماری نے کہا! ہم نے تجھے کبھی نہیں دیکھا!

اشوک نے کہا! ہم صبح صبح یہاں پہنچے ہیں

بوڑھے یاتری نے آگے بڑھ کر راجکماری کو نمسکار کرتے ہوئے کہا! بیٹی جی!

راجکماری نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''بابا ہم نے تمہیں کہیں دیکھا ہے''

بوڑھے نے گردن جھکا کر کہا! راجکماری ہم غریبوں کو کہاں دیکھ سکتی ہیں' ہم تو یاتری ہیں......''

نرملا آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھی اس کی آنکھوں کا غیض وغضب اور بدن کا تناؤ ختم ہوتا جا رہا تھا......وردھن کے سارے سپاہی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو چکے تھے......مندر کے پجاری اور دیوداسیاں سہمے سہمے نرملا دیوی کے پیچھے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے......اشوک اور بوڑھے کے باقی ماندہ ساتھی بھی پہنچ چکے تھے...... ہر کوئی ناگوں کی اس جنگ کو دیکھ کر لرزہ براندام تھا......اپنی جنگ سے فارغ ہو کر سارے ناگ نرملا کے گرد چکر کاٹ رہے تھے۔ وہ ابھی تک پھنکار رہے تھے۔

راجکماری نے نرملا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! نرملا دیوی وہ بڑا شیطان کہاں ہے؟

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا چنتا نہ کرو اسے ہم نے سب سے پہلے ٹھکانے لگا دیا تھا۔''

نرملا نے سپیروں اور پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان درندوں کی لاشیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دو۔''

سپیرے اور پجاری لاشوں کو اٹھانے لگے تو نرملا نے چلاتے ہوئے کہا! بے وقوفو یہ کیا کر رہے ہو......کاشی تم بھی پاگل ہو......ان کے جسم زہر سے بھرے ہوئے ہیں......جو بھی ہاتھ لگائے گا مر جائے گا انہیں رسیوں سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ

پھر اس نے دیوداسیوں کو کہا! تم فرش دھو ڈالو!......

کاشی تم ادھر آؤ ایک باولا کتا ہمارے کمرے میں پڑا ہے اسے شایان شان طریقے سے باہر لے آؤ کیونکہ وہ ان کتوں کا سردار بھی ہے......اور ہمارا عاشق بھی ہے......وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی...... نئے آنے والے یاتری حیرت واستعجاب سے حوصلوں کی ناقابل شکست اس چٹان کی طرف دیکھ رہے تھے......کاشی وردھن کی ایک ٹانگ میں رسی باندھ کر گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔''......وردھن کا سارا جسم نیلا پڑ چکا تھا......دن ڈھلنے تک یہ سارا کھیل ختم ہو گیا......یاتریوں کو کھانا کھلایا گیا......نرملا کو نجانے کیوں بوڑھا یاتری اور اشوک اچھے لگ رہے تھے۔''

اس نے ایک دیوداسی سے کہا! دیکھو اگر اشوک اور بوڑھا یاتری آرام نہیں کر رہے تو ان کو ہمارے کمرے میں لے آؤ......تھوڑی دیر بعد بوڑھا یاتری اور اشوک نرملا کے کمرے میں پہنچ گئے۔''

نرملا نے انہیں اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا! نجانے تم لوگ کیوں ہمیں اپنے اپنے سے لگتے ہو شاید اس لیے کہ تم نے ہمیں بہن کہا تھا......''

اشوک نے کہا! نرملا......ہم نے تمہیں بہن کہا ہے اور دل سے کہا ہے......اور تم دیکھو گی کہ ہم قدم قدم پر تمہارا مان بڑھائیں گے

شکریہ بھیا......ہم جنم جنم سے ایک بھائی کی محبت کو ترس رہے تھے بھگوان نے ہماری یہ پیاس بھی بجھا دی ہے ہم بڑے خوش نصیب ہیں۔'' آیئے تمہیں راجکماری چندرکانت سے ملواتے ہیں......بیچاری بڑی دکھی ہے۔ اس کے پتا مہاراج نے خودکشی کر لی ہے اس کے چچازاد کرشن کمار نے

راج سنگھاسن پر قبضہ کرلیا ہے اب اس کی عیاش اور بے رحم ماتا اس بے دوش کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اگر اس کی خوش قسمتی سے شیو دیوتا نہ آئے ہوتے اور وہ اس کا آسرا نہ بنے ہوتے تو وہ ظالم کب کے اس غریب کو شیو دیوتا کے مندر کے پجاریوں سے بے آبرو کروا کر موت کے گھاٹ اتار چکے ہوتے۔''

''شیو دیوتا'' بوڑھے نے پوچھا! شیو دیوتا آئے ہوئے ہیں؟

جی بابا جی! نرملا نے کہا! وہ آکاش کے نیلے ساگروں سے آئے ہوئے ہیں'' ''آج چاند کی کونسی تاریخ ہے؟

بوڑھے نے جواب دیا! ''آج پورن ماشی کی رات ہوگی۔''

نرملا نے خوشی سے گلنار ہوتے ہوئے کہا! پورن ماشی کی رات ہے...... تو پھر آج وہ آنے والے ہیں شاید اسی لئے آج ہر طرف رنگ ہی رنگ دکھائی دے رہے ہیں...... دیوتا آئیں گے...... تم دیوتا کو دیکھو گے تو اس کے حسن کے دیوانے ہو جاؤ گے......

شیو دیوتا کے نام پر نرملا کا انگ انگ جھوم رہا تھا اس کے چہرے پر ارمانوں کے گلاب اڑنے لگے اس کی مدھ بھری کجلائی ہوئی آنکھوں میں پریت کی روشنیاں جھلملانے لگیں......''

اشوک نے کہا! نرملا بہن تم راجکماری کے بارے میں کچھ کہہ رہی تھیں...... ہمارا خیال ہے وہ بہت دکھی ہے اس کی دلجوئی کی خاطر ہم سب کو اس کے پاس جانا چاہیے۔

نرملا نے اٹھتے ہوئے کہا! پھر چلتے ہیں...... نرملا کے پیچھے اشوک اور بوڑھا یاتری راجکماری کے کمرے میں داخل ہوئے......''

راجکماری نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا! نرملا تم نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے...... ہم جیون بھر اس احسان کو نہ بھلا سکیں گے۔

نرملا نے راجکماری کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا! راجکماری ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا...... ہم نے تو اپنے دیوتا سے کیا ہوا وعدہ نبھایا ہے...... ہماری پریت انوکھی ہے۔ دیوتا کہیں تو ہم سارے سنسار سے ٹکرا جائیں یہ پچاس ساٹھ لوگوں کی تو بات ہی معمولی تھی......

راجکماری نے فکرمند ہوتے ہوئے کہا! سمیتا اور کرشن ان لوگوں کی ہلاکت پر خاموش نہیں رہیں گے۔

راجکماری کو فکرمند ہوتے ہوئے دیکھ کر نرملا نے کہا!

دیکھو چندر کانت اگر تم نے آئندہ فکرمندی اور پریشانی کا مظاہرہ کیا تو ہم تم سے بولنا چھوڑ دیں گے...... یہ جیون کوئی اتنا لمبا بھی نہیں ہوتا...... گھڑی دو گھڑی کا میلہ ہے اسے ہمت اور حوصلے سے گزارو گی تو لوگ تمہارے سامنے جھکیں گے اور اگر تم نے جیون کو خوف اور دہشت سے گزارا تو موت سے بہت پہلے یا خود مر جاؤ گی یا کوئی بھیڑیا تمہیں چیر پھاڑ کر مار ڈالے گا...... جب تک زندہ ہو بے خوف ہو کر زندہ رہو...... چند کتے مر گئے تو کیا ہوا...... کوئی آکاش ہم پر نہیں ٹوٹ پڑے گا......''

راجکماری نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

نرملا ہم اس سے پہلے اس طرح کمزور نہیں تھے۔ پتا جی مہاراج کی موت نے ہمیں خوفزدہ کردیا ہے۔'' ...... نرملا ہم اس پورے سنسار میں تنہا رہ گئی ہیں...... بے بسی بے کسی اور تنہائی کے روگ نے ہمیں اندر سے بالکل کھوکھلا کردیا ہے...... ہم ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں...... پھر ہم دن رات اس بے وطن قیدی کی وجہ سے اپنے آپ کو ملامت کرتے رہتے ہیں جو محض ہمارے لیے ایک دردناک عذاب سے دوچار ہے اس کا کیا بنے گا ہمارا دھیان اس نزدوش کی مصیبتوں کی طرف جاتا ہے تو ہم ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں......''

اشوک نے کہا!

راجکماری ہم آپ کے لیے اس وقت تو بالکل اجنبی ہیں مگر امید ہے کل تک ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہیں رہیں گے...... لگتا ہے آگے چل کر ہماری راہیں ایک ہونے والی ہیں کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ وہ کون ہے جو صرف تمہاری وجہ سے ہلاکت کے دہانے پر کھڑا ہے...... ہوسکتا ہے ہم اس کے لیے کچھ کرسکیں۔''

راجکماری نے کہا!

اجنبی ہم تمہیں اپنے دکھوں میں شریک کر کے دکھی نہیں کریں گے۔ تمہارا شکریہ!

بوڑھے یاتری نے کہا!

نرملا بیٹی کی زبانی ہم نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا ہے وہ ایک دردبھری کہانی ہے مگر بیٹی مایوس نہیں ہونا چاہیے...... دنیا آس تراس کے دورنگوں میں بٹتی ہے...... ہم تمہارے لیے شبھ سماچار لائے ہیں...... ہم بنگال سے آئے ہیں حاکم بنگالہ کی فوجیں مہاراجہ کرشن کمار کو شکست پر شکست دیتی ہوئی چلی آرہی ہیں ہم نے سنا ہے کہ حاکم بنگالہ آسام تک مہاراجہ کا تعاقب کریں گے۔''

راجکماری نے چونک کر پوچھا!

بابا یہ خبریں سچی ہیں یا......

اشوک نے راجکماری کی بات کاٹتے ہوئے کہا!

ان خبروں کی سچائی کو تم چند روز تک اپنی آنکھوں سے دیکھو گی...... ہم نے تو یہاں تک سنا ہے کہ مسلمان حاکم نے تمہیں ان غموں سے نجات دلانے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔

راجکماری نے خوشی سے روتے ہوئے کہا!

تم ہمارا اس طرح کے افسانوں سے دل نہ بہلاؤ...... بھلا مسلمان حاکم کو ہماری کیا پڑی ہے اور پھر تم تو یاتری لوگ ہو تمہیں اتنی ڈھیر ساری معلومات کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔''

بوڑھے نے کہا!

بیٹی تم ہمیں جھوٹا نہ کہو...... ہم جھوٹے نہیں ہیں...... دوران سفر ہم کچھ عرصے تک مسلمان حاکم کے ساتھ رہے ہیں۔''

راجکماری نے کہا!

تم ان کی قید میں رہے ہو؟"

قید میں نہیں بوڑھے نے کہا!

انہوں نے آسامی لیڈروں کے حملوں کے خطرے کے پیش نظر ہمیں اپنی قیام گاہ میں روک رکھا تھا...... جب آسامی مہاراجہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور اس کا ایک سردار بکرم مارا گیا تو حاکم نے ہمیں سفر جاری رکھنے کی اجازت بھی دے دی اور ساتھ دو جہاز عنائیت کرتے ہوئے سمندری راستے کے سفر کا حکم دیا......"

راجکماری نے کہا

"تم بکرم کو جانتے ہو"

بوڑھے نے کہا!

ہم جانتے تو نہیں مگر سنا تھا جنگ میں مہاراجہ کرشن کا دست راست بکرم ہلاک ہوگیا ہے وہیں پر ہم نے حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ہم اس غاصب اور ظالم مہاراجہ کا موت کی وادی تک تعاقب جاری رکھیں گے...... چندرکانت ہماری بیٹی ہے......ہم ان کو درندوں کے سامنے تنہا نہیں چھوڑیں گے...... وہاں ہاشم نامی کسی مسلمان سرداد کے بیٹے کا ذکر بھی ہو رہا تھا جو اس وقت آسامیوں کی قید میں ہے......کیا اب بھی ہم مشکوک ہیں......نہیں راجکماری نے تقریباً چیختے ہوئے کہا!

تم سچ بول رہے ہو...... ہم اپنے نجات دہندہ کے لئے دست دعا دراز کیے ہوئے ہیں...... اب ہمیں یقین آ گیا ہے کہ ظالموں کا روز حساب شروع ہونے والا ہے۔"

یقیناً بوڑھے یاتری نے کہا!

ہم نے اس مسلمان حکمران کو ہمیشہ سچ بولتے اور سچ کا ساتھ دیتے ہوئے پایا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے اسے پورا کر دکھاتا ہے۔ بیٹی اس وقت پورے سنسار میں علی قلی خان سے زیادہ تمہارا کوئی ہمدرد نہیں......اب راجکماری کے چہرے پر طمانیت کے پھول کھلے ہوئے تھے......راجکماری نے کہا!

باباجی ناراض نہیں ہونا...... حاکم بنگالہ تو سچ بولنے والے انسان ہیں مگر تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔

کیا مطلب؟ بوڑھے نے کہا!

ہم تمہارا مطلب نہیں سمجھے بیٹی!

راجکماری نے بوڑھے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے۔

باباجی! ہماری نظریں دھوکہ نہیں کھا رہی ہیں ہم نے تمہیں کہیں قریب سے دیکھا ہے......اور شاید کئی بار دیکھا ہے...... ہمارا خیال ہے ہم نے تمہیں بھدریک میں دیکھا ہے......تم بھدریک کے کھیا تو نہیں......"

نہیں! بوڑھے نے کہا!

کوئی ہم سا ہوگا!

راجکماری خاموش ہوگئی تو اشوک نے کہا!

ہم ہندو ہیں...... ہم نے ہندو گھرانوں میں جنم لیا ہے...... ہندوؤں کے سماجی معاشرتی اور اخلاقی رویوں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ آج جو کچھ ہمارے معاشرے میں ہمارے اپنے گھروں میں اور ہمارے مندوروں میں ہو رہا ہے...... اس سے ہمارے سر ندامت سے جھکے جاتے ہیں ہر طرف اندھیری اندھیر ہے کہیں ''امن'' نہیں ہے۔ انیائے کی گھور گھٹاؤں نے ہمارے جیون کی فضاؤں کو اپنے شکنجوں میں جکڑ رکھا ہے...... ہم میں سے بیشتر یاتری مسلمان حکمران علی قلی خان کی پرجا میں ہیں ہم نے مسلمانوں کو بہت قریب سے دیکھا ان کی معاشرتی اور اخلاقی قدروں کا مطالعہ کیا ہے اپنے بہترین چال چلن کی بدولت اس وقت مسلمان قوم ہر کسی کو متاثر کر رہی ہے اور دیکھنا وہ دن دور نہیں جب پورا بھارت ان کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگے گا۔ نرملا خاموش بیٹھی تھی اس کی نگاہوں میں سوچوں کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔

اشوک نے کہا!

نرملا بہن تم کیا سوچ رہی ہو؟

نرملا نے چونک کر کہا!

نہیں بھائی...... ہم کچھ دیکھ رہے ہیں...... ہمارے کانوں میں سنسار کے بہترین شاہسواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی نغمگی گونج رہی ہے۔'' لگتا ہے ہم ایک عرصے سے انہی لوگوں کے خواب دیکھ رہے ہیں جن کا تم لوگ تذکرہ کر رہے ہو'' ...... بوڑھے یاتری اور اشوک کچھ دیر تک راجکماری کے پاس بیٹھ کر چلے گئے۔ تو راجکماری نے رونا شروع کر دیا!

نرملا نے پوچھا!

کیوں کیا ہوا رونے کا کون سا موقع ہاتھ آ گیا۔''

راجکماری نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا!

ہم رو تو نہیں رہے...... یہ تو خوشی کی انتہا ہے...... اور تمہیں معلوم ہے جب کوئی خوشی کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو اسے بے اختیار رونا آ جاتا ہے...... ہم ہر طرف سے مایوس ہو چکے تھے...... جہاں جہاں تک ہماری نگاہیں کام کرتی تھیں ہمیں کہیں بھی روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی...... ہمیں کیا خبر کہ بھگوان ہمارے لیے ناقابل شکست لوگوں کا لشکر روانہ کر رہا ہے۔'' ...... اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے دشمن جو انسانیت کے دشمن بھی ہیں اپنے بدترین انجام سے نہیں بچ سکیں گے...... ہم نے سنا ہے حاکم بنگالہ ظلم کے خلاف ہر وقت اور ہر کہیں بنرد آزما رہتا ہے...... ہم بھی اس دھرتی پر عدل وانصاف کے چمکتے ہوئے سورج کو دیکھیں گے...... ہمیں بھی اندھیروں سے نجات مل جائے گی۔''

نرملا نے اٹھتے ہوئے کہا!

آثار تو بہاروں کے دکھائی دے رہے ہیں...... نرملا باہر نکل گئی وہ ایک بار پھر ناگوں کے درمیان تھی...... وہ ناگوں کو لے کر مندر سے باہر نکل کر اپنی کٹیاں کی طرف چل پڑی...... سورج ڈھلتا ڈھلتا بہت نیچے کی طرف جھک چکا تھا۔ اس نے ناگوں کو اپنی کٹیا کے پاس چھوڑا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی مندر کی طرف بڑھنے لگی۔

مندر پہنچ کر اس نے دیوداسیوں اور پجاریوں کو اکٹھا کر کے کہا!

آج پورن ماشی کی رات ہے آج شیو دیوتا آنے والے ہیں...... مندر میں چراغاں کرو...... پھول جمع کرو...... خوشیوں کے گیت گاؤ...... دیوتاؤں کے من پسند رقص کی تیاریاں کرو...... پھر ہر طرف رنگوں اور روشنیوں کے میلے لگ گئے۔ جب سورج ڈوب گیا...... آسمان پر ستاروں کا ملکوتی کارواں نمودار ہو گیا منزل فلک پر روشنیوں کی چادر تن گئی تو نرملا مشعل بردار جلوس کے ساتھ کھاڑی کے کنارے پر جا کھڑی ہوئی...... کھاڑی کے ٹھہرے ہوئے پانی پر قندیلوں اور ستاروں کی ٹمٹماتیں عجیب طلسماتی سماں پیدا کر رہی تھیں...... جھاڑیوں کی شاخوں پر کول شب تاب اپنی معصوم تجلیاں بکھیرے پھرتے تھے...... نرملا آج دیکھنے کے قابل تھی اس نے سرمئی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اندھیرے میں اس کا چہرہ چاند کی مانند دمکتا ہوا لگتا تھا اس کا ریشمی آنچل ہوا کے دوش سے اڑ رہا تھا...... اس کی بے چین آنکھیں کھاڑی کے دوسرے کنارے پر جمی ہوئی تھیں...... جب رات اندھیری ہو گئی...... مشرق سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہونے لگا تو کھاڑی کی دوسری جانب سے قندیل کی روشنی نمودار ہوئی نرملا کے دل کی دھڑکنیں جلترنگ کی طرح بجنے لگیں...... اس کی آنکھوں میں آس کے چراغ جل اٹھے...... ایک کشتی تیزی سے ادھر آ رہی تھی...... ہوا کے جھونکے خراماں خراماں چلنے لگے تھے...... وہ شیو دیوتا تھا وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھا تھا...... اس کے داہیں ہاتھ میں ایک لمبا سا نیزہ تھا...... بائیں کندھے پر کمان اور پشت پر تیروں سے بھرا ہوا ترکش...... لٹک رہا تھا ایک مانجھی نے چپوار سنبھالا ہوا تھا...... دوسرا مانجھی ہاتھ میں جلتی ہوئی قندیل لئے کھڑا تھا...... آہستہ آہستہ کشتی کنارے کے ساتھ آ لگی...... شیو دیوتا نے جونہی کنارے پر قدم رکھا نرملا نے آگے جھک کر اس کے قدموں پر پھول نچھاور کئے سر رکھ کر رو پڑی...... شیو دیوتا نے نیچے جھک کر نرملا کو اوپر اٹھایا......"

اور اس کے پھول جیسے کومل چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا!

نرملا ہم تمہارے بغیر بہت اداس رہے ہیں۔"

نرملا نے اپنے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا!

یہ تو دیوتا کی کرپا ہے ورنہ ہم اس کے قابل کہاں کہ دیوتا ہمیں یاد رکھیں۔"

شیو دیوتا نے نرملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا!

نرملا تمہاری محبت ہماری رگ رگ میں اس طرح سما گئی ہے جس طرح شبنم شاخ گل میں سما جاتی ہے...... نرملا اور شیو دیوتا نے ایک ساتھ قدم بڑھائے...... ان کے قدم اٹھے تو شہنائیوں کی دلفریب نغمگی بکھرنے لگی...... ڈھول تاشے بجنے لگے کھاڑی کے کنارے سے مندر کے دروازے تک لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا ناچنے والی گلبدن لڑکیاں ایک وفد کی شکل میں رقص کرتی جاتی تھیں...... لوگوں کی جھولیوں میں پھولوں کی پتیاں

تھیں...... وہ مٹھیاں بھر بھر کر شیو دیوتا اور نرملا پر پھینک رہے تھے۔ شیو دیوتا اور نرملا مسکرا مسکرا کر سب کی خوشیوں کو قبول کر رہے تھے۔

نرملا نے آہستہ سے کہا!

"پل بھر کے لئے چاند کی طرف دیکھو"

شیو دیوتا نے سر اٹھا کر چاند کی طرف مسکرا کر دیکھا!

نرملا نے اونچی آواز میں کہا!

لوگو! تم ہی بتاؤ...... پورن ماشی کا پورا چاند سندر ہے یا ہمارا دیوتا...... لوگوں نے شیو دیوتا کے نعرے لگانے شروع کر دیئے...... نرملا میں پھر سے جنون پیدا ہو گیا تھا اس کے اندر کا سوزِ عشق طوفان بن کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔"

اس نے مندر کے دروازے کے اونچے چبوترے پر پہنچتے ہوئے ایک بار پھر شیو دیوتا کے قدم چومتے ہوئے اس کے سامنے دوزانو بیٹھ کر کہا!

جی چاہتا ہے اس طرح تمہارے سامنے فکر و نظر کی مجذوبیت میں ڈوبے ڈوبے جیون بیتا دوں...... راجکماری چندر کانت...... اشوک اور دوسرے ہزاروں یاتریوں کا مجمع لگا ہوا تھا...... نرملا کی بے تابیاں شیو دیوتا کو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھیں...... وہ ہاتھ جوڑے دوزانو بیٹھی تھی اس کے خوبصورت پتلے پتلے پھول کی طرح نرم و نازک پنکھڑیوں جیسے گلابی گلابی ہونٹوں پر طلسماتی تبسم بکھرا ہوا تھا۔"

شیو دیوتا نے اسے اٹھا کر اپنے سینے کے قریب کرتے ہوئے کہا!

نرملا تم بہت خوبصورت ہو...... تمہارا من پھولوں کی خوشبو کی طرح پاکیزہ ہے...... تمہاری آتما نیلے آکاش کی طرح شفاف ہے تمہارے رنگ و جمال کی تعریف ممکن نہیں آنکھوں کو وہ زبان نہیں ملتی جو نظاروں کو لفظوں میں ڈھال سکے اور زبان کو وہ آنکھیں نہیں ملتیں۔ جو تمہارے حسن کو ملکوتی پاکیزگی کی تصویر بنا سکیں...... نرملا شیو دیوتا کے بازوؤں پر جھول رہی تھی"...... جنونِ عشق کے جذبے کو راجکماری نے توڑا...... اس نے شیو دیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے نمسکار کہا تو شیو دیوتا نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا راجکماری ہاتھ جوڑے کھڑی تھی اس کے پیچھے پونم اور ظنی سر جھکائے کھڑی تھیں...... مشعلوں اور قندیلوں کی روشنی میں شیو دیوتا نے اپنے گرد و پیش غور سے دیکھا اس کی نظریں پھٹی پھٹی اس کی طرف کب کا دیکھ رہی تھیں...... اشوک کے ساتھ کھڑے ہوئے بوڑھے یاتری کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی تھی۔

شیو دیوتا نے اشوک کو مخاطب کر کے پوچھا!

لگتا ہے تم یاتری ہو اور بھارت دیس کے کسی دور دراز علاقے سے آئے ہو۔ بوڑھے یاتری اور اشوک نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکائے...... شیو دیوتا نے ان دونوں کے قریب ہو کر اشوک کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

لگتا ہے تم بادشاہ علی قلی خان کے پاس رہے ہو اور تمہارا نام...... اشوک ہے۔"

اشوک نے شیو دیوتا کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا!

دیوتا مہاراج ودوان ہیں...... ہمارا نام اشوک ہی ہے اور ہم بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کے پاس رہے ہیں۔"

شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!

یاترا...... شدھ اور پوتر ور تا ورن ہے...... امید ہے مندر کے اس بدلے بدلے سے سماجک ماحول سے تمہاری بھاؤناؤں کو شانتی اور سپھلتا پراپت ہوگی...... ہمارا آشیرواد قدم قدم تمہارے سبھی سنکشٹ دور کریگا...... ہم تمہارے من کی گہرائیوں میں جھانک رہے ہیں...... تمہارا امن شانتی کا ساگر لگتا ہے...... ایک مامن دیوتا کے کھوروشن نے تمہاری اچھاؤں کو پوتر تا کے رنگوں کی دھنک بنا دیا ہے...... آسام کی دکھی پر جا کو تمہاری شبھ سہاتیا کی قدم قدم پر ضرورت ہے...... شیو دیوتا کو ایک مخصوص کمرے میں پہنچا دیا گیا...... لوگ خوشیاں منا رہے تھے باہر ہر طرف گیت ہی گیت بکھرے ہوئے تھے...... راجکماری نرملا کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔"

تو شیو دیوتا نے آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا!

راجکماری سب سے پہلے ہم تمہیں شاخ بے وطن کا پیغام دیتے ہیں۔"

راجکماری نے شیو دیوتا کی طرف دیکھا پھر اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔"

وہ ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں ہولے سے بولی!

شاخ بے وطن ہوائے حوادث کے مظالم سے مرجھائی تو نہیں۔

شیو دیوتا نے کہا!

نرملا یہاں کچھ لٹیرے قزاق اور خونخوار بھیڑیئے آئے تھے وہ کہاں ہیں۔ کسی نے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی...... راجکماری کو اپنے سامنے پا کر ہم بہت خوش ہوئے ہیں...... مہارانی کے پالتو کتے کہاں ہیں۔"

کیا دیوتا کو ان کی خبر ہے؟ نرملا نے پوچھا

تو شیو دیوتا نے کہا!

ہم تمہارے دکھوں سے الگ کس طرح رہ سکتے ہیں...... لگتا ہے خونخوار درندے یہاں نہیں ہیں!

نرملا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا!

ان کو ساگر کی مچھلیاں کھا چکی ہوں گی وہ راجکماری اور ہمیں اٹھانے آئے تھے۔"

شیو دیوتا نے غصے سے کہا!

حکمران کو کس نے اطلاع دی کہ راجکماری اس مندر میں ہے

نرملا نے کہا!

یہ سب اس لالچی کتے نے بتایا ہے۔ جو تمہارے مندر کا مہا دیوتا بنا ہوا ہے۔"

ہمارے منع کرنے کے باوجود اس نے یہ کاروائی کی۔ شیو دیوتا کی آنکھوں میں شعلے برس رہے تھے۔ اس کمینے کو ہمارے غیض و غضب کا خیال بھی نہیں آیا ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے۔"

نرملا نے کہا!

یہ تو ظلمی کی مہربانی ہے جس نے رات کے خوفناک اندھیروں کو چیر کر ہمیں باخبر کیا اگر وہ اچانک آ جاتے تو شاید اس وقت صورت حال مختلف ہوتی۔ ظلمی نے بتایا کہ مہارانی نے مہادیو کا پیٹ سونے چاندی سے بھر دیا ہے۔ وردھن نے مہادیو کے سامنے ہیرے جواہرات اور سونے کا ڈھیر لگا دیا...... پھر مہادیو نے اسے راجکماری کے بارے میں سب کچھ بتا دیا

ظلمی کہاں ہے؟

شیودیوتا نے پوچھا!

نرملا نے اٹھتے ہوئے کہا!

ابھی بلاتی ہوں۔"

چند لمحوں بعد ظلمی شیودیوتا کے قدموں پر جھکی ہوئی تھی۔

شیودیوتا نے اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!

ظلمی ہم تمہارے شکر گزار ہیں تم نے اس چمن کو اجڑنے سے بچایا۔ تم دیکھو گی مہادیو اور اس کے بدمعاش ساتھیوں کا کیا حشر ہوتا ہے ہم ایک ایک سے اس پاپ کا حساب لیں گے۔"

ظلمی نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا!

دیوتا جی! انیائے کی حد ہو گئی ہے

شیودیوتا نے کہا!

فکر نہیں کرو بھگوان کے گھر تھوڑی دیر ہے مگر اندھیر نہیں!

شیودیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا!

ہم یاتریوں کو درشن دینے جا رہے ہیں۔" پاروتی راجکماری تم پریشان تو نہیں ہوتا!

نہیں! راجکماری نے کہا!

اب ہم بالکل پریشان نہیں ہیں۔"

تراس کے اندھیرے ہم سے بہت دور جا چکے ہیں...... اب ہم آس کی رنگ سامانیوں سے بھرپور بہاروں کی دنیا میں پہنچ چکے ہیں۔"

"بہت خوب" شیودیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا!

ہم یہی چاہتے تھے کہ تم اپنے اندر کے خوف کو کچل کر زندگی کو زندہ نظروں سے دیکھ کر بسر کرو۔"

نرملا نے کہا!

دیوتا سے کوئی بات چھپانا ٹھیک نہیں!

شیودیوتا نے چونک کر نرملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

راجکماری ہماری پاروتی بھی ہے وہ ہم سے کون سی بات چھپا رہی ہے۔"

راجکماری نے سر جھکا لیا تو نرملا نے کہا!

نئے یاتریوں نے بتایا ہے کہ حاکم بنگالہ راجکماری کو بیٹی کہہ چکے ہیں اور سوگند کھائے ہوئے ہیں کہ وہ راجکماری کے دشمنوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

شیو دیوتا نے کمرے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

آکاش پر بھگوان نے بھی یہی فیصلہ کر رکھا ہے...... ہماری آنکھیں ان مہیب اندھیروں میں روشنیوں کو جنم لیتے دیکھ رہی ہیں...... ہم سمجھتے ہیں بنگال کا حاکم سچ بولنے والا بڑا غیرت مند انسان ہے۔ ہم سب دیوتاؤں نے آسام کی حکمرانی اس کو سونپ دی ہے۔ راجکماری تم بہت خوش نصیب ہو۔ تمہارے سر پر دیوتاؤں کے علاوہ ایک ایسے بہادر اور غیور حکمران کا سایہ بھی ہے جس نے تجھے بیٹی کہا ہے اور شاید تم نہیں جانتی غیرت کے معاملے میں وہ لوگ بڑے سنگ دل ہیں وہ تمہاری خاطر ان پہاڑوں کی سنگلاخ چٹانوں کو ریت کے ذروں میں تبدیل کر دیں گے...... اور پھر...... ہم بھی تو...... ان کے ساتھ ہیں...... نرملا راجکماری پونم اور تلشی سب نے بیک وقت چونک کر اس کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں انجانی اور ان دیکھی چمک پیدا ہو گئی تھی...... اس کی پیشانی کی رگیں پھڑ پھڑا رہی تھیں۔ نرملا نے پہلے ہی راجکماری کو کہہ دیا تھا کہ ہم اس شاہسوار کے گھوڑے کی ٹاپوں کے جلترنگ کی نغمگی اپنے دل کے آس پاس محسوس کر رہے ہیں...... ہم ان شاہسواروں کے انتظار میں چشم براہ ہیں جن کے قدموں کی دھول ستاروں کی طرح جگمائے گی۔

نرملا! شیو دیوتا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا!

سوز عشق نے تمہیں ہمارے دل کی دھڑکنوں کا نغمہ بنا دیا ہے...... لگتا ہے ہم تمہارے دل کی آشاؤں اور امنگوں کے مطابق سوچتے ہیں...... ہم وہی سوچتے ہیں جو تمہارے دل میں ہوتا ہے...... ہم وہی کام کرتے ہیں جو تم چاہتی ہو...... وہ بول رہا تھا اور نرملا ہنس کر اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ بولی! تم ہمارے دیوتا ہو ہمارے بھگوان...... ہمارا ایمان ہو...... سب کچھ تم ہی ہو...... ہمارا یہاں کچھ بھی نہیں...... نام نہ نشان

شیو دیوتا نے کہا! ہم یاتریوں کے پاس جا رہے ہیں نرملا ہمارے واپس آنے تک یہیں ٹھہرو...... گھبرانا نہیں ہم جلدی لوٹ آئیں گے پھر باہر نکل کر پورن کاشی کے چاند کی مدھم چاندنی میں ایک دوسرے سے بہت ساری باتیں کریں گے!

نرملا نے جھک کر اس کے چرنوں کو چھوا تو اس نے کہا! نرملا تم بار بار ایسا کیوں کرتی ہو!

جی نہیں بھرتا...... ہم تو چاہتے ہیں کہ ہم جیون بھر ان قدموں پر جھکے رہیں...... شیو دیوتا کمرے سے باہر نکل گیا...... مندر کے مہمان خانے کے دروازے پر اشوک اور بوڑھا یاتری کھڑے تھے......



یہ کھنڈے راؤ کا وعدہ ہے مہاراجہ نے آگے بڑھ کر کھنڈے راؤ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے اعتماد اور وثوق سے کہا!

کھنڈے ہمیں تم پر ناز ہے تم آسام کی آبرو ہو ہمیں یقین ہے وقت پر تم ماضی کی طرح آسام کے لئے ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دو گے!

کھنڈے نے جھکتے ہوئے کہا!

آسام کے کروڑوں لوگوں کے اعتماد پر پورا اترنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

مہاراجہ نے کہا!

ہم چاہتے ہیں ہاتھیوں کے ذریعے تم حاکم بنگالہ کو روندتے ہوئے سلطنت بنگالہ کے اس سرے سے اس سرے تک چلے جاؤ..... ہم گستاخ بدمزاج اور بدبخت کا نام ونشان اس دھرتی سے مٹا دینا چاہتے ہیں!

مہاماتر نے اپنے سر کی لمبی بودی کو اپنے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی پر لپیٹتے ہوئے کہا!

مہاراج کا یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے..... ہم دیوتا مہاراج کو خوش کریں گے۔"

مہاراجہ نے کہا!

مہاماتر جی! ہم نے وعدہ کیا ہے کہ ہم ہر قیمت پر دیوی کو برآمد کر کے جگن ناتھ دیوتا کے چرنوں میں جھکائیں گے۔"..... مہاماتر کی گندی ناپاک آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہوگئی۔!

اس نے کہا!

نرملا دیوی نے نا صرف جگن ناتھ دیوتا کے ارمانوں کا خون بہایا ہے بلکہ اس بدچلن نے اسلام قبول کر کے پوری ہندو جاتی کا مذاق اڑایا ہے..... دیوتا اسے عبرتناک سزا دینا چاہتے ہیں جس وقت اس کا گندہ غلیظ اور ناپاک خون اس دھرتی پر گرے گا تو دیوتا خوش ہو کر مہاراج کو ہر میدان میں کامیابی عطا کریں گے۔"

مہاراجہ کرشن نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا!

مہاماتر جی ہم نے سب کچھ سوچ لیا ہے اب تم کوئی فکر نہ کرو ہم بہت جلد اس ذلیل دیوی کو مسلمانوں سے چھین لیں گے انہوں نے اسے اپنی غیرت کا سوال بنا رکھا ہے اور ہم ان کی غیرت کے اس سوال کو کلھ کر مٹائیں گے....."

پھر مہاراجہ نے کہا!

اب تم لوگ جا سکتے ہو..... نیلم کمار تم ابھی اسی وقت اسلحہ سازوں کے پاس جاؤ اور انہیں زیادہ سے زیادہ اسلحہ تیار کرنے کا حکم دو..... بکرم تم اور مہاماتر یہیں ٹھہرو تم سے کچھ کہنا ہے۔

مہاراجہ نے اپنے ریشمی بستر پر لیٹے ہوئے کہا!

بکرم ہم نے بوڈو قبائل کی کمک طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے......

مگر مہاراج......بکرم کچھ کہتے کہتے رک گیا!

تو مہاراجہ کرشن نے ایک دیوداسی کو اپنی گود میں لٹا کر اس کے گلابی ہونٹوں سے کھیلتے ہوئے کہا!

ہم تمہاری تشویش کو سمجھتے ہیں ان کی موجودگی ہمارے لئے بہت سارے مسائل کو جنم دے سکتی ہے تم یہی کہنا چاہتے ہونا......مگر بکرم اس کے سوا ہماری الجھن کا کوئی حل نہیں ہے تمہیں معلوم ہے وہ جنگلی چوہوں اور خرگوشوں کی طرح بڑی بڑی عمارتوں میں نقب لگانے اور پھر خونخوار بھیڑیوں اور درندوں کی طرح حملے کرنے کی کتنی مہارت رکھتے ہیں......جس وقت حاکم بنگالہ کی افواج ہماری سینا سے برسرپیکار ہوں گی......اس وقت ہم جنگل اور ندی کی طرف سے بوڈو قبائل کے لشکر کو نادر خان کی بستی پر چڑھا کر پوری بستی کا نام ونشان مٹا دیں گے......"

بکرم خاموش رہا تو مہاراجہ نے کہا!

ہم نے سب کچھ سوچ لیا ہے......ہم بوڑ قبائل کے لوگوں کا مزاج سمجھتے ہیں......ہمارا خیال ہے کہ خوبصورت گوری گوری گلبدن دیویاں ان کی ساری درندگی ختم کر دیں گی اس کے لئے مہاماترجی تمہیں کم از کم دس بارہ ہزار سندر دیویوں کا بندوبست کرنا ہوگا!

مہاماترنے کہا!

فکر نہیں کریں مہاراج ہم اسکا انتظام کر لیں گے جگن ناتھ کی بستی میں اتنی لڑکیاں ہوں گی......

مہاراجہ نے گود میں پڑی ہوئی دیوی کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!

بوڈو قبائلیوں نے ایسے حسین اور سندر چہرے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے......جس وقت ہم انہیں شراب اور شباب کے ان دیکھے جلوے دکھائیں گے تو وہ دل وجان سے ہمارے اطاعت گزار بن جائیں گے......" بکرم تم اسی وقت چند تیز رفتار ہرکارے بار بٹیا روانہ کر دو......بوڈو قبائل کے سردار وشنوجی کو ہماری طرف سے یہ پیغام بھیج دو کہ وہ جلد از جلد دو چار ہزار پر مشتمل قبائلی لشکر روانہ کر دے ہم ان سے پورا تعاون کریں گے......آئندہ بھی ان کی سرپرستی کرتے رہیں گے۔"

بکرم نے سر جھکا لیا اور کہا!

"مہاراج کے حکم کی تعمیل ہوگی"

مہاراجہ کرشن نے شراب کا ایک اور پیالہ حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا!

"اب تم لوگ جا سکتے ہو"

مہاماترنے کہا!

مہاراج! پریم چند داس کی سینا کے سپاہی لڑکیاں نہیں واپس کر رہے......حالانکہ انہیں سمجھایا گیا ہے کہ ان کے بدلے تمہیں ان سے بہتر لڑکیاں دی جائیں گی......مگر وہ مانتے ہی نہیں!

کیا کہتے ہیں؟

مہاراجہ نے نیچے بیٹھی ہوئی دوسری داسی کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اپنی گود میں لٹا کر پوچھا!

تو مہاراجہ ماتر نے کہا!

وہ کہتے ہیں ہمیں یہی پسند ہیں۔

کرشن نے قہقہ لگاتے ہوئے کہا!

مہاماتر جی تمہیں یاد نہیں راجہ پریم چند حاکم بنگالہ کا ایک قلعہ دار ہے اس پر اسلامی رنگ چڑھا ہوا ہے۔ حسینوں اور نازنینوں کی قدردان کا شیوہ نہیں......ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو“

دن ڈھلے مہاراجہ کرشن کمار ہاتھی پر سوار ہو کر مندر کے بڑے دروازے سے باہر نکلا اس کی سواری کے آگے پیچھے دائیں بائیں چاک و چوبند گھوڑ سوار محافظوں کے دستے مہاراجہ کے دبدبے اور طمطراق میں اضافہ کی خاطر گھوڑوں کو بھگاتے اور سامنے آنے والے لوگوں پر کوڑے برساتے۔“

سواری کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے بڑی دھوم دھام سے مہاراجہ جگن ناتھ کی بستی سے گزرتا ہوا اپنے فوجی پڑاؤ میں پہنچا...... یہاں بکرم گھن شام کھنڈے راؤ تیلم کمار اور پریم چند نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا...... آسامی لشکر کا پڑاؤ کوسوں پھیلا ہوا تھا......غروب آفتاب سے پہلے پہلے مہاراجہ نے سارے پڑاؤ کا دورہ کیا......“

پھر مہاراجہ پریم چند کے خیمے کے قریب ہاتھی روکنے کا حکم دیتے ہوئے کہا!

ہم کچھ دیر راجہ جی کے خیمے میں قیام کریں گے۔“

راجہ پریم چند نے کہا!

یہ ہماری عزت افزائی ہوگی......ایک سیڑھی ہاتھی کے ساتھ لگائی گئی......“

جب مہاراجہ اتر رہا تھا تو پریم چند نے کامران حیدر کے کان میں کہا!

خیمے میں موجود ہماری دونوں بہنوں کو دوسرے حصے میں پہنچا دو......مہاراجہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا پریم چند کے خیمے میں داخل ہوا......خیمے کے طول و عرض میں ایک تقدس سا پھیلا ہوا تھا......شراب کی بدبو کی جگہ وجد انگیز خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔

مہاراجہ نے پریم چند کو مخاطب کرتے ہوئے ہنس کر کہا!

یہ کسی مہاراجہ کا خیمہ نہیں لگتا......ایسا معلوم ہوتا ہے یہاں کوئی سادھو فقیر رہتا ہے......راجوں مہاراجوں کے خیمے تو چھلکتی ہوئی شراب کی دلکشی بو اور دلفریب شباب کے ناز و انداز سے آباد ہوتے ہیں......یہاں تو مہیب سناٹا ہے......ایسی خوشبو تو مندروں میں ہوتی ہے......

پھر مہاراجہ نے قہقہ لگاتے ہوئے پریم چند کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا!

ہمارے راجہ پر مسلمانوں کی خشک مزاجی کے اثرات غالب ہیں......کوئی بات نہیں......آئندہ ہم ہر محفل میں تمہیں اپنے ساتھ رکھیں

گے...... چند ہی دنوں میں تم راجوں مہاراجوں جیسی زندگی گزارنے کے آداب سیکھ جاؤ گے...... خیمے میں شام کے سلگتے سائے پھیلنے لگے تھے"

پریم چند نے کہا!

شاید مہاراجہ کے وچار درست ہیں...... انسان کو دوسرے ماحول میں جذب ہوتے ہوئے کچھ وقت تو لگتا ہے۔"

مہاراجہ نے تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

خیمے کی اداسی سے لگتا ہے' تمھیں پرانا ماحول یاد آتا ہے' تم ابھی تک اپنے ماضی کو بھلا نہیں پائے

"نہیں' راجہ پریم چند نے کہا"

یہ نہ کہو مہاراج' پریم چند کشتیاں جلا کر آیا ہے...... ہماری اداسی کی وجہ مسلمانوں کی یاد نہیں...... بلکہ ہم کبھی کبھی اپنی دھرم پتنی کے لئے اداس ہو جاتے ہیں۔اور سوچتے ہیں نجانے حاکم بنگالہ اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا!

اب سمجھے...... ہمارے راجہ کو اپنی پتنی سے بہت پیار تھا۔"

جی! راجہ پریم چند نے سر جھکاتے ہوئے کہا!

مہاراجہ کا قیاس درست ہے' ہمیں اس بے وفا کی یاد ستاتی ہے۔"

کیا وہ بہت خوبصورت تھی؟

مہاراجہ نے کہا!

تو پریم چند نے کہا!

وہ بہت خوبصورت تھی...... اگر وہ بے وفائی نہ کرتی اور ہمارے ساتھ آجاتی تو ہم مہاراجہ کو دکھاتے۔"

مہاراجہ نے کہا!

گھبراؤ نہیں پریم ہم اسے باندھ کر تمہارے سامنے لا کھڑا کریں گے!

راجہ پریم چند نے کہا!

مہاراجہ کو یوں کہنا چاہیے کہ ہم اس کو بے وفائی کی بہت سخت سزا دیں گے۔"

مہاراجہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا!

راجہ جی ہم تم سے بہت خوش ہوئے...... ہم اسے بدترین سزا دیں گے اور تمہاری جمالیاتی حسن کی تسکین کے لئے آج رات ہم تمہارے پاس اس بستی کا سارا شباب بھیجیں گے اور تم خوش ہو جاؤ گے ہم تمھیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں...... تمہاری اداسی نے ہمیں طرح طرح کے وسوسوں میں ڈال دیا ہے...... ہاں یاد آیا...... رات مہامنتری جی کہہ رہا تھا تم لوگوں نے ان کی داسیوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے اس کی کوئی خاص وجہ

ہے......" "نہیں" پریم چند نے ایک بار پھر چونک کر مہاراجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

گستاخی معاف! ہم استعمال شدہ چیزوں کو استعمال کرنے کے عادی نہیں ہیں" ......ہمیں معلوم ہے مندر کی سینکڑوں داسیوں اور بستی کی دوسری لڑکیوں کو کیسے کیسے لوگ استعمال کر رہے ہیں

راجہ تم واقعی صاف گو سادہ لوح ہو......ہم بہت خوش ہوئے ہیں......خیمے میں چراغ جلائے جا رہے تھے......"



مہاراجہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا!

وہ لڑکیاں کہاں ہیں؟ ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں۔"

راجہ پریم چند نے کہا!

وہ اس وقت مندر جاتی ہیں......کچھ دیر بعد آئیں گی۔"

مہاراجہ نے باہر نکلتے ہوئے کہا

ہم جاتے ہیں رات کو جاگتے رہنا ہم رات کے کسی وقت تمہارے پاس عمدہ شراب اور اچھوتا شباب بھیجیں گے......

مہاراجہ خیمے سے نکل کر ہاتھی پر سوار ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا......پریم چند بکرم اور دوسرے فوجی سرداروں کے گھوڑے اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔"

مندر پہنچ کر مہاراجہ نے سب کو رخصت کرتے ہوئے کہا!

بکرم جی آدھی رات کو دس بارہ ہزار سواروں کے ایک لشکر کو شب خون مارنے کے لئے روانہ کر دینا......" تم سمجھ رہے ہو نا......

بکرم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

مہاراجہ کے حکم کی تعمیل ہو گی......صبح سویرے مہاراجہ شبھ سماچار سنیں گے"

مہاراجہ نے سب کو رخصت کرتے ہوئے کہا!

ہم دشمن کو تھکا تھکا کر ماریں گے......ویسے ہمارا دشمن ہے بہت چالاک......ہمارے ہر حربے کو ناکام بناتا جا رہا ہے۔"

بکرم نے ہنستے ہوئے کہا!

فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہمارے ترکش میں ابھی ان گنت زہرناک تیر باقی ہیں......بیچارے مسلمان منوسمرتی کی چالوں کے سامنے کب تک ٹھہریں گے......مہاراجہ ہنستا ہوا اپنے عشرتکدے کی طرف بڑھ گیا!......بکرم اور دوسرے سردار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف بڑھ گئے......

دوسری طرف پندرہ بیس آسامی سپاہی مہاماتر کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے ایک سپاہی چلا چلا کر کہہ رہا تھا' دروازہ کھولو ورنہ ہم دروازہ توڑ دیں گے......"

ایک پجاری نے دروازہ کھول کر باہر جھانکتے ہوئے کہا!

مہاراج تم غلط جگہ پر آ گئے ہو یہ مہاماتر جی کا مکان ہے۔"

مہاراجہ کے محافظ دستے کے ایک سپاہی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا!

ہم غلط جگہ پر نہیں آئے ہیں ایک طرف ہٹ جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔"

پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

بھگوان کے واسطے یہاں سے چلے جاؤ..... مہاماتر جی مہاراجہ سے کہہ کر تم سب کو قتل کروا دیں گے"

سپاہیوں نے قہقے لگاتے ہوئے کہا!

بے وقوف جس کے پاس تمہارے مہاماتر نے شکایت لے کر جانا ہے..... ہم اسی طاقت کے بھیجے ہوئے ہیں....." نہیں پجاری نے چیختے ہوئے دروازہ بند کرنا چاہا تو ایک سپاہی نے تلوار کا بھرپور وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دیے پجاری کی تڑپتی ہوئی لاش کو روندتے ہوئے وہ اندر داخل ہو گئے.....

مہاماتر کی ادھیڑ عمر پتنی نے ان کا راستہ روکتے ہوئے غصے سے کہا!

درندو! تم نہیں جانتے یہ جگن ناتھ دیوتا کے مہاماتر کا گھر ہے..... مہاماتر کے ایک اشارے سے سنسار میں بھونچال آ جاتا ہے۔"

ایک سپاہی نے اسے بالوں سے پکڑ کر فرش پر پٹختے ہوئے کہا!

گستاخ بدزبان....." مہاماتر کی دھرم پتنی چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی..... اس کا سر پھٹ گیا تھا خون کی ایک دھار بڑی تیزی سے مرمر کے سفید فرش پر خون کے نقش و نگار بناتی ہوئی اس کے قدموں کی طرف پھیلتی جا رہی تھی..... اندر سے ایک پری جمال لڑکی دو چار دیوداسیوں کے ساتھ چیختی چلاتی ہوئی نکلی اور" ماتا جی" کہتی ہوئی بے ہوش پڑی ماتا پر گر گئی۔

ایک سپاہی نے حیرت سے کہا!

یار واقعی..... یہ تو غضب کی حسین ہے..... پری ہے..... بجلی ہے کوئی بلا ہے"

مہاراجہ کے ایک محافظ سپاہی نے کہا!

"اے لڑکی چلو" تمہیں مہاراجہ نے یاد کیا ہے"

تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے..... ہم مہاماتر جی کی بیٹی ہیں"

آ سامی سپاہی نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا!

تم جس کسی کی بھی بیٹی ہو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے..... آرام سے ہمارے ساتھ چلو ورنہ ہم دوسرے طریقے سے لے کر بھی جانا جانتے ہیں"

"ہم نہیں جائیں گے"

مہاراجہ کے محافظ نے کہا!

اسے اٹھا کر لے چلو...... نئی نئی جوانی کا نیا خمار نخرے دکھا رہا ہے...... رات کی رات...... کلی سے پھول بن کر سب کچھ جان جائے گی...... ایک سپاہی نے اسے کندھے پر ڈال لیا...... تم سب ہمارے ساتھ چلو...... سپاہی نے دوسری دیویوں کو کہا تو وہ چپ چاپ چل پڑیں...... مہاماتر کی گل بدن بیٹی کا نام گاتری تھا وہ بے حد خوبصورت اور نازک اندام تھی...... اس کی پرورش راجکماریوں کی طرح ہوئی تھی اسے اپنے بڑے باپ کی بڑائی پر بڑا گھمنڈ اور غرور تھا...... وہ سنسار کی ہر چیز کو حقارت سے دیکھنے کی عادی تھی...... اس کی موٹی موٹی غزالی آنکھوں پر جھکی لمبی لمبی خمدار پلکوں کی جھالروں کی ہر ادا میں ایک اچھوتا حسن تھا...... اس کی کشادہ گلابی پیشانی پر بندیا ستارے کی طرح چمکتی تھی...... اس کے لمبے لمبے سیاہ بالوں کے گھنگھریالے حلقے بپھرے ہوئے ناگوں کی طرح اس کے شانوں پر لہراتے رہتے تھے...... وہ ایک ایسی مورتی کی طرح تھی جسے کسی سنگ تراش نے صدیوں کی سوچوں کے بعد شاہکار کے روپ میں بنایا ہو...... وہ تخلیق کا دلکش شاہکار تھی...... آسامی سپاہی کے کندے پر وہ کچھ دیر مچلتی رہی تڑپتی رہی چلاتی رہی پھر تھک کر آرام کر گئی دوسری دیوداسیاں سپاہیوں کے گھیرے میں چپ چاپ چلتی جا رہی تھیں وہ کبھی کبھی نظریں اٹھا کر گاتری کی طرف دیکھتی تھیں او رپھر ایک دوسری کی طرف دیکھ کر مسکرا پڑتی تھیں...... گاتری سست ہو رہی تھی اس نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے تھے...... اس نے باز کے خونی پنجے میں پھنسی ہوئی چڑیا کی طرح اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا...... گزشتہ رات والی دونوں دیوداسیاں بھٹکی ہوئی دکھیاری روحوں کی مانند مہاراجہ کی قیام گاہ کے گرد منڈلاتی پھرتی تھیں۔

سپاہیوں نے مہاماتر کی بیٹی گاتری کو چھوڑتے ہوئے کہا۔

جان کی خیر چاہتی ہو تو اپنے قدموں پر چل کر مہاراجہ تک جاؤ...... ورنہ تلوار کے ایک وار سے دو ٹکڑے کر دی جاؤ گی...... تم مہاراجہ کے مزاج کو نہیں جانتی وہ جتنا حسن پرست ہے اتنا بے پرواہ بھی ہے...... وہ جھومتے لہلہاتے کو پسند کرتا ہے...... اپنے حسن کے تمام تر جلوؤں سے کام لیتے ہوئے مہاراجہ پر چھا جاؤ...... اب چلو...... ناز سے مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہو جاؤ...... وہ تمہارے منتظر ہوں گے"

گزشتہ رات والی دیوداسیوں نے اندھیرے سے نکل کر گاتری کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا!

ڈرتی کیوں ہو؟...... زندگی کے جس پہلو سے تمہاری آشنائی ہونے والی ہے یہ تو ہر لحاظ سے دلفریب ہوتا ہے تم تو بڑے پتا کی بڑی شان اور بڑی آن والی بیٹی ہو...... تمہارے لئے تو بڑا یادگار اہتمام کیا جائے گا...... کہاں ہے وہ تمہارا مغرور پتا جی جس نے عصمتوں کی نیلامی کا بازار گرم کر رکھا ہے اس وقت اسے روبرو ہونا چاہئے تھا...... اپنی عزت اپنے سامنے لٹتی دیکھتا تو اس کے گیان دھیان اور آتما کی شکتی دو چند ہو جاتی...... بھگوان کے انصاف کے ترازو کے پلڑے میں اب تم کو سینکڑوں بار تلنا ہو گا...... تجھ سے تمہارے پتا جی کے کرتوتوں کا حساب کتاب شروع ہو چکا ہے...... اب ممکن ہے تمہیں جیون بھر سولی پر لٹکنا پڑے...... ہمت سے قدم بڑھاؤ...... اور زندگی کے اس نئے روپ کی نئی راہ کو قدم قدم پر یادگار بناتی جاؤ......

گاتری پھٹی پھٹی خالی خالی آنکھوں سے سب کی طرف دیکھ رہی تھی...... قندیلوں کی روشنی اس کے چاند جیسے چہرے پر جھلملا رہی تھی۔"

ایک محافظ نے گاتری کو کہا!

"گوری...... چلو مہاراجہ تمہارے منتظر ہیں"...... گاتری چل پڑی تو دونوں داسیوں نے پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے شروع کر دیئے......

شاید آسامی سپاہی دونوں داسیوں کے جذبات کی زبان سمجھ رہے تھے..... وہ بھی مسکرا مسکرا کران کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں مہاماتر کی دلدوز چیخیں دور سے آتی ہوئی سنائی دینے لگیں..... گاتری اپنے آپ کو تقدیر کے سپرد کر کے مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہو چکی تھی..... کمرے کے اردگرد مسلح محافظ چاک و چوبند کھڑے تھے۔"

ایک سپاہی نے دوسرے کو مخاطب کر کے کہا!

تم اپنے سردار ساجن کو بلاؤ مہاماتر آ رہا ہے ہوسکتا ہے نوبت خون خرابے تک پہنچ جائے مہاماتر کا معاملہ ہے بعد میں مہاراجہ ہمیں مورد الزام نہ ٹھہرائے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو" سپاہی نے کہا! اور پھر دوڑتا ہوا اندھیرے میں غائب ہو گیا..... مہاماتر روتا پیٹتا آ رہا تھا اس کے پیچھے مندر کے کئی چھوٹے چھوٹے پجاری بھی تھے۔"

مہاماتر رو رو کر کہہ رہا تھا!

گاتری ہماری بیٹی ہے..... تم اس کے ساتھ یہ ظلم نہیں کر سکتے..... وہ انجان ہے..... وہ نازک ہے..... وہ مر جائیگی۔"

ایک لٹی پٹی دیوداسی نے مہاماتر کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

مہاماتر جی یہ آپ کیا کہہ رہے..... آپ تو جگن ناتھ دیوتا کے گیانی دھیانی شکتی والے مہاپرش ہیں..... ایسی باتیں آپ کو زیب نہیں دیتی..... آپ کی بیٹی پر ظلم نہیں ہوگا..... اس کے ساتھ تو پریم کیا جائے گا..... وہ پریم جو اس مندر کی کوٹھڑیوں میں ہم جیسی ہزاروں کنواریوں کے ساتھ کیا جا چکا ہے..... کیا ہوا..... آپ فکر نہ کریں سب کچھ جان جائے گی..... پھر انسانوں حیوانوں کے لئے اس جذبے کی لذت کا عملی تجربہ حاصل کرنا فطری سی بات ہے وہ نازک ہے تو کوئی غم نہیں..... جس دنیا میں اس وقت تمہاری گاتری پہنچی ہوئی ہے وہاں نزاکتوں کو بہت پسند کیا جاتا ہے وہ نہیں مرے گی مہاماتر جی..... ہوسکتا ہے اس کے بدلے آپ مارے جائیں..... مگر نہیں آپ بھی زندہ رہیں گے..... جس طرح ہم سب نرم و نازک لڑکیوں کے ماتا پتا زندہ ہیں۔"

مہاماتر نے چلاتے ہوئے کہا!

نہیں ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے یہاں موت کا بھونچال آ جائے گا ہم جگن ناتھ کے مہاماتر ہیں ہم پورے سنسار کو تباہ کر سکتے ہیں گاتری کی بات اور..... گاتری کی آبرو اور ہے۔"

"نہیں مہادیو جی" دیوداسی نے کہا!

بھگوان کا قانون تو سنا ہے چھوٹے بڑے سب کے لئے ایک جیسا ہوتا ہے" مہاماتر اور اس کے ساتھی چیخ و پکار رہے تھے..... اتنے میں ساجن چند سپاہیوں کے ساتھ آ گیا۔"

اس نے مہاماتر کو دھمکاتے ہوئے کہا!

یہ کیا بکواس ہے...... تمہیں معلوم نہیں سامنے مہاراجہ کی قیام گاہ ہے۔ اگر مہاراجہ کے کانوں تک تمہاری بکواس کا ایک لفظ بھی پہنچ گیا تو تم سب کو خاک وخون میں تڑپنا پڑے گا...... چلو دفع ہو جاؤ یہاں سے اگر کوئی خاص بات ہے تو کل مہاراجہ سے بات کر لینا!

''نہیں''ہم ابھی اور اسی وقت مہاراجہ سے ملنا چاہتے ہیں''

کیوں؟ ساجن نے برہم ہو کر پوچھا!

مہاراجہ کے کمرے میں ہماری آبرو ہے...... ہم اپنی اکلوتی بیٹی گاتری کو لینے آئے ہیں...... ہم اس کے اچھوتے بدن تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچنے دیں گے...... ہم سنسار میں آگ بھڑکا دیں گے۔''

ٹھیک ہے ساجن نے کہا!

تم جاؤ...... سنسار میں آگ بھڑکاتے پھرو...... مہاراجہ کی قیام گاہ میں جو آگ بھڑکی ہوئی ہے...... اس کا بجھانا ضروری ہے...... مہاراجہ جلتے اور سلگتے دلوں کی آگ بجھانے کے فن کے بڑے ماہر ہیں۔''

مہاماتر نے غصے سے کہا!

تم سب وحشی درندے ہو...... کیا!

ٹھیک ہے مہاماتر جی مناسب سمجھتے ہیں تو ان کی ہلکی پھلکی ٹکور کر دو...... حکم ملتے ہی سپاہی مہاماتر اور دوسرے پجاریوں پر ٹوٹ پڑے لاتوں مکوں اور ٹھڈوں کی زبردست مار سے انہوں نے پجاریوں کو ادھ موا کر دیا...... ایک دو پجاریوں نے مقابلے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو ان کو تلوار کے وار سے ختم کر دیا گیا...... مہاماتر زخمی ہو کر چیختا چلاتا ہوا واپس بھاگنے لگا!

تو ایک دیوداسی نے پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے ہوئے کہا!

مہاتما جی کہاں بھاگتے ہو...... یہاں ٹھہر کر اپنی لاڈلی عزت ماب کی دو چار پہلی پہلی چیخیں سن لیجئے...... بھگوان کی قسم چیخنے والوں اور سننے والوں دونوں کو علیحدہ مزہ آتا ہے...... کلی کے پھول بننے کا رنگین نظارہ تو دیکھتے جاؤ...... آبرو کا بہتا خون بھی دیکھتے جاؤ...... پھر مان جاؤ گے کہ لہو کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے...... مہاماتر ایک بار پھر پلٹ کر آیا رشتے کے تقدس کا درد مہاماتر کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا...... ساجن نے تلوار کے ہلکے سے وار سے مہاماتر کو دوبارہ واپسی بھاگ جانے پر مجبور کر دیا...... دونوں لٹی پٹی دیوداسیاں مہاماتر کی حالت پر پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتی ساجن کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔''

ہمیں مہاراجہ کے عشرت کدے کے دروازے تک جانے دو مہاراج۔''

کیوں تمہیں کیا کام ہے؟

ساجن نے کرختگی سے کہا!

تو ایک دیوداسی نے کہا!

ہم مہاماتر کی لاڈلی اور خوبصورت پریوں جیسی بیٹی کی جوان سسکیوں کی انوکھی نغمگی سننا چاہتی ہیں۔"

"بھاگو یہاں سے"

ساجن نے کہا!

سپاہی تمہاری تاک میں کھڑے ہیں......تمہاری حالت پہلے ہی بڑی خراب ہے......

کوئی بات نہیں جی ہم بہت سخت جان ہیں۔نجانے کب سے ہمارے روز وشب ان دشوار گزار راہوں پر لہولہان ہوتے آرہے ہیں۔"

بھگوان کی قسم گاتری کی کرب میں ڈوبی ہوئی چیخیں ہمارے زخموں کو سکون دیں گی......ہم بھگوان کی گرفت کا تماشہ دیکھنا چاہتی ہیں......" اسی لمحے مہاراجہ کی قیام گاہ سے ایک نسوانی کربناک چیخ ابھری اور رات کے سناٹوں میں ڈوب گئی......"

ساجن نے ہنستے ہوئے کہا!

چلو تمہارا کام ہوگیا......اب جاؤ......بھگوان تیری نگری میں بسنے والوں نے اپنے چلن بیچ ڈالے ہیں......امید ہے اب مہاماتر جیون بھر زخمی کتے کی طرح......ناموس کے اس زخم کو چاٹتا رہے گا۔"

آدھی رات کے بعد پریم چند کو اس کی منہ بولی بہنوں نے "بھیا بھیا" کہہ کر جگا دیا......پریم چند ہڑبڑا کر اٹھا اور تلوار کھینچ کر بولا!

کیا ہوا......تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟

ایک لڑکی نے کہا!

کوئی باہر پکار رہا ہے لگتا ہے کوئی سنگین معاملہ درپیش ہے۔"

پریم چند نے تالی بجائی

ایک سپاہی نے اندر آکر کہا!

راجہ جی باہر مہاراجہ کے محافظ دستے کا سردار ساجن کھڑا ہے!

پریم چند نے پوچھا!

وہ کیا کہتا ہے؟ اس وقت اس کے آنے کا مقصد کیا ہے؟

سپاہی نے کہا!

جناب اس کے ساتھ ایک خوبصورت کنیا بھی ہے۔"

پریم چند نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا! "اسے اندر بلالو"

پھر اس نے منہ بولی بہنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم تھوڑی دیر کے لئے دوسری طرف چلی جاؤ۔"

چند لمحوں بعد ساجن ایک پری چہرہ لڑکی کو دونوں ہاتھوں کے سہارے اندر لے آیا۔لڑکی بڑی خوبصورت تھی۔اس کی مد بھری آنکھوں

میں خمار کے سرخ ڈورے تھے...... وہ ابھی تک ہچکیاں لے رہی تھی...... وہ مدہوش کے عالم میں بڑبڑا رہی تھی...... ہمیں یہیں کہیں لٹا دو ہمارا سارا بدن دکھ رہا ہے...... ہم ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو رہے ہیں...... ہمیں چھوڑ دو...... تم سب کون ہو اور کیا چاہتے ہو...... یہ بھیانک کھیل کب تک جاری رکھو گے...... ہمارا کیا دوش ہے...... ہمیں کس پاپ کی گھناؤنی سزا دی جا رہی ہے...... ہمیں کب تک اپنائے کی سولی پر لٹکایا جائے گا...... ہم کب تک اپنی آبرو کے خون کی ندی میں ڈوبتے رہیں گے۔"

ساجن نے اسے بستر پر لٹاتے ہوئے پریم چند کی طرف دیکھ کر کہا! مہاراجہ نے اسے تمہارے پاس بھیجا ہے......

پریم حند نے ایک بار پھر مدہوشیوں میں ڈوبی ہوئی لڑکی کی طرف دیکھا...... اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا...... اس کے گلابی بدن کے کئی گلابی حصے جگہ جگہ سے عریاں ہو کر باہر جھانک رہے تھے۔ پریم چند کانپ کر رہ گیا۔"

اس نے ساجن کی طرف دیکھے بغیر کہا!" تم جا سکتے ہو"

ساجن نے جھک کر ہاتھ جوڑے اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔"

پریم چند نے اپنی منہ بولی بہنوں کو آواز دے کر بلایا...... بستر پر پڑی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر دونوں کی بیک وقت چیخ نکل گئی۔"

ایک لڑکی نے کہا! یہ تو مہاماتر کی بیٹی گاتری ہے گاتری کے ساتھ یہ بدسلوکی کس نے کی ہوگی۔"

پریم چند نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! بھگوان نے ہر بلندی پر ایک دوسری بلندی کا آکاش مسلط کر رکھا ہے لگتا ہے مہاماتر کا حساب شروع ہو چکا ہے...... وقت کا منصف پرماتما اس سے جیون بھر کی سیاہ کاریوں کا حساب لے رہا ہے...... اب وہ کچھ بھی کرے دارورسن کی سختیوں سے نہیں بچ سکے گا...... دکھ تو اس لڑکی کا ہے جو نردوش ہے...... اور اپنے پتا کے گناہوں کی دلدل میں دھنس گئی ہے۔"

ایک لڑکی نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا! بھیا جی بھگوان کسی نردوش کو سزا نہیں دیتا۔"

"تم اس کو نہیں جانتے۔"

"ہم اس کو اچھی طرح جانتے ہیں" یہ اپنے ظالم پتا کی طرح بڑی مغرور بڑی ظالم اور بڑی بے رحم تھی...... ایک دفعہ ہم نے اسے اپنا دکھ سنانا چاہا تو اس نے ہمیں بری طرح جھڑکتے ہوئے کہا تھا تم نیچی ذات کی چھوکریاں اسی کارن ہوتی ہو تمہارے لئے نیل گگن سے دیوتاؤں کی باراتیں تو نہیں آئیں گی...... جب تک جوانیاں ساتھ دیتی ہیں عیش کرتی رہو......"

لڑکی کو غصے میں دیکھ کر پریم چند نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! جب کوئی مصیبت زدہ ہو جائے تو اس کے ساتھ جہاں تک ہو سکے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیے

لڑکی نے پریم چند کے قدموں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو...... نجانے کیوں اسے دیکھ کر دل کے زخموں سے خون رسنا شروع ہو گیا ہے۔"

پریم چند نے کہا! مہاراجہ نے اس کو ہمارے پاس اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے جس مقصد کے لئے تمہیں بھیجا گیا تھا دیر تک خاموشی چھائی

رہی۔ اس ملکوتی سکون میں سانسوں کی دھڑکنیں جلترنگ کی طرح سنائی دے رہی تھیں...... کافی دیر بعد گاتری نے کروٹ بدلی اور دھیرے دھیرے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔"

اس نے بڑے غور سے پریم چند کی طرف دیکھ کر کہا تم کون ہو...... تم اس درندے سے مختلف لگتے ہو...... ہم کہاں ہیں؟

پھر اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر پوچھا! یہ لڑکیاں کون ہیں؟

اتنا کہنے کے بعد وہ پھر خواب میں ڈوب گئی...... پریم چند نے اس کے منہ پر گلاب کے چھینٹے مارنے شروع کر دیے...... گاتری پھر ہوش میں آ گئی۔

پریم چند نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہمیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے اور تمہاری بے داغ جوانی اور سندر جوبن کو کس نے داغ داغ کر دیا ہے تم جس ظلم کی بھینٹ چڑھی ہو اس کا ازالہ سر دست تو ہم سے ممکن نہیں...... مگر اتنا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ آئندہ تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی کی جرات کوئی نہیں کرے گا۔"

گاتری نے سسکیاں لے کر روتے ہوئے کہا! ہمیں جیون سے نفرت ہو گئی ہے...... یہ جیون موت سے بدتر اور بھیانک لگتا ہے۔"

پریم چند نے کہا! نہیں تم تر دوش ہو تم اپنی خوشی سے مہاراجہ کے پاس لٹنے نہیں گئی تھی۔ تم زندہ رہو گی۔ اور آئندہ منہ زور آندھیوں سے ٹکرانے کا عزم لے کر زندہ رہو گی۔"

گاتری نے حیران نظروں سے پریم چند کی طرف دیکھ کر کہا! دنیا والے ہمیں زندہ نہیں رہنے دیں گے...... ہم اپنے پرائے ہر ایک کی نفرت بھری نگاہوں کی تاب نہیں لاسکیں گے۔"

پریم چند نے کہا! گاتری بہن جیون لوگوں کے چاہنے نہ چاہنے یا پسند ناپسند کی چیز نہیں...... یہ تو بھگوان کی انمول کرپا ہے...... اس کو لوگوں کی خواہشوں پر قربان نہیں کیا جاسکتا...... ہر انسان کے سینے کے اندر ایک ضمیر ہوتا ہے وہ سنسار کا سب سے بڑا منصف ہوتا ہے تم بتاؤ تمہارا ضمیر کیا کہتا ہے۔"

گاتری نے کہا! تم ہمیں آسامی نہیں لگتے...... تمہارا یہ مشفقانہ لہجہ آسامیوں جیسا نہیں...... تم کون ہو؟

پریم چند نے کہا! تمہارا اندازہ درست ہے...... ہمارا نام پریم چند ہے...... دھرم کی خاطر حاکم بنگالہ کا ساتھ چھوڑ کر مہاراجہ کی سہاتیا کے لئے آئے ہوئے ہیں

گاتری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! وہ تم ہو جس نے اپنی جاگیر' اپنا خوبصورت قلعہ اور اپنی محبت کرنے والی پری پیکر دھرم پتنی تک کو چھوڑ دیا ہے......"

پریم چند نے ایک مفہوم مسکراہٹ کے ساتھ کہا! ہم وہی بدنصیب ہیں...... پتا جی تمہارا ذکر کرتے رہتے تھے۔ وہ تمہارے بارے میں بہت کچھ بتایا کرتے تھے......"

پریم چند نے کہا! گاتری صبح ہونے والی ہے۔ یہ بتاؤ اب تم ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گی یا اپنے پتا کے گھر جانا چاہو گی...... ہم تمہارا بھرپور

ساتھ دیں گے۔"

گاتری نے مسکراتے ہوئے کہا! راجہ جی! تم دیوتا سمان ہو..... ان گھور اندھیروں میں روشنی کی کرن ہو..... ہمارے پتا جی کا پتہ کرا دو...... وہ ہمارے پیچھے وہاں گئے ہوں گے..... نجانے انہوں نے پتا جی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا..... اب ہم اس وقت تک اپنے گھر میں نہیں جائیں گے جب تک یہ وحشی مہاراج یہاں موجود ہے۔"

پریم چند نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے تم آرام کرو..... ہم تمہارے پتا جی کو اطلاع بھیجتے ہیں..... پریم چند باہر نکل گیا..... صبح ہوتے ہی مہاماتر پریم چند کے پاس آ گیا..... اس کا سر زخمی تھا..... اس کا لباس خون آلودہ تھا..... دونوں باپ بیٹی دیر تک ایک دوسرے کے گلے لگ کر روتے رہے..... پریم چند نے اپنی دونوں بہنوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ تینوں باہر نکل گئے۔"

گاتری نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا! پتا جی! یہ کیا ہو گیا ہے..... ہم لٹ گئے ہیں..... ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے..... پتا جی! چلو یہاں سے بہت دور کسی ویرانے میں چلے جائیں..... مہاماتر کے ابھی تک ہوش ٹھکانے نہیں تھے۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

گاتری نے پھر کہا! ماتا جی کی حالت کیسی ہے..... ظالموں نے انہیں ہمارے سامنے زخمی کر دیا تھا۔"

مہاماتر نے کہا! تمہاری ماتا..... مر گئی ہے گاتری..... گاتری کی ایک دردناک چیخ نکلی اور پھر وہ بے ہوش ہو گئی..... پریم چند اور دونوں لڑکیاں دوڑ کر ان کے پاس پہنچیں گاتری بے ہوش ہو چکی تھی اور مہاماتر اس پر جھکا ہوا زار و قطار رو رہا تھا..... "گاتری۔ گاتری" وہ دھاڑیں مار مار کر کہہ رہا تھا..... تجھے بھگوان کا واسطہ ہمیں جیون کے تپتے ہوئے بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ.......

پریم چند نے جھک کر گاتری کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا اور اس نے لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

گھبراؤ نہیں عرق گلاب کے چھینٹے دو..... صدمے سے اس کا یہ حال ہوا ہے..... مہاماتر جی تم نے کچھ کہا ہے۔

مہاماتر نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! گاتری نے ہم سے اپنی ماتا کی بارے میں پوچھا تھا!

پریم چند نے پوچھا! کیا ہوا ہے گاتری کی ماتا کو۔"

مہاراجہ کے بے رحم سپاہیوں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔

پریم چند نے سر جھکاتے ہوئے کہا! بہت برا ہوا ہے مہاماتر جی۔ ہم تمہارے غم میں برابر کے شریک ہیں اور رہیں گے ہم نے گاتری کو بہن کہا ہے..... اور بھائی بن کر دکھائیں گے۔

راجہ جی! مہاماتر نے کہا! "ہم تمہارے قدموں پر اپنا سر رکھنا چاہتے ہیں"

...... دونوں لڑکیاں گاتری کے چہرے پر عرق گلاب کے ہلکے ہلکے چھینٹے مار رہی تھیں وہ ہولے ہولے ہوش میں آ رہی تھی!

مہاماتر جی! گاتری ہوش میں آ رہی ہے۔ بہتر ہے اس کے سامنے دکھ درد کی کوئی بات نہ کی جائے۔"

مہاماتر نے اشکبار آنکھیں اٹھا کر راجہ پریم چند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

مہاراجہ جی! ہم تو کوئی بات نہیں کریں گے۔ مگر جس کے ارد گرد دور دور تک رنج وغم کے شعلے بھڑک رہے ہو وہ اپنے آپ کو ان کی تپش سے کیسے۔ بچا سکتی ہے گاتری کوئی دودھ پیتی بچی تو نہیں کہ کھلونوں سے بہل جائے گی۔

گاتری نے ہوش میں آ کر کراہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ کر کہا! پتا جی! تمہاری بھڑکائی ہوئی آگ اب ہر شے کو جلا کر راکھ کر دے گی۔"

ہاں بیٹی! مہاماتر نے روتے ہوئے کہا! ہم بہت برے ہیں' ہم تمہارے مجرم ہیں' ہم اس بستی کی سینکڑوں کنواریوں کے مجرم ہیں تعصب میں ہم نے سانپوں کو بستی والوں پر مسلط کر دیا ہے...... ہزاروں کینااؤں کی عصمتوں کا لہو ہماری گردن پر ہے۔"

پھر اس نے راجہ پریم چند کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! راجہ ہم تمہارے بھی مجرم ہیں...... اگر تم نے ساری کشتیاں نہیں جلائی تو بھگوان کے لئے یہاں سے واپس چلے جاؤ...... امید ہے حاکم بنگالہ تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے گا...... ہم پچھتاوے کی آگ میں جل رہے ہیں یہ آگ نہیں بجھے گی۔"

گاتری نے غصے سے کہا! پتا جی! جہاں تک نظریں کام کرتی ہیں اندھیرے ہی اندھیرے دکھائی دیتے ہیں تم تو کہتے تھے کہ یہاں ہندو راج قائم ہوگا...... بھگوان کا قانون لاگو ہوگا...... کیا یہی بھگوان کا قانون ہے جو رات بھر ہم پر نافذ رہا ہے۔"

مہاماتر نے آنکھیں پونچھتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا! بیٹی ہم بھٹک گئے تھے۔ ہم تعصب میں پاگل ہو کر جن کو اپنا دشمن سمجھ رہے تھے وہ تو ہماری ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کی عزتوں کے رکھوالے تھے۔

راجہ پریم چند نے اپنی منہ بولی بہنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! گاتری کو دوسری طرف لے جاؤ...... منہ ہاتھ دھلاؤ کھانا کھلاؤ۔"

نہیں گاتری نے بیزاری سے کہا! ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"گاتری" پریم چند نے اس کے سر پر محبت بھرا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اپنے آپ کو ریزہ ریزہ ہونے سے بچاؤ...... ہمت اور استقلال سے ان منہ زور آندھیوں کا مقابلہ کرو...... جیون کی ان اونچی نیچی دشوار گزار سنگلاخ راہوں پر انسانوں کو ایسی ٹھوکریں لگتی رہتی ہیں۔ بے شک ہم سب کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ تعصب کی سیاہ پٹیاں اتر گئی ہیں...... ہم سب مل جل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے زخموں کے گن گن کے بدلے لے سکتے ہیں...... تمہارے پتا جی ابھی ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزر رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں یہ ہم سب کے مستقبل کا سوال ہے۔ جسے ہم سب نے مل کر تدبیر سے حل کرنا ہے۔ ہم اپنے ماضی کی غلطیوں کو مد نظر رکھ کر اپنے حال اور مستقبل کو روشنیوں سے تابندہ کر سکتے ہیں۔"

مہاماتر نے کہا! راجہ جی! ہم تو ہر طرف سے مایوس ہو کر اندھیروں میں ڈوبتے جا رہے ہیں...... اگر تمہارے پاس کوئی تجویز ہے تو ہم اس پر پوری دیانت داری سے عمل کرنے کو تیار ہیں!

راجہ پریم چند نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! "بہت خوب" ہمیں آپ سے یہی توقع تھی...... اب تم اطمینان سے گھر جاؤ اور ایک نئی زندگی کی نئی راہ پر نئے عزم سے گامزن ہونے کی تیاری کرو بھگوان نے چاہا تو کالی گھٹائیں چھٹ جائیں گی...... ایک نئی سحر طلوع ہو گی...... جس کے اجالوں میں محبت کی رنگینیاں ہوں گی......"

ایک سپاہی نے راجہ پریم چند کے سامنے جھکتے ہوئے کہا! کنور سنتوش جی احاضر ہونا چاہتے ہیں۔"

"اجازت ہے۔" راجہ پریم چند نے کہا!...... کنور سنتوش مسکراتا ہوا خیمے میں داخل ہوا"

راجہ نے پوچھا! سناؤ کنورکہ یدھ کی کیا سماچار ہیں

کنور سنتوش نے مہاماتر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! راجہ جی! لگتا ہے ہمارے مہاراجہ کی قسمت کے ستارے گردش میں ہیں...... بکرم کو پانچ ہزار سینکوں کے ساتھ شب خون مارنے کے لئے بھیجا تھا...... جن میں سے بمشکل دو ہزار کے لگ بھگ زندہ واپس آئے ہیں باقی سب کے سب بھدر یک کے گردونواح میں اودھم خان اور حیدر امام کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں" راجہ جی اب خوشی کی بہار آ گئی ہے۔"

مہاماتر نے پریم چند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! راجہ جی ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کوئی راہ نظر آتی ہے تو اس کھلی دنیا اور روشن آکاش کی طرف چلے جاؤ...... جہاں انسان بستے ہیں...... درندوں کے جنگل سے دور بہت دور نکل جاؤ...... کنور حیرت سے مہاماتر کی بدلی ہوئی صورت کو دیکھ رہا تھا...... راجہ پریم چند کے چہرے پر طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔"

اُس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا! مہاماتر ایک بہت بڑے حادثے سے دوچار ہوئے ہیں...... سنتوش ہم نے عالی جاہ نواب علی قلی خان جیسے مہربان نیک دل اور غیور حکمران سے بے وفائی کر کے اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھوں تاریک کر لیا ہے...... ہم نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے ہیں...... مہاماتر جی پچھتاوے کی آگ میں جل رہے ہیں...... بے رحم مہاراجہ نے مہاماتر کے گھر کو بھی نہیں بخشا اس کی اکلوتی کومل بیٹی مہاراجہ کی ہوس کی بھینٹ چڑھ گئی ہے۔ کنور سنتوش نے ایک لمبی آہ بھرتے ہوئے کہا!

ہمیں افسوس ہے مگر جو لوگ سانپوں کو پالتے ہیں کبھی نہ کبھی تو ان کو اس قسم کے دردناک عذاب سے گزرنا پڑتا ہے۔"

راجہ پریم چند نے کہا! کنور جی! اس وقت مہاماتر کو ہمدردی کی ضرورت ہے...... اس کا دکھ ہم سے بہت زیادہ ہے۔"

کنور سنتوش نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! معاف کرنا راجہ جی! جب اسی مہاماتر کے کالے کرتوت بھدر یک کے سینکڑوں گھروں میں رسوائیوں کی سیاہیاں پھیلا رہے تھے...... اس وقت اس مہاماتر جی! کا دل دکھی کیوں نہیں ہوا تھا...... بھدر یک کی سینکڑوں ہندو کنواری لڑکیوں کے ساتھ آسامی سپاہیوں نے کیا سلوک کیا...... یہاں دیوتا کی نگری میں روز و شب کیا ہو رہا ہے...... ہم تو کہتے ہیں کسی روز یہاں بھگوان کا وہ قہر نازل ہو گا کہ ہم سب ملیامیٹ ہو جائیں گے...... آج مہادیو جی! کے اپنے گھر کو آگ نے جلا ڈالا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی ہیں...... پھر ہمیں بھی اس مہادیو نے بھٹکا کر اس غلط راہ پر چلایا ہے۔"

راجہ پریم چند نے کہا! سنتوش گزرے ہوئے وقت کو بھول جاؤ مستقبل کے بارے میں سوچو اگلے قدم کے سلسلے میں سوچ کر فیصلہ کریں ہو سکتا ہے ہم سب مل جل کر اپنی بدترین غلطیوں کی تلافی کا سامان کر سکیں۔"

مہاماتر نے روتے ہوئے کہا! کنور جی ہم پورے سنسار کے مجرم ہیں۔"

☆

تقریباً دس بارہ روز سے مہاراجہ کرشن کمار اپنی تمام تر جنگی کارروائیوں کو شب خون اور معمولی جھڑپوں تک محدود رکھا ہوا تھا...... کرشن کمار بڑا خطرناک بڑا کمینہ اور انتہائی سفاک انسان تھا...... اس کا شیطانی ذہن ہر وقت انسانیت کی توہین و تذلیل کے نئے نئے منصوبے سوچتا رہتا تھا اب بھی اس کے گندے ذہن میں ایک ناپاک اور گھناؤنا منصوبہ گندگی کے کیڑے کی طرح کلبلا رہا تھا۔ اس نے بار بتیا کے بوڈو قبائل کے سردار وشو سے مدد طلب کر رکھی تھی...... بوڈو قبائل آسام کے پہاڑی جنگلوں میں بھوٹان اور نیپال کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ ان کے سردار کا جنگل میں ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جہاں وہ راجوں کی طرح ٹھاٹھ سے رہتا تھا۔ باقی قبائل زیادہ تر خانہ بدوشی کی زندگی کو پسند کرتے تھے۔ یہ چپ چپ کر اچانک بستیوں اور قافلوں پر حملے کرتے تھے اور لوٹ مار اور قتل و غارت گری کر کے پھر اپنے خفیہ جنگلی مسکنوں کو لوٹ جاتے تھے ان لوگوں کو بستیوں کے لوٹنے جلانے اور نہتے لوگوں کے خون بہانے کا بڑا تجربہ تھا۔ بھوٹان نیپال اور آسام کے حکمران بھی کبھی ان کو کرائے کے قاتلوں کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے...... مہاراجہ کرشن کمار نے بوڈو قبائل کے لٹیروں کی کمک طلب کر رکھی تھی اور انہی کے انتظار میں وہ جنگ کو طول دے رہا تھا۔

وہ ایک شام تھی پربتوں کی طرف سے اٹھنے والی خنک ہواؤں میں تندی تھی۔ جگن ناتھ کے مندر کے بلند و بالا کلس پر شفق کی لالی کا عکس سونے کی طرح چمک رہا تھا...... راجہ پریم چند کامران اور رندھیر کے ساتھ مندر کی طرف جا رہا تھا کیونکہ ابھی ابھی مہاراجہ کرشن نے اپنی سینا کے تمام بڑے بڑے جنگ جو سرداروں کو طلب کیا تھا...... مہاراجہ بڑے کمرے میں سونے کی مسہری پر ایک ریشمی گاؤ تکیے کے سہارے پاؤں پھیلا کر خوش خوش بیٹھا ہوا تھا تمام سردار حسب مرتبہ اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھے مہاراجہ کی طرف دیکھ رہے تھے...... مہاراجہ کے دائیں طرف سیناپتی بکرم اور بائیں طرف پردھان منتری نیلم کمار بیٹھے ہوئے تھے...... مہاراجہ کے تخت کے پیچھے دس بارہ مسلح محافظ ننگی تلواریں لئے چوکس کھڑے تھے......

جب راجہ پریم چند بھی دربار میں پہنچ گیا تو مہاراجہ نے کہا!

آسام کے سورماؤ! ہندو جاتی کے دلیرو! اب حاکم بنگال سے فیصلہ کن جنگ کا وقت آ گیا ہے ابھی ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ بوڈو قبائلوں کا لشکر پہنچنے والا ہے...... ہم کئی دنوں سے جنگ کو صرف انہی کے انتظار میں ٹالتے چلے آ رہے تھے...... ہم نے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے...... ہم چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی آنے والی نسلیں اپنے آباؤ اجداد کے مسکنوں کے کھنڈر دیکھ دیکھ کر رویا کریں...... تم دیکھو گے بوڈو درندے کس طرح ان کی بستیوں کو جلا کر راکھ کے ڈھیروں میں تبدیل کرتے ہیں...... ہم آسام سے جگن ناتھ دیوتا کی دیوی کی بازیابی اور چار پجاریوں کے قتل کا انتقام لینے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ ہم نے ناتھ دیوتا کے مہاماتر سے وعدہ کیا تھا کہ ہم بہت جلد بنگال کو مسلم تسلط سے نجات دلا کر آسام سے بنگال تک ایک عظیم ہندو ریاست کی بنیاد رکھیں گے مگر مہاراجہ جسے دیج کی نااہلی بزدلی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہمیں ایک دو محاذوں سے پسپا ہونا پڑا...... ہم مایوس نہیں ہیں جنگوں میں ایسے نازک حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے...... ہم نے کل کو مسلمانوں پر بھرپور حملے کا فیصلہ کر لیا ہے...... تمام سینا کو جنگ کے لئے تیاری کا حکم دے دو...... کامیابی ہمارے قدم چومے گی...... چند ایک معمولی کامیابیوں نے مسلمانوں کو گیدڑوں سے شیر بنایا ہوا ہے کل ہم نے میدان جنگ میں ان پر ثابت کرنا ہے...... کہ کیسے جنگاور جنگ لڑتے ہیں...... دیوتاؤں کے پجاریو! یاد رکھو آسام کے مہاراجہ کی عزت کا سوال

نہیں……سنسار کے سارے دیوتاؤں کے وقار کا مسئلہ ہے……!

مہاراجہ نے بکرم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سیناپتی جی!……راتوں رات سپاہ کی ترتیب اور تیاری کا کام مکمل کر لو……ہم صبح ہوتے ہی یہاں سے کوچ کر کے چند کوس آگے بڑھ کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کریں گے……'

پھر اس نے راجہ پریم چند کو مخاطب کر کے کہا! راجہ جی! اس سلسلے میں تمہاری ہر رائے کو ہم بڑی اہمیت دیں گے……کوئی نئی تجویز یا منصوبہ ذہن میں ہو تو بیان کرو ہم اس پہ غور کرنے کو تیار ہیں۔"

راجہ پریم چند نے مسکراتے ہوئے تلوار کے قبضے پر جوش سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ہم اور ہماری سینا بڑے دنوں سے اس شبھ گھڑی کے انتظار میں لمحہ لمحہ گن گن کر گزار رہے تھے……مہاراجہ نے اعلان جنگ کر کے ہمارے راستوں پر چھائی ہوئی مایوسی کی دھند ہٹا دی ہے کل کو مہاراجہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے جنگ کیسے لڑی جاتی ہے۔"

"بہت خوب" مہاراجہ نے کہا! "تم سے اسی قسم کے جذبات کی توقع تھی……"

پھر مہاراجہ نے دربار برخاست کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا!

سیناپتی جی! وشنو مہاراج کا بڑا بیٹا راجکمار نارنگ پانچ چھ ہزار کے قبائلی لشکر کے ساتھ آ رہا ہے اس کے استقبال کے لئے پانچ چھ سو سواروں کے ایک دستے اور نقارے بجانے والوں کو اسی وقت روانہ کرو، ان کا قیام ندی کے کنارے جنگل میں ہوگا۔

بکرم نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراج تمام انتظام مکمل ہیں چنتا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

ٹھیک ہے" مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! سینا کو تیار کرو……کھنڈے راؤ کے ہاتھیوں کا لشکر آگے آگے ہونا چاہئے ہر ہاتھی پر کم از کم دس تیر انداز سوار ہوں۔"

جب سب لوگ جانے لگے تو مہاراجہ نے ایک پجاری کو اپنے قریب بلا کر پوچھا! اس اہم اجلاس میں مہاماتر کیوں نہیں آیا……اس کا ہونا بے حد ضروری تھا۔"

پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاماتر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے……

"نہیں" مہاراجہ نے بگڑتے ہوئے کہا! تم نے سن لیا ہے۔ ہم نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔ بوڈو قبائل کا لشکر پہنچنے والا ہے۔ مہاماتر کا ابھی اور اس وقت یہاں پہنچنا ضروری ہے ہماری طرف سے اسے کہہ دو کہ وہ ابھی اور اسی وقت ہمارے پاس پہنچ جائے ورنہ ہم بوڈو درندوں کو بستی پر چھوڑ کر پوری بستی کو تباہ و برباد کر دیں گے۔

پجاری نے خوف اور دہشت سے کانپتے ہوئے گڑگڑا کر کہا! شما کیجئے مہاراج ابھی اور اسی وقت مہاماتر جی کو حاضر کرتا ہوں۔"

ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو……پجاری لرزتا کانپتا باہر نکل گیا۔"

مہاراجہ نے غصے سے تھر کتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا! ٹھیک ہے مہاماتر کو اپنی خوبصورت بیٹی کا صدمہ ہے……اس ذلیل اور گھٹیا

انسان کو شاید یہ معلوم نہیں کہ سنسار کی ہر چیز مہاراجہ کی اپنی ہوتی ہے۔''

مہاماتر کافی دیر بعد مہاراجہ کے سامنے حاضر ہوا''

مہاراجہ نے غصے سے دہاڑتے ہوئے پوچھا! آج سارا دن تم کہاں غائب رہے ہو؟

مہاماتر نے کہا!''ہم بیمار تھے''

تم بیمار نہیں مکار ہو...... پھر وہ ایک لمحہ تک مہاماتر کی طرف غضبناک نگاہوں سے دیکھتا رہا...... مہاماتر سر جھکائے کھڑا تھا۔

مہاراجہ نے ایک بار پھر بولنا شروع کیا! مہاماتر جی! ہم نے اعلان جنگ کر دیا ہے۔کل جگن ناتھ دیوتا کے دشمنوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑی جائے گی۔منصوبے کے مطابق جس وقت مسلمان جنگ میں مصروف ہوں تم نے بوڈو قبائل کے لشکر کے ساتھ نادر خان کی بستی میں داخل ہونا ہے بوڈو قبائل کے لوگ نہیں جانتے کہ جگن ناتھ کی دیوی کون ہے اس کی شناخت تم کرواؤ گے۔''

اس وقت مندر میں کتنی داسیاں موجود ہیں؟...... مہاراجہ نے اچانک یہ سوال کر کے مہاماتر کو چکرا دیا۔''

مہاماتر ہکلانے لگا تو مہاراجہ نے کہا! ہم کچھ نہیں جانتے تم نے آج اپنے نئے مہمانوں کو دو سو کے لگ بھگ لڑکیاں دینی ہیں ابھی جاؤ اور کم از کم دو سو کے لگ بھگ بنی سنوری لڑکیوں کا بندوبست کرو...... ورنہ ہم بوڈو قبائیل کو بستی پر دھاوا بولنے کا حکم دے دیں گے پھر کسی گھر کی کوئی عورت نہیں بچے گی...... تم بوڈو قبائل کے طریقہ واردات سے واقف نہیں ہو وہ تو راتوں رات ساری بستی کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیں گے۔

مہاماتر نے ڈرے سہمے لہجے میں کہا! مہاراج یہ جگن ناتھ دیوتا کی بستی ہے اس بستی کے مکینوں کے ساتھ اس قسم کا وحشیانہ سلوک اپنائے ہوگا۔

مہاراجہ نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا! مہاماتر اس وقت تمہاری جان بخش رہے ہیں اگر تم نے دوبارہ ہمارے سامنے اس قسم کے الفاظ استعمال کیے تو پھر ہماری تلوار کو نیام سے نکلنے میں دیر نہیں لگے گی...... اپنائے یہ نہیں کہ جگن ناتھ دیوتا کی دیوی کو برآمد کرنے والے جیالوں کی ضرورت میں کوتاہی برتی جائے...... جاؤ اوران کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے لڑکیوں کی مطلوبہ تعداد مہیا کرو......''

ابھی مہاماتر وہیں موجود تھا کہ ایک دربان نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراج گھن شام ٹھاکر حاضر ہونا چاہتا ہے۔''

اجازت ہے۔'' مہاراجہ نے مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! چند لمحوں بعد گھن شام حاضر ہوا!

اس نے مہاراجہ کے چرن چھوتے ہوئے کہا! بوڈو قبائل کے سردار وشنو کا بڑا بیٹا نارنگ چرن چھونے کا منتظر ہے!

کہاں ہے وہ؟ مہاراجہ نے مسند سے اٹھتے ہوئے کہا!''اسے فوراً اندر بلاؤ''

گھن شام کے ساتھ ایک عجیب وغریب ہیت کا نوجوان مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہوا...... اس کے سر پر پرندوں کے پروں کی ٹوپی تھی...... اس نے گلے میں موٹے موٹے رنگ برنگے بڑے بڑے منکوں اور کوڑیوں کی مالا پہن رکھی تھی...... اس کے بدن پر پڑا مختصر سا لباس تھا اس کے لمبے لمبے میلے کچیلے بال شانوں پر لٹک رہے تھے!

اس نے مہاراجہ کے قدموں کو چھو کر بڑی بے تکلفی سے کہا! پتا جی مہاراج بھوٹان گئے ہوئے تھے اس لئے ہم چلے آئے ہیں...... مہاراج

چنتا کی کوئی بات نہیں ہم پتا جی سے زیادہ کارآمد ثابت ہوں گے۔''

پھر اس نے ایک خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے مہاراجہ کے سامنے پڑے ہو سونے کے تخت پر نیزہ مارتے ہوئے کہا!

سیناپتی بکرم نے جو کام بتایا ہے وہ تو ہمارے بچے بھی سرانجام دے سکتے تھے..... پھر نارنگ نے آگے بڑھ کر بڑی بے تکلفی سے شراب کی صراحی اٹھا کر منہ سے لگالی اور ایک ہی سانس میں ساری صراحی پی لی!

صراحی کو ایک طرف پھینکتے ہوئے اس نے کہا! اچھی شراب ہماری بہت بڑی کمزوری ہے۔''

مہاراجہ نے خفت مٹانے کے لئے ہنستے ہوئے کہا! نارنگ تم بڑے بے تکلف جوان ہو ہمیں تمہاری یہ ادا پسند آئی ہے۔''

راجہ پریم چند نے بڑی توجہ دردمندی اور بڑی اپنائیت سے جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر کی دردبھری باتیں سننے کے بعد کہا!

مہاماتر جی! اس وقت ہم سب اپنے اپنے مقام پر بڑی نازک ساعتوں سے گزر رہے ہیں..... امتحانوں اور آزمائشوں کے بلاخیز گرداب میں ہم سب کی کشتیاں پھنسی ہوئی ہیں اندھیرا بہت گھور ہے..... ہر سایہ موت کے سائے کے عفریت کی طرح ڈراؤنا اور خوفناک لگتا ہے..... مگر مہادیو گھبرانے کی کوئی بات نہیں..... رات کتنی اندھیری ہولناک اور طویل کیوں نہ ہو..... اس کی سحر ضرور ہوتی ہے..... یہ کٹھن وقت بھی جیون کا ایک حصہ ہے..... ہمت اور دھیرج سے اس مشکل وقت کا مقابلہ کریں گے تو حوادث کے طوفان کا منہ پھیر دیں گے بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ زندگی کے تمام دروازے یک لخت بند کر دیے ہیں اگر مہاراجہ نے بوڈو قبائل کے جنگلوں کو بستی میں بے مہار چھوڑ دیا تو بہت بڑی تباہی ہوگی..... مہادیو جی یہ فیصلے کی گھڑی ہے بستی والوں کو اب مصلحتوں کے خول سے نکل کر زندگی نہیں تو عزت اور آبرو کی موت کو گلے لینا چاہیے..... ہماری مجبوریاں تمہارے سامنے ہیں ہم اس وقت بے دست و پائی کی بڑی نازک گھڑی سے گزر رہے ہیں..... مصیبت کی اس گھڑی میں ہم بستی والوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑیں گے..... سردست ہمارا یہی مشورہ ہے کہ تم بستی والوں کو جگاؤ..... ہر گھر کے دروازے پر جا کر دستک دو..... انہیں عزت کی موت سے سمجھوتہ کر لینے کا بھاشن دو..... انہیں اپنے اپنے گھروں اور اپنی اپنی بہو بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کے ناموس کی حفاظت کے فرض سے آگاہ کرو..... اگر کسی کے گھر میں بھیڑیے گھس جائیں تو مکین گھر چھوڑ کر بھاگ نہیں جاتے..... مہادیو جی! ہم تمہیں اتنا یقین دلاتے ہیں کہ آج کی رات اندھیری ہے اس کی صبح بڑی سہانی ہوگی..... ہم نے اپنے پیچھے آنے والے لوگوں کے لئے لہو کے چراغ جلا کر اجالے پھیلانے کا اہتمام کرنا ہے..... اگر ظلم وزیادتی کی اس پاگل رات کو ہم نے اپنی ہمتوں سے شکست سے دوچار کر دیا تو پھر دیکھ لینا..... اجالوں کا عہد برسوں پر محیط ہوگا..... اب تم جاؤ..... ہم سب کے پاس وقت بہت کم ہے..... ہم نے اس کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے..... تم جاؤ تمہاری حالت پر ہماری نگاہ ہے..... ہم اپنی طاقت اور وسائل سے بڑھ کر تمہاری امداد کریں گے..... مہاماتر اعتماد اور دھیرج کی روشنی کے ساتھ واپس چلا گیا..... راجہ پریم چند نے سب سے پہلے بکرم سے رابطہ قائم کیا!

اس نے کہا! سیناپتی جی! ہم نے سنا ہے کہ مہاراجہ بوڈو قبائلوں کو بستی کو لوٹنے اور عورتوں کو اٹھا لینے کا حکم دینے کا ارادہ رکھتے ہیں..... اگر یہ صحیح ہے تو ہمارے خیال میں یہ مہاراجہ کے مفاد کے سخت خلاف ہوگا پرجا پر مظالم ڈھانے والا مہاراجہ کسی وقت بھی نفرت کی آگ کا شکار ہو سکتا

ہے۔۔۔۔۔ مہاراجہ کو جگن ناتھ دیوتا کا احترام نہیں نہ کسی سیاسی مصلحت کے پیش نظر ہمیں جگن ناتھ کی بستی کے لوگوں کی ہمدردیوں سے محروم نہیں ہو جانا چاہیے۔۔۔۔۔ جگ ناتھ کی بستی ہمارے لیے ایک ناقابل تسخیر حصار کا کام دے سکتی ہے۔''

سیناپتی بکرم نے ہنستے ہوئے کہا! راجہ جی! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم بھی اپنے علاقے کے راجہ ہو تمہیں تو معلوم ہے راجے مہاراجے گاہے بگاہے اس قسم کے شغل کر کے لوگوں پر اپنا رعب ادب قائم رکھتے ہیں بہرصورت ہم بوڑو قبائل کو بستی میں داخل نہیں ہونے دیں گے کیونکہ ہم نے اپنی سینا کے سینکوں کے ذریعے بستی کی لڑکیوں کو اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے اس طرح زیادہ خون خرابہ نہیں ہوگا۔

راجہ جی پریم چند نے ایک لمحہ کے سکوت کے بعد کہا! بوڑو درندوں کے لیے لڑکیوں کی فراہمی اتنی ضروری تو نہیں۔''

بکرم نے کہا! ضرورت ہے راجہ جی تمہیں معلوم ہے مرد اور گھوڑا دونوں جسمانی طور پر آسودہ ہوں تو بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔''

راجہ پریم چند نے آہستہ سے کہا! آسودگی کے لیے عورت اتنی لازمی نہیں جتنی اس وقت سمجھی جارہی ہے۔''

بکرم نے ایک مہیب قہقہ لگاتے ہوئے کہا! راجہ جی تمہارے اندر ابھی تک مسلمانوں کے مذہب کی جھلکیاں موجود ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے ساتھ رہو گے تو زندگی کی رنگ سامانیوں اور مردوں کی جوانیوں کو سمجھ جاؤ گے۔''

پریم چند واپس اپنے پڑاؤ میں پہنچا تو نیلم اس کا منتظر تھا۔''

نیلم کمار نے بغیر کسی تمہید کے کہا! راجہ جی! ہم تمہیں اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔ کل جنگ شروع ہونے والی ہے مہاراجہ دل سے ہمارا مخالف ہے وہ ہمارے خون کا پیاسہ ہے۔۔۔۔۔ بھگوان جانے جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا۔۔۔۔۔ ہر حالت میں مہاراجہ ہمیں اپنے راستے سے ہٹائے گا۔۔۔۔۔ ہمیں کوئی ایسا مشورہ چاہیے جس پر عمل کر کے ہم اپنی جان اور آن کی حفاظت کر سکیں۔''

راجہ پریم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہم تمہیں اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے ہیں تم نے اپنے طور پر اپنے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے بے خوف ہو کر کہہ دو پھر ہم اپنی رائے اور مشورے کا اظہار کریں گے۔''

نیلم کمار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا! ہم نے حاکم بنگالہ کے پاس جانے کا فیصلہ کر رکھا ہے میدان جنگ میں جونہی موقع ملے گا ہم بھاگ کر علی قلی خان کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے

راجہ پریم چند نے اُسے گلے لگاتے ہوئے محبت سے کہا! نیلم تمہارا فیصلہ نہایت مفید ہے ہم بڑے یقین سے کہنے کو تیار ہیں حاکم بنگالہ تمہارے لئے ایک مضبوط حصار کی طرح ثابت ہوگے۔ بہرصورت ہم تمہیں یہی مشورہ دیں گے کہ جلد بازی سے کام نہ لو ہمیں معلوم ہوا ہے حاکم بنگالہ آسام تک مہاراجہ کرشن کا تعاقب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس مقصد کے لیے تم آسام میں حاکم بنگالہ کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو گے۔۔۔۔۔ ہمارا مطلب ہے مہاراجہ کرشن کی حکومت کے خاتمے تک تم یہیں رہ کر حاکم کے لیے کام کرو گے تو حاکم کے نزدیک تمہارا مقام اور مرتبہ زیادہ بلند ہو گا۔۔۔۔۔ ہمیں یقین ہے مہاراجہ تمہارے قتل میں جلدی نہیں کریگا۔۔۔۔۔ کسی نہ کسی طرح حاکم کو اپنے ارادوں سے مطلع کر دو۔۔۔۔۔ جنگ کے دوران وہ تمہار احیال کریں گے۔''

نیلم کمارنے کہا! راجہ جی! ہم تمہیں بھی یہی مشورہ دیں گے کہ جتنی جلدی ممکن ہو اس خوفناک دہکتے ہوئے جہنم سے نکل جاؤ یہاں کا وحشیانہ ماحول تمہارے مزاج کی شرافت کے لیے زہر قاتل ہے۔"

راجہ پریم چند نے مسکراتے ہوئے کہا! نیلم بھائی ہم اپنی غلطی پر جیون بھر پچھتاتے رہیں گے...... بھگوان جانے ہمارے مقدر میں کیا لکھا ہے تم ہماری فکر نہ کرو...... ہم نے تو اپنے معاملات بھگوان کے سپرد کر دیے ہیں۔"

دوسری طرف بستی کے اندر چیخ وپکار کی قیامت برپا تھی آسامی سپاہی جنگلی درندوں کی طرح گھروں کی اونچی نیچی دیواروں کو پھلانگتے پھرتے تھے...... چیختی چلاتی نوجوان لڑکیوں اور ادھیڑ عمر عورتوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر گھروں سے نکال رہے تھے بستی والوں کی غیرت کب کی مر چکی تھی۔ لڑکیاں اپنے خون کے رشتوں کی غیرتوں کو پکار رہی تھیں مگر ان کے بھائی ان کے خاوند اور ان کے بیٹے پتھروں کی طرح بے جان اور بے زبان مورتیوں کی مانند بے حس ہو چکے تھے...... جہاں بھی کسی نے مزاحمت کی جسارت کی آسامی سپاہیوں نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا...... بوڑھا راگھو ناتھ عالم دیوانگی میں قہقہے لگاتا پھرتا تھا کبھی کبھی وہ با آواز بلند چلا کر کہتا!

جیسا بوئے گا ویسا پائے گا...... بارش آہستہ آہستہ زور پکڑتی جاتی تھی۔ بجلی چمکتی تو سنسار پر لرزہ سا طاری ہو جاتا...... راگھو ناتھ ذہنی صدمے اور سر کی چوٹ کی وجہ سے پاگل ہو چکا تھا...... مگر نہیں پاگل تو وہ پہلے تھا...... سر کی چوٹ نے تو اس کے اندر فکر و نظر کی مجذوبی پیدا کر دی تھی...... وہ دیوانہ سے فرزانہ بن گیا تھا...... وہ کہتا پھرتا تھا۔ ہم نے ظلم کے پھل کا مزہ چکھ لیا ہے...... سفاک درندو!...... تمہارا یوم حساب دور نہیں...... بھگوان نے قانون کے محافظوں کے قدموں کی چاپوں کی دلکش نغمگی سنائی دے رہی ہے...... تم اپنے مظالم کو جس حد تک بڑھا سکتے ہو بڑھا لو تمہارا دور ختم ہونے والا ہے۔"

ایک آسامی سپاہی نے اس کندھے پر الٹی تلوار مارتے ہوئے کہا! کیا بکتے پھرتے ہو؟

راگھو ناتھ نے بادلوں میں مچلتی ہوئی بجلی کے لپکنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! تمہارے خرمن حیات پر بجلی گرنے والی ہے"

...... سپاہی نے غصے سے تلوار بلندی کی وہ راگھو ناتھ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر مالک کون و مکان نے قہر و غضب سے اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ کو ظلم کرنے کی مہلت نہ دی بجلی کے ایک ہولناک کڑاکے نے اس کے خرمن حیات کو جلا کر راکھ کر دیا۔"

راگھو ناتھ نے خوشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! دیکھ لیا تم نے!...... بھگوان کا قانون کس طرح نافذ ہو رہا ہے...... اب تم بھاگنا چاہو تو بھاگ نہیں سکو گے"

ایک بار پھر بادلوں نے بجلی کے خوفناک کڑاکے سے اپنے غیض و غضب کا اظہار کیا آسامی سپاہی کی لاش جل کر کوئلہ ہو چکی تھی...... بستی میں ہر طرف ہر گھر میں چیخ وپکار مچی ہوئی تھی...... گاتری آج رات پھر لٹنے والی تھی...... اس دفعہ وہ بڑی خاموشی سے آسامی سپاہیوں کے جھرمٹ میں مقتل کی طرف اپنے قدموں کے سہارے جا رہی تھی...... وہ بار بار سر اٹھا کر بادلوں کے اس پار کسی نجات دہندہ کو دیکھتی تھی...... بادلوں کی گھن گرج دھرتی کو ہلا رہی تھی...... آسامی سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح دوڑتے پھرتے تھے...... انہوں نے اپنے کندھوں پر لڑکیوں کو اٹھا رکھا تھا...... مندر

کے گھڑیال بے وقت بج رہے تھے۔"

مہاماترا ایک اونچے چبوترے پر کھڑا کہ رہا تھا! لوگوں اس تباہی بربادی کے ہم سب ذمہ دار ہیں...... اپنی بہو بیٹیوں ماؤ بہنوں اور بیویوں کے بے حرمتی کے مجرم ہم خود ہیں...... ہمارے ہاتھ ہمارے اپنے لہو میں ڈوبے ہوئے ہیں...... ہم نے چوروں ڈاکوؤں قاتلوں اور انسانیت کے دشمنوں کو اپنے محافظ جان کر بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا اب نجانے کتنی مدت تک ہم سب اپنے جرائم کی سزائیں بھگت بھگت کر ہلاک ہوتے رہیں گے...... ہمیں اس حقیقت کے سامنے اعتراف جرم کر لینا چاہے کہ مسلمانوں کی حکومت میں ہمیں ہر قسم کی آزادی تھی...... کسی کو ہمارے ناموس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں ہو سکتی تھی...... ہم اس طرح رسوا بھی نہیں ہوتے تھے جس طرح اب ہو رہے ہیں...... ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم اس معاشرے کے دشمن ہیں ہم نے تعصب کی وہ ہلاکت خیز آگ بھڑکائی تھی جس نے ہمارا سب کچھ جلا کر راکھ کر ڈالا ہے......" ہلاکت کی بھڑکتی ہوئی آگ نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے...... عزت وقار کی زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں...... اب صرف ایک راستہ ہمارے سامنے کھلا ہے اور وہ ہے عزت کی موت کا راستہ......" مندر کے سینکڑوں پجاری اور یاتری سر جھکائے اپنی اپنی سوچوں کے سلگتے ہوئے صحراؤں میں بھٹک رہے تھے......"

ایک پجاری نے کہا! موقع پا کر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے...... کل تک یہ جگہ میدان جنگ بن جائیگی۔

"یہ تو ٹھیک ہے" ایک دوسرے بڑے پجاری نے کہا! جائیں تو جائیں کہاں...... کسی منزل کا نشان تو پیش نظر ہونا چاہیے۔"

مہاماترا نے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دروازہ بند کر دو!

ایک یاتری نے دروازہ بند کر دیا!

مہاماترا نے کہا! جس جس کو موقع ملتا ہے اسے بھاگ کر مسلمانوں کے دامن امان میں پناہ حاصل کر لینی چاہیے...... ایک لمحے تک لوگوں پر سکون چھا گیا!

پھر ایک اور بوڑھے پجاری نے کہا! کیا حاکم ہم پر اعتماد کرے گا؟

ہاں! مہاماترا نے کہا! اس بستی میں شاید اکیلے ہم وہ بدنصیب ہیں جو اعتماد کے قابل نہیں رہے...... تم سب پر حاکم بنگالہ اپنا دست شفقت ضرور رکھے گا...... خطاؤں سے درگزر کرے گا اور تمہیں امان دے گا۔"

بستی کے ایک بوڑھے ہندو نے کہا! ہماری بہو بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کا کیا بنے گا...... اس وقت بستی کی تمام عورتیں آسامیوں کے قبضے میں ہیں۔"

مہاماترا نے کہا! کسی سچے آدمی نے ہم سے عہد کیا ہوا ہے امید ہے وہ غیرت مند انسان ہماری غیرتوں اور عزتوں کو لٹنے سے بچائے گا۔

ایک آدمی نے دوسرے ہندو سے کہا! ایک اکیلا آدمی کس طرح اتنے ڈھیر سارے درندوں سے ہماری سینکڑوں عورتوں کو بچائے گا۔"

مہاماترا نے کہا! بھائیو! اس وقت ہم تفصیل سے سب کچھ نہیں بتا سکتے......

اسی آن کمرے کے دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی۔ کمرے میں موجود لوگ خوف سے کانپنے لگے۔"

مہاماتر نے کہا! کیوں گھبراتے ہو کیوں ڈرتے ہو؟ جب ہم نے موت کا راستہ اپنا لیا ہے تو پھر زندگی کی طلب کیا کرنی ہے....." مہاماتر نے خود جا کر دروازہ کھولا باہر ساجن کھڑا تھا اس کے ساتھ آٹھ دس سپاہی بھی موجود تھے۔"

ساجن نے مہاماتر کو مخاطب کر کے کہا! مہادیو جی! تمہارا وہاں انتظار ہو رہا ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو"

ساجن! مہادیو نے کہا! مہاراجہ نے ہماری بستی کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے..... ہماری بہو بیٹیوں اور بہنوں کو سوغات کی طرح درندوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔"

ساجن نے مہاماتر کا ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے کہا آہستہ سے کہا! آسمان اپنا رنگ بدل رہا ہے..... امید ہے صبح طلوع ہونے والی ہے..... تم ہمارے ساتھ چلو..... آج کی رات کی ستم رانیوں اور جفا کاریوں کو برداشت کرو۔"

مہاماتر نے کمرے میں موجود لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم تم سب کو بھگوان کے حوالے کرتے ہیں....."

مندر دیوداسیوں کی نازک خرامیوں سے خالی ہو چکا تھا تمام نازک اندام اور گل بدن دیوداسیوں کو اٹھا لیا گیا تھا..... مہاماتر ساجن کے ساتھ تھے مسلح سپاہی اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ بارش تھم چکی تھی..... اندھیرا گھور تھا دو سپاہیوں کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی قندیلیں تھیں..... وہ ایک طویل راہداری سے گزر رہے تھے۔ جب وہ مہاراجہ کے رہائشی علاقے میں داخل ہوئے ایک ننگی دیوداسی اچانک اندھیرے سے نکل کر سامنے آ گئی۔"

اس نے مہاماتر کا راستہ روکتے ہوئے کہا! مہادیو جی!..... تمہاری گاتری آج رات پھر دلہن بنے گی۔"

مہاماتر نے سر جھکا کر کہا! پاروہم بہت بڑے پاپی ہیں ہم وہ ذلیل انسان ہیں جو تمہیں بیٹی کہنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔"

مہاراجہ جنگی لباس پہنے کھڑا تھا....." نیلم کمار اور راجہ پریم چند سب کے سب مسلح کھڑے تھے۔"

مہاماتر کو دیکھتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! تم گھبرائے گھبرائے کیوں ہو؟

مہاماتر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! نہیں مہاراج گھبراہٹ نہیں ہے۔"

مہاراجہ نے کہا! تم اس وقت ندی کے کنارے ٹھہرے ہوئے بوڈو قبائل کے لشکر میں چلے جاؤ' جگدیش چار پانچ سواروں کے ساتھ تمہارے ساتھ رہے گا..... آگے کیا کرنا ہے اس سلسلے میں جگدیش نارنگ تمہیں سب کچھ بتا دیں گے۔"

ابھی مہاراجہ کی بات ختم نہیں ہوئی تھی ایک سپاہی دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا"

پھر مہاراجہ کے قدموں پر گر کر ہانپتے ہوئے کہنے لگا۔ مہاراج مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے..... ہمارے وہ سب کے سب سپاہی ہلاک کر دیے گئے ہیں جو لڑکیوں کو لے کر بوڈو قبائلیوں کے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔"

کیا بکتے ہو؟ مہاراجہ نے گرجتے ہوئے کہا! مسلمان کہاں سے آئے ہیں؟ کیا وہ آکاش سے اترے ہیں اس وقت چاروں طرف ہماری سینا پھیلی ہوئی ہے..... وہ لڑکیاں کہاں ہیں؟

مہاراج وہ لڑکیوں کو لے کر جنگل میں روپوش ہو گئے ہیں۔"

سنیاپتی! مہاراجہ نے چلاتے ہوئے کہا! ہم نے کیا سنا ہے...... اگر یہ خبر درست ہے تو پھر اس سلسلے میں تم کیا کہنا چاہو گے؟

بکرم نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم ابھی جا کر معاملے کی تحقیقات کرتے ہیں...... لگتا ہے راتوں رات مسلمانوں کا لشکر ندی والے جنگل میں سے گزر کر ہمارے قریب پہنچ گیا ہے...... مہاماتر نے معنی خیز نظروں سے راجہ پریم چند کی طرف دیکھا...... راجہ پریم چند نے آنکھ دباتے ہوئے مسکرا کر سر جھکا لیا!

مہاماتر نے کہا! مہاراج لگتا ہے۔ سیناپتی جی ٹھیک کہتے ہیں...... اودھم خان بڑے مہم جو ہیں۔ انہوں نے جنگل جنگل اپنی سینا یہاں پہنچا دی ہو گی!

مہاراجہ نے جگدیش کو بلا کر کہا! جگو تم پانچ سو سواروں کو لے کر بوڈو قبائلوں کے لشکر میں پہنچ جاؤ...... جنگل اور ندی پر نگاہ رکھنا...... مندر کے مہاماتر جی تمہارے ساتھ جائیں گے...... تمہارا سفر شام کے اندھیرے میں شروع ہو گا...... باقی تم سے جو کہا گیا ہے اس پر عمل کرنا...... خشکی کا راستہ غیر محفوظ ہو تو بحری راستہ اختیار کر لینا......"

پھر اس نے کھنڈے راؤ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ جی! ہاتھیوں کو اچھی طرح شراب پلا دی گئی ہے نا!

کھنڈے نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراج چنتا کی کوئی ضرورت نہیں...... ہم نے پاگل کر دینے کا حکم دے رکھا ہے۔ مہاوت شام سے لے کر ابھی تک شراب وقفے وقفے سے پلا رہے ہیں۔"



بارش ایک بار پھر طوفانی شکل اختیار کر گئی...... بادل اس زور سے گرجا کہ دھرتی لرز کر رہ گئی...... ندی والی پڑاؤ سے کوچ کرتے ہوئے بنگال کے بادشاہ نے اپنے نامور سالار شاہرخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! شاہ رخ تم ابھی یہاں سے کوچ کر کے بھدر یک پہنچ جاؤ...... اودھم خان اور سید حیدر امام تمہارے منتظر ہیں...... بھدر یک سے راتوں رات جگن ناتھ دیوتا کی بستی کے لئے روانہ ہو جانا...... ہم بھی اپنے تمام لشکروں کے ساتھ آج رات کے پہلے پہر مندر کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں تم اپنے لشکروں کے ساتھ جنوب کی طرف آسامی افواج پر اس قدر شدید دباؤ ڈالو کہ وہ مندر اور بستی کو چھوڑ کر آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائے...... اس طرح جگن ناتھ کی بستی کے بے وقوف اور مجبور مکینوں کو کم سے کم مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا!

شاہ رخ نے حاکم کی عبا کا دامن چومتے ہوئے کہا! حکم کی پوری پوری تعمیل ہوگی...... ہم بھدر یک میں قیام کئے بغیر سیدھے جگن ناتھ کی بستی کو روانہ ہو جائیں گے۔"

حاکم نے اپنے گھوڑے کا رخ تبدیل کرتے ہوئے کہا! ندی کے پل اور ٹوٹے پھوٹے سامان کی حفاظت کے لئے دو تین سو سپاہی کافی ہوں گے۔"

حاکم کے ساتھ گوہاٹی کے قلعہ دار فیروز خان اور پچاس مسلح محافظوں کا ایک چاک و چوبند دستہ بھی تھا ندی کے پل کو عبور کرتے ہی انہوں نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ کر ان کو سرپٹ دوڑا دیا...... شاہ رخ ان کی طرف دیکھتا رہا۔"

پھر اس نے اونچی آواز سے اپنے ایک سپاہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کوچ کا نقارہ بجا دیا جائے......

تھوڑی دیر بعد شاہ رخ اپنے سارے لشکر کے ساتھ بھدر یک کی جانب بڑھ رہا تھا...... حاکم کا لشکر کوسوں میں پھیلا ہوا تھا بڑے بڑے سالاروں کے الگ الگ نشان اور پرچم تھے...... بڑے بڑے چھکڑوں اور بیل گاڑیوں پر سامان لادا جا رہا تھا...... ہر طرف جوش و خروش پھیلا ہوا تھا...... اللہ اکبر اور یا علی مدد کے نعروں کی روح پرور ایمان افروز گونجوں سے ایک عجیب قسم کی ملکوتی سرشاری پھیلی ہوئی تھی۔"

بنگال کے بادشاہ نے سارے پڑاؤ کا طوفانی انداز میں چکر لگانے کے بعد اپنے بڑے بڑے سالاروں کو مخاطب کر کے کہا!

صبح کی نماز ہم جگن ناتھ کی بستی کے قریب ادا کرنا چاہتے ہیں...... لگتا ہے ساری تیاری مکمل ہو گئی ہے...... کوچ کے نقارے پر چوٹ پڑنے کی دیر ہے۔"

سید سیف الدین نے کہا! عالی جاہ! سب کچھ تیار ہے صرف آپ کے حکم کی دیر ہے۔"

حاکم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم بستی کے لوگوں کو ابھی خدا حافظ کہہ کر آتے ہیں......

گاڑیوں اور سامان کے چھکڑوں کو پیدل فوجوں کے ساتھ روانہ کر دیا جائے...... بستی میں ایک عجیب قسم کا ایمان افروز ہیجان برپا تھا مندر کے گھڑیال اور ناقوس زور زور سے بجائے جا رہے تھے...... ہندو عورتیں بچے اور بوڑھے گڑگڑا کر بھگوان سے فتح و نصرب کی بھکشا مانگ رہے تھے

بادشاہ پہلے مندر میں آیا وہ ہندوؤں کے اس والہانہ جذبہ جنون سے بہت متاثر ہوا۔"

اس نے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اپنے اپنے عقیدے کے مطابق مالک دو جہاں کے آگے اسی طرح گڑگڑا کر دعائیں مانگنا بہت بڑی عبادت ہے یہ روئے بندگی جاری رہنا چاہیے..... جہاں تک جنگ میں فتح وشکست کا سوال ہے تو ہم قدم قدم پر امید ہیں کیونکہ ہم ظالم نہیں مظلوم ہیں ہم ہر لحاظ سے حق پر ہیں ہم نے کسی کو ستایا نہیں ہے ہم نے بستیوں کو نہیں جلایا ہم نے اس جنگ کے شروع کرنے میں پہل نہیں کی..... ہمیں جنگ وجدال اور قتل وخون ریزی پر مجبور کیا گیا ہے ہم حق پر ہیں اور فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔"

پھر حاکم نے اپنے قریب کھڑی ہوئی ایک ننھی سی ہندو بچی کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے پرنم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا!

تم نے کیا دعا مانگی ہے بیٹی؟

ننھی بچی نے حاکم کے ذرہ بند سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی توتلی زبان میں کہا! بھگوان ہمارے حاکم کو زندہ رکھنا! ہم نے یہ دعا مانگی ہے۔"

بادشاہ نے بچی کا ماتھا چومتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا! تم نے ہمارے لئے شہادت کی دعا کیوں نہیں مانگی!

"شہادت" بچی نے حیرت سے حاکم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! وہ کیا ہے؟

"نہیں" ایک ادھیڑ عمر ہندو عورت نے تقریباً چیختے ہوئے کہا! ہم اپنے رعایا پرور اور نیک دل بادشاہ کے لے یہ دعا نہیں مانگ سکتے"...... بھگوان کرے کسی ایسے وقت کے آنے سے پہلے ہم زندہ نہ ہوں......

لوگ سسکیاں لے کر رونے لگے۔ بادشاہ کا سینہ شدت جذبات سے اشکوں سے معمور ہونے لگا۔

بادشاہ نے بچی کو اس کی ماں کے حوالے کرتے ہوئے کہا! ہم چاہتے ہیں ہمیں دعاؤں سے رخصت کرو......

ایک بار پھر گھڑیاں زور زور سے بجنے لگے مندر کے پجاریوں نے اپنے عقیدے کے مطابق باشاہ کے گرد چکر لگایا اور پھر بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر مسجد پہنچ گیا۔

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اس نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا! وقت بہت کم ہے ہم نے بڑا طویل سفر کم سے کم وقت میں طے کرنا ہے.....لوگو تمہیں معلوم ہے ہم فطرتاً نرم دل اور جنگ وجدال سے دور بھاگنے والے انسان ہیں ہم چاہتے ہیں فطرت پوری آزادی سے اس عالم آب وگل میں چمن بندی کے خوشگوار کام میں مصروف رہے شاخوں پر پھول کھلتے رہیں..... کلیاں شرماتی رہیں..... اس زمین کی گود رنگوں اور امنگوں سے بھری رہے......

ہماری اس فطری نرم دلی کا یہ مطلب نہیں کہ ہم خدانخواستہ بزدل ہیں..... ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین اپنی آفاقی وسعتوں کے ساتھ نگہبان ہے ہم ظلم وزیادتی اور جبر واستعداد کے کوہ گراں سے ٹکرانا جانتے ہیں..... "ہاں..... ہم سر جھکانے والوں میں سے نہیں ہے سر کٹانے والے عظیم لوگوں کے علم کے وارث ہیں ہم اسوہ شبیری پر عمل پیرا ہونے والے ہیں..... ہم حسینی ہیں اور وقت کے یزیدوں سے نمٹنا جانتے ہیں تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ انسانیت دشمن آسامیوں نے ہماری سلطنت کے ایک وسیع حصے پر وحشت وبربریت کی وہ آگ بھڑکا رکھی ہے جس میں ہمارا ناموس جل رہا ہے..... ہم اپنی سلطنت کے کسی بھی حصے کو کربلا نہیں بننے دیں گے......بادشاہ کا چہرہ غیض وغضب سے سرخ ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔

ایک ثانیہ توقف کے بعد اس نے سر پر خود رکھتے ہوئے کہا! ہم ایک ہزار جوانوں کو یہاں بستی کی حفاظت کے لئے چھوڑ جائیں گے ہمارا ایک مکار اور کمینے دشمن سے واسطہ پڑا ہوا ہے...... تم سب روز وشب چوکس رہنا...... حالات پر کڑی نگاہ رکھنا۔"

منبر سے اتر کر بادشاہ نے خطیبوں اور عالموں قرآن کے قاری حضرات سے کہا! لشکر تیار ہیں تم سب چلو ہم نادر خان کی حویلی کے مکینوں کو خدا حافظ کہہ کر آتے ہیں

......نادر خان کی حویلی میں ہر طرف جذبہ شوق جہاد کی رنگ سامانیاں بکھری ہوئی تھیں۔کلثوم' سکینہ' چندرانی' اور کامنی کے علاوہ بھدر یک سے آئی ہوئی لڑکیاں سپاہیانہ لباس پہنے ہوئے تھیں...... بادشاہ کے آنے کی اطلاع پر ہر طرف سناٹا چھا گیا...... بادشاہ علی قلی خان مجاہدانہ شان سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے نادر خان کی بیگم کے ساتھ حویلی میں داخل ہوئے...... تمام لڑکیاں قطاروں میں کھڑی تھیں ان کی پیشانیاں عزائم کی روشنی سے چمک رہی تھیں...... نگران کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ بڑی مشکل سے اپنی چیخوں پر قابو پائے ہوئے تھیں۔"

بادشاہ نے آگے بڑھ کر سب کو سلام کرتے ہوئے کہا! جس قوم کے بہو بیٹیاں اور مائیں بہنیں جذبہ جہاد سے سرشار ہوں اس کو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی فرعونی اور طاغوتی طاقت اپنے ظلم وستم سے شکست نہیں دے سکتی۔ہم کتنے خوش نصیب ہیں ہماری لاکھوں بیٹیاں ہمارے لئے دعائیں مانگ رہی ہیں...... ہم تم سب کو خدا کے سپرد کرنے آئے ہیں...... ہمیں شہادت کی بڑی آرزو ہے...... ہمارے لئے دعا کرنا۔"

سکینہ نے آگے بڑھ کر بادشاہ کی عباء کو بوسہ دیتے ہوئے رو کر کہا! شہادت ایک مجاہد کی زندگی کے سفر کی بہت بڑی معراج ہے...... مگر اے اس قوم کے بطل جلیل ہمیں معاف کر دینا ہم کبھی بھی تمہارے لئے یہ دعا نہیں مانگ سکیں گی...... شاید ہم اس سلسلے میں بہت زیادہ خود غرض ہیں۔"

دوسری طرف کلثوم نے بادشاہ کی عباءَ کا دامن تھام کر روتے ہوئے کہا! حاکم بابا...... ہم سے زیادہ تم خود غرض بننے لگے ہو یہ تو بتاؤ تمہارے بعد تم سا سرداریاں سے آئے گا۔

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! تمہاری مرضی...... ہم براہ راست اپنے لئے شہادت کی دعا مانگیں گے۔"

کلثوم نے کہا! اور ہم سب یک زبان ہو کر خداوند کریم کی بارگاہ عالی میں اس دعا کو قبول نہ کرنے کی التجائیں کریں گے۔"

نادر خان کی اہلیہ نے علی قلی خان کو شربت کا ایک گلاس پیش کرتے ہوئے کہا! نیک دل اور نیک سیرت بادشاہ ہم تم سب کو اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف رخصت کرتے ہیں۔ لکھنے والے نے روز ازل سے جس جس کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس کی جھولی میں خود بخود آ جائے گا...... ہم مجاہدوں کی مائیں ہیں بہنیں ہیں بیٹیاں ہیں اور بیویاں ہیں...... ہماری تو بس ایک ہی دعا ہے کہ خداوند کریم سب کو اپنے نیک مقاصد میں کامیاب وکامران کرے دنیا سے فرعونیت اور یزیدیت کا روگ ختم ہو جائے...... ظالم اور فاسق اپنے مظالم اور بدکرداریوں کی سزائیں پا کر کیفر کردار تک پہنچ جائیں گے۔"

بادشاہ نے نادر خان کی اہلیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اللہ نے چاہا تو ہم ظالموں کو عرصہ محشر میں لے جا کر دم لیں گے...... ہم طاقت کے کوہ گراں کو اپنے قدموں کی ٹھوکروں سے ریزہ ریزہ کر دیں گے...... تھوڑی دیر بعد حاکم واپسی کے لئے مڑنے لگے۔"

انہوں نے لڑکیوں کو سلام کرتے ہوئے کہا! کامنی' کلثوم اور چندارانی کہاں ہیں؟

نادر خان کی اہلیہ نے کہا! وہ باہر ہوں گی!......حا

کم جب حویلی کے دروازے پر پہنچا تو ایک عجیب قسم کا رقت آمیز منظر سامنے تھا......کلثوم نے حاکم کے گھوڑے کی لگام پکڑی ہوئی تھی......

کامنی اور چندارانی دونوں لگامیں پکڑے ہوئے کھڑی تھیں......اور سکینہ دروازے کے اونچے چبوترے پر ہاتھوں پر قرآن کریم لئے کھڑی تھی!

حاکم نے سسکتے ہوئے کہا! تم سب اپنے دلوں میں ہمارے لئے ایسی والہانہ محبت کے پاکیزہ جذبات رکھتی ہیں ہمیں تو اس کا علم بھی نہیں تھا۔"

پیچھے سے ایک لڑکی نے کہا! حاکم بابا! اس ملک کی ہر بیٹی کا دل اپنے عظیم بابا کی محبت میں اسی طرح دھڑکتا ہے۔"

کلثوم نے آگے بڑھ کر حاکم کے بازو پر زرہ کے اوپر کپڑے کی پٹی باندھتے ہوئے کہا! امام ضامن ہے......ہم اپنے حاکم بابا کی زندگی کی ضمانت اس امام سے مانگتے ہیں جو ضامن کہلاتے ہے۔

حاکم نے کلثوم کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا! کلثوم بیٹی ہم بھی تجھے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سپرد کرتے ہیں۔"

سکینہ نے کہا! حاکم بابا! آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں......ہم تجھے اس وقت اللہ کے پاک کلام کے سائے تلے سے گزارنا چاہتے ہیں!

بنگال کے بادشاہ نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ہم قرآن پاک کے سائے تلے پاپیادہ گزرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں......سب نے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے......بادشاہ قرآن کریم کے سائے تلے چلتا ہوا حویلی سے باہر نکل گیا۔

اس نے اپنے گلے سے موتیوں کی مالا اتار کر سکینہ کے حوالے کرتے ہوئے کہا! ہماری طرف سے یہ ہدیہ ہے' غریبوں مسکینوں اور یتیموں میں تقسیم کر دینا!......حاکم گھوڑے پر سوار ہونے لگا!

کلثوم نے گھوڑے کی لگام اس کے ہاتھ دیتے ہوئے کہا! خداوند!......ہمارے حاکم کو سرخروئی عطا فرمانا......"

......چندارانی اور کامنی نے مضبوطی سے رکابیں تھام رکھی تھیں......حاکم اللہ کا نام لے کر گھوڑے پر سوار ہو گیا!......اس نے ایک بار گھوڑے کو پھرتی سے گھمایا۔"

پھر ایڑ لگاتے ہوئے کہا! خدا حافظ......آنسوؤں سے بھرے ہوئے سینے آنکھوں کے بند توڑ کر چھلک پڑے۔

مغرب کی طرف سے گھٹائیں اٹھتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں......ہواؤں کے جھونکوں میں تندی اور اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا......حاکم کے پہنچتے ہی کوچ کے نقاروں پر چوٹیں پڑنے لگیں......نعرہ تکبیر اور نعرہ حیدری کی ملکوتی صدائیں گونجنے لگیں۔"

پڑاؤ میں پہنچ کر بادشاہ نے شیام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ماہ پال اور راجندر کہاں ہیں؟

اعظم خان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے وہ پیدل فوجوں کے ساتھ روانہ ہو گئے ہیں۔"

"نہیں" حاکم نے کہا! ان دونوں کو واپس بلاؤ وہ ہمارے ساتھ رہیں گے

......شام نے گھوڑا دوڑایا......نقارے زور زور سے بج رہے تھے قاری اونچی اونچی آوازوں میں قرآن کریم کی جہاد سے متعلقہ آیاتوں کی

تلاوت کر رہے تھے۔"

بنگال کے بادشہ نے کہا! اعظم خان اور عادل خان تم شمال کی طرف کوچ کرو...... جگن ناتھ کی بستی کے شمال کی طرف سے ندی کے کنارے کا سارا محاذ تمہارے سپرد ہے......

پھر اس نے سید سیف الدین فیروز خان اور نادر خان کو مخاطب کر کے کہا! تم سردست تو جنوبی جنگل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھو گے صبح تک تمہارے حصے کا محاذ اودھم خان سید حیدر امام اور شاہ رخ سنبھال لیں گے۔"...... قلب ہمارے پاس رہے گا...... اسماعیل موہن اور شیکھر تم سب ہمارے ساتھ رہو گے۔"

پھر اس نے سبز رنگ کا پرچم لہراتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ لگا کر کوچ کا حکم دیتے ہوئے کہا! جگن ناتھ کی بستی یہاں سے پچاس کوس دور ہے ہم نے یہ مسافت صبح ہونے سے پہلے پہلے طے کرنی ہے...... ہماری طرف سے اعلان جہاد ہے اگر کسی مقام پر دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو اسے پوری قوت سے کچل دینا...... مصلحت اندیشی کا دور ختم ہو چکا ہے جب تک ظالم کا سر نہیں کچلا جائے گا اس وقت تک ظلم کی اندھیری رات کا خاتمہ نہیں ہوگا...... گھٹا آہستہ آہستہ ہواؤں کے دوش پر اٹھتی چلی آ رہی تھی سورج مغرب کی طرف ڈھلتا جا رہا تھا...... شیام اپنے ساتھ راجندر اور ماہ پال کو لے کر آ گیا۔"

بادشاہ نے محبت سے کہا! ماہ پال جی! ہم نے آپ کو ہزار بار منع کر رکھا ہے کہ تم ہمارے بغیر کہیں بھی نا جایا کرو

"ٹھیک ہے" اس نے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! مگر کیا کریں جذبہ جہاد بیٹھنے نہیں دیتا!

بادشاہ نے کہا! آئندہ اگر تم نے اس قسم کی حرکت کی تو ہم ناراض ہو جائیں گے۔"

پھر اس نے راجندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! بیٹے ہم نے تمہیں سختی سے کہا تھا کہ تم نے ماہ پال کو خیمے سے نکلنے نہیں دینا پھر یہ کیسے بھاگ نکلا!...... ایک زوردار قہقہہ پڑا...... اور اس کے ساتھ ہی حاکم نے کوچ کے لئے گھوڑے کو ایڑ لگا دی...... مجاہدین ایک شان سے قرآنی آیات کا ورد کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ حاکم کا علم موہن کے ہاتھ میں تھا...... سپاہیوں کا جوش وخروش عروج پر تھا گرد وغبار کے مرغولے اٹھ اٹھ کر آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے...... بادشاہ علی قلی خان کا گھوڑا سب سے آگے آگے جا رہا تھا...... اللہ کے کلام کا ورد جاری تھا...... پیدل فوجیں بڑی سرعت سے آگے بڑھتی جا رہی تھیں...... رات کا پہلا پہر شروع ہو چکا تھا...... ایک جگہ رک کر لشکروں نے پہلے نماز ادا کی پھر خشک میوے اور بھنے ہوئے چنے کھا کر پانی پیا اور اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے...... بنگال کے بادشاہ کے لشکروں کے ہر سپاہی اور ہر سالار کے پاس سفر میں بھنے ہوئے چنے اور خشک میوے ہوتے تھے ابھی یہ کارواں شوق چلا ہی تھا کہ بارش شروع ہو گئی بارش موسلا دھار تھی ہواؤں میں طوفان کی بلاخیزی اور تندی تھی۔"

"بادشاہ نے اونچی آواز میں کہا!

مجاہدو! یہ باد وباراں کے طوفان تمہاری ہمتوں تمہاری جراتوں اور تمہارے عزائم کی عظمتوں کے امتحان ہیں...... اگر تمہارے قدموں میں ذرا سی لغزش بھی آ گئی تو وقت کی تلوار تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی...... پھر بھی اسلامی لشکر رات کے آخری پہر تک جگن ناتھ کے مندر کے قریب پانچ

چکے تھے...... صبح ہونے تک بادشاہ علی قلی خان نے آسامی افواج کے گرد ایک ناقابل عبور گھیرا ڈال لیا...... جگن ناتھ کی بستی سے پانچ چھ کوس آگے تمام علاقے پر مسلمانوں کے لشکر مورچہ بند ہو چکے تھے...... جنوب کی طرف سے اودھم خان سید حیدر امام اور شاہ رخ کے لشکر بڑھتے چلے آ رہے تھے...... مہاراجہ کرشن کمار کو مسلمانوں کی یلغار اور اس طوفانی یورش کی اس وقت خبر ہوئی جب وہ تین اطراف سے محصور ہو چکا تھا...... اودھم خان اپنی تیز اور سخت حکمت عملی سے آتے ہی جگن ناتھ کی بستی کے تمام بڑے بڑے دروازوں پر قابض ہو چکا تھا...... اس طرح آسامیوں پر بستی کے اندر داخل ہونے کے تمام راستے اودھم خان نے بند کر دیئے۔''

مہاراجہ کرشن کمار اپنے پڑاؤ میں حیرت زدہ سا اپنے لشکر کے سرداروں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا!

ہمیں یہ توقع نہیں تھی کہ حاکم بنگالہ کے لشکر اتنی سرعت سے یہاں تک آ پہنچیں گے بہر صورت ہمیں اس سے ہراساں نہیں ہونا چاہیے ہم تعداد اور وسائل کے اعتبار سے بھی بہت بہتر حالت میں ہیں...... ایک بہتر منصوبہ بندی کی ضرورت ہے پھر اس نے جلدی جلدی اپنے لشکروں کی ترتیب تبدیل کر کے نئے سرے سے پیدل سوار اور ہاتھیوں کے لشکروں کو ترغیب دیا...... مہاراجہ نے بڑی ہوشیاری سے فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کیا دائیں بائیں آگے پیچھے تجربہ کار سرداروں کو تعینات کیا...... بکرم گھن شام ٹھاکر اور نیلم کمار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ حکم کے منتظر کھڑے تھے...... مہاراجہ نے ہاتھیوں کو اس طرح فوج کے آگے کھڑا کیا جیسے چٹانوں کی مضبوط دیوار کھڑی کر دی ہو...... ہاتھیوں کی عماریوں میں ماہر تیر انداز بٹھائے گئے تھے...... مہاوتوں کے دائیں بائیں لمبے لمبے نیزوں والے مضبوط اعصاب کے جوان بٹھائے گئے۔ مہاراجہ خود بھی ہاتھی پر سوار لشکر کے قلب میں موجود تھا۔ مہاراجہ نے بڑی مہارت سے بڑی کم مدت میں اپنے لشکروں کو بہترین انداز میں ترتیب دے کر آگے بڑھنا شروع کر دیا اس نے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان ہاتھیوں کی دیوار کھڑی کر دی۔ راجہ پریم چند کے لشکر کو اس نے دانستہ طور پر قلب لشکر کے عقب میں فیصلہ کن حملے کے لئے رکھا......'' اودھم خان اور سید حیدر امام کے لشکروں نے بستی کے اردگرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ شاہ رخ نے پانچ چھ ہزار برق رفتار سواروں کی مدد سے آسامی افواج پر ناگہانی حملوں سے کھلبلی سی مچا رکھی تھی۔ اودھم خان نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی نفسیاتی اور جسمانی طور پر گھوڑے بھگاتے ہوئے چھلاوؤں کی طرح کبھی دشمن پر دائیں سے کبھی بائیں سے حملے کر کے پیچھے اپنے پڑاؤ میں پہنچ جاتے...... مہاراجہ کو مجبوراً جگن ناتھ کی بستی سے چند کوس دور پیچھے مشرق کی طرف ہٹنا پڑا۔ اب اسلامی لشکر بغیر کسی مزاحمت کے جگن ناتھ کی بستی کے پاس اپنے مستقر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ زمینی انتخاب کے سلسلے میں حاکم بنگالہ کو اب واضح برتری حاصل ہو چکی تھی...... آسام اور بنگال کی سرحد کے چکر کاٹتی ہوئی جگن ناتھ کے مندر کے اوپر سے جنوب کی طرف ایک چھوٹا سا موڑ مڑتی ہوئی مغرب کی طرف دور دور تک پھیلے ہوئے جنگل میں چلی جاتی تھی...... مسلمانوں کے لباس بارش اور کیچڑ میں لت پت ہو چکے تھے۔''

نماز فجر کے بعد بادشاہ علی قلی خان نے نصرت کی دعا مانگی...... ہواؤں میں ایک ملکوتی نغمگی پھیلی ہوئی تھی باد صبا کے جھونکے تھم تھم کر دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی دعاؤں کے پیغام وصول کر رہے تھے۔''

بنگال کا بادشاہ رو رو کر دعا مانگ رہا تھا۔

اے عرب وعجم کے سلطانوں کے سلطان! اے خدائے بزرگ وبرتر کے حبیبؐ تجھے اس نواسے کا واسطہ جس نے حریت فکر سے یزیدی ایوانوں کو پیوند خاک کر دیا اس مشکل وقت میں ہماری مدد فرما! ہواؤں کے دوش پر دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعاؤں کے ملکوتی الفاظ نغمگی پھیلاتے ہوئے سوئے یثرب پرواز کرتے ہوئے فضا میں ان الفاظ کے تقدس کے رنگ بکھیرتی جاتی تھیں......

وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں مزاج سکندری

......نماز سے فارغ ہو کر مسلمانوں نے جلدی جلدی ندی پر لکڑی کے پل بنانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے یہ کام بہت کم وقت میں مکمل کر کے پانی میں فوجوں کو گزارنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف اللہ اکبر اور یا علی مدد کے نعرے گونج رہے تھے۔ یہ ادھم خان سید حیدر امام اور شاہ رخ کے لشکروں کے طوفانی حملوں کی اطلاع ملی تھی۔"

علی قلی خان نے آسمان کی طرف سر اٹھاتے ہوئے کہا! خدایا تیرے یہ عاجز بندے تیرے محبوب کے دیے ہوئے پیغام کی سربلندی کے لیے غم کے پہاڑوں سے ٹکرا رہے ہیں تو ہی ان کا حامی و ناصر ہے۔"

......بارش کے پانی کی وجہ سے ہر طرف کیچڑ پھیلا ہوا تھا دن چڑھے تک حاکم بنگالہ کی آدھی سے زیادہ فوج ندی پار کر کے اپنی صفیں درست کر رہی تھی یہاں سے آٹھ دس کوس دور فیروز خان کا لشکر بھی ندی عبور کر رہا تھا ندی کے کنارے مہاراجہ آسام کی طرف سے کوئی قابل ذکر مزاحمت نہیں ہوئی تھی ممکن ہے مہاراجہ کی خواہش یہی ہو کہ مسلمان ندی عبور کر کے اس طرف جائیں اس طرح آگے سے آسامیوں کے حملے اور عقب سے ندی کی طوفانی لہریں ان کو پریشان کریں گی...... مہاراجہ کے لشکر حرکت میں آ رہے تھے آگے آگے ہاتھیوں کی دیوار بڑھتی چلی آ رہی تھی...... حاکم بنگالہ کے ساتھ مہاراجہ جے دھج سنگھ کھڑا تھا!

جے دھج نے آہستہ سے کہا! ہاتھیوں کی فوج کا سالار کھنڈے راؤ ہے۔ اگر اسے کسی طرح پتہ چل جائے کہ ہم زندہ ہیں اور یہاں ہیں تو وہ فوری طور پر ہم سے آ ملے گا!

بادشاہ علی قلی خان نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! جے دھج ہم نے تجھے کتنی بار منع کیا ہے کہ اگر کسی طرح کرشن کو تمہارے وجود کا علم ہو گیا تو وہ راجکماری کو ختم کر دے گا...... اور اگر راجکماری کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو وہ ہم سے برداشت نہیں ہو گا...... ہاتھیوں کے لشکر سے ہم بالکل خائف نہیں ہیں یہ بیچارے بے زبان ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہیں!

دوسری طرف سے مہاراجہ بکرم کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا! سیناپتی جی! ہمیں لگتا ہے کھنڈے راؤ کی نیت خراب ہے۔"

بکرم نے ہاتھیوں کے بڑھتے ہوئے لشکر کی طرف دیکھ کر کہا! وہ کیسے مہاراج؟

مہاراجہ نے کہا! ہاتھی شراب کے نشے میں بدمست ہیں حالانکہ ہم نے کھنڈے کو کئی بار کہا تھا کہ اگر ہاتھی بدمست نہ ہو تو دوران جنگ بزدلوں کی طرح پیچھے بھاگتا ہے اور اپنے لشکر کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ ہم جانتے ہیں ہماری سینا کے کتنے سالار جے دھج سنگھ کے غم میں گھل رہے ہیں...... ہاتھیوں کی دیوار آہستہ آہستہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف بڑھ رہی تھی۔"

سید سیف الدین نے اپنی فوج کے نیزہ برداروں کو للکارتے ہوئے کہا! مجاہدو! ان سے ڈرنے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں یہ بڑا بزدل جانور ہوتا ہے نیزے لے کر ان پر پل پڑو دو چار زخمی ہو کر پیچھے پلٹیں گے تو سب کے سب ادھر بھاگنا شروع کر دیں گے

...... ہاتھیوں پر سوار تیر انداز بڑی تیزی سے تیر برسا رہے تھے...... مسلمان سپاہیوں کا ایک لشکر بڑی تیزی سے لمبے لمبے نیزے لئے ثابت قدمی سے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جنوب کی طرف سے گھن شام ٹھاکر اور نیلم کمار کی فوجوں نے یک بارگی طوفانی حملہ کر دیا...... اس کے ساتھ ہی ایک خون ریز جنگ چھڑ گئی...... لاشوں پر لاشیں گرنی شروع ہو گئیں...... صبح سویرے معمولی جھڑپوں سے شروع ہونے والی جنگ میں یک دم شدت آ گئی...... مہاراجہ نے اپنی ساری کی ساری سینا کو جنگ کے ہولناک جہنم میں جھونک دیا...... اس کے لشکر دائیں بائیں اور سامنے سے بھرپور حملے کر رہے تھے بکرم اور گھن شام ٹھاکر پوری قوت سے جنگ لڑ رہے تھے...... گھن شام مسلمانوں کو دھکیلتا ہوا ندی کے کنارے تک لے گیا اعظم کے لشکر کے سامنے اس وقت بڑی نازک صورت حال تھی...... سامنے سے گھن شام کے لشکر کا دباؤ لحہ بہ لحہ بڑھتا جا رہا تھا اور پیچھے ندی کی طغیانیاں موت کی طرف منہ کھولے ہوئی تھی...... بادشاہ کی اس نازک صورت حال پر نظر پڑی۔"

اس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے سیف الدین سے مخاطب ہو کر کہا! سید صاحب! اعظم خان ایک مشکل صورت حال میں گھرا ہوا ہے۔ جلدی سے اس کی مدد کے لئے ایک کمک بھیج دیجئے...... سید سیف الدین نے سواروں کے ایک برق رفتار دستے کو ساتھ لیا اور دشمن کے قلب کو چیرتا ہوا بجلی کی طرح گھن شام پر جا گرا...... چند لمحوں بعد اس غیر متوقع حملے نے گھن شام کے لشکر کے قدم اکھاڑ دیئے انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا...... تو اعظم خان نے نئے سرے سے اپنے لشکر کو منظم کر کے اس شدت سے حملہ کیا کہ گھن شام سینکڑوں سپاہیوں کی لاشیں چھوڑ کر پسپا ہوتا ہوا اپنے لشکر کے قلب میں جا گرا...... اس وقت جنگ کی ہولناکیوں اور ہلاکت خیزیوں میں تباہ کن اضافہ ہو گیا جب اودھم خان نے اچانک بستی کی طرف یلغار کر دی...... سید حیدر امام (رجز خوانی) کرتا ہوا حملے کر رہا تھا ہمارا نام حیدر امام ہے...... ہم حیدر و صفدر کی اولاد ہیں...... ہماری تلوار کی کاٹ سے آسمانوں کی بجلیاں بھی پناہ مانگتی ہیں...... ہم شہادت کی موت کے متلاشی ہیں...... تلوار چلانا ہمارا آبائی پیشہ ہے اور شہادت ہمارا ورثہ ہے...... ان لوگوں کو کون شکست دے سکتا ہے جو موت کے دیدار کی خواہش لئے پھرتے ہیں......

دوپہر تک دونوں طرف جنگ کا پلڑا برابر رہا دوپہر کے بعد مہاراجہ کرشن کمار کی افواج تھکن اور گھبراہٹ کا شکار ہونے لگیں...... نادر خان اسماعیل اور موہن کے تباہ کن حملوں نے ہاتھیوں کے منہ موڑ دیے تھے بہت سے ہاتھی اندھے کر دیے گئے تھے۔ کئی اپنی لمبی لمبی سونڈوں سے محروم ہو کر تکلیف سے چیختے چنگاڑتے بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اپنی ہی فوج کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ مہاراجہ کرشن کمار ہاتھی پر سوار قلب میں موجود تھا اس کی سنہری عماری کو تیر اندازوں نے حلقے میں لے رکھا تھا اگر دو محافظ زخمی ہو کر ہاتھی سے گر جاتے تو ان کی جگہ اور اوپر پہنچ جاتے تھے...... یہ ایک قیامت تھی جو زمین کے اس ٹکڑے پر اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ برپا تھی ابھی راجہ پریم چند کا لشکر کسی مناسب موقع کے انتظار میں جنگ سے دور مشرق کی طرف پہاڑی کے دامن میں کھڑا تھا...... جب جنگ کی بھٹی پوری شدت سے تپ اٹھی......

تو بنگال کے بادشاہ نے راجندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! راجندر اپنے آقا کو قابو میں رکھنا!

راجندر نے کہا! عالی جاہ! کہاں جانا چاہتے ہیں؟

بادشاہ علی قلی خان نے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے کہا! اب ایک فیصلہ کن اور کاری حملے کا وقت ہو گیا ہے

.......بادشاہ علی قلی خان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی حاکم بنگال کا علم سر بلند تھا علی قلی خان صفوں کو چیرتا ہوا مہاراجہ کرشن کے قریب جا پہنچا.......

بڑی عجیب اور نازک ترین صورت حال تھی آسامی سپاہی حاکم بنگال کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ بادشاہ صاحب بپھرے ہوئے دریا کے طوفانی ریلے کی طرح آسامی سپاہیوں کو دھکیلتے ہوئے مہاراجہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا!...... بکرم جو یہاں سے کافی دور کھڑا تھا اس نے حاکم بنگالہ کو اس کی لہراتی ہوئی سرمئی رنگ کی عبا سے پہچان لیا اس نے دائیں طرف بڑھنا شروع کیا کیونکہ اس طرف سے مسلمانوں کا دباؤ کم تھا!

راجندر کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے مہاراجہ نے کہا! اگر تم جنگ کی سختیوں سے ہراساں نہیں ہو تو ہمارے ساتھ آؤ...... وہ دیکھو بکرم بھوکے بھیڑیے کی طرح جھپٹتا ہوا بادشاہ کی طرف بڑھتا آ رہا ہے تم جانتے ہو بکرم دونوں ہاتھوں سے لڑا کرتا ہے اس کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے اور دوسرے میں نیزہ...... مہاراجہ نے خود کو کھینچ کر اچھی طرح اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا تھا...... راجندر اور مہاراجہ جے دیج سنگھ دونوں ایک ساتھ بکرم پر نظریں جمائے ہوئے بڑھنے لگے بادشاہ کے گرد مسلمان نوجوان پروانوں کی طرح چھائے ہوئے تھے...... بادشاہ علی قلی خان کی تلوار بجلی کے کوندوں کی طرح جس طرف گرتی تھی۔ موت کا پیغام بن کر گرتی تھی...... بکرم آہستہ آہستہ بادشاہ کے قریب پہنچ چکا تھا...... اتنے میں راجندر اور جے دیج سنگھ اس کے سر پر پہنچ چکے تھے...... ابھی بکرم کا ہاتھ اٹھا ہی تھا......

مہاراجہ نے چلاتے ہوئے کہا! ''بکرم! کمینے'' بادشاہ نے مہاراجہ جے دیج سنگھ کی آواز پہچانتے ہوئے مڑ کر دیکھا...... اس وقت مہاراجہ جے دیج سنگھ کی تلوار بکرم کے اوپر اٹھ چکی تھی...... انتہائی غصے میں کہا گیا اور ٹھیک طرح سے نشانے پر نہیں پڑا تھا...... بکرم کا دایاں شانہ زخمی ہو چکا تھا۔ دوہری زرہ کی وجہ سے بازو جسم سے جدا ہونے سے بچ گیا تھا...... تلوار بکرم کے ہاتھ سے گر چکی تھی۔ اس کو اپنے سپاہیوں نے گھیرے میں لے کر بچا لیا تھا...... مہاراجہ نے لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا!

باؤلے کتے اب اس زخم کو چاٹتے رہنا...... شاید تم نے پہچانا نہیں...... ہمارا نام شیام ہے...... بکرم پیچھے ہٹ گیا تھا...... دن ڈھلے اچانک راجہ پریم چند نے عقب سے مہاراجہ کرشن کمار کے لشکر کے قلب پر حملہ کر دیا پیچھے سے اللہ اکبر اور علی مدد کے نعروں کا ملکوتی شور بلند ہوا تو مہاراجہ گھبرا گیا وہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا...... راجہ پریم چند کے لشکر نے مہاراجہ کے لشکر کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا...... مہاراجہ کرشن ہزاروں سپاہیوں کی خون آلودہ لاشیں چھوڑ کر جنوب کی طرف جنگل میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا...... مہاراجہ پریم چند بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملے کر رہا تھا...... ظالم درندو اب تمہارا حساب شروع ہو چکا ہے اب تم کہاں جاؤ گے جدھر رخ پھیر کر بھاگو گے ہر طرف موت کو منہ کھولے اپنے سامنے پاؤ گے...... موت کے فرشتے اب یہاں سے آسام تک تمہارا تعاقب کریں گے بکرم زخمی ہو چکا تھا راجہ پریم چند کی یلغار نے فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا...... مہاراجہ کرشن کے سامنے اب پسپائی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا...... اس نے ایک منظم طریقے سے مشرق کی طرف پسپا ہونا شروع کر دیا تھا...... مسلمانوں نے حملوں کو تیز تر کر دیا تھا...... طبل زور زور سے بج رہے تھے زمین کا سینہ دہل رہا تھا۔ میلوں تک لاشیں بکھری پڑی تھیں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں...... راجندر

اور جے دھج سنگھ ابھی تک بکرم کے پیچھے لگے ہوئے تھے سپاہیوں نے بڑی مشکل سے بکرم کو گھوڑے پر بٹھایا اس کا دایاں ہاتھ بیکار ہو چکا تھا...... ان کو پیچھے سے ایک سپاہی نے ایک ہاتھ کے سہارے سے سنبھالا ہوا تھا!

بکرم نے کہا! ہم پر حملہ کرنے والا آسامی تھا!...... ہمیں اس کی آواز جانی پہچانی سی لگتی تھی...... وہ اپنا نام شیام بتا رہا تھا

...... آسامی افواج بڑی تیزی سے پسپا ہوتی جا رہی تھی قدم قدم پر ان کی لاشوں کے انبار لگ گئے تھے...... شام تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب جاری رکھا اس خونی جنگ میں کم از کم ایک لاکھ آسامی مارے گئے...... جب شام کے دھندلکے رات کے اندھیروں میں بدل گئے!

حکم بنگالہ نے تعاقب ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا! اب ہمارا مقصد مہاراجہ آسام کو اپنی سرنگوں سے نکالنا نہیں رہا ہم نے اس بزید کا آسام کے اندر اسکی آخری چوکی تک تعاقب جاری رکھنا ہے......

مسلمانوں نے چند کوس پیچھے ہٹ کر ایک کھلی اور موزوں جگہ پر پڑاؤ ڈالا...... قندیلیں اور مشعلیں روشن ہونے لگیں...... حاکم بنگالہ نے سب کے زخموں کی مرہم پٹی کروائی اس کے بعد شہیدوں کے دفن کا اہتمام کیا گیا...... مسلمانوں کا بہت کم جانی جانی نقصان ہوا تھا۔"

راجہ پریم چند نے حاکم کے قدم چومتے ہوئے کہا! بھگوان جانتا ہے کہ ہم نے جتنے دن ظالموں کے ساتھ گزارے ہیں بڑے دکھی رہ کر گزارے ہیں" حاکم نے راجہ پریم چند کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا! پریم بیٹا ہمیں تمہاری وفاؤں پر بڑا ناز ہے۔"

راجہ پریم چند نے اودھم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم نے جگن ناتھ کے مندر کی کچھ دیویاں اور بستی کی کئی لڑکیوں کو بھدریک روانہ کیا تھا

اودھم نے کہا! راجہ جی! ہمیں ان ستم زدہ لڑکیوں کا قافلہ راستے میں مل گیا تھا ہم نے انہیں اپنے سپاہیوں کے ایک دستے کے ساتھ بھدریک روانہ کر دیا تھا امید ہے کہ وہ بخیر و عافیت بھدریک پہنچ چکی ہونگی۔

راجہ نے فکرمندی سے اودھم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کاہ! ہمیں ایک بات نے از حد فکرمند کر رکھا ہے"

اللہ خیر کرے وہ کیا بات ہے۔ حاکم نے پوچھا!

راجہ پریم چند نے کہا! مہاراجہ کرشن نے آسام سے بوڈو قبائل کا لشکر منگوایا تھا...... ان کے بارے میں سنا تھا کہ وہ چوروں ڈاکوؤں اور کرائے کے قاتلوں کی طرح چھپ کر وار کرنے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں...... ہم نے جنگ کے دوران بھی بوڈو قبائلوں کو نہیں دیکھا...... اور وہ کہاں ہیں اور گزشتہ رات سے اب تک کیا کر رہے ہیں۔"

...... بادشاہ کا خیمہ نصب ہو چکا تھا......" بادشاہ نے خیمے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! یہ تو از حد تشویش ناک بات ہے۔

پھر اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے شیام سے پوچھا! راجندر اور راہ پال کہاں ہیں؟

شیام نے لاعلمی کا اظہار کیا تو حاکم نے کہا!

"انہیں ڈھونڈ لاؤ"

شیام خیمے سے باہر نکلنے لگا تو باہر سے آواز آئی! ہم حاضر ہیں عالی جاہ!

حاکم نے کھڑے ہو کر جے دھج کا ہاتھ پکڑ کر کہا! ماہ پال ہم تمہارے ممنون ہیں...... تم نہ ہوتے تو شاید ہم اس آسامی نوجوان کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہوتے...... وہ کون تھا!

جے دھج نے کہا! وہ آسامی افواج کا سیناپتی بکرم تھا اور امید ہے کہ حاکم یہ سن کر خوش ہوں گے وہ بدبخت اس وقت اس دنیا میں نہیں رہا...... ہم اب تک اسی کے تعاقب میں لگے رہے تھے بڑی مشکل سے وہ ہاتھ آیا تو ہم نے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا...... ہم نے کرشن کمار کا آدھا ہاتھ توڑ دیا ہے۔

حاکم نے اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا! ہم تم سے بہت خوش بھی اس اور ناخوش بھی...... تم بار بار ہماری حکم عدولی کررہے ہو۔ بہر صورت ہم تمہیں بار بار معاف کر دینے کے عادی ہو چکے ہیں۔

شکریہ! جے دھج نے حاکم کا ہاتھ چوم لیا...... راجہ پریم چند بڑی حیرت سے دوہری زرہ اور خود میں ملبوس اس آسامی کو دیکھ رہا تھا۔

اودھم خان نے حاکم کو مخاطب کر کے پوچھا! عالی جاہ! اس جنگاور کا تعارف کیا ہے؟

حاکم نے کہا! اس کا نام ماہ پال ہے جب خدا نے اس کے دل میں ظلم و بربریت کے خلاف نفرت پیدا کی۔ تو یہ مہاراجہ کرشن سے باغی ہو کر اپنے اس ساتھی کے ہمراہ ہم سے آملا۔

اودھم خان نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا! بہادر انسان تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔

پھر راجہ پریم چند نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا! اب زرہ اور خود اتار دو۔

نہیں حاکم نے بڑے زوردار لہجے میں کہا۔

ہمیں اس سپاہی کی یہی ادا بڑی پسند ہے تو پریم چند نے مسکراتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی۔

جب شام ہوگئی رات کے اندھیرے عالم آب وگل پر چھا گئے اور آسامی فوج کے آخری دستے بھی جنگل میں روپوش ہو گئے تو بنگال کے بادشاہ نے تعاقب کی کاروائیاں بند کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے تقریباً بیس کوس تک آسامی لشکروں کا تعاقب کیا اس اثناء میں مہاراجہ کرشن کمار کے ہزاروں سپاہی موت کے گھاٹ اتار چکے تھے یہ ایک قدرتی حقیقت ہے کہ جب کوئی لشکر شکست کھا کر بھاگتا ہے تو اس کی صفوں میں نظم وضبط کا فقدان ہوتا ہے۔ سپاہی سے لیکر سالار تک سبھی بے اونٹ والوں کی طرح بغیر کسی منزل کے تعین کے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس بدنظمی اور افراتفری کے عالم میں فاتح افواج بھاگنے والوں کا بہ زیادہ نقصان کرنے پر قادر ہوتا ہے جگن ناتھ کی بستی سے لیکر یہاں تک کم وبیش تیس کوس کے علاقے میں لاشیں ہی لاشیں بکھری ہوئی تھیں...... ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا...... پہر رات گئے تک مہاراجہ کرشن اپنے لشکروں کے ساتھ ادھر ادھر جنگلوں میں بھٹکتا رہا۔ آخر کار اسے ایک اونچے پربت کے دامن میں کشادہ طویل اور صاف جگہ مل گئی...... مہاراجہ کا خیمہ ایک اونچی چٹان پر نصب کیا گیا...... یہ وادی چٹان کے دامن کے ساتھ ساتھ کئی کوس تک پھیلی ہوئی تھی...... سپاہیوں نے پڑاؤ کیا...... اور یہیں پر مہاراجہ کو بکرم کی ہلاکت کی اطلاع دی گئی...... سیناپتی کی اس نازک موقع پر ہلاکت نے مہاراجہ کو روح کی گہرائیوں تک ہلا کر رکھ دیا وہ دیر تک سر جھکائے روتا رہا...... قندیلوں کی

زرد مدقوق رشنیاں اس کے اداس اور مذموم چہرے پر جھلملا رہی تھی۔

چند لحوں بعد گھن شام ٹھاکر نے اٹھ کر مہاراجہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا! ہم نے شکست نہیں کھائی...... بلکہ ایک بہت بڑا دھوکہ کھایا ہے......ہم دوبارہ ایک نئی حکمت عملی اور نئے ولولے سے لڑیں گے......نمک حرام! قوم دشمن پریم چند ہمارے ساتھ غداری نہ کرتا تو ہم اسوقت فاتح ہوتے۔

مہاراجہ نے سر اٹھا کر گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو۔ ذلیل کا بچہ راجہ پریم چند اگر دھوکہ کا نہ دیتا تو اس وقت صورت حال بالکل مختلف ہوتی......اس قوم فروش نے ہماری پیٹھ میں زہریلا خنجر گھونپا ہے......گھن شام ہم نے ہمت نہیں ہاری ہم بہت جلد ایک نئی منصوبہ بندی کے ساتھ حاکم بنگالہ سے ٹکرائیں گے......اور پوری قوت سے ٹکرائیں گے۔

ہم ان کو ایک ایسے محاذ پر شکست دیں گے جس کے بارے میں مسلمانوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا ہم ان کو جشن فتح نہیں منانے دیں گے۔ ہم ان کے جیون کو سوگوار بنا دیں گے......ہم ایک ایسی کاروائی سے مسلمانوں کے دل گھائل کریں گے جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے ہم علی قلی خان کی زندگی کی رگوں میں ایک ایسا دردناک زہر داخل کرنے والے ہیں جس کے اثر سے وہ جیون بھر لڑپ رہے گا۔''

پھر مہاراجہ نے کہا! جگدیش آگیا ہے تو اسے حاضر کیا جائے؟......ایک سپاہی جگدیش کو ڈھونڈنے چلا گیا۔

مہاراجہ نے نیلم کمار سے پوچھا! کھنڈے راؤ کی کوئی اطلاع ملی ہے؟

نیلم کمار نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ کے کچھ ہاتھی پہنچ چکے ہیں باقی جنگل میں ہیں امید ہے صبح تک وہ بھی پہنچ جائیں گے۔

پھر اس نے گھن شام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! مسلمانوں کے حملے کے پیش نظر پہاڑی کی چوٹی پر پہرے وکی چوکیاں بٹھا دی جائیں......صبح سے پہلے پہلے سب حفاظتی اقدام کر لئے جائیں۔'' ہم پر وہ دوبارہ حملہ کریں گے۔''

اس موقع پر ایک دوسرے فوجی سالار نے کہا! مہاراجہ! محل وقوع کے اعتبار سے ہمیں ایک قدرتی حصار مل گیا ہے۔ حاکم بنگالہ اس جنگل میں داخل ہونے کی حماقت کبھی نہیں کرے گا۔ اور اگر اس نے جنگل میں گھسنے کی حماقت کر ڈالی تو پھر اس کا ایک سپاہی بھی زندہ واپس نہیں جاسکے گا...... ہمیں یہاں قیام کر کے اپنی سینا کو نئے سرے سے ایک نئے انداز سے جارحیت کے قابل بنانا چاہیے روانہ ہر رات کو باقاعدگی سے شب خون مارتے رہنے کا سلسلہ شروع کر دینا چاہیے امید ہے چند روز کے بعد حاکم بنگال بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے گا!

مہاراجہ نے چونک کر کہا! سنگرام! تمہاری وچار بڑی قیمتی اور وزنی ہے اس پر عمل کریں گے حاکم بنگالہ کو تھکا تھکا کر حکمت عملی اپنائیں گے......رات بھر آسامی لشکر وادی کو صاف کر کے اپنے خیمے نصب کرتے رہے......صبح ہوگئی......مہاراجہ نے اپنے خیمے سے نکل کر چٹان پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھا......وادی میں تاحد نگاہ خیمے دکھائی دے رہے تھے اونچے پہاڑ پر کئی جگہوں پر چوکیاں قائم ہو چکی تھیں جہاں سپاہی تعینات کر دیے گئے تھے......دن چڑھے ایک بار پھر مہاراجہ نے جگدیش کے بارے میں پوچھا!

اسے بتایا گیا کہ اس کے چند ایک ساتھی ابھی ابھی آئے ہیں کہتے ہیں جگدیش بھی آ رہا ہے

ٹھیک ہے! مہاراجہ نے کہا!

پھر مہاراجہ نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ پڑاؤ کے معائینے کے لے روانہ ہو گیا!...... ایک جگہ ایک پہاڑی چشمے کے کنارے گھوڑے سے اتر کر مہاراجہ نے ہاتھ منہ دھوتے ہوئے کہا! چشمے کا پانی بے حد میٹھا اور صاف ستھرا ہے!

گھن شام نے کہا! یہ بھی بھگوان کی کرپا ہے!

پھر مہاراجہ نے کہا! خورد و نوش کے سلسلے میں تم نے کیا کیا ہے' نیلم کماری!

اب صبح ہوئی ہے تو حالات کا جائزہ لیا جائے گا۔

مہاراجہ نے کہا! مشرق جانب جہاں جہاں کوئی آبادی نظر آئے اجاڑ کر رکھدو کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا کوئی ہندو ہو کہ مسلمان بے دریغ موت کے گھاٹ اتارتے چلے جانا!...... یہیں جگدیش بھی مہاراجہ کے سامنے آ کھڑا ہوا!

مہاراجہ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے پوچھا! جگدیش ہمیں کم سے کم لفظوں میں اپنی کارگزاری کے بارے میں بتاؤ!

جگدیش نے قاعدے کے مطابق مہاراجہ کے قدموں پر بوسہ دیتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراجہ کے حکم کے مطابق بوڈو قبائیلیوں کو نادر خان کی بستی کے قریب والے جنگل میں پہنچا دیا گیا ہے۔

مہاراجہ نے کھڑے ہو کر جگدیش کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! شاباش! ان کے ساتھ جگن ناتھ کے مندر کے کتنے پجاری ہیں!

جگدیش نے کہا! ان داتا! مہاماتر سمیت آٹھ پجاری ان کے ساتھ ہیں!

مہاراجہ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! ہم بہت خوش ہیں امید ہے بوڈو مسلمانوں کے کلیجے چھلنی کر کے بہت دور جا چکے ہوں گے۔

پھر اس نے جگدیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم ابھی اور اسی وقت راجدھانی کی طرف روانہ ہو جاؤ اپنے ساتھ پچاس ساٹھ سواروں کو لے جاسکتے ہو...... ہم تمہارے تیار ہونے تک ماتا مہارانی کے نام چٹھی لکھتے ہیں"

دوپہر کو جگدیش آسام کی راجدھانی کو روانہ ہو رہا تھا!

مہاراجہ نے اسے ایک ملفوف چٹھی دیتے ہوئے کہا! تم پہلے سیدھے شیو دیوتا کے مندر پہنچو...... بوڈو قبائل سمندر کے راستے پہلے وہیں پہنچیں گے کیونکہ بار پیٹا کا علاقہ شیو دیوتا کے مندر کے نزدیک سے شروع ہو جاتا ہے اگر وہ مسلمان قیدیوں کو مندر کے مہادیو کے حوالے کرنے پر رضا مند ہو جائیں تو ٹھیک اگر وہ ان کو اپنے قلعے میں لے جانا چاہیں تو معترض نہیں ہونا...... ہم جب مناسب سمجھیں گے ان جنگلی جانوروں کو سونے چاندی کا چارہ کھلا کر اپنا مال واپس لے لیں گے...... یہاں سے فارغ ہو کر قلعے میں پہنچ جانا اور ماتا مہارانی کو زبانی کہنا کہ وہ ذلیل راجکماری کو رسوا کرنے کی مہم شروع کر دیں رائے عامہ کو اس کے خلاف کر دیں...... راجکماری کی اس حد تک کردار کشی کی جائے کہ لوگ اس سے نفرت کرنے لگ جائیں...... اسے خفیہ طور پر زندان میں روزانہ کئی کئی مردوں سے بے آبرو کروایا جائے...... اگر ہمارے آنے تک پرجا کی واضح اکثریت راجکماری کے خلاف ہو گئی تو پھر ہمارے لیے اس کمینی کا قتل آسان ترین کام ہوگا۔ تم ہمارا مطلب سمجھ رہے ہو نا! راجکماری کا زندہ رہنا ہمارے لیے ہر وقت خطرے

کا باعث بنا رہے گا...... ہم اس کانٹے کو مزید برداشت نہیں کر سکتے!

جگدیش نے مہاراجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! مہاراجہ کی آشاؤں کے مطابق کاروائی کی جائے گی...... مہاراج حکم دیں تو اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا!

نہیں! مہاراج نے کہا! پہلے اس کا پرجا کے حلقوں میں رسوا کیا جانا ضروری ہے...... ہمارے آنے تک اگر ماتا مہارانی اور تم لوگوں نے اسے بدنام اور خوار کر دیا تو پھر بلا تاخیر ہم اسے قتل کر دیں گے۔"

☆

دوسری طرف بنگال کا بادشاہ علی قلی خان رات بھر اپنے شہیدوں اور زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھاتے رہے...... پھر دن چڑھے تک شہیدوں کے کفن دفن اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا کام ہوتا رہا!

اعظم خان نے ایک موقع پر کہا! عالی جاہ! اگر حکم دیں تو دو تین لشکروں کو آسامیوں کے تعاقب میں روانہ کر دیا جائے!

"نہیں" حاکم نے کہا! اعظم خان! ہمیں کوئی جلدی نہیں...... ہم نے مہاراجہ کا تعاقب آسام کی راجدھانی تک جاری رکھنا ہے...... بلکہ ہماری تلوار اس فرعون کے خلاف اس کی موت تک بے نیام رہے گی...... جگن ناتھ کی بستی میں جشن کا سماں تھا...... ایک منادی صدا لگاتا پھرتا تھا۔

بستی والو! دوپہر کو حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان بستی والوں کی خیریت دریافت کرنے تشریف لانے والے ہیں۔ جس کسی کو کوئی مشکل درپیش ہو یا کسی چیز کی حاجت ہو بلا خوف وخطر حاکم کو اپنے مسائل سے مطلع کرے...... راگھوناتھ عالم دیوانگی میں ننگے پاؤں ننگے سر گلیوں میں دوڑتا پھرتا تھا...... لوگو! خوشیاں مناؤ...... ناچو گاؤ...... بھگوان کو تمہاری روتی ہوئی دکھی آنکھوں پر تمہارے تڑپتے ہوئے گھائل دلوں پر...... اور تمہارے جلتے ہوئے گھروں پر ترس آگیا ہے...... تمہاری عزتوں اور آبروؤں کے رکھوالے لوٹ آئے ہیں...... تم جشن مناؤ...... ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا تھا" راگھو تو دیوانہ ہو گیا تھا...... مگر اب تو یہ فرزانوں سے زیادہ عقلمند کی باتیں کر رہا ہے...... راگھو نے سن لیا"

وہ کہنے لگا! ہاں! ہم پاگل اور دیوانے ہو گئے تھے...... دیوانگی اور پاگل پن کے عہد میں اپنے ہاتھوں سے ہم نے اپنے چمن کو آگ لگا دی تھی...... لوگ ناچتے گاتے ہوئے گھروں سے نکل آئے...... دوپہر کو حاکم بنگالہ اپنے محافظوں اور چند ایک سالاروں کے ساتھ بستی میں داخل ہوا...... عورتوں مردوں بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم ہاتھوں میں پھولوں کی پتیوں کی ٹوکریاں لئے گلی گلی کوچے کوچے منتظر رہا تھا...... راگھو ناتھ نے جونہی حاکم کی سواری دیکھی تو دوڑتا ہوا حاکم کے گھوڑے کے آگے لیٹ گیا۔ وہ رو رو کر کہہ رہا تھا!

لوگو! آؤ...... اس تاجدار کے قدموں پر اپنی داغدار پیشانیوں کو اس وقت تک رگڑتے رہو جب تک گناہوں کے داغ صاف نہ ہو جائیں...... یہ کہہ کر اس نے حاکم بنگالہ کی دائیں رکاب تھام کر اس کے قدموں پر ماتھا رگڑنا شروع کر دیا!

حاکم نے جھک کر اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی شفقت سے کہا! بھائی یہ کیا کرتے ہو......"

عجیب جذباتی قسم کا منظر تھا لوگ روتے روتے ہنستے تھے اور ہنستے ہنستے رو پڑتے تھے خود حاکم بنگالہ کا بھی عالم تھا...... وہ بڑی مشکل سے اپنی پلکوں کے پیچھے آنسوؤں کے سیلاب کو روک رہا تھا...... نوجوان خوشیوں کے گیت گاتے پھرتے تھے...... عورتیں مکانوں کی چھتوں پر پھولوں کی جھولیاں بھر بھر کر ان پر نچھاور کر رہی تھیں...... وہ پھول بھی پھینکتی جاتی تھیں اور رو رو کر کہتی تھیں...... تمہارے بعد اس چمن کو لیٹروں نے اس ظلم اور بے دردی سے پامال کیا ہے کہ گلی گلی لہولہان ہو کے ویران ہوئی ہے...... ہمارا سب کچھ لٹ چکا ہے...... ہم سب بے آبرو ہو چکی ہیں۔"

ایک اونچی جگہ پر حاکم نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! ہم درد کی ساری داستانیں سن چکے ہیں...... ہم روح کی گہرائیوں تک دکھی ہیں...... تم انصاف کرو تو ہم اس سلسلے میں قصوروار نہیں ہیں...... یہ وقت گلے شکوؤں کا نہیں تعمیر نو کا ہے...... ہم سب نے مل جل کر اجڑے ہوئے اس

چمن کو نئے عزم سے چمن بند کرنا ہے...... ہم اپنی بہو بیٹیوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں...... پوری بستی کا ایک چکر لگانے کے بعد حاکم جگن ناتھ کے مندر میں پہنچا تو چند پجاریوں اور دس بارہ دیوداسیوں نے ان کا استقبال کیا......

حاکم نے مندر کے دروازے پر گھوڑے سے اترتے ہوئے پوچھا! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں یہاں تو پجاریوں دیوداسیوں اور یاتریوں کے ہجوم ہوا کرتے تھے۔"

ایک دیوداسی نے حاکم کے قدم چھوتے ہوئے کہا! عالی جاہ! خزانوں کے بے رحم جھونکوں نے ایک ایک کلی کے تقدس وروح کو پامال کیا ہے کھنکتی ہوئی چوڑیاں کرچی کرچی ہو کر اس مندر کے اندر باہر دور دور بکھری ہوئی ہیں...... اس بستی پر صدیوں تک کچلی ہوئی جوانیوں کی غمناک چیخوں کے آسیب چھائے رہیں گے۔"

حاکم نے اس دیوداسی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہمیں معلوم ہے اس بستی والوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں مگر ہم اس سلسلے میں بے خطا ہیں...... ان سب تباہیوں کے ذمہ دار تمہارے اپنے بزرگ ہیں جنہوں نے تعصب کی سیاہ پٹیاں باندھ کر اندھے پن کا اتنا شرمناک مظاہرہ چشم فلک کو دکھایا...... ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی ہے ہمیں بہت پہلے آسامیوں پر حملہ کر دینا چاہیے تھا...... ہمارے راستے میں چند مجبوریوں کے پتھر تھے جن کو ہٹاتے ہٹاتے دیر ہوئی ہے...... مگر لگتا ہے اس تاخیر کے پس منظر میں خداوند کریم کی مصلحت نے بڑے نازک فیصلے کیے ہیں...... اس نو دیدہ سحر کے جلوے اب صدیوں تک برقرار رہیں گے...... جو لوگ ٹھوکریں کھا کر سنبھلتے ہیں وہ دوبارہ نہیں گرتے...... ہم سب مل جل کر ایک دوسرے کے دکھوں دردوں اور غموں کو بانٹیں گے...... ایک دوسرے کے زخموں پر محبتوں اور شفقتوں کے مرہم رکھیں گے...... پھر اس اس چمن کی گلشن آرائی کریں گے...... دھرتی کو رنگوں اور امنگوں سے بھر دیں گے......

جب حاکم بنگالہ بستی سے نکلنے لگے تو لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا! ہم اپنے حاکم کو اپنا مہمان بنائیں گے۔"

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! ہم جہاں بھی ہونگے ہماری محبتوں کا خلوص تمہارے درمیان ہوگا ہمارا بستی سے باہر قیام کرنا ٹھیک ہے......" سپاہیوں اور سالاروں کی آمدورفت کئی مسائل کا باعث بن سکتی ہے۔

نہیں راگھوناتھ نے حاکم کی عبا کے دامن کو بوسہ دیتے ہوئے کہا! ہم اپنے محسنوں کی راہوں پر پھول نچھاور کریں گے ان کے ہر نقش قدم پر سجدے ادا کریں گے۔"

حاکم نے گھوڑے کی لگام اٹھاتے ہوئے کہا! تم سب اطمینان سے خوشیاں مناؤ تمہارے بھائی تمہارے محافظ تمہارے لیے جاگ رہے ہیں...... اب کوئی درندہ کوئی چور کوئی خون لٹیرا اس بستی کا رخ نہیں کریگا...... بستی سے باہر نکل کر حاکم نے اپنے گھوڑے کا رخ ندی کی طرف موڑ لیا......"

بستی میں گھروں کی چھتوں پر عورتوں اور بوڑھوں نے مورچے بنائے ہوئے تھے جہاں وہ مسلح ہو کر جاگ رہے تھے...... سردار نادر خان کی جوان سال اور جوان ہمت بیٹی سکینہ گھوڑے پر سوار ہو کر بستی کی دیوار کے ساتھ ساتھ گشت کرتی پھرتی تھی اس نے سپاہیانہ لباس پہنا ہوا تھا......"

راجکمار نارنگ دہشت گردی لوٹ مار قتل وخونریزی اور بربریت میں خصوصی مہارت رکھتا تھا ظالمانہ کاروائیوں کی حکمت علی اور منصوبہ

بندی تیار کرنے میں اس کا شیطانی ذہن بڑی تیزی سے کام کرتا تھا آدھی رات سے کچھ دیر پہلے اس نے اپنے غول بیابانی کو چار حصوں میں تقسیم کیا!

پھر اس نے ایک نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

ارجن! ہماری معلومات کے مطابق نادر خان کی حویلی بستی کے مغرب میں واقع ہے اور وہ دیوی اس حویلی میں مقیم ہے تم نقب زنی دستے کے ساتھ اوپر سے چکر کاٹ کر بستی کے مغربی حصے میں پہنچ جاؤ...... ہم شمال مشرق اور جنوب تین اطراف سے بستی پر حملہ کریں گے' بستی کے محافظوں کی مختصر سی جماعت حفاظتی طور پر ان اطراف میں سمٹ آئے گی اس عرصے میں تم لوگوں نے بڑی تیزی سے دیوار میں شگاف ڈالنے کی کاروائی مکمل کرنی ہے...... ہمیں صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنا کام مکمل کر کے یہاں سے بہت دور نکل جانا چاہیئے۔"

ارجن نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن کو جھکاتے ہوئے کہا! راجکمار جی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم اس کام میں کس قدر ماہر اور تیز ہیں۔"

ٹھیک ہے! نارنگ نے کہا! ہم آگے بڑھتے ہیں...... تم لشکر کے تمام کتوں اور اپنے دستے کے جوانوں کو لے کر اوپر کی طرف روانہ ہو جاؤ......

راجکمار نارنگ کی حکمت عملی کامیاب رہی...... جس وقت بوڑو قبائلیوں نے تین اطراف سے بستی کی فصیل پر ایک زوردار حملہ کیا تو کچھ دیر بعد بستی کے سارے محافظ اطراف میں سمٹ آئے بوڑو قبائلی جلتے ہوئے تیروں کی بوچھاڑ سے حملے کر رہے تھے اس کے کچھ منچلے مندروں کو برجوں پر پھینک کر دیوار پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک سوار گلی کوچے میں گھوڑا دوڑاتا ہوا چیخ چیخ کر کہتا جا رہا تھا۔

بستی والو! جاگ جاؤ بستی پر سرحدیوں نے حملہ کر دیا ہے...... اٹھو عزت سے مرنے کے لئے درندوں کے آگے ڈٹ جاؤ...... بستی میں اچانک کہرام برپا ہو گیا...... ابھی آدھی رات نہیں گزری تھی کہ ارجن اور اس کے ساتھیوں نے بستی کی مغربی جانب سے دیوار میں ایک بڑا سا شگاف ڈال دیا ہزاروں خونخوار آدم خور کتے یکدم بستی والوں پر حملہ آور ہوئے...... ارجن نے اپنے کچھ ساتھیوں کو فصیل کے دروازے کھولنے کے لیے مختلف سمتوں کو دوڑا دیا اور باقی لوگوں کے ساتھ وہ نادر خان کی حویلی پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑا...... حویلی میں موجود عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار کی دردناک صداؤں سے رات کانپ رہی تھی۔ اس اثناء میں بوڑو سپاہیوں نے اندر سے فصیل کے دروازے کھول دیے تھے...... نارنگ کا لشکر آندھی کے تندو تیز بگولوں کی طرح بستی میں داخل ہوا سب سے پہلے انہوں نے فصیل کے مسلح محافظوں کو قتل کیا...... نارنگ گھوڑا بھگاتا ہوا نادر خان کی حویلی کی جانب بڑھا وہاں قتل و خونریزی کا بازار گرم تھا!

ارجن نے کہا! راجکمار جی! ہم نے بستی کی تمام خوبصورت لڑکیوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا ہے...... مہا دیو کو کہیں کہ وہ دیوی کو پہچان کر پکڑ لے۔

نارنگ نے جگن ناتھ کے پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اپنی دیوی کی شناخت کر کے علیحدہ کر لو...... راجکمار نارنگ' ارجن کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا!

ارجن نے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا! بتاؤ ان لڑکیوں میں تمہاری دیوی کون ہے؟

کمرے میں کلثوم' کامنی' اور چندا رانی تھیں۔"

مہادیو نے کلثوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! "یہ دیوی ہے"

نارنگ نے کہا! ٹھیک ہے اس نے علیحدہ کر کے باقی سب کو قتل کر دو۔"

مہادیو نے کہا! راجکمار! ہمارے خیال میں اگر ان کو قتل کرنے کی بجائے اپنے ساتھ یرغمال بنا کر لے چلو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا!

وہ کیسے؟

نارنگ نے پوچھا تو مہادیو نے کہا! یہ حاکم بنگالہ کی عزیز اور رشتے دار لڑکیاں ہیں ان کو چھڑانے کے لیے وہ بھاری تاوان ادا کرنے کو تیار ہو جائے گا...... علاوہ ازیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دباؤ کے تحت وہ مہاراجہ کرشن کمار ے کے تعاقب سے باز آ جائے گا!

نارنگ نے مسکراتے ہوئے کہا! لگتا ہے تمہاری بات وزنی ہے

پھر اس نے کہا! تم ان تینوں کو باندھ کر باہر چلو...... ہم آتے ہیں۔"

حویلی میں ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا...... لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو رہی تھیں...... سکینہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے حویلی کی طرف بڑھنے لگی تو ایک مکان کی چھت سے کسی عورت نے پکار کر کہا!

سردارزادی حویلی کی طرف مت جاؤ...... وہاں موت کا بازار گرم ہے...... خدا کے لیے کسی طرح حاکم کو اطلاع کرو

...... سکینہ نے گھوڑے کی راسیں کھینچیں...... ابھی وہ مڑنے بھی نہیں پائی تھی کہ ایک گلی سے کتوں اور بوڑو جنگلیوں کا غول نکل آیا کتے سکینہ کے گھوڑے پر حملہ آور ہوئے...... سکینہ نے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر سرپٹ چھوڑ دیا...... ابھی وہ بستی کے مشرقی دروازے تک نہیں پہنچی تھی کہ پیچھے سے ایک تیر سراتا ہوا آیا اور اس کی کمر میں پیوست ہو گیا!...... کتے لپک لپک کر گھوڑے پر حملے کر رہے تھے مگر وفادار گھوڑا آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا جب وہ بستی سے کچھ دور نکل گئی تو انہوں نے تعاقب چھوڑ دیا...... سکینہ نے ایک جگہ رک کر اپنے پیچھے پلٹ کر دیکھا...... بستی کے گھروں سے دھوئیں کے بڑے بڑے مرغولے اٹھ رہے تھے...... بچوں بوڑھوں اور عورتوں کی چیخ و پکار سے قیامت برپا تھی...... بوڑو قبائل کے درندوں کے قہقہے اس کے کانوں میں دردناک زہر گھول رہے تھے...... اسے اپنے زخموں کا درد بھول گیا...... خون بڑی تیزی سے اس کے جسم سے بہتا جا رہا تھا اس نے پرنم آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ کر زیر لب کہا!

خداوندا ہم تیرے عاجز بندے تیری رضاؤں کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں...... اس کے ساتھ ہی اس نے ایک آہ بھر کر گھوڑا پھر سرپٹ چھوڑ دیا!

مہادیو نے نارنگ کو کہا! راجکمار جی! مہاراجہ کا مقصد پورا ہو گیا ہے دیوی کو ہم نے پکڑ لیا ہے اب یہ لوٹ مار اور قتل و غارت کی کوئی ضرورت نہیں!

نارنگ نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا! تم کون ہوتے ہو شکاری کو شکار سے منع کرنے والے!

مہادیو نے ڈرتے ہوئے کہا! ہم چاہتے ہیں کہ جتنی جلدی ہو سکے ہمیں یہاں سے بہت دور نکل جانا چاہیے اگر حاکم بنگالہ کو خبر ہو گئی تو

سب کو گھیرے میں لے کر ہلاک کردے گا!

نارنگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں صبح سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔" ان وحشیوں نے موت کا یہ کھیل ایک پہر تک جاری رکھا...... بستی کی گلی گلی میں بے گناہ بچوں بوڑھوں اور عورتوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ جنہیں بوڈو قبائل کے خونخوار کتے چباتے اور گھسیٹتے پھرتے تھے۔"

نارنگ نے ایک بوڈو سپاہی کو کہا! واپسی کا طبل بجا دیا جائے...... سحر ہونے سے پہلے لٹیرے قاتلوں کا یہ غول بیانی کلثوم کامنی اور چندا رانی کو لے کر بستی سے نکل گیا...... سینکڑوں گھروں میں آگ لگی ہوئی تھی پجاریوں کا ٹولہ بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا...... بوڈو قبائلیوں کا رخ جنوب کی طرف تھا...... کلثوم کامنی اور چندا رانی کو رسیوں سے باندھ کر انہوں نے ایک چھکڑے میں ڈال رکھا تھا...... یہ لوگ گوہاٹی کے نواحی علاقے سے گزرتے ہوئے مشرق کی طرف مڑ گئے...... دوپہر تک یہ لوگ خلیج بنگال کے ساحل پر پہنچ گئے۔

نارنگ نے ارجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم سارے لشکر کے ساتھ خشکی کے راستے چلو ہم پانچ سو جوانوں کے ساتھ کشتیوں کے ذریعے آتے ہیں۔

ارجن نے کہا! پجاری اور لڑکیاں؟

نارنگ نے کہا! وہ ہمارے ساتھ ہونگے۔

پھر اس نے مہادیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اپنی دیوی کو چھکڑے سے اتار کر کشتی میں لے آؤ......

ساحل پر پچاس ساٹھ کے لگ بھگ دخانی جہاز اور بڑی کشتیاں کھڑی تھیں جن پر کھنڈے راؤ ہاتھیوں کا لشکر لایا تھا۔"

مہادیو نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کلثوم کی رسیاں کھولنی شروع کیں تو اس نے کہا! ذلیل انسان ایک نہ ایک دن تیرا انجام بہت برا ہوگا خدا کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں تمہاری یہ دہشت گردی صدا قائم رہنے والی نہیں ہے......

مہادیو نے سر اٹھا کر کلثوم کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اس کے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے...... مگر اس کو کچھ کہنے کی جرات نہیں ہو رہی تھی۔"

کلثوم نے کہا! کاش تمہاری کوئی بیٹی اس حال میں ہوتی تو تجھے پتا چلتا......

مہادیو نے جلدی جلدی تینوں کو کھول دیا! اور کہا! ہمارے پیچھے پیچھے چپ چاپ چلی آؤ۔"

چندا رانی نے رک کر مغربی افق کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا! حاکم! تمہاری بیٹیاں اس وقت پا بند رسن ہیں۔"

مہادیو نے آہستہ سے کہا! بیٹی کس پتا جی کو پکار رہی ہو؟

چندا نے غصے سے کہا! ہم تینوں حاکم بنگالہ کی چہیتی بیٹیاں ہیں۔"

مہادیو نے سرگوشی کے انداز میں کہا! تمہارے مہان پتا کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں وہ بہت جلد

تمہاری مدد کو آئیں گے...... مصیبت کی یہ گھڑیاں زیادہ طویل نہیں ہونگی.....''

کامنی اور کلثوم نے چونک کر مہادیو کی طرف دیکھا تو اس نے دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے جلدی سے کہا! جلدی سے کشتیوں میں سوار ہو جاؤ اگر اس خبیث کی نیت بدل گئی تو بہت مشکل پیش آئے گی

......نارنگ اور اس کے پانچ سو کے لگ بھگ ساتھی دو کشتیوں میں سوار ہو چکے تھے...... جب پجاری' کلثوم' کامنی' اور چندرانی بھی سوار ہو گئے تو نارنگ نے چلنے کا اشارہ کر دیا...... جب کشتیوں نے ساحل چھوڑ دیا تو مہادیو نے اطمینان کا سانس لیا!

نارنگ نے کہا! مہادیو جی! کیا بات ہے تم کچھ پر اسرار سے لگتے ہو!

مہادیو نے کہا! نہیں راجکمار جی! ہم تو سیدھے سادھے پجاری ہیں...... ہم نے خوشی کا اظہار اس لیے کیا ہے کہ بھگوان ہمیں مسلمانوں کی دسترس سے دور لے جا رہا ہے...... اب ہم خطرات کی دنیا سے بہت دور جا رہے ہیں!

......نارنگ ہنس پڑا...... ابھی یہ لوگ ساحل سے بہت دور نہیں تھے کہ نارگن نے بہت دور جنوب مشرق کی طرف سے ایک چھوٹے سے لشکر کو آتے دیکھا۔ لگتا تھا آنے والے ہاتھ ہلا کر رکنے کا اشارہ کر رہے ہیں.''

نارنگ نے پریشانی سے کہا! یہ کون ہو سکتے ہیں؟

کشتی کے عملے کے ایک آدمی نے کہا! یہ اپنے آدمی لگتے ہیں شاید کوئی پیغام لائے ہوں۔

نارنگ نے کہا! یہیں کشتیوں کو لنگر انداز کر دو...... دیکھتے ہیں کون ہیں اور کیا کہتے ہیں

......تھوڑی دیر بعد جگدیش ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ساحل پر پہنچ گیا۔

نارنگ نے اپنی کشتی کے عرشے پر کھڑے ہو کر پوچھا! کیا بات ہے؟

جگدیش نے کہا! ہم مہاراجہ کے آدمی ہیں اور تمہارے ساتھ آسام جائیں گے۔''

ٹھیک ہے نارنگ نے کہا! کشتیوں میں بیٹھ کر آ جاؤ...... دوسرے روز صبح کے وقت یہ لوگ شیو دیوتا کے مندر پہنچ گئے۔''

جگدیش نے نارنگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! نارنگ جی! ہم تو راجدھانی جائیں گے...... یہ بتاؤ ان لڑکیوں کو تم ہمارے حوالے کرنا پسند کرو گے یا اپنے ساتھ باریٹا کے قلعے میں لے جاؤ گے۔''

نارنگ نے ہنستے ہوئے کہا! ہمیں لڑکیوں سے غرض نہیں ہمیں تو اپنا مال چاہیے اگر تم تاوان کی رقم لائے ہو تو لڑکیوں کو لے جاؤ...... نہیں تو مہاراجہ کے آنے کے بعد جانا!

جگدیش نے کہا! مہاراجہ کو تم لوگوں پر پورا اعتماد ہے بہتر ہے تم ان کو اپنے ساتھ لے جاؤ!''

پھر اس نے مہادیو جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اب تو خوش ہو نا! مہادیو جی...... جگن ناتھ کی دیوی مل گئی ہے' امید ہے دیوتا کی کرپا سے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے...... کلثوم' کامنی' اور چندرانی کو شیو دیوتا کے مندر کے ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا تھا۔

جگن ناتھ کے مندر کے مہادیو نے شیو دیوتا کے مہادیو سے ملاقات کرتے ہوئے کہا! مہادیو جی! کوئی ایسا منصوبہ کرو کہ یہ لڑکیاں ان درندوں کی قید سے رہا ہو جائیں۔"

شیو دیوتا کے مہا پجاری نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا! سادھو مہاراج! خیر تو ہے جس دیوی کی بغاوت نے ہندو جاتی کو خون کے آنسو رلایا ہے تم اس کی رہائی کے منصوبے کر رہے ہو؟

جگن ناتھ کے مہا پجاری نے کہا! تم غلط سمجھ رہے ہو..... تم جانتے ہو بوڈو قبائل کا دھرم غیر واضح ہے وہ دیوی دیوتاؤں کی پرستش کم کرتے ہیں..... کہیں ایسا نہ ہو یہ لوگ ہم سے ان دیویوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھین لیں اور پھر دیوتا کا غضب ہم پر ٹوٹ پڑے۔"

شیو دیوتا کے مہادیو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو!

شیو دیوتا کے مہا پجاری نے ایک ثانیہ توقف کے بعد کہا! اگر شیو دیوتا یہاں ہوتے تو وہ ان لڑکیوں کو یہیں پر روک لیتے مگر افسوس وہ یہاں نہیں ہیں۔ بہر صورت ہم تمہیں دیوداسیوں کو سلانے والا دارو دیتے ہیں موقع ملے تو ان جنگلیوں کو راستے میں پلا دینا..... اس کے اثر سے یہ درندے کئی پہروں تک بے ہوش پڑے رہیں گے..... اور تم ان لڑکیوں کو لے کر جنگل میں غائب ہو جانا..... جانتے ہو کیونکہ ان جنگلوں اور پہاڑوں میں تم کئی برس تک تپسیا کرتے رہے ہو!

جگن ناتھ کے مہادیو نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا! تم نے ہماری بہت بڑی مشکل آسان کر دی ہے۔"

پھر شیو دیوتا کے مہادیو نے ایک پوٹلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! اس پوٹلی میں اتنی دارو ہے جس سے تم ایک ہزار آدمیوں کو بے ہوش کر سکتے

ہو..... بوڈو قبائل کے راجکمار نارنگ نے دن ڈھلے روانگی کا طبل بجوا دیا..... اس عرصے میں بوڈو قبائلی مندر کی بہت سی قیمتی اور نادر اشیاء اپنے قبضے میں لے چکے تھے جس وقت نارنگ باریٹا کے علاقے کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ جگدیش اور اس کے ساتھی اپنی راجدھانی کی طرف خوش خوش گھوڑے دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے..... ایک رات اور اگلا پورا دن مہادیو اور اس کے ساتھی پجاری پھرتے رہے..... دوسری رات انہوں نے ایک پہاڑی کا رخ کیا..... نارنگ کے حکم سے خیمے نصب ہونے لگے..... رات کا پہلا پہر بوڈو سپاہیوں نے ناچنے گانے میں گزار دیا..... مہادیو نے پھرتی سے شراب کے بڑے بڑے مٹکوں میں شیو دیوتا کے مہادیو کا دیا ہوا دارو ملا دیا..... بوڈو شراب پیتے پیتے بے ہوش ہو گئے..... مہادیو نے نارنگ کو اپنے ہاتھ سے بہت زیادہ شراب پلا دی..... جب مہادیو اور اس کے ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ سب بری طرح بے ہوش ہو چکے ہیں۔"

ندی کے کنارے گھاس پر بیٹھے ہوئے حاکم نے کہا! اودھم خان ہمارا دل ڈوبا جا رہا ہے نجانے کیوں آنسوؤں کا ایک طوفان سا آنکھوں کی طرف امنڈتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ہمارا وجدان کسی بڑے روحانی صدمے کا اشارے دے رہا ہے۔"

اودھم خان نے پریشان ہوتے ہوئے کہا! صدقہ دیا جائے' وہ ٹھیک ہے'

حاکم نے نادر خان کی بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! خدا نادر خان کی بستی والوں پر کرم کرے ہمارے دل میں بڑے دکھی دکھی

خیال اٹھ رہے ہیں

اودھم خان نے کہا! حضور بادشاہ ہمیں یقین ہے بستی والے محفوظ ہوں گے۔ کیونکہ دشمن کی شرارتوں کی تمام راہیں ہم نے بند کر دی تھیں۔

بادشاہ علی قلی خان نے ندی پار نگاہیں جماتے ہوئے کہا! راجہ پریم چند بتا رہا تھا...... مہاراجہ کرشن نے بوڈو قبائل کا ایک لشکر منگوایا تھا۔ ہمیں ابھی تک ان جنگلی درندوں کی خبر نہیں ملی کہ وہ کہاں روپوش ہیں میدان جنگ میں ہم نے ان کو نہیں دیکھا ہمیں بار بار یہی خیال آتا ہے کہ مہاراجہ ایک کمینہ دشمن ہے وہ ضرور کوئی نہ کوئی انتہائی گھٹیا اور کمینی حرکت کرے گا...... ہمیں بھدر بیک اور نادر خان کی بستی والوں کی بڑی تشویش ہے۔"

اعظم خان نے سوچتے ہوئے کہا! اگر عالی جاہ! حکم دیں تو اسی وقت ایک لشکر روانہ کر دیا جائے جو نادر خان اور بھدر بیک کی بستیوں کی خبر لے آئے۔

بادشاہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے...... ہم موہن یا شیکھر کو ایک بہتر رفتار دستے کے ساتھ بھیجنے کی اجازت دیتے ہیں اس اثنا میں راجہ پریم چند نادر خان سید حیدر امام اور فیروز خان بھی وہاں پہنچ گئے تھے...... ندی میں کشتیوں پر سوار تیر انداز مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی طرف گشت کرتے پھرتے تھے۔"

سید حیدر امام نے دور سے آتے ہوئے ایک سوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ نادر خان کی بستی کی طرف سے آ رہا ہے...... سوار گھوڑے کی زین پر ڈولتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔"

حاکم نے چونک کر بڑے اضطراب سے دیکھ کر کہا! ہاں یہ زخمی لگتا ہے۔ خدا کرے ہمارے خدشات درست نہ ہوں۔"

ایک کشتی کو روکتے ہوئے حاکم نے کہا! کشتی کو دوسرے کنارے باندھ کر دوڑ کر جاؤ اس آنے والے سوار کو لے آؤ......

اس کشتی میں اسماعیل اور موہن بھی تھے...... یہ لوگ دوڑتے ہوئے اس سوار کی طرف بڑھنے لگے...... جس کی بانہیں آہستہ آہستہ گھوڑے کی گردن کے گرد حائل ہو رہی تھیں گھوڑا ابھی تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا آ رہا تھا...... اسماعیل اور اس کے ساتھی قریب پہنچے تو وہ خود بخود رک گیا۔"

اسماعیل نے گھوڑے کو پہچانتے ہوئے کہا! موہن یہ تو ہمارا گھوڑا ہے۔ پھر اسماعیل جلدی سے سوار کو زین سے اتارا۔ خون کی بوندیں سوار کی زرہ کی کڑیوں کو سیراب کرتی ہوئی نیچے گر رہی تھیں اس کی پشت میں خنجر پیوست تھا۔

اسماعیل نے خنجر نکال کر پرے پھینکتے ہوئے کہا! سکینہ ہماری معصوم بہن تجھے کس درندے نے زخمی کیا ہے۔"

سکینہ نے اپنی آنکھیں کھول کر اپنے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا! بھائی ہمیں جلدی سے حاکم بابا کے پاس لے جاؤ ہم انہیں اس قیامت کی روداد سنانے آئے ہیں۔ جس نے ہمارے مہکتے ہوئے چمن کو راکھ کے ڈھیروں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔

اسماعیل کے آنسو ساون کی گھٹاؤں کی طرح برس رہے تھے۔ اس نے اپنے ہاتھوں پر بہن کو اٹھایا ہوا تھا وہ چار قدم چلتا تھا پھر گر پڑتا تھا۔

سکینہ نے کہا! بھائی! ہمت سے کام لو...... بہنوں کی لاشیں اٹھانا مشکل کام ہے......

اتنے میں حاکم بنگالہ اور دوسرے سارے سردار ندی عبور کر کے وہاں آ پہنچے۔

اسماعیل نے روتے ہوئے کہا! خان بابا! یہ سکینہ ہے اپنے حاکم باپ کو کسی دردناک قیامت کی داستان غم سنانے کی حسرت لے کر آئی ہے۔

حاکم بنگالہ نے زمین پر بیٹھ کر سکینہ کو اپنی گود میں لٹاتے ہوئے کہا! آنکھیں کھول کر ہماری طرف دیکھو ہم حاکم بابا ہیں!

سکینہ نے مسکرا کر کراہتے ہوئے کہا! حاکم بابا درندوں کے ایک غول بیابانی نے ہماری پوری بستی کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا ہے گلی میں خون آلودہ لاشیں پڑی ہیں۔"

حاکم نے کہا! ہوا کیا ہے' کون لوگ حملہ آور ہوئے ہیں؟

سکینہ نے کہا! آدھی رات اچانک ننگے دھڑنگے آدم خور بلاؤں نے بستی پر حملہ کر دیا...... ان کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں بھیڑیوں جیسے خونخوار کتے بھی تھے...... پانی...... ہمیں ایک گھونٹ...... پانی...... دو...... ہمارا حلق خشک ہوتا جا رہا ہے

...... حاکم بنگالہ نے سکینہ کو اپنے بازوؤں پر اٹھا کر ندی کی طرف تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔

ندی کنارے سائے تلے سکینہ کو آرام سے لٹاتے ہوئے پوچھا! کلثوم کامنی اور دوسری خواتین کا کیا ہوا!

سکینہ نے ایک لمبی آہ بھرتے ہوئے کہا! حاکم بابا! سب کچھ ختم ہو گیا...... مندر کے پجاری بھی ان کے ساتھ تھے انہوں نے کلثوم اور کامنی کو پہچانتے ہوئے اٹھا لیا تھا...... ہمیں کچھ کچھ یاد پڑتا ہے...... چندا رانی کو بھی ان درندوں نے زندہ اٹھا لیا تھا...... ہم لڑتے بھڑتے بڑی مشکل سے بستی سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے...... عقب سے ایک خنجر ہمارے جسم میں پیوست ہوا...... حاکم بابا...... خان بابا...... اسماعیل...... موہن...... تم سب کو خدا کا واسطہ...... جتنی جلدی ہو سکے ان درندوں کا تعاقب کر کے...... ہماری پیاری پیاری بہنوں کو ان کے قبضے سے چھڑا لو...... وہ درندے ان کو مار ڈالیں گے...... حاکم بابا! وہ انسان نہیں تھے درندے تھے...... ہم نے اپنی آنکھوں سے ان کو کتوں کے ساتھ مل کر زخمیوں کو چیرتے پھاڑتے دیکھا ہے۔"

حاکم بنگالہ نے اٹھتے ہوئے کہا! کرشن بدکار...... اب تم بہت غیض وغضب کا تماشا دیکھو گے...... اسماعیل جلدی سے سکینہ کو ہمارے خیمہ میں لے چلو...... سکینہ کو کشتی میں ڈال کر ندی کے دوسرے کنارے حاکم بنگالہ کے خیمے میں پہنچا دیا گیا...... حکیم صاحبان بڑی تندہی اور مہارت سے اس کی مرہم پٹی اور علاج معالے میں لگ گئے...... تمام سالار جمع تھے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔"

فیروز خان نے کہا! بے رحم مہاراجہ نے بزدلانہ وار کیا ہے۔

راجہ پریم چند نے کہا! اس نے ہمارے دلوں پر ایسا وار کیا ہے جس کا درد مرنے کے بعد بھی ہمیں سوگوار رکھے گا۔"

جے دیو نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! بادشاہ صاحب بوڈو قبائل کا ٹھکانہ باربیٹا کے جنگلی علاقے میں ہے وہ لوگ خلیج کے بحری راستے سفر کریں گے۔"

حاکم نے حیدر امام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم اس وقت دو ہزار جوانوں کے ساتھ بحری راستے ان کے تعاقب میں روانہ ہو جاؤ...... اور اودھم خان تم دس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ خشکی کے راستے باربیٹا کے جنگلوں کی طرف بڑھو...... تمہیں خدا کی قسم ان درندوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کرنی...... قہر خداوندی بن کر ان پر ٹوٹ پڑو...... خدا کی قسم اگر ہماری بیٹیوں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی ہو گئی تو ہم نہ تجھے معاف

کریں گے نہ اپنے آپ کو۔"

نادر خان کو گلے لگا کر حاکم بنگالہ نے روتے ہوئے کہا! نادر خان ہمیں معاف کر دینا ہم سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے...... "چند لمحوں بعد سید حیدر امام کا لشکر شمال کی جانب اور راودھم خان کا لشکر مشرق کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا...... ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے دھرتی کا کلیجہ کانپ رہا تھا۔

جب حکیم صاحبان خیمے سے باہر آئے تو بادشاہ نے پوچھا! ہماری بیٹی کا کیا حال ہے؟

بڑے حکیم صاحب نے کہا! حضور تشویش کی کوئی بات نہیں۔ انشا اللہ سکینہ بیٹی کا زخم ایک دو روز تک بہتر ہو جائے گا ویسے بہتر ہے بیٹی کو خیمے کی بجائے کسی آرام دہ مکان میں ٹھہرایا جائے۔"

راگھوناتھ نے حاکم کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! عالی جاہ اس خدمت کے لئے اس ناچیز کو موقع دیا جائے تو بڑی کرم نوازی ہوگی

بادشاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے سکینہ بیٹی کو بستی کے اندر راگھوناتھ کے گھر منتقل کر دیا جائے...... شام کو بستی کی سینکڑوں خواتین ایک مشعل بردار جلوس کی شکل میں سکینہ کو لینے آئیں۔

نادر خان نے اسماعیل اور عادل خان کو ساتھ روانہ کرتے ہوئے کہا! تم دونوں رات وہاں قیام کرو گے...... جب سکینہ کو آرام دہ پالکی میں ڈال کے لے جانے لگے۔

تو بادشاہ نے بڑے حکیم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا حکیم صاحب تم بھی سکینہ بیٹی کے ساتھ جاؤ ہو سکتا ہے رات کو کوئی تکلیف ہو اور تمہاری ضرورت پڑ جائے۔"

اس کے بعد بادشاہ نے اپنے تمام سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! دشمن جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ وہ آج کسی وقت کوئی نہ کوئی شرارت ضرور کرے گا...... اس کا ایک سپاہی بھی زندہ بچ کر نہیں جانا چاہیے...... کل صبح سویرے جنگل کو آگ لگا دو...... اب ہم ان کے ساتھ وہ سلوک کریں گے جس کے وہ مستحق ہیں۔

اس کے بعد بادشاہ نے ہاشم کے چھوٹے بھائی رضوان کو بلا کر کہا! تم چار پانچ ہزار سواروں کو لے کر اندھیرے جنگل میں چھپ جاؤ...... لگتا ہے آج رات کو آسامی کوئی نہ کوئی شرارت کریں گے...... ہم چاہتے ہیں اگر ان کا کوئی لشکر خون مارنے آئے تو ان میں سے ایک سپاہی بھی زندہ واپس نہ جائے......

پھر حاکم نے سید سیف الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سید صاحب تم نادر خان کی بستی چلے جاؤ اپنے ساتھ حکیم حسین بیگ کو لیتے جانا...... شہیدوں کے کفن دفن اور زخمیوں کی مرہم پٹی کے بعد وہاں دو چار ہزار جوانوں کو تعینات کر کے جلدی سے جلدی واپس چلے آنا...... خدا نے چاہا تو ہم کل کسی وقت آسامیوں پر تباہ کن حملہ کریں گے

صبح کی نماز کی تسبیح و تحلیل اور درود و سلام کے بعد بادشاہ علی قلی خان سکینہ کی عیادت کے لیے بستی کو روانہ ہوئے...... محافظوں کے دستے کے علاوہ فیروز خان، شاہ رخ خان اور راجہ پریم چند بھی ہمراہ تھے۔ راگھوناتھ کے گھر کے سامنے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کا ہجوم خوشیوں کے استقبالی

نعرے لگا رہا تھا بستی کے جوان اسلامی لشکروں میں شامل ہو چکے تھے...... نادر خان اسماعیل راگھوناتھ اور حکیم صاحب نے آگے بڑھ کر بادشاہ کا استقبال کیا بادشاہ گھوڑے سے اترا تو راگھوناتھ نے اس کے قدموں پر سر رکھ دیا......"

بادشاہ نے اسے محبت سے اٹھایا اور کہا! بزرگو! اس طرح تم کب تک ہمیں گنہگار کرتے رہو گے۔"

راگھوناتھ نے روتے ہوئے کہا! جب تک اس پیشانی سے پاپ کا بدنما داغ صاف نہیں ہو جاتا ہم اپنے حاکم کے قدموں پر ماتھا رگڑتے رہیں گے۔

بادشاہ نے اس کے کندھے پر محبت سے لبریز ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! راگھوجی! جسے تم ایشور یا بھگوان کہتے ہو اس کو ہم دو جہانوں کا خالق و مالک اللہ کہتے ہیں اس کی ذات بڑی کریم ہے...... در توبہ کھلا رہتا ہے جو لوگ اپنے گناہوں سے پشیمان ہو کر اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اللہ کریم ان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے...... راگھوجی! انسان کی زندگی کی راہیں ہمیشہ ہموار نہیں ہوا کرتیں اونچی نیچی ناہموار اور سنگلاخ دشوار گزار کئی قسم کے مرحلے اور موڑ عبور کرنے پڑتے ہیں...... بھٹک جانا' غلطی کر بیٹھنا تعصب سے اپنے گھر کو آگ لگا دینا...... اس وقت تک ناقابل معافی جرائم ہوتے ہیں جب تک ان کا مرتکب ہونے والا پچھتاوے کے روگ میں مبتلا نہیں ہو جاتا...... جب تم اپنے کیے پر پچھتا رہے ہو...... شرمسار ہو...... روتے ہو تو سمجھو تمہارے دل کے داغ دھل گئے ہیں...... قدم قدم تمہارے ضمیر اور تمہاری آتما کا بوجھ ہلکا ہو رہا ہے...... جس چمن کو تم نے تعصب کی آگ سے جلایا ہے اس کی از سر نو چمن آرائی کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہو۔"

راگھو کو تسلی دینے کے بعد حاکم نے حکیم صاحب سے پوچھا! حکیم صاحب ہماری بیٹی اب کس حال میں ہے؟

حکیم صاحب نے بادشاہ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے کہا! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سکینہ بالکل ٹھیک ہے...... رات کو ہم نے سکون کی دوائی پلائی تھی...... عالی جاہ! جس خونی سانحہ کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کی ہولناکیوں کا سلگتا ہوا خیال جس وقت اس کے دماغ پر چھا جاتا ہے وہ رونے لگ جاتی ہے۔ زخم زہرناک تھا مگر ہم نے اس کا تریاق دے دیا ہے......"

نادر خان اور اسماعیل کو دل گرفتہ دیکھ کر حاکم نے کہا! تم دونوں باپ بیٹا چٹانوں کی طرح مضبوط اور ناقابل تسخیر ہو...... تم اسلام کے سپاہی ہو...... سکینہ ہماری بھی بیٹی ہے ہمیں عورتوں کی طرح اس ظلم و ستم پر آنسو بہانے نہیں چاہییں...... ان درندوں سے خدا کی زمین کو پاک کرنا ہے...... جنہوں نے یہ انسانیت سوز اور دردانگیز ظلم کیا ہے۔"

نادر خان نے اپنی چھلکتی ہوئی آنکھوں سے حاکم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

کاش اس ظلم کے دائرے ہماری ایک سکینہ تک محدود رکھے جاتے...... بخدا ہمیں تو کلثوم بیٹی کا غم دوہری دھار کے خنجر کی طرح آتی جاتی سانسوں کو زخمی کرتا رہتا ہے...... نجانے وہ درندے اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے...... کامنی اور چندارانی کی صورتیں یاد آتی ہیں تو دل کا لہو آنکھوں سے بے اختیار ٹپک پڑتا ہے۔

بادشاہ تم اس طرح کی باتیں کر کے ہماری دل آزاری کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہو...... تم سمجھتے ہو ہمارے سینے میں دھڑکنے والا دل گوشت کا

نہیں پتھر کا کوئی بے حس ٹکڑا ہے...... تم ہمارے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھو تو تمہیں ہر طرف درد و غم کے تپتے ہوئے کربلا دکھائی دیں گے...... ہمیں بھی ہر طرف لہو کے چھینٹوں تڑپتی لاشوں اور ہمیں پکارتی ہوئی روحوں کے ہیولے دکھائی دیتے ہیں...... ہم چھپ چھپ کر روتے ہیں...... مگر ہمارے درد و کرب کی اشتہار رونا پیٹنا نہیں ہے...... ہم نے آگے بڑھ کر ان کے تمام طاغوتی اور ابلیسی طاقتوں اور یزیدوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے تاکہ آئندہ کسی کو اس قسم کی مذموم غیر انسانی اور غیر اخلاقی کاروائی کی جرات نہ ہو...... ہماری کوئی اور کلثومؑ کا منی چندارانی اور سکینہ بیٹی...... ایسے مظالم سے دوچار نہ ہو۔"

نادر خان نے حاکم بنگالہ کی عبا پر بوسہ دیتے ہوئے کہا! ہم معافی چاہتے ہیں...... ہم اپنے حاکم کی دل آزاری کا سوچ بھی نہیں سکتے اس صدمہ سے ہمارے دل و دماغ ماؤف ہو گئے ہیں اس المناک اور دردانگیز گفتگو نے ہر کسی کو مذموم کر دیا تھا لوگ ہچکیاں لے کر رو رہے تھے۔"

حاکم نے کہا! آخر ہم سب یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ اس وقت خالق کون و مکان ہمارے جذبہ ایمان کو آزمائشوں اور امتحانوں کی دشوار گزار پل صراط سے گزار رہا ہے...... نادر تم یہ بتاؤ کیا ہمارا نقصان خاندان رسولؐ کے اس عظیم نقصان سے زیادہ ہے جو کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار میں اس دور کے بدترین درندوں کی ظالمانہ کاروائیوں کے نتیجے میں وہا تھا۔ کیا ہمارے شہیدوں کا لہو کربلا کے شہیدوں کے خون کی بوندوں سے زیادہ قیمتی ہے...... کیا ہماری ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کی چادریں زینبؑ کلثومؑ ورقیہؑ کی تطہیر کی چادروں سے...... لوگوں کی چیخیں نکل گئیں...... حکیم صاحب غش کھا کر زمین پر گر پڑے نادر خان' اسماعیل' راجہ پریم چند اور دوسرے لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے۔"

نادر خان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! خدا کے واسطے حاکم صاحب ہمیں معاف کر دیجئے ہمارے دل شدت غم سے پھٹتے جاتے ہیں۔"

حاکم بنگالہ نے حکیم صاحب پر جھکتے ہوئے کہا!

کوئی بھاگ کر پانی لے آئے...... حکیم صاحب کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے گئے...... وہ ہوش میں آ گیا۔"

اس نے پاس ادب سے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا! حاکم صاحب سید الشہداءؑ کے لہو کی ایک بوند کی قیمت دو عالم کے پاس نہیں ہے......

حاکم بنگالہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! ایسے نازک وقت پر ہمیں صبر کی تاکید اور تلقین کی گئی ہے یہاں صبر کا مطلب بزدلوں اور بے غیرتوں کی طرح رونے کا نہیں بلکہ استقامت سے طاغوتی کے سامنے ڈٹ جانا ہے۔"

بادشاہ نے یہ کہہ کر حکیم صاحب کو مخاطب کر کے پوچھا! تم ہمارے ساتھ سکینہ بیٹی کے پاس چلو گے۔"

حکیم صاحب نے سر جھکاتے ہوئے کہا! تشریف لے چلیے۔"

راگھوناتھ نے ایک بار پھر عادت کے تحت حاکم بنگالہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ناموس کے ذی وقار محافظوں سے پردہ کسی مذہب میں روا نہیں......

ایک بار پھر مجمع کی چیخیں نکل گئیں...... راگھوناتھ کا دروازہ کھلا ڈیوڑھی میں دس پندرہ لڑکیاں سکینہ کی چارپائی لیئے کھڑی تھیں...... سکینہ نے ایک تکیے کا سہارا لے کر اٹھتے ہوئے کہا! حاکم بابا...... خدا کی قسم اس کائنات میں آدم سے لے کر آج تک نہ کوئی ایسی سکینہ پیدا ہوئی ہے نہ قیامت

تک کوئی ہو گی۔ جو نواسہ رسولؐ مظلوم کربلا کی کم سن بیٹی تھی...... ہمارے جیسی لاکھوں کروڑوں اس کے قدموں کی دھول کے مرتبے کو بھی نہیں پا سکیں...... حاکم بابا...... ہم نے وہ ساری درد بھری گفتگو سنی ہے۔ جو ابھی ابھی کی گئی ہے ہم تو اپنے حاکم بابا کے استقبال کے لئے دروازے پر آئے تھے حاکم بابا!...... ہم اس جہاد میں سب کے شانہ بشانہ اس وقت تک لڑیں گے جب تک ظلم کی کالی رات ختم نہیں ہو جاتی!

بادشاہ بھلی قلی خان نے سکینہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا! اب ہماری بیٹی کا کیا حال ہے؟

سکینہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! ہم ٹھیک ہیں...... ہم نے جس طوفانی قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس نے وقتی طور پر ہمیں توڑ پھوڑ دیا تھا...... اب ہم نے اپنے حاکم بابا سے عزائم اور ایمان کی نئی روشنی لی ہے...... ہم اپنے حاکم بابا کی شیر دل بیٹی ہیں''۔

حاکم بابا نے کہا! ہماری بیٹی کو کمرے میں لے چلو......

پھر حاکم نے گھر میں موجود بستی کی لڑکیوں کے سروں پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہا! عزیز بچیو! بہنو! اور ماؤ ہم تمہارے زخمی دلوں سے اٹھنے والی خاموش چیخوں سے پوری طرح واقف ہیں...... خدا نے مہلت دی تو انشاء اللہ ہم تمہارے زخموں کا گن گن کر حساب چکائیں گے''۔

ایک خوبصورت لڑکی نے بے اختیار ہو کر حاکم کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ہمارے حاکم کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رہے اور کچھ بھی درکار نہیں......'' بھگوان کی قسم جب سے ہمارے ناموس کے رکھوالے یہاں آئے ہیں۔ ہمارے زخموں نے چلانا چھوڑ دیا ہے۔

حاکم نے اس کے سر پر دوبارہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! بیٹی وہ آگ جو تنہائیوں میں بہنے والے اشکوں نے ہمارے دلوں کی دنیا میں بھڑکا رکھی ہے اسے کون بجھائے گا...... بستی والوں کی آنکھیں حاکم کے ساتھیوں پر جمی ہوئی تھیں...... فیروز خان شاہ رخ اور راجہ پریم چند سب سر جھکائے کھڑے تھے اس سارے عرصے میں کسی ایک نے بھی نگاہیں اٹھا کر کسی کی جانب نہیں دیکھا تھا...... کچھ دیر ٹھہر کر حاکم نے سب کو خدا حافظ کہا اور پھر باہر نکل گیا...... وہ جب گھوڑے پر سوار ہونے لگا...... بستی کی عورتوں نے اس پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں...... حاکم نے گھوڑے کی راسیں اٹھائیں گھوڑا زور سے ہنہنایا اور پھر سرپٹ دوڑنے لگا حاکم کے پیچھے پیچھے محافظوں اور سالاروں کے گھوڑے بھی سرپٹ دوڑتے جا رہے تھے...... ان کی عبائیں ہواؤں کے دوش پر لہراتی جاتی تھیں''۔

ایک بوڑھی ہندو عورت نے روتے ہوئے کہا! ان کو اپنے جیسے منش نہ کہنا یہ تو آکاش کے نیلے ساگر سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ دیوتا ہیں جن کی رگوں میں رشتوں کا تقدس لہو بن کر گردش کر رہا ہے......

دوپہر کو سید سیف الدین بھی نادر خان کی بستی سے لوٹ آیا۔

بادشاہ بھلی قلی خان نے پرنم آنکھوں سے غمزدگی کا درد بکھیرتے ہوئے کہا! سید صاحب تمہارے دل و دماغ کا کیا عالم ہے؟

رمز آشنا بوڑھے سالار نے اپنی جھکی ہوئی گردن اٹھاتے ہوئے کہا!

عالی جاہ! جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلتے ہیں ان کے ارادوں کو کوئی ستم ایجاد متزلزل نہیں کر سکتا...... سحر کی خاطر فطرت ان گنت ستاروں کی قربانیاں دیتی آ رہی ہیں......

انہوں نے یہاں سے نکل کر جانے کی تیاری شروع کر دی..... کھانے پینے کا کچھ سامان اٹھا کر انہوں نے ایک گٹھڑی میں باندھا.....

مہادیو نے لڑکیوں کے خیمے میں جا کر کہا! وقت کم ہے۔ ہمیں صبح سے پہلے پہلے یہاں سے بہت دور نکل جانا چاہئے..... ہم نے سارے درندوں کو نشہ پلا کر بے ہوش کر دیا ہے۔"

کلثوم نے کامنی اور چندارانی کی طرف دیکھ کر کہا! بہنو! پجاریوں کا یہ پراسرار رویہ بے شک ناقابل فہم ہے۔ مگر اس وقت ان پر اعتماد کرنا پڑے گا..... چند لمحوں بعد دس پجاریوں کے ساتھ یہ تینوں لڑکیاں بوڈو قبائل کے پڑاؤ سے فرار ہو گئیں..... پجاریوں کے ساتھ ساتھ کامنی، چندا اور کلثوم نے بھی ایک ایک تلوار ایک ایک نیزہ تیروں سے بھرے ترکش اور ایک ایک کمان اٹھائی تھی..... جنگل گھنا اور پر خطر تھا..... بہر صورت یہ لوگ کانٹوں سے الجھتے بھاگتے دوڑتے صبح تک کافی دور نکل گئے۔"

مہادیو نے ایک جگہ ان سب کو ٹھہراتے ہوئے کہا! تم لوگ اس جگہ کچھ دیر انتظار کرو..... اس پہاڑ میں کہیں ایک غار ہے جس میں داخل ہونے والوں کو باہر سے تلاش کرنے والے کبھی نہیں پا سکتے..... ہم نے غار میں کئی ہفتے چھپا کرتے گزارے تھے..... غار کے اندر میٹھے پانی کا ایک چشمہ ہے جو نجانے اندر ہی اندر کس طرف غائب ہو جاتا ہے..... ہم کوشش کر کے اس غار کو ڈھونڈتے ہیں..... صبح ہونے لگی تو جنگل نے انگڑائی لے کر آنکھیں کھول دیں پرندے چہچہانے لگے۔

دن چڑھے مہادیو خوش خوش واپس آ کر کہنے لگا بھگوان نے ہماری اس مصیبت کے دنوں کو ختم کر دیا ہے..... ہم نے اس غار کو تلاش کر لیا ہے اب ہم کسی قسم کے خطرے کا سامنا کیے بغیر کئی دنوں تک اس میں رہ سکیں گے اس عرصے میں مسلمانوں کا لشکر کوہ بیان کو روندتا ہوا اس ملک پر چھا جائے گا..... ہر ظلم کی رات ختم ہو جائیگی..... اور امن و سلامتی کا سورج طلوع ہو جائے گا..... تو پھر ہم صبح بہاروں کے آفتاب کو سلام کر کے باہر آ جائیں گے..... مصیبت زدوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ مہادیو کے بتائے ہوئے غار کی طرف روانہ ہو گیا..... چھوٹی بڑی جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے پہاڑ کی ایک چٹان کے سائے تلے سے یہ غار شروع ہوتی تھی اور پھر پہاڑ کے اندر اندر ہی بل کھاتی ہوئی بہت آگے نکل جاتی تھی..... غار کے دہانے پر خودرو جھاڑیوں کی شاخیں ایک دوسری کے ساتھ اس طرح الجھی ہوئی تھیں کہ باہر سے کسی کو کسی طرح بھی غار کا گمان نہیں ہو سکتا تھا..... آگے چل کر یہ غار کافی فراخ اور کسی حد تک روشن محسوس ہو رہی تھی شاید اوپر سے کسی دوسری غار سے سورج کی شعاعیں اندر آتی تھیں ایک جانب سے ایک چشمہ نغمگی بکھیرتا ہوا کہیں غائب ہو رہا تھا..... پجاریوں نے ایک کشادہ جگہ صاف کر کے بیٹھنے اور لیٹنے کے قابل جگہ بنا کر کلثوم' کامنی اور چندارانی کے سامنے خشک میوے رکھتے ہوئے کہا! اطمینان سے کھاؤ اور آرام کرو۔"

مہادیو نے دوسرے پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! امید ہے بوڈو درندے دوپہر تک سوتے رہیں گے اس کے بعد جب انہیں ہمارے فرار کا علم ہو گا تو وہ باولے کتوں کی طرح جنگل میں پھریں گے..... احتیاطاً غار کے دہانے پر تیر لے کر بیٹھ جاؤ..... ویسے ہمیں مکمل یقین ہے کہ وہ کبھی بھی اس غار کو تلاش نہیں کر سکیں گے۔"



دوپہر تک بوڑو بے ہوش پڑے رہے ان کے گھوڑے جنگل میں گھاس چرتے پھرتے تھے...... دوپہر کے بعد آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آگئے۔"

راجکمار نارنگ نے چلاتے ہوئے کہا! ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ ذلیل پجاریوں نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے۔ جنگل میں پھیل جاؤ اور جہاں مل جائیں سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو......

تھوڑی دیر بعد بوڑو سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح جنگل میں پھرتے رہے۔ ایک دفعہ تو ان کے چند سپاہی غار کے دہانے کے قریب پہنچ گئے...... ان کی باتیں اندر سنائی دے رہی تھیں...... ایک کہہ رہا تھا! راجکمار ہمیں خواہ مخواہ جنگل میں پھرا رہا ہے لگتا ہے وہ لوگ واپس بھاگ گئے ہیں۔ ہمیں شیو دیوتا کے مندر کا محاصرہ کر لینا چاہیے۔"

دوسرے نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو ایسا ہی ہوگا...... بھلا جنگل میں وہ کیوں چھپیں گے اور اگر انہوں نے اس طرح کی حماقت کی ہے تو اب تک جنگلی درندوں کا لقمہ بن چکے ہوں گے۔"

شام کو تھک ہار کر جب بوڑو سپاہی اپنے پڑاؤ میں پہنچ گئے تو راجکمار نے کہا! ہم آدھی رات کے بعد واپس شیو دیوتا کے مندر جائیں گے۔"

ادھر جس وقت پورن ماشی کی رات کو شیو دیوتا ناگ دیوتا کے مندر سے روانہ ہوا اسی رات کے پچھلے پہر راجکمار نارنگ اپنے لشکر کے ساتھ شیو دیوتا کے مندر پر ٹوٹ پڑا...... انہوں نے صبح تک مندر کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا...... کئی پجاریوں اور دیوداسیوں کو رسیوں سے باندھ کر اپنے ہمراہ لے جاتے ہوئے مہادیو کو کہا! ہم اپنے بھگوان کے بدلے ان کو لے جا رہے ہیں۔"

مہادیو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج یہ بہت بڑا انیائے ہے...... بھگوان کی قسم وہ لوگ ادھر نہیں آئے۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے" نارنگ نے مہادیو کو دھکا دے کر گراتے ہوئے کہا! ابھی تو کچھ نہیں ہوا جس کو تم انیائے کہہ رہے ہو...... دو تین دن بعد ہم پھر آئیں گے پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے...... ہم اس مندر کے اندر سانس لینے والی ہر چیز کو چیر پھاڑ کر ختم کر دیں گے...... اگر وہ یہاں آئیں تو ان کو یہاں بند کر لینا...... اس میں تمہاری بھلائی ہوگی۔

دوسری روز دن چڑھے جب سلطان شیو دیوتا کے روپ میں سید حیدر امام کے لشکر کے ساتھ ناگ دیوتا کے مندر سے روانہ ہو کر شیو دیوتا کے مندر پہنچا تو خون آلود لاشیں اور ویران سناٹے کو دیکھ کر سب حیران رہ گئے...... مندر کے اندر باہر ہر طرف یاتریوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں...... ہر طرف خون ہی خون دکھائی دے رہا تھا......

سید حیدر امام نے سلطان سے پوچھا! یہ کیا اسرار ہے؟

سلطان نے کہا! لگتا ہے یہ بوڑو قبائلیوں کی کارستانی ہے...... مندر کے اندر سناٹا طاری تھا...... مہا پجاری ایک طرف سے لنگڑاتا ہوا اور سلطان کے قدموں پر گر کر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

سلطان نے اسے اٹھاتے ہوئے پوچھا! مہادیو جی! یہ سب کیسے اور کب ہوا کس بدبخت نے دیوتا کے استھان کو خون سے رنگین کیا ہے۔ جلدی بتاؤ ہم اس کو تباہ و برباد کر دیں گے۔''

اس کے جواب میں مہادیو نے پوری کہانی سنانے کے بعد کہا! لگتا ہے جگن ناتھ کے مندر کے پجاری ان لڑکیوں کو لے کر کہیں فرار ہو گئے ہیں......اب وہ درندے باولے کتوں کی طرح ان کی تلاش میں بھاگتے پھرتے ہیں۔''

سید حیدر امام نے پوچھا! اچھا یہ بتاؤ انہیں یہاں سے گئے ہوئے کتنی دیر ہوگئی ہے؟

مہادیو نے سید حیدر امام کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! تم کون ہو؟

سلطان نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا! تم تفتیش نہیں کرو۔ جو پوچھا گیا ہے اس کا جواب دو۔''

مہادیو نے کہا! دیوتا! ان درندوں کو یہاں سے گئے ہوئے ایک پہر تو ہو گیا ہوگا!

سلطان نے پوچھا! اچھا یہ بتاؤ وہ پیدل تھے یا سوار۔

مہادیو نے جواب دیا۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔

پھر سلطان نے کہا! تم مندر کے گھڑیال بجاؤ کافی لوگ چھپے ہوئے ہوں گے......نکل آئیں گے۔

تھوڑی دیر بعد مندر کے گھڑیال بجنے لگے۔''

سید حیدر امام نے کہا! سلطان یہ تو بڑی اچھی خوشخبری ہے کہ ہماری لڑکیاں بوڈو قبائل کی قید سے فرار ہو گئی ہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ پجاری انہیں کس مقصد کے تحت بھگا کر لے گئے ہیں۔''

سلطان نے کہا! سید صاحب! سر دست تو ہمیں ان کے تعاقب کے بارے میں سوچنا چاہیے ہو سکتا ہے پجاریوں کے دلوں میں خداوند کریم نے نیکی کا درد بھر دیا ہو۔''

پھر سید حیدر امام نے ایک سپاہی کو بلاتے ہوئے کہا! تمام گھوڑوں کو فوری طور پر یہاں لے آؤ......بڑے کم وقت میں ہزاروں گھوڑے مندر میں پہنچ گئے......گھڑیال بجنے سے کافی یاتری پجاری اور دیوداسیاں جو کسی نہ کسی طرح چھپ کر مندر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے ڈرتے ڈرتے مندر میں آ گئے۔''

سید حیدر امام نے اپنے لشکروں کو روانگی کا حکم دیتے ہوئے کہا! ہم دو پہر تک واپس آ جائے گے تم ہماری واپسی تک یہیں رہنا......اگر اس اثنا میں اودھم خان کے لشکر پہنچ جائیں تو انہیں اس ساری صورت حال سے آگاہ کر دینا......امید ہے وہ پہنچنے والے ہونگے۔''

سلطان نے کہا! زیادہ ڈر جانے کی ضرورت نہیں۔''

تم فکر نہ کرو۔ سید حیدر امام نے کہا! خدا نے چاہا تو ہم ان درندوں کو راستے میں جا لیں گے۔''

مندر سے نکل کر راجکمار نارنگ بڑے آرام سے جا رہا تھا کہ اچانک سید حیدر امام کے طوفانی لشکر کے نرغے میں آ گیا......بوڈو درندوں

نے بھاگنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر حجازی شاہسواروں نے ان کی ہر کوشش بے کار بنا کر رکھ دی...... مسلمانوں کے مجاہدانہ حملوں نے چند لمحوں کے اندر بوڑو بھیڑیوں کو خاک و خون میں تڑپا کر ہلاک کر دیا...... نارنگ کی لاش کے مسلمانوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے ان کے گھوڑوں اور دوسرے سامان کے ساتھ سید حیدر امام مندر کے پجاریوں اور دیوداسیوں کو لے کر واپس شیو دیوتا کے مندر آ گیا۔ اسی روز دن ڈھلے اودھم خان پچاس ہزار کے ایک لشکر جرار کے ساتھ وہاں پہنچ گیا...... سید حیدر امام اور سلطان نے اسے حالات و واقعات سے آگاہ کی تو اس نے سجدے میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا۔"

اودھم خان نے سجدے سے اٹھتے ہوئے کہا! بھائیو! گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے پجاریوں کی مدد سے ہاری ہوئی جنگ جیت لی ہے۔ ہماری بچیوں کی عزت محفوظ ہے۔ چلتے وقت راجہ پریم چند نے ہمیں پجاریوں کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا...... جب سے مہاراجہ کرشن نے مہا دیو آسامیوں کی خلاف ورزی کی ہے اس وقت سے مہا دیو آسامیوں کے خلاف ہے اور یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت پورے بنگال کے ہندو مہاراجہ کے خلاف صف آراء ہیں۔"

پھر اودھم خان نے اپنے منصوبے سے آگاہ کرتے ہوئے کہا! ہم بلا تاخیر صبح ہوتے ہی یہاں سے کوچ کر کے باریٹا کے قبائلوں کے سردار وشنو خبیث اور اس کے قلعے کو صفحۂ ہستی سے مٹانے چلے جائیں گے...... سلطان تمہارا کیا ارادہ ہے؟

سلطان نے کہا! سردار ہمارے ساتھ راجکماری چندکانت ہے جسے حاکم صاحب زندہ دیکھنا چاہتے ہیں...... پھر ہاشم بھی ہے......

ٹھیک ہے اودھم خان نے کہا! اپنے مسائل تم ہم سے بہتر جانتے ہو...... سلطان! بادشاہ کے علاوہ پوری قوم کو تم پر فخر ہے۔ بڑا ناز ہے۔"

سلطان نے اٹھتے ہوئے کہا!" ذرہ نوازی ہے سب کی" اچھا خدا حافظ...... اس مندر کی حفاظت اور اپنے قبضے کی خاطر چار پانچ سو جوانوں کو یہیں چھوڑ جانا یہ کسی وقت بہت فائدہ پہنچائے گا۔ بہتر ہے بھدر ریک کے بوڑھے کھیا کو بھی یہیں چھوڑ جانا...... ہم چلتے ہیں۔ ہمارا سفر دشوار گزار اور منزل بڑی کٹھن ہے دعا کرتے رہنا۔"

اودھم خان کے لشکر نے مندر کے باہر خیمے لگا لئے تھے ہر طرف احترام اور محبت کی فضائیں تھیں مندر کے یاتری اور دیوداسیاں جو پہلے ڈرے سہمے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں کے قریب آ کر ان کے اخلاق اور شرم و حیا سے بہت متاثر ہو رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے یہ کس دنیا کے لوگ ہیں...... نظریں جھکا کر بات کرتے ہیں...... ان کی ہر ہر ادا محبت کی مٹھاس سے لبریز ہے...... یہ کب تک یہاں رہیں گے...... بوڑو وؤں کی قید سے رہا ہونیوالے پجاری تو مسلمانوں کے سامنے بچھتے جاتے تھے...... سید حیدر امام اگلے منصوبے کے بارے میں سوچ رہا تھا...... اودھم خان اور سید حیدر امام نے اپنی روایتی طوفانی یورش سے بھوٹان کی سرحدوں کے ساتھ آسام کے اندر دور دور تک پھیلے ہوئے بوڑو خانہ بدوشوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا...... وشنو سردار کا قلعہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک خوبصورت وادی میں واقع تھا...... اس نے پہاڑوں پر چوکیاں قائم کر رکھی تھیں۔ مسلمانوں نے دونوں طرف کے پہاڑوں پر رات کے اندھیرے میں چڑھنا شروع کر دیا...... صبح تک وہ دونوں پہاڑوں پر قبضہ کر چکے تھے...... اب صورت حال یہ تھی کہ وہ بڑی آسانی سے قلعے کے اندر تیر پھینک سکتے تھے۔"

اودھم خان نے سید حیدر امام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! آج ہم امیر تیمور کی طرح جنگ لڑیں گے...... ہم اس قلعے کو جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیں گے۔"

پھر اودھم خان نے پہاڑ پر سفید جھنڈا لہراتے ہوئے کہا! بلند آواز میں منادی کر و کہ اگر یہ قوم قلعہ خالی کر دیں تو ہم کسی کو کچھ نہیں کہیں گے یہ رعایت دوپہر تک ہے...... دوپہر تک منادی چیخ چیخ کر کہتے رہے۔لوگو قلعے کے دروازے کھول دو ورنہ تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

دوپہر کے بعد اودھم خان نے کہا! اب ہر طرف جلتے ہوئے تیروں کا مینہ برسا دو...... اب منادی کہہ رہا تھا...... تم نے امان کا وقت ضائع کر دیا...... اب موت کے گھاٹ اترنے کے لئے تیار ہو جاؤ...... شام تک تیروں کی برسات جاری رہی دوسری طرف سے بوڑھی جلتے ہوئے آتشی تیر پھینک رہے تھے......" شام کے بعد اودھم خان نے کہا! جنگل کے درختوں کو کاٹ کر قلعے کے دروازے پر لکڑیوں کا انبار لگا دو......

آدھی رات تک قلعے کے دروازے پر قلعے کی دیواروں سے اونچا لکڑیوں کا انبار لگ چکا تھا...... صبح ہوتے ہی اودھم خان کے حکم سے لکڑیوں کے اس انبار کو آگ دلگا دی گئی...... جب وشنو سردار کو مسلمانوں کی اس کارروائی کا علم ہوا تو اس کے پیروں تلے زمین کانپنے لگی...... فرار کی ساری راہیں بند ہو چکی تھیں آگ جہنم کی طرح لپک لپک کر قلعے کے مضبوط دروازے کو چاٹ رہی تھی...... دوسری طرف سے مسلمان تیر اندازوں کے حملے تیز تر ہوتے جا رہے تھے...... قلعے کے دروازے کے ساتھ ساتھ فصیل کا ایک بڑا حصہ بھی نیچے گر پڑا...... مسلمان شاہسوار اس تاک میں گھات لگائے بیٹھے تھے...... تیر اندازوں کو پہاڑوں اور اونچی اونچی چٹانوں پر بٹھا کر اودھم خان اور سید حیدر امام اپنے سارے لشکر کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گئے...... ہر طرف افراتفری کا عالم تھا مسلمان لشکران وحشیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر پھینکتے ہوئے بڑے منظم طریقے سے پورے قلعے میں پھیل گئے۔"

اودھم خان نے کہا! عورتوں اور بچوں کو بچانے کی کوشش کرنا شام تک قلعے کی ساری آبادی تہہ تیغ ہو چکی...... وشنو سردار زخمی حالت میں گرفتار ہو چکا تھا۔" اودھم خان نے اس کے منہ پر نفرت اور غصے سے تھوکتے ہوئے کہا!" یہ انسان نہیں درندہ ہے۔اس کے لیے لکڑی کا پنجرہ تیار کرایا جائے۔"

پھر اس نے ڈرے سہمے ہوئے بچوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہوئے کہا! ہم مسلمان ہیں...... تمہارے درندہ صفت مردوں نے بلاوجہ ہمیں اس سخت اقدام کے لیے مجبور کیا ہے...... ہم عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے کیونکہ کمزوروں کو مارنا بزدلوں اور کمینوں کا شیوہ ہوتا ہے تم جدھر چاہو چلے جاؤ...... خدا نے تمہیں انسانی شکل وصورت میں پیدا کیا ہے انسان بننے کی کوشش کرنا...... کم از کم اپنی اس نئی نسل کو انسان بنا دینا...... تم کیسی مائیں ہو جو اپنے بچوں کو بربریت اور درندگی کی تعلیم دیتی ہو...... جلد از جلد قلعے سے نکل جاؤ...... ہم نے اس قلعے کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دینے کی قسم کھائی ہے......"



ادھر روزانہ کوئی نہ کوئی پجاری غار سے نکل کر جھاڑیوں کی آڑ میں چھپ چھپ کر پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر نگرانی کرتا تھا...... شام کو جب سورج غروب ہو جاتا تو وہ اسی طرح چھپتا چھپتا واپس آ جاتا ان لوگوں کو اس غار میں پناہ لئے ہوئے چوتھا روز تھا...... جب اچانک ایک پجاری چلاتا ہوا غار میں داخل ہوا...... اٹھو...... باہر نکلو...... آنے والے آ گئے ہیں۔

کیا کہتے ہو؟ مہا دیو نے غصے سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

پجاری نے خوشی سے ناچتے ہوئے کہا! مہاراج یہ جھوٹ نہیں بہت بڑا سچ ہے ہم سب کو جن کا انتظار تھا وہ آ گئے ہیں...... مہا دیوی جی! تم نے کہا تھا! ان لڑکیوں کے عزت کے رکھوالوں کو سمندر پہاڑ اور یہ گھنے جنگل کچھ نہیں روک سکتے۔"

تم کہنا کیا چاہتے ہو؟ اس دفعہ کلثوم نے اٹھتے ہوئے پوچھا!

تو پجاری نے کہا! دیوی جی! چلو سب پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر درندوں کے مسکن پر شیو دیوتا کو آگ برساتے دیکھتے ہیں...... ایک دوسرے کے آگے پیچھے یہ سارے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو انہیں یہاں آٹھ دس کوس دور آسمان کی طرف لپکتے ہوئے آگ کے شعلے اور دھوئیں کے مرغولے دکھائی دے رہے تھے...... کبھی کبھی ان کے کانوں تک اللہ اکبر اور یا علی کی مدد کے نعروں کی ملکوتی گونج سنائی دیتی تھی۔"

مہا دیو نے انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ بوڈو قبائل کے سردار کا قلعہ جل رہا ہے آنے والے آ گئے ہیں...... ہم نے کہا تھا...... ان کے قدم بڑھتے ہیں زمین کی وسعتیں سمٹ کر ان کے کف پا میں سما جاتی ہیں...... وہ آ گئے...... 'کلثوم' کامنی' اور چندا فرط مسرت سے چیخیں مار مار کر رونے لگیں...... چلو! ہم اسی وقت اپنے محسنوں کے پاس چلتے ہیں۔"

"نہیں" مہا دیو نے کہا! ابھی وقت نہیں ہو سکتا ہے بوڈو قبائل کے کچھ درندے جنگل میں چھپے ہوئے ہوں گے...... یہ لوگ دیر تک جلتے ہوئے قلعے کا تماشہ دیکھتے رہے۔ پھر غار میں آ کر اطمینان سے سو گئے...... دوسرے روز حسب معمول جب ایک پجاری باہر نکلا تو اس نے جلدی سے واپس آ کر کہا!

کچھ لوگ نظر تو آ رہے ہیں" کون ہو سکتے ہیں؟

مہا دیو نے کہا! ہو سکتا ہے بھگوڑے بوڈو ہوں۔ تم غار کے دہانے پر ڈٹ جاؤ...... یہ سارے کے سارے لوگ سمٹ کر غار کے دہانے پر آ بیٹھے...... انہوں نے نیزوں پر اپنی گرفت مضبوط کر رکھی تھی...... چند لمحوں بعد غار کے دہانے پر جھاڑیوں میں حرکت ہوئی!

ایک آدمی نے پکار کر کہا! مصیبت کے مارو باہر نکل آؤ...... رات کا اندھیرا ختم ہو گیا ہے...... ہر طرف اجالے پھیلے ہوئے ہیں...... جنگل کے درندے موت کی وادیوں میں پہنچا دیے گئے ہیں۔

کلثوم نے کہا! یہ آواز کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔

مہا دیو نے کہا! ہمیں اچھی طرح سے تسلی کر لینی چاہیے۔

مہادیو نے کہا! تم کون ہو اور ہم غریبوں سے کیا چاہتے ہو؟

باہر سے آواز آئی! ڈرو نہیں ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔

مہادیو نے دوبارہ کہا! مگر ہم کیسے یقین کر لیں؟

باہر سے دوبارہ آواز آئی۔ اگر کلثوم بہن اور کامنی تمہارے ساتھ ہیں تو ان سے کہو موہن اور رضوان باہر کھڑے ہیں

......کامنی اور کلثوم دونوں کی بیک وقت چیخ نکل گئی...... اور اس کے ساتھ وہ بھاگ کر باہر آ گئیں ان کے پیچھے پیچھے باقی لوگ بھی غار سے باہر آ گئے......کلثوم اور کامنی بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھیں چندارانی ان دونوں سے لپٹ کر روتی بھی تھی اور ان کو چپ بھی کراتی تھی...... مہادیو اور دوسرے پجاری بھی رو رہے تھے۔

کلثوم رضوان نے کہا! تمہارے بھائی قبر کے کنارے تک تمہاری حفاظت کریں گے...... ہمارا خیال ہے یہ ہم سب کا آخری کڑا امتحان تھا۔ اب تو سب لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ سردار اودھم خان اور سید حیدر امام ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

مہادیو نے کہا! نوجوان تم کتنے آدمی ہو ہمارے ساتھ لڑکیاں بھی ہیں کہیں جنگل میں کوئی!

موہن نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! فکر نہیں کرو مہادیو جی! ہم نے کہا نا جنگل درندوں سے خالی ہو چکا ہے۔ اب اس جنگل کی ہر شاخ پر خوشیوں کے گیت گانے والے پرندے چہچہا رہے ہیں...... موہن اور رضوان کے ساتھ دس بارہ سپاہی اور بھی تھے۔ یہ لوگ بھی کلثوم کامنی اور چندا رانی اور جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے پجاریوں کو لے کر سردار اودھم خان اور سید حیدر امام کے پاس پہنچے تو دونوں ذی وقار سرداروں نے چند قدم آگے بڑھ کر ان کا خیر مقدم کیا سرداروں کی آنکھیں چھلک پڑیں...... کلثوم کامنی اور چندارانی نے باری باری جھک کر دونوں سرداروں کے قدم چھوئے۔

سرادار اودھم خان نے کہا! عزیز بچیو! تمہاری چند روز مصیبت نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے...... تمہارے لئے اس وقت حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان شعلہ جوالہ بنے ہوئے ہیں۔"

سید حیدر امام نے کلثوم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! کلثوم بہن! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تمہارے جذبہ ایمانی کی آزمائش ختم ہو چکی ہے...... اب تمہارے سامنے افق تا افق بہاریں ہی بہاریں ہوں گی۔

اسی وقت اودھم خان نے کوچ کے طبل بجانے کا حکم دیتے ہوئے کہا! دن ڈھلے تک نقارے بجاتے رہو جنگل میں بکھرے ہوئے لوگ پہنچ جائے گے ہم آج شام کو یہاں سے کوچ کر کے شیو دیوتا کے مندر چلے جائیں گے۔

جس وقت بوڑھو قبائل کے درندہ صفت سردار وشنو جی کو لکڑی کے ایک بڑے پنجرے میں بند کیا جا رہا تھا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ اور سپاہیوں کے آگے ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہہ رہا تھا۔ ہم پر رحم کرو ہمیں معاف کر دو۔

سید حیدر امام نے کہا۔ وشنو جی ہم جانتے ہیں یہ ایک غیر انسانی سزا ہے جو تمہیں دی جا رہی ہے مگر کیا کریں تم کسی پہلو سے بھی انسان نہیں ہو تم ایک آدم خور ہو۔ درندہ صفت ہو اور...... تمہیں معلوم ہے درندوں کے لئے پنجرے ضروری ہوتے ہیں...... وشنو کے خاک آلودہ بال اس کے

مکروہ چہرے پر بکھرے ہوئے تھے اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو چھپاتے ہوئے کہا! سردار اودھم خان رحم کرو۔ ہم عمر بھر تمہاری غلامی کریں گے۔

سید حیدر امام نے کہا تم نے...... تم نے زندگی میں کبھی کسی مجبور پر رحم کیا ہے تو تم پر رحم کیا جائے وشنو تم نے خدا کی زمین کو اپنے ظلم کے اندھیروں سے سیاہ کردیا تھا اب خدائے ذوالجلال کی شان نے تجھے اپنے غیض وغضب کے شکنجے میں کس لیا ہے۔ اب اگر ہم چاہیں تو تجھے محشر کے سخت فیصلے کی گھڑی سے نہیں بچاسکتے۔

وشنو نے پنجرے کی موٹی موٹی سلاخوں سے سر ٹکرانا شروع کردیا تو دوسری طرف سے آتے ہوئے سردار اودھم خان نے کہا!

اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ بہت جلد پنجرے کی زندگی سے مانوس ہو جائے گا۔

پھر اس نے وشنو کے سامنے آ کر کہا! وشنو دیکھ ظلم و بربریت کا انجام کیا ہوتا ہے! اس وقت تمہاری پوری قوم تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ اپنے مضبوط حصار کو دیکھو...... آگ اور دھوئیں کے جہنم میں تبدیل ہو چکا ہے۔ تم نقش عبرت ہو...... تم اسی حالت میں اس وقت تک زندہ رکھے جاؤ گے جب تک موت کو تم سے رحم نہیں آ جاتا......

شام تک کوچ کے نقارے بجتے رہے جنگل میں پھیلے ہوئے اسلامی لشکر کے سپاہیوں کو واپسی کے اشارے دیئے جا رہے تھے...... مغرب کی اذان ہوئی۔ نماز کے بعد لشکروں کے سالاروں نے سردار اودھم خان اور سید حیدر امام کو اپنے اپنے لشکروں کی تعداد سے آگاہ کیا...... زخمیوں کی مرہم پٹی ہو چکی تھی...... شہیدوں کو وادی میں ایک کھلی جگہ دفن کیا جا چکا تھا۔ اس جنگ میں اسلامی لشکر کو بے انتہا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سونا چاندی کے انبار لگ گئے ہزاروں گھوڑے اور بیل ہاتھ آئے سینکڑوں کی تعداد میں لکڑی کے مضبوط چھکڑے اور بیل گاڑیاں بھی قبضے میں آئیں...... شام تک زخمیوں کی مرہم پٹی اور شہیدوں کے جنازے اور کفن دفن کا کام جاری رہا...... نقارے بدستور جاری رہے۔ بوڑھو قبائلیوں کے تعاقب اور کلثوم کامنی اور چندارانی کی تلاش میں جنگل میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے سپاہیوں کو کوچ کے نقاروں کی مخصوص آوازوں کے ذریعے واپس بلایا جا رہا تھا...... سید حیدر امام اپنی نگرانی میں چھکڑوں میں مال غنیمت لدوا رہا تھا...... چھوٹی بیل گاڑیوں کو اس نے اپنے زخمیوں کے لئے مخصوص کر رکھا تھا...... کامنی چندارانی کے لئے سبز اطلس کا ایک شاندار خیمہ نصب کیا گیا تھا...... جگن ناتھ دیوتا کے پجاریوں کے لئے بھی اچھی قسم کے خیمے نصب کیے گئے تھے......

مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد اودھم خان نے جلتے ہوئے قلعے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! خدا کے فضل وکرم سے ہم اس ملک کے کمزور اور بے بس لوگوں کو بے درد استحصالی طبقے کے جفاشعاریوں سے نجات دلائیں گے...... ہم ان تمام عشرتکدوں کو پیوند خاک کر دیں گے جو اس ملک کے غریب اور بے نور لوگوں کی ہڈیوں پر تعمیر کیے ہیں......

پھر ایک لمبے کے سکوت کے بعد اس نے سید حیدر امام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سید صاحب ہم اب سے تھوڑی دیر بعد آدھے لشکر کے ساتھ بار بٹیا اور گوردھن کے زیریں علاقے کی طرف چلے جائیں گے ہم ان درندوں کا مکمل صفایا چاہتے ہیں...... تم زخمی پجاریوں مال غنیمت کے سامان اور کلثوم بہن چندارانی اور کامنی کو لے کر آدھے لشکر کے ساتھ یہاں سے سیدھے شیو دیوتا کے مندر روانہ ہو جانا...... انشاءاللہ ہم کل شام تک تم سے آملیں گے۔"

"ٹھیک ہے" اودھم خان نے کہا! دو چار روز تک عالی قدر بادشاہ علی قلی خان آسام کی راجدھانی تک پہنچ جائیں گے۔ سردست ہم شیو دیوتا کے مندر کے علاقے میں پڑاؤ کر کے ان کے اگلے حکم کا انتظار کرنا ہے...... دونوں سردار جب...... باتیں کرتے ہوئے لڑکیوں کے خیمے کے قریب پہنچے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ تینوں لڑکیاں سپاہیانہ لباس پہنے نیزوں کو ہاتھوں میں لئے کھڑی تھیں۔"

سردار اودھم خان نے حیرت سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟

کلثوم نے کہا! خان بھائی ہم تمہاری بہنیں اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ بوڈو قبائل کے درندوں سے جنگ کریں گے۔

سردار اودھم خان نے ہنستے ہوئے کلثوم کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! بہن اس کی ضرورت نہیں تم دیکھ رہی ہو بوڈو درندوں کے مسکن کو جلا دیا گیا ہے۔" بوڈو کہاں ہیں وہ تو ختم ہو چکے ہیں۔"

کامنی نے کہا! ابھی ابھی کسی جنگ کی بات ہو رہی تھی۔

سید حیدر امام نے کہا! عزیز بہنو! ابھی ابھی ہم کسی بڑی جنگ کی باتیں کر رہے تھے بلکہ تمہارے خان بھائی چھپے ہوئے بچے کھچے لٹیروں کی سرکوبی کے لئے جا رہے ہیں۔

اودھم خان نے رضوان کو کہا! رضوان تم ہمارے ساتھ رہو گے۔"

سردار اودھم خان نے لشکر کو فوری طور پر تیار ہونے کا حکم دیتے ہوئے کہا! موہن اپنی بہنوں کا خاص خیال رکھنا!

موہن نے سر جھکاتے ہوئے کہا! "فکر نہیں کریں۔"

سردار اودھم خان لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا پجاریوں کے خیمے میں داخل ہوا...... مہادیو اور دوسرے پجاریوں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا!

سردار نے کہا! مہادیو جی! ہم تمہارے ممنون ہیں تم نے ہم پر ایک ایسا احسان کیا ہے جس کا بدلہ ہم کسی طرح نہیں چکا سکتے...... تم نے اپنے آپ کو ہماری نظروں میں محترم بنا لیا ہے...... تم سید حیدر امام کے ساتھ شیو دیوتا کے مندر واپس جا رہے ہو ہماری طرف سے تم لوگوں پر کوئی پابندی نہیں جہاں جی چاہے آؤ جاؤ...... پجاریوں نے جھک کر سردار کا شکریہ ادا کیا...... جگن ناتھ کے مندر کے مہادیو نے کچھ کہنا چاہا!

اودھم خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! مہادیو جی! مندر چل کر بہت ساری باتیں کریں گے سردار ہمیں جلدی ہے...... کل شام کو مل بیٹھیں گے اور بہت ساری باتیں کریں گے" ...... اودھم خان تیزی سے باہر نکل آیا کوچ کا نقارہ بج رہا تھا...... سردار اودھم خان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا...... اس کے ساتھ ہی نعروں کی گونج میں آدھی فوج جنوب کی طرف بڑھنے لگی۔"

آدھی رات کو بعد سب تیاریاں مکمل ہو گئیں تو سید حیدر امام نے موہن کو بلاتے ہوئے کہا!

موہن اپنی بہنوں کو لے آؤ...... کلثوم کامنی اور چندا رانی کے لئے ایک بڑی بیل گاڑی کو ریشم و کمخواب کے پردوں اور آرام دہ تکیوں سے سجایا گیا تھا...... جب سید حیدر امام نے ان کو بیل گاڑی پر سوار ہونے کو کہا!

تو کلثوم نے کہا! سید صاحب ہم مجاہدوں اور غازیوں کی بہنیں ہیں۔ ہم اپنے بھائیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کریں گی!

سید حیدر امام نے کہا! یہ ہمارا حکم ہے...... تینوں نے سر جھکا لیے باری باری سید حیدر امام کے قدم چومے اور خاموشی سے بیل گاڑی پر سوار ہو گئیں!

سید حیدر امام نے کہا! وشنو کا پنجرہ درمیان میں رکھا جائے...... روانگی کا طبل بجنے لگا...... سید حیدر امام نے اپنا گھوڑا کلثوم اور دوسری لڑکیوں کی سواری کے آگے لا کر نعرہ تکبیر بلند کیا اس کے ساتھ ہی غازیوں مجاہدوں کا کارواں چل پڑا رات کے سناٹے میں سینکڑوں چھکڑوں اور بیل گاڑیوں کے پہیوں کی چرچراہٹوں کی آوازیں ایک عجیب قسم کی نغمگی پیدا کر رہی تھیں...... گھوڑوں کی ٹاپوں کے علاوہ نقاروں کی گونج جنگل کی پرسکون زندگی کو لرزہ براندام کر رہی تھی...... صبح کو ایک کھلی جگہ پر تھوڑی دیر کے لیے رک کر مسلمانوں نے نماز ادا کی...... ہندوؤں نے اپنے عقیدے کے مطابق جگن ناتھ دیوتا کے ساتھ مل کر صبح کے بھجن اور اشلوک گا کر اپنی عبادت کی...... پھر سارے لشکر نے خشک میوے بھنے ہوئے چنے کھائے ندی کا ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیا!

موہن نے کلثوم کو مخاطب کر کے پوچھا! بہن! سید صاحب نے پوچھا ہے اگر تم تھک نہیں گئیں تو کوچ کا نقارہ بجوا دیا جائے۔"

کلثوم نے موہن کو قریب بلا کر پوچھا! موہن یہ تو بتا کہ حاکم کو ہماری گرفتاری اور بستی کی تباہی کی خبر کس نے دی تھی!

موہن نے دل گرفتہ ہو کر کہا! سردار زادی سکینہ نے

......اس کے ساتھ ہی تینوں کی چیخیں نکل گئیں...... سکینہ زندہ ہے" لڑکیوں کی چیخیں سن کر سید حیدر امام اور بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے! موہن نے سر جھکا کر روتے ہوئے کہا! سردار فکر مندی کی کوئی بات نہیں

سید حیدر امام نے کہا! کامنی بیٹی کیا بات ہے؟

کامنی نے کہا! کچھ نہیں سردار...... سکینہ زندہ ہے...... سکینہ نے ہماری گرفتاری اور بستی کی بربادی کی اطلاع حاکم تک پہنچائی تھی...... موہن نے بتایا ہے...... خوشی سے ہماری چیخیں نکل گئیں۔"

سید حیدر امام نے باری باری تینوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!

بہادر بہنو! نادر خان کی بستی کی تباہی بے گناہ عورتوں اور بچوں اور کمزور بوڑھوں کے قتل کی روئیداد دردناک بھی ہے اور ناقابل فراموش بھی ہے۔ مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ سچائی کی راہوں پر قدم قدم پر قربانیاں دینی پڑتی ہیں...... زندہ قومیں اپنے خون کی روشنائی سے اپنی تاریخ رقم کرتی ہیں!

پھر سید حیدر امام نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا! تم تھکی ہوئی ہو تو دوپہر تک روانگی ملتوی کر دیتے ہیں۔

نہیں چندا رانی نے کہا! ہم تیار ہیں!

ستاروں کی معصوم تنک تابیاں شوخ ضیاء پاشیاں اور ملکوتی خاموشیاں رات کے طلسمی سکوت کے حسن کو مسحور کن بنا رہی تھیں...... نرملا اور سلطان دونوں مندر کے پچھواڑے سے نکل کر ان چٹانوں کی طرف بڑھتے جا رہے تھے جن کی دوسری طرف سپیروں کے ڈیرے تھے...... سپیروں

کے گیت سنائی دے رہے تھے ان کی جھونپڑیوں کے آگے جلتے ہوئے چراغوں کی مدھم روشنیاں دور سے ستاروں کی طرح جھلملاتی ہوئی لگ رہی تھیں دونوں ایک اونچی چٹان پر کھڑے ہو کر دیر تک سپیروں کی بستی کی گہما گہمی کا نظارہ دیکھتے رہے!

سلطان نے کہا! سادہ زندگی کتنی پرلطف ہوتی ہے۔ آسائشوں کے پیچھے بھاگنے والے ہر وقت پریشان رہتے ہیں!

نرملا نے اپنے خوبصورت ناک کی خوبصورت نتھنی کو گھماتے ہوئے کہا! یہ لوگ بڑی محبت کرنے والے ہیں ہمارے معاملے میں تو یہ جنون کی حد تک مخلص ہیں انہوں نے ہر مشکل میں ہمارا بڑے بھرپور انداز سے ساتھ دیا ہے''

......دونوں چٹان پر بیٹھ گئے سولھویں رات کا چاند مشرقی افق کے بطن سے جنم لے رہا تھا......چشمے سے اٹھنے والی ہواؤں کے جھونکوں میں خنکی اور مدہوشی تھی...... ہلکے ہلکے جھونکے ڈگمگاتے پھرتے تھے......سلطان اور نرملا دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں کے گہرے ساگروں کی بے پایاں گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے......سوز عشق جاگ رہا تھا...... معصوم محبتوں کی موجوں میں طلاطم تھا...... چاند لمحہ لمحہ اٹھتا چلا آ رہا تھا...... ہر طرف چاندنی کی چادر پھیلتی چلی جا رہی تھی!

سلطان نے نرملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! نرملا تم نے محسوس کیا ہوگا کہ وقت کا ہر لمحہ ایک حیران کن اور ناقابل یقین انقلاب کو جنم دے رہا ہے......تم نے دیکھا انہی دو چار دنوں کے اندر اندر ہمارے اردگرد کی دنیا کیا سے کیا ہو گئی ہے۔

نرملا نے سلطان کے ہاتھ پر اپنے پھول جیسے ہونٹ رکھتے ہوئے کہا! ہمارے دل کی دنیا تو اسی روز انقلابوں کی دنیا بن گئی تھی جس روز ہم نے اپنے دیوتا کو دیکھا تھا!

سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا! تم سچ کہتی ہو لذت آشنائی انسان کو دو عالم سے بیگانہ کر دیتی ہے اور یہ ایک بہت بڑا فیصلہ ہوا ہے ہر صورت اس وقت ہم ان انقلابوں کی بات کر رہے ہیں جو اس سرزمین پر اپنے رنگوں کے نئے نقوش چھوڑنے والے ہیں!

نرملا! سلطان نے چاند کی طرف دیکھ کر کہا! روشنیوں کے اس آنے والے سیلاب کی راہوں میں حائل ہونے والے خس و خاک کی طرح بہہ جائیں گے...... ہم اس ملک کے غریب نادار اور ناتواں لوگوں کی زندگیوں پر چھائی ہوئی ادبار کی تاریک گھٹاؤں کو ان کی تمام تر سیاہ کاریوں سمیت موت کی وادیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا ہوتا دیکھ رہے ہیں...... ہم جس مقصد کے لئے یہاں آئے تھے اس کے حصول کی راہ میں دو چار مشکل مراحل حائل ہیں جنہیں ہم نے حل کر دور کرنا ہے جب ظلم و زیادتی کی یہ آخری چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر یہاں سے بہت دور رنگوں اور امنگوں کی اس دنیا میں چلے جائیں گے جہاں سے پھولوں کو رنگ و بو آبشاروں کو ترنم پروانوں کو مذاق جاں سپاری اور شمع کو سوز عشق ملتا ہے وہیں ہم جائیں گے وہیں ہماری اپنی دنیا ہے......اس دنیا میں تو ہم ایک مقصد لے کر آئے تھے...... جب ہم سرخرو ہو جائیں گے تو یہاں سے اپنی دنیا کو لوٹ جائیں گے!

نرملا نے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند ستاروں کی طرف دیکھ کر کہا! اپنی دیوداسی کو دیوتا ہر منزل اور زندگی کے ہر موڑ پر ثابت قدم اور حوصلہ مند پائیں گے۔ جس گرداب میں کود جانے کا حکم دیں گے بے خطر کود جاؤں گی ہم نے اپنے من میں یقین کر رکھا ہے کہ ہمارے دیوتا کا ہر حکم ہمارے

فائدے کے کارن ہوگا!

شکریہ نرملا! سلطان نے کہا! ہم حالات کے ہر گرداب اور تقدیر کے ہر بھنور میں تمہارے ساتھ ہونگے...... نرملا اس کی آنکھوں میں ڈوبی ہوئی تھی!

سلطان نے کہا! نرملا! تمہیں معلوم ہے راجکماری چندر کانت آسام کے تخت وتاج کی جائز حق دار ہے موجودہ مہاراجہ کرشن کمار غاصب اور ظالم ہے وہ معصوم اور نیک دل راجکماری کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے...... وردھن اسی ناپاک مقصد کے لئے آیا تھا...... راجکماری کو تخت وتاج دلانا ہماری جدوجہد کا انجام ہے...... ہمیں بتایا گیا ہے کہ آکاش کے سارے دیوتاؤں نے اس نیک کام کی تکمیل کے لئے بنگال کے بادشاہ کو منتخب کرلیا ہے اور وہ اپنی افواج کے ساتھ بڑی تیزی سے مہاراجہ کرشن کا تعاقب کرتا ہوا آسام کی طرف بڑھتا ہوا چلا آرہا ہے...... بوڑ وقبائلیوں کی سرکوبی کے لئے آنے والے لشکروں کو راستے کی دشوار گزار ناہمواریوں کو ہموار کرنے کے لئے بھیجا گیا...... تم ہمارا مطلب سمجھ رہی ہونا!...... مہاراجہ کرشن حاکم بنگالہ کے آگے آگے بھاگتا چلا آرہا ہے...... اسے اپنے راجدھانی والے قلعے کے ناقابل تسخیر ہونے کا پورا پورا یقین ہے وہ سمجھتا ہے حاکم بنگالہ قلعے کی سنگلاخ دیواروں سے ٹکرا کر لہولہان ہوتا ہوا اپنے قدموں کے نشان مٹاتا ہوا واپس چلا جائے گا ہمارا خیال ہے وہ یہاں پہنچ کر سب سے پہلے راجکماری کو قتل کرے گا کیونکہ وہ سن چکا ہے کہ حاکم بنگالہ نے غاصب مہاراجہ کو قتل کرنے اور راجکماری کو تخت نشین کرانے کا مصمم ارادہ کیا ہوا ہے وہ تخت وتاج کے حقدار کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

نرملا نے بڑے اطمینان سے کہا! دیوتا! فکر نہیں کرو اسی کو اپنے منصوبے اور ارادے سے آگاہ کردیا کرو آگے کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا...... اس کی فکر یا چنتا ہمیں نہیں ہوگی!

سلطان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! تمہیں معلوم ہے ہمارے مندروں کا ماحول نیلام گھروں جیسا بنا ہوا ہے۔ یہاں ہر چیز کی ایک قیمت ہے جس کے عوض وہ فروخت ہوجاتی ہے...... عزت وآبرو اور دھرم ایمان کوئی چیز اصول نہیں...... راجکماری کی قیمت تو تم جانتی ہو پہلے سے ادا کردی گئی ہے...... کسی چور راستے کے ذریعے کوئی دوسرا وردھن آکر اپنا کام دکھا سکتا ہے...... راجکماری کے محافظ ہی اس کے قاتل بن سکتے ہیں تم نے دیکھ لیا تھا کہ کس طرح ہمارے مندر کے مہادیوتا نے سونے چاندی کی تاروں کے عوض اپنا دھرم ایمان سب کچھ بیچ دیا تھا...... حالات کی تبدیلی نے اسے بچالیا ورنہ ہم نے اس کے قتل کا تہیہ کرلیا تھا!

نرملا نے کہا! ہمیں ہر بات کا علم ہے...... یہ بتایئے آئندہ ہم نے کیا کرنا ہے۔

سلطان نے سپیروں کی بستی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم چاہتے ہیں راجکماری کسی دوسرے روپ میں ہمارے ساتھ قلعے کی راجدھانی میں رہے۔

کیا مطلب؟ نرملا نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا! ہمیں پھر تنہا چھوڑنے کا ارادہ ہے

نہیں سلطان نے کہا! اس سفر میں تم ہمارے ساتھ ہوگی۔

نرملا نے خوش ہوتے ہوئے کہا! دیوتا تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں راجکماری کل سپیروں کے روپ میں بالکل ناقابل شناخت ہوگی۔

سلطان نے حیرت سے نرملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! نرملا لگتا ہے عشق نے تجھے مجاز کی معراج تک پہنچا دیا ہے۔

نرملا نے ہنستے ہنستے اچانک سسکتے ہوئے کہا! ہم اپنے دیوتا کے من کی آشاؤں کو اچھی طرح سمجھتی ہیں...... پرسوں جب ہم یہاں سب روانہ ہونگے تو سپیروں کی ساری آبادی ہمارے ساتھ ہوگی...... نرملا نے اٹھتے ہوئے ایک عجیب قسم کی آواز اپنے حلق سے نکالی...... سلطان نے دیکھا نیچے سپیروں کی بھری ہوئی آبادی میں یک دم ہلچل اور افراتفری سی برپا ہوگئی...... نرملا کی مخصوص صدا کے جواب میں سپیروں کی بستی سے کئی آوازیں ابھریں...... اور پھر چند لمحوں بعد چند سپیرے دوڑتے ہوئے آئے۔ اور نرملا اور سلطان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔

ایک بوڑھے سپیرے نے کہا! دیوی جی کیا حکم ہے؟

نرملا نے کہا! پرسوں ہم سب آسام کی راج دھانی جانے والے ہیں...... تم سب کل تک اپنی تیاریاں مکمل کر لو۔

بوڑھے سپیرے نے کہا! دیوی جی کہیں تو ابھی اور اسی وقت چل پڑیں گے۔

نرملا نے کہا! رامو بابا۔ کل تم اپنے پورے قبیلے کے ساتھ مندر آ جانا...... وہاں سے پرسوں کوچ کرینگے...... رامو بابا تم نے راجکماری کو دیکھا ہوا ہے نا۔

بوڑھے سپیرے نے کہا! جی ہاں!

نرملا نے کہا! اسے بین بجانا اور سانپ پکڑنا سکھانا ہے......

بوڑھے سپیرے رامو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے اعتماد اور وثوق سے کہا۔ دیوی اور دیوتا کو اس سلسلے میں فکر مند نہیں ہونا چاہیے...... ہم کل شام سے پہلے پہلے راجکماری کو بین بجانے اور سانپ پکڑنے کے فن میں ماہر بنا دیں گے"...... نرملا اور سلطان اٹھ کھڑے ہوئے۔"

نرملا نے چٹان سے اترتے ہوئے کہا! رامو بابا! کل صبح صبح اپنے قبیلے کے ساتھ مندر آ جانا مندر سے ہم نے کہیں دور جانا ہے۔

سپیرے نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں دیوی دیوتا کے سنگ ایک طویل سفر کا موقع مل رہا ہے......

دونوں چٹان سے اتر کر ہموار جگہ پر آ کھڑے ہوئے!

نرملا نے ایک دفعہ پھر بوڑھے سپیرے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! رامو بابا! راجکماری کو اس طرح سپیرن بنانا ہے کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے۔ تم ہماری بات کا مطلب سمجھ رہے ہو نا!

اس دفعہ بوڑھے سپیرے کی پتنی نے آگے بڑھ کر نرملا کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! یہ کام ہم پر چھوڑ دو! راجکماری کے اصل روپ کو ایک ایسے بہروپ میں تبدیل کرونگی کہ دیوی اور دیوتا بھی اسے نہیں پہچان سکیں گے......

ابھی نرملا اور سلطان وہیں کھڑے تھے کہ ندی کی طرف سے ایک سپیرا دوڑتا ہوا آیا اور "رامو بابا رامو بابا" کہتا ہوا چٹان پر بیٹھ گیا وہ بری

طرح ہانپ رہا تھا لگتا تھا دور سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا اس کی سانس پھولی ہوئی تھی وہ ڈرا ہوا اور سہا ہوا لگتا تھا!

راموبابا نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا! شردے پہلے دیوی اور دیوتا کو نمسکار کرو۔"

شردے نے چونک کر سامنے کھڑی نرملا اور سلطان کو دیکھ کر کہا! شما کرنا! گھبراہٹ خوف اور وحشت کے دباؤ کی وجہ سے ہم نے آپ کو دیکھا نہیں!

نرملا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا! شردے! تم کس چیز سے خوف زدہ ہوئے ہو؟

شردے نے اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے کہا! دیوی! ہم نے ناگ دیوتا کے مندر کے پچھواڑے ناریل کے درختوں کے ایک جھنڈ میں شاہ ناگ کو دیکھا ہے۔"

شاہ ناگ" نرملا نے چلا کر کہا! تمہیں یقین ہے وہ شاہ ناگ تھا تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے!

نوجوان سپیرے شردے نے کہا! دیوی جی! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ شاہ ناگ تھا۔ ہمارے سارے سانپ پٹاریوں سے نکل کر اس کی طرف بھاگ گئے ہیں!

نرملا نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا! مگر ہم کیسے مان جائیں کہ تم نے شاہ ناگ کو دیکھا ہے۔ تم نے اس کو کس طرح پہچانا اس کی رنگت کیسی ہے۔"

شردے نے بڑے وثوق اور اعتماد سے کہا! دیوی خود جا کر دیکھ لے۔

دیوی نے کہا! وہ تو ہم چلتے ہیں۔ تم اس کا رنگ بتاؤ؟

شردے نے کہا! اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید ہے وہ جب پھنکارتا تو اس کی بپھری ہوئی سانسوں سے آگ سی نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے!

سلطان نے نرملا کا جنون دیکھ کر کہا! نرملا محسوس ہوتا ہے تمہارے من سے ابھی تک سانپوں اور ناگوں کی محبت ختم نہیں ہوئی!

نرملا نے کہا! نہیں! یہ بات نہیں ہے دیوتا! شاہ ناگ کے آنے کی خبر سن کر لگتا ہے جیسے ہم نے اچانک کسی بہت بڑے خزانے کو پالیا ہے۔ بھگوان کی قسم ہمارا نیا سفر بہت شبھ اور کامیاب رہے گا! ناگوں کا بادشاہ شاہ ناگ بہت بڑی طاقت کا مالک ہوتا ہے شاہ ناگ کو قابو کر کے ہم اپنے ان گنت الجھے ہوئے کاموں کو سلجھائیں گے۔

نرملا نے سپیروں کو مخاطب کر کے کہا! تم سب ہمارے ساتھ آؤ...... جب یہ لوگ ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچے تو دور سے نرملا نے ناگ کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا!

اپنی اپنی بینوں کو بجانا شروع کر دو...... مسحور کن اور مدھر سروں کا الاپ کر و شاہ ناگ کو مست و بے خود کر دو...... جب تک شاہ ناگ مستی میں آ کر پھنکارنا بند نہیں کرتا اس وقت تک اس کے قریب کوئی نہیں جا سکتا!

پھر اس نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

دیوتا! یہاں ایک عجیب قسم کی تپش اور جلن محسوس ہو رہی ہے نا...... حالانکہ رات کافی خنک اور ٹھنڈی ہے...... یہ تپش ناگ کی سانسوں کی

آمدورفت کی وجہ سے ہے......

سپیرے جھوم جھوم کر وجد انگیز دھنیں الاپ رہے تھے......رات کا پہلا پہر گزر رہا تھا......سپیروں نے اپنے فن کے سارے کمالات انگل کر رکھ دیئے......ایک پہر بعد ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے نیچے اگی ہوئی لمبی لمبی گھاس میں ہلچل اور سرسراہٹ سی پیدا ہوئی!

نرملا نے خوشی سے ناچتے ہوئے کہا! رامو بابا! وہ دیکھو! ناگوں کا بادشاہ مست و بےخود ہو کر آ رہا ہے......

سپیروں نے اور زیادہ زور سے بینوں کو بجانا شروع کر دیا......چند لمحوں بعد سفید چمکتے رنگ کا ایک انتہائی خوفناک ناگ ان کے سامنے پھن پھیلائے جھوم رہا تھا......اس کی لمبائی دو تین ہاتھ کے برابر تھی......نرملا آہستہ آہستہ اس کی طرف قدم بڑھانے لگی......شاہ ناگ کی لمبی دوشاخہ زبان بار بار اس طرح باہر لپکتی تھی جس طرح گھٹاؤں کے سینے کے اندر بجلی کا کوندا لپکتا ہے......نرملا کی دائیں ہاتھ کی انگلیاں بڑی نفاست اور مہارت سے بین کے سوراخوں پر گرتی تھیں اٹھتی تھیں......نرملا کے قدموں میں اعتماد اور سحر تھا اور دوسری طرف سے شاہ ناگ بھی آہستہ آہستہ ایک طرح کی شاہانہ جلال سے نرملا کی طرف سرک رہا تھا......سلطان دم بخود ہو کر اس انتہائی ہولناک تماشے کو دیکھ رہا تھا اسے اپنے ماتھے پر پسینے کی بوندیں محسوس ہو رہی تھیں اس کا دل سینے کے قفس میں بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا......وہ نرملا کو اس خطرناک کام سے منع کرنا چاہتا تھا......مگر اس وقت اس خوفناک ناگ اور نرملا کے درمیان ایک دو قدموں کا فاصلہ رہ گیا تھا......شاہ ناگ کی خوفناک آنکھیں دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح لگتی تھیں......اس کے پھن کے اوپر باہر کی طرف گھوڑے کے سم جیسا نشان تھا اور نیچے نادر کی طرف گلوبند نما سیاہ دھاریاں تھیں......سلطان کو سچ مچ اس طرح محسوس ہو رہا تھا جیسے شاہ ناگ نے پورے ماحول کو متاثر کر رکھا ہے......ایک دہشت ناک تپش نے ہر چیز کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا......اچانک شاہ ناگ نے اپنا پھن سکیڑ کر اندر کر لیا اور پھر اپنا سر نرملا کے قدموں پر رکھ دیا......نرملا نے شاہ ناگ کو اپنے نرم و نازک مرمریں ہاتھ کی کلائی پر لپٹا لیا......وہ اس کے سر چوم رہی تھی......سلطان نے دیکھا نرملا کی آنکھوں میں ایک انوکھی قسم کا خمار اترا ہوا تھا اس کی خوبصورت پلکوں پر جمود طاری ہو گیا تھا......شاہ ناگ کے عقب میں پندرہ بیس ناگ منی بھی تھے جو نرملا کے آگے پیچھے کسی معمول کی طرح چکر لگا رہے تھے......سپیرے اب خوشی سے رقص کر رہے تھے......سلطان خاموش تھا......نرملا ابھی شاہ ناگ کو پیار کر رہی تھی......وہ اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور کچھ اس طرح محسوس ہوتا تھا کہ شاہ ناگ اس کی ساری باتوں کو غور سے سن رہا ہے......اور سمجھ بھی رہا ہے اس وقت نرملا سلطان کو بڑی پراسرار لگ رہی تھی وہ اس کی غیر معمولی صلاحیتوں اور اجاگریوں کا دل سے قائل ہو رہا تھا!

نرملا نے بوڑھے سپیرے رامو بابا کو مخاطب کر کے کہا! بابا تم ہمارے ساتھ چلو......باقی سارے لوگ جا سکتے ہیں......ہماری طرف سے سب کو اجازت ہے......صبح صبح مندر پہنچ جانا......

نرملا اور سلطان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مندر میں داخل ہوئے رامو بابا ان کے پیچھے تھا!

نرملا نے ایک جگہ رک کر کہا! رامو بابا! ہم شاہ ناگ تمہارے سپرد کرتے ہیں......اس کی سیوا سے غافل نہیں ہونا۔

دیوی جی! رامو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ناگوں کے بادشاہ کی سیوا تو رامو کا دھرم ایمان ہے۔"

نرملا نے شاہ ناگ کی پیشانی پر بوسہ لیا اور پھر اسے راموبابا کے حوالے کرتے ہوئے کہا! اس کے سامنے پٹاری کھلی رکھنا جب یہ اپنی مرضی سے اس میں داخل ہو جائے تب اسے بند کرنا...... تمہیں معلوم ہے بادشاہ بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں...... شاہ ناگ کے مزاج اور مرضی کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرنا!

راموں نے کہا! دیوی جی!...... اپنی تو عمر انہی کی سیوا اور دیکھ بھال میں گزاری ہے...... علیحدہ علیحدہ نسلوں کے سانپوں کی عادت تو بخوبی جانتا ہوں۔''

ٹھیک ہے نرملا نے کہا! تم جاسکتے ہو...... سلطان اور نرملا اب اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے...... دیوداسیاں یاتری اور پجاری جھک جھک کر ہاتھ جوڑتے تھے اور نمسکار کہتے تھے...... راجکماری چندر کانت پونم اور ظنی جیونت ایک ہی کمرے میں موجود تھیں اور کسی بات پر قہقہے لگا رہی تھیں......!

نرملا نے قدم روکتے ہوئے بڑے خلوص سے کہا! بھگوان کرے تم جیون بھر اسی طرح قہقہوں کے خوش رنگ پھول برساتی رہو!

سلطان نے راہداری کے ایک ستون کے ساتھ جلتے ہوئے چراغ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

نرملا جب کسی انسان کے اندر خوشی کی کرن پھوٹتی ہے تو وہ ماضی کے سارے دکھوں دردوں اور غموں کو بھلا کر اسی طرح قہقہے لگاتا ہے...... وقت نے راجکماری کی زندگی کی فضاؤں کو نکھار دیا ہے!

نرملا نے کہا! دیوتا جس کے سر پر سایہ بن جائیں اسے دنیا کے دکھوں کا جلتا ہوا سورج کس طرح جھلسا سکتا ہے۔

صبح ہوتے ہی بستی کے ساتھ ستر سپیرے اپنی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ مندر پہنچ گئے...... راموبابا کی پتنی نے راجکماری کو بین بجانے کا فن سکھانا شروع کر دیا...... راجکماری ذہین تھی دوپہر ہونے تک اس نے بین کے کئی سر سیکھ لیے...... سانس پر پوری طرح قابو پا چکی تو راموکی پتنی نے نرملا اور سلطان کو جا کر بتایا!

دیوی دیوتا کو خوشخبری دینے آئی ہوں راجکماری نے توقع سے کم وقت میں بین بجانا سیکھ لیا ہے وہ کئی سروں اور الاپوں میں مہارت حاصل کر چکی ہے وہ کئی گھنٹے تک سانس پر قابو رکھ سکتی ہے...... کئی سپیرے ان کی عورتیں اور لڑکیاں اپنے روایتی لباس پہن کر سلطان کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں!

سلطان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ہماری اگلی منزل جتنی پر خطر ہے اتنی دلچسپ بھی ہے...... تم سب اپنے اپنے مقام پر ایک ناقابل فراموش کارنامہ سرانجام دو گے...... تم سب نے مل جل کر آسام کی تاریخ کے دھارے کا رخ بدلنا ہے۔

ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر سلطان کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ہم سیدھے سادے لوگ تاریخ اور اس کے دھاروں کا مطلب سمجھتے نہیں ہم تو اپنے دیوتا اور دیوی کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں...... تم دونوں کی خوشیاں ہماری دنیا ہے!

سلطان نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!

عظیم کارنامے سیدھے سادے اور بھولے بھالے لوگ ہی سرانجام دیتے ہیں...... شاید اس لئے کہ سادہ لوح لوگ اپنے مقاصد میں مخلص

ہوتے ہیں۔ بہر صورت ہر موڑ پر ہر مقام پر ہم تمہارے ساتھ ہونگے تم کبھی کسی بھی مرحلے پر اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھنا!

صبح صبح راموبابا کی پتنی اور دو تین دوسری عورتوں نے راجکماری کو بنا سنوار کر اپنے قبیلے کی چنچل لڑکیوں کی قطار میں کھڑا کر دیا!

پھر اس نے ایک سپیرے کو کہا! شیو دیوتا اور نرملا دیوی سے کہو ہماری طرف سے سب تیاریاں مکمل ہیں اپنی آنکھوں سے آ کر دیکھ لیں!

تھوڑی دیر بعد جب سلطان اور نرملا آئے تو راموبابا کی پتنی نے کہا! ان لڑکیوں میں راجکماری بھی ہے پہچان کر بتا دو......

سلطان اور نرملا حیرت سے ایک ایک لڑکی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سب کی سب سپیروں کے روایتی لباس پہنے ہوئے تھیں...... سب کے سروں پر سانپوں والی پٹاریاں اور ہاتھوں میں جنیں تھیں...... اگر راجکماری ہنس نہ پڑتی تو اس کا پہچاننا مشکل ہو گیا تھا!

سلطان نے خوش ہوتے ہوئے کہا! تم لوگوں نے واقعی کمال کر دیا ہے...... کسی خاص قسم کے غازے کے استعمال سے راجکماری کے چہرے کے نقوش کو ناقابل یقینی حد تک تبدیل کر دیا گیا تھا......

دن چڑھتے ہی سلطان اور نرملا سپیروں کے قافلے کو لے کر آسام کی راجدھانی کی طرف روانہ ہو گئے...... راجکماری کا گھوڑا نرملا اور سلطان کی سواریوں کے درمیان میں تھا...... پونم اور علی کو انہوں نے مندر میں رہنے دیا...... سپیرے اپنی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ خوشی کے گیت گاتے آ رہے تھے...... شام تک منچلوں اور محبت کے دیوانوں کا یہ کارواں جنگل کے اندر ہی اندر سفر کرتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ جب سورج مغربی افق کی اوٹ میں چھپنے لگا!

سلطان نے ایک کھلی جگہ پر گھوڑا روکتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے آج کی رات یہاں قیام کیا جائے کھلی جگہ ہے پانی ہے چراگاہ ہے...... جنگل میں میلہ لگ گیا...... عورتوں نے پتھروں کو جوڑ کر چولہے بنا لئے تھے...... گھوڑوں سے زینوں اور خرجینوں کو اتار کر ان کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا...... جب سب لوگ کھانا کھا کر فارغ ہو گئے۔

تو سلطان نے کہا! ہم کل شام سے پہلے راجدھانی کے قلعے میں پہنچ جائیں گے...... راجکماری کا نام اب سے مدھومتی ہے...... اچھی طرح یاد کر لو بھول کر بھی راجکماری نہیں کہنا ورنہ سب کو ایک دردناک ہلاکت کا سامنا کرنا پڑے گا...... مدھومتی...... مدھومتی...... سب اچھی طرح ذہن نشین کر لو...... راجکماری تم بھی اپنا نام ذہن میں بٹھا لو!

پھر اس نے راموکی دھرم پتنی کو مخاطب کر کے کہا! مدھومتی کے بہروپ کا خاص خیال رکھنا یہ پردہ فاش نہ ہونے دینا...... ہم تم سب کو پھر ایک بار یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے اپنے مقام ہم سب نے ایک معرکہ سرانجام دینا ہے۔

☆

جگدیش کے بعد آٹھویں روز پھر مہاراجہ کرشن کمار کی طرف سے ایک قاصد ایک خوفناک حوصلہ شکن اور لرزہ خیز پیغام کے ساتھ مہارانی کے سامنے کھڑا تھا۔"

مہاراجہ نے خط میں لکھا تھا!

ماتا جی! یہ معلوم کر کے آپ کو بے حد دکھ اور افسوس ہوگا کہ ہماری ہر حکمت عملی ہر سازش اور ہر جنگی چال بری طرح سے ناکام ہو رہی ہے۔ منوہر تی کی سیاسی چالوں کو حاکم بنگالہ نے اپنی تیز حکمت عملی سے قدم قدم پر کچل کر رکھ دیا ہے۔ ہماری سینا کا ایک بہت بڑا حصہ تباہ و برباد ہو چکا ہے ہم اپنے بچھائے ہوئے دم ہم رنگ زمین میں خود پھنستے جا رہے ہیں اب حاکم بنگالہ سخت گیری پر اترا ہوا ہے اس کی روایتی رحمدلی اور بردباری ختم ہو چکی ہے ہم نے جگن ناتھ کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد ایک جنگل میں پناہ لی تھی ابھی ہم اپنی بکھری ہوئی سپاہ کو اچھی طرح ترتیب بھی نہ دینے پائے تھے کہ مسلمانوں نے خلاف توقع جنگل کو آگ لگا کر ہمیں اس محفوظ مقام سے نکلنے پر مجبور کر دیا آگ نے ہمارا بہت زیادہ نقصان کیا ہے لگتا ہے حاکم کے سینے میں نادر خان کی بستی کی تباہی اور جگن ناتھ دیوتا کی دیوی اور اس کی دو سہیلیوں کے اغوا نے انتقام کی آگ بھڑکا رکھی ہے ہم مانتے ہیں ہمارا یہ اقدام مسلمانوں کے دلوں میں غم و غصے کی آگ بھڑکا رہا ہے اور وہ انتقامی جذبے سے مغلوب ہو کر اپنی روایتی مذہبی اصولوں کو پس پشت ڈال کر ہمارے خلاف سخت ترین کاروائیاں کر رہے ہیں بظاہر ہم نے یہ بہت برا کیا ہے مگر ہم نے پوری ہندو جاتی کے وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے آسام اور بنگال کے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے...... ماتا جی! جگن ناتھ کی دیوی اور اس کی دو سہیلیاں اس وقت بوڈو قبائل کے سردار وشنو کے قبضے میں ہیں بوڈو اپنے جنگی طور طریقوں کی وجہ سے ناقابل تسخیر ہیں ہمارا خیال ہے ابھی ان لڑکیوں کو انہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے...... راجکماری چندر کانت کو اپنے قابو اور قبضے میں رکھنا ہم نے سنا ہے حاکم بنگالہ اس چڑیل کو آسام کے تخت و تاج کا جائز حقدار سمجھتا ہے اور اس نے اس سلسلے میں چندر کانت کی حمایت کا نہ صرف اعلان کر رکھا ہے بلکہ قسم کھائی ہوئی ہے کہ وہ اسے تخت و تاج دلا کر رہے گا...... ہم نے مختلف راستوں سے اپنی سینا کو راجدھانی کی طرف روانہ کر دیا ہے امید ہے کہ چار پانچ روز تک قلعے میں پہنچ جائیں گے...... قلعے کو خورد و نوش سامان اور اسلحے سے بھر دو آسام کے دور دراز کے علاقوں میں ہرکارے بھیج کر افرادی قوت کو قلعے میں جمع کر لو ہم محصور ہو کر حاکم بنگالہ کو عبرتناک تباہی سے دوچار کر دیں گے...... ماتا جی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ابھی تک ہمارے پاس بہت بڑی عسکری طاقت ہے...... پھر ہمارا قلعہ دیوتاؤں کا قلعہ مشہور ہے...... ہمیں یقین ہے کہ ہم حاکم بنگالہ کے عزائم کو پربت اور قلعے کی دیواروں کے درمیان لہولہان کر دیں گے...... چندر کانت کے حمایتی جب اپنے عزائم کے لہولہان لاشے اٹھا کر بھاگیں گے تو ہم ان میں چندر کانت کی منحوس لاش کا اضافہ کر دیں گے...... فی الحال مسلمان نوجوان ہاشم کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہو سکتا ہے اس کا قلعہ دار پتا اپنے اثر و رسوخ سے حاکم کو جھکنے پر مجبور کر دے...... ہمارا خیال ہے ہاشم کا پتا اپنے نوجوان بیٹے کو یوں ضائع نہیں ہونے دے گا آخر میں ہم پھر یاد دلانا چاہتے ہیں کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ کار آمد افرادی قوت ہمارے آنے تک قلعے کے اندر اکٹھی کر لی جائے...... مہارانی کے سامنے خدشوں اور وسوسوں کے انگارے بھڑک رہے تھے۔

مہارانی نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم مسلمانوں کے غرور اور جنگ جوئی کے زخم دیوتاؤں کی کرپا سے ان پربتوں کی سنگلاخ چٹانوں کے اندر

ابدی نیند سلادیں گے۔

ابھی وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ اوشا باہر سے دوڑتی ہوئی آئی اور ہکلاتے ہوئے کہنے لگی! مہارانی وہ آ گئے...... وہ آ گئے ہیں...... ان کے ساتھ بہت سی خوبصورت لڑکیاں!

مہارانی نے جلدی سے پوچھا! کون آیا ہے...... کیا وہ وردھن آ گیا ہے؟

نہیں جی! اوشا اب اپنی سانسوں پر کافی حد تک قابو پا چکی تھی۔

اس نے کہا! ماتا مہارانی...... شیو دیوتا آ گئے ہیں ان کے ساتھ بہت سے پیرے اور خوبصورت لڑکیاں بھی ہیں۔

"دیوتا آ گئے ہیں" مہارانی کی بجھی بجھی آنکھوں میں اچانک امید کے چراغ جگمگا اٹھے یہ تو بہت اچھا ہوا!

مہارانی نے خود کلامی کے انداز میں کہا! دیوتا کے آنے سے ہمارے ریت کے گھروندوں کی طرح بیٹھے ہوئے حوصلوں کو بہت بڑی طاقت ملے گی...... دیوتا وعدے کے سچے ہوتے ہیں...... ہمارے دیوتا...... ہمارے دکھ درد بانٹنے آئے ہیں...... ہم ان کے شکر گزار ہیں...... وہ کہاں ہیں؟

اوشا نے کہا! وہ مندر کی طرف بڑھ رہے ہیں...... پورے قلعے کو اطلاع ہو گئی ہے...... ڈھول بج رہے ہیں...... شہنائی کی مدھر تانیں دیوتا کے مدر پہنچ جانے کا پیغام دے رہی ہیں۔

ہاں! مہارانی نے اپنے کمرے سے نکل کر بالکونی میں کھڑے ہو کر مندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! گھڑیال بج رہے ہیں...... گھڑیال کتنے اچھے ہوتے ہیں...... ہمارے دیوتا ہمارے پیا آ رہے ہیں پھر اس نے خادماؤں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہمیں دلہن بناؤ...... ہمیں خوشبوؤں سے مہکاؤ...... ہم اپنے عظیم دیوتا کے چرن چھونے جانا چاہتے ہیں

...... دن ڈھل کر پربت کی اوٹ میں چھپنے لگ تھا...... خادماؤں نے مہارانی کو خوشبوؤں سے مہکا دیا تھا رنگوں سے سجا کر گلرنگ بنا دیا تھا...... اس کے دل میں ارمانوں اور امنگوں کے طوفان متلاطم تھے...... اس کی آنکھوں میں آرزوؤں کے دیپ جل رہے تھے وہ کسی نئی نویلی دلہن کی طرح سمٹی سکڑتی اور شرماتی محسوس ہو رہی تھی...... وہ کبھی اٹھتی تھی کبھی بیٹھ جاتی تھی...... اوشا اور دوسری لڑکیاں مہارانی کی اس جذباتی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہی تھیں...... ہلکا ہلکا ملگجا اندھیرا پھیلنے لگا چراغ جلائے جا رہے تھے۔

مہارانی نے کہا! ہماری تمام سکھیوں سہیلیوں کو بلاؤ ہم ابھی اور اسی وقت اپنے دیوتا کے درشن کے لئے جائیں گے...... قلعے میں منادی کرا دی جائے جلوس تیار کیا جائے...... راہوں کو پھولوں سے مہکاؤ...... تھوڑی دیر بعد مہارانی ایک جلوس کے ساتھ مندر کی طرف روانہ ہوئی اس کی سکھیوں سہیلیوں اور خادماؤں کے ہاتھوں میں پھولوں کے بھرے بھرے گجرے تھے اور وہ ایک عجیب جذباتی اور ہیجان خیز رقص کرتی جا رہی تھیں!

مندر کے مہا پجاری نے مہارانی کا خیر مقدم کرتے ہوئے آہستہ سے کہا! بھگوان خیر کرے دیوتا بہت غصے میں ہیں!

مہارانی نے جھرجھری لے کر پوچھا! کیا ہوا کسی نے کوئی گستاخی یا بدتمیزی کی ہے...... ہم اس گستاخ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے۔

مہا پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہارانی جی! ابھی تک ہمارے علم میں کوئی بات نہیں آئی...... ہو سکتا ہے دیوتا مہارانی کو کچھ بتائیں۔"

شیو دیوتا اپنے مخصوص انداز سے اپنی مخصوص جگہ پر غصے سے بھرا بیٹھا تھا۔ نرملا اس کے سامنے فرش پر آلتی پالتی مارے گیان دھیان میں ڈوبی ہوئی بیٹھی تھی...... مہارانی نے ڈرتے ڈرتے کمرے میں قدم رکھا!

شیو دیوتا نے غصے سے کہا! مہارانی! ہمیں افسوس ہے کہ تم پاروتی نہ بن سکیں...... ہمارے پیچھے تم نے جان بوجھ کر وہ کام کیے ہیں کہ اب ہم اپنے سارے فیصلے بدلنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں!

مہارانی نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو دیوتا کے قدموں پر گراتے ہوئے رو کر کہا! بھگوان کے لیے یہ غضب نہیں کرنا......ہم بے موت مر جائیں گے ہم سے کوئی غلطی یا گستاخی ہوئی ہے تو ہمیں معاف کر دیجیے!

شیو دیوتا نے کہا! ٹھیک ہے ہم شما کر دیں گے...... بتایئے چندر کانت کہاں ہے؟......اگر تم نے اسے قتل کروا دیا ہے تو اپنے اور اپنے بیٹے کے حق میں بہت برا کیا ہے۔

چندر کانت' مہارانی نے چونکتے ہوئے کہا! وہ تو!

شیو دیوتا نے کہا! ہاں وہ ہمارے مندر میں تھی مگر اب نہیں ہے......تم نے وردھن کے ذریعے اسے مندر سے اٹھوا کر اچھا نہیں کیا!

مہارانی نے اس کے قدموں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! وردھن اسے لے کر یہاں تو نہیں آیا!

شیو دیوتا نے غضب ناک ہو کر کہا! جب کوئی اپنے دیوتا کو اندھیرے میں رکھ کر کوئی کام کرتا ہے تو اسی طرح نقصان اٹھاتا ہے۔ جس طرح تم نے اپنا بہت بڑا نقصان کر لیا ہے......اب وردھن بھی نہیں آئے گا......لگتا ہے وہ راجکماری چندر کانت سے ساز باز کر کے آسام سے کہیں نکل گیا ہو...... ہو سکتا ہے وہ مسلمانوں کے پاس چلا گیا ہو...... اگر اس نے ایسا کیا ہے تو پھر تمہیں تمہارے بیٹے اور تمہارے خیر خواہوں کو اس دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی......تم نے ہماری روانگی سے ایک دن پہلے یہاں سے وردھن کو چندر کانت کو لانے بھیجا تھا ہم پوچھتے ہیں تم نے ہمیں اس اتنے بڑے فیصلے سے کیوں آگاہ نہ کیا

......مہارانی کا پورا جسم کچی شاخ کی طرح لرز رہا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرے چھائے ہوئے تھے!

اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہمیں شما کر دیجیے!

پھر مہارانی نے روتے ہوئے کہا! دیوتا! اپنی شکتی سے نمک حرام وردھن اور اس چڑیل چندر کانت کو پابند کر کے یہاں منگوا لیجیے ورنہ سب کچھ تباہ ہو جائیگا......راجکماری اگر مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی تو پوری ہندو جاتی کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا!

شیو دیوتا نے کہا! وہ تو ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا......ہم کر رہے ہیں...... مگر تم یہ بتاؤ......ناگ دیوتا کہاں ہیں۔

تم نے اسے کس کے کہنے پر دوبارہ زندان میں ڈال دیا ہے۔

''زندان میں''

مہارانی نے چیختے ہوئے کہا! ناگ دیوتا کو کب کس نے زندان میں بھیجا ہے۔

''حیرت ہے'' شیو دیوتا نے کہا! اتنے بڑے سانحہ کا اس ملک کی مہارانی کو کوئی علم نہیں ہے...... لگتا ہے یہاں کوئی اور حکمرانی کر رہا ہے''......ہم اس خود سر ظالم اور بے وقوف کا سر کچل ڈالیں گے۔

مہارانی کا سر چکرا رہا تھا اس نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم اس سانحے کی ابھی تحقیق کرتے ہیں......اس نے تالی بجائی کئی خادماؤں نے بیک وقت کمرے میں داخل ہو کر مہارانی کے سامنے سر جھکا دیئے! مہارانی نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا! کوئی جا کر مہا پجاری کو بلا لائے......تھوڑی دیر بعد مہا پجاری ڈرتے ڈرتے کمرے میں داخل ہوا اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا!

مہارانی نے پوچھا! ناگ دیوتا کو کون کب اور کس کے حکم سے زندان میں لے گیا!

مہا پجاری نے کہا! ماتا مہارانی! یہ سب کارروائی جگدیش نے کی ہے کل وہ ایک فوجی دستے کے ساتھ آیا تھا اور ناگ دیوتا کو گرفتار کر کے لے گیا تھا!

مہارانی نے غصے سے کہا! ہمیں کسی نے بتایا ہی نہیں!

شیو دیوتا نے کہا! ہم نے کہا نا......اس قلعے میں کسی نے متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے!

مہارانی نے غصے سے کہا! ہم جگدیش سے ابھی باز پرس کرتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے'' شیو دیوتا نے کہا! اب تم جا سکتی ہو......ہم تحقیقات کی کارروائی سننے آئیں گے!

مہارانی نے واپس جا کر فوری طور پر جگدیش کو طلب کیا اور پوچھا! جگدیش تم نے کس کے حکم سے ناگ دیوتا کو زندان میں بھیجا ہے۔

جگدیش نے کہا! مہارانی ہم مہاراجہ کے وفادار سپاہی ہیں مہاراجہ نے ہمیں راج پاٹ کے مخالفوں کے خلاف اپنی صوابدید کے مطابق کارروائی کرنے کا اختیار دے رکھا ہے......ناگ دیوتا کے سلسلے میں ہمارا دل مطمئن نہیں......وہ پراسرار سا ہوتا جا رہا تھا!

مہارانی نے کہا! مگر اس سلسلے میں ہمیں آگاہ کرنا ضروری تھا......غلطی ہوئی ہے......مگر خدشہ تھا مہارانی ہمیں ایسا کرنے سے منع کر دیں گی......ابھی مہارانی اور جگدیش کے مابین یہ گفتگو جاری تھی کہ ایک دربان نے شیو دیوتا کے آنے کی اطلاع دی......مہارانی نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کا خیر مقدم کیا!

شیو دیوتا نے پوچھا! کہو! تمہارا یہ جگو بدمعاش کیا کہتا ہے۔''

مہارانی نے کہا! کہتا ہے ناگ دیوتا روز بروز پراسرار کارروائیوں میں مصروف ہوتا جا رہا تھا!

اچھا! شیو دیوتا نے کہا! اب تم لوگ دیوتاؤں کے چال چلن کو اپنی فہم و فراست کے پیمانوں سے ناپنے لگے ہو!

جگدیش نے جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! یہ بات نہیں ہے دیوتا مہاراج! دیوتاؤں کی باتوں کو سمجھنا ہمارے عقل و فکر سے باہر ہے......مگر ناگ دیوتا کے بارے میں سیوک کے خدشات غیر فطری نہیں بلکہ یوں کہنا چاہوں گا کہ ایک مسلمان پتا ماتا کے گھر میں جنم لے کر جوان ہونے والا مسلمان نوجوان ہندوؤں کا ناگ دیوتا نہیں ہو سکتا!

شیو دیوتا نے کہا! مہارانی لگتا ہے تم اس بدمعاش کی رائے سے اتفاق کرتی ہو...... تمہارے خدشات کافی حد تک فطری سے لگتے ہیں اس لئے ہم کسی کو کچھ نہیں کہتے کل ہم تمام لوگوں کے سامنے اسے ناگ دیوتا ثابت کریں گے...... تمہارے خدشات کو دور کرنا ہمارا فرض بنتا ہے...... بہتر تو تھا کہ تم اپنے دیوتا کو شک وشبے سے نہ دیکھتے کیونکہ دیوتا عام لوگوں کے عقل وفکر کی پہنچ سے بالاتر ہوتے ہیں...... ہم ناخوش نہیں کیونکہ جکلو کی دلیل کچھ وزنی ہے...... کل صبح ہم ہاشم کا ناگ دیوتا ہونا ثابت کریں گے

...... یہ کہہ کر وہ غصے سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکل گیا مہارانی دو چار قدم پیچھے بھاگی!

شیو دیوتا نے پلٹ کر کہا! مہارانی لوٹ جاؤ...... اب کل بات ہوگی...... کاش تم اپنے آپ کو عام عورتوں سے بالاتر ثابت کر سکتی......

مہارانی کف افسوس ملتی ہوئی واپس پلٹ آئی!

سلطان نے نرملا کو کہا! نرملا! ہم نے ہر قیمت پر ناگ دیوتا کو چھڑانا ہے...... ہم چاہتے ہیں کل مجمع عام میں شاہ ناگ ناگ منی اور دوسرے سانپ ناگ دیوتا کے سامنے رقص کریں!

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! دیوتا! اس چھوٹے سے معمولی اور بالکل حقیر سے کام کی خاطر اتنا پریشان ہونا ٹھیک نہیں...... ہمیں آج کی رات کے لئے ناگ دیوتا کا اترا ہوا لباس دے دیا جائے...... ہاشم کے کپڑے کمرے میں موجود تھے!

سلطان نے نرملا کے سامنے ایک پوشاک کو رکھتے ہوئے کہا! "ان کپڑوں کو اس نے کئی بار پہنا ہوا ہے"

نرملا نے اسی داسی کو مخاطب کر کے کہا! سپیروں کے سردار راموبابا! کو بلاؤ...... تمام سپیرے مندر کے مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے اور شیو دیوتا کے حکم سے ان کے کھانے پینے کا بہتر انتظام کیا گیا تھا!

راموبابا آیا تو نرملا نے کہا! بابا! یہ کپڑے لے جاؤ' شاہ ناگ اور دوسرے ناگوں اور سانپوں کو سنگھاؤ...... تاکہ کل ان کی شناخت کرنے میں دقت پیش نہ آئے...... تم سمجھتے ہونا!

سمجھتا ہوں جی! راموبابا نے بڑے وثوق سے کہا! ایک ایک ناگ کو اچھی طرح شناخت کروا دوں گا!

راموبابا باہر نکلنے لگا تو سلطان نے اسے اپنے قریب بلا کر کہا! بابا! ہم سب کا امتحان شروع ہو چکا ہے اپنی جگہ پر ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔

رامو نے کہا! دیوتا زندگی کے اس سفر پر ہر کسی کو تیز گام اور ہوشیار پائیں گے...... کسی کے کردار میں کہیں کوئی جھول نہیں آئے گی!

سلطان نے رازداری سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا! "مدھومتی کا خاص خیال رکھنا"

مدھومتی! رامو نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم نے اس لفظ کو اپنی آتما پر لکھ لیا ہے...... مندر میں ہر طرف چہل پہل تھی...... خوشبوؤں اور رنگوں کے میلے لگے ہوئے تھے...... گیتوں اور نغموں کا طلسم خیز سرور پھیلا ہوا تھا...... گلرنگ دیوداسیوں کی جوانیاں شہنائیوں کی مدھر تانوں اور ڈھولک کی تھاپوں پر رقص کر رہی تھیں...... سلطان اور نرملا ایک روشن راہداری سے گزر کر مہمان خانے میں پہنچے راجکماری چندکانت اپنے بہروپ میں ناقابل شناخت تھی...... تمام سپیروں ان کی عورتوں اور لڑکیوں نے قاعدے کے مطابق کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے نمسکار کہا!...... نرملا نے دیکھا شاہ ناگ

ہاشم کے کپڑوں پرتہوں میں گھسا ہوا تھا...... دوسرے ناگ اردگرد پھن پھیلائے جھوم رہے تھے...... کچھ سپیرے دھیمی سروں میں بین بجا رہے تھے!......

راسو کی پتنی نے راجکماری کو مخاطب کر کے کہا! مدھومتی! کل تم نے اپنے حیرت انگیز کارنامے کا مظاہرہ کرنا ہے...... شاہ ناگ اور دوسرے ناگوں کے سامنے سب سے پہلے تم نے بین بجانی ہے...... راجکماری نے مسکرا کر بین کو ہونٹوں سے لگایا اور پھر سروں کے ورد بکھیرنے شروع کر دیے...... نرملا نے شاہ ناگ کو اٹھاتے ہوئے بڑے پراسرار لہجے میں بولنا شروع کر دیا!

دوسرے روز صبح سویرے منادی کرنے والا قلعے میں یہ منادی کرتا پھرتا تھا!

سب لوگ مندر اور مہاراجہ کے محل کے سامنے والے میدان میں جمع ہو جائیں...... شیو دیوتا ناگ دیوتا کے بارے میں پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات دور کرنے والے ہیں...... پھر ہزاروں کی تعداد میں مرد عورتیں اور بچے میدان میں جمع ہونے لگے...... مہارانی اور دوسرے درباری بھی اپنی اپنی جگہوں پر براجمان ہو گئے...... مندر سے شیو دیوتا سپیروں اور پجاریوں کے ایک جلوس کے ساتھ آئے تو مہارانی اور دوسرے بڑے بڑے عہدیداروں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا...... نرملا سپیروں کے ساتھ تھی...... سپیروں نے اپنی اپنی پٹاریاں زمین پر رکھ کر بین بجانی شروع کر دی بڑے بڑے زہریلے ناگ پھن پھیلائے پھنکارتے ہوئے اپنی پٹاریوں سے نکل کر ایک عجیب قسم کے دہشتناک وقار سے رینگتے ہوئے نرملا کی طرف بڑھنے لگے...... شیو دیوتا مہارانی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا نرملا نے اشارہ کیا!

شیو دیوتا نے جگدیش کو مخاطب کر کے کہا! جگو! اب تم زندان سے ناگ دیوتا کو لے آؤ...... مہارانی نے اشارہ کیا...... جگدیش ایک دستے کے ساتھ زندان کی طرف بڑھ گیا...... تھوڑی دیر بعد ہاشم میدان میں داخل ہوا...... راجکماری چندرکانت نے اس کی طرف دیکھ کر بڑی مشکل سے اپنے جذبات کی سلگتی ہوئی چیخوں کو ضبط کیا!

راجکماری کی اس متلاطم جذباتی کیفیت کو دیکھ کر نرملا نے کہا! مدھومتی بین بجاؤ...... شاہ ناگ اپنے دیوتا کے درشن کے لئے بے تاب ہو رہا ہے...... راجکماری نے حالات کی نزاکت کو بھانپ کر اپنے آپ کو سنبھالا اور بڑی مہارت سے بین بجانی شروع کر دی!

نرملا نے کھڑے ہو کر کہا! مہارانی جی! اس پٹاری میں ناگوں کا مہاراجہ شاہ ناگ بند ہے ناگوں کا مہاراجہ اپنے دیوتا کی خوشبو محسوس کر کے ان کے درشن کرنے کے لیے بے قرار ہے اسی لیے شور کیا جا رہا ہے کہ یہ اپنے شاہی غرور کو بھول جائے ورنہ سب کو معلوم ہے کہ شاہ ناگ پانی میں آگ لگا دیتا ہے!

پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے کہا! اگر شیو دیوتا اجازت دیں تو ہم شاہ ناگ کے جلال کی ایک ہلکی سی جھلک مہارانی کو دکھا دیں!

شیو دیوتا نے ہاتھ بلند کر کے کہا! ہماری طرف سے تمہیں اپنی مرضی پوری کرنے کی پوری آزادی ہے!

نرملا نے جھک کر ہاتھ جوڑ کر کہا! شکریہ! ہمیں اپنے دیوتا سے ایسے ہی فیصلے کی توقع تھی!...... پھر اس نے ایک سپیرے کو اشارہ کیا......

سپیرے نے ہری ہری گھاس کا ڈھیر شاہ ناگ اور ناگ دیوتا کے درمیان رکھ دیا...... مدھومتی مستی میں ڈوب ڈوب کر بین بجا رہی تھی...... اس کی نازک انگلیاں بڑی مہارت سے بین کے سوراخوں پر تھرک رہی تھیں...... ہر طرف ایک طلسم طاری تھا...... مہارانی کی آنکھوں میں خمار سا اترا ہوا تھا!

اس نے شیو دیوتا کے ہاتھ پر اپنا تپتا ہوا لرزتا ہوا سلگتا ہوا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کتنی پیاری لڑکی ہے...... کتنی مہارت سے درد بھرے سروں کو الاپ رہی ہے...... کیا نام ہے اس کا؟

شیو دیوتا نے کہا! اس کا نام مدھومتی ہے...... اور یہ اس بوڑھے سپیرے رامو بابا کی لاڈلی بیٹی ہے

...... نرملا نے با آواز بلند کہا! اب شاہ ناگ باہر آ رہا ہے...... ہوشیار نگاہ روبرو...... ناگوں کے مہاراجہ اپنے جاہ وجلال کے ساتھ باہر تشریف لاتے ہیں......''

اس کے ساتھ ہی اس نے پٹاری کا ڈھکنا اٹھا دیا...... سفید رنگ کا خوبصورت ناگ ایک پر ہیبت پھنکار کے ساتھ پھن پھیلائے لہرانے لگا تمام لوگ دہشت زدہ ہو کر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے...... مدھومتی اپنی مستی کے ساتھ بین بجا رہی تھی ناگ چند لمحوں بعد پٹاری سے باہر آ گیا...... گھاس کے ڈھیر کے قریب جا کر اس نے ایک بار پھر غصے سے اپنے پھن کو پھیلایا ادھر ادھر دیکھا جب کسی نے گھاس کو نہیں اٹھایا تو اس نے ایک پھنکار ماری...... اس پھنکار سے گھاس کو آگ لگ گئی...... یہ منظر دیکھ کر کئی عورتیں اور بچے دہشت سے چیخیں مارنے لگے!

اس دفعہ مدھومتی نے بین لہراتے ہوئے سپیرنیوں والے لہجے میں کہا! کوئی منش غلطی سے بھاگنے کی کوشش نہ کرے ورنہ وہ مارا جائے گا...... ناگوں کے مہاراجہ نے اپنے شوق دیدار اور دیوتا کے درمیان رکاوٹ کو ہٹایا ہے...... اپنے دیوتا کے چرنوں پر سیس جھکانے کے بعد شانتی میں آ جائے گا...... ناگوں کا بادشاہ شاہ ناگ آہستہ آہستہ ہاشم کی طرف بڑھنے لگا...... اس کے پیچھے سینکڑوں چھوٹے بڑے سانپ بھی بڑھ رہے تھے...... شاہ ناگ نے ہاشم کے قریب پہنچ کر ایک بار پھن کو پھیلایا اور پھر آہستہ آہستہ سکون سے اس نے زمین پر سر رکھ دیا...... چند لمحوں بعد اس کا سر ہاشم کے قدموں کو چھو رہا تھا...... اس کی آتی جاتی سانسوں کی تپش سے ہاشم کو پسینے آ رہے تھے...... شاہ ناگ کے علاوہ دوسرے سانپ بھی ہاشم کے گرد چکر لگا رہے تھے!

شیو دیوتا نے گرجتے ہوئے کہا! مہارانی اب بتاؤ تمہارے جگو بدمعاش مہان نے دیوتا پر شک کر کے بہت برا کیا ہے۔

مہارانی ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی اس نے لرزتے کانپتے لہجے میں کہا! ہم تم دونوں عظیم دیوتاؤں سے شما کی بھیک مانگتے ہیں' ہم پر کرپا کرو! اگر ناگ دیوتا شما کر دیں تو ہم بھی سب کو شما کر دیں گے!

ہاشم نے کہا! شیو دیوتا ہم تمہارے شکر گزار ہیں...... مگر اب ہم اس پاپی سنسار سے دکھی ہو کر زندان کی تنہائیوں میں ہی رہنا پسند کریں گے یہ سب اندھیروں اور موت کے سوداگر ہیں...... یہ روشنی کی کرنوں کے سیلاب کے آگے اپنی ناپاک کوششوں کے بند باندھنے والے بدبخت لوگ ہیں...... اب ہم ان کے درمیان رہے تو یہ سب تباہ برباد ہو جائے گا تم ان کو سمجھا سکتے ہو تو سمجھا کر سیدھی راہ پر لے آؤ...... ان آٹھ دنوں میں اس بے رحم مہارانی کے اس ظالم کارندے نے اس قلعے کے بیس کے لگ بھگ ایسے بے گناہوں کا خون بہایا تھا...... جن کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح روشنی کی بات کرنے کے عادی تھے!

ایک بوڑھے درباری سوامی دیا نند نے کھڑے ہو کر کہا! ناگ دیوتا سچ کہتے ہیں جگو نے اپنائے اور ظلم سے واقعی بیس سرداروں کو ہلاک کر

کے ان کی لاشیں غائب کر دی ہیں!

"مہارانی!" شیو دیوتا نے کہا! کیا ہم سن رہے ہیں کیا تم ان مظالم کی سسکتی ہوئی داستانوں سے بے خبر ہو!

نہیں ہاشم نے کہا! یہ تو ان مظالم کی بنیاد ہے!

مہارانی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا! ہم ایک بار پھر معافی اور شما کی درخواست کرتے ہیں...... ہمیں معاف کر دیا جائے۔

ہاشم نے کہا! شیو دیوتا تم ہر لحاظ سے مہربان دیوتا ہو ہم تمہارے ہر فیصلے کو دل و جان سے تسلیم کریں گے...... ہر طرف سناٹا چھا گیا...... شاہ ناگ اور دوسرے ناگ ابھی تک ہاشم کے گرد چکر لگا رہے تھے...... مدھوتی اور دوسرے سپیرے ان کی عورتیں اور لڑکیاں جھوم جھوم کر بین بجا رہی تھیں اور خوشی سے ناچ رہی تھیں۔ نرملا آہستہ آہستہ ناگوں اور سانپوں سے باتیں کر رہی تھی!

ہاشم نے کہا! شیو دیوتا ہم بہت بیزار ہو رہے ہیں...... ہمیں واپس جانے کی آ گیا دیجیے۔ ہم ان ناگوں ان سانپوں ان سپیروں اور ان دیوداسیوں کے ساتھ زندان میں رہنا پسند کرتے ہیں...... خواہ ہمیں وہاں پہلے کی طرح پابند رکھا جائے یا آزاد پھرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے...... جب تک ہمیں روشنیوں کے بکھرنے کا پیغام نہیں دو گے ہم واپس نہیں آئیں گے...... اگر کسی نے ہمیں ان اندھیروں سے سمجھوتے کا مشورہ دیا تو بھگوان کی سوگند ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے...... یہ کہہ کر ہاشم واپس چل پڑا...... نرملا سمیت سارے سپیرے ان کی عورتیں اور لڑکیاں اس کے پیچھے پیچھے بینوں کی سحر انگیز سروں پر جھومتے ہوئے زندان کی طرف جا رہے تھے...... سپیروں نے سانپوں اور ناگوں کی پٹاریاں اپنے اپنے کشکولوں میں رکھ لی تھیں۔ شاہ ناگ کی پٹاری کو نرملا نے اٹھا رکھا تھا!

مہارانی نے ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے کہا! ناگ دیوتا رک جاؤ...... تمہیں بھگوان کا واسطہ ہماری ایک بات سنتے جاؤ

......ہاشم کے قدم رک گئے......شیو دیوتا بھی مہارانی کے پیچھے کھڑا تھا!

کیا کہنا چاہتی ہو؟

مہارانی نے اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! انجانے میں ہم سے غلطی ہوئی ہے...... معاف کر دیجیے۔"

ہاشم نے سلطان کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! دیوتاؤں کا شیوہ تو یہی ہے کہ وہ قدموں پر گرے ہوئے منش کو معاف کر دیتے ہیں!...... دیا کرتے ہیں۔

ہاشم نے کہا! جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا!

مہارانی نے خوشی سے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شکریہ! دیوتا مہاراج!...... تمام سپیرے اپنی اپنی جگہ پر خوش کھڑے تھے!

مہارانی نے آگے بڑھ کر سب کو نمسکار کرتے ہوئے کہا! اس لڑکی نے ہمیں بہت متاثر کیا ہے...... یہ بڑی پیاری لڑکی ہے اگر یہ چاہے تو ہم اس کو اپنے پاس رکھنے کو تیار ہیں!

نہیں! ارامو بابا نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم سیلانی لوگ ہیں جی! پانی اور سادھو فقیر کہیں ٹھہر جائے تو وہ اپنی شناخت سے

محروم ہو جاتے ہیں ہم ان دیوتاؤں کے دیوانے ہیں جہاں جہاں یہ جائیں گے ان کے پیچھے پیچھے ہم بھی جائیں گے!

مہارانی نے ایک بار پھر کہا! تمہارا نام کیا ہے؟

راجکماری نے اعتماد سے کہا! مدھوستی!

مہارانی نے کہا! نام بھی بہت پیارا ہے...... بہر صورت جب تک یہاں ہو...... روزانہ ہمیں ملنے آیا کرو!

راجکماری نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا! یہ تو دیوتا کی مرضی پر منحصر ہے جی...... ہماری اپنی تو کوئی مرضی نہیں ہے۔

مہارانی ہنس پڑی...... پھر اس نے ناگ دیوتا کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! اب ہمارے محل میں آیئے!

''نہیں'' ہاشم نے کہا! اب ہم تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کے پابند بھی نہیں ہم مندر تک محدود رہیں گے...... یا پھر کبھی کبھی زندان دیکھنے جایا کریں گے

......ابھی مہارانی اور قلعے کے دوسرے بڑے بڑے سردار وہیں کھڑے تھے کہ ایک جنگلی نوجوان ہوا آیا اور مہارانی کے قدموں پر گر کر چیخنے لگا! ہم تباہ ہو گئے ہیں، ہم برباد ہو گئے ہیں...... انہوں نے ہمارا سب کچھ ہر ٹھکانہ جلا کر راکھ کر دیا ہے۔

مہارانی نے دبدبے سے پوچھا! کون ہو تم اور کیا کہنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا! ہمارا نام ارجن ہے...... ہم نارنگ کی اس سینا کے سردار تھے جس نے مسلمانوں کی بستی پر حملہ کر کے تین لڑکیوں کو اٹھایا تھا!

تم بوڈو قبیلے سے تعلق رکھتے ہو!

جی مہارانی جی!...... مہارانی کے چہرے پر تشویش کی زردی کھنڈ گئی اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں!

اس نے کہا! اپنی کہانی کم سے کم لفظوں میں بیان کرو۔

ارجن نے کہا! مہارانی! کم سے کم لفظوں میں تو یہی کہا جا سکتا ہے پورے بوڈو قبیلوں میں سے ہم صرف اکیلے زندہ ہیں مسلمانوں نے ہمارے سردار کے قلعے کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے انہوں نے ہماری عورتوں اور بچوں کے سوا کسی کو زندہ نہیں چھوڑا...... ہم نے بڑی مشکل سے ایک گہری ندی میں کود کر جان بچائی ہے!

مہارانی نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا! کیا مسلمان آسام میں داخل ہو چکے ہیں؟

ارجن نے کہا! وہ تو اس ملک کے ایک بڑے حصے پر قابض بھی ہو چکے ہیں...... باربیٹا اور گوردھن کے سارے علاقے ان کے قبضے میں جا چکے ہیں!

اُف بھگوان! مہارانی نے کہا! تباہی ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اور ہمیں خبر تک نہیں!

پھر اس نے چلاتے ہوئے کہا! آسامی سردار! ابھی اور اسی وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر دور دراز کے دیہاتوں اور قصبوں میں پھیل کر سینا کے لئے جوانوں کو کھینچ لاؤ...... مسلمانوں کے لشکروں نے آسام پر حملہ کر دیا ہے...... سونے کا وقت ختم ہو گیا ہے...... ناگ دیوتا او شیو دیوتا دونوں بڑے

پراسرار انداز سے مہارانی کی بوکھلاہٹوں کا تماشہ دیکھ رہے تھے!

مہارانی نے دونوں کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا بھگوان کے لئے کچھ کرو.....اب آسام کے مہاراجہ اور پرجا دونوں کی لاج تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

شیو دیوتا نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! گھبراؤ نہیں مہارانی! آکاش پر بڑے اچھے فیصلے کیے جا رہے ہیں.....اندھیرے سمٹ رہے ہیں اجالے پھیل رہے ہیں۔نراس کا دھواں آس کی روشنی میں ڈوب جائیگا.....ہم موجود ہیں سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔بہرصورت تم اپنی طرف سے اپنی کوششیں تیز تر کر سکتی ہو.....سیاسی امور پورے اطمینان سے نبھاؤ۔

ماتا مہارانی محل کے بالا خانے کے ایک جھروکے میں سنہری مسند پر بیٹھی پہاڑ کی سبز پوش چوٹیوں پر ڈوبتے ہوئے سورج کی شعاؤں کے دلکش اور جادو اثر رنگوں کے مخمور نظاروں کو دیکھ رہی تھی بڑا جادوئی اور دلفریب نظارہ تھا.....سورج کی الوداعی سنہری کرنوں نے پربت کی چوٹیوں پر ہر طرف سونا بکھیر دیا تھا.....جب شام کے سرمئی دھندلکے بڑھنے لگے تو ایک خادمہ نے شمع روشن کر دی پربت کی مست خرام خنک ہواؤں کے جھونکے مہارانی کے بالوں کو چھیڑ رہے تھے.....مہارانی کی آنکھوں میں اس طلسماتی موسم کا خمار اتر رہا تھا.....ایک خادمہ نے شراب سے بھرا ہوا جام اس کی طرف بڑھایا مہارانی نے جام کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرنے شروع کر دیئے!

تھوڑی دیر بعد سڑھیوں کے راستے ایک دربان نے اوپر آ کر کہا! مہارانی جی! شیو دیوتا آ رہے ہیں.....شیو دیوتا کا نام سن کر مہارانی کے بدن میں ایک عجیب قسم کا سرور سا امنڈنے لگا اسے اپنے بدن میں ایک شدید قسم کی جنسی تشنگی کا احساس تنگ کرتا ہوا محسوس ہوتا تھا.....وہ دنیا کی سوچوں سے یکسر دور اپنے جسم کی پیاس کے شدید احساس کا شکار ہو جایا کرتی۔

وہ کہاں ہیں؟ مہارانی نے پوچھا تو دربان نے کہا! وہ نیچے مہارانی کا انتظار کر رہے ہیں۔مہارنی نے غصے سے بگڑتے ہوئے کہا! تم سب پرلے درجے کے احمق ہو دیوتا کو انتظار کی زحمت میں مبتلا کرنا بہت بڑا پاپ ہوتا ہے انہیں اوپر لے آؤ.....دربان ہاتھ جوڑتا ہوا تیزی سے واپس چلا گیا.....تھوڑی دیر بعد سیڑھی پر کھڑاواں کی ٹک ٹک کی آواز اُبھری مہارانی نے بے تابی سے اٹھ کر بالا خانے کے دروازے پر جا کر شیو دیوتا کا استقبال کیا.....شیو دیوتا کا مردانہ حسن قیامت خیز تھا اس کے گورے بدن پر زرد رنگ کا ریشمی لباس خوب پھب رہا تھا اس کے گھنگھریالے سیاہ بال اس کی پیشانی پر لہرا رہے تھے۔

شیو دیوتا نے ایک زریں مسند پر بیٹھتے ہوئے بغیر کسی تمہید کے کہنا شروع کیا! ''مہارانی ہم بے حد پریشان ہیں''

مہارانی نے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے شیو دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھگوان خیر کرے جب دیوتا پریشان ہونگے تو سیوک کیا کریں گے!

شیو دیوتا نے برہمی اور ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مہارانی! تمہارا یہ عارفانہ تغافل یہ بے رحمی اور یہ بھول پن راج سنگھاسن کے لئے خطرہ بنتا جا رہا ہے۔بے وقوف عورت ہم اپنے لئے پریشان نہیں دیوتا کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے وہ تو اس سنسار کے جھمیلوں سے بالا اور ماورا ہوتے

ہیں ہمیں تمہاری اور تمہارے راج سنگھاسن کی چنتا پریشان کر رہی ہے ہم آکاش کا رنگ تبدیل ہوتا محسوس کر رہے ہیں۔ ہم تجھے تمہارے مہاراجہ بیٹے اور آسام کے راج سنگھاسن سمیت منجدھار کے تھپیڑوں سے نکال لینا چاہتے ہیں تمہیں کچھ علم بھی نہیں کہ تمہارے اردگرد کیا ہو رہا ہے کتنے بڑے انقلاب غیر محسوس انداز سے تمہاری جانب بڑھتے چلے آ رہے ہیں تمہارے مہاراجہ بیٹے کے مقدر کی کشتی گرداب میں پھنستی چلی جارہی ہے تم کتنی بے فکر اور بے سمجھ مہارانی ہو تمہیں راجدھانی کے نیچے جمع ہونے والے خوفناک لاوے کا کوئی احساس نہیں۔

مہارانی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دیوتا کے قدم چومتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! ہمیں بے وقوف اور بے حس اور ناداں نہ کہو ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔"

شیو دیوتا نے کہا! تو پھر تم جان بوجھ کر اپنی کشتی ڈبو دینا چاہتی ہو!

مہارانی نے احتجاجاً چلاتے ہوئے کہا! نہیں دیوتا مہاراج نہیں! ہم تو اس لئے بے فکر ہیں کہ اس وقت ہمارے سروں پر شیو دیوتا کی شکتی کا سایہ ہے!

شیو دیوتا نے مسکرا کر مہارانی کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے سامنے دوسری مسند پر بٹھاتے ہوئے کہا! لگتا ہے تم ٹھیک کہتی ہو...... ہمارا سایہ ہر مصیبت کو ٹال سکتا ہے' دیوتا کا کام ہی بگڑی بنانا ہوتا ہے۔ ہم تمہیں وقت کے اس منجدھار میں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔"

شکریہ دیوتا مہاراج! مہارانی خوشی سے جھومتے ہوئے بالا خانے میں موجود خوبرو لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

تم سب بتوں کی طرح کیوں کھڑی ہو ناچو گاؤ' جھومو دیوتا کو خوش کرو...... لڑکیوں نے اچانک اس طرح تھرکنا شروع کیا جیسے اچانک کسی نے بے جان جسموں میں راز فیکان کی روح پھونک دی ہو ایک لڑکی نے ساز کے تاروں پر انگلیاں پھیریں تو ایک دلکش نغمگی سحر بن کر ابھرنے لگی...... شام رات کے اندھیرے میں ڈوبتی جارہی تھی......!

شیو دیوتا نے جھروکے کے سامنے کھڑے ہو کر دور پربت کی چوٹیوں پر پھیلتے ہوئے اندھیروں کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے مہارانی کے کان میں کہا! مہارانی! ہماری ایک بات غور سے سنو! اگر ایک دو روز کے اندر اندر راجکماری چندر کانت کا سراغ نہیں ملا تو پھر ہم تمہاری مدد کے معاملے میں بالکل مجبور ہوں گے...... ہمیں راجکماری کا سراغ ملنا چاہیے اگر راجکماری مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی تو بہت برا ہوگا۔ یہ تخت و تاج یہ شان و شوکت یہ طمطراق ہر شے آنے والے منہ زور سیلاب میں بہہ جائیگی!

مہارانی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا! دیوتا جی! ابھی تک اس چڑیل کا کہیں سے کوئی سراغ نہیں ملا۔ بھگوان جانے معاملہ کیا ہے ویسے ہمیں وردھن سے نمک حرامی کی توقع نہیں تھی!

شیو دیوتا نے کہا! راجکماری نے اسے کوئی بہت بڑا لالچ دیا ہوگا...... اس سنسار کے نیلام گھروں میں بڑے بڑے وفاداروں کی وفائیں بک جاتی ہیں...... سونے چاندی کی چمک دمک بڑی ظالم شے ہے لوگوں کو دھرم ایمان بیچنے پر مجبور کر دیتی ہے...... ہمیں پورا پورا یقین ہے کہ راجکماری کو خیریت و عافیت کے ساتھ جو کوئی بھی حاکم بنگال کے سامنے لے جائے گا وہ اسے سونے چاندی اور ہیرے جواہرات میں تول دے گا......

ہم نے سن رکھا ہے اور بالکل صحیح سن رکھا ہے کہ حاکم بنگالہ راجکماری کو بیٹی کہہ چکا ہے اور تم نہیں جانتی یہ مسلمان اپنے قول و فعل کے تضاد کو گناہ سمجھتے ہیں!

مہارانی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دور دور بربادیوں کے منحوس تاریک سائے دکھائی دے رہے تھے اس نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ہم پر دیا کیجئے...... اس کمینی راجکماری کی تلاش کے سلسلے میں ہماری مدد کریں لگتا ہے دیوتاؤں کی دیا اور کرپا کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر پائیں گے...... لڑکیاں بالا خانے پر ناچ رہی تھیں!

شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم پوچھتے ہیں تم نے راجکماری کی جستجو اور تلاش کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟

مہارانی نے کہا! ہم نے ایک خاص آدمی شیو دیوتا کے مندر بھیجا ہوا ہے۔ ہمیں شبہ ہے وہاں کے پجاریوں نے اس آوارہ لڑکی کو اپنے مفادات کے لئے کہیں چھپایا ہوا ہے۔

شیو دیوتا نے کہا! مہارانی یہ تم کیا کہہ رہی ہو کیا ہمارے پجاری بھی اس قسم کے مکروہ دھندوں میں ملوث ہیں؟

مہارانی نے مسکراتے ہوئے کہا! ہاں! اور اب ہم اس گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں...... دیوتا تم بھی ہماری طرح بھولے بھالے سیدھے سادے اور کچھ نادان ہو!

شیو دیوتا نے کچھ سنجیدگی سے کہا! مہارانی تم ہماری توہین تو نہیں کر رہی؟

نہیں! مہارانی نے کہا! داسی ایسا سوچ بھی نہیں سکتی...... یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مندر کے پجاری بے شمار ناجائز ذرائع سے دولت سمیٹ رہے ہیں۔ ہمیں شک ہے راجکماری مندر کے کسی تہہ خانے میں موجود ہے...... اور اس کی بازیابی کے لئے ہمیں بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی...... ہمارا آدمی آنے والا ہے آج نہیں تو کل تک ضرور ہم کوئی شبھ سماچار سنیں گے!

ٹھیک ہے! شیو دیوتا نے کہا! بھگوان کرے راجکماری وہیں ہو ہمیں اپنے آدمی کی فراہم کردہ معلومات سے آگاہ کرنا!

شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! نیچے چلتے ہیں...... مہارانی اور شیو دیوتا ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ نیچے آ گئے ان کے پیچھے مہارانی کی کنیزیں بھی اتر آئیں نیچے پہنچ کر مہارانی نے اچانک پوچھا! دیوتا! وہ سپیرن لڑکی کہاں ہے؟ وہ کل کے بعد ہمیں ملنے نہیں آئی حالانکہ ہم نے اسے روزانہ ملنے کی تاکید کی تھی...... ہمیں وہ بہت پیاری لگی تھی اس کی اداؤں میں جادو ہے...... ہم اسے ملنا چاہتے ہیں۔

شیو دیوتا نے مہارانی کی گہری آنکھوں میں جھانک کر دیکھتے ہوئے کہا! مہارانی وہ یہیں ہے۔ ویسے تمہیں معلوم ہونا چاہیے یہ خانہ بدوش لوگ راجوں مہاراجوں کے رعب میں بہت کم آتے ہیں!

مہارانی نے کہا! ہم اس کا نام بھول گئے ہیں!

شیو دیوتا نے کہا! اس کا نام مدھومتی ہے اپنے پتا کی بڑی لاڈلی بیٹی ہے اور بہت کم کہیں آتی جاتی ہے...... مدھومتی مہارانی نے ہولے سے زیر لب اس کا نام دہرایا...... اسی وقت ایک دربان نے آ کر اطلاع دی کہ ونود شیر آیا ہے اور حاضر ہونے کا متمنی ہے!

مہارانی نے خوش ہوتے ہوئے کہا! اجازت ہے چند لمحوں...... بعد ایک نوجوان مہارانی کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا!

مہارانی نے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ونود اپنی مہم کے بارے میں کم سے کم لفظوں میں خلاصہ پیش کرو!

ونود نے ہاتھ جوڑ کر کہا! تخلیے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں!

مہارانی نے اپنے سامنے کھڑی ہوئی خادماؤں کی طرف دیکھ کر کہا! ''تخلیہ''......تمام لڑکیاں تیزی سے باہر نکل گئیں!

مہارانی نے کہا! اب کہو کیا خبر لائے ہو؟

ونود نے ایک بار پھر کہا! مہارانی جی! ہم علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں!

مہارانی نے برہمی سے کہا! پاگل انسان یہ تو شیو دیوتا ہیں جو کچھ کہنا ہے ان کے سامنے کہو تمہیں معلوم نہیں ہماری لاج اب دیوتا کے ہاتھ میں ہے!

ونود نے کہنا شروع کیا! مہارانی ہمیں افسوس ہے کہ ہم کوئی اچھی خبر نہیں لائے......ارجن نے سچ کہا تھا مسلمانوں کے ایک لشکر نے حملہ کر کے بھوٹان اور نیپال کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ رہنے والے تمام بودھ قبائلیوں کو تہہ تیغ کر دیا ہے۔ وشنو سردار کا مضبوط اور مستحکم قلعہ اب راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے۔ وشنو سردار کو انہوں نے گرفتار کر کے لکڑی کے پنجرے میں بند کر کے شیو دیوتا کے مندر کے بڑے دروازے کے سامنے رکھا ہے۔

مہارانی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! بودھ قبائلیوں کی ہلاکت کی کہانی کو دفع کرو تم ہمیں راجکماری چندکانت کے بارے میں بتاؤ اس کا کوئی سراغ ملا کہ نہیں!

ونود نے سر جھکاتے ہوئے کہا! اب راجکماری کا سراغ لگانا ناممکن نہیں مگر مشکل ضرور ہے!

مہارانی نے غصے سے پوچھا! وہ کیوں؟

ونود نے کہا! کیونکہ اب ہمارے دونوں ساحلی مندروں پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ ہم مندر کے اندر آتے جاتے رہے ہیں...... کیونکہ مسلمانوں کے لشکر نے ہندو یاتریوں کو مکمل آزادی دے رکھی ہے۔ ہم نے مہا پجاری سے کئی بار راجکماری کے بارے میں پوچھا مگر وہ طوطا چشم آدمی اس بارے میں کچھ بتانے کو تیار نہیں۔

مہارانی نے کہا! تم نے اسے لالچ دیا ہوتا ہماری طرف سے کسی بہت بڑے انعام کی پیش کش کی ہوتی۔

ونود نے کہا! مہارانی جی! کو ہماری صلاحیتوں کا علم ہے ہم نے اپنی طرف سے سارے حربے استعمال کیے تھے مگر اس پر کسی پیش کش یا لالچ یا کسی دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوا...... سچی بات تو یہ ہے کہ وہ لوگ بدل چکے ہیں وہاں ہم نے ایک نئے نویلے انقلاب کو جنم لیتے ہوئے دیکھا ہے...... مندر کے پجاری یاتری دیوداسیاں اور دوسرے مقامی لوگ مسلمانوں کے لشکر میں اس طرح گھل مل گئے ہیں...... جیسے برسوں کی شناسائی رکھتے ہوں مہارانی جب ہماری سینا ان کے ساتھ جنگ کرے گی دیکھ لینا مقامی ہندو ہماری سینا کے خلاف صف آرا ہوں گے!

مہارانی نے حیرت بھری نظروں سے شیو دیوتا کی طرف دیکھ کر کہا! ہمارا سر چکرا رہا ہے ہم اپنے وجود کے حصار کو ریزہ ریزہ ہوتا ہوا محسوس کر رہے ہیں!

شیود یوتا نے آگے بڑھ کر سہارا دیتے ہوئے کہا! دھیرج اور ہمت سے حالات کا مقابلہ کرو..... جب تک مہاراجہ نہیں آ جاتا حالات کے اصلاح کی ساری ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔ باریشا کے علاقے پر مسلمانوں کے قبضے کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ مسلمانوں نے پورے آسام کو فتح کر کے تمہارے سامنے زندگی کے سارے دروازے یکسر بند کر دیے ہیں۔ آسام بہت بڑا ملک ہے اس میں لاکھوں کروڑوں لوگ آباد ہیں..... ہر طرف ہرکارے دوڑادو.....افرادی قوت جمع کر کے مسلمانوں سے جنگ کرو پچاس ساٹھ ہزار کے لشکر کی کیا حیثیت ہے۔

مہارانی نے سنبھلتے ہوئے کہا! دیوتا تم ٹھیک کہتے ہو..... ہم مہاراجہ کے انتظار میں مزید وقت ضائع نہیں کریں گے۔

پھر اس نے پورے دبدبے سے ایک دربان کو مخاطب کر کہا! ابھی اور اسی وقت دربار عام کے انعقاد کا اعلان کیا جائے۔ دھامنی کے بزرگ قلعہ دار منگل سنگھ کو خصوصی طور پر بلایا جائے اس وقت آسام کو اس تجربہ کار جنگجو کی اشد ضرورت ہے۔

دربان چلا گیا تو شیود یوتا نے ونود کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! مسلمانوں کے لشکر کے کتنے سردار ہیں۔

ونود نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج وہ بڑے عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ راجا اور پرجا کے درمیان کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا سپاہی اور سردار کے درمیان شان وشوکت کا کوئی خاص امتیاز نہیں ہے..... اس لشکر کے دو سردار ہیں ایک کا نام سید حیدر امام ہے اور دوسرے کو اودھم خان کے نام سے پکارا جاتا ہے..... پرسوں کا واقع ہے وشنو سردار کے پنجرے کے سامنے مقامی لوگوں کی بھیڑ تھی عورتیں بچے بوڑھے اور جوان تقریباً ہر عمر کے لوگ اسے دیکھنے آ رہے تھے لوگ اسکی تذلیل پر نا صرف خوش ہو رہے تھے بلکہ اپنی جوتیاں پھینک پھینک کر اسے مزید ذلیل ورسوا کر رہے تھے ہم بھی اس مجمع میں موجود تھے اچانک دو گھوڑ سوار وہاں آئے لوگوں نے انہیں دیکھ کر خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دئے..... دونوں سوار گھوڑے سے اترے اور بوڑھے سردار وشنو کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

ایک نے وشنو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! وشنو ہم انسانیت کی تذلیل اور توہین کو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں..... تمہاری شکل انسانی ہے کاش تم انسان ہوتے۔ کاش تمہارے اندر انسانیت کی کوئی ادنی سی رمق ہوتی!

وشنو نے پنجرے کی سلاخ پکڑ کر کہا! تم سچ کہتے ہو اب تو ہم بھی سوچ رہے ہیں کاش ہم ایسے نہ ہوتے جیسے ہیں۔ ہمارا انجام یہی ہونا تھا جو ہو رہا ہے ہم اسی ذلت کے مستحق ہیں جو ہمیں مل رہی ہے ہم ان لوگوں سے ناخوش نہیں ہیں ہمارا اپنا ماضی ہمارے اوپر جوتے برسا رہا ہے..... سید صاحب ہمیں تمہارے خدا کی قسم ہمارے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہو رہی.....

دونوں سرداروں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا!

ایک نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے پنجرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا!

وشنو باہر آ جاؤ..... اب تم وہ نہیں رہے جو اس ذلت کی سزا کے مستحق تھے..... تم نے اپنے خالق و مالک تک جانے والے راستے کو بڑی تیزی سے طے کر لیا ہے..... ہم نے جس وشنو کو تڑپا کر مارنے کی قسم کھائی ہوئی تھی وہ تم نہیں کوئی اور تھا جو مر چکا ہے..... وشنو کی آنکھیں ساون کی گھٹا کی طرح برس رہی تھیں وہ ہچکیاں اور سسکیاں لے کر کہتا جا رہا تھا!

نہیں اچھے لوگو! نہیں ہم وہی درندے ہیں وہی قاتل ہیں اور خونی ہیں جس کے بدن کے انگ انگ سے ہزاروں بے گناہوں کے خون کی بو آ رہی ہے...... ہم یہیں ٹھیک ہیں ہم پر کرپا کرو...... ہمیں باہر نہ نکالو ورنہ ہم مر جائیں گے۔

نہیں ایک سردار نے اسے بازو سے پکڑ کر پنجرے سے باہر نکالتے ہوئے کہا!

تم زندہ رہو گے...... تم نے موت کو شکست دے دی ہے...... اب تم مر کر بھی نہیں مرو گے...... تمہارا مردہ ضمیر زندہ ہو گیا ہے...... اور شاید تم نہیں جانتے جو مر کر زندہ ہوتے ہیں وہ کبھی نہیں لڑتے!

ادھم خان نے ایک پجاری کو مخاطب کر کے کہا! وشنو مہاراج کو مندر میں لے جاؤ غسل دے کر اسے اچھی پوشاک پہناؤ...... اور موہن کو ہماری طرف سے حکم دینا کہ اس کی عزت بڑھائے...... لوگوں کی آنکھیں چھلک رہی تھیں...... عورتیں سسک سسک کر رو رہی تھیں...... دونوں سرداروں نے وہاں پر موجود لوگوں کے دلوں میں ایک ایسا مقام حاصل کر لیا تھا جو دیوتاؤں کا حصہ ہوتا ہے لوگ ان سرداروں کو دیوتاؤں کی طرح پوج رہے ہیں!

مہارانی نے ناگواری سے کہا! تم نے مسلمان سرداروں کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔

جی نہیں! ونود نے کہا! ہم ایک واقعہ عرض کرنا چاہتے ہیں!

وہ کیا واقعہ؟ مہارانی نے بیزار سے کہا! مختصر لفظوں میں بیان کرو!

ونود نے کہا!

سید حیدر امام نے ہندو مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

لوگو! ہم فاتح بن کر تمہیں غلام بنانے نہیں آئے ہمیں نہ تو کشور کشائی کا جنون یہاں کھینچ لایا ہے اور نہ ہی مال غنیمت کی ہوس میں مارے مارے پھرتے ہیں تمہارے ظالم مہاراجہ نے ہمیں مجبور کیا ہے تمہارے بے رحم مہاراجہ تمہاری ہڈیوں پر اپنے عشرتکدے تعمیر کرنا چاہتا ہے...... تم نہیں جانتے اس نے بنگال میں ان ہندو بستیوں کے مکینوں پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں...... ہم راجکماری چند کانت کو وہ حق دلانا چاہتے ہیں جس سے اس کو ظلم وستم کے ذریعے محروم کیا جا رہا ہے...... آسام کے راج سنگھاسن کی جائز وارث اور حقدار راجکماری چند کانت ہے...... ہم نے اسے دیکھا نہیں...... ہم نے اس کے خیالات کا مطالعہ نہیں کیا...... وہ کچھ عرصہ اپنے باپ کے ساتھ بھدر یک میں رہتی تھی...... وہاں اس نے اپنی یادوں کے کچھ ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو ابھی تک جگمگا رہے ہیں ہم روشنیوں کا کاروبار کرتے ہیں کرنوں اور اجالوں کے سوداگر ہیں ہم اندھیروں سے نفرت کرتے ہیں...... ہم سمجھتے ہیں راجکماری ایک کرن کی طرح روشن ہے...... ہم روشنی کی اس خوبصورت کرن کو تابندہ تر کرنے آئے ہیں ہم اسے اندھیروں میں گم ہونے نہیں دیں گے!

اسی لئے کو غنیمت سمجھ کر ہم نے ہمت کر کے پوچھا! مگر معزز سردار! راجکماری اس وقت کہاں ہے؟

سید حیدر امام نے چونک کر ہماری طرف بڑے غور سے دیکھ کر کہا! راجکماری کا پتا ہم تم سے پوچھیں گے...... اور تمہیں بتانا پڑے گا ہمیں

یقین ہے وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گی...... یہ اندھیرے اسے نگل نہیں سکتے...... وہ جہاں بھی ہے آسام کا تخت و تاج اس کی طرف بڑھ رہا ہے...... راجکماری کے دشمن اس کا حق طشتری میں سجا کر اس کے سامنے پیش کریں گے۔

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے گہری نظروں سے ہماری طرف دیکھ کر کہا! ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں تم کون ہو اور یہاں کس غرض سے آئے ہو...تم اندھیروں کے نمائندے ہو...... روشنیوں کی راہ میں دیواریں کھڑی کرنے آئے ہو...... تمہارے لیے ایک نیک مشورہ یہی ہے کہ تم خاموشی سے ان معصوم لوگوں کی دنیا سے نکل جاؤ یہ جنم جنم کے دکھی اور مظلوم لوگ تمہارے جیسے استحصالی درندوں کے بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں...... انہیں معاف کر دو...... تم قابل سزا ہو...... اور تم جانتے ہو جنگ کی حالت میں کسی جاسوسی کی سزا موت سے کم نہیں ہوتی...... مگر ہم تمہیں معاف کرتے ہیں...... ہم وہاں سے کھسکنے لگے تو ایک ہندو نے ہمیں گریبان سے پکڑ کر زمین پر گراتے ہوئے کہا!

مگر نیک سردار ہم اس خون چوسنے والے پسو کو زندہ نہیں چھوڑیں گے...... قریب تھا کہ وہ لوگ ہمیں قتل کر دیتے...... سید حیدر امام اور دوسرے درداروں نے مداخلت کر کے ہماری جان بچائی اور پھر اپنے چند سواروں کے پہرے میں ہمیں پڑاؤ سے نکالا!

مہارانی کسی زخمی ناگن کی طرح بیچ و تاب کھا رہی تھی وہ غصے سے دہاڑتے ہوئے بولی! ونو! تم حد ادب سے تجاوز کر رہے ہو!

ونو سہم کر بولا! مہارانی ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ راجکماری مندر میں ہے مگر اب اس کا حاصل کرنا مشکل ہے!

مہارانی نے کہا! ہم سب کچھ تباہ کر دیں گے ہم خون کی ندیاں بہا دیں گے...... ہم بھاری سے بھاری قیمت دے کر اس چڑیل کو حاصل کریں گے اور سنو اگر تم نے دوبارہ کہیں بھی مسلمانوں کی اس طرح تعریف کی تو کھال کھنچوا دیں گے!

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! مہارانی اگر دشمن تعریف کے قابل ہو تو اس کی تعریف سن لینا چاہیے...... اپنے اندر سچائی کو برداشت کرنے والی طاقت پیدا کرو۔"

ایک دربان نے کہا!" مہارانی! منگل سنگھ سمیت تمام چھوٹے بڑے سردار اور منتری دربار میں پہنچ چکے ہیں"

مہارانی نے جلدی سے مڑتے ہوئے کہا!" ونو تم ہمارے ساتھ آؤ......"

مہارانی نے شیو دیوتا کا ہاتھ تھام لیا...... اور دربار کی طرف چل پڑی...... دربار میں بڑی بڑی قندیلیں روشن تھیں سنہری روپہلی مسندوں پر بڑے بڑے ٹھاکر سردار پنڈت اور منتری بیٹھے ہوئے تھے۔ مہارانی اور شیو دیوتا کے پیچھے ونو دربار میں داخل ہوئے۔ درباریوں نے کھڑے ہو کر سر جھکا کر اور ہاتھ جوڑ کر مہارانی کا خیر مقدم کیا مہارانی نے تخت پر بیٹھتے ہوئے بوڑھے منگل سنگھ کو اپنے بائیں طرف اور شیو دیوتا کو دائیں طرف بٹھایا...... ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا...... ہر شخص کی نظریں مہارانی کے چہرے پر مرکوز تھیں۔"

مہارانی نے درباریوں پر طائرانہ نگاہیں ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا!

آسام کے بہادر جیالو! اور رکھوالو ہمیں ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے باریٹا کے علاقے پر حملہ کر کے بوڈو قبائلیوں کو تہ تیغ کر دیا ہے ان کا قلعہ جلا کر راکھ کر دیا گیا ہے اور بوڈو قبائل کے سردار وشنو کو گرفتار کر کے لکڑیوں کے پنجرے میں بند کر رکھا ہے۔ بھوٹان اور

نیپال کی سرحد کے ساتھ ساتھ والے سارے علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ جس سرعت اور برق رفتاری سے انہوں نے بوڈو قبائل کا خاتمہ کیا ہے اگر اسی تیز رفتاری سے وہ آگے بڑھتے رہے تو چند دنوں بعد سب کچھ تباہ و برباد کر دیں گے ہم اس نازک صورت حال کے پیش نظر مہاراجہ کے آنے کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ایک لمحے کی تاخیر تباہ کن ہو سکتی ہے ہم نے ان اگروادیوں قاتلوں اور دہشت گردوں کو روکنا ہے...... مہاراجہ بھی آ رہے ہیں امید ہے وہ دو چار روز تک پہنچ جائیں گے...... اس وقت آسام بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے ہم نے جواں مردوں کی طرح اس طوفان کے سامنے ڈٹ جانا ہے۔!

پھر اس نے منگل سنگھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! منگل سنگھ اس وقت آسامی قوم کے بچوں، بوڑھوں، جوانوں اور عورتوں کی نظریں تمہارے اٹھنے کی منتظر ہیں...... تم ہی گرداب میں پھنسی ہوئی اس کشتی کو اپنے تجربوں سے ساحل سے ہمکنار کر سکتے ہو!

اس موقع پر ونود نے کھڑے ہو کر کہا! مسلمانوں کے لشکر کا سردار وہی شخص ہے جس نے پرتاب اور اس کی پوری سینا کو ایک یدھ میں ختم کر دیا تھا!

بوڑھے منگل سنگھ نے غصے سے کانپتے ہوئے کھڑے ہو کر کہا! ہم پرتاب کے قاتلوں کو اپنی دھرتی پر برداشت نہیں کر سکتے...... ہم اپنے جوان اور بہادر بیٹے کے قاتل سے اس کے لہو کی ایک ایک بوند کا پورا پورا حساب لیں گے...... ہم بغیر کسی تاخیر کے کل ہی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

پھر اس نے ایک نوجوان کو مخاطب کر کے کہا! رام پرشاد! تم اسی وقت دھامنی روانہ ہو جاؤ اور قلعے میں موجود آدھی سینا کو لے کر شیو دیوتا کے مندر پہنچ جانا...... ہم مندر کے ساحلی جنگل میں تمہارا انتظار کریں گے...... رام پرشاد اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا!

مہارانی نے پھر کہنا شروع کیا! بہادرو اس وقت مہاراجہ اور پرجا دونوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی یکجہتی اور اتحاد دیوار بن کر دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانا ہوگا...... ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کو راجکماری چندر کانت نے ملنے کی دعوت دی ہے اس کم بخت نے پوری قوم کا سودا کر ڈالا ہے اقتدار کی ہوس میں اندھی ہو کر اس نے یہ خیال بھی نہیں رکھا کہ مسلمانوں کے ناپاک قدم ہماری صدیوں پرانی مذہبی قدروں کو پامال کر دیں گے......"

شیو دیوتا حیرت سے مہارانی کی شخصیت کے اس نئے گوشے کو دیکھ رہا تھا!

ایک دربان نے پوچھا! ماتا مہارانی! راجکماری اس وقت کہاں ہے؟

مہارانی نے ناگواری سے کہا! وہ کہیں روپوش ہے!

ایک دوسرے دربان نے کہا! وردھن بھی غائب ہے ہم نے سنا تھا کہ وردھن راجکماری کو لینے شیو دیوتا کے مندر گیا ہوا ہے!

مہارانی نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا! ہم نے کہا نا کہ اس وقت ایسی باتوں کی بحث میں الجھنا مناسب نہیں...... راجکماری جہاں کہیں بھی ہے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں...... اسی وقت ہم نے مسلمانوں سے جنگ کے بارے میں کوئی عملی قدم اٹھانا ہے...... راجکماری کے بارے بعد میں سوچا جائے گا۔

ایک لمحے کے سکوت کے بعد مہارانی نے جگدیش کو مخاطب کر کے کہا! جگدیش اس وقت ماڑھی، لائیریا اور پرین نگر کے قلعہ داروں کی

طرف تیز رفتار قاصد روانہ کر دیا جائے تا کہ وہ فوری طور پر اپنے اپنے لشکروں کو لے کر راجدھانی پہنچ جائیں۔

جگدیش نے کھڑے ہو کر سر جھکاتے ہوئے کہا! حکم کی تعمیل ہو گی!

مہارانی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا! منگل سنگھ راجدھانی میں اس وقت تقریباً بیس ہزار کے لگ بھگ سینا موجود ہے جونہی باہر سے لشکر یہاں پہنچنا شروع ہوں گے ہم کمک روانہ کر دیں گے!

منگل سنگھ نے کہا! فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہم مسلمانوں کے لشکر کو ایک دو دن کے اندر کچل کر رکھ دیں گے!

ہاتھ جوڑتے ہوئے شیو دیوتا کی طرف دیکھ کر کہا! دیوتا ہم سب کو تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ شیو دیوتا نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! ہم مصیبت کی اس نازک گھڑی میں اپنے پجاریوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے ہم آسام کے غریبوں بے نواؤں اور بے چاروں کے دشمنوں کو معاف نہیں کریں گے۔''

شکریہ دیوتا جی بہت بہت شکریہ! منگل سنگھ نے اٹھ کر شیو دیوتا کے چرن چھوتے ہوئے کہا!

شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! دھیرج سے اپنے مقصد کے حصول کے لئے روانہ ہو جاؤ...... کامیابی اور کامرانی بہادروں کے قدم چومتی ہے کم ہمتی اور بزدلی ذلت کی موت کا سبب بنتی ہے...... قدم قدم شیروں کی طرح جم کر حملے کرنے والے سورما اپنی قوم کی ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کی دعاؤں کے حصاروں میں محفوظ ہوتے ہیں!

منگل سنگھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! منگل سنگھ کی بہادری اور جی داری کو آسام کا بچہ بچہ جانتا ہے!

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! وہ تو ہم بھی جانتے ہیں...... مہارانی نے دربار برخاست کر دیا!

شیو دیوتا نے دربار سے نکلتے ہوئے کہا! مہارانی اب کل ملاقات ہو گی...... ہم نے کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں......

شیو دیوتا مندر کی طرف بڑھ گیا...... بہت سارے درباری اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے!

شیو دیوتا نے مندر پہنچ کر سب کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا! حالات کا گہری نظروں سے مطالعہ کرتے رہا کرو۔

مندر میں نرملا شیو دیوتا کے انتظار میں جاگ رہی تھی!

شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے نرملا نے کہا! بہت دیر کی دیوتا!

شیو دیوتا نے محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! نرملا! تم یوں پریشان نہ ہوا کرو...... ہم نے کہا تھا کہ چند یوم بڑے ہنگامی قسم کے ہیں...... حالات کی الجھنیں دور دور تک پھیلنے والی ہیں...... اگلے چند روز اپنی سنسنی خیزی کی وجہ سے بڑے توجہ طلب ہوں گے ہم اس وقت پل صراط پر چل رہے ہیں آزمائش کے سنگین دور سے گزر رہے ہیں اپنے اپنے مقام پر ہم سب کو ہوشیار رہنا ہو گا...... امتحان کی گھڑیاں گزر گئیں تو پھر کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے!

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم ایک دوسرے سے جدا کب تھے ہمیں تو ہر طرف اپنا دیوتا ہی نظر آتا ہے!

شیو دیوتا نے نرملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! تم سچ کہتی ہو نرملا محبت کا خلوص انسان کو مجاز سے حقیقت کی طرف لے جاتا ہے ایک مقام پر جزو اور کل کے سارے فرق مٹ جاتے ہیں......شاید ہم کسی ایسی منزل سے گزر رہے ہیں!

نرملا نے کہا تو شیو دیوتا نے اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا! نرملا ہمیں اس طرح لگتا ہے جیسے عیار مہارانی مدھومتی کے سلسلے میں مشکوک ہے ہم نے راجکماری کی حفاظت کرنی ہے اگر ہم ناکام رہے تو سب کچھ تباہ ہو جائے گا......یہی ایک مشکل مرحلہ ہے جسے ہم سب نے بڑی ہوشیاری سے طے کرنا ہے!

نرملا نے اطمینان اور اعتماد سے کہا! دیوتا کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں......ہم نے اس کے گرد ایک وفا شعار اور جانثار مخلوق کا سخت پہرہ بٹھا رکھا ہے۔

☆

(اس کہانی کا باقی حصہ ”راجکماری حصہ سوئم“ میں ملاحظہ کیجیے، جسے آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)

سید حیدر امام اور اودھم خان اپنے معاملات میں ہر وقت چاک و چوبند اور ہوشیار رہنے والے سردار تھے دونوں فولادی عزائم کے مالک تھے دونوں کی عقابی آنکھوں میں غرور نفس کا بانکپن مثل سیماب مضطرب رہتا تھا...... اسلامی قدروں کی نگہبانی کی خاطر وہ ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے...... جذبہ جہاد اور شوق شہادت ان کے دلوں کی دھڑکنوں میں سوز عشق کی طرح مچلتا رہتا تھا...... انہوں نے شیو دیوتا اور ناگ دیوتا ے مندروں کے ارد گرد دور دور تک جنگلی نقطہ نگاہ سے اہم جگہوں پر اپنے سپاہی تعینات کر دیے تھے ناگ دیوتا کے مندر کے قریب واقع سمندری کھاڑی کے دونوں کناروں پر سینکڑوں سپاہیوں کی چوکیاں بٹھادی تھیں تھی مندروں کی بلند و بالا دیواروں پر ماہر تیر اندازوں کو تعینات کیا گیا تھا ساحلی پٹی پر جنگل تک مسلمانوں سپاہیوں کے گھوڑے دوڑتے پھرتے تھے مسلمان لشکر آسامیوں کے متوقع حملے سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار تھے...... اونچے پربت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ موہن اور چند دوسرے نوجوان سپاہی بھی تھے۔

اودھم خان نے سید حیدر امام کو مخاطب کر کے کہا! سید صاحب! ہم کل سے سوچتے پھرتے ہیں کہ یہ سلطان جو کبھی جوگی بن کر ہماری مدد کرتا ہے اور کبھی شیو دیوتا کے روپ میں بڑی مشکل مہمات کو ہنستے کھیلتے حل کر لیتا ہے اللہ کا یہ پراسرار بندہ ہے۔ بخدا کبھی کبھی تو اسکے کارنامے دیکھ کر اس طرح لگتا ہے جیسے وہ کوئی دیوتا ہے کوئی ایسی مخلوق ہے جو فہم و فراست سے ماروا ہے!

سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا! سلطان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو چاند ستاروں کی دنیا کو اپنی جولانیوں سے پامال کرتے رہتے ہیں!

اودھم خان نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم سچ کہتے ہو!

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد اودھم خان نے کہا! اس دھرتی کو پربت پربت وادی وادی خالق نے اپنی تخلیق کے حسن کے بے پناہ رنگوں سے کتنا دلکش و دلفریب بنا رکھا ہے...... یہ کتنے دکھ اور کتنے ظلم کی بات ہے کہ یہاں کے ظالم حکمرانوں نے فطرت کے حسن کی ساری رنگینیوں کو لہو میں ڈبو کر بھیانک اور ہولناک بنا رکھا ہے ظالم استحصالی طبقے نے اس ملک کے لاکھوں نواؤں کو جانوروں سے بھی بدتر اور مشکل زندگی گزارنے پر مجبور کیا ہوا ہے...... تم دیکھ رہے ہو یہاں کے لوگ کس طرح روشنی کو ترس رہے ہیں پروانے کی طرح روشنی کی طرف لپکتے ہیں...... وشنو کو دیکھو نئے ماحول نے برسوں کے بگڑے ہوئے کردار کو کس طرح لمحوں میں بدل کر رکھ دیا ہے...... وشنو بڑی تیزی سے روشنیوں کی طرف بڑھ رہا ہے!

سید حیدر امام نے کہا! لگتا ہے اس ملک کے باشندوں کی حکمران ٹولے نے دانستہ انسانیت کو نور کے جلوؤں سے دور رکھا ہوا ہے...... یہ انسانیت کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے...... بہت بڑا ظالمانہ استحصال ہے۔

موہن نے کہا! سید صاحب اندھیرے خواہ کتنے گھور گھمبیر اور طاقتور کیوں نہ ہوں وہ روشنی کی ایک کرن کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے!

ابھی یہ لوگ یہاں کھڑے تھے کہ ایک سپاہی نے آ کر کہا! راجدھانی سے ایک سپیرا کوئی پیغام لے کر آیا ہے!

حیدر امام نے جلدی سے کہا! اسے فوراً یہاں لے آؤ...... تھوڑی دیر بعد ایک سپیرا ان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا!

سید حیدر امام نے پوچھا! کہو کہاں سے آئے ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟

سپیرے نے کہا! مہاراج! ہمارا نام شردے ہے ہم راجدھانی سے شیو دیوتا اور نرملا دیوی کا پیغام لے کر آئے ہیں!

سید حیدر امام نے پوچھا! کیا پیغام ہے؟

شردے نے کہا! شیو دیوتا نے پیغام دیا ہے کہ منگل سنگھ ایک لشکر کے ساتھ حملہ آور ہونے والا ہے۔

ٹھیک ہے اودھم خان نے کہا! شکریہ بھائی! اب تم آرام کرو..... موہن اسے مندر لے جاؤ!

نہیں مہاراج! شردے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ناگ دیوتا کے مندر کے پچھواڑے چند کوس دور چٹانوں میں ہماری بستی ہے ہمارے زیادہ تر لوگ تو دیوتا اور دیوی کے ساتھ راجدھانی میں گئے ہوئے ہیں کچھ بہت بوڑھے اور بچے بستی میں ہیں ان کی خیریت معلوم کرنے جانا چاہتا ہوں۔"

بہت اچھا تم جاسکتے ہو یہ بتاؤ دیوتا دیوی اور ان کے ساتھی خیریت سے ہیں نا!

شردے نے مسکراتے ہوئے کہا! جن کے سروں پر شیو دیوتا اور نرملا کی شکتی موجود ہو ان کون دکھ دے سکتا ہے..... وہاں تو ناگ دیوتا بھی ہے..... بڑا مہان دیوتا ہے ناگ دیوتا کے دشمنوں نے ان کو قلعہ میں بند کر دیا تھا!

ناگ دیوتا سید حیدر امام نے حیرت سے پوچھا تو شردے نے کہا! جی مہاراج وہ ناگ دیوتا ہے اس نے کسی مسلمان سردار کے گھر میں جنم لیا تھا اسی وجہ سے ظالم مہارانی اور اس کے کارندے اس پر شک رکھتے ہیں مگر نرملا دیوی اور شیو دیوتا نے ان سب کے منہ بند کر دیے ہیں!

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! غالباً اس کا اسلامی نام ہاشم ہے؟

جی مہاراج یہی نام ہے۔

اودھم خان نے موہن کو کہا! موہن! اپنے سپاہیوں کو چوکس کر دو دشمن کا ایک سپاہی بھی فصیل تک نہیں پہنچنا چاہیے!

پھر اس نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے آسامی لشکر آج رات کے پچھلے پہر یہاں پہنچے گا..... اور اس جنگل سے نمودار ہوگا!

شردے نے کہا! مہاراج کا خیال ٹھیک ہے..... منگل سنگھ کا قلعہ دھامنی اس جنگل کے جنوب میں واقع ہے..... وہ جنگل کے اندر اندر سفر کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

مہاراج! شردے نے ایک ثانیہ توقف سے کہا کہ وہ ظالم اور خونخوار قسم کا انسان ہے۔

اودھم خان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! شردے بھائی! ظالموں اور خونخواروں سے ٹکرانے کی ہمیں عادت سی پڑی ہوئی ہے..... اور پھر یہاں تو حکمران ٹولے کا ہر فرد فطرتاً ظالم اور خونی ہے..... حیدر امام اور اودھم خان گھوڑوں پر سوار ہو ناگ دیوتا کے مندر روانہ ہو گئے لمحوں میں آسامی لشکر کی متوقع آمد کی اطلاع پورے پڑاؤ میں پھیل گئی۔ سپاہیوں کے دلوں میں جذبہ جہاد اور شوق شہادت مچلنے لگا ہر طرف مجاہدانہ ہلچل سی پھیل گئی..... نعرہ تکبیر ملکوتی ٹھاٹھیں مارنے لگا سپاہی اپنے اپنے ہتھیار سنبھال رہے تھے گھوڑوں کو تیار کیا جا رہا تھا..... سید حیدر امام اور اودھم خان گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ناگ دیوتا کے مندر والی کھاڑی کے کنارے جا کھڑے ہوئے۔"

سپاہیوں اور ان کے سرداروں کو مناسب ہدایات دینے کے بعد اودھم خان نے سید حیدر امام کی طرف دیکھ کر کہا! سید صاحب تم ساحل تک چکر لگالو ہم پونم اور ظنی کو لے آتے ہیں

......اودھم خان کشتی پر سوار ہو کر ناگ دیوتا کے مندر روانہ ہوگی اور سید حیدر امام نے کھاڑی کے کنارے گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا!

اودھم خان نے ناگ دیوتا کے مندر پہنچ کر پونم اور ظنی کو مخاطب کر کے کہا! بہادر بہنو! ابھی ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آسامی لشکر بڑھتا چلا آرہا ہے کسی قسم کی پریشانی یا تشویش کی قطعاً کوئی بات نہیں ہم طوفان کے رخ پھیرنا جانتے ہیں...... تمہیں معلوم ہے یہ مندر ساحل اور کھاڑی کے قریب واقع ہے دشمن کا دباؤ اس طرف زیادہ ہوگا ہم چاہتے ہیں تم شیو دیوتا کے مندر منتقل ہو جاؤ وہاں پر تمہاری تین بہنیں پہلے سے موجود ہیں......

ٹھیک ہے مہاراج پونم نے جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹنا شروع کر دیا...... دونوں شیو دیوتا کے مندر منتقل ہو گئیں۔"

آدھی رات کا وقت تھا اودھم خان اور سید حیدر امام اور مندر کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھے متوقع جنگ کے بارے میں کسی موثر حکمت عملی کی تیاری میں مصروف تھے کمرے میں موہن راج گوپال کھیا شیو دیوتا کے مہا پجاری کے علاوہ وشنو سردار اور جگن ناتھ کے مہا ماتر بھی موجود تھے!

اودھم خان نے کہا! ہماری خیال ہے دشمن کا دباؤ ناگ دیوتا کے مندر کی جانب زیادہ وہ گا۔ وہ ساحلی پٹی اور کھاڑی پر قابض ہونے کے لئے سرتوڑ کوشش کرے گا...... کھاڑی اور ساحلی پٹی کی حفاظت کی طرف ہمیں خاص توجہ دینی ہوگی اس سلسلے میں ہمیں اپنے لشکر کی زیادہ تعداد اسی طرف منتقل کر دینی چاہیے۔ ہم صبح تک ناگ دیوتا کے مندر منتقل ہو جائیں گے...... سید حیدر امام تم ان سرداروں کے ساتھ اس محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرو گے۔"

سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا! عجیب ناانصافی اور دھاندلی ہے تم ہمیشہ مشکل محاذ کو اپنے لئے منتخب کر لیتے ہو اور ہم خاموشی سے تمہارا منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں...... جانتے ہو ہماری خاموشی کی وجہ کیا ہوتی ہے۔

اودھم خان نے ہنستے ہوئے کہا! بتاؤ کیا وجہ ہوتی ہے؟

سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا! تمہاری یہ دس بارہ برس کی بزرگی اور پندرہ بیس بالوں کی چاندنی ہمیں خاموش رہنے پر مجبور کر دیا کرتی ہے!

اودھم خان نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ہم بہت خوش ہوئے آئندہ بھی اچھے بچوں کی طرح بزرگوں کے سامنے خاموش رہنا...... بزرگوں کا ادب کرنا بڑی سعادت ہوتی ہے...... تمام لوگ قہقہہ لگا رہے تھے...... کمرے میں قندیلیں بھی مجاہدوں کی بے نیازیوں پر خوش ہو رہی تھیں لگتا تھا قندیلوں کی روشنی میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا...... اسی وقت ایک سادھو کمرے میں داخل ہوا!

اودھم خان نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا! سناؤ قاسم کیا خبر لائے ہو؟

قاسم نے بیٹھتے ہوئے کہا! سردار یہاں سے دس بارہ کوس دور آسامیوں کا ایک لشکر موجود ہے ان کے سردار کا نام منگل سنگھ ہے اور وہ مہاراجہ کرشن کماری کی فوج کے سردار پرتاب کا باپ ہے۔

پرتاب! سید حیدر امام نے چونک کر کہا! یہ پرتاب وہی تو نہیں جو بھدر یک کے جنگل میں مارا گیا تھا۔

جی منگل سنگھ اسی پرتاب کا باپ ہے اور اپنے بیٹے کے خون کا انتقام لینے کے لیے آ رہا ہے!

وشنو نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا! ہم منگل سنگھ کو بڑی اچھی طرح سے جانتے ہیں...... بڑا مکار بڑا ظالم اور بڑا کمینہ شخص ہے ہمارا خیال ہے وہ جنگل میں ٹھہر کر کسی بڑے لشکر کا انتظار کر رہا ہے۔ بہتر ہے اسی وقت اس پر حملہ کر دیا جائے!

سید حیدر امام نے کہا! وشنو مہاراج تم ٹھیک کہتے ہو اسے کسی بڑے لشکر کی آمد کا انتظار ہے جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے مگر مجبوری ہے ہم سوئے ہوئے یا زخم خوردہ دشمن پر حملہ کرنا بزدلی تصور کرتے ہیں...... ہم اس کا میدان جنگ میں انتظار کریں گے ہم اس ملک کے خونخوار درندوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں!

اودھم خان نے اٹھتے ہوئے کہا! تم سب اپنے اپنے محاذوں پر ڈٹ جاؤ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہوگا ہم حق پر ہیں اور ہمیشہ حق کا پرچم بلند ہوتا ہے...... سید حیدر امام اور اودھم خان نے لشکر کے دوسرے سرداروں کے ساتھ مندر کا تفصیلی دورہ کیا...... ہر جگہ کو دفاعی نقطہ نظر سے دیکھا......

مندر کے پچھواڑے کی طرف سے نکلنے والی خفیہ سرنگ کے دہانے پر رکتے ہوئے کہا! یہ جگہ خطرے کا باعث بن سکتی ہے!

پھر اس نے شیو دیوتا کے مہا پجاری سے پوچھا! مہاتما یہ سرنگ کہاں پر ختم ہوتی ہے؟

مہا پجاری نے کہا! اس کا بیرونی دہانہ ناگ دیوتا کے مندر کے جنوب کی طرف چٹانوں میں واقع ہے اور وہاں ہم نے تین چار سو سپاہیوں کو تعینات کر رکھا ہے۔

''بہت خوب'' اودھم خان نے کہا! پھر بھی ہمیں اس سرنگ کی حفاظت پر خصوصی نگاہ رکھنی ہوگی۔ ہمارا خیال ہے دشمن کو اس کا پورا پورا علم ہو گا...... یہاں اندرونی جانب بھی پچاس ساٹھ تلوار بازوں کو تعینات کر دیا جائے...... ذہین دشمن ایسی جگہوں سے بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے

...... دوسرے دن دوپہر کے قریب منگل سنگھ کے لشکر کے ہراول دستے جنگل سے نمودار ہوئے...... طبل اور نقارے بجنے لگے دونوں لشکروں میں دو تین کوس کا فاصلہ تھا منگل سنگھ کے میمنہ اور میسرہ کے جھنڈوں کے رنگ الگ الگ تھے...... قلب لشکر کا جھنڈا گیروا رنگ کا تھا منگل سنگھ نے قلغی دار خود اور کیسری رنگ کی بہت بڑی پگڑی باندھ رکھی تھی اس کے دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا...... تمام آسامیوں نے دوہری زرہیں اور اور مضبوط چمکدار خودیں پہنے ہوئے تھے...... دوسری طرف سید حیدر امام اور اودھم خان بھی مکمل تیاری میں تھے...... دور دور تک انسانی سروں اک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دے رہا تھا...... تکبیر کے نعرے گونج رہے تھے طبل اور نقارے زور زور سے بج رہے تھے دھرتی لرزہ براندام تھی...... آہستہ آہستہ دونوں لشکر آگے بڑھنے لگے...... اللہ اکبر اور یا علی مدد کے فلک شگاف نعروں کے جواب میں دیوتاؤں کے جیکارے گونج رہے تھے...... فاصلے کم ہوتے گئے...... دھڑکنوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔

منگل سنگھ نے غصے سے مسلمانوں کے لشکر کی طرف نیزہ جھٹکتے ہوئے کہا! آسام کے شیرو بنگال کے گیدڑوں پر ٹوٹ پڑو...... ان کے گندے لہو سے اپنی دھرتی ماتا کا رنگ سرخ بنا دو......''

منگل سنگھ کی ہرزہ سرائی کے جواب میں سید حیدر امام نے تلوار نے نیام کر کے فضا میں لہراتے ہوئے نعرہ تکبیر بلند کیا...... اللہ اکبر کی ملکوتی

خدا کی گونج نے ذرے لشکر ایک دوسرے کی صفوں میں گھس گئے قیامت کا شور بلند ہو رہا تھا...... تلواروں کی شپا شپ' تیروں کی سرسراہٹ اور گھوڑے کی ہنہناہٹوں نے میدان جنگ کو موت کے بازار کی گرمی میں بدل دیا...... لمحوں میں لاشوں کے انبار لگ گئے...... خون کی ندیاں بہنے لگیں...... سید حیدر امام حسب عادت رجز پڑھتا جاتا تھا اس کی تلوار بادلوں میں چھپی ہوئی بجلی کی طرح تھی جس طرف گرتی تھی دشمن کا صفایا کر دیتی تھی وہ فراز کوہ سے چٹانوں کو روندتی ہوئی آبشار کے تند و تیز دھارے کی طرح دشمن کی صفوں کو روندتا ہوا منگل سنگھ تک جا پہنچا وہ کہتا پھرتا تھا!...... ہم شہادت کے طلبگار ہیں...... ہم موت سے نہیں ڈرتے...... ہم تلواروں کی دھاروں پر رقص کرنے والے لوگ ہیں ہم اندھیروں کے خلاف اس وقت تک جہاد جاری رکھیں گے جب تک اندھیروں کے سارے سوداگر ختم نہیں ہو جاتے...... ہم شیر خدا کی اولاد ہیں...... ہم شہید کربلا کی حمیت کے امین ہیں...... ہمارا نام حیدر امام ہے...... ہم جب قدم بڑھاتے ہیں تو کوئی طاقت بھی ہمارے قدموں کو روک نہیں سکتی......!

منگل سنگھ نے قریب آ کر کہا! تم حیدر امام ہو...... تم ہی وہی ظالم خونی درندے ہو جس نے ہمارے بیٹے پرتاب کو قتل کیا تھا...... سید حیدر امام کی تلوار بجلی کے کوندے کی طرح ادھر ادھر آگے پیچھے لہرا لہرا کر گر رہی تھی۔

اس نے کہا! ہم حیدر امام ہی ہیں مگر ہم خونی درندے اور ظالم نہیں ہیں...... ہم اسوہ شبیری کے علمبردار ہیں ہم ظالم نہیں ہو سکتے کل تمہارا بیٹا پرتاب ظالم کا نمائندہ بن کر ہم سے ٹکرایا آج تم اسی فرعون کی فرعونیت کا پرچم اٹھائے ہم سے ٹکرانے آئے ہو...... تمہارا انجام بیٹے سے مختلف نہ ہو گا......'' منگل سنگھ نے دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ کر سید حیدر امام پر حملہ کر دیا...... سید حیدر امام اس کے ہر حملے کا منہ توڑ جواب دیتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا...... اچانک دائیں جانب سے ایک زرہ پوش نے منگل سنگھ کو للکارا! منگل سنگھ! ہمیں پہچانا ہم وشنو مہاراج ہیں۔

منگل سنگھ نے خوشی سے کہا! وشنو! آؤ دونوں مل کر اس درندے کو ختم کریں جس نے ہم دونوں کو خون کے آنسو رلائے ہیں سنتا ہے تمہارے سارے قبیلے کو قتل کر کے برباد کر دیا گیا ہے۔

وشنو نے اپنا لمبا نیزہ سیدھا کر کے اچانک منگل سنگھ پر حملہ کرتے ہوئے کہا! ہمارے قبیلے کا قاتل حیدر امام نہیں...... منگل سنگھ ہے......''

وشنو نے اتنی پھرتی سے منگل سنگھ پر حملہ کیا کہ وہ سنبھلنے سے پہلے زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا...... وشنو جنگل کے بپھرے ہوئے شیر کی طرح آسامیوں پر حملے کر رہا تھا!

سید حیدر امام نے وشنو کو آسامی سپاہیوں کے گھیرے سے نکالتے ہوئے کہا! وشنو مہاراج اب اسے کچھ نہ کہو...... امید ہے یہ تمہارے لگائے ہوئے زخم کو چاٹتا چاٹتا مر جائے گا...... منگل سنگھ زخمی ہو چکا تھا اس کے دائیں پہلو میں نیزے کا کاری زخم لگا تھا!

وشنو مہاراج سید حیدر امام کی طرح کہہ رہا تھا! ہم نے زندگی کی حقیقت کو دیکھ لیا ہے...... ہمارے سامنے نئی زندگی کے نئے دیپ جل رہے ہیں...... ہم اس روشنی کو بجھنے نہیں دیں گے اب ہم کسی مہاراج کے مذموم مقاصد کیلئے خطر کرائے کے قاتل نہیں بنیں گے...... انسانیت کے روشن چراغ بجھنے نہیں دیں گے...... منگل سنگھ کو اس کے محاذ سے آسامیوں کا زور ٹوٹنے لگا...... لڑنے کی بجائے اب انہوں نے بھاگ دوڑ کر جنگ شروع کر دی تھی وہ کبھی شمال سے کبھی جنوب سے شیو دیوتا کے مندر کی فصیل پر حملے کر رہے تھے...... سید حیدر امام اور وشنو مہاراج گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے

ہوئے اپنے لشکروں کی قیادت کر رہے تھے.....غروب آفتاب سے پہلے آسامیوں میں پسپائی کے آثار پیدا ہو چکے تھے!

سید حیدر امام نے وشنو مہاراج کو مخاطب کر کے کہا! وشنو مہاراج تم ناگ دیوتا کے محاذ کو ایک نظر دیکھ آؤ ہو سکتا ہے اودھم خان کو کسی کمک کی ضرورت ہو۔

''نہیں'' مہاراج گوپال کھیا نے کہا! ہمارے لشکر نے اس طرف بھی آسامیوں کو شکست فاش دے دی ہے.....اب وہ بڑی تیزی سے جنگل کی طرف سمٹنے لگ گئے ہیں.....آسامیوں کے قدم اکھڑ چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے جنگل کی طرف بھاگ رہے ہیں مسلمان لشکر بھاگتے ہوئے آسامیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں.....پھر اچانک ناگ دیوتا کے مندر کی طرف سے چند سوار جھنڈا لہراتے ہوئے.....بہادر قدم جما کر لڑو تمہاری مدد کے لیے گنیش دیوتاؤں کی سینا پہنچ گئی ہے۔

گنیش دیوتا؟ سید حیدر امام نے ایک ہندو سپاہی سے پوچھا تو اس نے کہا! ہاتھی کو ہندو گنیش دیوتا مانتے ہیں۔

اچھا یہ بات ہے! سید حیدر امام نے کہا! لگتا ہے مہاراجہ لوٹ آیا ہے.....کھنڈے راؤ ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ آیا ہوگا!

.....سید حیدر امام نے تلوار چلانی شروع کر دی وہ کہتا جاتا تھا۔ مجاہدو! اللہ کے شیرو! ان درندوں کا تعاقب جاری رکھو.....ایک بہت بڑی خوشخبری ہمارے دروازے پر دستک دینے والی ہے.....فتح تمہارے قدم چومنے والی ہے!

ایک سپاہی نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا! ہم ہاتھیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں.....ہم نے جگن ناتھ کی بستی کے محاذ پر ہاتھیوں کو بڑے قریب سے دیکھا ہوا ہے.....

سید حیدر امام نے اپنے گھوڑے کا رخ ناگ دیوتا کے مندر کی طرف موڑ دیا.....آسامی ایک بار پھر منظم ہو کر آ رہے تھے.....سورج ساحلی جنگل اور پہاڑ کی طرف جھکتا جا رہا تھا.....سورج غروب ہونے کے قریب تھا.....اودھم خان چند سرداروں کے ساتھ ساحل پر کھڑا دور سے آتے ہوئے جہازوں کو دیکھ رہا تھا!

سید حیدر امام نے کہا! اودھم خان اگر اس فوج کا سردار کھنڈے راؤ ہے تو مزاحمت نہیں کرنی اسے سلامتی کے ساتھ اترنے دینا کھنڈے راؤ راجکماری کا خیر خواہ ہے۔

''ہم جانتے ہیں''

اودھم خان نے کہا! راجا پریم چند نے ہمیں سب کچھ بتا دیا تھا

.....جہاز آہستہ آہستہ قریب آتے جا رہا تھا اچانک پہلے جہاز کے مستول پر سفید جھنڈا لہرا دیا گیا!

سید حیدر امام نے اپنے گھوڑے کا رخ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا! اودھم خان یہ کھنڈے راؤ ہے!

پھر دونوں سرداروں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے بیک زبان ہو کر کہا! خدایا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تیری بے حساب رحمتوں نے اس ملک کے بے شمار لوگوں کو خون میں بہانے سے بچا لیا ہے.....سید حیدر امام کا گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا شیو دیوتا کے مندر والے محاذ پر پہنچ گیا.....

مسلمانوں نے آسامیوں کو دوبارہ منظم ہونے کا موقع نہیں دیا..... آسامی زور زور سے نعرے لگا رہے تھے..... گنیش دیوتاؤں کا لشکران درندوں کو اپنے قدموں تلے کچل کر رکھ دے گا۔

منگل سنگھ نے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! کوئی جا کر کھنڈے راؤ سے کہے کہ وہ ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر ناگ دیوتا کے مندر پہنچ جائے..... ہمارا خیال ہے راجکماری چندر کانت بھی اسی مندر میں ہے کرشن کمار اور ماتا مہارانی کی ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

ایک سوار نے ہانپتے ہوئے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر منگل سنگھ کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! مہاراج کھنڈے راؤ باغی ہو گیا ہے وہ مسلمانوں سے مل گیا ہے!

''رام پرشاد!'' منگل سنگھ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! کیا بکتے ہو؟

رام پرشاد نے روتے ہوئے کہا! بکتا نہیں مہاراج سچ کہتا ہوں ہم نے اپنی آنکھوں سے کھنڈے راؤ اور ادھم خان کو ایک دوسرے کے گلے لگ کر ملتے دیکھا ہے!

منگل سنگھ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ نے کیوں بغاوت کی؟

رام پرشاد نے کہا! مہاراج تاریکی میں اپنا سایہ بھی اپنا ساتھ چھوڑ دیتا ہے مہاراجہ کرشن کمار اور ماتا مہارانی کی قسمت گرداب بلا میں پھنس گئی ہے!

منگل سنگھ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہیے ہم اس ہاری ہوئی بازی کو کسی دوسری جگہ فتح مندی میں تبدیل کر کے بدلہ لیں گے..... جب شام کے اندھیرے گہرے ہو گئے تو آسامی لشکر اپنے پیچھے ہزاروں لاشوں اور زخمیوں کو چھوڑ کر فرار ہو گیا!

کھنڈے راؤ کا بہت بڑا دخانی جہاز تیرتا ہوا آہستہ آہستہ کنارے سے آ لگا اس کے اونچے مستول پر سفید پرچم لہرا رہا تھا ادھیل عمر کھنڈے راؤ نے جہاز کے عرشے پر آ کر نمسکار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا!

ہم نے آسام کے ظالم مہاراجہ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا ہے..... ہماری بغاوت اس ظلم کے خلاف ہے جو سرطان کی طرح بڑی تیزی سے اس ملک کے رگ و ریشے میں پھیلتا جا رہا تھا ہم اپنے مفاد کی خاطر اپنی دھرتی ماتا کی عزت و آ ادی کا سودا کرنے والے بے غیرت اور بے شرم انسان نہیں ہیں ہم نے بڑی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم حاکم بنگال کو اس ملک ک لاکھوں بے بس اور بے نوا انسانوں کا نجات دہندہ سمجھتے ہیں ہمیں معلوم ہے مہاراجہ جے دھج سنگھ نے خودکشی نہیں کی اسے بے رحم اور احسان فراموش کرشن کمار نے ظلم سے قتل کر کے جلا دیا تھا ہم جے دھج سنگھ کو بلند کردار نہیں سمجھتے تھے اس میں بھی بہت ساری خامیاں تھیں بہر صورت وہ کرشن کمار سے بدرجہا بہتر تھا ہم مہاراجہ جے دھج سنگھ کے بعد اس کی بیٹی راجکماری چندر کانت کو اس ملک کے راج سنگھاسن کا جائز اور صحیح حقدار سمجھتے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ وہ آنجہانی جے دھج سنگھ کی بیٹی ہے بلکہ اس لئے کہ راجکماری کردار اور سیرت کی روشن قندیل ہے اس کے دل میں بھگوان نے درد بھرا ہوا ہے وہ غریبوں کی ہمدرد اور مہربان قسم کی راجکماری ہے..... حاکم بنگال نے اسے بیٹی کہا ہے اور اس کے حق کے لئے برسر پیکار ہیں..... مسلمانوں ہم اس جدوجہد میں شریک ہونے کا عزم

لے کر آئے ہیں امید ہے ہم پر بھروسہ کرو گے اور ہمیں شک وشبہ کی نگاہ سے نہیں دیکھو گے!

اس کے جواب میں اودھم خان نے کہا!

کھنڈے راؤ سب سے پہلے تو ہم تمہیں اور تمہارے سارے ساتھیوں کو اس جہاد میں حصہ لینے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ بخدا اس جدوجہد میں ہمارا ذاتی کوئی مفاد نہیں ہے ہم اس ملک کے لاکھوں بے نواؤں کی نوائے درد بن کر آئے ہیں ہم اس ملک کے غریبوں نے کسوں اور کمزوروں کو آسرا دینے کے لیے آئے ہیں ہم ان تمام عشرت کدوں کو جلا کر راکھ کے ڈھیروں میں تبدیل کرنے کا عزم لے کر آئے ہیں جو اس ملک کے غریبوں کی ہڈیوں پر تعمیر کیے گئے ہیں ہم اس ملک کی قسمت پر چھائے ہوئے اندھیروں کو اپنے لہو کے چراغوں کی گردنوں میں غلامی کے بدنما طوق ڈالنے نہیں آئے ہم راج کماری چندرکانت کے حق کے لیے اس وقت تک لڑیں گے جب تک اس کا حق مل نہیں جاتا...... حاکم بنگال علی قلی خان نے راجکماری کو بیٹی کہا ہے۔ راجکماری صرف ایک فرد کی نہیں ہم سب کی بیٹی ہے'' بہن ہے' عزت ہے' آبرو ہے' ناموس ہے اور شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم لوگ اپنی ناموس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں تم بے خطر اپنے جہاز کھاڑی میں لے آؤ...... یہ تمہارا اپنا ملک ہے اپنی دھرتی اپنا جہان ہے اپنے ملک کے وقار کے لئے اپنی مرضی سے لڑو تم ہمیں اپنا ہم خیال پاؤ گے......'' یہ کھاڑی تقریباً دس کوس تک لمبی اور چار پانچ کوس چوڑی تھی اس کے دونوں کناروں بڑے بڑے قدآور درخت تھے...... کھنڈے راؤ کا جہاز کھاڑی میں داخل ہو گیا اس کے پیچھے پیچھے دوسرے جہاز بھی یکے بعد دیگرے کھاڑی میں داخل ہو گئے یہ کل بیس جہاز تھے ہر جہاز پر پانچ ہاتھی اور پانچ سو کے لگ بھگ سپاہی سوار تھے...... رات کا پہلا پہر تھا...... جنگ ابھی جاری تھی...... سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین کانپ رہی تھی کھاڑی میں سے سینکڑوں لاشیں تیرتی پھرتی تھیں...... آسامی لشکر جنگل میں پناہ ڈھونڈتا پھرتا تھا...... سید حیدر امام کا لشکر اس کا تعاقب کر رہا تھا...... کھنڈے راؤ کے جہاز کھاڑی کے کنارے لنگر انداز ہو چکے تو ملاحوں نے لکڑی کے بڑے بڑے تختے جوڑ جوڑ کر جہازوں کے عرشوں سے لے کر کھاڑی کے کناروں تک بچھا کر ہاتھیوں کو اتارنا شروع کیا ہاتھی اپنی لمبی لمبی سونڈیں اٹھا اٹھا کر چنگھاڑ رہے تھے ان کے چنگھاڑنے کا بے ہنگم شور دور دور تک سنائی دے رہا تھا' مہاتب عجیب عجیب آوازیں نکال کر انہیں ہانک کر جہازوں سے اتار کر ساحل پر لا رہے تھے...... کھنڈے راؤ کو اودھم خان نے گلے لگایا پھر یکے بعد دیگرے دوسرے سرداروں نے کھنڈے راؤ کا خیر مقدم کیا!

کھنڈے نے خلیج کی سطح پر تیرتی ہوئی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا! یہ لاشیں کیسی ہیں؟

اودھم خان نے اطمینان سے کہا! یہاں صبح سے جنگ ہو رہی ہے ظالم استحصالی ٹولہ اپنی بقا کی آخری جنگ لڑ رہا ہے۔

منگل سنگھ نے حملہ کیا ہے۔

کھنڈے راؤ نے کہا! پھر تو ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی۔

اودھم خان نے پوچھا! وہ کیا؟

کھنڈے راؤ کہا! اس کنارے کی بجائے ہمیں اس کنارے پر اتر جانا چاہیے تھا اور فوری طور پر جنگ میں شریک ہو جانا چاہیے تھا۔

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! فکر کی کوئی بات نہیں ہم نے منگل سنگھ کو شکست فاش دے دی ہے اب وہ فرار کی راہیں ڈھونڈتا پھرتا

ہے.....شام سے پہلے پہلے منگل سنگھ کے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے تھے پھر تمہارے جہازوں کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے ان کے حوصلے بڑھے تھے مگر جس وقت انہوں نے ہم دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے گلے لگ کر ملتے دیکھا تو بزدلوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے.....تم اپنے لشکر کے ساتھ آرام سے مندر میں چلو کھانا کھاؤ..... بعد میں صورت حال پر غور کیا جائے گا.....اودھم خان کھنڈے راؤ کا ہاتھ پکڑ کر ناگ دیوتا کے مندر میں لے گیا.....مندر کے پجاریوں اور دوسرے متعلقہ لوگوں کے علاوہ مسلمان سپاہیوں نے خوشی کے نعروں سے کھنڈے راؤ کا خیر مقدم کیا۔اس کے لشکر کے لیے خیمے نصب کیے جا چکے تھے.....اودھم خان نے اعلان کروا دیا کہ تمام مہمان سپاہی کھانا کھا کر آرام کریں.....کھانا کھا چکنے کے بعد کھنڈے راؤ اودھم خان کے پیچھے پیچھے مندر سے نکل کر کھاڑی کے کنارے آ پہنچا ہر طرف قندیلوں اور مشعلوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی.....شیو دیوتا کے مندر کی جانب اللہ اکبر اور یا علیؑ مدد کے نعروں کی صدائیں سنائی دے رہی تھیں ابھی تک طبل اور نقارے بج رہے تھے۔

کھنڈے راؤ نے کہنا شروع کیا!

مہاراجہ کرشن کمار شکست سے شکست کھاتا ہوا آسام کی حدود میں داخل ہو چکا ہے اور پرسوں تک وہ اپنے قلعے میں پہنچ جائے گا.....حاکم بنگال بادشاہ علی قلی خان کے لشکر بڑی موثر حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے اس کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں.....ہمارا خیال ہے راجہ پریم چند کل کسی وقت یہاں پہنچ جائے گا.....ہم چاہتے ہیں راجہ پریم چند کے یہاں پہنچتے ہی ہم یہاں سے کوچ کر کے منگل سنگھ کو دبوچ لیں.....اسے اور اس کے سارے لشکر کو جنگل میں ختم کر دینا چاہیے.....ہم چاہتے ہیں مہاراجہ کرشن کے پاس بہت کم افرادی قوت ہو اس طرح خون خرابہ بھی بہت کم ہوگا.....تیز رفتاری سے کام لے کر ماڑھی اربیریا' پریم نگر اور تل منگانہ جیسے قریبی قلعوں سے آنے والوں کا راستہ روک سکتے ہیں۔"

اودھم خان نے کہا! کھنڈے راؤ فکر نہ کرو منگل سنگھ کے تعاقب میں جو شخص لگا ہوا ہے وہ اس کی قضا ثابت ہوگا تم سید حیدر امام کو نہیں جانتے وہ جہاد کو اپنی زندگی اور شہادت کو زندگی کی معراج تصور کرتا ہے.....راجہ پریم کے پہنچتے ہی ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے اور پھر ہر قدم تمہاری خواہش کے مطابق اٹھایا جائے گا.....دونوں سردار کھاڑی کے کنارے کنارے مشرق کی جانب دور تک چلے گئے ہر طرف قندیلوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی لگتا تھا ستاروں کا نورانی کارواں زمین پر اتر آیا ہے کسی کسی خیمے سے زخمیوں کے کراہنے کی آواز آتی تو دونوں کے قدم رک جاتے۔

ایک جگہ کھنڈے راؤ نے تشویش بھرے لہجے میں کہا! ہمیں راجکماری کی بڑی فکر ہے کرشن کمار اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

پھر اس نے اودھم خان کی کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! سردار کیا ہم کوئی ایسی تدبیر نہیں کر سکتے جس سے راجکماری کو مہاراجہ کے پہنچنے سے پہلے قلعے سے نکال لیا جائے؟

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کھنڈے راؤ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! راؤ! فکر مندی کی کوئی بات نہیں خدا نے چاہا تو راجکماری مہاراجہ کے شر سے بالکل محفوظ رہے گی وہ ہم سب کی دعاؤں کے حصار میں ہے حقائق کا خدا اس کا حامی و ناصر ہے.....اس کی حفاظت اللہ کا ایک ایسا پراسرار بندہ کر رہا ہے جو نا قابل شکست ہے.....تم راجکماری کی فکر نہیں کرو ہمیں یقین ہے راجکماری تک ظالم مہاراجہ کے ہاتھ نہیں پہنچ سکیں گے.....کھنڈے راؤ کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی۔

اس نے کہا! اگر آپ مطمئن ہیں تو پھر ہماری تشویش بے مقصد ہے..... بھگوان اس کومل سچائی کی حفاظت کرے گا!

واپس مندر پہنچ کر کھنڈے نے پوچھا! آپ نے کسی پراسرار بندے کا ذکر کیا تھا جو راجکماری کی حفاظت کر رہا ہے' وہ کون ہے؟ تمہاری مراد وہ مسلمان نوجوان تو نہیں جو مہاراجہ کرشن کے بڑے بھائی وجے کمار کے قتل کے جرم میں قلعے کے بندی خانے میں بند ہے.....''

''نہیں بھائی نہیں'' اودھم خان نے کہا! بندی خانے کی کسی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند ایک قیدی کسی کی کیا حفاظت کر سکتا ہے تم جانتے ہو اس نوجوان کی اپنی زندگی خطرے میں ہے۔

محی الدین نواب کے قلم سے ایک مکمل ناول

سحر شب گزیدہ

قیمت 150 روپے

پھر دوسرا کون ہے جو راجکماری کا خیر خواہ اور مددگار ہے؟

اودھم خان نے کہا! شیو دیوتا کو جانتے ہو؟

کھنڈے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! وہ تو ہماری بڑی شکتی والا دیوتا ہے!

اس وقت راجکماری شیو دیوتا کی حفاظت میں ہے۔

کھنڈے نے زیر لب کہا! ''شیو دیوتا''

اودھم خان نے کہا! شیو دیوتا یہاں آئے ہوئے ہیں اور راجکماری اس وقت اس دیوتا کے سائے میں محفوظ ہے۔

کھنڈے راؤ نے حیرت میں ڈوبتے ہوئے کہا! اودھم خان ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا..... نجانے تم کیا کہہ رہے ہو..... مسلمان ہوتے ہوئے نجانے تم کس طرح ایک دیومالائی افسانے پر یقین کر لیا ہے۔ شیو دیوتا یہاں کیسے آ سکتا ہے؟

اودھم خان نے کہا! کھنڈے جی!..... جسے تم کسی دیوتا کی شکتی کہتے ہو اسی کو ہم کسی ولی اللہ کی کرامت کہتے ہیں..... شکتی یا کرامت والے لوگ جس کسی کو اپنا بنا لیتے ہیں وہ دنیا بھر کے شیطانوں کی خباثت سے بچ جاتے ہیں!

اودھم خان کی بات سن کر کھنڈے راؤ نے سر جھک کر کہا! جب آپ مطمئن ہیں تو پھر ہمارا پریشان ہونا بے کار ہے۔''

اودھم خان نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!

''کھنڈے بھائی'' ! فکر مادر کار ما آزار ما!'' انسان کو نیک اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر جدوجہد جاری رکھنی چاہیے' انجام اور نتائج کے فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں..... جس طرح مالی پودوں کو پانی دیتا ہے' پھل پھول لگانا کسی نادیدہ حقیقت کا کام ہوتا ہے اور تم نے دیکھا ہوگا..... خدا کسی مالی کی محنت ضائع نہیں ہونے دیتا..... وہ شاخ کو اپنی تخلیق کے رنگوں اور خوشبوؤں کے حسن سے صد تماشہ گاہ عالم بنا دیتا ہے..... ہم سب ایک نیک مقصد کے لیے کوشاں ہیں..... جدوجہد ضرور بار آور ہوگی۔''

☆

وہ بھی معمول کے مطابق ایک شام تھی ڈوبتے سورج کی تیز سنہری کرنیں پربت کی فلک بوس سربلند سرپوش چوٹیوں کے کناروں پر اپنا سونا نچھاور کر رہی تھیں بادلوں کے رنگ برنگے آوارہ مزاج ٹکڑے پربت پر جھومتے ہوئے درختوں کی ڈالیوں کے چومتے پھرتے تھے فطرت اپنے تمام تر حسن اور رعنائیوں کے ساتھ بے حجاب تھی...... جلال و جمال کا ایک دلکش حسین امتزاج نمایاں تھا۔ گہری تاریک اور ان دیکھ وادیوں سے اٹھنے والی دھند کے سرمئی مرغولے بلندیوں کی طرف اٹھتے ہوئے پربت کی چوٹیوں کو چھو رہے تھے...... خوش نما نظاروں کا جادو ہر طرف چھایا ہوا تھا...... قلعے کے مندر کے گھڑیال اور ناقوس معمول کے مطابق بج رہے تھے ماتا مہارانی قلعے کے خوبصورت باغ میں واقع سنگ مرمر کی دلکش بارہ دری میں سنہری مسند پر بیٹھی تھی...... اس کے سامنے باغ کے صدر دروازے تک کھلی شاہراہ پر سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا...... ماتا مہارانی کے سامنے گل بدن اور پری جمال لڑکیاں سر جھکائے کھڑی تھیں ان کے لمبے لمبے گھنیرے بال فرش کو چھو رہے تھے!

ماتا مہارانی نے ایک ادائے دلبری سے کہا!

آج ہم بہت خوش ہیں...... ہماری من کی آشاؤں پر بہاروں کا بانکپن اور نکھار آیا ہوا ہے...... ہم نے جیون میں جتنے سپنے دیکھے تھے ان کی روشن تعبیر ہماری سامنے آنے والی ہے...... ہمارا بیٹا مہاراجہ بن کر آ رہا ہے...... تم سب ہماری خوشی میں شریک ہو کر ناچو گاؤ...... ماتا مہارانی کے سامنے تازہ مہکتے پھولوں کے ہار اور پھولوں کی رنگ برنگی پتیوں کا انبار لگا ہوا تھا...... نازک اندام لڑکیوں نے رقص کرنا شروع کر دیا...... لگتا تھا ان کے تھرکتے ہوئے قدموں کی ہر طلسماتی سے ماحول پر طلسماتی وجد طاری ہوتا جا رہا تھا قندیلوں کی روشنیاں بڑھتے ہوئے اندھیروں کے خلاف اپنی فطری جدوجہد تیز تر کرتی جا رہی تھیں...... ہر طرف حسن ہی حسن جادو ہی جادو اور سونے کی منقش تپائی پر ارغوانی رنگ کی شراب پڑی تھی...... ایک باندی صراحی پر جھکی ہوئی مہارانی کے اشارے کی منتظر تھی...... ماتا مہارانی نے یکے بعد دیگرے چار پانچ جام نوش جاں کر لئے تھے اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں خمار اترا ہوا تھا...... اچانک دور سے نقاروں اور شہنائیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں...... قلعے میں ایک عجیب قسم کا شور برپا تھا...... محل کے غلام گردشوں اور برآمدوں میں کھڑے مسلح دربان چیخ چیخ کر صدائیں لگا رہے تھے۔"

باادب! باملاحظہ ہوشیار...... "مہاراجہ کرشن کمار تشریف لا رہے ہیں"

دربانوں کی صداؤں نے مہارانی کے دل کی دھڑکنوں کو بے قابو کر دیا تھا وہ کہہ رہی تھی! انقلاب آ گیا...... جے ونجے سنگھ کا نام ونشان مٹ گیا...... ہمارا بیٹا مہاراجہ بن کر آ رہا ہے نقارے شہنائیاں بج رہی ہیں...... ہمارے بیٹے کے قدموں پر پورا آسام جھکا ہوا ہے...... ہمارے خوابوں کو تعبیر کے طلسماتی رنگ مل گئے ہیں! اس کے ہاتھ بے اختیار پھولوں کے ہاروں کی طرف اٹھتے گئے اس نے دونوں ہاتھوں سے پھولوں کی پتیوں کو فضاؤں میں اچھالتے ہوئے کہا! ناچو گاؤ خوشیاں مناؤ......

پری پیکر باندیوں کے قدم تھرکنے لگے رفتہ رفتہ نوبت نقاروں اور شہنائیوں کی ملی جلی آوازیں قلعے کے اندر محسوس ہونے لگیں...... بارودی گولے چھوڑے جا رہے تھے۔ آتش بازی کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا...... ہوشیار...... ہوشیار...... باادب باملاحظہ ہوشیار" کی صدائیں باغ کے

دروازے پر پہنچنی شروع ہوئیں تو مہارانی اٹھ کھڑی ہوئی سامنے مہاراجہ کرشن کمار نمودار ہوا اس کے سنہری تاج کی سونے کی کلغی میں جڑا ہوا نایاب اور بیش قیمت ہیرا قندیلوں کی روشنی میں ستارے کی مانند چمک رہا تھا..... وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی ماں کی طرف بڑھتا آرہا تھا..... باندیاں رنگ برنگے لباسوں میں تتلیوں کی مانند اڑتی ہوئی لگ رہی تھیں..... جب مہاراجہ قریب پہنچا تو ماتا مہارانی چند قدم آگے بڑھ کر بیٹے کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی..... کرشن کمار ماں کے قدموں پر جھک گیا!

ماتا مہارانی نے اپنے دونوں ہاتھوں کی کٹوریوں میں اس کا چہرہ لیتے ہوئے کہا! کرشن کمار جی تم نے ہمارے جیون کے دامن کو رنگوں اور امنگوں سے بھر دیا ہے' ہمیں تم پر ناز ہے۔

مہاراجہ کرشن کمار نے مسکرا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ماتا ہمیں تمہاری آشاؤں کا علم تھا ہم تمہیں ماتا مہارانی بنانا چاہتے ہیں۔"

مہارانی نے بیٹے کے قدموں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند پر اپنے پہلوں میں بٹھاتے ہوئے کہا! تمہاری جدوجہد اور بھگوان کی کرپا سے جے وجے سنگھ کا نام ونشان مٹ گیا!

مہاراجہ نے آہستہ آہستہ سے پوچھا! تو کیا چندر کانت ختم ہو گئی؟

ماتا مہارانی نے ایک بار پھر بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! تم اسے ختم ہی سمجھو!

مہاراجہ کرشن کمار نے پوچھا! ماتا جی ہم سمجھے نہیں چندر کانت کہاں ہے؟

ماتا مہارانی نے کہا! کہنا نا! تم اس کمینی کی فکر نہیں کرو وہ جہاں بھی ہے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی!

مہاراجہ کرشن کمار نے تشویش بھرے لہجے میں کہا! جہاں ہے سے کیا مطلب کیا وہ یہاں نہیں ہے؟

بیٹے کو تشویش میں مبتلا دیکھ کر ماتا مہارانی نے سونے کے جام میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا! شراب پیو..... فکر مندی کی دھول جھٹک کر اطمینان سے آرام کرو..... صبح باتیں ہوں گی..... لو اپنی ماتا کے ہاتھ سے خوشی اور مسرت کی شراب پیو!

مہاراجہ کرشن کمار نے شراب کا جام حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا! شکریہ ماتا جی!..... مگر ابھی ہمارے آرام کا وقت نہیں آیا..... دشمن ہمارے تعاقب میں آرہا ہے..... جب تک ان پہاڑوں کی اندھیری وادیاں والی بنگال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نگل نہیں لیتیں اس وقت تک ہم آرام نہیں کر سکتے دو تین روز کے اندر اندر حاکم بنگال اپنے لشکروں کے ساتھ یہاں پہنچنے والا ہے..... اسکے مقابلے کے لیے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے!

ماتا مہارانی نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! کرشن کمار بیٹے یہ قلعہ نا قابل تسخیر ہے اسے دیوتاؤں نے بنایا تھا اور اس کی رکھشا کے لیے شیو دیوتا یہاں موجود ہے..... شیو دیوتا نے ہم سے اس قلعے کی حفاظت کا وعدہ کر رکھا ہے۔

مہاراجہ کرشن کمار نے ماں کو بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا! ماتا جی ہم نے تمہیں لاکھ بار کہا ہے زیادہ شراب مت پیا کرو..... اس وقت تمہاری ذہنی صحت ٹھیک نہیں ہے..... اٹھو ہم تمہیں تمہاری خوابگاہ تک پہنچاتے ہیں

..... باندیاں ابھی تک رقص کر رہی تھیں..... مسلح سپاہی قطاروں میں کھڑے تھے۔

ماتا مہارانی نے کہا! کرشن بیٹے ہم نے زیادہ نہیں پی ہم بہکے ہوئے نہیں ہیں پورے ہوش میں ہیں پورے اعتماد اور وثوق سے تمہیں یہ خوشخبری سنا رہے ہیں کہ شیو دیوتا اور ناگ دیوتا دونوں قلعے میں موجود ہیں۔

مہاراجہ کرشن نے کہا! یک نہ شد دو شد۔ ماتا جی شیو دیوتا اور ناگ دیوتا صدیوں کے سفر کر کے یہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں"

ماتا مہارانی نے غصے اور ناگواری سے کہا! مورکھ تمہیں دیوتاؤں کی شکتی کی کیا خبر تم ابھی بچے ہو...... تم نے شاید دیو مالا اور منوسمرتی کا مطالعہ نہیں کیا...... جس طرح سوریہ دیوتا کی کرنیں لاکھوں صدیوں کی مسافت پلک جھپکنے میں طے کر لیتی ہیں۔ بالکل اسی طرح ہر دیوتا سنسار میں جہاں چاہے اور جس وقت چاہے پہنچ جاتا ہے...... خیر اس وقت تم آرام کرو صبح تمہیں دیوتاؤں کی چرن سیوا کے لیے لے جائیں گے۔"

مہاراجہ کرشن کمار نے کہا! ماتا جی! اگر مہاری کھا پکی ہے تو پھر ابھی اور اسی وقت ان دیوتاؤں سے ملنا چاہیں گے۔"

اس نے ایک سپاہی کو قریب آنے کا اشارہ کیا سپاہی قریب آیا تو مہاراجہ نے اپنی ماں کو مخاطب کر کے پوچھا! ماتا جی وہ دیوتا اس وقت کہاں براجمان ہیں؟

ماتا مہارانی نے کہا! وہ مندر میں ہیں مگر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

مندر جاؤ شیو دیوتا اور ناگ دیوتو دونوں کو ہمارے سامنے حاضر کرو!

ماتا مہارانی نے بگڑتے ہوئے کہا! کرشن کمار تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے تم بہت بڑی گستاخی کا ارتکاب کر رہے ہو...... پیاسا ساگر کی طرف جاتا ہے ساگر کو پیاسے کی طرف آنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مہاراجہ نے بے پرواہی سے کہا! وہ ٹھیک ہے ماتا جی مگر اس وقت تم چپ رہو...... ہم راج سنگھاسن پر بیٹھے ہیں ایک طرح سے ہم بھی دیوتا ہیں...... روزانہ ہزاروں لوگ ہمارے قدم چومنے آتے ہیں!

پھر اس نے سپاہی کو کہا! جاؤ اور اسی وقت دونوں کو حاضر کرو مہارانی خاموش ہو گئی۔"

تھوڑی دیر بعد سپاہی نے آ کر کہا! مہاراج دیوتاؤں نے یہاں آنے سے انکار کر دیا ہے وہ اس وقت سخت غصے کی حالت میں ہیں۔

مہاراجہ نے برہمی سے پوچھا! کیا کہتے ہیں!

سپاہی نے کہا! ان داتا وہ کہتے ہیں اگر مہاراجہ کو کوئی کام ہے تو وہ خود چل کر ہمارے پاس آئے ہمیں مہاراجہ سے کوئی کام نہیں

...... مہاراجہ کرشن کمار نے سر جھکا کر سوچنا شروع کر دیا اس کی پیشانی پر الجھی الجھی سوچوں کا جال بچھ گیا تھا!

ماتا مہارانی نے کہا! کرشن کمار نے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے ہمارہ مشورہ ہے ابھی اور اسی وقت چل کر دیوتاؤں کی چرن سیوا کرو اور اپنی اس بدتمیزی کے جرم کی معافی طلب کرو!

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم اس کھیل اور منطق کو سمجھ نہ پائے!

مہارانی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کرشن بھگوان کے لیے ایسی سخت باتیں منہ سے مت نکالو...... یہ ہوائیں دیوتاؤں کے

تابع ہوتی ہیں۔۔۔۔۔وہ تو دلوں کے اندر چھپی ہوئی تحریروں اور خیالوں کی لکیروں کو پڑھ لیا کرتے ہیں۔۔۔۔۔تھوڑی دیر بعد مہاراجہ ماتا مہارانی کے ساتھ مندر کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔۔۔گھن شام ٹھاکر جگدیش اور کچھ دوسرے سرداران کے پیچھے پیچھے تھے۔مندر کے پجاریوں نے مہاراجہ کا خیر مقدم کیا۔۔۔۔۔ مہاراجہ اور ماتا مہارانی کے پیچھے پیچھے سینا کے بڑے بڑے سردار اور باندیاں آرہی تھیں۔۔۔۔۔شیو دیوتا کے کمرے کے دروازے پر کئی پجاری اور دیوداسیاں سر جھکائے کھڑی تھیں۔۔۔۔۔ہر طرف صندل کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔۔۔۔۔سلطان شیو دیوتا کے روپ میں سنگ مرمر کے ایک اونچے چبوترے پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا اس کے گورے بدن پر ہلکے زرد رنگ کا لباس پھب رہا تھا۔۔۔۔۔اس کے سیاہ گھنگھریالے بال اس کے کندھوں پر لٹک رہے تھے اس کی آنکھوں میں عزام کی بے پناہ چمک تھی۔۔۔۔۔نرملا کی سرگیں غزالی آنکھوں میں انوکھا حسن اور جادوئی کشش تھی۔

مہا پجاری نے اندر داخل ہو کر کہا! دیوتا مہاراج! ماتا مہارانی سمیتا دیوی مہاراجہ کرشن کمار چرن سیوا کے لیے آگیا کے مطلب گار ہیں۔

سلطان نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا! ان دونوں کے سوا کسی دوسرے کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔۔۔۔۔مہا پجاری پچھلے پاؤں کمرے سے نکل گیا چند لمحوں بعد مہاراجہ کرشن کمار اور ماتا مہارانی سمیتا دیوی ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔مہاراجہ اور سلطان کی نظریں ایک لمحے کے لیے ٹکرائیں۔"

سلطان نے دبدبے سے کہا! تمہیں معلوم ہے ہم گہرے سمندروں میں سفر کرتے ہوئے یہاں کیوں آئے ہیں۔۔۔۔۔ہم اس دیس کے لاکھوں باسیوں کی رکھشا کی کارن آئے ہیں۔۔۔۔۔اب تم چاہتے ہو ہم تم سب کو بے یار و مددگار چھوڑ کر واپس لوٹ جائیں۔۔۔۔۔تمہیں اس تاج و تخت کا گھمنڈ ہے جو کل تک جے دیو سنگھ کی ملکیت تھا وہ بھی اپنے آپ کو بڑی شکتی اور طاقت کا مالک سمجھتا تھا۔۔۔۔۔بتاؤ آج وہ کہاں ہے تم نے اس کی ساری شکتی خاک میں ملا کر رکھ دی۔۔۔۔۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ موت کے وہ فرشتے جنہوں نے تمہاری آدھی سے زیادہ سینا کو خاک و خون کی کہانی بنا دیا ہے تمہارے تعاقب میں بڑھتے چلے آرہے ہیں تم سمجھتے ہو یہ پربت اور اس کی اونچی چوٹیاں ان کا راستہ روک لیں گی۔۔۔۔۔تمہارے قلعے کی سنگلاخ اور اونچی فصیلیں ان کے بڑھتے ہوئے قدم روک لیں گی مہاراج یہ تمہاری بھول ہے۔۔۔۔۔دیوتاؤں کی مہان شکتی کے طوفان کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔۔۔۔۔ہم اسی قلعے کی دیواروں کو ایک جھٹکے سے پیوند خاک کر کے تمہارے سارے غرور کو ملیا میٹ کر دیں گے۔۔۔۔۔مہاراجہ کرشن کمار پر سلطان کی سحر انگیز شخصیت کے دبدبے کا جادو اثر انداز ہو رہا تھا اس کی اکڑی ہوئی گردن میں آہستہ آہستہ خم آتا جا رہا تھا اس کے ہاتھ جڑتے جا رہے تھے!

سلطان نے مزید دباؤ ڈالتے ہوئے کہا! تم نے ہماری شکتی کو للکارا ہے۔تم اپنی حکومت کے گھمنڈ میں حد ادب عبور کرنے کی کوشش کی ہے ہم جانتے ہیں تمہاری ماتا جی تمہیں مجبور کر کے ہمارے پاس لائی ہے۔۔۔۔۔بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے!

مہاراجہ نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں پر ہاتھ رکھتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا! ہم دیوتا مہاراج سے کرپا کی بھیک مانگتے ہیں۔"

ماتا مہارانی سمیتا دیوی نے سلطان کے قدموں پر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! شما کیجیے دیوتا مہاراج۔۔۔۔۔مہاراجہ ابھی کم سن بالک ہیں بالک سے نادانی میں غلطی ہو گئی ہے۔کرپا کیجیے۔

سلطان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! مہارانی جی! ہمیں تمہارا بڑا احترام ہے ہم تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔۔۔۔۔مگر یاد رکھو اگر آئندہ کبھی

تمہارے اس بالک مہاراجہ سے کوئی گستاخی ہوئی تو ہم معاف نہیں کریں گے۔"

پھر اس نے ماتا مہارانی سمیتا دیوی اور مہاراجہ کرشن کو اپنے دائیں بائیں بٹھاتے ہوئے بڑے ناصحافہ انداز میں کہا! مہاراجہ یہ سنسار اور اس کے سارے کاروبار دیوتاؤں کے بھروسے اور اعتماد پر چل رہے ہیں۔ جو قوم اپنے دیوتاؤں اشیوں منیوں اور اوتاروں کا مذاق اڑانا شروع کر دیتی ہے وہ تباہ برباد ہو جاتی ہے...... جیون میں کبھی بھی کسی دیوتا کے خلاف سوچنا بھی نہیں تمہیں معلوم نہیں ہمیں اپنے سیوکوں کے من میں چھپے ہوئے خیالوں اور سوچوں کا علم ہوتا ہے!

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا جی! آئندہ سیوک سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوگی...... ہم بہت پریشان ہیں حاکم بنگالہ کے لشکر ہمارے تعاقب میں بڑھتے چلے آ رہے ہیں!

سلطان نے بڑے اعتماد سے کہا! پھر وہی بداعتمادی اور غیر یقینی...... مہاراجہ ہم نے کہہ دیا نا!...... جب تک ہم یہاں ہیں ایک حاکمِ بنگالہ تو کیا سارے سنسار کے بادشاہ مل کر بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"...... تم سینا کو جلد از جلد جمع کرو جو کچھ تمہارے امکان میں ہے وہ کرتے رہو باقی سب کچھ ہم سنبھال لیں گے...... تم دیکھو گے مایوسیوں کے اندھیرے بہت جلد دور ہو جائیں گے...... اس ملک کی دھرتی اجالوں سے ہمکنار ہو گی!

نرملا آگے بڑھ کر سلطان کے قدم چومتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! ہم دل و جان سے ماتا مہارانی کے سفارشی ہیں!

سلطان نے کہا! ناگ ماتا! ہم جانتے ہیں تم ماتا مہارانی کی بڑی وادری ہو اسی لیے ہم نے مہاراجہ کو معاف کر دیا ہے ورنہ اب تک یہاں راکھ اڑ رہی ہوتی...... ہمیں معلوم تھا تم نے ان کی حمایت کرنی ہے اور تمہارا کہا ہم سے ٹالا نہیں جانا!

ماتا مہارانی نے نرملا کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شکریہ ناگ دیوی جی بہت شکریہ...... ماں کو دیکھ کر مہاراجہ نے بھی نرملا کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا!...... نرملا عالم بے خودی میں سلطان کی طرف دیکھ رہی تھی...... مہاراجہ کی نگاہیں نرملا کے خوبصورت چہرے پر نچھاور ہو رہی تھیں!

اسی لمحے میں ایک پجاری نے کمرے داخل ہوتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج ناگ دیوتا درشن کو آ رہے ہیں!

سلطان نے ماتا مہارانی اور مہاراجہ کی طرف دیکھ کر کہا! اگر تم جانا چاہو تو اجازت ہے اور اگر ناگ دیوتا کے درشن کا ارادہ ہے تو ذرا سنبھل کر بیٹھو...... ناگ دیوتا کے ساتھ شاہ ناگ بھی آ رہا ہوگا۔ گرمی بڑھے گی...... خوف دہشت اور ہیبت ناکی طاری ہو گی...... گھبرانا یا ڈرنا نہیں!

پھر اس نے نرملا کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! ناگ دیوی ناگوں کو قابو میں رکھنا...... ہمارے معزز مہمانوں کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے ہر طرف سناٹا چھا گیا!

سلطان نے کہا! دروازہ کھول دیا جائے

...... باہر کھلے اور طویل برآمدے میں مہاراجہ کے سپاہی مندر کے پجاری اور دیوداسیاں کھڑی تھیں...... گھمبیر خاموشی کو بین کی مدھر سر نے توڑ دیا...... ہاشم ناگ دیوتا کے روپ میں برآمدے میں داخل ہوا...... باہر کھڑے سپاہیوں اور پجاریوں میں بھگدڑ مچ گئی...... ناگ دیوتا کے آگے

چار پانچ لڑکیاں مستی کے عالم میں بین بجاتی آ رہی تھیں ناگ دیوتا کے پیچھے دس بارہ بڑے بڑے ناگ پھنکارتے ہوئے آ رہے تھے بڑا خوفناک منظر تھا شاہ ناگ کو مدھومتی نے اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹا ہوا تھا سفید رنگ کے اس انتہائی خوفناک ناگ نے پھن پھیلایا ہوا تھا تو شیو دیوتا نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا...... نرملا نے مدھومتی کے ہاتھ میں سے شاہ ناگ کو لے کر فرش پر چھوڑ دیا...... شاہ ناگ نے پھن پھیلا کر جھومتے ہوئے ادھر ادھر گردن گھمائی اور پھر پھنکار ماری اس طرح لگا جیسے ہر طرف آگ بکھر گئی ہو...... کمرے میں خوف اور دہشت پھیل گئی...... مہاراجہ اور ماتا مہارانی کے چہرے پر پسینے کی بوندیں جھلملانے لگیں...... نرملا نے بین بجانی شروع کر دی تھی مہاراجہ گھبرائے ہوئے انداز میں کبھی دیوتا کی جانب دیکھتا تھا کبھی مدھومتی اور نرملا کی جانب دیکھتا تھا۔ اس کے ذہن پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے...... نرملا شاہ ناگ کا منہ چوم رہی تھی اور مدھومتی مستی کے عالم میں بین بجا کر ماحول کو پراسرار بنا رہی تھی...... دروازے پر گھن شام ٹھاکر جگدیش اور دوسرے سرداروں اور سپاہیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی ہر کوئی دم بخود تھا...... شیو دیوتا اور ناگ دیوتا دونوں ایک دوسرے کے گل لگے ہوئے بڑے پراسرار لگ رہے تھے!

مہاراجہ نے اچانک چلاتے ہوئے کہا! ماتا جی! یہ تو وجے کمار کا قاتل مسلمان قیدی ہاشم ہے اسے بندی خانے سے کس نے نکالا؟

ہاشم نے بپھرتے ہوئے ناگ کی طرح سسکاری لے کر کہا!

تم نے صحیح پہچانا...... مگر ہم نے وجے کمار کو قتل نہیں کیا...... بلکہ بھگوان اور دیوتاؤں کی آشا پوری کی تھی...... مورکھ! بھگوان اور دیوتاؤں نے آسام کا راج سنگھاسن تمہارے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا تھا اگر تمہاری نظروں میں ہم نے کوئی جرم کیا ہے تو پھر تم بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھو کیونکہ تم نے مہاراجہ جے دھج کو قتل کیا ہے...... ''بتاؤ تم نے اپنے محسن اپنے چچا اور اپنے مہاراجہ کو کیوں قتل کیا؟ یہ بھی دیوتاؤں کا فیصلہ تھا...... دیوتا تجھے مہاراجہ بنانا چاہتے تھے اگر وجے کمار قتل نہ ہوتا تو تم سیناپتی نہ بنتے پھر اگر مہاراجہ جے دھج قتل نہ ہوتا تو تم مہاراجہ کبھی نہ بنتے...... تمہیں کیا خبر آکاش پر دیوتاؤں کے فیصلے کتنے حیران کن اور بالکل ناگہانی سے ہوتے ہیں!

مہاراجہ نے ہکلاتے ہوئے کہا! مگر تم تو ایک مسلمان سردار کے بیٹے!

...... ہاں ہاں ہم نے مسلمان سردار فیروز خان کے گھر میں چوتھا جنم لیا تھا...... تم کون ہوتے ہو اعتراض کرنے والے یہ ہم دیوتاؤں کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتا ہے وہ جہاں جس گھر میں چاہیں جنم لے سکتے ہیں!

پھر ایک لمحے کے بعد اس نے تیور بدلتے ہوئے غصے سے کہا! ہم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اب اس سے آگے تم نے کہا تو ہم تجھے جلا کر راکھ کر دیں گے۔''

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا! انہیں بھگوان کے لئے دیا کرنا...... دیوتا بڑے دیالو ہوتے ہیں۔''

ناگ دیوتا نے شیو دیوتا کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا! ہم ان کے دھیمے مزاج کی وجہ سے خاموش ہیں ورنہ اب تک سارے نظارے تبدیل ہو چکے ہوتے۔''

سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا! ناگ دیوتا جی! سیوکوں پجاروں یاتریوں سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ معاف کر دینا دیوتاؤں کی شان

ہوتی ہے!

پھر اس نے مہارانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہارانی رات کا پہلا پہر گزر گیا ہے...... تم جا سکتے ہو صبح ملاقات ہوگی...... تم مہاراجہ کی اچھی ماتا ہو...... مگر لگتا ہے یہ تمہارا اچھا بیٹا نہیں ہے...... یہ ہر بات کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسے کہو یہ اپنے مزاج میں مٹھاس پیدا کرلے ورنہ بہت برا نتیجہ نکلے گا...... اگر یہ ناگ دیوتا کو وجے کا قاتل نہ کہتا تو اسے مہاراجہ جے دھیج سنگھ کا قاتل نہ کہا جاتا...... حالانکہ اس نے عام لوگوں میں یہی مشہور کر رکھا ہے کہ جے دھیج نے جیون ہتیا کرلی تھی...... اب اگر یہ بات پھیل گئی کہ کرشن کمار نے قتل کیا ہے تو ملک میں بغاوت کی آگ بھڑک سکتی ہے ہمیں یہ معلوم ہے اس ملک میں مہاراجہ جے دھیج سنگھ کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے...... اب ہمارا مشورہ یہی ہے کہ مہاراجہ کرشن کمار اس مسئلے پر آئندہ کوئی بات نہ کریں...... ہمارے خیال میں اس کمرے میں موجود لوگوں کے سوا اور کسی نے ناگ دیوتا کی بات نہیں سنی...... یہ لوگ زبان بند رکھیں گے...... مہاراجہ نے جھک کر باری باری دونوں دیوتاؤں کے چرن چھوئے اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا...... مندر سے نکل کر مہاراجہ اور ماتا مہارانی اپنے محل کی طرف بڑھ گئے!

ماتا مہارانی کو اس کی خوابگاہ تک پہنچانے کے بعد مہاراجہ نے رخصت ہوتے ہوئے کہا! ماتا جی! چندرکانت کہاں ہے؟

ماتا مہارانی نے کہا! کرشن بیٹے اب تم آرام کرو صبح تک اپنی ساری کارگزاریوں سے آگاہ کردیں گے۔

مہاراجہ نے کہا! اس طرح تو ہمیں نیند نہیں آئے گی

......ماتا مہارانی نے تمام کنیزوں کو تخلیے کا حکم دے دیا...... تمام کنیزیں مہارانی کی خوابگاہ سے نکل گئیں!

ماتا مہارانی نے مہاراجہ کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہنا شروع کیا! کرشن بیٹے ہم نے تمہارے حکم کے مطابق اس چڑیل کو شیو دیوتا کے مندر بھیج دیا پھر کچھ دنوں کے بعد تم نے وردھن کے ذریعے اسے واپس بلانے کا حکم بھیجا تو ہم نے اسی وقت وردھن کو شیو دیوتا کے مندر روانہ کردیا۔ مگر وہ نمک حرام اور غدار نکلا وہ چندرکانت کو لے کر کہیں روپوش ہو گیا ہے!

مہاراجہ نے چلاتے ہوئے کہا! ماتا جی! یہ کیا کہہ رہی ہو؟

"سچ کہہ رہی ہو بیٹے" ماتا مہارانی نے جواب دیا! تمہاری طرح ہمیں بھی کم ذات وردھن پر بڑا بھروسہ اور اعتماد تھا مگر اس نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ کرشن بیٹے یہ چھوٹے لوگ کبھی کبھی بے قیمت بک جاتے ہیں...... سنا جا رہا ہے وہ چندرکانت کو لے کر حاکم بنگالہ کے پاس پہنچ گیا ہے!

مہاراجہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا! ہم وردھن کے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے!

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ماتا جی یہ بہت برا ہوا ہے۔ چندرکانت کو کھو کر ہم نے برابری کی سطح پر حاکم بنگالہ سے سودے بازی کے تمام امکان کھو دیئے ہیں...... بھگوان جانے اب کیا ہوگا!

ماتا مہارانی نے کہا! کرشن ہم نے کہا نا! کچھ نہیں ہوگا۔ مسلمان فوجیں اس قلعے کو کبھی بھی فتح نہیں کرسکیں گی!

مگر ماتا جی! کرشن نے ناگواری سے کہا! چندر کانت ملک میں بغاوت تو کروا سکتی ہے۔ حاکم بنگال کا مقابلہ تو کیا جا سکتا ہے مگر ملکی بغاوت اور خانہ جنگی سے نمٹنا بے حد مشکل ہو جائے گا!

مہاراجہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! اس کے لئے کچھ کرنا پڑے گا!

پھر اس نے تالی بجا کر دربان کو بلاتے ہوئے کہا! ابھی اور اسی وقت دربار عام کا اہتمام کیا جائے ہم آرہے ہیں!

ماتا مہارانی نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم بھی آتے ہیں!

......مہاراجہ نکل گیا تھوڑی دیر بعد تمام امراء وزارا اور دوسرے سردار دربار میں پہنچ گئے...... مہاراجہ تخت پر بیٹھ گیا تو دربار پر سناٹا طاری ہو گیا...... ایک لمحے تک مہاراجہ تیکھی اور تولتی نظروں سے ایک ایک درباری کی طرف دیکھتا رہا!

پھر اس نے گھن شام ٹھاکر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! ٹھاکر جی! کھنڈے راؤ ابھی تک نہیں پہنچا؟

گھن شام نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! صبح تک پہنچ جائے گا!

مہاراجہ نے ایک ثانیہ توقف کے بعد درباریوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا!

آسام کے بہادرو! تمہیں ان ناگفتہ الجھے ہوئے سنگین حالات کا علم نہیں جن میں ہم نے عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لیا تھا...... مہاراجہ جے دھج کی غلط منصوبہ بندی ناقص حکمت عملی اور بالکل جاہلانہ کاروائیوں نے ہماری سینا کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا تھا! اپنی بداعمالیوں اور جرائم کے بے پناہ بوجھ سے گھبرا کر جے دھج سنگھ نے ایک رات جیون ہتیا کر کے ہم سب کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا...... جے دھج سنگھ اپنے ضمیر کا مجرم بھی تھا اور اپنی بدکردار اور عیاش بیٹی کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ذہنی مریض ہو چکا تھا...... آخر اس نے جیون ہتیا کر کے اپنے آپ کو سنسار کے جھمیلوں سے نجات دلا دی مگر اس کی اچانک جیون ہتیا نے ہمیں طوفان کی ہلاکت خیزیوں کے سپرد کر دیا...... ایسے میں جب چاروں طرف اندھیروں کا راج تھا ہر شخص حیران تھا ہم نے آگے بڑھ کر حکومت کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور بڑی سخت جدوجہد کے بعد حالات کو اپنی گرفت میں لے لیا...... ہم نے جنگ ہاری نہیں بلکہ اپنی بہتر حکمت عملی کے تحت پسپائی اختیار کی ہے یہ سن کر تم سب کو یقیناً بڑی خوشی ہوگی کہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جس کے حصول کی خاطر ہم نے اپنے دھرم اور اپنے دیوتاؤں کے وقار کا پرچم اوج ثریا پر گاڑھ دیا ہے ہم نے جگن ناتھ دیوتا کی اس دیوی کو برآمد کر لیا ہے جس کو مسلمانوں نے اپنے قبضے میں رکھا ہوا تھا...... ہم نے حاکم بنگالہ بلکہ پوری مسلمان قوم پر ایسا گہرا زخم لگایا ہے جسے مندمل ہوتے ہوتے صدیاں لگ جائیں گی اب مسلمان قوم اپنے زخموں کو چاٹتی رہے گی...... یہ ہماری بہت بڑی فتح ہے...... ابھی مہاراجہ کی تقریر جاری تھی اچانک ارجن نے کھڑے ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا!

مہاراجہ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! نوجوان ہمارے قریب آؤ!

ارجن رو رو کر کہہ رہا تھا! مہاراجہ دہائی ہے ہم سب لٹ گئے...... ہمارا سارا قبیلہ برباد ہو گیا!...... اب ہماری کہانی خاک و خون کی دردانگیز داستان بن گئی ہے۔

مہاراجہ نے بے چینی سے تخت پر پہلو بدلتے ہوئے کہا! تم بوڈو قبیلے کے فرد ہو!

ہاں مہاراج! ارجن نے کہا! ہم راج کمار نارنگ کی اس فوج میں شریک تھے جس نے حملہ کر کے مسلمان سردار نادر خان کی بستی کو تباہ کر کے جگن ناتھ کی دیوی اور اس کی دو سہیلوں کو اٹھایا تھا!

مہاراجہ نے کہا! اپنی داستان کم سے کم لفظوں میں بیان کرو..... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

ارجن نے کہا! مہاراج! حاکم بنگال کی فوج نے طوفانی انداز میں ہمارا تعاقب کی اور پھر انہوں نے نہ صرف اپنی لڑکیوں کو نارنگ کے قبضے سے آزاد کرا لیا بلکہ آگے بڑھ کر ہمارے قبائلیوں کو صفۂ ہستی سے مٹا دیا..... وشنو سردار کے مضبوط پہاڑی قلعے کو راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا ہے اب پورے آسام میں عورتوں اور کم سن بچوں کے سوا بوڈو قبائل کا کہیں بھی کوئی فرد زندہ نہیں!

مہاراجہ کرشن کمار نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! نہیں تم جھوٹ بولتے ہو..... ایسا ممکن نہیں!

پھر آسام کے مشہور جاسوس ونود نے کھڑے ہو کر کہا! مہاراج ارجن سچ کہتا ہے..... مسلمانوں کے لشکر نے بوڈو قبائلیوں کا نام ونشان مٹا دیا ہے انہوں نے اپنے زخموں کے گن گن کر بدلے لیے ہیں اور اس وقت ان کی فوجیں شمالی آسام پر قابض ہو چکی ہیں!

مہاراجہ نے غصے سے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم کیا سن رہے ہیں؟

ماتا مہارانی نے کہا! فکر مندی کی کوئی بات نہیں' دوران جنگ ایسے نشیب وفراز سے دوچار ہونا پڑتا ہے ہم نے منگل سنگھ کو ایک بہت بڑا لشکر کے ساتھ شمالی علاقوں کی جانب روانہ کر دیا تھا امید ہے کل تک ہم سب کوئی اچھی خبر سنیں گے..... منگل سنگھ تجربہ کار سردار ہے!

مہاراجہ نے آہستہ آہستہ سے کہا! منگل سنگھ واقعی ایک تجربہ کار اور بہادر سردار ہے..... مسلمانوں کی لشکر کی تعداد کتنی ہے اور منگل سنگھ کے لشکر کی تعداد کتنی ہے!

ونود نے کہا! مہاراج مسلمانوں کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے اور ان کے لشکروں کا ایک سردار تو ہی ہے جس نے پرتاب اور اس کی سینا کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا!

ماتا مہارانی نے ونود کی بات کاٹتے ہوئے کہا! اسی خبر سے مشتعل ہو کر منگل سنگھ جنگ پر آمادہ ہوا تھا!

مہاراجہ نے کہا! اگر یہ بات ہے تو پھر منگل سنگھ سر دھڑ کی بازی لگا کر مسلمانوں کو تہہ وتیغ کرے گا۔

پھر مہاراجہ نے کہا! آسام کے بہادرو! ہمیں معلوم نہیں تھا کہ حالات اس حد تک سنگین ہو چکے ہیں بہر صورت گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہم مسلمانوں کو آسام کے جنگلوں پہاڑوں ندی نالوں اور میدانوں میں تڑپا تڑپا کر ہلاک کریں گے..... ایک بھی واپس نہیں جانے پائے گا!

پھر اس نے جگدیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ابھی اور اسی وقت بجیت گڑھ پریم نگر اور ماڑھی کے قلعہ داروں کی طرف ہرکارے دوڑا دو کہ وہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ راجدھانی پہنچ جائیں۔

ماتا مہارانی نے ہنستے ہوئے کہا! ہم نے ان کو باخبر کر دیا ہے امید ہے کل شام تک تمام قلعوں کے لشکر یہاں پہنچ جائیں گے۔

مہاراجہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا اور کہا! ماتا جی تم واقعی عظیم ہو!

ماتا مہارانی نے کہا! بیٹا ہم نے حالات پر کڑی نگاہ رکھی ہوئی ہے۔

مہاراجہ نے نیلم کمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! نیلم کمار جی! تم پردھان منتری ہو یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم قلعے میں اسلحہ اور کھانے پینے کے سامان کے انبار لگا دو...... ہم محصور ہو کر لڑیں گے...... جب مسلمان ان پہاڑوں کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر لہولہان ہو جائیں گے تو ہم ان پر آخری وار کریں گے۔

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بے فکر رہیں مہاراج بھگوان نے چاہا تو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوگی!

مہاراجہ کرشن کمار نے دربار برخاست کرتے ہوئے گھن شام ٹھاکر کو مخاطب کر کے کہا! قلعے کو اندر باہر سے ناقابل تسخیر بنا دیا جائے بڑی بڑی منجنیقوں کو قلعے کی دیواروں پر پہنچا دیا جائے

......مہاراجہ تخت سے اٹھا تو تمام درباریوں نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے مہاراجہ کی جے کا نعرہ بلند کیا!

دوسرے دن مہاراجہ کرشن کمار نے پورے قلعے کا تفصیلی دورہ کیا فیصل کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے گھن شام ٹھاکر کو مخاطب کر کے کہا! ٹھاکر جی! ہم چاہتے ہیں فصیل پر چاروں طرف کم از کم سو کے لگ بھگ بڑی بڑی منجنیقیں نصب کر دی جائیں...... یہ ممکن تو نہیں کہ حاکم بنگالہ کا کوئی سرپھرا سپاہی پربت کی ان چوٹیوں پر چڑھ جانے میں کامیاب ہو جائے تاہم ہمیں اپنی طرف سے ان کی سرکوبی کے جملہ انتظامات کر لینے ہوں گے!

گھن شام نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراج مطمئن رہیں شام تک سارے انتظامات مکمل کر لئے جائیں گے کاریگر نئی منجنیقوں کی تیاری اور پرانی کی مرمت کے کام میں لگے ہوئے ہیں!

شاباش! مہاراجہ نے گھن شام کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم نے قدم قدم پر تدبر عقل مندی اور وفاداری کا ثبوت دیا ہے!

شکریہ مہاراج! گھن شام ٹھاکر نے کہا! مہاراج سے وفاداری تو ہمارا دھرم بن چکا ہے!

مہاراجہ نے چاروں طرف پھیلے ہوئے بلند و بالا پہاڑی کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان ان بلندیوں کو روند کر قلعے میں پہنچ جائیں گے؟

گھن شام ٹھاکر نے مسکراتے ہوئے کہا! یہ مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے سوائے کسی مہان دیوتا کے کون آکاش کو چومتی ہوئی ان بے پناہ بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے...... پھر ہماری منجنیقوں سے برسنے والے وزنی پتھر اوپر تک پہنچنے والے کے پرخچے اڑا دیں گے

......دوپہر تک مہاراجہ عسکری معاملات کی دیکھ بھال میں مصروف رہا! اپنے محل کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے جگدیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! جگدیش تم ہمارے ساتھ آؤ

اپنے کمرے میں پہنچ کر مہاراجہ نے تمام کنیزوں خادموں اور دربانوں کو تخلیے کا حکم دیتے ہوئے جگدیش کو مخاطب کر کے کہا! ناگ دیوتا پر

کڑی نظر رکھو..... جونہی مسلمانوں کے لشکر یہاں پہنچ جائیں اسے گرفتار کر کے زندان میں ڈال دینا..... ہم اس کے عوض حاکم بنگالہ سے اپنے مجرم طلب کریں گے اس نے یہ سودا قبول نہ کیا تو ہم اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے منجنیقوں کے ذریعے مسلمانوں کے پڑاؤ میں پھینکیں گے لازمی طور پر اس کا باپ جو کسی قلعے کا حاکم ہے مشتعل ہو کر بغاوت کرے گا..... ویسے ہمیں یقین ہے حاکم بنگالہ ہاشم کے عوض راجکماری اور نمک حرام وردھن کو بخوشی ہمارے حوالے کر دے گا تم سمجھ رہے ہو نا!

جگدیش نے جھک کر مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے کہا! مہاراج کے فرمان کی تعمیل ہو گی..... جان کی امان..... لگتا ہے ماتا مہارانی اور شیو دیوتا دونوں نے دھوکہ کھایا ہوا ہے ہاشم ناگ دیوتا ہو ہی نہیں سکتا!

مہاراجہ نے اپنے مخمل کے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا! وہ ناگ دیوتا تو کیا۔ بھگوان بھی ہو تب بھی ہم اسے معاف نہیں کریں گے..... ہم نے ہر قیمت پر اپنے مستقبل کو غیر یقینی کے عذاب سے نکالنا ہے..... جب تک چندر کانت کا قصہ تمام نہیں ہوتا بہت بڑا خطرہ ہے۔

پھر مہاراجہ نے کہا! اب تم جاسکتے ہو اور سنو اس بات کا ماتا مہارانی کو علم نہیں ہونا چاہیے!

جگدیش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج کے فرمان کے مطابق سارا کام مکمل اور رازداری سے سرانجام دیا جائے گا..... ٹھیک ہے اب تم جاسکتے ہو.....''

دن ڈھلے ماڑھی کے قلعہ دار راجہ سبھاش بیس 20 ہزار سواروں اور چالیس ہزار پیادہ لشکر کے ساتھ قلعے میں پہنچ گیا۔ شام سے کچھ دیر پہلے سچیت گڑھ کے قلعے کا حاکم مہیش اور پریم نگر کا قلعہ دار لچھمن بھی اپنے اپنے لشکروں کے ہمراہ پہنچ گئے..... رات کو مہاراجہ نے پھر دربار منعقد کیا سبھاش لچھمن اور مہیش کے نمسکار قبول کرتے ہوئے پہلے ان سے وفاداری کا حلف لیا اور پھر تشویش بھرے لہجے میں کہا!

ہمیں ابھی تک منگل سنگھ کی کاروائیوں اور سرگرمیوں کی کوئی خبر نہیں دی گئی..... ہمیں تشویش تو ہے مگر ہم مایوس نہیں ہیں کیونکہ ہمیں منگل سنگھ کی قائدانہ صلاحیتوں بے پناہ تجربوں اور بہادرانہ منصوبہ بندیوں اور حکمت عملیوں پر بھروسہ ہے ہمیں امید ہے وہ مسلمانوں کی دہشت گردی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے دم لیں گے۔ وہ جب واپس لوٹیں گے تو ان کے پاس ہزاروں تخریب کاروں اور قاتلوں کے لٹے ہوئے سر ہوں گے اور ہم مسلمان اگروادیوں کے سروں کا مینار قلعے کے بڑے دروازے کے سامنے تعمیر کروائیں گے..... منگل سنگھ کی مدد کے لیے ہم ایک کمک روانہ کر دینا چاہتے ہیں اس مقصد کے لیے ہم سبھاش کو موزوں ترین سمجھتے ہیں!

سبھاش نے کھڑے ہو کر کہا! مہاراج کے حکم کی تعمیل ہو گی..... ہم راج سنگھاسن کی حفاظت کے لیے اس ملک کے دشمنوں کے خون کی ندیاں بہا دیں گے..... ہم مہاراج کے اعتماد پر پورا اترنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے..... ہم کل ہی محاذ جنگ کو روانہ ہو جائیں گے!

شاباش مہاراجہ نے کہا! ''ہمیں تم سے اسی جواب کی توقع تھی''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد مہاراج نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ٹھاکر جی! ہم کھنڈے راؤ کے بارے میں بڑے فکر مند ہیں!

گھن شام ٹھاکر نے بڑے اعتماد اور وثوق سے کہا! مہاراج! کھنڈے راؤ ایک بہادر اور غیرت مند اور قوم پرست آسامی سپاہی ہے۔ ہمیں

بلاوجہ اس کی نیت پر اس کی عدم موجودگی میں شک نہیں کرنا چاہیے...... مہاراج کو معلوم ہے کھنڈے راؤ جی کا پورا کنبہ اس وقت قلعے میں رہائش پزیر ہے...... خون کے ان رشتوں کی زندگی کا سوال کھنڈے راؤ کو کسی قسم کا کوئی غلط قدم اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا خلیج میں طوفان آ گیا ہوگا...... ہوسکتا ہے وہ منگل سنگھ کے ساتھ مل کر اس وقت مسلمان اگرواویوں کے خلاف جنگ لڑ رہا ہو......!

مہاراجہ نے اطمینان سے کہا! تم ٹھیک ہو ٹھاکر! وہ اپنے خاندان کی زندگی کے سوال پر ضرور غور کرتا ہوگا!

کھنڈے راؤ کے بوڑھے باپ نے کھڑے ہو کر اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراج! کھنڈے ہمارا بیٹا ہے ہم اس کی فطرت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ اس ملک اور اس قوم کا غدار نہیں ہوسکتا...... بھگوان کے واسطے اس کی عدم موجودگی میں اس کی نیت پر شک کر کے ہم سب کو رسوا نہ کیا جائے!

مہاراجہ نے قدرے برہمی سے کہا! ہم بلاوجہ کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کریں گے...... ہم جانتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ راؤ خاندان نے آسام کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں ناقابل فراموش اور قیمتی خدمات سرانجام دی ہیں...... مگر کھنڈے راؤ کے پتا جی کو یہ معلوم نہیں کہ اس کے بیٹے نے جنگ میں ہمیں کس قدر مایوس اور دل آزردہ کیا ہے...... ہم گزرے وقت کی تلخ یادوں کو دوہرانا مناسب نہیں سمجھتے ہم ان تمام لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں جنہوں نے ہم سے بے وفائی آسام سے غداری اپنے پیشے سے بے انصافی اور اپنے آپ سے زیادتی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے بھگوان نے انہیں اپنے جرم کی تلافی اور معافی کا آخری سنہری موقع دیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ آگے بڑھ کر اپنے لباسوں پر لکھی ہوئی سیاہی کو اپنے لہو سے دھو ڈالیں...... کچھ لوگ ہمیں اپنے چچا جے دھج سنگھ کا قاتل سمجھتے ہیں...... یہ اپنائے ہے نادانی ہے بہت بڑی غلط فہمی ہے...... جے دھج سنگھ نے جیون تیاگ کی ہے ہم نے اسے قتل نہیں کیا...... وہ بدنصیب اپنی بدچلن بے حیا اور آوارہ بیٹی چندر کانت جس نے ایک مسلمان نوجوان کے عشق میں مبتلا ہو کر پہلے اپنے منگیتر آسام کے سیناپتی اور ہمارے بھائی کو دھوکے سے قتل کروایا پھر اس کے ساتھ فرار ہونے لگی تو مہاراجہ نے اسے قیدی بنا کر یہاں بھیج دیا...... دکھ اور ناموس کا یہی صدمہ جے دھج کی موت کا سبب بن گیا...... ہم نے اصل حقیقت سے سب کو آگاہ کر دیا ہے آج کے بعد اگر کسی نے ہمارے خلاف زبان درازی کی جرات کی تو اس کی زبان کاٹ کر کتوں کے آگے ڈال دی جائے گی!

ایک بوڑھے آسامی سردار نے کھڑے ہو کر کہا! مہاراجہ وشواش کریں کوئی بھی آپ کے خلاف زبان کھولنے کی جرات نہیں کر سکتا...... راجکماری چندر کانت کو دربار میں لایا جائے ہم اس بے غیرت بے شرم اور رشتوں کے تقدس کی قاتلہ کو سزا دینا چاہتے ہیں!

مہاراجہ نے کہا! لوگو! اس کمینی نے پورے آسام کو رسوا کر کے رکھ دیا ہے اس نے راجہ اور پرجا دونوں کی آبرو نیلام کر دی ہے...... ابھی اس چڑیل کو سزا دینے کا وقت نہیں آیا...... حاکم بنگالہ سے نمٹنے کے بعد ہم اس فاحشہ کو سرعام عبرتناک سزا دیں گے......"

مگر وہ ہے کہاں؟

ایک دوسرے سردار نے پوچھا تو مہاراجہ نے غصے سے کہا! تم کون ہو ہم سے اس قسم کے سوال کا جواب طلب کرنے والے!

اس سردار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کیجیے مہاراج! ہم نے ایک آسامی کی حیثیت سے پوچھا ہے...... راجکماری کی بے غیرتی کا زخم

ہم نے بھی اپنے سینے کے اندر محسوس کیا ہے۔

مہاراجہ نے کہا! ہم نے کہہ دیا ہے وقت پر سب کے سامنے اس کا خون بہایا جائے گا!

ایک منتری نے کہا! جان کی امان...... سنا ہے وہ مسلمان قیدی جس کو راجکماری سے منسوب کیا جاتا ہے اصل میں ناگ دیوتا ہے!

مہاراجہ نے تخت پر پہلو بدلتے ہوئے بے چینی سے کہا! تم نے ٹھیک سنا ہے!

پھر مہاراجہ نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا! یہ وقت ایسی فضول قسم کی باتوں پر بحث کا نہیں ہے دشمن کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک سنائی دے رہی ہے...... آسام کی آزادی خطرے میں ہے...... اس خطرے سے نمٹنے کے منصوبے پر غور کرنے کا وقت ہے!

مہاراجہ نے کہا! راجہ مہیش اور لچھمن دونوں کے لشکر بنگال کو جانے والی شاہراہ پر اپنا پڑاؤ ڈالیں گے اور حاکم بنگالہ کے بڑھتے ہوئے لشکروں کو روکنے کی کوشش کریں گے!

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! اور سبھاش تم صبح صبح منگل سنگھ کی مدد کے لیے روانہ ہو جاؤ گے...... تینوں راجوں نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا دیے مہاراجہ ایوان کے بغلی دروازے سے نکل کر محل کی طرف چلا گیا...... گھن شام ٹھاکر جگدیش اور مہاراجہ کے محافظوں کے سردار ساجن اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

ایک برآمدے میں رکتے ہوئے مہاراجہ نے کہا! لگتا ہے جے دھج سنگھ کے غم میں گھلنے والوں کی کافی تعداد قلعے میں موجود ہے...... گھن شام یہ لوگ ہماری راہ میں کسی وقت بھی کوئی ہلاکت خیز مصیبت کھڑی کر سکتے ہیں...... تم جانتے ہو اس کشتی کو بچانا بہت مشکل ہوتا ہے جس کے پیندے میں اس کا کوئی ملاح سوراخ کر رہا ہو...... ہم چاہتے ہیں مسلمانوں کے حملے سے پیشتر ان تمام لوگوں کا خاتمہ کر دیا جائے جو مہاراجہ جے دھج کی بیٹی چندر کانت کے حامی ہیں!

گھن شام ٹھاکر نے سر جھکا کر کچھ سوچتے ہوئے کہا! حکم کی تعمیل ہوگی!

مہاراجہ نے کہا! ہم اس سلسلے میں کسی قسم کی تاخیر کو برداشت نہیں کر سکتے...... تم جانتے ہو یہ ہماری بقا کا مسئلہ ہے ہمیں اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک ان تمام غداروں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا جن کی ہمدردیاں چندر کانت کے ساتھ ہیں!

گھن شام ٹھاکر نے کہا! مہاراج کی یہ خواہش ہے تو ہم ابھی اور اسی وقت اپنا کام شروع کر دیتے ہیں!

مہاراجہ کرشن نے آہستہ سے کہا! ایسا کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے اگر چندر کانت ہمارے قبضے میں ہوتی تو شاید اس قدر عجلت کی ضرورت پیش نہ آتی مگر اب تو ایک ایک لمحے کی تاخیر نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے...... ہم اندرونی دشمنوں سے بے فکر ہو کر ہی مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں!

گھن شام ٹھاکر نے کہا! ہم ابھی اپنا کام شروع کر دیتے ہیں!

ٹھیک ہے۔ مہاراجہ کرشن کمار نے کہا! مگر رازداری سے کام ہونا چاہیے۔ کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں پھیلنا چاہیے...... تم چاہو تو ساجن بھی تمہارا ساتھ دے سکتا ہے!

ساجن نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ٹھاکر جی! ضرورت محسوس کریں گے تو ہم اپنے ماتحتوں کو ساتھ لے کر پہنچ جائیں گے مہاراجہ کی حفاظت کرنا ہی ہمارا فرض منصبی ہے ہم ان تمام سوراخوں کو بند کر دیں گے جہاں جہاں سے ہمارے مہاراج کو گرم ہواؤں کے گزرنے کا خطرہ ہو سکتا ہے!

مہاراجہ نے اپنی خوابگاہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا! جگدیش ہم نے ناگ دیوتا کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ یاد ہے نا! بڑی رازداری کی ضرورت ہے۔

مہاراج فکر نہیں کریں...... جگدیش ایسے کاموں میں بڑی مہارت رکھتا ہے......

اسی لمحے ماتا مہارانی کمرے میں داخل ہوئی مہاراجہ نے کھڑے ہو کر ماتا کا استقبال کیا اس کے چرن چھوئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا...... ماتا جی! رات کا ایک پہر بیت گیا ہے ابھی تک آپ سوئی کیوں نہیں؟

ماتا مہارانی نے کرشن کمار کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! جس ماتا کا بیٹا پریشان ہو اسے نیند کیسے آ سکتی ہے۔

نہیں ماتا جی! مہاراجہ نے کہا! ہم پریشان نہیں ہیں تم آرام سے سو جاؤ...... ہم نے تمام ضروری فیصلے کر لیے ہیں!

ماتا مہارانی نے کہا! بیٹا سب سے پہلے ان تمام ذلیلوں کو قتل کرا دو جن پر چندر کانت کے حامی ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے یہ بہت ضروری ہے ان تمام رخنوں اور سوراخوں کی اچھی طرح بند کر دو جہاں سے کسی بدخبری کی گرم ہواؤں کے گزرنے کا احتمال ہے!

مہاراجہ کرشن کمار نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم تمہارے سپوت ہیں ہم نے ابھی ابھی گھن شام ٹھاکر جگدیش اور ساجن کو اسی کاروائی کا حکم دیا ہے...... کل شام تک تمہارے بیٹے کے تمام مخالف اگلی دنیا میں پہنچ جائیں گے!

ماتا مہارانی نے ہنستے ہوئے بیٹے کی پیشانی چوم کر کہا! پہنچ جائیں گے نہ کہو پہنچا دیئے جائیں گے۔"

پھر ماتا مہارانی نے گھن شام جگدیش اور ساجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہمیں تم پر پورا یقین اور بھروسہ ہے امید ہے تم ہمارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے...... دیکھو یہ کام بڑی رازداری سے سرانجام دینا ہے...... اس طرح سے تم نے اپنی کاروائی کرنی ہے کہ دیکھنے والوں کو تخریب کاری معلوم ہو!

پھر اس نے مہاراجہ کو مخاطب کر کے کہا! سردست نیلم کمار کو کچھ نہیں کہنا...... جنگ کے دوران اسے ختم کرنا اس کا قتل مشکوک و شبہات پیدا کر کے ہلچل اور افراتفری کا باعث بن سکتا ہے...... اس کا قتل بے حد ضروری بھی ہے کیونکہ وہ جے دھج سنگھ کا بھانجا بھی ہے چندر کانت کے بعد وہ تخت و تاج کا دعوے دار بن سکتا ہے!

گھن شام ٹھاکر نے مہاراجہ کے جواب دینے سے پہلے مسکراتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی ہم غافل نہیں ہیں۔ مستقبل کے خطرات کا معاملہ ہر وقت ہمارے پیش نظر رہتا ہے نیلم کمار ہماری نظروں میں ہے اس کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے مگر اس سلسلے میں ہم جلد بازی سے کام نہیں لیں گے اسے دوران جنگ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا...... ویسے بھی اگر اس کو کسی مضبوط آدمی نے سہارا نہ دیا تو وہ اپنی ذات کے حوالے سے ایک کمزور آدمی ہے!

وہ تو ٹھیک ہے! مہارانی نے کہا! وہ سہا اور اپنی ذات کے خول چھپا ہوا تو جوان ہے مگر ہم اس کی جے دھیج سنگھ سے قرابت داری کو نظر انداز نہیں کر سکتے..... تمہیں معلوم ہونا چاہیے..... دشمن گیدڑوں کو شیر بنا دیا کرتے ہیں!

مہاراجہ نے کہا! ماتا جی! ہم نے کب کہا ہے کہ ہم اسے معاف کرنے والے ہیں ہم نے اپنے دشمنوں کی فہرست میں اس کا نام پہلے لکھا ہوا ہے..... خون کے رشتے کے اعتبار سے اس کی اہمت کو ہم بخوبی سمجھتے ہیں......"

اپنی مہکی مہکی طلسماتی اور سحر طراز خوابگاہ میں پہنچ کر جب مہاراجہ کرشن کمار اپنی معمول کی رنگین بداعمالیوں عیش کوشیوں اور گناہ آلودہ سر گرمیوں میں مشغول ہو گیا! تو ساجن نے ایک ماتحت کو بلا کر کہا! راجیش ہم گھر تک جانا چاہتے ہیں ایک بہت ضروری کام ہے ہم جلد لوٹ آئیں گے ہمارے آنے تک ہوشیار رہنا تمہیں معلوم ہے آج کل مہاراجہ کا مزاج بڑا گرم ہے وہ بات بے بات بھڑک اٹھتا ہے اور غصے میں آ کر موت کی سزاؤں کے احکام صادر کر دیتا ہے۔"

راجیش نے بڑے اطمینان سے کہا! ساجن جی! تم اطمینان سے گھر جاؤ ہم چوکس اور ہوشیار رہیں گے قیامت نہیں آئے گی......"

ساجن مسکراتا ہوا چل پڑا وہ کئی راہداریوں برآمدوں اور غلام گردشوں کو عبور کرتا ہوا شاہی محلات کے علاقے سے نکل کر قلعے کی فیصل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف بڑھنے لگا قلعے کے میدان میں ہر طرف خیمے ہی خیمے دکھائی دے رہے تھے دور دور تک مشعلوں اور قندیلوں کی لرزتی ہوئی روشنیاں کسی جادو نگری کا طلسماتی منظر پیش کر رہی تھیں ساجن لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا قلعے کی بلند و بالا فصیل کے سائے سائے اس طرف کو بڑھ رہا تھا جس طرف کھنڈے راؤ کی عالی شان حویلی تھی حویلی کے دروازے پر کچھ مسلح سپاہی پہرہ دے رہے تھے!

ساجن نے ان کے قریب پہنچ کر ایک سپاہی کو مخاطب کر کے کہا! ہم ابھی اور اسی وقت راؤ جی سے ملنا چاہتے ہیں ہم مہاراجہ کا ایک بہت ضرری پیغام لائے ہیں۔

سپاہی نے کہا! اس وقت راؤ جی پوجا میں مصروف ہیں۔ تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑے گا!

"نہیں" ساجن نے برہمی سے کہا! ہم انتظار نہیں کر سکتے رامارا ؤ جی کو ہمارے آنے کی اطلاع کی جائے۔"

......سپاہی نے حویلی کا دروازے کھول دیا ساجن سپاہی کے ساتھ ساتھ ایک طویل برآمدے میں چلتا جا رہا تھا ایک کمرے کے دروازے پر رک کر سپاہی نے آہستہ سے دستک دی..... تھوڑی دیر بعد اندر سے ایک خوبرو لڑکی نکلی!

اس نے پوچھا! کیا بات ہے؟ تمہیں معلوم نہیں پتا جی اس وقت گنیش دیوتا کی پوجا کیا کرتے ہیں!

سپاہی نے ہاتھ جوڑ کر کہا! خبر ہے مگر یہ مہاراجہ کا کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہیں اور اسی وقت راؤ جی سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں!

لڑکی نے ساجن کی طرف دیکھ کر بڑی شائستگی سے کہا! تم دیوان خانے میں بیٹھو پتا جی آتے ہیں!

ساجن نے جلدی سے کہا! نہیں بہن ہم ایک لمحہ بھی انتظار نہیں کر سکتے ہمارے پاس بڑا اہم پیغام ہے راؤ جی کو اطلاع دے دو کہ مہاراجہ کا خاص آدمی آیا ہے..... وقت بہت کم ہے اور معاملہ بڑا گھمبیر ہے ایک لمحے کی تاخیر نا قابل تلافی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔

تمہارا نام؟

ساجن نے اس کی طرف دیکھ کر کہا! تم نام کو چھوڑو...... وقت ضائع نہ کرو اور راما کو اطلاع کر دو!

چند لمحوں بعد اس لڑکی نے دوبارہ آ کر کہا! پتا جی نے بلایا ہے۔

ساجن نے راما راؤ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! راؤ جی وقت بہت کم ہے موت کے خونخوار عفریت اپنے خوفناک عزائم لیے بڑی سرعت سے ہمارے دروازوں تک پہنچنے والے ہیں۔"

ساجن بیٹے کیا بات ہے تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟ بوڑھے راما نے پوچھا تو ساجن نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

راؤ جی! ہم تخلیے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں!

راؤ نے کہا! یہ ہماری بیٹی سادھنا ہے...... جو کچھ کہنا ہے بے دھڑک کہہ دو!

ساجن نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سادھنا کی طرف دیکھ کر کہا! بہن جی معاف کر دینا تم سے ہمکلام ہوتے وقت ہم نے شایان شان الفاظ استعمال نہیں کیے۔

سادھنا نے بڑی مروت سے کہا! بھائی جی کوئی بات نہیں ہم تمہاری کسی بات سے آزردہ نہیں ہوئے ہیں!

راما نے کہا! ساجن! ہم تمہیں کھنڈے راؤ کی طرح عزیز سمجھتے ہیں ہمیں اپنی مصیبت بتاؤ ہم مقدور سے زیادہ تمہاری مدد کریں گے!

ساجن نے کہا! راؤ جی! سردست تو اس حویلی میں موت کا رقص ہونے والا ہے ہمیں اپنی نہیں اس حویلی کے مکینوں کی ہلاکت کا غم پریشان کر رہا ہے۔"

راما راؤ نے تشویش بھرے لہجے میں کہا! ساجن تم کیا کہنا چاہتے ہو...... اس حویلی کی جانب موت کے عفریت کس کے حکم سے بڑھ رہے ہیں!

ساجن نے کہا! راؤ جی! تمہیں معلوم ہے مہاراجہ کی گندی غلیظ! رگوں میں لہو کی بجائے ظلم کے اندھیروں کی درندگی گردش کرتی رہتی ہے...... وہ انسانی لبادے میں چھپا ہوا خونخوار بھیڑیا ہے وہ ہر وقت خون ریزی اور ہلاکت خیزی کے منصوبے سوچتا رہتا ہے۔ اس نے راؤ خاندان کی ہلاکت کا حکم صادر کر دیا ہے!

مگر کیوں؟ راما کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں جھلملانے لگیں اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا! ہمارا جرم کیا ہے آخر وہ کونسی ایسا خطا ہے جس کے داغ ہمارے لہو سے دھوئے جائیں گے!

ساجن نے کہا! تمہاری سب سے بڑی خطا یہی ہے کہ تم راجکماری چندر کانت سے کچھ ہمدردی رکھتے ہو تمہارے...... اس معصوم گناہ کی سزا موت تجویز کی گئی ہے اگر آج رات تک کھنڈے راؤ یہاں نہیں پہنچ جاتا تو صبح ہوتے ہی گھن شام ٹھاکر کے بھیڑیے اس حویلی میں گھس کر موت کا بازار گرم کر دیں گے!

راما نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم اتنی آسانی سے مہاراجہ کی چھری تلے گردنیں نہیں جھکائیں گے ہم خون کے آخری قطرے اور آخری سانس

تک ظلم کے دیو کے خلاف لڑیں گے ہم ظالم مہاراجہ کو آسام کے لاکھوں بے گناہوں کی گردنوں میں غلامی کے تپتے ہوئے طوق ڈالنے کی اجازت نہیں دیں گے...... ہم راجکماری کو کل بھی تخت وتاج کا جائز حقدار سمجھتے تھے اور آج بھی سمجھتے ہیں۔ اور بھگوان کی کرپا سے جب تک زندہ رہیں گے اس کے حق کے لئے لڑتے رہیں گے!

پھر اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! نجانے وہ بے گناہ اس وقت کہاں ہوگی نجانے زندہ بھی ہے یا ظالموں کے ظلم کی بھینٹ چڑھ گئی ہے!

ساجن نے اٹھتے ہوئے کہا! راؤ جی ہمارا دل کہتا ہے کہ راجکماری زندہ ہے اور کسی ناقابل شکست طاقت سے سائے تلے محفوظ ہے!

یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟

رامار اؤ نے پوچھا تو ساجن نے کہا! ظالم ماتا مہارانی نے اسے شیو دیوتا کے مندر میں قید کرایا ہوا تھا مگر اب وہ وہاں نہیں ہے اس بات پر مہاراجہ اور ماتا مہارانی میں کافی جھگڑا بھی ہوا تھا...... لگتا ہے راجکماری اس وقت مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ اگر ہمارا یہ گمان صحیح ہے تو رامار اؤ جی پھر یقین کیجئے کہ بہت جلد آسام کے تخت پر راجکماری چندر کانت جلوہ فرما ہوگی!

تمہارے خیال میں اگر حاکم بنگالہ نے یہ قلعہ فتح کر لیا تو وہ آسام کا تخت وتاج راج کماری چندر کانت کے حوالے کر دے گا!

ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا! راؤ جی! بھگوان سے حاکم بنگالہ کے جلد از جلد یہاں پہنچ جانے کی دعا کیجئے...... حاکم بنگالہ آسام کو غلام بنانے اور کشور کشائی کے جنون میں یہاں نہیں آ رہا اس نے راجکماری چندر کانت کو بیٹی کہا ہے اور تم نہیں جانتے مسلمان اپنی بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کے ناموس کے معاملے میں کتنے سخت گیر ہوتے ہیں۔ ہم نے حاکم بنگالہ کو ایک جنگ میں بڑے قریب سے دیکھا ہے بھگوان کی قسم وہ دیوتا لگتا ہے...... ہمت کا پہاڑ ہے عزائم کا بیکراں سمندر ہے...... بھگوان کی قسم وہ آسام کا نجات دہندہ ثابت ہوگا!

رامار اؤ بڑی حیرت سے ساجن کی طرف دیکھ رہا تھا جب ساجن خاموش ہو گیا تو اس نے کہا! ساجن کہا ہم اسے اپنی بے بسی اور بے چارگی کی انتہا سمجھیں کہ تم دشمن کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے پر مجبور ہو چکے ہو!

ساجن نے اٹھتے ہوئے کہا! "نہیں رامار اؤ جی نہیں" مسلمان ہمارے دشمن نہیں ہیں ہمارے دشمن تو ہمارے وہ اپنے طاقت ور لوگ ہیں جو اقتدار کے نشے میں ڈوب کر کسی بدمست ہاتھی کی طرح ہر کسی کو اپنے پاؤں تلے روندنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔

اسی وقت ایک سپاہی نے اندر آ کر کہا! راؤ جی! کھنڈے راؤ آ گئے ہیں...... رامار اور سادھنا کے ساتھ ساتھ ساجن بھی اٹھ کھڑا ہوا!

رامار اؤ نے پوچھا! ہمارا بیٹا کہاں ہے؟

سپاہی نے کہا! قلعے کے دروازے پر نوبت بج رہی ہے ایک ہرکارہ باہر کھڑا ہے!

رامار اؤ نے کہا! "اسے اندر بلاؤ"

سپاہی نے باہر نکل کر آواز دی! "آ جاؤ تمہیں راؤ جی یاد کر رہے ہیں"

ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوا اس نے پہلے رامار اؤ کے قدم چھوئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا!

رامار اؤ نے پوچھا! ہمارا بیٹا کہاں ہے؟

سپاہی نے کہا! راؤ جی کھنڈے راؤ قلعے میں داخل ہو چکے ہیں اس وقت وہ سیناپتی کے پاس ہیں تھوڑی دیر بعد یہاں پہنچ جائیں گے۔

رامار اؤ نے پھر کہا! کھنڈے راؤ نے اتنی دیر کیوں کر دی؟

سپاہی نے مسکرا کر سر جھکاتے ہوئے کہا! راؤ جی! سردار کھنڈے راؤ! آسام کی آزادی کی جنگ لڑتے رہے ہیں!

کیا مطلب! راما نے پوچھا! کہیں مسلمانوں سے ٹکراؤ تو نہیں ہو گیا تھا!

سپاہی نے کہا! راؤ جی! یہ کہانی ایک راز ہے...... اور اس راز کے عیاں ہونے کا ابھی وقت نہیں ہے۔

ساجن نے بنظر غائر کھنڈے راؤ کے سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم سپاہی کی بجائے مدبر لگتے ہو!

سپاہی نے مسکرا کر کہا! دیوتاؤں کی صحبت کا اثر انسان کو مدبر بنا دیتا ہے۔ خوش قسمتی سے چند روز دیوتاؤں کی صحبت میں بسر کرنے کا موقع مل گیا تھا جس کے اثرات آتما کی گہرائیوں تک پھیل چکے ہیں!

ساجن نے پھر کہا! بڑے خوش قسمت ہو کون کون سے دیوتاؤں سے ملنے کا موقع ملا ہے۔

سپاہی نے کہا! ان کے نام تو نہیں بتا سکتا مگر اتنا بتا دیتا ہوں کہ بھگوان کی کرپا سے تم سب ان کا بہت جلد دیدار کرو گے!

سادھنا نے سپاہی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! کاشی رام! مسلمانوں کے ساتھ ٹاکرے میں ہمارے بھیا فتح مند ہوئے ہیں نا!

کاشی رام نے سر جھکاتے ہوئے کہا! تمہارے بھیا دیوتاؤں کی مدد سے آسام کے دشمنوں کو خاک وخون کی کہانی بنا چکے ہیں۔ آکاش پر تمہارے بھائی کی فتح کے بہت بڑے بڑے فیصلے ہو چکے ہیں سادھنا جی تمہارے بھیا کی فتح آسام کی فتح ہے...... زندگی کی جیت ہے...... موت کی شکست ہے!

رامار اؤ نے پوچھا! منگل سنگھ کہاں ہے؟...... کیا شیو دیوتا اور ناگ دیوتا کے مندر مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کرا لئے گئے ہیں؟

کاشی رام نے کہا! راؤ جی! کہا ہے نا بھگوان کی کرپا سے ایک ایک کر کے تمام الجھنیں دور ہو گئی ہیں الم کے کوہ گراں ریت کے گھروندوں کی طرح خود بخود ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔ گھمبیر سیاہ ڈراؤنی رات ڈھلتے ڈھلتے اب آخری سانسیں لے رہی ہے...... سہانی صبح ہونے والی ہے...... آسام کے نجات دہندوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی نغمگی روتی ہوئی مظلوم فضاؤں میں گونجنے والی ہے!

رامار اؤ نے بادیدہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھ کر کہا! کاشی رام جی تم تو سچ مچ معمے کی طرح لگنے لگے ہو...... آسام کے نجات دہندہ کون ہیں؟

کاشی رام نے کہا! راؤ جی! وہ ہم سب ہیں...... کھنڈے راؤ جی ہیں...... اور کون ہو سکتا ہے ہم نے دور دور تک پھیلے ہوئے منحوس اندھیروں میں اپنے لہو کے چراغ جلا کر آنے والوں کے کل کو روشن کرنا ہے...... دیوتا ہماری مدد کریں گے۔''

''ٹھیک ہے'' رامار اؤ نے کہا! ہم اپنے لہو کے چراغ جلائیں گے...... ہم آسام کے مقدر کی تاریک راہوں کو ضرور روشن کریں گے۔''

ساجن نے رامار اؤ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! راؤ جی! اب تو ہمیں پورا یقین ہو گیا ہے کہ بھگوان ہماری مدد کرے گا...... کھنڈے راؤ کا سا

نازک وقت پر آجانا اس بات کا ثبوت ہے کہ ابھی اس سنسار کو ہماری ضرورت ہے دشمنوں کے عزائم اسی طرح بھگوان کی کرپا سے خاک میں ملتے رہیں گے...... زندگی مبارک ہو...... ہمیں آ گیا دی جائے ہم کاشی رام جی کی پردوں میں چھپی ہوئی باتوں کا مفہوم سمجھ چکے ہیں بڑی شبھ سا چار ہیں...... صبح ہونے والی ہے...... ظلم وزیادتی کی منحوس بوجھل رات اب ختم ہونے والی ہے...... ہم آ گیا چاہتے ہیں ہوسکتا ہے مہاراجہ کھنڈے راؤ کو اسی وقت طلب کرلے!

راما راؤ نے ساجن کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہم تمہارے ممنون رہیں گے تم نے ایک بہت بڑے خطرے سے ہمیں آگاہ کردیا ہے...... ساجن کسی چھلاوے کی طرح راما راؤ کی حویلی سے نکل کر اندھیرے میں غائب ہوگیا...... نوبت نقارے بجانے جارہے تھے ہاتھیوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھیں...... آسمان پر ستاروں کا ملکوتی سفر جاری تھا...... ساجن جب شاہی محل میں پہنچا تو سانس کی سانجھ پھولی ہوئی تھی!

ساجن نے راجیش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! مہاراجہ نے ہمیں طلب تو نہیں کیا؟

راجیش نے کہا! ابھی تو نہیں...... مگر لگتا ہے طلب یے جانے والے ہو...... کیونکہ اطلاع آئی ہے کہ کھنڈے راؤ پہنچ گیا ہے۔

ساجن نے کہا! ہم سن چکے ہیں اسی لیے تو ہم دوڑتے ہوئے آئے ہیں...... ابھی ساجن نے بات ختم نہیں کی تھی کہ آسام کی فوج کے سینا پتی گھن شام ٹھاکر چند سپاہیوں کے ساتھ پہنچ گیا اس کے ساتھ کھنڈے راؤ بھی تھا...... کھنڈے راؤ کے چہرے پر طمانیت تھی جبکہ گھن شام ٹھاکر کے چہرے پر سوچوں کے جال بچھے ہوئے تھے۔"

گھن شام نے ساجن کی طرف دیکھ کر کہا! مہاراجہ کو ہماری اور کھنڈے راؤ کے آنے کی اطلاع کردو۔"

ساجن نے جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بہت اچھا مہاراج...... اور پھر آگے بڑھ کر کہا!

چند لمحوں بعد اس نے آکر کہا!" جایئے مہاراجہ بلا رہے ہیں"

...... کھنڈے راؤ اور گھن شام دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے مہاراجہ کی خوابگاہ میں داخل ہوئے مہاراجہ شراب کے نشے میں بدمست تھا اس کے پہلو میں ایک خوبصورت حسینہ مدہوش پڑی تھی...... دونوں نے قاعدے کے مطابق جھک کر مہاراجہ کے قدم چومے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔"

مہاراجہ نے نشے سے ہچکی لے کر پوچھا! کھنڈے تم کہاں رہ گئے تھے...... ہم تمہاری وجہ سے بہت پریشان تھے!

کھنڈے راؤ نے کہا!" مہاراج خلیج میں طوفان آ گیا تھا"

مہاراجہ نے کہا" ٹھیک ہے...... ہمارا بھی یہی خیال تھا...... ساگر میں طوفان آتے رہتے ہیں...... منگل سنگھ کی خبر ہے تمہارے پاس؟

"جی مہاراج" کھنڈے راؤ نے جھکتے ہوئے کہا! منگل سنگھ کے فوجیوں نے شیو دیوتا کے مندر کو گھیرے میں لے رکھا ہے امید ہے کہ ایک دو دن کے اندر اندر مسلمانوں کو رسوں سے باندھ کر یہاں پہنچ جائیں گے۔"

مہاراجہ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا! ہمیں منگل سنگھ سے یہی توقع تھی...... ہم مسلمانوں اگر وادیوں کو شیروں کے آگے ڈال دیں گے اس بہت بڑی فتح کا جشن مسلمانوں کے خون کی ہولی سے منایا جائے گا...... کھنڈے تم نے بڑی شبھ سماچار سنائی ہے...... ہم بہت خوش ہوئے ہیں...... بیٹھو...... یہ شراب پیو...... تم نے ایسی عمدہ شراب کبھی نہیں پی ہوگی!

کھنڈے راؤ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج کی کرپا ہے...... ہم اس وقت مندر جا کر شیو دیوتا کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں شیو دیوتا نے قدم قدم پر ہماری بڑی مدد کی تھی...... منگل سنگھ کی ہار کو شیو دیوتا کی شکتی نے جیت میں بدل دیا ہے...... منگل سنگھ نے خصوصی طور پر ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم سب سے پہلے شیو دیوتا کا شکریہ ادا کریں۔

مہاراجہ نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مگر وہ تو یہاں رہے ہیں؟

کھنڈے راؤ نے کہا! مہاراج دیوتاؤں کی شکتی سارے سنسار میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے وہ جہاں چاہیں جس وقت چاہیں اور جس رنگ میں چاہیں پہنچ جاتے ہیں یہ زمان و مکان کی قید تو ہم جیسے لوگوں کے لیے ہوتی ہے دیوتا ان چیزوں سے بالاتر ہوتے ہیں!

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! شاید تم سچ کہتے ہو ہم کل خود شیو دیوتا کی چرن سیوا کرنے جائیں گے!

کھنڈے راؤ نے مہاراجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! آ گیا دیجیے!؟

مہاراجہ نے کہا! ''اجازت ہے'' ''تم جا سکتے ہو شیو دیوتا کے ہماری طرف سے بھی چرن چھو لینا!

کھنڈے راؤ جانے لگا تو مہاراجہ نے کہا! منگل سنگھ کی مدد کی تھی؟

کھنڈے راؤ نے پلٹ کر کہا! مہاراج ہم نے منگل سنگھ کی بڑی مدد کی تھی...... ہم نہیں پہنچتے تو اتنی جلدی منگل سنگھ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے!

کھنڈے چلا گیا تو...... مہاراجہ نے گھن شام ٹھاکر کو مخاطب کر کے کہا! گھن شام! ہمارا دل کھنڈے راؤ کی طرف سے صاف ہو گیا ہے...... مگر دوسرے لوگوں کے بارے میں ہمارا فیصلہ وہی ہے...... صبح تک اس پر عمل درآمد ہو جانا چاہیے۔''

گھن شام ٹھاکر نے کہا! مہاراج اب ہمیں اس منصوبے پر نظر ثانی کرنی پڑے گی ہمارے خیال میں آج کی رات کا منصوبہ کل تک ملتوی کر دیا جائے تو بہتر رہے گا!

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے مگر کل کے بعد ہم تمہیں ایک لمحے کی تاخیر کی اجازت نہیں دیں گے!

گھن شام ٹھاکر نے مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے کہا! تاخیر نہیں ہوگی مہاراج...... ہو سکتا ہے دن کے اجالوں میں سب کام ہو جائیں! راجہ سبھاش کے لشکر صبح صبح روانہ ہو جانے چاہیں...... ہم چاہتے ہیں مسلمان اگر وادیوں اور ہشیاروں کو جلد سے جلد گرفتار کر لیا جائے!

گھن شام ٹھاکر نے کہا! راجہ سبھاش کے لشکر تیار ہیں صبح ہونے سے پہلے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

ٹھیک ہے کرشن کمار نے مسکراتے ہوئے پہلوں میں لپٹی ہوئی گلبدن لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا! مسلمانوں کو باندھ کر شیروں کے آگے ڈالیں

گے بڑا مزہ آئے گا..... جب بھوکے شیر دھاڑتے ہوئے شکار پر جھپٹتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے..... ہم موت کا یہ دلچسپ کھیل سب کو دکھائیں گے۔"

کھنڈے جب گھن شام سے رخصت ہو کر مندر کی طرف مڑنے لگا تو ایک درخت کے سائے کے نیچے سے ساجن نے نکل کر اس کو روکتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ جی! راجہ پرنام سنگھ اور پرتھوی کی جانیں خطرے میں ہیں مہاراجہ نے ان کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

کھنڈے نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا! مگر کیوں؟

ساجن نے کہا! اس وقت ہر اس آسامی کی زندگی خطرے میں ہے جو راجکماری چندر کانت سے ذرہ برابر ہمدردی رکھتا ہے..... تمہارے خاندان کے قتل کا منصوبہ بھی تیار ہو چکا تھا اگر تم نہ آ جاتے تو اب تک نجانے کیا ہو چکا ہوتا!

ٹھیک ہے! کھنڈے راؤ نے کہا! تم جاؤ..... بھگوان نے چاہا تو سب کام ٹھیک ہو جائیں گے..... مہاراجہ کے تمام ناپاک ارادوں پر پانی پھیر دیا جائے گا۔"

مندر میں کھنڈے نے شیو دیوتا کے چرن چھوتے ہوئے کہا! مہان دیوتا ہمارا نام کھنڈے راؤ ہے ابھی ابھی شیو دیوتا کے مندر والے محاذ سے واپس آئے ہیں!

شیو دیوتا نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر کہا! "ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں"

کھنڈے راؤ نے آہستہ سے کہا! "ہم علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں"

شیو دیوتا نے ہاتھ اٹھا کر یاتریوں پجاریوں اور دیوداسیوں کو مخاطب کر کے کہا! "تخلیہ"..... تمام لوگ کمرے سے نکل گئے۔"

شیو دیوتا نے نرملا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "دوراہ بند کر دیا جائے"

نرملا نے دروازے کی طرف بڑھی تو کھنڈے راؤ نے آہستہ سے کہا! "سلطان"! یہ کون ہے؟

سلطان نے حیرت سے کھنڈے راؤ کی طرف دیکھ کر کہا! تمہیں کس نے بتایا ہے کہ ہمارا نام سلطان ہے؟

کھنڈے راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا! سید حیدر امام اور اودھم خان نے تمہیں اور ہاشم کو بہت بہت سلام کہے ہیں۔"

اتنے میں نرملا واپس آ گئی تو سلطان نے کہا! کھنڈے راؤ جی یہ نرملا ہے لوگ اسے ناگ ماتا بھی کہتے ہیں یہ ہماری زندگی ہے یہ ہماری دیو مالائی کہانی کا مرکزی کردار ہے جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے دھڑک کہہ دو۔"

کھنڈے راؤ نے کہا! وقت بہت کم ہے! اس وقت ہم سب ایک نازک موڑ پر آ پہنچے ہیں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے منگل سنگھ کا لشکر تباہ کر دیا گیا..... منگل سنگھ قتل ہو چکا ہے اس کے بچے کھچے لشکر کے سپاہی دھامنی کے قلعے کی طرف فرار ہو چکے تھے..... امید ہے پرسوں تک حاکم بنگالہ کی فوجیں یہاں پہنچ جائیں گی..... ہم سب نے قلعے کے اندر اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اپنے محاذ کو مضبوط بنانا ہے..... سید حیدر امام نے کہا تھا..... شاخ بے وطن ہاشم اور آسام کی دکھیاری راجکماری کا....."

سلطان نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ خاموش ابھی اس نام کے ہونٹوں تک آنے کا وقت نہیں آیا..... تم

آسام کی دکھیاری کو مدھومتی کہہ سکتے ہو!

کھنڈے راؤ نے سلطان کے قدموں پر سر جھکاتے ہوئے کہا! تم بہت بڑے دیوتا ہو...... جب حق و باطل کی اس جنگ کا اختتام ہوگا تو بھگوان کی قسم فتح کا تاج تمہارے سر پر رکھا جائے گا!

سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا! کھنڈے بھائی! ہم سب اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں ہم سب یکساں مسرت کی ان گھڑیوں سے لطف اندوز ہونے کے حق دار ہوں گے...... اب تم جاؤ ہمارے آدمیوں کے لیے اسلحہ زرہیں اور خود پہنچا دیے جائیں...... حق کی نصرت کے لیے سب جنگ میں حصہ لیں گے۔"

رات کے آخری پہر جب ماڑھی کے قلعے دار راجہ سبھاش چندر کانت کا لشکر کوچ کرنے لگا تو حسب قاعدہ نوبت نقارے اور طبل زور زور سے بجنے شروع ہوگئے' سیناپتی گھن شام ٹھاکر سنگرام جگدیش لچھمن مہیش اور دوسرے چھوٹے بڑے سردار سبھاش چند کو رخصت کرنے آئے ہوئے تھے۔ نوبت نقاروں کا شور پورے قلعے میں گونج رہا تھا...... یہ شور جب سوئی ہوئی ماتا مہارانی کے کانوں میں پہنچا تو وہ ہڑبڑا کر جاگ اٹھی اور دربان کو بلا کر پوچھا! یہ شور کیسا ہے کیا مسلمانوں کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے؟

"نہیں جی وہ تو ابھی تک پہنچے ہی نہیں"

مہارانی نے کہا! پھر یہ طبل اور نقارے کیوں بج رہے ہیں؟

دربان نے ہاتھ جوڑ کر کہا! ماتا مہارانی جی! یہ تو راجہ سبھاش چند جی کا لشکر کوچ کر رہا ہے"

مگر کہاں؟ کس کے حکم سے؟

دربان نے کہا! مہاراجہ کے سوا کون کسی کو کوچ کا حکم دے سکتا ہے!

ماتا مہارانی نے اٹھتے ہوئے کہا! مہاراجہ کو اطلاع کرو ہم ابھی اور اسی وقت اس سے ملنا چاہتے ہیں......

دربان چلا گیا تھوڑی دیر بعد مہاراجہ کرشن کمار ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔"

اس نے ماتا مہارانی کے قدم چھوتے ہوئے قدرے حیرانگی سے پوچھا! ماتا جی! خیریت تو ہے کوئی بھیانک سپنا تو نہیں دیکھا!

ماتا مہارانی نے غصے سے کہا! بھیانک سپنا نہیں...... ایک بھیانک حقیقت دیکھ رہی ہو...... مہاراجہ سبھاش چند کو تم کہاں بھیج رہے ہو؟

مہاراجہ نے ماتا مہارانی کے قریب بستر پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا! راجہ سبھاش کو ہم منگل سنگھ کی مدد کے لیے روانہ کر رہے ہیں!

ماتا مہارانی نے غصے سے کہا! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارا بیٹا اتنا احمق اتنا نالائق اور اتنا بے وقوف بھی ہوسکتا ہے۔"

مہاراجہ کرشن کمار نے حیرت سے ماتا جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم سے کون سی ایسی احمقانہ کاروائی ہوئی ہے جو برہمی کا سبب بن رہی ہے؟

ماتا مہارانی نے کہا! ایک طرف تو تم کہتے ہو کہ منگل سنگھ نے مسلمانوں کی فوجوں کو شکست دے کر مندر کی چار دیواریوں کے اندر محصور

ہونے پر مجبور کر رکھا ہے دوسری طرف اس کی مدد کے لیے کمک روانہ کر رہے ہو! کیا پہلی اطلاع غلط ثابت ہوئی ہے؟

نہیں ماتا جی!

مہاراجہ نے جواب دیا تو مہارانی نے کہا! احمق! تمہیں معلوم نہیں مہاراجوں کی طاقت اور دبدبہ صرف سینا کی کثرت سے قائم رہتا ہے۔ کرشن کمار۔ جی راجدھانی میں تمہارے دوستوں بہی خواہوں اور ہمدردوں کی تعداد اتنی نہیں جتنی تمہاری جانی دشمنوں کی تعداد ہے اس نازک موڑ پر جب کہ مسلمانوں کے لشکر راجدھانی کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں تم بے وقوفی سے اپنے وفاداروں اور جان نثاروں کو کم کرنے کی حماقت میں مصروف ہو...... منگل سنگھ کو کمک کی کیا ضرورت ہے اس نے تم سے کمک طلب کی ہے راجہ سبھاش چند تمہارا جان نثار ساتھی ہے...... اس کو تاحکم ثانی راجدھانی سے باہر جانے سے منع کردو"

مہاراجہ نے جلدی سے ایک دربان کو بلا کر کہا! جلدی سے جاؤ راجہ سبھاش چند کو تاحکم ثانی روانگی ملتوی کر دینے کا حکم دے دو!

دربان چلا گیا تو مہارانی نے کرشن کمار کو سمجھاتے ہوئے کہا! کرشن بیٹا بہتر ہے تم اپنے مخالفوں کو راجدھانی سے نکال دو!

مہاراجہ نے کہا! مگر ماتا جی! ہوسکتا ہے وہ حاکم بنگالہ سے مل جائیں۔

ماتا مہارانی نے بے پرواہی سے کہا! مل جائیں گے تو کیا کرلیں گے...... جب تک کوئی قلعہ فتح نہیں کر سکے گا اس وقت تک ہمارا نقصان ہوسکتا ہے...... دیکھو بیٹا ابھی تک ہمارے اقتدار کی کشتی منجدھار کے گرداب میں بلاخیز متلاطم زد میں ہے بلاتاخیر مزید ان تمام غداروں اور بدخواہوں کو قلعے سے نکال دو جو اپنے دلوں میں چندر کانت کے لئے ہمدردی کا نرم گوشہ رکھتے ہیں اور اپنے وفاداروں کی زیادہ اور نامعلوم شخص خوف سے چھپے رہیں...... جب حاکم بنگالہ یہاں سے شکست کھا کر بھاگ جائے تو جو من میں آئے لوگوں سے وہی سلوک کرنا ہم مداخلت نہیں کریں گے...... ہم سے مشورہ کیے بغیر آئندہ کوئی اہم فیصلہ نہیں کرنا!

مہاراجہ کرشن کمار نے ماتا جی کے قدم چھو کر کہا! ماتا جی ہم سے بہت بڑی غلطی سرزد ہونے والی تھی ہم واقعی احمق اور نالائق ہیں آئندہ ہر کام ماتا جی تمہارے مشورے سے کیا کریں گے۔

ایک دربان نے قاعدے کے مطابق جھک کر باآواز بلند کہا! سیناپتی گھن شام ٹھاکر اور راجہ سبھاش چند حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

ماتا مہارانی نے بڑے طمطراق سے کہا! اجازت ہے

...... چند لمحوں میں گھن شام ٹھاکر اور راجہ سبھاش چند ڈرے سہمے کمرے میں داخل ہوئے اور ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔

ماتا مہارانی نے گھن شام ٹھاکر کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا! گھن شام ٹھاکر! تمہیں معلوم ہے ہمارا بیٹا کرشن کمار ابھی بالک ہے ناتجربہ کار ہے سیاست کی باریکیوں کو اچھی طرح سے نہیں سمجھتا...... مگر تم تو تجربہ کار ہو...... پھر تم نے مہاراجہ کو راجہ سبھاش چند جیسے جان نثار اور وفادار سیناپتی کو راجدھانی سے باہر ایک بے مقصد محاذ پر روانہ کرنے کا مشورہ کیوں دیا؟

گھن شام ٹھاکر نے کچھ کہتی ہوئی نظروں سے مہاراجہ کی طرف دیکھا مہاراجہ گھن شام ٹھاکر کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا! اس میں گھن

شام ٹھاکر کا کوئی قصور نہیں ہے۔

ماتا مہارانی نے کہا! مگر گھن شام مہاراجہ کو صائب مشورہ تو دے سکتا تھا!

گھن شام نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''شما کیجئے ماتا مہارانی''

ماتا مہارانی نے راجہ سبھاش چند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! راجہ سبھاش چند ہمارا وفادار اور جان نثار ہے۔ اس کی راجدھانی کے اندر سخت ضرورت ہے۔ راجہ جی تم جا سکتے ہو آرام کرو!

راجہ سبھاش چند نے کہا! قدم قدم وفاؤں کے ان مٹ نقوش چھوڑیں گے..... مہاراجہ اور ماتا مہارانی کی راہوں پر اپنے لہو کے چراغ جلا کر روشنیاں پھیلائیں گے..... یہ ہمارا مردوں والا وچن ہے..... بھگوان کی قسم حاکم بنگالہ کو وہ سبق سکھائیں گے کہ اسکی آنے والی نسلیں بھی یاد کرتی رہیں گی!

ماتا مہارانی نے خوش ہوتے ہوئے کہا! ''ہمیں تم سے یہی توقع تھی''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ماتا مہارانی نے کہا! ہم چاہتے ہیں حاکم بنگالہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے ان تمام لوگوں کا خاتمہ کر دیا جائے جن کے دلوں میں چند کانت کی ہمدردی کے جراثیم موجود ہیں!

مہاراجہ نے کہا! ماتا جی اس سلسلے میں تشویش کی کوئی بات نہیں۔ ہم نے ایک منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ آج کا دن ہمارے دشمنوں کی زندگیوں کا آخری دن ثابت ہوگا۔

ٹھیک ہے ماتا مہارانی نے کہا! اس سلسلے میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہیے بڑی رازداری اور خفیہ ہاتھوں سے چندر کانت کے حمایتوں کو منظر سے ہٹانے کا منصوبہ تیار کیا جائے..... موجودہ وقت میں ہم اندرونی شورش کے متحمل نہیں ہو سکتے..... جو سب سے زیادہ خطرناک اور طاقت ور دشمن لگتا ہے اسے منگل سنگھ کی طرف روانہ کر دو اس کے لشکر میں اپنے چند سپاہی ایسے شامل کر دو جو موقع ملتے ہی اس کا کام تمام کر دیں!

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے گھن شام کو مخاطب کر کے پوچھا! کھنڈے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔''

گھن شام نے کہا! کھنڈے راؤ چندر کانت کا حمایتی ہو سکتا ہے..... مگر ہم اسے یا اس کے خاندان کو آسام کا غدار یا دشمن نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ راؤ خاندان روایتی قوم پرست اور محب وطن ہے۔''

ماتا مہارانی نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! ٹھاکر تم بہت بڑے احمق اور بے وقوف ہو تم کھنڈے راؤ کو آسام کا دوست کہتے ہو..... جو شخص مہاراجہ کا دوست نہیں وہ آسام کا دوست کیسے ہو سکتا ہے..... مہاراجہ کے دشمنوں کا دوست تم سب کا بہت بڑا دشمن ہے۔''

گھن شام نے سر جھکا کر کہا! ہم سے غلطی ہوئی ہے شما کیجئے!

ماتا مہارانی نے کہا! تم سب اپنی بے وقوفیوں سے کب تک غلطی کرتے رہو گے..... ہم کب تک تمہیں معاف کرتے رہیں گے..... کھنڈے کے دل میں اگر واقعی چندر کانت کے لیے کوئی نرم گوشہ موجود تو ہے گو پھر سب سے پہلے اسے راستے سے ہٹاؤ کیونکہ وہ تمہارا سب سے زیادہ خطرناک اور با اثر دشمن ہے..... ایسا کرو اسے آج ہی واپس منگل سنگھ کے پاس روانہ کر دو جگدیش اور کچھ سپاہیوں کو کھنڈے راؤ کے لشکر

میں شامل کر دو جو کسی مناسب موقع پر اسے موت کے گھاٹ اتار دیں...... ہمارے خیال میں کھنڈے راؤ کا قتل راجدھانی کے اندر مناسب نہیں ہوگا!

مہاراجہ نے ایک بار پھر ماتا مہارانی کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی کا منصوبہ نہایت مناسب ہے۔"

پھر اس نے گھن شام کو مخاطب کر کے کہا! ہم پورے قلعے کا تفصیلی معائنہ کریں گے...... منجنیقوں کو فصیل پر پہنچا دیا ہو جائے۔

گھن شام ٹھاکر نے کہا! ہمارا خیال ہے راتوں رات مطلوبہ تعداد پہنچا دی گئی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے" مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! اب تم جا سکتے ہو...... ہم صبح ہوتے ہی باہر آ جائیں گے

...... مہاراجہ باہر نکل گیا اس کے پیچھے پیچھے راجہ سبھاش چند اور گھن شام ٹھاکر ماتا مہارانی کے کمرے سے نکل گئے!

ماتا مہارانی نے کونے میں کھڑی ہوئی اوشا کی طرف دیکھ کر پوچھا! تم کب سے یہاں ہو؟

اوشا نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراجہ جی کے باہر نکلتے ہی آئی ہوں"

ماتا مہارانی نے کہا! آئندہ بغیر اجازت مت آیا کرو!...... اب تم جاؤ ہمارے اشنان کا سامان تیار کرو ہم صبح سویرے مندر جائیں گے......

اس کے بعد مملکت کے بہت سارے امور نمٹانے ہیں

...... اوشا تیزی سے ماتا مہارانی کی خوابگاہ سے نکل گئی...... اختر صبح مشرقی افق پر طلوع ہو چکا تھا...... ستاروں کی تنک تابیاں صبح کے اشارے کر رہی تھیں...... ماتا مہارانی مطمئن ہو کر پھر اپنے نرم و گداز بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی...... مندر کے گھڑیال ناقوس اور شہنائیاں بجنی شروع ہو چکی تھیں......"

دن چڑھے مہاراجہ گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے نکلا...... اس کے ساتھ گھن شام ٹھاکر، سنگرام، سبھاش، لچھمن، نیلم کمار، پرنام سنگھ، پرتھوی اور دوسرے بڑے بڑے سردار تھے...... مہاراجہ نے قلعے میں کیے گئے انتظامات کا بغور جائزہ لیا پھر وہ قلعے کے بلند و بالا اور کشادہ فصیل پر چڑھ گیا...... فصیل پر جا بجا بڑی بڑی منجنیقیں نصب کی جا چکی تھیں...... ہر منجنیق کے قریب بڑے بڑے پتھروں کے انبار لگے ہوئے تھے...... مہاراجہ یہ انتظار دیکھ کر بہت خوش ہوا...... دیوار پر کھڑے کھڑے اس نے اردگرد دور دور تک پھیلے بلند و بالا پہاڑوں کی سبز پوش چوٹیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

کوئی اس طرح ان چوٹیوں کو عبور کر سکتا ہے۔

سنگرام نے مہاراجہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراجہ جی! ان چوٹیوں تک تو پرندوں کی پرواز کا پہنچنا بھی ناممکن ہے"

ایک دوسرے سردار نے نیچے گہری تاریک کھائی کی طرف دیکھ کر کہا! موت کی یہ گہری تاریک کھائیاں نجانے کب سے مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہیں۔

مہاراجہ نے خوشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! اب ان گھاٹیوں کو مسلمانوں کے خون سے اچھی طرح سیراب کر دیا جائے گا۔

مہاراجہ نے پلٹ کر کھنڈے راؤ کی طرف دیکھ کر کہا! کھنڈے راؤ جی! ہم چاہتے ہیں تم واپس شیو دیوتا کے مندر چلے جاؤ...... ممکن ہے منگل سنگھ کو کسی کمک کی کوئی ضرورت ہو...... جگدیش تمہارے ساتھ جائے گا!

کھنڈے راؤ نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراجہ کا حکم سر آنکھوں پر..... مگر مہاراجہ جی! منگل سنگھ کو کسی کمک کی کوئی ضرورت نہیں ہے..... اس کے باوجود بھی اگر مہاراجہ کی خواہش ہے تو ہم چلے جاتے ہیں۔

مہاراجہ نے زور دے کر کہا! ہاں تم چلے جاؤ..... ہوسکتا ہے حاکم بنگال کے کچھ دستے خلیج کے راستے وہاں پہنچ گئے ہوں..... اب تک منگل سنگھ کو آجانا چاہیے تھا!

کھنڈے راؤ نے جھکتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے ہم شام تک یہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔

مہاراجہ نے بے رخی سے کہا! اب تم جاسکتے ہو!

پھر مہاراجہ نے جگدیش کو مخاطب کر کے کہا! جگدیش تم بھی جاؤ!

کھنڈے راؤ نے کہا! ''مہاراج اس کی کیا ضرورت ہے''

مہاراجہ نے بگڑتے ہوئے کہا! تم جاسکتے ہو اور شام سے پہلے یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو ہم کسی کی تکرار برداشت نہیں کیا کرتے ...... کھنڈے راؤ ہاتھ جوڑ کر نمسکار کہتا ہوا واپس چلا گیا!

جگدیش بھی جانے لگا تو مہاراجہ نے اسے اشارے سے اپنے قریب بلا کر کہا! تم اپنے ساتھ کچھ بھروسے کے سپاہی لے جانا..... جہاں موقع ملے کھنڈے کا کام تمام کر کے واپس آجانا!

جگدیش نے کہا! کھنڈے کے ہاتھیوں کے لشکر کا کیا بنے گا!

کھنڈے کے لشکر کو منگل سنگھ کی تحویل میں دے دینا اور اسے کہنا جلدی سے جلدی راجدھانی میں پہنچ جائے..... کھنڈے راؤ جب اپنی حویلی میں پہنچا تو ماتا مہارانی کی خادمہ اوشا پہنچی ہوئی تھی.....''

کھنڈے نے پوچھا! اوشا تم کیوں آئی ہو؟

اوشا نے آہستہ سے کہا! کھنڈے راؤ جی تمہاری زندگی سخت خطرے میں ہے..... مہاراجہ نے جگدیش کو تمہارے قتل پر مامور کر رکھا ہے۔

کھنڈے راؤ نے کہا! اوشا تمہارا شکریہ! مہاراجہ کے ناپاک ارادوں کا پہلے سے علم ہے۔''

اوشا نے پرنم نگاہیں کھنڈے راؤ کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا! راؤ جی! لگتا ہے تمہیں قلعے سے چلے جانے کا حکم مل گیا ہے۔''

ہاں اوشا کھنڈے راؤ نے کہا! ہمیں آج شام سے پہلے پہلے یہاں سے چلے جانے کا حکم دیا گیا ہے..... بھگوان کی کرپا سے ہم مہاراجہ کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیں گے!

راما راؤ ابھی تک خاموش بیٹھا تھا اس نے کھنڈے راؤ کی طرف دیکھ کر کہا! کھنڈے بیٹا! مہاراجہ نے ہمیں ختم کر دینے کا فیصلہ کر رکھا ہے..... ماتا مہارانی نے سادھنا کو بلایا ہے..... ہمارا خیال ہے یہ ایک خطرناک سازش ہے..... ماتا مہارانی ہمارے ناموس کو پامال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے!

پتا جی! کھنڈے نے غصے سے کہا! سادھنا نہیں جائے گی..... ہمارے ناموس کی طرف میلی آنکھ دیکھنے والا زندہ نہیں رہ سکے گا..... تم سب

ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ......

سادھنا نے بپھری ہوئی شیرنی کی طرح ایک عزم سے کہا! ماتا مہارانی نے شیروں کی کچھار میں قدم رکھنے کی حماقت کی ہے...... اس کا انجام بہت برا ہوگا......

کھنڈے راؤ نے اوشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! اوشا! مہارانی سے کہو سادھنا اپنے بھائی کے ساتھ جا رہی ہے......"

اوشا نے کہا! ٹھیک ہے...... اور اٹھ کر کھڑی ہوئی دو قدم آگے جا کر اس نے پلٹ کر کہا! کھنڈے راؤ جی!...... حالات کا مقابلہ جوش سے نہیں ہوش سے کرنا ہم سب اس وقت ایک خوفناک عفریت کے دبے ہوئے پنجے میں پھنسے ہوئے ہیں...... اگر مہاراجہ نے سادھنا اور راما راؤ کو ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا تو پھر کیا کرو گے......

کھنڈے راؤ کے چہرے پر سوچوں کی سلگتی ہوئی لکیروں کا جال سا بچھ گیا! اس نے تلوار کے قبضے پر پیشانی رکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے زندگی اور موت کے درمیان حائل فاصلے بڑی تیزی سے سمٹ رہے ہیں!

بوڑھے راما راؤ نے کہا! کھنڈے بیٹے سر جھکانے کی کوئی ضرورت نہیں اگر عزت سے زندہ رہنے کا دور ختم ہو گیا ہے تو کیا ہوا ہم عزت سے مرنا بھی جانتے ہیں...... تم فکر مند نہیں ہو ہم تیاری کرتے ہیں اگر مہاراجہ نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو اس کے ساتھ تلوار کی زبان سے بات کریں گے۔"

اسی وقت کاشی رام کمرے میں داخل ہوا اس نے اوشا کی طرف دیکھ کر کہا! کھنڈے راؤ جی! علیحدگی میں ایک بات کرنی ہے!

اوشا نے کہا! اچھا جی! ہم چلتے ہیں...... بھگوان تم سب پر اپنا رحم کرے گا!

اوشا چلی گئی تو کاشی نے کہا! مندر کے شیو دیوتا نے اسلحے کا وعدہ یاد دلانے کا حکم دیا ہے۔

اوہ! کھنڈے نے اٹھتے ہوئے کہا! کاشی تم ابھی پڑاؤ میں جا کر کم از کم ایک دو سو زرہیں اور اتنی تلواریں اور تیزے شیو دیوتا کے پاس پہنچا دو...... یہ کام بڑے غیر محسوس طریقے سے سرانجام دینا ہے۔

کاشی چلا گیا تو راما راؤ نے کہا! کھنڈے بیٹے! اس جدوجہد کا انجام کیا ہوگا!

کھنڈے راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا! پتا جی! فکر مندی کی کوئی بات نہیں...... زندگی کی راہوں میں ایسے کئی نازک موڑ آتے رہتے ہیں...... ہم ہمت سے حالات کا مقابلہ کرینگے...... امید ہے بھگوان ہماری مدد کریگا...... جب تک مہاراجہ کرشن اور اس کی ماتا مہارانی کا مظالم کے دائرے پھیل کر اس حویلی کی دیواروں تک پہنچیں گے اس وقت تک دیوتاؤں کے لشکر آکاش سے پہنچ جائیں گے۔ پھر ان کا یوم حساب شروع ہو جائیگا...... سادھنا فوجی لباس پہن کر بڑی سج رہی تھی...... کھنڈے راؤ دن ڈھلے تک حویلی سے باہر اپنے لشکر کے پڑاؤ میں رہا۔ اس نے اپنے خاص خاص آدمیوں کو سب کچھ بتا دیا...... دن ڈھلے وہ مندر پہنچ گئے۔

ہاشم اور سلطان سے مل کر اس نے کہا! مہاراجہ نے ہمارے خاندان کے قتل کا فیصلہ کر لیا ہے...... ہم مہاراجہ کی تلوار تلے گردن نہیں جھکائیں گے۔ بلکہ موت کا مقابلہ کرینگے۔

سلطان نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا! کھنڈے بھائی کل دو پہر سے پہلے پہلے حاکم بنگالہ کی فوجیں یہاں پہنچ جائیں گی۔ پھر اندھیروں کا یہ بھیانک راج ختم ہو جائیگا۔

کھنڈے راؤ نے کہا! مہاراجہ اور اس کی ظالم ماتا مہارانی ہماری بہن سادھنا کو یرغمال بنا کر اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں...... ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم سادھنا اور پتاجی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔

سلطان نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو۔ مہاراجہ کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہارے بعد وہ تمہارے باپ اور بہن کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

کھنڈے راؤ نے کہا! ہم اپنے بوڑھے پتا اور بہن کو ظالموں کے حوالے نہیں کرینگے۔ اور عزت کی موت مرینگے۔

سلطان نے کہا! نہیں کھنڈے بھائی اب تو موت ان درندوں کا تعاقب کریگی۔ جنگی درندگی انسانیت کو خون کے آنسو رلا رہی ہے......

سورج کے غروب ہونے سے پہلے جب کھنڈے راؤ کا لشکر قلعے سے نکلنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

گھن شام ٹھاکر نے آ کر کہا! کھنڈے راؤ تم اپنے پتاجی اور سادھنا کو ساتھ نہیں لے جا سکتے۔

کیوں؟ کھنڈے نے کہا! وہ ہمارے پتا ہیں اور سادھنا ہماری بہن۔

گھن شام ٹھاکر نے کہا! تم مہاراجہ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہے اس کا انجام بہت برا ہوگا۔

کھنڈے راؤ نے کہا! آسام کیلئے ہماری وفاداریوں کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اور ہمارے پتاجی اور ہماری سادھنا کو بطور یرغمال یہاں رکھنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے یہ سب کچھ ہماری برداشت سے باہر ہے۔ ہم محب وطن اور قوم پرست آسامی ہیں مہاراجہ کو ہماری توہین کا حق نہیں پہنچتا قدم قدم پر ہماری توہین کی جا رہی ہے۔ اور ہم توہین آمیز زندگی گزارنے کے عادی نہیں بہتر ہے ہم پر بھروسہ کیا جائے ہمارا راستہ نہ روکا جائے ورنہ ہم انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے ہم عزت کی موت کا راستہ اختیار کریں گے...... موجودہ حالات میں راجدھانی کے اندر اس قسم کی غیر یقینی کی کیفیت ملک اور قوم کے لیے انتہائی خطرناک ہو سکتی ہے...... آسام کا مستقبل تاریک نہ بناؤ...... سیناپتی جی! تم سب نے ایک انتہائی پر خطر راہ پر چلنا شروع کر دیا ہے...... ابھی کھنڈے راؤ کی بات جاری تھی۔

ایک مسلح سپاہی نے سیناپتی گھن شام کو آ کر کہا! ٹھاکر جی! ماتا مہارانی نے حکم دیا ہے کہ کھنڈے کو جانے دیا جائے کیونکہ شیو دیوتا نے اس کی ضمانت دی ہے۔

گھن شام نے اپنے گھوڑے کی لگام اٹھاتے ہوئے کہا! کھنڈ راؤ تم جا سکتے ہو ماتا مہارانی نے شیو دیوتا کے کہنے پر تم پر بھروسہ کر لیا ہے

......کھنڈے راؤ کا لشکر حرکت میں آ گیا...... شام رات کے اندھیروں میں ڈوب رہی تھی...... ہزاروں مشعلیں روشن ہو چکی تھیں......

طبل نقارے بجنے لگے......



منگل سنگھ کے کافرانہ اوراحمقانہ شیطانی تکبر کے سنگلاخ بت کو مسلمانوں کے لشکروں کی مجاہدانہ ترک تازیوں اور جنون خیزیوں نے اپنے قدموں کی ٹھوکروں سے پاش پاش کردیا..... منگل سنگھ اوراس کے ہزاروں سپاہی خاک وخون کی عبرتناک کہانی بن گئے سینکڑوں زخمی اودھم خان سید حیدرامام اور راجہ پریم چند کے رحم وکرم کے محتاج بن چکے تھے..... سید حیدرامام اور پریم چند کے لشکر یلغار کرتے ہوئے، آسام کی راجدھانی سے صرف بیس کوس دوور رہ گئے تھے..... جب رات کے اندھیرے پھیل گئے توان کے لشکروں نے جنگل کے اندر پربت اور ایک دوکوہی کے درمیان واقع ایک فراخ اورطویل وادی میں ڈیرے ڈال دیئے..... گنگناتی رودکوہی کے کنارے دوردور تک تاحدنگاہ خیمے ہی خیمے نصب تھے..... ہزاروں قندیلوں اورمشعلوں کی لرزتی کانپتی روشنیوں نے جنگل کی تاریک اور ہولناک زندگی میں اجالے بکھیر دیئے تھے۔لمحات کی پراسرار اور غیر محسوس رم جھم تلے رات کا فطری سفر جاری تھا۔پاسبان پہاڑ کی سنگلاخ چٹانوں پر جاگ رہے تھے..... سید حیدرامام لشکرگاہ میں پھرتا پھرتا اس چٹان تک جا پہنچا جوآسام کی راجدھانی کی طرف سے آنے والی شاہراہ کے کنارے پرتھی..... یہ شاہراہ آسام کی راجدھانی اورشیبو دیوتا کے مندر کے قریب ساحلی پٹی کوکوآپس میں ملاتی تھی۔بڑی اہم شاہراہ تھی..... چٹان پر ایک کھلی اور ہموار جگہ پر کئی سپاہی مشعلیں جلائے پہرہ دے رہے تھے.....سید حیدرامام سپاہیوں کے پاس پہنچا تو سپاہیوں نے بڑے والہانہ انداز سے اپنے سالار کا خیر مقدم کیا.....سید حیدرامام نے روایتی خلوص سے اپنے سپاہیوں کی محبت کا جواب دیا.....اچانک سید حیدرامام کی نگاہ چٹان کی بلندو بالا چوٹی پر پڑی.....ایک جھکے جھکے سائے کو دیکھ کر سید حیدرامام نے پوچھا!

یہ چوٹی پر کون تنہا بیٹھا ہے!

ایک سپاہی نے کہا! سید صاحب یہ وشنو مہاراج ہے ہم نے تو اسے بہت منع کیا تھا مگر وہ مانتا ہی نہیں سرشام سے چوٹی پر بیٹھا ہے..... سید حیدرامام نے اس چوٹی پر چڑھنا شروع کی اور پہنچ کر اس نے دیکھا وشنو مہاراج دنیا ومافیا سے بے خبر تلوار کے قبضے پر ٹھوڑی ٹکائے آسام کی راجدھانی سے آگے والی شاراہ پر نظریں جمائے زیرلب بڑبڑا رہا تھا..... بھگوان! ہمارے من کے چھوٹے سے تاریک آنگن میں تم نے اپنی کرپا کی کتنی چاندنی اتاردی ہے.....دوردور تک افق تا افق چاندنی ہی چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔"

سید حیدرامام نے اس کے کندھوں پر بوجھ ڈالتے ہوئے بڑے پیار سے کہا! وشنو مہاراج رات کا پہلا پہر بیت چکا ہے تم بہت تھکے ہوئے ہو نیچے چل کر آرام کرو اب تمہاری جگہ ہم فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کرتے ہیں!

وشنو نے حیدرامام کے قدموں کی طرف جھکتے ہوئے سسک کر کہا! سید صاحب! تم دیوتا ہو..... مگر نہیں..... شاید تم بھگوان ہو.....تم کس طرح قدم قدم ہمارے من کی آشاؤں کورنگوں اورامنگوں سے سجانے چلے آتے ہو.....تمہاری رہ گزاروں کا پتا ہی نہیں چلتا..... بڑی خاموشی بڑی غیرمحسوس راہوں سے گزرتے ہو۔تم ہمارے من کے آنگن میں چاندنی کا نور بن کر اتر آتے ہو.....تم نے ایک حیوان کو پہلے انسان اور پھر فرشتہ بنا دیا..... پھر تم ہی بتاؤ تمہیں کیا کہا جائے۔"

سید حیدرامام نے کہا! وشنو مہاراج! تم اپنے ماضی کے اندر مت جھانکا کرو..... اپنے روشن حال اور تابندہ مستقبل پر نگاہ رکھو..... دیکھو اور

محسوس کرو کہ تم اس وقت کتنی بلندی پر کھڑے ہو...... جسے ہوائے حوادث کی بلا خیز یاں بھی نہیں ہلا سکتیں...... قدم قدم دم بدم اپنے بھگوان اپنے پرماتما اور اپنے ایشور کا شکر ادا کرتے رہو...... وہی ہے جسے چاہتا ہے عزت و آبرو سے سربلند کرتا ہے اور جسے جس وقت چاہتا ہے رسوائیوں کے قعر مزلت میں گمنام کر دیتا ہے۔

وشنو نے آکاش پر چمکتے ہوئے چاند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''جیون کے نئے رنگ بڑے رسیلے ہیں''

سید حیدر امام نے دور شاہراہ کی طرف دیکھتے ہوئے چونک کر وشنو مہاراج کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! وشنو مہاراج! اوپر آکاش کی طرف دیکھو وہ دھواں دھواں چاندنی کے چہرے پر سرخی کیسی ہے۔

وشنو مہاراج نے غور سے دیکھ کر کہا! یہ تو کوئی بہت بڑا لشکر آرہا ہے...... یہ قندیلوں کی روشنی ہے جو چاند کی چاندنی میں گھلی ملی ہوئی ہے ...... دونوں خاموشی سے دھڑکتے دلوں کی دھڑکنوں کو سنبھال کر اسی طرف دیکھتے رہے تھوڑی دیر بعد ان کے کانوں میں ہاتھیوں کے چنگھاڑنے گھوڑوں کے ہنہنانے اور سپاہیوں کے نعروں کے علاوہ بجتے ہوئے نقاروں کا شور آنے لگا!

سید حیدر امام نیچے کھڑے ہوئے سپاہیوں کو کہا! دوڑ کر راجہ پریم چند اور دوسرے سرداروں کو اطلاع کر دو کہ آسامیوں کا کوئی بہت بڑا لشکر آرہا ہے...... سپاہیوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کر دیا...... ہوشیار ہوشیار دشمن آرہا ہے!

وشنو نے کہا! کیا یہ لشکر شب خون کے ارادے سے آرہا ہے۔

''نہیں'' سید حیدر امام نے کہا! اگر یہ شب خون مارنے کے ارادے سے آرہے ہوتے تو ہاتھیوں پر سوار ہو کر نہ آتے طبل اور نقارے بھی نہ بجائے جاتے۔

وشنو نے سر ہلاتے ہوئے کہا! یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ لشکر کہاں جارہا ہے؟

سید حیدر امام نے کہا! ہاتھیوں کی چنگھاڑوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لشکر کھنڈے راؤ کا ہے بہر صورت ہمیں ہر قسم کی صورت سے نمٹنے کے لیے تیار رہنا چاہیے

...... لشکر گاہ میں ہر طرف عزائم کی بجلیاں کوند رہی تھیں...... تمام بڑی بڑی چٹانوں پر تیر انداز مورچے بنا کر بیٹھ گئے...... شاہراہ کے دونوں طرف دور دور تک جنگل میں اسلامی لشکر کے سپاہی گھاتیں لگا کر بیٹھ چکے تھے...... راجہ پریم چند گھوڑے پر سوار ہو کر شاہراہ پر آگے تک بڑھتا چلا گیا...... نوبت نقاروں اور نعروں کے ساتھ ساتھ اب سینکڑوں بڑی بڑی بیل گاڑیوں کے بڑے بڑے پہیوں کی خشک چولوں کی چرچراہٹوں کی نغمگی بھی سنائی دے رہی تھی...... سانپ کی طرف بل کھائی ہوئی شاہراہ پر قندیلوں اور مشعلوں کی جھلملاتی لرزتی روشنیاں قریب سے قریب تر آتی جارہی تھیں ......''

سید حیدر امام نے کہا! اس لشکر میں ہاتھیوں کی موجودگی اس بات کی غماز ہے کہ یہ کھنڈے راؤ کا لشکر ہے...... نجانے کھنڈے راؤ کے کیا ارادے ہیں!

وشنو نے کہا! کھنڈے راؤ اچھا آدمی ہے اور اگر اس وقت وہ کسی برے ارادے سے آرہا ہے تو زندہ واپس نہیں جائے گا۔

سید حیدر امام نے کہا! ہوسکتا ہے یہ کھنڈے راؤنٹ ہو مہاراجہ کو کھنڈے راؤ کے عزائم کا پتہ چل گیا ہو اسے قتل کر دیا گیا ہو اور ہمیں دھوکہ دیا جا رہا ہو۔"

وشنو نے کہا! "جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔"

پیچھے سے راجہ پریم چند نے با آواز بلند کہا! سید صاحب یہ تو کھنڈے راؤ کا لشکر معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں" سید حیدر امام نے کہا! مگر راجہ جی! یہ دھوکہ بھی تو ہوسکتا ہے۔۔۔۔۔اس لشکر کو گھیرے میں لے لیا جائے۔"

راجہ پریم چند نے کہا! اس وقت شاہراہ کے دونوں طرف ہمارے بہادر سپاہی پھیلے ہوئے ہیں۔" دشمن بچ کر نہیں جائے گا

۔۔۔۔۔ یہ کھنڈے راؤ کا لشکر تھا جس کی مجموعی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ تھی ایک سو ہاتھی پندرہ ہزار گھوڑے اور سینکڑوں بیل گاڑیاں تھیں۔۔۔۔۔جن پر خورد ونوش کے سامان کے علاوہ خیمے اور فالتو اسلحہ بھی لدا ہوا تھا۔۔۔۔۔جن کے آگے پیچھے سوسو کے لگ بھگ گھوڑ سواروں کے دستے تھے۔۔۔۔۔کھنڈے راؤ گھوڑے پر سوار تھا اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سینکڑوں محافظ تھے۔۔۔۔۔سب سے اگلے ہاتھی پر ایک خوبصورت عماری تھی جس میں کھنڈے راؤ کی بہن سادھنا اور بوڑھا پجاری رامارا و سوار تھے۔۔۔۔۔آدھی رات کے قریب جب یہ لشکر اس رود کوہی کے قریب پہنچ گیا۔ جہاں سید حیدر امام اور راجہ پریم چند موجود تھے۔ تو اچانک پہاڑوں کی چٹانوں سے سینکڑوں قندیلیں بلند ہوئیں۔۔۔۔۔"

کسی نے پاٹ دار آواز میں تحکمانہ لہجے میں کہا! تم سب ہمارے ماہر تیر اندازوں کے تیروں کی زد پر ہو۔ ہم نے تمہیں گھیرے میں لے رکھا ہے آگے بڑھنے پیچھے بھاگنے یا دائیں بائیں چھپنے کی حماقت کرو گے تو مارے جاؤ گے۔۔۔۔۔" یہ سید حید امام کی آواز تھی۔۔۔۔۔تم بولتے کیوں نہیں۔۔۔۔۔ تم کون ہو اور کہاں جانا چاہتے ہو۔۔۔۔۔جلدی سے جواب دو۔۔۔۔۔ورنہ حملے کا حکم دے دیا جائے گا!

جگدیش کھنڈے راؤ کے قریب پہنچ چکا تھا اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا! راؤ جی! ہم کس کے لشکروں کے گھیرے میں آ چکے ہیں یہ دوسری آواز تو کسی آسامی کی لگتی ہے۔

کھنڈے راؤ نے اونچی چٹان پر جلتی ہوئی قندیل کی روشنی کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ روشنی آسام کے روشن اور تابناک مستقبل کی علامت ہے۔۔۔۔۔ یہ آواز جو تم نے سنی ہے آسام کے لاکھوں پسماندہ اور کچلے ہوئے مظلوم لوگوں کی بیداری کی آواز ہے۔۔۔۔۔اس کے ساتھ ہی کاشی نے ایک بھرور ہاتھ مار کر جگدیش کو گھوڑے سے نیچے گرا لیا۔۔۔۔۔جگدیش اور اس کے بدمعاش ساتھی گرفتار ہو چکے تھے۔

کھنڈے راؤ نے گھوڑے کو چٹان کی جانب بڑھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا!" سید حیدر امام صاحب ہم کھنڈے راؤ ہیں"

سید حیدر امام نے خوشی سے مسکراتے ہوئے وشنو مہاراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!" ہمارا اندازہ درست نکلا!"

وشنو نے پکار کر کہا! کھنڈے راؤ کس نیت سے آئے ہو۔۔۔۔۔گمراہ ہو کر آئے ہو تو لوٹ جاؤ!

کھنڈے نے گھوڑے سے اتر کر کہا! وشنو مہاراج! تمہاری بات سن کر ہمیں بڑا صدمہ ہوا ہے۔۔۔۔۔کیا ہم روشنی کو چھوڑ کر پھر اندھیروں میں ڈوب جانے کی حماقت کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔۔۔۔۔ہم تو جنم جنم سے ان اجالوں کو تلاش کرتے پھرتے تھے۔۔۔۔۔ہم آ رہے ہیں۔۔۔۔۔

سید حیدر امام اور وشنو مہاراج نے چٹان سے اتر کے اس کا استقبال کیا۔۔۔۔۔

کھنڈے راؤ نے مختصر لفظوں میں ساری کہانی سناتے ہوئے کہا! ہم شیو دیوتا کے مرتے دم تک ممنون احسان رہیں گے جس کی موثر مداخلت نے ہماری بہن سادھنا کو ماتا مہارانی کی شرانگیزیوں سے بچالیا! اگر مہاراجہ اور ماتا مہارانی سادھنا اور پتاجی کو یرغمال بنالینے پر بضد رہتے تو اس وقت راجدھانی میں ایک خوفناک جنگ ہو رہی ہوتی اور شاید ہم یہاں کبھی نہ پہنچ سکتے۔"

اتنے میں راجہ پریم چند بھی آ گیا اس نے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر کھنڈے راؤ کو گلے لگاتے ہوئے اس کا ماتھا چوم کر کہا! بھگوان کی قسم کھنڈے تمہارے آنے سے ہمیں بہت خوشی ہوئی ہے......

تھوڑی دیر بعد دونوں لشکروں کے سپاہی ایک دوسرے میں گھل مل گئے تھے...... سید حیدر امام پریم چند و شنو مہاراج نے کھنڈے راؤ کے باپ رامار اؤ کا شایان شان طریقے سے استقبال کرتے ہوئے اس کو ہاتھی سے اتار کر گھوڑے پر سوار کرایا......

پھر سید حیدر امام نے بلند آواز سے کہا! لوگو! نظریں جھکا کر ادھر ادھر ہٹ جاؤ ہماری محترم بہن ہاتھی سے اتر رہی ہے......

سادھنا کو ہاتھی سے اتارا گیا...... اس نے سپاہیانہ لباس پہنا ہوا تھا وہ بہت خوش خوش دکھائی دے رہی تھی...... سید حیدر امام راجہ پریم چند اور وشنو مہاراج تینوں سر جھکائے کھڑے تھے...... کھنڈے کے پتاجی رامار اؤ گھوڑے پر سوار کبھی آسمان کی طرف دیکھتا اور کبھی ان تینوں کی جانب دیکھتا!

سادھنا نے کھنڈے راؤ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کھنڈے بھائی! یہ سب ہمارے بھائی ہیں نا!

سید حیدر امام نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! سادھنا بہن!...... اس وقت تم اپنے ہزاروں بھائیوں کی محبت کے گل پاش آنگن میں کھڑی ہو......

سادھنا کے سامنے ایک گھوڑے لایا گیا...... سادھنا اس پر سوار ہو گئی......"

سید حیدر امام نے کہا! سادھنا بہن کو ہمارے خیمے میں لے چلو!

کاشی رام نے آگے بڑھ کر کھنڈے راؤ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! راؤ جی! جگو بدمعاش کا کیا کرنا ہے وہ بڑی دھمکیاں دے رہا ہے۔

وشنو مہاراج نے چونک کر کہا! جگو بدمعاش! یہ کون ہے؟

کھنڈے راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا! ظالم مہاراجہ نے کرائے کے اس قاتل کو ہمارے قتل پر مامور کر کے بھیجا تھا......

سپاہی جگدیش اور اس کے ساتھیوں کو گھسیٹتے ہوئے لائے۔

جگدیش چلا چلا کر کہہ رہا تھا! کھنڈے تم نے مہاراجہ کے ساتھ بے وفائی کر کے اچھا نہیں کیا تمہارا انجام بہت برا ہو گا!

وشنو مہاراج نے اچانک تلوار کا ایک بھرپور وار اس کی گردن پر کرتے ہوئے کہا! انسانیت کے بدترین دشمن ہمیں پہچانو ہم بوڈو قبائل کے سردار وشنو مہاراج ہیں...... جب تک ہم زندہ ہیں تب تک آسام کی دھرتی پر انسانیت کے دشمن زندہ نہیں رہ سکتے"......

جگدیش ایک کربناک چیخ کے ساتھ ڈھیر ہو گیا...... اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے ایک ایک کر کے جگدیش کے تمام ساتھی ختم کر دیے...... سادھنا اور رامار اؤ گھوڑوں پر سوار یہ انقلابی تماشہ دیکھ رہے تھے!

کھنڈے راؤ نے سید حیدر امام ار راجہ پریم چند کی طرف دیکھ کر کہا! سید صاحب اور راجہ جی سوا ہو جائیے۔''

نہیں! ہم اپنے باپ اور اپنی بہن کی سواریوں کے ساتھ پا پیادہ چلنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں...... تمام سوار گھوڑوں سے اتر آئے!

کھنڈے راؤ نے اپنے سپاہیوں کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیتے ہوئے کہا! ہمارا خیمہ رود کوہی کے کنارے سید صاحب کے خیمے کے عقب میں لگایا جائے!

وشنو مہاراج نے سادھنا کے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوئے کہا!''سادھنا بیٹی! ہم تمہارے پتا سمان ہیں۔''

☆

دفاع کے اعتبار سے قلعے کو ناقابل تسخیر بنایا جارہا تھا...... مہاراجہ کرشن اور ماتا مہارانی سمیتا دیوی دونوں بذات خود ساری افواج کی نگرانی کررہے تھے سینکڑوں برجوں میں ہزاروں تیراندازوں کو بٹھادیا گیا تھا قلعے کی فصیل پر چاروں طرف بڑی بڑی منجنیقوں کو چڑھا کران پر ماہر سنگ بار تعینات کردیے گئے تھے اس وقت مہاراجہ کے پاس قلعے میں ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ لشکر موجود تھے...... قلعے سے باہر پربت کی فلک بوس چوٹیوں پر بھی تیراندازوں کے لئے مورچے بنادیے گئے تھے...... قلعے میں ہنگامی حالت کا نفاذ ہوچکا تھا...... اسلحہ ساز دھڑا دھڑ اسلحہ تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے...... گھن شام ٹھاکر سنگرام پچھمن اور راجہ سجاش چند سب کے سب بڑے سردار اپنے اپنے لشکروں کو ایک ہولناک جنگ کے لیے تیار کررہے تھے...... نیلم کمار پرتھوی اور سنجراج بھی ٹوٹے دلوں سے جنگی تیاریوں میں مصروف تھے...... کھنڈے کو قلعے سے گئے دوسرے روز کا سورج بھی غروب ہونے والا تھا۔

مہاراجہ نے گھن شام ٹھاکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ابھی تک جگدیش لوٹ کر نہیں آیا۔ اسے تو اپنا کام انجام دے کر آ جانا چاہیے تھا!

گھن شام نے کہا! جگدیش مہاراجہ کا وفادار ہے...... اس کے ذمے جو کام لگایا گیا ہے وہ بڑی احتیاط کا متقاضی ہے موقع ملتے ہی جگدیش کھنڈے راؤ کا کام تمام کر کے لوٹ آئے گا!

مہاراجہ نے ایک ثانیہ توقف کے بعد کہا! سیناپتی تمہارا کیا خیال ہے' کھنڈے راؤ غداری کا مرتکب ہوگا؟ یا کسی وقت بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

گھن شام ٹھاکر نے کہا! ہم نے پہلے بھی ایک روز کہا تھا اور اب بھی یہی کہتے ہیں کہ کھنڈے راؤ راجکماری چندر کانت کے ہمدرد ہونے کا مجرم تو ہوسکتا ہے مگر اسے آسام کا غدار اور قوم فروش نہیں کہا جاسکتا۔ وہ ایک بنیاد پرست ہندو ہے اس کے دل میں بھی وطن کی مٹی سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ہم سب کو ہے۔"

مہاراجہ نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا! ہم نے تمہیں کھنڈے راؤ کا قصیدہ کہنے کا نہیں کہا...... احمق! ہم نے پوچھا ہے کیا وہ مسلمانوں سے مل سکتا ہے یا نہیں...... وہ گھر کا بھیدی ہے...... اس کو قلعے کے کمزور حصوں کا پورا پورا علم ہے!

گھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کردیجئے مہاراج! سیوک سے غلطی ہوگئی ہے...... مہاراجہ کے وچار صحیح ہیں وہ غداری کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے یا نہیں ہمیں ان تمام خفیہ راستوں کو اچھی طرح بند کردینے چاہیں جو باہر سے اندر کی طرف کھلتے ہیں!

مہاراجہ نے دور افق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم یہی پوچھنا چاہتے ہیں...... ہمارے خیال میں قلعے کے اندر بہنے والی ندی کی گزرگاہ انتہائی خطرناک ہوسکتی ہے یہ ہماری بہت بڑی کمزوری ہے کھنڈے یا کوئی دوسرا غدار ہماری اس کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے ندی کے راستے سینکڑوں سپاہیوں کو اندر داخل کیا جاسکتا ہے۔"

گھن شام ٹھاکر نے بلندی سے گرتی ہوئی آبشاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہاراج کا وشواش اپنی جگہ پر بالکل بجا ہے مگر ہم آبشار کی ندی کو بند نہیں کرسکتے کیونکہ پورے قلعہ کے اندر پانی کی ضرورت اسی ندی سے پوری کی جاتی ہے فکرمندی کی کوئی بات نہیں بڑے سے بڑا جی دار

احمق بھی اس راستے اندر داخل ہونے کی جرات نہیں کرے گا کیونکہ یہ انتہائی دشوار گزار اور ہلاکت خیز گزر گاہ ہے!

مہاراجہ نے فصیل پر ایک جانب بڑھتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو...... ہے تو بڑی دشوار گزار جگہ مگر ہمیں اس صورت حال میں ناممکن پر زیادہ نگاہ رکھنی چاہیے...... جنگ و جدال کے سلسلے میں مسلمان قوم بڑی سر پھری سی قوم ہے۔

گھن شام نے کہا! ابھی ندی کے دہانے پر مورچہ قائم کر کے پچاس نیزہ بردار جوانوں کو بٹھا دیا جائے گا......

سورج مغربی افق کے کنارے پر پہنچ چکا تھا پہاڑ کی چوٹیوں پر منڈلاتے ہوئے بادلوں کے آوارہ ٹکڑے گھٹا کی شکل اختیار کرتے جا رہے تھے...... ہوا کے جھونکوں میں تیزی اور تبدیلی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔

مہاراجہ نے فصیل کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! لگتا ہے رات کو برکھا برسے گی...... تمام سالاروں کو چوکس رہنے کا حکم دے دیا جائے......"

گھن شام ٹھاکر نے ایک برج کے پاس کھڑے ہوئے ایک سالار کو مخاطب کر کے کہا! ہر طرف منادی کروا دو کہ رات کو ہر کوئی چوکس اور ہوشیار رہے......

دیکھتے ہی دیکھتے کالی گھٹاؤں نے ماحول کو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر جھنجوڑنا شروع کر دیا...... بجلی کڑکتی تو دیر تک پہاڑوں کی گہری وادیوں میں خوفناک دھماکے ہوتے رہتے...... اس طرح لگتا تھا جیسے کسی نے ہزاروں من بارود کو آگ لگا دی ہو یا جیسے کوئی سویا ہوا آتش فشاں اچانک پھٹ پڑا ہو...... خدائے ذوالجلال کی ایک ہلکی سی جھلکی سے پہاڑوں کی ہیبت ناکیاں لرزہ براندم تھیں......"

مہاراجہ چلا گیا تو شیو دیوتا نے ماتا مہارانی کو طرف محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! ہم کسی دوسری جگہ تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

مہارانی نے ایک خوبرو خادمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہماری خوابگاہ کو سجایا جائے"

اوشا نے جلدی سے کہا! "خوابگاہ کو سجایا جا چکا ہے"

"بہت خوب" مہارانی نے کہا! "اوشا ہم تم سے بہت خوش ہیں" "تم بہت ہوشیار ہو...... ہم تمہیں انعام و کرام سے نوازیں گے۔"......

ماتا مہارانی کی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی چمک تھرتھراتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی...... اس کی سانسوں کے ارتعاش سے اسکے دل کی دھڑکنوں کی بدنظمی کا پتا چلتا تھا وہ لڑکھڑا رہی تھی۔"

شیو دیوتا نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں کا سہارا دیتے ہوئے کہا! برکھا کی رات میں دلوں کی دھڑکنوں میں خواہ مخواہ بدنظمی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔

ماتا مہارانی نے شیو دیوتا کے بازوؤں پر جھولتے ہوئے کہا! ہم بڑے خوش نصیب ہیں سنسار بھر میں ہمارے نصیب والا کوئی نہیں ہے۔ ہم ایک مہان دیوتا کی مضبوط بانہوں کے میں اپنے آپ کو آکاش کے اس پار محسوس کر رہے ہیں!

پھر اس نے اوشا اور دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا! تم سب خاموش کیوں ہو...... ناچو گاؤ...... خوشیوں کے ایسے رنگین سے روز روز تو نہیں آیا کرتے۔"

''نہیں'' شیو دیوتا نے کہا! خوشیوں کے یہ رنگین دور دلفریب لمحے اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہارے اپنے ہیں...... دو چار قدم اور چلو گی تو من کی ساری آشاؤں امنگوں اور آرزوؤں کو پا لو گی...... تم پاروتی ہو...... ہم نے تجھے اچھی طرح پہچان لیا ہے...... ہم نے شناخت کی ساری کڑیوں کو جوڑ جوڑ کر اچھی طرح دیکھ لیا ہے...... سنسار میں دور دور تک بکھرے ہوئے وہ سارے نقوش تمہارے قدموں کے ہیں جن کو کھوجتے ہوئے ہم یہاں چلے آئے تھے...... تم ہماری جنم جنم کی پیاسی آتما کی تسکین ہو......

اوشا کبھی کبھی حیرت بھری مسکراتی ہوئی آنکھوں سے شیو دیوتا کی طرف دیکھ لیتی وہ لفظوں کے خوبصورت جال بچھاتا جا رہا تھا ماتا مہارانی اس کے لفظوں کے طلسم میں بری طرح جکڑی جا چکی تھی...... وہ اس کے کندھے پر جھکی ہوئی اس کے بازو کے سہارے لڑکھڑا کر چلتی ہوئی ایک جادوئی خوابگاہ کی طرف بڑھتی جا رہی تھی...... ہم کہاں ہیں...... ہم شاید آکاش کے نیلے ساگر میں خوبصورت مچھلی کی طرح تیرتی پھرتی ہیں...... دیوتا تم بولتے کیوں نہیں۔

خوابگاہ میں پہنچ کر ماتا مہارانی نے ایک خوبصورت طلائی مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! آج تو تمہیں ہمارے ہاتھ سے دو چار جام پینے ہی پڑیں گے...... جب دونوں طرف برابر آگ بھڑکے گی تو مزہ آئے گا۔

شیو دیوتا نے دوسری مسند پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا! پاروتی تم ہمیشہ سے بڑی جلد باز تھی اس جلد بازی میں تم ہم سے بچھڑ گئیں...... اور پھر صدیوں کا بیابان کر ہمیں تمہاری تلاش میں سنسار کے چپے چپے کی خاک چھاننی پڑی...... ماتا مہارانی کا سینہ دھونکنی کی طرح سکڑتا تھا پھیلتا تھا!

اس نے اوشا کی طرف دیکھ کر کہا! اوشا برکھا کے گیت گاؤ......

شیو دیوتا نے سامنے پڑے ہوئے پھولوں کے گجرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑے معنی خیز انداز سے اوشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

ٹھیک ہے گاؤ' ناچو' مہارانی کو اچھی طرح شراب پلاؤ......

بادل چھم چھم برس رہے تھے...... پہاڑ سے اٹھنے والی تیز ہوائیں سیٹیاں بجاتی پھرتی تھیں۔

شیو دیوتا نے سامنے والی کھڑکی کھول کر چمکتی ہوئی بجلی کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا!

پاروتی تمہیں یاد ہوگا کہ اس روز بھی اس قسم کا موسم تھا...... اسی طرح گھنگھور گھٹائیں چاروں طرف چھائی ہوئی تھیں...... اسی طرح چھم چھم برکھا برس رہی تھی...... بادل کی گھن گرج بھی آج کی طرح بڑی مہیب تھی...... یاد ہے۔''

مہارانی نے یونہی کہا! ہمیں یاد آ رہا ہے...... مگر ایک چھوٹی سی حقیقت کی تشنگی رہ گئی ہے۔ مہارانی نے جھومتے ہوئے کہا!

اب تو ساری دوریاں سارے فاصلے ختم ہو چکے ہیں۔'' شیو دیوتا نے کہا! کونسی حقیقت تشنہ ہے؟...... جس روز ہم تم سے پہلی بار ملے تھے وہ کوئی اسی قسم کی خوابگاہ تھی...... تم شوخیاں اور اٹھکیلیاں کرتی ہوئی بارش میں بھیگتی ہوئی آگے آگے بھاگ رہی تھی اور ہم تمہارے ناز اٹھانے کی خاطر تمہارے پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے تم اچانک ایک غار میں داخل ہو گئی تھی...... پھر ایک وسیع تہہ خانے میں ہم تم ایک ہو گئے تھے...... پھر نجانے کتنی مدتوں تک ہم ایک دوسرے میں ڈوبے رہے...... پھر اسی تہہ خانے میں ہم دوسری طرف پربت کی وادی میں چلے گئے تھے...... ہمیں وہ غار نہیں ملا جس سے گزر کر ہم قلعے کی چار دیواری سے پورے سنسار میں پھیل گئے تھے...... ماتا مہارانی شیو دیوتا کے مردانہ حسن اور خوبصورت جادو اثر لہجے کے طلسم میں

ڈوبی ہوئی بے سدھ تھی!

اس نے چونک کر کہا! دیوتا جی! وہ غار بھی ہے...... تہہ خانہ بھی ہے لگتا ہے تم کچھ بھی نہیں بھولے۔

کہاں ہے؟

ماتا مہارانی نے اپنی خوابگاہ کے ساتھ والے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! دوسرے کمرے کے فرش کے نیچے وہ تہہ خانہ ہے...... جس کا تم تذکرہ کر رہے ہو!

شیو دیوتا نے کہا! کیا ہم دیکھ سکتے ہیں؟

کیوں نہیں...... تم دیوتا ہو...... تم ہمارے سب کچھ ہو...... تم ہمارے جنم جنم کے پتی دیوتا ہو...... پھر تم سے کس بات کو پوشیدہ رکھا جا سکتا ہے......"

دوسرے کمرے میں سنگ مرمر کی خوبصورت بڑی سی چوکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مہارانی نے کہا! اس چوکی کے اندر ایک چرخی لگی ہوئی ہے اس چرخی کو گھمانے سے غار کا دروازہ کھل جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے" شیو دیوتا نے کہا! اس دور میں یہ ایک کھلی جگہ پر واقع تھی...... بعد میں اس کو عام لوگوں سے اوجھل کیا گیا ہوگا...... اس غار کے بارے میں عام لوگوں کو کوئی خبر نہیں ہے"

...... آدھی رات تک شیو دیوتا ماتا مہارانی کو دلفریب لفظوں سے بہلاتا رہا اس نے جب غار کے بارے میں ہر طرح کی معلومات حاصل کر لیں تو وہاں سے نکلنے کے بہانے تلاش کرنے لگا...... بارش کا زور ٹوٹ رہا تھا...... بادل برس برس کر تھک چکے تھے...... دربان اونچی اونچی آوازوں میں ہوشیار ہوشیار کی صدائیں بلند کر رہے تھے...... ماتا مہارانی شیو دیوتا کی آغوش میں سر رکھ کر اونگھ رہی تھی...... اوشا نے آنکھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا!

مہارانی نے کہا: "نجانے باہر کیسا شور ہے" ...... کیوں...... کون ہمارے آرام میں خلل ڈال رہا ہے!

شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم دیکھتے ہیں تم چند گھڑیاں سو جاؤ...... ہم پھر آئیں گے...... لگتا ہے باہر کوئی ہنگامہ ہے......

شیو دیوتا تیزی سے باہر نکل گیا......"

☆

ہم اس ملک کے ظالم حکمرانوں کے لئے عذاب بن کر آئے ہیں...... جو کوئی بھی ظالمانہ نظام کی بقا کے لئے اپنی تلوار کو بے نیام کرے گا...... ہماری تلواریں اس کو نقش عبرت بنا دیں گی...... قلعے پر کچھ محافظوں نے تھوڑی سی مزاحمت کی ان میں اسے کچھ قتل اور کچھ زخمی ہوئے باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے...... آدھی رات تک قلعے پر قبضہ ہو چکا تھا اودھم خان نے اپنے محافظ دستے کے ساتھ قلعے کا چکر لگایا جگہ جگہ لوگوں کو پر سکون اور بے خوف رہنے کی تلقین کی...... اودھم خان اور اس کے ساتھیوں کے مشفقانہ رویوں سے قلعے کے مکین کافی متاثر ہو چکے تھے...... اودھم خان قلعے کے اس حصے کی طرف بڑھا جس طرف حاکم قلعہ کے اہل وعیال رہائش پزیر تھے وہاں دو تین سو مسلح سپاہی موجود تھے۔

اودھم خان نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم کسی کو قتل کرنے نہیں آئے اگر تم ہتھیار پھینک دو تو ہم کسی کو کچھ نہیں کہیں گے...... ہم اس ملک کے باشندوں کو ظلم و بربریت کے ظالمانہ نظام سے نجات دلانے آئے ہیں!

سپاہیوں کے ایک سردار نے آگے بڑھ کر کہا! مہاراج اس وقت محل کے اندر راجہ منگل سنگھ کے خاندان کی عورتوں کے علاوہ کوئی مرد نہیں ہے اگر ان کی زندگیوں کی ضمانت دی جاتی ہے تو ہم بخوشی ہتھیار پھینکنے کو تیار ہیں...... بصورت دیگر ہم حق نمک ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

اودھم خان نے اس آسامی سردار سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا! منگل سنگھ کے خاندان کی عورتوں سے ہمارا بھی ایک اٹوٹ رشتہ ہے اور وہ ہے انسانیت کا ناطہ ہم ان کی تسلی کے لیے ان سے ملنا چاہتے ہیں انہیں ہر طرح کے تحفظ کا یقین دلانا چاہتے ہیں۔

آسامی سردار نے اپنے سپاہیوں کو ہتھیار پھینکنے کا حکم دیتے ہوئے کہا! سپاہیو آگے بڑھ کر اپنے نئے حاکم کی قدم بوسی کرو۔''

سپاہیوں نے ہتھیار پھینک دیے اور بڑے منظم طریقے سے اودھم خان کے قدموں کو چھوا۔''

اودھم خان نے بڑی شفقت اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا! تم پوری آزادی کے ساتھ اپنے قلعے میں گھوم پھر سکتے ہو...... یہ تمہارا اپنا قلعہ ہے تمہارا اپنا ملک ہے تمہارا اپنا علاقہ ہے...... تم اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ آزاد اور محفوظ سمجھو!

پھر اس نے محافظ دستے کے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

تم ہمارے ساتھ محل کے اندر چلو اور معزز خواتین کو ہمارے آنے کی اطلاع کرو...... اودھم خان قلعے کے محل میں داخل ہوا...... منگل سنگھ کے خاندان کی عورتوں کے علاوہ محل کی بہت ساری کنیزیں ایک وسیع بارہ دری میں خوف زدہ کھڑی تھیں!

اودھم خان نے ان کے قریب جا کر کہا! تم ہماری مائیں بہنیں...... اور بیٹیاں ہو۔ ہم تمہارے ناموس کے محافظ ہیں ہم تمہاری آبروؤں کی حفاظت کریں گے...... جو کچھ ہوا ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے...... اس ملک کے ظالم اور بے رحم مہاراجہ نے ہمیں تلوار اٹھانے پر مجبور کیا ہے...... یہ ایک طویل داستان ہے جس کا تم سب معزز خواتین کو علم ہوگا...... تم سب آرام کرو...... کسی قسم کے خوف کو اپنے دلوں میں جگہ نہ دو...... تم سب ہماری طرف سے آزاد ہو اگر تم ہمارے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے منشور کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھو گی تو ہم تمہارے سامنے جہان بھر کی خوشیوں کے انبار لگا دیں گے اور اگر کسی وجہ سے تم ہمارے ساتھ نہ رہنا پسند کرو تو ہماری طرف سے تم سب کو مکمل آزادی ہوگی!

منگل سنگھ کی دھرم پتنی جودھارانی نے دوقدم آگے بڑھ کر ہندو قاعدے کے مطابق ہاتھ جوڑتے ہوئے نمسکار کہنے کے بعد کہا! مہاراج تمہارے رویے نے ہمیں بے حد متاثر کیا ہے...... عام طور پر فاتحوں کے رویئے اس قدر نرم اور خوش کن نہیں ہوتے...... تم مسلمان ہو؟

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! رانی ماں ہم مسلمان ہیں اور شاید تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمان عورتوں بچوں بوڑھوں اور نہتے لوگوں پر ہاتھ اٹھانا گناہ سمجھتے ہیں...... پھر ہم اس ملک کو فتح کرنے سیم وزر لوٹنے اور انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے نہیں آئے ہم موت کے اندھیروں کے سوداگر نہیں روشنی کے پیغام لے کر آئے ہیں!

رانی نے پوچھا! تم حاکم بنگال ہو؟

اودھم خان نے کہا! ہم حاکم بنگالہ کے لشکر کے ایک سپاہی ہیں۔"

رانی نے پھر پوچھا! تم کہاں سے آئے ہو؟

اودھم خان نے کہا! ہم شیو دیوتا کے مندر کی طرف سے آئے ہیں!

رانی نے ہکلاتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں کہا! وہاں تو جنگ......

اودھم خان نے کہا! وہ جنگ پرسوں شام کی ختم ہو چکی ہے تمہارے پتی دیو راجہ منگل سنگھ شکست کھا چکے ہیں...... ہمیں افسوس ہے راجہ منگل سنگھ اندھیروں کے نمائندے بن کر ہم سے لڑنے آئے تھے۔

جودھارانی لڑکھڑانے لگی تو اودھم خان نے ایک کنیز کی طرف دیکھ کر کہا! رانی ماں کو سہارا دے کر خوابگاہ میں لے جاؤ...... ہم کل پھر آئیں گے۔"

جودھارانی نے گلوگیر لہجے میں پوچھا! ہمارے پتی مہاراج کہاں ہیں؟

اودھم خان نے سنجیدگی سے کہا! تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔ آرام کرو کل تفصیل سے باتیں کریں گے۔

نہیں! رانی نے کہا! تم نے ہمیں ماتا رانی کہا ہے...... ہم نے تجھے بیٹا کہا ہے...... بھگوان کے لیے اس پوتر ناطے کی قسم کھا کر ہمیں سب کچھ سچ سچ بتاؤ!

اودھم خان نے کہا! ماتا رانی تم ایک سپاہی کی دھرم پتنی ہو...... تمہارے اندر ہر قسم کے حالات سے سمجھوتہ کر لینے کی ہمت ہونی چاہیے...... بدقسمتی سے تمہاری پتی دیو ایک ظالم حکمران کے نمائندے بن کر ہم سے لڑنے آئے تھے......

رانی گرنے لگی تو کنیزوں نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا!

اودھم خان نے کہا! رانی ماتا! دھیرج سے کام لیں زندگی اور موت کے فیصلوں کو ہمت سے قبول کرنا پڑتا ہے۔

ایک کنیز نے پوچھا! کیا ہم قیدی ہیں؟

اودھم خان نے کہا! نہیں!...... کوئی بھی قیدی نہیں ہے جو ہمارے ساتھ رہنا چاہے گا ہم اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیں گے اور جو یہاں سے جانا چاہے تو ہم اس کا راستہ نہیں روکیں گے...... اس وقت تم سب ماتا مہارانی کو لے جاؤ اور ان کو حوصلہ دو......

اودھم خان نے اپنے کچھ سپاہیوں کو محل کے اس حصہ میں چھوڑا اور خود باہر آ گئے۔

راتوں رات مسلمانوں نے قلعے پر اپنا قبضہ مضبوط اور مکمل کر لیا..... لوگوں نے بے خوف ہو کر اس کا استقبال کیا..... اودھم خان اور اس کے ساتھیوں نے قدم پر محبتوں اور چاہتوں کے پھول کھلائے..... قلعے کے کچھ سرکردہ لوگ اودھم خان کے ہمراہ چل پڑے پھرتے پھرتے وہ قلعہ کے ایک ایسے حصے میں پہنچے جہاں کے مکینوں نے اپنے چہروں پر کالے نقاب ڈال رکھے تھے اور ان کے گلوں میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں..... انہوں نے زمین پر لیٹ کر اور گھنٹیاں گھنٹیاں بجا بجا کر اپنے نئے حاکم کا سواگت کیا!

اودھم خان نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے چہروں پر نقاب کیوں؟ اور ان کے گلوں میں گھنٹیاں کس لئے پڑی ہوئی ہیں!

ایک آسامی پنڈت نے کہا! یہ اچھوت ہیں!

''اچھوت'' اودھم خان نے حیرت سے پوچھا! اچھوت کیا ہوتے ہیں؟

پنڈت نے کہا! یہ نیچی جاتی کے لوگ ہیں اگر ان کم ذات لوگوں کا سایہ اونچی جاتی کے لوگوں پر پڑ جائے تو ان کا شریر بڑشٹ ہو جاتا ہے!

اوہ! اب سمجھے!..... اودھم خان کے ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اس نے گھوڑے سے اتر کر ایک اچھوت کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھاتے ہوئے کہا!

تم سب دربار میں پہنچو ہم آ رہے ہیں..... اب اندھیروں کا راج ختم ہو گیا ہے!

ایک اچھوت نے کہا! مگر مہاراج! ہم لوگ دربار میں اونچی جاتی کے لوگوں کے سامنے کیسے جا سکتے ہیں!

اودھم خان نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے ناگواری سے کہا! یہ ہمارا حکم ہے اس وقت ہم اس قلعے کے حاکم ہیں اگر تم لوگوں نے حکم عدولی کی تو سخت سزا دی جائے گی تم سب چلو ہم آتے ہیں!

پھر اس نے ہری رام کو مخاطب کر کے کہا! دربار عام کا اہتمام کیا جائے اور منادی کرا دی جائے کہ ہر خاندان کا کم از کم ایک نمائندہ ہر صورت دربار میں حاضر ہو.....

چھوٹے سے قلعے میں منادی کی گئی دربار سجایا گیا لوگ اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے اودھم خان کے چار پانچ سو سپاہی مسلح ہو کر دربار میں کھڑے تھے..... اودھم خان ایک وقار ایک دبدبے اور ایک شاہانہ طمطراق سے دربار میں داخل ہوا..... اچھوت اور نیچی جاتی کے لوگ ڈرے سہمے ایک طرف کونے میں کھڑے تھے۔!

اودھم خان نے سنہری مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا!

لوگو! ہم سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں ہم تمہاری حفاظت کے لئے آئے ہیں ہم تمہاری جان و مال کے ضیاع کے لئے نہیں آئے ہمارا ایک منشور ہے ہم اس منشور کو نافذ کرنے کے پابند ہیں ہمارا منشور کسی فرد کی حاکمیت اور دھونس دھمکی کا نظام نہیں بلکہ ہم اپنے خدا اور تمہارے

بھگوان کے قانون کا نفاذ چاہتے ہیں۔ ہم انسانیت کو تقسیم کرنا غیر فطری گناہ سمجھتے ہیں۔ ہم انسانی علاقائی اور طبقاتی تفریق کے قائل نہیں...... انسان دنیا کے جس خطے کا باشندہ ہو ہمارے نزدیک محترم اور مکرم ہے...... رنگ ونسل اور دولت کی کمی بیشی انسانیت کے قدرتی احترام کو گھٹانے بڑھانے کا سبب نہیں بن سکتی...... ہم اونچ نیچ کے قائل نہیں......

پھر اس نے اچھوتوں کو مخاطب کر کے کہا! ''تم لوگ یہاں ہمارے قریب آؤ''

وہ جب ڈرتے کانپتے سامنے آ گئے تو اودھم خان نے کہا! ''یہ نقاب اور گھنٹیاں اتار دو''

انہوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج ہم غریب اور نیچی جاتی کے لوگ ہیں ہم نے اپنے چہروں سے نقاب اٹھا دیئے تو ان اونچی جاتی کے لوگوں کا دھرم بھرشٹ ہو جائے گا یہ لوگ ہمیں قتل کر دیں گے!

اودھم خان نے گلوگیر لہجے میں کہا! اب کوئی تمہیں قتل نہیں کرے گا!

پھر اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا! ان لوگوں کے لیے دربار میں مسندوں کا اہتمام کیا جائے''

جب مناسب اور مطلوبہ تعداد کی مسندیں لگ گئی تو اودھم خان نے اچھوتوں سے کہا! نقاب اتار دو گھنٹیاں کاٹ پھینکو اور وقار سے ان مسندوں پر ان اونچی جاتی کے بدمعاشوں کے سامنے بیٹھ جاؤ......''

اچھوتوں نے نقاب الٹ دیئے اور اپنے گلوں میں پڑی ہوئی گھنٹیوں کو اتار پھینکا...... اور مسندوں پر بیٹھ گئے۔

اودھم خان نے کہا! جن لوگوں کا دھرم بھرشٹ ہو رہا ہے وہ نا صرف اس دربار سے نکل جائیں بلکہ اس قلعے سے اور اس علاقے سے دفع ہو جائیں ہم انسانیت کی اتنی بڑی تذلیل اور توہین برداشت نہیں کر سکتے ہم انسانیت کے دشمنوں کے بدترین دشمن ہیں جو لوگ ان غریبوں کو برابری کی سطح پر دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتے وہ ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جائیں بعد میں اگر کسی نے کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی یا بدتمیزی کی تو ہم اسے موت سے کم سزا کا مستحق نہیں سمجھیں گے۔''

جب اچھوت مسندوں پر بیٹھ گئے تو اودھم خان نے کہا! تم ہمارے بھائی ہو...... ہمارے جیسے انسان ہو...... تم ہر جگہ آزادی سے آ جا سکتے...... اپنے ضمیر پر اب کبھی کسی بدبخت کی ضرب برداشت نہیں کرنا...... اینٹ کا جواب پتھر سے دینا...... غیرت نفس کو ہمیشہ بیدار رکھنا...... اودھم خان نے دیکھا کچھ پنڈتوں کے ماتھے شکن آلود ہو رہے ہیں اور وہ اپنی اپنی مسندوں پر کسمسا رہے ہیں۔''

اودھم خان نے کہا! خدا کی قسم اب یہاں جہالت اور فرعونیت کے اندھیرے باقی نہیں رہیں گے...... تمہیں معلوم ہے روشنی کی ایک چھوٹی سی کرن گھور اندھیروں کو پاش پاش کر دیتی ہے!

ایک پنڈت نے اٹھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج! یہ تو ہمارے دھرم کا ایک حصہ ہے برہمن ویش اور شودر الگ الگ جاتیاں ہیں ان کے الگ الگ مقام ہیں۔

اودھم خان نے کہا! یہ انسانوں کے درمیان تفریق و تقسیم تمہارا پیدا کردہ ہے جسے ہم ہرگز نہیں مانتے!

چند لمحوں کے سکوت کے بعد اودھم خان نے پرنم آنکھوں سے درباریوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! لوگو! یہ کتنے دکھ اور کتنے افسوس کا مقام ہے کہ تم نے اپنی قوم کے ایک بہت بڑے طبقے کو نفرت کا نشانہ بنا کر مفلوج کر کے رکھ دیا ہے...... ان کا قصور کیا ہے نجانے یہ معصوم لوگ کتنی نسلوں سے تمہاری نفرتوں کی زد میں ہیں...... ان کا استحصال کیا جا رہا ہے...... ان کو مذہب کے نام پر مجروح کیا جا رہا ہے...... غربت ناداری اور ناتوانی تو کوئی جرم نہیں...... تم نے اپنے دین دھرم میں ظالمانہ جاہلانہ اور احمقانہ اعتقادات کی آگ بھڑکا کر اُسے انسانیت کا بدترین بدخواہ بنا رکھا ہے...... ہم تمہارے مذہبی معاملات میں قطعاً مداخلت نہیں کریں گے جب تک ہم یہاں رہیں گے ہماری طرف سے کسی وقت بھی کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوگی تمہیں اپنے عقائد کے مطابق اپنی رسومات ادا کرنے کی مکمل آزادی ہوگی...... مگر جہاں کہیں انسانیت کی توہین کا جرم کسی سے سرزد ہوا تو ہم معاف نہیں کریں گے"

ہری رام قلعے کے خزانوں کا نصف حصہ ان مظلوموں اور ستم زدہ لوگوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے!

ایک سپاہی نے آ کر کہا! سردار جی! منگل سنگھ کی بیوہ رانی جو دھاستی ہونے کا ارادہ رکھتی ہے۔"

اودھم خان نے کہا! اوہ ہمارے خدا...... یہ سب کیا ہے اس خوبصورت ملک میں قدم قدم پر جہالتوں اور وحشتوں کے بت کیوں نصب کیے جا چکے ہیں!

اودھم خان نے ہندو پنڈتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم مذہبی رہنما نہیں سیدھے سادھے سپاہی ہیں...... مگر ہم اتنا بڑے دعوے اور وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے کسی بھی مذہب میں انسانیت کی توہین و تذلیل جائز نہیں ہے...... منگل سنگھ کی بیوہ نے اپنے شوہر کے غم میں ستی ہونے کا ارادہ کر لیا ہے...... تمہارے نزدیک ہو سکتا ہے یہ کوئی فخر کی بات ہو...... مگر انسانیت کے خدا کی نظروں میں یہ بہت بڑا بھیانک جرم ہے...... خودکشی ہے...... تم میں سے کون ہمارے ساتھ چل کر رانی کو اس مذموم ارادے سے باز رہنے کی درخواست کرنے کو تیار ہے!

ایک پنڈت نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج ہم اندھیروں کے خلاف روشنیوں کا ساتھ دیں گے...... ستی جیون ہتیا ہے ایک بھیانک جرم ہے...... یہ ہندو چہرے پر لگا ہوا بدنما داغ ہے۔

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! آفرین صد آفرین...... آسام کی دھرتی بانجھ نہیں بڑی زرخیز ہے تھوڑی سی نمی کی ضرورت ہے۔

آسامی پنڈت نے نمناک آنکھوں سے درباریوں کس طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہاراج! بھگوان کی قسم ہم ان پربتوں کے اندر گنگناتی ہوئی آبشاروں کے حس کے دشمن ہیں ہم فطرت کے حسن کے قاتل ہیں ہم ان کوہساروں اور پربتوں کے حسن و جمال کے چہرے پر بدنما داغ کی طرح ہیں...... ہمیں یقین تھا کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی دور میں کوئی ایسا دیوتا ضرور آئے گا جو اندھیروں کو اجالوں میں بدل دے گا...... ہمارے خواب کی تعبیر سامنے آ گئی ہے...... جس دیوتا کا ہم صدیوں سے انتظار کر رہے تھے وہ آ گیا ہے۔"

اودھم خان نے اچھوتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہری رام کو مخاطب کر کے کہا! ہری رام ہم آج رات ان غریبوں کے گھروں کی منڈیروں پر خوشیوں کے چراغ جلتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں...... تم سمجھ گئے ہو نا! ہم کیا کہنا چاہتے ہیں!

ہری رام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! سردار فکر نہیں کریں ہم ابھی ان لوگوں میں خزانہ تقسیم کر دیتے ہیں۔"

اودھم خان دربار سے نکل گیا...... یہاں سے نکل کر وہ سیدھا منگل سنگھ کی بیوہ سے پاس گیا اور بغیر کسی تمہید کے بولا!''ہم نے ایک بری خبر سنی ہے''

منگل سنگھ کی بیوہ نے کہا!یہ بری خبر نہیں ہے یہ تو ہماری روایات کا ایک قابل فخر حصہ ہے۔''

''نہیں'' اودھم خان نے کہا!یہ قابل فخر نہیں قابل مذمت اور نا قابل معافی جرم ہے...... زندگی کی توہین ہے اور ہم اندھیروں کو پھیلانے کی اجازت نہیں دے سکتے یہ ہمارا فیصلہ ہے...... اگر تم یہاں ناخوش ہو تو...... جہاں چاہو جا سکتی ہو ہم تمہیں عزت و احترام سے رخصت کریں گے مگر ہم تمہیں ستی ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

منگل سنگھ کی بیوہ نے کہا!سردار!اگر تم اپنے قول کے سچے ہو تو پھر ہمیں یہاں سے نکلنے دو...... ہم یہاں خوش نہیں ہیں ایک گھٹن سی محسوس کر رہے ہیں!

اودھم خان نے کہا!ہماری طرف سے تمہیں جانے کی اجازت ہے۔مگر ہم جانے سے پہلے تم سے اور تمہارے ہمراہیوں سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ ہماری کونسی بات تمہیں ناگوار گزری ہے۔''

رانی نے کچھ دیر تک سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا!''شاید اس لئے کہ تم ہمارے پتی دیو کے قاتل ہو''

اودھم خان نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا!اگر بے انصافی ہی تمہارا انصاف ہے تو پھر ہم کچھ بھی کہنے کو تیار نہیں ہیں!

اودھم خان نے ایک محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!حسن!رانی کو شایان شان طریقے سے روانہ کیا جائے''

اودھم خان نے جانے لگا تو رانی نے پوچھا!سردار ہم یہاں سے اکیلے رخصت ہوں گے یا۔

اودھم خان نے پیچھے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا!جو لوگ یہاں سے جانا چاہیں وہ سب جا سکتے ہیں!

ایک لڑکی نے رانی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!ماتا رانی!ہمارا خیال ہے ہمیں یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔''

کیوں؟رانی نے بگڑتے ہوئے کہا!ہم اس جگہ نہیں رہ سکتے جہاں اچھوتوں کو مسندوں پر بٹھایا جا رہا ہو!

رانی نے کہا!راجدھانی میں ہمارے کچھ عزیز و اقارب ہیں ہم ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں ہم تمہارے رویوں کے مشکور ہیں...... تم ایک پسندیدہ شخصیت کے مالک ہو یہ الگ بات ہے کہ ہمیں تمہارے نظریات اور خیالات سے اختلاف ہے۔''

اودھم خان نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑتے ہوئے کہا!اگر تمہیں ہمارے خیالات اور نظریات سے اتنا شدید اختلاف ہے تو ہمارا بار بار کا سمجھانا بے سود ہے اندھیرے اور اجالے ایک جگہ نہیں رہ سکتے...... خدا حافظ...... ہماری دعائیں تمہارے ساتھ رہیں گی...... موقع ملا تو ہم زندگی کے کسی موڑ پر تمہیں پھر سمجھانے کی کوشش کریں گے!

رانی کی جواں سال بیٹی سیتا نے ایک بار پھر کہا!ماتا جی!شاید ہم اچھا نہیں کر رہے ہیں۔اس مخلصانہ پیش کش کو قبول کر لینا چاہیے...... آکاش کا رنگ بدل گیا ہے دیکھو ماتا جی ہواؤں کے جھونکوں نے اپنا رخ بدلا ہوا ہے زندہ رہنے کے لیے ہمیں نئے حالات سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔''

رانی نے غصے سے کہا! ہم مجبور ہیں لڑکی...... ہم اپنوں میں جائیں گے...... وقت ضائع نہ کرو۔"

سیتا نے کہا! ماتا مہارانی ایسا نہ ہو کہ بعد میں ہمیں جیون بھر پچھتاوے کی آگ میں جل جل کر وقت کاٹنا پڑے۔

رانی نے قافلے کو روانہ ہونے کا حکم دیتے ہوئے کہا! دکھ سکھ کے قافلے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔

جب یہ قافلہ قلعے کے بڑے دروازے سے نکلنے لگا تو سیتا نے ایک لمحے کے لئے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا...... اودھم خان کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔"

سیتا نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے اس کا رخ پیچھے کی طرف موڑتے ہوئے کہا! سردار ہم جیون بھر تمہیں یاد رکھیں گے۔"

اودھم خان نے کہا! اگر تم یہاں سے نہ جاؤ تو ہم تمہیں ایک بھائی کا پیار دیں گے۔"

سیتا نے ایک بار ماں کی طرف دیکھا اور پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر اودھم خان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ماتا جی! بھگوان تمہیں خوش رکھے ہم نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا ہے ہم اپنے پتا کی نگری سے نکل کر کہیں بھی نہیں جائیں گے۔"

"رانی چلائی" مگر سیتا پیچھے کی طرف پلٹ کر اودھم خان کے پاس پہنچ چکی تھی۔"

اودھم خان نے گھوڑے سے اتر کر اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ہم تمہیں بھائی کا پیار دیں گے پردیس میں ہمیں پیار کا ایک مقدس رشتہ مل گیا ہے۔

سیتا نے اس کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! بھیا ہمارا نام سیتا ہے تمہاری باتوں نے ہمیں جیون کی ایک نئی راہ پر گامزن کر دیا ہے بھیا ہم تمہارے نظریات کی پاسبانی کریں گے ہم اس سنسار کو پریم اور محبت سے سجانے کے کام میں تمہارے ساتھ پورا تعاون کریں گے!

رانی نے غصے سے زمین پر تھوکتے ہوئے کہا! ہم تمہاری ذات پر تھوکتے ہیں' سیتا تم نافرمان ہو...... تم......"

اودھم خان نے کہا! رانی ماں اس سے آگے کچھ مت کہنا...... سیتا اب ہماری بہن ہے!

رانی نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! نافرمان لڑکی کسی ناقابل برداشت مصیبت میں مبتلا ہونے والی ہے۔"

سیتا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ماتا جی! بددعائیں نہ دو...... ہم نافرمان نہیں ہیں ہم غیرت مند ہیں ہم سے غیروں کے دروازے پر دھکے نہیں کھائے جائیں گے ماتا رانی ہم اپنے پتا کی چوکھٹ نہیں چھوڑیں گے...... ایک بیٹی کے لیے یہی اعزاز بہت بڑی خوش نصیبی ہے کہ وہ اپنے پتا کے دروازے پر پڑی رہے۔"

سیتا کی ماں نے ایک بار پھر کہا! سیتا بیٹی! ہمیں دکھی نہ کرو...... جب حاکم وقت نے ہم سب کو فراخ دلی سے رخصت دے دی ہے تو پھر تم یہاں ٹھہرنے پر کیوں بضد ہو...... ایک بیٹی اپنی ماتا کی ممتا کے گھنے سائے تلے خوش رہ سکتی ہے۔"

سیتا نے کہا! یہ ٹھیک ہے ماتا جی! اگر تمہیں ہماری خوشیوں کا اتنا ہی خیال ہے تو بھگوان کے لیے رک جاؤ۔

ماتا مہارانی نے پوچھا! تم ہمارے ساتھ نہیں آ ؤ گی یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔''

سیتا نے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم تم سے زیادہ مجبور ہیں...... ہم دونوں اپنی سوچوں کے مضبوط حصار میں بند ہو چکی ہیں......

ماتا رانی کا چھوٹا سا قافلہ قلعے کے دروازے سے نکل گیا تو سیتا بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔''

اودھم خان نے اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! سیتا بہن! اگر تمہیں اپنے فیصلے پر افسوس ہے تو......''

نہیں سیتا نے کہا! ہمیں تو اپنی ماتا کے رویے پر رونا آ رہا ہے......''

دھامنی کے تمام متعصب' متکبر اور انسانیت کے بدترین دشمن پنڈت مہاجن اور مہادیو وغیرہ منگل سنگھ کی بیوہ کے ساتھ چلے گئے تھے...... اب قلعے میں صرف وہی لوگ رہ گئے تھے جن کے دلوں کے نہاخانوں میں انسان دوستی اور محبت کا درد تھا جو انسان کو دولت اور سونے چاندی کے ترازو میں تولنے کے عادی نہیں تھے...... قلعے کے مندر کے چند پجاری اودھم خان کے پاس آئے۔''

اودھم خان نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے پوچھا! بتاؤ کیسے آنا ہوا...... ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں ہمارے کسی سپاہی نے تمہاری مذہبی رسومات کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی تکلیف وہ رکاوٹ تو نہیں ڈالی!

ایک پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! نہیں مہاراج ایسی کوئی بات نہیں...... ہم پر کسی نے کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کی...... اس وقت ہم کسی اور تشویش کے پیش نظر حاضر ہوئے ہیں۔''

اودھم خان نے کہا! ہم اپنے مقدور سے بڑھ کر تمہارے معاملات کو سلجھائیں گے کہو کیا تشویش ہے؟

پجاری نے کہا! قلعے کے شرارتی اور متعصب لوگوں کو جانے کی اجازت دے کر مہاراج نے مستقبل کو خطرات کی جلتی ہوئی چتا میں جھونک دیا ہے...... مہاراجہ کرشن کمار کو جب دھامنی کی تسخیر کی اطلاع ملے گی تو وہ بغیر کسی تاخیر کے یلغار کرتا ہوا یہاں پہنچ جائے گا اور ہمارا خیال ہے یہ چھوٹی سی فوج اس کے لشکروں کے مقابلے میں ناکافی ثابت ہوگی...... ہم مہاراج کو یہ مشورہ دینے آئے ہیں کہ یہاں سے جانے والوں کے تعاقب میں سپاہی دوڑا دیئے جائیں اور ان سب کو واپس بلا کر بندی خانے میں بند کر دیا جائے۔''

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! بہت بہت شکریہ! تمہاری سوچوں میں روشنی کی کرنیں ہیں ہم بہت خوش ہوئے تم بے فکر ہو کر اپنے معاملات میں مصروف رہو مہاراجہ کرشن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تمہیں معلوم نہیں وہ بدنصیب درندہ اب چاروں طرف سے ہماری تلواروں کے حلقے میں گھر چکا ہے راجدھانی تک محدود ہو چکا ہے راجدھانی کے قلعے سے باہر کی ساری دنیا اس پر تنگ ہو چکی ہے...... ہم نے سوچ سمجھ کر اس قلعے کے بدترین لوگوں کو یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی ہے ہمیں معلوم ہے منگل سنگھ کی بیوہ سیدھی راجدھانی جائے گی وہ جن خوابوں کے اڑن کھٹولے پر سوار ہو کر راجدھانی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے اس کے وہ سارے کے سارے خواب ایک چھناکے کے ساتھ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے...... اس وقت راجدھانی کے اردگرد چاروں طرف ہمارے لشکر چھائے ہوئے ہیں۔ امید ہے مہاراجہ کو ہماری شدید قسم کی ترک تازیوں کا علم ہو گا اور وہ ان

حالات کے پیش نظر اپنے قلعے سے باہر نکلنے کی حماقت کا ارتکاب نہیں کر سکتا...... اور اگر وہ بے خبری میں بیوقوفی سے قلعے سے نکل پڑا تو یقین کرو ہمارے وہ شہسوار جن کے قدم اٹھتے ہیں تو پہاڑوں کو لرزہ آ جاتا ہے۔ صحراؤں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور زمین کے بے پایاں وسعتیں سمٹ کر ان کے نقش کف پا میں سما جاتی ہیں' مہاراجہ کو یہاں تک پہنچنے کی مہلت نہیں دیں گے...... تم بے فکر ہو کر اپنے معمول کے کاروبار جاری رکھو...... ہماری نگاہوں نے حالات کو اپنے عزائم کی مضبوط گرفت میں لیا ہوا ہے تشویش کی کوئی بات نہیں

...... پجاریوں کے چہروں پر خوشیوں کے گلاب کھل اٹھے!

اودھم خان نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم شام کو اچھوتوں کی بستی میں جائیں گے...... ہم چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ چلو اور ان کو عزت و احترام کے ساتھ مندر میں لے آؤ...... وہ بھی ہماری تمہاری قسم کے انسان ہیں اس سنسار کے رنگوں پر ان کا اتنا ہی حق بنتا ہے۔ جتنا ہمارا یا تمہارا ہے کسی کو ان کے قدرتی حق سے محروم رکھنا بہت بڑا ظلم ہے اور ہم اس قسم کے مظالم کو پسند نہیں کرتے۔"

ایک دوسرے پجاری نے عاجزی سے کہا! مہاراج ان جنم جنم کے مظلوموں اور استحصال زدہ لوگوں کو مندر میں لا کر ہمیں دلی خوشی ہو گی...... پہلے تو ہم روایت پرستوں کی طاقت اور تسلط کی وجہ سے مجبور تھے کچھ کہنے یا کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے مگر اب تو ہم آزاد ہیں روشنی کے سفر کو تیز تر کریں گے اگر پھر کبھی کسی ظالم خونی راکھشش نے کسی چور دروازے سے آ کر ہم پر اپنا ظالمانہ تسلط قائم نہیں کر لیا تو ہم جیون بھر روشنیوں اجالوں اور کرنوں کے معصوم کاروانوں کے ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے۔"

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! مہادیو جی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے غیرت نفس کی روشنی کے سامنے اندھیرے نہیں ٹھہر سکتے اب کوئی خونی درندہ کبھی بھی ان بستیوں میں داخل ہونے کی جرات نہیں کرے گا...... اندھیرے ٹھوکریں اور رسوائیاں صرف انہی لوگوں کا مقدر ہوتی ہیں جو اپنی آنکھوں پر بے حسی بے غیرتی اور نادانی کی سیاہ پٹیاں باندھ کر جی رہے ہوتے ہیں...... جن کے ذہنوں میں غیرت اور آگہی کا نور ہوتا ہے...... جن کے دلوں میں عزت کا سوز ہوتا ہے...... ان کی زندگی کی راہیں افق تا افق روشن ہوتی ہیں...... اودھم خان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھ گیا۔"

ایک پجاری نے دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا! بھگوان کی قسم یہ لوگ آکاش کے باشندے لگتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے سہارے یہ سنسار قائم ہے۔"

اس روز کی شام جب گہرے اندھیروں میں ڈوب گئی ہر طرف قندیلیں اور مشعلیں جل اٹھیں...... اودھم خان اپنے محافظ دستے کے ہمراہ قلعے کی فصیل کے شمالی حصے میں واقع اچھوتوں کی بستی کو روانہ ہوا اس کے آگے آگے پچاس ساتھ مشعل بردار تھے۔ اچھوتوں کی بستی اس وقت گہما گہمی اور ہما ہمی سے تماشا گاہ عالم بنی ہوئی تھی ہر گھر کے منڈیر پر کئی کئی چراغ روشن تھے...... بچے بوڑھے جوان اور عورتیں ایک ہجوم کی شکل میں بستی کے بڑے بازار میں اودھم خان کے استقبال کے لئے موجود تھے...... ڈھول تاشے بزیاں اور طبل بجائے جا رہے تھے جوان لڑکیاں مکانوں کی چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں ان کے ہاتھوں میں پھولوں کی ٹوکریاں تھیں لوگ ناچ رہے تھے خوشی کے گیت گا رہے تھے...... جب اودھم خان بستی میں داخل ہوا تو لوگوں نے خوشیوں کے فلک شگاف نعروں سے اس کا استقبال کیا اس نے گھوڑے پر سوار رہ کر پوری بستی کا چکر لگایا...... سینکڑوں ہاتھوں نے اس پر

پھولوں کی پتیاں بچھاور کیں..... سینکڑوں لبوں نے ان کے ہاتھ چومے..... سینکڑوں آنکھوں نے اسے بار بار دیکھا..... بستی والوں نے بستی کے درمیان ایک اونچا چبوترہ بنا رکھا تھا انہوں نے بڑے اسرار کے بعد اس کو اس چبوترے پر گھوڑے سمیت چڑھنے پر مجبور کیا جب وہ چبوترے پر چڑھ گیا تو سینکڑوں لوگوں نے اس کے سامنے سجدہ عقیدت کیا.....''

اودھم خان نے یہ منظر دیکھ کر گھوڑے سے اترتے ہوئے چلا کر کہا! یہ کیا کرتے ہو غلامی کے جس عذاب سے ہم تمہیں بچانا چاہتے ہیں تم ہمارے سامنے اس کی خوفناک تجدید کر رہے ہو..... ہم تمہارے جیسے انسان ہیں ہم تمہارے بھائی ہیں محبت کا اظہار کرنا ہے تو ہمارے گلے لگ کر کر سکتے ہو..... سجدے کر کے ہمیں گنہگار نہ کرو!

ایک بوڑھے اچھوت نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! تم ہمارے جیسے نہیں ہو..... تم آکاش سے اترے ہوئے بھگوان ہو!

اودھم خان نے جلدی سے چبوترے سے اتر کو بوڑھے اچھوت کو گلے لگاتے ہوئے کہا! بابا! ہم بھگوان نہیں ہیں..... ہم کچھ بھی نہیں ہیں..... تم ہمیں اپنا بیٹا کہہ سکتے ہو..... ہم تم جیسے بوڑھوں کے بیٹے ہیں جوانوں کے بھائی ہیں ان ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے ناموس کے محافظ ہیں.....'' اودھم خان کی باتوں کے طلسماتی اثرات نے لوگوں کے جذبات کی تاروں پر مضراب کی مانند ٹھوکر لگائی..... سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے..... اودھم خان اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں بھی شدت جذبات سے چھلک پڑیں!

اودھم خان نے پھر کہا! لوگو! جی بھر کے خوشیاں مناؤ اپنی زندگی کی اس نئی نویلی بزم کو چراغاں کرو..... مگر یاد رکھو ان خوشیوں اور ان روشنیوں کی حفاظت کے لیے اب اپنے آپ کو تیار بھی رکھو..... وقت نے تمہیں جس آزادی سے ہمکنار کیا ہے اس کی پاسبانی نہیں کرو گے تو وقت تم سے یہ ساری مراعات پھر چھین لے گا..... ہم زیادہ عرصے تک تمہارے درمیان نہیں رہیں گے..... ہم تو زندگی اور موت کے درمیان بہتے ہوئے گہرے سمندروں کے مسافروں کی طرح ہیں..... اپنے پیچھے یادوں کے نقوش چھوڑتے ہوئے دور چلے جائیں گے..... ہمارے بعد ان روشنیوں کو زندہ رکھنا تمہارا کام ہوگا۔''

ایک دوسرے اچھوت نے زور زور سے روتے ہوئے کہا! تمہیں بھگوان کا واسطہ ہے..... تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ ہمیں چھوڑ کر کہیں نہ جانا ورنہ اس ظالم سماج کے بے درد راکھشش پھر ہمارے زخموں کو ستم گری کے نمک سے بھر دیں گے..... ہماری گردنوں میں پھر ذلت و رسوائی اور غلامی کے وزنی طوق پہنا دیے جائیں گے..... ہمارے ان ہنستے مسکراتے چہروں پر ادبار کے کالے نقاب ڈالے جائیں گے..... ہماری یہ خوشیاں چراغ سحری کی تابندگی ثابت ہونگی۔''

اودھم خان نے سپاہیانہ دبدبے سے کہا! بزدلوں جیسی باتیں مت کرو..... چلتی پھرتی لاشوں کی طرح جینا چاہو گے تو تمہیں کوئی جینے نہیں دے گا..... زندگی کی قدر و قیمت کا شعور پیدا کرو..... اپنے اندر آگہی ڈھونڈو..... تم سب کسی سے کم نہیں ہو!

مگر سردار ایک بوڑھی اچھوت خاتون نے روتے ہوئے کہا! ہم تو جنم جنم کے کچلے ہوئے پسماندہ لوگ ہیں! ہم ان ڈھیر ساری ناگہانی خوشیوں کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں!

اودھم خان نے اپنی چمکتی ہوئی تلوار ایک نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! اس تلوار سے اپنے ناموس کی حفاظت کرو گے۔

پھر اس نے ہری رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہری رام کل سے ان سب کو تربیت دی جائے گی...... ظلم وشقاوت کے عفریتوں کا مقابلہ تلواروں کی طاقت سے کیا جاتا ہے...... فرعونوں کے سامنے سر اٹھا کر اور سینہ تان کر جینے کی کوشش کرو گے تو فسق فجوز کے کوہ گراں روئی کے گالوں کی طرح اڑ جائیں گے...... کل سے ہمارے سپاہی تم سب کو فوجی تربیت دیں گے...... اپنے راہوں کے پتھروں کو عزم وہمت کی ٹھوکروں سے پاش پاش کرتے جانا...... حالات کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے رہنا...... ایک لمحے کی غفلت بھی تمہیں منصہ شہود سے پھر قصر مذلت میں گرا سکتی ہے......"

ودھم خان کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ مندر کے پجاری اور مہا رادیو مشعلوں اور قندیلوں کے جلوس لئے وہاں آ گئے۔"

مہادیو نے اودھم خان کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ہمیں کچھ دیر ہو گئی ہے شما کرنا مہاراج!

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا!" ایسی کوئی دیر نہیں ہوئی"

پھر مہادیو نے اچھوتوں کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم تم سب بھائیوں کو مندر میں پوجا کے لیے لینے آئے ہیں......

اچھوتوں میں حیرت واستجاب کی ایک لہر دوڑ گئی...... چند لمحوں بعد جب یہ لوگ ایک کارواں کی صورت میں مندر کی طرف جا رہے تھے۔"

کماری سیتا نے راستے میں ایک جگہ سامنے سے نمودار ہوتے ہوئے کہا! خان بھائی ہم تم سے ناراض ہیں"

کیوں؟ اودھم خان نے آگے بڑھ کر کماری سیتا کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہم ہر قیمت پر اپنی بہن کو منائیں گے' ہمارا کوئی قصور بنتا ہے تو ہمیں معاف کر دو!

سیتا نے کہا! تم نے ہمیں اس تقریب میں بلایا کیوں نہیں؟

ہمیں افسوس ہے ہم سے کوتاہی ہوئی ہے...... ہم تمہیں بھولے تو نہیں تھے...... سوچا تھا ممکن ہے تمہیں ہمارے نظریات سے کچھ اختلاف ہو۔

کماری سیتا نے اپنی پرنم آنکھوں کو اودھم خان کی آنکھوں میں ڈالتے ہوئے ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں کہا! خان بھائی! اگر ہم ایسے ہوتے اگر ہمیں تمہارے نظریات خیالات سے اختلاف ہوتا تو ہم ماتا مہارانی اور تو تن بہن کے ساتھ یہاں سے چلے جاتے۔"

اودھم خان نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ہم اپنی پیاری بہن سے معذرت کے طلبگار ہیں۔"

کماری سیتا نے اچھوتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! بھائیو! بہنو! اور بزرگو! تمہارے حالات سن سن کر اور بربادیوں کو دیکھ دیکھ کر ہمارا من سلگتا رہتا تھا...... مگر ہم مجبور تھے...... سماج نے تمہارے ارد گرد نفرتوں اور حقارتوں کی بلند وبالا دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں...... دھرم کے نام پر کھڑی کی جانے والی سنگلاخ دیواروں کو عبور کر کے تم تک پہنچ جانا ہمارے بس میں نہیں تھا...... بھگوان نے اپنی کرپا سے وقت کے ان ناقابل تسخیر دیوتاؤں کو تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے جن کی ٹھوکروں سے بڑی بڑی چٹانیں ریزہ ریزہ ہو چکی ہیں۔"

جس طرح شاخ گل کو باد سحر گاہی کا نم رنگوں اور خوشبوؤں سے سجا کر گل بداماں کر کے رشک باغ جناں بنا دیتا ہے۔ اسی طرح اودھم خان اور اسکے ساتھیوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے فکری انقلاب نے دھامنی کے قلعے میں بسنے والے لوگوں کے دلوں کے آنگن کو امنگوں اور

سے بھر دیا تھا۔ اچھوتوں کا ہر روز روزِ عید تھا اور شب شبِ برات کی جگمگاتی ہوئی تھی ہر طرف محبت کی ٹھنڈی عطر بیز ہواؤں کے جھونکے دلداریوں کے جھولے میں جھولتے ہوئے محسوس ہوتے تھے...... نفرتوں اور حقارتوں کی آگ کے صدیوں پرانے آتش کدے بجھ چکے تھے...... تعصب کے تپتے ہوئے ہولناک ریگزاروں کا ذرہ ذرہ اب گل نو بہار کی طرح دلکش و دلفریب لگتا تھا فضاؤں میں ملکوتی معصومیت کا سحر تھا۔ شاخ شاخ آرزوؤں امنگوں اور آشاؤں کے نو دمیدہ غنچوں سے مشک بار تھی...... کماری سیتا اور مندر کے پجاری اچھوتوں کے حقوق کی بحالی اور ان کی خوش حالی کے لیے خلوص دل سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ مسلمان سپاہی ان کو جنگی فنون کی تربیت دے رہے تھے۔ اچھوت بڑی دلچسپی اور لگن سے جنگی فنون کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ کچھ لوگ تو کافی زیادہ مہارت حاصل کر چکے تھے۔ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے میں اس طرح گھل مل گئے تھے جس طرح یہ برسوں سے ایک دوسرے کے شناسا ہوں......

ہر رات کو پورے قلعے کے اندر ہر گھر میں چراغاں کا میلہ لگایا جاتا تھا...... اودھم خان بہت خوش تھا کہ اس کے ذریعے صدیوں کا جمود ٹوٹ گیا تھا...... اندھیروں کے بطن سے روشنی جنم لے چکی تھی...... چمن چمن شاخ شاخ اجالوں کے پھول کھل گئے تھے...... کماری سیتا نے اودھم خان کی کلائی پر راکھی باندھ کر اسے اپنا منہ بولا بھائی بنالیا تھا اودھم خان بھی اسے سگی بہن کی طرح عزیز سمجھتا تھا...... اچھوتوں کی عورتیں روزانہ اودھم خان کے لئے پھول لاتی تھیں۔ وہ انہیں منع بھی کرتا تھا مگر وہ کہتی تھی!

ہم تمہیں اپنا دیوتا مانتی ہیں...... اگر تم نے ہماری ”بھینٹ“ قبول نہیں کی تو ہم سمجھیں گی کہ دیوتا ہم سے ناراض ہے۔ ہمارے صدیوں پرانے زخموں کو قرار آیا اگر تم لوگ آکاش کے ساگر سے دھرتی پر نہیں آتے تو ہماری زندگیوں میں یہ سہانا انقلاب نہیں آسکتا تھا...... ہم تو ایسی لکش زندگی کے خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جیون ایک بوجھ تھا جسے ہماری نسلیں صدیوں سے اٹھائے پھرتی تھیں...... ہم اپنی سولیاں اپنے کندھوں پر لادے صدیوں سے نفرتوں اور حقارتوں کی تاریک گھاٹیوں کی سنگلاخ اور دشوار گزار راہوں پر چلتے چلتے لہولہان ہو چکے تھے...... ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ ایک روز اچانک ہم روشن روشن زندگی کی بہاروں سے ہمکنار ہوں گے...... تم دیوتاؤں کے دیوتا ہو...... تم ہمارے نجات دہندہ ہو...... تم بھگوان کے اوتار ہو۔“

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم تمہارے دل نہیں توڑ سکتے جو تمہارے من میں آئے کرو مگر بھگوان کا اوتار نہیں مانو...... ہم تو خدا کے گنہگار بندے ہیں۔“

تیسرے روز سید حیدر امام کے ایک قاصد نے آ کر کہا! مہاراجہ کرشن کمار کو اپنی فوجوں کی کی شکستوں کا علم ہو گیا ہے اس کے سینا پتی نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا ہے...... ہم نے اس کا پہلا حملہ بری طرح پسپا کر دیا ہے فکر مندی کی کوئی بات نہیں...... ہو سکتا ہے وہ یہاں سے پلٹ کر دھامنی پر حملہ کر دیں...... وہ جنگل میں روپوش ہیں...... ہوشیار رہنا...... سنا ہے بادشاہ علی قلی خان کے لشکر کے ہراول دستے شاہ رخ کی قیادت میں شیو دیوتا کے مندر تک پہنچ چکے ہیں ایک دو روز تک بادشاہ علی قلی خان بھی پہنچ جائیں گے...... مہاراجہ اب زخمی ناگ کی طرح پیچ کھا رہا ہے اور تم جانتے ہو زخمی ناگ انتہائی خطرناک ہوتا ہے اس کی ہر حرکت ہلاکت خیز ہوتی ہے...... اس وقت دشمن کی سینکڑوں لاشیں کوہی کے کنارے کنارے دور دور تک جنگل میں بکھری پڑی ہیں...... معلوم ہوا ہے ہمارے کچھ سپاہیوں کو گھن شام ٹھاکر نے قیدی بنالیا ہے...... بہر صورت حالات قابو

میں ہیں...... ہمارے پانچ سو کے لگ بھگ سپاہی جاں بحق ہوئے ہیں...... ہو سکتا ہے آج رات کسی وقت وہ شب خون مارنے کی کوشش کرے...... ہم چوکس ہیں تم بھی ہوشیار رہنا۔"

اودھم خان نے اسی وقت فوج اور قلعے کے چیدہ چیدہ لوگوں کو بلا کر صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا! گھبرانے یا فکر مند ہونے کی قطعاً کوئی بات نہیں ہے مہاراجہ کرشن کماری کی سینا ہماری دیکھی بھالی ہوئی ہے...... سیناپتی گھن شام ٹھاکر کو ہماری تلواروں کی برق رفتاریوں کا پورا پورا تجربہ ہے گھر میں بلی شیر بننے کی کوشش کرے تو بری طرح سے مار کھائے گی ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ آسامی افواج کھلے میدان میں اور دن کی روشنی میں ہم سے ٹکر لینے کی ہمت یا حماقت کا مظاہرہ نہیں کریں گی یہ ہو سکتا ہے وہ چوروں ڈاکوؤں اور راہزنوں کی طرح چھپ کر حملہ کریں!

پھر اودھم خان نے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! حسن! تم ایک سو جوانوں کو ساتھ لے کر جنگل میں گھس جاؤ اور دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل کرو!

پھر اس نے ہری رام کو بلا کر کہا! تیر اندازوں کو فصیل پر تعینات کر دو اور تمام لشکروں کو تیاری کا حکم دے دو!

ایک پجاری نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج! تیاری کے حکم سے کیا مراد ہے؟

اودھم خان نے کہا! ہم بھاگنے والے نہیں ہیں...... ہم قلعہ بند ہو کر نہیں لڑیں گے بلکہ ہم قلعے سے باہر نکل کر کھلے میدان میں بزدل دشمن کا مقابلہ کریں گے...... ہم اس قلعے کے مکینوں کو کسی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے۔"

کماری سیتا نے کہا! "بھیا! ہم سب تمہارے ساتھ ہیں"

اودھم خان نے کہا! سیتا بہن! ہم مسلمان لوگ اس سلسلے میں اقوام عالم سے بالکل مختلف اور جدا خیالات کے حامل ہوتے ہیں ہم اپنی ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کے ناموس کی حفاظت کرتے ہیں ہم اپنے ناموس کو میدانوں اور جنگلوں کی تلخیوں اور سختیوں سے دور رکھتے ہیں!

ایک اچھوت نے کھڑے ہو کر کہا! ہم عورتوں کی طرح چار دیواریوں میں بند ہو کر نتائج کا انتظار نہیں کریں گے۔"

اودھم خان نے اس کی طرف مسکراتی ہوئی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا! ہم تمہارے عزائم کی پختگی دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں ہم سب نے مل جل کر ظالم کے مظالم کا قلع قمع کرنا ہے ہم سب قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھیں گے اور اس خوبصورت دھرتی کے حسین چہرے پر پڑے ہوئے ان تمام بدنما داغوں کو اپنے لہو کی بوندوں سے دھونا ہے جو ظلم کے عفریتوں نے اپنی سیاہ کاریوں سے نمایاں کر رکھے ہیں...... ہم ایک بار پھر کہنا مناسب سمجھیں گے کہ یہ ملک تمہارا ہے تم سب مل کر اس کے حسن کو نکھارنا ہے اس کی بہاروں کو ہر کسی کے لئے عام کرنا ہے اس ملک کے خزانے اور وسائل گھر گھر یکساں تقسیم کرنے ہیں...... ہم تو گہرے سمندروں کے مسافروں کی مانند ہیں ہم خواہشوں کے قیدی نہیں ہیں...... ہمیں معلوم ہے خواہشوں کے جزیرے چاہے کتنے بڑے کیوں نہ ہوں موت کے ساگروں کے گہرے پانیوں میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کسی وقت بھی کوئی کوہ پیکر موج ان کا نام و نشان مٹا سکتی ہے ہم ان خوابوں کو دیکھنے کے عادی نہیں جو ہمیں زندگی کے عذابوں میں مبتلا کر سکتے ہیں...... ہم ایک عظیم مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں...... جب اس ملک سے بے رحم خونی درندوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جب ظلم کی رات بیت جائے گی اور سہانی صبح

کے اجالے ہر سو نکھر جائیں گے تو ہم اپنے قدموں کے نشانوں اور یادوں کو تمہارے درمیان تمہاری دنیا میں چھوڑ کر لوٹ جائیں گے...... اس لیے ہماری خواہش ہے کہ تم زندگی کے اس امتحان میں پیچھے نہ رہو۔ بلکہ آگے بڑھ کر ظالم حکمران سے اپنے زخموں کا انتقام لو...... اب تم بے نوا بے بس اور بے زبان نہیں ہو...... وقت ٹھہر ٹھہر کر ہر موڑ پر تمہارا منتظر کھڑا ہے۔"

لوگوں میں بے حد جوش و خروش تھا حسن ایک سو سواروں کے ساتھ قلعے سے نکل گیا تھا۔ قلعے کے اندر بچے بوڑھے جوان سب تیاریوں میں مصروف تھے قلعے کی فصیل پر جگہ جگہ تیر انداز چوکس کھڑے تھے انکی نظروں میں اضطراب تھا وہ اپنے دشمن سے بہت جلد مقابلہ کرنے کی آرزو میں بے تاب تھے......

اودھم خان نے فصیل کا ایک تفصیلی چکر لگایا اور پھر نیچے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو کر چند سپاہیوں کیساتھ باہر کو جانے لگا!

ایک سپاہی نے پوچھا! سردار! کہاں جا رہے ہو؟

اودھم خان نے کہا! دانیال تم سب اپنے اپنے گھوڑوں کو تیار رکھو ہم قلعے کے گرد ایک چکر لگا کر آتے ہیں۔"

دروازے پر زرہ پوش سپاہیوں کا ہجوم دیکھ کر اودھم خان نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے کہا! تم کماری سیتا ہو؟

جی بھیا جی! کماری سیتا نے خود کو زرہ سا سر کاتے ہوئے کہا! اور یہ قلعے کی جوان لڑکیوں کی فوج ہے۔"

اودھم خان نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا! خدایا تو دیکھ رہا ہے تمہاری یہ کمزور مخلوق کس طرح چٹانوں کی طرح قدم جما کر ظلم کے خلاف برسر پیکار ہونے کو تیار ہے۔ خداوند تیری رحمتوں کا سمندر بیکراں ہے انہیں اپنے سائے لطف و کرم میں محفوظ رکھنا!

پھر اودھم خان نے کہا! بہنو اور بیٹیو! کیا تمہیں اپنے شیر دل بھائیوں کی جوان مردی پر اعتماد نہیں ہے۔"

ایک لڑکی نے کہا! "مہاراج بڑا اعتماد ہے"

دوسری نے کہا! "اعتماد نہیں ناز ہے"

تیسری نے کہا! "ناز بھی ہے اور غرور بھی ہے"

اودھم خان نے کہا! پھر تم نے سپاہیانہ لباس کیوں پہنے ہیں...... جواب دو...... کیا تمہارے لڑنے والے بھائیوں کے ہاتھ کٹ چکے ہیں...... کیا تمہاری ناموس کے محافظ خاک و خون کا قصہ بن چکے ہیں...... ہمیں تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے جاؤ اور اپنے عقیدے کے مطابق بھائیوں کے لئے دعائیں مانگو!

کماری سیتا نے کہا! بھیا جانی بگڑتے کیوں ہو؟...... ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں تم سب اپنی ماؤں بہنوں بہو بیٹیوں کی دعاؤں کے حصار میں ہو...... ہمارے لبوں پر دعائیں مچل رہی ہیں مگر ہاتھ تلواروں کے دستے اور کمانوں کی لچکتی ہوئی لکڑیوں پر رہیں گے اور وہ اس لیے کہ ہم غیرت مند بھائیوں کی بہنیں ہیں کانچ کی چوڑیوں کی کھنک ہمیں اچھی نہیں لگتی۔"

اودھم خان نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے مسکرا کر کہا! تم سے جیتنا مشکل کام ہے۔ سیتا......

اودھم خان نے قلعے کے چاروں طرف چکر لگا کر فصیل کو اچھی طرح سے دیکھا اس کے آدھے لشکر نے قلعے کے باہر مناسب جگہوں پر مورچے سنبھال لئے تھے دور دور تک دشمن کا کوئی نشان نہیں مل رہا تھا...... شام کو حسن اور اس کے ساتھی واپس آ گئے۔

اودھم خان نے پوچھا! حسن کم سے لفظوں میں بغیر کسی تمہید کے اپنی کارگزاری پیش کرو!

حسن نے سردار کی عبا کا دامن چومتے ہوئے کہا! سردار! مہاراجہ کا سیناپتی گھن شام ٹھاکر چند بستیوں کو لوٹ کر واپس چلا گیا ہے۔"

اودھم خان نے پوچھا! چند بستیوں کو لوٹ کر! اس کا کیا مطلب؟

ایک آسامی نے کہا! سردار! ہمارے مہاراجوں کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ اپنی شکست کا انتقام غریب پر جا کے گھروں کو لوٹ کر اور نہتے لوگوں کا لہو بہا کر لیا کرتے ہیں...... جاتے جاتے سیناپتی جی نے اپنی شکست کے غصے کی آگ نہتے دیہاتیوں کے خون سے بجھائی ہو گی۔

اودھم خان نے کہا! یہ تو بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہے ہمیں ان مظلوموں کی امداد کے لیے جانا ہو گا!

حسن نے کہا! سردار! اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں وہاں گوہاٹی کے قلعے دار سردار فیروز خان کے لشکر کے ہراول دستے پہنچ چکے ہیں...... بچے کھچے لوگوں کی دلجوئی اور آبادکاری کا کام ہو رہا ہے۔

اودھم خان نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا! فیروز خان پہنچ چکا ہے...... ہم اس کی پیشوائی کے لئے جائیں گے......

خوشی کے شادیانے اور شہنائیاں بجنے لگیں...... جب رات کا اندھیرا چھا رہا تھا جب قندیلیں روشن ہو رہی تھیں...... فیروز خان کا لشکر اس وقت دھامنی کے قلعے کی دیوار کے ساتھ بہتی ہوئی تند و تیز ندی پر لکڑی کا پل تعمیر کرا کے اپنے لشکر کو دوسرے کنارے پہنچا رہا تھا...... قلعے کی طرف سے قندیلوں کی روشنیوں میں اودھم خان ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے دوسرے کنارے کھڑا تھا...... دیر تک نعروں کا شور گونجتا رہا......

ہم یہیں پر پڑاؤ کریں گے...... صبح دوبارہ ملاقات ہو گی...... جب تک بادشاہ علی قلی خان نہیں پہنچ جاتے ہم یہیں رہیں گے!

کماری سیتا نے کہا! مہاراج قلعے میں چل کر قیام کریں گے تو ہمیں بڑی خوشی ہو گی!

فیروز خان نے حیرت زدہ ہو کر اودھم خان سے پوچھا! یہ لڑکی کون ہے؟

اودھم خان نے کہا! سردار! آسام کی سرزمین رنگوں سے مالا مال ہے یہ پرتاب کی بہن اور منگل سنگھ کی بیٹی تھی...... مگر اب صرف ہماری بہن ہے...... اس نے اندھیروں سے اپنے سارے رشتے توڑ لئے ہیں...... یہ دھامنی کی حاکم ہے۔"

فیروز خان نے آگے بڑھ کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! "تم ہماری بیٹی ہو......"

پھر اس نے اپنے لشکر کے سرداروں کی طرف دیکھ کر کہا! ہم اپنی بیٹی کو قلعے تک چھوڑنے جائیں گے...... فیروز خان اور اودھم خان کے گھوڑوں کے درمیان کماری سیتا کا گھوڑا رواں دواں تھا......

کماری سیتا اچانک سسک پڑی تو فیروز نے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے کہا! بیٹی! کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو؟

کماری سیتا نے سسکی لیتے ہوئے کہا! انہیں پتا مہاراج ہم روتو نہیں رہے...... خوشیوں کے ہجوم میں گھر کر ہم کچھ مبہوت سے ہو گئے ہیں خوشیوں کی بے پناہ یورشوں کو سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے۔"

اسی لمحے ایک سپاہی نے جنگل کی جانب سے اشارہ کرتے ہوئے کہا! سردار! جنگل میں بیل گاڑیوں کے پہیوں کے چرچرانے کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں......

سارا قافلہ رک کر ہمہ تن گوش ہو گیا......

فیروز خان نے کہا! لگتا ہے کوئی چھوٹا سا قافلہ بھٹک گیا ہے......

اس کے ساتھ ہی اس نے گھوڑے کو آواز کی سمت ایڑ لگا دی اس کے پیچھے پیچھے اودھم خان اور دوسرے سوار بھی چل پڑے...... تھوڑی دور جا کر انہیں کچھ لٹے پٹے دیہاتی ملے جو بیل گاڑیوں پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ انہوں نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

ایک بوڑھے نے کہا! مہاراج! ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا ہے بیل گاڑیوں میں چند زخمی بچے اور ہیں ہماری عورتوں کو سیناپتی اٹھا کر لے گئے ہیں!

فیروز خان نے کہا! ہم آسامی نہیں حاکم بنگالہ کے سپاہی ہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں...... تم آرام سے ہمارے ساتھ رہو گے۔

ایک بوڑھی عورت نے کہا! مہاراج! ہم بڑے بے کس و بے نوا لوگ ہیں ہم پر بڑے مظالم ڈھائے گئے ہیں ہمارا سب کچھ لوٹ لیا گیا ہے اب لٹانے کے لئے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا ہے۔ بھگوان کے لئے ہم پر دیا کریں ہمیں جانے دیں ہم جنگل میں پربت کی کسی غار میں چھپ کر جیون کے دن پورے کر لیں گے!

فیروز خان نے گھوڑے سے اتر کر بوڑھی خاتون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا! ماں جی! اب تم بے کس و بے نوا نہیں رہے ہم سب تمہارے بیٹے تمہارے محافظ ہیں ہم بستیاں اجاڑنے اور لوٹنے نہیں آئے ہم تو اجڑی ہوئی بستیوں کو بسانے آئے ہیں آباد کرنے آئے ہیں!

بوڑھی نے کہا! بیٹا! ہم کیسے یقین کر لیں اب تو راجوں مہاراجوں اور بڑے لوگوں پر سے ہمارا اعتماد اٹھ گیا ہے۔

کماری سیتا نے آگے بڑھ کر کہا! ماتا جی! یہ لوگ آکاش سے اترے ہوئے دیوتا ہیں"...... یہ خونی درندے نہیں ہیں۔

ایک بوڑھے نے کہا! مہاراج! ہم کہاں جائیں گے ہماری جھونپڑیاں تو مہاراجہ کے سپاہیوں نے جلا ڈالی ہیں"

فیروز خان نے کہا! بابا! تم اس کی فکر نہیں کرو...... ہمارے پاس خدا کا دیا سب کچھ ہے ہم جلی ہوئی جھونپڑیوں کی جگہ تمہارے رہنے کے لئے خوبصورت حویلیاں تعمیر کروائیں گے......"

فیروز خان نے اودھم خان کو مخاطب کر کے کہا! ان کو قلعے میں لے چلو اور ان کے قیام کے لیے معقول انتظام کیا جائے۔



دھامنی کے قلعے سے ساٹھ ستر کوس کی طویل اور پر خطر مسافت طے کر کے راجہ منگل سنگھ کی بیوہ ماتا رانی راجدھانی کے قریب پہنچ گئی اس کے ہمراہ اس کی خوبصورت جواں سال بیٹی نوتن کماری بھی تھی۔ وہ دونوں ایک خوبصورت رتھ پر سوار تھیں جسے دو طاقتور گھوڑے اونچی نیچی ناہموار راہوں اور پگڈنڈیوں پر کھینچ رہے تھے ان کے ساتھ چار پانچ سو سوار متعصب پنڈت اور پجاری بھی تھے...... وہ شام کے ڈوبنے کا وقت تھا...... سورج اپنی سنہری کرنوں کے بحر بیکراں کی طغیانیوں کو ایک سلیقے سے سمیٹتا ہوا مغربی افق کے اس پار کسی خوابناک اور پر اسرار جزیرے میں غروب ہو چکا تھا...... قافلے والوں نے مشعلیں جلالی تھیں...... آفاق کی منزلوں پر دور دور تک سناٹوں اندھیروں اور خوابیدہ سکوت کے تاریک سائے چھا چکے تھے فطرت اپنی کن فیکانی کرشمہ سازیوں سے چرخ زبرجدی کے ویرانوں کو ستاروں کی ملکوتی نورانی قندیلوں کے جلوؤں سے منور کر رہی تھیں...... دور جنگل کے گہرے سناٹوں میں کبھی کبھی کسی درندے کے دھاڑنے کی صدا بلند ہوتی تو جنگل کی خوابناکیوں میں خوف کی ہلچل برپا ہو جاتی...... چنچل ہواؤں کے جھونکوں کا بانکپن کومل شاخوں کو چھیڑتا ہوا گزر جاتا!

ماتا مہارانی نے چند کوس دور قلعے کی فصیل پر جگمگانے والی روشنیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوشی سے کہا! نوتن بیٹی! ہماری منزل قریب آ گئی ہے وہ جھلملاتی ہوئی روشنیاں راجدھانی کے قلعے کی فصیل پر جلنے والی قندیلوں کی ہیں دو گھڑیوں تک ہم قلعے میں پہنچ جائیں گے“

نوتن کماری خاموش رہی تو ماتا رانی نے پھر کہا! لگتا ہے ہماری نازپرور بیٹی تھک گی ہے۔

نہیں ماتا جی! نوتن نے آہستہ سے کہا! ”ہم تھکے نہیں ہیں“

ماتا رانی نے کہا! پھر تم بولتی کیوں نہیں ہو؟

نوتن نے بجھے بجھے فکر مند لہجے میں کہا! ماتا جی! ہم سوچ رہے ہیں پتا جی مہاراج کی دہلیز عبور کر کے شاید ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔

ماتا رانی نے اس کی اداس گہری جھیل جیسی آنکھوں میں حیرت سے جھانکتے ہوئے پوچھا! نوتن جی! تمہارے ذہن میں یہ بے ہودہ خیال کیسے ابھرا؟

نوتن کماری نے دور آکاش پر چمکتے ہوئے خاموش ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماتا جی! کچھ انجانے خوف ہمارے دل کو اندر ہی اندر گھائل کر کے لہولہان کر رہے ہیں لگتا ہے ہم قدم قدم ایک گہری بدبودار دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں۔

ماتا مہارانی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ممتا بھری محبت سے کہا! لگتا ہے تم تھک گئی ہو...... تم ایک بہادر راجہ کی بیٹی ہو جو لوگ ناکامیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے وہ کامیابیوں کی خوشیاں بھی نہیں دیکھ سکتے...... چند دن تک دیکھو گی اندھیرے دور ہو جائیں گے...... مہاراجہ کرشن کمار مسلمان اگروادیوں کو چن چن کر ماردیں گے بھگوان نے چاہا تو یہ جنگل یہ پربت یہ وادیاں مسلمانوں کے مرگھٹ بن جائیں گے!

نوتن نے کہا! ماتا جی! ہم خوابوں کے عذابوں میں مبتلا ہونا پسند نہیں کرتے...... جیون ایک حقیقت ہے اس کو سادھارن سپنوں اور خیالوں میں برباد نہیں کیا جا سکتا۔“

ماتارانی نے ناگواری سے کہا! ہم کہنا کیا چاہتی ہو کھل کر بات کرو ہمیں الجھی الجھی باتوں سے پریشان نہ کرو۔

نوتن نے سر جھکا کر کچھ سوچتے ہوئے کہا! ماتاجی! سنا ہے ہمارا مہاراجہ عیاش اور سفاک انسان ہے......''

ماتارانی نے ایک بار پھر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! نوتن بیٹی ان باتوں سے تمہارا کیا تعلق ہے...... راجے مہاراجے کسی کے پابند نہیں ہوتے وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ان کی سوچوں کو قانون کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ پابندیوں کی زنجیروں کا بوجھ تو پرجا کے لیے ہوتا ہے۔''

نوتن کماری نے کہا! تمہارے خیال میں یہ قابل فخر بات ہے ماتاجی؟

ماتارانی نے نوتن کو جھڑکتے ہوئے کہا! یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا ہے تم اتنی بے باک اور گستاخ تو نہیں تھی۔''

''ماتاجی'' نوتن نے قدرے تلخ نوائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا! تم ہمیں گستاخ اور بے باک کہہ کر ہماری توہین کر رہی ہو!

ناتارانی نے تنگ آ کر کہا! تم کہنا کیا چاہتی ہو کھل کر بات کرو؟

نوتن نے کہا! ہم کہنا چاہتے ہیں کہ سیتا کماری نے صحیح فیصلہ کیا ہے اور ہم نے اپنے لئے ایک غلط اور پر خطر راہ کا انتخاب کیا ہے۔''

''نوتن بیٹی'' پرتاب اور شیر دل پتی دیو منگل سنگھ جی کے قاتلوں سے سمجھوتہ کر کے ہم ذلت اور غلامی کے طوق اپنے گلوں میں لٹکا لیں...... ہم ایسی اذیت ناک زندگی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے اگر تم نے نہیں آنا تھا تو نہ آتی...... یہاں تک آ کر تم نے ہمارے دل کو توڑ دیا ہے!

نوتن نے کہا! ماتاجی! ہم خوشی سے نہیں آئے مسلمانوں کے رویوں اور زندگی کے سلیقوں سے ہم بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے وہ سب ہمیں پرتاب بھائی سے زیادہ عزیز اور محبت کرنے والے معصوم لوگ لگتے تھے۔

ماتارانی نے غصے سے کہا! بے وقوف لڑکی ارد گرد سپاہی چل رہے ہیں سامنے رتھ کا کوچوان بیٹھا ہے اگر کسی نے تمہاری بکواس سن لی اور مہاراجہ کے کانوں تک یہ بکواس پہنچ گئی تو بہت برا ہو گا...... کاش تم بھی بدبخت سیتا کی طرح ہمارے ساتھ نہ آتی۔''

نوتن نے بیزاری سے کہا! ماتاجی تمہارے تنہا جانے کے دکھ نے ہمیں اس غلط راہ پر چلنے پر مجبور کیا ہے ورنہ ہم خوشی سے نہیں آئے......اور تم دیکھ لینا چند دنوں تک مسلمانوں کے قدم تمہارے مہاراجہ کے اس مضبوط قلعے کو ریت کے گھروندے کی طرح پیوند خاک کر دیں گے!

ماتارانی نے چلاتے ہوئے کہا! ''منحوس''

رتھ چلانے والے سپاہی نے پیچھے پلٹ کر کہا! رانی جی! کیا ہوا؟

ماتارانی نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا! دیکھ کر رتھ چلاؤ راستہ ناہموار ہے۔

کوچوان نے آہستہ سے کہا! رانی جی! اب تو راستہ کشادہ اور ہموار ہے گھوڑے بڑے آرام سے چل رہے ہیں......

رتھ کے آگے آگے پانچ سوار ایک قطار میں چل رہے تھے چاروں کے ہاتھوں میں جھنڈے تھے...... ماتارانی کے رتھ پر راجہ منگل سنگھ کا زرد رنگ کا بڑا سا پرچم لہرا رہا تھا قدم قدم فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے یہ قافلہ راجدھانی کے قلعے کے دروازے پر پہنچ گیا...... ماتارانی کا رتھ سب سے آگے کھڑا تھا جس پر دھانی کا زرد پرچم لہرا رہا تھا...... قلعے کی فصیل پر ہلچل برپا تھی سپاہی چیخ چیخ کر ہوشیار خبردار کی آوازیں لگا رہے تھے!

کسی نے اوپر سے جھک کر بلند آواز میں پوچھا! تم کون لوگ ہو کہاں سے آئے ہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟

نیچے سے ماتارانی کے ایک سپاہی نے کہا! ہم دھامنی سے آئے ہیں ہمارے ساتھ پرتاب کی ماتارانی ہے...... دروازہ کھول دو۔

اوپر سے پوچھا گیا! پرتاب کی ماتارانی کہاں ہے؟ جب تک شناخت مکمل نہیں ہوگی دروازہ نہیں کھلے گا...... تم سب ہمارے ماہر تیر اندازوں کی زد میں ہو ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کرو گے تو سب مارے جاؤ گے!

نیچے سے سپاہی نے کہا! کسی واقف کار کو باہر بھیج کر شناخت کرلو۔

ٹھیک ہے اوپر سے آواز آئی! ہم ان کے ایک واقف کار کو باہر بھیج رہے ہیں

چند لمحوں بعد قلعے کے دروازے کی ایک چھوٹی سے کھڑکی کھلی...... سنگرام چند مسلح سپاہیوں کے ساتھ باہر نکلا...... سنگرام نے زرہ پہنی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں لمبا سا نیزہ تھا...... ماتارانی کے رتھ کے ارد گرد اس کے کئی سوار جمع ہو چکے تھے!

سنگرام نے دور سے کہا! ماتارانی کی سواری کہاں ہے؟

ایک سپاہی نے کہا! ماتارانی اپنی بیٹی نوتن کماری کے ساتھ رتھ پر سوار ہیں!

سنگرام نے کہا! تم سب دور ہٹ جاؤ...... رتھ سے بیس بیس قدم دور چلے جاؤ...... سب سپاہی دائیں بائیں اور پیچھے ہٹ گئے۔"

نوتن نے مسکراتے ہوئے کہا! ماتاجی! تم نے مہاراجہ کے دلیروں اور بہادروں کا رویہ دیکھ لیا ہے۔"

چپ رہو! ماتارانی نے آہستہ سے کہا! اس قسم کے حالات میں ایسی احتیاط لازمی ہوتی ہے۔"

نوتن نے کہا! ہم احتیاط کی بات نہیں کر رہے ہم تو ان کی بہادری کی بات کر رہے ہیں کس طرح چند سپاہیوں سے خوف زدہ ہو رہے ہیں یہ لوگ...... شاید مہاراجہ کی سینا اس چھوٹے سے قافلے کو مسلمانوں کے کسی لشکر کا حصہ سمجھ کر گھبرائے ہوئے ہیں۔"

ایک آسامی سردار نیزہ لئے آہستہ آہستہ رتھ کے قریب پہنچ گیا اس نے ایک مصنوعی دبدبے سے کہا!" رتھ کا پردہ اٹھا کر باہر آجاؤ"

ماتارانی نے اس کی آواز پہچانتے ہوئے کہا!" سنگرام بیٹے ہم پرتاب کی ماتا ہیں"

سنگرام نے آواز پہچانتے ہوئے بے تابی سے آگے بڑھ کر رتھ کا ریشمی پردہ اپنے ہاتھوں سے اٹھاتے ہوئے کہا! ماتاجی! شما کرنا آج کل حالات کچھ ایسے ہیں کہ سختی سے کام لینا پڑ رہا ہے۔"

پھر اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے نوتن کی طرف دیکھ کر کہا! نوتن کماری جی! نمسکار ماتارانی کے سپاہی اب پھر رتھ کے قریب پہنچ گئے تھے۔

سنگرام نے اپنے ایک سپاہی کو مخاطب کر کے کہا! جلدی سے دروازہ کھلوا دو......

دونوں طرف کے نقاروں پر مخصوص قسم کی چوٹیں پڑنے لگیں...... تھوڑی دیر بعد قلعے کا دروازہ کھل گیا...... ماتارانی کے استقبال کیلئے سیناپتی گھن شام ٹھاکر دروازے کے اندر موجود تھا...... ماتارانی اور نوتن رتھ سے باہر آگئیں۔

گھن شام ٹھاکر نے اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ماتاجی! شما کرنا ہم پیشوائی کے لئے باہر تک نہیں آسکتے...... ہم نہیں

جانتے تھے کہ تم اس طرح اچانک یہاں آ جاؤ گی..... کم از کم اپنی آمد سے مطلع تو کر دیا ہوتا..... ہم شایان شان طریقے سے استقبال کرتے۔

ماتا رانی نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! کوئی بات نہیں بیٹا..... اتنا ہی کافی ہے دراصل اچانک حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ ہمیں دھامنی سے نکل کر راجدھانی آنا پڑ گیا۔''

''خیریت تو ہے گھن شام ٹھاکر نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا! چاچا منگل سنگھ ابھی تک دھامنی نہیں پہنچے.....؟

ماتا رانی نے ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں کہا! ٹھاکر جی! تمہارے چاچا منگل سنگھ پرلوک سدھار گئے ہیں!

گھن شام نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا! کیا کہا تم نے..... چاچا منگل سنگھ پرلوک سدھار گئے ہیں..... مگر کیسے؟

ماتا رانی نے کہا! یہاں کسی کو کچھ خبر نہیں کہ راجہ منگل سنگھ کے ساتھ کیا بیت گئی ہے۔

ٹھاکر نے کہا! ہمیں تو بتلایا گیا ہے کہ منگل سنگھ نے مسلمانوں کے بہت بڑے لشکر کو خون کی ندیوں میں بہا دیا ہے اور وہ سرخروئی سے شیو دیوتا کے مندر کے قریب والی ساحلی پٹی پر مسلمانوں کے دوسرے لشکر کا سختی سے انتظار کر رہے ہیں..... چاچا منگل سنگھ کی موت کس طرح واقع ہوئی.....؟

نوتن نے تیزی سے کہا! پتا جی اور اس کی ساری سینا کو مسلمان سردار ادھم خان اور حیدر امام نے تہہ تیغ کر دیا ہے ہمارے پتا جی کو سورگ سدھارے تقریباً ایک ہفتہ گزر گیا ہے پتا جی مہاراج جنگ میں مارے گئے ہیں..... عجیب بے خبری ہے کہ مہاراجہ اور اس ملک کے سینا پتی کو اتنے بڑے سانحے کا کوئی علم نہیں ہے۔

گھن شام نے سر جھکا کر کہا! واقعی یہ تو بہت بری خبر ہے..... چچا منگل سنگھ کی کمی بڑی مشکل سے پوری ہو گی..... لگتا ہے مسلمانوں نے ہمارے مضبوط قلعے کی ایک بہت ہی اونچی دیوار گرا دی ہے..... منگل سنگھ کا کئی دنوں تک سوگ منایا جائے گا..... مگر متاجی اس سانحہ کا تمہیں کیسے علم ہوا ہے ہو سکتا ہے کسی نے غلط افواہ پھیلا کر تم لوگوں کو خوف زدہ کر دیا ہو۔''

بیٹا یہ غلط افواہ نہیں ہے ماتا رانی نے روتے ہوئے کہا! یہ صحیح خبر ہے دھامنی کے قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے..... اور پتی دیوتا کے قتل کی خبر ہمیں مسلمان سردار ادھم خان نے دی تھی۔

تو کیا دھامنی کے قلعے پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے؟

''ہاں بیٹا! یہ پرسوں کی بات ہے''

ٹھاکر نے قدرے برہمی سے کہا! تمہیں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا!..... بھاگ کر تم نے اچھا نہیں کیا!

نوتن نے قدرے غصے اور بیزاری سے کہا! ٹھاکر! جن حالات کے پیش نظر تم بھاگ آئے ہو اسی طرح کے حالات سے مجبور ہو کر ہمیں بھی دھامنی سے نکلنا پڑا ہے۔

گھن شام نے سر کو جھٹکتے ہوئے کہا! ابھی تک ہمیں اپنے کانوں اور تمہاری باتوں پر یقین نہیں آ رہا!

نوتن نے پھر کہا! ٹھاکر بھائی! شاید تمہیں ہماری موجودگی کا یقین بھی نہیں آ رہا۔''

گھن شام ٹھاکر نے قدرے بگڑتے ہوئے کہا! نوتن کماری تم بار بار طنز نہیں کرو...... ہمیں تمہارے دکھوں کی گہرائی کا علم ہے...... تم فکر نہیں کرو بھگوان کی قسم ہم مسلمانوں سے اپنے زخموں کے گن گن کے بدلے لیں گے تم اپنی آنکھوں سے دو چار روز کے اندر اندر مسلمانوں کے خون کی بہتی ہوئی ندیوں کو دیکھو گی...... تمہارے پتا جی اور تمہارے بھائی کے خون رائیگاں نہیں جائیں گے ہم ان کے لہو کی ایک ایک بوند کے بدلے سینکڑوں مسلمانوں کو لہو کے دریاوں میں بہا دیں گے...... یہ ہمارا تم سے وعدہ ہے۔

نوتن نے سر جھکاتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا! ٹھاکر بھائی! خبر نہیں وقت کس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے...... بہر صورت ہم اپنے بھائیوں کی زندگیوں کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتے رہیں گے......

منگل سنگھ کے قتل اور دھامنی پر مسلمانوں کے قبضے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح قلعے کے اندر پھیل چکی تھی ہر شخص پریشان تھا...... اس خبر نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا...... سپاہی ایک دوسرے سے سرگوشیوں سے پوچھتے تھے...... اب کیا ہوگا...... کون ہلاکت اور تباہی کے بڑھتے ہوئے اس منہ زور دریا کی طغیانیوں کے آگے بند باندھے گا...... کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا...... ماتا رانی اور نوتن سنگرام اور گھن شام ٹھاکر کے ساتھ مہاراجہ اور مہارانی کی چرن سیوا کے لیے محل کی طرف روانہ ہو گئے...... ان کے ساتھیوں کو قلعے کے مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا...... ابھی رات کا پہلا پہر جاری تھا مہاراجہ اور ماتا رانی اپنی اپنی خوابگاہوں میں رقص و سرور کی محفلیں سجائے ہوئے تھے جام چھلک رہے تھے گلبدن حسینوں کے کومل بدن تھرک رہے تھے۔"

ایک دربان نے مہاراجہ کرشن کو منگل سنگھ کی دھرم پتنی کی اطلاع دی تو مہاراجہ نے پوچھا! وہ کب آئی؟

دربان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ابھی ابھی آئی ہے"

ٹھیک ہے۔ مہاراجہ نے شراب کا گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے کہا! قیام و طعام کا اہتمام کرو وہ نہا دھو کر تازہ دم ہو جائیں ہم ابھی طلب کرتے ہیں......

دربان باہر نکل گیا...... باہر گھن شام ٹھاکر اور سنگرام وغیرہ بھی کھڑے تھے......"

دربان نے آکر کہا! مہاراجہ نے کہا ہے کہ مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام کیا جائے جب نہا دھو کے تازہ دم ہو جائیں گے تو طلب کر لیا جائے گا......" ماتا مہارانی اور نوتن کو محل کے ایک خوبصورت حصے میں ٹھہرایا گیا ایک پہر رات گزرے مہاراجہ نے طلب کیا۔"

نوتن نے کہا! ماتا جی! تم جاؤ ہم نہیں آئیں گے......

کیوں؟ ماتا رانی نے گھورتے ہوئے کہا۔ پگلی! مہاراجہ نے طلب کیا ہے ہمارا دونوں کا حاضر ہونا ضروری ہے ہو سکتا ہے مہاراجہ تمہاری غیر حاضری کو تمہاری گستاخی تصور کرلے......"

نوتن نے دھانی رنگ کا لباس زیب تن کیا اس کے لمبے لمبے سیاہ بالوں کی زلفیں اس کے چہرے پر لہراتی پھرتی تھیں...... غزالی آنکھوں میں جادو تھا اس کے کشادہ ماتھے پر سرخ رنگ کی بندیا بڑی دلکش لگ رہی تھی...... ہولے ہولے قدم اٹھاتی ہوئی دونوں ماں بیٹی مہاراجہ کی خوابگاہ کی

طرف روانہ ہوئیں چند مسلح سپاہی ان کے آگے پیچھے چل رہے تھے کئی راہداریوں اور برآمدوں کو عبور کرکے یہ دونوں مہاراجہ کی خوابگاہ کے دروازے تک پہنچ گئیں...... ایک دربان نے اندر جا کر مہاراجہ کو اطلاع دی۔''

مہاراجہ نے ایک اونچی سنہری مسند پر ریشمی تکیے کے سہارے پاؤں دراز کرتے ہوئے کہا! اجازت ہے......

چند لمحوں بعد ریشمی پردے میں سرسراہٹ پیدا ہوئی......''

ادھیڑ عمر ماتا رانی نے اندر قدم رکھتے ہی جھک کر دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے کہا! منگل سنگھ کی بیوہ دھرم پتنی قدم چومنے کی اجازت چاہتی ہے۔

مہاراجہ نے ایک شان بے نیازی سے کہا! ''اجازت ہے''

ماتا رانی نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے دونوں قدموں کو باری باری چومتے ہوئے کہا! ہماری بیٹی دروازے پر آ گیا کی منتظر کھڑی ہے۔''

مہاراجہ نے چونک کر ماتا رانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! منگل سنگھ کے خاندان والوں کے آسام پر بڑے احسان ہیں...... منگل سنگھ ہمارا بھی محسن ہے...... ہمیں منگل سنگھ کے کارناموں پر بڑا ناز ہے...... اس کی بیٹی کو اجازت کی ضرورت نہیں......''

نوتن کمرے میں داخل ہوئی مہاراجہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ناز و انداز کا پروقار پیکر ایک وقار سے چلتا ہوا مہاراجہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مہاراجہ کی بھوکی آنکھوں میں یکا یک ہوس کی آگ بھڑک اٹھی...... نوتن نے ایک شاہانہ وقار سے مہاراجہ کو نمسکار کیا اور پھر ہاتھ جوڑ کر اپنی ماں کے عقب میں کھڑی ہو گئی...... مہاراجہ کی تیز سلگتی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پر نچھاور ہو رہی تھیں۔''

ماتا رانی نے ہاتھ پیچھے کر کے نوتن کو اشارہ کرتے ہوئے کہا! تم نے مہاراجہ کے چرن کیوں نہیں چھوئے؟

نوتن بادل نخواستہ آگے بڑھی اور مہاراجہ نے مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! ''نہیں ماتا جی...... اس کی ضرورت نہیں''

پھر اس نے زرنگار مسند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''تم لوگ بیٹھو......''

کمرے میں چاروں طرف گلبدن باندیاں ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں''

مہاراجہ نے شراب کا جام اٹھا کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پوچھا! ماتا جی! آپ نے کیسے زحمت اٹھائی...... کوئی کام تھا تو قاصد بھیج دیا ہوتا...... ابھی تک راجہ منگل سنگھ جی دھاشٹی نہیں پہنچے!

مہاراجہ خاموش ہوا تو رانی ماتا نے کہا! شاید مہاراجہ نے غور نہیں یا ہم نے عرض کیا ہے ہم منگل سنگھ کی بیوہ ہیں اور یہ اس کی یتیم بیٹی ہے۔

مہاراجہ نے کہا! یہ کیا کہہ رہی ہو؟

ماتا رانی نے کہا! منگل سنگھ مہاراجہ کی عزت پر قربان ہو گیا ہے۔

کیا مطلب؟ مہاراجہ نے کہا! ''ماتا جی! ذرا کھل کر بات کرو''

ماتا رانی نے روتے ہوئے کہا! راجہ منگل سنگھ اپنے پورے لشکر سمیت ہلاک ہو چکے ہیں۔''

مہاراجہ نے مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! ہمیں یقین نہیں آ رہا...... مسلمانوں کے لشکروں سے ہمارے ملک میں اتنے بڑے پیمانے پر تباہی ڈھائی ہے اور ہمیں کسی نے اطلاع تک نہیں دی۔"

مہاراجہ نے تالی بجائی تو ایک دربان داخل ہوا تو مہاراجہ نے غصے سے کہا! "سیناپتی جی کو حاضر کیا جائے"

دربان باہر نکل گیا تو مہاراجہ نے کہا! منگل سنگھ کی بیوہ کو ہم وچن دیتے ہیں کہ ہم اس کے پتی دیوتا کے قاتلوں کو زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہنے دیں گے۔"

ماتارانی نے کہا! ہمیں اپنے مہاراجہ سے یہی توقع تھی ہم یہی آس لے کر آئے ہیں۔"

مہاراجہ نے کہا! مگر ماتارانی تمہیں دھامنی کے قلعے کو چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"دھامنی کا قلعہ" ماتارانی نے کہا! ہم نے دھامنی کا قلعہ اپنی خوشی سے نہیں چھوڑا!

کیا مطلب؟ مہاراجہ نے پوچھا! "کیا کسی نے بغاوت کر دی ہے۔"

"نہیں" ماتارانی نے کہا! "دھامنی کے قلعے پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے"

مہاراجہ نے چیختے ہوئے کہا! "یہ جھوٹ ہے"

کاش یہ جھوٹ ہوتا مہارانی نے اپنے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! "ہم اس تلخ حقیقت کی زندہ تصویریں مہاراجہ کے سامنے موجود ہیں۔"

مہاراجہ نے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے کہا! مسلمانوں کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں۔ لگتا ہے بنگالی چوہوں کی موت انہیں چوہے دان کے قریب لائی ہے

......اسی وقت سیناگھن شام ٹھاکر کمرے میں داخل ہوا!

مہاراجہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! ٹھاکر جی! تم کیسے سیناپتی ہو ہمارا آدھا ملک اس وقت مسلمانوں کے قبضے میں جا چکا ہے اور تمہیں اس کی خبر تک نہیں منگل سنگھ اپنے سارے لشکر سمیت قتل کیا جا چکا ہے۔ دھامنی کے قلعے پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ ساحل کی پٹی اور شیو دیوتا کے مندر والے علاقوں پر مسلمانوں کے جھنڈے لہرا رہے ہیں بارپیٹا اور گوردھن کا سارا علاقہ ان کے زیرنگین آچکا ہے۔

گھن شام ٹھاکر نے آہستہ سے کہا! ان میں سے بہت ساری باتوں کا مہاراجہ کو علم ہے منگل سنگھ کے قتل اور دھامنی کے قلعے پر ان کے قبضے کا ہمیں بھی کوئی علم نہیں تھا...... مگر مہاراج جنگ میں اس قسم کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں ایسی چھوٹی چھوٹی ناکامیوں سے دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہیے ہم مسلمانوں سے اپنے سارے زخموں کا انتقام لیں گے۔"

مگر کب؟ مہاراجہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! ایک ایک کر کے ہمارے سارے قلعے اور علاقے ان کے قبضے میں چلے گئے تو کیا ہو گا......ہم راجدھانی میں ان کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ آرام سے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیتے چلے جا رہے ہیں...... ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا

ہے اب ہم کسی طرح بھی کسی مناسب وقت کے انتظار کی مصلحت کا شکار بننا پسند نہیں کریں گے...... قلعے سے باہر نکل کر مسلمانوں کو ان کے بڑے لشکر کے آنے سے پہلے چاروں طرف سے گھیر کر تباہ و برباد کر دیا جائے تم ابھی اور اسی وقت ایک بڑے لشکر کو لے کر ان علاقوں پر چھا جاؤ جن پر مسلمانوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ حاکم بنگالہ کے پہنچنے سے پہلے ان تمام تخریب کاروں کا خاتمہ ضروری ہے۔ جن کی یورشوں کی کامیابیوں سے ہماری پرجا کے حوصلے پست ہوتے جا رہے ہیں۔

بہت بہتر! گھن شام نے اٹھتے ہوئے کہا! "ہم بذات خود لشکر کشی کریں گے اور مہاراجہ کو بہت جلد سب سماچار سنائیں گے۔"

"اجازت ہے" مہاراجہ نے کہا! مگر یاد رکھو حاکم بنگالہ کے پہنچنے سے پہلے واپس لوٹ آنا"

"فکر نہیں کریں"

"تم اپنی سینا کو تیار کرو ہم تمہیں رخصت کرنے آتے ہیں۔"

گھن شام ٹھاکر نے جھکتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! "عزت افزائی کا بہت بہت شکریہ یقیناً مہاراجہ کو دیکھ کر سینا کے تمام سینکوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے"

گھن شام نکل گیا تو مہاراجہ نے کہا! ماتا رانی فکر مند نہیں ہونا کل پرسوں تک تمہارے پتی دیوتا کے قاتلوں کی کٹی ہوئی گردنوں کے انبار لگا دیں گے"

مہاراجہ نے نوتن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم نے کچھ بھی نہیں کہا کیا تم بولنا نہیں جانتی۔"

نوتن کماری نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم بولنا جانتے ہیں مگر بڑوں کی باتوں میں دخل دینا اچھا نہیں لگتا۔"

بہت خوب! مہاراجہ نے ہنستے ہوئے کہا! تمہاری نظروں میں ہم بزرگوار لگتے ہیں غور سے ہماری طرف دیکھو ہم عمر کے لحاظ سے چھوٹے نہیں تو بڑے بھی نہیں ہیں۔"

نوتن نے سر جھکا لیا تو مہاراجہ نے پوچھا! تمہارا نام کیا ہے ہم تمہیں تمہارے نام سے پکاریں گے۔"

نوتن ابھی خاموش تھی کہ ماتا رانی نے جلدی سے کہا! "مہاراجہ جی! اس کا نام نوتن کماری ہے"

"نوتن کماری" مہاراجہ نے اس کی طرف بڑی گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کا نام زیر لب دہراتے ہوئے کہا! "بہت اچھا نام ہے" تمہاری طرح تمہارا نام بھی بڑا خوبصورت ہے۔"

مہاراجہ نے ایک دربان کو بلا کر کہا! "ساجن کو بلاؤ"

مہاراجہ کے محافظ دستے کا سردار ساجن کمرے میں داخل ہوا تو مہاراجہ نے کہا! ساجن ہم سیناپتی کو رخصت کرنے جا رہے ہیں...... اپنے دستے کو تیاری کا حکم دے دو......"

ساجن نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراج! ہم تو ہر وقت چوکس اور ہوشیار ہیں...... ٹھیک ہے تم باہر انتظار کرو۔

ساجن نکل گیا تو مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ماتا رانی تم آرام کرو ہم قلعے کے دروازے تک جارہے ہیں۔ نوتن کماری ہمارے ساتھ جائے گی.....تم جاسکتی ہو"

نوتن نے کہا! "مگر ہم اپنی ماتا جی کے بناں کہیں نہیں جائیں گے"

نوتن کماری! مہاراجہ نے تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! ہم مہاراجہ ہیں.....ہم انکار سننے کے عادی نہیں ہیں۔"

ماتا رانی نے مہاراجہ کے تیور دیکھتے ہوئے کہا! نوتن بیٹی تم مہاراجہ کے ساتھ چلی جاؤ۔"

"مگر ماتا جی" نوتن کچھ کہنا چاہتی تھی مگر مہاراجہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! تم نے دوبارہ اگر مگر کا تزکرہ کیا تو اس کا انجام بہت برا نکلے گا.....ہم تمہاری عزت افزائی اور غم غلط کرنے کی فکر میں ہیں اور تم بے وقوفی کا مظاہرہ کررہی ہو"

ماتا رانی اٹھ کر جانے لگی تو مہاراجہ نے کہا! "معزز خاتون کو اس کی خوابگاہ تک پہنچا دیا جائے.....

ماتا رانی کمرے سے نکل گئی تو نوتن کی غزالی آنکھوں کی پلکوں کی جھالروں پر اشکوں کے موتی جھلملانے لگے۔"

مہاراجہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! نوتن زندگی رونے دھونے کا نام نہیں ہے زندگی کو قریب سے دیکھو یہ بڑی نایاب شے ہے اسے اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کی عادی بن جاؤ۔ جوانی کے لمحات کو رنگوں اور امنگوں کی برکھا میں بھیگ کر گزارا جاتا ہے.....اٹھو اور ہماری بے پناہ طاقتوں کا مظاہرہ دیکھو.....

نوتن تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی مہاراجہ کے ساتھ ساتھ باہر چلنے لگی باہر طبل اور نقارے زور زور سے بج رہے تھے۔ سیناپتی گھن شام ٹھاکر ہنگامی حالات میں قلعے سے رخصت ہو رہا تھا۔

مہاراجہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ہمیں امید ہے ہمارے سیناپتی جی..... ہمارے دشمنوں کے سروں کے انبار لے کر لوٹے گا!

گھن شام ٹھاکر نے کہا! بھگوان نے چاہا تو قلعے کے اندران فصیلوں سے بلند تر مینار بنایا جائے گا۔

مہاراجہ نے کہا! کیسا مینار؟

گھن شام نے مسکراتے ہوئے کہا! "مسلمانوں کے کٹے ہوئے سروں کا مہاراج"

شاباش! مہاراجہ نے کہا! ہم اس شبھ گھڑی کا بے تابی سے انتظار کریں گے۔

نعروں نقاروں اور طبل کی کرخت آوازوں کی گونج میں گھن شام ٹھاکر چالیس ہزار سپاہیوں کے ایک لشکر کے ساتھ قلعے سے نکل گیا۔"

مہاراجہ جب اپنی خوابگاہ میں داخل ہونے لگا تو نوتن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم نے مہاراجہ کی آشا پوری کی ہے۔ اب مہاراجہ ہماری آشا پوری کریں۔"

مہاراجہ نے نشیلی مدھ بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "کہو تمہاری کیا آشا ہے ہم ابھی پوری کرتے ہیں"

نوتن کماری نے سادگی سے کہا! ہمیں اپنی ماتاجی کے پاس جانے کی آ گیا دیجئے۔

مہاراجہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! ماتاجی کے پاس کیا رکھا ہے تم ہمارے پاس رہو لگتا ہے تم نے آج تک زندگی کے حسن کو دیکھا ہی نہیں...... ہم تمہیں آج کی رات کی خوابناک گھڑیوں میں آکاش کے نیلے ساگروں کے گہرے پانیوں کی سیر کرائیں گے...... پریم نگر کی راجکماری ہم آج رات ایک ایک گھڑی کو یادگار بنائیں گے......

نوتن باز کے پنجے میں پھنسی ہوئی ناتواں اور کمزور چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔"

مہاراجہ نے اسے اپنے مخملی بستر پر گراتے ہوئے کہا! اگر تم نے ہمارے رنگیلے جذبوں کے طوفان کا بھرپور ساتھ دیا تو ہم تجھے اپنے دل کی رانی بنائیں گے۔ ورنہ کل کو کسی باسی مرجھائے پھول کی طرح بیکار کر دی جاؤ گی......

نوتن کا سارا وجود کانپ رہا تھا اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں جھول رہی تھیں اس کی سانسوں میں اضطراب تھا...... اس کی روح لہولہان ہو رہی تھی!"

"نہیں" اس نے چیختے ہوئے کہا! "ہم اپنے آپ کو پاپ کی چتا کے حوالے نہیں کر سکتے"

مہاراجہ نے جام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! شراب پیو...... تمہارے سارے خوف دور ہو جائیں گے...... نوتن کماری تم پھول کی پنکھڑی کی طرح کومل ہو تم پر سختی کرنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا...... سامنے دیکھو تمہارے سامنے حسینوں کی ایک انجمن موجود ہے یہ ہمارے ابرو کے اشارے کی منتظر رہتی ہیں ہم نے اس وقت تمہیں جس بلند مقام پر بٹھایا ہے یہاں پہنچنے کے لیے سینکڑوں کومل کنواریاں ترستی پھرتی ہیں...... نجانے تمہاری کس ادا نے ہمیں دیوانا بنا دیا ہے۔

پھر اس نے کنیزوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ناچو گاؤ...... کھڑی کیوں ہو...... ہماری جان تمنا کا دل بہلاؤ"

پھر مہاراجہ نے اپنے ہاتھ سے ارغوانی رنگ کی شراب کا ایک جام بھر کر نوتن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! "پی جاؤ"

مہاراجہ نے ایک چمکتے ہوئے خنجر کی نوک نوتن کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا! انکار کرو گی تو تمہاری خوبصورت گردن کو تمہارے خون کی سرخی سے رنگین کر دیا جائے گا......

نوتن نے شراب کا جام اپنے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے لگا لیا پھر رات کا ایک ایک لمحہ جلتے ہوئے دو بدنوں کی آگ کی تمازت سے تپتا ہوا گزرتا رہا...... نوتن کماری اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی...... ایک بھوکے بھیڑیے نے اس کے ریشمی لباس کو تار تار کر کے پرے پھینک دیا۔"

جب وہ اس کے مرمریں بدن کو نوچنے لگا تو نوتن نے کہا! بھگوان کے لئے ہمیں یوں رسوا نہ کرو کم از کم ان لڑکیوں کو یہاں سے نکال دو...... اتنی آنکھوں کے سامنے تو ہمیں رسوا نہ کیا جائے!

مہاراجہ نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹتے ہوئے کہا! چاند سب کے دیکھنے کی چیز ہے...... پھول کو سونگھنا اور دیکھنا ہر کسی کا حق ہوتا ہے۔ ان سب کو اپنی اپنی تسکین کے لئے جیون کے ان رسیلے لمحات کی رنگ سامانیوں کو دیکھنے سے روکنا انصاف کے خلاف ہے۔ اور پھر ہم اس قسم

کی نوازشوں کے پرانے عادی ہیں ان کے آنسوؤں کی تپش کو محسوس کر کے ہم اپنے اندر جوانی کی اچھوتی انگڑائیوں کو اٹھتے بیٹھتے دیکھتے ہیں۔''......

ماحول کو ارمانوں کی چتا کی طرح سلگا دیا تھا کہ ایک درندے نے نوتن کماری کے اچھوتے کومل اور معصوم بدن کی تار تار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا......اس کے جسم کو لہولہان کر دیا......اسے بار بار شراب پلائی گئی......اسے بار بار بے آبرو کیا گیا......ظلم و زیادتی کا یہ دردناک کھیل اس وقت تک جاری رہا جب تک بھوکے درندے کی ہولناکیوں کی آگ ٹھنڈی نہیں پڑ گئی......مہاراجہ نڈھال ہو کر لیٹ گیا اور گہرے گہرے ٹوٹے ٹوٹے سانس لیتا ہوا گہری نیندوں میں ڈوب گیا......نوتن کراہتی رہی......رات بھر سسکیاں لیتی رہی......نوتن کماری کے وجود کو بے درد مہاراجہ نے بھوکے بھیڑیے کی طرح بری طرح بھنبھوڑ کر رکھ دیا......اس کے ارمانوں اور امنگوں کے سارے شیش محل کرچی کرچی ہو چکے تھے......مہاراجہ کے بے پناہ اور بے تحاشہ وحشیانہ جنسی تشدد نے اس کی جوانی کی اچھوتی پھلواڑی کی شاخوں پر ارمانوں کی مسکراتی ہوئی کلیوں کو لہولہان کر دیا تھا!

درد سے کراہتے ہوئے اس نے روتے ہوئے کہا! ''بھگوان تو کہاں ہے تیرا انصاف کہاں سو گیا ہے......''

اس کی ویران آنکھوں پر جھکی جھکی پلکوں کی نوکوں پر اشکوں کے انگارے سلگ رہے تھے''

اس نے اپنے سر کو ادھر ادھر پٹختے ہوئے سسک کر کہا! ''ہم کب تک اس ظلم کے تپتے ہوئے صحرا میں اس طرح روتے رہیں گے......تو کب تک ہماری پامالی اور ظلم کی بے دردی کا تماشہ دیکھتا رہے گا......دیکھو بھگوان ہم لٹ چکے ہیں ہماری ناموس کے چیتھڑے ظلم و بربریت کے خوفناک صحرا میں دور دور تک بکھرے پڑے ہیں ہم ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں۔''

اپنی آبرو کی بکھری ہوئی دھجیوں کو چنتے چنتے نوتن بے ہوش ہو گئی......اس کے دیدہ نیم باز کے کناروں سے آنسوؤں کے سیلاب پھوٹ رہے تھے......اس کے پھول جیسے کومل معصوم اور خوبصورت چہرے پر زاس کے دھوئیں پھیلے ہوئے تھے اس کے ماتھے کی بندیا خون کی بوند کی طرح لگ رہی تھی......مہاراجہ ہوس زدہ کتے کی طرح ابھی تک اسے نوچنے میں مصروف تھا۔

اس نے شراب کے دو چار گھونٹ حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا! نوتن تمہارا بدن کسی دیوی کی مورتی کی طرح پوتر اور کومل ہے......نجانے تمہارے اندر کونسا جادو ہے کہ ہماری پیاس بجھتی ہی نہیں......جی چاہتا ہے ہم برسوں تک اسی طرح تمہارے بدن کے پھولوں پر جھکے رہیں''......

کمرے میں موجود باندیوں کے سلگتے ہوئے دلوں کا دھواں ان کی آنکھوں کے روزنوں سے نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا......ان کی پیاسی نظریں مہاراجہ کے دل میں دھڑکنوں کے اضطراب پر جمی ہوئی تھیں......نوتن بے ہوش ہو چکی تھی......رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی......مہاراجہ باولے کتے کی طرح نوتن کے وجود پر اپنے ظلم کی یادگاریں چھوڑنے میں لگا ہوا تھا......باندیوں کے دلوں کی دھڑکنوں کے زیر و بم کا سوز رات کے سناٹوں میں ہیجان برپا کر رکھا تھا باندیوں کے بدن خود بخود ٹوٹ رہے تھے......ہوس کا عفریت ہانپ ہانپ کر تھک گیا......مہاراجہ نوتن کے سینے پر سر رکھ کر سو گیا......باندیاں ایک دوسری سے کہہ رہی تھیں......یہ درندہ کب تک ہم سب کو اس طرح کے منظر دکھا کر تڑپاتا رہے گا''

کافی دیر بعد نوتن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھ کر بڑی بے چارگی سے کہا! ہمیں پانی دو......ہم جل رہے ہیں۔ کوئی بچائے۔''......

ایک باندی نے چاندی کے کٹورے میں پانی بھر کے اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔"

پانی کا کٹورا پی لینے کے بعد نوتن نے اپنے سینے پر لیٹے ہوئے مہاراجہ کی طرف دیکھ کر سسکتے ہوئے کہا! یہ زہریلا کب تک ہمیں ڈستا رہے گا...... ہم بہت دکھی ہیں...... تم ہماری مدد کرو بہنو ہمیں یہاں سے نکال کر کسی طرح ہماری ماتا تک پہنچا دو!

اوشا نے کہا! نوتن کماری جی! تمہیں صبح تک اس عذاب میں مبتلا رہنا ہوگا...... دھیرج سے کام لو...... رونے دھونے سے جیون کے ان دردانگیز بحرانوں سے نجات نہیں ملے گی...... جو ہونا تھا وہ ہو گیا...... وقت کے گزرے ہوئے لمحات کو ماضی کا ایک کربناک خواب سمجھ کر بھلانے کی کوشش کرو...... مستقبل کے بارے میں سوچو...... آنے والے کل کے بارے میں کوئی منصوبہ بناؤ...... ہو سکتا ہے تمہارا آنے والا کل ماضی کا حصہ بن جانے والا اس دردناک آج سے زیادہ بدتر اور دردانگیز ثابت ہو...... تم ایک خونخوار درندے کے پنجے میں پھنس چکی ہو...... جوش کی بجائے ہوش سے کام لو گی تو ہلاکت سے بچ جاؤ گی۔"

نوتن نے مہاراجہ کے وجود کے بوجھ تلے کسمساتے ہوئے کہا! آج اور کل ہمارے لیے اب ایک جیسے ہو چکے ہیں بھگوان کے لئے ہماری مدد کرو...... ہمیں اس قفس سے نکال دو ہم باہر کسی کھلی جگہ پر مرنا چاہتے ہیں۔"

اوشا نے اس کے لمبے لمبے بالوں کی بکھری ہوئی لٹوں کو سنوارتے ہوئے کہا آہستہ سے کہا! نوتن کماری! یہ سنسار قفس ہے یا آشیانہ...... کسی کو کوئی خبر نہیں...... صبح ہوتے ہی تمہیں اشنان کے لئے باہر لے جائیں گے پھر وہاں سے تم اپنی ماتا رانی کے پاس چلے جانا......

مہاراجہ کے بھیانک خراٹے خواب گاہ میں گونج رہے تھے...... وہ بے خبر سو رہا تھا۔"

نوتن نے چلاتے ہوئے کہا! نہیں ہمیں اسی وقت یہاں سے نکال لو ہمارا دم گھٹ رہا ہے......"

نوتن کے چلانے کی تیز آواز سے مہاراجہ کی آنکھ کھل گئی۔"

اس نے غصے سے اوشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! کون ہمارے آرام میں مخل ہوا ہے؟

اوشا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کیجئے مہاراج! ہم کماری نوتن جی کو لوری سنا رہی ہیں۔"

کماری کو نیند نہیں آ رہی تو اسے دوسری خوابگاہ میں لے جاؤ...... مہاراجہ نے یہ کہا اور پھر کروٹ بدل کر سو گیا!

اوشا نے نوتن کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا! اب اٹھ جاؤ آسانی سے تمہاری خلاصی ہو گئی ہے......"

نوتن اپنے دکھتے ہوئے وجود کو سمیٹتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اس سوجی ہوئی آنکھوں میں غم و غصے اور نفرتوں کے شعلے تھے...... اس نے جھک کر نیچے فرش پر بکھرے ہوئے اپنے تار تار لباس کو اٹھایا اور اوشا کے ساتھ مہاراجہ کی خوابگاہ سے نکل گئی اس کے پیچھے دو تین اور باندیاں بھی باہر آ گئیں...... قندیلیں جگمگا رہی تھیں غلام گردش میں محافظوں کے قدموں کی بھاری بھاری آوازیں سنائی دے رہی تھیں!

نوتن نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا! تمہارا نام کیا ہے؟

اوشا نے کہا! "کماری جی! ہمارا نام اوشا ہے"

اوشا! کماری نے سسکتے ہوئے کہا! ہم برباد ہو گئے ہیں...... ہم زندہ رہنے کے قابل نہیں رہے درندے نے ہمیں آتما کی گہرائیوں تک لہو لہان کر کے رکھ دیا ہے۔"

اوشا نے کہا! "کماری جی! شانتی اور دھیرج سے کام لو...... سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا پہلے پہلے ہر کسی کے تاثرات ایسے ہی ہوتے ہیں پھر آہستہ آہستہ لوگ عادی ہو جاتے ہیں"

"اوشا" نوتن نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا! "تم شکل سے تو بے حیا نہیں لگتی ہو...... ہم اس قسم کے بے ہودہ بکواس سننے کے عادی نہیں ہیں۔"

اوشا نے غصے سے کہا! "ایک تو تم بڑے لوگوں کی لڑکیوں میں جعلی نخروں کی نمائش کی بڑی بری عادت ہوتی ہے"

نوتن نے سسکتے ہوئے کہا! ہم نخرے دکھا رہی ہیں...... یہ تم نے کہا ہے اوشا۔"

پھر اس نے دیوار کے سہارے کھڑے ہوتے ہوئے کہا! اوشا یہاں سب کے سب پتھر کے بے درد لوگ رہتے ہیں۔ تم سب نے رات بھر ہمیں عذاب کی سولی پر لٹکتے ہوئے دیکھا ہے...... تم نے اپنی جاگتی آنکھوں سے ہماری آبرو کا خون ہوتے دیکھا ہے اس کے باوجود تم ہم پر طنز کے تیر برسا رہی ہو"

اوشا نے اسے پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا! نوتن جی! ہم بھی اپنے ماتا پتا کی لاج والی آبرومند لڑکیاں تھیں...... ہمارے بھی ارمان تھے...... ہم نے بھی کچھ خواب دیکھے تھے...... کچھ ہماری آشاؤں کی پھلواڑیاں بھی امنگوں کے پھولوں سے مہکا کرتی تھیں...... نجانے ہم سب ایسی کتنی ان گنت راتوں کو تمہاری طرح دکھوں کی سولی پر لٹکائی گئی ہیں...... موت نہیں آئی...... تم بھی نہیں مرسکو گی...... ہماری طرح حالات سے سودا کر کے روز مرنے روز جینے کے لئے زندہ رہو گی...... جب کوئی نیا پنچھی نیا نیا قید ہوتا ہے تو پنجرے میں اسی طرح پھڑ پھڑاتا ہے جس طرح تم پھڑ پھڑا رہی ہو پھر آہستہ آہستہ بے چارہ قفس کی تیلیوں سے سمجھوتہ کر لیتا ہے...... آزاد فضاؤں میں اڑانوں اور پروازوں کو بھول جاتا ہے...... تم نے دیکھا ہو گا پرندے اپنے صیاد سے اس حد تک مانوس ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے صیاد کے قدموں کی چاپ محسوس کر کے خوشی سے چہچہاتے اور قفس میں اچھلنے لگ جاتے ہیں۔"

☆

مہاراجہ فصیل سے اتر کر محل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا گھن شام ٹھا کر کے محافظوں کا دستہ بھی اس کے ہمراہ تھا......"

جب وہ محل میں داخل ہوا تو غلام گردشوں میں کھڑے ہوئے ایک دربان نے جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "مہاراج کو ماتا مہارانی یاد فرما رہی ہے۔"

مہاراجہ نے رک کر پوچھا! کہاں ہے ماتا مہارانی؟

دربان نے آگے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی اپنے کمرے میں براجمان ہیں۔"

مہاراجہ نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! گھن شام تم جا سکتے ہو.....دشمن ایسے ہی موسموں سے فائدہ اٹھایا کرتا ہے.....غفلت کا شکار نہیں ہونا.....اور کسی کو غافل نہیں ہونے دینا.....ہم بذات خود رات کو باہر آئیں گے.....اور پورے قلعے کا چکر لگائیں گے جو کوئی سویا ہوا ہوگا اسے ہمیشہ کے لے سلا دیا جائیگا....."

گھن شام نے مہاراجہ کے قدم چھوئے اور پلٹ کر واپس چلا گیا.....ساجن مہاراجہ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا باقی محافظ دو قطاروں میں غلام گردشوں اور برآمدوں کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے.....دربان قدم قدم پر ہوشیار..... باملاحظہ ہوشیار کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔قدم قدم خوشبودار مشعلیں اور قندیلیں روشن تھیں.....خوشبودار دھوئیں کے مرغولے برآمدوں کی چھتوں اور دیواروں سے لپٹے پھرتے بڑے پراسرار لگ رہے تھے.....ناراض..... بادلوں کی گھن گرج سے پہاڑوں پر لرزہ طاری تھا..... بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر گہری تاریک وادیوں میں گر رہی تھیں.....مہاراجہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ماتا مہارانی کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا.....مہارانی کے کمرے کے دروازے پر کئی محافظ کھڑے تھے.....مہاراجہ کو دیکھ کر انہوں نے جھک کر نمسکار کہا اور پھر سر جھکا کر ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے.....مہاراجہ ماتا مہارانی کے کمرے میں داخل ہوا.....مہارانی کھڑی ہوگی تو مہاراجہ نے اس کے قدموں کو ہاتھ لگایا۔

اپنے بیٹے کا استقبال کیا ماتا مہارانی نے اس کا ماتھا چوم کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا! کرشن کمار جی! کچھ دیر بعد شیو دیوتا یہاں کسی کام کے لئے آ رہے ہیں اس کی غیر موجودگی میں ہاشم کو چپکے سے گرفتار کروالو!

مہاراجہ نے کہا! ہم بھی اس کی گرفتاری کا سوچ رہے تھے۔"

ماتا مہارانی نے کہا! یہ کام کچھ ایسی رازداری سے اچانک ہونا چاہیے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے کہ کیا ہوا ہے رات بھی کافی بھیانک اور تاریک ہے.....کاروائی سے پہلے مندر کی تمام روشنیاں بجھوا دینا!

مہاراجہ نے کہا! اس سلسلے میں چنتا نہ کریں.....وہ ہمارے بڑے بھائی وجے کمار کا قاتل ہے اگر وہ ناگ دیوتا ہے تو بھی اسے اس طرح کھلا نہیں چھوڑیں گے!

"تم ٹھیک کہتے ہو" ماتا مہارانی نے کہا! وہ ہماری ممتا کا قاتل ہے.....ہم جب بھی اسے دیکھتے ہیں ہمارا خون کھولنے لگتا ہے.....مگر اس کو

قتل کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا...... ہم اس کے عوض مسلمانوں سے چندر کانت مانگیں گے امید ہے مسلمان اسے مہنگا سودا نہیں سمجھیں گے۔"

مہاراجہ نے کمرے میں موجود لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماتا جی! آج کی رات ہم نے بڑے اہم فیصلے کرنے ہیں...... آج کی رات ہمارے چھپے ہوئے دشمنوں کی زندگی کی آخری رات ہے صبح تک ہم اندرونی محاذ سے مطمئن ہو جانا چاہتے ہیں...... پرنام اور پرتھوی ہماری آنکھوں میں بری طرح کھٹک رہے ہیں۔"

"اور نیلم"

ماتا مہارانی نے پوچھا تو مہاراجہ نے کہا! وہ اکیلا رہ جائے گا تو بے وزن ہو جائے گا بہر صورت ہم نے اس کے بارے میں بھی ایک فیصلہ کیا ہوا ہے دوران جنگ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

ماتا مہارانی نے خوشی سے بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے کہا!"ہمارا بیٹا یکدم عقل مند ہو گیا ہے۔"

مہاراجہ نے ایک جاندار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!" ماتا مہارانی جی! تمہارا بیٹا کم عمر ضرور ہے مگر کم عقل نہیں ہے...... دیکھنا ایک روز تمہارا بیٹا آسام اور بنگال دونوں ملکوں کا بہت بڑا مہاراجہ ہوگا۔"

ماتا مہارانی ہنس پڑی اور کہا!"ہم اسی قسم کے سپنے دیکھا کرتی ہیں"

تمہارے سپنے بہت جلد شرمندہ تعبیر ہوں گے ماتا جی...... ایک مشکل مرحلہ درپیش ہے اس سے بخیر و خوبی گزر جائیں تو پھر میدان صاف ہو جائے گا۔

بھگوان کی قسم ہم ہندوؤں کے اس سنسار کو مسلمانوں کے خون سے رنگین کر دیں گے۔"

ماتا مہارانی نے شراب کا جام اٹھا کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! قلعے میں خورد و نوش کے سامان کی کیا صورت حال ہے۔"

مہاراجہ نے کہا! بہت کچھ اطمینان بخش ہے...... ہم چھ ماہ تک محصور رہ کر جنگ کر سکتے ہیں...... ہمارے پاس کھانے پینے کی چیزوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہم نے دور دور کے سینکڑوں گاؤں سے غلہ وغیرہ اٹھوا لیا ہے۔

ایک دربان نے اندر آ کر کہا!"شیو دیوتا آ رہے ہیں۔"

ماتا مہارانی نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا!"دیوتا کو احترام کے ساتھ اندر لایا جائے"

دربان نکل گیا تو مہارانی نے آہستہ سے مہاراجہ کو کہا! نیلم کمار کو ہاشم کی گرفتاری پر مامور کر دو اگر اس نے انکار کیا تو خود بخود تعزیر کے منہ میں آ جائے گا اور اگر اس نے ہاشم کو گرفتار کر لیا تو پھر اس کی نیت کے خلوص کے بارے میں غور کیا جائے گا۔

مہاراجہ نے کہا! ٹھیک ہے اچھی تجویز ہے ہم ابھی اسے بلا کر فرمان جاری کرتے ہیں۔"

ماتا مہارانی نے کہا! ابھی یہاں ٹھہرو شیو دیوتا کے چرن چھو کر کوئی بہانہ بنا کر چلے جانا......

تھوڑی دیر بعد شیو دیوتا اپنے روایتی جاہ جلال سے کمرے میں داخل ہوا...... ابھی اس نے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ مہارانی دوڑ کر اس

کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگی

وہ کہہ رہی تھی...... دیوتا مہاراج ہم نے سنا ہے کہ بنگال کے بادشاہ کے لشکر آسام میں داخل ہو چکے ہیں...... ایک دو روز تک جنگ چھڑنے والی ہے بھگوان کے لئے ہمارے بیٹے پر اپنی شکتی سے کرپا کی برکھا برسانا......"

عین اسی وقت ایک زبردست دھماکہ ہوا بجلی کی خوفناک کڑک نے زرے زرے کو لرزہ براندم کر دیا اور پھر اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔"

شیو دیوتا نے جھکی ہوئی ماتا مہارانی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! میگھ دیوتا کی اس برکھا کی طرح ہم بھی تمہاری کارن تمہارے بیٹے پر اپنی شکتی کی بے حساب برکھا برسائیں گے...... مگر اسے سمجھاؤ یہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکانے سے باز رہا کرے...... ہم نے تمہاری وجہ سے اسے کئی مرتبہ شما کیا ہے حالانکہ ہم بار بار کسی کو شما نہیں کیا کرتے......"

مہاراجہ نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے چرن چھوتے ہوئے کہا! ہم دیوتا کے داس ہیں۔" نادان ہیں کم عمر ہیں اور پھر کئی طرح کے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں کبھی کبھی اس ذہنی انتشار کی وجہ سے بلا وجہ غصہ آ جاتا ہے...... ہم آئندہ ہر کام دیوتا اور ماتا مہارانی کی آشاؤں کے مطابق کریں گے۔"

پھر مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"ہمیں آگیا دیجئے بہت سے کام نمٹانے ہیں"

"ٹھیک ہے" شیو دیوتا نے بڑے تحکمانہ لہجے میں کہا! تم جا سکتے ہو دیکھو اپنے دل میں دیوی دیوتاؤں کی محبت کی جوت لگائے رکھنا...... دیوی دیوتاؤں کی محبت کی روشنی تمہارے راستے کے اندھیروں کو تم سے دور رکھے گی، جاؤ ہم علیحدگی میں ماتا مہارانی سے باتیں کرنے آئے ہیں۔"

☆

''اوشا''نوتن نے کہا! بھگوان کے لئے اب اتنے زیادہ زہریلے تیر نہ برساؤ۔''

سامنے سے ساجن آتا ہوا دکھائی دیا تو نوتن نے اپنے پھٹے ہوئے لیر لیر لباس کو اپنے دکھتے ہوئے جسم کے گرد پھیلاتے ہوئے کہا! کوئی مرد آ رہا ہے......ہمیں کہیں چھپالو......ہمارا یہ لباس ہماری ستر پوشی کے لئے کافی نہیں رہا۔''

قریب پہنچ کر ساجن نے دوسری طرف منہ پھیر لیا دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے کہا! معاف کرنا بہن ہم نے بے خیالی میں تمہیں اس حالت میں دیکھا نہیں ہے۔''

نوتن سسک پڑی تو ساجن نے اوشا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! اوشا! یہ کون بدنصیب ظلم کے پہاڑ سے ٹکرا کر لہولہان ہوئی ہے۔

اوشا نے کہا! ساجن بھائی! یہ راجہ منگل سنگھ کی یتیم بیٹی نوتن کماری ہے......مہاراجہ نے اسے اس کے پتا کی شاندار خدمات کا شایان شان صلہ دیا ہے۔''

ساجن نے کہا! اب اس چلتی پھرتی لاش کو کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

اوشا نے بجھے بجھے لہجے میں کہا! یہ اپنی ماتا رانی کے پاس جانا چاہتی ہے۔''

ٹھیک ہے ساجن نے کہا! ''اسے اس کی ماتا کے پاس پہنچا دو''

پھر اس نے نوتن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کماری جی! اس خوفناک سیاہ رات کی ایک صبح ہے......اندھیروں کے راج کی طوالت بہت جلد ختم ہونے والی ہے......دھیرج اور ہمت سے قفس کی سختیوں کو برداشت کرو......تم اگر دھامنی میں رہ جاتی تو قیامت کی ان عذاب ناک گھڑیوں سے دوچار نہ ہوتی وہ لوگ ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کے ناموس کی حفاظت کرنا اچھی طرح جانتے ہیں......جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب رونے سے کچھ نہیں ہوگا......یہاں تمہیں قدم قدم پر دکھوں دردوں اور غموں سے دوچار ہونا ہے......ابھی تم نے بڑی دشوار گزار سنگلاخ راہوں پر چلنا ہے......نجانے ابھی تمہارے جسم سے اور کتنا خون نچوڑا جائے گا......تھک جاؤ گی تو صبح کے اجالوں کے دیدار سے پہلے مر جاؤ گی ہم چاہتے ہیں تم اپنی آنکھوں سے صبح کی تابندگی کے جلوؤں کے نکھرنے کے نظارے کو دیکھو۔

ساجن تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف کو چلا گیا تو نوتن نے حیران ہو کر پوچھا! اوشا! یہ کون جوان تھا جو اندھیروں میں ایک چراغ جلا گیا ہے۔

اوشا نے کہا! نوتن جی! ہر اندھیری رات میں کہیں نہ کہیں کوئی جگمگاتا ہوا ستارہ ضرور نظر آتا ہے......اسے بھی ایک ٹمٹماتا ہوا ستارہ سمجھو......

ساجن کے قدموں کی چاپوں کی نغمگی دیر تک نوتن کے کانوں میں رس گھولتی رہی......اس کی بجھی آنکھوں میں ساجن نے اجالوں کے دیپ روشن کر دیے تھے......''

نوتن کماری نے اوشا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اوشا! یہ جوان تھا کون؟

اوشا نے کہا! یہ مہاراجہ کے محافظوں کا سردار ساجن ہے۔

نوتن نے کہا! اس نے ہمیں حیران کر دیا ہے اس کی باتوں نے ہمارے ٹوٹے ہوئے حوصلوں کو سہارا دیا ہے ہمیں اپنے سامنے دور گھرے گھور اندھیروں میں امیدوں کے جھلملاتے ہوئے ستارے دکھائی دینے لگے ہیں ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسے غلیظ اور گندے ماحول میں کوئی ساجن جیسا روشن ضمیر بھی ہوگا۔

اوشا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! کہا تھا نا...... جس طرح آکاش ستاروں کی ننگ تابیوں کی جھلملاٹوں سے خالی نہیں ہوسکتا اس طرح اسیں سنسار کی وسعتوں میں بھی ان گنت لوگ موجود ہیں جن کے سانسوں کی آمد و رفت سے اس سنسار کی رنگ سامانیاں برقرار ہیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں تمہیں اس قلعے میں سینکڑوں ایسے ساتھی مل جائیں گے جن کے زخموں سے ٹپکنے والے لہو کی بوندیں امیدوں کے دیپک کی طرح تمہارے جیون کی تاریک راہوں پر اجالے بکھیریں گی۔"

نوتن نے پوچھا! وہ لڑکیاں کہاں گئی جو ہمارے پیچھے مہاراجہ کی خوابگاہ سے نکلی تھیں۔"

اوشا نے کہا! "ہم نے انہیں لوٹا دیا تھا"

......اوشا اور نوتن پھر چل پڑیں......"

نوتن نے کہا! اوشا جی چاہتا ہے کسی کھلی جگہ کھلے آکاش کے نیچے بھیگے بھیگے موسم میں تمہارے ساتھ باتیں کروں۔"

مندر کے گھڑیال پر پہلی چوٹ پڑی...... گھڑیال کی آواز پورے قلعے میں گونج اٹھی...... فصیل پر سپاہیوں کی...... ہوشیار خبردار کی صدائیں گونج رہی تھیں۔"

اوشا نے کہا! نوتن کماری جی! تمہیں آرام کی ضرورت ہے پھر تمہاری ماتا جی بھی تمہارے لیے پریشان ہونگی...... باتیں ہوتی رہیں گی سردست تم اپنی ماتا کے پاس چلو...... تم کو شاید اندازہ نہیں کہ جب کوئی جوان بیٹی گھر سے باہر ہوتی ہے تو اس کی ماتا پتا کی آنکھیں دروازے کے بند کواڑوں پر جمی ہوتی ہیں۔"

نوتن نے اوشا کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے آہستہ سے کہا! شاید ہماری ماتا ان دردمندوں میں سے نہیں ہے۔

اوشا نے پلٹ کر نوتن کی طرف دیکھ کر کہا! کیا کہا...... تمہاری ماتا کو تمہاری فکر نہیں ہے؟

نوتن نے غصے سے کہا! "ہم نے جھوٹ نہیں کہا ہماری ماتا کو مہاراجہ کی خوشیاں عزیز ہیں۔"

اوشا نے نوتن کو گلے لگاتے ہوئے کہا! "نوتن تم نے سچ کہا ہے"

نوتن نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! اوشا ہمیں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہے"

اوشا نے کہا! مگر کیوں!...... تمہاری ماتا کیسی ماتا ہے؟

نوتن نے کہا! "اوشا! کوئی تمہاری ماتا بھی ہوگی...... وہ جو رات بھر مہاراجہ کی خوابگاہ میں موجود تھیں ان کے ماتا پتا بھی ہوں گے"

اوشا نے بیزاری سے کہا! "مگر ہمارے ماتا پتا وہ غریب لوگ ہیں جن کی نہ کوئی آبرو ہوتی ہے نہ عزت تم تو ایک راجہ کی بیٹی ہو تمہاری

ماتا تو ایک راجہ کی پتنی ہے۔ غریبوں کی غربت تو مجبوریوں کے بوجھ تلے بے غیرتی کا روپ دھار سکتی ہے مگر ایک راجہ کی دھرم پتنی کا ایسا گھٹیاں مزاج نہیں ہونا چاہیے۔“

نوتن نے کہا! ماتا جی کے من میں اپنے پتی دیو اور پرتاب کے انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی ہے وہ مسلمانوں سے اپنے بیٹے اور پتی دیو کے خون کا حساب لینا چاہتی ہے اس مقصد کے حصول کی خاطر وہ ہر قیمت پر مہاراجہ کو خوش رکھنا چاہتی ہے......

مندر کے گھڑیال زور زور سے بج رہے تھے ماتا رانی کی خوابگاہ کے دروازے پر دو سپاہی کھڑے تھے اوشا کو پہچان کر انہوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے جھک کر نمسکار کہا“

اوشا نے کہا! ”ماتا رانی کو جگاؤ“

جب اوشا اور نوتن کماری ماتا رانی کے سامنے گئیں تو ماتا رانی نے نوتن کے نیم عریاں جسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا!

نوتن بیٹی یہ کیا ہوا ہے؟

نوتن نے سسکتے ہوئے کہا! ماتا جی! بڑی خوشی کی بات ہے تمہارے مہاراجہ نے تمہارے پتی دیوتا اور تمہارے جوان بیٹے پرتاب کا بڑا سخت انتقام لیا ہے۔“

کیا کہتی ہو؟

سچ کہتی ہوں...... تمہیں تمہارے اس زخمی بدن پر جابجا لکھی ہوئی تحریروں کی سمجھ نہیں آ رہی......

ماتا رانی نے نوتن کی طرف غور سے دیکھا...... اس کے جسم پر تار تار لباس تھا اس کے گورے سڈول بدن پر خون کی بوندیں دکھائی دے رہی تھیں...... اس کے لمبے لمبے گھنے بال کھلے ہوئے تھے۔“

یہ سب کیا ہے؟“ ماتا رانی نے آگے بڑھ کر نوتن کو گلے لگاتے ہوئے پوچھا تو نوتن نے ماں کے کندے پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا!

ماتا جی! تم مہاراجہ کو خوش دیکھنا چاہتی تھی ہم نے اپنی امنگوں اپنی آشاؤں اور اپنے ارمانوں کا خون بہا کر تمہارے خونخوار جاراجہ کو خوش کر دیا ہے اب تو تمہیں ہم سے کوئی شکایت نہیں ہے نا۔“

”نہیں“ ماتا رانی نے چلاتے ہوئے کہا! نوتن کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے...... نوتن آسام کے شیر منگل سنگھ کی بیٹی ہے...... اس کے ساتھ ایسی حرکت مہاراجہ کو بہت مہنگی پڑے گی۔“

اوشا نے ماتا رانی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا! ماتا رانی آہستہ بولو دیواروں کو کان لگے ہوئے ہیں تمہاری چیخوں کی گونج مہاراجہ کے کانوں تک پہنچ گئی تو قیامت سے پہلے قیامت آ جائے گی۔“

ماتا رانی نے کہا! مگر ہم اس سانحہ پر خاموش بھی نہیں رہ سکتے۔“

نوتن نے بگڑتے ہوئے کہا! اب ناموس کے لاشے پر چیخنے چلانے اور بین کرنے کا کیا فائدہ۔؟

ماتا رانی نے کہا! تم چاہتی ہو ہم احتجاج بھی نہ کریں۔"

نوتن نے روتے ہوئے جواب دیا" ماتا پہلے تو اپنی پسماندہ سوچوں کے خلاف احتجاج کرو تمہاری ضد اور غلط سوچوں نے ہمیں اس جہنم میں ڈالا ہے...... پھر اس گھڑی کا ماتم کرو جس کو تم نے ہمیں ایک درندے کے سامنے تنہا چھوڑا تھا"

...... ماتا رانی سر پکڑ کر بیٹھ گئی وہ ہولے ہولے سسکیاں لینے لگی وہ کہہ رہی تھی ہم برباد ہو گئے...... ہم نے دھامنی سے نکل کر بہت برا کیا ہے۔" پھر اس نے نوتن کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! نوتن ہمیں معاف کر دو...... ہم تمہارے مجرم ہیں ہم سے بڑی خطا ہوئی ہے...... ہم اس درندے کو کبھی معاف نہیں کریں گے ہم واپس جائیں گے۔"

اوشا نے نوتن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! نوتن کماری جی! ہم چلتے ہیں...... صبح ہونے والی ہے...... ہماری باتوں پر دھیان رکھنا تم لوگ ایک آہنی پنجرے میں پھنس چکے ہو...... کبھی نادانی سے اپنے آپ کو لہولہان نہ کر لینا...... تمہاری ماتا رانی غلط فہمی میں مبتلا ہے اب تمہارا یہاں سے نکل جانا ناممکن ہو چکا ہے...... ہوش سے اس تلخ و تند صورت حال کا مقابلہ کرو گی تو زیادہ نقصان سے بچ جاؤ گی۔"

نوتن نے کہا! اوشا بہن! ہم مصیبت کے ماروں کے پاس رہ کیا گیا ہے جسے بچانے کی فکر کریں گے۔"

اوشا نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد آہستہ سے کہا! نادان اور جذباتی نہیں بنا کرتے...... چند دنوں تک مسلمانوں کا حملہ ہونے والا ہے...... ہمارا دل کہتا ہے ظلم کی اس سیاہ رات کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا...... اس وقت تک تم ظلم و زیادتی کی ان آندھیوں کے تھم سہنے کی ہمت پیدا کرو۔"

ماتا رانی نے چونک کر اوشا کی طرف دیکھا تو نوتن نے کہا! ماتا جی! یہ بھی ہمارے جیسی مظلوم ہے"...... ہم سیتا کو اپنی حالت زار سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں امید ہے اس کے غیرت مند بھائی ہمارے دکھ کو پرایا دکھ نہیں سمجھیں گے...... کاش ہم اپنے ان بیٹوں کا کہنا مان لیتے جن کی آنکھیں حیا کے بوجھ سے جھکی رہتی تھیں...... تعصب نے ہمیں اندھا کر دیا تھا۔"

" ٹھیک ہے" اوشا نے کہا! تم اپنے کسی اعتماد کے آدمی کو بھیج دینا۔"

صبح ہو گئی...... خواب اور اندھیرے صبح کے اجالوں میں گم ہو گئے۔"

دن چڑھے ماتا رانی نوتن کے ساتھ ماتا مہارانی کے کمرے میں گئی ماتا مہارانی نے مسکرا کر دونوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا! رانی! تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ رات کو مہاراجہ نے سنیاپتی کو مسلمانوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا تھا منگل سنگھ کے لہو کو ہم ضائع نہیں ہونے دیں گے۔"

ماتا رانی نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہارانی جی! اب منگل سنگھ اور پرتاب کے لہو کی بوندوں کی کہانی بے معنی ہو گئی ہے۔"

ماتا مہارانی حیرت سے کہا! کیا کہا...... تم کہنا کیا چاہتی ہو؟

ماتا رانی نے کہا! راجہ منگل سنگھ اور پرتاب کے ناموس کے خون کے درد نے ہمارے دلوں سے مرنے والوں کی یادوں کا غم چھین لیا ہے۔"

کیا ہوا؟ منگل سنگھ کے ناموس کو کس نے لوٹا ہے؟

ماتا رانی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ماتا مہارانی یہ ہماری بیٹی نوتن ہے رات مہاراجہ نے اس کی آبرو کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔''

رانی! ماتا مہارانی نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! جانتی ہو تم نے کس کے خلاف بکواس کی ہے اور کس کے سامنے مہاراجہ آسام کی شکایت کی ہے...... ہم تجھے منگل سنگھ کی دھرم پتنی ہونے کے ناطے سے معاف کرتے ہیں تمہاری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اسے سانس لینے کی مہلت نہیں دیتے...... نادان عورت تم ایک راجہ کی بیوہ ہو تم نے راجہ منگل سنگھ کے شب وروز کے معمولات کو قریب سے دیکھا ہوگا...... راجوں مہاراجوں کو ہر وقت اپنی خوشیوں کا خیال رہتا ہے...... خوبصورت کول کنواریوں کا قرب راجوں مہاراجوں کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے...... تمھیں تو خوش ہونا چاہیے کہ آسام کے مہاراجہ نے تمہاری بیٹی کو اپنے قابل سمجھا ہے ورنہ یہاں تو اس سے ہزار درجے سندر ناریاں مہاراجہ کے قرب کو ترستی پھرتی ہیں۔''

...... نوتن پھٹی پھٹی نظروں سے مہارانی کی طرف دیکھ رہی تھی۔''

ماتا مہارانی نے نوتن کو اپنے قریب کرتے ہوئے کہا! نوتن! تمہاری ان بجھی بجھی اداس آنکھوں میں خوشی کے دیپ جلتے تو ہم بہت خوش ہوتے...... جیون کا نکھار تو بھونرے کے بازوؤں کے شکنجے میں ہوتا ہے...... جب کوئی بھونرا کلی کو چومتا ہے تو وہ خوشی سے کھل کر جوان ہو جاتی ہے...... تم کو مہاراجہ کا شکر گذار ہونا چاہیے جس نے راتوں رات تجھے کلی سے پھول بنا ڈالا۔''

''ٹھیک ہے'' نوتن نے کہا! ''ہم سب کے شکر گزار ہیں۔''

نوتن نے اٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ہم ماتا مہارانی کے ممنون ہیں۔''

ماتا مہارانی نے ایک خمار آلودہ انگڑائی لیتے ہوئے کہا! نوتن کماری تم ابھی کم سن ہو تم نے ابھی جیون کو قریب سے نہیں دیکھا جیون کے ان گنت رنگین گوشے ابھی تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں وقت کے ہر لمحے کے اندر سینکڑوں خوشیوں کے ان گنت پھول پوشیدہ ہوتے ہیں بھگوان نے انسان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ وقت کے کارواں کو روک کر اس سے اپنے حصے کی رنگینیاں اور خوشیاں چھین لے...... یہی جیون ہے جو لوگ ڈرے ڈرے سہمے سہمے انداز سے وقت کے پیچھے پیچھے چلنے کے عادی ہوتے ہیں وہ ہمیشہ پسماندگی اور غربت کا شکار رہتے ہیں...... غربت زدہ پسماندہ اور بیمار سوچیں نیچ اور گھٹیا لوگوں کا ورثہ ہوتی ہیں...... راجوں مہاراجوں اور ان کی اولادوں کی دنیا تو عام لوگوں سے الگ ہوتی ہے۔''

...... نوتن نے ماتا مہارانی کے قدم چھوئے اور تیزی سے باہر نکل گئی اس کے پیچھے پیچھے اس کی ماتا بھی باہر آ گئی...... ہر طرف مسلح سپاہی اور دربان بھاگتے دوڑتے نظر آ رہے تھے...... نوتن اور ماتا رانی کے پیچھے دو مسلح سپاہی حفاظت کے لیے چل رہے تھے...... اچانک ایک طرف سے ساجن نمودار ہوا نوتن کماری نے اسے پہچان لیا اس کے قدم خود بخود رک گئے۔

ساجن نے قریب آ کر نمسکار کہا اور پھر آہستہ سے پوچھا! ''مندر نہیں گئی۔''

''نہیں''

نوتن نے جواب دیا تو ساجن نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے سرگوشی کے انداز میں کہا! مندر جاؤ وہاں شیو دیوتا آئے ہوئے ہیں

ان کے چرنوں میں تمہیں سکون ملے گا..... دیوتا تمہارے خون برساتے ہوئے زخموں اور دردوں کا مداوا کریں گے۔"

ساجن آگے بڑھ گیا تو ماتا رانی نے پوچھا! نوتن بیٹی یہ کون تھا؟

نوتن کے بولنے سے پہلے ان کے پیچھے آنے والے ایک سپاہی نے کہا! رانی جی! یہ ساجن ہے مہاراجہ کے محافظوں کا سردار ہے بڑا مخلص اور ہمدرد انسان ہے..... سب کے کام آتا ہے۔"

نوتن نے کہا! ماتا جی! ہم ابھی اور اسی وقت مندر جائیں گے..... ہم شیو دیوتا کے دیدار کریں گے۔"

چلو بیٹی! پھر ماتا رانی نے آہستہ سے پوچھا! نوتن بیٹی..... ساجن سے ملاقات کہاں ہوئی تھی۔"

نوتن نے کہا! جب ہم اپنی لٹی ہوئی متاع حیات کا ماتم کرتے مہاراجہ کی خوابگاہ سے باہر آ رہے تھے تو اس نے اندھیروں میں ہمارے سامنے آس کی ایک کرن روشن کی تھی۔"

مندر کے قریب پہنچ کر نوتن نے ایک سپاہی سے پوچھا! شیو دیوتا کہاں سے آئے ہیں؟

سپاہی نے جواب دیا۔کماری جی! تمہیں معلوم ہے دیوتا ہمیشہ آکاش کے نیلے ساگروں سے کرنوں کی کشتی میں بیٹھ کر آتے ہیں..... کماری جی! دیوتا کو دیکھو گی تو ان کی دیوانی ہو جاؤ گی دیوتا کی من موہنی باتیں سنو گی تو جیون کے ہر گوشے کو مسکراتا ہوا پاؤ گی۔"

نوتن نے چلتے ہوئے کہا! ہم سب سے پہلے شیو دیوتا کے درشن کریں گے۔"

سپاہی نے دونوں کو شیو دیوتا کے کمرے کے دروازے پر لے گئے باہر لوگوں کا ہجوم تھا دیوداسیاں اور مندر کے پجاری صبح کے بھجن گا رہے تھے ایک عجیب قسم کی دلکشی اور طلسماتی کشش ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔"

دھامنی کے ایک پجاری نے ماتا رانی اور نوتن کماری کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا! ماتا رانی جی! ہم بہت بڑے خوش نصیب ہیں یہاں آ کر شیو دیوتا کے چرن چھونے کا موقع نصیب ہوا ہے۔

نوتن نے کہا! پجاری! کس طرح ہمیں بھی دیوتا کے پاس لے جاؤ۔"

پجاری نے بلند آواز سے کہا! لوگو! یہ راجہ منگل سنگھ کی بیوہ اور یہ سورگ باش راجہ کی یتیم بیٹی ہے..... یہ شیو دیوتا کے چرن چھونے کے لئے حاضر ہوئی ہیں۔"

اندر سے دروازے کھلا اور ایک پجاری نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا! منگل سنگھ کی بیوہ اور بیٹی کو دیوتا نے چرن سیوا کے لیے طلب کیا ہے....."

ماتا رانی اور نوتن نے ایک دوسرے کی طرف خوشی اور حیرت سے ملے جلے جذبات سے دیکھا اور پھر دونوں ہجوم کو چیرتی ہوئی آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے کمرے میں داخل ہو گئیں..... شیو دیوتا ایک اونچی مسند پر بیٹھا تھا گیرو رنگ کے لباس میں وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا نرملا اس کے قدموں میں بیٹھی تھی۔"

شیو دیوتا نے نوتن اور ماتا رانی کو دیکھتے ہوئے کہا! ہمیں بہت دکھ پہنچا ہے ظالم نے تم پر ظلم کا پہاڑ ڈھایا ہے

......نوتن کی چیخوں نے ماحول کو سوگوار بنادیا تھا دھامنی سے آئے ہوئے پجاری پھٹی پھٹی نظروں سے ماتا رانی اور نوتن کی طرف دیکھ رہے تھے نرملا نے نوتن کو اپنے پرخلوص سینے سے لگا رکھا تھا۔"

شیو دیوتا نے نوتن کے سر پر محبت بھرا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! نوتن کماری تمہارے زخم ہماری آتما کے زخم ہیں......ہم اس درندے سے بڑا سخت انتقام لیں گے تم فکر مند نہیں ہونا افق کے اس پار بھگوان کی نادیدہ شکتی اس ملک کے مستقبل کے بارے میں بڑے اہم فیصلے کر چکی ہے اندھیرے ایک ہولناک تباہی بربادی اور ہلاکت سے دوچار ہونے والے ہیں۔"



پونم شیو دیوتا کے خوبصورت بت کے سامنے سر جھکائے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھی...... وہ دیوتا کی بھگتی میں مگن تھی...... پوجا کا کمرہ چنبیلی اور جوہی کے پھولوں کی خوشبوؤں سے مہکا ہوا تھا۔ اچانک کمرے میں کسی کے قدموں کی چاپ ابھری پونم نے سر اٹھا کر آنے والے کی طرف دیکھا وہ کوئی سوامی قسم کا مہا پرش تھا۔ اس کے ہاتھ میں پیتل کا کرمنڈل تھا۔"

سوامی نے پونم کے قریب پہنچ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم بڑی بھاگوان ہو...... بڑے گہرے دھیان سے پربھو کی بھگتی کرتی ہو...... تمہارے من میں بھگوان رہتا ہے...... تمہاری کومل سندرتا دیویوں جیسی ہے...... تم دیوی ہو۔

پونم نے جھک کر بڑی انکساری سے سوامی کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! شکریہ سوامی جی! ہم دیوی نہیں ہیں ہم تو دیوی دیوتاؤں اور تم جیسے وِدوان دھرماتماؤں کے قدموں کی دھول بھی نہیں ہیں۔"

نوجوان سوامی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہم جانتے ہیں تم کون ہو تم عام کنیا نہیں ہو۔ تم دیوی ہو...... ہماری گیان ودیا یہی کہتی ہے ہم بھگوت گیتا اور رامائن کے بڑے وِدوان رشی ہیں ہماری آتما کو بھگوان کا گیان پرکاش ہوتا ہے...... ہم جانتے ہیں...... تم کون ہو......

پونم نے غور سے سوامی کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا سوامی کی مسکراتی ہوئی آنکھوں میں ایک پراسراری چمک دکھائی دے رہی تھی۔"

وہ جانے لگی تو سوامی نے پوچھا! تم کہاں رہتی ہو؟

پونم نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! داسی اس مندر میں رہتی ہے۔"

وہ پوجا کے کمرے سے نکل گئی...... وہ تیز تیز قدم قدم اٹھاتی ہوئی ایک راہداری میں چلی جا رہی تھی...... پراسرار سوامی...... شد بدھم ہری اوم ہری کرشنا کے بھجن گاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا...... سورج ڈھل چکا تھا...... درختوں اور دیواروں کے سائے اسامیل ناگ دیوتا کے مندر گیا ہوا تھا...... موہن اور شنکر راج گوپال کھیا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے...... پونم اپنے کمرے میں داخل ہو گئی...... تو سوامی شیدوں کا جاپ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا...... پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مندر کے بڑے دروازے کی طرف لپکتا چلا گیا...... مندر کے باہر دور دور تک گیندے چنبیلی اور جوہی کے پودوں کی پھلواڑیاں تھیں...... پھلواڑیوں میں کہیں کہیں ناریل کے خوبصورت درخت بھی تھے...... سوامی کے کچھ ساتھی ایک جھنڈ میں چھپے ہوئے تھے...... ان کے قریب پہنچ کر سوامی نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

دوستو! ہم خوش قسمتی سے راجکماری چندرکانت کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں...... ہمارا ہاتھ اس کی گردن تک پہنچ چکا ہے......"

سوامی کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی...... اس کے چہرے پر دھنک کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔" اس نے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! تم اسی وقت سینا پتی گھن شام ٹھاکر کے پاس جاؤ...... اور اسے بتاؤ کہ ہم نے رجکماری چندرکانت کی رازدار سکھی پونم کو ڈھونڈ لیا ہے...... لگتا ہے راجکماری یہیں کہیں اس مندر کی کسی گپھا میں چھپی ہوئی ہے...... ہم نے آدھی جنگ جیت لی ہے...... پونم سب کچھ بتا دے گی...... اسے سب کچھ بتانا پڑے گا۔"

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا! ہم آدھی رات کے بعد پونم کو اٹھانے کی کاروائی شروع کریں گے...... ہم مندر کی سرنگ کے راستے باہر نکلیں گے...... ہم نے ہر جگہ کو اچھی طرح سے دیکھ لیا ہے...... سرنگ کا بیرونی دہانہ ناگ دیوتا کے مندر کے قریب چٹانوں میں موجود ہے...... آدھی رات کے قریب سینا کو ان چٹانوں کے قریب پہنچ جانا چاہیے...... بیرونی دہانے پر پچاس ساٹھ مسلمان سینکوں کا پہرہ ہوتا ہے...... سب کو موت کے گھاٹ اتار دینا......" سوامی کا ایک ساتھی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چٹانوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔"

سوامی نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! شام کو مندر میں پہنچ جانا...... سرنگ کا اندرونی دہانہ مندر کے شمال میں کیلوں کے پودوں کے جھنڈ میں ہے۔"

اس کے ایک ساتھی نے بڑے اعتماد سے کہا! ونود جی! چنتا نہیں کریں ہم اس سرنگ کا دہانہ بھی ڈھونڈ لیں گے اور ہر قسم کی صورت حال کی سنگینی سے نمٹنے کے لیے چوکس رہیں گے......"

ونود مہاراجہ کرشن کمار کا بہترین سراغ رساں تھا اس وقت ونود ایک سوامی بنا ہوا تھا...... گھن شام ٹھاکر مندر سے تقریباً چار کوس دور اپنے لشکر کے ساتھ جنگل میں چھپا ہوا تھا...... دراصل گھن شام ٹھاکر منگل سنگھ کی ہلاکت اور اس کے لشکر کی تباہی کے بعد مسلمانوں پر شب خون مارنے آیا تھا...... ونود اسلامی لشکر کی جاسوسی کے لیے مندر آیا تھا...... اسے پونم کی موجودگی کا علم نہیں تھا...... پونم کو اس نے اچھی طرح پہچان لیا تھا...... شام کے قریب ونود کا ساتھی سیناپتی گھن شام ٹھاکر کے ٹھکانے پر پہنچ گیا...... اس نے سیناپتی کو ونود کا پیغام دیا۔"

سیناپتی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا! اب ہمیں مسلمانوں سے لڑنے اور شب خون مارنے کی کوئی ضرورت نہیں...... بھگوان کی کرپا سے ہم نے بغیر لڑے جنگ جیت لی ہے...... پونم سب کچھ بتا دے گی...... ہم اس کی ہڈیوں میں چھپی ہوئی راجکماری چندر کانت کو ڈھونڈ لیں گے...... لگتا ہے مہاراجہ کرشن کمار کی قسمت کا ستارہ بلندیوں کی طرف شروع ہو گیا ہے......"

رات کے اندھیرے بڑی تیزی سے گھور اور گھمبیر ہوتے جا رہے تھے۔"

گھن شام نے ونود کے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم ونود کے پاس جاؤ اسے کہنا ہم آدھی رات سے پہلے مسلمان پہرے داروں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

رات کا پہلا پہر بیتا جا رہا تھا...... معمول کی پوجا ہو رہی تھی...... جوں جوں رات ڈھلتی جا رہی تھی...... سناٹے بڑھتے جا رہے تھے...... شیدوں بھجنوں اور دھارمک گیتوں کا شور کم ہوتا جا رہا تھا...... مندر کے پجاری اپنی اپنی خابگاہوں کی طرف لوٹنا شروع ہو گئے تھے...... ونود پونم کو ڈھونڈتا پھرتا رہا تھا...... آخر اس نے پونم کو ایک چھوٹے سے کمرے میں دیکھ لیا...... وہ کسی دیوی کے خوبصورت بت کے سامنے جھکی ہوئی تھی...... اس کے ساتھ ٹمٹی جیونت بھی تھی۔"

ونود نے پونم کے قریب پہنچ کر کہا! ہم نے پورے مندر میں اپنی دیوی کو ڈھونڈا ہے۔"

پونم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، ہم شام سے یہیں موجود ہیں...... دراصل ہمیں ہجوم اور بھیڑ بھاڑ سے گھبراہٹ ہوتی

ہے...... پربھو کی بھگتی اور پوجا کا مزہ سناٹے میں آتا ہے۔"

سوامی نے مسکراتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے دیوی جی ...... پرنتو دیوی کا اپنے پجاریوں سے دور رہنا ٹھیک نہیں ہوتا...... نجانے کتنے پجاریوں اور کتنے بھگتوں کی بے کل نگاہیں ترس رہیں ہوں گی...... یاتریوں کو درشن دیتے رہنا اچھا ہوتا ہے۔"

پونم نے مسکراتے ہوئے کہا! نجانے کیوں تم ہمیں دیوی بنا رہے ہو...... ہم دیوی نہیں ہیں......"

ظلنی بڑی دیر سے ونود کی طرف دیکھ رہی تھی۔"

اس نے کہا! تم کون ہو اور کس لیے الٹے سیدھے سوال کر رہے ہو؟

......لگتا ہے تمھیں ہماری موجودگی ناگوار گزر رہی ہے ہم چلے جاتے ہیں...... وہ گہری نظروں سے ظلنی کی طرف دیکھتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔"

ظلنی خطرے کی بو سونگھ چکی تھی اس نے پونم کا بازو پکڑتے ہوئے کہا! اٹھو! آدھی رات ہو چکی اب چلنا چاہیے"

پونم نے ظلنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم گھبرائی گھبرائی کیوں لگتی ہو؟ کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟

ظلنی نے کہا! ہم خطرہ محسوس کر رہے ہیں...... تم نے اس بہروپیے کو اپنا نام تو نہیں بتایا۔"

پونم نے کہا! "نہیں"

ظلنی نے باہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بھگوان ہماری رکھشا کرے گا...... لگتا ہے ہم کسی خطرناک صورت حال سے دوچار ہونے والے ہیں...... اندھیرا گھور ہے۔ باہر کے سارے چراغ بجھا دیے گئے ہیں۔"

پونم نے اٹھتے ہوئے کہا! ہو سکتا ہے ہواؤں کے جھونکوں نے چراغ گل کر دیے ہوں۔"

ظلنی نے پونم کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! باہر آندھی نہیں چل رہی...... جلدی چلو ہمیں بلا تاخیر اپنی خوابگاہ میں جانا چاہیے......

پونم اور ظلنی نے راہداری میں قدم رکھے ہی تھے کہ اچانک اندھیرے سے چار ہولناک ہیولے نکلے انہوں نے پونم اور ظلنی کو سنبھلنے یا چیخنے چلانے کا موقع نہیں دیا...... حملہ آوروں نے دونوں کے منہ باندھ دیے اور اٹھا کر مندر کے پچھواڑے لے گئے۔"

ونود نے پونم کی طرف اشارہ کرکے بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا! یہ پونم ہے اس کو اٹھا لو اور اس کی ساتھی ظلنی جیونت جی کو کشمکش دہر سے آزاد کر دو۔

ایک سپاہی نے ظلنی کے منہ پر ہاتھ رکھا اور دوسرے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا۔ خنجر کا پھل اندھیرے میں بجلی کی طرح چمکا اور تیزی سے ظلنی جیونت کے دل میں اتر گیا...... وہ زخمی پرندے کی طرح چند لمحوں تک پھڑپھڑاتی رہی اور پھر ٹھنڈی ہو گئی۔"

رات کا دوسرا پہر ختم ہونے والا تھا...... ہر طرف ایک خوابناک سناٹا طاری تھا...... سرنگ کے محافظوں پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑی......

انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا...... زہر میں بجھے ہوئے خنجروں کے ایک ایک وار نے سب کو ملک عدم پہنچا دیا...... یہ سرنگ تقریباً دو کوس طویل تھی

سرنگ میں داخل ہوکر ونود اور اسکے ساتھیوں نے مشعلیں جلادی اور پھر تیز قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے...... ''سرنگ کے بیرونی دہانے پر گھن شام ٹھاکر پہلے ہی قبضہ کر چکا تھا......''

ونود اور اس کے ساتھی جب باہر نکلے تو گھن شام نے ونود سے پوچھا! پونم کہاں ہے؟

ونود نے کہا! ہم پونم کے بغیر نہیں آئے......کوچ کی تیاری کرو اگر مسلمانوں کو خبر ہوگئی تو بڑی خوزیز جنگ ہوگی۔''

گھن شام نے ونود کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے......ہم بہت خوش ہیں......

تھوڑی دیر بعد گھن شام ٹھاکر پونم کو لے کر راجدھانی کی طرف روانہ ہوگیا...... پونم کو رسیوں سے باندھ کر ایک چھکڑے میں رکھا گیا......''

☆

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی...... فصیل پر جا بجا مشعلیں روشن تھیں...... قرب وجوار کے جنگلوں میں کبھی کوئی درندہ دہاڑتا تو رات کے پراسرار خوابناک سناٹے جھرجھری لے کر کانپ اٹھتے تھے...... شیو دیوتا کے مندر کے گھڑیال کی پہلی گونج دار آواز سوئی ہوئی اور خاموش فضاؤں میں ابھری اسی وقت رات کا تیسرا پہر شروع ہو چکا تھا...... مندر کے مہادیو جی اور دوسرے پجاری ہری رام...... ہری رام کی صدائیں لگاتے ہوئے بیدار ہو رہے تھے...... مہادیو نے ان تمام بڑے بڑے کمروں کے بند دروازے کھول دیے جن میں بت نصب تھے اور جہاں پوجا پاٹ ہوتی تھی...... اچانک ایک راہداری سے گزرتے ہوئے مہادیو کی نظریں پونم کے کھلے ہوئے دروازے پر پڑیں۔‘‘

اس نے ساتھ والے پجاری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! پونم اتنی جلدی کہاں گئی ہے؟

دوسرے پجاری نے اندر جھانکتے ہوئے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا! مہادیو لگتا ہے پونم بیٹی رات کو اپنے کمرے میں نہیں آئی۔

مہادیو نے چونک کر پوچھا! وہ کیسے؟

پجاری نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا! بستر بتا رہا ہے وہ آج کی رات اس پر نہیں سوئی‘‘

مہادیو نے غور سے بستر کو دیکھتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو......

مہادیو بھاگتا ہوا کامنی کے دروازے پر پہنچا کامنی کا دروازہ اندر سے بند تھا اس نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔‘‘

چند لمحوں بعد کامنی نے دروازہ کھول کر باہر جھانک کر پوچھا! کون! مہادیو جی خیریت تو ہے!

مہادیو نے ہانپتے ہوئے پوچھا! کامنی بیٹی کیا پونم تمہارے کمرے میں ہے؟

’’نہیں تو‘‘

کامنی نے جواب دیا تو مہادیو نے آگے بڑھ کر کلثوم کے کمرے کے دروازے پر دستک دینی شروع کر دی...... کامنی بھی مہادیو کے پیچھے پیچھے کلثوم کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی تھی۔‘‘

کلثوم نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا پھر گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا! مہاتما جی! خیریت تو ہے؟

مہادیو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے پوچھا! کلثوم بیٹی کیا پونم تمہارے کمرے میں ہے۔

کلثوم نے کہا! نہیں وہ ہمارے کمرے میں نہیں ہے مگر بات کیا ہے؟

مہادیو نے کہا! بیٹی لگتا ہے رات کے اندھیروں میں ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہو گیا ہے پونم اپنے کمرے میں نہیں ہے۔‘‘

کامنی نے کہا! ہو سکتا ہے وہ اشنان کے لئے گئی ہو۔‘‘

’’نہیں اس کا بستر بتا رہا ہے کہ وہ رات کو بستر پر سوئی ہی نہیں۔‘‘

کلثوم نے چلاتے ہوئے کہا! سوامی اور اس کے ساتھی یاتری کہاں ہیں؟

مہادیو نے اپنے ساتھی پجاری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سوامی اور اس کے ساتھیوں کا قیام مندر کے کس حصے میں ہے۔"

پجاری نے کہا! مہاتما جی! وہ لوگ مندر کے پچھواڑے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

مہادیو نے بڑے غصے سے پجاری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! ان کو ہم سے پوچھے بغیر کس نے مندر کے پچھواڑے قیام کی اجازت دی تھی۔"

پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج سوامی نے کسی سے اجازت نہیں لی تھی وہ کہہ رہا تھا اسماعیل نے کہا ہے یہ مندر ہے بھگوان کا گھر ہے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے یہاں ہر کوئی پوری آزادی سے جہاں چاہے جا سکتا ہے قیام کر سکتا ہے۔

کلثوم نے سامنے سے آتے ہوئے ایک سپاہی کو آواز دے کر کہا! اسماعیل اور موہن کہاں ہیں؟

سپاہی نے سلام کرتے ہوئے کہا! وہ تو شام کو ناگ دیوتا کے مندر سردار شاہ رخ کے پاس گئے تھے۔ ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے۔"

کلثوم نے دوبارہ کہا! تم جاؤ راج گوپال کھیا اور کچھ سپاہیوں کو فوراً بلا کر یہاں لے آؤ......"

سپاہی دوڑتا ہوا اندھیرے میں غائب ہو گیا...... اس وقت چندارانی بھی کمرے سے نکل آئی تھی...... کلثوم کامنی اور دوسرے لوگوں کو گم سم اور پریشان دیکھ کر اس نے پوچھا! کیا بات ہے تم سب پریشان کھڑے ہو۔

کامنی نے کہا! چندا! پونم غائب ہے۔"

"پونم غائب ہے" چندا نے حیرت سے کہا تو مہادیو نے کہا! بیٹی! پونم رات کو اپنی خوابگاہ میں گئی ہی نہیں...... لگتا ہے وہ سرِ شام سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو گئی تھی۔"

اوہ! ہمارے بھگوان" چندا نے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ہم نے ابھی ابھی ایک بھیانک سپنا دیکھا ہے بڑا خوفناک اور ڈراؤنا سپنا تھا ہم نے دیکھا تھا کہ تلشی اور پونم کو ہزاروں خونی درندوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے درندے ہر طرف سے ان پر حملے کر رہے ہیں تلشی لہولہان ہو کر گر پڑتی ہے اور پونم کو ایک بڑا سا بھیڑیا اپنے خون آلودہ جبڑوں میں جکڑ کر اٹھا لیتا ہے......

اس وقت تک وہاں کئی پجاری اور دیوداسیاں جمع ہو چکی تھی دوسری طرف سے راج گوپال کھیا چند مسلح سپاہیوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا۔"

اس نے ہانپتے ہوئے کہا! کلثوم بیٹی کیا ہوا خیریت تو ہے؟

کلثوم نے کہا! "بابا! پونم غائب ہے" اور تم جانتے ہو پونم اگر مہاراجہ کے ہاتھ لگ گئی تو کتنی قیامتیں برپا ہو سکتی ہیں۔"

راج گوپال کھیا نے مہادیو کی طرف دیکھ کر پوچھا! مہادیو جی! وہ سوامی کہاں ہے؟

مہادیو نے کہا! وہ غائب ہے ہم اسے مشکوک سمجھتے تھے مگر اسماعیل کی سادگی نے دھوکا کھا کر ہم سب کو ایک بڑی مصیبت سے دوچار کر دیا ہے۔"

چندارانی نے کہا! مگر یہاں کھڑے ہم کیا کر رہے ہیں وقت لمحہ بہ لمحہ گزرتا جا رہا ہے......

تھوڑی دیر بعد یہ سب لوگ مندر کے پچھواڑے کے ویرانے میں پہنچ گئے ہر طرف ایک ہولناک سناٹا تھا...... خوفناک اندھیرا تھا...... ہوائیں اس طرح سوگوار سوگوار چل رہی تھیں جس طرح قبرستانوں کے سناٹوں سے گزرتی ہوائیں قبروں پر نوحہ کناں ہوتی ہیں...... راج گوپال کھیا

اس کے سپاہی اور دوسرے لوگ سہمے سہمے بوجھل بوجھل قدم اٹھاتے ہوئے سرنگ کے دہانے تک پہنچ گئے...... وہاں پہرے داروں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں ایک طرف کچھ فاصلے پر ملتی کی خون آلودہ لاش پڑی تھی......"

کلثوم نے اپنے ساتھیوں کے جھکے ہوئے معصوم چہروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! یہ شہیدوں کے ماتم کا وقت نہیں ہے وہ لوگ بہت دور نہیں گئے ہونگے یہ دیکھو ہمارے شہیدوں کی رگوں سے بہنے والا سرخ سرخ خون ابھی تازہ ہے......

چند لمحوں بعد شیو دیوتا کے مندر میں موجود تمام مسلح افراد مندر کے دروازے پر جمع ہو چکے تھے۔"

کلثوم نے تلوار کو نیام سے نکال کر اندھیرے فضاؤں میں لہراتے ہوئے کہا! مجاہدو! وقت ایک بار پھر تمہاری غیرتوں ہمتوں اور جراتوں کو شہادت گاہوں کی طرف پکار رہا ہے کمینے اور بزدل دشمن نے چھپ کر ایک اوچھا وار کر کے پونم کو اٹھالیا ہے ہمارے کئی ساتھی شہید ہو چکے ہیں ہم جس مقصد کے حصول کے لئے پہاڑوں کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے پھرتے ہیں اس کی راہوں پر اندھیرے چھا گئے ہیں ہم نے اپنے لہو کے چراغ روشن کر کے اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کرنا ہے...... ہم نے ہر قیمت پر پونم کو دشمنوں سے چھڑانا ہے۔

ایک طرف سے ششیکھر نے کہا! کلثوم کامنی اور چندا بہن ہم تمہارے بھائی ابھی زندہ ہیں تم دیکھو گی تمہارے بھائی جنگلوں گھاٹیوں اور وادیوں میں اپنی ہمت کی دھاک بٹھا دیں گے ہماری چھوٹی سی کوتاہی اور رواداری نے ہمیں ایک دردناک آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔"

پھر اس نے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! بھائیو! ہمارا خیال ہے دشمن ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا امید ہے صبح تک ہم ان کو گرفت میں لے لیں گے۔"

پھر اس نے قاسم کو مخاطب کر کے کہا! قاسم! تم ابھی اور اسی وقت ناگ دیوتا کے مندر جا کر شاہ رخ اور اسماعیل کو اس دردناک سانحے سے آگاہ کرو ہم ادھر سے بڑھتے ہیں اور ادھر سے قریبی جنگل اور پہاڑوں میں گھس کر ڈاکوؤں کو گھیرے میں لے لیں گے۔

کلثوم نے کہا!" تم سب اوپر کی طرف پھیل جاؤ ہم ناگ دیوتا کے مندر جاتے ہیں۔"

ششیکھر نے کہا! کلثوم بہن ہمیں شرمندہ نہ کرو ہم اپنے آپ کو مجرم سمجھتے ہیں ہمیں اس کوتاہی کی اتنی بڑی سزا نہیں دو تو مہربانی ہوگی۔

کلثوم نے کہا! تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو مجرم کہہ رہے ہو ہم میں سے کوئی بھی مجرم نہیں ہے ہم تو اس سانحہ کو جذبہ عشق کا امتحان اور آزمائش کہتے ہیں...... جہاد مردوں کی ذات تک محدود نہیں ہے ہمارے سینوں میں بھی شوق شہادت سے بھرپور دل دھڑکتے ہیں ہم سپاہیوں کی بیٹیاں ہیں اور ہم سب کے سامنے ایک ہی مقصد ہے۔"

ششیکھر خاموش ہو گیا تو کامنی نے کہا! ششیکھر بھائی یہ وقت سرعتوں کا تقاضہ کر رہا ہے وقت کا ایک ایک لمحہ بے حد قیمتی ہے گھڑی گھڑی دشمن اور ہمارے درمیان فاصلوں کی دیواریں کھڑی کر رہا ہے۔"

ششیکھر نے راج گوپال مکھیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم جاتے ہیں تم چوکس رہنا......"

دو ہزار کے لگ بھگ شاہسوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے مندر سے نکل گئے صبح کے دھندلکے پھیل رہے تھے...... جب کامنی اور چندا رانی

تقریباً ایک سو سپاہیوں کے ساتھ کھاڑی کو عبور کر کے ناگ دیوتا کے مندر میں داخل ہوئیں...... شاہ رخ اسماعیل اور موہن انہیں اپنے سامنے دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔

کامنی نے کہا! پونم کو مہاراجہ کے سپاہیوں نے اٹھا لیا ہے...... تلنی جیونت کو قتل کر دیا گیا ہے۔

مگر یہ سب کچھ کس طرح ہو گیا؟ موہن نے کف افسوس ملتے ہوئے کہا! اسماعیل یہ ساری کاروائی سوامی اور اس کے ساتھیوں نے کی ہے۔"

کامنی نے کہا!" موہن بھائی! تمہارا خیال درست ہے"

موہن نے اسماعیل کی طرف دیکھ کر کہا! ہم نے کہا تھا یہ سوامی مشکوک اور پراسرار لگتا ہے مگر تم نے ہماری تشویش کو غلط قرار دیا تھا۔"

اسماعیل نے اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا! ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے ہم تم سب کے سامنے شرمندہ ہیں مگر ہم اس ذلیل سوامی کو زیادہ عرصے تک زندہ نہیں رہنے دیں گے اس نے ہمارے اعتماد اور مذہبی رواداری کے جذبے کا مذاق اڑایا ہے ہم اسے مہاراجہ کرشن کمار تک نہیں پہنچنے دیں گے۔"

شاہ رخ خاموش کھڑا سوچ رہا تھا۔ موہن نے شاہ رخ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!" سردار ہم سب آپ کے حکم کے منتظر کھڑے ہیں"

شاہ رخ نے کہا! ہمارا خیال ہے اس کاروائی کے پیچھے مہاراجہ کرشن کمار کے کسی بہت بڑے لشکر کا ہاتھ ہے ہم جانتے ہیں پونم کی کتنی زیادہ اہمیت ہے ظلم و زیادتی کے خلاف ہماری اس جدوجہد میں پونم کی ذات بڑی اہمیت کی حامل ہے اسے اذیتوں سے دوچار کر کے مہاراجہ کرشن اس سے بڑی خفیہ معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ مگر دوستو! جلد بازی سے یہ کام نہیں ہو گا...... لگتا ہے دشمن کا لشکر کسی غیر معروف راستے سے یہاں آ پہنچا ہے اس سلسلے میں ہمیں مقامی دوستوں سے معلومات حاصل کرنا ہو گی......"

پھر اس نے اسماعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم دس ہزار جوانوں کو تیار کرو ہم مندر کے پجاریوں سے بات کرتے ہیں......"

صبح کی نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد شاہ رخ اسماعیل اور موہن دس ہزار جوانوں کے ساتھ اوپر پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کی طرف بڑھ رہے تھے...... شیو دیوتا کے مندر کے اندر سے آنے والی سرنگ کے باہر والے دہانے پر کچھ پہرے دار خون میں نہائے پڑے تھے ایک زخمی سپاہی ابھی زندہ تھا!

اس نے کراہتے ہوئے کہا! سردار...... وہ...... درندے...... ان جنگلوں......"

سپاہی کی انگلی جنوب کے گھنے اور خوفناک جنگلوں کی طرف اٹھی ہوئی تھی پھر آہستہ آہستہ اس کی سانسوں نے جسم سے اپنا رشتہ توڑ لیا اٹھی ہوئی انگلی جھک گئی...... اس کی کرب میں ڈوبی ہوئی آنکھیں ماند پڑ گئیں۔"

شاہ رخ نے ایک ایک شہید کا ماتھا چوما اور پھر ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سرخرو ہو کر ہم سب سے آگے بڑھ کر ہم سب سے بہت دور چلے جانے والے ساتھیو! تمہارے مقدس خون کی قسم ہم تمہاری صداقت کے جلائے ہوئے ان چراغوں کو بجھنے نہیں دیں گے۔"

پھر اس نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! شہیدو! خدا حافظ...... ہماری کامیابیوں کے لئے خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا گو رہنا......"

سورج کے طلوع ہوتے ہوتے یہ لشکر جنگل میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں گھن شام ٹھاکر کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔"

شاہ رخ نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے یہ لوگ پچھلی رات کو یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔''

اسماعیل نے کہا!''ہمیں ان کا تعاقب کرنا چاہیے''

شاہ رخ نے پڑاؤ کے دور دور تک پھیلے ہوئے آثاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! اسماعیل تم دیکھ رہے ہو کم سے کم چار پانچ کوس کے علاقے میں آسامیوں کے پڑاؤ کے آثار دکھائی دے رہے ہیں ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں آسامیوں کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ تھی اس گھنے جنگل اور پر خطر پہاڑی راستوں میں سفر کر کے ہم آسانی سے ان کا تعاقب نہیں کر سکتے بہتر ہے ہم سید حیدر امام کو اس المیے سے آگاہ کر دیں۔''

موہن نے کہا! مگر سردار! پونم؟

شاہ رخ نے کہا! موہن جب کوئی اس طرح کا ناگہانی صدمہ ظہور پزیر ہوتا ہے تو اسے خدا کی مشیت پر چھوڑنا پڑتا ہے نجانے خدا کو کیا منظور ہے۔''

اسماعیل نے کہا! سردار شاہ رخ! پونم کو اذیتیں دے کر وہ لوگ اس سے بہت کچھ اگلوائیں گے اس طرح ہمارے بہت سے عظیم لوگ مارے جائیں گے۔ اور بہت سارے منصوبے ناکام ہو جائیں گے علاوہ ازیں شیکھر اور قاسم ایک چھوٹی سی جمیعت کے ساتھ دوسیر طرف سے آسامیوں کے تعاقب میں گئے ہوئے ہیں ان سب کے مارے جانے کا خطرہ بھی ہے۔

شاہ رخ نے موہن کو کہا! تم پچاس سواروں کے ساتھ جلد از جلد حیدر امام اور راجہ پریم چند کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو انہیں اس ساری درد ناک صورت حال سے آگاہ کرو امید ہے وہ ہم سے بہتر طور پر آسامیوں سے نمٹ سکتے ہیں کیونکہ ان کے لشکر جنگل میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔''

اسماعیل نے قدرے بیزاری سے کہا! سردار کیا ہمارے ان ڈھیلے ڈھالے اقدامات کو حاکم بنگال ہماری کمزوری تصور نہیں کریں گے۔''

شاہ رخ نے خفا ہوتے ہوئے کہا! اسماعیل ہم تمہارے جذبات کی گرمی اور شدت کو بڑی دیر سے محسوس کر رہے ہیں مگر ہم اس علاقے کو خالی چھوڑنے کی حماقت نہیں کر سکتے شاید تمہیں جنگی نقطہ نگاہ سے ناگ دیوتا کے مندر اور کھاڑی کی اہمت کا پورا علم نہیں ہے..... ہو سکتا ہے دشمن یہیں کہیں قریب ہی جنگل میں چھپا ہوا ہو اور اس موقع کی تلاش میں ہو کہ ہم غم و غصے سے مغلوب ہو کر اپنی ساری طاقت سمیٹ کر ان کے تعاقب میں دوڑ پڑیں اور وہ آسانی سے مندر اور کھاڑی پر قابض ہو جائے''

اسماعیل نے گھوڑے سے اتر کر شاہ رخ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! شاہ رخ ہمیں معاف کر دو ہم غلطی پر تھے۔

شاہ رخ نے ایک غمگین مسکراہٹ سے کہا! کوئی بات نہیں اسماعیل ہم تمہارے ذہنی تکلیف کی شدت سے آگاہ ہیں چند نا قابل برداشت صدموں کی شدت نے تمہاری ذہنی صلاحیتوں کو بری طرح متاثر کیا ہوا ہے۔''

پھر اس نے کہا! اسماعیل تم واپس مندر چلے جاؤ ہم ان جوانوں کے ساتھ آسامیوں کے تعاقب میں جاتے ہیں.....''

موہن پچاس سواروں کے ساتھ بڑی سرعت سے حیدر امام کی طرف روانہ ہو چکا تھا اسماعیل مندر کی طرف روانہ ہو گیا اور شاہ رخ نے جنگل میں آسامی فوج کے تعاقب کی کاروائی شروع کر دی بیل گاڑیوں کے پہیوں کے نشانات سے شاہ رخ رہنمائی حاصل کر رہا تھا..... شاہ رخ اور

اس کے لشکر کو بڑی دشواریاں پیش آرہی تھیں جنگل بے حد گھنا تھا اور دشوار گزار تھا ہر طرف پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں آسامیوں نے واپس جاتے جاتے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کران راہوں پر بکھیر دیا تھا جن کے ذریعے سفر آسان تھا دوپہر تک شاہ رخ اور اس کے لشکر نے بڑی مصیبتوں کے بعد بڑی مشکل سے پندرہ کوس کا فاصلہ طے کیا...... یہاں چھوٹی چھوٹی چٹانوں کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا اس سے آگے بڑے بڑے پہاڑ شروع ہوتے تھے چشمے اور جھرنے تھے جنگل گھنا تھا مگر راستہ سفر کے لئے آسان گزار تھا......شاہ رخ کے لشکر آگے بڑھ رہے تھے مگر کہیں آسامیوں کا لشکر دکھائی نہیں دے رہا تھا درختوں پر پرندے چہچہاتے پھرتے شاہ رخ اور اس کے ساتھی جب ایک وادی میں داخل ہوئے تو ان کے سامنے ایک دوسری درد ناک صورت حال غم کے طوفان کی طرف آکھڑی ہوئی وادی میں دور دور تک لاشیں بکھری پڑی تھیں......شاہ رخ اور اس کے ساتھی گھوڑوں سے اتر پڑے کم از کم ایک ہزار کے لگ بھگ لاشیں تھیں جن میں زیادہ تعداد آسامی سپاہیوں کی تھی۔"

شاہ رخ نے کہا: لگتا ہے اس جگہ شیکھر اور آسامی لشکر کے درمیان مقابلہ ہوا ہے......"

ابھی شاہ رخ ان لاشوں کے درمیان کھڑا حالات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک ایک طرف سے شیکھر اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ نمودار ہوا۔"

شاہ رخ نے شیکھر کو گلے لگاتے ہوئے پوچھا! "شیکھر بھائی! یہ سب کچھ کیسے اور کب ہوا ہے"

شیکھر نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا! اس مقام پر ہمارا آسامی لشکر سے آمنا سامنا ہو گیا تھا آسامیوں کی تعداد چالیس ہزار سے کم نہیں تھی سیناپتی گھن شام ٹھاکر اس لشکر کی قیادت کر رہا تھا ہمارے ساتھ دو ہزار سے کم سپاہی تھے بہر صورت ہم نے توقع سے زیادہ ان کا نقصان کیا ہے...... ہمارے کچھ جوان گرفتار ہوئے ہیں اور پانچ سو کے لگ بھگ شہید ہو گئے ہیں لگتا ہے آسامی سیناپتی کو بہت جلدی تھی وہ تیزی سے راستہ بدل کر دھاسی کی جانب نکل گئے ہیں۔"

شاہ رخ نے کہا! ہو سکتا ہے گھن شام ٹھاکر علم ہو گیا ہو کہ آگے حیدر امام اور راجہ پریم چند کے لشکر پڑے ہیں۔"

شیکھر نے کہا! ہم نے سید حیدر امام کی طرف آدمی دوڑا دیئے ہیں۔"

چند لمحوں بعد شاہ رخ نے پوچھا! تم نے پونم کو دیکھا ہے؟

شیکھر نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا! سردار ایک بار تو ہم یلغار کرتے ہوئے پونم کے قریب پہنچ گئے تھے...... پونم کو ایک بیل گاڑی میں باندھ رکھا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے کہا! شیکھر تم ہماری فکر نہیں کرو ہم موت سے نہیں ڈرتے...... موت سے بڑی کوئی سزا ان درندوں کے اختیار میں نہیں ہے......

شاہ رخ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔" اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے رو کر کہا! خداوند پونم کو اپنی حفاظت میں رکھنا تیرے سوا اس کا کوئی بھی حامی و ناصر نہیں ہے...... جسے تیرا سہارا مل جائے وہ دو عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔"

پھر شاہ رخ نے شیکھر اور اس کے چند سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا! "تم سب زخمی ہو"

شیکھر نے کہا! نہیں سردار! ہمارے عزائم کمزور نہیں ہیں اگر آسامی لشکر کا پیچھا کرنا مناسب لگتا ہے تو ہم میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔"

شاہ رخ نے کہا نہیں شنکھر...... اب ان درندوں کا تعاقب مناسب بھی نہیں ہے اور فائدہ مند بھی نہیں ہے تمہیں معلوم ہے آسامی بندروں اور لنگوروں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں سفر کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں...... سید حیدر امام اور راجہ پریم چند کو اطلاع مل چکی ہو گی وہ ہم سے بہتر سوچ سکتے ہیں...... ہم جلد واپس جانا چاہتے ہیں......

پھر انہوں نے جلدی جلدی قبریں کھود کر اپنے شہیدوں کو دفنانا شروع کر دیا اور اجتماعی جنازے اور دفن کے فریضے سے فارغ ہونے کے بعد شاہ رخ نے اداس اداس لفظوں سے شہادت گاہ الفت کے خاموش مکینوں کے مٹی کے مکانوں کی طرف دیکھ کر کہا!

شہادت کے تاجرو! خدا نے اپنی رحمتوں سے تمہیں کشمکشِ دہر سے آزاد کر کے اپنی رحمتوں کے سایوں میں بسا لیا ہے...... ہمارے لیے دعا گو رہنا ہم سے الگ نہیں ہونا...... ہم تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے مگر تم ہمارے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو......'' دعا کے بعد یہ شہسوار گھوڑوں پر سوار ہوئے اور واپس مندر کی طرف روانہ ہو گئے...... دن ڈھلے تک شاہ رخ اور شنکھر واپس مندر پہنچ گئے شیو دیوتا اور ناگ دیوتا کے مندروں کے لوگ بے حد غمگین اور دکھی تھے۔''

شاہ رخ نے لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا! بھائیو بہنو اور بزرگوں زندگی کی راہوں پر اس قسم کے نشیب و فراز آتے رہتے ہیں...... تمہیں معلوم ہے آسامی سیناپتی نے بزدلوں اور کمینوں کی طرح چھپ کر بڑا گھٹیا اور اوچھا وار کیا ہے...... تم ہمت نہیں ہارو...... عزائم اور حوصلے بلند رکھو ظلم کا یہ سارا گھناؤنا کاروبار چند دنوں تک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیگا...... مہاراجہ کرشن کمار کے مظالم کی کہانی ختم ہونے والی ہے...... چند دنوں تک حاکم بنگالہ پہنچنے والے ہیں۔''

خوفناک جنگلوں میں ہیبت ناک پربتوں اور دشوار گزار تاریک گھاٹیوں کو عبور کرتا ہوا جب گھن شام ٹھاکر دھامنی کے قلعے کے اوپر سے ایک لمبا چکر کاٹ کر مارتھی کے علاقے میں داخل ہوا۔''

ہمارا خیال ہے ہم مسلمانوں کی دسترس سے بہت آ چکے ہیں سب لوگ بری طرح تھک چکے ہیں یہاں قیام کیا جا سکتا ہے۔''

ونود نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! دشمن سے ہر وقت ہوشیار اور چوکس رہنا پڑے گا دشمن کو اپنے سے بہت دور نہیں سمجھا جا سکتا پھر مسلمان تو چھلاوے کی مانند ہوتے ہیں۔''

سیناپتی نے گھوڑے سے اتر کر قہقہہ لگا کر کہا! ونود تم بہادر بھی اور بزدل بھی نجانے یہ بزدلی اور بہادری بیک وقت کس طرح تمہارے اندر یکجا ہو گئی ہے تم نے پونم کو جس بہادری اور جرات مندی سے اغوا کیا ہے۔ اس دور کی تاریخ کا یک عظیم اور ناقابل فراموش کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے...... تمہاری بہادری پر مہاراجہ اور ہم سب فخر کریں گے دوسری طرف تم مسلمانوں سے اس قدر خوفزدہ ہو کہ تمہیں ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک قریب تر سنائی دے رہی ہے۔''

ونود نے آگے بڑھ کر سیناپتی کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ٹھاکر جی! ہم خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ تاریخ میں ہمارا ایک مقام ہے ہم نے کئی محاذوں پر ناکامیوں کو کامیابیوں میں تبدیل کیا ہے...... احتیاط ایک اچھے سپاہی کی بڑی شناخت ہوتی ہے ہم نے احتیاط کی اہمیت کی بات کی ہے

جولوگ دشمن کو دور سمجھ کر غفلت کی نیند سو جاتے ہیں وہ جیتی ہوئی بازی ہار جاتے ہیں اور ایک کامیاب سپاہی کے لیے بے حد ضروری ہے کہ وہ ہر وقت چوکس رہے اور دشمن کو اپنے قریب تر سمجھتا رہے۔"

گھن شام ٹھاکر نے ونود کے کندے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ونود تمہاری صلاحیتوں نے ہمیں بہت متاثر کیا ہے آئندہ ہم ہر معاملے میں تم سے مشورہ مانگا کریں گے اور تمہارے مشوروں کو بڑی اہمیت دیں گے۔

شکریہ! ونود نے جھک کر گھن شام ٹھاکر کے قدم چھوتے ہوئے کہا! سیناپتی مہاراج کی کرم نوازی اور بندہ پروری ہے......"

سورج مغربی افق کی جانب جھانکتا ہوا پربت کی چوٹی سے نیچے ڈھلتا دکھائی دے رہا تھا......وادی بڑی خوبصورت تھی سبزے کی بساط کوسوں تک بچھی ہوئی تھی جھرنوں اور چشموں کے ٹھنڈے میٹھے پانیوں کی چھوٹی چھوٹی لہریں نشیبی علاقے کی طرف بہتی جا رہی تھیں رنگ برنگے پرندے ڈالی ڈالی اڑتے پھرتے تھے لمحوں میں وادی خیموں سے آباد ہوگئی......گھن شام ونود اور لشکر کے دوسرے بڑے بڑے سرداروں کے ریشمی خیمے ایک اونچی جگہ پر نصب کیے گئے تھے گھوڑوں اور بیلوں کو وادی میں گھاس چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا تھا۔"

گھن شام نے ایک سردار کو بلا کر کہا! مسلمان قیدیوں کو درختوں سے باندھ دیا جائے...... ہراول دستے کے پانچ سو سواروں کو وادی کی آبادی کی طرف روانہ کر دیا جائے کم از کم چار پانچ ہزار لڑکیوں کا اہتمام کیا جائے......

جب سورج غروب ہوگیا اندھیرے پھیلنے لگے تو وادی قندیلوں کی روشنیوں سے جگمگا اٹھی......زخمی مسلمان قیدیوں کو رسیوں کے ذریعے درختوں کے ساتھ باندھا گیا!

ارجن نے پونم کو بیل گاڑی سے اٹھا کر اپنے خیمے میں پھینکتے ہوئے کہا! پونم ہمارا نام ارجن ہے ہمارا تعلق بوڈو قبائل سے ہے اور تمہیں معلوم ہے بوڈو اپنی پسندیدہ چیزوں کو حاصل کرنے میں کس قدر بے باک ہوتے ہیں ہماری ہر خواہش کے سامنے سر جھکاتے چلے جانا ورنہ ہمیں اپنے روایتی حربے کا استعمال کرنا پڑے گا......تم سمجھ رہی ہونا......خود سپردگی سے ہماری آتما کو سرشار کرنا!

پونم نے ایک ادائے بے نیازی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! لگتا ہے ارجن کو بوڈو قبائل کے انجام کا علم نہیں ہے شاید بھگوان نے تمہیں کس بدترین انجام کے لیے ابھی تک زندہ رکھا ہوا ہے!

پونم! ارجن نے وحشیانہ انداز سے چلاتے ہوئے کہا! مسلمانوں کے سنگ رہتے تمہارے مزاج میں خود سری اور گستاخی کا عنصر پیدا ہوگیا ہے ہم خود سری اور گستاخی کے غرور کا سر جھکانا اچھی طرح جانتے ہیں!

پونم نے بڑے اعتماد سے کہا! جسے تم خود سری اور گستاخی کہہ رہے ہو یہ اصل میں زندگی کا ایک سلیقہ ہے جس کا تم جیسے درندے کو ادراک نہیں ہوسکتا۔"

ارجن نے خیمے سے باہر نکلتے ہوئے کہا! ہم باہر جا رہے ہیں کچھ دیر بعد جب واپس آئیں گے تو تمہیں ہماری خواہشوں کی تکمیل کے لیے تیار ہونا ہوگا......ورنہ......"

پونم نے کہا! ارجن! ہمارے کمزور بدن پر اتنے زخم لگانا جتنے کل کو تم اپنے گندے ناپاک جسم پر برداشت کر سکو۔"

ارجن نے پلٹ کر پونم کو بالوں سے پکڑ کر ایک زوردار جھٹکے سے زمین پر پٹختے ہوئے کہا! تم سے اپنے قبائل کے ایک ایک فرد کے خون کا حساب لیا جائے گا...... تمہیں احساس ہی نہیں کہ آگے چل کر تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔"

پونم نے ماتھے سے خون پونچھتے ہوئے کہا۔" اس وقت کا کسی کو کوئی علم نہیں ہے کل کو کس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اس کا فیصلہ وقت کریگا...... ظلم وستم سے درندگی پھیلانے والوں کی زندگیوں کے دن ہاتھوں کی انگلیوں سے گنے جا سکتے ہیں۔"

ارجن نے کمر بند سے خنجر نکالتے ہوئے کہا! اگر مہاراجہ کو تمہاری ضرورت نہ ہوتی تو یہ خنجر تمہارے سینے میں اتر چکا ہوتا......

ارجن یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا وادی میں دور دور تک خیمے ہی خیمے دکھائی دے رہے تھے ہر طرف قندیلوں کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں لگتا تھا وادی میں ستاروں کا کارواں اترا ہوا ہے آسامی سپاہی ناچتے گاتے پھرتے تھے شراب پانی کی طرح پی جا رہی تھی...... سپاہیوں کے بھیانک قہقہوں اور لڑکیوں کی دردناک چیخوں نے رات کے فطری حسن کو سوگوار بنا رکھا تھا قرب وجوار کی بستیوں اور دیہاتوں سے سینکڑوں معصوم لڑکیوں کو اٹھا اٹھا کر پڑاؤ میں لے جایا جا رہا تھا ایک ایک لڑکی کو بیس بیس سپاہیوں نے اپنی ہوس کے لئے قابو کر رکھا تھا ہر طرف قیامت کا سماں تھا...... چیختی چلاتی لڑکیوں کو بڑی بے دردی سے کچلا جا رہا تھا رات لمحہ لمحہ بھیگتی جا رہی تھی آسمان ان مظالم پر شبنم کے آنسو بہا رہا تھا۔ شراب کے نشے میں دھت ہو کر ارجن اپنے خیمے میں داخل ہوا۔"

اس نے اپنی دونوں بانہیں پھیلاتے ہوئے کہا! ہماری بانہوں میں سمٹ جاؤ...... اپنی اداؤں کی ٹھنڈک سے ہماری آتما کی آگ کو ٹھنڈا کر دو...... ہمارے ساتھ پریم کے گہرے ساگر میں ڈوبنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اسی لمحے ایک سپاہی نے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے کہا!" پونم کو سیناپتی نے طلب کیا ہے۔"

ارجن نے شراب کی بدمستی میں کہا! پونم کو آج کی رات ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا یہ ہماری ہے کیونکہ ہم اسے مندر سے اٹھا کر لائے تھے...... اس کے حسن کے جلوؤں سے سیراب ہونا ہمارا پہلا حق ہے...... بھاگ جاؤ......"

سپاہی نے ارجن کے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا! بے وقوف! جانتے ہو تمہاری اس بے وقوفی کا نتیجہ کیا ہوگا...... سیناپتی کی طاقت کو جانتے ہو لگتا ہے تم نے کچھ زیادہ پی رکھی ہے۔"

ارجن نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا پونم کو اپنی بانہوں کی گرفت میں لیتے ہوئے کہا! ارجن کے ہاتھوں کی گرفت لوہے کی مضبوط شکنجے سے کم نہیں۔"

سپاہی نے ایک بار پھر اسے سمجھاتے ہوئے کہا! ارجن ہوش سے کام لو باہر پڑاؤ میں ہزاروں لڑکیاں موجود ہیں کسی کو پسند کر کے لے آؤ...... اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

نہیں ارجن نے چیختے ہوئے کہا! ارجن نے پونم کا ہاتھ پکڑ لیا ہے آج کی رات اس کو ہم سے علیحدہ کرنا مشکل ہے۔"

سپاہی نے آگے بڑھ کر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا! پاگل لگتا ہے تمہاری موت کا وقت قریب آ گیا ہے......"

ارجن نے تیزی سے اپنی کمر بند سے خنجر نکالا اور پھرتی سے سپاہی کے سینے میں اتار دیا...... سپاہی ایک دلدوز چیخ مار کر خیمے کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا...... پونم دہشت زدہ ہو کر کانپنے لگی۔"

ارجن نے اسے تڑپتے ہوئے سپاہی کی لاش پر جھٹکتے ہوئے کہا! اس انوکھی سیج پر لیٹ کر ہماری خواہشات کی سیرابی کی تیاری کرو......

درندہ صفت ارجن نے پونم کا لباس پھاڑنا شروع کر دیا پونم کی چیخیں بلند سے بلند تر ہوتی جا رہی تھیں...... درندہ آبرو کے لہو کی چھینٹیں اڑا رہا تھا...... اچانک دو سپاہی خیمے میں داخل ہوئے۔

ارجن نے غراتے ہوئے کہا! تم دفع ہو جاؤ جب ہم تھک جائیں گے تو تمہیں آواز دے کر بلا لیں گے پھر جہاں جی چاہے اسے لے جانا!

ارجن! ایک سپاہی نے اس کے کندھے پر الٹی تلوار مارتے ہوئے کہا!" اسے سیناپتی نے طلب کیا ہے"

ارجن نے سپاہی کی خون آلودہ لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! اس کا انجام دیکھ لو...... ہم سے ٹکرانے والا موت سے ٹکرانے کی حماقت کرتا ہے......"

اسی آن دوسرے سپاہی کا ہاتھ بلند ہوا اور پھر چمکتی ہوئی تلوار ارجن کی گردن کو اس کے ناپاک دھڑ سے جدا کر چکی تھی ارجن کا دھڑ علیحدہ تڑپ رہا تھا اور سر کچھ فاصلے پر علیحدہ تڑپ رہا تھا۔"

پونم نے کراہتے ہوئے کہا! وقت ہر ظالم سے اس کی سیاہ کاریوں کا حساب لینے والا ہے۔"

اک سپاہی نے خون آلودہ پونم کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! ہمارے ساتھ چلو سیناپتی نے طلب کیا ہے......

سپاہی پونم کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے سیناپتی کے خیمے کی طرف لے جا رہے تھے۔"

پونم چلا چلا کر کہہ رہی تھی!" ظالمو بھگوان کے غضب سے ڈرو۔"

درخت سے بندھے ہوئے ایک مسلمان قیدی نے بلند آواز سے کہا! پونم بہن! صبر اور استقامت سے مصیبت کی ان گھڑیوں کا مقابلہ کرو اس بے رحم اندھیری کوکھ کی صبح ہونے والی ہے اجالوں کی کرنیں ان اندھیروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر دیں گی......

سیناپتی گھن شام کا خیمہ قریب تھا اس نے پونم کی چیخوں اور قیدی کی پر عزم باتوں کو سن لیا تھا۔"

اس نے غصے سے دہاڑتے ہوئے کہا! اس قیدی کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے......"

دو سپاہی دوڑتے ہوئے گئے اور اس قیدی کو کھول کر لے آئے۔"

سیناپتی نے پونم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! یہ تمہاری کیا لگتی ہے؟

"یہ ہماری بہن لگتی ہے"

سیناپتی گھن شام نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! بہت خوب! ایک بھائی کے سامنے اس کی بہن کو سہاگن بنایا جائیگا تو بھیا جی کو بڑا مزا آئیگا۔"

درندے! مسلمان قیدی نے غصے سے کہا! تم انسان نہیں درندے ہو تم ایک بے بس بھائی کے سامنے اس کی بہن کو بے آبرو کرنے کا ناپاک ارادہ رکھتے ہو۔۔۔۔۔ تم ایک ملکوتی رشتے کے احترام کا خون بہانا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ ہم جیتے جی ایسا ظلم نہیں ہونے دیں گے۔۔۔۔۔۔

سیناپتی نے ہاتھ بڑھا کر پونم کے بچے کھچے لباس کو تار تار کرنا شروع کر دیا وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ ''ہم تمہاری اس بہن کی ناموس کی دھجیاں اڑا دیں گے اور تمہیں کھلی آنکھوں سے دیکھنا ہوگا۔۔۔۔۔''

مسلمان قیدی نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو سپاہیوں کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے سیناپتی پر حملہ کر دیا۔۔۔۔۔ سیناپتی مجاہد کے ایک دھکے سے فرش پر گر پڑا مسلمان قیدی نے گھن شام کا گلا دبانا شروع کر دیا''

گھن شام نے چیختے ہوئے سپاہیوں کو مخاطب کر کے کہا! بے وقوفو! دیکھتے کیا ہو یہ درندہ ہمارا گلا دبا رہا ہے۔۔۔۔۔''

اسی لمحے بیک وقت کئی تلواریں اٹھیں اور مسلمان قیدی کے ٹکڑے کر گئیں۔۔۔۔۔''

مسلمان قیدی نے دم توڑتے ہوئے کہا! پونم بہن! دیکھو یہ درندے اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ موت کوئی بھیانک کاروائی نہیں ہے۔۔۔۔۔ موت تو قطرے کو سمندر میں اتار کر بیکراں کر دینے والے اچھوتے عمل کا نام ہے۔۔۔۔۔ جز اور کل کے فاصلے مٹ کر رہ گئے ہیں۔۔۔۔۔ ہم بیکراں ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اب اس دنیا۔۔۔۔۔ کا کوئی۔۔۔۔۔ قاتل۔۔۔۔۔ ہمارا کچھ بھی۔۔۔۔۔ نہیں بگاڑ۔۔۔۔۔ سکے گا۔۔۔۔۔ خدا حافظ۔۔۔۔۔ ثابت قدمی تمہارا ہتھیار ہے۔۔۔۔۔''

مسلمان قیدی کی آخری باتیں سن کر سیناپتی کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں جھلک رہی تھیں وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ مسلمان قیدی کے خون آلودہ چہرے پر چھانے والی زردی پر فاتحانہ تبسم جھلک رہا تھا۔۔۔۔۔ سیناپتی گھن شام کی گردن شکست خوردگی کے احساس سے جھکی جا رہی تھی!

اس نے کہا! اس کی لاش باہر پھینک دو۔۔۔۔۔

پونم مسکرا رہی تھی۔۔۔۔۔ سپاہی مسلمان قیدی کی بے جان لاش کو گھسیٹتے ہوئے خیمے سے باہر لے گئے۔۔۔۔۔ سیناپتی گھن شام ابھی تک حیران کھڑا تھا''

پونم نے جھک کر فرش پر بکھرے ہوئے خون سے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو رنگین کرتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! تمہیں معلوم ہے یہ کیا ہے؟

گھن شام نے غراتے ہوئے کہا! یہ ایک بے وقوف انسان کا خون ہے جسے ہم مارنا نہیں چاہتے تھے جس نے بلاوجہ اپنے آپ کو موت کے منہ دھکیلا ہے!

نہیں سیناپتی جی! پونم نے سرہلاتے ہوئے کہا! یہ کسی بیوقوف انسان کا خون نہیں ہے۔ یہ تو رشتوں کے احترام کی خوشبو کا خون ہے۔۔۔۔۔ کیا تمہیں اس خیمے میں پھیلی ہوئی خوشبو کا احساس نہیں ہو رہا۔۔۔۔۔ کیا کسی انجانی اور ان دیکھی حقیقت کے دبدبے نے تمہاری آتما کو اپنے آہنی شکنجے میں جکڑ کر بے بس تو نہیں کر رکھا!

نہیں! سیناپتی نے کہا! کسی کا بہتا ہوا خون دیکھ کر ہم سوگوار ہونے کے عادی نہیں۔۔۔۔۔ ہم آسام کی فوجوں کے سیناپتی ہیں شب و روز

سینکڑوں لوگوں کا خون ہماری نظروں کے سامنے بہتا رہتا ہے۔"

ٹھیک ہے! پونم نے اپنے ہاتھوں کی سرخی کی طرف دیکھ کر روتے ہوئے کہا! تم نے اس سج دھج سے کسی کو مقتل میں آتے نہیں دیکھا ہو گا تم نے اس رشتے کے احترام کے پریم کو اس طرح سربلند کرنے والے منفرد لوگ نہیں دیکھے ہونگے...... سیناپتی جی! جیون تو سبھی اپنے اپنے انداز فکر سے گزار دیتے ہیں درندوں چرندوں اور پرندوں کے جیون کے انداز ہوتے ہیں...... بھگوان نے انسان کو زندگی گزارنے کے جس سلیقے کا انداز دیا تھا وہ کیا ہوا...... جس کی خون آلودہ لاش کو تم نے باہر وادی میں پھنکوا دیا ہے...... وہ بھگوان کا دیا ہوا وہ سلیقہ ہے جس کو فراموش کر کے تم سب خونی درندے بن گئے ہو۔"

پونم! سیناپتی نے چلاتے ہوئے کہا! جانتی ہو تم کس سے ہمکلام ہو...... حد ادب سے بڑھنے کی کوشش نہیں کرو ورنہ......

پونم نے شہید کے خون سے اپنے ماتھے پر بندیا بناتے ہوئے کہا! ورنہ کیا ہو جائے گا...... کیا کر لو گے...... موت کے سوا تمہارے پاس کسی کو ڈرانے کے لیے کیا ہے...... اور موت سے ڈر کر زندگی کی بھیک وہی نادان مانگتے ہیں جن میں موت کی عظمتوں کا ادراک نہیں ہوتا سیناپتی جی...... جیون بھگوان کی کرپا ہے......"

سیناپتی گھن شام سنہری مسند پر بیٹھ کر شراب پینے لگ گیا اس نے جلدی جلدی شراب کے دو تین جام اپنے اندر انڈیل لئے چند لمحوں بعد شراب کے نشے نے اسے وحشی بنا دیا...... اس کے ہاتھ پونم کی طرف بڑھنے لگے......

اس نے ایک جھٹکے سے پونم کو اپنی آغوش میں گراتے ہوئے کہا!"تم حسین ناگن ہو"......

رات لحہ لحہ کر کے گزرتی رہی...... ستارے آنکھیں جھپک جھپک کر مظلوموں بے کسوں اور بے چاروں پر توڑے جانے والے مظالم کے دردانگیز تماشے دیکھ رہے تھے کانچ کی رنگ برنگی چوڑیاں چھناکوں سے ٹوٹ کر لہو میں ڈوبتی رہیں چیخیں آسمانوں کی طرف بلند ہوتی رہیں...... لباس تار تار ہو کر زمین پر بکھرتے رہے درندے ناچتے رہے کول بدن ٹوٹتے رہے کلیاں پامال ستم ہوتی رہیں پھولوں کی پتیاں اپنے لہو کی ندیوں میں ڈوب ڈوب کر ویران ہوتی رہیں فطرت خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتی رہی کارکنان قضاؤ قدر دور کہیں بہت دور اپنے فیصلوں کے محضر رقم کرتے رہے وقت کے بے رحم عفریت فطرت کی سخت تعزیروں کی پرواہ کئے بغیر ناموس کے خرمن جلاتے رہے...... سیناپتی گھن شام ٹھاکر کے لشکر کے پڑاؤ میں دور دور جلتی ہوئی مشعلوں کی روشنیاں ڈوبتی رہیں ابھرتی رہیں...... وادی سے پرے گھنے جنگلوں اور پربتوں میں درندے دہاڑتے رہے ستاروں کا ملکوتی کارواں خاموشی سے اپنی منزلیں طے کرتا ہوا دروازہ مشرق تک پہنچ گیا دور کسی بستی میں مندر کے گھڑیال بجنے لگے لشکر نے کوچ کی تیاری شروع کر دی...... زخمی اور لٹی پٹی خستہ حال لڑکیوں کو وادی میں پھینک کر لشکر روانہ ہونے لگا۔"

سیناپتی نے کہا! بیل گاڑیوں کو حیوانوں کی بجائے مسلمان قیدی کھینچیں گے......

مسلمان قیدیوں پر ظلم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا زخمی قیدی بیل گاڑیوں کو کھینچتے کھینچتے کہیں گر پڑتے تو کوڑوں کی ضربوں سے اٹھایا جاتا تھا اونچی نیچی دشوار گزار پہاڑی راہوں پر وزنی بیل گاڑیوں کو کھینچتے کھینچتے قیدیوں کے پاؤں لہولہان ہو چکے تھے مگر وہ خاموشی سے ظالموں کے ہر ظلم کو سہتے جاتے تھے۔"

پونم چیخ چیخ کر کہتی جاتی تھی۔ظالمو! درندو! انسانیت دشمنو! حد سے مت بڑھو......تمہارا یوم حساب شروع ہونے والا ہے......آکاش کا رنگ بدل رہا ہے......تمہیں پچھتانا پڑے گا......بھگوان کے قانون کا مذاق مت اڑاؤ......"

پونم کے دونوں ہاتھوں کو ایک لمبے رسے سے باندھ کر ایک گھوڑے کی زین سے باندھا گیا تھا وہ ننگے پاؤں تھی۔اس کے کومل زخمی بدن پر برائے نام لباس تھا......اس کے لمبے لمبے بال کھلے ہوئے تھے۔وہ قدم قدم پر گرتی تھی۔تو پتھریلی زمین پر دور تک گھسٹتی چلی جاتی تھی!

ایک جگہ پہنچ کر سیناپتی نے کہا! اس خوبصورت چڑیل کو کھول کر بیل گاڑی میں بٹھا دو ہم اسے زندہ مہاراجہ کے پاس لے جانا چاہتے ہیں اس طرح تو یہ مرجائے گی!

پونم نے بیل گاڑی میں سوار ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا! ہم کسی ایسی بیل گاڑی پر سوار نہیں ہونگے جس کو ہمارے بھائی کھینچ رہے ہوں۔"

ایک سپاہی نے اسے اٹھا کر بیل گاڑی پر پٹختے ہوئے کہا! ایسے بولتی ہے جیسے اس کی بات کو یہاں کوئی اہمیت دے گا......

بیل گاڑی کے آگے جتے ہوئے مسلمان قیدیوں نے پرنم آنکھوں سے پونم کی طرف دیکھا!

ایک قیدی نے کہا!"پونم بہن! ہماری فکر نہیں کرو"

پونم نے روتے ہوئے کہا! تم کہتے ہو تمہاری فکر نہیں کروں......تمہارے دکھ تمہاری مصیبتیں اور تم پر ڈھائے جانے والے ان وحشیانہ مظالم پر چپ رہوں احتجاج نہ کروں......مگر کیسے! ایک بے بس بہن اپنے بھائیوں کے دکھ پر کس طرح خاموش رہ سکتی ہے۔"

سیناپتی نے غصے سے مسلمان قیدیوں کی ننگی پیٹھوں پر کوڑے برساتے ہوئے کہا! احتجاج کا شوق پورا کرو......بے عزت تو مسلمان ملیچھوں کو بھائی سمجھتی ہے تو پھر اپنے بھائیوں کے درد میں اچھی طرح روؤ ہم تجھے قدم قدم پر مواقع فراہم کریں گے......تمہاری انا پوری کرنے کے لیے ہم ان کی چمڑی ادھیڑتے جائیں گے۔"

نہیں پونم نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے چیخ کر کہا! ظالمو! ان مظلوموں کو کچھ نہیں کہو......ان کو نہیں مارو......ہم نہیں روئیں گے......ہم اپنے ہونٹوں کو سی لیں گے!

سیناپتی نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! کچھ عقل مند بھی ہو......پھر چیخو چلاؤ گی تو ہم تمہارے شوق کو پورا کرنے کے لیے ایک ایک کو قتل کرتے جائیں گے۔"

ایک مسلمان قیدی نے غصے سے شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے کہا! ٹھاکر جی! ہم پر اتنے ظلم کرو جتنے برداشت کرنے کی اپنے اندر ہمت رکھتے ہو جس طرح رات کے اندھیرے صبح کے اجالوں میں خود بخود تبدیل ہوگئے ہیں اسی طرح تم سب خود بخود اپنے قدموں پر چل کر اپنے عبرتناک انجام کے حشر تک پہنچنے والے ہو......" تلوار کے ایک وار نے اسکی زبان بند کردی۔

☆

موسم بڑا سہانا تھا صبح کی ہواؤں کے جھونکوں میں خوشبو اور خنکی تھی جنگل میں رنگ برنگے پرندے اپنی اپنی بولیوں کی معصوم نغمگی بکھیرتے پھرتے تھے...... سید حیدر امام اور وشنو مہاراج ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے کھنڈے راؤ کے خیمے کے قریب پہنچ گئے۔"

ایک پہرے دار کو مخاطب کرتے ہوئے سید حیدر امام نے کہا! کھنڈے راؤ کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو......"

سپاہی ہاتھ جوڑتا ہوا چلا گیا تھوڑی دیر بعد کھنڈے راؤ بذات خود باہر آیا اس نے باری باری دونوں سرداروں کو گلے لگایا۔"

پھر شکایت بھرے انداز سے کہا! سید صاحب! ہم کسی دن تم سے ایسے ناراض ہوں گے کہ پھر ہفتوں تک بات چیت نہیں کریں گے۔"

سید حیدر امام نے حیرت سے کہا! کیوں! ہم سے کوئی خطا ہوئی ہے؟

کھنڈے نے کہا! تمہارا یہ تکلف ہمیں بالکل پسند نہیں ہے پتاجی کو تم اپنے باپ کہتے ہو اور سادھنا کو بہن سمجھتے ہو پھر روز روز پوچھ کر اندر آنے کا تکلف کیوں کرتے ہو۔

سید حیدر امام نے مسکرا کر کھنڈے راؤ کے گلے میں اپنی بانہیں ڈالتے ہوئے کہا! جب اتنی گہری قرابت داری ہے تو پھر پردہ داری کا کیا مطلب!

کھنڈے راؤ جی! سید حیدر امام نے سنجیدگی سے کہا! کسی ادب گاہ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ہم پر ایک عجیب قسم کا ہیبت ناک لرزہ طاری ہو جاتا ہے ہمارے نزدیک بہن کی چوکھٹ ادب کا نازک ترین مقام ہوتا ہے۔"

کھنڈے راؤ نے فرط جذبات سے سید حیدر امام کے ہاتھ چوم لیے یہ لوگ جب خیمے کے اندرونی حصے میں پہنچے تو سادھنا اور راما راؤ نے کھڑے ہو کر سید حیدر امام کا استقبال کیا۔"

سید حیدر امام نے بوڑھے راما راؤ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! بابا! ہمیں اس طرح گنہگار نہ کیا کرو۔"

راما راؤ نے سید حیدر امام کو گلے لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر کہا! بیٹے! نجانے کیا بات ہے تمہیں دیکھتے ہی بے اختیار کھڑے ہونے کو جی چاہتا ہے تم ہماری نظروں میں اتنے عظیم اور اس قدر سربلند ہو کہ بیٹھے بیٹھے تمہاری پیشانی چومنی لگتی ہے اور جب تک تمہاری پیشانی کا بوسہ نہ لیا جائے اس وقت تک ہماری آتما شانت نہیں ہوتی۔"

شکریہ بابا! یہ تو بندہ پروری کا کمال ہے آئندہ کے لیے ہم اپنی پیشانی اپنے بابا کے قدموں میں جھکایا کریں گے۔"

نہیں بیٹا نہیں! یہ غضب نہ کرنا...... تمہاری پیشانی جھکنے کے لیے نہیں بنائی گئی۔

سید حیدر امام نے راما راؤ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نرم و گداز ریشمی بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا! ہم مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

راما راؤ نے ایک بار پھر سید حیدر امام کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! سید صاحب لگتا ہے جیسے ہم بوڑھے نہیں کھنڈے اور تمہاری طرح جوان ہیں۔

سید حیدر امام نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا! اے خدا! ہمارے بابا کو خوش و خرم رکھنا......"

سادھنا ایک طرف کونے میں کھڑی بڑی عقیدت بھری نظروں سے سید حیدر امام کی طرف دیکھ رہی تھی۔"

سید حیدر امام نے کھڑے ہو کر سادھنا کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! سادھنا بہن! کیسی ہو؟

سادھنا نے جھک کر سید حیدر امام کے قدم چھوتے ہوئے کہا! بھیا بہت خوش ہمارے خیال میں سنسار کی کوئی لڑکی اتنی خوش نہیں ہوگی جتنی خوش قسمت ہم ہیں۔

سید حیدر امام نے سادھنا کے سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! سادھنا بہن! اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم دنیا کے خوش قسمت ترین انسان ہیں۔"

سادھنا نے ایک مسند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! "بھیا! آج بیٹھیں گے نہیں"......

سید حیدر امام مسند پر بیٹھ گیا...... کھنڈے راؤ سادھنا اور راما راؤ اپنے اپنے خیالوں کے حسن میں ڈوبے ہوتے تھے تینوں کے چہروں پر طمانیت کی روشنی جھلملا رہی تھی۔ سید حیدر امام سر جھکائے بیٹھا تھا۔ چند لمحوں بعد راما راؤ نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے سید حیدر امام کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر چومتے ہوئے کہا!

حیدر بیٹے! ہم نے تمہاری جوان مردی اور بہادری کے حیرت انگیز قصے سنے ہیں۔ جنگجو اور بہادر لوگ سخت مزاج اور کرخت ہوتے ہیں تم تو ریشم کی طرح نرم اور کومل کنواریوں کی طرح شرمیلے لگتے ہو......"

کھنڈے راؤ کھلکھلا کر ہنس پڑا!!

سید حیدر امام نے سر جھکا کر ہنستے ہوئے کہا! بابا! احترام اور ادب کے مقام کے بڑے نازک تقاضے ہوتے ہیں۔ ذرہ سی لغزش انسان کو بے ادب بنا دیتی ہے اور بے ادب دونوں جہانوں کا مردود ہوتا ہے۔"

راما راؤ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوگئی اس نے سید حیدر امام کا ہاتھ چوم کر کہا! حیدر امام تم دیوتا ہو جی چاہتا ہے تمہیں سامنے بٹھا کر پوجا جائے۔"

سادھنا نے آگے بڑھ کر سید حیدر امام کے ماتھے پر انگلیاں پھیلاتے ہوئے بڑے جذباتی لہجے میں کہا! پتا جی! ایسی باتیں نہ کریں ہمارے پھول جیسے بھیا کو نظر لگ جائے گی...... جذبات کی شدت سے سادھنا کی آنکھیں چھلک پڑیں خوشی کی انتہا سے اس کی چیخیں نکل گئیں......"

سید حیدر امام نے سادھنا کو گلے لگاتے ہوئے کہا! پگلی بہن! بیٹے کو باپ کی نظر نہیں لگا کرتی پھر جس بھائی پر تمہاری جیسی محبت کرنے والی معصوم سی بہن کی دعاؤں کا سایہ ہو اسے کسی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے...... راما راؤ کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے کھنڈے راؤ کے چہرے پر مسرتوں کے پھول کھلے ہوئے تھے۔"

سادھنا نے خشک میووں سے بھرا ہوا چاندی کا ایک خوبصورت تھال سید حیدر امام کے سامنے رکھتے ہوئے کہا! بھیا! یہ سارے میوے تم اکیلے کھاؤ"

سادھنا بہن! نجانے کیوں آج ہم بہت اداس ہیں ہم رات کو سوئے بھی نہیں کوئی انجانا سا درد اندر ہی اندر ہماری روح کو تڑپا رہا ہے۔"

بوڑھے راما راؤ نے اٹھ کر سید حیدر امام کو گلے لگاتے ہوئے کہا! کیا ہوا ہمارے بیٹے کو۔ بھگوان ہمارے بچے کو کبھی دکھی نہیں کرنا۔''

سادھنا نے بے اختیاری سے رو کر سید حیدر امام کو کہا! تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا بستر پر لیٹ جاؤ ہم تمہارا سر دباتے ہیں...... '' کھنڈے بھائی دربان کو کہو حکیم جی کو بلا کر لائے۔''

سید حیدر امام نے ایک اداس سی مسکراہٹ سے کہا! ہم بیمار نہیں ہیں حکیم کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

سادھنا نے کہا! کچھ تو ہے نا!...... تم ہم سے اپنا دکھ چھپا رہے ہو ہمیں غیر سمجھتے ہو کیا؟

نہیں سادھنا نہیں...... بہن بھائی کا رشتہ تو محبت کی معراج کا مقدس رشتہ ہوتا ہے۔''

کھنڈے راؤ نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا! سید جی! بات کیا ہے؟

سید حیدر امام نے اپنے فراخ سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! کھنڈے بھائی! نجانے کیوں رونے کو جی چاہتا ہے آنسوؤں کا ایک سیلاب سا ہمارے سینے میں متلاطم ہے لگتا ہے کہیں ہمارے اپنوں پر کوئی قیامت ٹوٹ گئی ہے...... ایک دردناک سی اداسی نے ہمارے احساس کو اپنی بے رحم گرفت میں جکڑا ہوا ہے...... خدا خیر کرے...... ہر طرف ایک اداسی سی چھا گئی ہے باہر دور کہیں کوئل کی درد بھری کوک ابھری۔''

اسی لمحے ایک دربان نے خیمے کے دروازے پر آ کر کہا! شاہ رخ کا قاصد آیا ہے۔''

سید حیدر امام نے کہا! موہن کو اندر بلا لو!

دربان چلا گیا تو سادھنا نے کہا! ''بھائی ہم پردہ کریں''

''نہیں'' سید حیدر امام نے کہا! وہ بھی تمہارا پیارا سا بھائی ہے......

چند لمحوں بعد موہن اداس اداس سا خیمے میں داخل ہوا۔ سید حیدر امام اور کھنڈے راؤ نے کھڑے ہو کر اس کا خیر مقدم کیا۔''

موہن نے بوڑھے راما راؤ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ کے پتا جی کے قدم چھونا بڑی سعادت ہے۔''

سید حیدر امام نے موہن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! موہن تمہارے چہرے کی اداسی بتا رہی ہے تم کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے ہو کھل کر سارے واقعات بتاؤ۔''

موہن نے رو رو کر شیو دیوتا کے مندر میں پیش آنے والے دردناک واقعات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا! سید صاحب مکار دشمن نے ہمارے ساتھ بہت بڑا دھوکہ کیا ہے گھن شام ٹھاکر نے پونم کو اغوا کر لیا ہے۔''

سید حیدر امام کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! مہاراجہ کرشن کمار ہم تمہیں چھپ کر دھوکے سے نہیں مردوں کی طرح للکار کر ماریں گے۔''

پھر اس نے موہن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم نے ان کمینوں کا تعاقب کیوں نہ کیا؟

موہن نے کہا! سردار شاہ رخ اور دوسرے لوگ گھن شام ٹھاکر کا تعاقب کر رہے ہیں...... مگر آسامی بینا نے دھانی کے اوپر سے کوئی

نامعلوم راستہ اختیار کیا ہے..... سردار شاہ رخ کا خیال تھا کہ شیو دیوتا اور ناگ دیوتا کے مندروں کو خالی چھوڑنا مناسب نہیں ہے اسی وجہ سے انہوں نے آپ لوگوں کو اطلاع کے لیے بھیجا ہے۔"

بوڑھے رامار اؤ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے اب تک آسامی لشکر مارھی پہنچ چکا ہوگا...... بہتر ہوتا اگر اودھم خان اور فیروز خان کو باخبر کر دیا جاتا تو وہ بڑی آسانی اور بڑی کامیابی سے ٹھاکر کا راستہ روک سکتے تھے کیونکہ ٹھاکر نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ دھامنی کے قلعے کے قریب ہے...... مگر اب ٹھاکر کے مظالم کا فیصلہ وقت پر چھوڑ دینا بہتر ہوگا کیونکہ ہمارے پہنچنے سے پہلے ٹھاکر اپنے لشکر کے ساتھ راجدھانی کے قلعے میں داخل ہو چکا ہوگا۔

سید حیدر امام نے کہا! ہمیں پونم کی فکر اندر ہی اندر توڑ پھوڑ رہی ہے اس کی نازک جان پر وہ درندے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائیں گے وہ اس سے راجکماری کے بارے میں پوچھیں گے۔"

پھر اس نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! "اے خدایا! جہاں انسان کی سوچوں اور جدوجہد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے وہاں سے تیری بے کنارہ رحمتوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت ہم مجبور نہیں ہے ہماری بیٹی ہماری بہن ہماری آبرو پونم تیرے رحم وکرم پر ہے اس مظلوم ومجبور اور بے کس لڑکی کا اب تو ہی حامی وناصر ہے اسے صبر واستقامت کی طاقت سے سرفراز کرنا...... سید حیدر امام کی آنکھیں ساون کی گھٹاؤں کی طرح چھم چھم برس رہی تھیں۔"

پھر اس نے کھڑے ہو کر اپنا دامن پھیلاتے ہوئے کہا! اے خدائے بزرگ وبرتر ہم بڑے گنہگار ہیں ہمارے دامن میں ہزاروں چھید مگر تجھے ٹوٹے پھوٹے آئینے عزیز تر ہوتے ہیں تو بڑا کریم آئینہ ساز ہے ہم بڑے بے حیثیت ہیں تمہاری بارگاہ عالی کے قابل نہیں ہیں ہمارے لباسوں پر جابجا گناہوں کے سیاہ دھبے لگے ہوئے ہیں۔" مگر مالک ہم تمہارے محبوب کے اس نواسے کی اولاد ہیں جس کی مقتل کی خاک کے ذرے ذرے کو تو نے اپنی رحمتوں کی خاک شفا بنا دیا ہے تجھے اس شہید کربلا کا واسطہ جس نے حق کی سربلندی کے لیے نیزوں کی انیوں کی مسند پر کربلا سے شام تک کٹھن راہوں پر سفر کیا تجھے زینبؓ کی عزت وعظمت کا واسطہ آسام کے آسمان پر چھائی ہوئی ظلم کی کالی خوفناک گھٹاؤں کو اپنی رحمتوں کے بادلوں میں تبدیل کر دے۔" ہر آنکھ اشکبار تھی۔"

چند لمحوں تک سر جھکا کر رونے کے بعد سید حیدر امام نے کھنڈے راؤ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک عزم سے جنگل کے بپھرے ہوئے شیر کی طرح گرجتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ اب فیصلے کی وہ گھڑی آ پہنچی ہے جس کے انتظار میں اس ملک کے آسمان کے ستارے نجانے کتنی بار ابھرے اور ڈوبے ہیں۔"

پھر اس نے رامار اؤ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ابا حضور! تم سادھنا کو لے کر شیو دیوتا کے مندر چلے جاؤ...... اور ہمارے لئے دعا کرتے رہنا۔

رامار اؤ نے سید حیدر امام کی پیشانی چوم کر کہا! بیٹے ہم اتنے بوڑھے اور ناکارہ نہیں ہیں ہم اپنے بیٹوں کے ہمراہ ثابت قدمی سے ظلم واستبداد کے کوہ گراں سے ٹکرائیں گے۔ سادھنا بیٹی کو چند سپاہیوں کے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔"

حیدر امام اور کھنڈے راؤ دونوں باہر نکلنے لگے تو سادھنا نے دونوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا! بھائیو! بھگوان کے واسطے اپنی بہن کو اپنی نظروں کی محبت بھری چاندنی سے دور نہیں کرو۔"

سید حیدر امام نے کہا! سادھنا بہن تم فکر نہیں کرو وہاں تمہیں اسماعیل اور شاہ رخ جیسے بھائی راج گوپال جیسے پتا کلثوم کامنی اور چندا رانی جیسی پیاری بہنوں کی رفاقت ملے گی۔"

کچھ بھی ہو ہمیں سنسار کے خزانے مل جائیں گے بھیا ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

سید حیدر امام نے کہا! سادھنا ضد نہیں کرتے جذباتی باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں۔"

سادھنا خاموش ہو گئی تو سید حیدر امام نے ایک دربان سے کہا! اسی وقت راجہ پریم اور وشنو مہاراج کو ہمارے خیمے میں بلایا جائے......اور موہن تم یہاں رکے بغیر اسی وقت دھانمی کی جانب روانہ ہو جاؤ......اودھم خان اور سردار فیروز خان کو حالات کی سنگینی کی اطلاع دو ہم راجدھانی کی طرف بڑھ رہے ہیں انہیں کہنا کہ وہ بھی بلا تاخیر مزید آسام کی راجدھانی کی طرف کوچ کریں۔"

جب سید حیدر امام اور کھنڈے راؤ خیمے سے نکل گئے تو سادھنا نے آنسو پونچھتے ہوئے سسک کر کہا! پتا جی! کچھ خبر ہے یہ کون لوگ ہیں جو بیک وقت فولاد کی طرح سخت اور ریشم کی طرح نرم ہو جاتے ہیں۔"

راما راؤ نے کہا! بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد سے تاریخ بنتی ہے" انسانی عظمت کی تاریخ کے ناقابل فراموش افسانے انہی لوگوں کی سرگرمیوں سے مرتب ہوتے ہیں۔ انہی کے عزائم کی روشنیوں سے سنسار میں اجالے پھیلتے ہیں......سادھنا بیٹی بھگوان کی قسم ہمارا بیٹا کھنڈے راؤ بہت عظیم ہے بہت مہان بڑا گیانی ہے جس نے ان لوگوں کے ساتھ جینے مرنے کا سلیقہ سیکھ لیا ہے......بیٹی تم مندر جانے کی تیاری کرو ہم باہر جا کر ان بلند لوگوں کی تیاریوں کے جذبوں کا نظارہ دیکھتے ہیں۔"

راجہ پریم چند اور وشنو مہاراج کو جب مہاراجہ کرشن کی اس تازہ کاروائی کا علم ہوا تو وشنو مہاراج نے تلوار لہراتے ہوئے کہا! بھگوان ہم تیرے سنسار کو ظلم کے آسیب سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے پاک کر دیں گے۔"

راجہ پریم چند نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مہاراجہ کرشن کمار نے اپنی کمینگی سے اس ملک کی پیشانی جو بدنما داغ لگایا ہے اسے صاف کریں گے۔اس کمینے خونی مہاراجہ کی زندگی کے دن اب انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں" ...... ہر طرف جوش و خروش کا بحر بیکراں متلاطم تھا ہر طرف عزائم کی بجلیاں کوندرہی تھیں ہر طرف نعروں کا وجدانی شور برپا تھا خیمے لپیٹے جا رہے تھے گھوڑوں پر کاٹھیاں کسی جا رہی تھیں خیمے اور خورد ونوش کے سامان بیل گاڑیوں پر لادے جا رہے تھے بڑے منظم طریقے سے کوچ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔"

سید حیدر امام نے ایک نوجوان سے کہا! قاسم تم پچاس سواروں کو ہمراہ لے کر سادھنا بہن کو شیو دیوتا کے مندر لے جاؤ گے۔"

مگر سید صاحب! قاسم نے کہا! کیا ہم جنگ کی سعادت سے محروم رہیں گے۔"

سید حیدر امام نے کہا! نہیں بھائی......تم جا ہو تو واپس آ جانا......دوپہر تک سب کچھ تیار ہو گا اپنی اپنی جگہ ہر سپاہی تیار کھڑا تھا۔سادھنا کی

سواری کے لیے ایک ہاتھی کو سجایا جا چکا تھا......

سید حیدر امام راجہ پریم چند کھنڈے راؤ سادھنا کو رخصت کرنے کے لیے اس کے خیمے کے دروازے پر کھڑے تھے۔"

چند لمحوں بعد بوڑھے راما راؤ نے باہر آ کر کہا! بیٹا! سادھنا ضد کر رہی ہے کہ ہمیں ہمارا بھائی باہر لے آئے۔"

کھنڈے چلنے لگا تو راما راؤ نے کہا! کھنڈے بیٹے سادھنا کا پیارا بھائی حیدر امام ہے...... کھنڈے راؤ ہنس پڑا......"

سید حیدر امام نے آگے بڑھتے ہوئے کہا! وقت ہمیں قدم قدم پر آزمائشوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے...... ٹھیک ہے ہم اس آزمائش سے گزرتے ہیں۔"

جب سادھنا سید حیدر امام کی بانہوں کے سہارے روتی ہوئی باہر نکلی تو دشنو نے چلا کر کہا! لوگو! اپنی آنکھیں نیچی کر لو عزت داروں کی عزت والی بہن باہر آ رہی ہے......

راما راؤ اور کھنڈے راؤ کے سر فخر سے بلند ہو رہے تھے۔"

سادھنا جب ہاتھی پر سوار ہوگئی تو سید حیدر امام نے محبت سے کہا!"آرام سے سفر کرنا"

سادھنا نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے سید حیدر امام کی طرف دیکھ کر کہا!"بھیا بھگوان تمہاری رکھشا کریگا۔"

چند قدم پیدل چلنے کے بعد حیدر امام نے کہا!"پیاری بہن! خدا حافظ"

سادھنا نے اپنی چادر کے پلو سے اپنی بھیگی بھیگی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا! بھیا تم بہت یاد آؤ گے۔"

سید حیدر امام نے ایک معصوم سی مسکراہٹ سے کہا! فاصلے اور دوریاں محبت کے جنون کے تقدس کو زیادہ سے زیادہ پاکیزہ بنا دیا کرتے ہیں تم سوچ بھی نہیں کر سکتی کہ ہم لمحہ لمحہ تمہاری یادوں کی سولی پر لٹک کر کس طرح دن گزاریں گے مگر سادھنا بہن ہم نے تم جیسی اپنی سینکڑوں ہزاروں معصوم بہنوں کے ناموس کی حفاظت کا فرض ادا کرنا ہے تم اپنے بھائیوں کے حق میں دعا کرتے رہنا اداس اور غمگین نہیں ہونا...... وہاں پر تمہیں پیار کرنے والے بھائی اور بہنیں مل جائیں گی۔"

سادھنا نے کہا! سب کچھ مل جائے گا مگر تم کب ملو گے!

سید حیدر امام نے کہا۔"سپرد خدا گھبرانا نہیں ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔"

......سادھنا کی سواری کے آگے آگے پرچم لہراتے جاتے تھے سید حیدر امام کھنڈے راؤ راجہ پریم چند دشنو مہاراج اور راما راؤ ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اس وقت تک سادھنا کی سواری کے آگے آگے لہراتے ہوئے پرچموں کو دیکھتے رہے جب تک وہ ایک موڑ مڑ کر جنگل میں اوجھل نہیں ہو گئے...... تمام لشکر تیار ہو چکا تھا۔ طبل اور نقارے زور زور سے بج رہے تھے جوانوں میں ایک عجیب سا جوش پھیلا ہوا تھا جس طرح یکا یک کسی سوئے ہوئے آتش سے گرم ابلتا ہوا لاوا پھٹ پڑتا ہے اسی طرح ان جوانوں کے اندر بھی عزائم کا لاوا ابل رہا تھا......"

سید حیدر امام اور راجہ پریم چند کے لشکر روانہ ہوئے تو اللہ اکبر اور یا علی مدد کے ملکوتی نعروں کی گونج سے جنگلوں اور پربتوں پر لرزے طاری

ہو رہے تھے طبل اور نقارے زور زور سے بج رہے تھے سدھائے ہوئے جنگی گھوڑے عجیب نخروں سے گردنیں اکڑا اکڑا کر چل رہے تھے وشنو مہاراج کی سج دھج قابل دید تھی اس نے سنہری رنگ کا خود پہنا ہوا تھا جس کی کڑیاں سورج کی شعاؤں سے چمک رہی تھیں سید حیدر امام کی فوج کا علم اس کے ہاتھ میں تھا وہ کہتا جا تا تھا۔"

ہم نے جیون کے نئے چلن نئے انداز اور نئے سلیقے سیکھے ہیں۔ نئے اپدیش نے ہمارے اندھیرے من میں عزائم کی ایک ایسی جوت جگائی ہے جو اندھیروں میں امیدوں کے چراغ کی طرح روشن ہے ہم اس ملک کے لاکھوں بے نواؤں کی نوائے درد ہیں ہم غریبوں اور بے سہاروں کے حقوق کے غاصبوں کے خلاف زندگی کی شام تک لڑیں گے استحصالی طبقے کے خاتمے تک جنگلوں پربتوں ندی نالوں اور ظالموں کی مضبوط پناہ گاہوں میں جنگ جاری رکھیں گے گھور اندھیرے کے لئے روشنی کی ایک کرن ہی کافی ہوتی ہے۔ یہاں روشنیوں کا بے پناہ سیلاب آ گیا ہے۔" اندھیروں کو اب کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی سب جگہ اجالے ہو نگے ......" ان لشکروں کے پیچھے قاعدے کے مطابق کھنڈے راؤ کا لشکر روانہ ہوا"

بوڑھے راما راؤ نے ہاتھی کی عماری میں کھڑے ہو کر جوش اور جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر کہا!

آسام کے غیور بہادرو! روشنیوں اور رنگوں کے اس سیلاب کی تلاطم خیزیوں اور بیکرانیوں کو دیکھ کر ہم بوڑھے نہیں رہے جوان ہو گئے ہیں ہمارے اندر جذبوں کا ایک طوفان مچل رہا ہے ہم جلد از جلد ظالم مہاراجہ اور اس کے بے رحم ساتھیوں سے مظالم کی ان گنت کاروائیوں کا حساب لینا چاہتے ہیں۔ بھگوان نے اس ملک کے کروڑوں بیکسوں کی دستگیری کے لئے آکاش سے دیوتاؤں کو دھرتی پر بھیجا ہے۔ ہم اپنے نجات دہندہ دیوتاؤں کے قدموں کے نقوش چومتے ہوئے اس منزل تک پہنچنے کی جدوجہد خلوص دل سے جاری رکھیں گے...... جو روشنیوں کا مرکز ہے...... آگے بڑھ کر ظلم و زیادتی کے عفریت جنم لے رہے ہیں...... جس وقت یہ لشکر راجدھانی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ موہن اور اس کے ساتھی جنگل میں بل کھاتی ہوئی ندی جو دھامنی کے قلعے تک مسافروں کی رہنمائی کرتی تھی کے کنارے پہنچ کر ان لوگوں نے اپنے شاہ زور گھوڑوں کو سرپٹ چھوڑ دیا وہ جلد از جلد سردار اودھم خان اور سردار فیروز کو حالات سے باخبر کرنا چاہتے تھے...... دوسرے روز شام ہونے سے پہلے موہن اور اس کے ساتھی دھامنی کے قلعے کی دیواروں کے برج دیکھ رہے تھے...... ہر طرف چہل پہل تھی لوگ معمول کے مطابق قلعے کے دروازے پر پہنچے تو دروازے پر متعین دربانوں نے ان کو دروازے کے باہر روکتے ہوئے پوچھا!

تم لوگ کہاں سے آئے ہو اور کون ہو؟

موہن نے دربانوں کے سردار سے کہا! ہم حاکم بنگالہ کے لشکر کے سپاہی ہیں اور سردار اودھم خان سے ملنے آئے ہیں

...... چند لمحوں بعد موہن سردار اودھم خان اور فیروز خان کے سامنے بیٹھا گزرے ہوئے دنوں کے المناک روئیداد سنا رہا تھا۔"

اودھم خان نے کہا! ٹھاکر ایک لشکر کے ساتھ اوپر سے گزرا تھا افسوس ہے ہمیں اس کی اس ظالمانہ کاروائی کا علم نہیں تھا۔"

فیروز خان نے کہا! گزرے لمحوں کے پچھتاوے کے ماتم کا کوئی فائدہ نہیں ہمیں آج رات کے پچھلے پہر یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے۔"

بہت بہتر! اودھم خان نے کہا! اس تازہ ترین صورت سے ہمیں ابھی اسی وقت کماری سیتا سے مشورہ کر لینا چاہیے

......ابھی یہ لوگ کماری سیتا کے محل کی طرف روانہ ہونے کیلئے چند قدم چلے ہی تھے۔"

ایک سپاہی نے ہانپتے ہوئے آ کر کہا! "مبارک ہو

"خیر مبارک" فیروز خان نے کہا! تم دوڑتے ہوئے آئے ہو کیا خبر ہے؟

سردار ابھی ابھی اطلاع آئی ہے کہ حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان کے لشکر کے ہراول دستے ندی کے کنارے پہنچ گئے ہیں......"

سردار فیروز اٹھنے لگے موہن کی خوشیوں کا عالم ہی اور تھا۔"

موہن نے ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھ کر کہا! "بھگوان تیری کرپا ہے۔"

سردار فیروز خان نے کہا! اودھم خان تم موہن کو لیکر سیتا کماری کے پاس چلو ہم ندی کے کنارے جاتے ہیں۔"

بادشاہ علی قلی خان کے پہنچنے کی خبر نے پورے قلعے میں خوشیوں کی ایک نئی لہر دوڑا دی لوگ ناچتے گاتے قلعے کے اندر میدان میں جمع ہو رہے تھے......سردار اودھم خان اور موہن تھکے تھکے قدم اٹھاتے ہوئے سیتا کماری کے محل کی طرف جا رہے تھے۔"

اودھم خان نے بوجھل لہجے میں کہا! موہن اگھن شام ٹھاکر کی ظالمانہ کاروائی کی خبر نے بادشاہ علی قلی خان کی خوشی کو ادھورا کر دیا ہے اگر تشدد سے گھبرا کر پونم نے راجکماری چندر کانت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تو......"

موہن نے کہا! سردار! اس وقت ہمارے دلوں کو یہی ایک خدشہ توڑ پھوڑ رہا ہے۔"

سردار اودھم خان نے سر جھٹک کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! خداوند کریم کو جو منظور ہوگا وہی ہو کر رہے گا...... کچھ بھی ہو اب ہمیں جلد از جلد راجدھانی کے قلعے میں موجود اپنے دوستوں کی مدد کو پہنچنا پڑے گا۔ راجکماری کی زندگی خطرے میں ہے......

اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ قندیلیں اور مشعلیں روشن کی جا رہی تھیں مندر کے گھڑیال بجنے شروع ہو چکے تھے۔ قلعے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تمام برجوں پر مشعلوں کو جلایا جا رہا تھا ابھی اودھم خان اور موہن سیتا کماری کی قیام گاہ تک نہیں پہنچے تھے وہ ایک خوبصورت راہداری سے گزر رہے تھے کہ سیتا کماری کا ایک محافظ تیز تیز چلتا ہوا اس طرف کو آتا دکھائی دیا......راہداری میں قندیلوں کی روشنی جگمگا رہی تھی۔

قریب پہنچ کر محافظ نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! کماری جی! کا برا حال ہے؟

اودھم خان نے گھبرا کر پوچھا! کیوں کیا ہوا؟

محافظ نے کہا! ہمیں معلوم نہیں مہاراج رو رو کر کماری جی نے اپنی حالت خراب کر لی ہے وہ آپ کو بلا رہی ہے......

اودھم خان نے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا سیتا کماری کے کمرے میں پہنچا......موہن دروازے پر ٹھہر گیا!

اودھم خان نے بے تابی سے اسے گلے لگاتے ہوئے پوچھا! سیتا بہن کیا بات ہے تم رو کیوں رہی ہو حکیم صاحب کو بلا لیا ہوتا......

کماری کے سامنے ایک ان دیکھا پجاری فرش پر بیٹھا تھا۔"

سردار خان کی نظریں اس پر پڑی تو اس نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! سردار! کماری جی کی آتما گھائل ہوئی ہے......

کماری سیتا اودھم خان کے سینے سے لگی ہوئی بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اودھم خان اسے دلاسے دے رہا تھا۔ جب کافی دیر تک اس کی آہ وفغاں کا سلسلہ بند نہیں ہوا تو اودھم خان نے درد بھرے انداز سے کہا!

سیتا بہن ہمارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ ہماری موجودگی میں کس بدبخت نے تمہیں اس قدر رنجیدہ کیا ہے کچھ تو بتاؤ۔

بڑی مشکل سے سیتا کماری نے جوش گریہ پر قابو پاتے ہوئے پجاری کی طرف اشارہ کر کے سسکیاں لے کر کہا! اودھم بھائی! یہ پجاری راجدھانی سے آیا ہے اس سے پوچھیے ہم پر کیا قیامت گزری ہے۔

اودھم خان نے سیتا کماری کو بستر پر لٹاتے ہوئے سامنے پڑی ہوئی مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! تم کب آئے ہو؟

پجاری نے جواب دیا! مہاراج ابھی شام سے کچھ پہلے پہنچا ہوں۔

اودھم خان نے پھر پوچھا! تمہیں کس نے بھیجا ہے؟

پجاری نے سردار اودھم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہمیں شیو دیوتا نے ایک دردناک سندیسے کے ساتھ کماری جی کے پاس بھیجا ہے۔

شیو دیوتا کا نام سن کر اودھم خان کی اداس اداس آنکھوں میں یکا یک ایک چمک سی پیدا ہوئی اس نے کہا! تمہیں شیو دیوتا نے بھیجا ہے۔

جی مہاراج!

پجاری نے کہا تو اودھم خان نے پوچھا! کیا دردناک پیغام ہے جس نے ہماری بہن کو اس قدر غمگین کر دیا ہے۔

پجاری نے سر جھکا کر بڑے درد بھرے لہجے میں کہنا شروع کیا! سردار! راجدھانی میں ظلم اور اپنائے کا اندھیرا پھیلا ہوا ہے کسی کی آبرو محفوظ نہیں ہے مہاراجہ نے نوتن کماری کو بے آبرو کر دیا ہے..... ماتا رانی اور نوتن کماری عملاً قلعے میں قیدیوں کی طرح رہ رہی ہیں۔

اودھم خان نے روتی ہوئی سیتا کماری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! سیتا بہن سر دست تو ہم تمہارے اس غم میں شریک ہو کر چند آنسو بہانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے......کاش ماتا رانی نے ہمیں اپنا سمجھا ہوتا۔"

سیتا نے اودھم خان کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا! رشتوں کے احترام کا درد ہمیں رونے پر مجبور کر رہا ہے ورنہ ماتا رانی کو اسی طرح کی سنگین سزا ملنی چاہیے تھی!

اودھم خان نے کہا! نہیں بہن! ایسی تلخ باتیں نہیں کیا کرتے۔ پھر اس نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا! ہم ایک ایسی ہی تلخ اور دردناک خبر کے ساتھ آ رہے تھے۔"

بھگوان ہمارے بھیا کو ہر دکھ سے بچائے۔

اودھم خان نے کہا! مہاراجہ کرشن کمار کے سیناپتی نے چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح چھپ کر شیو دیوتا کے مندر سے راجکماری چندر کانت کی سہیلی کو اغوا کر لیا ہے ہمارے نزدیک اس لڑکی کا اغوا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے ہم کماری سیتا کے حکم سے یہاں سے کوچ کرنا چاہتے ہیں۔

سیتا کماری نے محبت بھری خفگی سے کہا! ہم منگل سنگھ کی بیٹی اور اودھم خان کی بہن ہیں ہم اپنے بھائیوں کے ساتھ جائیں گے ہم ابھی

تیار ہو کر آتے ہیں۔

اودھم خان نے کہا! سیتا بہن تمہارے لئے ایک خوشخبری بھی ہے۔

وہ کیا؟

سیتا نے پوچھا تو اودھم خان نے کہا! حاکم بنگالہ بادشاہ علی قلی خان یہاں پہنچ چکے ہیں سردار فیروز خان ان کے استقبال کے لیے روانہ ہو چکے ہیں بادشاہ آج رات نہیں تو کل ضرور تم سے ملنے قلعے میں آئیں گے اس لئے تمہارا یہاں موجود رہنا ضروری ہے پھر تم نے اصرار کیا تو بادشاہ تمہیں اپنے ہمراہ لے آئیں گے۔"

سیتا کماری نے اٹھتے ہوئے کہا! بھیا ہم کس طرح بادشاہ علی قلی خان کے سامنے جائیں گے!

اودھم خان نے مسکراتے ہوئے کہا! ایک بیٹی باپ کے سامنے کس طرح جاتی ہے۔

سیتا نے حیرت زدہ ہو کر کہا! ہم اتنے بڑے بادشاہ کے سامنے خود کو کس قدر چھوٹی اور کم حیثیت محسوس کریں گے۔

اودھم خان نے اٹھتے ہوئے کہا! جب تم بادشاہ کے پاس جاؤ گی تو وہ تمہیں اتنی زیادہ عزت دیں گے کہ تم خود کو اس ملک کی قدآور ترین شخصیت سمجھنے پر مجبور ہو جاؤ گی......اب ہمیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کرو۔"

ٹھیک ہے بھیا......تم جاؤ......ہم بادشاہ کے ہمراہ تمہارے پیچھے پیچھے آئیں گے۔"

اودھم خان نے باہر نکلتے ہوئے راجدھانی سے آئے ہوئے پجاری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم ہمارے ساتھ چلو گے یا یہیں رہنا پسند کرو گے۔"

"اب ہمارا واپس جانا مناسب نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے تم یہیں رہو"

اودھم خان کمرے سے نکلنے لگا تو سیتا کماری نے کہا! ٹھہرو بھیا ہم تمہارے ساتھ چلیں گے۔

کہاں؟

اودھم خان نے پوچھا تو سیتا نے کہا۔ جتنی دیر تم یہاں ہو ہم تمہارے ساتھ رہیں گے۔ پھر قلعے کے دروازے پر الوداع کہہ کر واپس آجائیں گے۔"

اودھم خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تمہیں تکلیف ہوگی"

"عجیب بات ہے" سیتا نے زرنگار چادر اوڑھتے ہوئے کہا! تم راحت کو تکلیف کہتے ہو...... بھیا جانی تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارا دل تمہاری محبت میں کس حد تک دیوانہ ہو چکا ہے۔ جادوگر بھیا ہم تو تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں......"

اودھم خان اور سیتا کماری کمرے سے باہر نکلے تو موہن نے دونوں کو باری باری ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔

اودھم خان نے سیتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''موہن یہ سیتا کماری ہے''

موہن نے ایک بار پھر ہاتھ جوڑ کر سیتا کے سامنے جھکتے ہوئے نمسکار کہتے ہوئے کہا! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ کماری جی سے ملاقات ہوگئی!

اودھم خان نے کہا! خدا نے سیتا کے سینے میں ایک دردمند اور روشن دل رکھا ہوا ہے۔''

پھر اودھم خان نے موہن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! سیتا بہن موہن ہمارے لشکر کا بہادر سپاہی ہے ابتدا سے اب تک اس نے ہر محاذ پر اپنی دلاوری اور بہادری سے حاکم بنگالہ کو متاثر کیا ہے۔''

موہن نے کہا! یہ تو سرداروں کا حسن خیال ہے ورنہ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں......

اودھم خان کا لشکر کوچ کے لئے تیار ہو چکا تھا...... ساز و سامان سے لدی ہوئی بیل گاڑیاں قلعے سے باہر جا چکی تھیں...... طبل اور نقارے بج رہے تھے...... اچھوتوں کا جوش و خروش قابل دید تھا ان کے چہروں پر تابناکیوں اور تجلیوں کی بہاریں نچھاور ہو رہی تھیں ان کو زندگی میں پہلی بار زندگی کی مراعات سے فیض یاب ہونے کا موقع مل رہا تھا اودھم خان اور کماری سیتا کو دیکھ کر سپاہیوں نے زور زور سے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔''

اودھم خان نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اپنی پرنم آنکھوں سے سیتا کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سیتا! اپنے ان تمام بھائیوں کے لیے دعائیں کرنا!

سیتا نے آگے بڑھ کر اودھم خان کے بازو پر راکھی باندھتے ہوئے بڑے جذباتی انداز میں اس کا ہاتھ چومتے ہوئے رو کر کہا! بھگوان! ہمارے بھائی کی رکھشا کرنا۔ ایک دکھی بہن کا یہی سرمایہ ہے'' بھگوان ہم اپنا سرمایہ تیرے سپرد کرتے ہیں تجھے ایک بہن کی محبت کے خلوص کا واسطہ ہماری آشاؤں کے پھولوں کو مرجھانے سے بچائے رکھنا۔''

اودھم خان نے گھوڑے کی لگام اٹھائی تو سیتا نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر ہاتھوں کو فضاؤں میں بلند کرتے ہوئے کہا! ہم تم سب کو اپنے کھلے ہاتھوں کے سائے تلے سے گزار کر رخصت کرتے ہیں...... ہم بہت جلد تمہارے ساتھ آملیں گے...... ہم سب کی ایک ہی منزل ہے......

اودھم خان کے لشکر کا یہی جوش اس کا سارا لشکر قلعے سے نکل گیا تو سیتا کماری کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی اس کی خوبصورت باندیاں اور محافظ سپاہی اس کے پیچھے پیچھے فصیل پر پہنچ گئے...... دور اندھیروں میں قندیلوں کی روشنیاں ستاروں کی طرح جھلملا رہی تھیں...... سیتا کماری کے کانوں میں مجاہدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی نغمگی رس گھول رہی تھی۔''

اس نے اندھیرے میں جاتے ہوئے لشکر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا! بتاؤ ہمارے بھیا کے لشکر کی قندیلوں کی روشنیاں کیسی لگ رہی ہیں۔''

ایک باندی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! لگتا ہے آکاش کے سارے ستارے دھرتی پر اتر کر سرگرم سفر ہیں۔''

''تم ٹھیک کہتی ہو'' سیتا نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا! یہ ستاروں کا کارواں لگتا ہے...... بھگوان کرے یہ کارواں منزل مقصد تک خیریت سے پہنچ جائے۔''

پھر جب روشنیوں کا یہ کارواں جنگل میں نظروں سے اوجھل ہو گیا تو سیتا کماری نے پلٹ کر قلعے کے اندر دیکھتے ہوئے کہا! سچ سچ بتاؤ قلعے کے چراغوں کی روشنیاں اداس اداس اور غمگین دکھائی نہیں دے رہی ہیں۔"

ہاں کماری جی! ایک دوسری باندی نے کہا! جب کسی کی آتما اداس ہوتی ہے تو اسے سارا سنسار اجاڑ اور اداس دکھائی دیتا ہے۔ کماری جی کی آتما اپنے بھیا کی جدائی سے غمگین ہے اس لیے تو ساری روشنیاں دھندلی دھندلی بے نور اور بے حقیقت سی دکھائی دے رہی ہیں۔ کماری جی! روشنیاں اجالے غم اور خوشیاں یہ سارے جذبے انسان کے اپنے من میں ہوتے ہیں۔ دھیرج اور حوصلے سے کام نہیں لوگی تو باؤری بن جاؤ گی تمہارے بھیا جانی ایک بڑے مقصد کے لیے یہاں سے جا رہے ہیں بھگوان نے چاہا تو بہت جلد کامیابیوں کی خوشیوں کی برکھا کے ساتھ لوٹ آئیں گے۔"

کماری نے اپنی اس باندی کے کندھے پر سر رکھ کر سسکتے ہوئے کہا! تم سب کو بھگوان کی قسم سچ سچ بتانا کہ اس وقت تم سب اداس نہیں ہو؟

سچی بات تو یہ ہے کہ ہمیں اس وقت ہماری آتماؤں کا سارا سنسار اندر ہی اندر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے۔ نجانے یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں اور کیسے لمحوں میں دلوں کے مندروں میں بھگوان بن کر بیٹھ گئے ہیں۔

بوڑھے پجاری نے کماری سیتا کے قریب آ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! کماری جی! دھیرج اور حوصلے سے اپنے جذبوں کی شدت کو کم کرو۔ ہمارے سامنے بڑی کٹھن منزلوں کی مسافتیں پڑی ہیں بنگالہ کے بادشاہ ندی کے کنارے پہنچنے والے ہیں ہو سکتا ہے وہ کل کو قلعے میں تشریف لائیں ان کے خیر مقدم کی شایان شان تیاریاں بھی کرنی ہیں۔"

"اوہ" سیتا نے اپنے پاکیزہ جذبات کے تلاطم پر یکا یک قابو پاتے ہوئے کہا! ہم تو بھول گئے تھے شکریہ بابا تم نے بڑی اہم بات یاد دلائی ہے۔"

پھر اس نے ایک محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! منادی کے ذریعے قلعے کے تمام باشندوں کو اطلاع کر دو کہ بنگال کے بادشاہ کل کسی وقت یہاں آنے والے ہیں ان کا شایان شان انداز سے استقبال کیا جانا چاہیے اپنے اپنے انداز اپنے اپنے ڈھنگ اور اپنی پسند کے مطابق سب لوگ تیار ہو جائیں......اور قلعے کے در و دیوار دلہن کی طرح سجائے جائیں......

سپاہی تیزی سے سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔"

سیتا نے ایک بار پھر اداس نظروں اور اندھیروں میں جھانکتے ہوئے ہاتھ لہرا کر گلوگیر لہجے میں کہا! بھیا جانی! بھگوان قدم قدم پر تمہاری رکھشا کرے گا......ایک نہیں یہاں سینکڑوں بہنیں تمہارے لیے دعائیں مانگ رہی ہیں......

فاصلوں کی وجہ سے طبل اور نقاروں کی آوازوں کا جلترنگ ڈوبتا جا رہا تھا۔ قندیلوں کی روشنیوں کو جنگل کے اندھیرے ہیولوں نے اپنے اندر چھپا لیا تھا......وہ اپنی باندیوں اور محافظوں کے ساتھ تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی فصیل سے نیچے اتر آئی۔"

ایک باندی نے قریب جا کر آہستہ سے کہا! کماری جی! بوجھل اور دکھی وچاروں کے دھوئیں کو من سے نکال دو ورنہ تمہارے بھیا جانی کی آتما سفر میں دکھی ہو گی کہتے ہیں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے محبت کا سوال محبت کے جواب سے مطمئن ہوتا ہے۔ جب تم یہاں بیکل ہو گی تو تمہارے بھیا کوسوں دور بے قرار ہوں گے۔"

کماری نے اپنے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر کہا! تم سچ کہتی ہو گیتا۔۔۔۔۔ محبت کی آہوں اور سسکیوں کی تڑپ میں بڑی آفاقیت ہوتی ہے۔ بڑی خاموشی کے ساتھ بڑے پراسرار انداز سے آہوں کا دھواں سارے سنسار میں پھیل جاتا ہے ہمیں یقین ہے ہمارے بھیا جانی ہماری بے کلی کو محسوس کر رہے ہوں گے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آئندہ کبھی بھی اداس نہیں ہونگے۔ ہم بالکل نہیں روئیں گے۔۔۔۔۔ صرف اپنے شہسوار دیوتا ساجن بھائیوں کے لئے دعائیں مانگیں گے۔"

قلعے کے اندر خوشیوں کا سیلاب آیا ہوا تھا لوگ ناچتے گاتے پھرتے تھے۔ رات اپنی فطرت کے مطابق لحہ لحہ کر کے گزرتی رہی سیتا کماری اپنی خوابگاہ اور امنگوں کے جھولے میں جھولتی جھولتی خوابوں کے جزیرے میں سوگئی دوسرے روز صبح اس قلعے کے باشندوں کے لئے ایک بالکل نئی نویلی اور گل بدر ماں صبح تھی قلعے کو دلہن کی طرح سجایا جا رہا تھا۔۔۔۔ شہنائیاں بجائی جا رہی تھیں۔ درودیوار سجائے جا رہے تھے۔۔۔۔ عورتیں بچے بوڑھے نئے نئے زرق برق لباسوں میں ملبوس صبح صبح اپنے اپنے گھروں سے نکل کر قلعے کے میدان میں جمع ہو رہے تھے۔ نقارے اور طبل بج رہے تھے سپاہی گھوڑوں کو زیوروں سے سجا رہے تھے مندر کے گھڑیال زور زور سے بج رہے تھے فیروز خان کے لشکر بھی تیار ہو رہے تھے۔ ہر طرف گہما گہمی اور ہما ہمی کا عالم تھا کماری سیتا نے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا اس کے گلے میں موتیوں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں اس کی سہیلیاں اور باندیاں بنی سنوری پریوں اور تتلیوں کی طرح ادھر ادھر اڑتی پھرتی تھیں۔۔۔۔ دن چڑھے ایک سوار قلعے میں داخل ہوا وہ سیدھا سیتا کماری کے پاس پہنچا!

قاعدے کے مطابق جھک کر سلام کرنے کے بعد بولا! کماری جی! بادشاہ بنگال رات کے پچھلے پہر پڑاؤ میں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں بہت بہت سلام بھیجے ہیں انہوں نے پوچھا ہے کہ آپ زحمت فرمائیں گی یا وہ یہاں آئیں۔"

سیتا نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم تو ان کی راہوں میں آنکھیں بچھائے ہوئے تھے مگر یہ بہت ہی اچھا ہوا جو انہوں نے اس ملاقات کا فیصلہ ہماری صواب دید پر چھوڑا ہے۔ وہ ہمارے پاسبان ہیں وہ حاکم ہیں وہ بادشاہ ہیں ہم خود ان سے ملنے ان کے پڑاؤ میں آئیں گے۔"

سپاہی نے اٹھتے ہوئے کہا!" بہت بہتر ہم حاکم کو اطلاع کر دیں گے۔"

ٹھہرو! سیتا نے اپنے گلے سے موتیوں کی ایک مالا اتار کر سپاہی کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا!

"ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں"

سپاہی شکریہ ادا کر کے مڑنے لگا تو سیتا نے کہا! یہ بتاؤ کہ بادشاہ کیسے ہیں۔۔۔۔ ہمارا مطلب ہے ہم اتنے بڑے بادشاہ کے سامنے کیسے جائیں گے۔ وہ کس قسم کے آداب پسند کرتے ہیں۔

سپاہی نے مسکراتے ہوئے کہا! ایک باپ جس طرح اپنی بیٹی سے ملتا ہے بادشاہ ایسے ہی ملیں گے۔۔۔۔ کماری جی! جب تم حاکم کے سامنے جا کر ان کو دیکھو گی تو آداب بھول کر ان کے گلے لگ جاؤ گی۔ بادشاہ علی قلی خان کے سینے میں محبت کے سمندر متلاطم ہیں۔ وہ تو ہم جیسے سپاہیوں سے اس طرح ملتے ہیں جیسے ہمارے اور ان کے مرتبے میں کوئی فرق نہیں ہو۔"

پھر دروازے کی طرف دو قدم بڑھ کر سپاہی نے پلٹ کر آہستہ سے کہا! کماری جی! حاکم خود تمہاری طرح جذباتی پریشانی میں مبتلا تھے وہ

سردار فیروز خان سے بار بار پوچھ رہے تھے ہماری ان دیکھی بیٹی کیسی ہے وہ پیار کے کیسے انداز پسند کرتی ہے۔ مزاج کی کیسی ہے ہماری کسی بات سے ناخوش تو نہیں ہوگی..... سیتا کماری ہنس پڑی۔

سپاہی باہر نکل گیا تو سیتا نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا! منادی کرادی جائے ہم تھوڑی دیر بعد بنگال کے بادشاہ کو ملنے جائیں گے.....''

دن چڑھے سیتا کماری اپنے سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے نکلی تو اس نے دیکھا کہ پورے قلعے کے باشندے قلعے کے میدان میں جمع تھے نعروں اور نقاروں کی آوازوں سے قلعے کے در و دیوار گونج رہے تھے..... سیتا کماری کا گھوڑا سونے چاندی کے زیوروں سے لدا ہوا تھا..... عورتوں مردوں اور بچوں کا ایک جم غفیر خوشیوں سے ناچتا گاتا روانہ ہونے لگا!

فیروز خان کے لشکر کے ایک سردار نے آگے بڑھ کر کماری سے پوچھا! کماری جی! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

کماری نے کہا! تم سب بھی ہمارے ساتھ چلو گے۔

مگر کماری جی! سردار نے کہا! قلعے کو خالی چھوڑنا مناسب نہیں ہوگا اگر کماری جی نامناسب نہ سمجھیں تو ہم قلعے کی حفاظت کے لیے یہیں رہ جائیں..... جب تم لوگ واپس لوٹ آؤ گے تو ہم حاکم کی قدم بوسی کو جائیں گے۔''

سیتا نے کہا! ٹھیک ہے! خوشیوں کے ہجوم کی بے پناہ یورشوں نے کچھ ہمیں ہواس باختہ کر دیا ہے..... ٹھیک ہے تم لوگ قلعے کی حفاظت کے لیے یہیں رہو ہم کوشش کر کے بنگال کے بادشاہ کو یہاں لائیں گے امید ہے وہ ہماری آشاؤں کا مان بڑھائیں گے۔''

سردار نے خوش ہوتے ہوئے کہا! یقیناً حاکم کماری جی کی خواہش کا احترام کریں گے.....

تھوڑی دیر بعد سیتا کماری ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ قلعے سے ندی کی طرف روانہ ہوئی قلعے اور حاکم کے پڑاؤ کے درمیان دس کوس کا فاصلہ تھا..... سینکڑوں نو عمر لڑکیوں نے سروں پر پھولوں کے تھال سجائے ہوئے تھے۔ سینکڑوں بچوں کے ہاتھوں میں رنگ برنگے پھولوں کے گلدستے تھے۔ سیتا کماری کی سواری کے آگے آگے مندر کے پروہت اور پجاری چل رہے تھے۔ ہر طرف بہاروں کا سماں تھا رنگا رنگ زرق برق لباس سورج کی نکھری نکھری سنہری کرنوں کے ساتھ چمک رہے تھے۔ سیتا کے سر پر زرنگار چادر تھی۔ اس کی سہیلیاں اور باندیاں اس کے دائیں بائیں چل رہی تھیں..... منچلے جوان ناچتے گاتے جاتے تھے۔ بیل گاڑیوں پر لائے ہوئے بڑے بڑے نقارے زور زور سے بجائے جا رہے تھے.....''

تند و تیز ندی پر مناسب فاصلوں پر کئی لکڑی کے پل تعمیر کیے جا چکے تھے..... حاکم بنگالہ کے لشکروں کا پڑاؤ کئی کوسوں تک پھیلا ہوا تھا تا حد نظر ندی کے کنارے اور جنگل میں کھلی جگہوں پر خیمے ہی خیمے دکھائی دے رہے تھے۔ بادشاہ علی قلی خان کا سبز ریشمی کشادہ اور سب سے اونچا گنبد نما خیمہ ایک اونچی جگہ پر نصب تھا۔ اس وقت بادشاہ علی قلی خان کے خیمے میں نادر خان سید سیف الدین رضوان عادل خان جے دیج سنگھ اور رجندر کے علاوہ شیام اور سندر بھی موجود تھے۔ یہ سب سردار آئندہ کی حکمت عملی تیار کر رہے تھے۔

حاکم نے جے دیج سنگھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماہ پال بھائی! خداوند کریم کی مہربانی سے تم نے اپنے دشمن کے ناپاک ارادوں اور خواہشوں کے برعکس آسام پہنچ چکے تھے تم نے سن لیا ہوگا کہ آسام کے کئی قلعے جنگی اور فوجی نقطہ نگاہ کے لحاظ سے بے شمار اہم مقامات اس وقت

ہمارے قبضے میں ہیں...... ظالم مہاراجہ کرشن کمار راجدھانی کے قلعے میں محصور ہو چکا ہے۔ وہ اپنے قلعے کو ناقابل تسخیر سمجھتا ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ اس کا واسطہ اس وقت اس قوم سے پڑا ہے جو ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے فنون سے آگاہ ہیں...... آخری اور فیصلہ کن جنگ کا وقت آن پہنچا ہے جب تک آزمائشی مراحل مکمل طور پر طے نہیں ہو جاتے اس وقت تک تم نے اپنی حقیقت کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ دن کے اجالے ہوں یا رات کے اندھیرے تم ایک لمحے کے لئے بھی سپاہیانہ لباس اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کرنا ہر وقت زرہ خود اور نقاب میں ملبوس رہنا ہے...... تم بنیادی طور پر سپاہی ہو امید ہے تم سپاہیانہ لباس کو بوجھ نہیں سمجھو گے۔''

جے وجے نے کہا! چند دنوں کی بات تو بہت معمولی بات ہے ہم تو حاکم کے حکم سے صدیوں کے فاصلے لوہے کے اس لباس میں ملبوس ہو کر طے کر سکتے ہیں۔''

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! ہمیں یقین ہے یہ حق و باطل کی جنگ بہت جلد ختم ہو جائیگی۔''

پھر اس نے سردار فیروز خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! فیروز خان نے ہمیں یہاں کے حالات سے تفصیل سے آگاہ کیا ہے۔ مہاراجہ کے مظالم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس نے دھامنی کے قلعے کے حاکم منگل سنگھ کی بیوہ اور اس کی یتیم بیٹی کے ساتھ بے حد برا سلوک کیا ہے...... راجکماری چندر کانت کی ایک عزیز ترین سہیلی پونم کو شیو دیوتا کے مندر سے اغوا کر لیا گیا ہے۔ ان سارے حالات کا تقاضہ ہے کہ ہم اس درندے کو مزید ستم رانیوں اور جفاکشیوں کا موقع نہ دیں...... ہوسکتا ہے وہ پونم اور منگل سنگھ کی بیٹی کو مزید مظالم کا نشانہ بنائے...... ہم کل صبح سویرے آسام کی راجدھانی کی طرف روانہ ہو جائیں گے...... لشکر کے تمام سردار شام تک آرام کرنے کے بعد نئے سفر کی تیاریاں کریں۔ ہم دن ڈھلے شیو دیوتا کے مندر جائیں گے۔''...... کلثوم کامنی اور چندا بیٹی کو دیکھے کئی دن ہو گئے ہیں ہمارا دل بہت اداس ہے...... ہم دوسری طرف سید حیدر امام اور راجہ پریم چند کے لشکروں کے ساتھ مل کر تمہارے پاس پہنچ جائیں گے...... ماہ پال فیروز خان اور عادل خان لشکر کی قیادت کریں گے۔ نادر خان اور رضوان ہمارے ساتھ آئیں گے۔ اور اعظم تمہیں کچھ روز دھامنی کے قلعے کی حفاظت کے لئے یہاں ٹھہرنا پڑے گا ہم اپنے دوستوں کو کسی بھی صورت محاذ پر بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے۔''

اسی لمحے ایک دربان نے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے کہا! حضور بادشاہ دھامنی کی قلعہ دار سیتا کماری کا پیغام آیا ہے۔''

''قاصد کو فوراً حاضر کیا جائے......

وہ سپاہی جو سیتا کماری کو بادشاہ علی قلی خان کا پیغام دینے گیا تھا خیمے میں داخل ہوا۔

بادشاہ نے کہا! کیسی ہے کماری؟ تم نے ہمارا سلام اور پیغام پہنچا دیا ہے۔

سپاہی نے جھکتے ہوئے کہا! سیتا کماری بنفس نفیس تشریف لا رہی ہے کماری جی کو بادشاہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا بے حد اشتیاق ہے۔''

بادشاہ نے حیرانگی سے کہا! کماری ہماری طرف آ رہی ہے؟

فیروز خان نے کہا! بادشاہ حضور! سیتا کماری کی ذات میں خدا نے محبت کے پھول کھلائے ہوئے ہیں وہ مسلمانوں سے جنون کی حد تک

محبت کرتی ہے۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ اودھم خان کی جدائی سے وہ رات بھر سو نہیں سکی ہوگی وہ اودھم خان کو بھائی سمجھتی ہے۔ اور اس کی محبت میں جنون کی حد تک تجاوز کر چکی ہے۔

بادشاہ علی قلی خان نے خوشی سے مسکراتے ہوئے شیام سندر راجندر اور ماہ پال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! خدا نے ہمارے ملک کو اپنی پناہ رنگینیوں اور حسین مناظر سے سجایا ہوا ہے۔ یہ اونچے اونچے سرسبز و شاداب پہاڑ یہ مرغزاروں میں چہچہاتے ہوئے رنگ برنگے پرندے یہ گنگناتی ہوئی ندیاں اور جنگلوں کے لامتناہی سلسلے ہر طرف فطرت کے دلکش نظارے اور جلوے بکھرے ہوئے ہیں۔ خدا اس دھرتی کی ہر رہ گزر مسافروں کے دلوں پر جادو کر دیتی ہے۔ مگر نجانے کیا وجہ ہے یہاں کے حکمران بے رحم اور قاتل ہیں اس ملک کے حکمرانوں نے لوگوں کو نفرتوں حقارتوں اور ذلتوں کے دہکتے ہوئے شعلوں کے سوا کچھ بھی نہیں دیا ہے۔"

پھر بادشاہ نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا! فیروز خان تم نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ ہم سوچ رہے ہیں ہم اپنی ان دیکھی بیٹی کا محبت کے کس سلیقے سے خیر مقدم کریں...... تم نے اس کی معصومیت کی جو تصویر ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ اس تصویر کو ہم آنکھوں سے بسائیں یا دل میں سجائیں۔

پھر اس نے اپنی زرنگار مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! عادل خان تم ایک ہزار جوانوں کو ساتھ لے کر کماری کو بڑے وقار اور بڑے احترام سے لے آؤ۔

پھر اس نے ایک دربان سے کہا! "کماری کے شایان شان تحائف پیش کیے جائیں۔"

اور پھر علی قلی خان نے نادر خان سے کہا! تمام لشکروں کو کماری کی سلامی کے لئے تیار کیا جائے......"

عادل خان ایک ہزار سواروں کے دستے کے ساتھ کماری کی پیشوائی کے لیے روانہ ہو گیا...... عادل خان نے بمشکل دو کوس کا فاصلہ طے کیا تھا کہ سامنے سے سیتا کماری کا بہت بڑا جلوس آتا ہوا دکھائی دیا عادل خان نے اپنے سواروں کو پانچ پانچ سو کی تعداد میں تقسیم کر کے شاہراہ کے دونوں طرف کھڑا کر دیا۔ ہر سوار کے ہاتھ میں سفید پرچم ہواؤں میں لہرا رہا تھا عادل خان آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں سبز ریشمی علم لہرا رہا تھا۔"

جب سیتا کماری کی سواری قریب پہنچ گئی تو عادل خان نے گھوڑے سے اتر کر کہا! بادشاہ حضور کی طرف سے ہم کماری سیتا کو پیشوائی کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔"

سیتا کماری نے عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم دل و جان سے والی بنگال کے شکر گزار ہیں۔"

عادل خان نے قیمتی موتیوں کا ایک خوبصورت ہار کماری سیتا کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا! ہمارا نام عادل ہے۔ ہم بادشاہ علی قلی خان کے فرزند ہیں یہ تحفہ اپنے بھائی کی طرف سے قبول فرمائیے۔

کماری نے حیرت سے کہا! تم بادشاہ کے فرزند ہو؟

جی! عادل خان نے کہا تو سیتا کماری گھوڑے سے اترنے لگی!

نہیں عادل خان نے اسے روکتے ہوئے کہا! یہ کام مت کرنا اگر حضور بابا جانی کو اس کا علم ہو گیا تو ہم پر عتاب کا پہاڑ ڈھائیں گے......

عادل خان گھوڑے سے اتر پڑا دوسرے مسلمان شہسوار نے بھی اپنی اپنی سواریاں چھوڑ دیں...... عادل خان نے سیتا کماری کے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوئے اپنے سپاہیوں کو چلنے کا حکم دیا۔“

سیتا نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا! بھیا یہ کیا کر رہے ہو؟

عادل خان نے کہا! ہماری قوم کے لوگ اپنی بہنوں کا استقبال اسی طرح کرتے ہیں۔“

سیتا کماری نے کہا! مگر بھیا جانی! ہم اسے تمہارے مرتبے اور بلند مقام کی توہین سمجھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے والی بنگال ناخوش ہوں۔

عادل خان نے کہا! یا انہی کے حکم پر عمل کیا جارہا ہے......

خوشیوں کے شادیانے بج رہے تھے۔ قدم قدم فاصلے سمٹتے رہے۔ جب سیتا کماری کا قافلہ پڑاؤ میں داخل ہوا تو ہزاروں سپاہیوں نے بڑے سلیقے سے کماری کا خیر مقدم کیا...... بادشاہ کے خیمے میں ایک اونچی جگہ پر کماری کے لئے ایک خوبصورت مسند رکھی گئی تھی۔ خیمے کے اندر زرق برق وردیوں میں ملبوس سپاہی لمبے لمبے نیزے لئے کھڑے تھے۔“

جب بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ کماری سیتا پہنچ گئی ہے تو اس نے سید سیف الدین کو کہا! سید صاحب تم سیتا کماری کو گھوڑے سے اتار کر اندر لے آؤ باقی تمام سردار سیتا کماری کے دائیں بائیں اور پیچھے چلیں گے۔“

جب کماری کی سواری بادشاہ کے خیمے کے دروازے پر پہنچی تو سید سیف الدین نے آگے بڑھ کر کماری کو سہارا دیتے ہوئے کہا! بیٹی ہماری بانہوں کے سہارے نیچے آؤ...... ہمارا نام سید سیف الدین ہے......“

کماری پر خوشی کی ایک عجیب مدہوش کیفیت طاری تھی...... جذبوں کی شدتوں سے اس کے پاؤں کانپ رہے تھے...... اتنی بے پناہ محبتوں اور احترام بھری عقیدتوں کا بوجھ اس سے اٹھایا نہیں جارہا تھا...... اس کے گلاب سے چہرے پر خوشیوں کے گلاب اڑ رہے تھے۔ اس کے ہونٹ بار بار کانپ رہے تھے۔“

اس نے جونہی خیمے میں قدم رکھا...... بادشاہ علی قلی خان نے اپنی مسند سے اٹھتے ہوئے آگے بڑھ کر سیتا کماری کے سر پر سبز رنگ کی ایک زرنگار چادر ڈالتے ہوئے کہا! ”ہم اپنی بیٹی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔“

”آپ“ سیتا بڑی مشکل سے اتنا کہہ سکی۔“

”ہاں بیٹی! ہمارا نام علی قلی خان ہے“

......سیتا بے اختیار بادشاہ کے قدموں پر گر پڑی۔“

بادشاہ نے ایک وقار کے ساتھ اسے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا! بیٹی! ہم نے تمہاری درد بھری کہانی سنی ہے۔ ہمیں بے حد دکھ پہنچا ہے۔“

سیتا نے اپنی باندیوں کی طرف دیکھ کر کہا! دیکھتی کیا ہو! ان سب دیوتاؤں پر پھول نچھاور کرو......“

باندیوں اور دھامنی کی دوسری لڑکیوں نے خیمے کے اندر پھولوں کی برسات کردی۔

بادشاہ علی قلی خان نے کماری سیتا کے سر پر سونے کا تاج رکھ کر گلے میں موتیوں کا ہار ڈالتے ہوئے کہا! کماری کی تمام باندیوں اور سہیلیوں کو موتیوں کے ہار پہنائے جائیں اور سیتا کے ساتھ آنے والے لوگوں پر چاندی کے پھول برسائے جائیں...... سب کو ہماری طرف سے ایک ایک خلعت اور سونے کی پانچ پانچ اشرفیاں دی جائیں......

لوگوں کو ان کی توقع سے زیادہ پیار ملا...... مندر سے آنے والے ناچتے گاتے پھرتے تھے ہر طرف خوشیوں کے میلے لگے ہوئے تھے۔ سیتا کماری بنگال کے بادشاہ کے پہلو میں ایک اونچی مسند پر بیٹھی خود کو آکاش کی بلندیوں پر محسوس کر رہی تھی اس کی آنکھوں میں خوشیوں کے ستارے چمک رہے تھے وہ بار بار علی قلی خان کی طرف دیکھتی اس کے سامنے وہ بطل عظیم موجود تھا۔ جس کے قدم بڑھتے تھے زمین کی وسعتیں سمٹ کر اس کے نقش پا میں سما جاتی تھیں۔ جس کی پیشانی آسمان کی طرح فراخ اور پھولوں کی طرح شفاف تھی۔

بادشاہ نے سیتا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہمیں تمہاری بہن کی بے آبروئی کا بڑا دکھ ہے۔ خدا نے چاہا تو چند دنوں تک تم عصمتوں کے قاتلوں کو اپنے عبرتناک انجام سے دوچار پاؤ گی...... مہاراجہ کرشن کمار اپنی بدبختیوں سے اپنے گناہوں اور جرائم کی فہرست میں اضافہ کرتا جا رہا ہے...... اب خدا نے اس پر زندگی کے تمام دروازے بند کر دیے ہیں...... دن ڈھلے تک دربار میں محبتوں کی برسات جاری رہی!

آخر میں سیتا نے کہا! ہم اپنے پتا بادشاہ کو لینے آئے ہیں اور لے کر جائیں گے۔"

بادشاہ علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا! لگتا ہے ہماری بیٹی نے اپیل کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی...... بیٹی ایسے سخت اور بے لچک فیصلے نہیں کیا کرتے!

کماری نے کہا! ہم چچا فیروز خان کے لشکر والوں کے ساتھ وعدہ کر کے آئیں ہیں کہ بادشاہ کو قلعے میں لائیں گے۔

بادشاہ علی قلی خان نے کچھ سوچنے کے بعد کہا! ہم اپنی بیٹی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہونے دیں گے۔ مگر ہم چند لمحوں سے زیادہ وہاں نہیں ٹھہریں گے کیونکہ ہم نے کہیں بہت دور جانا ہے۔"

پھر بادشاہ نے اعظم خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!" اعظم تم بھی ہمارے ساتھ چلے چلو۔"

پھر اس نے سیتا کی طرف دیکھ کر کہا! اعظم اچھا منتظم اور بہادر سپاہی ہے...... فیروز خان کو اگلے محاذ پر بھیجا جا رہا ہے اور اس کی جگہ اعظم خان قلعے کی نگرانی کے فرائض سرانجام دے گا۔"

سیتا نے کہا!" ٹھیک ہے پتا مہاراج"...... مگر جنگ میں ہم خود حصہ لینے کا ارادہ رکھتے ہیں...... ہم ایک سپاہی کی بیٹی ہیں فنون حرب سے پوری طرح آگاہی رکھتے ہیں۔

بادشاہ علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا! تمہاری ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔"



وہ دن ڈھلنے کا وقت تھا جب آسام کا سیناپتی گھن شام ٹھاکر اپنے لشکر کے ساتھ راجدھانی کے قلعے میں داخل ہوا' سینکڑوں پرچم اور رنگ برنگے جھنڈے اس کے آگے پیچھے جھول رہے تھے۔ وہ بڑے فاتحانہ انداز سے گھوڑے کی پیٹھ پر اکڑ کر بیٹھا تھا۔ قلعے کے ہزاروں لوگ اپنے سیناپتی کے خیر مقدم کے لئے جمع تھے...... خیر مقدمی نعروں کے شور سے قلعے کے درودیوار گونج رہے تھے نقاروں اور شہنائیوں کی آواز نے ہر طرف ایک ہل چل مچا رکھی تھی بار برداری کی گاڑیوں کے آگے بیلوں کی جگہ مسلمان قیدیوں کو باندھا ہوا تھا ایک ایک گاڑی کے وزنی جوئے میں دو دو مسلمان قیدیوں کی گردنوں کو مضبوط رسوں سے جکڑا گیا تھا وہ بڑی مشکل سے گاڑیوں کو کھینچ رہے تھے۔ ان کی ننگی پیٹھوں پر بے رحم سپاہی تازیانے اور چابک مارتے تو خون کے فوارے ابل پڑتے تھے۔ قلعے کے باشندے ان قیدیوں کی بے بسی بے چارگی اور بے نوائی پر قہقہے لگا رہے تھے...... سیناپتی کے گھوڑے کے آگے موٹے موٹے زنجیروں کی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑی ہوئی پونم چل رہی تھی اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اس کا بدن خون آلود تھا اس کے لمبے لمبے بال گرد آلود اور کھلے ہوئے تھے اس کی موٹی موٹی سوجی ہوئی آنکھوں میں عزائم کی چمک تھی اور آنسو بھی تھے۔

وہ گرتی تھی تو اسے کوڑے مار کر اٹھایا جاتا تھا اس کی چیخیں نکل جاتی تھیں تو گستاخ سپاہی قہقہے لگاتے تھے۔ نرملا اور شیو دیوتا مندر کے سامنے والے راستے پر ایک اونچی جگہ پر کھڑے انسانیت کی اس بدترین تذلیل وتضحیک کا دردانگیز منظر دیکھ رہے تھے۔ نرملا کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے گر رہے تھے۔

اس نے سسکتے ہوئے شیو دیوتا کے کندھے پر سر رکھ کر کہا! یہ کیا ہو رہا ہے دیوتا...... ظلم و بربریت کی یہ بھیانک کہانی کہاں تک طویل ہوتی جائے گی یہ کون لوگ ہیں جن پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔"

شیو دیوتا نے نرملا کے نرم وملائم بالوں کو انگلیوں سے سہلاتے ہوئے کہا! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں جرم عشق پر ناز ہے انہیں فطرت کے قانون کے مطابق آزمائش کی پل صراط سے گزرنا پڑ رہا ہے اور ان پر جبر وتشدد کے تازیانے برسانے والے وہ لوگ ہیں جن کی درندگی کا دور بڑی تیزی سے ہلاکت کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔

نرملا نے پونم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! وہ دیکھو اس لڑکی پر کتنا تشدد کیا جا رہا ہے......

شیو دیوتا بھاگتا ہوا وہاں پہنچا اس نے ایک دھکے سے سپاہیوں کو اٹھایا اور پونم پر جھک گیا۔"

کون ہو تم اور کس جرم کی پاداش میں اس طرح پابند سلاسل کی گئی ہو۔

پونم نے ہمدردی کے لہجے کی خوشبو محسوس کر کے سر اٹھایا تو شیو دیوتا کے قدموں تلے کی زمین کانپ گئی۔"

''پونم تم''شیو دیوتا نے آہستہ سے کہا...... تو پونم کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

اس نے سسکتے ہوئے کہا! پونم کی محبت کو آزمایا جا رہا ہے بھگوان کی قسم پونم مصیبت کے سامنے ثابت قدم رہے گی۔

گھن شام ٹھاکر نے ایک مکروہ قسم کا بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! بھگوان یہ راجکماری چندر کانت کی ہمراز سہیلی پونم

ہے......اور یہ قیدی حاکم بنگالہ کے لشکر کے سپاہی ہیں۔

شیو دیوتا نے غضبناک نظروں سے گھن شام ٹھاکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم نے واقعی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے مہاراجہ اور ماتا مہارانی تمہیں بہت بڑے انعام کا مستحق سمجھیں گے ایک بے دوش اور کمزور لڑکی کو اٹھا کر تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ لگتا ہے تم نے کوئی بہت بڑا ملک فتح کرلیا ہے...... جب انسانیت کی توہین پر رونے کی بجائے لوگ قہقہے لگانے کے عادی ہو جائیں تو بھگوان کا قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔"

پھر اس نے نرملا سے چادر لے کر پونم کے عریاں بدن کو ڈھانپتے ہوئے کہا! اور ندے ظلم کی دنیا میں اس وقت تم اس مقام پر آ پہنچے ہو جہاں آگے ایک عذاب ناک موت کے سوا تمہارے لئے کچھ بھی نہیں رہا......

نرملا پونم پر جھکی ہوئی بلک بلک کر رو رہی تھی۔"

گھن شام نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! تم خوش نہیں ہو...... عجیب بات ہے۔"

شیو دیوتا نے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا! کون کہتا ہے ہم خوش نہیں ہیں۔ احمق آدمی ہم بہت خوش ہیں...... بھگوان کی قسم ہم بہت خوش قسمت ہیں اور ہماری خوشی کی وجہ یہ ہے کہ اب تم سب پر بھیانک یوم حساب شروع ہو چکا ہے۔ ان مظلوموں کے زخموں سے بہنے والی خون کی بوندیں پھانسی کے پھندے بن کر اس ملک کے ظالموں کی ہلاکت کا سبب بننے والی ہیں...... آگ اور خون تمہارا مقدر ہے ہم دیکھ رہے ہیں موت کے ہزاروں فرشتے تمہارے تعاقب میں بہت قریب پہنچ چکے ہیں...... مکافات عمل کی چکی کی آواز تم نہیں سن سکتے کیونکہ بھگوان کے غضب سے تم اندھے گونگے اور بہرے ہو چکے ہو اس کے سخت پاٹوں کی آواز ہم قریب تر محسوس کر رہے ہیں تمہاری ظالمانہ زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔'

گھن شام نے ناگواری سے کہا! ہم اپنی توہین برداشت کرنے کے عادی نہیں ہیں ہم نے راج پاٹ کی رکھشا کے لیے ایک بہت بڑا کام کیا ہے بہتر ہے اس معاملے میں دخل نہ دیا جائے دیوتا کی باتوں کا پرجا پر اثر ہوگا...... لوگ ہمارے خلاف ہو سکتے ہیں۔"

شیو دیوتا نے کہا! اب تمہارے لوگ تمہارے حق میں رہیں یا خلاف ہو جائیں تمہاری ہلاکت کی گھڑی کو کوئی نہیں ٹال سکتا کیونکہ بھگوان تمہارے خلاف بڑے سخت فیصلے کر چکا ہے۔

گھن شام نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنے نظریات اور محسوسات کو مندر کی دیواروں کے اندرونی سایوں تک محدود رکھو...... راج پاٹ کے معاملے میں دخل نہ دیا کرو۔"

گھن شام نے سپاہیوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا! "اٹھاؤ اس کمینی کو۔"

"نہیں" نرملا نے ایک سپاہی کے اٹھتے ہوئے ہاتھ سے تازیانہ چھین کر کہا! ہم یہ وحشیانہ تشدد برداشت نہیں کریں گے۔

ناگ ماتا! گھن شام نے کہا! اگر تم یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی تو پھر مہاراجہ کی نگری سے بہت دور کسی دوسرے سنسار میں چلی جاؤ یہاں تو مہاراج پاٹ کے بدخواہوں کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کیا جائیں گا...... تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ آگے چل کر اس چڑیل کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔"

پونم نے لڑکھڑا کر اٹھتے ہوئے ایک عزم سے کہا! "ناگ ماتا" اور شیو دیوتا ہم تمہارے بے حد ممنون ہیں۔ تمہاری دردمندی ہمارے لئے کافی ہے...... بھگوان کی قسم ہم ان مظالم سے ڈرنے والے نہیں ہیں...... ہم نے سرفروشی کا شیوہ اور سلیقہ اپنا لیا ہے...... ان درندوں کے پاس موت سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے...... ناگ ماتا تمہاری قسم لگتا ہے ہم بڑے سہانے خوابوں کے جزیرے میں جا رہے ہیں۔ ان درندوں کے خیالوں میں موت کسی بہت بڑی ناقابل برداشت تلخی کا نام ہے۔ مگر ہم موت کو ایک خوشگوار دائی زندگی سمجھتے ہیں۔"

شیو دیوتا نے آگے بڑھ کر نرملا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا! نرملا اس کی آتما کے اندھیروں میں بھگوان نے پریت کا دیپ جلا دیا ہے۔ جسے بجھانا ان درندوں کے بس کی بات نہیں......"

پونم چل پڑی...... نرملا اور شیو دیوتا ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے ان دونوں کی آنکھیں پرنم تھیں ایک بار پھر خوشیوں کے شادیانے وحشیوں کے نعرے اور ظلم کے نقارے بجنے شروع ہو گئے۔ مسلمان قیدی ان کے سامنے سے گزرتے رہے۔ شیو دیوتا کے پھڑ پھڑاتے ہوئے ہونٹوں پر دعائیں مچلنے لگیں تھیں وہ بار بار پرنم آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتا تھا...... نرملا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رو رہی تھی۔ سپاہی قہقہے لگاتے ہوئے کوڑے برساتے ہوئے جا رہے تھے۔"

جب پورا لشکر گزر گیا تو شیو دیوتا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا! نرملا اپنے لوگوں کو باخبر کر دو کہ وقت کی شہادت گاہ میں قدم رکھنے کا وقت آ گیا ہے سب لوگ سپاہیانہ لباس پہن کر تیار ہو جائیں ہو سکتا ہے ہمیں آج رات کسی وقت اپنی کاروائی شروع کرنی پڑے ہم مہاراجہ کے دربار میں جا رہے ہیں دیکھتے ہیں کون کون ظالم ان مظلوموں کے قتل کے محضر پر اپنی مہریں ثبت کرتا ہے جبر کا عفریت اپنی انتہاؤں پر پہنچ کر کیا کرتا ہے...... ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے۔"

پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا! راجکماری کے گرد اپنے حفاظتی حصار کو مزید مضبوط کر دیا جائے پونم گوشت پوشت کی تخلیق ہے کبھی بڑے بڑے جی داروں کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ معلوم ہے مہاراجہ اس سے راجکماری کے بارے میں معلومات حاصل کریگا۔ ہو سکتا ہے وہ بیچاری تشدد کے سامنے کسی مقام پر ہار جائے...... ہمیں ہر قسم کی صورت حال کی مقابلے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ وقت میں اب بڑی تیزی سے تبدیلیاں ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اگلے چند روز بڑے طوفانی اور ہوش ربا قسم کے ہو سکتے ہیں...... نرملا ہم سب کو اس اعتماد اور یقین کے بھروسے سے اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا ہو گا۔ کہ ہم حق پر ہیں اور حق کو بہر صورت کامیابی حاصل ہوتی ہے۔"

نرملا نے اپنی خوبصورت چھلکتی ہوئی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے ایک عزم کے ساتھ کہا! دیوتا جہاں تک ہمارے بس میں ہو گا ہم حق وصداقت کی حمایت کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے ہم پوری طرح سے چوکس اور ہوشیار ہیں۔ ہم ابھی جا کر اپنے ساتھیوں کو نئی صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں۔"

شیو دیوتا نے کہا! ٹھیک ہے تم جاؤ...... ہم دربار میں جاتے ہیں ہو سکتا ہے ہماری کوشش سے پونم اور دوسرے قیدی ظلم وستم اور جبر وتشدد کی ظالمانہ کاروائیوں سے بچ جائیں...... تم اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے تیاری کا حکم دے دو......

سورج مغربی پربت کی چوٹیوں کی اوٹ میں ڈھلتا جا رہا تھا...... مہاراجہ کرشن کمار سونے کے خوبصورت تخت پر کسی جابر فرعون کی طرح غرور سے گردن اکڑائے بیٹھا تھا اس کے دائیں جانب ماتا مہارانی سنہری مسند پر براجمان تھی۔ دونوں کی آنکھوں میں ایک مخصوص قسم کی شیطانی چمک نمایاں تھی۔

ایک قبائلی سردار نے مہاراجہ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے کہا! فضاؤں میں اڑتے ہوئے ہزاروں پرندوں کی اڑانوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر قلعے کے اردگرد پھیلے ہوئے جنگلوں میں داخل ہو چکے ہیں۔"

مہاراجہ نے غصے سے کہا! ہم جانتے ہیں ان کی موت ان کو یہاں ضرور لائے گی......ان پربتوں کے اندر چھپی ہوئی گہری تاریک گھاٹیاں بڑی بے تابی سے ان کا انتظار کر رہی ہیں...... دنیا دیکھے گی کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ کوئی ایک بھی بچ کر نہیں جائے گا...... چند دنوں بعد ہماری بہادر سینا بنگال پر بادلوں کی طرح چھا جائے گی......ہم اپنی بے اندازہ شکتی سے ایک بہت بڑے ملک کے بہت بڑے مہاراجہ ہوں گے...... بنگال کی سرزمین ہمارے جوتوں کے تلوے چاٹنے کے لیے بے قرار ہے...... ہم بہت جلد چاروں طرف ہندومت کے وقار کے پھریرے لہرانے والے ہیں۔ ہم بھگوان کی پوتر دھرتی کو مسلمانوں کے لہو سے دھو کر اپنے خوابوں کی جنت بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

شیو دیوتا نے تخت گاہ کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کہا! تم جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنے کے عادی ہو چکے ہو...... تم اپنے ساتھ اس ملک کے لاکھوں معصوم لوگوں کو ہلاکت کے اندھے گڑھے کی طرف لے جا رہے ہو بھگوان کا قانون تمہارے خلاف حرکت میں آ چکا ہے...... دیکھتے ہیں تم کس طرح اپنی طاقت کی شکتی سے فطرت کے خلاف جنگ لڑتے ہو۔"

ماتا رانی پر ایک خوف سا طاری ہو چکا تھا اس نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! شیو دیوتا ایسی باتوں سے ہمارا دل دکھتا ہے۔"

شیو دیوتا نے درباریوں پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا! جو دوسروں کا دل دکھاتے ہیں اس کے دل کو دکھنے سے بچانا بہت مشکل ہوتا ہے...... ماتا مہارانی ہم تمہارے سنسار سے جا رہے ہیں...... اب یہاں ہماری ضرورت نہیں رہی ہم صدیوں کے بیٹے ہیں اور صدیوں کی وسعتوں میں گم ہو جائیں گے۔ تمہاری نظریں نجانے کتنے جنموں کی گرد میں ہمیں تلاش کریں گی مگر ہم نہیں ملیں گے۔"

نہیں دیوتا نہیں دیا کیجیے ہمیں تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ اس وقت ہمیں تمہاری مہان شکتی کی بڑی ضرورت ہے...... دیوتا اپنے سیوکوں کی ضرورتوں سے بے نیاز نہیں ہوتے۔"

شیو دیوتا نے کہا! ہم تمہاری انہی ضرورتوں کو پورا کرنے کی خاطر آکاش کے نیلے ساگروں سے نکل کر یہاں آئے تھے۔ مگر اس وقت تمہارا بیٹا ہم سے بے نیاز ہو چکا ہے۔

مہاراجہ نے تخت سے اٹھتے ہوئے کہا! ہم اپنے دیوتا سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ہمیں قدم قدم پر دیوتاؤں کی کرپا کی ضرورت ہے۔"

شیو دیوتا نے کہا! مہاراجہ آرام سے تخت پر بیٹھ کر چند دن کے لیے چین سے بانسری بجاؤ۔"

''نہیں دیوتا'' ماتا مہارانی نے شیو دیوتا کے قدموں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ایسی باتیں نہیں کرو ہماری آتما کانپ رہی ہے۔''

شیو دیوتا نے جھک کر ماتا مہارانی کو اپنے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا! تمہاری محبت کا خلوص ہمارے پاؤں کی زنجیر بن جاتا ہے...... ہم مجبور ہو جاتے ہیں...... ہمارے من میں مہاراجہ کے لیے ایک نرم گوشہ ہے مگر یہ چند بدروحوں کے آسیب کا شکار بنا ہوا ہے۔''

''آسیب'' ماتا مہارانی نے کہا! بدروحوں کے آسیب کا ہمارے بیٹے پر سایہ ہے...... ہمیں پہلے تو نہیں بتایا گیا۔''

شیو دیوتا نے کہا! سب سے بڑا آسیب تو تمہارا بیٹا خود ہے۔ جو آسام کو بربادی کی طرف لے جا رہا ہے۔''

مہاراجہ نے بگڑتے ہوئے کہا! ماتا جی! شیو دیوتا کو جانے دو...... اتنی بڑی خوشی کو ہم خوف کے دھوئیں میں گم نہیں ہونے دیں گے۔''

شیو دیوتا نے کہا! تم کس خوشی کا جشن منانا چاہتے ہو۔

مہاراجہ نے زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ان کے زخموں سے رستا ہوا لہو ہماری فتح کی خوشی کی علامت ہے۔ ہمارے سیناپتی نے کھاڑی اور اس کے آس پاس تمام علاقوں سے مسلمانوں کا صفایا کر دیا ہے۔ شیو دیوتا اور ناگ دیوتا کے پوتر مندر مسلمانوں کی ناپاک موجودگی سے پاک کر دیے گئے ہیں...... ہمارے لیے یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔''

شیو دیوتا نے سیناپتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! مہاراجہ ہم نے کہا ہے تم آسیب کی گرفت میں ہو تم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہو...... سیناپتی نے جھوٹ کی کہانی سنائی ہے ہم ان مندروں کے دیوتا ہیں ہمیں معلوم ہے ہمارے مندر میں کیا ہوا ہے کیا ہو رہا ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ سیناپتی اور اس کی سینا نے جنگ نہیں لڑی بلکہ چوروں ڈاکوؤں کی طرح رات کے اندھیرے میں چھپ کر ان چند سو جوانوں اور پونم کو اغوا کرنے کا بھیانک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمارے مندروں میں مسلمان بدستور موجود ہیں۔''

سیناپتی نے کھڑے ہو کر کہا! مہاراج! ہم احتجاج کرتے ہیں شیو دیوتا ہماری توہین کر رہے ہیں۔''

ایک مسلمان قیدی نے کہا! یہ تمہاری توہین نہیں کر رہے بلکہ تمہاری بہادری اور جوانمردی کے افسانے کی حقیقت بیان کر رہے ہیں...... تم نے اپنے مرتبے اور منصب کی توہین کی ہے بخدا اگر ایسی کمینگی اور بزدلی کی حرکت کوئی ہمارا سردار کرتا تو اسے مسند پر عزت سے بٹھانے کی بجائے تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتا تم نے چوروں اور ڈاکوؤں جیسا کردار ادا کیا ہے۔

اسی لمحے راجہ سبھاش دربار میں داخل ہوا اس کا لباس گرد آلود تھا۔

اس نے مہاراجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! مہاراج مسلمانوں کے لشکر بڑی تیزی سے راجدھانی کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے ایک لشکر نے کل سے مارھی کے قلعے کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ وہ جنگل میں جابجا کھلی راہیں بناتے ہوئے آ رہے ہیں۔''

مہاراجہ کے چہرے پر سوچوں کا جال بچھ گیا اس نے کہا! مارھی کی حفاظت کے لیے تم نے وہاں کتنے سینکوں کو چھوڑا تھا۔

راجہ سبھاش نے کہا! مہاراج! ہم نے وہاں دس ہزار کے لگ بھگ سپاہی چھوڑے تھے۔ مہاراج ہم بہت پریشان ہیں اگر مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا تو بہت برا ہو گا۔ ہمارا خاندان تباہ ہو جائے گا۔''

مہاراجہ نے ماتھے پر پسینے کی بوندیں دیکھ کر شیو دیوتا نے کہا! مہاراجہ ابھی چند لمحوں پہلے تم طاقت کی شکتی سے بڑے مہان دیوتا بنے بیٹھے تھے ایک چھوٹی سی خبر نے تمہاری شکتی کی کمر توڑ ڈالی ہے اب تمہارے ماتھے پر تشویش بھری سوچوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اندیشوں کے اندھیروں میں ڈوبتی ہوئی تمہاری آنکھیں اس حقیقت کی غمازی کر رہی ہیں تم اندر سے خوفزدہ ہو کر ٹوٹ پھوٹ گئے ہو۔ گھمنڈ اور غرور کی شکتی کا پربت ریت کے گھروندے کی طرح ایک جھٹکے سے پیوند خاک ہو گیا ہے جو لوگ اپنے دیوتاؤں اور اوتاروں کا اپمان کر کے انکا من دکھاتے ہیں وہ سکھ نہیں پاتے دکھوں اندیشوں اور پریشانیوں کے بھوت دن رات ان کے پیچھے لگے رہتے ہیں..... مہاراجہ تم نے ہمیں آج بہت دکھی کیا ہے.....اب تم جدھر دیکھو گے اپنے آپ کو دکھوں میں گھرا ہوا پاؤ گے۔

نہیں مہاراجہ نے اٹھ کر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! دیوتا! بددعائیں نہ دیجئے شما کر دیجئے.....

شیو دیوتا کو بھی ایسے موقع کی تلاش تھی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! تم نے نجانے کیا سوچ کر گستاخ بیانی کی ہے..... ہم چاہتے تو ابھی اسی وقت اس قلعے کو ملبے کا ڈھیر بنا دیتے مگر کیا کیا جائے ہم تمہاری ماتا کی وجہ سے مجبور ہیں۔ تمہاری ماتا کی محبت ہمارے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے۔" یہ کہہ کر شیو دیوتا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔"

مہاراجہ نے دربار برخواست کرتے ہوئے کہا! قیدیوں کو کھاڑی کے بندی خانے میں ڈال دیا جائے..... حکم کی تعمیل ہو گی۔"

بغلی دروازے سے نکلتے ہوئے مہاراجہ نے پیچھے آتے ہوئے مکروہ شکل جلاد کو کہا! تمام قیدی تا حکم ثانی تمہاری تحویل میں ہونگے.....کل دو پہر اکھاڑے میں دنگل کا اہتمام کیا جائیگا تماشہ دیکھے بڑے مدت ہوئی ہے..... تم جا سکتے ہو تم ہمارا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔"

جلاد نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج کے حکم کی تعمیل ہو گی..... آج کی رات تمام درندوں کو بھوکا رکھا جائیگا.....کل تک جو قیدی زندہ بچ جائیں گے ان کا بھوکے درندوں سے مقابلہ کرایا جائیگا۔

مہاراجہ نے ہنستے ہوئے کہا! اس معاملے میں تم بہت سمجھدار ہو.....اب جا سکتے ہو۔"

شام ڈوب چکی تھی۔ شفق کی سرخیاں اندھیروں میں گھلتی جا رہی تھیں..... قندیلیں اور مشعلیں جلائی جا رہی تھیں۔"

مہاراجہ نے گھن شام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم چاہتے ہیں مارھی کے قلعے کا محاصرہ کرنے والے لشکر پر ایک زبردست قسم کا شب خون مارا جائے۔"

نیلم کمار نے کہا! مہاراج کی وچار بڑی وزنی ہے..... عجیب عجیب خبروں کی دہشت ناکی سی پھیلی ہوئی ہے.....لوگ خوفزدہ ہو رہے ہیں راجہ سبھاش چند کی گھبراہٹ نے سب کو پریشان کر دیا ہے.....ایک کامیاب شب خون مار کر ہم اپنے سینکوں کے گرتے ہوئے دھیرج کو بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

مہاراجہ نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تمہارا کیا خیال ہے؟

گھن شام نے کہا! پردھان منتری کی بات بڑی وزنی ہے مگر....."

وہ خاموش ہو گیا تو مہاراجہ نے کہا! تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے دھڑک کہو۔

گھن شام نے کہا! مگر شب خون مارنے والی سینا کی قیادت کون کریگا۔ ہمیں بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

نیلم نے گرم لوہے پر ایک دوسری ضرب لگاتے ہوئے کہا! مہاراج اب سوچنے کا وقت نہیں رہا ہے اب تو فوری اقدامات کا وقت ہے بھگوان نہ کرے اگر مسلمانوں نے دھامنی کے بعد ماڑھی پر قبضہ کر لیا تو اس کے بہت برے اثرات مرتب ہونگے۔ پرجا کی سینا کا...... سیناپتی سے اور مہاراجہ سے اعتبار اٹھ سکتا ہے۔

تم ٹھیک کہتے ہو پردھان منتری جی مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ شب خون مارنے والی سینا کی قیادت کون کرے گا۔"

گھن شام نے کہا تو نیلم کمار نے کہا! راجہ سبھاش چند اور لچھمن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے ان دونوں کی موجودگی میں ان سے بہتر کسی دوسرے آدمی کی تلاش میں فکر مند ہونا فضول ہے۔

مہاراجہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا! راجہ سبھاش جی! تم اسی وقت روانہ ہو جاؤ...... کل شام تک لوٹ آنا۔"



شام کے سرمئی ملگجے دھندلکے رات کے اندھیروں میں ڈوب رہے تھے۔ ہر طرف قندیلوں اور مشعلوں کی پراسرار روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ آسمان پر بڑی تیزی سے ستاروں کی انجمن آرائی ہو رہی تھی۔ نرملا شیو دیوتا کے انتظار میں کھڑی تھی کہ اچانک ایک طرف سے شیو دیوتا نمودار ہو کر اس کے سامنے آ گیا۔"

نرملا نے بڑی عقیدت اور محبت کے والہانہ انداز سے اس کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! آج دیوتا نے بہت انتظار کروایا ہے نجانے کیوں آج ہمارے من میں خوف کی پرچھائیاں لہرا رہی ہیں۔ بھگوان جانے کیا ماجرا ہے ہم ایسے کمزور تو کبھی نہیں تھے۔"

شیو دیوتا نے حسب عادت اسے محبت سے اٹھاتے ہوئے کہا! تم سچ کہتی ہو نرملا دیوی! خوف انسانی فطرت کا ایک اہم حصہ ہے جس کی شدتوں کے احساس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

نرملا نے شیو دیوتا کے لہجے کی گھمبیرتا اور اداسی کو محسوس کرتے ہوئے تڑپتے دل کے جذبوں سے کرب کا اظہار کرتے ہوئے کہا! دیوتا تم بھی پریشان ہو بات کیا ہے؟

شیو دیوتا نے نرملا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چلتے ہوئے کہا! نرملا کمرے میں چلتے ہیں یہاں کربنا کیوں کا اظہار کرنا مناسب نہیں ہے......

نرملا اس کے قدموں کے ساتھ قدم ملا کر چلتی جا رہی تھی۔ مندر کے پجاری اور یاتری راہداری کے دونوں طرف کھڑے بھجن گا رہے تھے۔

شیو دیوتا ان کی محبتوں کے جواب میں محبت بھرے تبسم کے پھول برساتا ہوا ایک وقار سے اپنے کمرے کی جانب بڑھتا جا رہا تھا۔"

اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ کر شیو دیوتا نے اندر سے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا! نرملا تم نے سن لیا ہوگا کہ سنیا پتی گھن شام نے ڈاکوؤں اور بزدلوں کی طرح چھپ کر دھوکے سے راجکماری چندر کانت کی سہیلی پونم کو اغواہ کر لیا ہے۔

نرملا نے خوف اور حیرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا! پونم کو گرفتار کر لیا گیا ہے اوہ بھگوان یہ تو بہت بری خبر ہے اس پر تشدد کر کے راجکماری کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اگر پونم نے سب کچھ بتا دیا تو کیا ہوگا......اب کیا کیا جائے؟

شیو دیوتا نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا!

نرملا! گھبرانے اور فکر مند ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جس طرح اونچے اونچے پہاڑوں کی فلک بوس چوٹیوں پر برسنے والی بارش کا پانی اپنی راہوں کو ڈھونڈ لیا کرتا ہے بالکل اسی طرح ہم بھی اپنے مقاصد کی کامیابی کی راہیں تلاش کر لیں گے تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدیوں کے بیٹے ہیں ہم اس سنسار کی اونچی نیچی تمام راہوں سے واقف ہیں۔ ہم نے پونم کو دیکھا ہے اس کے بدن پر لگے ہوئے زخم کے سارے نشان دیکھے ہیں اس نرم و نازک پھول سی لڑکی کی آتما میں غضب کی شکتی ہے ہم نے محسوس کیا ہے کہ اس کے اندر پربتوں کا عزم و استقلال ہے اسے جھکانا مہاراجہ اور اسکے پالتو باولے کتوں کے بس سے باہر ہے۔ خونی درندوں نے اس معصوم پر ظلم و بربریت کی انتہا کر دی ہے مگر ہم نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ستم ایجاد مہاراجہ کے خونی سپاہیوں کی ہر ظالمانہ کاروائی کا بڑے صبر سے مقابلہ کر رہی تھی۔ ظالموں نے اس کے باوجود اسکے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔"

نرملا رونے لگی تو شیو دیوتا نے کہا! نرملا کبھی کبھی ساحل کے قریب پہنچ کر بھی کشتیاں ڈوب جاتی ہیں مگر ہم نے اپنی کشتی کو ہر قیمت پر ہر صورت کنارے تک پہنچانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ پونم کی ہمت اور دلیری نے ہمیں ایک نئے انداز کے حوصلے سے روشناس کیا ہے۔ ہمیں منزل کے قریب آ کر تھکنا اور ہارنا نہیں ہے دو چار قدم کی بات ہے۔"

نرملا نے کہا! دیوتا جی! ہم تھکے ہیں نہ ہارے ہیں ہم اپنے فکر میں رونے والی مخلوق میں سے نہیں ہیں ہمیں تو پونم کی بے بسی اور بیکسی رلا رہی ہے۔ آخر کب تک وہ معصوم سی کمزور لڑکی ظلم و ستم کے طوفانوں کا مقابلہ کرتی رہے گی۔

نہیں! شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! وہ بیکس نہیں ہے ہم اسے جبر و تشدد کی آگ میں نہیں جلنے دیں گے۔ ہم نے اس کی حفاظت کا ارادہ کر لیا ہے۔ اب عفریتیوں کے آسیب سے ٹکرانے کا وقت آ گیا ہے۔ اب تلوار اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔"

پھر اس نے جلدی جلدی سپاہیانہ لباس پہنتے ہوئے کہا! اب یہ تلوار اس وقت تک بے نیام رہے گی۔ جب تک ظلم کی اس ہولناک اندھیری رات کی نحوستوں کے ڈراؤنے سائے آسام کی دھرتی سے دور نہیں ہو جاتے...... پونم کے ساتھ کچھ اسلامی لشکر کے سپاہی بھی قید ہوئے ہیں مہاراجہ نے ان سب کو زندان میں بند کرنے کا حکم دیا ہے کل کسی وقت ان مجبوروں پر بھوکے درندوں کو چھوڑ کر مہاراجہ اپنی بھٹی آتما کی تسکین کا سامان کرنے والا ہے مگر ہم آج کی رات کی صبح سے پہلے حالات کے دھارے کا رخ تبدیل کرنا چاہتے ہیں ہم ہاشم اور دوسرے ساتھیوں کو خبردار کرنے بندی خانے میں جا رہے ہیں...... جب تک ہم لوٹ کر نہیں آ جاتے تم نوتن کماری اور اس کی ماتا کی حفاظت کرو گی۔"

مگر دیوتا مہاراج......"

شیو دیوتا نے زرہ اور خود کی کڑیوں کو ایک دوسرے میں پیوست کرتے ہوئے کہا! نرملا تم یہاں تنہا نہیں ہو گی ہماری نظریں تمہاری حفاظت کرتی رہیں گی۔"

"نہیں دیوتا نہیں" نرملا نے کہا! ہم اپنی حفاظت کی بات نہیں کر رہے...... ہم تمہیں آگ اور خون کے ساگر میں تنہا نہیں جانے دیں گے۔ ہم تمہارے وجود سے الگ نہیں رہ سکتے۔ ہم قدم قدم منزل منزل تمہارے ساتھ رہیں گے۔"

شیو دیوتا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! نرملا! تم قدم قدم منزل منزل ہمارے ساتھ رہو گی ہمیں تمہاری وفاؤں پر بڑا ناز ہے تمہاری محبت کے خلوص کا اجالا ہماری راہوں کو جگمگاتا ہے۔ ہم تم سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہو سکتے یہ تو آزمائش کا ایک مرحلہ ہے۔ جسے ہم دونوں نے اپنے اپنے انداز سے طے کرنا ہے۔ تمہیں معلوم ہے یہ مندر ہمارا مضبوط مورچہ ہے۔ اگر ہم نے وقت سے پہلے اس مورچے کو دشمن کے لئے خالی کر دیا تو ہماری مشکلات میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائیگا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں ظلم کی آگ بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم اس آتش غرور میں بے خطر کود جانے کی ہمت اور جذبے سے پوری طرح سرشار ہیں۔ مگر نرملا وقت کے تقاضے کے مطابق ہم نے اس آگ کو بجھا کر ان لاکھوں لوگوں کو بچانا ہے۔ جو اس جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔ اگر ہمارے تمہارے جل جانے سے فطرت کے مقاصد کی نگہبانی ہو سکتی ہے تو ہم کب کے تمہارا ہاتھ تھامے اس آگ میں کود چکے ہوتے ہم اس آگ کے شعلوں کی بانجھ سلگتی ہوئی کوکھ سے بہاروں کے پھولوں کو جنم دینے کے منصوبے لے کر آئے

ہیں۔ہم ظلم کے ان سناٹوں میں زندگی کی نغمگی بکھیرنا چاہتے ہیں۔ ابھی شیودیوتا کی گفتگو جاری تھی کہ باہر دروازے پر دستک ہوئی۔"

نرملا نے باہر کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے دروازہ کھول کر پوچھا! کون ہو؟...... دیوتا اس وقت گیان دھیان میں مصروف ہیں...... درشن نہیں دیں گے۔

ایک پجاری نے نے کہا! نرملا دیوی جی! دیوتا سے کہو جگن ناتھ دیوتا کے مہاماتر اور کچھ یاتری بڑی دور سے آئے ہیں اور وہ اس وقت درشن کی ضد کر رہے ہیں۔

شیودیوتا نے پجاری کی آواز سن لی تھی اس نے کہا! اجازت ہے......

نرملا دروازے سے ہٹ آئی...... کمرے کا چوبی دروازہ چرچرایا۔اور پھر جگن ناتھ دیوتا کا مہاماتر اسماعیل اور شیکھر ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔

مہاماتر نے آگے بڑھ کر شیودیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! بھگوان کی بڑی کرپا ہے جس نے ہم پاپی لوگوں کو شیودیوتا کے درشن کا موقع دیا ہے۔"

شیودیوتا نے مہاماتر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! مہاماتر ہم تم سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ تم سب یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہو۔کیونکہ ہم تمہارے چہروں پر لکھی ہوئی تحریروں کو پڑھ رہے ہیں۔"

پھر اس نے اسماعیل کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا! نوجوان تم کون ہے؟

اسماعیل کے بولنے سے پہلے مہاماتر نے کہا! اس کا نام راجو ہے۔"

راجو! شیودیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! بہت اچھا نام ہے اگر یہ نوجوان اپنا نام خود بتاتا تو کچھ اور لطف ہوتا۔بہرکیف راجو پیارا نام ہے یاد رکھنا کسی مقام پر بھول نہیں جانا۔

اسماعیل نے آگے بڑھ کر شیودیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج ہم سب ایک خاص مقصد کی خاطر یہاں آئے ہیں ہمیں آپ کی مدد چاہیے۔"

کہو راجو...... شیودیوتا نے محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! "ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں۔"

مہاماتر نے نرملا کی طرف دیکھ کر کہا! ہم تنہائی میں اور علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

شیودیوتا نے شیکھر کی طرف دیکھ کر کہا! "غالباً" تمہارا نام شیکھر ہے"

شیکھر نے شیودیوتا کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! پھر تو دیوتا کو ہمارے آنے کی غرض کا علم بھی ہوگا۔

شیودیوتا نے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے کہا! "شیکھر دروازہ بند کر دو"

شیکھر نے دروازہ بند کر دیا تو شیودیوتا نے کہا! یہ نرملا ہے کوئی حکمت عملی اس سے پوشیدہ نہیں ہے یہ ہمارے عزائم کی روح رواں ہے۔

جو کچھ کہنا ہے تم بے دھڑک کہہ سکتے ہو...... کم سے کم لفظوں میں اپنی بات مکمل کرو۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہمیں پونم کی بڑی فکر ہے۔"

شیو دیوتا نے کہا! تمہارا نام اسماعیل ہے۔

اسماعیل نے سر جھکاتے ہوئے کہا! جی مہاراج! اور اس ساری مصیبت کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے۔ ہماری کم عقلی اور نا تجربہ کاری سے سب کچھ ہوا ہے۔ ہم اپنے خون کے چھینٹوں سے بدنامی کے اس داغ کو دھونا چاہتے ہیں۔"

پھر اسماعیل نے اسے مختصر لفظوں میں ساری داستان سنائی تو شیو دیوتا نے کہا! تمہارا کوئی قصور نہیں ہے یہ سب کچھ پونم اور دوسرے اسیروں کی قسمت میں لکھا جا چکا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کندن کو زیور بن کر کسی نازنین کے حسن کا سنگھار بننے سے پہلے کئی تپتی ہوئی کٹھالیوں کے مشکل سفر طے کرنے پڑتے ہیں۔ سچائی کی راہوں پر سرخروئی بڑی آزمائشوں کے مراحل عبور کرنے کے بعد ملا کرتی ہے۔ تم دل چھوٹا مت کرو یہ بتاؤ تم کتنے لوگ ہو اور کس طرح سے قلعے میں داخل ہوئے ہو"

مہاماتر نے کہا! ہم پچاس کے لگ بھگ ہیں سب کے سب پجاریوں اور سناسیوں کے بھیس میں ہیں جس وقت راجہ سبھاش چند کا لشکر قلعے سے نکل رہا تھا اس وقت ہم قلعے میں داخل ہوئے ہیں۔"

پھر شیو دیوتا نے پوچھا! مہاماتر جی! تمہیں کسی نے پہچانا تو نہیں۔"

مہاماتر نے کہا! ہم نے اپنی شناخت کو چھپانا مناسب نہیں سمجھا۔"

شیو دیوتا نے کہا! ٹھیک ہے تم یہاں ٹھہرو ہمارا خیال ہے اب تک مہاراجہ کو خبر پہنچ چکی ہوگی وہ تمہیں بلانے والا ہوگا۔"

پھر اس نے اسماعیل اور ششیکھر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟

اسماعیل نے کہا! وہ مندر کے بڑے دروازے کے قریب موجود ہیں۔"

شیو دیوتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! تم سب مسلح ہونا!

اسماعیل نے کہا! "ہم خنجروں اور چاقوں سے مسلح ہیں۔"

ٹھیک ہے تم ہمارے ساتھ آؤ...... لمحہ بہ لمحہ وقت کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اپنے ساتھیوں کو زیادہ دیر تک اذیتوں کے جہنم میں جلتا نہیں دیکھ سکتے ہم نے ہر قیمت پر پونم اور دوسرے قیدیوں کو درندوں سے بچانا ہے۔

اسماعیل اور ششیکھر شیو دیوتا کے پیچھے پیچھے مندر سے نکل گئے۔ شیو دیوتا جب مندر کے دروازے پر پہنچ گیا تو اسماعیل کے سپاہیوں نے بڑے والہانہ انداز سے اس کا خیر مقدم کیا۔

شیو دیوتا نے آہستہ سے کہا! تمہارے آنے سے ہمارے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ تمہارے آنے سے منزلوں کی مسافتیں سمٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ یہ لوگ تیزی سے زندان تک پہنچ گئے۔"

شیو دیوتا نے بندی خانے کے داروغہ پرکاش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! نیک دل انسان آخری معرکے کا وقت آ پہنچا ہے۔ ہم سب جس

مقصد کی خاطر اندر ہی اندر ایک عرصے سے جدوجہد کر رہے تھے اس کے حصول کا وقت آ گیا ہے۔ تلواریں اٹھانے اور بے نیام کر کے حوادث سے ٹکرانے کا وہ لمحہ سامنے آ کھڑا ہوا ہے جس کا ایک عرصے سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ ہم اپنے ساتھیوں کو لینے آئے ہیں۔''

پرکاش نے بندی خانے کا دروازہ کھولتے ہوئے جذبات کی شدت سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا! دیوتا مہاراج بھگوان کی کرپا سے جس طرح ہم آج سے پہلے کے حالات کا بڑی کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ آئندہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی ظلم کی آگ بجھ کر راکھ بن جائے گی۔ ہم اپنے لہو کی بوندوں کی بارش سے اس آگ کو بجھا دیں گے۔ جو سب کچھ جلانے پر تلی ہوئی ہے۔ ہمارا دل کہتا ہے اس رات کی صبح بڑی سندر اور سہانی ہو گی...... سندرتا کی برکھا رت اپنی بہاروں کیساتھ قریب آ چکی ہے......

جب یہ لوگ بندی خانے داخل ہوئے تو شیو دیوتا نے ہاشم کو سارے حالات سے باخبر کرتے ہوئے کہا! ہاشم تمہیں معلوم ہے خدا نے موسیٰ کو اس کے جانی دشمن فرعون کے گھر میں پروان چڑھایا تھا۔ اس کی ذات قادر ہے ان غیر یقینی حالات میں بھی ہمارے سامنے دور دور آسوں اور امیدوں کے دیئے جھلملا رہے ہیں۔ ہم مایوس نہیں ہیں۔ نراس کے اندھیروں کی پورش پریشان کن کہیں بھی نہیں ہے۔ ہمارے جذبوں کے خلوص کی صداقت ہمارا حوصلہ ہے۔ تم اسی وقت جنگ کے لیے ہتھیار سجا کر تیار ہو جاؤ۔ آج کی رات کی ایک ایک گھڑی بڑی قیمتی ہے۔ ہم نے لمحات کی رم جھم تلے بڑی طویل مسافت طے کرنی ہے۔''

پھر اس نے سپیروں کے سردار راموبابا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہمیں یقین ہے تم سب اپنے فرض سے غافل نہیں ہو گے۔ تم نے چٹانوں کی طرح اپنے مقصد اور اپنے وقار کے ناموس کی حفاظت کرنی ہے۔''

پھر اس نے مدھومتی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!''مدھومتی! فکرمند نہیں ہوتا۔''

''ہم فکرمند نہیں ہیں مہاراج'' مدھومتی نے ایک اعتماد سے کہا! بھگوان نے جو کچھ ہمارے نصیبوں میں لکھ دیا ہے ہم بڑی خوشی سے اپنے من میں سمیٹ لینے کی ہمت رکھتے ہیں...... ہماری خواہش ہے کہ ہم اس مشکل وقت میں تمہارے ساتھ رہیں۔''

شیو دیوتا نے کہا! اس کی ضرورت نہیں...... ابھی تمہارے منظر عام پر آنے کا وقت کچھ دور ہے۔''

اس عرصے میں ہاشم نے ہتھیار لگا لئے تھے اس نے تلوار کی دھار کو چومتے ہوئے کہا! بخدا اس وقت کا ہم بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے ہمیں شہادت گاہ کی طرف قدم بڑھانے کا موقع مل گیا ہے۔''

پھر اس نے مدھومتی کی طرف دیکھتے ہوئے جذبات سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا! ہمارے لیے دعا کرنا...... خدا تمہاری دعاؤں کے ایک ایک لفظ کی معصومیت کی لاج رکھے گا......''

اس کے بعد راہ حق کے شہسواروں کا یہ چھوٹا سا قافلہ رات کے اندھیروں میں دیواروں اور درختوں کے سائے کی گہری تاریکیوں سے قلعے کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگا۔ جہاں اکھاڑے کا بندی خانہ تھا۔ جس میں اس وقت اسلامی لشکر کے اسیروں اور پونم کو پابند کیا گیا تھا۔ اس کی لمبائی آدھے کوس کے لگ بھگ تھی اس اکھاڑے کے چاروں طرف محلے کے رہائشی کے مکانات اور وحشی درندوں کے باڑے تھے۔ یہ بڑی

خوفناک اور بدبودار جگہ تھی اس کے درودیوار شیروں کی دہاڑوں سے گونجتے رہتے تھے۔ درندوں کے باڑوں کے بالکل سامنے سزائے موت پانے والے قیدیوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنائیں گئی تھیں۔ اکھاڑے کے عملے میں ماہر تیر انداز شمشیرزن وحشی درندوں کے نگران اور کٹی پھٹی لاشوں کو اٹھانے والے تھے۔ اکھاڑے اور قلعے کی اونچی دیوار کے اس پار نوکیلی چٹانوں والے پہاڑوں کا سلسلہ تھا جن سے کئی چشمے پھوٹتے تھے ان چشموں کو آپس میں ملا کر قلعے کی دیوار کے نیچے سے ایک نہر کی شکل میں نکالا گیا تھا یہ نہر اکھاڑے کے ایک طرف سے گزرتی ہوئی قلعے کے اندر دور تک چلی گئی تھی۔ اکھاڑے کے چاروں طرف کئی ہاتھ بلند دیوار بنی ہوئی تھی اس دیوار کی چوڑائی تقریباً تیس ہاتھ کے لگ بھگ تھی اور اس پر تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے لکڑی کے تختے بچھائے گئے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق اس اکھاڑے میں چالیس پچاس ہزار آدمی بیٹھ کر درندگی کا تماشہ دیکھ سکتے تھے..... مہاراجہ اس کے خاندان اور سلطنت کے دوسرے بڑے بڑے زعما کے لئے ایک حصہ مخصوص تھا۔ اس اکھاڑے کی دیواروں کے اندر چھوٹی چھوٹی بے شمار خوفناک کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ جن کا دروازہ اندر کی طرف اور دوسرا باہر کی طرف کھلتا تھا۔ وحشیانہ کھیل کے روز انہیں کوٹھڑیوں میں قیدیوں اور درندوں کو الگ الگ رکھا جاتا تھا۔ اس اکھاڑے میں داخل ہونے کے لیے دس دروازے بنائے گئے تھے۔ ان میں نو دروازے تو عوام استعمال کرتے تھے اور ایک مہاراجہ اور ان کے درباریوں کے لئے وقف تھا۔ اس خونی اکھاڑے کے نشیب میں دو بڑے بڑے پھاٹک لگے ہوئے تھے۔ جن کو بوقت ضرورت کھولا جاتا تھا۔ ایک پھاٹک کو موت کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ دوسرے کو نام زندگی رکھا گیا تھا۔ زندگی کے نام والے پھاٹک سے پہلے قیدیوں اور پھر درندوں کو اندر لایا جاتا تھا۔ موت کے نام والے پھاٹک سے ان بدنصیبوں کی کچلی ہوئی لاشوں کو باہر نکالا جاتا تھا۔ موت کے بھیانک کھیل کے دوران کئی مزدور تازہ ریت بچھانے پر مامور کئے گئے تھے۔ ایک کھیل ختم ہوتا اور گوشت کے بکھرے ہوئے چھوٹے بڑے ٹکڑے گاڑیوں میں لاد کر باہر لے جاتے خون کو چھپانے کے لئے اکھاڑے کے فرش پر تازہ ریت بچھا دی جاتی اکھاڑے میں بیٹھنے کے لیے مختلف طبقوں کی نشستیں جدا جدا تھیں سب سے آگے مہاراجہ کی نشست تھی اس کے ساتھ دائیں بائیں اس کے خاندان کے لوگ درباری حاشیہ نشین بیٹھتے تھے ان کے پیچھے محافظ دستے کی نشستیں تھیں آخر میں امراء اور فوجی بیٹھتے تھے دوسری جانب عوام بیٹھتے تھے۔ قلعے کے لوگوں کی اکثریت بڑے شوق سے اس ظالمانہ اور وحشیانہ کھیل کو دیکھنے کی عادی تھی۔ اکھاڑے کی طرف جانے والی راہوں پر کھیل والے روز لوگوں کی بھیڑ ہوتی تھی۔ ان میں عورتیں بچے اور بوڑھے بھی شامل ہوتے تھے۔ مہاراجہ کی ستم رانیوں اور بہیمانہ دلچسپیوں نے لوگوں کو اذیت پسند اور بے حس بنا رکھا تھا۔ قلعے میں منادی کرادی جاتی تھی کہ فلاں روز اکھاڑے میں زندگی اور موت کے دروازے کھولے جائیں گے۔ اس وقت بھی قلعے میں منادی ہو رہی تھی۔ منادی کرنے والے ڈھول بجا بجا کر بلند آواز سے اعلان کرتے پھرتے تھے۔"

"کل دوپہر کو اکھاڑے میں زندگی اور موت کے دروازے کھلیں گے..... سیناپتی نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا دیا ہے۔ ان قیدیوں کا شیروں سے دلچسپ مقابلہ ہوگا۔"

منادی سن کر لوگوں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا تھا اور وہ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ گھر گھر میں اکھاڑے میں جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ بوڑھے اور کمزور لوگ اپنے عزیزوں سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں بھیڑ سے بچنے کے لے راتوں رات پہنچا دیا جائے۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ تھا

جس کی دلدل میں آسامی قوم کی ایک بڑی اکثریت ڈوبی ہوئی تھی۔ اس درندگی اور بربریت پر آنسو بہانے والوں کی تعداد بڑی غیر موثر تھی۔ بہر کیف یہ خوش آئند بات تھی کہ اتنے گھور اندھیرے کے باوجود کہیں کہیں جگنوؤں کے چمکنے کا سراغ مل جاتا تھا۔..... شیو دیوتا اسماعیل ہاشم اور شیکھر اپنے پرجوش اور پرعزم ساتھیوں کے ساتھ تاریک راہوں پر چلتے ہوئے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں اکھاڑے کے بندی خانے کے دروازے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر ان لوگوں کے قدم رک گئے۔"

شیو دیوتا نے کہا! لگتا ہے۔ستم ایجاد مہاراجہ کو ہماری کاروائیوں سے باخبر کر دیا گیا ہے۔تم سب یہیں ٹھہر کر ہمارا انتظار کرو ہم آگے جاکر صورت حال کا جائزہ لیتے ہیں۔"

ہاشم نے بغور اندھیرے میں گھور گھور کر دیکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے لوگ ہم سے الجھنے والے ہیں۔

شیو دیوتا نے تیز تیز آوازوں کو سنتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو۔"

ایک آدمی تیز اور غصے سے بھری آواز میں کہہ رہا تھا۔ گستاخو! یہ پردھان منتری ہیں۔ جلدی سے دروازہ کھول دو ورنہ بدترین انجام کے لئے تیار ہو جاؤ۔

شیو دیوتا نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! خداوند تیری رحمتوں کا سمندر بے کنارہ ہے۔

پھر اس نے اکھاڑے کی جانب بڑھتے ہوئے کہا! تم سب یہیں ٹھہرو ہم ابھی آتے ہیں......

پردھان منتری نیلم کمار کے ساتھ چار سو کے لگ بھگ مسلح سپاہی تھے۔"

دروازے کی اندرونی طرف سے کسی نے کہا! مگر اس سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا ہمیں مہاراجہ سے اس سلسلے میں پوچھنا پڑے گا۔"

نیلم کمار نے غصے سے کہا! احمق انسان ہم پردھان منتری خود بول رہے ہیں۔ مہاراجہ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم مسلمان قیدیوں سے پوچھ گچھ کرنے آئے ہیں۔ جلدی دروازہ کھول دو۔

شیو دیوتا نے آگے بڑھ کر پردھان منتری نیلم کمار سے کہا! اگر دروازہ نہیں کھلتا تو ہم اسے توڑ کر اندر داخل ہوں گے۔"

نیلم کمار نے حیرت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا!"شیو دیوتا تم"

شیو دیوتا نے آسمان کی چمکتے ہوئے ستاروں کی جانب دیکھتے ہوئے کہا! نیلم کمار جی! تم ہمیں ظلم کے خلاف سب سے پہلی صف میں پاؤ گے۔" چند لمحوں بعد دروازے کے لکڑی کے وزنی پٹ چرچرائے۔"

شیو دیوتا نے نیلم کمار کی طرف دیکھ کر کہا! ہم اپنے ساتھیوں کو لاتے ہیں تم ایک لمحہ ہمارا انتظار کرو......

ہاشم اسماعیل اور ان کے پچاس کے لگ بھگ ساتھی پردھان منتری کے سپاہیوں میں گھل مل گئے۔ بندی پر متعین چار پانچ مسلح دربانوں نے پردھان منتری کمار کے سامنے جھکتے ہوئے کہا! شما کر دیجئے مہاراج ہمیں دروازہ کھولنے سے سختی سے منع کیا گیا تھا۔"

پردھان منتری نے غصے سے کہا! یہ کس کا حکم تھا کہ اس ملک کے پردھان منتری کو بھی کچھ نہیں سمجھا جائے۔"

ایک دربان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کیجئے مہاراج! یہ ونود جی کا حکم تھا۔"

ونود نیلم کمار نے کہا!" ونود" اس وقت کہاں ہے؟

دربان نے کہا! ونود جی! بندی خانے میں ہیں اور وہ پونم سے روایتی پوچھ گچھ میں مصروف ہیں......

بندی خانہ کسی خوفناک غار کی طرح تاریک اور ڈراؤنا تھا...... ایک مشعل جل رہی تھی جو پراسرار اندھیروں میں خوف سے تھرتھراتی ہوئی لگ رہی تھی۔ منصوبے کے مطابق نیلم کمار کے ساتھیوں نے بڑی پھرتی سے دربانوں کو دبوچ کر اس طرح موت کے گھاٹ اتارا کہ وہ چیخ نہ سکے۔ ایک ایک کوٹھڑی میں چار پانچ قیدیوں کو دیواروں کے ساتھ لٹکی ہوئی موٹی موٹی زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ کوٹھڑی کے دروازے کے باہر ایک اداس مشعل جلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ قیدیوں کے دردناک کراہوں اور درندوں کی دہاڑوں نے بندی خانے کے خوفناک ماحول کو اور زیادہ وحشتناک بنا دیا تھا۔

نیلم کمار نے آہستہ سے اپنے ایک ساتھی سے کہا! بندی خانے کے تمام محافظوں کو مخصوص طریقے سے ختم کر دیا جائے اور ان کی جگہ اپنے سپاہیوں کو تعینات کیا جائے۔ منصوبے کے مطابق بندی خانے کے تمام محافظ موت کے گھاٹ اتار دیئے دئے۔ ان کی جگہ نیلم کمار کے ساتھی سپاہی لے چکے تھے۔ بندی خانے میں ہر طرف خون کی بو پھیلی ہوئی تھی۔"

نیلم کمار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! پونم کو کہاں رکھا گیا ہے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔"

اسی وقت ایک طرف سے نسوانی چیخ ابھری...... نیلم کمار نے چیخ کی بازگشت کی سمت دوڑتے ہوئے کہا! یہ پونم کی چیخ ہے اس پر تشدد کیا جا رہا ہے۔"

شیو دیوتا نے اسماعیل ہاشم اور دو چار دوسرے ساتھیوں کو اپنے ساتھ چلنے کا کہتے ہوئے دوسرے سپاہیوں سے کہا! بندی خانے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا جائے اپنی اپنی جگہ چوکس رہنا ہم ابھی آتے ہیں......

وہ ایک انتہائی وحشتناک غار نما کمرہ تھا۔ جس کے وسط میں ایک خوفناک شکنجہ نصب تھا۔ پونم کے ہاتھ اور پاؤں موٹی موٹی زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ ونود اور اس کے دو درندہ صفت ساتھیوں نے پونم کو شکنجے سے باندھا ہوا تھا۔ ایک آدمی شکنجے کو آہستہ سے گھماتا تو پونم کی ہڈیاں چٹخنے لگتیں تھیں۔ اس کی دردناک چیخوں کی بازگشت سے دیر تک بندی خانے کے در و دیوار کانپتے تھے۔ بندی خانے کے تمام محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ ان کی جگہ پردھان منتری نیلم کمار نے اپنے اعتماد اور یقین کے آدمی متعین کر دئے تھے۔ انسانی خون کی بو کو محسوس کر کے بھوکے درندے زور زور سے دہاڑ رہے تھے۔ کل کے کھیل کے لئے ان کو قاعدے کے مطابق بھوکا رکھا گیا تھا۔ تاکہ وہ بھوک کی وجہ سے شکار کو بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مظاہرہ کر کے بے رحم تماشائیوں کو زیادہ سے زیادہ محظوظ کریں......" نیلم کمار شیو دیوتا اسماعیل اور شیکھر عقوبت خانے میں بیک وقت داخل ہوئے۔ پونم پر غشی طاری تھی اس کے بے لباس بدن سے جگہ جگہ سے خون کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ اس کی بند آنکھوں کی پلکوں پر آنسوؤں کی شبنم کے قطرے لرز رہے تھے۔"

نیلم کمار کو دیکھ کر ونود نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی یہ بڑی ڈھیٹ مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ کچھ بتاتی ہی نہیں۔ مگر ہمارے پاس بھی بہت سارے طریقے ہیں۔''

پھر اس نے کونے میں جلتی ہوئی آگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ہم پہلے تو لوہے کی گرم دہکتی ہوئی سلاخوں سے اس کے مختلف حصوں کو جلائیں گے۔ اس تشدد کو بھی برداشت کر گئی۔ تو پھر اس کی آنکھوں میں گرم سلاخیں گھونپ کر اس کا کام تمام کر دیں گے۔''

اسماعیل نے آگے بڑھ کر ونود کے سر کی لمبی سی چوٹی کو کھینچتے ہوئے کہا! سوامی دیانند یہ نہیں مرے گی موت تمہارے سر پہنچ چکی ہے۔ ہمیں پہچاننے کی کوشش کرو......

اس عرصے میں شیکھر اور شیو دیوتا نے ونود کے دوسرے دو ساتھیوں کو جکڑ لیا تھا۔

ونود نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسماعیل کی طرف دیکھتے ہوئے گھگھیا کر کہا! تم...... تم کہاں سے آ گئے ہو...... مہاراجہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

اسماعیل نے اسے زور سے زمین پر پٹختے ہوئے کہا! موت کو دیواروں کی بلندیوں سے نہیں روکا جا سکتا...... موت ہر جگہ غیر محسوس طریقے سے پہنچ جاتی ہے۔''

ونود نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا! بھگوان کے لیے ہمیں نہیں مارو ہم پونم کو کچھ نہیں کہیں گے۔ تم اسے لے جا سکتے ہو۔ ہم تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے۔''

پھر اس نے پردھان منتری کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی! کیا معاملہ ہے کیا راجدھانی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے؟

اسماعیل نے خنجر کا ایک بھرپور وار کرتے ہوئے کہا! تم اس کی فکر نہیں کرو۔ قبضہ ہوا نہیں تو ہو جائے گا۔

اس کا خون ابل کر فرش پر بکھرتا ہوا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پونم نے آنکھیں کھول دیں تھیں اس کے کٹے پھٹے ہونٹوں پر تبسم تھا۔ اسماعیل شیکھر اور شیو دیوتا نے جلدی جلدی پونم کے ہاتھ پاؤں کھولنے شروع کر دیے۔

اسماعیل پونم نے روتے ہوئے پوچھا! تم یہاں کیسے پہنچ گئے...... تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا...... یہاں سے دور چلے جاؤ۔

اسماعیل نے اسے اپنی آغوش میں لے کر روتے ہوئے کہا! پونم! بہن ہم نادان ہیں۔ ہماری کم عقلی کی تمہیں بڑی سنگین سزا ملی ہے...... اب ہم تمہیں یہاں چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔''

پونم نے ہاشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہاشم تم کیسے ہو؟

ہاشم نے جھک کر پونم کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! پونم امید ہے ہماری مصیبت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔

شیو دیوتا نے اپنی زرہ کے نیچے سے چادر کھینچ کر پونم کے بدن کے گرد لپیٹتے ہوئے نیلم کمار کو مخاطب کر کے کہا! ''نیلم بھائی! اب کیا کرنا ہے''

نیلم نے شیکھر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''شیکھر دو سپاہیوں کو بلاؤ''

چند لمحوں کے بعد دو سپاہی آ گئے تو نیلم نے کہا! "پونم بہن کو بڑے آرام سے اٹھا کر ہمارے گھر چھوڑ آؤ..... درختوں کے اندر گھنے سائے کی آڑ میں کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے..... پونم نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اس کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔"

پونم بہن! تمہاری حالت خراب ہے سپاہی تمہیں اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر لے جائیں گے......

سپاہی پونم کو اٹھا کر چلے گئے تو نیلم کماری کی آنکھیں چھلک پڑیں..... نیلم کمار شیو دیوتا ہاشم اور شیکھر پونم کو آزاد کرا کے واپس آئے تو نیلم کمار کے ساتھیوں نے اس وقت تک بندی خانے کے تمام محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا..... دوسری طرف اسماعیل کے ساتھ آنے والے سپاہیوں نے اپنے ساتھیوں کو زنجیروں کی قید سے چھڑا لیا تھا۔ قید خانے میں جا بجا بندی خانے کے محافظوں کی خون آلودہ لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ اسلامی فوج کے سپاہی زخمی تھے۔ جسمانی لحاظ سے وہ ٹوٹے پھوٹے ہوئے تھے مگر عزائم کے اعتبار سے ان کی آنکھوں میں زندگی کے سندر رنگ جھلک رہے تھے۔"

نیلم کمار نے اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان لاشوں کو درندوں کے باڑوں میں پھینک دو..... اور ان قیدیوں کے کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔"

پھر اس نے مسلمان قیدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! وقت کی نزاکتوں کا تمہیں ادراک ہے۔ ہم اپنی اوقات سے بڑھ کر تمہاری مدد کریں گے۔"

پھر اس نے قیدیوں میں خنجر تقسیم کرتے ہوئے کہا! کل کسی وقت تمہیں عذاب کی ایک دہکتی ہوئی بھٹی سے گزارا جائیگا..... ہم اپنی طرف سے حالات کے دھارے کا رخ بدلنے کے لیے پوری کوشش کر رہے ہیں۔"

ایک قیدی سپاہی نے کہا! ہم سب تمہارے بے حد ممنون ہیں..... ہم ڈرنے والے نہیں ہیں..... ہم ستم ایجاد مہاراجہ کے مظالم کا مردانہ وار مقابلہ کریں گے۔"

ایک دوسرے قیدی نے خنجر چمکاتے ہوئے کہا! موت سے وہ ڈرتے ہیں جنہیں زندگی اور موت کے فلسفے کا ادراک نہیں ہوتا۔ ہم ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کو بہتر سمجھتے ہیں۔ تم سب دیکھو گے ہم موت کے دار و رسن بڑے بانکپن سے قبول کریں گے۔"

نیلم کمار نے کہا! امید ہے دار و رسن تک نوبت نہیں پہنچے گی بہر صورت کچھ بھی ہو اب تم یہاں بے یار و مددگار نہیں ہو..... یہاں تمہارے ہمدردوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو کسی مناسب موقع کی منتظر ہے۔"

اسماعیل نے کہا! بھائیو! اگر ستم گر مہاراجہ نے تمہیں اکھاڑے میں دھکیلنے کی کوشش کی تو چھپے ہوئے اسرار نمایاں ہو جائیں گے۔ اور ہر بات کے انجام سے بے خوف ہو کر ہم تمہارے ساتھ درندوں سے ٹکرا جائیں گے۔"

نہیں! ایک سپاہی نے کہا! سردار زادے تم ایسا نہیں کرو گے۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے آپ کو ظاہر نہیں کریگا..... ہمارے پاس ہتھیار ہیں ہم اچھی طرح سے شیروں سے نمٹ لیں گے۔"

شیو دیوتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! نیلم کماری! کچھ فیصلے سوچے سمجھے بغیر کرنے پڑتے ہیں.....

اتنے میں کچھ سپاہی قیدیوں کے لیے کھانا لے کر آ گئے...... کئی روز کے بھوکے پیاسے قیدیوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔"

فطرت کا کارواں اپنے دستور اور منشور کے مطابق رواں دواں تھا۔ رات کا پہلا پہر جاری تھا۔ چاند بلند و بالا پربتوں کی سبز پوش چٹانوں کو چومتا ہوا بلند ہو رہا تھا۔ چاندنی ہواؤں کے خرام ناز کو چوم رہی تھی۔ ستاروں کی نورانی قندیلیں آسمان کے خاموش نیلگوں ویرانے کو جگمگا رہی تھیں۔ کہکشاں کے نور کی لکیر آسمان پر ایک روشن راہگزر کی طرح پھیلی ہوئی بڑی دلفریب لگ رہی تھی۔ مہاراجہ کرشن کمار اپنے محل کے خوبصورت باغ میں سنہری مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ بارہ دری میں جا بجا سینکڑوں مشعلیں روشن تھیں۔ مہاراجہ کی کھلی آنکھوں میں شراب کی مستیاں جھوم رہی تھیں۔ ایک پری جمال لڑکی اس کے سامنے قالین پر بڑے دلکش انداز میں ناچ رہی تھی۔ اس کے قدموں کی ہر جنبش پر تماشائیوں کے دل دھڑک رہے تھے۔ ایک اور لڑکی بڑے وجد انگیز سروں میں گیت گا رہی تھی...... اوشا مہاراجہ کے قدموں میں بیٹھی اسے شراب پلا رہی تھی۔ مہاراجہ بے خوشگوار انداز سے ناچنے گانے والیوں کو انعام و کرام دے رہا تھا۔ بادہ نوشی کی کثرت سے وہ بار بار ہچکیاں لے رہا تھا۔

اچانک اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! وہ شمع محفل کہاں ہے؟

اوشا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے پوچھا! مہاراجہ کس محفل کی بات کر رہے ہیں؟

مہاراجہ نے قدرے ناگواری سے کہا! ہم اپنی جان تمنا نوتن کماری کی بات کر رہے ہیں وہ کہاں ہے اسے فوراً بلایا جائے اس کے بغیر ہمیں آج کی یہ بزم سونی سونی سی لگ رہی ہے۔"

اوشا نے مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے کہا! مہاراجہ شما کیجیے کماری جی کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔"

نہیں! مہاراجہ نے قدرے برہمی سے کہا! یہ اس کی حسین بہانہ بازی ہے۔"

اوشا نے ڈرتے ڈرتے کہا! مہاراجہ یہ بہانہ بازی نہیں بالکل سچ ہے۔ کماری جی علیل ہیں۔"

مہاراجہ نے اوشا کو پرے دھکیلتے ہوئے کہا! وہ جیسی بھی ہے اور جس حال میں ہے حاضر کی جائے۔ ہم حسینوں کی علالتوں کا علاج کرنا جانتے ہیں۔

پھر اس نے ساجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ نوتن کماری کو سرِ شام ہمارے پاس پہنچا دیا جائے۔"

جی مہاراج فرمایا تھا۔"

ساجن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا تو مہاراجہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! پھر ہمارے حکم کی تعمیل کیوں نہیں ہوئی تمہیں حکم عدولی کی جرات کیسے ہوئی؟

ساجن نے گھٹنوں کے بل جھکتے ہوئے کہا! شما کیجیے مہاراج! کماری اس وقت مندر میں شیو دیوتا کے چرنوں میں ہے۔"

مہاراجہ نے اپنے دائیں طرف بیٹھے ہوئے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے شیو دیوتا حدِ ادب سے تجاوز کر رہا ہے۔ اسے یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ ہماری پسندیدہ چیزوں کو ہم سے جدا رکھے۔"

گھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! لگتا تو ہے مگر مہاراج ہم دیوتا کو ناراض بھی نہیں کر سکتے۔"

مگر سیناپتی جی! دیوتا کو بھی حد سے باہر نکل کر ہمارے نجی معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔" دیوتاؤں کے اختیارات کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ سنسار میں کوئی بھی ایسا دیوتا نہیں ہے۔ جس کی شکتی کے اثرات لامحدود ہوں۔"

گھن شام نے آہستہ سے کہا! ماتا مہارانی کا خیال کچھ اور ہے اور ہم سے کوئی بھی ماتا مہارانی کی ناراضگی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

مہاراجہ نے کہا! عورتیں بزدل اور کمزور اعتقاد والی ہوتی ہیں۔ وہ عام حالات میں بھی ڈرتی رہتی ہیں۔"

پھر مہاراجہ نے سنگرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم اسی وقت جاؤ اور نوتن کماری کو لے آؤ اور اگر شیو دیوتا مزاحمت کرے تو اس کی پرواہ نہیں کرنا...... ہم اپنی خوشیوں کو کسی دیوتا کی خاطر قربان نہیں کر سکتے۔

سنگرام نے جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج کے حکم کی تعمیل ہوگی...... ناچنے والیوں کے قدم تھم گئے تھے۔"

مہاراجہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم ناچو! قیامت کو جاری رہنا چاہیے...... سنگیت اور رقص و سرور کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

اوشا بار بار کچھ کہتی ہوئی نگاہوں سے ساجن کی طرف دیکھتی تھی۔ جواب میں ساجن کی نظریں اطمینان کی روشنی کا پیغام دیتی تھی۔"

چند لمحوں بعد مہاراجہ نے گھن شام کی طرف دیکھ کر پوچھا! ونود ابھی تک نہیں آیا؟

گھن شام نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ آتا ہوگا مہاراج ہمیں پورا پورا وشواش ہے وہ پونم سے راجکماری چندر کانت کے بارے میں کچھ اگلوا لے گا۔ ونود ایسے کاموں میں بے حد مہارت رکھتا ہے۔

مہاراجہ کے ہونٹوں پر تبسم تھا اس نے اپنی شعلہ باز نگاہیں اٹھاتے ہوئے کہا! ہم چندر کانت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے ہاتھوں سے درندوں کو کھلائیں گے۔ وہ ہمارے بھائی وجے کمار کی قاتلہ ہے ہمارا سینہ انتقام کی آگ سے جلتا رہتا ہے۔ ہمارے من کی آگ اس چڑیل کے خون کی بوندوں سے بجھ سکتی ہے۔"

چند لمحوں بعد اس نے پہلو بدل کر پھر کہا! اس وقت ہمارے بندی خانوں میں کل کتنے قیدی پابند ہیں۔"

گھن شام نے ٹھا کر نے کہا! مہاراج قلعے کے سارے بندی خانوں میں چار ہزار کے لگ بھگ قیدی ہوں گے۔

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! کل کے تماشہ کے لیے یہ تعداد بہت تھوڑی نہیں ہم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ خوش کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کئی سالوں سے لوگوں نے اکھاڑے میں زندگی اور موت کے دروازے کھلتے اور بند ہوتے نہیں دیکھے۔"

گھن شام نے کہا! مجبوری ہے مہاراج! سر دست اس تعداد کو بڑھانا ممکن نہیں...... ابھی ہم باہر سے لوگوں کو نہیں لا سکتے...... کیونکہ قلعے کے باہر دور دور تک دشمن کی سینا پھیلی ہوئی ہے...... اگر مہاراج زندگی اور موت کے دروازے بڑی طویل مدت تک کھلے رکھنا چاہتے ہیں تو پھر کل کی بجائے اکھاڑے کی کاروائی چند روز بعد تک ملتوی کر لیں تو پھر ہزاروں قیدی ہمارے قبضے میں ہوں گے مہاراج چاہیں تو زندگی اور موت کے دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کا سلسلہ مہینوں تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔"

مہاراجہ نے کہا! ہم تمہاری بات سمجھے نہیں تم کہنا کیا چاہتے ہو۔

لکھن شام نے کہا! مہاراج جب حاکم بنگالہ شکست کھا کر یہاں سے بھاگ رہا ہوگا تو اسکے ہزاروں سپاہیوں کو گرفتار کر کے بندی خانوں کو بھر دیں گے۔"

مہاراجہ نے ایک جاندار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! تم بڑے عقل مند ہو تم نے ہمیں بہت خوش کر دیا ہے۔ہم تمہاری خواہش کے مطابق فتح کا جشن منائیں گے۔ہم علی قلی خان کو عبرتناک سزا دیں گے۔

لکھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! علی قلی خان کو نقش عبرت بنائیں گے۔ چند دنوں بعد ہماری بہادر سینا دوبارہ بنگال میں داخل ہو کر مسلمانوں کا نام ونشان تک مٹا دے گی یہ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم اپنی پسپائی کے ایک ایک داغ کو مٹا کر کامیابی کے جھنڈے لہرائیں گے۔

مہاراجہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوش ہو کر کہا! ہمیں تم سے یہی توقع تھی۔

لکھن شام نے کہا! کل کے لئے مہاراجہ کے فیصلے کو کسی دوسرے مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیئے جانے کی منادی کرا دی جائے۔"

نہیں مہاراجہ نے سنجیدگی سے کہا! ہم اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کریں گے...... قلعے کے اچھوتوں اور عام مشکوک لوگوں کو رات کو پکڑ کر بندی خانوں میں ڈال دیا جائے۔ یہ دھرتی پر رینگنے والی حقیر مخلوق کس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ یہ لوگ اگر اپنے مہاراجہ کی خوشی کے لیے موت کے دروازے سے گزر گئے تو مکتی پا جائیں گے۔ ورنہ دوسرے جنم میں پھر ٹھوکریں کھانے آ جائیں گے۔ ہمارے خیال میں ان کی قربانیاں ان کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گی۔

پھر مہاراجہ نے ایک شیطانی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تمہارا کیا خیال ہے؟

لکھن شام نے جواب میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! مہاراج کا اچھوتا خیال قابل داد ہے......!

وشا کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے ہزار کوشش کے باوجود وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکی تھی۔

مہاراجہ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! اوشا تم کیوں رو رہی ہو...... لگتا ہے تم ہماری خوشی کے لیے خوش نہیں ہو۔"

اوشا نے کہا! نہیں مہاراج! اوشا تو مہاراج کی خوشی لیے اپنی سانسوں کی بھینٹ چڑھا سکتی ہے۔"

مہاراجہ نے اس کے ہاتھ سے لرزتا ہوا جام لے کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! پھر خوشی کی اس محفل میں تم نے آنسو بہانے کی حماقت کا ارتکاب کس مقصد کے تحت کیا ہے۔

اوشا نے کہا! مہاراج! شما کیجئے داسی سے یہ حماقت بے اختیاری کے عالم میں سرزد ہوئی ہے۔"

کیا مطلب ہے؟

مہاراجہ نے پوچھا تو اوشا نے اپنے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا! مہاراج نے جب وجے کمار کا ذکر کیا تھا تو دل کو ٹھیس لگی تھی۔ جس کے سبب آنکھیں بے اختیار چھلک پڑیں۔

اوشا مہاراجہ نے اس کا بلوری ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا! اوشا تم ہماری وفادار ہو تمہارے جذبات سے ہم بہت متاثر ہوئے ہیں......

ساجن کے چہرے پر چھائے ہوئے خوف کی دھند طمانیت کی کرنوں سے دور ہو گئی۔ اس نے اطمینان سے مسکرا کر اوشا کی طرف دیکھا۔

اوشا نے مہاراجہ کو خوش کرنے کے لیے درد بھری اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا! بھگوان کی قسم وجے کمار کی من موہنی صورت ہر وقت نظروں کے سامنے رہتی ہے اس کا بانکپن پر جوش اٹھان پر بتوں کو شرماتا تھا۔

ٹھیک کہتی ہو اوشا مہاراجہ نے مغموم سے لہجے میں کہا! وجے کمار کی یاد آتی ہے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے جبھی تو ہم اس چڑیل تک پہنچنے کو بے چین رہتے ہیں جس کی بدکاری نے ہمارے چھیلے بانکے بھائی کا خون بہایا تھا۔ ایک بار پھر ناچ بند ہو گیا پائل کی جھنکار اور کوئل کی پکار بند ہو گئی۔"

مہاراجہ نے کہا! ونود نے اگر چندر کانت کے بارے میں پونم سے کوئی شبھ سماچار کر لی تو ہم اسے اپنا منتری بنائیں گے۔ اور چندر کانت کو پکڑ لانے والے کو سونے چاندی سے کئی کئی بار تول کر انعام دیں گے...... حیرت ہے ونود ابھی تک آیا کیوں نہیں؟

ساجن نے کہا! مہاراج! فکر مندی کی کوئی بات نہیں ونود اپنے تجربوں میں اضافہ کرنے میں مصروف ہو گا پونم کے علاوہ بھی قیدی ہیں۔"

ایک دربان نے مہاراجہ کے سامنے آ کر دوزانو ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج! جگن ناتھ دیوتا کے مندر کا مہاماتر حاضری کا طلب گار ہے۔

مہاراجہ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا! اجازت ہے......"

مہاماتر نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا سامنے والی راہداری سے نمودار ہوا اس کے منڈھے ہوئے بڑے سے سر کے بالوں کی چوٹی اس کے دائیں شانے پر جھول رہی تھی۔ اس نے بدن پر راکھ کا بھبھوت ملا ہوا تھا۔ وہ بھجن گاتا ہوا بارہ دری میں داخل ہوا تو بیٹھے ہوئے لوگوں نے کھڑے ہو کر اس کا سواگت کیا۔"

مہاراجہ نے بیٹھے بیٹھے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! تم کہاں غائب رہے ہو۔

مہاماتر نے ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں کہا! غائب نہیں قید کہو مہاراج! ہم مسلمانوں کی قید کی اذیتوں میں مبتلا رہے ہیں۔"

تم کہاں قید تھے؟

مہاراجہ نے پوچھا تو مہاماتر نے کانپتے ہوئے کہا! ہم بیٹھنے کی اجازت چاہتے ہیں قید کے عذاب سہتے سہتے ہم بے حد کمزور ہو چکے ہیں۔"

مہاراجہ نے دائیں طرف کی مسند کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہاں ہمارے قریب بیٹھ کر ساری بپتا سناؤ۔"

بوڑھے مہاماتر نے کہا! ہم نے بدبخت نارنگ کمار کو بہت منع کیا تھا۔ کئی بار اسے شراب نوشی سے روکا تھا۔ مگر وہ باز نہیں آیا۔ اس نے اپنے ایک ایک سپاہی کو کئی کئی پیالے شراب پلائی تھی۔ یہاں تک کہہ کر مہاماتر نے رونا شروع کر دیا۔"

چند لمحوں بعد مہاراجہ نے پوچھا! تم اپنی بات جاری رکھو ہم غور سے سن رہے ہیں پھر کیا ہوا۔

مہاماتر نے اپنی لنگوٹی کے پلو سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا! وہ سب مدہوش ہو گئے بلکہ یوں کہیے کہ بے ہوش ہو گئے۔ مہاراج وہ

رات بڑی ہولناک تھی جنگل کے درختوں کی ہوائیں موت کے رقص کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ سناٹا بڑا ہیبت تھا۔ جنگل کی زندگی پر موت کا خوف طاری ہو چکا تھا۔ اچانک موت کے فرشتوں نے پورے ماحول کو اپنی گرفت میں لے کر زندگی سے محروم کر دیا۔ چند لمحوں میں سب کچھ ختم کر دیا گیا ہر طرف خون ہی خون تھا۔ شرابی سپاہیوں کے لاشے خاک اور خون میں مچھلیوں کی طرح تڑپ رہے تھے۔ مسلمانوں کے چھوٹے سے لشکر نے بوڈو قبائل کے راجکمار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ انہوں نے ہمیں حلیے سے شناخت کر لیا تھا۔ ان کے سردار نے کہا! اسے رسیوں سے باندھ کرے چلو یہ حاکم بنگالہ کا مجرم ہے اسکی قسمت کا فیصلہ خود حاکم کریگا۔

مہاراجہ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا! اور اب حاکم بنگالہ کی قسمت کا فیصلہ ہمارے باڑوں کے شیر کریں گے..... مہاماترجی فکر نہیں کرو..... ہم تمہیں پہنچائی گئی اذیتوں کا گن گن کر حساب لیں گے۔

پھر کچھ سوچتے ہوئے مہاراجہ نے پوچھا! تم ان کی قید سے بھاگے کس طرح؟

مہاماتر نے گھن شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! جگن ناتھ دیوتا کی کرپا سے ٹھاکر جی کے حملے نے شیو دیوتا کے مندر پر قابض مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو ہمیں وہاں سے بھاگنے کا موقع مل گیا۔

مہاراجہ نے کہا! تم بڑے خوش قسمت ہو..... سنا ہے مندر کے اردگرد دور دور تک حاکم بنگالہ کے لشکر پھیلے ہوئے ہیں۔

مہاماتر نے کہا! مہاراج! ان کے لشکر تو اب قلعے کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔ ہمیں تو شیو دیوتا کی مہان شکتی بچا کر لائی ہے..... شیو دیوتا نے ہماری رکھشا کی ہے۔ ہم تو شیو دیوتا کی کرپا سے ہواؤں کے دوش پر اڑتے ہوئے یہاں پہنچے ہیں۔"

مہاراجہ نے حیرت سے کہا! مگر شیو دیوتا تو یہاں موجود ہے۔"

مہاماتر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج کو شاید دیوتاؤں کی شکتی کا علم نہیں ہے..... دیوتا تو پورے سنسار پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں..... ہم تو کہتے ہیں یہ مہاراج کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ شیو دیوتا اس راجدھانی کی رکھشا کی خاطر آکاش سے یہاں آیا ہوا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں یہاں کیا ہونے والا ہے۔

مہاراجہ نے متاثر ہوتے ہوئے کہا! مہاماترجی! ہمیں بتایا جائے یہاں کیا ہونے والا ہے۔

مہاماتر نے بڑے جلال اور دیو مالائی انداز سے کہنا شروع کیا۔

کٹھن دور ہونے والی ہے۔ شیو دیوتا ہتھیار اٹھا رہے ہیں۔ ان کی ایک یلغار سے پربت پربت وقت کا مزاج تبدیل ہو جائیگا۔ ہندو جاتی نراس کے اندھیروں سے نکل کر رنگوں امنگوں اور آشاؤں کے اجالوں میں قدم رکھے گی۔ خوف اور غیر یقینی کی کیفیت کی دھند گھڑی دو گھڑی کی مہمان ہے..... جب ہم مہاراج کے درشن کے لیے آرہے تھے تو اس وقت شیو دیوتا کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی..... بھگوان کی قسم مہاراج تم بڑے خوش قسمت ہو لگتا ہے تم بہت جلد پورے بنگال پر چھا جاؤ گے..... دیوتا تمہاری رکھشا کے لیے موجود ہیں....."

مہاراجہ کرشن کمار کے چہرے پر خوشیوں کے رنگ بکھرتے جا رہے تھے۔ مہاماتر کی ذومعنی باتوں سے وہ بہت خوش ہو رہا تھا"

مہاراجہ نے پوچھا! تمہارے ساتھ اور کتنے لوگ بھاگ کر آئے ہیں۔"

مہاماتر نے کہا! ہمارے ساتھ پچاس کے لگ بھگ لوگ ہیں۔"

وہ سب کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

مہاماتر نے کہا!" وہ مندر میں ہیں۔"

ٹھیک ہے مہاراجہ نے کہا! ہم کل تم سب کو ایک خصوصی تماشا دکھائیں گے..... امید ہے تم قید و بند کی تکلیفوں کے درد بھول جاؤ گے۔" اب تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

پھر اس نے ساجن کی طرف دیکھ کر کہا! مہاماتر جی! کو احترام سے مندر تک پہنچا دیا جائے....."

مہاماتر باغ کے دروازے سے نکل رہا تھا۔ اسی وقت سنگرام اور اس کے سپاہی نوتن کماری اور نرملا کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہو رہے تھے۔ نرملا چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی تم سب کو موت کے منہ میں جانے کی بڑی جلدی ہے تم دیوتاؤں کے قانون کے مجرم ہو..... دیوتا تم میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کریں گے..... مہاماتر نے نرملا کو پہچان لیا تھا وہ پلٹ کر ان کے پیچھے پیچھے پھر واپس آ گیا۔"

مہاراجہ نے نوتن کماری کو دیکھتے ہوئے کہا! نوتن تم نے ہم سے چھپ کر اچھا نہیں کیا۔

نوتن کے بولنے سے پہلے نرملا نے کہا! مہاراج تم نے ہمیں رسوا کر کے اپنے لیے ایک عذاب کو آواز دی ہے۔

مہاراجہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! یہ گستاخ لڑکی کون ہے؟

سنگرام یا کسی دوسرے کے بولنے سے پہلے مہاماتر نے کہا! ہمارے علم کے مطابق یہ شیو دیوتا کی جنم جنم کی دھرم پتنی ہے۔ اس کا غضب دیوتا کے غضب سے کم نہیں ہوگا۔"

مہاراجہ نے نرملا کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! دیوی جی! تمہیں کیا تکلیف ہوئی ہے۔

ہمیں تکلیف ہوئی ہے۔ نرملا نے بڑی بے خوفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا! نوتن دیوتا کے سائے میں خوش تھی دیوتا اسے ہمارے سپرد کر کے سنسار کے کسی کام گئے ہوئے تھے۔ ہم یہ اپنائے نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اپنی امانت کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔"

مہاراجہ نے کہا! دیوی جی! حد ادب سے تجاوز کر رہی ہو..... اس سے آگے بڑھنے کی حماقت نہیں کرو ورنہ ہم کسی دیوی دیوتا کا لحاظ نہیں کریں گے۔ ہم خود ایک دیوتا ہیں طاقت کے دیوتا..... اور شاید تمہیں معلوم نہیں کہ طاقت کے دیوتا کے سامنے بھگوان کے سارے قانون بے حقیقت ہوتے ہیں۔ طاقت ساگروں کے طوفان کی طرح ہر چیز کو نگل کر فنا کر دیتی ہے..... ہر کسی کو اپنے اپنے مقام اور اپنی اپنی حدوں تک محدود رہنا ہوگا۔ جب شیو دیوتا کو اپنی محبت عزیز ہے تو ہمیں اپنی محبوبہ سے کس قانون کے تحت دور رکھا جا سکتا ہے۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر نوتن کماری کو اپنی آغوش میں گراتے ہوئے کہا! دیوی جی! شیو دیوتا کی وجہ سے ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ ویسے تم قیامت سے کم نہیں ہو۔

مہاراجہ اپنی حماقتوں سے اخلاقی حدود کو پامال نہ کرو نتیجہ بہت برا برآمد ہوگا۔

مہاراجہ نے غصے سے تلوار پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! نادان دیوی! بے وقوفی سے موت کو آواز نہیں دو تمہاری اس گستاخی کے جرم کی سزا موت سے کم نہیں ہے۔ مگر ہم تجھے شیو دیوتا کی وجہ سے معاف کرتے ہیں......

لوگوں پر سناٹا چھا گیا تھا۔ ہر کوئی سہمی سہمی نظروں سے نرملا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمت وجرات کی بلند و بالا پہاڑ کی طرح مہاراجہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑی تھی۔ مہاراجہ غصے سے ہانپ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ اس کا دایاں ہاتھ بار بار تلوار کے قبضے پر پہنچ رہا تھا۔"

اس نے سنگرام کو مخاطب کر کے کہا! اس بدبخت دیوی کو ہماری نظروں سے دور لے جاؤ ورنہ ہم کوئی سخت فیصلہ کر بیٹھیں گے۔"

نرملا نے کہا! تم کچھ بھی نہیں کر سکتے فیصلے تو ہم کریں گے تم بھگوان کے قانون کا مذاق اڑا رہے ہو تم ان سنگین جرائم کی سزاؤں سے نہیں بچو گے۔"

مہاراجہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! سنگرام اس گستاخ کو ہمارے قریب لاؤ...... کرشن کمار نے تلوار کو بے نیام کر لیا تھا۔"

نوتن کماری نے خوف سے روتے ہوئے کہا! مہاراج! بھگوان کے لیے اس کو معاف کر دو ہم تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہیں۔"

سنگرام نے نرملا کو کھینچ کر مہاراجہ کے قریب کرنا چاہا تو اس نے اسے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا! ہمیں ہاتھ نہیں لگاؤ ہم خود اس کے قریب جا رہے ہیں۔ اس کی ان بزدلانہ حرکتوں اور دھمکیوں سے ہم مرعوب نہیں ہو سکتے۔

مہاراجہ غصے سے کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ نوتن کماری نے اس کے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا! مہاراج! شما کیجیے ہماری خاطر اسے کچھ مت کہیے۔"

دوسری طرف مہاماتر نے کہا! مہاراج غصے میں جلد بازی سے موت کا فیصلہ نہ کریں یہ دیوی ہے کوئی عام عورت نہیں ہے۔ اس کے سر پر مہان دیوتا کی چھایا ہے...... بھگوان نہ کرے دیوتاؤں کے ارادے بدل گئے تو ہمارے سارے سہانے خواب چکنا چور ہو جائیں گے۔"

مہاراجہ نے کہا! جاؤ ہم تمہیں دوبارہ معاف کرتے ہیں...... اپنی عادت کے برخلاف ہم اپنے غصے کو دوبارہ پی رہے ہیں۔"

نوتن نرملا کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! نرملا تمہیں شیو دیوتا کی محبت کا واسطہ یہاں سے چلی جاؤ۔ ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔"

نرملا نے کہا! مگر ہم شیو دیوتا کو کیا جواب دیں گے۔"

نوتن سے پہلے مہاماتر نے کہا! تم اس کی فکر نہیں کرو...... دیوی جی ہم دیوتا کو مطمئن کر لیں گے۔"

نرملا نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو گھٹ جاتا ہے ہمارے خیال میں اب ظلم کا سلسلہ حد سے تجاوز کر کے بہت آگے تک بڑھ چکا ہے۔ اب اسے ختم ہونا چاہیے۔

مہاراجہ نے نوتن کو اپنی آغوش میں لے کر اس کے لمبے سیاہ ریشمی بالوں سے کھیلتے ہوئے کہا! دیوی تم بہت دلفریب ہو تمہاری سندرتا میں جادو ہے لگتا ہے تم پاروتی ہو سنسار کی وہ پہلی کومل ناری ہو جسے چاہنے کے باوجود ہم نہیں چاہ رہے...... شاید اس لیے کہ ہمارے من میں دیوی دیوتاؤں کا بہت احترام ہے۔

نرملا کے حلق سے عجیب آوازیں نکل رہی تھیں جیسے کئی ناگ بیک وقت پھنکار رہے ہوں۔ اس کی آنکھوں سے بڑی پراسرار سی شعاعیں

نکل رہی تھیں۔"

اس نے سسکاری لیتے ہوئے کہا! تم بھی دنیا کے اکیلے وہ خوش نصیب مرد ہو جسے چاہنے کے لیے ہم نا چاہنے پر مجبور ہو رہے ہیں اس وقت نوتن کماری کی بجائے ہم تمہاری آغوش میں ہوتے تو اب تک وقت اور ماحول کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں ہم ناگ ماتا بھی ہیں...... ہم نے کئی ناگ مینوں کو اپنی چھاتی سے دودھ پلایا ہوا ہے......

نرملا بڑی پراسرار ہوتی جارہی تھی۔ اسکے چہرے پر طلسم بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بار بار اپنی ناک میں پڑی ہوئی خوبصورت نتھنی کو ہلا رہی تھی۔"

مہاراجہ نے مہاماتر سے کہا! مہاماتر جی! تم اسے لے جاؤ......

مہاماتر بھی خوفزدہ ہو چکا تھا۔"

نوتن نے نرملا کی اس عجیب وغریب اور پراسرار حالت کو دیکھتے ہوئے کہا! "نرملا دیوی جی! ہم نے تمہیں دیوتا کا واسطہ دیا ہے چلی جاؤ۔"

ہم چلی جاتی ہیں نوتن تم خوف زدہ نہیں ہو...... ہمیں اپنا آپ سمیٹنے دو ہمیں پھر سے نرملا بننے میں کچھ وقت لگے گا...... ہمارے تن من میں آگ بھڑک رہی ہے......

گھن شام ٹھاکر اور سنگرام بڑے گھبراتے ہوئے انداز سے نرملا کے بل کھاتے ہوئے وجود کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لگتا تھا فضاؤں میں سینکڑوں ناگوں کی پھنکاریں گونج رہی ہیں۔...... اوشا اور دوسری لڑکیاں سہمی سہمی بارہ دری کے ایک کونے میں قالین پر سمٹی کھڑی تھیں۔ قندیلوں کی روشنیاں تھرتھرا رہی تھی۔ جیسے کوئی پھونکوں سے انہیں بجھانا چاہتا ہو۔ مہاراجہ کے ماتھے پر بھی پسینے کے قطرے جھلک رہے تھے۔ نرملا کی جادو بھری آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ کوشش کے باوجود مہاراجہ اپنے آپ کو اس کے پراسرار طلسم کے حصار سے نہیں نکال سکتا تھا۔

مہاراجہ نے دوسری طرف منہ پھیرتے ہوئے کہا! اسے ہماری نظروں سے دور لے جاؤ......

نرملا بوجھل قدموں سے واپس جانے کیلئے مڑ گئی...... بوڑھا مہاماتر بھی اس کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔"

جب وہ بارہ دری سے باہر نکل گئی تو مہاراجہ نے نوتن کماری کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ اٹھاتے ہوئے کہا! یہ لڑکی بڑی جادوگر لگتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں سحر ہے......

مہاراجہ نوتن کو لے کر خوابگاہ کی طرف بڑھنے لگا...... گھن شام ٹھاکر اس کے ساتھ تھا...... مشعل بردار سپاہی مہاراجہ کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔

بارہ دری کی حدود سے نکل کر مہاراجہ نے کہا! سیناپتی جی! بندی خانے راتوں رات بھر جانے چاہیں، سجاش چند کے واپس آتے ہی اکھاڑے میں کھیل شروع کر دیا جائے گا۔"

گھن شام نے کہا! مہاراج کی خواہش کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ ہم ابھی قلعے کے اچھوتوں اور دوسرے کمینے لوگوں سے زندان کو بھر دیں گے۔"

محل میں اپنی خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر مہاراجہ نے پوچھا! شاہی زندان میں کتنے قیدی ہیں؟

گھن شام ٹھاکر نے کہا! شاہی بندی خانے میں ناگ دیوتا سمیت سو کے لگ بھگ قیدی ہوں گے۔ جن میں زیادہ تر چندر کانت کی سہلیاں ہیں"

مہاراجہ نے کہا! چندر کانت کی سہلیاں ہمارے نزدیک بہت اہم ہیں۔ ان کے لیے کتے تیار رکھے جائیں۔

گھن شام نے کہا! اپنی اپنی جگہ سب تیار ہے"

مہاراجہ نے کہا! جب ونود کسی شبھ سمار چار کے ساتھ آئے تو اسے ہمارے پاس بھیج دینا"

مہاراجہ اپنی خوابگاہ کی طرف مڑنے لگا تو ایک دربان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراجا کو ماتا مہارانی نے یاد کیا ہے۔

مہاراجہ نے اوشا کو کہا! تم ہماری خوابگاہ تیار کرو ہم ماتا مہارانی سے مل کر آتے ہیں"

بارہ دری کی حدود سے نکل کر نرملا نے جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر کو مخاطب کرتے ہوئے پراسرار لہجے میں کہا! مہادیوی جی! تم مندر چلو ہم کچھ دیر تنہا اس دلکش باغ میں رہیں گے۔ چاند ستاروں کی ان معصوم کرنوں کے نور سے باتیں کریں گے جو ہواؤں کی موجوں کو چوم رہا ہے...... وقت کی بے رحمی نے ہمارے من میں غم و غصے کی جو چتا بھڑکائی ہے جب تک وہ ٹھنڈی نہیں ہو جاتی ہم تنہا رہیں گے"

مگر دیوی جی! مہاماتر نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! رات کا اندھیرا خوفناک حد تک گھور رہا ہے تم دیکھ رہی ہو یہاں قدم قدم پر انسانی روپ میں خونخوار درندے زہریلے اژدھے اور خوفناک عفریت پھر رہے ہیں۔ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتے...... بھگوان نہ کرے اگر تمہیں کوئی سانحہ پیش آ گیا تو ہم جیون بھر پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہیں گے"

نرملا نے مسکراتے ہوئے آسمان پر چمکنے والے چاند کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! تم ہماری فکر نہیں کرو مہادیوی جی ہم اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں"

وہ تو ٹھیک ہے دیوی جی! مہاماتر نے فکرمندی سے کہا! ایک ناطے سے تم ہماری بیٹی ہو ایک پتا کس طرح اپنی بیٹی کو اس قسم کے زہرناک ماحول میں تنہا چھوڑ سکتا ہے۔

نرملا نے کہا! تم بے فکر ہو کر جاؤ! مہادیوی جی یہ زہریلے لوگ جنہیں تم ناگوں اور اژدھوں کا نام دے رہے ہو۔ ہمارے نزدیک ان کی حیثیت زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ بھگوان نے ہمیں اپنی کرپا سے وہ پراسرار اور بے پناہ شکتی شالی اور طلسمی طاقت عطا کی ہے جس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ تم نے دیکھا کہ کس طرح ظالم مہاراجہ ہماری شکتی کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھ کر لرز رہا تھا۔ اس نے کتنی جلدی اپنی طاقت کے گھمنڈ کے سارے ہتھیار ہمارے قدموں میں ڈال دیئے تھے اگر وہ تھوڑی دیر تک اپنی گستاخ بیانی کا سلسلہ جاری رکھتا تو بھگوان کی قسم ہم اسے ایک دردناک ہلاکت سے دوچار کر دینے کا تہیہ کر چکے تھے"

مہاماتر نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا" ہم نے دیوی کی شکتی کا جلال دیکھا ہے۔ ہم خود سر سے پاؤں تک کانپ رہے تھے اس طرح

لگ رہا تھا جیسے چاروں طرف سے ناگوں کی پھنکاروں نے ماحول کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے۔

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! تم بے فکر ہو کر جاؤ ہم اپنے جسم کے وقار اور ناموس کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

پھر اس نے چاند کی طرف دیکھ کر کہا! مہا دیو جی! ہمارے انگ انگ میں غم و غصے کی زہر کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ جب تک اس دریا کا تلاطم خیز سیلاب وقت کے بند توڑ کر اپنے دھاروں کا رخ نہیں بدل لیتا اس وقت تک ہماری دکھی آتما کو قرار نہیں آئے گا۔

پھر اس نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا! ہم کسی نہ کسی درندے کی رگوں میں موت کا زہر انڈیل کر آئیں گے......موت کسی نہ کسی ہوس پرست کو ہمارے تعاقب کے ہلاکت خیز سفر پر ضرور مجبور کرے گی......مہا دیو کو اس طرح محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے سامنے نرملا کی بجائے بپھری ہوئی ناگن بل کھاتی ہوئی اندھیرے میں گم ہو گئی ہو......تھوڑی دیر بعد اس نے عقب میں کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس کی اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ایک نوجوان آدمی اس کے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا''

مہا دیو جی! سندرتا کی دیوی ناگ ماتا کہاں گئی ہے''

مہا دیو نے اس کی طرف دیکھ کر ناگواری سے پوچھا! تم کون ہو تمہیں ناگ ماتا سے کیا کام ہے؟

اس نوجوان نے بڑے مخمور انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا! ناگ ماتا کی سندرتا نے ہمارے من میں پریت کی آگ بھڑکا رکھی ہے جب تک ہم اسے اپنی بانہوں میں لے کر بھیگ نہیں جاتے اس وقت تک ہم شانت نہیں ہوں گے۔

مہا دیو نے آگے بڑھ کر راستہ روکتے ہوئے کہا! بے وقوف نوجوان لگتا ہے تمہارے جیون کی گھڑیاں پوری ہو چکی ہیں''

نوجوان نے بوڑھے مہا ماتر کو دھکا دے کر گراتے ہوئے کہا! بکواس نہیں کرو منحوس بڈھے......ہم نے اس کی نشیلی مدھ بھری آنکھوں میں اپنے لیے پیار کے بڑے واضح اشارے محسوس کیے تھے......شراب کے خمار سے اس کی ٹانگیں بری طرح لڑکھڑا رہی تھیں وہ بہک بہک کر کہہ رہا تھا'' تمہیں کیا خبر ناگ دیویوں کے قرب میں کتنی لذت ہوتی ہے......ناگ دیویوں کے نازو انداز اور خود سپاری کے سلیقے انسان کو آکاش کے ساگروں کے اسراروں سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ ہم ناگ ماتا کی سندرتا کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر جوانی کے اچھوتے رنگوں کے منظر دیکھنا چاہتے ہیں''

بوڑھے مہا ماتر نے ایک بار پھر اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا! ہم جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہا ماتر ہیں ہمارا ایک مقام ہے......ہم تمہیں ناگ ماتا کے پیچھے جانے اور اسے پریشان کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے......ہم مہاراجہ سے تمہاری شکایت کریں گے''

نوجوان نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ہم نے تمہیں پہچانا نہیں مہاراج! بہت بہت نمسکار......شراب کے نشے میں ہم تمہیں پہچان نہ سکے......مگر مہا دیو جی......کیا تم نے بھی شراب پی رکھی ہے......تم نے بھی ہمیں نہیں پہچانا''

پھر اس نوجوان نے بوڑھے مہا ماتر کے کندھے پر بدتمیزی سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا! تمہاری بیٹی بہت خوبصورت تھی۔ اس رات ہم اسے اٹھا کر مہاراجہ کی خوابگاہ تک لے گئے تھے بھگوان کی قسم تمہاری بیٹی چاند کی کرن کی طرح اجلی اجلی اور پھولوں کی پنکھڑی کی طرح نرم و نازک اور مہکی مہکی سی تھی......

بوڑھے مہاماتر کی آنکھوں میں خون اتر آیا اس نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! باولے کتے تم نے ہمیں اس قیامت کی یاد دلادی ہے جس کی کرب ناکیوں کو ہم اپنی آتما کے سنسارے میں چاروں طرف پھیلا ہوا محسوس کرتے ہیں...... بوڑھے مہاماتر نے بڑے جارحانہ انداز سے آسامی نوجوان کی گردن میں اپنے مضبوط ہاتھوں کی انگلیوں کا شکنجہ کس دیا...... نوجوان آسامی اس غیر متوقع ناگہانی حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ بوڑھے مہاماتر کا غصہ عروج پر تھا۔ اس نے اپنے وجود کا سارا زور انگلیوں میں جمع کر لیا تھا...... آسامی نوجوان پھانسی کے پھندے پر جھولتے ہوئے موت کے مسافر کی طرح پھڑ پھڑا کر ٹھنڈا ہو گیا''

بوڑھے مہاماتر نے اس کی بے جان لاش پر تھوکتے ہوئے کہا! ذلیل کتے تجھے موت کے گھاٹ اتار کر ہماری آتما شانت ہوگئی ہے......

دور سے کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں جو اسی طرف آرہے تھے۔ مہاماتر نے آسامی نوجوان کی لاش گھسیٹ کر ایک جھاڑی کے سائے میں چھپادی اور خود تیزی سے مخالف سمت کو بڑھ گیا...... قلعے کی فصیل پر سپاہیوں کا شور برپا تھا۔ زور زور سے نعرے لگائے جارہے تھے۔ نقاروں کی آوازیں گونج رہی تھیں'' نرملا باغ میں ایک کھلی جگہ پر گھاس کے فرش پر بیٹھی تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں بڑی پراسرار چمک کروٹیں لے رہی تھی اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ اس کے سانسوں کے زیر و بم میں ایک عجیب قسم کا ارتعاش تھا۔ اس کے کھلے ہوئے لمبے لمبے سیاہ بال اس کے شانوں پر سانپوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ ہواؤں میں خوشبو اور خنکی تھی۔ شبنم کے قطروں سے فضائیں بھیگ رہیں تھیں...... اچانک اسے اپنے عقب میں کسی کے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی۔ سنگرام لڑکھڑاتا ہوا اس کے قریب پہنچ چکا تھا''

نرملا نے ایک قیامت خیز انگڑائی لے کر اٹھتے ہوئے کہا! ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے ہمیں یقین تھا تم ضرور آؤ گے۔ تم ہمارے بدن کی خوشبو سونگھتے ہوئے یہاں تک پہنچ جاؤ گے۔ ہم نے تمہاری آنکھوں میں محبت اور پریم کی پیاس محسوس کر لی تھی''

''دیوی...... سندر دیوی'' سنگرام نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا! تمہاری سندرتا نے ہمیں دیوانہ بنادیا ہے...... تم نے سچ کہا ہے...... تمہارے بدن کی مہلک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے...... کوئی نادیدہ کشش ہمیں یہاں لے آئی ہے۔ ہمارے اندر آگ بھڑک رہی ہے اسے اپنے قرب کی ٹھنڈک سے بجھادو...... ہمارا تن بدن سلگ رہا ہے......

نرملا کے چہرے پر ایک عجیب اسرار قسم کا رنگ بکھرتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ناگنوں جیسی چمک تھی۔ اس کی سانسوں میں کسی ناگ جیسی سسکاری اور ہلکی سی پھنکاری تھی۔

اس نے بڑے دلفریب انداز سے اپنے آپ کو بل دیتے ہوئے کہا! سنگرام ہم خود جذبات کی چتا میں تمہارے لیے جل رہے ہیں جب سے تمہیں دیکھا ہے سب کچھ ہار چکے ہیں۔ ہم اپنی سندرتا کے سارے رنگ تمہارے سینے میں انڈیل دینے کے لیے بے قرار ہیں......

نرملا کی اداؤں میں رنگینی اور خود سپردگی تھی۔ سنگرام کے لیے اپنا وجود سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ بڑی تیزی سے نرملا کے جسم کے نشیب و فراز پر گستاخیاں نچھاور کر رہے تھے۔ جذبات کی شدت نے اس کو بے قابو کر دیا تھا۔ نرملا کے سانسوں کی گرمی اور خوشبو سنگرام کے چہرے تک پہنچ چکی تھی۔

نرملا نے ٹوٹتے ہوئے لہجے میں کہا! جیون کے خوبصورت رنگوں کو جی بھر کر دیکھ لو پھر ایسے حسین لمحات تمہیں میسر نہیں آئیں گے"

سنگرام نے نرملا کو اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے کہا! تم سچ کہتی ہو ناگ دیوی تمہارے قرب میں جادو ہے"

نرملا کے ہونٹ سنگرام کی گردن تک پہنچ کر لرز رہے تھے"

اس نے پھنکارتے ہوئے کہا! ناگ دیوی نہیں ناگ ماتا کہو..... ہم ناگ ماتا ہیں ہم نے ہزاروں ناگ مینوں کو اپنی چھاتی کا دودھ پلایا ہوا ہے..... ہمارے اندر زہر کا دریا موجزن ہے۔ ہم تمہارے پیاسے وجود میں اپنے اندر کا سارا زہر منتقل کر کے تمہیں ہمیشہ کے لیے امر کر دیں گے.......

سنگرام کے چہرے پر پسینے کی بوندیں لرزنے لگیں۔ اس کے جسم کا تناؤ آہستہ آہستہ ڈھیلا ڈھیلا پڑتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت خود بخود دم توڑ گئی وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح خود بخود زمین پر جھکتا جا رہا تھا...... نرملا کے ہونٹ اس کی موٹی گردن پر پیوست تھے۔ وہ کسی ناگن کی طرح بل کھا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد سنگرام کا جسم بے جان ہو گیا۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں ویرانی تھی...... نرملا کے ہونٹوں پر خون لگا ہوا تھا۔

اس نے اطمینان سے سنگرام کو پرے دھکیلتے ہوئے کہا! احمق تمہارا یہی انجام ہونا تھا۔ تمہیں مرنے کی جلدی تھی......

سنگرام کی لاش کی رنگت بڑی تیزی سے نیلگوں ہوتی جا رہی تھی۔ ناگ ماتا نے اپنے اندر کا سارا زہر اس کی رگوں میں انڈیل دیا تھا۔ اس کا جسم لکڑی کے تختے کی مانند اکڑ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں خوفناک حد تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے کھلے ہوئے منہ کے ایک کنارے سے خون کی ایک باریک سی دھار نیچے کی جانب بہتی جا رہی تھی۔ نرملا ابھی تک اس پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کا خوبصورت بدن کسی بپھری ہوئی زخمی ناگن کی طرح بل کھا رہا تھا...... نرملا کے لمبے لمبے سیاہ بالوں نے اس کے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا...... ہواؤں کے جھونکے تھم تھم کر اس وحشی درندے کا عبرتناک انجام دیکھ رہے تھے قلعے کی فصیل پر سپاہیوں کا بڑھتا ہوا شور وغل اس بات کا غماز تھا کہ باہر سے اسلامی فوجوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔ نقاروں پر زور زور سے چوٹیں لگائی جا رہی تھیں۔ قلعے کے در و دیوار گونج رہے تھے۔

نرملا نے سر اٹھا کر قہر بھری نظروں سے سنگرام کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا! تم موت کے سوداگر تھے۔ تمہارا انجام یہی ہونا تھا۔ تم نے ایک مہان دیوتا کی امانت کو اپنی شیطانی آتما کی چوکھٹ پر بھینٹ چڑھانے کی حماقت کی تھی۔ تمہارے اس جرم کی کم سے کم سزا یہی ہو سکتی تھی۔ جو ہم نے تمہیں دے دی ہے...... بے رحم درندے اب تمہاری آتما جنم جنم سنسار کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتی بھٹکتی رہے گی......

نرملا کا خوبصورت بدن ابھی تک غم و غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے جذبات کے طوفان کو سمیٹ رہی تھی اس کی شعلہ بار سلگتی ہوئی نگاہیں سنگرام کے سیاہی مائل چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ شبنم کے قطروں کی نمی اس کے اندر غم و غصے کی بھڑکتی ہوئی آگ کی چتا کو ٹھنڈا کر رہی تھی"

اس نے ایک ہاتھ سے اپنے بکھرے ہوئے لمبے سیاہ بالوں کو سلجھا کر جھٹکتے ہوئے چاند کی طرف دیکھ کر کہا! اے چاند! تم بھگوان کے سامنے ہماری بے گناہی کی گواہی دینا ہم نے مجبور ہو کر یہ معصوم گناہ کیا ہے۔ اگر یہ سب کچھ نہیں کرتے تو یہ ہوس زدہ درندہ ہمارے ساتھ وہ سب کچھ کر گزرتا جو اس کی فطرت کا نمایاں کردار تھا ہم نے اپنی اور اپنے دیوتا کی لاج اور آبرو رکھی ہے۔

نرملا کو اپنے عقب میں کسی کے قدموں کی ہلکی ہلکی چاپ محسوس ہوئی...... اس نے بڑی تیزی سے گھوم کر اندھیرے سے ابھر کر قریب آنے والے کی طرف دیکھ کر ایک دبدبے سے کہا! آنے والے ہمارے قریب مت آنا اس وقت ہم ناگ ماتا کے زہریلے روپ میں ہیں موت کے سوا اس وقت ہمارے پاس کسی کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے"

آنے والے نے آہستہ سے کہا! بیٹی ہم مہاماتر ہیں۔ ہمیں مندر کا راستہ نہیں مل رہا"

نرملا نے چند قدم آگے بڑھ کر مہاماتر کے قریب جا کر اس کے سینے پر سر رکھ کر سسکتے ہوئے کہا! مہادیو جی! یہ دھرتی اتنی بے رنگ اور بے نور کیوں ہوگئی ہے۔ لٹیروں کی تعداد یکا یک کیوں بڑھتی جا رہی ہے کوئی جس کسی پر نظر ڈالتا ہے بری نظر ڈالتا ہے۔ اندھیرا کیوں اتنا گھور اور خوفناک ہو گیا۔ صبح کے سویرے کب طلوع ہوں گے۔

مہاماتر نے اس کے بکھرے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی محبت سے کہا! بیٹی پو پھوٹنے والی ہے...... اندھیروں کا راج آخری ہچکیاں لے رہا ہے۔ شاید تم نے محسوس نہیں کیا۔ ہواؤں کے چلن بدل رہے ہیں ان اونچے پربتوں کے اس پار سے آنے والی ہواؤں میں بہاروں کے نغمے ہیں...... فصیل پر بھاگتے دوڑتے سپاہیوں کی بدحواسیوں سے معلوم ہوتا ہے اجالوں اور محبتوں کے سوداگر آ پہنچے ہیں"

نرملا نے قلعے کی فلک بوس دیوار کی طرف دیکھ کر کہا! شاید تم ٹھیک کہتے ہو اس فصیل کے باہر صبح جنم لے چکی ہے"

ہاں بیٹی! مہاماتر نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! ہمیں پورا پورا یقین ہے یہ سنگلاخ دیواریں اجالوں کی کرنوں کا راستہ زیادہ دیر تک نہیں روک سکیں گی...... روشنی ہر حالت میں اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ کوئی رکاوٹ اس کی راہ میں حائل نہیں رہ سکتی۔ چلو مندر چلتے ہیں دیوتا پریشان ہو رہے ہوں گے"

پھر اچانک مہاماتر کی نظر سنگرام کی لاش پر پڑی"

اس نے اس کی لاش پر جھکتے ہوئے کہا! اسے تو کسی زہریلے سانپ نے ڈسا ہے یہ کون ہے؟

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! تم نے صحیح پہچانا ہے اس باؤلے کتے کو کسی ناگ ماتا نے ڈس کر موت کی اندھیری غار میں ہمیشہ کے لیے دھکیل دیا ہے۔ یہ احمق درندہ ایک ناگ ماتا کی آبرو سے کھیلنے آیا تھا"

مہاماتر نے غور سے نرملا کی طرف دیکھ کر کانپتے ہوئے کہا! اسے تم نے مارا ہے۔ تم سچ مچ ناگ ماتا ہو تم دیوی ہو۔

مہاماتر کے ہاتھ خود بخود جڑتے جا رہے تھے"

اس نے نرملا کے سامنے جھکتے ہوئے کہا! تم بڑی شکتی والی دیوی ہو"

مہاماتر نے لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ کون ہو سکتا ہے؟

نرملا نے مسکراتے ہوئے اپنے ناک کی خوبصورت نتھنی کو ایک ادائے خاص سے گھماتے ہوئے کہا! اس کا نام سنگرام ہے۔ یہ ظالم مہاراجہ کا ایک خاص آدمی ہے یہی وہ بدبخت ہے جو زبردستی سے ہمیں اور نوتن کماری کو مندر سے اٹھا لایا تھا۔ ہم اسے کیسے معاف کر دیتے اس نے شیو دیوتا کی

محبت کی توہین کی تھی۔ ہم جنم جنم سے شیو دیوتا کی امانت ہیں ہم اپنے دیوتا کی آبرو ہیں۔ ہماری لاج دیوتا کی لاج ہے۔...... کوئی کس طرح ایک دیوتا کی لاج کو بے وقار کر سکتا ہے۔

مہاماتر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا! بیٹی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ہزاروں شکاری کتے یہاں بھاگتے دوڑتے پھرتے ہیں۔ ہم نے بھی ایک آسامی نوجوان کا قتل کیا ہے"

نرملا نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا! مہادیو جی! تم سے بھی قتل ہوا ہے مگر کیوں اور کیسے؟

مہادیو نے نرملا کے ساتھ ساتھ اندھیروں میں چلتے ہوئے کہا! اس ظالم نے ہمارے دل کے گہرے زخموں میں نمک بھرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے ہمیں یاد دلانے کی حماقت کی تھی کہ ہماری بیٹی کے ناموس کا خون بہایا گیا تھا۔

کیا مطلب؟ نرملا نے قدم روکتے ہوئے پوچھا! تمہاری بیٹی کی آبرو کو کیا ہوا تھا۔

مہادیو نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! نرملا بیٹی ہم بڑے پاپی ہیں دھرم کی آڑ میں ہم نے مقدس گائے بن کر بڑے گھناؤنے جرائم کیے تھے۔ وہ ہم ہی تھے جس نے تعصب کی آگ بھڑکا کر لاکھوں بچوں کو یتیم اور سہاگنوں کو بیوہ ہونے کا روگ دیا ہے...... ہم نے ہی مہاراجہ جے دھج سنگھ کو بنگال پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ مہاراجہ جے دھج سنگھ آسام سے بڑھ کر بنگال تک چھا جائے گا اور پھر ہندو جاتی کا ڈنکا بجے گا...... مگر بیٹی ہم نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پر زبان رکھ دی جن کو ہم پھول سمجھ کر پیار کرنے لگے تھے۔ وہ زہریلے کانٹے تھے۔ آسامی ہندوؤں نے بنگالی ہندوؤں پر ظلم و بربریت کے وہ پہاڑ ڈھائے ہیں کہ ہماری آئندہ نسلیں ہماری کم فہمی پر آنسو بہاتی رہیں گی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے مہاراجہ آسام کی سینا ایسی سفاک اور بے غیرت ہوگی...... ہم آنسوؤں اور خون کی بوندوں میں بھیگتے پھرتے ہیں"

نرملا نے کہا! مہادیو کیا حاکم بنگال اچھا حکمران نہیں ہے؟

مہادیو نے ایک طویل ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! کاش وہ ایک اچھا حکمران نہ ہوتا کاش وہ ظالم بے رحم اور لٹیرا ہوتا اے کاش وہ ناموس کا قاتل ہوتا...... مگر بیٹی وہ ایک دیوتا ہے وہ چھتنار درخت کی طرح تھکے ماندے مسافروں کو چھاؤں مہیا کرنے والا دیوتا ہے"

نرملا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا! شیو دیوتا بھی اس کی تعریف کرتا ہے۔ شیو دیوتا کہتا ہے...... وہ دیوتاؤں کا دیوتا ہے۔

مہاماتر نے اندھیروں میں گھورتے ہوئے کہا! وہ ہر گھائل کے زخموں پر مرہم لگانے والا ہے۔ اس کا قد آکاش سے بلند ہے......

باغ سے نکل کر یہ دونوں اس سڑک پر آگئے تھے جو مندر کی طرف جاتی تھیں...... مندر میں جلتی ہوئی قندیلوں کی روشنی دکھائی دے رہی تھی...... رات کا پچھلا پہر جاری تھا۔ خلاف معمول مندر میں سناٹا طاری تھا۔ ایک سوگواری خاموشی نے ہنگاموں کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا"

مندر کے دروازے کے قریب پہنچ کر نرملا نے پوچھا! تم اپنی بیٹی کی بات کر رہے تھے۔

مہاماتر نے کہا! ہماری بیٹی کو مکار اور بے رحم مہاراجہ نے لہولہان کر دیا تھا اس کی اٹھتی ہوئی معصوم جوانی کی امنگوں کے ارمانوں کو اس نے اپنی طاقت کے وزنی پاؤں تلے روند ڈالا تھا جب ہماری بیٹی ظالم مہاراجہ کی خوابگاہ میں چیخ چیخ کر ہمیں مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ اس وقت ہمارے دم

نکل رہے تھے...... ہم کسی بھٹکی ہوئی بے چین روح کی طرح پھر رہے تھے...... قسمت کے اندھیروں میں مسلمانوں نے ایک بار پھر ہمارے سامنے آس کا دیا جلا کر ہمیں زندہ رہنے کا حوصلہ دیا ہوا ہے......

جب یہ لوگ مندر میں داخل ہوئے تو نرملا کو دیکھ کر سینکڑوں پجاری اور یاتری ادھر ادھر سے نکل کر اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ ہر کسی کا سر جھکا ہوا تھا'

ان کی نمناک آنکھوں اور غمگین چہروں کی طرف دیکھ کر نرملا نے کہا! کیا ہوا تم سب اداس اور غمگین کیوں ہو؟

ایک بوڑھے پجاری نے کہا! دیوی جی! ہم بہت شرمندہ ہیں ظالموں کی تلوار نے ہمیں بزدل بنا دیا تھا ہم اپنی دیوی کی رکھشا نہیں کر سکے۔

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! تمہارا کوئی دوش نہیں۔ شیو دیوتا کہاں ہیں؟

ایک دوسرے پجاری نے کہا! وہ ابھی تک باہر ہیں'

نرملا نے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہا! بھگوان خیر کرے دیوتا کو اب تک آ جانا چاہیے تھا'

ایک پجاری نے کہا! دیوی جی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں دیوتا آ جائیں گے۔ آج رات اس قلعے میں بڑے بڑے ظالمانہ فیصلے کیے جانے والے ہیں۔ کل کا دن اس قلعے کے بے نوا اور بے زور لوگوں کی قسمت کا سیاہ ترین دن بن کر طلوع ہونے والا ہے۔ دیوتا ظلم وستم کا نشانہ بننے والے لوگوں کی چارہ گری کے لیے سب کچھ کر رہے ہوں گے"

نرملا نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے مخصوص کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا! نوتن کماری کی ماتا کیسی ہے؟

ایک داسی نے کہا! دیوی جی! ماتا رانی کی حالت اچھی نہیں ہے۔ بیٹی کے صدمے نے اس کو باؤلی بنا دیا ہے۔ وہ پاگلوں کی طرح باتیں کرتی ہے اور اٹھ اٹھ کر دیواروں سے ٹکرانے لگتی ہے۔ کئی داسیوں نے اسے پکڑ رکھا ہے۔ وہ جیون ہتیا کے لیے تیار ہے...... جس ماتا سے اس کی جواں سال بیٹی کو پامالی کی نیت سے چھین لیا گیا ہو...... وہ جیون ہتیا کے سوا اور کیا سوچ سکتی ہے"

نرملا نے تیزی سے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! نہیں یہ بزدلی ہے۔ جیون ہتیا بزدلی ہے ماتا رانی کو ظالموں اور سماج دشمنوں بدقماشوں سے مقابلے کے لیے زندہ رہنا چاہیے......

مہاماترا اور نرملا جب نوتن کی ماں کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی...... ہمیں چھوڑ دو ہم ذلت کی زندگی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

نرملا نے اس کے گلے لگ کر اس کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا! ماتا جی! دھیرج اور ہمت سے اس درندگی کا مقابلہ کرنے کی بجائے تم ہتھیار ڈال دو گی تو بربریت اور موت کے سوداگروں کے حوصلے اور زیادہ بڑھ جائیں گی...... تم زندہ رہو گی ہمارے تمہارے زخموں کا مداوا موت نہیں ہے...... موت کے بیوپاریوں کو ان کے عبرتناک انجام تک پہنچانا ہم سب کا فرض بنتا ہے۔ ہم ہمت نہیں ہاریں گے مسائل کے حل کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے"

ماتارانی نے نرملا کے گلے میں بانہیں ڈال کرزورزور سے روتے ہوئے کہا! دیوی وہ درندہ بار بار ہمیں نوچ رہا ہے۔اس نے ہماری آبرو کولہولہان کردیا ہے۔ہم زندہ رہنے کے قابل نہیں رہے۔جیون ایک بوجھ بن گیا ہے۔یہ بوجھ ہم سے اٹھایا نہیں جاتا......ہم تھک چکے ہیں ہم ٹوٹ پھوٹ کرریزہ ریزہ ہوچکے ہیں۔ہم اپنے بکھرے ہوئے وجود کو سمیٹتے سمیٹتے نڈھال ہوچکے ہیں۔

نہیں ماتارانی نہیں نرملا نے کہا! ہمت ہاروگی تو سب کچھ ہاردوگی۔

ماتارانی نے کہا! دیوی جی! اب ہمارے پاس کیارہ گیا ہے۔جس کی حفاظت کے لیے ہم زندہ رہیں گے"

نرملا نے کہا! ماتاجی! ظلم کے خلاف جدوجہد کرنا......ظلم کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانا......ظالموں اور درندوں سے انسانی بستیوں کو پاک کرنا......سماج کے لاکھوں غریبوں کی محرومیاں ہم سب کو آوازیں دے رہی ہیں......انتقام کے دن تک زندہ رہنے کی کوشش کروماتاجی'

☆

مہاراجہ کرشن کمار نے ماتا مہارانی کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ماتا جی! کیا حکم ہے۔ ہمیں کیوں یاد فرمایا ہے۔

ماتا مہارانی نے ایک مخملی تکیے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے کہا! حاکم بنگالہ کی فوجیوں کے بے ہودہ نعروں کا شور یہاں تک سنائی دے رہا ہے"

مہاراجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ماتا جی! بیچارے رات کے مسافروں کو آج کی رات خوش ہو لینے دیا جائے کل کو جب ان کے سروں پر موت کے پتھر برسائیں گے تو یہی وادیاں ان کی چیخوں سے گونجیں گی"

ماتا مہارانی نے غصے سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا! ہم چاہتے ہیں ان میں سے کوئی بھی بچ کر واپس بنگال نہ جانے پائے ان وادیوں کو ان کے لیے موت کی چِتا میں تبدیل کر دیا جائے۔

شانت ہو جاؤ ماتا جی چنتا نہیں کرو ہم بہادری کی تاریخ میں ایک ایسے نئے باب کا اضافہ کرنے والے ہیں جس کی تحریروں کو پڑھنے والے بڑے فخر اور بڑے احترام سے پڑھا کریں گے۔ ہم آسام کی تاریخ کو ایک اچھوتا حسن دیں گے۔

ماتا مہارانی کے چہرے پر طمانیت کے رنگ میں بکھر گئے اس نے بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! ہمیں تم سے یہی توقع تھی"

پھر اس نے نوتن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! نوتن کماری جی! تمہاری ماتا کہاں ہیں۔ کل صبح کے بعد ہم نے اسے دیکھا نہیں۔

نوتن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ماتا جی! کی طبیعت علیل ہے۔

ماتا مہارانی نے بے نیازی سے کہا! اسے معلوم نہیں کہ ہم ایسی حرکتوں کو پسند نہیں کرتے اسے ہر حالت میں ہمارے درشن کو دوبارہ آنا چاہیے تھا۔ تمہاری ماتا اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے یہ اس کی بہت بڑی گستاخی ہے اور ہم کسی کی گستاخی کو معاف کرنے کے عادی نہیں ہیں۔

نوتن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم اپنی ماتا جی سے سرزد ہونے والی گستاخی اور بے ادبی کی معافی چاہتے ہیں۔

ماتا مہارانی نے شراب کا طویل گھونٹ بھرتے ہوئے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تم ہمارے بیٹے کو عزیز لگتی ہو اس لیے ہم تمہاری معذرت قبول کرتے ہیں۔ اب تم مہاراجہ کی خوابگاہ میں جاؤ۔ ہم نے مہاراجہ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں"

پھر اس نے اوشا کی طرف دیکھتے ہوئے دبدبے سے کہا! نوتن کماری کو مہاراجہ کی خوابگاہ میں پہنچا دیا جائے۔ مہاراجہ کے آنے تک تم شراب اور سنگیت سے دل بہلا سکتی ہو۔ سب سامان میسر ہوں گے۔

نوتن نے بیزاری سے کہا! اگر ہمیں اپنی ماتا کے پاس جانے کی آ گیا دی جائے تو بڑی کرپا ہوگی۔

مہاراجہ نے تلخ اور تند نظروں سے نوتن کی طرف دیکھ کر کہا "نوتن جی! ہم اتنے نرم دل بھی نہیں ہیں۔ تم بار بار ہم سے بیزاری کا ثبوت پیش کر رہی ہو جانتے ہو اس بد دماغی اور کم عقلی کی کم سے کم سزا کیا ہو سکتی ہے"

نوتن کماری کی خوبصورت پلکوں میں آنسووں جھلملانے لگے۔ اس نے قندیلوں کی لرزتی ہوئی روشنی میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں مہاراجہ ہم چاہتے ہیں مہاراجہ کی توجہ جنگ کی حکمت عملی کی طرف مبذول رہے تو بہتر ہے وقت کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے مہاراجہ

جنگ سے دو چار ہیں"

نوتن کماری نے خاموشی سے سر جھکا لیا تو مہاراجہ نے غصے سے کہا! تم ہمیں خوفزدہ کرنا چاہتی ہو ہم کسی سے خوفزدہ نہیں ہو سکتے...... یہ قلعہ ناقابل تسخیر ہے اس کی بنیادوں پر دیوتاؤں کا پوتر پسینہ موجود ہے۔ اس کی رکھشا دیوتا کریں گے۔ ہم اپنی زندگی کے معمولات کو جاری رکھیں گے...... ملیچھوں کے سارے لشکر ان پہاڑوں کی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر برباد ہو جائیں گے۔

نوتن نے آہستہ سے کہا! جنگ میں بڑے بڑے انقلاب رونما ہوتے ہیں۔ نجانے کون ہارتا ہے کون فتح یاب ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ساحل کے قریب کشتیاں ڈوب جاتی ہیں۔

منحوس! ماتا مہارانی نے غصے سے چلاتے ہوئے نوتن کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارتے ہوئے کہا! اسے ہماری نظروں سے دور کر دو نہیں تو ہم اس کی گندی زبان کاٹ ڈالیں گے۔

پھر اس نے مہاراجہ کی طرف دیکھ کر کہا! ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر تم اتنے بڑے مہاراجہ ہو کر اس حقیر اور بدشگون منحوس اور بدبخت لڑکی کے لیے اتنے حساس کیوں ہو...... ہمیں تو اس میں ایسی کوئی خوبی نظر نہیں آئی جس کی کشش تمہاری توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

اوشا نے آگے بڑھ کر نوتن کو بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچتے ہوئے کہا نوتن جی! اس سے آگے منہ سے کچھ نہیں بولنا خاموشی سے باہر چلو تم نے ماتا مہارانی کا دل دکھا کر بہت برا کیا ہے"

نوتن اوشا کے ساتھ باہر جانے لگی تو مہاراجہ نے کہا! اسے ہمارے خوابگاہ کے علاوہ باہر مت جانے دینا"

جب نوتن باہر چلی گئی تو چند لمحوں کے بعد ماتا مہارانی نے کہا! ابھی تک ونو نہیں آیا کیا کم بخت پونم پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ بے زبان اور بے جان مورتی ہے جو تو دیسے جلاد کے سامنے زبان کھولنے کو تیار نہیں۔

مہاراجہ نے شراب کا پورا جام اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا! ماتا جی! چنتا نہیں کریں، ونو آتا ہی ہوگا...... ہمارے ماہر اور تجربہ کار جلادوں کے سامنے تو پربتوں کی چٹانیں بولنے لگتی ہیں۔ پونم بچاری کی کیا مجال ہو سکتی ہے"

ماتا مہارانی نے اپنے بالوں کو ہاتھ سے سنوارتے ہوئے ہچکی لیتے ہوئے کہا! ہمیں وشواش ہے ہمارے کارندے ہر لحاظ سے تجربہ کار ہیں۔ مگر اسے اب تک آ جانا چاہیے تھا"

مہاراجہ نے کہا! کل اکھاڑے میں کھیل کا اعلان ہو چکا ہے لگتا ہے ونو اس سلسلے میں اپنا تاریخی کردار ادا کرنے کی تیاری کر رہا ہوگا"

مگر اس وقت ان سب باتوں سے اہم بات چندر کانت کا سراغ ہے"

ماتا مہارانی نے کہا تو مہاراجہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا! ساجن کو حاضر ہونے کا کہا جائے۔ خادمہ تیزی سے باہر نکل گئی"

چند لمحوں بعد ساجن نے کمرے میں داخل ہو کر مہاراجہ اور ماتا مہارانی دونوں کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراجہ! کیا حکم ہے!

مہاراجہ نے دبدبے سے کہا! اکھاڑے کے بندی خانے سے ونو کو بلا کر حاضر کیا جائے۔

ساجن نے سر جھکاتے ہوئے کہا! حکم کی تعمیل ہوگی۔ مہاراج!

تم جا سکتے ہو، مہاراجہ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا! اور کسی شبھ سماچار کے ساتھ واپس آ ؤ۔

ساجن پچھلے پاؤں کمرے سے نکل گیا تو ماتا مہارانی نے کہا! کرشن بیٹے، جب سے مسلمانوں کی فوجوں کے نعروں کا شور ہمارے کانوں میں گونج رہا ہے۔ تب سے ہم راجہ سبھاش چند کے سلسلے میں بڑے پریشان ہو رہے ہیں۔ وہ محاصرہ توڑ کر کیسے واپس آئے گا۔

مہاراجہ نے کہا! ماتا جی! امید ہے وہ حاکم بنگالہ کی فوجوں کو چیرتا ہوا واپس پہنچ جائے گا اور اگر نہیں بھی آیا تو ہمیں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ قلعے کی دیواریں بڑی مضبوط ہیں۔

وہ تو ٹھیک ہے ماتا مہارانی نے کہا! ہم اپنے وفاداروں کی تعداد میں کمی ہونے کو پسند نہیں کر سکتے۔ بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب کے لیے ہمیں راجہ سبھاش چند جیسے وفادار ساتھیوں اور دوستوں کی ضرورت محسوس ہوگی۔

مہاراجہ نے کہا! ماتا جی! تم ہر طرح سے شانت اور بے چنتا ہو جاؤ تم دیکھو گی بھاگنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی موت کی چتا سے بہت کم لوگ زندہ بچیں گے...... بہرصورت اس وقت ہمارے سامنے دوستوں کی کمی کا سوال نہیں دشمنوں کی تعداد کم کرنے کا مسئلہ ہے۔

چند لمحوں تک خاموشی چھا گئی۔

پھر ماتا مہارانی نے کہا! تم نے فصیل کا معائنہ کیا ہے پتھروں اور منجنیقوں کا انتظام دیکھا ہے۔

مہاراجہ نے کہا! گھن شام فصیل پر موجود ہے تمام انتظامات مکمل ہیں۔ صبح ہونے دو پھر دیکھنا کس طرح موت کے بھاری پتھروں کی برکھا برستی ہے...... ماتا مہارانی کے ہونٹوں پر تبسم بکھر گیا۔

اس نے ایک قندیل کی لرزتی ہوئی روشنی پر نظریں جماتے ہوئے کہا! کرشن کمار ہم تمہیں بہت بڑا مہاراجہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم تمہارے دبدبے کے پھریرے افق تا افق لہراتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

مہاراجہ کی سفاک آنکھوں میں خوابوں کے رنگ لہرانے لگے اس نے عالم مدہوشی میں کہا! ہم اپنی ماتا کے خوابوں کی تعبیر ہیں...... وہ وقت بہت قریب آچکا ہے...... چند دنوں کی بات ہے پھر ہماری سینا طوفان بلا خیز بن کر بنگال پر چھا جائے گی...... ہم بنگال کے طول و عرض سے نا صرف مسلمان ملیچھوں کو ختم کر دیں گے بلکہ ان کے وفادار بے غیرت ہندوؤں کو بھی تباہ و برباد کر دیں گے۔ راجہ پریم چند اور کھنڈے راؤ جیسے غداروں کو ہم اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

ماتا مہارانی نے کہا! ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے یاد آیا تم نے کل کے کھیل کے لیے کیا کیا انتظام کیے ہیں؟

کل تاریخی کھیل ہوگا...... مسلمان قیدیوں...... پونم اور راجکماری کی دوسری غمگسار سہیلیوں کے علاوہ ہم نے قلعے کے اچھوتوں کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کر کے اکھاڑے کے بندی خانے میں ڈال دینے کا حکم دے دیا ہے۔

ماتا مہارانی نے ایک زوردار فرعونی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! پھر تو بڑا مزا آئے گا...... ہمارا خیال ہے ان لوگوں کی فہرست میں اپنے

دوسرے دشمنوں کے نام بھی درج کرلو"

مہاراجہ نے ماتا مہارانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! ہم اپنے دشمنوں سے غافل نہیں ہیں۔ ماتا جی ہمارے ذہن میں بڑے اچھوتے منصوبے موجود ہیں ہم اپنی راہوں پر قدم قدم پر تاریخی یادگاریں چھوڑیں گے۔

ایک دربان نے اندر آ کر جھکتے ہوئے کہا! پردھان منتری اور ساجن حاضری کی آ گیا چاہتے ہیں۔

ماتا مہارانی نے کہا! ہم نے ساجن کو دونوں کے بارے میں حکم دیا تھا یہ پردھان منتری کو کیوں لے آیا ہے"

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! ماتا جی! نیلم بڑا بے وقوف نوجوان ہے وہ ہماری خوشی کے لیے دیوانوں کی طرح دوڑ دھوپ کررہا ہے۔ اسے علم ہی نہیں کہ ہم اس کے بارے میں کیا کیا فیصلے کر چکے ہیں"

مہاراجہ نے دربان سے کہا! دونوں کو اجازت ہے......

چند لمحوں بعد پردھان منتری نیلم کمار اور ساجن دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے۔ نیلم کمار کا چہرہ کسی خوشی کی نادیدہ اثر اندازی سے تمتما رہا تھا۔

مہاراجہ نے کہا! نیلم کمار جی! لگتا ہے تمہارے پاس ہمارے لیے کوئی بڑی شبھ سماچار ہے...... کہو تمہارے چہرے پر بکھرے ہوئے رنگوں کا سبب کیا ہے؟

نیلم کمار نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ہم مہاراجہ اور ماتا مہارانی کو یہ شبھ سماچار سنانے آئے ہیں کہ ہم نے پونم سے راجکماری چندرکانت کے بارے میں سب کچھ معلوم کرلیا ہے۔

مہاراجہ اور ماتا مہارانی دونوں بیک وقت اچھل پڑے دونوں نے بیک زبان چلاتے ہوئے کہا! وہ کہاں ہے؟

نیلم نے کہا! مہاراجہ! چندرکانت اس وقت شیو دیوتا کے مندر کے تہ خانے میں ہے۔

ماتا مہارانی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! کیا اس بات کا مسلمانوں کو علم ہے؟

نیلم کمار نے کہا! ماتا مہارانی جی! مسلمانوں کو پورا پورا علم ہے ہماری طرح انہیں چندرکانت کی اہمیت کا احساس ہے۔ اس لیے تو انہوں نے اسے چھپا رکھا ہے"

مہاراجہ نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! اب کیا کیا جائے...... ہم اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہمارے ذہن میں ایک ترکیب ہے"

مہاراجہ نے بے تابی سے کہا! ہم گوش برآواز ہیں جلدی بیان کرو۔

نیلم کمار نے کہا! اس کے لیے ہمیں اپنی صدیوں پرانی روایتی حکمت عملی سے کام لینا پڑے گا"

کیا مطلب؟ مہاراجہ نے کہا! کھل کر بات کرو۔ وقت بہت کم ہے۔

نیلم کمار نے کہا! مہاراجہ! ابھی سردست بزور بازو تو مسلمانوں سے نہیں چھین سکتے۔ اس کے لیے ہم کو مکروہ فریب کا جال بنا پڑے گا''

ماتا مہارانی نے کہا! نیلم تم خواہ مخواہ بات کو طول دے رہے ہو تمہارے ذہن میں جو منصوبہ ہے بیان کرو۔

نیلم کمار نے کہا! ہماری خوش قسمتی سے اس وقت جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماترا اور اس کے پچاس ساٹھ ساتھی یہاں موجود ہیں اور وہ ہمارے پرانے وفادار بھی ہیں۔ مہاراجہ کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ اس ساری کہانی کا مرکزی کردار مہاماتر جی کی ذات ہے اگر ہم کسی طرح مہاماترا اور اس کے ساتھیوں کو قلعے سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو ہمیں یقین ہے مہاماتر جی شیو دیوتا کے مندر جا کر سب کچھ بڑی آسانی سے کرلیں گے۔ خوش قسمتی کے ان نادر لمحات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ہماری ناقص عقل میں جو کچھ تھا ہم نے ظاہر کر دیا۔

مہاراجہ نے نیلم کمار کا ہاتھ پکڑ کر کہا! نیلم کمار جی! تمہارے ذہن میں بڑی عمدہ ترکیب آئی ہے۔ ہم تمہاری ترکیب پر عمل کریں گے۔

ماتا مہارانی نے کہا! تمہارے خیال میں مہاماتر جی بنگال کے بادشاہ کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اس دفعہ ساجن نے کہا! ماتا مہارانی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مہاماتر بڑی آسانی سے حاکم بنگالہ کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جائے گا...... یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمان ہر مذہب وملت کے ایدیشکوں اور پر چاروں کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ مذہبی رواداری کے سلسلے میں وہ جنون کی حد تک جذباتی بے وقوفی کے مرتکب ہو سکتے ہیں...... مہاماتر جی بڑے جہاندیدہ بڑے ہوشیار اور بڑے بنیاد پرست ہندو پنڈت ہیں''

مہاراجہ نے کہا! کسی کو بھیج کر اسی وقت مہاماتر کو طلب کیا جائے''

ساجن نے ایک سپاہی کو حکم دیتے ہوئے کہا! مندر جاؤ اور اسی وقت جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر کو مہاراجہ کے سامنے پیش کرو''

سپاہی چلا گیا تو مہاراجہ نے نیلم کمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تمہارے خیال میں مسلمانوں کی سینا نے قلعے کے چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا ہے۔

نیلم کمار نے کہا! مہاراج! بڑا اندھیرا ہے...... کچھ کہا نہیں جاسکتا...... نعروں کے شور سے لگتا ہے ابھی انکا سارا زور شمال اور مغرب کی جانب ہے۔ بڑے دروازے کی جانب کوئی زیادہ زور شور معلوم نہیں ہوتا''

مہاراجہ نے کہا! یہ تو بہت اچھی بات ہے صبح ہونے سے پہلے پہلے مہاماترا اور اس کے ساتھیوں کو روانہ کر دیا جائے گا...... وہ ماڑھی کی طرف سے ہوتے ہوئے جائیں اگر راجہ سبھاش چندر سے ان کی ملاقات ہو جائے تو زیادہ بہتر ہوگا''

ساجن نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! مہاراج کا خیال بالکل اچھوتا ہے...... راجہ سبھاش چند ماڑھی کے اوپر سے چکر کاٹ کر بڑی آسانی سے شیو دیوتا کے مندر پہنچ کر اپنا مقصد حاصل کرسکتا ہے...... سنا ہے مسلمانوں کی تعداد وہاں اب نہ ہونے کے برابر ہے۔

ایک دربان نے آ کر کہا! مہاراج...... سیناپتی گھن شام ٹھاکر حاضری کی آگیا چاہتا ہے''

مہاراجہ نے کہا! اجازت ہے۔

چند لمحوں بعد گھن شام ٹھاکر نے مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے کہا! مہاراجہ شمال اور مغرب کی جانب سے مسلمانوں نے قلعے کو محاصرے

میں لے لیا ہے..... وادیوں میں کوسوں تک روشنیوں کا سلسلہ دراز دکھائی دے رہا ہے۔

مہاراجہ نے طنزاً مسکراتے ہوئے کہا! لگتا ہے۔ ہمارے سیناپتی جی روشنیوں کے اس سلسلہ دراز سے خوفزدہ ہو گئے ہیں"

نہیں مہاراج! گھن شام ٹھاکر نے اپنی شرمندگی کو چھپاتے ہوئے کہا! ہم خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہم تو صورت حال سے مہاراجہ کو آگاہ کر رہے ہیں"

مہاراجہ نے کہا ٹھاکر جی! ہم آگاہ کریں..... اگر وہ فصیل کے قریب آنے کی کوشش کر رہے ہیں تو ان پر بھاری پتھروں کا مینہ برسا دیا جائے۔

گھن شام نے کہا! ہماری سینا پوری طرح چوکس ہے۔

مہاراجہ نے اس کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ٹھاکر جی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو بڑی بے تابی اور بے صبری سے علی قلی خان کے ان پربتوں کی گہری و تاریک وادیوں کے چوہے دان میں پھنسنے کا انتظام کر رہے تھے۔ بھگوان نے بڑی مشکل سے ہمیں اپنے زخموں سے بہنے والے لہو کی ایک ایک بوند کا ایک ایک مسلمان سپاہی سے بدلہ لینے کا موقع دیا ہے.....

گھن شام نے کہا! مہاراج اپنی سینا کو ہر موڑ پر وفادار پائیں گے"

گھن شام ٹھاکر ابھی کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک ایک دربان نے آ کر کہا! مہاماتر جی حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں"

مہاراجہ نے کہا! اجازت ہے.....

مہارانی کے چہرے پر اندیشہ ہائے دور دراز کی گرد چھائی ہوئی تھی۔ مہاماتر کمرے میں داخل ہوا مہاراجہ اور ماتا مہارانی دونوں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔

پھر اسے ایک مسند پر بیٹھاتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! ہم بلا تردید کہہ سکتے ہیں کہ ہندو جاتی کی سربلندی کا خواب سب سے پہلے تم نے دیکھا تم نے آسام میں بیداری کا جذبہ پیدا کیا..... تمہاری تحریک سے ہماری سینا بنگال پر حملہ آور ہوئی وہ تو جے دھج سنگھ کی نا اہلی اور اس کی بیٹی کی بدکاری کی وجہ سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے"

پھر اس نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا! ناکامی کامیابی کا زینہ بنتی ہے"

مہاماتر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا! بلاشبہ یہ سچ ہے مہاراج۔

مہاراجہ نے کہا! مہاماتر جی! ہمیں اپنی کامیابی کے زینے کا سراغ مل گیا ہے۔ اب تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ امید ہے تم اپنے تجربے سے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤ گے"

مہاماتر نے کہا! ہم کچھ سمجھنے سے قاصر ہیں"

اب ماتا مہارانی نے کہا! مہاماتر جی! بدبخت چڑیل چندر کانت کا سراغ مل گیا ہے"

مہاماتر نے حیرت سے اچھلتے ہوئے کہا! وہ کہاں ہے؟ ہم اس کا خون پی جائیں گے؟

وہ شیو دیوتا کے مندر کے تہہ خانے میں موجود ہے۔

مہاماتر نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! بڑی حیرت انگیز خبر ہے۔عجیب بات ہے ہم اتنا عرصہ وہاں رہے ہیں ہمیں خبر تک نہیں ہوئی۔ بڑا سنسنی خیز انکشاف ہوا ہے۔.....مہاراج چندر کانت کو قبضے میں لینا بہت ضروری ہے"

ہم سمجھتے ہیں۔ ماتا مہارانی نے کہا! اسی لیے تو ہم نے تمہیں طلب کیا ہے۔

مہاماتر نے کہا! ہم اپنے مہاراج کے لیے اپنی جان کی قربانی دینے کو تیار ہیں"

ہمیں تم سے یہی توقع تھی۔ مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے منصوبے سے آگاہ کرنے کے بعد کہا! ہم چاہتے ہیں تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ صبح ہونے سے پہلے پہلے قلعے سے نکل جاؤ"

ٹھیک ہے مہاراج! مہاماتر نے کہا! ہم ابھی جا کر تیاری کرتے ہیں۔

مہاراجہ نے کہا! مسلمانوں کو دھوکہ دینا اور اپنا مقصد حاصل کرنا کچھ مشکل کام ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔امید ہے تم۔

مہاماتر نے بڑے اعتماد سے کہا! مہاراج! چنتا نہیں کریں ہم مسلمانوں میں رہے ہیں۔ہم ان کی عادات اور کمزوریوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ہم ان کی فطری کمزوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے.....چند دنوں تک چندر کانت مہاراجہ کے قدموں میں پڑی ہوگی"

مہاراجہ نے کہا! ہم اس کمینی سے اپنے زخموں کا پورا پورا حساب لیں گے"

گھن شام نے کہا! مہاراج! یہ اتنا بڑا انکشاف کس نے کیا ہے؟

نیلم کمار نے کہا! پونم نے بتایا ہے۔

گھن شام نے کہا! ہوسکتا ہے اس نے دھوکے بازی سے کام لے کر اپنی جان چھڑانے کی خاطر جھوٹ بول دیا ہو؟

نیلم کمار نے کہا! ٹھاکر جی! نزع کے وقت کا بیان دنیا کا سب سے بڑا سچ ہوتا ہے۔

کیا مطلب؟ مہاراجہ نے پوچھا۔ پونم کہاں ہے؟

نیلم کمار نے کہا! پونم اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ہم نے اس کی لاش نہر میں بہادی ہے۔اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وردھن اور اس کے سپاہیوں کو مندر کے پجاریوں نے بدبختی سے زہر کھلا کر ہلاک کر دیا تھا۔

ماتا مہارانی نے کہا! یہ سچ ہے.....اب ہمیں پونم کے بیان کی سچائی اور صداقت پر پورا پورا یقین آ گیا ہے.....وردھن ہم سے بے وفائی نہیں کرسکتا تھا۔ضرور ان سب کو ہلاک کیا گیا ہوگا۔

مہاراجہ نے کہا! مہاماتر جی! تم جاؤ اور چلنے کی تیاری کرو پردھان منتری جی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔تمہیں ہر قسم کی سہولت فراہم کر دی جائے گی"

مہاماتر چلا گیا تو مہاراجہ نے شراب کے جام کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! ہماری آتما کا بوجھ اتر گیا ہے۔ہم ہلکے ہلکے ہوگئے ہیں۔ ہمارے راستے کا بڑا وزنی پتھر ہٹنے والا ہے"

پھر اس نے نیلم کمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! نیلم کمار جی! تم جاؤ اور بڑی ہوشیاری سے مہاماتر اور اس کے ساتھیوں کو قلعے کے بڑے

دروازے سے باہر نکلنے میں مدد کرو......

نیلم کمار تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کیطرف بڑھنے لگا۔ وہ جلد از جلد پونم کو مندر پہنچانا چاہتا تھا..... پونم نرم نرم بستر پر پڑی ہوئی کراہ رہی تھی۔ وہ اب ہوش میں تھی اور پہلے سے کافی بہتر لگ رہی تھی"

نیلم کمار نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا! پونم اب تم کیسی ہو؟

پونم نے کہا! پہلے سے بہتر ہوں۔

نیلم کمار نے کہا! پونم بھگوان نے تمہیں اس دردناک عقوبت خانے سے نکلنے کا ایک سنہری موقع دیا ہے..... کیا تم یہاں سے مندر تک اپنے قدموں پر چل سکتی ہو؟

پونم نے اٹھتے ہوئے کہا! کوشش کر کے چلی جاؤ گی۔

نیلم کمار نے کہا! بہت ضروری ہے۔ تمہیں معلوم ہے یہاں کے حالات لحہ بہ لحہ بڑے غیر یقینی اور تکلیف دہ ہوتے جا رہے ہیں۔ مہاراجہ کرشن کمار نے اپنے شیطانی ذہن کے سارے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے، کچھ نہیں کہا جا سکتا یہاں کون کون سی قیامتیں کس کس پر ٹوٹنے والی ہیں...... ہم چاہتے ہیں تم یہاں سے نکل جاؤ"

پونم نے کہا! مگر ہم اپنے کسی محسن کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر یہاں سے فرار ہونا زیادہ مناسب نہیں سمجھتے"

نیلم کمار نے کہا! بھگوان نے بڑا اچھا موقع دیا۔ تمہارے جانے کے بعد تمہاری وجہ سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا......

پھر اس نے مختصر سے لفظوں سے پونم کو وہ سارا افسانہ سنایا جس کے ذریعے اس نے ماتا مہارانی اور مہاراجہ کو بے وقوف بنایا تھا۔

نیلم نے کہا! وہ سب لوگ تیار ہوں گے...... ہم تمہیں ایک مردانہ لباس دیتے ہیں۔ تم بھی جلدی سے بھیس بدل کر تیار ہو جاؤ..... جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیار ہوں گے ہم چاہتے ہیں تم لوگ جلد از جلد یہاں سے نکل جاؤ لگتا ہے سینا پتی ہمیں شک کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا"

پونم نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم ابھی تیار ہو جاتے ہیں......

رات کا پہلا پہر بیت چکا تھا۔ فصیل پر سپاہیوں کی بھاگ دوڑ میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ باہر سے اسلامی لشکر کے نعروں کی ملکوتی صداؤں کے شور کی گونج سے قلعے کے در و دیوار لرزہ طاری تھا"

جگن ناتھ دیوتا کے مہاماتر نے اسماعیل اور شنکر کو تازہ خوش کن حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا! ہمیں جلدی سے جلدی یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ بڑا سنہری موقع ہے"

اسماعیل نے کہا! مہاماتر جی! تم جاؤ ہم پونم کے بغیر واپسی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

مہاماتر نے کہا! کیا ہم پونم بیٹی کے بغیر جا سکتے ہیں؟

اسماعیل نے کہا! تو کیا پونم بھی ہمارے ساتھ جائے گی؟

مہاماترنے کہا! اسماعیل تم ہمیں بزدل سمجھتے ہو...... نیلم کمار ایک نوجوان کے ساتھ مندر میں پہنچ گیا"

اس نے مہاماتر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم سب تیار ہو؟

اسماعیل نے بے قراری سے کہا! ہم تیار ہیں مگر پونم کے بغیر ہم نہیں جائیں گے۔ وہ جس حال میں ہے ہم اسے لے کر جائیں گے"

نیلم کمار نے اپنے ساتھ آنے والے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا! یہ پونم ہے۔

"پونم" اسماعیل سسک پڑا...... کیسی ہو بہن ہم تم سے بہت شرمندہ ہیں"

پونم نے کہا! تم کیوں شرمندہ ہو تمہاری کیا خطا ہے سردار؟

پونم! اسماعیل نے کہا! ہماری غلطی سے یہ...... مصیبت تم کو اٹھانی پڑی ہے۔

نیلم کمار نے کہا! باتوں کا وقت نہیں ہے...... جلدی کرو ہم قلعے کے دروازے پر جا رہے ہیں...... جلدی جلدی وہاں پہنچ جانا......

اسماعیل اور ششیکھر نے بھی پجاریوں جیسا لباس پہنا ہوا تھا ان کے ماتھوں پر تلک اور گلوں میں مالائیں پڑی ہوئی تھیں......

یہ پچاس ساٹھ لوگوں کا قافلہ جب قلعے کے دروازے پر پہنچا تو نیلم کمار نے بلند آواز سے کہا!! مہاماتر جی! ابھی مسلمانوں کے لشکر اس طرف سے بہت دور ہیں۔ تم آسانی سے نکل سکتے ہو۔ مارچی والا راستہ اختیار کرنا...... ہوسکتا ہے راجہ سبھاش چند سے تمہاری ملاقات ہو جائے...... اگر راجہ سبھاش چند سے تمہاری ملاقات ہوگئی تو تمہارا کام آسان ہو جائے گا"

مہاماتر نے لوگوں کو سنانے کے لیے اونچے لہجے میں کہا!! پردھان منتری جی! چنتا نہیں کرو...... اگر راجہ سبھاش ہمیں نہیں ملے تو بھی ہم اپنے منصوبے کی کامیابی کے لیے پرامید ہیں......

قلعے کے دروازے کی کھڑکی کھلی اور پھر ساٹھ سوار ایک ایک کر کے ایک دوسرے کے آگے پیچھے قلعے سے نکل گئے...... دروازے کی کھڑکی بند ہوگئی۔ نیلم کمار سیڑھیوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ کر دیر تک اندھیروں میں گم ہوتے ہوئے اس قافلے کو دیکھتا رہا۔

ایک سردار نے قریب آ کر پوچھا۔ پردھان منتری جی! یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ آگے تو حاکم بنگالہ کے لشکر چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

نیلم کمار نے کہا! ان سادھوؤں کا یہاں سے جانا بہت ضروری تھا ایک بہت ضروری کام ہے۔ جو ان کے سوا کسی سے ہونا ممکن نہیں"

سردار نے کہا! وہ ٹھیک ہے۔ مگر ان لوگوں کا مسلمانوں کے لشکروں کے دریا کو عبور کرنا ممکن لگتا ہے"

نیلم کمار نے دور اندھیروں میں جھانکتے ہوئے کہا! یہ بھگوان کے پجاری ہیں" بھگوان ان کی رکھشا کرے گا"

یہ کہہ کر نیلم کمار آگے بڑھ گیا۔ قلعے کی فصیل پر چلتے چلتے وہ شمال کی جانب اس حصے میں پہنچ گیا جس طرف سے حاکم بنگالہ کے لشکر قلعے کی فصیل کے قریب ایک وادی میں پہنچ چکے تھے...... وادی میں دور دور تک مشعلوں اور قندیلوں کی روشنیاں پھیلی ہوئی تھی...... اللہ اکبر اور یا علی کے نعروں کی ملکوتی صداؤں کا دبدبہ طاری تھا۔

گھن شام ٹھاکر بھی فصیل پر موجود تھا۔ اس نے کہا! پردھان منتری جی! سنگرام نظر نہیں آ رہا"



وہ رات بھی دوسری راتوں کی طرح بڑے غیر محسوس انداز سے نادیدہ راہوں پر چلتی ہوئی صبح کی چوکھٹ تک پہنچنے والی تھی۔ستاروں کی تنک تابیوں میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔صبح کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔کائنات بھیگ چکی تھی۔ہواؤں کے مست خرام جھونکے کلیوں کے بدن چومتے پھرتے تھے۔مندر کے بڑے گھڑیال پر چوٹ پڑی تو شیو دیوتا مندر میں پہنچ گیا۔جب اپنے مخصوص کمرے کے قریب پہنچا تو مندر کے مہا پجاری نے ایک طرف سے نمودار ہو کر اس کا خیر مقدم کیا۔

شیو دیوتا نے مہا پجاری کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا! پنڈت جی! کیا ماجرا ہے اس وقت خلاف معمول مندر میں ایک خوفناک سا سناٹا کیوں طاری ہے۔ماتا رانی نوتن کماری نرملا دیوی کہاں ہیں خیر تو ہے؟

مہا پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کیجئے دیوتا ہم سب تمہاری امانتوں کی حفاظتوں کے سلسلے میں ناکام رہے ہیں ظلم کی سیاہ آندھی نے سب کچھ ویران کر کے رکھ دیا ہے"

شیو دیوتا کو لرزہ طاری آ گیا اس کے قدموں تلے فرش کانپ رہا تھا اس نے غم وغصے کے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا! پنڈت جی! تم کیا کہنا چاہتا ہو۔ذرا کھل کر بات کرو۔نرملا دیوی کہاں ہے؟ مہا پجاری نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا!

دیوی جی ابھی ابھی لوٹ کر آئی ہے اور ماتا رانی کے کمرے میں ہے"

شیو دیوتا نے کہا" نوتن کماری کہاں ہے؟

پجاری نے کہا! دیوتا ہماری زبان اس دردناک سانحہ کی تفصیل بیان کرنے سے معذور ہے۔الفاظ بکھر جاتے ہیں کچھ کہا نہیں جارہا ہے......

پجاری سسک پڑا تو شیو دیوتا نے آگے بڑھ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا تو اس کمرے کی ہر چیز اداس غمزدہ اور روتی ہوئی محسوس ہوئی"

اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے غصے سے کہا! مہاراجہ کرشن کمار تم لحہ بہ لحہ اپنے گناہوں میں ناقابل تلافی اضافہ کرتے جارہے ہو۔ان معصوم بے زور اور بے نوا خواتین کی بے حرمتی کے جرم کی تمہیں بڑی بھیانک سزائیں ملیں گی......

وہ اپنے کمرے کے ایک بغلی دروازے سے دوسرے کمرے میں داخل ہوا ماتا رانی فرش پر پڑی تھی اور نرملا اس کا سر تھامے اپنی جھولی میں ڈالے رو رہی تھی کمرے میں جلتی ہوئی قندیل کی زرد زردی روشنی کمرے کے سوگوار ماحول کے ساتھ ساتھ درد میں ڈوبی ہوئی اداس سی لگ رہی تھی۔

شیو دیوتا کے قدموں کی آہٹ پر نرملا اور ماتا رانی دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا وہ فوجی لباس میں بہت سج رہا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر ماتا رانی کے ماتھے پر پھیلے ہوئے سرخ سرخ خون کو اپنے ہاتھوں سے پونچھتے ہوئے کہا!

ماتا رانی تم اکیلی نوتن کی ماتا نہیں ہو۔ہماری بھی ماتا ہو آکاش کے بھگوان کی قسم ہم تمہاری بے حرمتی کا تمہارے دشمنوں سے بڑا بھیانک انتقام لیں گے......شاید تمہیں محسوس نہیں ہو رہا مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ وقت بڑی تیزی سے اپنے رویے اور سلیقے تبدیل کر کے سماج کے بدترین

دشمنوں کے شکنجے میں جکڑنے کے منصوبے بنا چکا ہے۔ ظالم مہاراجہ کی زندگی کے دن اب ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں سے بھی کم رہ گئے ہیں۔ تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ہمیں اس کا بڑا افسوس ہے۔ تمہاری آتما کے زخموں کا علاج تو ممکن نہیں ہے ناموس کا درد لا دوا ہوتا ہے۔ بہرصورت تم انسانی وقار کے قاتلوں کا عبرتناک یوم حساب بہت جلد اپنی آنکھوں سے دیکھو گی"

ماتا رانی نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا! دیوتا! ہم اپنے ناموس کے قاتل خود آپ ہیں ہم نے اپنی آبرو خود درندوں کی کچھار میں رکھ دی ہے۔ ہم کسی دوسرے کو مجرم نہیں ٹھہرا سکتے۔ ہم نے بہت برا کیا ہے۔ نجانے کب تک اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

نہیں ماتا جی! شیو دیوتا نے اسے فرش سے اٹھا کر بستر پر لٹاتے ہوئے کہا! تم مجرم نہیں ہو..... تمہاری غلطی گناہ کی حد تک بھیانک نہیں ہے تم نے ایک جذباتی فیصلہ کیا تھا۔

ماتا رانی نے روتے ہوئے کہا! ہم نے تعصب کے اندھیروں میں ڈوب کر دانستہ ایک غلط راہ اختیار کی تھی۔ ہم نے کانٹوں پر قدم رکھتے وقت شاید یہ نہیں سوچا تھا کہ ہم اپنے پاؤں لہولہان کر بیٹھیں گے......

مندر کے گھڑیال زور زور سے بجنے شروع ہو چکے تھے۔ پجاریوں کی آوازوں کی جھنجھناہٹ سنائی دے رہی تھی"

شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ہم تم سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ نوتن کہاں ہے۔ اس سوال کا تصور ہمیں اندر اندر توڑ پھوڑ رہا ہے...... مہاراجہ نے ایک دیوتا کے پریم کی توہین کی ہے ہم اسے معاف نہیں کریں گے۔

پھر اس نے ماتا رانی کے جسم پر چادر ڈالتے ہوئے کہا! صبح ہونے والی ہے کچھ آرام کرلو......

شیو دیوتا کمرے سے نکل گیا نرملا بھی اس کے پیچھے پیچھے دوسرے کمرے میں آگئی"

شیو دیوتا نے اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! نرملا یہ سب کیسے اور کس وقت ہوا؟

نرملا نے اس کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا! دیوتا کے جانے کے ایک پہر بعد سنگرام سپاہیوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا"

شیو دیوتا نے کہا! کیا مندر کے پجاریوں نے مزاحمت نہیں کی تھی؟

نرملا نے کہا! وہ مزاحم ہوئے تھے مگر جو لوگ دیوتا کے پوتر استھان کی پرواہ نہیں کر رہے تھے ان کے نزدیک بے چارے پجاریوں کی مزاحمت کیا معنی رکھتی تھی۔ سنگرام کے سپاہیوں نے نوتن کماری اور ہمیں اٹھایا اور مہاراجہ کے عشرت کدے میں پہنچا دیا"

شیو دیوتا نے غصے سے کہا! ان بدبختوں نے تمہاری بے حرمتی بھی کی ہے۔

نرملا نے سسکتے ہوئے شیو دیوتا کے قدم چوم کر ساری روائیداد سنانے کے بعد کہا! دیوتا ہم نے سنگرام کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے وہ نرملا دیوی کو نہیں ناگ ماتا کو اٹھا کر لے گیا تھا اور تم جانتے ہو ناگ ماتا اپنے گستاخوں کو کس قسم کی بھیانک سزا دیا کرتی ہے۔ سنگرام قتل ہو چکا ہے وہ اپنے بھیانک انجام کو پہنچ چکا ہے۔ اس کی لاش اب تک سیاہ ہو چکی ہوگی مگر دیوتا ہم قاتل نہیں ہیں ہم بالکل نردوش ہیں۔ سنگرام ایک پاپی اور راکھشش تھا

اگر ہم اسے قتل نہیں کرتے تو وہ ہماری آبرو کی پھلواڑی پامال کر چکا ہوتا...... ہم نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جو کوئی بھی ہماری پریت کی پھلواڑی کے پھولوں کی بہاروں کی توہین کی حماقت کرے گا ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے...... ہم تمہاری امانت ہیں ہم جان تو دے سکتے ہیں مگر دیوتا تمہاری پریت کی ریت کو بدنام نہیں کر سکتے...... ہمیں قاتل نہیں کہنا دیوتا ہم قاتل نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے دشمن کو نہیں مارا بلکہ ہم انسانیت کے بھگوان کے دشمن کو ہلاک کیا ہے۔ ہم پہلے کی طرح معصوم اور بے دوش ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! نرملا! ہمیں تم پر فخر ہے ہمیں تمہاری پریت کی اور اس کی معصومیت پر ناز ہے۔ تم افق کے ماتھے پر چمکتا ہوا وہ ستارہ ہو جس کی کوکھ سے اجالے جنم لینے کے لیے مضطرب ہیں۔ تم عظیم ہو ہم تمہیں قاتل کیوں کہیں گے تمہارے من میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا ہے۔ ہم تم جدا جدا نہیں ہم تم جنم جنم سے ایک ہیں ایک رہیں گے اور ایک ہی طرح کے فیصلے کرتے رہیں گے، تم وہ کرتی ہو جو ہم سوچتے ہیں۔ تم نے انسانیت کے بدترین بدخواہ کو قتل کر کے بہت اچھا کیا ہے۔ آنے والا وقت تمہارے اس احسان کو تاریخ کا ایک انوکھا اور اچھوتا موڑ تصور کرے گا۔ تم نے اچھائی کی راہ پر پڑی ہوئی ایک سیاہ وزنی اور ایک منحوس چٹان کو راستے سے ہٹا کر اس کی راہ کے مسافروں کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔ تم نے اندھیروں میں ایک کبھی نہ بجھنے والا دیپ روشن کیا ہے۔

نرملا نے مدھ بھری نگاہوں سے شیو دیوتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "شکریہ دیوتا شکریہ"...... تم نے داسی کا مان بڑھایا ہے......

نہیں نرملا یوں نہ کہو، شیو دیوتا نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! مان تو تم نے ہماری محبت ہمارے ارمانوں اور ہماری امنگوں کا بڑھایا ہے ہمیں تمہارا ممنون اور مشکور ہونا چاہیے"

نرملا نے مخمور لہجے میں کہا! دیوتا مہاراج! ہم اس وقت بہک رہے ہیں کچھ اور کہنا چاہتے ہیں، ہمیں ایک اور معصوم گناہ کے ارتکاب کی اجازت چاہیے؟

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! نرملا ہمیں معلوم ہے۔ تم گناہ کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تمہاری ہر آشا تمہاری ہر تمنا تمہاری ہر خواہش ہمارے نزدیک فرشتوں کی معصوم اداؤں کی طرح ہے۔ تم چاند ستاروں کی کرنوں کی طرح اجلی اجلی پوتر سی حور ہو...... نجانے کتنی صدیوں سے ہم آرزو مند تھے کہ تم کبھی ہم سے کچھ طلب کرو

نرملا نے اس کی آغوش میں سر جھکاتے ہوئے کہا! ہم کچھ تھک سے گئے ہے۔ چند گھڑیاں اپنی اس ٹھنڈی اور پرسکون آغوش میں سو جانے کی اجازت دے دو......

شیو دیوتا نے اس کے لمبے سیاہ نرم و نازک بالوں میں محبت بھری انگلیوں سے کنگھی شروع کر دی۔ نرملا بڑی دور تک جلتے ہوئے سورج کے تلے چل چل کر تھک جانے والے مسافر کی طرح محبت کی ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں کے احساس سے گہری نیند سو گئی...... شیو دیوتا کی محبت بھری نظریں اس کے معصوم پھول جیسے چہرے پر نچھاور ہو رہی تھیں...... مندر سے صبح کی شہنائیاں گونجنے لگیں...... پجاریوں کی آوازیں بلند ہونی شروع ہو گئی تھی...... شیو دیوتا کا جی چاہ رہا تھا کہ کائنات ایک بار پھر سناٹوں اور خوابوں میں ڈوب جائے۔ کوئی نرملا کی نیند خراب نہ کرے...... نجانے اسے کتنے

دنوں بعد نیند آئی تھی..... گہری نیند میں ڈوبی ہوئی وہ کسی حور کی طرح معصوم اور خوبصورت لگ رہی تھی..... اس کے دیدہ نیم باز آنکھوں میں معصوم امنگیں دلداریوں کے جھولے جھولتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ وقت کے پرندے کی پرواز جاری رہتی ہے وہ اپنی رفتار کو کسی کے کہنے سے کم یا زیادہ نہیں کرتا۔ صبح کے گھڑیال زور زور سے بجنے لگے تھے۔ زندگی کروٹ بدل کر جاگ رہی تھی۔ بیداری کا احساس غیر محسوس طریقے سے ہر خواب ناک چہرے پر مرکوز تھا۔ کمرے کے باہر لوگوں کا ہجوم معمول کے مطابق جمع ہو رہا تھا۔ صبح کی پوجا شروع ہو چکی تھی پجاری بھجن گانے میں مصروف تھے۔ شیو دیوتا نے نرملا کے بدن پر چادر پھیلا کر کمرے کا دروازہ کھول دیا کئی پجاری اور داسیاں ہاتھوں میں پھولوں کے مہکتے مہکتے گجرے لیے کھڑے تھے۔ لوگوں نے باری باری منظم انداز سے اپنے دیوتا کے چرن چھوئے، شیو دیوتا نے سب کو دعائیں دیں لمحہ بہ لمحہ پجاریوں اور یاتریوں کے ہجوم میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ صبح کے اجالے بڑی تیزی سے پھیلتے جا رہے تھے۔ قندیلوں کی روشنیاں آخری ہچکیاں لے رہی تھیں۔ شیو دیوتا کا کمرہ پھولوں کی خوشبوؤں سے مہکا ہوا تھا۔ اچانک پردھان منتری نیلم کمار کمرے میں داخل ہوا۔

شیو دیوتا نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا نیلم کمار! سناؤ حالات کے دھارے نے اپنا رخ بدل تو نہیں لیا؟

نیلم کمار نے آہستہ سے کہا! بھگوان کی کرپا سے ابھی تک تو حالات سازگار ہیں..... سب کچھ ہماری مرضی کے مطابق ہوتا جا رہا ہے..... رات کو سنگرام سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہو گیا ہے۔ سیناپتی گھن شام اور مہاراجہ بہت پریشان ہیں۔ سنگرام ان کا بڑے اعتماد کا آدمی تھا۔ سانپ نے اسے حیران کن انداز سے ڈسا ہے''

کیا مطلب؟ شیو دیوتا نے پوچھا! بڑے عجیب انداز سے کس طرح سانپ نے ڈسا ہے''

نیلم کمار نے کہا! اس کی لاش مہاراجہ کے باغ میں پڑی ہوئی ملی ہے۔ سانپ نے اسے گردن پر کاٹا ہے۔

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! بظاہر یہ عجیب سا واقعہ لگتا ہے مگر نیلم کمار جی تم جانتے ہو بھگوان کے مجرم ہمیشہ ایسی ہی ناگہانی موت سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہلاکت کے لیے آکاش سے زہریلے ناگ اتارے جاتے ہیں۔

نیلم کمار نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج نے سچ کہا ہے۔ سنگرام کا خاتمہ کسی آسمانی ناگ نے کیا ہے''

شیو دیوتا نے کہا! اب مہاراجہ کا ردعمل کیا ہے؟

نیلم کمار نے کہا! مہاراجہ نے ناگ دیوتا کے مندر سے آئے ہوئے سپیروں کو طلب کیا ہے۔ اس کا خیال ہے سنگرام کو ڈسنے والا سانپ باغ میں موجود ہے اور وہ کوئی اڑنے والا زہریلا سانپ ہے۔ اسے قابو کرنا بہت ضروری ہے ہو سکتا ہے وہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

شیو دیوتا نے ہنستے ہوئے کہا! ایسے ناگ کسی کے قابو میں آنے والے نہیں ہوتے..... ایسی نادیدہ طاقتوں کو پٹاریوں میں بند نہیں کیا جا سکتا۔ اس سنسار کے بدمست حکمرانوں کا یہ دائمی غرور ہے کہ وہ ہر کسی پر اپنی اندھی طاقت سے غالب آ سکتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت نے ہمیشہ ان کی خواہشوں کے برعکس فیصلہ دیا ہے۔

پھر نیلم کمار نے کہا! اس وقت قلعے کے اندر اچھوتوں کی آبادی پر قیامت ڈھائی جا رہی ہے۔ قلعے کے تمام بندی خانوں کے قیدیوں کے

علاوہ سینکڑوں اچھوتوں کو اکھاڑے کی کوٹھڑیوں میں منتقل کیا جارہا ہے۔ مہاراجہ کے سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح نہتے لوگوں پر تشدد کر رہے ہیں"

ابھی نیلم کماری کی گفتگو کا سلسلہ جاری تھی کہ ماتا رانی کے ساتھ آئے ہوئے ایک سادھو نے کمرے میں داخل ہو کر بڑے دردناک انداز سے چلا کر کہا!

دیوتا مہاراج بھگوان کے واسطے ہمیں بچایئے۔ مہاراجہ کے سپاہیوں نے ہمارے تمام ساتھیوں کو گرفتار کرکے اکھاڑے میں پہنچا دیا ہے۔ وہ ہم سب کو بھوکے درندوں کے آگے ڈالنا چاہتا ہے۔ دیوتا دیا کیجئے یہ اندھیر ہے ظلم ہے انیائے ہے۔۔۔۔۔۔

کمرے میں موجود یاتری پجاری اور دوسرے لوگ اس کی دردناک باتوں سے متاثر ہو رہے تھے۔

وہ کہہ رہا تھا۔ دیوتا ہمارے پیچھے سپاہی لگے ہوئے ہیں۔ بچایئے وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

جب اس کی نگاہیں نیلم کمار پر پڑیں تو اس نے ہلکاتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی! ہمیں تمہاری موجوگی کا علم نہیں تھا۔۔۔۔۔ہم نردوش ہیں ہم ماتا رانی کے ساتھ آئے تھے"

اسی لمحے دو سپاہی کمرے میں داخل ہوئے انہوں نے پنڈت کو پکڑتے ہوئے کہا! چوہے کی طرح یہاں چھپے ہوئے ہو چلو اٹھو!

شیو دیوتا نے جھڑکتے ہوئے کہا! اسے چھوڑ دو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں جلا کر راکھ کر دیں گے"

ایک سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مگر دیوتا یہ مہاراجہ کا حکم ہے اگر ہم اسے نہیں لے گئے تو مہاراج ہمیں قتل کر دیں گے"

شیو دیوتا نے غصے سے کہا!! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب کوئی کسی دیوتا کے چرنوں میں پہنچ جاتا ہے تو اسے سنسار کے خوف سے نجات مل جاتی ہے اب تمہارے مہاراجہ کی گستاخیاں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ اس کے دل سے دیوتاؤں کا احترام بھی نکل چکا ہے"

پھر اس نے نیلم کمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی! ان سپاہیوں کو لگام دے سکتے ہو تو دو ورنہ ہم سب کا علاج جانتے ہیں۔۔۔۔۔"

نرملا جاگ پڑی تھی اس نے بستر سے اتر کر شیو دیوتا کے چرن چھوئے۔

پھر سپاہیوں کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے کہا! تم کیوں آئے ہو؟

شیو دیوتا نے کہا! یہ معاشرہ موت کے دروازے پر پہنچ چکا ہے لوگ اپنے ہاتھوں سے ہلاکت خیز طوفان کے دروازے پر دستک دیتے پھرتے ہیں۔ آج مہاراجہ سینکڑوں بے گناہوں کو درندوں کے آگے ڈالنے والا ہے۔ کل کو انتقام کا سورج طلوع ہوگا تو اس وقت کوئی دوسری طاقت اسے اور اس کے حاشیہ برداروں کو موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ اس طرح موت کا بھیانک کھیل نجانے کب تک جاری رہے"

نرملا نے کہا! دیوتاؤں کا احترام ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ آخر یہ لوگ کس طرف جا رہے ہیں۔۔۔۔۔

نرملا کی آنکھوں سے غصے کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھی۔۔۔۔۔ دوسرے کمرے سے ماتا رانی نکل آئی۔

سادھو نے ماتا رانی کو دیکھتے ہی کہا۔ شدت غم سے روتے ہوئے کہا! ماتا رانی! ہم سب لٹ گئے ہمارا سب کچھ لوٹ لیا گیا ہے۔۔۔۔۔

تمہارے سارے قافلے کو باندھ کر اکھاڑے کے بندی خانے میں پہنچا دیا گیا ہے۔ ماتا رانی بھگوان کے لیے کچھ کر سکتی ہو تو کرو ورنہ دن چڑھے سب لوگوں کو درندوں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔

ماتا رانی نے شیو دیوتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیوتا دہائی ہے۔ ظلم اور اینائے کی کالی گھٹا نے جیون کی ساری پھلواڑی کو اپنی لپیٹ میں لے لی ہے۔ بھگوان کے واسطے کچھ کرو۔ یہ بے بس اور بے نوا لوگ تمہاری چوکھٹ چھوڑ کر کس سے امداد طلب کریں"

شیو دیوتا نے ماتا رانی کو تسلی دیتے ہوئے کہا! ماتا رانی شانت ہو جایئے..... تم دیکھو گی بے نواؤں کی خاموشی بہت جلد موت کا طوفان بن کر ظلم کے تپتے ہوئے جہنم..... پر چھا جائے گی۔ دھیرج سے مشرق کی طرف دیکھتی جاؤ۔

پھر شیو دیوتا نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا! تم جاؤ تمہاری وجہ سے پوجا میں خلل پڑ رہا ہے..... یہ مندر ہے بھگوان کا گھر ہے یہ امن اور شانتی کا مقام ہے"

ایک سپاہی نے بولنے کے لیے منہ کھولا تو شیو دیوتا نے کہا! تم بے فکر رہو..... مہاراجہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا..... ہو سکے تو کسی اور مظلوم کو موت کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرو۔ کل جب ان بے نواؤں کے خون کے قطروں کا بھگوان اپنا دربار لگا کر بڑے بڑے فیصلے کرنے لگے گا تو تمہارے ساتھ نرمی برتی جائے گی.....

سپاہیوں نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوئے اور نیلم کمار کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

نیلم کمار نے کہا! تم جا سکتے ہو..... فکر نہیں کرو..... دیوتا جو کہتا ہے وہ کرو.....

سپاہیوں نے ایک بار پھر شیو دیوتا کے قدم چھوئے اور باہر نکل گئے..... قندیلوں کو بجھا دیا گیا تھا..... سورج کے اجالے پھیلتے جا رہے تھے..... شہنائیوں کی مدھر آواز میں مندر میں گونج رہی تھی..... داسیاں اپنے گورے گورے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار اور گجرے لیے کھڑی تھیں

شیو دیوتا نے نیلم کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تمہارے خیال میں آج کیا ہو گا..... ہم کس حد تک بے گناہ لوگوں کی مدد کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

نیلم کمار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! دیوتا تمہیں معلوم ہے۔ سر دست تو ہماری حیثیت کمزور تنکے کیطرح ہے..... جو کچھ ہم سب سے ہو سکتا ہے کر رہے ہیں"

پھر کمرہ کھلا اور بوڑھے پجیرے رامو بابا نے اندر آتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج! نمسکار، نمسکار"

شیو دیوتا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بابا خیریت تو ہے تمہیں ان کو چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا"

رامو بابا نے کہا! دیوتا مہاراج اُنہی کے پیغام کا جواب لینے حاضر ہوا ہوں"

کیا پیغام ہے جلدی بتاؤ؟

بوڑھے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراجہ کے کسی بڑے چہیتے سردار کو کسی اڑنے والے ناگ نے ڈس کر ہلاک کر دیا ہے۔ مہاراجہ کا

خیال ہے وہ اڑنے والا ناگ محل کے باغ میں موجود ہے۔اس کی تلاش کے لیے اس نے ہم سب کو طلب کیا ہے۔وہ سب اجازت طلب کر رہے ہیں ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے"

نرملا نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا! رامو بابا! تم سب جاؤ اور اچھی طرح باغ میں تلاش کرو...... بوٹے بوٹے ڈالی ڈالی کی تلاشی لے لو......ویسے ہمارا خیال ہے۔مہاراجہ کے چہیتے سردار کو کسی ناگن نے ڈسا ہوگا......

رامو بابا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا نرملا کی آنکھوں میں ایک بار پھر ناگنوں جیسی بے کلی پیدا ہوگئی تھی'

رامو بابا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوی جی! ہم سب کچھ سمجھ گئے ہیں......دیوی سچ کہتی ہو اس بدنصیب کو کسی ناگن نے ڈسا ہوگا۔

نیلم کماری کی نظریں بھی نرملا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔نرملا کی آنکھوں میں چمک تھی۔

اس نے بوڑھے راموسے کہا! تم سب اسے تلاش کرو...... مدھوتی کو اپنے ساتھ رکھنا اسے اپنی نگاہوں کے حصار سے باہر نہیں نکلنے دینا کوئی سانحہ پیش آنے کا خطرہ پیدا ہونے لگے تو شاہ ناگ کو استعمال کرنا"

''مگر دیوی جی! رامو بابا نے کہا! شاہ ناگ تو تمہارا تابع ہے۔

شیو دیوتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے تم بھی ان کے ساتھ چلی جاؤ اس طرح تمہاری موجودگی سے یہ لوگ عدم تحفظ کے احساس کا شکار نہیں ہوں گے"

نرملا نے کہا! ٹھیک ہے ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے تمھیں کون لینے آیا ہے"

رامو بابا نے کہا! چند سپاہیوں کے ساتھ آسامی سینا کا ایک سردار بندی خانے میں موجود ہے"

نرملا نے کہا! جب تک ہم تیار ہوتے ہیں۔تم ان سب کو یہاں لے آؤ یہاں سے آگے باغ میں جائیں گے......"

رامو بابا نے شیو دیوتا اور نرملا دیوی دونوں کے باری باری قدم چھوئے اور تیزی سے باہر نکل گیا"

اس کے جانے کے بعد نیلم کمار نے آہستہ سے کہا! ہم بھی چلتے ہیں اب تک مہاراجہ محل سے باہر آ گیا ہوگا۔وہ سب سے پہلے ہمیں طلب کرے گا"

شیو دیوتا نے کہا! ٹھیک ہے تم چلو، ہم بھی آتے ہیں۔اب اکھاڑے میں ملاقات ہوگی"

نیلم کمار چلا گیا تو شیو دیوتا نے کہا! اب تمام یاتریوں، پجاریوں اور دیوداسیوں کو درشن کی اجازت ہے......

ایک ہجوم کمرے میں داخل ہوا......کمرے کی فضاء بھجنوں کی سریلی آوازوں سے گونج اٹھی...... چند لمحوں تک زور شور سے پوجا جاری رہی......شیو دیوتا ہر آنیوالے کو دعائیں دیتا رہا۔کمرے میں لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا...... کچھ دیر بعد جب بندی خانے سے سپیرے بینیں بجاتے ہوئے آئے تو لوگ خود بخود شیو دیوتا کے کمرے سے باہر نکل گئے...... مدھوتی ایک وقار کے ساتھ سپیروں کے جھرمٹ میں کمرے میں داخل ہوئی اس نے جھک کر شیو دیوتا اور نرملا دیوی کے چرنوں کو باری باری چھوا اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی"

شیو دیوتا نے بڑی محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! مدھومتی کیسی ہو؟

ہم ٹھیک ہیں دیوتا مہاراج"

شیو دیوتا نے دعا دیتے ہوئے کہا! بھگوان تمہیں ہمیشہ سکھی رکھے......

مدھومتی کی مدھ بھری آنکھوں میں عزائم کی روشنیاں تھیں اس کے ماتھے پر سرخ رنگ کی بندیا چمک رہی تھی۔اس کے خوبصورت ناک میں سپیروں والی نتھنی تھی اس کے دائیں کندھے پر لٹکتی ہوئے کشکول میں ایک پٹاری تھی"

نرملا نے کہا! مدھومتی شاہ ناگ تمہارے پاس ہے؟

جی دیوی جی!

نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا! لگتا ہے ناگوں کا بادشاہ تم سے مانوس ہو گیا ہے"

مدھومتی نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! یہ دیوی دیوتا کی کرپا کا کمال ہے...... ورنہ کہاں ہم اور کہاں شاہ ناگ"

نرملا نے مدھومتی کے کشکول سے بڑی سی پٹاری نکال کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! شاہ ناگ کے درشن کو جی چاہتا ہے......

کمرے کے اندر سپیروں کے علاوہ مہاراجہ کے سپاہی بھی تھے۔نرملا مہاراجہ کے کارندوں کو خوفزدہ کرنا چاہتی تھی۔مندر کے لوگ کمرے کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔نرملا نے اچانک پٹاری کا ڈھکنا کھول دیا...... سفید رنگ کا ایک انتہائی زہریلا اور خوفناک ناگ پھن پھیلا کر لہرانے لگا۔اس کے سانسوں کی آمدورفت سے آگ کے شعلوں کے نکلنے کا احساس ہوتا تھا۔کمرے میں موجود ہر شخص کے چہرے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو چکی تھی۔مہاراجہ کے سپاہی گھبرائے ہوئے انداز میں کمرے سے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ہر طرف شعلوں کی تپش محسوس ہو رہی تھی۔شاہ ناگ کی سرخ سرخ آنکھیں نرملا کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔نرملا نے بڑے پیار سے اسے پھن کے قریب سے پکڑ کر چومنا شروع کر دیا چند لمحوں بعد شاہ ناگ نے پرسکون ہو کر پھن کو اپنے اندر چھپا لیا۔نرملا دیر تک اس کے منہ کو چومتی رہی۔مہاراجہ کے سپاہی اور ان کا سردار حیرت سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے...... نرملا چور نظروں سے مہاراجہ کے اہلکاروں کی بدحواسیاں دیکھ رہی تھی"

کافی دیر بعد اس نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج اب آگیا دیجئے...... مہاراجہ کے آدمی کافی دیر سے ہمارے منتظر کھڑے ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! اجازت ہے...... بھگوان تمہیں کامیاب کرے...... ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونا...... ایک دوسرے کو جاگتی آنکھوں کے دھاروں میں رکھنا...... وقت بڑا نازک ہے۔

نرملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج فکرمندی کی ضرورت نہیں ہم پوری ہوشیاری سے کام کریں گے۔

شیو دیوتا نے آہستہ سے نرملا کے کان میں کہا! ماتا مہارانی کی خوابگاہ کے ساتھ والے کمرے میں اس سرنگ کا خفیہ دروازہ ہے۔جو باہر دور کہیں پربتوں میں نکلتی ہے۔کل کو یہ سرنگ ہمارے کام آئے گی...... تم سمجھ رہی ہونا! سرنگ پر قبضہ کرنا بہت ضروری ہے۔

نرملا نے اپنی چمکتی ہوئی آنکھوں سے مدھومتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے مدھو اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرے گی"

مدھومتی نے دکھی دل سے کہا! ہاں ہم اس قلعے کے سارے اسراروں سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔

ٹھیک ہے۔شیودیوتا نے کہا! اب تم جاؤ! بھگوان تم سب کی رکھشا کرے گا۔ضرورت پڑے تو ساجن پر بھروسہ کرنا وہ تمہارے کام آئے گا"

یہ چھوٹا سا قافلہ مندر سے نکلا تو سورج کی سنہری کرنوں کی روشنیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔صبح کی ٹھنڈی ہواؤں کے مہکتے جھونکے جھومتے پھرتے قلعے کی پر پیچ راہوں پر چلتے ہوئے یہ لوگ جب باغ میں داخل ہوئے تو ہر طرف بہار کے رنگ بکھرے ہوئے دکھائی دیئے۔شاخوں پر پرندے چہچہاتے اڑتے پھرتے تھے۔خوبصورت تتلیاں پھولوں پر رقص کر رہی تھیں...... سنگرام کی لاش گھاس پر پڑی تھی۔اس کا سارا بدن نیلگوں ہو چکا تھا...... مہاراجہ کرشن کمار اور سیناپتی گھن شام کے علاوہ ماتا مہارانی اور سلطنت کے کئی بڑے بڑے سردار اس کی لاش کے اردگرد حیران کھڑے تھے...... راموبابا اور نرملا نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا دیے۔

مہاراجہ نے کہا! ناگ ماتاجی! ہمارے ایک وفادار ساتھی کو سانپ نے ڈس کر ہلاک کر دیا ہے۔ہمارا خیال ہے وہ زہریلا ناگ کہیں کہیں موجود ہے۔اس کو قابو کرنا ہے...... خطرہ ہے وہ زہریلا ناگ کسی اور کو نہ ڈس لے"

سنگرام کی لاش کو غور سے دیکھتے ہوئے راموبابا نے کہا! ناگ ماتاجی! اب کیا ہوگا۔شاہ ناگ کی ملکہ تو سب کو جلا کر راکھ کر دے گی۔

تم ٹھیک کہتے ہو بابا ملکہ اپنے پتی مہاراج کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک آ پہنچی ہے۔وہ بڑی غضبناک لگتی ہے۔اس نے اپنے اندر کا سارا زہر سنگرام کی رگوں میں انڈیل دیا ہے......

مہاراجہ ماتا مہارانی، گھن شام اور دوسرے لوگ خوفزدہ ہو چکے تھے۔

مہاراجہ نے کہا! ناگ ماتا دیوی جی! کچھ کرو جس طرح ممکن ہو شاہ ناگ کی ملکہ کو قابو کرو...... اگر سینا کی ضرورت ہے تو یہاں ہزاروں سینکوں کو تعینات کر دیا جائے گا"

"نہیں" نرملا نے ایک پراسرار انداز سے کہا! ناگوں اور ناگنوں کا مقابلہ طاقت سے کرنا مشکل ہوتا ہے۔مہاراج یہ کام تدبیروں سے ہوگا۔ہم شاہ ناگ کو چھوڑ کر معلوم کر لیتے ہیں اس وقت ملکہ کہاں چھپی ہوئی ہے...... تم سب ہوشیار رہنا۔ہم شاہ ناگ کو چھوڑتے ہیں......

نرملا نے اشارہ کیا تو سپیروں نے بینیں بجانی شروع کر دیں...... چند لمحوں بعد مدھومتی نے کشکول سے پٹاری نکال کر گھاس پر رکھ دی......

نرملا نے ڈھکنا اٹھایا سفید رنگ کا شاہ ناگ ایک خوفناک پھنکار سے باہر آ گیا۔اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔مدھومتی بڑی مہارت سے اس کے سامنے بین بجا رہی تھی۔گھاس پر آگ کے شعلے بڑی تیزی سے پھیلنے لگے۔مہاراجہ اور دوسرے لوگ گھبرائے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔شاہ ناگ لہراتا ہوا سنگرام کی لاش پر جا پہنچا۔اس نے سنگرام کی گردن پر اپنا منہ رکھ دیا اور پہلے سے زیادہ غصے سے پھنکارنے لگا اور یکایک سنگرام کی لاش آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی۔اس اثناء میں سپیروں نے اپنی اپنی پٹاریوں کے منہ کھول دیے تھے۔سینکڑوں رنگ برنگے خوفناک سانپ پھنکارتے ہوئے شاہ ناگ کے گرد جمع ہو گئے۔نرملا بڑی پراسرار لگ رہی تھی۔وہ شاہ ناگ سے باتیں کر رہی تھی۔ناگوں کے بادشاہ

ہمیں پہچانو ہم تمہاری ماتا ہیں۔ ہم نے تمہیں اپنا دودھ پلایا ہے۔ ہم تمہاری ملکہ کا احترام کرتے ہیں ہمیں بیگانہ نہیں سمجھو..... شاہ ناگ کا غصہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔ اس نے چند لمحوں بعد نرملا کے قدموں پر سر رکھ دیا دوسرے ناگ شاہ ناگ کے سامنے سر جھکائے پڑے تھے..... مہاراجہ ماتا مہارانی اور دور دورے لوگ ہٹتے ہٹتے کافی دور فاصلے پر کھڑے تھے"

نرملا نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہاراج! اب ہم ملکہ ناگ کی تلاش کا کام شروع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو تو جاسکتے ہو.....اپنے کسی اعتماد کے آدمی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔ ہم لمحے لمحے کی خبریں پہنچاتے رہیں گے"

مہاراجہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ساجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ساجن تم یہاں ٹھہر جاؤ۔

ساجن نے ڈرتے ڈرتے کہا! "مگر مہاراج ہم تو خوفزدہ ہیں"

مہاراجہ نے غصے سے کہا! بزدل، جانتے ہو کس سے ہمکلام ہو رہے ہو۔

ساجن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!! شما کیجیے مہاراج! غلطی ہوگئی ہے۔

مہاراجہ نے ایک طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا! اب تم جاؤ! ناگ ماتا جو کہے وہی کرو۔

مہاراجہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باغ سے نکل گیا"

ساجن ہولے ہولے قدم اٹھاتا ہوا نرملا کے قریب پہنچ کر بولا۔ دیوی جی کا کیا حکم ہے؟

نرملا نے کہا! ساجن ہم جانتے ہیں بھگوان نے تمہارے من کو محبت کے اجالوں سے روشن کر رکھا ہے ہماری جدوجہد آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ منزل قریب آتی جارہی ہے۔ چند قدموں کی مسافت باقی ہے۔

ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم جانتے ہیں ماتا دیوی.....ہم دل و جان سے حاضر ہیں..... مدھومتی غور سے ساجن کی طرف دیکھ رہی تھی"

نرملا نے ایک ناگ ساجن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! اس سے ڈرنا نہیں تمہارے لیے یہ بے ضرر سا کیڑا ہے اس کو کسی طرح ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں چھوڑ دو..... تم سمجھ رہے ہونا!..... ہم اس کمرے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جس کے اندر سرنگ کا دروازہ ہے.....

ساجن نے ڈرتے ڈرتے نرملا کے ہاتھوں میں لہراتے ہوئے ناگ کو پکڑ لیا۔

مدھومتی نے کہا! ساجن ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ تمہارا دوست ہے.....

ساجن نے چونک کر مدھومتی کی طرف دیکھا"

مدھومتی جی! ساجن نے کہا! تمہاری آواز اس دکھیاری سے کتنی ملتی ہے"

کون دکھیاری؟

مدھومتی نے پوچھا تو ساجن نے روتے ہوئے کہا! ابھی اس کا نام لینا مناسب نہیں ہے.....تم سمجھو تمہاری آواز بہاروں کے خرام ناز کی طرح ہے.....تمہاری آواز میں ہواؤں کے خرام کا ترنم ہے"

شکریہ ساجن بھائی ادھومتی نے کہا! اب تم اسے اپنے دامن میں چھپا کر جلدی سے ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں چھوڑ آؤ......

ساجن کا خوف کافی حد تک دور ہو چکا تھا اس نے ناگ کو اپنے دامن میں چھپا لیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا......

سپیرے بینیں بجاتے ہوئے یونہی باغ میں ادھر ادھر پھرتے رہے"

تھوڑی دیر بعد ساجن نے واپس آ کر کہا! ہم نے بڑی رازداری سے ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں ناگ پہنچا دیا ہے"

نرملا نے کہا! ساتھیو! ہم نے جنگ جیت لی ہے۔ اب سانپوں کو لے کر بڑے منظم طریقے سے آگے بڑھو اور محل کے اس حصے پر قبضہ کر لو جس میں سرنگ کا دروازہ موجود ہے......

نرملا سپیروں کو بڑے سلیقے سے ادھر ادھر پھراتی ہوئی محلات کی طرف بڑھا رہی تھی...... مدھومتی رامو بابا بڑی مہارت سے بین کی آوازوں کا جادو جگا رہے تھے۔ شاہ ناگ نرملا کے آگے آگے لہرا لہرا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ مدھومتی اور سپیروں کی دوسری عورتوں کے گلوں میں بھی رنگ برنگے بڑے بڑے سانپ لپٹے ہوئے تھے......"

دوسری طرف قلعے کے اندر لوگوں کی چیخ و پکار کا شور برپا تھا۔ سپاہی اچھوتوں کو بڑی بے دردی سے پکڑ پکڑ کر اکھاڑے کے بندی خانوں میں پہنچا رہے تھے مگر کوئی بھی ان کی آہ وفغاں سننے والا نہیں تھا ان کی چیخوں کے جواب میں قہقہے اچھالے جا رہے تھے۔ ساجن نے بڑی پھرتی سے پچھواڑے سے ناگ کو ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں چھوڑ دیا تھا پھر وہ تیزی سے نرملا دیوی کو آگاہ کر کے مہاراجہ کے پاس پہنچ گیا۔ مہاراجہ اس وقت قلعے کی فصیل پر کھڑا دور گہری وادیوں میں مسلمانوں کے لشکروں کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔

ساجن کو دیکھ کر ماتا مہارانی نے پوچھا! کیا خبر لائے ہو؟

ساجن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! وہ بڑی خوفناک بلا ہے مہاراج بہت بپھری ہوئی ہے...... بھگوان نے ماتا مہارانی پر بڑا کرم کیا ہے"

ماتا مہارانی نے حیرت سے کہا! کیا مطلب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

ساجن نے کہا!! شاہ ناگ کی ملکہ چترا ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں موجود ہے"

مہاراجہ نے کہا! کیا کہتے ہو؟

سچ کہتا ہوں مہاراج" ساجن نے کہا! سپیروں نے خوابگاہ کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس خوفناک بلا کو مہارانی کی خوابگاہ میں پھنکارتے ہوئے دیکھا ہے...... شاہ ناگ کو چھوڑا گیا ہے شاہ ناگ اسے منا رہا ہے مگر غضبناک ملکہ چترا خوابگاہ سے نکلنے کو تیار نہیں ہو رہی"

ماتا مہارانی کے چہرے پر تشویش کی دھند چھا گئی اس نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا! نجانے وہ خونی بلا کہاں سے ہماری خوابگاہ میں داخل ہوئی ہے"

مہاراجہ نے کہا! پہرے داروں اور دربانوں کو خبر تک نہیں ہوئی"

گھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے امید ہے بہت جلد سپیرے اس خوفناک ناگن پر قابو پالیں گے"

ماتا مہارانی نے ساجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم جاؤ اور ہمیں سپیروں کی سرگرمیوں سے آگاہ کرو"

مہاراجہ نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! جب تک سپیرے اور ناگ ماتا اس ناگن کو پکڑنے میں مصروف ہیں۔ تم ناگ دیوتا اور چندرکانت کی سہیلیوں کو بندی خانے سے نکال کر اکھاڑے میں پہنچا دو......"

گھن شام ٹھاکر نے کہا! موقع اچھا ہے...... مہاراج پورا فائدہ اٹھایا جائے گا"

مہاراجہ نے کہا! تم ٹھیک سمجھے ہو...... نرملا بڑی خطرناک شکتی والی دیوی ہے اس کی موجودگی کسی خوفناک تصادم کا باعث بن سکتی ہے"

دوسری طرف سے پردھان منتری نیلم کمار نمودار ہوا تو مہاراجہ نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اعتماد کے آدمیوں کو بندی خانے روانہ کردو"

نیلم کمار نے قریب آکر مہاراجہ اور ماتا کو باری باری جھک کر نمسکار کہا!

مہاراجہ نے پوچھا! منتری جی! کیا صورتحال ہے......

نیلم کمار نے کہا! مہاراج فکر کی کوئی بات نہیں...... ہماری سینا فصیل پر چوکس اور ہوشیار ہے۔ منجنیقوں میں پتھر رکھے جا چکے ہیں۔ جونہی مسلمانوں نے پیش قدمی کی کوشش کی ان پر بڑی بڑی چٹانوں کو لڑھکا دیا جائے گا"

مہاراجہ نے پھر کہا! تمہارے خیال میں مسلمانوں نے چاروں طرف سے قلعے کا محاصرہ کر رکھا ہے؟

نیلم کمار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا لگتا ہے حاکم بنگال ابھی تک نہیں پہنچا...... مسلمانوں کے لشکروں کو حکم ثانی کا انتظار ہے وہ آہستہ آہستہ بڑے منظم انداز سے محاصرہ مضبوط کر رہے ہیں۔ ابھی قلعے کے صدر دروازے سے ان کے لشکر بہت دور ہیں"

مہاراجہ نے کہا! اس کا مطلب ہے راجہ سجاش کے پہنچنے کا امکان ہے"

دوپہر سے قبل قلعے کی زیادہ تر آبادی اکھاڑے میں جمع ہو چکی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں بچے بوڑھے جوان اور عورتیں ظلم و بربریت اور درندگی کے خونی مظاہرہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ جن لوگوں کے دل انسانیت کے درد کے نور سے خالی تھی۔ وہ بڑی بے تابی سے غیر انسانی ظالمانہ کارروائیوں کے شروع ہونے کے منتظر تھے۔ اکھاڑے کے اندر باہر متضاد جذبوں اور کیفیتوں کے اظہار سے کہرام برپا تھا۔ تماشائی تماشہ دیکھنے کی خاطر بے تاب تھے اور تماشہ بننے والے موت کے بھیانک احساس سے چیخ رہے تھے۔ مہاراجہ مہارانی اور سیناپتی کا انتظار ہو رہا تھا۔ اکھاڑے کے وسیع وعریض میدان میں ریت کی موٹی سی تہہ بچھا دی گئی تھی اکھاڑے کے اندر بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیوں میں سینکڑوں اچھوت عورتیں بچے جوان اور بوڑھے موت کے خوف سے چیخ رہے تھے ان کے ساتھ ساتھ قلعے کے دوسرے قیدی بھی تھے۔ دوسری طرف درندوں کے باڑوں سے ان کی خوفناک دہاڑوں سے در و دیوار لرز رہے تھے۔ لوگوں کی چیخوں اور نعروں کی ملی جلی آوازوں سے درندے اور زیادہ مشتعل ہو کر دہاڑ رہے تھے۔ طاقتوروں کی بے حسی اور کمزوروں کی بے بسی پر کارکنان قضا و قدر انگشت بدنداں تھے۔ سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ قلعے کی فصیل کی دوسری طرف سے مسلمانوں کے پرجوش نعروں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں وہ پھر اچانک ایک دروازے سے مہاراجہ ماتا

مہارانی سیناپتی گھن شام ٹھاکر اور پردھان منتری اکھاڑے میں داخل ہوئے لوگوں نے کھڑے ہو کر اور تالیاں بجا بجا کر ستم شعار مہاراجہ کا استقبال کیا۔ ظالم اور جفا کار مہاراجہ نے مسکرا کر چاروں طرف دیکھا۔ ظلم پسند پرجا بڑے جوش سے نعرے لگا رہی تھی۔ مہاراجہ دوسرے عمائدین سلطنت کے ساتھ اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے"

گھن شام نے کھڑے ہو کر کہا!

"پرجا کی خوشیوں کا خیال رکھنا مہاراجہ کا فرض ہوتا ہے لوگو ہمارے مہاراجہ کتنے مہان اور رعایا کے خیر خواہ ہیں تم دیکھ رہے ہو اس وقت آسام تاریخ کے بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے۔ قلعے کی فصیل کے پار دشمن کی سینا موجود ہے اس کے باوجود مہاراجہ نے تفریح کے چند لمحات تلاش کر لیے ہیں۔ ہم بحرانوں سے گزر رہے ہیں ہم خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہم بھگوان اور دیوتاؤں کی کرپا سے دشمن کو عبرتناک شکست دیں گے یہ قلعہ دیوتاؤں اور اوتاروں کا مسکن ہے۔ اسے دیوتاؤں اور اوتاروں اور ریشوں نے تعمیر کیا تھا۔ یہ ناقابل تسخیر ہے اس کی بلندیاں آکاش کو چومتی ہیں بلند و بالا دیواروں کو عبور کرنا ناممکن ہے ہمارے پاس اناج اور کھانے پینے کی دوسری اشیاء کی فراوانی ہے ہم مہینوں تک محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہم اس وقت اس حقیقت کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم بنگال سے شکست کھا کر واپس نہیں بھاگے ہیں بلکہ ایک حکمت عملی کے پیش نظر پسپائی اختیار کی تھی۔ ہماری حکمت عملی کامیاب رہی ہے ہم یہی چاہتے تھے کہ بنگال کا بادشاہ ہمارے پیچھے پیچھے تعاقب کرتا ہوا ان وادیوں کے چوہے دان تک آئے۔ اس وقت وہ اپنی پوری سینا اور طاقت کے ساتھ ان پربتوں کی ہولناک وادیوں میں مبتلا مصیبت ہے ہم اسے بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے کل کو جب ہماری بڑی بڑی منجنیقیں بڑے بڑے پتھر برسائیں گی تو دشمن کو فرار کی راہیں تلاش کرنی مشکل ہو جائیں گی"

ایک لمحے کے توقف کے بعد پھر اس نے کہنا شروع کیا!

"آسام کے غیور سابق مہاراجہ جے دھج سنگھ کی اکلوتی اور بے غیرت بیٹی چندر کانت نے ہوس اقتدار میں آسام کے لاکھوں باشندوں کی آزادی کا سودا کر رکھا ہے۔ تم میں سے بیشتر لوگ چندر کانت کی بدکاریوں سے باخبر ہیں وہ ایک عیاش اور بدکار راجکماری ہے۔ علی قلی خان بنگال کا بادشاہ آسام کی آزادی کے پرچم سرنگوں کر کے اپنی کشور کشائی کے جنون کے پھریرے لہرانا چاہتا ہے۔ بظاہر تو وہ چندر کانت کی حمایت کا دعویدار ہے مگر جب تک ہم زندہ ہیں علی قلی خان اور چندر کانت کوئی بھی دیوتاؤں کے اس سنسار سے ہندومت کے پرچم سرنگوں نہیں کر سکتا۔"

ایک بوڑھے آسامی نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے پوچھا سیناپتی جی! کیا راجکماری چندر کانت مسلمانوں کے پاس ہے؟

سیناپتی گھن شام ٹھاکر نے تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اس وقت تو وہ ان کے قبضے میں ہے مگر کل کو ہمارے قبضے میں موت کے فیصلے کی منتظر ہو گی۔ آسام فروش کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

اچانک ایک سردار نے گھبرائے ہوئے انداز میں مہاراجہ کے قدم چومتے ہوئے کہا!...... مہاراجہ ابھی ابھی راجہ سبھاش چند قلعے میں داخل ہوا ہے وہ زخمی ہے۔

مہاراجہ نے کہا! کیا خبر ہے۔ ماڑھی کے قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ تو نہیں ہوا ہے؟

آسامی سردار نے کہا! مسلمانوں کے لشکر راجہ سجاش چند کے پیچھے پیچھے قلعے کے دروازے تک پہنچ چکے ہیں دروازے کے باہر گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے"

مہاراجہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا؟ ٹھاکر تم جاؤ اور قلعے کا دروازہ فوری طور پر بند کروادو........مسلمان قلعے میں داخل ہو گئے تو بہت برا ہوگا"

اسی وقت راجہ سجاش چند لہو میں لت پت اکھاڑے کی عقبی سیڑھی سے نمودار ہوا۔مہاراجہ ماتا مہارانی اور دوسرے عمائدین نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔

مہاراجہ نے اسے اپنے قریب ایک مسند پر بیٹھاتے ہوئے کہا! سجاش جی! تم تو بہت گھائل ہو.....محل میں آرام کرو۔

پھر اس نے نیلم کماری کی طرف دیکھ کر کہا۔ پردھان منتری جی! راجہ کو محل میں لے جاؤ اور ویدوں کو بلا کر مرہم پٹی کرواؤ"

راجہ سجاش نے غصے اور ناگواری سے کہا! مہاراجہ جی! یہ کیا ہو رہا ہے مسلمان پورے آسام پر قابض ہو چکے ہیں وہ سمندروں کے منہ زور طوفان کی طرح ہر نشیب و فراز پر چھا چکے ہیں۔ ماڑھی پر ان کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ہمارا خاندان اس وقت ان کی قید میں ہے اور یہاں غفلت کا یہ عالم ہے کہ لوگوں کو تماشے دکھائے جا رہے ہیں۔ ہماری سینا لہو میں ڈوبی ہوئی برباد ہو چکی ہے۔ بھگوان کے لیے کوئی چارہ کیجئے۔ یہ کھیل تماشے کا وقت نہیں ہے۔عمل کا وقت ہے بھگوان کی قسم ہم نے بڑے بھیانک نظارے دیکھے ہیں"

مگر راجہ جی! یہ ماڑھی اور دھامی جیسا چھوٹا قلعہ نہیں ہے.....اس کی دیواروں کے پتھروں سے ٹکرانے والے موت کی ندیوں میں ڈوب جائیں گے"

راجہ سجاش چند نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم بھی یہی سمجھتے تھے مگر جب سے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا ہے۔ بھگوان کی قسم ان کے قدم بڑھتے ہیں تو پربت جھک جھک کر ان کے قدم چومتے ہیں۔ان کی تلواریں بجلی کی طرح کوندتی ہیں۔

مہاراجہ نے بگڑتے ہوئے بڑے غصے سے کہا! سجاش چند تم حقیقت کم اور دشمن کی تعریف زیادہ بیان کر رہے ہو.....تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیں دشمن کی اتنی زیادہ تعریف بہت ناگوار گزر رہی ہے"

راجہ سجاش چند نے کہا! ہم کسی کی تعریف نہیں کر رہے آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں ان کے حوصلے بلند اور عزائم بے پناہ ہیں۔ اگر ہم نے باہر نکل کر ان کا مقابلہ نہیں کیا تو وہ ان دیواروں کو روندتے ہوئے قلعے کے اندر پہنچ کر سب کچھ ختم کر دیں گے.....مہاراجہ کو شاید یہ نہیں بتایا گیا کہ اس وقت آسام کے لاکھوں باشندے والی بنگال کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ہم نے جنگ میں اپنی آنکھوں سے آسامیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ہم نے باغی آسامیوں کو مسلمانوں سے زیادہ پرجوش محسوس کیا ہے۔

مہاراجہ نے غضبناک ہوتے ہوئے کہا! سجاش تمہارے لب و لہجے میں بغاوت اور نافرمانی کی بو محسوس ہو رہی ہے"

راجہ سجاش نے سر جھکا کر ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر تلوار بے نیام کر کے مہاراجہ کے قدموں پر رکھتے ہوئے کہا! سجاش چند تو

مہاراجہ کا سیوک ہے۔ اگر مہاراجہ کو اپنے سیوک کی وفاداری پر اعتماد نہیں رہا تو پھر اس کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے اس تلوار کے وار سے ہمارے گردن اڑادیجئے......وفاؤں کی دنیا کو ہم اپنے لہو کے چراغ سے روشن کریں گے"

مہاراجہ خاموش رہا تو ماتا مہارانی نے تلوار اٹھا کر راجہ سجاش چند کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! سجاش ہمیں تمہاری وفاداری پر پورا بھروسہ ہے......مہاراجہ کو جذباتی ہونے کے بجائے حقیقت پسندانہ رویہ سے تمہاری باتوں کا احساس کرنا چاہیے۔

مہاراجہ نے کہا! ماتا جی! ہم سجاش کی بڑی قدر کرتے ہیں ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی موڑ پر وہ ہم سے جدا ہو کر سوچنے لگے گا مگر اس کی گفتگو کے انداز میں چھپی ہوئی پسپائی نے ہمیں غضبناک کر دیا ہے......

راجہ سجاش چند کی آنکھوں کی پلکوں پر آنسوؤں کے ستارے چمک رہے تھے۔

اس نے تلوار لے کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا! مہاراج وقت کے تیور بگڑے ہوئے ہیں۔کھیل شروع کیا جائے اور شام ہونے سے پہلے پہلے ختم کر لیا جائے......

تماشائیوں میں ہلچل سی پیدا ہوگئی اور ایک بار پھر جنونی قہقہوں اور چیخوں کے شور کا کہرام برپا ہو گیا۔

"جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے اپنی غریب اور استحصال زدہ پرجا کا یوں خون بہانے سے پہلے پھر سوچ لینا چاہیے بھگوان اپنے بندوں کی درد بھری چیخوں کو سن رہا ہے۔اس کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں ہے......جن لوگوں کو مہاراجہ موت کے منہ میں دھکیل رہا ہے یہ تمہاری طاقت ہیں تم اپنی طاقت اپنے بازؤں کو اپنے جنون سے ناکارہ کر رہے ہو......بہت پچھتاؤ گے......"

مہاراجہ نے چونک کر شیو دیوتا کی طرف دیکھا اس نے فوجی لباس پہنا ہوا تھا اس کے سر پر سنہری رنگ کا خود سورج کی کرنوں سے چمک رہا تھا۔اس کی آواز میں عجیب ملکوتی دبدبہ تھا۔وہ بڑے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔آج اس وقت ہم مہاراجہ کو آخری بار یہ اپدیش دے رہے ہیں کہ ظلم اور اپنائے کے اس وحشیانہ کھیل کو بند کر دو......بہت پچھتاؤ گے......اگر تم اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے تو پھر......!

مہاراجہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! تو پھر تم کیا کرو گے؟

شیو دیوتا نے کہا! ہم ان بے نواؤں کی صدائے درد اور ان کمزوروں کا زور بن کر تمہارے ناپاک ارادوں کے مقابلے میں اپنا فرض ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے......جب کوئی دیوتا ہتھیار سجا کر میدان میں آ جاتا ہے تو اسے دنیا کی کوئی طاقت ہٹا نہیں سکتی تم نے آج پہلی بار ہم سے بدکلامی کی گستاخی نہیں کی ہے۔تم نے کئی مرتبہ ہم سے ٹکرانے کی بچگانہ حماقت کی ہے۔ہمارے غصے و غیض و غضب کو تمہاری ماتا مہارانی کی محبت نے ہر مرتبہ ٹھنڈا کیا ہے۔مگر آج سب کچھ پہلے سے بہت مختلف ہے"

مہاراجہ نے کہا! دیوتا ہم بھی آج آخری مرتبہ تمہیں آگاہ کرتے ہیں کہ ہمارے ارادوں کی آگ سے کھیلنے کی حماقت نہیں کرو......تمہیں اپنی شکتی پر بڑا گھمنڈ ہے تو ہمیں اپنی طاقت پر ناز ہے۔

پھر اس نے کہا! تم حد ادب سے تجاوز کر چکے ہو"

ماتا مہارانی کی آنکھوں سے وحشتیں ٹپک رہی تھیں اس نے بلکاتے ہوئے کہا! کرشن کمار تمہیں کیا ہو گیا ہے تم بانور سے بن رہے ہو...... دیوتا سے ٹکرا کر تم راج سنگھاسن کو خطرے میں ڈالنا چاہتے ہو"

مہاراجہ نے کہا! کچھ نہیں ہوگا ماتا جی! ہم اپنی راہوں کی ہر رکاوٹ کو ٹھوکروں سے ہٹانے کا تہیہ کر چکے ہیں...... دیوی دیوتاؤں اور رشیوں مینوں کی کہانیاں ہماری کمزوریوں سے زندہ ہیں۔ طاقت کے سامنے سب کچھ جھکتا ہے"

شیو دیوتا نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو طاقت کے سامنے ہر کسی کو جھکنا پڑتا ہے۔ مگر وہ طاقت تم میں نہیں ہے جس کے سامنے سب جھکتے ہیں۔ بہت جلد تمہیں سرنگوں ہونا پڑے گا...... ہم جاتے ہیں...... تم اپنا ظالمانہ کھیل شروع کر کے تماشہ دیکھ لو...... آج سے ہم تمہارے خلاف ہیں......

شیو دیوتا کے جانے کے بعد تماشائیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ بیشتر لوگ خوفزدہ ہو گئے"

ماتا مہارانی نے اٹھنے کی کوشش کی مگر مہاراجہ نے غصے سے کہا! ماتا جی! آرام سے بیٹھی رہو"

سیناپتی گھن شام نے آ کر کہا! مہاراجہ قلعے کا دروازہ بند کروا دیا گیا ہے مگر راجہ سجاش کی سینا کا ایک بڑا حصہ باہر رہ گیا ہے۔

مہاراجہ نے راجہ سجاش کے جذبات کا خیال رکھے بغیر کہا! کوئی پرواہ نہیں ہم چند ہزار سینکوں کی خاطر پورے قلعے کو خطرے میں ڈالنے کی حماقت برداشت نہیں کر سکتے۔

ماتا مہارانی غصے سے پیر پٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ اسے شیو دیوتا کے غصے کی پہلی قسط سمجھو۔ کرشن مہاراج اب بھی وقت ہے جا کر دیوتا کے چرنوں پر گر پڑو...... دیوتا معاف کر دے گا...... دیوتاؤں کے دروازے پر جھکنے سے مہاراجوں کی توہین نہیں ہوا کرتی بلکہ عزت و تکریم میں اضافہ ہوتا ہے...... ہماری مانو ابھی جا کر دیوتا کو منا لو وہ بڑے دیالو ہیں مان جائیں گے"

مہاراجہ نے کہا!! ماتا جی! تم فکر نہیں کرو ہم دیوتا کو منا لیں گے۔ ضرورت پڑی تو ہم ان کے چرن چھو لیں گے۔ وہ بلا وجہ ناراض ہوئے ہیں امید ہے دیوتا کا غصہ بہت جلد ٹھنڈا ہو جائے گا اور وہ پہلے کی طرح ہماری رکھشا کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اس وقت بدمزہ نہیں کرو...... ہم پر کوئی آکاش نہیں گرنے والا ہے"......

کھیل کا آغاز ہوا سب سے پہلے سلامی کے لیے سینکڑوں جانور اکھاڑے کے میدان میں پہنچائے گئے...... تماشائیوں کو توجہ میدان میں بھاگتے دوڑتے ہوئے ریچھ کی طرف مبذول ہو گئی۔ مہاراجہ قہقہے لگا رہا تھا اس نے تخت کے دائیں جانب رکھا ہوا ایک چمکدار پھل والا خنجر اٹھایا اور تاک کے ایک ریچھ کو مار دیا زخم خوردہ ریچھ اپنے پچھلے پیروں پر کھڑا ہو کر آگے کی طرف جھپٹا لیکن قریب کھڑے ہوئے ایک پہرے دار نے نیزے کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا پہلا شکار مہاراجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ مہاراجہ نے مردہ ریچھ کے گلے میں ہیروں کا ہار ڈالا اب اس مردہ ریچھ کو ایک بڑے سے بانس سے باندھ کر سارے اکھاڑے میں گھمایا گیا...... اس کے بعد جنگلی جانور دوبارہ اپنے اپنے باڑوں میں پہنچائے گئے۔ اب مہاراجہ کا محبوب ترین کھیل شروع ہونے لگا۔ جسے بیان کرنا ایک مہذب متمدن انسان کے بس کا روگ نہیں اکھاڑے کے میدان میں گڑھے ہوئے لکڑی کے بڑے بڑے کھمبوں کے ساتھ راجکماری چندرکانت کی ان سہیلیوں کو عریاں کر کے باندھ دیا گیا جو ایک عرصے سے قید خانے میں بند تھیں

آنے والے لمحوں کے تصور سے ان کے جسم کانپ رہے تھے۔ وہ چلا چلا کر رحم کی التجائیں کر رہی تھیں مگر سنگدل مہاراجہ ان کی بے بسی پر قہقہے لگا رہا تھا۔ بچے بوڑھے مرد اور عورتیں سبھی بڑے انہماک سے اس وحشیانہ کھیل کو دیکھ رہے تھے۔ انسانیت کو لہولہان کیا جا رہا تھا۔ بے بس اور مجبور انسانیت کی چیخیں آسمانوں کی طرف بلند ہو رہی تھیں دور کوئی زیر زیب کہہ رہا تھا کہ اس سنگدل بے حس اور گونگے بہرے ظالم معاشرے کی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اب سدھائے ہوئے ریچھ میدان میں پہنچا دیے گئے شاید ان جانوروں کو شراب پلائی گئی تھی۔ ریچھوں نے ان لڑکیوں کے ساتھ جو سلوک کرنا شروع کیا اس کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ انسانیت کے منہ پر طمانچے پڑ رہے تھے مگر ظالم حکمران خوش ہو رہا تھا۔ ریچھوں نے لڑکیوں کو لہولہان کر دیا تھا۔ ان کی چیخیں در و دیوار سے ٹکرا رہی تھیں یہ نظارہ اس قدر شرمناک تھا کہ اس کے تصور سے انسان کانپ اٹھتا مگر اس وقت کے آسام کا بے رحم سماج خوشی سے پاگلوں کی طرح قہقہے لگا رہا تھا۔ تماشائی خوشی سے پاگلوں کی طرح ناچ رہے تھے۔ مہاراجہ کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی وہ بار بار شراب پی رہا تھا۔ بعض نوجوانوں نے جوش میں آ کر اپنے کپڑے اتار پھینکے تھے اور ننگے ہو کر ناچنے لگے۔ انسانیت اپنی عزت کی سرعام نیلامی ہونے پر شرمندہ ہونے کی بجائے خوش ہو رہی تھی لڑکیوں کی دبی دبی چیخوں سے یہ احساس ہوتا تھا کہ اب ان میں زندہ رہنے کی قوت دم توڑنے والی ہے۔ ریچھوں نے اپنے نوکیلے ناخنوں سے ان کے بدن نوچ ڈالے تھے"

اچانک قید خانے کی طرف سے ایک شور بلند ہوا چند سو قیدی خنجر لہراتے ہوئے شیروں کی طرح میدان میں داخل ہوئے اور آن کی آن میں انہوں نے ریچھوں کو تیز طوفانی حملوں سے ختم کر دیا کچھ لوگوں نے اس کارروائی کو کھیل کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا"

مگر مہاراجہ نے تشویش بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نیلم کمار سے پوچھا!! پردھان منتری جی! یہ لوگ کون ہیں اور کس کے حکم سے ریچھوں کو ہلاک کر رہے ہیں"

نیلم کمار نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا مہاراج! لگتا ہے ہمارے خلاف کوئی بہت بڑی سازش ہو گئی ہے"

مہاراجہ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا! ان باغیوں پر شیروں کو چھوڑ دیا جائے......

چند لمحوں بعد میدان میں پندرہ بیس شیر داخل ہوئے حملہ آور ریچھوں کو ہلاک کر چکے تھے۔ چند لمحوں تک شیر حیرت سے ان لوگوں کی طرف دیکھتے رہے پھر لمبی لمبی دمیں ہلا کر دہاڑنے لگے قیدی بڑے اعتماد سے قدم جما کر کھڑے تھے"

مہاراجہ نے کہا! لگتا ہے یہ مسلمان قیدی ہیں؟

سیناپتی گھن شام نے کہا! یہ تو واقعی وہ مسلمان ہیں جنہیں ہم قیدی بنا کر لائے تھے مگر ان کو مسلح کس نے کیا ہے......

ابھی شیروں نے ان پر حملے کا ارادہ کیا تھا کہ عقب سے نیزے بردار سپاہیوں کے ایک جتھے نے نکل کر شیروں پر حملہ کر دیا شیروں اور انسانوں میں ایک خوفناک جنگ شروع ہو چکی تھی۔ شیروں نے کئی جوانوں کو زخمی کر دیا تھا مگر پرعزم قیدیوں نے شیروں کا صفایا کر دیا۔

مہاراجہ نے اٹھ کر چلاتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! یہ سب باغی لگتے ہیں ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دیا جائے"

گھن شام نے پیچھے کھڑے ہوئے محافظوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیکھتے کیا ہو تیروں کا مینہ برسا کر ان سب کو ختم کر دو یہ کھیل کا حصہ

نہیں ایک کھلی بغاوت ہے......

محافظوں میں ہلچل پیدا ہوئی۔ کمانیں کھینچنے کی آوازیں آئیں تیروں کی سرسراہٹ ابھری مگر سب کے سب تیر خطا ہو کر اکھاڑے کی دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر فرش پر گرنے لگے"

مہاراجہ نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! ساجن تمہارے ساتھیوں کو کیا ہو گیا ہے؟

اسی لمحے شیو دیوتا کی پاٹ دار آواز بلند ہوئی اس نے کہا! مہاراجہ کرشن کمار جی! ان سپاہیوں کا کوئی دوش نہیں تم ہماری نافرمانی کی سزا بھگت رہے ہو......اس وقت میدان میں باغی نہیں دیوتاؤں کے اوتار کھڑے ہیں۔ اب بھی وقت ہے اپنے ناپاک اور باغیانہ عزائم سے توبہ کر لو......ہم تمہیں ایک موقع اور دیتے ہیں......

مہاراجہ کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں جھلملا رہی تھیں۔ نیچے میدان میں درندے دم توڑ رہے تھے اور مہاراجہ آسام کے باغی خون آلودہ تلواروں کو لہرا کر مہاراجہ کی بے بسی کا مذاق اڑا رہے تھے ماتا مہارانی خوف سے بری طرح کانپ رہی تھی۔ تماشائیوں کے چہروں پر خوف کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کی طرف خالی نظروں سے دیکھتے ہوئے بھاگنے کی تیاریاں کر رہے تھے"

مہاراجہ نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سینا پتی جی! کسی طرح شیو دیوتا کا غصہ ٹھنڈا کرو......

گھن شام اپنی مسند سے اٹھا اور تیزی سے اس دیوار کی جانب بڑھنے لگا جس پر شیو دیوتا کھڑا تھا"

سینا پتی نے قریب جا کر شیو دیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! شما کیجیے دیوتا۔ ہم سے بڑی خطا ہوئی ہے۔ دیوتا بڑے دیالو ہوتے ہیں۔

شیو دیوتا نے اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہا! ہم نے مجبور ہو کر اپنے ہی سیوکوں کے خلاف یہ تلوار بے نیام کی ہے۔ ہم ہندو دھرم کی تباہی نہیں دیکھ سکتے۔ ہندو جاتی کی رکھشا ہم پر لازم ہے۔ مگر تم لوگوں نے ہماری باتوں کا مذاق اڑایا اپنی بربادی کو آواز دی ہے اب اس وقت تک ہماری یہ تلوار بے نیام رہے گی جب تک مہاراجہ خود آ کر ہم سے معافی کی بھیک نہیں مانگتا"

ماتا مہارانی نے کرشن کمار کا بازو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! اٹھو مہاراجہ بھگوان نے تمہیں بچنے کا ایک اور موقع دیا ہے جا کر دیوتا کے قدموں پر سر رکھ دو"

مہاراجہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور بے اختیاری کے عالم میں شیو دیوتا کے قدموں پر سر جھکاتے ہوئے بولا۔ ہمیں معاف کر دو دیوتا ہم سے بھول ہوئی ہے"

ماتا مہارانی بھی پیچھے پہنچ چکی تھی اس نے روتے ہوئے شیو دیوتا کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! بھگوان کے لیے اس نادان کی خطا معاف کر دو دیوتا......نیلم کمار قریب مسکرا رہا تھا"

گھن شام ٹھاکر نے نیلم کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم مسکرا رہے ہو۔ لگتا ہے تم جیون سے بیزار ہو چکے ہو"

نیلم کمار نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا! شما کر دو سینا پتی جی......لگتا ہے ہماری آتما کسی دیوتا کی شکتی کی مٹھی میں ہے۔ ہم خود پریشان

ہیں۔ من ہمارا باغی ہوتا جا رہا ہے۔ ہم نے مہاراجہ کے سامنے اس کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہمارے جذبات ہمارے بس میں نہیں رہے۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں...... ہمارے اندر ایک باغی آتما سما گئی تھی...... ہم حیران تھے کہ ہمیں اچانک کیا ہوتا جا رہا ہے مگر اب پتا چلا کہ یہ سب شیو دیوتا کی شکتی کے اثرات کا کمال تھا''

شیو دیوتا نے ہاتھ بلند کر کے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم جس کو بچانا چاہتے ہیں اس کے اندر خود سما جاتے ہیں...... نیلم کمار تمہارے اندر کی آتما پر ہماری شکتی چھائی ہوئی ہے''

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا کی کرپا ہے...... سیوک اس خصوصی دان پر دیوتا کا بڑا شکر گزار ہے''

پھر شیو دیوتا نے مہاراجہ کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! جاؤ کرشن کمار اپنے دل کے سارے ارمان پورے کر لو...... ہو سکتا ہے تمہیں پھر کبھی موقع نہ مل سکے''

''نہیں دیوتا مہاراج نہیں'' ماتا مہارانی نے شیو دیوتا کے قدموں پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا! مہاراج کو بددعائیں نہ دیں۔ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے۔ ہم اس کی زندگی کی بھیک مانگتے ہیں''

شیو دیوتا نے دیوار سے نیچے اترتے ہوئے کہا! نجانے تمہارے آنسوؤں میں کیا جادو ہے جو ہمیں بار بار خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے جاؤ ہم ایک بار پھر مہاراجہ کرشن کمار کو مہاراجہ رہنے دیتے ہیں مگر اسے آج اپنی طرف سے کہہ دو یہ ہمارے سامنے اپنی طاقت کی شکتی کے باولے پن کا اظہار نہیں کرے گا...... وقت بڑی تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا ہے تمہارے اس مضبوط حصار کی سنگلاخ دیواروں کو موت کے طوفان ہلانے والے ہیں...... ہمارے اس اپدیش کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے کہ اس سنسار کی کوئی بڑی سے بڑی دیوار ناقابل عبور نہیں ہے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ کسی طرح ہماری خاموش سینا کے چند جوانوں نے تمہارے شہ زور شیروں اور درندوں کو چشم زدن میں ہلاک کر دیا ہے اگر مہاراجہ کی سرکشی قائم رہی تو ہم ان بلند و بالا دیواروں کو حملہ آوروں کے قدموں کے سامنے سرنگوں کر دیں گے......

تماش بینوں پر سکتہ طاری تھا لوگ آہستہ آہستہ نکل رہے تھے''

مہاراجہ کرشن کمار نے شیو دیوتا کا دایاں ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج اگر اس قلعے کی دیواریں دشمنوں کے قدموں کی دھمک سے گر پڑیں تو پھر ہندو جاتی کو اس سنسار میں کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی...... یہ قلعہ اس دیش کے ہندوؤں کی آخری پناہ گاہ ہے کیا دیوتا اپنے سیوکوں اپنے پجاریوں اور اپنے ماننے والوں کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت کے اندھے گڑھے میں دھکیل دینے کا ارادہ رکھتے ہیں''

شیو دیوتا نے کہا! نہیں مہاراجہ! ہم ایسا نہیں چاہتے تھے۔ ہم تو تمہاری رکھشا کے لیے دور گگن کے نیلے ساگروں کی لمبی مسافتیں طے کرتے ہوئے آئے تھے مگر تم ہماری خواہشوں کے برعکس بڑی تیزی سے خود اپنی چتا جلانے میں مصروف ہو۔ خودکشی کرنے والوں کو کون روک سکتا ہے...... ہماری آتما درد سے تڑپ رہی ہے تمہیں کس نے کہا ہے کہ اپنے پجاریوں کی تباہی اور ہلاکت کے بعد ہم شانت ہوں گے''

شیو دیوتا نے اپنی تلوار کو نیام میں ڈالتے ہوئے کہا! شانت ہو جاؤ...... ہم تمہارے دیوتا ہیں۔ ہم تمہاری رکھشا کے جتن کریں گے۔

ماتا مہارانی نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا! لوگو شانت ہو کر اپنے اپنے گھروں کو جاؤ دیوتا نے اپنے پجاریوں اور سیوکوں کی خطائیں معاف کر دی ہیں اسی خوشی میں آج رات پورے قلعے میں چراغ جلائے جائیں گے۔ خوشی منائی جائے گی......

لوگوں نے خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیئے''

شیودیوتا نے کہا! پردھان منتری جی! ابھی اور اسی وقت مسلمان قیدیوں کے علاوہ تمام دوسرے لوگوں کو آزاد کر دیا جائے...... مسلمان قیدیوں کو تاحکم ثانی کسی دوسرے بندی خانے میں بھیج دیا جائے انکی قسمت کا فیصلہ ہم خود کریں گے......

شیودیوتا نے نیلم کمار کے مخلصانہ اور ہمدردانہ تعاون سے سینکڑوں اچھوتوں اور قیدیوں کو ایک دردناک عذاب سے بچالیا۔ شیودیوتا کی حکمت عملی قدم قدم کامیابیوں سے ہمکنار ہو رہی تھی...... اس اکھاڑے میں ابھی بہت کچھ ہونا تھا کسی قسم کے مظالم ہونے تھے۔ زندگی اور موت کے خوفناک دروازے کئی بار کھلنے تھے۔ کئی بار بند ہونے تھے اور ان ظالمانہ کارروائیوں کا سلسلہ شاید کئی روز تک جاری رہنا تھا۔ ہونا اس طرح تھا۔ مہاراجہ کے حکم سے قلعے کے تمام قیدیوں اور نیچی ذات کے اچھوتوں کو سزائے موت کا حکم سنا دیا جانا تھا۔ موت کے خوف سے سہمے ہوئے ان نیم جان بدنصیبوں کو نیزوں کی انیوں سے دھکیل کر میدان میں لایا جانا تھا جب وہ سب اکھاڑے میں پہنچ جاتے تو ان پر درندوں کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ بے بس قیدیوں کی دردناک چیخوں سے در و دیوار لرز نے لگتے تماشائیوں اور مہاراجہ نے لطف اندوز ہو کر قہقہے لگانے تھے۔ خون کی ندیاں بہنی تھیں۔ میدان میں جابجا خونخوار درندے انسانی تڑپتی ہوئی لاشوں کو بھنبھوڑتے ہوئے نظر آنے تھے جب انسانی خون میں نہائے ہوئے درندے سرخ سرخ زبانیں نکالے خون چاٹتے نظر آتے تو لوگوں کو بڑا مزا آنا تھا۔ ان کی حیوانیات شرمناک حد تک عروج پر پہنچی تھی۔ چند لمحوں بعد جب میدان میں چچوڑی ہوئی ہڈیوں انسانی کھوپڑیوں اور خاک آلودہ ہڈیوں کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچوں کے بعد کچھ نہیں بچنا تھا تو تماشائیوں نے حیوانیت کے اظہار کے نام پر فلک شگاف نعرے لگا لگا کر مہاراجہ اور اس کے کارندوں کو دل کھول کر داد دینی تھی...... صفائی کرنے والے عملے نے درندوں کو واپس باڑوں میں لے جا کر اور ریت بچھا کر میدان کو ایک دوسرے ظلم کے مظاہرے کے لیے قابل عمل بنانا تھا۔ قصابوں کو بلا کر لاشوں کی ہڈیوں اور گوشت کے بچے کھچے ٹکڑوں کا قیمہ بنانا تھا اس کے بعد کچھ قیدیوں کو لکڑی کے کھمبوں سے اس طرح باندھنا تھا کہ ان کے سر زمین کی طرف جھکے ہوتے پھر اتنی تعداد میں سدھائے پرندے ان پر چھوڑے جانے تھے۔ یہ پرندے اچھل اچھل کر ان بدنصیبوں کی آنکھوں پر حملے کرتے درد کی شدتوں سے ان قیدیوں کی چیخیں گونجی تھیں۔ پرندوں نے ان قیدیوں کو اندھا کرنا تھا۔ خون سے لت پت قیدیوں کو تڑپتے پھڑ پھڑاتے ہوئے مظلوموں کی آہ و پکار پر تماشائیوں نے مہاراجہ زندہ باد کے نعرے لگانے تھے۔ اس کے بعد گھوڑسواروں کے ایک دستے نے زنجیروں میں جکڑے ہوئے اندھے قیدیوں کو نیزے مار مار کر ہلاک کرنا تھا۔ ان کی لاشیں بھی میدان میں مصروف عمل قصابوں کے سپرد کرنی تھیں...... قصابوں نے بڑے بڑے ٹوکوں کی مدد سے ان کی لاشوں کا قیمہ بنانا تھا۔ یہ گوشت کئی روز تک درندوں کی خوراک کے طور پر استعمال ہونا تھا۔ عورتوں کے لمبے لمبے بالوں کو رسوں سے باندھ کر گھوڑوں کی کاٹھیوں سے باندھ کر میدان میں گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانا تھا۔ عورتوں کی ٹانگوں میں زنجیریں ڈال کر انہیں بیلوں کی گردنوں سے باندھ دیا جانا تھا۔ پھر شہ زور بیلوں کو پوری سختی سے مخالف سمتوں کو دوڑا کر ان کو چیرنا تھا...... غرض مجبور انسانیت کو ظلم کے دہکتے ہوئے جہنم کے بے شمار دردناک حصوں سے گزارا جانا تھا...... کچھ قیدیوں کو مسلح کر کے میدان میں

لانا تھا پھر ان کی آنکھیں باندھ دی جاتی تھیں......اس کے بعد کتے میدان میں لانے تھے......اس کے بعد کتوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی جاتی تھیں......انسانوں اور وحشی کتوں کی اس لڑائی کو لوگ ہمیشہ بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔آہنوں پر کتے کتوں پر جھپٹ پڑتے تھے اور انسان اپنے ہی ساتھی انسانوں کو نیزوں سے لہولہان کردیا کرتے تھے......آخر میں بچے کھچے قیدیوں کو میدان میں جابجا کھڑے کرکے ان پر نیزے بازی کی مشق ہوتی تھی۔اس کے بعد کھیل کے اختتام پر سارے درندوں کو ایک ساتھ میدان میں لے آنا تھا۔ریچھوں، کتوں، بھیڑیوں، چیتوں اور شیروں کی لڑائی ہوتی تھی۔میدان جب درندوں کی لہولہان لاشوں سے بھر جاتا تو پھر ندی کا رخ موڑ کر پختہ میدان میں پانی کے ریلے سے سیلاب کی صورت پیدا کی جاتی تھی۔زخمی درندوں نے ندی کے پانی میں تیر کر جانیں بچانی تھیں مگر پانی میں بہہ کر آنے والے خوفناک مگرمچھوں نے ان پر زندگی کے دروازے بند کردینے تھے۔زخمی اور پانی کے تندوتیز ریلوں سے گھبرائے ہوئے درندوں کو مگرمچھوں نے بڑی آسانی سے ہلاک کرلینا تھا......پانی کی سطح بلند ہوتی ہوئی جب دیواروں کے کناروں تک پہنچتی تھی تو مہاراجہ نے سطح آب پر تیرتے ہوئے مگرمچھوں پر تیراندازوں کے کمالات دیکھنے تھے۔پھر ندی کو بند کرکے جمع شدہ پانی کو تیزی سے ایک دوسرے راستے سے گزارنا تھا......''



بادشاہ علی قلی خان نے ایک بار پھر سید حیدر امام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم اس پراسرار اور خاموش بزرگوار کے بارے میں جاننے کے لیے بے تاب ہیں۔اس کی آنکھوں کے حسن میں بلا کی دلکشی اور سحر انگیزی ہے۔اپنے جادو سے یہ شخص دیر سے ہمیں محصور کیے ہوئے ہے"

سید حیدر امام نے مسکرا کر وشنو کی طرف دیکھ کر کہا! بادشاہ صاحب اس سلسلے میں ہم گستاخی کی معافی چاہتے ہیں۔اس کی حقیقتوں کو سمجھنا بڑا مشکل ہے...... یہ خدا کی رحمتوں کا ایک کرشمہ ہے۔ یہ اختر صبح کی طرح اجالوں کا عنوان ہے...... اندھیروں کی خوفناک کوکھ سے طلوع ہونے والا پراسرار چاند ہے۔جس کی چاندنی میں زندگی کی بہاروں کی دلفریبی اور سحر انگیزی ہے...... کل تک آسام کے طول وعرض میں ایک بار جابر اور ظالم سردار کے نام سے اس کا ڈنکا بجتا تھا۔اس کا نام وشنو مہاراج ہے۔جو بوڈو قبائل کا سردار تھا......

بوڈو قبائل کے نام پر حاکم کے ماتھے پر ایک لمحے کے لیے غم وغصے کی لکیریں ابھریں مگر دوسرے لمحے اس کے چہرے پر تبسم بکھر گیا۔

اس نے کہا! وشنو مہاراج! اگر تم ہمیں ملنے نہیں آؤ گے تو ہم خود تم سے ملنے آنے کو تیار ہیں۔

وشنو نے چلاتے ہوئے کہا! نہیں مہاراج نہیں۔ بھگوان ایسا مت کرنا...... ہم بڑی دیر سے یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم کس انداز سے اپنے بھگوان کے سامنے اپنا پاپی سیس جھکائیں کہ پاپ کے سارے داغ بیک وقت دھل جائیں"

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔تمہاری پیشانی چاند کی طرح اجلی ہے۔

وشنو نے کہا! ہوگی...... مگر جس طرح کی اجلی ہم چاہتے ہیں ویسی نہیں ہے......

وشنو آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔"نجانے ہمیں کتنے جنموں سے تمہارا انتظار تھا۔ہماری جنم جنم کی پیاسی آتما نجانے کتنی صدیوں سے تمہاری تلاش میں بھٹک رہی تھی...... تم اس کائنات کے سینے کا وہ پوشیدہ راز ہو جس کی حقیقتوں کو ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔تم وہ ساگر ہو جس سے جدا ہو کر ہم قطرہ بن گئے تھے...... ہمیں اپنی حقیقت کی طرف لوٹ آنے کی اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم اپنی آشا کے مطابق تمہارے قدم چومیں گے...... ہمیں منع نہیں کرو گے......

وشنو پر ایک کیفیت طاری تھی۔جنون عشق کی شدت سے اسے سلیقوں اور رویوں کے آداب سے بے نیاز کر دیا تھا اس نے جذبہ عشق سے بے تاب ہو کر بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ کر بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

بادشاہ نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! وشنو کسی نظر والے کے فیضان نظر نے تجھے ذرے سے آفتاب بنا دیا ہے۔تمہارا دل اب ضمیر کی کن فیکاں کا سرچشمہ ہے۔تمہاری آنکھوں میں فکر و نظر کی مجذوبی کی متاع بے بہا ہے...... تم سے مل کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے تمہاری دعاؤں میں بڑا اثر ہو گا...... ہمارے لیے دعا کرو۔

وشنو نے ایک بار پھر بادشاہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ہم تو سراپا تمہارے ہیں ہمارا جینا مرنا تمہارے لیے ہے"

بادشاہ نے فرط محبت سے وشنو کا ماتھا چومتے ہوئے کہا! سید حیدر امام نے سچ کہا ہے مضراب عشق کی ٹھوکروں سے تمہارے دل کی تاروں

سے جو نغمگی پھوٹ رہی ہے اس کے سوز و ساز کو سمجھنا بہت مشکل ہے تم خود شناسی اور خود آگہی کے کسی بلند ترین مقام پر فائز ہو چکے ہو"

"نہیں دیوتا نہیں" وشنو نے روتے ہوئے کہا! ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں...... تمہارے قدموں کے نقش نے ہمیں کچھ بنا دیا ہے جب تک ہم اپنے آپ کو کچھ سمجھتے رہے۔ بھٹکتے رہے۔ اندھیروں میں گناہوں کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر لہولہان ہوتے رہے۔ اب ہم نے یہی سمجھا ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں جو کچھ ہو تم ہو تمہارے دم سے زندگی مسکرا رہی ہے ہم تو زندگی کے دشمن تھے۔ قاتل تھے درندے تھے"

بادشاہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کس کا فیضان نظر ہے۔ کس کی نگاہوں کی اثر انگیزی نے تقدیریں بدل ڈالی ہیں...... یہ آداب یہ سلیقے اور یہ رویے مکتب کی کرامات نہیں ہیں...... تم خوش بخت ہو وشنو تمہیں سید حیدر امام جیسا دوست نصیب ہوا ہے"

پھر اس نے ایک طرف کو مڑتے ہوئے کہا! ہم لشکر گاہ آ رہے ہیں۔ ہمارا انتظار کیا جائے"

حاضرین باہر چلے گئے تو راما راؤ نے سید حیدر امام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! سید صاحب تم جانتے ہو حاکم بنگالہ کے دائیں طرف کون نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا......"

سید حیدر امام نے کہا! یہ راز ہے جس کا کسی کو علم نہیں"

راما راؤ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! اس کی آواز کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے"

سید حیدر امام نے چونک کر بوڑھے راما راؤ کی طرف دیکھ کر پوچھا! بابا تمہیں کسی شخص پر اس کا شبہ ہوا ہے۔

راما راؤ نے اوپر آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ایک آواز جسے ہم نے کئی برسوں تک بڑے قریب سے سنا تھا اس کی یادوں کے ہیولے آنکھوں میں اتر رہے ہیں...... مگر اسے تو ایک عرصہ ہوا موت نے خاموش کر دیا ہے...... جنہیں موت کے اندھیرے اپنے اندر چھپا لیتے ہیں وہ کب واپس آتے ہیں......

تمام سردار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی لشکر گاہوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات کے ستاروں کی جھلملاہٹ اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی نغمگی بڑی دلکش لگ رہی تھی۔

بادشاہ علی قلی خان نے اپنے ساتھی نقاب پوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم اس راز کو ایک مناسب وقت تک ہر قیمت پر لوگوں سے اوجھل رکھ کر راز رکھنا چاہتے ہیں...... ہم جانتے ہیں انسانی فطرت میں بے انداز کمزوریاں ہوتی ہیں کبھی کبھی انسان اپنی کمزوریوں کے سبب بے اختیار ہو جاتا ہے...... ہمارا خیال ہے کھنڈ راؤ اور راما راؤ کو تمہارے بولنے سے شبہ ہوا تھا...... اپنے جذبات کو قابو میں رکھو چند روز کی بات ہے...... پھر خدا کے حکم سے سارے الجھے ہوئے مسائل ایک ساتھ حل ہو جائیں گے۔ پھر تمہیں نقاب کے اندھیروں میں چھپ چھپ کر کچھ نہ کہنے کی قید سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آزادی مل جائے گی"

نقاب پوش نے کہا! ہم معذرت خواہ ہیں۔ چندر کانت اور اس کی سہیلی کے تذکرے نے ہمیں مجبور کر دیا تھا"

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! ہم تمہارے دردوں اور دکھوں کی گہرائیوں کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ اولاد کا غم ناقابل برداشت ہوتا ہے پھر بھی وقت

کی نزاکتوں کے پیش نظر تمہیں اپنے دل پر چٹان رکھنی پڑے گی۔

نقاب پوش نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ہم ہر حالت میں خاموش رہیں گے یہ ہمارا وعدہ ہے"

بادشاہ نے اسے محبت سے گلے لگاتے ہوئے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! چندر کانت بہت جلد ہمارے درمیان موجود ہوگی...... اس وقت اجالے ہوں گے۔ اندھیرے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو چکے ہوں گے پھر ہم سب آزاد ہوں گے۔ پردہ داریوں کے سارے جھنجھٹ ختم ہو جائیں گے"

نقاب پوش نے پوچھا! نواب صاحب! چندر کانت زندہ ہے یا؟

نواب صاحب نے کہا! تمہارا دل کیا کہتا ہے؟

نواب صاحب نے سوال کر دیا تو نقاب پوش نے کہا! ہمیں تو اپنے دل کی ساری وادیوں میں اس کے قدموں کی معصوم چاپوں کی نغمگی محسوس ہوتی ہے لگتا ہے وہ ہمارے بہت قریب رہتی ہے"

بادشاہ نے کہا! یہ بہت بڑی صداقت ہے ہماری ان دیکھی بیٹی ہمارے قریب بستی ہے۔ وہ ایک ایسے پراسرار غازی کی نظروں کے حصار میں محفوظ ہے جس کی زندگی تسلیم ورضا کا شاہکار ہے"

تمام سردار اپنی اپنی لشکرگاہوں میں گئے تھے۔ ہر طرف خوشیوں کے سمندر تلاطم تھے نقاروں کی گونج سے دلوں میں زندگی کی ہماہمی جوش مار رہی تھی وادی بکھرے ہوئے سپاہیوں کے ہجوم اللہ اکبر اور علی مدد کے نعرے لگا رہے تھے۔ شہنائیاں مدھ بھری سروں میں گیت بکھیر رہی تھی سپاہیوں کا جوش وجذبہ قابل دید تھا۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر سلیقے سے اپنے ہر دلعزیز حاکم کے انتظار میں چشم براہ تھا......

علی قلی خان اپنے محافظوں کے دستے کے ساتھ اپنے خیمے سے نکلا اور بڑے طوفانی انداز سے کوسوں میں پھیلے ہوئے لشکروں کے پڑاؤ کے معائنے کے لیے روانہ ہوا اس کے آگے مشعل بردار گھوڑوں پر سوار چل رہے تھے۔ سب سے پہلے وہ سید حیدر امام کے لشکر میں پہنچا۔ سید حیدر امام کے ساتھ وشنو مہاراج بھی تھا۔ محبت بھرے انداز سے اپنے حاکم کا استقبال کیا۔ سید حیدر امام نے اپنی طرف سے اختیار کی گئی جنگی حکمت عملی کے بارے میں یہ انکشاف کیا کہ اس کے بہت سارے تیر اندازوں کو کسی نہ کسی طرح پہاڑ کی چوٹیوں پر بیٹھا دیا گیا ہے"

سید حیدر امام نے کہا! ہمارے اس اقدام سے قلعہ کے اندر دور دور تک تیر اندازی آسان ہوگئی ہے...... علی قلی خان نے بلند وبالا پہاڑ کی فلک بوس چوٹیوں کی طرف دیکھا رات کے اندھیرے میں جلتی ہوئی مشعلوں کی روشنی جگنوؤں کے نور کی طرح ٹمٹاتی ہوئی لگ رہی تھی"

بادشاہ علی قلی خان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! سید صاحب تم نے ہمیشہ کی طرح بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمیں تمہاری ذہانت تمہارے تدبر اور تمہاری جوانمردی پر ناز ہے"

سید حیدر امام نے وشنو مہاراج کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! مگر اس دفعہ ہمارے وشنو مہاراج کی ذہانت اور بہادری نے یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے اگر وشنو مہاراج ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو شاید یہ کرشمہ رونما نہ ہوتا تھا۔

"بہت خوب وشنومہاراج بہت خوب ہم تمہارے شکر گزار ہیں"

وشنو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! یہ تو دیوتا کی بندہ پروری ہے ورنہ ہم تو کسی قابل نہ تھے"

یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ بادشاہ علی قلی خان نے اپنے گلے سے قیمتی موتیوں کا ہار اتار کر وشنومہاراج کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا! تم نے ناممکنات کو کمند ہمت سے تسخیر کر لیا ہے۔ وشنومہاراج آسام کی تاریخ تمہیں فراموش نہیں کر سکے گی۔ اپنے وطن جا کر ہم تمہارے نام کی ایک عظیم الشان یادگار تعمیر کروائیں گے"

وشنو نے کہا! کیا دیوتا ہم کو یہاں بھٹکنے کے لیے تنہا چھوڑ کر اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے۔

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! وشنو جی! ہم تمہارے مہمان ہیں یہ ملک تمہارا ہے اس ملک کی دھرتی پر جنم لینے والی ہر چیز تمہاری ہے۔ یہ بلند و بالا پہاڑ یہ سبز پوش وادیاں یہ گنگناتی ہوئی آبشاریں یہ بہتے ہوئے جھرنے ان سب پر سایہ فگن نیلا آسمان اور اس کے سینے پر چمکتے ہوئے نورانی ستارے تمہارے ہیں ہم اس ملک پر قبضہ کر کے تمہیں غلامی کے طوق پہنانے کی نیت سے نہیں آئے ہم تو اندھیروں کے خلاف جہاد کرنے آئے ہیں۔ ہماری جدوجہد ذاتی اغراض کے تابع نہیں ہم انسانی فلاح کے ایک عظیم مقصد کے حصول کے لیے ان دشواریوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم اور تمہاری آنے والی نسلیں عزت اور آزادی کے ساتھ یہاں زندگی گزاریں۔ ہم اس ملک کا اقتدار غاصبوں فاجروں اور بے رحم درندوں سے چھین کر جائز حق داروں کے سپرد کر کے لوٹ جائیں گے...... مہمان جتنا عرصہ رہے آخر اسے گھر لوٹ جانا ہوتا ہے"

وشنو نے والی بنگال کا ہاتھ چومتے ہوئے بڑے کرب سے کہا! بھگوان نے اس وحشی کو بڑی مشکل سے سکون دیا تھا"

اس کی آنکھوں سے گرم گرم آنسوؤں کے قطرے ٹپک ٹپک کر علی قلی خان کے ہاتھ پر گرنے لگے تو اس نے کہا! یہ کیا تم رو کیوں رہے ہو؟

کوئی رلانے والی باتیں کرے گا تو ہم کو رونا پڑے گا...... ہم روئیں گے اور اپنے آنسوؤں کے طوفان سے ان وادیوں کو بھر دیں گے۔

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! ہم تمہارے سکون کی سلامتی کے ضامن ہیں تم گھبراؤ نہیں ہماری عدم موجودگی میں بھی صدیوں تک یہاں اندھیرے نہیں آئیں گے۔ ہم ان لوگوں کو اس ملک کا اقتدار دیں گے جن کے دلوں میں سوز عشق ہو گا جس کے دل درد سے بھرے ہوں گے۔ موت کے اندھیروں کے سوداگروں کو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے جائیں گے رنگوں اور امنگوں کے چراغ جلانے والے زندہ رہیں گے۔ ہم اپنے لہو کی روشنائی سے اس ملک کی نئی تاریخ رقم کریں گے۔ لہو کے وہ چراغ جلائیں گے جن کو ہوائے حوادث کی بدتمیزیاں بجھا نہیں سکیں گی"

ٹھیک ہے۔ وشنو نے ایک عزم سے کہا! جن کا جی چاہے گا یہاں رہے گا ہم تو سائے کی طرح اپنے دیوتا کے پیچھے پیچھے جائیں گے۔ سائے کو وجود سے علیحدہ کیسے کیا جا سکتا ہے"

والی بنگال نے مسکراتے ہوئے کہا! بخدا اگر تم ہمارے ساتھ بنگال آنا چاہو تو ہمیں بڑی خوشی ہو گی......

طریقے کے مطابق ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ تک متعلقہ سردار حاکم کے ساتھ ساتھ چلتے تھے...... سید حیدر امام اور وشنومہاراج راجہ پریم چند کے لشکر کے پڑاؤ تک ساتھ گئے۔ راجہ پریم چند اور اس کے لشکر کے چند بڑے بڑے سردار بادشاہ کے منتظر تھے۔

بادشاہ علی قلی خان نے راجہ پریم چند کو دیکھ کر بڑی خفگی سے کہا! تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ ہر کوئی لاعلمی کا اظہار کر رہا تھا۔ تم نہیں جانتے تمہارے لیے ہمارے دل میں کتنی محبت ہے۔ پریم چند! اتنے غیر ذمہ دار اور لاپرواہ تو کبھی نہیں تھے''

پریم چند نے علی قلی خان کی عبا چومتے ہوئے کہا! شاہ کی بھیک سے اپنے سیوک کی جھولی بھر دیجئے۔ ہم سے بہت بڑی نادانی ہوئی ہے۔ ہم اسماعیل اور شیکھر کو ڈھونڈنے ڈھونڈتے بہت دور نکل گئے تھے''

نادر خان نے کہا! پریم چند بیٹے! اسماعیل اور شیکھر بچے نہیں تھے''

مگر خان بابا! پریم چند نے کہا! ہم انہیں اپنے بچے سمجھتے ہیں۔ ہماری نظروں میں وہ بھولے بھالے بچے ہیں مگر جب ہمیں معلوم ہوا کہ جگن ناتھ کے مندر کے مہاماترجی ان کے ساتھ ہیں تو ہمیں اطمینان ہوا۔ مہاماترجی انہیں حوادث کے طوفان میں گم نہیں ہونے دیں گے''

حاکم نے کہا! تو کیا مہاماتر بھی غائب ہے''

پریم چند نے کہا! یہ کوئی پچاس ساٹھ لوگوں کا ایک قافلہ ہے جو بھیس بدل کر پونم کو درندوں کی قید سے چھڑانے مہاراجہ کے قلعے میں پہنچا ہوا ہے۔

بنگال کے بادشاہ نے دعا کے لیے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا! خداوند! تو ہی اپنے بندوں کے دلوں کے بھید جانتا ہے تو ہی ان سب کا حامی و ناصر ہے جہاں انسانی عقل و فکر اور ہمتوں کی جولانی ختم ہو جاتی ہے وہاں سے تیری رحمتوں کا بے کنارہ سمندر شروع ہوتا ہے۔

پریم چند نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر حاکم کی عباء کو چومتے ہوئے کہا! ہمیں یقین ہے کہ ہمارے سرفروش کامیاب و کامران لوٹیں گے جو لوگ اپنی ساری کشتیاں جلا کر حالات کے گہرے ساگروں میں اتر جاتے ہیں۔ بھگوان ان کی کامیابیوں کا ضامن ہوتا ہے......

یہاں سے علی قلی خان جنوب کی طرف روانہ ہو گیا۔ جنوب کی طرف حاکم کا جوانمرد بیٹا عادل خان خیمہ زن تھا۔ عادل خان کے لشکر کا پڑاؤ نشیب کی ایک وادی میں قلعے سے بہت قریب تھا...... یہاں سے حاکم نے مشرق کا رخ کیا۔ مشرق کی طرف قلعے کا صدر دروازہ تھا۔ ہر طرف گھنا جنگل تھا۔ یہاں کھنڈے راؤ کا پڑاؤ تھا۔ کھنڈے راؤ کے ہاتھیوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں دور سے سنائی دے رہی تھی...... رات کا پہلا پہر ابھی جاری تھا...... آسمان پر ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ کھنڈے راؤ اور راما راؤ نے آگے بڑھ کر حاکم کا استقبال کیا اور بڑے شایان شان طریقے سے حاکم کو اپنے خیمے میں لے گئے...... خیمے میں آٹھ دس سال کا بچہ ایک سنہری مسند پر اداس اداس بیٹھا تھا۔ حاکم کو دیکھ کر بچے نے بڑے سہمے ہوئے انداز سے ہاتھ جوڑتے ہوئے نمسکار کہا!

بادشاہ علی قلی خان نے بچے کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اپنے سینے سے لپٹا کر کہا! بیٹے تم اداس اور سہمے ہوئے کیوں ہو تمہارے باپ نے تمہیں کچھ کہا یا کسی چیز کی ضرورت ہے؟

بچے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھگوان کے لیے ہمیں قتل نہیں کرو۔ مہاراج ہم بے قصور ہیں''

بادشاہ نے اسے اپنے گود میں بیٹھاتے ہوئے کھنڈے راؤ کی طرف دیکھ کر کہا! کھنڈے تمہارے بچے کو کیا ہوا ہے یہ کیوں ایسی باتیں کرتا ہے......اسے کس بات کا خوف ہے۔ کس نے قتل کا خوف اس معصوم فرشتے کے ذہن میں بھر دیا ہے۔

کھنڈے راؤ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! عالی جاہ! یہ ہمارا بیٹا نہیں ہے۔ ہماری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی...... یہ باڑھی کے قلعہ دار راجہ سجاش کا بیٹا ہے کس طرح اپنے قلعے سے نکل بھاگا ہے...... یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر نے اس کی ماتا کو قتل کر دیا ہے۔

''نہیں'' حاکم نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! اودھم خان ایسا ظلم نہیں کر سکتا اور اگر اس نے اس معصوم کی ماں کو قتل کر دیا ہے تو خدا کی قسم ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے''

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے بچے کا ماتھا چومتے ہوئے کہا! کیوں بیٹے تم نے اپنی آنکھوں سے اپنی ماتا جی کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔

''نہیں جی...... لوگ کہہ رہے تھے کہ رانی جی کو قتل کر دیا گیا ہے...... ہم محل سے باہر تھے ہم خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگ نکلے ہم اپنے پتا کے پاس جانا چاہتے ہیں جو مہاراجہ کے قلعے میں ہیں...... ہمیں پتا جی کے پاس پہنچا دیا جائے ہم بہت اداس ہیں''

بادشاہ علی قلی خان نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہم تمہیں کل صبح سویرے تمہارے پتا جی کے پاس پہنچا دیں گے''

پھر اس نے کھنڈے راؤ سے کہا! کھنڈے راؤ جی! اسی وقت ایک قاصد اودھم خان کی طرف روانہ کر دیا جائے...... ہم اودھم خان کو صبح تک اپنے سامنے دیکھنا چاہتے ہیں۔ بخدا ہمیں اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک ہم اس دردناک صورتحال سے آگاہ نہیں ہو جاتے ہمیں توقع نہیں تھی کہ اودھم خان ایسی سنگدلی کا مظاہرہ کرے گا۔

پھر اس نے بچے کو پیار کرتے ہوئے کہا! بیٹے تم فکر نہیں کرو تمہاری اماں جی زندہ ہیں یہ ہمارا دل کہتا ہے صبح تک صورتحال واضح ہو جائے گی تم ہمارے ساتھ چلو''

بچے نے کھنڈے راؤ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! بیٹا یہ بہت بڑے بادشاہ ہیں''

بچے نے معصومیت سے کہا! اسی بڑے مہاراج کی سینا نے ہماری ماتا جی کو ہلاک کیا ہے۔

''نہیں ہمارے لال نہیں'' بادشاہ نے گلوگیر لہجے میں کہا! تمہاری ماتا زندہ ہیں...... کل تک تم اپنی ماتا جی کی ممتا کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہو گے...... اور اگر ہمیں تمہاری ماتا جی نہیں مل سکی تو پھر تمہاری ماتا جی کے قاتل کا خون آلودہ سر تمہارے قدموں میں پڑا ہوگا...... یہ ہمارا وعدہ ہے''

پھر اس نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ راؤ جی تم سے جو کہا گیا ہے اس پر عمل کرو۔ ابھی قاصد روانہ کر دیا جائے اودھم خان سے کہا جائے کہ وہ جلد از جلد ہمارے پاس پہنچے''

صبح ہونے والی تھی۔ صبح کا ستارہ مشرقی افق کے کنارے پر جگمگا رہا تھا۔ رات کے اندھیروں میں صباحتوں کے رنگوں کے جلوے بکھرتے جا رہے تھے۔ بوڑھا راما راؤ معمول کے مطابق صبح کی پوجا میں مشغول تھا اس کے سامنے صندلی چوکی پر سنگ مرمر کی ایک خوبصورت سی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ مورتی کے قدموں میں گیندے اور چنبیلی کے تازہ پھول پڑے ہوئے تھے۔ صندلی چوکی کے ایک کنارے پر دیا جل رہا تھا۔ راما راؤ سر جھکائے ہوئے ہاتھ جوڑے بھجن بڑبڑا رہا تھا۔ باہر سے ہاتھیوں کی زور زور سے چنگھاڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں''

کھنڈے راؤ نے باپ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! پتا جی! صبح ہونے والی ہے لشکر تیار ہے ہمیں پیش قدمی کی آگیا دی جائے''

رامار اؤ نے اپنے جوان بہادر بیٹے کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے تم چلو ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں"

کھنڈے راؤ جانے لگا تو بوڑھے رامار اؤ نے کہا! کھنڈے تم نے مارھی سے اودھم خان کو بلانے کے لیے قاصد کو روانہ کر دیا ہے۔

کھنڈے راؤ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا! ہاں پتا جی قاصد تو بھیج دیا ہے مگر بھگوان کی قسم ہماری آتما اس وقت بڑی بیکل اور بے چین ہے نجانے کیا ہوگا اگر اودھم خان اپنی بے گناہی ثابت نہ کر سکا تو یقیناً مارا جائے گا۔ پتا جی ہم اودھم خان کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ لوہے کی طرح سخت بھی ہے اور ریشم کی طرح نرم و ملائم بھی۔ پتا جی وہ شخص کسی بے گناہ اور نردوش کا قاتل نہیں ہو سکتا...... ہمارے خیال میں اس کے خلاف کوئی بہت بڑی سازش ہو رہی ہے اور اگر اودھم خان مارا گیا تو بہت بڑا نقصان ہوگا"

رامار اؤ نے پریشانی سے پوچھا! تمہارے خیال میں وہ اپنی غلطی اور نادانی کی وجہ سے قتل ہوئی ہوگی؟

جس وقت راجہ سبھاش کے لشکر نے اودھم خان پر شب وخون مارا ہوگا۔ اس وقت کملا دیوی بھیس بدل کر قلعے سے باہر نکلی ہوگی اور پھر رات کے اندھیرے میں جنگ میں ماری گئی ہوگی۔ پتا جی اندھیرے میں اپنے پرائے کا پتا نہیں چلتا۔ کملا دیوی نے مردانہ لباس پہنا ہوا ہوگا"

"تم ٹھیک کہتے ہو یقیناً اس قسم کا کوئی واقعہ پیش آیا ہوگا اس سلسلے میں ہم بنگال کے بادشاہ کے پاس سفارشی بن کر جائیں گے ہم اودھم خان کا دفاع کریں گے تم گھبراؤ نہیں ہم اس بہادر سپاہی کو مرنے نہیں دیں گے"

کھنڈے راؤ نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! پتا جی تم نے بادشاہ کا ملال دیکھا ہے جلال نہیں دیکھا وہ جب انصاف کی مسند پر بیٹھتا ہے تو پھر کسی کی کوئی بات نہیں سنتا۔

"نہیں' بوڑھے رامار اؤ نے کہا! ہم اودھم کی جگہ اپنی گردن جلاد کی تلوار کے نیچے رکھ دیں گے تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ ہم یہیں ٹھہر کر اودھم خان کا انتظار کریں گے پھر اس کے ہمراہ ہو کر اسے بادشاہ سے ہر قیمت پر بچائیں گے......

کھنڈے راؤ بوجھل قدم اٹھاتا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا۔ باہر اس کے لشکر کے کئی سردار ہتھیار سجائے تیار کھڑے تھے...... سامنے دور بلندیوں پر فصیل کی مشعلیں اور قندیلیں جگمگاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ کھنڈے کی نظریں ان جگمگاتی ہوئی قندیلوں کی لرزتی ہوئی روشنیوں پر جمی ہوئی تھی۔ بڑی دیر تک وہ بڑی محویت سے قلعے کی روشنیوں کو دیکھتا رہا"

پھر اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! بھگوان نے چاہا تو ہم بہت جلد ان فصیلوں کے اوپر ہوں گے۔

ایک سپاہی گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب پہنچ کر چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اترا اور کھنڈے راؤ کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا! مہاراج وہ خیرت سے آ گئے ہیں"

کون؟

کھنڈے راؤ نے پوچھا تو سپاہی نے کہا! مہاراج! مہاماترا اور اس کے ساتھی آ گئے ہیں"

کہاں ہیں وہ؟

سپاہی نے اندھیرے میں قلعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا! مہاراج! جو جھلملاتی ہوئی روشنیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ انہی لوگوں کا قافلہ ہے ان میں ایک نوجوان زخمی ہے اسی لیے آہستہ آہستہ آ رہے ہیں...... مہاراج یہیں ٹھہرو وہ ادھر آ رہے ہیں"

"نہیں" کھنڈے راؤ نے گھوڑے کی لگام اٹھاتے ہوئے کہا! ہم آگے جا کر ان کا استقبال کریں گے وہ آج کے وقت کے بڑے ذی احترام لوگ ہیں" زخمی کون ہے"؟

سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج! یہ تو معلوم نہیں......

کھنڈے راؤ کے ساتھ دوسرے سردار بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ بادنسیم کے جھونکے مدہوشی کے عالم میں ڈگمگاتے پھرتے تھے"

چند لمحوں بعد کھنڈے مہاماتر سے پوچھ رہا تھا۔ مہاماتر جی! اسماعیل اور شیکھر کہاں ہیں اور زخمی کون ہے؟

مہاماتر نے مسکراتے ہوئے اپنے دائیں بائیں کھڑے ہوئے سواروں کی طرف ادھر ادھر دیکھ کر کہا! تمہارے خیال میں ہم اسماعیل اور شیکھر کے بغیر واپس آنے والے تھے۔ یہ اسماعیل ہے اور یہ شیکھر ہے"

اسماعیل نے سادھو پجاری والا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے ماتھے پر صبح کے ملگجے اندھیرے میں تلک کا سرخ نشان چمک رہا تھا۔

کھنڈے راؤ جلدی سے گھوڑے سے اترا اور اسماعیل کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر بولا! اسماعیل بھائی پونم کہاں ہے؟

اسماعیل نے جھک کر کھنڈے راؤ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم سوالیہ انداز سے کیوں پوچھ رہے ہو تمہارے خیال میں ہم پونم کو عذاب میں چھوڑ کر واپس لوٹ آنے والے تھے۔ خدا کی قسم اگر ہم پونم کو ظالم کی قید سے چھڑانے میں کامیاب نہ ہوتے تو کبھی بھی تمہیں اپنی ناکام صورتیں نہیں دکھاتے، کھنڈے پونم بہت زخمی ہے"

پھر اس نے اپنے عقب میں دیکھتے ہوئے گھوڑے کی زین پر ایک جھکے ہوئے سپاہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ پونم ہے اسے آرام کی ضرورت ہے اسے خیمے میں لے چلو......"

پونم گھوڑے کی زین پر جھکی ہوئی تھی"

کھنڈے نے پونم کے قریب جا کر روتے ہوئے کہا! پونم ہم تم سے شرمندہ ہیں مگر ہم تمہارے زخموں سے بہنے والے خون کی ایک ایک بوند کا گن گن کر حساب لیں گے...... بہت جلد یوم حساب شروع ہونے والا ہے۔ ظالم مہاراج کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں...... موت کا پھنکارتا ہوا اژدھا بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے"

پونم نے کراہتے ہوئے پوچھا! والی بنگال ابھی تک نہیں پہنچے؟

کھنڈے راؤ نے فرط محبت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! بادشاہ پہنچ چکے ہیں اور تمہارے لیے بہت رنجیدہ اور غم زدہ ہے۔

مہاماترنے چونکتے ہوئے کہا! کیا کہا راؤ جی...... بنگال کے بادشاہ یہاں پہنچ چکے ہیں"

کھنڈے راؤ نے وثوق سے کہا! مہاماتر جی ہم نے سچ کہا ہے۔ بنگال کے بادشاہ یہاں پہنچ چکے ہیں۔ رات کے پہلے پہروہ ہماری لشکرگاہ میں تھے۔

مہاماترنے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بھگوان ہم بڑے پاپی ہیں۔ تیری بڑی کرپا ہے تم نے ہمارے گناہوں کے حساب کے لیے ایک انصاف پسند اور عزت دار کو ہم پر مسلط کیا ہے"

کھنڈے راؤ نے کہا! مہاماتر جی! یہ تم کیسی باتیں کررہے ہو بادشاہ نے تمہاری تمام خطاؤں کو فراخ دل سے معاف کردیا ہے تمہارا داغدار ماضی دھل کر آج کی صبح کے اجالوں کی طرح روشن ہو چکا ہے۔ تم دیکھوگے بادشاہ کس طرح تمہاری عزت افزائی کرتا ہے"

مہاماترنے کہا! مگر ہم کچھ اور چاہتے ہیں ہماری آشا ہے بادشاہ ہمیں موت کی سزا کا مستحق سمجھ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلیے امر کردیں"

شنکھر نے کہا! مہاماتر جی تم بنگال کے بادشاہ کی سیرت کے سارے پہلوؤں سے اچھی طرح آگاہ ہو...... اس وقت تم وقار کے منعہ شہود پر کھڑے ہو تم احترام اور عزت کے لائق ہو"

......اسماعیل نے گھوڑے سے اتر کر پونم کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور پھر ہولے ہولے کھنڈے راؤ کے خیمے کی طرف بڑھنے لگا"

پونم نے کراہتے ہوئے کہا! اسماعیل بھائی ہم چل سکتے ہیں۔ تکلیف نہیں اٹھاؤ اب ہمارے اندر بڑی طاقت آگئی ہے"

اسماعیل نے روتے ہوئے کہا! پونم تم بہت بہادر لڑکی ہو عذاب کی جان دشوار گزار راہوں پر تمہیں چلایا گیا ہے۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو ریزہ ریزہ ہو کر موت کی نادیدہ وادیوں میں بکھر چکا ہوتا...... ہم جانتے ہیں ظالموں نے تمہارے بدن کے ایک ایک تار کو لہولہان کیا ہے۔

خیمے کے قریب پہنچ کر کھنڈے راؤ نے اپنے ایک سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ان سب کے لیے خیمے نصب کرائے جائیں...... اسماعیل اور شنکھر اور مہاماتر جی ہمارے خیمے میں آرام کریں گے"

اسماعیل نے کہا! کھنڈے بھائی ہمیں آرام کی ضرورت نہیں ہے تم پونم کے لیے پالکی کا بندوبست کرو ہم جلد از جلد بادشاہ کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں تم جانتے ہو وہ بہت بے چین ہوں گے۔

اسماعیل پونم کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے خیمے میں داخل ہوا تو بوڑھے راماراؤ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ مہاماتر جی! یہ کون نوجوان ہے اسے کیا ہوا ہے؟

پونم نے سپاہیانہ لباس پہنا ہوا تھا۔ مہاماتر جی کے بولنے سے پہلے کھنڈے راؤ نے کہا! پتا جی مہاراج یہ پونم ہے......

اسماعیل نے پونم کو نرم نرم بستر پر لٹا دیا تھا۔ اس نے آہستہ سے اس کے سر سے خود اتارا تو پونم کے لمبے لمبے بال بستر کے سرہانے پر بکھر گئے"

راماراؤن اس پر جھکتے ہوئے شدت درد وغم سے بلکتے ہوئے کہا! پونم بیٹی! دھیرج سے کام لو اندھیرے اپنی آخری سانسیں لے رہے ہیں

صبح ہونے والی ہے۔آکاش پر سورج دیوتا کی روشنی بکھیرنے والی ہے۔بھگوان کی قسم تیرے مجرموں کو دھرتی پناہ نہیں دے گی"

پھر اسنے دوسرے دربان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! لشکر کے وید کو حاضر کیا جائے۔

پونم نے بوڑھے رماراؤ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! مہاراج ہم ٹھیک ہیں...... تم سب کو اپنے آس پاس دیکھ کر ہم بغیر دوا کے ٹھیک ہو گئے ہیں...... کچھ نقاہت ہے کچھ کمزوری ہی ہے خود بخود دور ہو جائے گی...... مہاراج محبت میں بڑا جادو ہوتا ہے۔تمہاری محبتوں نے جادو کا کام کیا ہے۔ہم پریشان نہیں ہیں۔ہم سب ٹھیک ہیں۔

قندیل کی روشنی زرد پڑتی جا رہی تھی۔

اسماعیل نے کھنڈے راؤ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! کھنڈے بھائی صبح ہو چکی ہے۔پالکی کا انتظام کرو ہمیں بہت جلدی ہے۔تمہیں معلوم ہے بادشاہ ہمارے لیے کتنا پریشان ہوگا...... پھر تم تو جانتے ہو ہمارے خان بابا کتنے عظیم ہیں۔ہماری وجہ سے وہ بہت دکھی ہوں گے۔

ٹھیک ہے، بوڑھے رماراؤ نے کہا۔تم سچ کہتے ہو بیٹا مگر ہم تمہیں اتنی جلدی یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔کچھ کھا پی کر تازہ دم ہو کر جاؤ پھر اطمینان سے چلے جانا...... کھنڈے تمہارے ہمراہ جائے گا۔ہمیں یہاں ایک بڑے ضروری کام سے رکنا پڑ رہا ہے۔ورنہ ہم اپنی بیٹی کے ساتھ پاپیادہ جاتے"

پھر اس نے کھنڈے راؤ کی طرف دیکھ کر کہا! کھنڈے بیٹے پالکی کا جلد از جلد بندوبست کیا جائے......"

بنگال کے بادشاہ کے لشکروں نے باہمی رابطے کے لیے جنگل کو کاٹ کر ہر طرف بڑی کشادہ کشادہ شاہرائیں بنا رکھی تھیں ایک لشکر سے دوسرے لشکر تک بڑی آسانی سے بغیر کسی دشواری کے لوگ آ جا رہے تھے۔دوپہر سے پہلے پہلے پونم کو لے کر یہ لوگ بادشاہ کے پڑاؤ میں پہنچ گئے تھے۔ہر طرف خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے تھے۔اللہ اکبر اور یا علی مدد کے نعروں کی گونج سے وادیاں تھرتھرا رہی تھیں۔جب بادشاہ علی قلی خان کو مہاماتر اسماعیل اور شنکر کی شاندار کامیابی کا علم ہوا تو وہ اپنے خیمے کے دروازے پر آ کھڑا ہوا...... اس کے چہرے پر طمانیت کا نور بکھرا ہوا تھا۔نادر خان اور دوسرے بڑے بڑے سردار اس کے پیچھے اور دائیں بائیں کھڑے تھے۔مہاماتر اور اسماعیل نے پونم کی پالکی اٹھائی ہوئی تھی۔کھنڈے راؤ پالکی کے آگے آگے پاپیادہ آ رہا تھا۔

جب یہ قافلہ بادشاہ کے قریب پہنچ گیا تو بادشاہ نے شاہانہ دبدبے سے کہا" پالکی زمین پر رکھ دی جائے"

بوڑھے مہاماتر اور اسماعیل نے پالکی رکھ دی تو بادشاہ نے اپنے قریب کھڑے ہوئے مسلح نقاب پوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماہ پال ہمارے ساتھ آؤ۔

بادشاہ نے مہاماتر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! ہم تمہارے ممنون ہیں تمہارے اس عظیم احسان کو ہم مدتوں یاد رکھیں گے۔خدا نے تمہیں نیکی کی راہوں پر چلنے کی بڑی توفیق دی ہے"

پھر اس نے آگے بڑھ کر اسماعیل کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اسماعیل تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے تم بطل جلیل ہو ہمیں

تم پرناز ہے"

اسماعیل نے جھک کر بادشاہ کی عبا کا دامن چومتے ہوئے کہا! ہم تو کچھ بھی نہیں عالی جاہ...... یہ سارا کارنامہ تو اُس پر اسرار مجاہد نے سرانجام دیا ہے جو طوفان کی گود میں کھیل رہا ہے"

بادشاہ نے چونکتے ہوئے کہا۔ بخدا ہماری آنکھیں خدا کے اُس پر اسرار بندے کے دیدار کو ترس رہی ہیں...... ہم اسے قریب سے دیکھنے کے متمنی ہیں...... تم نے سچ کہا ہے وہ اس دور کا بطل عظیم ہے"

مہاماتر حیران حیران نظروں سے حاکم کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اچانک اس نے چیخ مار کر بادشاہ کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! کیا بادشاہ نے ہمیں معاف کر دیا ہے۔

والی بنگال نے اسے اٹھا کر گلے لگاتے ہوئے کہا! جب خدا نے تجھے معاف کر دیا ہے تو ہمیں کیا حق ہے سزا دینے کا...... خدا کی قسم مہاماتر تمہارے قابل فخر کارنامے تمہاری خطاؤں سے ہزار گناہ وزنی ہیں......"

پونم کراہتی ہوئی پالکی سے نکلنے لگی تو بادشاہ نے جھک کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! شیر دل بیٹی ہم تجھے سلام پیش کرتے ہیں......

شدت جذبات سے بادشاہ کی آنکھیں چھلک پڑیں...... یہ عالم دیکھ کر موقع پر موجود لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ درد کے دریا میں اچانک طغیانیاں آ گئیں۔ پونم بادشاہ کے قدموں میں پڑی کسی معصوم سے بچے کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھی۔

بادشاہ نے اسے اٹھا کر گلے لگاتے ہوئے اس کی چوٹی چوم کر کہا! پونم ہم تم سے شرمندہ ہیں۔ ہماری موجودگی میں تمہیں ایک کربناک وادی سے گزرنا پڑا"

پھر اس نے پونم کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر پالکی میں لٹاتے ہوئے کہا! ماہ پال ایک طرف سے اپنی بیٹی کی پالکی کو کندھا دو"

آگے سے بادشاہ نے پالکی اٹھائی تو پونم نے زور زور سے روتے ہوئے کہا! مہاراجوں کے مہاراج دیوتاؤں کے دیوتا اوتاروں کے اوتار ہمیں یوں گنہگار نہ کرو۔ ہم تمہارے کندھوں پر سوار ہونے کے لائق نہیں۔ ہمیں گنہگار نہیں کرو۔ ہم اپنے قدموں پر چل کر اپنے بادشاہ کے خیمے تک جا سکتے ہیں

......نقاب پوش کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر اس کے سینے پر گر رہے تھے۔ اس کا جسم لرز رہا تھا جذبوں کی طوفانی یورشوں کے مقابلے میں وہ بری طرح ٹوٹ پھوٹ رہا تھا"

بادشاہ نے پونم کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر پالکی کو اٹھاتے ہوئے کہا! بیٹی یہ ہماری خواہش ہے اور ہم اپنی خواہش ضرور پوری کریں گے...... بخدا ہمارے کندھے وفا کے پھولوں کا بوجھ اٹھاتے ہوئے بڑے بلند ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے قدم کہکشاں کے نورانی راستے پر چل رہے ہیں۔

نجانے کیا سوچ کر یا کس جذبے کی شدت سے مغلوب ہو کر مہاماتر نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے سامنے گرتے ہوئے کہا! بھگوان کے لیے ہمیں معاف نہیں کرو۔ ہماری رگوں کے اندر دوڑتے ہوئے غلیظ لہو کی بوندوں کو اپنے ہاتھوں سے بہا دو...... ہم بھگوان کے مجرم نہیں تمہارے مجرم ہیں...... ہم حقیقتوں کے مجرم ہیں...... ہم اس لائق نہیں کہ ہمیں معاف کیا جائے"

پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر زور زور سے روتے ہوئے کہا! لوگو! ہم کتنے بدنصیب ہیں...... ہم وفا کے مجرم ہیں...... ہم اعتماد کے خطا کار ہیں...... ہم اس عظیم انسان کے اعتماد کو دھوکہ دینے کے مجرم ہیں"

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! مہاماتر جی! ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ...... ہم اپنی بیٹی کو اس کی شان کے مطابق عزت دینا چاہتے ہیں"

اسی وقت وشنو مہاراج عقب سے بھاگتا ہوا آیا اور بادشاہ کے قدموں پر گر کر کہنے لگا۔ تاریخ کے تابندہ ستارے...... آسام کی نسلوں کے محسن تمہیں تمہارے خدا کا واسطہ ہم کو اس ثواب کی سعادت سے محروم نہیں کرو...... اس بوجھ کو اپنے کندھے پر لاد کر ہم بہت ہلکے پھلکے ہو جائیں گے...... ہماری آتما پر پڑے ہوئے سارے بوجھ اتر جائیں گے"

بادشاہ نے محبت بھری نظروں سے وشنو مہاراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم بہت حاسد ہو...... تم نہیں چاہتے کہ کوئی دوسرا تمہاری بجائے نیکی اور ثواب کا کوئی کام کرے...... تم بڑی تیزی سے ہدایت یافتہ ہوئے ہو ہم تمہیں مبارکباد کا مستحق سمجھتے ہیں...... آؤ اٹھاؤ پالکی...... ہم تمہاری خواہشوں کا احترام کرتے ہیں...... تم لائق احترام ہو......"

وشنو نے بادشاہ علی قلی خان کے قدم چومتے ہوئے کہا! ہماری خوش نصیبی بام عروج تک پہنچ چکی ہے ہم خاک سے آکاش پر پہنچ چکے ہیں"

وشنو نے پونم کی پالکی اٹھاتے ہوئے زور سے کہا! تم بہت جلد اپنی آنکھوں سے ظالموں کو خون کی ندیوں میں مچھلیوں کی طرح تیرتا ہوا دیکھیں گی۔ تمہاری درد بھری کہانی کا ایک ایک لفظ انتقام کا طوفان بن کر ہمارے دلوں میں مچل رہا ہے"

پونم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! تم سب کو بھگوان کا واسطہ ہمیں اتنی زیادہ خوشیاں نہیں دو ورنہ ہم مر جائیں گے...... خوشیوں کے اس ہجوم میں ہمارا دم گھٹ رہا ہے...... ہم خوشیوں اور مسرتوں کے پھولوں کے بوجھ تلے دب کر رہ گئے ہیں"

بادشاہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا! خدایا ہماری بیٹی کو سدا خوشیوں سے ہمکنار رکھنا...... بیٹی خدا کے حکم سے تم ہمیشہ مسرتوں کے پھولوں پر تتلی بن کر اڑتی رہو گی۔

جب پونم کی پالکی بادشاہ علی قلی خان کے خیمے کے اس حصے میں پہنچا دی گئی جس کا سراپردہ کہلاتا تھا تو بادشاہ نے تمام سرداوں سے کہا! تم سب باہر چلو! ہم آتے ہیں"

وہ سب جانے لگے تو بادشاہ نے وشنو کو بلاتے ہوئے کہا! وشنو جی! حکیم حسینی بیگ کو طلب کیا جائے......" راجہ سبھاش چند کا بیٹا دیپک کمار بھی خیمے کے اسی حصے میں ٹھہرایا گیا۔ پونم کی حالت دیکھ کر وہ بڑا مضطرب ہو رہا تھا"

بادشاہ کے سامنے جا کر اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر پوچھا! مہاراج یہ کون ہے اور اسے کیا ہوا ہے؟

بادشاہ علی قلی خان نے محبت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! یہ ہماری بیٹی ہے جس طرح تم ہمارے بیٹے ہو اور ہمیں بے حد عزیز ہو یہ بھی ہمیں بہت پیاری لگتی ہے"

دیپک کمار نے پھر پوچھا! یہ تو زخمی ہے اس پر کس نے تشدد کیا ہے؟

بادشاہ کے چہرے پر غم وغصے کے آثار نمایاں ہونے لگےاور اس نے کہا! اس پر انسانیت کے بدترین بدخواہ مہاراجہ کرشن کمار نے ظلم کیا ہے"

دیپک نے پونم کے قریب آ کر کہا! تم پر مہاراجہ کرشن کمار نے تشدد کیا ہے؟ مگر کیوں...... ہمارا مہاراجہ اتنا ظالم ہے؟

پونم نے کراہتے ہوئے کہا! وہ کتنا بڑا راکھشش ہے خونی درندہ ہے تم سوچ بھی نہیں سکتے......وہ بھگوان کا باغی ہے۔

دیپک کمار نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم ہندو ہو؟

پونم نے کہا! "ہاں ہم ہندو ہیں"

اسی وقت ایک دربان نے حکیم حسینی بیگ کے آنے کی اطلاع دی تو بادشاہ نے کہا! اسے اندر بھیج دیا جائے......

ایک خادم گرم دودھ لے آیا۔ بادشاہ علی قلی خان نے اس کے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ لے لیا اور پونم کو سہارے سے اٹھاتے ہوئے کہا!"

اٹھو بیٹی یہ دودھ پیو اس میں ہم نے شہد ملوایا ہے"

پونم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھگوان کے لیے ہمیں یوں گنہگار نہ کرو۔ مہاراج"

علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے اور پیالہ اس کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! تم ہانوری ہو۔ بیٹی آرام سے دودھ پیو"

دیپک کمار نے کہا! حاکم مہاراج یہ تو ہندو ماتا کی بیٹی ہے۔ تمہاری بیٹی کیسے ہوئی تم تو مسلمان ہو"

بادشاہ نے دیپک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیپک کمار جی! بیٹی فقط بیٹی ہوتی ہے بیٹی کے لفظ کا مفہوم تو مذہب وملت کی تفریق سے بلند و بالا پوری انسانیت کے لیے ایک جیسا محترم ہوتا ہے بیٹی تو سب کی بیٹی ہوتی ہے پھر راجہ مہاراجہ کوئی حاکم کوئی بادشاہ تو رعایا کی ہر بیٹی کا باپ ہوتا ہے"

اسی آن حکیم حسینی بیگ خیمے میں داخل ہوا اور اس نے جھک کر دامن چومتے ہوئے کہا! حاضر ہوں عالی جاہ!

بادشاہ نے کہا! حکیم جی! یہ ہماری بیٹی بڑی دکھی اور رنجور ہے پوری توجہ سے اس کا علاج کرو ہم چاہتے ہیں یہ کل تک ٹھیک ہو جائے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے

حکیم صاحب نے محبت سے پونم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اللہ کریم کے حکم سے ہماری بیٹی بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی

بادشاہ نے پونم کو بستر پر لٹاتے ہوئے کہا! اس کی بہنیں اس کی جدائی میں روتی ہوں گی ہم اسے جلد از جلد ان کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں"

حکیم صاحب نے پونم کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تو کیا یہ پونم بیٹی ہے؟

"ہاں حکیم صاحب" بادشاہ علی قلی خان نے کہا! یہ پونم ہے ظالم درندے کی قید میں اس نے بڑے دکھ اٹھائے ہیں......

پونم کی آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات لگ رہی تھی"

اس نے سسکتے ہوئے کہا! حاکم مہاراج ہم بہت خوش نصیب ہیں وقتی عذاب کے بعد ہمیں دائمی سکون ملا ہے

کیسے بیٹی!

بادشاہ نے پوچھا تو پونم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! اگر مہاراجہ کی قید میں نہیں گئے ہوتے یہ رنج وغم یہ عذاب نہیں اٹھائے

ہوتے تو شاید یہ محبتیں یہ پیار یہ سچے خلوص نہیں ملتے......"

بادشاہ نے ناگواری سے کہا! پونم بیٹی تم نے غلط سوچا ہے تم ہر حال میں ہماری بیٹی ہو...... ہم تم سے ہمدردی کا اظہار نہیں کر رہے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں اور تمہیں تمہارا حق دے رہے ہیں"

اسی وقت خیمے میں دربان آیا اور اس نے کہا! مہاراجہ آسام کا ایک قاصد حاضری کا طلبگار ہے......

بادشاہ نے حیرت سے دربان کی طرف دیکھا دربان نے سر جھکا لیا......"

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! "ہم آتے ہیں"

بادشاہ نے اٹھتے ہوئے کہا! حکیم صاحب پوری توجہ دینی ہوگی"

حکیم صاحب نے بادشاہ کی عبا کا دامن چومتے ہوئے کہا! حضور اطمینان رکھیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پونم بیٹی بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی"

بادشاہ باہر نکل گئے تو حکیم صاحب نے کہا! بیٹی ہم ابھی تمہارے لیے اچھی اچھی دوائیاں لے کر آتے ہیں فکر نہیں کرو تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی"

پونم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! حکیم صاحب جی! ہم بالکل ٹھیک ہیں...... نقاہت اور کمزوری ہے خود بخود ٹھیک ہو جائے گی"

حکیم حسینی نے کہا! "تم ٹھیک ہو بیٹی بالکل ٹھیک ہو"

جب حکیم حسینی بیگ باہر چلا گیا تو دیپک کمار نے پونم کے پاس آ کر کہا! یہ کیسا بادشاہ ہے...... پرجا کے چھوٹے چھوٹے لوگوں کی خاطر کتنا پریشان ہو جاتا ہے

پونم نے دیپک کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا! چھوٹے بھیا تم کہاں سے آئے ہو؟

دیپک کمار نے کہا! ہمارا نام دیپک کمار ہے ہم مازھی کے راجہ سبھاش چند کے اکلوتے بیٹے ہیں پتا جی مہاراجہ کے پاس قلعے میں ہیں ہمارے قلعے پر ادھم خان نے قبضہ کر لیا ہے ہم وہاں سے فرار ہو کر اپنے پتا جی کے پیچھے بھاگے تھے مگر وہ ہم سے نہیں مل سکے پھر ہم کھنڈے راؤ کے سپاہیوں کے ہاتھ لگ گئے۔ کھنڈے راؤ کے پڑاؤ میں پہنچا تو ہم بہت خوفزدہ ہوئے۔ مسلمانوں کے بارے میں ہمیں بڑی ڈراؤنی باتیں سنائی جاتی تھیں مگر یہ مسلمان پنڈتوں پجاریوں کی بتائی ہوئی کہانیوں سے بالکل مختلف لوگ ہیں...... بادشاہ کھنڈے کے پڑاؤ سے ہمیں یہاں لے آیا ہے جب سے اب تک نجانے کتنی بار یہ ہمارے پاس آیا ہے۔ بہت پیار کرتا ہے کہتا ہے تمہاری ماتا کا قاتل جب تک قتل نہیں ہوگا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے......"

پونم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! تو کیا تمہاری ماتا قتل کر دی گئی ہے"

دیپک نے کہا! جب پتا جی نے مسلمان لشکر پر شب خون مارا تو اس وقت ہر طرف افراتفری پھیل گئی تھی۔ ہم اس افراتفری کے وقت خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگے تھے۔ مسلمانوں نے بڑی بہادری سے پتا جی کی سینا کا مقابلہ کیا پتا جی زیادہ دیر تک ان کا مقابلہ نہیں کر سکے ہم ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے دور نکل آئے مگر ان کا لشکر بڑی تیزی سے پسپا ہوتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا...... جب ہر طرف خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔

ہر طرف چیخ و پکار کا عالم تھا۔ اس وقت لوگ کہہ رہے تھے۔ مسلمان سردار نے رانی کملا جی کو قتل کر دیا ہے۔"

"نہیں" پونم نے چلاتے ہوئے زور سے کہا! اودھم خان تمہاری ماتا کا قاتل نہیں ہوسکتا۔۔۔۔۔۔ وہ کسی نردوش کو قتل نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ دیپک کمار اگر تمہاری ماتا واقعی قتل ہوئی ہے تو پھر اس کا قاتل کوئی اور ہوگا اودھم خان نہیں ہوسکتا۔۔۔۔ ہم بادشاہ کے سامنے اودھم خان کا دفاع کریں گے ہم اسے بے خطا قتل نہیں ہونے دیں گے"

دیپک کمار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! اب تو ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ یہ لوگ کسی بے دوش کو قتل نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ اودھم خان کو ہم نے بڑے قریب سے دیکھا ہے۔ ہمارے قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد وہ ایک بار محل میں آیا تھا۔ بادشاہ کی طرح بڑی میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا۔ وہ تو پتا جی کے اچانک شب وخون مارنے کی وجہ سے سارا کام خراب ہوگیا۔۔۔۔ ورنہ ہم تو بڑے امن سے رہ رہے تھے۔۔۔۔۔ ہم نے ماتا جی کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے نہیں دیکھا"

پونم نے کہا! تمہاری ماتا قتل نہیں ہوئی ہے"

دیپک نے کہا! تم شاید ٹھیک کہتی ہو۔۔۔۔ ہمیں غلط فہمی ہوئی ہے ہم نے ماڑھی سے مہاراجہ کے قلعے تک سینکڑوں لاشیں دیکھی ہیں لگتا ہے اس خونی منظر نے ہمارے دل و دماغ پر اثر کیا ہے"

بنگال کا بادشاہ علی قلی خان ایک اونچی اور سنہری مسند پر بیٹھا تھا۔ کشادہ خیمے میں حسب مراتب کئی بڑے بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے چہرے پر طمانیت کا نور تھا۔ اس کی عقابی آنکھوں میں عزائم کی چمک تھی۔ اس کے سر پر سفید رنگ کا عمامہ تھا جس کے سامنے والی آخری پیچ پر سونے کی قلغی میں ایک خوبصورت ہیرا جڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے تخت پر تلوار پڑی تھی اس کی سیمابی نظریں اپنے بہادر اور جری سرداروں کے چہروں پر چھائے ہوئے مجاہدانہ جذبات کے رنگوں کو دیکھ کر مسرور ہو رہی تھی۔ اس وقت کھنڈے راؤ، پریم چند، حیدر امام، وشنو مہاراج، فیروز خان، سید سیف الدین اور نادر خان کے علاوہ شیام، سندر، راجندر اور ماہ پال بھی موجود تھے۔ آسامی سرداروں نے خودوں کے نقابوں سے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے"

بنگال کے بادشاہ نے قریب کھڑے ہوئے ایک مسلح دربان سے کہا! مہاراجہ کرشن کمار کے ایلچی کو حاضر کیا جائے۔۔۔۔"

دربان باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد ایک باوردی نوجوان اعتماد سے قدم اٹھاتا ہوا دربار میں داخل ہوا اس کے پیچھے پیچھے نیزے بردار مسلمان سپاہی تھے۔ نوجوان آسامی نے بڑے سلیقے سے جھک کر بادشاہ کو نمسکار کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر سر جھکا دیا۔

بادشاہ نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے دبدبے سے کہا! نوجوان کہو کیا پیغام لائے ہو ہم ہمہ تن گوش ہیں۔۔۔۔ بے فکر ہو کر اپنی بات پوری کہو یہاں تم ہر طرح سے امان میں ہو۔۔۔۔ ہم سفیروں کو امن کے پرندے کہا کرتے ہیں"

نوجوان نے بڑے ڈرامائی انداز سے اپنے سر سے خود اتار کر پرے پھینکتے ہوئے کہا! ہم کسی راجے مہاراجے کے سفیر نہیں ہم تو ایک دکھی ممتا کے روگ کی فریاد ہیں۔۔۔۔

بادشاہ نے بڑے اضطراب سے اس کی طرف دیکھا اس کے لمبے لمبے سیاہ بال اس کے شانوں اور چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔تمام درباری حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بادشاہ نے اپنی مسند سے اٹھ کر اس کے قریب آ کر اپنے کندھوں کی چادر اتار کر اس کے سر پر ڈالتے ہوئے کہا! تم جو کوئی بھی ہو ہماری بیٹی ہو......ہم اپنی بیٹی کو بے چادر اور بے ردا دربار میں نہیں دیکھ سکتے۔

اس نے جلدی سے بادشاہ کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! ہم ممتا کے درد کی سفیر بن کر ایک فریاد لائے ہیں ممتا کو تعصب کے ترازو میں نہیں تولا جا سکتا۔ممتا کے جذبوں کو جغرافیائی لکیروں کا قیدی نہیں بنایا جا سکتا۔ممتا کا درد اس دھرتی پر بسنے والے ہر رنگ ہر نسل اور ہر مذہب کے لوگوں کے درمیان ایک قدر مشترک کی طرح موجود ہے"

بادشاہ نے اسے اپنے دائیں طرف ایک مسند پر بیٹھاتے ہوئے کہا! بیٹی تم بے فکر ہو کر اپنا غم بیان کرو ہم اپنی طاقت سے بڑھ کر تمہاری مدد کریں گے۔ہم ممتا کے درد کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔تمہیں کس بدبخت نے غم زدہ کیا ہے۔وہ کون بے رحم ہے جس نے ایک ماں کی ممتا کے نازک آبگینے کو اپنے ظلم سے توڑا ہے اگر وہ ہمارا بیٹا بھی ہوا تو ہم اسے معاف نہیں کریں گے"

کھنڈے راؤ نے اپنی مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! عالی جاہ یہ بی بی راجہ سبھاش چند ماڑھی کے قلعہ دار کی دھرم پتنی کملا دیوی ہے"

روحانی خوشی کے رنگ کھنڈے راؤ کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے اس نے کہا! یہی وہ رانی ہے جس کے قتل کی بے بنیاد افواہ نے بادشاہ کا چین چھین لیا تھا......

دوسری طرف سے ایک نقاب پوش نے بادشاہ کے کان میں کوئی بات کہی عجب جذباتی منظر پیدا ہو گیا تھا۔خوشی سے بادشاہ کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلکنے لگیں۔

اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! خداوند کریم تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تیرے پردہ بہ پردہ اسراروں کو سمجھنے اور جاننے کی تیرے عاجز بندوں میں کچھ بھی صلاحیت نہیں۔تیری بندہ پروری نے ہمیں ایک روحانی کربناک عذاب سے بچا لیا ہے"

پھر اس نے کملا دیوی کی طرف دیکھا اس کی نظریں کھنڈے راؤ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔بادشاہ نے کہا! کملا دیوی اب کہو تمہاری ممتا کو کس نے تڑپایا ہے۔

کملا دیوی نے ایک بار پھر بادشاہ کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ہمارا اکلوتا بیٹا حالات کے ہجوم کی بھیڑ میں کہیں کھو گیا ہے۔اس کے بغیر ہماری ممتا بغیر پانی کے مچھلی کی طرح تڑپ رہی ہے وہ نرد وش ہے کم سن ہے تلوار اٹھا کر لڑنے کے قابل نہیں ہے......ہمیں یقین ہے وہ یہیں کہیں کسی سردار کے پاس قیدی ہے......ممتا بیکل ہے بے چین ہے جب تک ہمارا بیٹا نہیں ملے گا ہم اسی طرح تڑپتے رہیں گے"

بادشاہ کے چہرے پر طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے اس کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر کملا دیوی نے دکھی لہجے میں کہا! بادشاہ شاید ایک دشمن کی دھرم پتنی کو بے بس فریادی کی حالت میں دیکھ کر خوش ہو رہا ہے"

"نہیں" بادشاہ علی قلی خان نے کہا! ہم تمہاری بے بسی پر خوش نہیں ہورہے پھر تم بے بس بھی نہیں ہو ہم نے تمہیں اپنی بیٹی کہا ہے کوئی باپ اپنی بیٹی کے دکھ پر خوش نہیں ہوسکتا...... ہماری خوشی کسی دوسری وجہ سے ہے کملا بیٹی۔ تمہارا بیٹا دیپک کمار کسی کا قیدی نہیں ہمارا بیٹا ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت ہمارا بیٹا اس خیمے کے اندر موجود ہے۔

کملا دیوی کی چیخ نکل گئی اس نے بادشاہ کے قدم چومتے ہوئے کہا! ہمیں دیپک کے پاس پہنچا دو...... ہم اس کی جدائی میں بہت دکھی اور غم زدہ ہیں"

بادشاہ علی قلی خان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! بیٹی! ہم نے تمہارے ساتھ کسی قسم کا مذاق نہیں کیا تمہارا دیپک ہمارے پاس ہے اور وہ ہمارا بیٹا بن چکا ہے اس نے تو ہمیں بہت پریشان کیا تھا...... مگر خدا کا شکر ہے تمہارے مل جانے سے ہمارے دماغ سے بوجھ اتر گیا ہے"

کھنڈے راؤ نے اٹھتے ہوئے کہا! کملا بہن ہم کھنڈے راؤ ہیں۔ ہم مہاراجہ کے باغی ہیں ہمیں مہاراجہ کے رویوں سے اختلاف تھا۔ خیر یہ ایک دوسری کہانی ہے۔ دیپک نے ہمیں تمہارے مارے جانے کی غلط اطلاع دی تھی اس نے کہا تھا اودھم خان نے تمہیں ہلاک کر دیا ہے"

کملا دیوی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! نہیں مہاراج بالکل نہیں۔ اودھم خان تو فرشتہ ہے وہ تو ہمارے دیپک کے لیے ہم سے زیادہ دلگیر اور دکھی ہے اگر اس کا سہارا نہ ہوتا تو ہم مر گئے ہوتے"

بادشاہ نے کہا! وہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا۔ تم اس طرح اکیلی کیوں آئی ہو۔ اسے تمہارے ساتھ محافظ بھیجنے چاہیے تھے"

کملا دیوی نے کہا! پریشانی کے عالم میں ہم کسی کو کچھ بتائے بغیر قلعے سے نکل آئے ہیں۔ لگتا ہے اودھم بھائی اب ہمارے لیے پہلے سے زیادہ غم زدہ اور پریشان ہو رہا ہوگا اس نے جنگل جنگل اپنی سینا کے کئی سینکوں کو دوڑایا ہوا ہے"

بادشاہ نے مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! کملا بیٹی! یہ بتاؤ تم ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گی یا واپس مادھی جانا چاہو گی تم چاہو تو ہم تجھے تمہارے خاوند کے پاس قلعے میں پہنچانے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں"

کملا دیوی نے کہا! ناراض نہ ہونا مہاراج! اگر ہمیں اپنے پتی دیوتا کے پاس پہنچا دیا جائے تو بڑی کرپا ہو گی...... ہم اپنے پتی دیوتا کو دیکھنا چاہتے ہیں اس کے بہت سارے سینک جنگ میں ہلاک ہوئے ہیں۔ نجانے وہ کس حال میں ہوگا۔

بادشاہ نے کہا! تمہارے جواب سے ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ایک اچھی پتنی کو اپنے پتی دیوتا کے لیے یونہی پریشان ہونا چاہیے۔ جس طرح تم ہو...... بیٹی ہم آج ہی تمہیں قلعے میں بھیجنے کی کوشش کریں گے۔

پھر اس نے فیروز خان کی طرف دیکھا فیروز خان نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا! "ہم ابھی تیار ہو جاتے ہیں"

پھر بادشاہ نے کملا کے سر پر خود رکھتے ہوئے کہا! ہم دیپک کمار کی ذہانت کا امتحان لینا چاہتے ہیں......

کملا دیوی کا دل شدت جذبات سے تیزی سے دھڑکنے لگا وہ کبھی ہنستی تھی کبھی روتی تھی۔

بادشاہ علی قلی خان محبت کے ان معصوم جذبوں سے بہت متاثر ہو رہا تھا۔ اس نے خیمے کے دوسرے حصے کی جانب بڑھتے ہوئے کہا!

ہمارے ساتھ آؤ......

دربان...... "ہوشیار ہوشیار روبرو" کے نعرے لگا رہے تھے۔ دراز قد علی قلی خان ایک شاہانہ وقار کے ساتھ بڑھنے لگا۔ رانی ایک بار پھر مردانہ لباس میں ملبوس اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ اس کے قدموں میں جذبوں کی شدتوں کا ارتعاش تھا...... خیمے کے دوسرے حصے کا ریشمی سبز رنگ کا پردہ اٹھا ہوا تھا اور مسلح دربان چاک و چوبند کھڑے تھے۔ بادشاہ سر کے اشارے سے ان کو سلام کا جواب دیتا ہوا خیمے کے دوسرے حصے میں پہنچ گیا۔

دیپک کمار اور پونم نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بادشاہ کا استقبال کیا۔

بادشاہ نے پونم کو لٹاتے ہوئے کہا۔ پونم بیٹی لیٹی رہو۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔

"ٹھیک ہوں مہاراج بلکہ بالکل ٹھیک ہوں"

حکیم حسینی بیگ نے کہا! عالی جاہ! کل تک پونم بیٹی چلنے کے قابل ہو جائے گی......

کملا دیوی کے جذبہ دل کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی۔ بادشاہ کو اس کا احساس تھا"

اس نے دیپک کمار کو اپنی گود میں بیٹھاتے ہوئے کہا! دیپک بیٹے اس سپاہی کو پہچانتے ہو؟

دیپک دیر سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کملا دیوی کے ہاتھ پھیلنے کے لیے لرز رہے تھے"

دیپک کمار نے اس کی طرف دیکھ کر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا! "نہیں ہم نہیں پہچان سکے"

بادشاہ نے کہا! یہ تمہارے قلعے سے آیا ہے۔ اسے اودھم خان نے بھیجا ہے تم نے تو ہمیں بتایا تھا کہ تمہاری ماتا کو قتل کر دیا گیا ہے"

تو کیا ہماری ماتا زندہ ہیں؟

دیپک نے خوشی سے کہا تو علی قلی خان نے کہا! تمہاری ماتا زندہ بھی ہے اور تمہارے سامنے موجود بھی ہے......"

ماتا کہاں ہو ماتا جی!

دیپک نے پکارا تو کملا دیوی نے سر سے خود اتارتے ہوئے تیزی سے بڑھ کر دیپک کو گلے لگا لیا۔ دیپک تم کہاں کھو گئے تھے...... کملا دیوی دیر تک بیٹے کو گلے لگا کر اس کا منہ چومتی رہی خوشی سے اس کی آنکھیں چھلک رہی تھیں اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی"

بادشاہ نے اٹھتے ہوئے کہا! کملا بیٹی...... دن ڈھلے ہم تجھے قلعے کی طرف روانہ کر دیں گے"

کملا دیوی نے دیپک کو ایک طرف کر کے علی قلی خان کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا! مہاراج فرشتوں سے جدا ہونے کو جی تو نہیں چاہتا مگر مجبوری ہے۔ پھر اجازت بھی دی گئی ہے"

دیکھو بیٹی! ہم بہت جلد قلعے پر حملہ کرنے والے ہیں ہو سکے تو اپنے خاوند کو سمجھانے کی کوشش کرنا اسے ایک حقیقت پسند آسامی کی طرح سوچنے پر مجبور کرنا۔ سنا ہے وہ مہاراجہ کرشن کا بڑا وفادار ہے اپنے مہاراجہ سے وفاداری کوئی جرم نہیں ہے مگر کسی ظالم کے ساتھ عہد وفا نبھانے کا مطلب اس کے ظالمانہ عزائم کو تقویت پہنچانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہم آسام کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے نہیں آئے بلکہ ہم آسام کے لاکھوں مجبور اور ناتواں

لوگوں کو کرشن کمار کی بربریت اور درندگی سے نجات دلانے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ہم آسام کے راج سنگھاسن پر حقدار کو بیٹھانے کے بعد واپس چلے جائیں گے......ہم کرشن کمار کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے وہ انسانی بستیوں میں گھسا ہوا درندہ ہے......اگر اس درندے کی حمایت میں تمہارے پتی ہماری تلواروں کے سامنے آ گئے تو ہم اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کر سکیں گے۔تمہارے خاوند کا خون بہاتے وقت ہمیں بہت دکھ ہوگا۔کملا دیوی اور دیپک دونوں لرز کر رہ گئے"

دیپک نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا! ماتا جی! پتا مہاراج کو سمجھائیں وہ اس بادشاہ کے مقابلے میں نہیں آئے"

کملا دیوی نے کہا! مہاراج ہم نے تمہیں اپنا پتا جان لیا ہے بھگوان کی قسم اگر سبھاش نے ہماری بات نہیں مانی تو دیپک کو لے کر واپس لوٹ آئیں گے......ہم سبھاش کو مہاراجہ کی حمایت سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیں گے"

بادشاہ علی قلی خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اب تم خیمے کے دوسرے حصے میں تھوڑی دیر آرام کر لو......دن ڈھلے ہم تمہیں اور دیپک کو یہاں سے روانہ کریں گے"

کملا دیوی نے غور سے پونم کی طرف دیکھ کر کہا!! تمہاری صورت کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے کہیں تمہیں دیکھا ہوا ہے؟

پونم نے ہلکے تبسم کے ساتھ کہا! رانی تم نے ہمیں پہلی بار دیکھا ہے"

"نہیں" رانی کملا نے کہا! ہم نے تمہیں کہیں اس سے پہلے بھی دیکھا ہے اور شاید کئی بار دیکھا ہے"

بادشاہ نے کہا! ٹھیک ہے تم نے اسے دیکھا ہوگا......اس بحث کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ آؤ......اور کچھ دیر آرام کر لو"



(اس کہانی کا باقی حصہ "راجکماری حصہ چہارم" میں ملاحظہ کیجیے، جسے آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)

مہاراجہ کرشن کمار نے نوتن کماری کو اپنی گود میں لٹا کر اس کے بالوں سے کھیلتے ہوئے کہا! نوتن تم روپ نگری کی رانی ہو بھگوان نے تمہیں سندرتا کی اچھوتی دیوی بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے"

نوتن نے گھائل سے لہجے میں کہا! مہاراجہ کی اپنی نظروں کا حسن اچھوتا ہے ورنہ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں"

مہاراجہ نے ہاتھ بڑھا کر رادھا کے ہاتھ سے شراب کا جام لے کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! ہم نے سینکڑوں اچھوتی لڑکیوں کے قرب سے لطف اٹھایا ہے مگر تم ان سے انوکھی ہو یقین کرو ہم نے ایک یا دو راتوں سے زیادہ کسی لڑکی کو برداشت نہیں کیا۔ لیکن تمہارے طلسم سے نکلنے کو جی نہیں چاہتا"

نوتن مسکرا کر خاموش رہی مہاراجہ نے پھر کہا! تمہاری اداؤں میں دلکشی ہے قدم قدم تمہاری دلفریبی بڑھتی جارہی ہے۔

نوتن نے ایک ادا سے کسمساتے ہوئے کہا! کہنا مہاراجہ خود اپنے حسن کی اداؤں کے دلفریب جال میں پھنسا جارہا ہے۔ ورنہ ہمارے اندر کوئی بھی جادو نہیں ہے...... ہمیں تو اپنے اس قدر اہم ہونے کا کبھی احساس نہیں ہوا تھا"

اس وقت ساجن نے مہاراجہ کی خوابگاہ میں داخل ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شما کیجئے...... سیناپتی اور پردھان منتری حاضری کی آ گیا چاہتے ہیں"

مہاراجہ نے پپائی پر پڑے ہوئے چمکدار خنجر کو اٹھاتے ہوئے کہا! "اجازت ہے"

ساجن پچھلے پاؤں واپس چلا گیا۔ پھر ایک لمحے کے بعد نیلم کمار اور گھن شام ٹھاکر دونوں بیک وقت خوابگاہ میں داخل ہوئے دونوں سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر مہاراجہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

مہاراجہ نے تیوریاں چڑھا کر دونوں کو گھورتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "نیچے وادیوں میں دشمن کے گھوڑوں کی ہنہناہٹوں، ہاتھیوں کی چنگھاڑیوں اور سپاہیوں کے پرجوش نعروں کی منحوس آوازیں سن رہے ہو"

دونوں سر جھکا کر خاموش رہے تو مہاراجہ نے پھر کہا! دشمن کے لشکروں نے چاروں طرف سے قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے"

نیلم کمار نے کہا! مہاراج چنتا کی ضرورت نہیں ہم بھی غافل نہیں ہمارے پاس اس وقت ڈیڑھ لاکھ سینا موجود ہے راجہ سبھاش چند، پرتھوی اور چھمن کی سینائیں اس کے علاوہ ہیں۔ سیناپتی جی نے سارے انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ ایک منجنیق کے پاس سینکڑوں بڑے بڑے پتھر پہنچا دیے گئے ہیں"

گھن شام ٹھاکر نے کہا! مہاراج کو کس بات کی تشویش ہے۔ ہماری بہادر سینا نہ صرف دفاع کے لیے ہر طرح سے تیار ہے بلکہ جارحانہ جنگ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ مہاراج حکم دیں تو ابھی قلعے سے نکل کر دشمن پر شیروں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے"

مہاراجہ نے خنجر کو اپنی آنکھوں کے سامنے الٹ پلٹ کر لہراتے ہوئے کہا! تم دونوں ہمارے خدشات کو سمجھنے سے ابھی تک قاصر ہو......

خوابگاہ میں صندل کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ گلدانوں میں تازہ پھول مہلک رہے تھے۔ رادھا مہاراجہ کے قدموں میں شراب کی صراحی اور

جام لیے بیٹھی تھی"۔ مہاراجہ نے اس کے ہاتھ سے شراب کا جام لے کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے گھن شام اور نیلم کماری کی طرف نیچی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! بیٹھ جاؤ......

دونوں نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے قدم چھوئے اور پھر علیحدہ علیحدہ مسندوں پر بیٹھ گئے۔

ایک ثانیہ توقف کے بعد مہاراجہ نے پھر کہنا شروع کیا۔ کسی بڑی سے بڑی اور مضبوط سے مضبوط اس کشتی کو ڈوبنے سے نہیں بچایا جاسکتا جس کے پیندے میں چھوٹا سا سوراخ کر دیا گیا ہو"

گھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج نے ٹھیک کہا ہے مگر ہم اپنی کشتی میں کسی بدبخت کو سوراخ کرنے کا موقع نہیں دیں گے ہم کھلی اور عقابی نظروں سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہے ہیں"

مہاراجہ نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا! گھن شام جی! اب عمل کا وقت ہے دیکھتے رہنا کافی نہیں ہوگا۔ تمام سوراخوں کو بیک وقت بند کر دیا جائے جن سے گرم تپتی ہوئی ہواؤں کے جھونکوں کے گزر آنے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ہم کل تک اس قلعے کو ان تمام لوگوں سے پاک دیکھنا چاہتے ہیں جن پر کسی قسم کی غداری کا شبہ کیا جاسکتا ہے۔

نیلم کماری نے کہا! مہاراج! کھنڈے راؤ کے علاوہ یہاں کوئی غدار اور قوم فروش نہیں ہے...... اور مہاراج کو معلوم ہے۔ کھنڈے راؤ اپنے ناپاک ارادوں کی بوجھل گھٹڑی اٹھائے یہاں سے دور پربتوں کی اندھیری گھاٹیوں میں گم ہو چکا ہے اس کے علاوہ مہاراجہ کی نظروں میں کوئی دوسرا غدار ہے تو اسکی نشان دہی کر دی جائے کل صبح ہونے سے پہلے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا"

مہاراجہ نے سیناپتی گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! تمہارا کیا خیال ہے؟

سیناپتی نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! آدیش کے غلام ہیں۔ جدھر جدھر مہاراج کا آدیش ہو خون کی ندیاں بہانے کے بدلے ہماری تلواروں کا رخ ادھر ادھر پھر جائے گا۔

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! تم جانتے ہو عورتیں کمزور ارادوں اور ناپختہ خیالوں کی مالک ہوتی ہیں۔ ہماری ماتا بھی ماتا مہارانی کے علاوہ ایک عورت بھی ہے۔ وہ اپنی نسوانی کمزوریوں سے ہمیں جادو کے ایک خوفناک جال تلے بے بس کرتی چلی جارہی ہے۔ اس نے شیو دیوتا کے طلسم کو ہم پر چاروں طرف سے مسلط کر دیا ہے۔ آج کے دن اکھاڑے میں جو کچھ ہوا ہم اسے اپنے لیے بہت بڑا خطرہ تصور کر رہے ہیں۔ شیو دیوتا روز بروز پراسرار ہوتا جارہا ہے۔ اس کی سرگرمیاں ہماری برداشت سے باہر ہوتی جارہی ہیں۔ اس نے ہمارے بڑے بھائی وجے کمار کے قاتل کو ناگ دیوتا بنا کر پرجا کے سامنے ہمیں بے بس ہونے پر مجبور کر دیا۔ آج کے دن اکھاڑے میں مسلمان قیدیوں کو اپنی شکتی کی متلاطم موجیں کہہ کر اس نے اپنے خدشات کو پختہ کر دیا ہے"

نیلم کمار نے مہاراجہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا! تو کیا مہاراج کی نظروں میں شیو دیوتا مشکوک ہے"

مہاراجہ نے شراب کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا! شیو دیوتا مشکوک نہیں ہو سکتا مگر اس کی سرگرمیاں کافی حد تک مشکوک دکھائی دے رہی ہیں

کل تک تمام مسلمان قیدیوں کا صفایا کر دیا جائے۔ یہ ہمارا آدیش ہے۔ اس کارروائی کے دوران اگر کسی مقام پر شیو دیو تا حائل ہونے کی کوشش کرے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جائے۔ بلکہ ہم تو چاہتے ہیں تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ نجانے یہ جنگ کب تک جاری رہے گی۔ محاصرہ طول پکڑ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں اناج کا خاص خیال رکھنا ہوگا...... ایک زندہ انسان خواہ وہ بندی خانے میں پڑا ہوگا روٹی کے نوالے اور پانی کے کٹورے کا تقاضہ ضرور کرے گا......"

گھن شام ٹھاکر نے کہا! مہاراج کی دچار بہت عمدہ ہے مگر ہمارے لیے کوئی ضروری تو نہیں کہ ہم قیدیوں کو نوالے اور پانی کے کٹورے مہیا کریں...... بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر خود بخود مر جائیں گے......"

مہاراجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تمہارا خیال بھی کم عمدہ نہیں ہے......

تھوڑی دیر تک تینوں قہقہے لگاتے رہے۔

کچھ دیر بعد مہاراجہ نے کہا! سپیروں اور سانپوں نے ماتا مہارانی کی خوابگاہ اور اس کے اردگرد کی عمارتوں پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ہم اس سلسلے میں بھی تشویش میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ آخر ان سے ابھی تک ایک ناگن کیوں نہیں پکڑی گئی"

نیلم کمار نے جلدی سے کہا! ماتا مہارانی جی دوسری خوابگاہ میں منتقل ہو چکی ہے۔ تشویش کی کیا بات ہے۔

مہاراجہ نے کہا! بے وقوف انسان بڑی تشویش کی بات ہے۔ تمہیں معلوم ہے ماتا مہارانی کی خوابگاہ کے ساتھ والے کمرے میں اس سرنگ کا دروازہ ہے۔ جس کا دوسرا دہانہ جنگل میں ہے"

گھن شام نے چونک کر کہا! ہائے بھگوان اس بات کا تو کسی کو بھی احساس نہیں...... یہ تو بہت برا ہوا جلد از جلد ہمیں سپیروں سے یہ حصہ خالی کروانا چاہیے۔

نیلم کمار نے ماتھے پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا! شاہ ناگ اور دوسرے ناگ آزاد پھر رہے ہیں۔ شاہ ناگ میں آگ لگا دینے کی شکتی ہے۔ وہ ناراض ہو گیا تو سب کچھ جلا ڈالے گا پھر ہمارا خیال ہے سپیروں کو سرنگ کا کوئی علم نہیں ہے۔

مہاراجہ نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو ہمارے علاوہ بہت کم لوگوں کو اس سرنگ کی موجودگی کا علم ہے...... پھر بھی وہ علاقہ سپیروں سے خالی کروا لینا بے حد ضروری ہے"

پھر مہاراجہ نے تالی بجائی ساجن حاضر ہوا تو مہاراجہ نے دبدبے سے پوچھا! ساجن ناگ کو قابو کیا جا چکا ہے یا نہیں؟

ساجن نے سر جھکاتے ہوئے کہا! مہاراج ابھی ابھی شام ہوئی ہے۔ ناگ ماتا نرملا دیوی نے وچن دیا ہے کہ آج کی رات کسی وقت بھی ناگ چترا کو قابو کر لیا جائے گا"

مہاراجہ نے کہا! ٹھیک ہے اسے ہماری طرف سے کہلایا جائے کہ اگر ناگ چترا آج کی رات تک قابو نہیں کی گئی تو ہم کوئی دوسری مناسب کارروائی کریں گے۔ ہم زیادہ دیر تک اس سلسلے میں خاموش نہیں رہ سکتے"

ساجن سر جھکا کر چلا گیا تو مہاراجہ نے نیلم کمار اور گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اب تم جا سکتے ہو...... کل شام ہونے تک مسلمان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ وہ مٹھی بھر لوگ کسی وقت بھی ہمارے لیے کسی بڑی پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔

بہت بہتر! نیلم کمار نے کہا! مہاراج کے آدیش کا پالن کیا جائے گا کل تو دور کی بات ہے ہم ابھی جا کر ان ملیچھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں"

مہاراجہ نے معنی خیز انداز سے مسکراتے ہوئے کہا! نیلم جی ہمیں اس قسم کی والہانہ وفاداری پسند آئی ہے۔ تم جا سکتے ہو۔ ان سب کی لاشیں ندی میں بہا دینا

نیلم کمار اور گھن شام جانے لگے تو مہاراجہ نے گھن شام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! ٹھاکر جی! سبھاش چند کا کیا حال ہے؟

گھن شام نے پلٹ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! پہلے سے بہت بہتر ہے"

ٹھیک ہے تم ٹھہرو نیلم کمار تم جا سکتے ہو۔

نیلم کمار باہر نکل گیا۔

مہاراجہ نے گھن شام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! ہم نے نیلم کمار کے بارے میں اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا۔ ہم اس سنپولیے کو سانپ بننے سے پہلے ختم کر دینا چاہتے ہیں"

گھن شام نے مسکراتے ہوئے مہاراجہ کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا! ہمارے مہاراج بہت زیادہ محتاط طبیعت کے مالک ہیں۔ بڑے دور اندیش اور بڑے مدبر ہیں۔

مہاراجہ نے کہا! ٹھاکر جی! ہمارے خیال میں کامیاب حکمران محتاط اور دور اندیش ہوتا ہے۔ بڑی رازداری سے اس کام کو سرانجام دیا جائے"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد مہاراجہ نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا! سیناپتی جی! شیو دیوتا کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھی جائے۔ ہاشم کی گرفتاری کے بعد اس کا ردعمل شدید تر ہوتا جا رہا ہے...... اس سلسلے میں ہمیں پوری طرح ہوشیار اور چوکس رہنا ہوگا۔ کوئی غلط قدم اٹھانے کی اسے مہلت ہی نہیں دینی چاہیے۔ تم سمجھ رہے ہو نا ہم ماتا جی کی ناراضگی مول لے لیں گے۔ ہمیں کسی کی کچھ پرواہ نہیں ہے ہمیں تخت و تاج سب سے پیارا ہے۔ اس راج سنگھاسن کو بچانے کے لیے ہم سب رشتے قربان کر دیں گے۔

گھن شام نے کہا! یہی راجوں مہاراجوں اور بڑے بڑے کامیاب حکمرانوں کا تاریخی شیوہ اور دستور رہا ہے......

رادھا کے چہرے پر سوچوں کی سلگتی ہوئی لکیروں کا جال بچھتا جا رہا تھا"

مہاراجہ نے اپنے نرم و گداز بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا! فصیل کا ایک چکر لگا کر خوابگاہ میں جانا...... منجنیقوں کے سرداروں کو حکم دینا کہ وہ وقفے وقفے سے سنگ باری کا سلسلہ شروع کر دیں۔ دشمن رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر پربت پر چڑھنے کی کوشش کر سکتا ہے"

گھن شام ٹھاکر چلا گیا تو مہاراجہ نے شراب کا طویل گھونٹ بھرتے ہوئے نوتن کو اپنے دونوں بازوؤں کی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے

کہا! جان! ہم اپنے راستے کی ہر دیوار کو یونہی گراتے چلے جائیں گے"

نوتن کماری نے آہستہ سے کہا! سنا ہے ماڑھی کے قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے...... ساحلی مندروں، بارپٹیا اور دھامنی پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا ہے"

مہاراجہ نے اسے اپنی گود میں الٹا کر اس پر جھکتے ہوئے کہا! تم کہنا کیا چاہتی ہو تم کسی تشویش میں مبتلا ہو"

نوتن نے مصنوعی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا! لگتا ہے پورا آسام مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا ہے"

مہاراجہ نے کہا! بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے کماری جی مگر اس محاذ کے بعد ان میں سے کوئی بھی آسام میں زندہ نہیں رہے گا"

مہاراجہ نے ایک خوفناک سا جاہلانہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تم دیکھو گی مسلمانوں کو ان پربتوں کی خوفناک سنگلاخ اور دشوار گزار وادیاں بڑی جلدی اور بڑی تیزی سے اپنے مہیب سناٹوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شام کر لیں گی"

نوتن نے کہا! مگر مہاراج! ہوسکتا ہے وہ قلعے پر حملے میں جلد بازی سے کام نہیں لیتے"

مہاراجہ نے تشویش سے پوچھا! تم کہنا کیا چاہتی ہو؟

نوتن نے اپنا گجروں والا ہاتھ مہاراجہ کی گردن میں ڈالتے ہوئے کہا! شما کیجئے! ہم مہارج کو اس رنگین سمے میں پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ یونہی ایک تشویش ہمارے ذہن میں کل سے کلبلا رہی تھی جس کا بے ساختگی سے اظہار ہو گیا۔

مہاراجہ نے کہا! نوتن تمہیں معلوم نہیں ان کے حوصلے ہماری خاموشی سے بڑھے ہوئے ہیں...... وہ ہمیں کمزور اور بزدل سمجھ کر بہت جلد حملہ کریں گے اور اگر بنگال کے بادشاہ نے دو چار روز تک حملہ نہ کیا تو ہم شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کر کے اسے فیصلہ کن حملے کے لیے مجبور کر دیں گے۔ ہم باہر نکل کر جنگ لڑنے کی پوری پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ تو ایک حکمت عملی کے تحت ہم نے قلعے کے دروازے بند کر رکھے ہیں اور تمام علاقوں کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ ہم کم سے کم نقصان کے عوض زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے آرزومند ہیں اور تم دیکھو گی ہمارے بچھائے ہوئے اس دام ہم رنگ زمین میں پھنس کر وہ ایک دردناک موت مریں گے"

نوتن نے ایک ادائے دلبرانہ سے مسکراتے ہوئے کہا! مہاراجہ بلا کے ذہن اور دور اندیش ہیں۔ آسام کی وادیاں بڑی بے رحم ہیں"

رادھا نے شراب کا ایک اور جام بھرتے ہوئے کہا! ان گہری خوفناک وادیوں میں وہی بدنصیب لوگ قدم رکھتے ہیں جن کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہوتے ہیں"

مہاراجہ نے شراب کا جام لے کر نوتن کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا!" رادھا بہت عقلمند ہے"

نوتن نے گردن ہلاتے ہوئے کہا! شما کریں۔ ہم نے شراب کبھی نہیں پی ہے"

مہاراجہ نے شعلہ بار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! لوگ ہمارے ہاتھوں سے زہر بھی پی لیا کرتے ہیں جانتی ہو تمہارا اس طرح کا انکار ہماری توہین کے جرم میں شمار کیا جائے گا۔

نوتن کے بولنے سے پہلے رادھا نے کہا! مہاراج! شما کیجئے نوتن کماری شاید اس دستور سے آگاہ نہیں ہے......

نوتن نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے شراب کا جام پکڑ لیا۔

مہاراجہ نے غصے سے کہا!" پیو......

نوتن نے شراب کا جام ہونٹوں سے لگا لیا"

جام ختم ہوا تو مہاراجہ نے رادھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!! ایک اور جام بھر دو...... جام پر جام پلاتی جاؤ...... ہم اس کی ساری پارسائی شراب میں غرق کر دیں گے......

مہاراجہ کے تیور یکدم بدل گئے۔

نوتن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں۔ معافی چاہتے ہیں شما کر دیجئے......

دوسرا جام پینے کے بعد نوتن بہکنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے خمار اچھلنے لگا۔ وہ بار بار ہچکیاں لے رہی تھی۔

اس نے مہاراجہ کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا! ہم کہاں ہیں...... آکاش جھکتا جا رہا ہے یا دھرتی اڑتی ہوئی آکاش سے بلند ہو گئی ہے...... مہاراج ہمیں تھام لو...... نہیں تو...... ہم اس نیلے گگن سے پرے...... کسی گمنام دنیا میں...... چلے جائیں گے...... ہمارے من میں آگ بھڑک اٹھی ہے...... جن باتوں کو ہم پاپ کہتے تھے...... برا سمجھتے تھے...... انہی باتوں کو بار بار کرنے...... کو جی چاہ رہا ہے...... ہمیں اپنی مضبوط بانہوں کے سہارے تھام لو...... مہاراج ہم...... ریت کی دیوار کی طرح بیٹھتے...... جا رہے ہیں......

مہاراجہ کے ہاتھ بڑی تیزی سے اس کے لباس کے بند کھولنے کے لیے حرکت میں آ چکے تھے...... دونوں کی سانسوں میں گرمی اور طوفانی ہلچل پیدا ہو چکی تھی۔ شراب کی مقدار کی زیادتی نے نوتن کو دیوانگی کی حد تک جذباتی بنا دیا تھا اس کے اندر خود سپردگی میں جنون پیدا ہو چکا تھا۔ وہ بڑی بے باکی سے مہاراجہ کے سینے میں گھستی چلی جا رہی تھی...... اس کے سانسوں کی آمد و رفت آندھی کے بگولوں کی طرح بے ترتیب تھی...... شراب کے خمار نے اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا تھا۔ رادھا کی جوان امنگوں میں بھی شعلے بھڑکنے لگے تھے۔ وہ بھی لمبے لمبے گہرے گہرے اور الجھے الجھے سانس لینے لگی تھی...... اس کی آنکھوں کے سامنے جنسی جذبوں کا ساگر اچھل اچھل کر بیکراں ہو رہا تھا...... اپنے جنسی جذبات کو سنبھالنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا...... ایک سانس سسکاری بننے لگ گئی...... دونوں کے بدن تپ رہے تھے...... بری طرح ٹوٹ رہے تھے...... خوابگاہ کی ہر چیز شراب کی موجوں میں ڈوبی ہوئی تھی...... ہر شے متلاطم تھی۔ رادھا کا بدن کسی مستانی ناگن کی طرح سکون کو ڈھونڈتا ہوا بل کھا رہا تھا...... اس کی پیاسی نگاہوں میں سرابوں کے عذاب شعلے بھڑکا رہے تھے...... نوتن اور مہاراجہ ہانپ رہے تھے...... ریزہ ریزہ ہوتے جا رہے تھے...... قندیلوں کی روشنیاں لرز رہی تھی...... رات کا سفر جاری تھا"

جذبات کی آگ بھڑکتی بھڑکتی بجھنے لگی تو مہاراجہ نے رادھا کی طرف دیکھ کر کہا! اور پلاؤ...... آج کی رات بڑی سہانی رات ہے...... دونوں طرف برابر آگ لگی ہوئی ہے...... اس آگ کو ٹھنڈا نہیں ہونے دو......

رادھا نے ایک ایک جام دونوں کو بھر کے دیا......''

مہاراجہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم بھی پیو......''

رادھا نے سسکتے ہوئے کہا! مہاراج ہم بے پیئے مرتے جاتے ہیں پینے کی غلطی کی تو سچ مچ مر جائیں گے''

مہاراجہ نے جھک کر اس کا منہ چوم لیا اور کہا! تم ٹھیک کہتی ہو...... جوانی بڑی قیامت ہے...... موت ہے...... بلکہ ایک مسلسل موت ہے......تم جسے چاہتی ہو......اس کے پاس چلی جاؤ......اس کی بانہوں میں سما کر اسکے من کی گہرائیوں میں اسی طرح ڈوب جاؤ جس طرح آج نوتن ہمارے من کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی ہے......

نوتن نے ایک جام اور پیا اور پھر جام پر جام پیتی چلی گئی......اس کا بدن شعلوں کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ وہ دیوانگی میں جنس زدہ ناگن کی طرح پھنکارتی ہوئی مہاراجہ کے سینے پر بل کھا رہی تھی۔ رات لمحہ لمحہ کر کے گزرتی جا رہی تھی......رادھا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی......خوابگاہ کے باہر دربانوں اور پہرے داروں کے قدموں کی چاپوں نے اسے احساس دلایا ہے کہ وہ مہاراجہ کی خوابگاہ سے باہر ہے۔ ہر طرف قندیلوں کی روشنی تھی''

اس نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک ایک پہرے دار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تم ہمیں کھلی فضاء میں لے جاؤ......ہمارا دم گھٹ رہا ہے......

اور پھر وہ اس سے اس طرح اچانک بے ساختگی سے لپٹ گئی جیسے برسوں کی شناسائی ہو......سپاہی کچھ گھبرا گیا''

رادھا نے اس کی چھاتی کو چومتے ہوئے کہا! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہمیں اپنے بازوؤں پر اٹھا کر کہیں دور اندھیروں میں لے چلو...... یہ روشنیاں سانپوں کی طرح ڈس رہی ہیں......

سپاہی کے جذبات بھی بھڑک اٹھے۔ اس نے اسے بانہوں پر اٹھایا اور تیزی سے اندھیروں میں گم ہو گیا...... آسمان پر ستاروں کے ملکوتی کارواں اپنے راستوں پر رواں دواں تھے...... مہاراجہ رات بھر جذبوں کی رنگ سامانیوں میں ڈوبا رہا...... ہانپتے ہانپتے ٹوٹتے ٹوٹتے ریزہ ریزہ ہو کر آدھی رات کے بعد سو گیا......نوتن بھی تھک ہار کر خوابوں کے جزیروں میں ڈوب گئی دوسری طرف رادھا بھی سپاہی کے ساتھ شبنم کے قطروں کی رم جھم تلے بھیگتی رہی...... صبح کے اجالوں نے رات کے اندھیروں کو اپنے اپنے اندر جذب کر کے روشنیوں کی حکمرانی کا اعلان کر دیا...... قلعے کی فصیل پر بھاگتے دوڑتے سپاہیوں کے نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی...... کبھی کسی منجنیق سے نیچے کسی گہری وادی میں بھاری پتھر گرایا جاتا تو دیر تک اس کی دھمک کی گونج صدائے بازگشت کی طرح قلعے کے اندر سنائی دیتی رہتی...... مہاراجہ اور نوتن دیر تک سوتے رہے''

نیلم کمار اور ساجن کی زیر زمین سرگرمیاں عروج پر پہنچی ہوئی تھیں''

نیلم کمار نے مسلمان قیدیوں کے پاس جا کر کہا! دوستو! ہم نے تمہیں یہاں سے نکالنے کا انتظام کر لیا ہے...... اس وقت قلعے کی سرنگ پر ہمارا قبضہ ہے تم اس سرنگ کے راستے یہاں سے نکل جاؤ...... مہاراجہ نے تمہارے قتل کا فرمان جاری کر دیا ہے تمہارے بعد ہمارے ساتھ جو بیتے گی

دیکھا جائے گا"

ایک مسلمان قیدی نے کہا! نیلم بھائی! ہم موت سے ڈرنے والے لوگ نہیں...... ہم اپنے محسن کو موت کے سپرد کر کے کہیں نہیں جائیں گے...... ہم تمہارے ساتھ جئیں گے تمہارے ساتھ مریں گے...... ہم تمہیں یا تم جیسے دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے"

مگر مہاراجہ تو تمہارے قتل کا حکم جاری کر چکا ہے۔

ایک دوسرے سپاہی نے کہا! ہمیں رات کے اندھیرے میں کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے...... سپاہیانہ لباس پہن لیں گے تو قیدی نہیں لگیں گے"

نیلم کمار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! شاید تم ٹھیک کہتے ہو"

پھر اس نے اپنے ایک ساتھی سے کہا! ان سب کے لیے سپاہیانہ لباس کا فوری بندوبست کیا جائے...... اور صبح ہونے سے پہلے پہلے ان سب کو فصیل پر پہنچا دیا جائے"

دوسری طرف شیو دیوتا بھی رات بھر سرگرم عمل رہا اس نے رات کا پہلا پہر نرملا اور سپیروں کے ساتھ گزارا سرنگ کو دیکھا اور پھر وہاں سے ماتا مہارانی کے پاس چلا گیا وہ مہاراجہ کے خلاف اپنے طلسماتی نادیدہ جال کو دور دور تک پھیلانا چاہتا تھا۔ وہ بڑی رازداری سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا زندگی کے ہر محاذ پر اسے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہو رہی تھی"

اس نے ماتا مہارانی کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا! آج ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی پاروتی کو دیوتاؤں والی مدھ پلائیں گے۔ ہم قدم قدم چلتے ہوئے منزل کے قریب پہنچ چکے ہیں...... چند دنوں کی دوری رہ گئی ہے۔ پھر ہم دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے میں ڈوب کر نیل گگن کی پراسرار بلندیوں میں ڈوب جائیں گے۔ پاروتی ہم نے تجھے بہت تڑپایا ہے۔ تم سے بہت دور دور رہے ہیں۔ مگر یقین کرو ہم بھی بہت تڑپے ہیں۔ ہم نے اپنی آشاؤں کو برسوں کی سولی پر لٹکا دیا ہے۔ اب ساری کٹھنائیاں دور ہو چکی ہیں...... مہاراجہ کی کامیابی کے بعد ہم تم آزاد ہو کر پریم کریں گے......" ماتا مہارانی نشے میں جھوم رہی تھی"

دلداری کے جھولے میں جھولتے ہوئے اس نے شیو دیوتا کے سینے کو چومتے ہوئے کہا! ہمیں اپنے سینے کے جزیرے میں چھپا لو مہاراج! ہم بہت ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ ہم ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے والے ہیں۔ ہمیں سمیٹ...... لو

شیو دیوتا نے اسے جام پھر جام پلا کر مدہوش کر دیا۔ پھر وہ جب پوری طرح خوابوں کے سناٹوں میں گم ہو گئی تو اسے اکیلا چھوڑ کر اس کی خوابگاہ سے نکل گیا۔ اور نیلم کمار کے پاس پہنچ گیا۔

نیلم کمار نے اسے مہاراجہ کے ارادوں سے آگاہ کرتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج وقت بہت تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ ہمیں تمہاری رہنمائی اور مدد کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔

شیو دیوتا نے اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا! چنتا نہیں کرو نیلم کمار ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم وقت کی نزاکتوں سے بے خبر نہیں ہیں"

پھر اس نے مسلمان سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم سب قلعے کے اندر فصیل پر دور دور تک بکھر جاؤ اپنی حرکات و سکنات پر ہوش مندی کو غالب رکھنا کسی کو شبہ نہیں ہونے دینا"

ایک سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! فکر نہیں کریں مہاراج! ہم شک کا موقع نہیں دیں گے"

مہاراجہ اور ماتا مہارانی دن چڑھے تک سوئے رہے۔ دوپہر کو مہاراجہ اپنے محل سے باہر نکلا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر سینا پتی گھن شام ٹھاکر پرتھوی اور اپنی فوج کے دوسرے بڑے بڑے سرداوں کے ہمراہ راجہ سبھاش چند کی عیادت کو روانہ ہوا"

کچھ دیر سبھاش چند کے پاس گزرانے کے بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا! سبھاش گھبرانے کی کوئی بات نہیں ایک دو دن کی بات ہے تم دیکھو گے کہ ہم آندھی کی طرح پورے آسام پر چھا جائیں گے۔

راجہ سبھاش چند نے کہا! مہاراج ہمیں دیپک اور کملا کی بڑی فکر ہے۔ نجانے دشمنوں نے ان کے ساتھ کیا کیا بدسلوکی کی ہوگی؟

مہاراجہ نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! اگر مسلمانوں نے کملا رانی اور دیپک کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو ہم اس کا بھیانک انتقام لیں گے۔ ہم خون کی ندیاں بہا دیں گے......

دن ڈھلے تک مہاراجہ فصیل پر رہا اور نیلم کمار نے اسے بتایا۔ مہاراج کے آدیش کے مطابق تمام مسلمان قیدیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ ان کی لاشیں ندی میں بہا دی گئی ہیں۔ امید ہے وادی میں ان کی لاشیں بنگال کے بادشاہ کے پاس پہنچ چکی ہوں گی"

مہاراجہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہم تم سے بہت خوش ہوئے.....تم نے اپنے آپ کو پردھان منتری کے اعلیٰ منصب کا اہل ثابت کر دیا ہے۔

ایک سپاہی نے آ کر کہا! مہاراج قلعے کے دروازے پر بنگال کے بادشاہ کا ایلچی آیا ہوا ہے۔ وہ قلعے میں داخل ہونے کی آگیا چاہتا ہے۔

مہاراجہ نے قلعے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! وہ کتنے لوگ ہیں؟

سپاہی نے کہا دس بارہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

مہاراجہ نے نیلم کمار اور گھن شام کی طرف دیکھ کر کہا! دربار کا اہتمام کیا جائے۔ مسلمان ایلچی پر ہمارے رعب ادب اور طاقت وری کی دھاک بیٹھا دی جائے...... ہر طرف جوش و خروش اور طاقت کے شاندار مظاہروں کا اہتمام کیا جائے۔ جب یہ ایلچی واپس جائیں تو ان کے قدم اکھڑے ہوئے ہونے چاہیں۔

نیلم کمار نے جھکتے ہوئے کہا! مہاراج کے آدیش پر پوری طرح عمل ہوگا"

مہاراجہ نے دوسری طرف بڑھتے ہوئے کہا! ان کو خوفزدہ کر کے شام کو دربار میں لایا جائے......

نیلم کمار اور گھن شام قلعے کے دروازے کی طرف بڑھ گئے"

راستے میں ایک جگہ نیلم نے کہا! ٹھاکر جی! لگتا ہے مسلمان حکمران کے حوصلے پست ہو گئے ہیں اس نے تھک ہار کر صلح کی راہ پر چلنے کا ارادہ

کرلیا ہے۔

گھن شام نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! چوہے دان میں پھنسے ہوئے چوہے کے پاس اس کے سوا چارہ بھی کیا ہوسکتا ہے......

فیروز خان گھوڑے کی زین پر ایک مجاہدانہ شان سے بیٹھا تھا۔اس کے سر پر سنہری خود سورج کی شعاؤں سے چمک رہا تھا۔اس کے دائیں جانب کملارانی سپاہیانہ لباس میں ملبوس گھوڑے پر سوار کھڑی تھی۔دیپک کمار نے بھی اپنے معصوم چہرے کو خود میں چھپایا ہوا تھا۔فیروز خان کے ہمراہ دس بارہ کے لگ بھگ جانباز سپاہی بھی تھے۔یہ مختصر سا قافلہ ایک نئی طرز کی سج دھج اور انوکھی شان سے دروازے کے کھلنے کا منتظر تھا۔

گھن شام ٹھاکر نے دروازے کے اوپر سے پوچھا! تم کون اور کس لیے آئے ہو؟

نیچے سے فیروز خان نے بلند آواز میں جواب دیا۔ہم والی بنگال علی قلی خان کے سپاہی ہیں اور تمہارے مہاراجہ کے پاس اپنے بادشاہ کا پیغام لائے ہیں۔

گھن شام نے قہقہے لگانے شروع کردیے دیر تک کھو کھلے قہقہے لگانے کے بعد اس نے کہا! پیغام لائے ہو یا اپنی جان بخشی کی اپیلوں کا پلندہ لائے ہو"

فیروز خان نے کہا! ہمارے ہاں مہمانوں کے ساتھ اس قسم کا بے ہودہ مذاق نہیں کیا جاتا۔

سیناپتی گھن شام نے للکارتے ہوئے انداز میں کہا! ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کیا کرتے ہیں۔

فیروز خان نے کہا! ہماری دشمنی میدان جنگ تک محدود ہوتی ہے۔

گھن شام نے کہا! مگر ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ ہر جگہ سلوک کرنے کے عادی ہیں"

فیروز خان نے کہا! تم کون بول رہے ہو تمہارا مرتبہ اور منصب کیا ہے؟

گھن شام نے بڑے فخر سے کہا! ہمارا نام گھن شام ٹھاکر ہے اور ہم آسام کے سیناپتی ہیں"

فیروز خان نے کہا! سیناپتی جی تم سے باتیں کر کے ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے۔تمہیں قریب سے دیکھنے کی بڑی آرزو تھی۔تم تو ہمیں اچھی طرح سے جانتے ہو تم سے دو تین میدانوں میں تفصیل سے ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔کم از کم تمہیں تو اس طرح کے بے ہودہ قہقہے لگاتے ہوئے شرم آنی چاہیے"

گھن شام نے کہا! تم ایلچی ہو یا پھر مہاراجہ کرشن کمار جی نے تم سے ملنے کا ارادہ کرلیا ہے ورنہ ہم تمہاری گندی زبان کاٹ کر کتوں کو کھلا دیتے۔

فیروز خان نے کہا! ہمارا نام فیروز خان ہے ہم گوہاٹی کے قلعہ دار ہیں اور ہم نے گندی زبان استعمال کرنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں۔گود سے گور تک ہم پر منصب اور مرتبے کے لوگوں سے شائستگی اور شرافت سے پیش آتے رہنے کے عادی ہیں"

گھن شام نے ایک سکوت کے بعد پوچھا! تم ہاشم کے پتا ہو؟

فیروز خان نے کہا! ٹھاکر جی! تمہاری یادداشت بہت اچھی ہے۔ہم ہاشم کے باپ ہیں"

گھن شام سیڑھیوں کے راستے نیچے اترتا ہوا نیلم کمار سے مخاطب ہو کر بولا' تم ان لوگوں کو لے کر مہمان خانے چلو ہم مہاراجہ کو یہ خوشخبری

سناتے ہیں کہ یہ تو بڑے کام کا آدمی آیا ہوا ہے۔ مہاراجہ کو اس کا بڑا انتظار تھا۔ امید ہے ہم اس کے ساتھ سودا بازی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے...... ہاشم کے بدلے چندر کانت...... سستا سودا ہوگا“

نیلم کمار نے مسکراتے ہوئے کہا! بڑی عمدہ سوچ ہے، ہاشم کے عوض چندر کانت کا سودا ہاشم کے پتا کے لیے بھی یہ مہنگا سودا نہیں ہوگا......

گھن شام گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھ گیا۔

نیلم کمار نے دربانوں سے کہا! کھڑکی کھول دی جائے......

چند لمحوں بعد ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا فیروز خان اور اس کے ہمراہی ایک ایک کر کے قلعے میں داخل ہوئے“

نیلم کمار نے فیروز خان کے سامنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا! ہم سردار کو خوش آمدید کہتے ہیں‘

فیروز خان نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا! تم وہ تو نہیں لگتے جو فصیل پر ہم سے مخاطب ہو رہے تھے“

نیلم کمار نے مسکراتے ہوئے کہا! ہمارا نام نیلم کمار ہے“

نیلم نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے کہا! ہمارے ساتھ آؤ اور کچھ دیر مہمان خانے میں آرام کرو شام کو مہاراجہ سے تمہاری ملاقات ہوگی......

فیروز خان نیلم کمار کے شائستہ رویے سے بہت متاثر ہو رہا تھا...... یہ لوگ جب شاہی مہمان خانے کے قریب پہنچے تو ایک طرف سے رادھا نے سامنے آ کر نیلم کمار کو ایک طرف بلاتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی! بہت ضروری بات کرنی ہے“

نیلم کمار نے دو قدم علیحدہ ہو کر پوچھا! رادھا کیا بات ہے کم سے کم لفظوں میں بیان کرو یہ باتوں کے لیے مناسب نہیں کسی نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہوگا“

رادھا نے کہا! ہمیں معلوم ہے مگر بات ہی کچھ ایسی اہم ہے۔ نیلم کمار جی! ہوشیار رہنا مہاراجہ نے سیناپتی کو تمہارے قتل کا حکم دے دیا ہے“

نیلم کمار نے مسکرا کر کہا! یہ فیصلہ رات ہمارے جانے کے بعد کیا گیا ہوگا“

رادھا نے تیزی سے ایک طرف کو بڑھتے ہوئے کہا! ”تم نے صحیح سوچا ہے“

نیلم کمار جب فیروز خان اور اس کے ساتھیوں کے پاس آیا تو فیروز خان نے اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھ کر کہا! نیلم کمار بیٹے! کیا بات ہے اس لڑکی نے کیا کہا ہے تم کچھ پریشان سے ہو گئے“

”نہیں“ نیلم کمار نے کہا! ”ایسی کوئی بات نہیں ہے“

فیروز خان نے کہا! نیلم بیٹے! ہم کھنڈے راؤ کے حوالے سے تمہارے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ نیلم کمار نے چونک کر دیکھا۔

اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا اور اپنے جلووں کیسارے رنگوں کو سمیٹتا ہوا مغربی افق کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ درختوں پر رین بسیرے کے لیے رنگا رنگ پرندے اڑتے اور چہچہاتے پھرتے تھے۔ پربتوں اور کوہساروں کے سائے تاریک ہو کر فضاؤں کو وقت سے پہلے

تاریک کر رہے تھے۔قندیلوں کو جلایا جارہا تھا۔آج دربار کے محل کو بڑے خصوصی اہتمام کے ساتھ سجایا گیا تھا۔مہمان خانے سے دربار تک جانے والی روشن سڑک پر قدم قدم پر بھیانک اور ڈراؤنی شکلوں والے سپاہی کھڑے کیے گئے تھے۔ان سپاہیوں کے ہاتھوں میں بڑی بڑی ننگی تلواریں تھیں۔دربار کے اندر بھی چاروں طرف دیواروں کے ساتھ مسلح سپاہی کھڑے کیے گئے تھے۔ان سپاہیوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ جن کے پھل قندیلوں کی روشنیوں میں چمک رہے تھے۔ہر طرف صندل اور لوبان کی خوشبوؤں کی دلکشی پھیلی ہوئی تھی۔دربار کو جلال و جمال کا حسین امتزاج بنادیا گیا تھا اونچے چبوترے پر مہاراجہ کا سونے کا خوبصورت تخت رکھا ہوا تھا۔تخت کے سامنے ذرہ نیچے چاندی کی مسندیں تھیں جن پر راجے اور سینا کے بڑے بڑے سردار زرق برق لباسوں میں ملبوس براجمان تھے۔یہ سب کچھ فیروز خان اور اس کے چند ساتھیوں کو مرعوب کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔شام کے وقت مہاراجہ ، ماتا مہارانی ، سینا پتی پردھان منتری اور شیودیوتا ایک ساتھ دربار میں داخل ہوئے۔ان کے پیچھے پیچھے کئی خوبرو لونڈیاں اور مسلح محافظ دربار میں پہنچ گئے۔دربانوں نے کھڑے ہوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر مہاراجہ کا استقبال کیا“

مہاراجہ نے تخت پر بیٹھتے ہوئے بڑی گہری نظروں سے درباریوں کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے دبدبے سے کہا! ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔دربار کو ہماری خواہش کے مطابق سجایا اور پروقار اور بارعب بنایا گیا ہے“

جب سب اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے تو مہاراجہ نے راجہ سجاش چند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! راجہ سجاش چند جی! کیسے ہو؟

راجہ سجاش نے اپنے جسم کو ایک موٹی سی زرتار چادر سے ڈھانپا ہوا تھا اس نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!”بھگوان کی کرپا سے اب پہلے سے بہتر ہوں“

مہاراجہ نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہم نے قلعے کے وید کو کہہ دیا تھا......سجاش تمہاری آواز میں پہلے والا دبدبہ نہیں ہے کیا نقاہت محسوس کر رہے ہو۔خون کچھ زیادہ بہہ گیا۔زخم زیادہ گہرے تو نہیں؟“

راجہ سجاش چند نے کہا! نہیں مہاراج زخموں کی پرواہ نہیں ہے۔ہم خاندانی سپاہی اور جنگجو ہیں۔زخم تو ایک سپاہی کے زیور ہوتے ہیں“

بہت خوب! ہم تمہارے دلیرانہ جواب سے بے حد محظوظ ہوئے ہیں۔پھر تمہیں پریشانی کیا ہے۔مجھے بجھے کیوں لگ رہے ہو......“

راجہ سجاش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے جھک کر بڑی بھرائی ہوئی آواز میں کہا! مہاراجہ! ہم دیپک کمار اور کملا رانی کے لیے بڑی تشویش میں مبتلا ہیں۔ہماری دل گرفتگی کی وجہ ان دونوں کی چنتا ہے۔نجانے دشمنوں نے ان دونوں کیساتھ کیا سلوک روا رکھا ہوگا“

مہاراجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے ناگواری سے کہا! ایک اچھے سپاہی کو ہر وقت اس قسم کے صدموں اور سانحوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے ہوتا ہے......چنتا نہیں کرو ایک دو روز کی بات ہے۔سب کچھ ہماری خواہشوں کے مطابق ہوگا......آج کی شام بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اگر ہم مسلمان سردار فیروز خان کو حاکم بنگالہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوگئے تو پھر یقین کرو ہمیں مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔دشمن اپنی موت آپ مرجائے گا۔ہمیں پورا پورا یقین ہے۔ہم اپنی حکمت عملی کے تحت ایک بڑی کامیابی حاصل کریں گے“

پھر ایک لمحے کے بعد مہاراجہ نے کہا! بے فکری سے شراب پیو اور خوشی کا اظہار کرو...... مسلمان سردار پر ایک خاص قسم کا رعب طاری کر دیا جائے......

اس کے ساتھ ہی بغلی دروازہ کھلا سینکڑوں خوبصورت لڑکیاں چھلکتے ہوئے جام لے کر دربار میں آ گئیں...... درباریوں نے جھوم جھوم کر شراب پینی شروع کر دی۔ مہاراجہ اور ماتا مہارانی بھی شراب پی رہے تھے"

شراب کے نشے میں بدمست ہو کر مہاراجہ نے کہا! مسلمان ایلچی کو حاضر کیا جائے......

چند لحوں بعد فیروز خان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ اس کے سرخ و سفید چہرے پر طمانیت تھی۔ وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا مہاراجہ کے تخت کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

ایک دربان نے غصے سے کہا! یہاں بے ادبی برداشت نہیں کی جاتی...... مہاراجہ کے سامنے جھک جاؤ ورنہ ہمیشہ کے لیے جھکا دیے جاؤ گے......

فیروز خان نے غضبناک نظروں سے دربان کی طرف دیکھ کر ناگواری سے کہا! ہم مسلمان! خدا کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتے۔ تمہارا یہ مہاراجہ بھی انسان ہے خدا نہیں ہے۔

ایک دوسرے دربان نے نیزہ لہراتے ہوئے کہا! تم حد ادب سے باہر نکلنے کی حماقت کے مرتکب ہو رہے ہو ہوش میں آ کر مہاراجہ کے مقام اور مرتبے پر غور کرو...... وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھ کر جھک جاؤ...... ورنہ تمہاری یہ اکڑی ہوئی گردن کاٹ کر مہاراجہ کے قدموں میں ڈال دی جائے گی"

فیروز خان نے مہاراجہ کی سلگتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا! گھر آئے ہوئے مہمانوں کے ساتھ اس قسم کا عمدہ سلوک مہاراجہ کرشن کمار جی کی شان کا ایک خصوصی حصہ لگتا ہے ہمیں اس قسم کے سلوک کی توقع تھی"

مہاراجہ نے شراب کا ایک بڑا سا گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے کہا!" تم بن بلائے مہمان ہو"

فیروز خان نے کہا!" یونہی سی" ایک لحاظ سے مسلمان تو ہیں"

مہاراجہ نے غصے سے کہا! ہماری بستیوں ہمارے دیہاتوں اور ہمارے قصبوں کو آگ لگانے والے ہمارے مہمان نہیں ہو سکتے۔ ہم تمہارے بادشاہ کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں۔

فیروز خان نے مسکراتے ہوئے کہا! مہاراجہ نے باہر نکل کر نہیں دیکھا ہے۔ ہم نے اس ملک کی کسی بستی کسی گاؤں یا قصبے کو آگ نہیں لگائی اپنی اپنی جگہ پر ہر شے قائم ہے۔ ہر جگہ محبت کی پھوار برس رہی ہے۔ ہر کہیں روشنی ہے زندگی کی ہماہمی اور گہما گہمی پہلے سے بڑھ کر موجود ہے...... البتہ تمہارے مظالم اور وحشیانہ بربریت کے نشان ہمارے ملک کے چپے چپے پر بدنما داغوں کی طرح موجود ہیں...... ان زخموں سے ابھی تک خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں جو تم نے ہمارے بے گناہ لوگوں کے دلوں پر لگائے ہیں...... ابھی تک ان تمام بستیوں سے دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے ہیں

جہاں جہاں تمہارے قدم پڑ رہے ہیں"

سیناپتی گھن شام ٹھاکر نے اپنے میان سے تلوار کھینچتے ہوئے کہا! تمہاری گستاخیاں نا قابل برداشت ہوتی جارہی ہیں۔اپنے اور ہمارے مقام اور مرتبے کو دیکھ کر بات کرو"

مہاراجہ نے بات بدلتے ہوئے کہا! تمہارا نام فیروز خان ہے اور گوہاٹی کے قلعہ دار ہو نا"

فیرزو خان نے کہا! مہاراجہ کی معلومات سو فیصد صحیح ہیں۔

شیودیوتا کی نگاہیں فیروز خان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔شیودیوتا کی نظروں میں ایک انوکھی اور انجانی سی چمک تھی۔اس کی کشادہ پروقار پیشانی پر رنگوں کی دھنک بکھری ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا! فیروز خان ہم تجھے سرفراز کرنا چاہتے ہیں ہم تمہاری پیشانی پر بخت کا ایک انوکھا طمطراق دیکھ رہے ہیں۔کیا تجھے معلوم ہے کہ قسمت کی دیوی تم پر اپنی مہربانیوں کی برکھا برسانے والی ہے"

فیروز خان نے انجان بنتے ہوئے کہا" ہم مہاراجہ کی بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں"

ماتا مہارانی نے ایک خاص ادا سے اپنی زلفوں کو جھٹکتے ہوئے کہا! مہاراج بیٹے لگتا ہے ہمارے معزز مہمان بہت سادہ لوح ہیں اور کھرے بھی ہیں ایسے لوگوں کو نوازتے ہوئے بڑی خوشی ہوتی ہے۔

فیروز خان نے کہا!" ہم اب بھی کچھ نہیں سمجھے"

مہاراجہ نے اچانک پوچھا۔تم ہاشم کے پتا جی ہو نا....."

ہاشم کا نام سن کر ایک لمحے کے لیے فیروز خان کے وجود پر کپکپی طاری ہوگئی۔اس کی آنکھوں میں ایک سوگواری چمک ابھری۔

اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا!" ہاں ہم ہاشم کے باپ ہیں"

مہاراجہ کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہوئی۔اس نے کہا! ہاشم جوان ہے۔خوبصورت ہے اور ایک بہادر سپاہی ہے۔ایک بوڑھے باپ کا بہت بڑا سرمایہ ہے"

فیروز خان نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا! مہاراجہ نے ایک بوڑھے باپ کے جذبات کی صحیح عکاسی کی ہے۔

ماتا مہارانی نے کہا! فیروز خان تم یقیناً ہاشم کو ملنا پسند کرو گے"

فیروز خان نے ماتا مہارانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اولاد کو دیکھ کر ماں باپ کے دل کو سکون ملتا ہے"

مہاراجہ نے کہا! ہمارے معزز مہمان کو مسند پیش کی جائے۔ہم اپنے مہمان کے سر پر بنگال کی حکومت کا تاج رکھنا چاہتے ہیں.........

ایک خوبصورت مسند فیروز خان کے سامنے رکھی گئی۔

فیروز خان نے مسند کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہاراجہ کی غیر یقینی باتوں اور رویوں سے ہم بہت پریشان ہو رہے ہیں۔

مہاراجہ نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تم آرام سے مسند پر بیٹھو ہم ساری باتیں کھول کھول کر بیان کرنے والے ہیں"

فیروز خان مسند پر بیٹھ گیا تو مہاراجہ نے کہا! ہم نے ہاشم کے ساتھ ساتھ بنگال کی حکومت بھی تمہیں بخشنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس گراں قدر پیش کش کے عوض تمہیں ہمارا ایک چھوٹا سا کام کرنا ہوگا۔

فیروز خان نے کہا! مہاراج ہمیں کسی تخت و تاج کی قطعاً حاجت نہیں ہے...... خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے دینا چاہتے ہو تو ہاشم دے دو...... ہاشم کو پا کر ہم سمجھیں گے ہمیں کائنات مل گئی ہے"

مہاراجہ نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! تمہارے جذبات فطرت کے ترجمان ہیں۔ ہم تمہارے ان پوتر جذبات کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ ہم تمہیں تمہارا جواں سال بیٹا ہاشم بھی دیں گے اور اس کے ساتھ اور بھی بہت کچھ عطا کریں گے...... اس کے عوض تمہیں چندر کانت ہمارے حوالے کرنا ہوگی...... تمہارے لیے یہ کچھ مشکل اور مہنگا سودا نہیں ہے اور اگر تم نے انکار کر دیا تو کل صبح سویرے تمہیں اپنے بیٹے کی ٹوٹی پھوٹی ہڈیاں اور گوشت کے خون آلودہ لوتھڑے چننے پڑیں گے"

فیروز خان نے مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! مہاراج یہ سودا بہت مہنگا ہے۔ اتنی بڑی قیمت ہم سے کبھی نہیں ادا ہوگی۔ راجکماری چندر کانت بادشاہ علی قلی خان کی بیٹی ہے اور شاید مہاراجہ کو علم نہیں کہ ہم مسلمان اپنی بیٹیوں کی آبرو پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتے ہیں"

ماتا مہارانی نے کہا! تو کیا تم اپنی بے وقوفی سے اپنے خوبرو جوان بیٹے کی زندگی سے ہاتھ دھونا پسند کرو گے......

فیروز خان نے دربار کے محل کی چھت کیطرف دیکھتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی جی زندگی اور موت کے فیصلے یہاں سے بہت دور آسمانوں کی بلندیوں پر ہوتے ہیں۔ کون جانے پردہ غیب کے پیچھے کیا کیا انجانے فیصلے کیے جا چکے ہیں۔ ہم سب کچھ وقت پر چھوڑتے ہیں۔

سیتا جی نے کہا! لگتا ہے تم مہاراجہ کے فیصلے کو ایک دھمکی کے سوا کچھ نہیں سمجھتے۔ مہاراجہ جی وہ سب کچھ کریں گے جس کا ابھی اظہار کیا گیا ہے"

فیروز خان نے کہا! ہم جانتے ہیں مہاراجہ بہت کچھ کر سکتا ہے مگر سب کچھ نہیں کر سکتا۔ سب کچھ کرنے کی طاقت صرف اس خدا کے پاس ہے جو تمہارا بھگوان ہے"

تو کیا تم انکار کرتے ہو۔ چندر کانت سے تمہارا کوئی ایسا رشتہ ناطہ نہیں ہے جس کے لیے تم اتنی بڑی قربانی دینے کی حماقت کر رہے ہو"

فیروز خان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! ہمارے پاس مہاراجہ کے اور بھی بہت سارے رشتے موجود ہیں۔ ان کی واپسی کا مطالعہ کیوں نہیں کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس منگل سنگھ کی بیٹی۔ سیتا کماری ہے ہمارے پاس باربیٹا کے بوڑھو قبائلیوں کا سردار وشنو مہاراج ہے ان کے علاوہ ہمارے پاس مارچھی کے قلعہ دار راجہ سبھاش چند کی بیوی اور کم سن بیٹا دیپک کمار ہے...... ان سب لوگوں کے رشتوں کے درد کو تم نے محسوس نہیں کیا۔ اگر تم ان تمام لوگوں کے واسطے ہم سے کوئی بات کرتے تو تمہاری بات بڑی وزنی ہوتی...... مہاراجہ اور ماتا مہارانی نے چندر کانت کو ہم سے اس لیے طلب کیا ہے کہ وہ اس ملک کے تخت و تاج کے جائز وارث کو موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتے ہیں"

راجہ سبھاش چند نے اچانک کھڑے ہو کر کہا! دیپک کمار اور کملا دیوی تمہارے قبضے میں ہیں ان کا کیا حال ہے؟

فیروز خان نے اس کی طرف بڑی اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہا! تم راجہ سبھاش جی ہو؟

ہاں ہم راجہ سبھاش چند ہیں...... بتاؤ ان کا کیا حال ہے"

فیروز خان نے کہا! تمہاری بیوی اور بیٹا ہمارے قبضے میں نہیں ہمارے درمیان ہیں اور صرف تمہاری کمی کے سوا انہیں کسی قسم کا کوئی دکھ بھی نہیں ہے...... تمہارے مہاراجہ نے اگر ہمارے بیٹے کو قتل بھی کر دیا تو ہم تمہارے بیٹے اور بیوی کو بڑی عزت سے تمہارے پاس پہنچا دیں گے...... وہ بے خطا اور نردوش ہیں"

مہاراجہ نے غصے سے راجہ سبھاش چند کو جھڑکتے ہوئے کہا! راجہ جی! تم کیسی بزدلوں والی باتیں کرتے ہو"

راجہ سبھاش نے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراج ہم بزدلی کا مظاہرہ نہیں کر رہے فطرت کے معصوم اور پوتر جذبے کا اظہار کر رہے ہیں۔

مہاراجہ نے نیلم کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی ہاشم کو حاضر کیا جائے۔

پردھان منتری نے تالی بجائی اچانک دائیں جانب کا ایک دروازہ کھلا چار مسلح سپاہی ہاشم کو کھینچتے ہوئے باہر لے آئے۔ ہاشم کے پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے ننگے سینے سے لہو کی بوندیں ٹپک رہی تھیں...... اس کے سیاہ گھنگھریالے بال اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے"

فیروز خان نے تڑپ کر بیٹے کو گلے لگاتے ہوئے کہا! ہاشم بیٹے تم کیسے ہو؟

ہاشم نے روتے ہوئے کہا! "ابا حضور ہم ٹھیک ہیں"

فیروز خان نے کہا! پھر روتے کیوں ہو!

ہاشم نے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! ابا حضور ہماری پیشانی میں عقیدتوں کے ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں۔ ہم اپنے ابا حضور کے قدموں پر سر جھکانے کے لیے بے قرار ہیں مگر یہ موٹی موٹی سلاخیں ہمیں جھکنے کا موقع نہیں دے رہی ہیں۔ یہی درد ہمیں رلا رہا ہے"

فیروز خان نے بیٹے کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! تمہاری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں سے تمہارے دشمن کوئی اور مفہوم اخذ کر رہے ہیں۔

مہاراجہ نے کڑکتے ہوئے کہا! فیروز خان...... تم نے دیکھ لیا ہے ہم نے ایک وعدہ پورا کر دیا ہے...... اب اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو ہم اپنا دوسرا وعدہ بھی پورا کر دیں گے۔ ابھی تم نے اپنے بیٹے کے بدن کے لہو کی چند بوندیں دیکھی ہیں کل کو تمہیں اس کے جسم کے سینکڑوں لہولہان ٹکڑے دیکھنے کو ملیں گے۔ وقت بہت کم ہے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو ورنہ جیون بھر پچھتاؤ گے۔ آگ میں جلتے رہو گے"

فیروز خان نے ہاشم کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہاشم بیٹے! کیا تم ہمیں محبت کی اس شہادت گاہ میں کود جانے کی ہمت دینے کو تیار ہو...... بیٹا ہم بوڑھے ہیں...... ہمارے پاؤں میں ایک جواں بیٹے کی محبت کی بڑی وزنی زنجیر پڑی ہوئی ہے۔ مہاراجہ ہماری اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ تم ہمیں حوصلہ دو گے نا۔

ہاشم نے کہا! ابا حضور! تم نے سر کیوں جھکا دیا ہے۔ اپنے اونچے شملے کو اور اونچا اور سر بلند رکھو۔ ہم تمہارے بیٹے ہیں...... ہمیں کربلا کے مظلوم کے جوان بیٹے علی اکبر کی قسم ہم وقت کی اس سنگلاخ راہگزر کو قدم قدم یادگار بنا دیں گے...... اگر موت کا وقت آ گیا تو بیج دھج سے مقتل کو جائیں گے۔"

"نہیں" سیناپتی نے ایک مکروہ قسم کا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ہاشم جی تم نے موت کی ڈراؤنی صورت نہیں دیکھی...... تم نے ابھی تک اس قلعے میں ہماری محبتوں کو دیکھا ہے۔ قہر وغضب کو نہیں دیکھا"

پھر اس نے تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے کہا! اس کی دھار کو غور سے دیکھو۔

مہاراجہ نے کہا! گھن شام جی ہم نے اس بے وقوف کے لیے بڑی پیاری موت کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ ہم اسے منجنیق میں بیٹھا کر ایک جھٹکے سے حاکم بنگالہ کے پاس پہنچا دیں گے......

اس کے ساتھ ہی مہاراجہ نے تخت پر پڑے ہوئے خنجر کو اٹھا کر زور سے ہاشم کی طرف پھینکا...... سرسراتا ہوا خنجر ہاشم کے بندھے ہوئے ایک بازو میں پیوست ہو گیا"

فیروز خان کے پیچھے کھڑے ہوئے زرہ پوش کی چیخ نکل گئی...... نہیں یہ ظلم ہے اپنائے ہے...... دیوتاؤں کے ساتھ ایسی زیادتی ٹھیک نہیں......

تمام درباری چونک پڑے"

راجہ سبھاش نے اٹھتے ہوئے کہا! تم...... تم کون ہو...... تمہاری آواز ہمارے دیپک کمار سے کس قدر ملتی ہے"

مہاراجہ نے کہا! فیروز خان یہ بچہ کون ہے؟

فیروز خان نے کہا! مہاراجہ تم نے اپنے ظلم کی نمائش کے سلسلے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تم نے ہم سے کچھ پوچھا بھی نہیں کہ ہم کیوں یہاں آئے ہیں۔ مہاراجہ کرشن کمار جی ہم تم سے کچھ مانگنے نہیں آئے تھے۔ ہم رشتوں کے بندھن توڑنے والے نہیں ہیں...... ہمیں رشتوں کے درد کا علم ہے"

پھر اس نے راجہ سبھاش کی طرف دیکھ کر کہا! راجہ جی یہ تمہارا بیٹا دیپک کمار ہے اور اس کے پیچھے تمہاری بیوی کملا دیوی ہے۔ تم بڑے خوش نصیب ہو راجہ جی...... تمہیں بڑے محبت کرنے والوں کا ساتھ ملا ہے"

پھر اس نے دیپک کمار کے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہا! دیپک بیٹے اپنے باپ کے گلے لگ جاؤ تمہیں اپنا پتا جی سے ملنے کا کتنا شوق تھا"

پھر اس نے کملا دیوی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "بیٹی! یہ تمہارے پتی دیوتا راجہ سبھاش جی ہیں...... تمہیں رشتوں کا یہ دلفریب ملاپ مبارک ہو بیٹی...... ہم نے اپنا عہد وفا کیا ہے بیٹی...... ہم سے کوئی زیادتی ہوئی ہو تو ہمیں معاف کر دینا

پھر اس نے اپنے ایک سپاہی کو اشارہ کر کے قریب بلایا سپاہی نے آگے بڑھ کر فیروز خان کے سامنے ایک پوٹلی کھول دی"

فیروز خان نے بڑے قیمتی موتیوں کے کئی ہار کملا دیوی کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا! یہ بادشاہ نے تمہارے لیے دیئے تھے انہیں قبول کر لو

گی تو ہمیں بہت خوشی ہوگی"

دربار پر سناٹا چھا گیا"

فیروز خان نے دیپک کماری کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے اس کے گلے میں ایک ہار ڈال کر کہا! "دیپک بیٹے ہمیں بھلا تو نہیں دو گے"

دیپک کمار نے اپنے باپ کی پھیلی ہوئی بانہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ کر ہاشم کے بازو میں گھسے ہوئے خنجر کو نکال کر پرے پھینکتے ہوئے کہا! ہم تمہارے بھائی ہیں ہاشم جی گھبرانے کی کوئی بات نہیں...... تمہارے پتا جی ہمارے بھی پتا جی ہیں...... اگر ہمیں اس بات کا علم ہوتا تو ہم یہاں آنے کی ضد نہیں کرتے"

ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا! چھوٹے بھیا جانی تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے...... مگر دیکھو...... ہماری محبت کی آگ میں مت کودو...... تم اپنے ماتا پتا کے پاس جاؤ تمہاری محبت کا یہ خلوص ہماری زندگی کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ہمارے لیے اپنی جان خطرے میں نہیں ڈالو"

مہاراجہ نے غصے سے کہا! راجہ سبھاش جی تم اپنے بیٹے اور پتنی کو لے کر اپنے پڑاؤ میں چلے جاؤ...... تمہارا یہ بے وقوف بیٹا ہمارے غضب کو للکار رہا ہے۔ یہ نالائق دشمن کی ان چالوں کو سمجھنے کا اہل نہیں ہے......

کملا دیوی نے کہا! مہاراج شما کیجیے...... ہمارا یہ بیٹا نہ بے وقوف ہے، نہ احمق اور نالائق ہے...... یہ تو دیوتاؤں کی بہت بڑی کرپا ہے...... یہ تو محبت کرنے والے لوگ ہیں۔

ماتا مہارانی نے غصے سے کسی چڑیل کی طرح غراتے ہوئے کہا! گستاخ! زبان بند رکھو!

فیروز خان نے کہا! کم از کم جب تک ہم یہاں موجود ہیں...... ان کے ساتھ بدسلوکی نہیں ہونے دیں گے...... یہ ہماری بیٹی ہے اور ہم اپنی بیٹیوں کے ساتھ بدسلوکی اور بدزبانی کرنے والوں کو معاف نہیں کرتے"

راجہ سبھاش کبھی حیرت سے فیروز خان کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی بپھرے ہوئے مہاراجہ کی طرف دیکھتا تھا۔

راجہ سبھاش نے دیپک کی انگلی پکڑ کر کملا دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! آؤ پڑاؤ میں چلتے ہیں۔

نہیں! کملا دیوی نے کہا ہم اپنے پتا جی کو تنہا چھوڑ کر نہیں جائیں گے"

فیروز خان نے کہا! نہیں بیٹی تم جاؤ ہمیں کچھ نہیں ہوگا تم فکر نہیں کرو۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے"

پھر اس نے مہاراجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! مہاراجہ ہم واپس جانے کی اجازت چاہتے ہیں"

مہاراجہ نے کہا! تمہیں اجازت ہے...... اور کل صبح سویرے قلعے کی مشرقی دیوار کے نیچے اپنے بیٹے کی لاش کے ٹکڑے چننے ضرور پہنچ جانا"

فیروز خان نے ہاشم کی طرف دیکھا اور پھر مہاراجہ کو مخاطب کر کے کہا! تم نے منگل سنگھ کی بیٹی نوتن کے ساتھ جو کچھ کیا ہے ہمیں اس کا علم ہے نوتن نے بدنصیبی سے ایک غلط فیصلہ کر کے اپنے آپ کو ہلاکت اور ذلت سے دوچار کیا ہے۔ ہماری نظروں میں وہ بے گناہ اور معصوم ہے بلکہ تم نے اس کی معصوم نادانی کو ہوس کا شکار بنایا ہے...... شاید وہ لاوارث تھی...... اس نے کسی کو باپ کی طرح اپنے سر پر ہاتھ رکھنے کا موقع نہیں دیا...... اس نے

جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کو بھائی نہیں بنایا...... مگر یہ کملا لاوارث نہیں ہے...... راجہ سماش کے علاوہ ہم اس کے وارث ہیں نواب علی قلی خان اس کا باپ ہے اور ہاشم جیسے لاکھوں سرفروش اس کے بھائی اس قلعے کی دیواروں کے اس پار موجود ہیں"

مہاراجہ نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! اسے دھکے مار کر قلعے سے نکال دیا جائے اور اس کے بیٹے کو تختیق پر باندھ دیا جائے ہم کل صبح سویرے اسے اپنے ہاتھوں سے اڑائیں گے"

شیو دیوتا نے مہاراجہ کے قریب آ کر آہستہ سے کہا! مہاراجہ غصے سے کام بگڑ جائے گا...... ہمیں تنہائی میں اس سے کچھ کہنے کا موقع دیا جائے امید ہے ہم اسے راہ راست پر لے آنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! اگر دیوتا مہاراج کو کامیابی ہوئی تو ہم بہت خوش ہوں گے دیوتا مہاراج کو اجازت ہے...... ہم دیوتا کے فیصلے کا احترام کریں گے"

پھر شیو دیوتا نے فیروز خان کی طرف دیکھ کر دیوتاؤں جیسے دبدبے اور طمطراق سے کہا! ہم شیو دیوتا ہیں ہم تم سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے ہمارے اپدیش تمہارے کام آ جائیں"

فیروز خان نے بڑی عقیدت اور نیازمندی سے سر کو جھکاتے ہوئے کہا! ہم دیوتاؤں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ایک دیوتا ہم پر مہربان ہونا چاہتا ہے"

پھر شیو دیوتا نے پردھان منتری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم اسے مہمان خانے میں لے چلو ہم انہیں قلعے کے دروازے تک چھوڑنے آ رہے ہیں"

مہاراجہ اٹھ کھڑا ہوا ماتا مہارانی نے آہستہ سے کہا! دیوتا بڑی شکتی کا مالک ہے۔ پتھر موم ہو گیا ہے۔ اس کی اکڑی ہوئی گردن خود بخود جھک گئی ہے۔

مہاراجہ نے زیر لب تبسم سے کہا! ہم تو دیوتا کے قائل ہیں۔

فیروز خان نے کہا! مہاراجہ کو شاید معلوم نہیں کہ یہ پراسرار بندہ کتنی بڑی روحانی طاقت کا مالک ہے...... یہ تمہارا دیوتا ولی لگتا ہے...... ہم سمجھتے ہیں اس کائنات کی ساری رنگینیاں ایسے لوگوں سے قائم ہیں......

ماتا مہارانی اور مہاراجہ دربار سے نکل گئے"

پردھان منتری نے فیروز خان کے قریب آ کر کہا! چلیے ہم قلعے کے دروازے تک تمہارے ساتھ آئیں گے"

فیروز خان نے نیلم کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم تمہارے مشکور ہوں گے دیوتا کہاں گئے ہیں"

نیلم کمار نے کہا! وہ قلعے کے دروازے پر ہوں گے۔

فیروز خان کی شخصیت کی دلداری اور دبدبے سے مہاراجہ کے درباری بہت متاثر ہو رہے تھے۔ فیروز خان چلنے لگا تو وہ بھی اس کے پیچھے

پیچھے خاموشی سے چل پڑے لوگ سرگوشیوں کے انداز میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے درباری عمارت سے نکل رہے تھے۔ راجہ سجاش بھی اپنے بیٹے دیپک کمار اور بیوی کملا دیوی کے ساتھ ساتھ سوچوں میں ڈوبا ہوا فیروز خان کے ساتھ چل رہا تھا"

مہمان خانے کے قریب پہنچ کر راجہ سجاش نے آگے بڑھ کر فیروز خان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! مہربان سردار ہم تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں"

فیروز خان نے مسکراتے ہوئے کہا! راجہ جی! اس میں شکریہ کی کیا بات ہوئی۔ ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ ہر باپ کی بیٹی کا گھر اس کے خاوند کا گھر ہوتا ہے۔ ہم نے اپنی بیٹی کو گھر تک پہنچا کر تم پر یا اپنی بیٹی پر کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ تو ہمارا فرض تھا"

کملا دیوی نے آگے بڑھ کر فیروز خان کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! پتا جی! ہم سے بھول ہوئی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہاں تم سے ایسی زیادتی کی جائے گی۔ ہماری وجہ سے تمہیں دکھی ہونا پڑا ہے"

فیروز خان نے کملا کو اٹھا کر گلے لگاتے ہوئے کہا! بیٹی دل تھوڑا نہیں کرو کچھ بھی نہیں ہوا۔ زندگی میں انسانوں کو کئی قسم کی آزمائشوں کے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ زندگی پھولوں کی مہکتی ہوئی نرم سیج تو نہیں ہوتی بیٹی یہ تو کانٹوں بھری راہگزر ہے...... یہاں قدم قدم پر انسان کو اسی طرح لہولہان ہونا پڑتا ہے...... جس طرح ہم تمہارے سامنے ہوئے ہیں۔

دیپک کمار نے فیروز خان کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! ہم اپنے بھائی ہاشم کو بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کریں گے"

فیروز خان نے دیپک کمار کو اٹھا کر سینے سے لپٹاتے ہوئے کہا! نہیں بیٹے نہیں۔ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے۔ جس سے تمہارے پتا جی کو کوئی صدمہ اٹھانا پڑے...... تم ہاشم کی فکر نہیں کرو...... اسے کچھ نہیں ہوگا۔ ہم اسے خدا کے سپرد کر کے جا رہے ہیں"

نیلم کمار نے راجہ سجاش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! راجہ جی! تم جاؤ...... رات گہری ہوتی جا رہی ہے ان کا سفر پرخطر دشوار اور کافی طویل ہے۔

فیروز خان نے دیپک اور کملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اچھا تم لوگ جاؤ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

دیپک اور کملا دیوی نے بیک وقت فیروز خان کے قدم چھوئے دیپک نے روتے ہوئے کہا! پتا جی مہاراج! تم سے بچھڑنے کو جی نہیں چاہتا...... ہمیں معلوم ہے پتا جی اب ہمیں اجازت نہیں دیں گے۔ ہمارا جی چاہتا ہے ہم تمہارے سنگ یہاں سے دور چلے جائیں۔

فیروز خان نے کہا! ہم تمہیں بہت جلد ملنے آئیں گے تم فکر نہیں کرو اپنے باپ کو دکھی نہیں کرنا......

فیروز خان لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ راجہ سجاش پر تصوری اور پچھن دیر تک گم سم اندھیرے میں گم ہوتے ہوئے ان کے ہیولوں کو دیکھتے رہے...... دیپک کمار اور کملا دیوی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے"

راجہ سجاش نے دیپک کی انگلی پکڑ کر ایک جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا!" چلو بیٹا"

دیپک نے اندھیرے میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہلاتے ہوئے معصومیت سے کہا! بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا......"

قلعے کی فصیل پر چاروں طرف قندیلیں اور مشعلیں جل رہی تھیں۔ کبھی کبھی کسی منجنیق سے کوئی وزنی پتھر نیچے گرایا جاتا تو ایک خوفناک دھماکہ ہوتا جس کی صدائے بازگشت دیر تک گہری تاریک وادیوں میں گونجتی رہتی...... قلعے کی فصیل پر بڑی ہلچل تھی۔ فیروز خان اور اس کے ساتھی مہمان خانے کی چار دیواری سے باہر نکل رہے تھے۔ نیلم کماران کے ہمراہ تھا۔ گھان شام ٹھاکر کے کچھ سپاہی بھی خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ نیلم کمار کو معلوم تھا کہ سیناپتی اور مہاراجہ نے جاسوسی کے لیے ان سپاہیوں کو تعینات کیا ہے۔ وہ خاموشی سے فیروز خان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ مندر کے موڑ پر شیو دیوتا چند پجاریوں کے ساتھ ان کا منتظر کھڑا تھا..... فیروز خان اور اس کے ساتھیوں نے گھوڑوں کو ایک طرف کھڑا کر کے بڑے مہذبانہ طریقے سے شیو دیوتا سے باری باری ہاتھ ملائے"

فیروز خان نے بڑی عقیدت سے سر کو جھکاتے ہوئے کہا! ہم دیوتا کے اپدیش سننے کے لیے بڑے بے تاب کھڑے ہیں۔

شیو دیوتا نے آگے بڑھ کر فیروز خان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا! سردار فیروز خان تم سے ملکر بہت خوشی ہوئی ہے۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہاشم درحقیقت ناگ دیوتا ہے۔ بھگوان اس کی رکھشا کرے گا"

فیروز خان نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے شیو دیوتا کی طرف دیکھ کر کہا! ناگ دیوتا...... ہمارا بیٹا ناگ دیوتا ہے"

شیو دیوتا نے بڑے وثوق سے کہا! ہاں وہ ناگ دیوتا۔ مہاراجہ بار بار اس کی توہین کا مرتکب ہو چکا ہے اور ہم سے پوچھو تو یہی مہاراجہ کی بدقسمتی ہے۔ کسی کو کسی دیوتا پر شک کرنے پر حق نہیں ہونا چاہیے۔ ہاشم کے ناگ دیوتا ہونے میں تمہیں بھی شک نہیں کرنا ہوگا۔ اگر تم نے شک کیا تو نقصان اٹھاؤ گے۔

"نہیں" فیروز خان نے کہا! جب دیوتا نے واضح کر دیا تو پھر ہمیں مشکوک ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت سے ہم اپنے بیٹے ہاشم کی فکر سے آزاد ہوئے ہیں"

بہت خوب تم واقعی بڑے مدبر اور بہادر انسان ہو۔ ہم بہت خوش ہوئے ہیں"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد شیو دیوتا نے کہنا شروع کیا۔ "تم نہیں جانتے آکاش پر بھگوان نے اس بحران کے سلسلے میں کیسے کیسے انجانے فیصلے کیے ہیں...... ہم سب دیکھ رہے ہیں ہم وقت کی ان تمام نادیدہ اور غیر مرئی طاقتوں کے بڑے غیر محسوس انداز سے بڑھتے ہوئے قدموں کی چاپوں کی نغمگی کو سن رہے ہیں جو اس دھرتی پر تبدیلی کے رنگ بکھیرنے آ رہی ہیں...... راجکماری چندر کانت کے بارے میں بھگوان نے بڑا واضح اور اٹل فیصلہ کر دیا ہے اب اس سنسار کی کوئی طاقت بھگوان کے فیصلے کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کرنے کی جرات نہیں کر سکتی......

فیروز خان اور دوسرے حاضرین بڑی بے تابی سے شیو دیوتا کے منہ سے چندر کانت کے بارے میں ہونے والے غیبی فیصلے کو سننے کے لیے خاموش کھڑے تھے۔

فیروز خان نے کہا! ہمیں یقین ہے بھگوان نے اس بے چاری کے بارے میں کوئی بہت ہی مناسب فیصلہ کیا ہوگا...... ہم خدا کے فیصلے کے باغی کس طرح ہو سکتے ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! راجکماری نے اس قلعے میں آنا ہے اور اگر اس کا یہاں آنا تمہارے ذریعے ممکن ہو جائے تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہو گا تم ہماری بات کو سمجھ رہے ہو نا"

فیروز خان نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مگر مہاراجہ تو اس معصوم کا جانی دشمن ہے۔

شیو دیوتا نے کہا! ہمارا بھگوان اور تمہارا خدا اس معاملے کو ہم تم سے بہت بہتر جانتا ہے...... تمہیں چندر کانت کے انجام کے بارے میں متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔

فیروز خان نے شیو دیوتا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! ہم دیوتا مہاراج کے فرمان کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! "تم کوشش کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے"

فیروز خان نے کہا! دیوتا سے جدا ہونے کو جی تو نہیں چاہتا مگر......"

ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ شیو دیوتا نے کہا، ہم تمہاری کامیابی کے لیے دعائیں مانگیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو......

گھن شام کے سپاہی ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ نیلم کمار نے قلعے کے دروازے تک ان کی رہنمائی کی"

دروازے پر پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا! سردار قلعے کے دراوزے کے آس پاس اعتماد کے آدمی تعینات ہیں"

ایک طرف سے ایک سپاہی نے بلند آواز سے کہا! پردھان منتری جی ہم قریب سے مسلمان سردار کو دیکھنا چاہتے ہیں"

نیلم کمار نے کہا! تم مل سکتے ہو۔

سپاہی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آیا اور فیروز خان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے آہستہ سے بولا! ہم حیدر امام کے سپاہی ہیں۔

فیروز خان کی آنکھوں میں روح کی طمانیت کے ستارے جگمگانے لگے اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا! "خدا تمہارا حامی و ناصر ہو گا"

سپاہی نے چند قدم پیچھے ہٹ کر اچانک ایک مہیب سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! سردار تم نے کبھی تلوار اٹھائی ہے......"

فیروز خان اس کے انداز کی تبدیلی کے پیچھے کار فرما مجبوری کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا اس نے ناگواری سے کہا! تمہاری اس گستاخی کا تمہیں بہت جلد جواب دیا جائے گا"

سپاہی نے دوسرے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا! سردار ہم نے سمجھا تھا تمہارے ہاتھ فولاد کی طرح سخت ہوں گے مگر تمہارے ہاتھ تو ریشم کی طرح نرم اور گداز ہیں ایسے ہاتھ جنگ جوؤں کے نہیں ہوتے"

فیروز خان نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! جنگ کے روز ہم تم سے ملاقات کریں گے...... تمہاری صورت ہم نے اپنے دل کے آئینے میں نقش کر لی ہے...... ہم تمہیں ڈھونڈ کر اپنے ہاتھوں کے کرشمے دکھائیں گے"

سپاہی نے کہا! ہم بھی اپنی طرف سے تمہیں ملنے کی کوشش کریں گے"

نیلم کمار نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔ بدتمیز یہ مہاراجہ کے مہمان ہیں۔ بھاگو یہاں سے......"

فیروز خان مسکرانے لگا...... سپاہی اندھیرے میں روپوش ہو گیا...... قلعے کا چھوٹا دروازہ کھل گیا تھا۔ سینکڑوں مشعل بردار سپاہی دروازے کے اردگرد کھڑے تھے۔ فیروز خان اور اس کے ساتھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ باہر دور تک اندھیرا اور سناٹا تھا"

فیروز خان نے قلعے سے باہر نکل کر نیلم کمار کا ہاتھ پکڑ کر بڑی محبت سے دباتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی تم اس گھور اندھیرے میں صبح کے ستارے کی طرح تابناک لگتے ہو"

نیلم کمار نے آہستہ سے کہا! کھنڈے راؤ اور راجہ پریم چند تمہیں ہمارے بارے میں سب کچھ بتا دیں گے...... تم جلدی سے چلے جاؤ...... کھنڈے راؤ اور راجہ پریم چند کو ہماری طرف سے نمستے کہنا...... جب قلعے پر حملہ کیا جائے تو ہم اپنے وفادار ساتھیوں کے ہمراہ قلعے کے دروازے پر اپنے نجات دہندہ کا استقبال کریں گے......"

فیروز خان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے گھوڑوں کی راسیں اٹھائیں اور پھر اندھیروں اجالوں میں سفر جاری رکھنے کے عادی گھوڑے سرپٹ دوڑتے ہوئے بلندی سے نشیب کی طرف پانی کی تند و تیز آبشار کی طرح بڑھنے لگے۔ قلعے کا دروازہ بند ہو گیا۔ نیلم کمار مہاراجہ کے محل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ راجہ سبھاش چندر باہر سے واپس آ کر چپ چاپ لیٹا ہوا تھا۔ وہ خاموشیوں کے گہرے بھنور میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ماتھے پر سلگتی ہوئی سوچوں اور حیرتوں کے جال بچھے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں خوابگاہ کی چھت پر مرکوز تھیں اس کے اندر متضاد جذبوں کی جنگ ہو رہی تھی کبھی کبھی کسی لمحے کسی انجانے کرب سے بجھ جاتا تھا۔ کملا دیوی اس کے سامنے مسند پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بھی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ دیپک کمار اپنے باپ کے پہلو میں لیٹا ہوا اس کے سینے پر ہاتھ پھیر رہا تھا"

جب کافی دیر تک خاموشی کی تھمبیرتا پھیلتی گئی تو کملا دیوی نے کہا" سبھاش جی لگتا ہے ہمارا آنا تمہیں ناگوار اور بوجھل لگا ہے"

راجہ سبھاش نے چونکتے ہوئے کملا دیوی کی طرف دیکھا اور پھر دیپک کے لمبے لمبے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا! یہ تم نے کیوں سوچ لیا ہے کملا...... ایشور کی قسم تمہارے آنے سے تو یوں لگتا ہے جیسے پورا سنسار سمٹ کر ہمارے سامنے آ گیا ہے۔ تم تو بہاروں کا حسن فطرت ہو...... تم تو ہمارا حوصلہ ہو...... ہمت کی روشنی ہو...... عزم کی جوانی ہو...... حیرت ہے ہماری محبت کے خلوص کا اعتبار نہیں ہے"

کملا دیوی نے اس کی آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے کہا! پھر تم چپ چاپ کیوں ہو...... کچھ بولتے کیوں نہیں ہو...... ہم سے کچھ پوچھتے کیوں نہیں ہو۔ کچھ سناتے کیوں نہیں ہو...... وقت کے طوفان کی اندوہ ناک کہانی کب ختم ہوگی...... تمہارے بدن کے زخم کب مندمل ہوں گے...... حالات کی یہ اندھیری رات کب تک چھائی رہے گی ہم کب تک اس منحوس قلعے میں بند رہیں گے...... ہمارا تو یہاں دم گھٹ رہا ہے...... ہم جب سے یہاں آئے ہیں بہت دکھی بہت پریشان اور بہت خوفزدہ ہیں...... ہمیں مہاراجہ سے خوف آ رہا ہے...... لگتا ہے یہاں کوئی بہت بڑا ہولناک بھونچال آنے والا ہے...... سبھاش جی کیا تمہیں اپنے احساسات کی دنیا لرزتی کانپتی محسوس نہیں ہوتی......"

دیپک کمار نے اپنی ماں کی بات کاٹتے ہوئے کہا! سچ پتا جی! ہم بھی بہت خوفزدہ ہیں...... ہاشم کے بدن سے بہتا ہوا خون دیکھ کر ہم بہت ڈر گئے تھے لگتا ہے ہمارا مہاراجہ بہت بڑا راکھشش ہے۔ ظالم ہے درندہ ہے...... ماتا جی ٹھیک کہتی ہیں یہ قلعہ آسیب کی گرفت میں ہے...... مارھی

بھاگ جائیں...... ماڑھی تو خوشیوں کا گہوارہ ہے...... پھولوں کی مہکتی ہوئی پھلواڑی ہے۔

راجہ سبھاش نے چھت کے نقش و نگار پر نظریں جماتے ہوئے کہا! بیٹا جی! ماڑھی پر مسلمانوں کا قبضہ ہے وہاں ہمیں کون رہنے دے گا؟

دیپک کمار نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا! پتا جی مہاراج! اس کی فکر نہیں کرو ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں کہ ماڑھی کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں پتا جی مسلمان بادشاہ سے ملو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔ وہ تو پریم نگر کا کوئی بہت بڑا مہان دیوتا ہے۔ اس کی باتوں میں محبت کا رس ہے۔ وہ جب بولتا ہے تو چاروں طرف دور دور تک محبتوں کی نغمگی بکھرنے لگتی ہے اس کی آنکھوں میں سچی محبت کا جادو ہے۔ سچ پتا جی گزشتہ رات جب ہمیں تمہاری اور ماتا جی کی جدائی کے درد سے نیند نہیں آ رہی تھی تو بادشاہ ہمارے سرہانے پریشان بیٹھا تھا وہ اسی طرح ہمارے بالوں میں پیار سے انگلیاں پھیر رہا تھا جس طرح تم ہمارے بالوں میں انگلیاں پھیر رہے ہو...... بھگوان کی قسم پتا جی برا نہیں مانو تو ہم تو یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس کی انگلیوں کے لمس میں ایک ایسی اپنائیت اور دردمندی تھی جس کو بیان کرنا مشکل ہے وہ تو پیار کا گہرا ساگر ہے اس نے ہمیں بیٹا اور ماتا جی کو بہن کہا ہے۔ وہ ہم کو مایوس اور دکھی نہیں دیکھ سکے گا''

سبھاش کی خاموشی پہلے سے زیادہ گھمبیر ہوتی جا رہی تھی ایسے میں کملا دیوی نے کہا! سبھاش جی مسلمانوں کے بادشاہ کے رویوں نے ہماری جنم جنم کی سوچوں کے سارے دھاروں کے رخ تبدیل کر دیے ہیں۔ دیپک سچ کہہ رہا ہے...... چند لمحوں کی ملاقات میں اس کے رویے نے ہماری دنیا بدل دی ہے...... وہ بہت بڑا طاقتور بادشاہ ہے۔ ہم نے کوسوں تک اس کی سینا پھیلی ہوئی دیکھی ہے...... مگر وہ اپنی طاقت کے نشے میں بدمست نہیں ہے...... وہ انسانی آبادیوں کو تہہ و بالا کرنے والا نہیں ہے...... بستیوں کو بسانے والا اور پھولوں کو بہاروں سے مہکانے والا ہے۔ ماڑھی میں ہمیں کوئی تکلیف نہیں تھی ہم پہلے کی طرح رانی کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ مسلمان سردار نے ہمارے مرتبے میں کوئی کمی نہیں آنے دی تھی وہ ہمیں بہن کہتا تھا...... وہ کہتا تھا ماڑھی تمہارا ہے...... تمہی اس کے مالک ہو...... ہم ایک مقصد کی تکمیل کے لیے یہاں ہیں پھر لوٹ کر اپنی دنیا کو چلے جائیں گے۔ اس سردار کا نام اودھم خان ہے اس کے رویے نے قلعے کی دنیا کے رنگ ڈھنگ بدل دیے ہیں۔ لوگ اسے اپنا دیوتا اور نجات دہندہ تصور کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے ہر کسی کو برابری کی سطح پر زندہ رہنے کا پورا پورا حق ہے...... سبھاش جی ہو سکتا ہے تمہیں یہاں ان کے اس انقلابی اقدام سے اتفاق نہیں ہو گا مگر جب تم وہاں جا کر لوگوں کو خوشیوں سے ناچتے ہوئے دیکھو گے تو خود بخود جذبوں کے ساگر میں ڈوب کر انقلاب کا حصہ بن جاؤ گے''

راجہ سبھاش چند نے کراہتے ہوئے کہا! کملا دیوی جی! چپ ہو جاؤ بھگوان کے لیے کچھ مت کہو ہم جذبوں کی پوترتا کے قاتل کی قید میں ہیں...... یہاں سے نکلنے کے سارے راستے بند ہیں...... ہم ضمیر کے جرم کے قیدی ہیں...... ہم بہت بڑے قاتل اور خونی درندے کے کچھار میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہاں سے نکل جانا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو...... ہم نے یہاں آ کر بڑے دردناک تماشے اور بڑے بھیانک مناظر دیکھے ہیں۔ انسانیت کی توہین کرتے رہنا اعتماد اور بھروسے کی دیواروں کو پامال کرتے جانا ہمارے مہاراجہ کا وطیرہ بن چکا ہے...... ہم جے دیو سنگھ مہاراجہ کے دور کو جانتے تھے اسی لیے چلے آئے...... وہ شخص آسام کا بدخواہ نہیں تھا...... وہ قوم پرست اور بنیاد پرست ہندو تھا...... اس کے برعکس یہ خونی درندہ ہے جسے نہ کسی رشتے کا احساس ہے نہ دھرم کا اور نہ بھگوان کا خوف ہے...... سردار فیروز خان کی باتوں سے ہمیں محسوس ہوا ہے کہ مسلمان بہت جلد اس قلعے کو

فتح کرلیں گے...... کرشن کماری کی زندگی کے دن بڑی تیزی سے گھٹتے جا رہے ہیں...... ہمارا مہاراجہ عیاریوں اور مکاریوں کے جال بچھانے میں لگا ہوا ہے۔ ہر ظالم کی طرح یہ بھی ایک بزدل اور کمینہ شخص ہے...... ہمیں معلوم ہے۔ پر جا اس سے خوش نہیں ہے۔ اندر ہی اندر بڑی گہری سازشیں ہو رہی ہیں۔ زیر زمین عجیب و غریب فیصلے ہو چکے ہیں...... جن کا اس عیاش و بدقماش مہاراجہ کو کوئی علم نہیں ہے۔ شیو دیوتا بھی اس کی طرف سے بدظن ہے۔

☆

تم نہیں جانتے تو جان جاؤ کہ یہ اونچی اونچی سنگلاخ دیواریں یہ فضائیں یہ ہوائیں اور وقت کے پھیلائے ہوئے اندھیرے اجالے ہمارے نادیدہ مخبر ہیں اور جاسوس ہیں تم کسی طرح بھی اپنی بدی کو ہم سے چھپا کر نہیں رکھ سکتے۔ ہماری شکتی ہر جگہ تمہارے آس پاس موجود رہتی ہے"

مہاراجہ نے سیناپتی گھن شام کی طرف دیکھ کر کہا! سیناپتی جی! تم جواب دو ہم نے کب تم سے اس قسم کی باتیں کی ہیں"

گھن شام نے سر جھکا کر کہا! ہوسکتا ہے پردھان منتری نے کچھ کہا ہو"

مہاراجہ نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو"

شیو دیوتا نے غصے سے کسی شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے کہا! کرشن کمار جی! تمہارے من میں بڑا کھوٹ ہے۔ تمہارے ظاہر اور باطن میں بڑا خوفناک فرق ہے۔ تمہارے پاس بڑا تھوڑا وقت ہے۔ اپنے من کے کرودھ کو کھرچ ڈالو ورنہ پھر پچھتانے کا وقت بھی تمہارے پاس نہیں ہوگا۔ ہم جانتے ہیں تم نیلم کمار کے بارے میں کیا عزائم رکھتے ہو وہ سیدھا سادھا نوجوان تمہاری وفاداری میں اندھا ہو چکا ہے۔ اُس باؤ رے کو یہ علم بھی نہیں کہ تم اس کے ماتا پتا کے......"

مہاراجہ کو جھر جھری آگئی وہ بڑی تیزی سے پہلو بدل کر بولا! بھگوان کے لیے دیوتا مہاراج......"

شیو دیوتا نے اس بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا اور بولا! اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھیے کسی کی وفاؤں کے صلے میں جفائیں بانٹنے کی بری اور بزدلانہ عادت ترک کر دیجیے۔ نیلم کمار تمہارا بہترین خیر خواہ اور ہمدرد ہے۔ ہم لوگوں کے عیب لوگوں سے معلوم کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہماری معلومات کے ذرائع اور ماخذ نادیدہ اور غیر محسوس ہوتے ہیں...... ہمیں معلوم ہے مہاراجہ جے دھج سنگھ کی ہلاکت کیسے ہوئی تھی...... ہم جانتے ہیں نیلم کمار کے پتا اور ماتا کا قاتل کون ہے۔ ہمیں معلوم ہے راجکماری چندر کانت کہاں ہے...... ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس جنگ میں کیا ہونے والا ہے"

مہاراجہ نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا جی شما کیجیے ہماری رکھشا کیجیے اگر ہمیں کچھ ہوگیا تو آسام کی دھرتی سے دیوتاؤں کے مندروں اور پجاریوں کا خاتمہ ہو جائے گا......"

شیو دیوتا نے کہا! یہ تمہاری غلط فہمی اور بہت بڑی بھول ہے۔ تمہارے ہونے نہ ہونے سے کسی دیوتا کے کسی بھی مندر کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تم مندروں مورتوں اور پجاریوں کی فکر نہیں کرو یہ سلسلہ پہلے کی طرح چلتا رہے گا...... تمہاری ماتا جی اجڑ جائے گی۔

ماتا مہارانی نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! دیوتا ہمارا ایک ہی بیٹا ہے۔ کرشن ہمارے جگر کا ٹکڑا ہے اس کے جیون کی ضمانت کا وعدہ کیجیے......"

شیو دیوتا نے لاپرواہی سے کہا! مہارانی اب تک یہ قلعہ کھنڈر بن چکا ہوتا یہ تمہاری سچی عقیدت کے صلے میں قائم ہے...... ہم صبح تک اپنی زبان بند رکھیں گے اگر تمہارے بیٹے نے ہمیں سچے دل سے دیوتا نہیں مانا تو کل ہم لوگوں کو تمام حقائق سے آگاہ کر دیں گے تم شاید یہ نہیں جانتے کہ بنگال کے بادشاہ کی آدھی سینا ہندوؤں پر مشتمل ہے...... ہم اس ملک کے اقتدار کے مالک انہی ہندوؤں کو بنا دیں گے

سیناپتی بار بار اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھ رہا تھا اس نے مسند سے اٹھ کر شیو دیوتا کے سامنے فرش پر بیٹھتے ہوئے کہا! ہم اپنی خطاؤں پر نادم اور پشمان ہیں"

کمرے میں موجود کنیزیں حیرت سے مہاراجہ مہارانی اور سیناپتی کی ان بوکھلاہٹوں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں......"

شیو دیوتا نے ماتا مہارانی کو اٹھاتے ہوئے کہا! ہمیں اپنی پاروتی کی قسم! ہم سے تمہاری یہ بے بسی اور بے چارگی دیکھی نہیں جاتی جب تم روتی ہو تو ہمارا من پگھل جاتا ہے۔ ہمارا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے تمہارے آنسوؤں کے قطرے ہمارے ارادوں کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں...... تم مہاراجہ کے سر پر شکتی کا ٹھنڈا اور چھتنار سایہ ہو...... اپنی ان ساگروں جیسی گہری آنکھوں کو اشکوں سے نمناک نہ کیا کرو تمہارے آنسوؤں کے خلوص کے صدقے ہم تم سے جدا نہیں ہوں گے...... تم سے جیت نہیں سکتے...... پریم کے مقابلے میں ہم بار بار ہارنے کو تیار ہیں۔ مہارانی تمہاری آنکھوں میں ہماری پاروتی بستی ہے...... پاروتی جو ہماری آتما ہے...... پاروتی جو ہمارا جنم جنم کا پیار ہے...... جس کی پریت کی اچھوتی ریتوں کو ہم نے اپنے من کے صدف میں کسی پوتر موتی کی طرح چھپایا ہوا ہے...... ہم نے تمہارے بیٹے...... اس کے سیناپتی کو صارف کیا...... ہم نے آسام کے راج پاٹ کو تمہارے حوالے کیا تم خوش نہیں ہو گی تو ہماری پاروتی کا پریم تا خوش ہو جائے گا...... تم ہماری کمزوری بن چکی ہو......" شیو دیوتا نے دیو مالائی انداز سے بڑبڑانا شروع کر دیا۔

وہ دیر تک بڑے عجیب انداز سے کسی ناقابل فہم زبان کے چند الفاظ بار بار دہراتا رہا ماتا مہارانی کے چہرے پر خوشیوں کے گلال اڑ رہے تھے۔ مہاراجہ اور سیناپتی کے ساتھ رادھا اوشا اور دوسری لڑکیاں بھی ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔ شیو دیوتا کا چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ اس کی موٹی موٹی سرمگیں آنکھوں میں انوکھی چمک تھی"

شیو دیوتا نے باہر کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا! مہاراجہ مبارک ہو تم اپنی ماتا کے صدقے ایک بار پھر کامیاب ہو گئے ہو...... ممتا کا من بھگوان کا مندر ہوتا ہے۔ ممتا کے گہرے اور بیکراں ساگر میں بھگوان رہتا ہے...... ہم بھگوان کو ناخوش نہیں کر سکتے اپنی ماتا کو کمزور اور ضعیف اعتقاد کی عورت نہ کہا کرو......"

مہاراجہ کا سر جھک گیا تو شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! ہمیں تمہاری اس ادا پر بڑا پیار آتا ہے۔ تم اپنی غلطیوں کو بڑے اچھے انداز سے اور بڑی معنی خیز خاموشی سے تسلیم کرنے کے عادی ہو...... آج کی رات آرام کی رات نہیں...... جنگ کی تیاریوں کو تیز کرو...... مورچوں کی مضبوطی کا جائزہ لو...... سینکوں کے حوصلے بلند کرو...... اور دیکھو ناگ دیوتا کو اسوقت تک کوئی گزند نہیں پہنچا نی جب تک اس کے پتا جی فیروز خان کی طرف سے مایوس کن جواب نہیں مل جاتا...... ہم نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا...... ہمارے اپدیش اس نے بڑے سکون سے سنے تھے اور بہت متاثر لگتا تھا۔ ہمارے خیال میں موقع ملتے ہی وہ راجکماری چندر کانت کو لے کر یہاں پہنچ جائے گا...... ہم اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں"

مہاراجہ نے تیزی سے بڑھ کر شیو دیوتا کے قدموں میں گرتے ہوئے کہا! دیوتا بڑے مہان دیالو ہیں...... دیوتا کو ہمارا اتنا خیال ہے۔ یہ تو ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ راجکماری چندر کانت ہمارے ہاتھ آ گئی تو ساری کٹھنائیاں اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی"

شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ہم وچن دیتے ہیں۔ راجکماری چندر کانت بہت کم مدت کے اندر یہاں موجود ہوگی تم یوں سمجھ لو کہ وہ یہاں موجود ہے...... وقت کا ایک باریک سا پردہ اس کے اور تمہارے درمیان حائل ہے جب یہ پردہ اٹھے گا تو راجکماری کو اپنے سامنے پاؤ گے...... یہ کہہ کر شیو دیوتا تیزی سے باہر نکل گیا......''

ماتا مہارانی نے کرشن کمار کا ہاتھ پکڑتے ہوئے غصے سے کہا! کرشن کمار جی سچ سچ بتاؤ وہ کون بدبخت اور ذلیل ہے جو بار بار تمہیں دیوتا کے خلاف بھڑکاتا ہے...... تم نے کب ہمیں نادان عورت کہا ہے''

مہاراجہ خاموش رہا تو ماتا مہارانی نے کہا! جواب کیوں نہیں دیتے...... اگر تم نہیں کہتے ہو تو ہم ماتا کی حیثیت سے تمہارے منہ پر طمانچے ماریں گے...... دیوتا جھوٹ نہیں بولتے...... تم نے دیوتا کے ساتھ ساتھ ہمارا من بھی دکھی کیا ہے...... تم نے اپنی اس ماتا کو ایک عام سی عورت کہا ہے جس کی تدبیروں سے تم ایک عام راجکمار سے مہاراجہ آسام بنے ہو...... ہم تمہاری ماتا نہیں ہوتی یا ہم تمہاری رہنمائی نہیں کرتے تو تم کچھ بھی نہیں ہوتے۔

ہم جانتے ہیں تم نااہل گستاخ ہو تم شکی مزاج اور بزدل ہو۔

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم اپنے کیے ہو لفظوں سے مکر نہیں سکتے...... ہمیں شما کر دیجیے۔ ہم وچن دیتے ہیں۔ آئندہ کبھی بھی ایسی گستاخی کا ارتکاب نہیں ہوگا ہم ناداں بھی تو ہیں نا ماتا جی۔

سیناپتی گھن شام نے کہا! ماتا مہارانی شما کیجیے۔ مہاراجہ بالک ہیں۔

ماتا مہارانی نے گھن شام کی طرف دیکھ کر کہا، گھن شام آئندہ مہاراجہ کی ہر غلطی کی سزا تمہیں دی جائے گی ہمیں معلوم ہے تم اس کے بے وقوف دوست ہو''

گھن شام ٹھاکر نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ مہارانی نے کہا! کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہم تمہیں اپنا بدخواہ نہیں جانتے...... کچھ کچھ بے وقوف ہو وفاداری کے جنون میں تم ہموار راستے سے بھٹک کر ٹیڑھے رستوں پر چل پڑتے ہو اب تم جاؤ اور دیوتا کے فرمان کے مطابق اپنی جنگی حکمت عملی کو نئے سرے سے مرتب کرو......''

گھن شام ٹھاکر جانے لگا تو مہاراجہ نے کہا! ہم بذات خود تمام حالات کا جائزہ لیتے ہیں''

''بہت اچھا تم بھی جاؤ''

مہاراجہ کرشن کمار اور سیناپتی گھن شام ٹھاکر ماتا مہارانی کی خوابگاہ سے نکل گئے تو ماتا مہارانی نے اپنے مخملی نرم و گداز بستر پر دراز ہوتے ہوئے رادھا کی طرف دیکھ کر بے خودی سے کہا! تم نے دیکھا سندر دیوتا کے من میں ہمارا کتنا مقام ہے...... ہم پاروتی ہیں۔ ہم دیوتا کی پاروتی ہیں۔ وقت فاصلوں کی دیواروں کو منہدم کرتا ہوا بڑا تیزی سے ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے...... ہمارے سر پر ایک مہان دیو کی عظمت کا تاج رکھا ہوا ہے۔ رادھا تم دیکھ رہی ہو ہماری جنم جنم کی پیاسی آتما کو سکون ملنے والا ہے۔ ہمارے سپنوں کو رنگوں اور امنگوں کی تعبیر ملنے والی ہے۔ ہمیں شراب پلاؤ آج رات ہم جی بھر کے مدھ پئیں گے''

ماتا مہارانی بہکنے لگی اس نے کہا! ہمیں پریم بھگتی کی کوئی نایاب مدھ پلاؤ بار بار پلاؤ۔ جام پر جام پلاتی جاؤ...... بے خود کرو ہم اس سنسار کے جھمیلوں سے بہت دور سپنوں کی رنگین اور گل بداماں وادیوں کے طلسم میں ڈوب جانا چاہتے ہیں"

رادھا نے تلخ وتند شراب کا ایک کڑوا کسیلا جام بھر کر مہارانی کے ہاتھ میں دے دیا تو ماتا مہارانی نے پورا جام حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا! بہت اچھی مدھ ہے...... اور پلاؤ...... ساقی آج رات بن مانگے پلاتی جاؤ...... جو بے طلب دی جائے اس کا سرور ہی کچھ اور ہوتا ہے"

پھر اس نے اوشا کی طرف دیکھا تو اوشا نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! باندی ہمہ تن گوش ہے...... فرمایئے"

ماتا مہارانی نے ہچکی لیتے ہوئے کہا! شیو دیوتا کے پاس جاؤ...... ہماری طرف سے جا کر کہو ہم فراق کی برہوں کی چتا میں سلگ سلگ کر کوئلہ بن رہے ہیں...... ایک لمحے کے لیے...... ہمیں آ کر دیکھ جائیں...... دیوتا کی بڑی کرپا ہوگی...... ہم اپنے چاند چہرے والے سندر دیوتا کو ایک نظر دیکھ کر آتما تک پرسکون ہو جائیں۔ کہنا رات پل پل گھڑی گھڑی بڑی بوجھل...... بڑی کٹھن اور بڑی گھمبیر ہوتی جا رہی ہے...... ہم پریم کے پنگھٹ پر آشاؤں کی خالی گاگریا کے لیے تنہا کھڑی ہیں...... پپیہا کی طرح...... پی کہاں ہے...... پی کہاں کو کوک رہی ہیں...... ہمیں آوازیں دے......"

ماتا مہارانی بہکی بہکی باتیں کرتی رہی...... اوشا رادھا کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی...... شیو دیوتا مندر سے ہوتا ہوا مہارانی کی سابقہ خوابگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں اب سپیروں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ راستے میں اسے مہاراجہ اور سیناپتی گھن شام ٹھاکر اپنے محافظوں کے ساتھ مل گئے"

مہاراجہ نے جھک کر دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! دیوتا ہمارے ساتھ آئیں گے یا کہیں اور جانے کا ارادہ ہے"

شیو دیوتا نے کہا! ہم اس وقت سپیروں کی کارکردگی دیکھنے جا رہے ہیں...... تم فصیل پر جا رہے ہو تو چلو ہم بھی وہیں آئیں گے......"

مہاراجہ اور گھن شام نے دوبارہ دیوتا کے قدم چھوتے اور پھر مہاراجہ نے کہا! اگر صبح ہونے تک سپیرے ناگ رانی اور چترا پر قابو نہیں پاتے تو پھر ہم کوئی دوسری کارروائی کریں گے...... وہ جگہ خالی کروانی بہت ضروری ہے"

شیو دیوتا نے کہا! ہمیں سب معلوم ہے۔ ہم اس جگہ کی جنگی نکتہ نگاہ سے اہمیت کو بخوبی جانتے ہیں۔ بے بس ہوئے تو ہم خود کوئی مناسب اور بہتر اپائے کریں گے...... تم اس طرف سے بے فکر رہو ہم تم سے زیادہ فکر مند ہیں...... مہاراجہ ہم جنگ ختم ہوتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے...... ہمارے بعد تم آزادی سے اپنی مرضی اور اپنی خواہش کے مطابق فیصلے کیا کرنا...... جب تک ہم یہاں ہیں تب تک تمہیں ہمارے اور اپنی ماتا کے مشوروں پر سختی سے عمل کرنا ہوگا۔ اس میں تمہاری بہتری اور بھلائی مضمر ہے...... ہم تمہارے فائدے اور بھلائی کے آرزو مند ہیں ہم تمہیں دکھوں پریشانیوں اور کٹھنائیوں کی دھند سے نکال کر اجالوں کے سنسار میں دیکھنا چاہ رہے ہیں نجانے کیوں تمہیں ہماری سرگرمیاں اچھی نہیں لگتیں...... نجانے لکھنے والے تمہارے لیکھوں میں پریشانیوں کے گھور اندھیرے کیوں لکھ دیتے ہیں...... ہم تمہارے مقدر کے آکاش پر چھائے ہوئے گھور اندھیروں کو روشن کر کے رہیں گے...... یہ ہمارا فیصلہ ہے یہی ہمارا ارادہ ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے ہم دن رات کوشاں ہیں......

اپنی ترکش سے چند اور تیر چلا کر شیو دیوتا آگے بڑھ گیا...... مہاراجہ اور گھن شام دیر تک اس کے قدموں کی چاپ کے ترنم کو سنتے رہے"

مہاراجہ نے ہولے سے کہا! سیناپتی جی، شیو دیوتا بڑے مہان ہیں...... ہم سے قدم قدم بھول ہوتی رہی ہے ہم نے بار بار دیوتا کو دکھ دیئے

ہیں۔ ہماری خطاؤں کے باوجود دیوتا نے ہمیشہ ہمارے فائدے کی فکر کی ہے اور کر رہے ہیں......

رات لمحات کی رم جھم تلے اپنے معمول کی راہوں پر رواں دواں تھی۔ آسمان پر ستاروں کی قندیلیں جگمگا رہی تھی۔ پربتوں کی ڈراؤنی سیاہ چوٹیوں کے ہیولوں پر چاند چمک رہا تھا۔ ہلکی ہلکی پون چل رہی تھی...... شیو دیوتا محل کے اس حصے میں داخل ہوا جہاں نرملا دوسرے سپیروں کے ساتھ ٹھہری ہوئی تھی۔ ماتا مہارانی کی سابقہ خوابگاہ کے کمروں میں سانپ پھنکارتے پھر رہے تھے۔ سپیرے بین بجا رہے تھے۔ نرملا مدھومتی اور سپیروں کی دوسری لڑکیاں سرنگ کے اندرونی دہانے والے کمرے میں موجود تھی۔ شیو دیوتا نے خوابگاہ میں قدم رکھا تو ہر طرف خوشیوں کی لہریں دوڑ گئیں...... چہروں پر پھول کھل گئے...... نرملا دیوانہ وار شیو دیوتا کے قدموں پر گر کر رونے لگی......"

وہ کہہ رہی تھی۔ ہمارے دیوتا...... ہمارے بھگوان...... ہمارے ایشور آئے ہیں...... ہر طرف بہاروں کے پھول کھل گئے ہیں"

شیو دیوتا نے نرملا کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر محبت سے اٹھاتے ہوئے کہا! نرملا کیسی ہو؟

نرملا نے کسی نازک شاخ کی طرح لہراتے ہوئے کہا! اپنے دیوتا کی یادوں کے حسین کے جلوے دیکھ دیکھ کر مگن رہے ہیں۔ ہر طرف پریم کے جلوؤں کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں"

شیو دیوتا نے مدھومتی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! مدھومتی بہن! کیا حال ہے؟

مدھومتی نے اشکبار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیوتا کی کرپا سے ٹھیک ہیں"

شیو دیوتا نے مدھومتی کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم کیوں رو رہی ہو...... کوئی پریشانی ہے تو ہمیں بتاؤ؟

"نہیں" مدھومتی نے اپنے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا! ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے...... یہ تو خوشی کے آنسو ہیں...... بے اختیار آنکھیں چھلک پڑتی ہیں...... جب ہم اپنی خوش بختی کے بارے میں سوچتے ہیں تو بے اختیار رو پڑتے ہیں...... ہم سے بڑا خوش قسمت اس سنسار میں کوئی نہیں...... ہم بچپن میں بڑے سندر سپنے دیکھا کرتے تھے...... پتا جی کہا کرتے تھے تم آکاش پر چمکنے والے ستاروں کے سنگ سنگ زندگی گزارو گی...... وہ کہا کرتے تھے۔ تم پھولوں کی مہکاروں پر جھولنے والی خوش نما تتلی کی طرح جیون کے رنگوں سے لطف اندوز ہو گی...... ہمارے سپنے ایک ایک کر کے سچے ثابت ہوتے جا رہے ہیں...... ہم ستاروں کے جھرمٹ میں رہ رہے ہیں...... ہم پھولوں کی آغوش میں جیون گزار رہے ہیں...... ہم اس سنسار کے خوش بخت انسان ہیں"

شیو دیوتا نے پرنم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! مدھومتی ہماری دعائیں جیون بھر تمہارے سنگ سنگ رہیں گی...... فطرت تمہارے سارے سپنوں کو سچ کرے گی......"

ہم اتنی ان گنت مہربانیوں کے احسانوں کے بدلے کس طرح چکائیں گے۔ ہمارے محسن جس طرح ہمارے لیے دکھوں کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکراتے ٹکراتے لہولہان ہوتے پھرتے ہیں۔ ہم انہیں کیا صلہ دے سکیں گے...... ہم خالی دامن اور خالی ہاتھ ہیں"

"باؤری بہن" شیو دیوتا نے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! ایسی فضول اور بے مقصد باتیں نہیں کیا کرتے...... تم پر کوئی بھی احسان نہیں

کرر ہا...... تم سے کسی نے صلے کا تقاضا نہیں کرنا ہے۔ اپنے اپنے مقام پر ہر کوئی اپنا اپنا فرض ادا کرر ہا ہے...... آئندہ ایسی باتیں کرو گی تو ہم تم سے ناراض ہو جائیں گے اور بولنا چھوڑ دیں گے...... ہم سے وعدہ کرو کہ آئندہ ایسی باتیں کر کے ہمارا دل نہیں دکھاؤ گی"

مدھومتی نے کہا! تو کیا ہم احسان فراموش بن جائیں...... ہم اپنے محسنوں کو فراموش تو نہیں کر سکتے نا دیوتا......"

شیو دیوتا نے ایک مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! سنو ایک دو روز تک ایک فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ حاکم بنگال کی فوجوں نے قلعے کا چارو ں طرف سے مکمل محاصرہ کیا ہوا ہے...... آج شام ہاشم کا چاچا جی سردار فیروز خان آیا تھا۔

مدھومتی نے خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ہاشم کا چاچا یہاں آیا تھا وہ اب کہاں ہے۔ ہم کسی نہ کسی طرح اس کے درشن کو جائیں گے"

شیو دیوتا نے کہا! وہ چلا گیا ہے...... مارشی کے راجہ سبھاش چند کی دھرم پتنی کملا دیوی اور اس کے نوعمر بیٹے دیپک کمار کو یہاں چھوڑنے آیا تھا......

مدھومتی نرملا اور دوسرے لوگوں نے بیک وقت چونک کر شیو دیوتا کی طرف دیکھا۔

نرملا نے کہا! دیوتا یہ کیسے دشمن ہیں...... ان کے رویے اور سلیقے ناقابل یقین حد تک حیرت انگیز لگتے ہیں...... جو لوگ ان کے خلاف برسر پیکار ہیں ان کے بچوں اور ان کی عورتوں کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! نرملا جی! ہم نے کئی بار تمہیں بتایا تھا اس سنسار میں ہر طرف اندھیرا نہیں ہے...... کچھ لوگ موت کے سوداگر ہیں جو اندھیروں اور موت کی دہشت ناکیوں اور ہلاکتوں کے سوا کسی کو کچھ نہیں دیتے ان کے برعکس کچھ لوگ زندگیوں اور روشنیوں کے کاروبار کرتے ہیں۔ تمہارے اردگرد اس وقت بھگوان کے انہی عظیم لوگوں کے جمگھٹے ہیں"

ایک لمحے کے توقف کے بعد شیو دیوتا نے کہنا شروع کیا! ہمیں جلدی ہے ابھی بہت سارے کام سرانجام دینے ہیں۔ تم سب جانتے ہو وقت کا ہر لمحہ بڑا قیمتی اور نازک ترین ہے...... ہم سردار فیروز خان سے دو گھڑی علیحدگی میں ملے تھے...... تمام امور ہماری آشاؤں کے مطابق طے ہو رہے ہیں...... مہاراجہ اس جگہ کو خالی کروانے کے لیے بہت بے تاب ہے...... تم اس کی بے تابیوں کا مطلب سمجھتے ہو...... بہر صورت کچھ بھی ہوا ابھی ہمیں کچھ روز تک اس جگہ پر اپنا قبضہ بحال رکھنا ہے...... جب تک باقاعدہ جنگ کا آغاز نہیں ہوتا اس وقت تک ہم نے یہاں سے نہیں ہٹنا...... اس سرنگ سے خوشیوں کے سپنوں کا سیلاب آنے والا ہے...... ہم سب کو ہوشیار رہنا ہوگا......"

وقت کے لمحات کی غیر محسوس رم جھم تلے رات کا سفر جاری تھا پہلا پہر بیتا جا رہا تھا۔ راجہ سبھاش چند اپنے نرم و گداز بستر پر لیٹا ہوا متضاد قسم کی سوچوں میں گم تھا۔ اس کے چہرے پر خیالوں کی کشمکش اور ارادوں کی ٹوٹ پھوٹ کی لکیروں کے جال بچھے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں خوابگاہ کے دروازے پر مرکوز تھیں...... دیپک کمار اس کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا۔ دیپک کمار کی معصوم نظریں اپنے باپ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ خوابگاہ میں جا بجا قندیلیں جگمگا رہی تھی۔ باہر دربانوں اور پہرے داروں کے چلنے پھرنے کی ہلکی ہلکی چاپیں سنائی دے رہی تھیں"

کافی دیر کے سکوت کے بعد دیپک کمار نے راجہ سبھاش چند کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے معصومیت سے کہا! پتا جی کوئی پریشانی ہے

جب سے ماتا جی گئی ہیں تم خاموش خاموش اداس اور سوچوں میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا ماجرا ہے ہم سے کچھ نہیں کہو گے۔

راجہ سبھاش نے اس کے لیے لمبے بالوں میں محبت سے انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا! دیپک بیٹے ہمارا دماغ متضاد قسم کے خیالوں میں الجھا ہوا ہے۔ ہمارے جیون کی راہوں پر شام کے واقع نے دھند لکے پھیلا دیے ہیں۔ منزل کی راہیں اندھیروں میں ڈوب گئی ہیں۔ مسلمان حکمران کے رویے نے ہمیں ایک مشکل میں ڈال دیا ہے ہم جیون کے ایک بالکل انوکھے دوراہے پر بالکل غیر متوقع طور پر کھڑے ہیں۔ ہماری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا ہے کہ ہم کیا کریں ہم منزل کی طرف کونسی راہ پر چلنا شروع کریں۔ ہماری منزل کی طرف کونسی راہ جاتی ہے۔ خیالوں پر دھند چھا گئی ہے ہمیں آسام کی آزادی کی تاریخ کو داغ داغ کرنا حماقت لگتی ہے۔ مگر تمہیں اور تمہاری ماتا جی کو جس شریفانہ انداز سے باعزت طور پر مسلمان حکمران نے یہاں تک پہنچایا ہے۔ یہ واقع بھی ناقابل فراموش ہے اس کے اس احسان کو فراموش کر دینا بھی ممکن نہیں۔ مسلمان حکمرن نے ہمیں ایک طرح کی اذیت اور کرب میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہم اپنے مہاراجہ اور اپنے کے لاکھوں باشندوں سے بے وفاء کا جرم تو نہیں کر سکتے"

دیپک کمار نے باپ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا! پتا جی! ہمارا مشورہ ہے مسلمان بادشاہ سے جنگ نہیں کر وہ دیوتا ہے اس کی سینا کو شکست دینا بہت مشکل ہے"

راجہ سبھاش چند نے کہا! دیپک بیٹے تم ہمارے بیٹے ہو تم ایک سپاہی اور آسام کے جنگجو راجے کے بیٹے ہو تمہارے پتا کی آسام کے مہاراجہ سے بے وفائی بہت بڑا سانحہ ہوگا...... تم ایک چھوٹے سے واقع کو اپنے من میں اس قدر اہمیت نہ دو۔ جنگوں کے دوران لوگ ایسی کارروائیاں کرتے ہیں تم اس بات کو دشمن کی چال بھی تو سمجھ سکتے ہو...... جس طرح مہاراجہ نے فیروز خان کو مسلمان حکمران سے علیحدہ اور باغی کرنے کی چال چلی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے مسلمان حکمران نے تمہیں اور تمہاری ماتا کو باعزت ہمارے پاس بھیج کر ہمیں مہاراجہ کے خلاف کرنے ک سازش کی ہوگی...... جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے دنیا میں بہت ساری جنگوں کو لوگوں نے تلواروں کی بجائے تدبروں اور سیاسی چالوں کی شعبدہ بازیوں سے جیتا ہے"

دیپک نے اپنے چھوٹے سے معصوم ذہن پر زور ڈالتے ہوئے کہا! پتا جی تم بڑے ہو۔ تمہاری سوچیں بڑی ہیں تمہارے تجربے بڑے ہیں مگر ایک بات ہے پتا جی مسلمانوں کا بادشاہ شعبدہ باز اور سیاسی ذہن کا مالک نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں ایسے حربے کمزور اور کم ہمت لوگ کرتے ہیں۔ وہ نہ کمزور ہے نہ کم ہمت ہے۔ وہ طاقت اور ہمت کا پہاڑ ہے......

اچانک خوابگاہ کا دروازہ چرچرایا اور کملا دیوی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے سر کا آنچل ڈھلکا ہوا تھا۔

راجہ سبھاش نے تکیے کے سہارے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا! کملا رانی لگتا ہے تم بہت تھک گئی ہو...... آرام کرو تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے......

کملا ایک مسند پر نڈھال ہو کر بیٹھ گئی اس کی آنکھوں کی پلکوں پر آنسوؤں کے ستارے جھلملانے لگے اس کے چہرے کی چاندنی پر دکھوں کے بادل چھائے ہوئے تھے"

اس نے بجھے بجھے لہجے میں کہا! نہیں پتی دیوتا ایسی کوئی بات نہیں ہم تھکے ہوئے یا ہارے ہوئے نہیں ہیں۔ وقت کی بے رحم گردشوں نے

ہمیں آتما کی گہرائیوں تک پریشان کر دیا ہے...... راجہ جی ہم ابھی ابھی حالات کی جس دلدل سے نکل کر آئے ہیں اس نے ہمیں بہت دکھی کر دیا ہے۔ہم بہت بڑے بحران سے دوچار ہونے والے ہیں۔تم ہمارے پتی دیوتا ہو۔اس پوتر ناطے کی رو سے تمہاری پوجا ہمارا دھرم ہے۔ہم نہیں جانتے تمہارے من کی آشا کیا ہے۔ہم وہی کریں گے جو تم چاہو گے مگر پتی دیوتا وقت کے ایک جھٹکے نے ہمیں ایک دشوار گزار وادی میں دھکیل دیا ہے۔ہم جیون کے بڑے نازک موڑ پر پہنچ چکے ہیں...... وقت بہت کم ہے۔جتنا وقت ہمارے پاس ہے وہ بھی گھٹتا جا رہا ہے۔ہمیں اس مختصر وقت میں بڑا اہم فیصلہ کرنا ہے۔

راجہ سبھاش نے مسکرا کر کملا دیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! کملا جی ابھی ابھی ہم دیپک کمار سے اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے۔ہمیں اس معاملے کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لینا ہوگا...... دشمن نے اپنی چال سے ہمارے من کے نرم گوشے کو چھیڑا ہے۔وہ اپنی اس معصوم سازش کے تحت ہمارے دل میں اپنے لیے جگہ پیدا کر کے ہمیں بغاوت اور غداری کے جرم کے ارتکاب کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

کملا دیوی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! راجہ جی تم اپنی عزت اپنی آبرو اور اپنی آن کے محافظ کو دشمن کہہ رہے ہو کم از کم تم سے عامیانہ گفتگو کی توقع نہیں تھی...... مسلمان بادشاہ نے تمہاری آبرو اور تمہاری آن کی حفاظت کی ہے۔اس کے برعکس تمہارے مہاراجہ اور اس کی بے غیرت ماتا نے ہماری ہتک کی ہے۔ہمیں رسوا کیا ہے''

کیا ہوا ہے...... تم کہنا کیا چاہتی ہو...... کملا دیوی ہمیں تم سے بڑی محبت ہے مگر یاد رکھو تم ہمیں جذبات کی سولی پر لٹکا کر آسام کا غدار نہیں بنا سکتی۔مسلمان بادشاہ نے تمہیں اور دیپک کو احترام کے ساتھ ہمارے پاس بھیج کر جو احسان کیا ہے۔اس کے بدلے ہم ہاشم کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔احسان کا بدلہ احسان سے دیں گے اور ہمارے خیال میں یہ کم معاوضہ نہیں ہوگا......''

کملا دیوی نے ناگواری سے کہا! ہمارا خیال ہے مسلمان بادشاہ تم سے تمہارے مہاراجہ سے ہاشم کی زندگی کی بھیک نہیں مانگیں گے...... ان کی غیرت نفس کی ایک جھلک نے تم نے دربار میں دیکھ لی ہوگی......''

راجہ سبھاش نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے قدرے غصے سے کہا! تم کہنا کیا چاہتی ہو! ہم تمہاری خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں مگر غدار نہیں بن سکتے۔ہم اپنے ملک اپنے دیش اور اپنی قوم کی آزادی کی رکھشا کے لیے آخری دم تک لڑیں گے اور یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔اس میں نہ کوئی ترمیم ہو سکتی ہے۔نہ تبدیلی لائی جا سکتی ہے......''

کملا دیوی نے ناگوری سے کہا! تم ہمیں دوشی نہیں کہہ سکتے۔جتنے تم قوم پرست ہو اتنے ہم بھی ہیں ہم یہی کہنا چاہتے ہیں کہ تم قوم فروشوں اور قوم پرستوں کے درمیان فرق کو سمجھنے کی کوشش کرو اور ان کے، ہم نوا بن جاؤ جو آسام کی تقدیر پر چھائے ہوئے گھور اندھیروں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔بدبختوں کا ساتھ چھوڑ دو جو آسام کے لاکھوں بے نواؤں کا استحصال کر کے ان کے پاؤں میں غلامی کی وزنی زنجیریں ڈالنا چاہتے ہیں۔مہاراجہ کرشن کمار ظالم ہے اور اپنی گندی اور مکروہ ذہنیت سے پورے آسام کو اپنی ہوس کا قیدی بنانا چاہتا ہے۔یہ لوگوں کی آزادی کا قاتل ہے۔یہ عصمتوں کا لٹیرا ہے...... ہم پرجا کے اس بدترین بدخواہ کمینے دشمن کے ساتھ رہ کر اپنے جیون کو تاریخ کا سیاہ باب نہیں بنا سکتے''

راجہ سجاش نے غصے سے غراتے ہوئے کہا! کملا اس سے آگے کچھ مت کہنا...... ہم اپنے مہاراجہ کے خلاف کچھ بھی سننے کو تیار نہیں...... مہاراجہ کی ذات آسام کی آزادی اور ہم سب کی شناخت علامت ہے''

کملا دیوی نے سر جھکا کر کچھ سوچا اور پھر راجہ کے قدموں میں گرتے ہوئے رو کر کہا! پتی دیوتا...... ہم ایک بڑی انہونی سی بات کہنے کی گستاخی کریں گے اگر تم اس بات پر دل وجان سے قائم رہنا چاہتے ہو تو پھر ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ ہم اس رات کے اندھیرے میں سناٹوں کا ایک حصہ بن کر کہیں دور چلے جائیں گے...... ہمارا یہاں قیام تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہوگا...... ہماری موجودگی تمہارے خلوص اور تمہاری وفاؤں کو مہاراجہ کی نظروں میں مشکوک بنائے رکھے گی...... ہماری وجہ سے مہاراجہ ماتا مہارانی اور سیناپتی تمہاری وفاداری کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں...... ہم تمہارے بھرم کو ضائع ہوتا نہیں دیکھ سکتے...... تمہیں معلوم ہے ہم سچ بولنے کے پرانے عادی ہیں...... ہم سے سچ گوئی کا جرم سرزد ہوتا رہے گا...... اور اس طرح تم قدم قدم ہماری وجہ سے مصیبتوں کی دلدل میں دھنستے جاؤ گے...... ہماری وجہ سے تم کسی مصیبت اور دکھ میں مبتلا ہوئے تو ہماری آتما جنم جنم روتی رہے گی...... تمہیں بھگوان کا واسطہ کچھ عرصے کے لیے ہمیں اپنے سے علیحدہ کردو۔

راجہ سجاش نے خنجر اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کہا! تو کیا...... تم مسلمانوں کے پاس...... جانا...... چاہتی...... ہو...... تمہارا...... یہی ارادہ...... ہے نا!

کملا نے اٹھتے ہوئے کہا! سجاش تم مہاراجہ کرشن کمار اور ماتا مہارانی والا لہجہ اختیار کررہے ہو جو ہمارے لیے ناپسندیدہ لہجہ ہے۔ تم ہماری عزت نفس پر انتہائی گھٹیا اور مجرمانہ حملے کررہے ہو...... بھگوان کی قسم اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا...... ہم جیون ہتیا کرلیں گے۔

راجہ سجاش نے کہا! پھر کہاں جانا چاہتی ہو...... ایک وفا شعار پتنی جب اپنے پتی دیو سے علیحدہ ہوتی ہے تو اس کی علیحدگی کی کوئی معقول وجہ بھی ہونی چاہیے۔

کملا دیوی نے کہا! ہم اپنے پتا کے پاس واپس لوٹ جانا چاہتے ہیں''

مگر تمہارے پتا تو پرلوک سدھار چکے ہیں...... کیا تم مرنا چاہتی ہو؟

''سجاش'' کملا نے ایک بار پھر اس کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا! اپنے من کے کسی نرم گوشے میں ہمیں سمائے رہنے دو۔ ہمیں یوں اپنے قدموں سے جدا نہیں کرو...... ہم تمہاری آبرو ہیں تمہاری آن ہیں۔

راجہ سجاش نے مسکراتے ہوئے کہا! تم اس سے بڑھ کر ہماری جان بھی ہو...... کملا ہوش میں آکر ہوش کی باتیں کرو...... تم چاہتی ہو تاریخ لکھنے والے ہمیں آسام کا غدار اور قوم کا بدترین دشمن لکھیں...... یہ کتنی حماقت کی بات ہے۔ بھگوان جانتا ہے۔ تم نہیں ہوگی تو ہماری آتما لہولہان ہوجائے گی...... ہم جنم جنم تمہیں یاد کرکے رویا کریں گے۔ تمہارے بنا جیون کی ساری خوشیاں دکھوں دردوں اور غموں کے دھوئیں کے بگولوں میں ڈھل جائیں گی...... تمہیں معلوم ہے پریت کی ریت انوکھی اور نرالی ہوتی ہے...... ایسے جیسے آندھی میں دیپ جلایا جائے یا پانی میں آگ لگائی جائے مگر کملا دیش کی مٹی کی محبت کی پریت سارے رشتوں سے اٹوٹ ہوتی ہے تم تو ہمارا دھیرج تھی...... تم ہمارے ارادوں کی مضبوطی تھی...... تم ہماری

جوانمردی کی جان تھی...... اس وقت تم ہمیں سرنگوں کرنا چاہتی ہو...... ہمارے لیے یہ سانحہ موت سے بڑا تکلیف دہ لگتا ہے"

کملا دیوی نے کہا! پتی دیوتا تم ہماری بات کو سمجھنے کوشش کرو...... مہاراجہ اور ماتا مہارانی کو آج شام کے واقعہ نے بدظن کردیا ہے۔ لگتا ہے وہ ہمیں اور دیپک کو یرغمال بنانا چاہتے ہیں اور ہمارا خیال ہے یہ تمہاری غیرت کے لیے بہت بڑا امتحان ہوگا...... تمہیں ایک سخت آزمائش میں مبتلا کیا جانیوالا ہے...... تمہاری وفاؤں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے...... کیا تم برداشت کروگے کہ تمہاری پتنی اور تمہارے بیٹے کو یرغمال بناکر تمہیں دیش کی رکھشا کے لیے میدان جنگ میں دھکیل دیا جائے"

راجہ سبھاش نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے...... ایسا ممکن نہیں ہے...... ہمیں یقین نہیں آرہا...... مہاراجہ کرشن کمار ایسا سوچ بھی نہیں سکتا...... تمہیں کس نے کہا ہے؟

کملا دیوی نے کہا! مہاراجہ اور ماتا مہارانی کے انداز گفتگو سے لگتا تھا وہ یہی کرنے والے ہیں"

راجہ سبھاش نے کملا دیوی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! کملا ایسا نہیں ہوسکتا...... اگر مہاراجہ نے ہماری وفاداری کو اس بھونڈے انداز سے تولنے کی کوشش کی تو تم دیکھوگی مہاراجہ کے حق میں بہت برا ہوگا...... ہم زنجیریں پہننے کے عادی نہیں ہیں...... ہماری طرف زنجیریں بڑھانے والے ہاتھ سلامت نہیں رہیں گے...... ہم ذلت کی زندگی برداشت نہیں کریں گے تم آرام سے سوجاؤ...... فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم پر عزت کی زندگی کے دروازے بند کردیئے گئے تو تم دیکھوگی ہم بہادروں کی طرح موت کو گلے لگالیں گے......"

یہی تو ہم نہیں چاہتے راجہ جی...... ہم تمہیں زندہ دیکھنا چاہتے ہیں...... آنیوالا وقت ہماری وجہ سے تمہارے دروازے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب ہم نہیں ہوں گے تو صورت حال کی یہ سنگینی خود بخود ختم ہوجائے گا"

راجہ سبھاش نے کہا! ہم تمہاری باتوں کو سمجھ نہیں رہے...... تفصیل سے بیان کرو......

دیپک کمار سہمی سہمی نظروں سے اپنے ماتا پتا کی طرف دیکھ رہا تھا اسکی معصوم آنکھوں میں اداس اداس سوالوں کے سائے جھلملا رہے تھے"

کملا دیوی نے راجہ سبھاش کو مہاراجہ اور ماتا مہارانی کے تند و تلخ رویے کی ساری داستان سناتے ہوئے کہا! مہاراجہ اور ماتا مہارانی کو دیپک کے جذباتی رویے سے شک گزر چکا ہے کہ مسلمان بادشاہ سے ساز باز کرکے ہم تمہیں بغاوت کرنے پر آمادہ کرنے آئے ہیں...... اس معصوم کی حرکت ان دونوں کو بے حد ناگوار گزری ہے ان کو یہ بھی شک ہے کہ ہم چندر کانت سے ملے ہوئے ہیں"

راجہ سبھاش نے چھت کو گھورتے ہوئے کہا! اگر مہاراجہ نے ہمارے بیٹے کی معصومیت کو گناہ سمجھ کر ہماری وفاؤں پر خطاؤں کا خط کھینچ دینے کی حماقت کی تو اس کا انجام مہاراجہ کے حق میں اچھا نہیں ہوگا...... ہمارا نام سبھاش ہے...... ہم اپنے ناموس کی حفاظت کرنا اچھی طرح جانتے ہیں...... ہم انتقام کی ایک ایسی ہولناک آگ بھڑکائیں گے جس کے شعلے اس قلعے کی سنگلاخ دیواروں کو موم کی طرح پگھلاکر مسلمانوں کے لیے چاروں طرف سے راہیں ہموار کردیں گے...... تم آرام کرو...... ہمیں یقین ہے ایسا برا وقت کبھی نہیں آئے گا...... ہماری طرف سے دشمنی کا ہاتھ بڑھانے سے پہلے مہاراجہ کو ایک بار نہیں ہزار بار سوچنا پڑے گا"

کملا دیوی نے اپنے پتی دیوتا کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا، راجہ جی! ظالم لوگ بزدل اور جلد باز ہوتے ہیں...... مہاراجہ ظالم ہے۔ بزدل ہے کمینہ ہے اور بے وقوف جلد باز ہے...... وہ خشک پتوں کی کھڑ کھڑاہٹ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر شیو دیوتا مداخلت کے لیے بروقت نہیں آیا ہوتا تو وہ ہمیں واپس نہیں آنے دیتا...... مہاراجہ اور ماتا مہارانی نے ہمیں حراست میں لینے کا انتظام کر لیا تھا...... شیو دیوتا نے مداخلت کر کے وقتی طور پر ہمیں اس مصیبت سے بچایا ہے......

سبھاش چند گہری سوچ میں ڈوب گیا اس کی نظریں سامنے جلتی ہوئی قندیل پر مرکوز ہو چکی تھی اس کی پیشانی پر سلگتی ہوئی سوچوں کی کرچیاں بکھرتی جا رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں مستقبل کے خطرات کے سائے امنڈنے لگے"

اس نے خنجر کی دھار پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا، ایسا نہیں ہو سکتا ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے...... کرشن کمار ایسی حماقت کا مرتکب نہیں ہوگا...... کملا دیوی یہ تمہارا وہم ہو سکتا ہے"

"بھگوان کرے یہ ہمارا وہم ہو"

کملا دیوی نے آہستہ سے کہا تو راجہ نے کہا! موت سے پہلے چتا میں چھلانگ لگانا حماقت ہے"

کملا دیوی نے کہا! ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ کرشن کمار ہے...... جے دھج سنگھ نہیں ہے...... اس شخص میں مردم شناسی اور قدر دانی...... کی خوبی نہیں ہے ایک غیر متمدن غیر مہذب اجڈ اور جاہل انسان عقل وخرد سے بیگانہ ہوتا ہے...... ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے...... ماتا مہارانی اور مہاراجہ دونوں رشتوں کے احترام سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر شراب پی رہے تھے...... سبھاش تم بھی شراب پیتے ہو...... مگر تم نے کبھی ہمارے اور دیپک کے سامنے نہیں پی ہے"

راجہ سبھاش نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا! کملا تم ٹھیک کہتی ہو ہم اخلاقی طور پر پستیوں میں دھنستے جا رہے ہیں۔ بہت ساری خوبیوں کو ہم نے پامال کیا ہوا ہے...... ہمارے برعکس مسلمان اخلاقی سماجی اور معاشرتی طور پر دنیا کی ایک بہترین قوم کے طور پر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہیں...... اسلام بڑی تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے اس کی مقبولیت کی وجہ یہی ہے کہ مسلمان قوم ہندو قوم کے مقابلے میں زیادہ با اخلاق اور عمدہ اقدار کی حامل قوم ہے"

کملا دیوی نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو پتی دیو جی! ہم نے چند دنوں میں مارھی میں ایک عجیب اور ناقابل یقین انقلاب دیکھا ہے...... صدیوں کے پسماندہ لوگ ذہنی طور پر ایک بہت بڑے انقلاب کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ اب اچھوت منہ ڈھانپ کر اور گلے میں گھنٹیاں باندھ کر باہر نہیں نکلتے...... وہ سر اٹھا کر عام لوگوں کی طرح ہر جگہ جاتے ہیں۔ اب وہ کسی کی لگائی ہوئی کسی پابندی کو قبول نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے رویوں نے لوگوں کے اندر ایک نیا نویلا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ذات پات کی اونچ نیچ کا صدیوں پرانا نظام دم توڑ چکا ہے...... بڑے بڑے پروہتوں، پنڈتوں اور برہمنوں کا طلسم ختم ہو چکا ہے۔ صدیوں سے قائم دیومالائی نظام دم توڑ چکا ہے"

راجہ سبھاش نے پوچھا! تو کیا اچھوتوں چھوٹی جاتی کے ہندوؤں اور عام پرجا نے ہندومت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔

"نہیں" کملا دیوی نے کہا، "کسی ایک ہندو نے بھی اسلام قبول نہیں کیا اور نہ ہی مسلمانوں نے کسی کو اپنا دھرم چھوڑنے کے لیے مجبور کیا

ہے......عام لوگ اپنے دھرم پر پہلے کی طرح قائم ہیں......مندروں میں ناقوس اور گھڑیال پہلے سے زیادہ زور و شور اور آزادی سے بجتے ہیں۔ بتوں اور مورتیوں کی پہلے کی طرح پوجا ہوتی ہے۔ کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ مسلمان سردار لوگوں کو زیادہ سے زیادہ عبادت اور پوجا پاٹ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں''

راجہ سبھاش نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! مقام حیرت ہے......بہر صورت ایک زبردست اور خطرناک تبدیلی نمودار ہو چکی ہے......لوگوں کی سوچوں کے دھاروں کے رخ بدل گئے ہیں......جنم جنم سے راج سرتی کی تعلیم کو تبدیل کر دیا گیا ہے......یہ ہمارے لیے تکلیف دہ صورتحال ہے۔ ہمارے لیے یہ خوشی کی بات نہیں ہو سکتی۔

کملا دیوی نے کہا! بظاہر تو یہی لگتا ہے۔ پتی دیوی جی! اگر جب تم وہاں جا کر انکے خوشیوں سے دمکتے ہوئے چہروں کو دیکھو گے تو خود ہی خوشیوں کے اس نئے نویلے انقلاب کا حصہ بن جاؤ گے''

راجہ سبھاش نے ناگواری اور بے زاری سے کہا، کملا تم نادانی کی باتیں کرتی ہو......ہمیں اپنی صدیوں پرانی روایات اور اقدار کی اس طرح پامالی پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ جس کے دائرے مستقبل میں گہرے اور گھمبیر ہوتے جائیں گے......اچھوت ہمارے برابر ہوں گے تو جیون کا دبدبہ ختم ہو جائے گا......خیر چھوڑو ان باتوں کو دیکھا جائے گا......وقت کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا......وقت کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے......کبھی تبدیلیوں کو پسند کرتا ہے کبھی نہیں کرتا......وقت ہماری تمہاری یا مسلمانوں کی آشاؤں کا پابند نہیں۔ ان کے ساتھ ہی دھرتی کی گہرائیوں میں دفن ہو جائے گا......تم آرام کرو رات آدھی سے زیادہ بیت چکی ہے۔ ہو سکتا ہے کل مسلمان قلعے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں......کملا ہم تمہیں وچن دے کر خواب گاہ میں جاتے ہیں......اگر مہاراجہ نے تمہیں یا دیپک کمار کو یرغمال بنا کر ہمیں زنجیروں میں جکڑ کر مسلمانوں سے لڑانے کی حماقت کی ہم اس کی تجویز کردہ پابندیوں کو قبول نہیں کریں گے۔ ہم شاید مہاراجہ اور ماتا مہارانی سے زیادہ آسامی اور قوم پرست انتہاء پسند ہندو ہیں کوئی ہماری عزت نفس کو مجروح نہیں کر سکتا......''

نرملا اور مدھومتی کی ملاقات کے بعد شیو دیوتا مندر پہنچا۔ مندر میں نوتن کی ماتا بڑی بے قراری سے اور بے تابی سے اس کی منتظر تھی۔ آدھی رات کا سماں تھا۔ مندر میں سناٹا طاری تھا۔ پجاری اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں سوئے ہوئے تھے۔ مندر کے برآمدوں اور راہداریوں میں قندیلیں روشن تھیں......شیو دیوتا کے استھان کو پھولوں سے مہکایا گیا تھا اس کی مسند پر گیندے اور چنبیلی کے پھولوں کے گجرے پڑے ہوئے تھے چند بڑے پجاری اور پنڈت کمرے میں موجود تھے۔ کمرے کے فرش پر سفید رنگ کا کبوتر پھر رہا تھا''

شیو دیوتا نے کبوتر کو پکڑ کر اپنی گود میں بیٹھاتے ہوئے ایک پنڈت سے پوچھا۔ پنڈت جی! ماتا رانی کا کیا حال ہے؟

پنڈت نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! ماتا رانی کئی مرتبہ دیوتا کے بارے میں پوچھ چکی ہے وہ بہت پریشان ہے حکم ہو تو اسے درشن کے لیے بلایا جائے''

شیو دیوتا نے کبوتر کو اپنے کندھے پر بیٹھاتے ہوئے کہا! ٹھیک ہے۔ ہماری طرف سے اجازت ہے......''

نوتن کماری کی ماتا ننگے پاؤں شیو دیوتا کے کمرے میں داخل ہوئی اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز تھیں۔اس کے سر کے سیاہ و سفید بال کھلے ہوئے تھے۔اس کے سر کی چادر ڈھلکی ہوئی تھی۔وہ شیو دیوتا کے قدموں پر گر کر زور زور سے رونے لگی۔

شیو دیوتا نے اس کے سر پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! رانی جی! تمہارے دکھوں کا دورانیہ اب ختم ہونے والا ہے......دھیرج سے تھوڑے سے وقت کی ان سخت کامیوں کو برداشت کرو بھگوان نے چاہا تو بہت جلد یہ اندھیرے سیماب پا ہو جائیں گے......تمہارے مقدر کے تاریک افق پر صبح کا ستارہ روشن ہونے والا ہے"

ماتا رانی نے کہا! اب ہمارے جیون کی ہر سحر شب گزیدہ سحر کی طرح ہوگی اب اندھیروں اور اجالوں کے درمیان ہمارے نزدیک کوئی فرق نہیں رہا......ہم برباد ہو چکے ہیں......ہم بے آبرو اور رسوا ہو چکے ہیں......دیوتا مہاراج ہم بہت دکھی ہیں...... تم بہت بڑے دیوتا ہو تمہاری طاقت اور شکتی کو سنسار مانتا ہے تم طاقت کے دیوتا ہو تم چاہو تو اس قلعے کی سنگلاخ اور بلند و بالا دیواروں کو موم کی طرح پگھلا سکتے ہو......تمہیں بھگوان کا واسطہ ہمیں کس طرح یہاں سے نکال دو......اب ہمارے اندر بوجھ اٹھانے کی ہمت نہیں رہی......اگر تم بھی مدد اور رکھشا نہیں کرو گے تو ہم جیون بتیا کر لیں گے......ہمارے دھیرج اور ہمت کے سارے ولولے ایک ایک کر کے دم توڑ چکے ہیں......ہمیں اپنے جیون کی راہوں پر حد نگاہ تک اندھیرے ہی اندھیرے دکھائی دے رہے ہیں......اس قلعے کا سارا ماحول ہمارے لیے اذیت ناک بندی خانہ بن چکا ہے......دیوتا مہاراج تم سے ہمارا کوئی حال پوشیدہ نہیں ہے......تم دیکھ رہے ہو ہماری بیٹی نوتن کماری کو کس بے دردی سے بے آبرو کیا جا رہا ہے......ہم لمحے لمحے کی موت کے عذاب سے دوچار ہیں......ہم دکھوں کی دردناک سولی پر لٹک کر جی رہے ہیں......اور ایسی ذلت انگیز زندگی پر جینے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے......غلطی سے ہم نے درندوں کے جنگل میں قدم رکھ دیا ہے۔ہم سے خطا ہوئی ہے ہم اپنے آپ کو نردوش نہیں کہتے مگر دیوتا مہاراج اس سنسار میں بڑی بڑی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں......ہماری مدد کرو......چارہ سازی کرو"

شیو دیوتا نے نمناک نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا: ماتا رانی ہمیں تمہارے دکھوں کا پورا پورا احساس ہے......ہم تمہارے حال سے غافل نہیں ہیں۔تمہیں معلوم ہے ہر رات کی صبح کا ایک وقت ہوتا ہے آکاش کی قندیلوں کے بجھنے اور جگمگانے کا ایک وقت ہوت ہے۔بھگوان کے سارے کام ایک مربوط ضابطے اور سلیقے کے پابند ہوتے ہیں......تمہارے دکھوں کے خاتمے کا بھی ایک وقت مقرر ہے......ہم دیکھ رہے ہیں بھگوان کی کرپا سے تم بہت جلد ذلت کی اس بدبودار دلدل سے نکلنے والی ہو۔ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ایک خوشگوار گل بدرمان اور روشن مستقبل کی ضامن زندگی تمہاری منتظر ہے۔جس طرح ہر رات کی ایک سحر ہوتی ہے بالکل اسی طرح ہر دکھ کے بعد سکھ ملتا ہے"

ماتا رانی نے کہا! کم از کم ہمیں نوتن بیٹی سے ملنے کا موقع تو دے دیا جائے۔نجانے اس بے کس کے ساتھ کیا کیا بیت رہی ہے"

شیو دیوتا نے کہا! ماتا رانی! نوتن کے دکھ کی بات کر کے تم نے ہمیں دکھی کر دیا ہے......ہم رات کے اس سناٹے کو گواہ بنا کر تم کو وچن دیتے ہیں کہ ہم نوتن کماری کی لٹی ہوئی آبرو کا بڑا بھیانک انتقام لیں گے......تم اس کی عزت و عصمت کے قاتلوں کو اپنی آنکھوں سے ہلاکت کی چتا میں چیخ چیخ کر مرتا دیکھو گی۔انتقام کا وقت بہت قریب ہے۔بھگوان کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ہے......درندوں کی درندگی انتہا پر پہنچ کر مکافات عمل کے

دروازے پر اپنے ہاتھوں سے دستک دے رہی ہے"

پھر شیو دیوتا نے مہا پجاری سے کہا! ما تارانی کو اس کی خوابگاہ تک پہنچا دیا جائے......ہم کچھ دیر تنہا رہنا چاہتے ہیں......

ما تارانی شیو دیوتا کے قدم چھو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور تھکے تھکے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی......اس کے بعد دوسرے پجاری بھی ہاتھ جوڑے پچھلے پاؤں ہٹتے ہوئے کمرے سے نکل گئے......شیو دیوتا نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور پھر کاغذ اور قلم دوات نکال کر لکھنے بیٹھ گیا۔اس نے حاکم بنگال علی قلی خان کے نام خط لکھا"

"آسام کے لاکھوں مظلوموں بے کسوں بے نواؤں اور بے چاروں کے نجات دہندہ......ہم نے اپنی استطاعت کے مطابق ان تمام امور کو بڑی خوش اسلوبی اور کامیابی سے سرانجام دیا ہے۔جن کا اس جہاد میں سرانجام دینا بہت ضروری تھا۔اس وقت آسام کی راجدھانی کے اندر ہمارے دشمنوں کی تعداد بہت کم اور دوستوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔قلعے کا ایک ہی دروازہ ہے جس کے اردگرد ہمارے آدمی تعینات ہیں۔قلعے کی اُس عمارت پر پڑے پر اسرار لوگوں کا قبضہ ہے جس کے اندر وہ سرنگ نکلتی ہے جس کے ذریعے حاکم کی فوج کا ایک بہت بڑا حصہ قلعہ میں با آسانی داخل ہو سکتا ہے۔وقت پر ہم سرنگ کھول دیں گے۔سرنگ کی طرف سے سید حیدر امام کو حملہ کرنے کی اجازت دی گئی تو نتائج بہت عمدہ برآمد ہوں گے ہم نے بھدریک کے مندر کی سرنگ سے اس شیر کی یلغار کا ناقابل فراموش تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔پردھان منتری نیلم کمار بہادر اور سچا نوجوان ہے ہمیں اس کے کارناموں پر بڑا ناز ہے۔وہ بڑا نیک بہادر اور سچا نوجوان ہے ہمیں اس کے کارناموں اور ذہانتوں پر بڑا ناز ہے۔وہ ہمارا بہت بڑا معاون اور مددگار ہے......اس کے علاوہ مہاراجہ کی محافظ فوج کا سردار ساجن بھی ہمارا ساتھی ہے......ہم تنہا نہیں ہیں ایک انجمن ہے......ہمارے رازداروں کا وسیع تر حلقہ ہے......قدم قدم پر خدائے بزرگ و برتر کی مہربانیاں شریک حال ہیں......شاید بادشاہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آسام کی راجدھانی کے اس قلعے کا صرف ایک ہی دروازہ ہے اور اس وقت اس دروازے کے سارے محافظ ہمارے ساتھ ہیں اشارہ ملتے ہی وہ مجاہدوں کی یلغاروں کے لیے دروازے کے پٹ کھول دیں گے علاوہ ازیں قلعے کے محلات کے اس حصے پر ہمارے پر اسرار ساتھی قابض ہیں۔جس کے اندر وہ سرنگ موجود ہے......ضرورت کے وقت سرنگ کے راستے سید حیدر امام کو حملہ آور ہونے کا حکم عطا فرمانا۔ہم نے بھدریک کے مندر کی سرنگ سے اس شیر کو نکلتے دیکھا تھا وہ منظر ابھی تک ہماری نظروں کے سامنے سے ہٹا نہیں ہے۔ہم ایک بار پھر اس شیر کی ترک تازیوں کے نظارے دیکھنے کے آرزومند ہیں۔راجہ سبھاش کی بیوی اور بیٹے کو قلعے میں بھیج کر حضور بادشاہ نے نہ صرف اسلامی روایت کے پرچم کو سربلند کیا ہے بلکہ ایک بہت بڑا سیاسی فائدہ بھی حاصل کر لیا ہے......مہاراجہ اور سبھاش چند کے درمیان سوچوں اور اختلاف کی ایک وسیع خلیج حائل ہونے والی ہے......راجہ سبھاش مہاراجہ کرشن کمار کا انتہائی وفادار اور قابل اعتماد ساتھی تھا......اگر بادشاہ حضور کو ہماری ناقص رائے سے اتفاق ہو تو فیصلہ کن حملے میں مزید تاخیر کی جائے ہم اپنے اثر و رسوخ کے دائرے اور زیادہ پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں اس طرح خونریزی کم سے کم ہو گی......بادشاہ علی قلی خان کا ادنیٰ سپاہی......"

شیو دیوتا نے اپنے لکھے ہوئے خط کی عبارت کو دوبارہ پڑھا اور اسے تعویز کی طرح تہہ دار تہہ لپیٹ کر ایک باریک دھاگے میں باندھ کر کبوتر کے گلے میں ڈال کر صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا......وہ بستر پر دراز ہو کر وقت کی موجوں پر بہتا ہوا بہت دور نکل گیا......اپنی زندگی کے شب و

روز کی تسبیح کے دانوں کو شمار کرتے کرتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ جب صبح کے وقت مندر کے ناقوس بجنے لگے تو اس نے مندر کی چھت پر جا کر کبوتر کو چھوڑ دیا۔ سدھائے ہوئے پیغام رساں کبوتر نے مندر کے اوپر ایک دائرے کی شکل میں چکر لگایا اور پھر تیزی سے ایک طرف کو اڑتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ شیو دیوتا کی آنکھیں امنگوں اور امیدوں کی روشنیوں سے چمک اٹھیں وہ اعتماد سے قدم اٹھاتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے آ گیا...... مندر کے پجاری...... پنڈت...... پروہت اور داسیاں بیدار ہو کر اشنان اور پوجا پاٹ کی تیاریوں میں منہمک تھے...... پجاری ادھر ادھر گھومتے پھرتے بڑے پراسرار لگتے تھے...... بہت ساری سندر داسیاں مندر کے باغیچے میں پھول چنتی پھرتی تھی...... کچھ پھولوں کو گجروں کی شکل میں پرونے میں مشغول تھیں...... شیو دیوتا مندر کی چھت سے اتر کر نیچے گیا...... آج اس نے پیلے رنگ کی پوشاک پہنی ہوئی تھی...... اس کی یہ پوشاک بہت جچ رہی تھی...... اس کے گھنگھریالے سیاہ بالوں کے کاکل اس کی پیشانی اور رخساروں پر ناگوں کی طرح لہراتے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہے تھے...... اس کے ماتھے پر تلک چمک رہا تھا...... خوشبوؤں میں بسا ہوا اس کا بھرا بھرا خوبصورت بدن بڑا دلکش تھا...... صبح ہوتے ہوتے شیو دیوتا کے استھان میں لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا...... شہنائیوں کی مدھر سروں میں جادو تھا...... پجاری پنڈت اور پروہت مذہبی اشوک گاتے پھرتے تھے...... سورج کی سنہری اور بنفشی شعائیں مندر کے مخروطی کلس کو چمکا رہی تھی...... راجہ سبھاش چند کملا دیوی، دیپک کمار کو لے کر مندر آئے تھے...... کملا دیوی کے ہاتھوں پر چاندی کا تھال تھا جس میں جلتی ہوئی خوشبودار موم بتیوں کے علاوہ چنبیلی کے پھولوں کے گجرے تھے۔ تینوں نے شیو دیوتا کے قدم چھوئے اور سر جھکا کر ہاتھ جوڑے اس کے چرنوں میں بیٹھ گئے"

شیو دیوتا نے دیپک کمار کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! تمہارا نام دیپک کمار ہے نا"

دیپک کمار نے عقیدت سے شیو دوتا کا ہاتھ چومتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! تم ہمیں بہت پیارے لگتے ہو...... تم ایک بہادر سپاہی کے بہادر بیٹے ہو کل شام تم نے بھرے دربار میں ناگ دیوتا کی حمایت میں آواز بلند کر کے ہمارے من میں اپنا مقام پیدا کر لیا ہے...... ہماری محبت ہماری شکتی اور ہماری ساری طاقت تمہارے لیے ہے...... تم بھگوان اور اس کے اوتاروں کے سچے پجاری ہو......"

کملا دیوی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے رو کر کہا! دیوتا مہاراج ہمارے لیے کچھ کیجئے ہماری رکھشا کیجئے ہم بڑی گھمبیرتا میں مبتلا ہیں۔ دیپک نے ہاشم کو بھائی کہہ کر ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے مہاراجہ ہم سے بدظن ہو گیا ہے۔ ہمیں شک کی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے"

راجہ سبھاش نے کہا! دیوتا مہاراج ہم بہت دکھی اور پریشان ہو گئے ہیں لگتا ہے کوئی بہت بڑی تباہی ہمارے دروازے کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ مہاراجہ نے ہماری وفاؤں کی برسوں پرانی تاریخ پر خطاؤں کا خط کھینچ کر سب کچھ ملیامیٹ کر دیا ہے...... اندر ہی اندر ہمارے خلاف کوئی بہت بڑا بھیانک فیصلہ کیا جانے والا ہے ہم کرپا کی بھیک مانگنے آئے ہیں"

شیو دیوتا نے دیپک کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے بڑے پراسرار اور دیومالائی انداز سے کہنا شروع کیا۔

"سبھاش جی فکر مندی کی کوئی بات نہیں۔ تمہارے بدخواہ اور دشمن تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے...... بھگوان کی کرپا تمہارے سروں پر سایہ

لگن رہے گی.....تم ہر قسم کی مصیبتوں سے محفوظ رہو گے..... اس کے لیے تمہیں چند آزمائشوں اور امتحانوں کی کٹھن اور سنگلاخ وادیوں میں چلنا پڑے گا..... بھگوان اپنے پجاریوں کو آزماتا ہے کھرے کھوٹے کو الگ الگ کیا جاتا ہے..... تم آزمائش کی کٹھالی سے کندن بن کر نکلو گے دھیرج سے جیون کی اس راہ پر چلنا..... کٹھنائیوں کی ان گھمبیر گھڑیوں کا دور بہت مختصر ہو گا..... عفریت کی زندگی کا سلسلہ ختم ہونے والا ہے.....

پجاریوں اور دیوداسیوں نے شیو دیوتا کے کمرے کو پھولوں اور عقیدتوں سے مہکا دیا تھا..... شیو دیوتا ہنس ہنس کر پجاریوں سے مل رہا تھا"

دیپک کمار نے شیو دیوتا کے قدم چومتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج مسلمانوں کے بادشاہ نے ہمیں بڑی محبت سے اپنا بیٹا کہا تھا۔ فیروز خان بھی ہمارے پتا جیسے تھے۔ ہمیں وہ بہت پیارے لگتے ہیں..... ناگ دیوتا جو پتا جی فیروز خان کا بڑا بیٹا بھی ہے ہمارا بھائی لگتا ہے ہم اسے نہیں مرنے دیں گے اس کی جگہ ہم مرنے کو تیار ہیں..... بھگوان کے لیے ہمارے بھائی کو بچا لیجیے"

راجہ سبھاش نے دیپک کمار کی طرف دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا! دیپک تم بالک ہو..... تم کچھ بھی نہیں سمجھتے ہو تم اپنی نادانیوں سے ہمیں پریشان کر رہے ہو۔

شیو دیوتا نے راجہ سبھاش کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا! راجہ جی بچوں کا من بھگوان کا مندر ہوتا ہے..... تم دیپک کمار کو ناخوش کرو گے تو بھگوان تم سے ناراض ہوگا..... ہم نے کہہ دیا ہے نا تم بے فکر ہو جاؤ"

پھر اس نے دیپک کا ماتھا چوم کر کہا! دیپک کمار جی! تم فکر مت کرو ہاشم ناگ دیوتا ہے..... اسے کچھ نہیں ہو گا۔ مہاراجہ چاہنے کے باوجود اسے قتل نہیں کر سکے گا..... اب تم جاؤ پھر ملیں گے.....

راجہ سبھاش کملا دیوی اور دیپک کمار چلے گئے ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ماتا مہارانی شاہانہ کروفر کے ساتھ شیو دیوتا کے درشن کے لیے آئی۔ اس نے سونے کے بڑے سے تھال میں گیندے اور چنبیلی کے پھول اور گجرے رکھے ہوئے تھے۔ ماتا مہارانی نے سونے کے تھال کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ ماتا مہارانی نے بڑا قیمتی اور بھڑکیلا لباس پہنا ہوا تھا اس کا بدن مہکا ہوا تھا اس کی مدھ بھری آنکھوں میں عقیدتوں کے علاوہ جنسی خواہشوں کی چمک بھی تھی"۔

اس نے شیو دیوتا کے قدموں پر اپنی عقیدت مندیوں کے پھول نچھاور کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! ہم اپنے سندر پیارے اور من موہنے دیوتا کے پاؤں چومنے کی آشا لے کر آئے ہیں"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! تم پاروتی ہو..... تم کو آ گیا مانگنے کی ضرورت نہیں ہے"

ماتا مہارانی نے اس کے قدموں کو بار بار چومتے ہوئے کہا! ان قدموں کے لمس میں جیون کے رنگوں اور امنگوں کے ان گنت سنسار پوشیدہ ہیں..... لگتا ہے ان قدموں میں جیون کے رنگوں کے ساگر موجیں مار رہے ہیں..... ہمیں اپنے سے جدا نہیں کیا کرو مہاراج..... ہم پریم کی سولی پر لٹکے لٹکے تھک گئے ہیں....."

کچھ دیر بعد مہارانی رخصت ہو گئی..... دن چڑھے تک شیو دیوتا مندر میں رہا پجاریوں اور دیوداسیوں کا ہجوم عقیدتوں کے پھول برساتا

رہا۔ جواب میں شیو دیوتا بھی اپنے چاہنے اور پوجنے والوں میں اپنی محبتوں کے خلوص کا تبسم بانٹتا رہا۔ مندر کے اندر قوم قدم رنگوں کے میلے لگے ہوئے تھے“......ماتا مہارانی کے چلے جانے کے بعد نوتن کی ماں ماتا رانی پھر آ گئی

اُس نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ایک بار ایک لمحے کے لیے ہمیں نوتن بیٹی سے ملوا دو مہاراج ہمارے نین ترس گئے ہیں۔ ایک ایک پل ایک ایک برس کی طرح بھاری اور بوجھل لگتا ہے“

شیو دیوتا نے ماتا رانی کے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا! ماتا رانی دھیرج سے کام لو......ہم بذات کو دجا کر نوتن کماری جی کو لے کر آتے ہیں...... جب ہم لوٹ کر مندر آئیں گے تو نوتن جی کو اپنے ساتھ لائیں گے ہم نے کہا نا مشکل وقت اپنے حلقوں کی زنجیروں اور کڑیوں کی سمیٹتا ہوا بڑی تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ رات اندھیروں کو سمیٹتی ہوئی افق کے اس پار کہیں روپوش ہونے والی ہے......روشنیاں بڑی تیزی سے بڑھتی آ رہی ہیں......روشنیوں اور اجالوں کے سفر جاری ہیں۔ کرنوں کے سوداگروں کے قدموں کی چاپوں کا ترنم فضاؤں میں بکھرتا جا رہا ہے۔ تم فکر نہیں کرو......ہم تمہارے ساتھ ہیں......بھگوان تمہارے ساتھ ہے......وقت تمہارے ساتھ ہے“

ماتا رانی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! دیوتا تمہارے سہارے جی رہے ہیں۔ دکھوں دردوں اور مصیبتوں کے اس تپتے ہوئے صحراء میں اگر تمہارا سہارا نہیں ہوتا تو ہم وقت کی چتا میں کب کے جل کر کوئلہ ہو چکے ہوتے......ہم تمہارے بے حد ممنون ہیں......تمہاری مہربانیوں سے ہماری چتا کے پھول اڑنے سے بچے ہوئے ہیں“

شیو دیوتا نے ماتا رانی کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا! ماتا رانی جی! گھوما پھرا کرو......مثبت انداز سے جیون کے بارے میں سوچا کرو......رونے پیٹنے سے مصیبتوں کے پہاڑ نہیں ٹلا کرتے......تم منگل سنگھ کی پتنی ہو......تم آسام کے بہادر سردار کی پتنی ہو......تمہیں حوصلے ہمت اور بڑے دھیرج سے ان آندھیوں کا مقابلہ کرنا چاہیے جو تمہارے جیون کے چمن کو سپرد خزاں کرنے پر تلی ہوئی ہیں......“

اگر ظلم کا مقابلہ نہیں کیا جائے گا تو ظلم کے حوصلے بلند ہوتے جائیں گے۔ آکاش کے ستارے جھلملانا چھوڑ دیں تو اندھیرے بھیانک شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا گھٹاؤں کی اوٹ کے پیچھے بھی ستاروں کے روشن دل دھڑکتے رہتے ہیں......ماتا رانی ایک حوصلے کے ساتھ اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی“

شیو دیوتا نے ایک داسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! یہ بہت دکھی ہے اس کا من بہلایا کرو بھگوان بہت خوش ہوگا“

داسی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! داسی تو پہلے ہی رانی کا خیال رکھتی ہے۔

”بہت خوب“ شیو دیوتا نے داسی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! یہ بہت اچھی بات ہے کسی غمزدہ روگی کے روگ بانٹنا بہت بڑی عبادت اور نیکی ہے......

شیو دیوتا کمرے سے نکلنے لگا تو داسیوں پجاریوں اور پروہتوں نے اس پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں......شیو دیوتا لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا مندر سے نکل کر قلعے کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگا۔ جدھر آسامی فوج کے پڑاؤ تھے۔ گھن شام ٹھاکر نیلم کمار پر تھوری چھمن اور کئی دوسرے بڑے

بڑے فوجی سردار ایک جگہ جمع تھے۔ جنگ کے بارے میں غور کیا جا رہا تھا۔ شیو دیوتا کو دیکھ کر سارے لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے"

شیو دیوتا نے ایک وقار سے مسند پر بیٹھتے ہوئے پوچھا! راجہ سبھاش چند کہاں ہے؟

گھن شام نے کہا! اسے طلب کیا گیا ہے آ رہا ہوگا...... ویسے لگتا ہے راجہ کی طبیعت کچھ زیادہ علیل اور ناساز ہے"

اسی وقت ساجن نے آ کر کہا! سیناپتی جی مہاراجہ نے تمام سرداروں کو طلب کیا ہے"

پھر ساجن نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا! راجہ سبھاش جی کہاں ہیں انہیں خصوصی طور پر بلایا گیا ہے......

اسی لمحے راجہ سبھاش کمرے میں داخل ہوا اس کے چہرے پر ابھی تک سوچوں کے جال بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے دوسرے فوجی سرداروں کی طرح فوجی لباس پہنا ہوا تھا۔ تلوار اس کے بائیں جانب لٹک رہی تھی کمر پر ترکش اور کندھے پر کمان تھی"

گھن شام نے اٹھتے ہوئے کہا! مہاراجہ نے طلب کیا ہے...... ہمیں چلنا چاہیے......"

"شیو دیوتا مہاراج نہیں آؤ گے"

شیو دیوتا نے کہا! ہم بھی پہنچ جائیں گے اس وقت ہم کہیں اور جانا چاہ رہے ہیں...... سب جاؤ...... ہم پہنچ جائیں گے......"

آسامی سینا کے تمام بڑے بڑے سردار گھن شام ٹھاکر کی سربراہی میں مہاراجہ کرشن کمار کے محل میں داخل ہوئے...... صبح کا پہلا پہر بیتا جا رہا تھا...... مطلع صاف تھا...... دھوپ چمک رہی تھی...... ہواؤں کے جھونکے جھومتے پھرتے تھے...... مہاراجہ سنہری مسند پر تنا کر بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے تخت پر تلوار پڑی ہوئی تھی"

جب گھن شام ٹھاکر اور دوسرے فوجی سردار مہاراجہ کے سامنے پہنچے تو اس نے کہا! سیناپتی جی! آج کی رات ہم چاہتے ہیں دشمن پر شب خون مارا جائے...... اس طرح نا صرف دشمن کی پریشانیوں میں اضافہ ہوگا بلکہ ہماری سینا میں گہما گہمی پیدا ہوگی۔

گھن شام نے کہا! مہاراجہ نے بہت بہتر سوچا ہے...... سینا حرکت میں رہے تو اچھا ہوتا ہے"

پھر مہاراجہ نے راجہ سبھاش چند کی طرف تیز گہری اور ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر پوچھا! راجہ جی! تمہارا کیا خیال ہے...... تم چپ چپ کیوں ہو تمہارے زخم تو ٹھیک ہیں نا!

راجہ سبھاش چند نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا! مہاراجہ کی کرپا سے ہم بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں معمولی زخم رہ گئے ہیں وہ بھی ٹھیک ہو جائیں گے ہم نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہم خاندانی جنگجو ہیں۔ زخموں کی پرواہ نہیں کیا کرتے وقت پر مہاراجہ ہمیں اگلی صفوں میں پائیں گے۔

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! ہمیں یقین ہے ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔ آج رات کو شب خون مارنے والی سینا کی قیادت تمہیں کرنی ہوگی......"

ایک لمحے کے لیے راجہ سبھاش کے سامنے زمین و آسمان گھوم گئے۔ اس کے چہرے پر کئی رنگ آئے اور کئی تیزی سے گزر گئے۔ مہاراجہ کی خوفناک نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ مہاراجہ کا دایاں ہاتھ تخت پر پڑی ہوئی تلوار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

راجہ سجاش نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ مہاراجہ نے ہمیں اس خدمت کے قابل سمجھا ہے ہم تیار ہیں۔

"بہت خوب" مہاراجہ نے کہا! ابھی سے تیاری کرو اپنے ساتھ چار پانچ ہزار تجربہ کار اور جیالے سینکوں کو تیار کرو...... تم جا سکتے ہو آگلی منصوبہ بندی تم خود وضع کرو گے۔ ہمارے خیال میں تم سب سے زیادہ تجربہ کار ہو...... تمہارا بیٹا بڑا دلچسپ اور پیارا ہے۔ کیا نام ہے اس کا؟

راجہ سجاش نے کہا! اس کا نام دیپک کمار ہے"

مہاراجہ نے کہا! دیپک کمار بہت پیارا نام ہے۔...... اس کو ہمارے درشن کے لیے آنا چاہیے تھا۔

راجہ سجاش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شب خون کی کارروائی سے واپس آ کر ہم اپنے ساتھ مہاراجہ کی خدمت میں حاضری کے لیے لے آئیں گے۔

مہاراجہ نے لاپرواہی سے کہا! کوئی بات نہیں ہم نے ویسے ہی پوچھا ہے اس کے ننھے سے ذہن میں دشمن نے زہر بھرا ہوا ہے...... اس کی اصلاح ضروری ہے"

راجہ سجاش مہاراجہ کے زہرناک ارادوں کی زہر کو اپنی رگوں میں سرایت کرتے ہوئے محسوس کر رہا تھا اس نے کہا! مہاراجہ شما کر دیجئے۔ دیپک بالک ہے نادان ہے ناسمجھ ہے۔ اس سے نادانی میں خطا ہوئی ہے۔

مہاراجہ نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم فکر نہیں کرو سجاش ہم نے تمہارے فائدے کی بات کی ہے ورنہ تمہارا دیپک ہمارا کیا نقصان کر سکتا ہے...... چھتا کی ضرورت نہیں ہے تم جانتے ہو جب تک فیصلہ کن جنگ نہیں ہوتی تب تک شب خون مارنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا...... ہم شب خون مارنے والی سینا کی تیاری دیکھنے آئیں گے...... اب تم جا سکتے ہو سینکوں کا انتخاب تمہاری اپنی صوابدید پر منحصر ہوگا...... راجہ سجاش چند مہاراجہ کے قدم چھو کر باہر نکل آیا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے پڑاؤ کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ راستے میں شیو دیوتا مل گیا"

اس نے پوچھا! راجہ جی! کہاں جا رہے ہو۔ مہاراجہ کے تیور کیسے ہیں اس نے تم پر کونسا تیر چلایا ہے؟

راجہ سجاش نے مسکراتے ہوئے کہا! نہیں اب مہاراجہ کے تیور ٹھیک ہیں۔ ہمیں شب خون مارنے کا حکم دیا ہے۔

شیو دیوتا نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! اچھا! مہاراجہ اوچھے ہتھیار استعمال کرنے میں بڑی خصوصی مہارت رکھتا ہے۔ ہمیں اس سے ایسی ہی گھٹیا حرکت کی توقع تھی۔

راجہ سجاش نے کہا...... کیا مطلب! ہم کچھ سمجھے نہیں؟

شیو دیوتا نے کہا! کچھ نہیں کچھ نہیں...... تم جاؤ اگر تم لڑنے کے قابل ہو۔ تو جاؤ...... تم تو زخمی تھے...... کم از کم مہاراجہ کو تمہارے زخموں کا خیال رکھنا چاہیے تھا......"

راجہ سجاش کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ وہ ایک متعصب اور بنیاد پرست ہندو تھا۔ کم نگاہی کے اندھیرے اس کی روح کی اتھاہ گہرائیوں تک اترے ہوئے تھے۔ اس فطری بے بصیرتی کی وجہ سے وہ مہاراجہ کرشن کمار کے بچھائے ہوئے مکروہ فریب کے جال میں بڑی آسانی سے پھنس

گیا تھا۔ وہ مہاراجہ کے بھیانک عزائم سے بے خبر تھا۔ وہ محنت سے شب وخون کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس نے اپنی فوج میں دس ہزار کے لگ بھگ تجربہ کار اور شب خون کے ماہر نوجوانوں کا انتخاب کر لیا تھا۔

اس نے چیدہ چیدہ جوانوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے خطاب کرتے ہوئے کہا!

''آسام کے بہادرو تمہیں معلوم ہے اس وقت دیوتاوؤں اوتاروں کی پوتر دھرتی دشمن کے ناپاک قدموں تلے اشک بار ہے۔ راجدھانی کے چاروں طرف دشمن پھیلا ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ قلعہ ہر لحاظ سے ناقابل تسخیر ہے ہمارے جواں سال مہاراجہ کے حوصلے بلند ہیں۔ دشمن ان پربتوں کی ہلاکت خیز وادیوں اور گھاٹیوں کو عبور کر کے قلعے کی بلند وبالا فصیلوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ ان سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیوں میں لہولہان ہو کر فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔ اس کے باوجود ہمارے مہاراجہ کی یہ آشا ہے کہ ہم کبھی کبھی دشمن کو اپنی تلواروں کی بجلیوں کے کرتب بھی دکھا دیا کریں...... اس مقصد کے لیے مہاراجہ نے سارے سرداروں میں سے ہمارا انتخاب کیا ہے یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ آسام کی تاریخ میں ہمارا نام خون کی روشنائی سے لکھا جائے گا...... ہم نے اپنی سینا میں سے تمہیں چنا ہے۔ ہماری نظروں میں تم آسام کے آکاش کے روشن ستارے ہو...... تمہاری جگمگاہٹ تاریخ کے اوراق کو تابندہ کرے گی...... سپاہی نہ بننا کوئی جرم نہیں ہوتا مگر سپاہی بن کر سپاہیانہ لباس پہن کر اور اسلحہ اٹھا کر میدان جنگ میں قدم رکھ کر میدان سے بھاگنا ناقابل معافی جرم ہوتا ہے...... ہم چاہتے ہیں رات کے اندھیرے میں دشمن کے سپاہیوں کے خون کی ندیاں بہادی جائیں......

سپاہیوں نے جوش سے نعرے لگانے شروع کر دیے...... راجہ سبھاش کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔

اس نے کہا! ''ہمیں تم سے اسی قسم کے جوش وجذبے کی توقع تھی...... آج رات مسلمان سینکڑوں کی موت کی رات ہوگی...... ہم رات ہوتے ہی پہنچ جائیں گے۔ تم اس وقت تک اپنی تیاریاں مکمل کر لو......''

یہاں سے خوشی خوشی وہ اپنے محل میں پہنچا۔ کملا دیوی نے اس سے مہاراجہ کے عزائم کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑے فخر سے تلوار کو لہراتے ہوئے کہا!

کملا دیوی جی! اس وقت اس قلعے میں تمہارے پتی دیوتا سے بڑا سورما اور بہادر اور کوئی نہیں جس پر مہاراجہ کو بھروسہ ہو...... مہاراجہ کو ہماری قدر وقیمت کا بخوبی علم ہے...... وہ کسی بھی قیمت پر ہمیں ناراض نہیں کر سکتا...... اسے معلوم ہے مشکل میں ہم سے بہتر ساتھی کوئی نہیں ہے...... تمہارے خدشے غلط اور بے بنیاد ہیں...... مہاراجہ نے ہمیں ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپی ہے ہمیں آسام کی تاریخ میں اپنا نام روشن کرنے کا سنہری موقع دیا ہے۔

کملا دیوی حیرت سے راجہ سبھاش کی طرف دیکھ رہی تھی اس نے کہا! کیا پتی دیوتا ہمیں اپنی ذمہ داری سے آگاہ نہیں کریں گے''

راجہ سبھاش نے مسند پر پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہوئے کہا! مہاراجہ نے ہمیں آج رات دشمن کے مورچوں پر شب خون مارنے کا حکم دیا ہے...... ہمارے لیے دعائیں کرنا۔

کملا دیوی نے چلاتے ہوئے کہا! راجہ جی! ہم تمہیں سادہ کہیں یا بے وقوف کہیں...... ظالم مہاراجہ نے بڑی آسانی سے اپنے ناپاک منصوبے کو کامیاب بنالیا ہے...... بھگوان کی کرپا سے تم کامیابی سے ہمکنار ہو کر واپس لوٹو گے تو ہمیں اور دیپک کمار کو یہاں نہیں پاؤ گے"

کیا مطلب؟ راجہ سبھاش نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! تم مسلمانوں پر ہمارے حملے کو پسند نہیں کرتی ہو؟

کملا دیوی نے کہا! یہ بات نہیں...... تمہارے جاتے ہی ہمیں کس بندی خانے کی تاریک کوٹھڑی میں آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جائے گا"

راجہ سبھاش چند نے اٹھتے ہوئے کہا! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مہاراجہ کو ہماری طاقت کا علم ہے"

کملا دیوی نے روتے ہوئے کہا! سبھاش بہتر ہے تم ہمیں ساتھ لے چلو...... ورنہ جیون بھر پچھتاؤ گے...... مہاراجہ کے ظلم اور مکروہ فریب کے سلسلے بڑے گھناؤنے ہیں تم سادگی سے شکار ہو چکے ہو"

راجہ سبھاش کی پیشانی پر سوچوں کی لکیریں گہری ہوتی جارہی تھی اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! رانی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم ٹھیک کہتی ہو...... ہم بہت سادہ اور کم فہم ہیں...... اب تم ہی بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

رانی نے روتے ہوئے کہا! اب شاید کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہم سب کو اپنی قسمت کی کشتی موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خاموش ہو جانا چاہیے۔

راجہ سبھاش نے کہا! ہم اس وقت شیو دیوتا سے رابطہ قائم کریں گے امید ہے وہ اس مشکل وقت میں ہمارے لیے نجات کی کوئی راہ تلاش کرلیں گے۔

نہیں کملا نے کہا! اب کوئی کچھ نہیں کر سکتا...... تم اپنے وچن سے نہیں پھر سکتے...... ممکن ہو تو ہمیں اپنے ساتھ لے جاؤ...... ہم دیپک کو لے کر واپس ماڑھی چلے جائیں گے...... وہاں ہماری آن ہماری شان اور ہماری جان محفوظ ہوگی"

راجہ سبھاش چند نے ایک طویل خاموشی کے بعد کہا! بظاہر تو ہمیں مہاراجہ کی نیت خراب نہیں لگتی لیکن اگر اس نے ہمارے بارے میں غلط سوچا تو پھر ہم بھی اس کے خلاف سوچ سمجھ کو کوئی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے...... بہر حال شام تک ہمیں پرسکون رہنا ہوگا...... ہم اپنے دوستوں سے مہاراجہ کی نیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں...... پھر سوچتے ہیں ہمیں کیا کرنا ہے...... کملا رانی ہم ایک بات بڑے وثوق سے کہیں گے اگر مہاراجہ کرشن کمار نے ہماری وفاؤں کے بدلے میں ہماری جھولی میں انگارے ڈالے تو ہم بھی اس کی راہوں پر کانٹے پھیلانے پر مجبور ہو جائیں گے...... سردست ہم خاموش رہنا ہی بہتر سمجھتے ہیں...... شام تک صورتحال واضح ہو جائے گی۔ ہمیں امید ہے مہاراجہ ہماری دشمنی مول لینے کی حماقت نہیں کرے گا۔ موجودہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر اسے دوستوں کی تعداد میں کمی نہیں کرنی چاہیے"

کملا دیوی نے کہا! یہ تمہاری سوچ ہے...... ہمارا خیال ہے مہاراجہ کے وچار کچھ اور ہیں...... ہر ظالم اور غاصب کی طرح مہاراجہ کرشن کمار بھی شکی مزاج اپرادھی اور بے رحم راکھشش ہے۔

راجہ سبھاش چند نے زرہ پہنتے ہوئے کہا! ہم پرتھوی سے مشورہ کرنے جا رہے ہیں"

کملا دیوی نے اس کی زرہ کے تسمے باندھتے ہوئے کہا! ہمارا خیال ہے شیو دیوتا کے سوا تم کسی سے کوئی بات نہیں کرو تو اچھا ہوگا۔ پتی دیوتا تم جانتے ہو اندھیرے میں اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے...... ہم نے اس دلدل سے نکلنے کے لیے جو بھی قدم اٹھانا ہے بڑی رازداری سے سوچ سمجھ کر اٹھانا ہے"

دیپک کمار نے اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بڑے دکھی لہجے میں کہا! ماتا جی! لگتا ہے ہماری وجہ سے پتا مہاراج کی پریشانی بڑھی ہے۔ اگر ہم نہیں آتے تو اچھا ہوتا"

راجہ سبھاش نے بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو بیٹا کچھ بھی نہیں ہوا بلاوجہ کا ایک خوف ہمارے دلوں میں سما گیا ہے...... ہم کتنی دیر تک مہاراجہ کے پاس رہے ہیں ہمیں تو اس کے رویوں میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی...... تمہیں گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں جب تک ہم زندہ ہیں۔ تمہیں وقت کی گرم ہواؤں کے جھونکوں سے متاثر نہیں ہونے دیں گے......"

دیپک کمار نے اپنی چھوٹی سی ذرہ اٹھاتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہمیں زرہ پہناؤ ہم اپنے پتا مہاراج کے قدموں سے قدم ملا کر حالات کا مقابلہ کریں گے......"

راجہ سبھاش نے اپنے بیٹے کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! ہمیں تم پر فخر ہے دیپک......"

راجہ سبھاش جب اپنے محل سے باہر نکلا تو سورج ڈھل چکا تھا۔ جوں جوں سورج مغرب کی طرف ڈھلتا جا رہا تھا اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا اس کو اس وقت شیو دیوتا کی تلاش تھی وہ جب قلعے کے دروازے کی طرف روانہ ہوا تو اسے دور سے شیو دیوتا آتا ہوا دکھائی دیا وہ مندر کے پجاریوں اور پنڈتوں کے جھرمٹ میں مندر کی طرف آ رہا تھا......"

راجہ سبھاش نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے سامنے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! ہمیں دیوتا مہاراج کی تلاش تھی ہم دیر سے دیوتا کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں......"

شیو دیوتا نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا! تم تھوڑی دیر بعد مندر آ جانا ہم تمہیں ملاقات کا موقع دیں گے اس وقت تم اپنے لشکر کے پڑاؤ میں جا کر رات کے حملے کی تیاریوں کے انتظامات کا جائزہ لو...... ہمارے ساتھ نوتن کماری ہے......

نوتن نے دھانی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اس کے ماتھے پر سرخ رنگت کی بندیا چمک رہی تھی...... نوتن کی آنکھوں میں غم کی دھند تھی......"

شیو دیوتا نے اندر کی جانب بڑھتے ہوئے کہا! سبھاش تم جاؤ...... ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں...... بھگوان نے چاہا تو کامیاب لوٹو گے...... اپنے من کی وچاروں کی روشنی کو ماند نہیں پڑنے دینا...... یہی جیون کی کامیابی کا راز ہے......"

شیو دیوتا جب نوتن کماری کو لے کر ماتا رانی کے کمرے میں داخل ہوا تو دونوں ماں بیٹی کی شدت غم سے چیخیں نکل گئیں۔ عجیب قسم کا درد انگیز جذباتی ماحول پیدا ہو گیا نوتن اپنی ماں کے قدموں پر جھکی ہوئی سسکیاں لے کر رو رہی تھی...... ماتا رانی اس کے گلے میں بانہیں ڈالے کہہ رہی تھی"

نوتن بیٹی نجانے بھگوان کو کب ہماری بربادیوں پر ترس آئے گا"

نوتن نے منہ چھپا کر روتے ہوئے کہا! ماتا جی! اب ہم بھگوان کی کرپا کے قابل بھی نہیں رہے۔۔۔۔۔ہم نے اپنی بربادی کو جائز قرار دے دیا ہے۔۔۔۔۔ہم نے شراب پی کر اپنی پارسائی اور اپنی پوترتا کے پھولوں کو اپنے قدموں تلے روندا ہے"

ماتا رانی نے نوتن کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹی!

نوتن نے شراب پی کر خود سپردگی کے مظاہرے کی ساری کہانی سناتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہمیں بھول جاؤ۔ ہم نے اپنے جیون کی پھلواڑی کو اپنے ہاتھوں سے جلا ڈالا ہے۔

شیو دیوتا نے نوتن کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم نے اپنی خوشی سے شراب نہیں پی ہے تمہیں جبراً پلائی گئی ہے۔۔۔۔۔شراب کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو عقل وخرد کی روشنی سے بیگانہ اور مدہوشی کے اندھیروں میں پھینک دیتی ہے۔۔۔۔۔تم اس وقت بھی نردوش ہو۔۔۔۔۔تم نے حوادث کے طوفانوں کے سامنے ہار نہیں مانی۔۔۔۔۔تم حوصلہ نہ ہارو۔۔۔۔۔انتقام کے دن قریب آرہے ہیں جب حساب شروع ہوگا تو پل پل گھڑی گھڑی کے اعمال کا حساب ہوگا۔۔۔۔۔تمہاری مجبوریاں تمہاری بے گناہی کے روشن اور ناقابل تردید ثبوت ہیں۔

نوتن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج اب تو ہمیں اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی ہے۔ ہمارا یہ بدن گناہوں کا بدبودار ڈھیر بن چکا ہے۔۔۔۔۔ہم زندہ رہنے کے قابل نہیں رہے۔ ہم مرجانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔جینے کی آشاؤں سے خوف آنے لگا ہے۔ ہم جیون ہتیا کرنا چاہتے ہیں"

شیو دیوتا نے ناگواری سے کہا! اگر تم نے آئندہ جیون ہتیا کی بات کی یا اس سلسلے میں کوئی وچار کیا تو ہم تمہیں معاف نہیں کریں گے۔۔۔۔۔تم زندہ رہوگی پوری شان اور ایک نئی آن سے نئے عہد میں دوسرے ہزاروں لوگوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر داخل ہوگی ہم تمہاری امان کے ضامن بنتے ہیں۔

ماتا رانی نے روتے ہوئے شیو دیوتا کے قدموں پر گر کر کہا! اب تو ہم سے ہماری بیٹی کو جدا نہیں کیا جائے گا؟

شیو دیوتا نے کہا! جب تک مشرق سے سچائی کا سورج طلوع نہیں ہوتا اس وقت تک ہم تمہیں آشاؤں کے خوابوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتے۔۔۔۔۔مصیبت کی گھڑیاں بہت جلد ختم ہونے والی ہیں"

ماتا رانی نے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! کون جانے ہم کو اجالے دیکھنے نصیب ہوں گے کہ نہیں۔۔۔۔۔پل پل بوجھل اور کٹھن ہوتا جا رہا ہے"

شیو دیوتا نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا! مایوسی پاپ ہے۔۔۔۔۔امید کا دامن نہیں چھوڑو۔۔۔۔۔وقت کا مزاج ایک جیسا نہیں رہتا۔۔۔۔۔اندھیروں اجالوں۔۔۔۔۔دکھوں سکھوں اور خوشیوں غموں کے سلسلے میں یونہی جاری رہتے ہیں۔ ہم نے کتنے دکھ جھیلے ہیں۔۔۔۔۔ہم نے اندھیروں میں کتنی کٹھن اور صبر آزما مسافتیں طے کی ہیں۔۔۔۔۔ہم نے غموں کو کتنے بوجھ اٹھائے ہیں۔۔۔۔۔بھگوان کو سب معلوم ہے۔۔۔۔۔بھگوان آج نہیں تو کل ضرور کرپا کرے گا۔۔۔۔۔"

شیو دیوتا باہر نکل گیا مندر میں راجہ سبھاش کے ساتھ شب وخون مارنے کے لیے جانے والے سپاہیوں کا ہجوم تھا۔ شیو دیوتا مسلح سپاہیوں کی

قطاروں کے درمیان سے گزرتا چلا گیا۔ راجہ سبھاش چند پرتھوری، لچھمن اور گھن شام ایک کونے میں کھڑے تھے'

ان کے قریب جا کر شیو دیوتا نے کہا! راجہ سبھاش جی! تم شب خون مارنے جا رہے ہو نا!

سبھاش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "جی......"

دیوتا مہاراج دعا دیجیے...... مہاراجہ نے یہ ذمہ داری ہمیں سونپی ہے...... ہم پرجا اور مہاراجہ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتے ہیں'

شیو دیوتا نے بڑی گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! تمہارے ماتھے پر کامیابی کی لکیر ہے...... وقت تم پر مہربان ہے...... عقل مندی سے قدم بڑھاتے جاؤ گے تو قدم قدم خوشیوں کو سمیٹتے جاؤ گے"

راجہ سبھاش نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! دیوتا کی دیا کا چھایا ہمارے سروں پر رہے گا تو ہم دیوتاؤں کے دشمنوں کو آسام کی دھرتی پر زندہ نہیں چھوڑیں گے"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! ہمیں خبر ہے تم بڑے تجربہ کار جنگ باز ہو...... رات کی جنگ بڑی خوفناک ہوتی ہے۔ اپنے پرائے کی خبر نہیں لگتی...... کھلی آنکھوں سے اپنے گرد و پیش کو دیکھ کر قدم اٹھاتا...... غلطی سے اندھیرے میں کسی گہری کھائی میں نہیں گرتا...... تلوار کی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھنی...... جس تلوار کی دھار کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی ہو وہ غیروں کی بجائے اپنوں کو زیادہ نقصان پہنچاتی ہے......"

راجہ سبھاش اور دوسرے فوجی سردار ہونقوں کی طرح شیو دیوتا کی طرف دیکھ رہے تھے۔

راجہ سبھاش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم دیوتا کے اپدیش کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

شیو دیوتا نے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! "وقت ہمارے اپدیش کی وضاحت کرے گا......"

سورج غروب ہو گیا...... جب شام کے سرمئی دھندلکے رات کے گھور اندھیروں میں گم ہو گئے"

مہاراجہ نے ساجن کو بلا کر کہا! ساجن تم ہمارے بھروسے اور اعتماد کے آدمی ہو۔ ہم نے جب بھی تم پر بھروسہ اور اعتماد کیا ہے تم نے کبھی بھی ہمیں مایوس نہیں کیا۔

ساجن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! مہاراجہ کی کرپا ہے۔

مہاراجہ نے کہا! ساجن تم سارے حالات سے اچھی طرح باخبر ہو تم ہمارے قریبی ساتھی ہو تمہیں معلوم ہے۔ راجہ سبھاش کے رویے بدل گئے ہیں اس کا بیٹا اور اس کی دھرم پتنی مسلمانوں کے جادو سے بری طرح متاثر ہیں...... راجہ سبھاش ہمارے راستے میں بڑی مشکلات پیدا کر سکتا ہے...... ہم چاہتے ہیں اس وقت سے پہلے راستے سے ہٹا دیا جائے"

ساجن نے کہا! مہاراجہ! بہتر وچار کے مالک ہیں"

مہاراجہ نے کہا! اس سلسلے میں ہم نے سوچ وچار کے بعد تمہارا انتخاب کیا ہے تم تیار ہو کر راجہ سبھاش کی سینا میں پہنچ جاؤ...... وہ شب خون مارنے جا رہا ہے۔ کسی مناسب موقع پر اور مقام پر اسے موت کے گھاٹ اتار دینا...... اس طرح راجہ سبھاش کی سینا اور دوسرے لوگوں کو کچھ خبر نہیں ہو گی"

مہاراجہ نے اپنے گلے سے موتیوں کا ایک ہار اتار کر ساجن کی طرف پھینکتے ہوئے کہا! ہم تمہیں تمہاری آشاؤں سے بہت زیادہ انعام و کرام سے نوازیں گے...... اب تم جا سکتے ہو اور خفیہ طور پر راجہ سبھاش کی اس سینا میں داخل ہو جاؤ جو شب خون مارنے رات کو جانے والی ہے۔

ساجن نے جھک کر مہاراجہ کے قدم چھوئے اور تیزی سے باہر نکل گیا...... ابھی رات کا پہلا پہر جاری تھا۔ سبھاش کے دس ہزار سپاہی قلعے کے دروازے کے اندر تیار کھڑے تھے...... راجہ سبھاش ایک اونچے چبوترے پر کھڑا تھا۔ چاروں طرف قندیلوں کی روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کملا دیوی اور دیپک کمار سپاہیانہ لباس میں سپاہیوں میں موجود تھے۔ مہاراجہ کا انتظار ہو رہا تھا...... نیلم کمار دروازے پر کھڑا تھا۔ مہاراجہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اس کے ساتھ گھن شام ٹھاکر اور پرتھوی بھی تھے"

مہاراجہ نے دروازے کے اونچے چبوترے پر چڑھ کر ادھر ادھر متلاشی نظروں سے دیکھ کر کہا! یہ کم سن سپاہی کون ہے؟

راجہ سبھاش نے سہمے سہمے انداز میں کہا! یہ ہمارا بیٹا دیپک کمار ہے...... اسے جنگ میں حصہ لینے کا بڑا شوق ہے"

مہاراجہ نے قدرے غصے اور ناگواری سے کہا! پھر تو تمہاری دھرم پتنی کملا دیوی بھی ساتھ ہوگی؟

راجہ سبھاش نے سر جھکا لیا تو مہاراجہ نے کہا! سبھاش تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اتنے نادان تو کبھی بھی نہیں تھے۔ یہ تم شب خون مارنے جا رہے ہو یا اپنے بال بچوں کے ساتھ کسی عزیز کی شادی کی برات میں شامل ہونے جا رہے ہو...... کیا تمہیں ہم پر بھروسہ نہیں رہا؟

راجہ سبھاش چند نے کہا! یہ بات نہیں مہاراج"

پھر کیا بات ہے؟

مہاراجہ نے پوچھا تو کملا دیوی نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے سامنے قائدے کے مطابق ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! یہ ہماری ضد ہے...... ہم شب خون کی جنگ دیکھنا چاہتے ہیں"

مہاراجہ نے سبھاش چند کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! سبھاش تم ہمارے قریبی دوست اور وفادار ساتھی ہو...... ہم تمہاری دھرم پتنی اور بیٹے کو کسی مصیبت میں نہیں دیکھ سکتے"

پھر مہاراجہ نے چبوترے سے اتر کر کملا دیوی کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! کملا رانی جنگ و جدال کے لیے ہم ابھی زندہ ہیں...... ہم عورتوں اور بچوں کو جنگ کی بھٹی میں جھونک کر اپنے لاکھوں سینکوں کی ہتک اور بے عزتی نہیں کر سکتے"

پھر اس نے آگے بڑھ کر دیپک کمار کو گلے لگاتے ہوئے بڑی محبت سے کہا! دیپک بیٹے اپنی ماتا کو لے کر محل میں جاؤ ہم تمہاری جوانمردی سے خوش ہیں تم مستقبل کے بہادر سپاہی ہو...... تمہارے پتا جی صبح تک لوٹ آئیں گے"

اس نے گھن شام ٹھاکر کی طرف دیکھ کر کہا! سیناپتی جی تم کملا دیوی اور دیپک کمار جی کو ان کے محل تک چھوڑ آؤ......"

کملا دیوی نے اپنے پتی جی دیوتا راجہ سبھاش کی طرف دیکھا تو راجہ سبھاش نے بڑے اطمینان سے کہا! کملا تم آرام کرو...... تمہاری دعاؤں سے ہم بہت جلد کامیاب اور کامران لوٹ آئیں گے......

کملا دیوی اور دیپک کمار جانے لگے دونوں نے کئی بار پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر اندھیرے میں گم ہو گئے"

مہاراجہ نے اونچی آواز سے کہا! پردھان منتری جی! دروازہ کھلوا دیا جائے...... دروازہ چر چرایا...... "

راجہ سجاش گھوڑے پر سوار ہو گیا تو مہاراجہ نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! ہم تمہیں بھگوان کے سپرد کرتے ہیں...... امید ہے تم صبح تک ہزاروں اگروادیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر واپس پہنچ جاؤ گے......

راجہ سجاش نے گھوڑے کی راسیں اٹھائیں...... مالک کا اشارہ پا کر سیدھا یا ہوا گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا قلعے کے دروازے سے نکل گیا...... اس کے پیچھے دس ہزار سپاہیوں کے گھوڑوں کی ٹاپیں گونجنے لگیں...... تھوڑی دیر بعد جب راجہ سجاش چند اور اس کے سپاہی قلعے سے نکل گئے تو قلعے کا دروازہ بند کر دیا گیا......" دروازے کی بلندی سے جب یہ فوج وادی میں پہنچی تو ایک شاہراہ پر راجہ سجاش نے اپنے سپاہیوں کو جمع کر کے ایک ایک ہزار کے دستوں پر تقسیم کیا"

ہر دستے پر ایک سردار کو مقرر کرتے ہوئے اس نے کہا! ہماری معلومات کے مطابق سامنے چند کوس کے فاصلے پر کھنڈرے راؤ کا پڑاؤ ہے۔ ہمارا پہلا نشانہ کھنڈرے راؤ ہو گا ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھنا...... ہری کرشنا، ہری کرشنا کے نعرے لگاتے رہنا اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانتے رہو گے"

جب یہ لشکر روانہ ہوا تو ایک سپاہی نے راجہ سجاش کے قریب آ کر کہا! لشکر کو مختلف سمتوں میں روانہ کیا جائے تو بہتر ہو گا"

راجہ سجاش نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر کہا! تم ساجن ہو؟

ساجن نے راجہ سجاش کے قریب ہوتے ہوئے کہا! چپ راجہ جی...... اپنے لشکر کو آگے بڑھاؤ ہمیں تم سے کچھ ضروری کام ہے......

جب لشکر روانہ ہو گیا تو راجہ نے کہا! ساجن تم کس مقصد کے لیے آئے ہو۔

ساجن نے کہا! مہاراجہ نے ہمیں تمہارے قتل کی ذمہ داری سونپی ہے"

راجہ سجاش نے کہا! ہم بڑے نادان ہیں۔ مہاراجہ نے بڑی چالاکی سے ہمیں موت کی وادی میں دھکیل دیا ہے"

ساجن نے کہا! اپنے گھوڑے کو بڑھاتے رہو...... کسی کو ہماری موجودگی کا علم نہیں ہونا چاہیے"

راجہ سجاش نے کہا! ساجن تم ہمیں قتل کرو گے"

ساجن نے کہا! سجاش تم واقعی بہت بھولے اور سادہ ہو...... تمہیں قتل کرنا ہوتا تو تمہیں آگاہ نہیں کرتے"

راجہ سجاش نے کہا! پھر کیا کرنا چاہتے ہو؟

ساجن نے کہا! وقت بہت کم ہے...... اگر تم ہماری رائے سے اتفاق کرو گے تو بہت بڑے نقصان سے بچ جاؤ گے۔ دوسری صورت میں نجانے کتنے لوگوں کو ہلاکت میں ڈالو گے"

راجہ سجاش نے کہا! ساجن ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا...... سنسار ہمارے لیے موت کی گھاٹی بن چکا ہے...... تم جس طرح کہو گے ہم اس

پر عمل کریں گے"

ساجن نے کہا! جب شب خون کی کارروائی شروع ہو تم کھنڈے راؤ کے پاس پہنچ کر پناہ طلب کر لینا..... موقع ملا تو ہم بھی کھنڈے سے ملیں گے..... اس طرح ہم مہاراجہ کو یقین دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ ہم نے تمہیں قتل کر دیا ہے"

راجہ نے کہا! ساجن ہمارے بیٹے اور کملا رانی کا کیا بنے گا؟

ساجن نے کہا! تم ان کی فکر نہیں کرو..... تم نہیں جانتے زیر زمین بہت کچھ ہو رہا ہے....."

کھنڈے راؤ کا پڑاؤ قدم قدم قریب آتا جا رہا تھا اس کے لشکر کے پہرے دار چوکس تھے۔ انہوں نے دور سے شب خون مارنے والوں کو دیکھ کر اپنے لشکر کو باخبر کر دیا تھا..... نعروں کی گونج..... گھوڑوں کی ہنہناہٹوں..... تلواروں کی شپاشپ..... اور زخمیوں کی چیخوں نے رات کے سناٹوں کو قیامت کے شور میں بدل ڈالا تھا..... راجہ سبھاش کے سینکڑوں سپاہی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے تھے..... ان کے پاؤں اکھڑ چکے تھے..... وہ اندھیروں اور جنگلوں میں ادھر ادھر چھپتے پھرتے تھے..... کھنڈے راؤ اور رراما راؤ اپنے سپاہیوں کے حوصلے بڑھاتے ہوئے پڑاؤ میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے....." کھنڈے راؤ ایک ٹیکری کی اوٹ سے نکلا تو کسی نے پکارا"

کھنڈے راؤ نے بولنے والی کی آواز پہچانتے ہوئے گھوڑے کو موڑتے ہوئے کہا! سامنے آؤ تم ساجن لگتے ہو!

ساجن اور راجہ سبھاش سامنے آئے تو کھنڈے راؤ نے کہا! ساجن تم بھی اس خونریزی میں شریک ہو"

ساجن نے کہا! کھنڈے راؤ جی! یہ راجہ سبھاش ہے اسے اپنے پاس پناہ دینا یہ تمہیں سب کچھ بتائے گا..... وقت بہت کم ہے ہم زیادہ دیر تک یہاں نہیں ٹھہر سکتے....."

کھنڈے راؤ بہت کچھ سمجھ چکا تھا"

کھنڈے راؤ نے کہا! ساجن تم کہاں جاؤ گے"

ساجن نے کہا! ہم واپس قلعے میں جائیں گے..... وقت بہت کم ہے بہت کچھ کہنے کو جی چاہتا تھا..... امید ہے بہت جلد ہم سب اکٹھے ہوں گے خوشیوں کی شہنائیاں بجیں گی..... پھر کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے"

"ہاں ساجن" کھنڈے راؤ نے کہا! بہت جلد ہم سب اندھیروں سے نکل کر اجالوں میں آ جائیں گے"

ساجن نے اپنے گھوڑے کا رخ تبدیل کرتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ جی سبھاش چند کا خاص خیال رکھنا یہ بہت پریشان اور گھبرایا ہوا ہے"

کھنڈے راؤ نے کہا! راجہ سبھاش چند ہمارا بھائی ہے"

پھر اس نے راجہ سبھاش سے پوچھا! دیپک کمار کا کیا حال ہے؟

ہم انہیں بھگوان کے سپرد کر کے آئے ہیں۔

ساجن نے کھنڈے راؤ اور سبھاش سے باری باری ہاتھ ملایا اور پھر اندھیرے میں کسی چھلاوے کی طرح روپوش ہو گیا..... جگہ جگہ سبھاش

کے سپاہیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں...... کھنڈے راؤ کے لشکر کے سپاہیوں کا بھی نقصان ہوا تھا...... کھنڈے راؤ کے سپاہی بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کر رہے تھے"

راجہ سبھاش کو اپنے خیمے میں چھوڑ کر کھنڈے راؤ نے کہا! سبھاش بھائی تم آرام کرو ہم صبح تک لوٹ آئیں گے...... پتا جی تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے...... ہوسکتا ہے شب خون کی خبر سن کر بادشاہ علی قلی خان بھی یہاں آ جائے...... تفصیل سے باتیں ہوں گی یہاں تم ہر طرح سے محفوظ ہو"

راجہ سبھاش چند نے ایک مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! کھنڈے بھائی ہم دیپک کمار اور کملا دیوی کی وجہ سے بہت پریشان ہیں ان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر یہاں بیٹھے رہنا ہمیں گوارا نہیں ہے...... نجانے ظالم مہاراجہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا"

کھنڈے راؤ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم پریشان نہیں ہو...... دیپک اور کملا وہاں تنہا اور بے کس نہیں ہیں۔ ان کے سینکڑوں خیر خواہ اور محافظ وہاں پر موجود ہیں...... ظلم اور بربریت کے خلاف زیر زمین کارروائیاں کرنے والے لوگ تمہارے بیٹے اور تمہاری بے دوش دھرم پتنی کی تم سے زیادہ بہتر طریقے سے مدد کریں گے......"

کیا تمہیں احساس تھا کہ ساجن جسے مہاراجہ نے تمہارے قتل پر مامور کیا تھا۔ ظلم و بربریت کی کارروائیوں میں شریک ہونے والے بدبختوں میں سے نہیں ہے...... کیا تمہیں شیو دوتا کی شکتی اور طاقت کا علم نہیں ہے...... شیو دیوت ایک مضبوط ڈھال کی طرح دیپک بیٹے اور کملا بھابھی کی حفاظت کرے گا۔ تم ان کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ...... قلعے کے اندر ہمارے ساتھیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ سب کے سب مخلص اور سرفروش ہیں...... نیلم کمار بھی ہمارا ساتھی ہے...... صبح ہونے تک ساجن سب کو مہاراجہ کے عزائم کے بارے میں باخبر کر دے گا...... اور پھر روشنیوں کے سوداگروں کی ساری توانائیاں دیپک اور کملا دیوی کی حفاظت کے لیے وقف ہو جائیں گے"

سبھاش چند نے حیرت سے کہا! کیا واقعی پردھان منتری نیلم کمار مہاراجہ کے خلاف ہے؟

کھنڈے راؤ نے کہا! ہمیں جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... شاید تم نہیں جانتے نیلم کمار جی کے ماتا پتا کو مہاراجہ کرشن کمار نے قتل کروایا تھا۔ اس بات کا علم نیلم کمار کو ہے"

سبھاش نے کہا! اوہ! بھگوان مہاراجہ اس قدر سفاک اور بے رحم ہے۔ ہمیں علم ہی نہیں تھا...... ہم تو مہاراجہ کو آسام کی شناخت اور آزادی کی آخری چٹان سمجھتے تھے"

کھنڈے راؤ نے کہا! ہم بھی آسام کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی بقا کے علم بردار ہیں ہم نے کسی ذاتی مفاد کی خاطر مہاراجہ کو نہیں چھوڑا ہم بہت مجبور ہو گئے تھے...... اگر ہم مہاراجہ کی بربریت میں شریک رہتے تو بھگوان ہمیں معاف نہیں کرتا...... سبھاش تم اس وقت یقین نہیں کرو گے مگر چند دنوں بعد تم یقین کر لو گے کہ مہاراجہ جے دیج سنگھ نے خودکشی نہیں کی تھی اسے اسی بدبخت اور جفا شعار کرشن کمار نے قتل کروا کے اس کی خوابگاہ کو آگ لگوادی تھی تاکہ قتل کے سارے ثبوت جل کر راکھ ہو جائیں...... گھن شام ٹھاکر کو مہاراجہ کی ان ساری کارروائیوں کا علم ہے اور وہ برابر کا مجرم ہے۔

سبھاش نے کھنڈے راؤ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! کھنڈے راؤ ے...... ہم رات کے اس سمے کو گواہ بنا کر کہتے ہیں ہم جیون کی آخری سانس

تک مہاراجہ کرشن کمار کے خلاف لڑتے رہیں گے۔ اب ہمیں دیپک اور کملا کی فکر نہیں ہے..... ہم انہیں بھگوان اور دیوتاؤں کے سپرد کرتے ہیں"

سبھاش نے تلوار اٹھاتے ہوئے کہا! ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے

"نہیں" کھنڈے راؤ نے کہا! تمہارا جانا ٹھیک نہیں ہے..... کسی کو تمہارے زندہ ہونے اور ہمارے ساتھ مل جانے کا شبہ ہوگیا تو ساجن کا منصوبہ ناکام ہوجائے گا اور وہ کرشن کمار کے ظلم کا نشانہ بن جائے گا۔ تم آرام کرو۔ ہم بہت جلد لوٹ آئیں گے......

کھنڈے راؤ باہر نکل گیا..... ہاتھیوں کی چنگھاڑوں گھوڑوں کی ہنہناہٹوں تلواروں کی شپاشپ زخمیوں کی چیخوں اور جوانوں کے نعروں سے رات کے سناٹے گونج رہے تھے..... شب خون مارنے والے سپاہی بڑی بدنظمی اور بڑی افراتفری کے عالم میں جنگل میں چھپتے ہوئے قلعے کی جانب بڑھ رہے تھے..... ساجن چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔

"سپاہیو! اپنی جانیں بچا کر قلعے کی طرف بھاگ چلو راجہ سبھاش جی قتل ہو چکا ہے..... راجہ سبھاش قتل ہو چکا ہے....."

کھنڈے راؤ کے سپاہی بڑی مہارت کے ساتھ شب خون مارنے والوں کا تعاقب کر رہے تھے..... رات کا پچھلا پہر جاری تھا شمال کی طرف سے اللہ اکبر اور یاعلی مدد کے فلک شگاف نعروں کی گونج بلند ہونے لگی۔ آسامی سپاہی بڑی تیزی سے قلعے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شمال کی طرف سے سید حیدر امام نے ان پر حملہ کر دیا تھا۔ شب خون مارنے والے دس ہزار سپاہیوں میں سے بمشکل پانچ چھ ہزار خوش قسمت جانیں بچا کر قلعے میں پہنچے ہو گے..... چار پانچ ہزار موت کے گھاٹ اتر گئے۔ جنگل میں جگہ جگہ لاشیں بکھری پڑی تھیں..... کھنڈے راؤ کے سپاہیوں کا بہت کم نقصان ہوا تھا.....

جب میدان صاف ہوگیا تو راماراؤ اور سید حیدر امام نے اپنے اپنے لشکروں کو واپسی کا حکم دے دیا دوسری طرف سے کھنڈے راؤ بھی آ پہنچا۔

راماراؤ نے غصے سے کہا! تم کہاں غائب ہوگئے تھے؟

کھنڈے راؤ نے گھوڑے سے اتر کر راماراؤ کے قدم چومتے ہوئے کہا! پتاجی! ہم ایک ضروری کام سے خیمے تک گئے تھے"

خیمے تک مگر کیوں؟ راماراؤ نے پوچھا! اپنے لشکر کو جنگ کے میدان میں چھوڑ کر تم کس لیے خیمے میں گئے تھے؟

کھنڈے راؤ نے آگے بڑھ کر سید حیدر امام کو گلے لگاتے ہوئے کہا! پتاجی! ہم اتنے بزدل تو نہیں جتنا ڈرپوک ہم کو سمجھا جا رہا ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر تمہیں میدان نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ تمہیں معلوم ہے اگر کوئی سردار غائب ہوجائے تو سینکڑوں کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں..... جیت ہار میں تبدیل ہوجاتی ہے۔

کھنڈے راؤ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! پتاجی! ہم ایک بڑے ذی وقار مہمان کو خیمے میں چھوڑنے گئے تھے۔

راماراؤ نے کہا! ہم سمجھے نہیں تم کس ذی وقار مہمان کی بات کر رہے ہو؟

کھنڈے راؤ نے آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بھگوان نے ایک اور بھٹکے ہوئے راہی کو منزل پر پہنچا دیا ہے.......

پتاجی مہاراجہ کرشن کمار کی درندگی نے مارھی کے راجہ سبھاش کو ہمارے پاس پہنچا دیا ہے۔ وہ شب خون مارنے والوں کی قیادت کرتا ہوں یہاں تک آیا تھا مگر یہاں پہنچ کر اس پر اس سازش کا انکشاف ہوا ہے کہ مہاراجہ نے اس کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے..... یہ تو سبھاش چند کی خوش قسمتی تھی کہ مہاراجہ نے

اس کے قتل کی مکروہ ذمے داری ساجن کو سونپی ہوئی تھی۔ ساجن اسے لے کر ہمارے پاس آیا تھا...... ہم اسے خیمے میں چھوڑنے گئے تھے"

راما راؤ نے خوشی سے کھنڈے راؤ کو گلے لگاتے ہوئے کہا! کھنڈے تم نے واقعی بڑے ذی وقار مہمان کی آمد کی خوش خبر سنائی ہے مگر........

راما راؤ نے کچھ سوچتے ہوئے فکر مندی سے کہا! اس کے بیٹے اور پتنی کا کیا ہوگا؟

کھنڈے راؤ نے کہا! پتاجی ان کی فکر نہیں کریں...... مہاراجہ سردست انہیں کچھ نہیں کہے گا...... اور اس نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو ہمارے ساتھی ان کے عزائم کا پوری طاقت سے مقابلہ کریں گے"

سید حیدر امام نے کہا! ہمیں سبھاش چند کی دلجوئی کے لیے ابھی اس کے پاس جانا چاہیے۔ ممکن ہے وہ کچھ گھبرایا ہوا ہو۔

کھنڈے راؤ نے کہا! سید صاحب ہم نے اپنی طرف سے کم وقت میں سبھاش کو اچھی طرح مطمئن کر دیا تھا۔

راما راؤ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! کھنڈے تم اپنے لشکر کو جمع کرو ہم سید صاحب کے ساتھ سبھاش چند کو ملنے جاتے ہیں۔

اس وقت تک کھنڈے راؤ اور حیدر امام کے لشکر کے سینکڑوں سپاہی وہاں جمع ہو چکے تھے۔ صبح کا ستارہ مشرق افق کے ماتھے پر جھومر کی طرح چمک رہا تھا...... سید حیدر امام اور راما آگے بڑھ گئے"

کھنڈے راؤ نے اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! بہادرو...... بھگوان کی کرپا سے تم نے میدان مار لیا ہے...... امید ہے دشمن آئندہ اس طرف کا رخ نہیں کریں گے...... اپنے اور دشمن کے زخمی سپاہیوں کو علاج معالجے کے لیے خیموں میں پہنچانے کا بندوبست ہونا چاہیے"

ایک سردار نے کہا! مہاراج دشمن کے سپاہیوں کو قتل کر دینا چاہیے"

کھنڈے راؤ نے کہا! نہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو بادشاہ بہت خفا ہوں گے تم بادشاہ کے مزاج کو اچھی طرح جانتے ہو...... مقتولوں کو ایک کھلی جگہ جمع کر کے مشترکہ چتا میں جلایا جائے گا۔ یہ سارے کام دوپہر تک سرانجام پا جانے چاہیں......"

راما راؤ اور سید حیدر امام خیمے میں داخل ہوئے تو سبھاش چند نے کھڑے ہو کر دونوں کا استقبال کیا"

راما راؤ نے سبھاش کو گلے لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر کہا! سبھاش ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے...... بھگوان نے تمہیں اندھیروں سے نکال کر اجالوں کے سنسار میں بھیج دیا ہے۔ تم بڑے خوش نصیب ہو"

سبھاش چند نے راما راؤ کے قدموں کی طرف جھکتے ہوئے کہا! تم کھنڈے راؤ جی کے پتاجی ہو نا!

راما راؤ نے کہا! "بیٹا ہم تمہارے پتا بھی ہیں"

پھر راما راؤ نے کہا! سبھاش یہ بنگال کے بادشاہ علی خان کا نامور سپہ سالار حیدر امام ہے...... یہ مسلمانوں کے پیغمبر کی اولاد سے ہے"

سید حیدر امام نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا! سبھاش تم ہمارے بھائی ہو...... ہماری باہنوں میں سما جاؤ"

سبھاش نے اس کے قدموں کی طرف جھکتے ہوئے کہا! پہلے ہمیں اپنے قدموں کو چھونے کی اجازت دو۔

سید حیدر امام نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا! سبھاش بھائی! بادشاہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے...... ہم تمہیں اپنے ساتھ بادشاہ کے پاس لے جائیں گے۔

ایک زرہ پوش سپاہی نے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے کہا! سید صاحب کسی کو بادشاہ کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہاں پہنچنے والے ہیں شب خون کی خبر دور دور تک پھیل چکی ہے"

سید حیدر امام نے آگے بڑھ کر بڑی محبت اور عقیدت سے آنے والے سپاہی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا! وشنو مہاراج تم......"

وشنو مہاراج نے خود اتارتے ہوئے سید حیدر امام کے قدموں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! سید صاحب ہم نے ہزار بار منت کی ہے۔ تمہارے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں...... تم سید زادے ہو...... تم پیغمبر کی اولاد ہو...... ہم نے تمہیں اپنا بھگوان سمجھا ہے...... تم ہماری آنکھوں کی روشنی ہو...... ہماری آنکھوں کو روشن کرو۔

سبھاش چند نے کچھ سوچتے ہوئے وشنو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! یہ بوڈو قبائل کے سردار وشنو مہاراج لگتے ہیں"

وشنو مہاراج نے آگے بڑھ کر سبھاش کو گلے لگاتے ہوئے کہا! بیٹے تم نے صحیح پہچانا ہے ہم وشنو مہاراج ہیں ہم بڑے بخت ور اور بڑے اقبال کے مالک ہیں...... تم نے دیکھا نہیں سید حیدر امام جیسے دیوتا ہمارا مان بڑھاتے ہیں ہم حیوان سے انسان اور درندے سے فرشتے بن گئے ہیں......"

قندیلوں کی روشنیاں صبح کے اجالوں کی وجہ سے ماند پڑتی جا رہی تھیں"

راماراؤ نے سر پر خود رکھتے ہوئے کہا! وشنو مہاراج! بادشاہ اس وقت کہاں ہیں۔

وشنو مہاراج نے کہا! لگتا ہے بادشاہ تمہارے پڑاؤ میں پہنچ چکا ہے...... نقاروں اور شہنائیوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں......

راماراؤ سید حیدر امام اور ان کے ساتھ سبھاش چند بھی خیمے سے باہر آ گئے...... چند لمحوں بعد یہ لوگ بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کے سامنے کھڑے تھے"

بادشاہ نے راماراؤ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے خوشی سے کہا! راماراؤ جی! معاف کرنا ہمیں بروقت اطلاع نہیں ملی ورنہ تمہیں اتنی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

راماراؤ نے جھک کر بادشاہ کی عبا کا دامن چومتے ہوئے کہا! ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی پھر سید صاحب بھی پہنچ گئے تھے"

بادشاہ نے سبھاش کی طرف دیکھا تو اس نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں پر ہاتھ رکھ دیئے اور کہا! ہمارا نام سبھاش ہے......"

بادشاہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اب تمہیں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں ہے تم دیپک کے باپ اور کملا دیوی کے خاوند ہو...... ہم تمہاری ساری روئیداد کو سمجھ چکے ہیں...... ہم اپنی بہو بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کی عزت کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں...... خدا نے چاہا تو ہم کملا دیوی کو اس کے سہاگ کی سلامتی کی ضمانت دیں گے...... سبھاش بیٹے ہم تمہارے ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں میں کسی قسم کی تبدیلی کے خواہاں نہیں ہیں۔ ہمارے عزائم سورج کی کرنوں کی طرح واضح ہیں۔ ہم ظالم مہاراجہ کے ظلم وستم اور بربریت سے اس ملک کے لاکھوں بے

نواؤں کو نجات دلانے کی خاطر آئے ہیں...... آسام کے راج پاٹ کی جائز حقدار راجکماری چندر کانت ہے...... ہم نے چندر کانت کو غائبانہ طور پر اپنی بیٹی کہا ہوا ہے...... ہم اسے اس کا تخت و تاج لوٹا کر واپس چلے جائیں گے...... تم اگر مار ڈھی جانا چاہو تو جا سکتے ہو...... مار ڈھی تمہارا ہے"

سبھاش نے بادشاہ کے قدموں کی طرف جھکتے ہوئے کہا! ہمیں اپنے چرنوں میں رہنے دیا جائے۔

بہت خوب' بادشاہ نے کہا! "ہمیں بڑی خوشی ہوگی"

سبھاش نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا! کیا مہاراج نے چندر کانت کو دیکھا بھی نہیں"

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا، کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جن کا تقدس دل کی گہرائیوں میں ہوتا ہے"



کاغذی قیامت

ہماری دنیا میں ایک ایسا کاغذ بھی موجود ہے جس کے گرد اس وقت پوری دنیا گھوم رہی ہے۔ اس کاغذ نے پوری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ دیوانہ کر رکھا ہے۔ اس کاغذ کے لئے قتل ہوتے ہیں۔ عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ معصوم بچے دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اور یہ کاغذ ہے کرنسی نوٹ...... یہ ایسا کاغذ ہے جس پر حکومت کے اعتماد کی مہر لگی ہے۔ لیکن اگر یہ اعتماد ختم ہو جائے یا کر دیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کاغذ کی اہمیت یکلخت ختم ہو جائیگی اور یقین کیجئے پھر کاغذی قیامت برپا ہو جائے گی۔ جی ہاں! کاغذی قیامت......

اور اس بار مجرموں نے اس اعتماد کو ختم کرنے کا مشن اپنا لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاغذی قیامت پوری دنیا پر برپا ہو گئی۔ اس قیامت نے کیا کیا رخ اختیار کیا۔ پوری دنیا کی حکومتوں اور افراد کا کیا حشر ہوا؟ اسے روکنے کے لئے کیا کیا حربے اختیار کیے گئے۔ کیا مجرم اپنے اس خوفناک مشن میں کامیاب ہو گئے...... یا......؟

اس کہانی کی ہر ہر سطر میں خوفناک ایکشن اور اس کے لفظ لفظ میں اعصاب شکن سسپنس موجود ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو یقیناً اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہیں ابھری۔ اس کہانی کا پلاٹ اس قدر منفرد ہے کہ پہلے دنیا بھر کے جاسوسی ادب میں کہیں نظر نہیں آیا۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کہانی میں کیا کردار ادا کیا ہے جہاں دنیا بھر کی حکومتیں اور سیکرٹ سروسز خوف و دہشت سے کانپ رہی ہوں جہاں موت کے بھیانک جبڑوں نے دنیا میں بسنے والے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو وہاں عمران اور سیکرٹ سروس کے جیالوں نے کیا رنگ دکھائے۔ یہ عمران کی زندگی کا وہ لافانی اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ جس پر آج بھی عمران کو فخر ہے اور کیوں نہ ہو، یہ کارنامہ ہے ہی ایسا......

کاغذی قیامت کتاب گھر کے **جاسوسی ناول سیکشن** میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تیرہ وتار خاکدانِ عنصری کی وسعتوں کو صبح کے اجالوں کے نور نے منور کر دیا تھا۔ پرندے شاخوں پر چہچہاتے پھرتے تھے۔ سورج کی کرنوں کے متلاطم سمندر نے ذرے ذرے کو اپنی تابنا کیوں کی لپیٹ میں لے کر روشن کر دیا تھا۔

مہاراجہ نے بیدار ہوتے ہی ایک دربان کو بلا کر کہا! ساجن کہاں ہے؟

دربان نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! وہ باہر موجود ہے مہاراج!

مہاراجہ نے تکیے کے سہارے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا، اسے فوراً ہماری خدمت میں حاضر کیا جائے.....

چند لمحوں بعد ساجن خوابگاہ میں داخل ہوا اس کے چہرے پر طمانیت کا تبسم تھا“

اس نے قاعدے کے مطابق ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا! نمسکار مہاراجہ! صبح ہو گئی ہے۔

مہاراجہ نے سامنے پڑے ہوئے خنجر کو اٹھاتے ہوئے کہا! کہو تمہاری کارروائی کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟

ساجن نے میان سے تلوار نکال کر مہاراجہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا! یہ راجہ سجاش چند کے خون سے آلودہ ہے۔ مہاراج کو انسانی خون کی بو محسوس ہو رہی ہوگی۔ ساجن کا وار خطا نہیں جاتا مہاراج!

”بہت خوب تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے ہم تمہیں مالا مال کر دیں گے۔ تم نے ہمارے راستے کے ایک بڑے بھاری اور بڑے وزنی پتھر کو بڑی آسانی سے ہماری راہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور کر دیا ہے۔ ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ ہم تمہاری راہوں پر موتیوں کی برکھا برسائیں گے تمہیں مالا مال کر دیں گے۔“

مہاراجہ دیر تک خون آلودہ تلوار کو سونگھتا رہا اس کے ہونٹوں پر وحشیانہ تبسم کھیل رہا تھا۔

اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا! تمہارے خون سے اب بھی بغاوت کی بدبو آ رہی ہے۔ تم بڑے بدقسمت تھے۔ تم نے ایک گھٹیا عورت ایک نادان بالک کے کہنے پر باغیانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ہم باغیوں کی رگوں سے کس طرح خون کی ایک ایک بوند نچوڑ لیا کرتے ہیں“

مہاراجہ نے ساجن کو موتیوں کی ایک لمبی سی مالا دیتے ہوئے کہا! ساجن مسلمانوں سے نمٹنے کے بعد ہم تمہیں مارھی کا سردار بنائیں گے۔ تم ہمارے وفادار سپاہی ہو ہم بہادروں اور وفاداریوں کے قدردان ہیں“

مہاراجہ نے ساجن کو تلوار دیتے ہوئے کہا! اب تم جاؤ وار سیناپتی کو ہمارے پاس بھیج دو“

ساجن جانے لگا تو مہاراجہ نے پوچھا! شب خون مارنے والوں کا کیا بنا؟

ساجن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! مہاراج ہم اپنا کام سرانجام دے کر جلدی لوٹ آئے تھے۔ بڑی خونریز لڑائی ہو رہی تھی...... سینکڑوں لوگ قتل ہو چکے تھے۔ جنگل تھا۔ اندھیرا تھا۔ کچھ خبر نہیں تھی کہ کون کس کو مار رہا ہے“

مہاراجہ نے پریشان ہو کر پوچھا! مگر تمہیں تو یقین ہے نا کہ تم نے اسی کو موت کے گھاٹ اتارا ہے جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا“

ساجن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہاراج ابھی چند لمحوں بعد سیناپتی کی زبانی سن لیں گے...... ہم تو موت کے سائے کی طرح اس سے ایک لمحے کے لیے جدا نہیں ہوئے جونہی جنگ کا بازار گرم ہوا ہم نے بھرپور وار کر کے اپنے شکار کو ڈھیر کر دیا۔ ہمارا خیال ہے سامنے کھنڈے راؤ کی سینا تھی ہاتھیوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں''

مہاراجہ نے کہا: تم فوری طور پر سیناپتی کو بلاؤ...... اور جب تک ہم حکم نہیں دیتے راجہ سبھاش کے کسی ایک سپاہی کو بھی کملا دیوی تک نہیں جانے دیا جائے۔ اب تم جا سکتے ہو......

ساجن نکل گیا...... ابھی ساجن محلات کی حدود سے باہر نہیں نکلا تھا کہ اسے سامنے سے سیناپتی گھن شام ٹھاکر آتا ہوا دکھائی دیا''

ساجن نے قریب جا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ٹھاکر جی! مہاراجہ نے تمہیں یاد فرمایا ہے''

گھن شام نے ساجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم مہاراجہ کی طرف جا رہے ہیں''

ساجن نے سیناپتی کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے کہا! شب خون کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟

گھن شام نے کہا! بہت برا انجام ہوا ہے راجہ سبھاش چند سمیت ہزاروں سینک مارے گئے ہیں یا زخمی ہو کر قیدی ہو گئے ہیں...... مگر تم نے کیوں پوچھا؟

ساجن نے کہا! یہی سوال مہاراجہ نے ہم سے پوچھا تھا اس لیے!

گھن شام نے کہا! تم نے مہاراجہ کو کیا جواب دیا ہے؟

ساجن نے کہا! ہم کیا جواب دے سکتے تھے ہمیں کیا خبر کہ کیا ہوا ہے...... راجہ سبھاش کے مارے جانے کا بہت دکھ ہوا ہے۔ بڑا سورما تھا کملا دیوی کا دیوانہ تھا۔

مہاراجہ کی خوابگاہ کے قریب پہنچ کر گھن شام ٹھاکر نے کہا! مہاراجہ کے سامنے افسوس کا اظہار نہیں کرنا ورنہ بہت برا ہوگا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے ارادے بڑے خطرناک تھے۔ کملا دیوی اور اس کے بیٹے نے اس کو بھڑکا دیا تھا''

ساجن نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا! رام رام یہ تو بہت بری خبر ہے، پھر تو بہت اچھا ہوا...... ہم اپنے مہاراجہ کے دشمنوں کو پورے دیش کے دشمن سمجھتے ہیں......''

گھن شام نے کہا! ابھی چپ رہو اور مہاراجہ کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو...... تاحکم ثانی زبان بند رکھنا نجانے وہ کم بخت کملا دیوی کس قسم کے ردعمل کا اظہار کرتی ہے''

ساجن نے ہولے سے کہا! اس کے واویلے سے کچھ نہیں ہوگا...... اگر اس نے سرکشی کی راہ اپنائی تو تلوار کے ایک ہی وار سے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا جائے گا''

ٹھیک ہے تم مہاراجہ کو ہماری آمد کی اطلاع کرو...... کملا دیوی کا فیصلہ مہاراجہ ہم سے بہتر کرے گا۔

ساجن نے دوبارہ مہاراجہ کی خوابگاہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا! سیناپتی گھن شام حاضری کی آ گیا چاہتا ہے۔

مہاراج نے ایک مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! "اجازت ہے"

گھن شام نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کے قدم چھوئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا"

مہاراجہ نے دوسری مسند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! سیناپتی جی بیٹھ جاؤ اور بتاؤ شب خون کا کیا نتیجہ برآمد ہوا۔

گھن شام نے سر اٹھا کر کہا! شب خون کا نتیجہ ہمارے آشاؤں کے برعکس نکلا ہے۔ مہاراجہ لگتا ہے راجہ سبھاش چندر جی رات کی لڑائی کے ماہر نہیں تھے۔

کیا مطلب تم کیا کہنا چاہتے ہیں۔ راجہ سبھاش کہاں ہے؟

گھن شام نے کہا! راجہ سبھاش اس وقت سنسار میں نہیں۔ وہ پرلوک سدھار گیا ہے اور اپنے ساتھ اپنی بہت ساری سینا کٹوا چکا ہے۔

مہاراجہ نے پہلو بدل کر ساجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تو کیا راجہ سبھاش قتل ہو چکا ہے؟

گھن شام نے کہا! مہاراجہ جی! کسی دشمن کی تلوار نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر اس کو ہندو جاتی کے سامنے سرخرو کروا دیا ہے...... ورنہ اس نے تو اپنے لباس پر سیاہی لکھ دی تھی...... اگر وہ جنگ میں نہیں مارا جاتا تو دوسری صورت میں اس کی موت آسام کی تاریخ کے لیے بڑی شرمناک ہوتی...... وہ ہندو جاتی کا غدار کہلاتا"

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو...... موت اس کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی...... اس طرح اس کا بھرم رہ گیا ہے"

چند لمحوں کے سکوت کے بعد مہاراجہ نے کہا! کملا دیوی کی رہائش گاہ پر اپنے سینکوں کا پہرہ لگا دو ماڑھی کے کسی سپاہی کو وہاں تک نہیں پہنچنے دو...... ہم بذات خود اسے راجہ سبھاش کے قتل کی خبر سنائیں گے"

گھن شام ٹھاکر نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم نے یہ انتظام کر لیا ہے مہاراج!...... ماڑھی کی سینا کو وہاں سے ہٹا کر فصیل پر لگا دیا ہے۔

"بہت خوب" مہاراجہ نے کہا! تم بڑے مدبر ہوتے جا رہے ہو۔

گھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! یہ تو مہاراجہ اور ماتا مہارانی کی کرپا ہے ورنہ ہم تو کچھ بھی نہیں تھے۔

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! گھن شام ہمیں پرتاب کے قتل کا بڑا دکھ ہے وہ بھی تمہاری طرح بڑا وفادار تھا"

گھن شام نے کہا! چنتا نہیں کریں مہاراج! ہم پرتاب جی کے قاتلوں کو تڑپا تڑپا کر ماریں گے ہم جانتے ہیں پرتاب کا قاتل کون ہے؟

مہاراجہ نے کہا! ہم تمہارے منصب کو بڑھائیں گے...... اب تم جا سکتے ہو...... دربار کا اہتمام کیا جائے...... کملا دیوی اور اس کے بیٹے دیپک کمار کو خصوصی طور پر بلایا جائے آج ان کی قسمت کا فیصلہ ہو گا...... ہم سانپوں کے سر کچل دیں گے...... ہم تیار ہو کر آتے ہیں تم جاؤ۔"

گھن شام نے مہاراجہ کے قدم چھوئے اور چلا گیا۔

مہاراجہ نے کہا! ساجن تم ماتا کو اطلاع کر دو...... وہ بھی تیار ہو کر دربار میں پہنچ جائیں...... ہم اس اہم مقدمے کا فیصلہ ماتا جی کی آشا کے

مطابق کرنا چاہتے ہیں"

ساجن نے مہاراجہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! شیودیوتا کو اطلاع دینی ضروری ہے تو اسے بھی کہلایا جائے۔

مہاراجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہم نے ماتاجی کو وچن دیا تھا کہ آئندہ راج پاٹ کے سارے فیصلے شیودیوتا اور ماتاجی کی آشاؤں کے مطابق ہوں گے۔۔۔۔۔تم جاؤ شیودیوتا کے بارے میں ماتاجی کوئی فیصلہ کریں گی۔۔۔۔۔

ساجن چلا گیا۔۔۔۔ "پہر دن تک پورے قلعے میں راجہ سجاش اور چھ سات ہزار سپاہیوں کی ہلاکت کی خبر پھیل چکی تھی۔۔۔۔۔لوگ خوفزدہ سے لگتے تھے۔۔۔۔۔نیلم کمار نے شیودیوتا سے ملاقات کی اسے راجہ سجاش کی ہلاکت کی خبر سنائی۔

شیودیوتا نے کہا! نیلم جی! لگتا ہے مہاراجہ نے اپنا ایک مضبوط ہاتھ خود اپنی وقوفی سے بیکار سمجھ کر توڑ ڈالا ہے۔

نیلم کمار نے کہا! دیوتا کے وچار صحیح لگتے ہیں۔۔۔۔۔راجہ سجاش کے خلاف سازش ہوئی ہے۔

شیودیوتا نے کہا! نیلم کمار جی جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔۔۔۔۔راجہ سجاش کی زندگی کا وقت پورا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ہمیں آگے کی فکر کرنی ہوگی۔۔۔۔۔اس وقت کملا دیوی اور دیپک کمار کی زندگی سخت خطرے میں ہے۔ ہمیں ان دونوں معصوموں کو ظالم مہاراجہ اور سیناپتی کے مظالم سے بچانا ہے"

نیلم کمار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! اس مقصد کے لیے ہمیں کملا دیوی اور دیپک سے ملنا پڑے گا اگر انہوں نے عقل مندی کی بجائے جذبات کا مظاہرہ کیا تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ سردست ہم اپنے پوشیدہ عزائم کو بے نقاب کر کے اپنے ساتھیوں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتے۔۔۔۔۔ابھی وقت اور ہمارے درمیان کچھ پردے حائل ہیں وقت سے پہلے فاصلوں کی دیوار کو گرانا ٹھیک نہیں لگتا۔

شیودیوتا نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔۔۔بہر صورت ہم کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے ہم خاموش تماشائی بن کر دو نردوش انسانوں کا خون بہتا نہیں دیکھ سکتے"

نیلم کمار نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا ہم سے بہت بہتر سوچ سکتے ہیں"

شیودیوتا نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا! بھگوان اس سلسلے میں ہماری مدد کرے گا ہم اپنی ساری توانائیاں صرف کر کے کملا دیوی اور دیپک کمار کو بچانے کی کوشش کریں گے۔۔۔۔۔تم کملا دیوی سے رابطہ کر کے ملنے کی کوشش کرو۔۔۔۔۔

نیلم کمار چلا گیا تو شیودیوتا حسب معمول مندر میں پجاریوں میں مصروف ہو گیا۔

نیلم کمار جب کملا دیوی کی رہائش گاہ میں داخل ہونے لگا تو ایک سردار نے اسے روکتے ہوئے کہا!

پردھان منتری جی شما کرنا۔۔۔۔۔ابھی کسی کو کملا دیوی سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔

مگر کیوں یہ پابندی کیوں عائد کی گئی ہے؟

سردار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! پردھان منتری جی اس سلسلے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں ہم کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل درآمد کر رہے ہیں۔۔۔۔۔" نیلم کمار کے چہرے پر سلگتی ہوئی سوچوں کا دھواں چھانے لگا۔ اس کا دل انجانے خدشات سے لرزنے لگا اس نے مڑ کر واپس جانے کا ارادہ

کیا ہی تھا کہ اسے سامنے سے گھن شام ٹھاکر آتا ہوا دکھائی دیا وہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا“

گھن شام نے آتے ہی کہا! پردھان منتری جی تم یہاں ہو تمہیں دربار میں بلایا جا رہا ہے۔

پردھان منتری نے کہا! ٹھاکر جی! کملا دیوی سے ملاقات پر پابندی کیوں عائد کی گئی ہے“

گھن شام ٹھاکر نے کہا!

پردھان منتری جی یہ بہت ضروری تھی تمہیں معلوم ہے راجہ سبھاش چندرات کے شب خون میں ہلاک ہو گیا..... کملا دیوی کے دو چار پہلے ہی بدلے ہوئے ہیں۔ وہ کسی ناخوشگوار واقعہ کے ظہور کا باعث بن سکتی ہے۔ اس وقت راجہ سبھاش چند کے ہزاروں سینک قلعے میں موجود ہیں کملا دیوی اور دیپک کمار کا جذباتی اضطراب مارھی کے سینکوں میں اشتعال کا باعث بن سکتا ہے“

نیلم کمار نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا! یہ تو ٹھیک ہے۔ جذبات بھڑک سکتے ہیں۔

گھن شام نے کہا! اسی خطرے کے پیش نظر ہم نے مارھی کی سینا کو یہاں سے ہٹا کر فصیل پر تعینات کر دیا ہے۔

نیلم کمار نے کہا! یہ مناسب کارروائی ہے۔ ہمیں حالات کی سنگینی کا ادراک ہے۔ مارھی کی سینا پر نظریں رکھنی پڑیں گی“

گھن شام نے کہا! یہ تو کملا دیوی اور دیپک کمار کے رویے پر منحصر ہوگا۔ وہ راجہ سبھاش کی ہلاکت کو کس انداز سے محسوس کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے دانش مندی کا ثبوت نہیں دیا تو بہت نقصان ہوگا..... ہمیں کملا دیوی اور دیپک کے علاوہ مارھی کی سینا کو بھی پابند کرنا پڑے گا“

نیلم کمار نے کہا! ہمیں کملا دیوی اور دیپک کے خیالات معلوم کرنے چاہیں اگر مہاراجہ بہتر سمجھتے ہیں تو ہم اس سلسلے میں کملا دیوی سے رابطہ قائم کر کے اسے سمجھانے کو تیار ہیں۔

گھن شام نے کہا! سردست تو مہاراجہ نے ایسی کسی کارروائی کی اجازت نہیں دی بعد میں دیکھا جائے گا۔ تم مہاراجہ کے پاس چلو۔ مہاراجہ نے فوری طور پر دربار طلب کیا۔ ہم کملا دیوی اور دیپک کو لینے آئے ہیں۔ دربار میں صورتحال واضح ہو جائے گی.....

نیلم کمار وہاں سے چلا گیا مہاراجہ کے محل کی طرف جانے سے پہلے اس نے شیو دیوتا کو تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہوئے مندر کا رخ کیا۔ شیو دیوتا اس وقت بھی پجاریوں اور پنڈتوں کے درمیان موجود تھا۔

نیلم کمار کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا! ہمیں مہارانی کا پیغام مل گیا ہے۔ ہمیں دربار میں بلایا گیا ہے“

نیلم کمار نے آہستہ سے کہا! ہمیں کملا دیوی سے ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی اس وقت ان کی رہائش گاہ پر گھن شام ٹھاکر کے سینکوں کا پہرہ ہے۔ لگتا ہے اگر کملا دیوی نے اپنے پتی کی ہلاکت کو جذباتی انداز سے ظاہر کیا تو اسے اور اس کے بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا..... گھن شام کے ارادے بڑے خطرناک لگتے ہیں۔

شیو دیوتا نے کہا! تم چلو اس سلسلے میں ہم پرامید ہیں..... کچھ نہ کچھ کریں گے ابھی صورتحال کو ذرا اور واضح ہو لینے دیا جائے..... تم بے فکر رہو ہم کملا دیوی اور دیپک کو بے کسی اور ظلم کی موت کا شکار نہیں بننے دیں گے..... بھگوان ہماری مدد کرے گا..... جب ہم نے ان کی حفاظت کا ارادہ

کر لیا ہے تو پھر آکاش سے کوئی نہ کوئی ترکیب نکل آئے گی"

ابھی نیلم کمار شیو دیوتا کے پاس ہی کھڑا تھا کہ اوشا کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی اور مہاراجہ درشن کے لیے آ رہے ہیں"

شیو دیوتا نے نیلم کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم جا سکتے ہو......"

نیلم کمار تیزی سے دوسرے دروازے کی طرف سے نکل گیا۔ چند لمحوں بعد مہاراجہ اور ماتا مہارانی محافظوں کے ایک جلوس کے ساتھ مندر میں داخل ہوئے۔ پجاریوں نے ماتا مہارانی اور مہاراجہ کے لیے شیو دیوتا کا کمرہ خالی کر دیا...... ماتا مہارانی اور مہاراجہ کے پیچھے پیچھے کئی باندیاں ہاتھوں پر پھولوں سے بھرے ہوئے سونے چاندی کے تھال لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ماتا مہارانی اور مہاراجہ دونوں نے بیک وقت جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر اس کے قدموں میں بیٹھ گئے"

شیو دیوتا نے دونوں کو آشیرباد دی اور کہا! مہاراجہ جی! ہم دربار میں آنے والے تھے......

ماتا مہارانی نے کھڑے ہو کر شیو دیوتا پر پھول نچھاور کرنے شروع کر دیے۔ کئی باندیاں شیو دیوتا کے قدموں پر پھول نچھاور کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! اگر تم تیار ہو کر آئے ہو تو ہم بھی تیار ہیں......"

مہاراجہ اور ماتا مہارانی ایک طرف ہٹ گئی۔ شیو دیوتا نے کھڑاواں پہنی اور چل پڑے اس کے پیچھے ماتا مہارانی اور مہاراجہ بھی کمرے سے باہر نکل آئے"

باہر نکل کر مہاراجہ کو دائیں طرف اور ماتا مہارانی کو اپنے بائیں طرف کھڑا کرتے ہوئے شیو دیوتا نے کہا! تم ہمارے پیچھے نہیں دائیں بائیں چلا کرو...... بھگوان نے تمہیں کچھ کم مرتبہ نہیں دیا ہے......" ماتا مہارانی کے چہرے پر خوشیوں کے پھول کھل گئے"

مہاراجہ نے کہا! یہ تو بھگوان اور شیو دیوتا کی کرپا ہے

راستے میں چلتے چلتے شیو دیوتا نے کہا! ہم رات کو سپیروں کے پاس گئے تھے۔ ناگ رانی چترا کافی حد تک مدھوتی اور نرملا سے مانوس ہو چکی ہے......شاہ ناگ کے ساتھ بھی ادھر ادھر چکر لگاتی ہے......امید ہے آج شام تک یا زیادہ سے زیادہ کل تک ناگ ماتا نرملا دیوی چترا ناگن پر قابو پالے گی"

مہاراجہ نے کہا! یہ تو بڑی شبھ سماچار ہے......"

دربار میں تمام درباری حسب مراتب اپنی اپنی مسندوں پر براجمان تھے۔ مہاراجہ ماتا مہارانی اور شیو دیوتا دربار کے محل میں داخل ہوئے۔ تمام درباریوں نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر ان کا استقبال کیا۔ کملا دیوی اور دیپک کمار کو اگلی نشستوں پر چاندی کی مسندوں پر بیٹھایا گیا۔ کملا دیوی کی خوبصورت آنکھوں میں پریشانیاں تھیں۔ اس کے ماتھے پر کئی رنگ آ رہے تھے اور کئی جا رہے تھے۔ مہاراجہ کے عقب میں ساجن کھڑا تھا۔ ساجن کے دائیں بائیں مسلح سپاہی کھڑے تھے۔ مہاراجہ کے محافظوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ پرتھوی کچھمن اور دوسرے بڑے بڑے سردار رزق

برق درباری لباسوں میں ملبوس تھے۔کملا دیوی نے دھانی رنگ کی خوبصورت پوشاک پہنی ہوئی تھی۔اس کی مانگ میں سندور تھا۔اس کے ماتھے پر سرخ رنگ کی بندیا چمک رہی تھی۔مہاراجہ کے سامنے تخت پر پیلے رنگ کی زرنگار پگڑی پڑی ہوئی تھی۔

مہاراجہ نے پگڑی اٹھاتے ہوئے مغموم سے لہجے میں کہا! دیپک کمار جی! ہمارے قریب آؤ......

دیپک کمار مہاراجہ کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔مہاراجہ نے دائیں بائیں دیکھا اور پھر کھڑے ہو کر دیپک کمار کے سر پر پگڑی باندھنی شروع کر دی۔

کملا دیوی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کھڑے ہو کر پوچھا! مہاراج یہ کیا ہو رہا ہے...... دیپک کے سر پر پیلی پگڑی کیوں باندھی جارہی ہے"

مہاراجہ نے پگڑی کے آخری پیچ کی گرہ باندھتے ہوئے کہا! ہم دیپک کے سر پر ماڑھی کی سرداری کی پگڑی باندھ رہے ہیں......

لوگوں نے مبارک مبارک کا شور مچانا شروع کر دیا...... دیپک کمار خالی خالی حیران حیران نظروں سے مہاراجہ اور ماتا مہارانی اور دوسرے لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پھر اچانک دیپک کمار نے چلاتے ہوئے کہا! پتا جی کی زندگی میں ہمارے سر پر ماڑھی کی سرداری کی پگڑی کیوں باندھی گئی ہے"

دوسری طرف سے کملا دیوی نے کھڑے ہو کر روتے ہوئے کہا! مہاراج ہمارا دل گھبرا رہا ہے...... ہمیں بتایا جائے، ہمارے پتی دیوتا کہاں ہیں۔

مہاراجہ نے کہا! تمہارے پتی دیوتا دیش کی آزادی اور آبرو کی جنگ میں قربان ہو گئے ہیں۔

نہیں! کملا دیوی کی چیخ سے دربار کے در و دیوار کانپ گئے اس نے اپنے بالوں کو کھولتے ہوئے کہا! ہمارے پتی دیو کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہلاک کیا گیا ہے...... ہمارے پتی دیوتا کو قتل کیا گیا ہے...... آسام کے منصفو! ہم انصاف چاہتے ہیں...... ہمارے ساتھ اینائے ہوا ہے"

مہاراجہ نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا! ذلیل عورت بکواس بند کرو...... سبھاش کی شاندار قربانی کو تم اپنی گندی زبان سے ضائع نہیں کرو...... وہ ایک سپاہی تھا...... سپاہی کی جان ہر وقت ہتھیلی پر ہوتی ہے اب تک ہزاروں جوانمرد دیش پر قربان ہو چکے ہیں...... ان کی ماؤں، بہنوں، بہوؤں یا بیویوں نے ہنگامہ نہیں کیا...... اپنی منحوس زبان بند رکھو ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ راجہ سبھاش کو تمہارے پریم کی سازش نے بزدل بنا دیا تھا تم سبھاش کی قاتلہ ہو...... اب اگر تم نے واویلا کیا تو پھر تمہیں قانون کے شکنجے میں کس دیا جائے گا"

دیپک کمار نے پگڑی اتار کر مہاراجہ کے تخت پر پھینکتے ہوئے کہا!

تم پتا جی کے بعد ہمیں بھی ہلاک کرنا چاہتے ہو...... ہمیں ہاشم کے ساتھ ہمدردی جتانے اور مسلمانوں کی تعریف کرنے کے معصوم گناہ کی سزا دی جارہی ہے...... ہمیں ماڑھی کی سرداری کی ضرورت نہیں ہے...... ہمیں خالی ہاتھ یہاں سے جانے دیا جائے، ہم اپنی ماتا کے ساتھ یہاں سے بہت دور بن باسی ہو کر چلے جائیں گے۔

مہاراجہ نے تلوار کی دھار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کسی زخمی بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا! تم نے ہماری باندھی ہوئی پگڑی اتار کر بہت

برا کیا ہے تم اپنی ماتا کی طرح بدبخت اور گستاخ ہو...... ہم تمہیں ناپسند کرتے ہیں۔

پھر اس نے گھن شام کی طرف دیکھ کر کہا! ان دونوں کو سردست ہمارے محل میں پہنچا دیا جائے...... کل تک دیکھیں گے اگر کملا نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا تو ہم بھی اپنے ارادوں میں لچک پیدا کریں گے۔

ماتا مہارانی نے کہا! مہاراجہ اگر ان کو ہمارے محل میں بھیجا جائے تو بہتر ہوگا......"

کملا دیوی دیپک کو سینے سے لگا کر رو رہی تھی۔

دیپک نے کہا! ماتا جی! دھیرج سے کام لو ہم بہادروں کی طرح مریں گے۔ ہم ان سے ذلت آمیز زندگی کی بھیک نہیں مانگیں گے"

مہاراجہ نے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا! آسام کے غیرت مندو...... ہماری شب خون مارنے والی سینا نے دشمن کا بہت زیادہ جانی نقصان کیا ہے ہمیں بہت بڑی کامیابی ملی ہے۔ ضرورت پڑی تو ہم آئندہ کسی رات کو پھر شب خون ماریں گے"

پرتھوی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کھڑے ہو کر کہا! "مہاراج" کچھ عرض کرنے کی آگیا چاہتا ہوں"

تمہیں اجازت ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ ہم تمہاری باتوں کو توجہ اور ہمدردی سے سنیں گے"

پرتھوی نے کہا! ہم چاہتے ہیں مہاراج کملا دیوی اور دیپک کمار کی خطاؤں کو شما کر کے ان کو اپنی رہائش گاہ پر رہنے دیں...... وقت ان دونوں کے گھاؤ مندمل کر دے گا۔ ہم ان کے غم زدہ دلوں کے بوجھ کو کم کریں گے...... راجہ سبھاش چندر جی کی ہلاکت کا صدمہ کملا دیوی اور دیپک کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ غم کی شدت انسان کو دیوانہ بنا دیتی ہے...... اگر مہاراج نے ہماری رائے سے اتفاق نہیں کیا تو کسی ناخوشگوار سانحہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔

مہاراجہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے اس نے قدرے برہمی سے کہا! تم کہنا کیا چاہتے ہو؟

پرتھوی نے کہا! ہم جو کہنا چاہتے تھے کہہ دیا۔ راجہ سبھاش ہمارا بہترین دوست تھا۔ ہم کملا دیوی اور دیپک کے غم میں برابر کے شریک ہیں...... ہمارے خیال میں اس وقت یہ دونوں ہمدردی کے مستحق ہیں!

ماتا مہارانی نے کہا! پرتھوی تمہیں اپنے لفظوں کے مفہوم کا علم ہے"

پرتھوی سے پہلے شیو دیوتا نے کہا! پرتھوی صحیح کہتا ہے...... کملا دیوی اور دیپک کمار اپنی رہائش گاہ پر رہیں گے۔

ماتا مہارانی نے شیو دیوتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیوتا جو چاہتے ہیں وہی ہوگا۔

مہاراجہ نے کہا! کملا دیوی اور دیپک کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا دیا جائے"

سپاہی روتی ہوئی کملا دیوی اور دیپک کو لے کر جانے لگے تو ماتا مہارانی نے کہا! آج شام ڈھلے کملا دیوی کو ہمارے درشن کے لیے آنا ہوگا!

جب کملا دیوی اور دیپک کمار باہر نکل گئے تو مہاراجہ نے کہا! پرتھوی تم خوش ہو نا؟"

پرتھوی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! شکریہ مہاراج!

مہاراج نے کہا! کملا دیوی اور دیپک ہمیں کم عزیز نہیں ہیں مگر اس گستاخ نے اپنے پتی دیو کے قتل کا الزام ہم پر عائد کر کے ہمارے لیے بڑی مشکل پیدا کر دی ہے...... اگر ہمیں راجہ سبھاش کی وفاداری کا احساس نہ ہوتا تو دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

پرتھوی نے کہا! سبھاش کے دوستوں کی تعداد کم نہیں ہے اشتعال پیدا ہو سکتا ہے...... ہمارے خیال میں آسام کے راج سنگھاسن کے لیے ہمارا اندرونی انتشار نقصان کا باعث بن سکتا ہے"

تم ٹھیک کہتے ہو...... ہم جانتے ہیں...... اس لیے ہم نے تمہارا کہنا مان لیا ہے...... کملا دیوی کو سمجھانے کی کوشش کی جائے ہمارے لیے کسی قسم کی ذہنی پریشانی کا باعث بننے کی کوشش نہیں کرے...... اگر اس نے ہم سے شما کی درخواست کی تو ہم اسے شما کر دیں گے......

مہاراجہ ماتا مہارانی نیلم کمار گھن شام ٹھاکر اور شیو دیوتا چلے گئے...... کملا دیوی اور دیپک کمار دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے"

دیپک کمار نے کہا! ماتا جی! اگر ہم نہیں آتے تو یہ سب کچھ نہیں ہوتا...... تم فکر نہیں کرو ماتا جی ہمارے پتا جی بادشاہ مہاراجہ کو معاف نہیں کریں گے اگر کسی طرح ہمیں مسلمان بادشاہ تک پہنچنے کا موقع مل گیا تو ہم اپنے پتا جی کے خون کی بوند بوند کا حساب چکائیں گے"

کملا دیوی نے دیپک کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! دیپک تم ابھی کم سن ہو...... ہم تمہیں کھونا نہیں چاہتے ہمیں عقل مندی اور ہوشیاری سے حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ مہاراجہ نے ہمارے خاندان کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے...... کملا دیوی نے اپنی مانگ سے سندور نکال کر بال کھول دیے تھے۔

دیپک نے کہا! ہم شیو دیوتا سے مدد طلب کریں گے...... امید ہے شیو دیوتا ہماری بھرپور مدد کریں گے......

مندر کے قریب پہنچ کر شیو دیوتا نے کہا!"ہم مندر جائیں گے......"

شیو دیوتا مندر کی طرف مڑنے لگا تو مہاراجہ اور ماتا مہارانی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑی عقیدت سے اسے رخصت کیا۔

مہاراجہ نے ماتا مہارانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ماتا جی! تم محل میں جاؤ ہم آتے ہیں۔

پھر اس نے ساجن کی طرف دیکھ کر کہا! ساجن ماتا جی کو محل تک چھوڑ آؤ......

ماتا مہارانی کو محل میں چھوڑ کر ساجن تیز تیز قدر اٹھاتا ہوا مندر میں داخل ہوا"

شیو دیوتا کے قریب پہنچ کر ساجن نے کہا!" دیوتا ماتا مہارانی کا ایک پیغام ہے"

کہو کیا پیغام ہے؟

شیو دیوتا نے پوچھا تو ساجن نے کہا! تخلیے کی ضرورت ہے......

شیو دیوتا نے ہاتھ اٹھا کر پجاریوں اور پنڈتوں کی طرف دیکھا تو سب لوگ کمرے سے نکل گئے"

ساجن نے کہا! دیوتا مہاراج! ہم صبح سے موقع کی تلاش میں تھے۔

کیا بات ہے ساجن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟

شیو دیوتا نے پوچھا تو ساجن نے کہا! راجہ سجاش زندہ ہے اور کھنڈے راؤ کے پاس ہے...... مہاراجہ نے اس کے قتل کی ذمہ داری ہمارے سپرد کی تھی''

شیو دیوتا کا چہرہ خوشیوں سے گلنار ہو گیا اس نے ساجن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! ساجن آگے کچھ مت کہو ہم ساری بات سمجھ گئے ہیں...... مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقت ور ہے''

ساجن نے کہا! ہمارا زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے...... کسی طرح کملا دیوی اور دیپک کو آگاہ کر دیا جائے تو بہتر ہوگا...... کہیں ایسا نہ ہو وہ کوئی غلط قدم اٹھالیں''

شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! تم جا سکتے ہو...... ہم سارا معاملہ سنبھال لیں گے...... ہم اسی وقت کملا دیوی کے پاس جاتے ہیں''

ساجن جانے لگے تو شیو دیوتا نے اسے واپس بلا کر کہا! ساجن ہم تمہاری پیشانی چومنا چاہتے ہیں تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

ساجن نے شیو دیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! یہ بھگوان کی کرپا ہے''

شیو دیوتا نے ساجن کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! آسام کی تاریخ تمہارے کارنامے پر فخر کرے گی۔ تم نے وقت کے طوفان کا رخ بدل دیا ہے۔ ہم ابھی کملا دیوی کے پاس جاتے ہیں......

شیو دیوتا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کملا دیوی کی رہائش گاہ پر پہنچا تو پہرے داروں نے جھک کر دیوتا کا استقبال کیا...... شیو دیوتا کملا دیوی اور دیپک کے سامنے پہنچا تو دونوں کی چیخیں نکل گئیں''

شیو دیوتا نے دیپک کمار کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! دیپک کمار تم ہمارے بیٹے ہو...... تم پریشان نہ ہو''

دیپک کمار نے روتے ہوئے شیو دیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج ہمارے پتا جی کو قتل کر دیا گیا ہے...... ہمارے سر پر تلواروں کو چمکایا جا رہا ہے۔ ہم پریشان اور غمزدہ نہیں ہوں گے تو کون ہوگا''

شیو دیوتا نے روتی ہوئی کملا دیوی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! کملا بہن!

کملا نے چونک کر شیو دیوتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیوتا نے داسی کو بہن کہا ہے؟

ہاں ہم نے تمہیں بہن کہا ہے۔

شیو دیوتا نے جواب دیا تو کملا دیوی نے کہا! ہم اسے اپنی خوش نصیبی کی انتہا سمجھیں گے۔

شیو دیوتا نے دیپک کمار کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے کہا! تم دونوں اس وقت سنسار کے خوش نصیب ترین انسان ہو۔

کملا دیوی اور دیپک دونوں نے شیو دیوتا کی طرف حیرت سے دیکھا تو شیو دیوتا نے کہا! کملا بہن!...... راجہ سجاش زندہ اور دیپک کمار جی تمہارے پتا جی تمہارے مسلمان بادشاہ پتا جی کے پاس موجود ہیں......

پھر شیودیوتا نے انہیں مہاراجہ کے ناپاک منصوبے اور ساجن کی کارگزاری کے بارے میں بتایا۔"

کملا دیوی شیودیوتا کے قدموں پر جھک گئی تو شیودیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! یہ راز ہے اسے راز رکھا جائے...... ورنہ ساجن کے ساتھ تم دنوں اور نجانے اور کتنے لوگوں کو ظالم مہاراجہ چیر پھاڑ دے گا"

کملا دیوی نے خوشی سے شیودیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! شیودیوتا مہاراج یقین نہیں آتا...... ہم اتنے خوش نصیب ہیں"

شیودیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! کملا بہن تم دونوں واقعی بڑے خوش نصیب ہو...... ہم چلتے ہیں اب تم دونوں اپنے اپنے رویوں میں آہستہ آہستہ لچک پیدا کرنا۔ جب مہاراجہ تمہیں طلب کرے تو اس سے شما کی اپیل کرنا...... جب تک مسلمان حکمران کی سینا کی یلغاروں کی دھمک سے اس قلعے کے درودیوار ریت کے گھروندوں کی طرح پیوند خاک نہیں ہوجاتے اس وقت تک تمہیں اس راز کی حفاظت کرنی پڑے گی...... دیپک چند دنوں کی جدائی ہے تم بہت جلد اپنے پتا سجاش...... اپنے بادشاہ پتا...... اور اپنے چچا فیروز خان کو یہاں پاؤ گے...... کملا دیوی کے چہرے پر خوشیوں کے گلاب کھل اٹھے......

شیودیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم جاتے ہیں...... قدم قدم سنبھل کر چلنا ہوگا...... مہاراجہ سے کہنا ہمیں شیودیوتا نے مہاراجہ کے سامنے جھکنے کا حکم دیا ہے"

شیودیوتا چلا گیا تو کملا دیوی نے دیپک کو گلے لگاتے ہوئے کہا! دیپک بیٹے اس انوکھی خوشی پر قابو پانا مشکل ہورہا ہے......"

شام کو کملا دیوی دیپک کمار کو ساتھ لے کر مہاراجہ کے محل میں پہنچی"

محل کے دروازے پر ساجن نے اس کے قریب آکر آہستہ سے کہا! کملا بہن...... لگتا ہے شیودیوتا نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہوگا"

کملا دیوی نے کہا! ساجن ہم کیا ہمارے آنے والی نسلیں بھی تمہاری ممنون احسان رہیں گی۔

ساجن نے کہا! ہم نے کسی پر کوئی احسان نہیں کیا...... اپنا فرض ادا کیا ہے...... ابھی ہم سب نے آزمائشوں اور امتحانوں کی کٹی کھٹالیوں سے گزرنا ہے...... تم اس وقت شیشہ گری کی دکان میں داخل ہورہی ہو...... ہوشیاری سے کام لینا"

کملا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا! ساجن بھائی ہمیں پورا پورا یقین ہے اب کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا...... بھگوان ہمارے ساتھ ہے دیوتا ہمارے ساتھ ہیں...... ایشور کی کرپا کا سایہ ہمارے سروں پر ہے"

ساجن نے آگے بڑھ کر مہاراجہ کی خوابگاہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا! مہاراج کے دروازے پر کملا دیوی اور دیپک کمار حاضر ہیں"

مہاراجہ نے چونک کر ساجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! وہ بن بلائے کیوں آئے ہیں...... مہاراجہ نے شراب کا جام ہونٹوں سے لگالیا۔

ساجن نے کہا! لگتا ہے دونوں شما کی اپیل لے کر آئے ہیں"

مہاراجہ نے ایک لمحے کے توقف کے بعد بدبے سے کہا! اجازت ہے"......

کملا دیوی اور دیپک کمار ایک ساتھ مہاراجہ کی خوبصورت مہکی مہکی خوابگاہ میں داخل ہوئے اور سر جھکا کر کھڑے ہوگئے مہاراجہ نے بے نیازی

سے ان کی طرف دیکھ کر منہ پھیر لیا مہاراجہ کے ہونٹوں پر فاتحانہ تبسم تھا۔ نوتن کماری اس کے پہلو میں لپٹی ہوئی تھی اس کے لمبے لمبے سیاہ گھنے بالوں میں سجرے سجرے پھولوں کے مہکتے ہوئے گجرے گوندھے ہوئے تھے۔ اس کی موٹی موٹی گہری آنکھوں میں اداس اداس شوخیاں جھوم رہی تھیں"

مہاراجہ نے شراب کا ایک جام پینے کے بعد کملا دیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ہم نے تمہیں بلایا نہیں تو تم بن بلائے کیوں آئی ہو؟

کملا دیوی نے عاجزی سے جھکتے ہوئے کہا! ہم سوالی بن کر آئے ہیں ہم سے بھول ہوئی ہے۔ شما کی بھکشا دان ہو جائے تو داسی کا جیون آسان ہو جائے گا۔

مہاراجہ نے نوتن کماری کے بالوں کی ایک لمبی سی لٹ کر پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! اپنے پتی دیو کے قاتل کے دروازے پر سوالی بن کر آنا تمہاری غیرت نے کیسے گوارا کر لیا ہے"

"نہیں مہاراج نہیں" کملا دیوی نے گڑگڑاتے ہوئے کہا! صدمے نے ہمیں پاگل بنا دیا تھا...... ہم اپنی خطا پر نادم ہو کر آئے ہیں۔ ہماری آتما اتھاہ گہرائیوں تک لہولہان ہے ہمیں مزید گھائل نہیں کرو مہاراج ا

مہاراج نے مسکراتے ہوئے کہا! تمہاری زود پشیمانی ہمیں پسند آئی ہے۔

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا! کملا دیوی...... تم کومل ہو...... سندر ہو...... من موہنی ہو...... ہم تمہاری سندرتا کو موت کی چتا میں جلانے کا ارادہ نہیں رکھتے...... تمہارا پتی دیو بہادر اور غیرت مند سپاہی تھا۔ اور تم جانتی ہو موت سپاہی کا وقار ہوتی ہے...... اس نے دیش کی دہلیز پر اپنی جان نچھاور کر کے پوری ہندو جاتی کا سر بلند کر دیا ہے"

کملا دیوی نے کہا! مہاراج کا حسن نظر ہے...... سبھاش کی یہی آشا تھی وہ ہم سے اکثر کہا کرتا تھا کہ مہاراجہ کے لیے ہم جان کا نظرانہ لیے پھرتے ہیں...... جب کبھی ضرورت پڑی تو اپنے مہاراجہ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

مہاراجہ نے شراب کا ایک اور گھونٹ حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا! ہم اپنے وفاداروں کے قدردان ہیں...... یہ نوتن کماری ہے یہ منگل سنگھ کی بیٹی ہے...... ہم نے منگل کی بیٹی کو اپنی آنکھوں کے راستے اپنے من میں بیٹھا رکھا ہے...... منگل سنگھ کی آتما خوش ہو گی...... ہم تمہیں بھی اپنے دل کے کسی مہکتے ہوئے گوشے میں جگہ دیں گے...... سبھاش چند کی آتما کا بھٹکنا ہمیں گوارا نہیں ہے......"

کملا دیوی روح کی گہرائیوں تک کانپ گئی اس کی جھکی جھکی پیشانی پر پسینے کی بوندیں جھلملانے لگیں"

اس نے دیپک کمار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کانپ کر کہا! ابھی ہمارے پتی کی ارتھی کے پھول نہیں مرجھائے"

مہاراجہ نے شراب کے نشے میں بہکتے ہوئے کہا!"پھولوں کا مرجھانا ہمیں پسند نہیں ہم اس کی ارتھی کے پھولوں کو مرجھانے نہیں دیں گے"

کملا دیوی نے کہا! ہمارا مطلب کچھ اور ہے مہاراج...... ہم چند روز تک اپنے سورگ باشی پتی دیو کا سوگ منائیں گے"

مہاراجہ نے ہچکی لیتے ہوئے کہا! اب ہم جو ہیں تمہارا کسی کے لیے دکھی ہونا تمہارے لیے اچھا نہیں کملا جی"

کملا دیوی نے مہاراجہ کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں وحشتیں ناچ رہی تھیں۔ نوتن کماری نے آنکھ کے اشارے سے اسے کمرے

سے نکل جانے کا پیغام دیتے ہوئے مہاراجہ کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! اسے جانے دیا جائے مہاراج یہ کچھ گھبرا رہی ہے“

مہاراجہ نے سلگتی ہوئی خونی نظروں سے کملا کی طرف دیکھ کر کہا! تم جا سکتی ہو ہم نے شما کیا“

کملا دیوی اور دیپک جانے لگے تو مہاراجہ نے کہا! ماتا مہارانی کے درشن ضرور کرتی جانا ورنہ وہ تمہیں شما نہیں کرے گی......

کملا دیوی اور دیپک باہر نکل گئے باہر دور دور تک قندیلوں کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں“

ساجن نے کملا دیوی کو تسلی دیتے ہوئے آہستہ سے کہا! کملا بہن تم گھبرانا نہیں دھیرج اور عقل مندی سے حالات کا مقابلہ کرتے رہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم سائے کی طرح کبھی تم سے جدا نہیں ہوں گے“

کملا دیوی نے کہا! ”اندھیرے میں بھی ہمارے ساتھ رہو گے“

کملا دیوی جی ہم اندھیرے میں تمہارے اور زیادہ قریب ہوں گے اب تم گھڑی دو گھڑی کے لیے ماتا مہارانی کے پاس بھی چلی جاؤ“

کملا دیوی کو دیکھ کر ماتا مہارانی نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! تم آسام کی غدار ہو تم آسام کے دشمنوں کی داشتہ ہو......ہم تجھے عبرتناک سزا دیں گے......تم کیوں آئی ہو؟

کملا دیوی نے کہا! ہم سے غلطی ہوئی ہے......ہم شما کے طلبگار ہیں“

ماتا مہارانی نے غصے سے کہا! تمہیں کس نے بھیجا ہے؟

کملا دیوی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہمیں شیو دیوتا نے بھیجا ہے۔

شیو دیوتا! مہارانی نے نرمی سے کہا! کیا سچ مچ تمہیں شیو دیوتا نے بھیجا ہے

جی ماتا جی ہم سچ کہتے ہیں۔ ہمیں شیو دیوتا نے بھیجا ہے ہم اس مہان دیوتا کی سفارش لائے ہیں“

ماتا مہارانی نے کہا! شیو دیوتا...... بڑے دیالو ہیں...... جب تمہیں سندر دیوتا نے سفارش کے ساتھ بھیجا ہے تو ہم تمہیں شما کرتے ہیں...... تم بے فکر ہو کر جا سکتی ہو......ہم تمہاری رکھشا کریں گے......“

کملا دیوی نے آگے بڑھ کر ماتا مہارانی کے قدموں پر سر جھکاتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی نے ہمارے بہت بڑے پاپ کو شما کر دیا ہے۔ ہم جیون بھر ممنون رہیں گے“

پھر اس نے کہا! ماتا مہارانی جی ہمیں جو من میں آئے کہنا مگر کسی مسلمان کی داشتہ نہیں کہنا ہم بڑے سچے اور ستھرے آسامی ہندو ہیں“

دیپک نے قدرے ناگواری سے کہا! اور مسلمان بھی سچے اور ستھرے مسلمان ہیں وہ بھی چاند کی کرنوں کی طرح اجلے اجلے ہیں“

ماتا مہارانی نے غصے سے دیپک کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! کملا تمہارا بیٹا بڑا گستاخ ہے اور ہمیں گستاخی پسند نہیں ہے“

کملا دیوی نے دیپک کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! بالک بھولا ہے......اسے کچھ خبر نہیں کہ کیا کہنا ہے“

دیپک کمار نے آگے بڑھ کر ماتا مہارانی کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی جی! ہم کچھ اور کہنا چاہتے تھے“

تم کیا بکنا چاہتے تھے؟

ماتا مہارانی نے غصے سے پوچھا تو دیپک نے کہا! مسلمان ہمارے پتا جی کے قاتل ہیں نا......

ماتا مہارانی نے کہا! تمہیں اب بھی شک ہے۔

نہیں! دیپک نے کہا! ہم یہی تو کہنا چاہتے ہیں ہندو ہندو ہیں اور مسلمان مسلمان ہیں...... ساگر کے دو کنارے آپس میں نہیں مل سکتے"

ماتا مہارانی نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم تمہارے جواب سے بہت خوش ہیں...... تمہاری آتما میں دھرم کا گیان ہے لگتا ہے یہ تمہاری ماتا کی گود کا کمال ہے"

دیپک کمار نے کہا! یہ ہمارا اپنا کمال ہے ہم کسی کے کمال سے فائدہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ ہمارے وچار ہمارے اپنے ہوتے ہیں"

اتنے میں ایک باندی نے آ کر کہا! شیو دیوتا آیا ہے"

ماتا مہارانی نے کہا! نجانے یہ حجاب کب تک ہمارے اور دیوتا کے درمیان حائل رہے گا۔

شیو دیوتا نے ماتا مہارانی کی خوابگاہ میں قدم رکھتے ہوئے کہا! ہمیں یہ حجاب بہت اچھا لگتا ہے"

ماتا مہارانی نے جلدی سے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! مگر ہمیں یہ حجاب پسند نہیں ہے ہم چاہتے ہیں دیوتا چاند کی چاندنی کی طرح بنا پوچھے ہمارے آنگن میں آتے جاتے رہیں"

شیو دیوتا نے کملا دیوی اور دیپک کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! کملا دیوی جی! تم نے ہماری بات مان کر بہت اچھا کیا ہے ہم بہت خوش ہوئے ہیں ہمارا خیال درست ثابت ہوا ہے۔

ماتا مہارانی نے کہا! دیوتا نے کیا خیال کیا تھا؟"

شیو دیوتا نے دیپک کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! یہی کہ کملا دیوی نے شدت غم سے پاگل ہو کر ناحق مہاراجہ کو اپنے پتی دیوتا کا قاتل قرار دیا...... یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ کملا کو بڑی جلدی سے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے...... تم نے اسے شما کر کے اور اچھا کیا ہے"

ماتا مہارانی نے کہا! اگر یہ ہمارے دیوتا کی سفارش نہ لاتی تو ہم کبھی اسے شما نہیں کرتے"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! پاروتی ایسی ہی ہوتی ہے...... تم قدم قدم پر ہمارے من کے قریب پہنچتی جاتی ہو......

ماتا مہارانی نے خوشی سے جھومتے ہوئے باندیوں کی طرف دیکھ کر کہا! تم سب خاموش کیوں ہو...... گاؤ...... خوشیوں کے گیت گاؤ...... ہمارے دیوتا کا من بہلاؤ"

شیو دیوتا نے کہا! ہم تو صرف تمہاری باتوں کے جلترنگ سننے آتے ہیں...... تم بولتی ہو تو لگتا ہے۔ پربت کی بلندیوں سے جھرنے گنگناتے ہوئے وادیوں کی گہرائیوں کو سیراب کرنے آ رہے ہیں...... ہم اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ان پر اسرار اور خوشنما خوابناک وادیوں میں چلتا پھرتا محسوس کرتے ہیں جہاں سے پھولوں کو رنگ و بو آبشاروں کو ترنم...... عندلیبوں کو نغمگی اور شمع کو سوز و گداز ملتا ہے...... ماتا مہارانی جھومنے لگی...... تمہاری باتوں میں جادو کی مدھ ہے...... تم بڑے من موہن ہو تم شمع کی مانند ہو...... اور ہم پروانے کی طرح تم جب سامنے ہوتے ہو تو ہم پر جان سوزی کا جنون طاری ہو جاتا ہے"

شیو دیوتا نے کہا! ہم نے مہاراجہ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں تمہیں معلوم ہے تمہارے بیٹے کے جیون کی راہیں کتنی تاریک اور گرد آلود ہیں......اس گرد باد حیات کی تلخیوں سے بچا بچا کر اسے آسان راستے پر لانے کی ذمہ داری ہم نے اٹھائی ہوئی ہے......

شیو دیوتا کے پیچھے پیچھے کملا اور دیپک بھی مہاراجہ کی خوابگاہ سے نکل گئے......کملا دیوی اور دیپک کمار شیو دیوتا کے دائیں بائیں چل رہے تھے......چاند نکل آیا تھا اور ستاروں کے جھرمٹ میں اس طرح سج رہا تھا جس طرح کوئی نئی نویلی دلہن حجلہ عروسی میں گلبدن سہیلیوں کے جھرمٹ میں بیٹھی ہو جگہ جگہ قندیلیں جل رہی تھیں فصیل پر ہزاروں مشعلیں روشن تھیں......

ایک جگہ کملا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی بھی عجیب عورت ہے......"

شیو دیوتا نے کہا،" اسے عورت نہ کہو یہ تو عورت کے پاکیزہ نام پر ایک بدنما دھبہ ہے"

کملا دیوی نے کہا!" مگر دیوتا وہ تو تم پر جان چھڑکتی ہے لگتا ہے اسے تم سے سچا پیار ہے"

" پیار" شیو دیوتا نے کہا، وہ تو ہوس زدہ چڑیل ہے اسے کسی سے پیار نہیں ہو سکتا......پیار کا اپنا ایک مخصوص قسم کا مزاج ہوتا ہے......پھولوں کی طرح پاکیزہ اور معطر......ابھی کئی دنوں تک اپنی مجبوری کے سبب ہمیں اس چڑیل کی بدبودار باتوں کو برداشت کرنا ہے"

" مجبوری" کملا دیوی نے کہا، دیوتا بھی مجبور ہو سکتا ہے کیا؟

شیو دیوتا نے کہا! ہاں کملا بہن......ہم بھی مجبور ہیں......ہماری مجبوری اس سنسار کا ایک راز ہے......ایک ایسا راز......جس کے فاش ہونے کا وقت ابھی کچھ دور ہے"

کملا دیوی کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے کہا! اب تم آرام کرو ہمیں کہیں اور بھی جانا ہے"

کملا نے جھک کر اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! دیوتا......ہمارے پتی دیوتا وہاں خوش تو ہوں گے"

شیو دیوتا نے کہا! اس سوال کا جواب تم اپنے دل سے پوچھو!

دیپک کمار نے کہا! ماتا جی! پتا جی بہت خوش ہوں گے ہمارے پتا بادشاہ تو دیوتا ہیں"

کملا دیوی نے دور آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی طرف دیکھ کر کہا! وہ تو ہم بھی جانتے ہیں......یونہی پوچھا ہے......مسلمانوں کا بادشاہ تو دیوتا ہے......اس کی بات میں دلکشی، دلفریبی اور پیار ہے۔

دیپک کمار نے کہا!" ماتا جی ہم تم سے کچھ زیادہ وہاں رہے ہیں بھگوان کی قسم وہ تو سب کے سب دیوتاؤں کی طرح ہیں......ہمارے پتا مہاراج وہاں بہت خوش ہوں گے......ماتا جی تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہیے"

شیو دیوتا نے کہا! کملا! ہم مسلمانوں کو اچھی طرح جانتے ہیں وہ رشتوں کے تقدس کو سمجھنے اور احترام کرنے والے عظیم لوگ ہیں......وہ شرابی اور سیاہ کار نہیں"

کملا دیوی نے کہا، ہم نے چند لمحوں کی ملاقات میں بہت کچھ دیکھا تھا لگتا تھا ہم جنت میں آ گئے ہیں......اودھم خان بھی بہت اچھا تھا"



ان گنت قندیلوں اور مشعلوں کی تیز روشنیوں نے وادی کو دور تک جگمگا دیا تھا...... نیلم کمار قلعے کے بلند و بالا دروازے کی چھت پر کھڑا یہ دلفریب نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اس کے اردگرد آسامی سینا کے بڑے بڑے سردار کھڑے تھے...... ہاتھیوں کی چنگھاڑوں، سپاہیوں کے نعروں اور گھوڑوں کی ہنہناہٹوں سے وادی گونج رہی تھی۔

ایک سردار نے کہا! پردھان منتری جی! لگتا ہے یہ کھنڈے راؤ کی سینا ہے۔ کھنڈے راؤ پیش قدمی کی غرض سے بڑھتا چلا آ رہا ہے۔

نیلم کمار نے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو۔ گزشتہ رات سجاش چند کی سینا کے دس ہزار سینکوں نے راؤ جی کی سینا پر شب خون مارا تھا کھنڈے راؤ انتقام کی آگ میں جل رہا ہے"

پھر اس نے ایک سردار کی طرف دیکھ کر کہا۔ راجیش سنگھ تم فوری طور پر سیناپتی جی کو جگا کر موجودہ صورتحال سے آگاہ کرو...... ہمارے خیال میں سنگ باری شروع کر دینی چاہیے...... مدافعانہ جنگ کی پہل سے کھنڈے کی جارحیت کو روکا جائے تو ہمارے لیے بہتر رہے گا"

راجیش سنگھ سیڑھیوں سے اترتا ہوا اندھیرے میں گم ہو گیا تو نیلم کمار نے اونچی آواز سے تحکمانہ لہجے میں کہا!" تمام منجنیقوں میں پتھر رکھ دیئے جائیں...... حملے کی تیاری مکمل کر لی جائے دشمن کو پیش قدمی کے منصوبے کو رات کے اندھیرے میں ناکام بنا دیا جائے...... سپاہیوں کے ہاتھوں میں حرکت آ گئی......

منجنیقوں کے بعد نیلم کمار نے ایک دوسرا حکم جاری کیا! تمام تیر انداز آتشی تیروں کی برسات کے لیے تیار ہو جائیں...... ممکن ہے کھنڈے کے سپاہی پربت پر چڑھنے کی حماقت میں مصروف ہوں۔

تھوڑی دیر بعد سیناپتی گھن شام ٹھاکر ہانپتا ہوا اوپر پہنچا تو نیلم کمار نے کہا!

سیناپتی جی! تشویش کی بات تو کوئی نہیں تھی پھر بھی ہمارا خیال ہے دشمن کو ہراساں کر دیا جائے تو بہتر ہوگا...... یہ کھنڈے راؤ کی سینا آسامی ہیں اور اس قلعے کے پرانے باشندے ہیں اور ان پربتوں پر چڑھنے اترنے کے ماہر ہیں۔ سانپ کو اس کی بل کے اندر ہی کچل دیا جائے تو بہتر ہوگا...... ہم نے حملے کی تیاری کا حکم دے دیا ہے...... منجنیقوں میں پتھر بھر دیے گئے ہیں...... تیر انداز آتشی تیروں کو چلوں پر چڑھائے تمہارے حکم کے منتظر ہیں۔ آخری حکم تم نے دینا ہے"

گھن شام نے کہا! پردھان منتری جی! تم نے ٹھیک کہا ہے...... کھنڈے راؤ مسلمانوں کی سینا سے زیادہ خطرناک ہو سکتا ہے...... مسلمان بادشاہ بہت ہوشیار اور موقع شناس لگتا ہے اس نے بڑی عیاری سے کم بخت کھنڈے راؤ کو قربانی کا بکرا بنا کر آگے بڑھا دیا ہے...... ہم اس قربانی کو کھلے دل سے قبول کرتے ہیں۔ پھر اس نے چلاتے ہوئے کہا، وزنی پتھروں اور موت کے جلتے ہوئے تیروں کا مینہ برسا دیا جائے......

بڑے بڑے پتھر دھماکوں کے ساتھ وادی میں گرنے شروع ہو گئے اندھیری فضاؤں میں جلتے ہوئے تیروں کی برسات نے رات کے پچھلے پہر کے ماحول کو ہولناک بنا دیا...... فصیل پر دوڑتے پھرتے سپاہی نعرے لگا لگا کر اپنے جوش و جذبے کا اظہار کر رہے تھے۔ وادی کے گہرے

نشیب سے نعروں کے جواب میں نعرے اور قہقہے سنائی دے رہے تھے...... کھنڈے راؤ اور رال راؤ تجربہ کار ماہر جنگجو تھے...... انہوں نے اپنے لشکر کو قلعہ کی منجنیقوں اور تیروں کی کار گزد سے کافی دور پیچھے اس شاہراہ کے اردگرد ٹھہرایا ہوا تھا جو جنگل کے اندر سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی ساحلی مندروں کی طرف جاتی تھی...... کھنڈے راؤ کی پیش قدمی کی حکمت عملی بڑی موثر تھی...... دوسری طرف نیلم کمار بھی بڑی خوبی سے سیناپتی گھن شام کو ہراساں اور مشتعل کر کے بے مقصد سنگ باری اور تیر اندازی کروا کے سامان جنگ کے نقصان کا باعث بن رہا تھا...... سیناپتی چیخ چیخ کر اپنے سینکوں کے حوصلے بڑھاتا ہوا فصیل کے مشرقی حصے پر بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔

وہ کہتا پھرتا تھا! ''آسام کے دلیرو! دشمن کو پتھروں کے نیچے موت کی نیند سلا دو...... صبح تک ان منحوس آوازوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دو...... جو یہاں تک سنائی دے رہی ہیں...... آسام کی آزادی...... آسام کی سلامتی...... آسام کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی جنگ شروع ہو چکی ہے...... ہم اس جنگ کے دائرے بنگال کے اس کنارے تک پھیلانا چاہتے ہیں...... ہم اپنے دیش اپنے دھرم اور اپنے دیوتاؤں کے دشمنوں کو ساگر میں غرق کر کے ایک بہت بڑی ہندو سلطنت کی بنیادیں رکھنا چاہتے ہیں......''

نیلم کمار اندھیرے میں مسکرا رہا تھا...... دھماکوں اور نعروں کے شور سے قلعے کی سوئی ہوئی زندگی ہڑبڑا کر جاگ اٹھی تھی...... ہر طرف شور برپا تھا...... لوگ ایک دوسرے کو کہتے پھرتے تھے...... مسلمانوں کی سینا نے قلعے پر حملہ کر دیا ہے...... مہاراجہ اور ماتا مہارانی اپنی اپنی خوابگاہوں اور عشرت کدوں سے نکل کر فصیل کی طرف دوڑتے آ رہے تھے......''

فصیل پر پہنچ کر مہاراجہ نے سیناپتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! تمہارے خیال میں اب تک دشمن کے کتنے سینک ہلاک ہوئے ہوں گے...... حملے کو شروع کیے کتنے دیر ہو چکی ہے...... ہم کو اطلاع کیوں نہیں دی ہے......''

سیناپتی نے کہا! مہاراج! جب تشویش کی کوئی بات ہوتی تو ہم ضرور آگاہ کرتے...... یہ تو کھنڈے راؤ کی حماقت آمیز شرارت ہے...... مسلمان بادشاہ نے احمق کو قربانی کا دنبہ بنا دیا ہے۔''

☆

''ہم تمہارے اشارے کے منتظر ہیں......تم اشارہ کرو گے تو ہم شیروں اور عقابوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے......تم اسلام کے بطل عظیم ہو ......ہمیں تم پر فخر ہے......لگتا ہے تم اللہ کے ولی ہو تم اسراروں کے ان گنت پردوں میں چھپے ہوئے اس راز کی طرح جو اس کائنات کے حسن کے جلوؤں کی رنگینوں کے مقاصد کی نگہبانی کرتا ہے......تم فطرت کے جمالیاتی مزاج کا حسن جان فزاں ہو......خدا تمہیں قدم قدم کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز کرتا رہے گا تم اس ملک کے لاکھوں مجبوروں کے نجات دہندہ ہو......اس فتح اور کامیابی کا تاج تمہارے سر پر رکھا جائے گا''

دعا گو ''علی قلی خان''

شیو دیوتا نے پرنم آنکھوں سے خط کو چوم کر اپنے لباس کے اندر چھپالیا اور پھر تیزی سے مندر سے نکل گیا......یکا یک اس کے بدن میں بجلیاں دوڑنے لگیں......''

وہ نرملا اور سپیروں کے پاس پہنچ کر بولا!

اب وہ وقت آ گیا ہے جس کا بڑے عرصے سے انتظار کیا جارہا تھا......سرنگ کے دہانے کو کھول دیا جائے اس طرح اس کے اندر کی ہوا خارج ہو جائے گی......کل تک اس سرنگ کو قابل استعمال بنانا ہے......ہم زیادہ عرصے تک ظلم و زیادتی نہیں دیکھ سکتے......

سپیروں نے آگے بڑھ کر چرخی کو گھمانا شروع کر دیا جس کی مدد سے سرنگ کے دہانے پر وزنی پتھر اور چوڑی سل کو ہٹایا جاتا تھا......ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے بعد وہ سل اپنی جگہ سے ہٹ گئی......''

شیو دیوتا نے سرنگ کے اندر جھانک کر دیکھا اور مسکرا کر کہا! اب تم سب بہادروں کو پہلے سے زیادہ مستعدی سے اس جگہ کی حفاظت کرنا ہوگی''

مدھومتی نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''دیوتا مہاراج! بے وطن غنچے کا کیا حال ہے۔غموں اور دکھوں کے گرم جھونکوں سے مرجھایا تو نہیں......''

شیو دیوتا نے کہا! ''ہم اس سے ملنے جارہے ہیں تم فکر نہ کرو وہ چٹان کی طرح مضبوط ہے''

مدھومتی نے دکھی دل سے کہا! ''ہماری مجبوریوں سے اس کو اچھی طرح آگاہ کر دینا......''

شیو دیوتا نے مدھومتی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''مدھومتی ہم سب ایک دوسرے کی مجبوریوں سے اچھی طرح آگاہ ہیں......یہ مجبوریاں اور ایک دوسرے سے یہ دوریاں چند دنوں تک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گی پھر ہم سب کھلے آسمان تلے آزاد فضاؤں میں آزادی کے گیت گاتے ہوئے دکھائی دیں گے''

مدھومتی رونے لگی تو شیو دیوتا نے کہا! ''باوری روتی کیوں ہے تم جب غمزدہ ہوتی ہو تو ہمارے دل کو دکھ ہوتا ہے''

''نہیں دیوتا نہیں'' تم دکھی نہ ہوا کرو......یہ تو خوشی کے آنسو ہیں......ہم اپنے نصیبوں پر جب بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں تو رو پڑتے ہیں......شاید یہ ہماری فطرت ہے......''

شیو دیوتا نے مسکرا کر نرملا کی طرف دیکھ کر کہا! نرملا ہم تمہاری محبت اور تمہاری رفاقت پر ہمیشہ فخر کریں گے..... تم فطرت کا حسن ہو..... تم پوتر تا کے رنگوں کا شاہکار ہو..... تم جلال و جمال کا حسین امتزاج ہو"

نرملا نے ممنونیت سے شیو دیوتا کے چرن چھوتے ہوئے کہا! یہ سارے رنگ ہمارے دیوتا کے اپنے ہیں..... ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں....."

شیو دیوتا جلدی سے باہر نکل گیا دروازے پر کھڑے راموبابا کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا! اب پوری طرح چوکس رہنے کی ضرورت ہے..... سانپوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے....."

راموبابا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "جب تک جیتے ہیں کسی کو اس عمارت کے اندر قدم رکھنے کی آ گیا نہیں دیں گے..... سب سانپ بڑے زہریلے اور وحشی ہیں اچھل اچھل کر حملہ کرنے والے ہیں....."

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم تمہارے مشکور ہیں تم سب بڑے بہادر اور وفا شعار ہو..... اس دھرتی کی تاریخ تم پر فخر کرے گی..... تم اپنی ہمتوں کی جولانیوں سے عزم اور جوانمردی کی ایک اچھوتی تاریخ لکھ رہے ہو....."

شیو دیوتا آگے بڑھ گیا راموبابا نے تمام سپیروں کو بلا کر کہا! "سانپوں کو پٹاریوں سے نکال کر کھلا چھوڑ دیا جائے..... زور زور سے بینوں کو بجاؤ..... اس علاقے کے سارے ماحول کو پراسرار اور ناقابل فہم بنا دیا جائے..... اپنے چاروں طرف فن کے دبدبے طاری کر دو..... اپنے چاروں طرف ایک ایسا پراسرار سماں طاری کر دو کہ کسی کو اس طرف آنے کی جرات نہ ہو سکے....."

سپیروں نے بڑے بڑے خوفناک ناگوں کو پٹاریوں سے نکال کر کھلا چھوڑ دیا اور خود ادھر ادھر بڑے پراسرار طریقوں سے بینوں کو بجاتے ہوئے رقص کرنے میں مصروف ہو گئے..... اس طرف سے گزرنے والے ناگوں کی خوفناک پھنکاروں کو سن کر دور بھاگ جاتے تھے.....

راموبابا چلا چلا کر کہہ رہا تھا! "ادھر کوئی نہ آئے..... آج ناگوں کے غصے کا دن ہے....."

منوسمرتی کی دیومالائی تعلیمات کے مطابق ناگوں کو دیوتا مانا جاتا ہے..... ہندو ناگوں کی پوجا کرتے ہیں..... کوئی ہندو کسی بھی حال میں کسی ناگ کو نہیں مار سکتا..... ہندوستان، آسام، بھوٹان اور دوسرے ہندو اکثریت والے ملکوں میں ناگ دیوتاؤں کے ہزاروں مندر موجود ہیں جہاں سانپوں اور ناگوں کی پوجا ہوتی ہے..... سپیروں نے بپھرے ہوئے زہریلے ناگوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا..... وہ پھن پھیلائے پھنکارتے پھرتے تھے..... قلعے کے سپاہی اور دوسرے لوگوں نے اس طرف سے گزرنا چھوڑ دیا تھا..... سانپوں کی ہیبت اور دہشت سپیروں کی بینوں کی تیز اور مدھر سروں نے ماحول کو کافی پراسرار بنا دیا تھا..... سپیروں نے سانپوں کے ذریعے سرنگ کے داہنے والے کمرے کو اچھی طرح سے اپنی تحویل میں لیا ہوا تھا....."



مہاراجہ نے سیناپتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ٹھاکر جی! لگتا ہے تمہیں کسی نے غلط مشورہ دیا تھا تم نے سنگ باری کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے سینکڑوں پتھر بے فائدہ ہو گئے ہیں......''

نیلم کمار نے کہا! ''مہاراج یہاں پتھروں کی کیا کمی ہے کم از کم دشمن پر دبدبہ تو چھا گیا ہے اسے احساس ہو گیا ہے کہ ہم بیدار ہیں......''

مہاراجہ نے کہا: ''تم ٹھیک کہتے ہو......''

گھن شام نے کہا! ''جتنے پتھر گرائے گئے ہیں اس سے دوگنی تعداد میں اچھوتوں کے ذریعے راتوں رات فصیل پر پہنچا دیے گئے ہیں......''

مہاراجہ نے نیلم کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: تم کارخانوں میں جا کر کاریگروں کو اسلحے کی تیاری کے کام کو تیز تر کر دینے کا فرمان جاری کر دو...... کسی محاذ پر کسی قسم کے اسلحے میں کمی کا مسئلہ پیدا ہوا تو تم کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں مہاراج...... کوتاہی اور کاہلی کو ہم بھی پسند نہیں کرتے...... کاریگروں نے اپنے اپنے کارخانوں میں تیروں تلواروں اور نیزوں کے انبار لگائے ہوئے ہیں......''

مہاراجہ نے فصیل سے اترتے ہوئے کہا! ''گھن شام جی! دشمن کی حرکات وسکنات پر کڑی نگاہ رکھی جائے...... کھنڈے راؤ ہمارے لیے مشکل کھڑی کر سکتا ہے...... وقتاً فوقتاً سنگ باری کرتے رہنا...... کھنڈے راؤ اپنے ہاتھیوں کو دروازے تک لے آنے کی کوشش کرے گا......''

''ہماری سینا چوکس ہے امید ہے کھنڈے راؤ اس سے آگے بڑھنے کی حماقت کا مرتکب نہیں ہو گا......''

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی...... اچھوت ابھی تک لکڑی کے بڑے بڑے چھکڑوں کے آگے جانوروں کی طرح جتے ہوئے تھے ان کی دبی دبی چیخوں نے سپاہیوں کے قہقہوں اور تازیانوں کی خوفناک سرسراہٹوں نے رات کے خوابناک سناٹوں کو سوگوار بنا دیا تھا...... شیو دیوتا فصیل کے ایک برج میں تنہا کھڑا تھا...... اچھوتوں کی بے نوائی اور آسامی سپاہیوں کی درندگی کو دیکھ دیکھ کر اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا...... قدم قدم انسانی قدروں کی عظمتوں کو لہولہان ہوتے دیکھ کر اس کے اندر غم و غصے کی آندھیاں چل رہی تھیں...... وہ کبھی آکاش کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فصیل کے سنگلاخ راستوں پر گر گر کراٹھتے ہوئے اور اٹھ اٹھ کر گرتے ہوئے اچھوتوں کی بے بسی کی طرف دیکھتا تھا...... اچھوتوں نے قلعے پر نصب منجنیقوں کے ارد گرد بڑے بڑے پتھروں کے ٹکڑوں کے انبار لگا دیے تھے...... میدان سے فصیل کی بلندیوں تک جا بجا ان بے کسوں کے خون کی بوندیں بکھری ہوئی تھیں۔

......پتھروں کی نوکوں پر ان کے لہو کی بوندوں کو چاندنی چمکا رہی تھی...... چاند ستارے حسرتوں میں ڈوبے ہوئے تھے...... چاند کی چاندنی اور ستاروں کی ٹکٹکی تابی صدیوں کے ان مظلوموں اور وقت کے فرعونوں کو بڑے اضطراب سے دیکھ رہی تھی...... ظالموں کے تازیانوں کی سرسراہٹیں ظلم و ستم کی انسانیت سوز تاریخ میں شرمناک لفظوں کا اضافہ کر رہی تھیں...... دوسری طرف کائنات کا ذرہ ذرہ خوابناک سناٹوں کی آغوش میں ڈوبا ہوا تھا...... عالم امکان کی بے پناہ وسعتوں اور فراخیوں پر چاندنی کے حسن کے جلوے بکھرے ہوئے تھے...... مکیدۂ عرفان کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور رندوں کو

بے طلب اور بے پناہ پلائی جا رہی تھی......"

شیو دیوتا نے برج سے اترتے ہوئے کہا! ہم ظلم کے اس صدیوں پرانے فرعونی نظام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔ ان لوگوں نے خدا کی اس بستی کو جہنم بنا رکھا ہے وقت کا مزاج بدلتا جا رہا ہے......"

وہ تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی جانب چل پڑا......ایک جگہ ایک سپاہی ایک بوڑھے اچھوت پر تازیانے برسا رہا تھا......وہ ہاتھ جوڑے بڑے دکھ سے کہہ رہا تھا۔"مہاراج شما کرو دان بوڑھی ہڈیوں میں بوجھ اٹھا کر چلنے کی سکت نہیں رہی......"

سپاہی نے کہا: یہ بات ہے تو تم مرکیوں نہیں گئے دھرتی ماتا کے سینے کا کچھ بوجھ ہلکا ہو جاتا......"

سپاہی نے ایک زوردار تازیانہ بوڑھے اچھوت کے لہولہان بدن پر مارتے ہوئے کہا!"دیوتا مہاراج کی طرف مت دیکھو"

شیو دیوتا نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا!"ذلیل درندے بھگوان کی بستی کو ظلم اور اپنائے کی آگ سے بھرتے ہوئے تمہیں ذرہ برابر خوف نہیں آ رہا......"

اس کے ساتھ ہی اس نے سپاہی کو اٹھا کر فصیل کی دوسری طرف عمیق گہرائیوں میں پھینکتے ہوئے کہا!"دھرتی ماتا کا بوجھ تو تم ہو......یہ تو اس سنسار کا حسن ہے......"

پھر اس نے بوڑھے اچھوت کو اٹھاتے ہوئے کہا! تم نہیں مرو گے بابا......تم زندہ رہو گے اور اپنی آنکھوں سے ظالموں کو انتقام کے خوفناک شکنجوں میں تڑپتا ہوا دیکھو گے......

سپاہی کی بھیانک چیخ رات کے سناٹوں میں ڈوب گئی......آس پاس کے سپاہی بھاگتے ہوئے موقع پر پہنچ گئے"

ایک آدمی نے شیو دیوتا کو پہچانتے ہوئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج یہ چیخ کیسی تھی۔ لگتا ہے کوئی فصیل سے نیچے گرا ہے......"

شیو دیوتا نے دیوتاؤں والے دبدبے کہا!"دھرتی نے اپنے سینے پر پڑے ہوئے وزنی پتھر کو ہٹایا ہے......تم جاؤ اپنا کام کرو......"

ایک سپاہی نے شیو دیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا!"لگتا ہے دیوتا نے ہمیں پہچانا نہیں ہم بھگوان کے سچے پجاری ہیں......"

شیو دیوتا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور کہا!"یہاں بھگوان کے سچے پجاریوں کی تعداد کتنی ہے؟

ایک اور سپاہی نے جھکتے ہوئے کہا! جذبوں کی بات بڑی بات ہوتی ہے۔

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم اچھوتوں پر توڑے جانے والے مظالم نہیں دیکھ سکتے جس طرح ممکن ہو ان کو اس عذاب سے بچانے کی مناسب تدبیر کی جائے"

بوڑھا اچھوت حیرت سے شیو دیوتا کی طرف دیکھ رہا تھا تو شیو دیوتا نے کہا!"بھگوان کے سچے پجاری بھگوان کے کمزور اور بے نوا بندوں پر ظلم ہوتا دیکھیں گے تو بھگوان اُن کو ظالموں میں شمار کرے گا......"

"بوڑھے اچھوت نے شیو دیوتا کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا!"دیوتا ہم کو نیچ نہیں سمجھتا یہ تو ہمارے لیے ایک نئے جیون کا سندر سپنا ہے"

شیو دیوتا نے آہستہ سے کہا! تم نیچ نہیں ہو بابا نیچ تو وہ ہیں جو تم پر ظلم ڈھاتے ہیں...... بھگوان کی نظروں میں سب برابر ہیں...... تم دھیرج سے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ...... خوشیوں کے سوداگر تمہارے دروازے پر دستک دینے والے ہیں...... اپنے ان زخموں اور لہولہان قدموں میں اپنی آتما کی ساری شکتی انڈیل کر آگے بڑھنے کی کوشش کرو...... منزل دور نہیں...... اس قلعے کی ان فصیلوں کے باہر دوسری طرف انقلابی طاقتیں خوشیوں کے سامان لیے تمہاری طرف بڑھنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں......"

ایک سپاہی نے بوڑھے اچھوت کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا! ہم تمہارے دکھ میں برابر کے شریک ہیں...... اس وقت ہم تم سے زیادہ بے بس اور مجبور ہیں...... مگر کل ہماری ہوگی...... کل تک زندہ رہنے کی کوشش کرتے رہو......"

بوڑھے اچھوت نے ایک بار پھر شیو دیوتا کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! صدیوں کی زنجیریں ٹوٹ جائیں گی...... ہم آزاد فضاؤں میں آزاد لوگوں کی طرح جینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے مہاراج!

شیو دیوتا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے خفگی سے کہا! تمہاری سوچوں کی اس پستی نے تمہیں ذلیل بنایا ہوا ہے...... ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تمہارے ٹوٹے پھوٹے قدموں کا آسرا بنیں گے...... تمہیں ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بلندیوں کی جانب بڑھنا ہوگا...... اور تم ہمارا یہ پیغام اپنے تمام لوگوں تک پہنچا دو گے...... صبح تک تمہارے گھروں میں اسلحہ پہنچا دیا جائے گا...... ظلم کے عفریتوں کے خلاف تمہیں ہمارے قدموں سے قدم ملا کر لڑنا ہوگا...... ہونے والی جنگ تمہارے حقوق کی بحالی کی جنگ ہوگی...... وقت تمہارے حق میں فیصلہ دے چکا ہے...... یاد رکھو وقت بار بار کسی کے دروازے پر دستک نہیں دیتا...... اگر تم نے وقت کے اس خوشگوار انقلاب کو اپنے گھروں میں داخل ہونے کا موقع نہیں دیا تو پھر آئندہ کئی صدیوں تک تم ذلتوں کے انہی تاریک گڑھوں میں پڑے رہو گے......

سامنے سے اچھوتوں کا ایک گروہ چھکڑا کھینچتے ہوئے دکھائی دے رہا تھا۔ جب وہ قریب آ گئے۔

شیو دیوتا نے کہا! اب تم کو اپنے اپنے گھروں میں جانے کی آ گیا ہے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے ضرورت سے زیادہ پتھر جمع ہو چکے ہیں۔

ایک آسامی نے کہا!" دیوتا مہاراج سینا پتی جی کا آدیش ہے کہ صبح تک ان سے کام لیا جائے"

شیو دیوتا نے غصے سے کہا! ہمارا ادیش تمہارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیا؟

آسامی سردار نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! شما کیجئے مہاراج! دیوتا کا آدیش تو مہاراجہ بھی نہیں ٹال سکتا......"

شیو دیوتا نے کہا!" تو پھر تمہیں سیناپتی کے ادیش کا حوالہ دینے کی جرأت کیوں ہوئی ہے"

اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہمیں شما کر دیجئے دیوتا مہاراج! ہم سے بہت بڑی نادانی ہوئی ہے"

شیو دیوتا نے کہا!" ٹھیک ہے ہم نے تمہیں شما کیا پیچھے جاؤ اور تمام لوگوں کو گھر جانے کی آگیا دے دو...... یہ ہمارا آدیش ہے......"

"عقب سے نیلم کمار نے آگے بڑھ کر شیو دیوتا کے چرن چھوتے ہوئے کہا!" ہم بڑی دیر سے دیوتا کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں"

شیو دیوتا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا!" پردھان منتری جی تم ہمارے پیچھے پیچھے آؤ...... ہم مندر میں تمہاری بات سنیں گے۔

آسامی سردار نے اونچی آواز میں کہا! ”تمام اچھوتوں کی رہائی کا اپدیش جاری ہو گیا ہے..... تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا سکتے ہیں“

شیو دیوتا نے کہا! تم ہمارے ساتھ نیچے آؤ اور میدان میں کھڑے تمام اچھوتوں کو ہماری موجودگی میں جانے کی آگیا دو......

کچھ دیر بعد شیو دیوتا اور پردھان منتری اس جگہ کھڑے تھے جہاں سینکڑوں اچھوت مرد عورتیں اور بچے بوڑھے اذیتوں میں مبتلا تھے“

آسامی سردار نے کہا! ”تم سب جا سکتے ہو۔ شیو دیوتا کی کرپا سے اس وقت تمہیں گھروں میں جانے کی آگیا دی جاتی ہے۔ ضرورت پڑے گی تو تمہیں دوبارہ طلب کر لیا جائے گا......

اچھوتوں نے ہاتھ جوڑتے ہوئے دور سے شیو دیوتا کا شکریہ ادا کی اور پھر وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے“

شیو دیوتا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے پردھان منتری کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! سیناپتی گھن شام ٹھاکر کہاں ہے؟

”تھوڑی دیر پہلے وہ اپنے محل کو روانہ ہو گیا تھا“

ٹھیک ہے شیو دیوتا نے کہا! ”تم ہمارے ساتھ آؤ“

مندر میں اپنے کمرے میں پہنچ کر شیو دیوتا نے اندر سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا!

”نیلم ہم کچھ اور چاہتے تھے مگر وقت کچھ اور چاہنے لگا ہے..... بادشاہ نے جنگ کا سارا اختیار ہمیں سونپ دیا ہے ہم تاخیری حربے استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو خاک اور خون میں ملنے سے بچانے کے آرزو مند تھے مگر مہاراجہ کے بڑھتے ہوئے مظالم دیکھ دیکھ کر ہم نے کچھ اور سوچنا شروع کر دیا ہے..... ہم بھگوان کی بستی کو جہنم کی آگ میں جلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تم ہماری بات کو سمجھ رہے ہو نا!..... قلعے کے سینکڑوں مجبوروں، مظلوموں اور بے نواؤں کی مجبوریاں اور بے نوایاں اور خاموشیاں احتجاج کر رہی ہیں.....لگتا ہے مظلوموں کے خون کی ایک ایک بوند زبان حال سے ہمیں پکار رہی ہے فریاد کر رہی ہے اب ہم زیادہ دیر تک ان خاموش فریادیوں کی فریادوں کے عذاب سہتے رہنے کو اپنے لیے مناسب نہیں سمجھتے.....شاید تم بھی جانتے ہو کہ مہاراجہ کے ناپاک ہاتھ اب کملا دیوی کے ناموس کی چادر کی طرف اٹھنے والے ہیں..... اگر ایسا ہوا تو بہت برا ہو گا..... کملا دیوی ہمارے پاس کسی کی امانت ہے حالات نے ہمارے کندھوں پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا بوجھ ڈال رکھا ہے اگر ہماری موجودگی میں اس کی عزت اور ناموس کو نقصان پہنچے گا تو وقت کا بھگوان ہمیں معاف نہیں کرے گا..... کملا دیوی تنہا اور بے کس نہیں ہے..... ہم اس کے بھائی ہیں.....اس کے سر پر ایک مہان دیوتا کی چھایا ہے.....مہاراجہ کے ہاتھ اس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتے......“

شیو دیوتا نے کہا!

”ہم امکان کے سامنے بند باندھنے کی بجائے اس عفریت کو کچل دینا چاہتے ہیں۔ جس نے ظلم و ستم کی آگ بھڑکائی ہوئی ہے..... ظالم کو ظلم کی مزید مہلت نہیں دینی چاہیے ہم جلد از جلد اپنی بکھری ہوئی پر اسرار طاقتوں کو ایک جگہ پر جمع کرنا چاہتے ہیں..... تم اپنے تمام وفاداروں اور جانثاروں کو خبردار کر دو اب سب کو زمین کی تہہ سے نکل کر منظر عام پر آ جانا ہو گا“

نیلم کمار نے کہا: ”ہمارے تمام ساتھی دیوتا کے آدیش کے منتظر ہیں“

شیو دیوتا نے کہا! تم ابھی بھروسہ کے ہندو مسلم سپاہیوں کو جمع کر کے سرنگ والے علاقے میں پہنچا دو جہاں نرملا دیوی، مدھومتی اور سپیرے موجود ہیں..... ہمارا خیال ہی نہیں بلکہ ہمیں یقین ہے بھگوان کے وہ پراسرار بندے بہت کم ہونے کے باوجود بڑے بڑے طوفان روکنے کے اہل ہیں..... اب سپیروں اور سانپوں کو وہاں سے ہٹانے کا وقت آ گیا ہے..... صبح مہاراجہ سے کہہ دینا کہ سپیروں نے شاہ ناگ کی ناگ چترا کو قابو کر لیا ہے اور اب اس عمارت کی حفاظت کے لیے وہاں سینا کے دیگر سینکوں کو تعینات کر دیا گیا ہے۔"

نیلم کمار نے کہا! دیوتا مہاراج! اگر سیناپتی نے ہمارے آدمیوں کی تعیناتی کی مخالفت کی تو پھر کیا ہوگا۔

شیو دیوتا نے کہا! تم اس کی فکر نہیں کرو..... ہمارے پاس اس مشکل کا موثر حل موجود ہے..... تم دیکھو گے بنگال کے بادشاہ کے سپاہی جہاں جہاں قدم جما کر کھڑے ہوں گے وہاں سے ان پہاڑوں کو ہٹانا بہت مشکل ہوگا..... امید ہے مہاراجہ اور ماتا مہارانی ہماری شکتی کے طلسم سے نہیں نکل سکیں گے اور اگر انہوں نے بغاوت کی حماقت کی ان کو وقت سے پہلے موت سے دوچار ہونا پڑے گا....."

نیلم کمار نے اٹھتے ہوئے کہا! ہمیں جانے کیا گیا دیجئے ہم ابھی جا کر ان سپاہیوں کو جمع کر کے وہاں پر تعینات کرتے ہیں۔

شیو دیوتا نے کہا! قلعے کے دروازے کے آس پاس اپنے اعتماد کے سینکوں کو جمع رہنے کی ہدایت جاری کر دو..... کھنڈے راؤ کی سینا کے حرکت میں آتے ہی ان کو قلعے کا دروازہ کھول دینا ہے....."

نیلم کمار نے شیو دیوتا کے چرن چھوتے ہوئے کہا! صبح ہونے تک یہ سارے انتظام ہو جائیں گے..... اس وقت قلعہ کے اندر ہزاروں سینک ہمارے وفادار اور جان نثار ہیں ہم نے دانستہ اپنی طاقت کو بکھیرا ہوا ہے"

شیو دیوتا نے کہا!" کل شام تک بڑی رازداری سے اپنی شکتی اور اپنے وشواش کی تمام بکھری ہوئی کڑیوں کو ایک مربوط اور منظم سلسلے کے ساتھ جوڑ کر اپنی کامیابیوں کو یقینی بنا دینا بہت ضروری ہے"

نیلم کمار کمرے کے دروازے سے نکلنے لگا تو شیو دیوتا نے کہا! کسی طرح پرتھوی کو ہمارے پاس بھیج دینا..... ہم اس سے ایک کام لینا چاہتے ہیں....."

نیلم کمار نے شیو دیوتا کے اشارے کو سمجھتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج کی دوراندیشی قندیل کی طرح ہماری راہوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدلتی جا رہی ہے ہم دیوتا کے اشارے کو سمجھ گئے ہیں..... بھگوان کی قسم کملا دیوی کی حفاظت پرتھوی سے بہتر کوئی بھی نہیں کر سکتا..... ہم پرتھوی سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے....."

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! نیلم کمار تم بہت ذہین اور زیرک ہو..... تم ہمارے من کے پوشیدہ رازوں کے سارے اسرار سمجھ جاتے ہو ہم تم سے بہت خوش ہیں..... تمہیں معلوم ہے پرتھوی راجہ سبھاش چند کا مخلص دوست ہے اس ناطے کے پیش نظر وہ کملا دیوی کو اپنی بہن سمجھتا ہے..... اور ہمارے خیال سے پرتھوی ایک غیرت مند بھائی ہونے کا ثبوت دیگا ممکن ہے دوستی کے ناطے کے درد کی ٹیسوں کی چوٹوں سے اس کا اندر کا سویا ہوا انسان جاگ پڑے اور اس کی ہمدردیاں بربریت کے خلاف جنگ کرنے والوں سے وابستہ ہو جائیں..... اگر ایسا نہیں بھی ہوا تو کم از کم اس

کی وجہ سے کملا دیوی کے لٹنے کی فکر سے بے نیاز ہو سکتے ہیں"

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا: "ہمیں پورا پورا وشواش ہے پرتھوی مہاراجہ سے الگ ہو جائے گا"

شیوو دیوتا نے کہا: ہم پرامید ہے ہم طاقت سے خوفزدہ نہیں ہیں...... ہمیں اپنے سچے بھگوان پر بھروسہ ہے ظلم اور اینائے کا دور ختم ہونے والا ہے...... ہم لوگوں کو خون کے دریاؤں میں غرق ہونے سے بچانے کے خواہش مند ہیں...... جتنے زیادہ لوگ خونی عفریت کا ساتھ چھوڑ دیں گے اتنی کم خونریزی ہوگی اب تم جاؤ اور ساجن کو ہمارے پاس بھیج دو...... ہم اس کے انتظار میں جاگ رہے ہیں...... نیلم کمار چلا گیا رات دھیرے دھیرے اپنی منزلیں طے کرتی ہوئی صبح کی طرف بڑھتی جا رہی تھی...... چاند ستاروں کے نورانی قافلے آکاش کی بلندیوں سے اتر کر مغربی افق کی ڈھلوان کی طرف بڑھ رہے تھے...... شیوو دیوتا کی نظریں کمرے میں جلتی ہوئی قندیل کی روشنی پر مرکوز تھیں...... باہر سناٹا تھا...... نوتن کی ماتا کے کمرے کے روشن دان سے روشنی آ رہی تھی لگتا تھا وہ ابھی تک جاگ رہی ہے......"

شیوو دیوتا نے آہ بھرتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا! "اس ماں کو کیسے نیند آ سکتی ہے جس کی ممتا کو چتا میں جلایا جا رہا ہو"

اچانک ساجن نے شیوو دیوتا کے کمرے کے قدم میں رکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا: "دیوتا نے ہمیں یاد کیا ہے ہم دل و جان سے حاضر ہیں"

شیوو دیوتا نے آگے بڑھ کر ساجن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! "ساجن بھگوان نے تمہارے سینے میں ایک درمند اور سندرتا سے بھرپور دل رکھا ہوا ہے...... تم سچے بھگوان کے سچے پجاری ہو"

ساجن نے شیوو دیوتا کے چرنوں میں بیٹھتے ہوئے کہا! "دیوتا کا حسن ظن ہے ورنہ ہم تو بڑے پاپی ہیں"

"نہیں پاپی نہیں ہو تم آتما کی گہرائیوں تک پوتر سندرتا ہو"

ساجن نے روتے ہوئے کہا! ہم ان پاپی آنکھوں سے اینائے کے ساگر کی طغیانیاں دیکھتے ہیں کچھ کر نہیں سکتے...... ہماری آنکھوں کے سامنے ان گنت کومل کنیاؤں کی اچھوتی جوانیوں کو باؤلے درندے نے تار تار کر کے چیر پھاڑا ہے ہم خاموش رہے کیا یہ سب کچھ پاپ نہیں ہے"

شیوو دیوتا نے کہا! "ساجن تمہارے احساسات تمہارے جذبات اور تمہارے خیالات پوتر ہیں...... ہر کام کے سرانجام پانے کا وقت ہوتا ہے...... تمہاری خاموشی بے حسی اور بے غیرتی نہیں تھی...... تم وقت کے منتظر تھے...... تمہیں صبح کے ستارے کا انتظار تھا...... تم رات کے اندھیروں کا خوفناک حصہ بھی نہیں بنے تھے...... صبح کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے تمہارے جذبوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کا وقت آ گیا ہے"

ساجن نے شیوو دیوتا کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ہمیں اس گورکھ سے بچا لیا جائے...... ہمارا دم گھٹتا جا رہا ہے...... ہم لمحہ لمحہ کی سولی پر لٹک کر جی رہے ہیں مہاراج!

دھیرج! شیوو دیوتا نے کہا! اجالوں کے قدموں کی چاپ کی نغمگی کو محسوس کرو...... ساجن کوئی خوشگوار لمحہ تمہارے دروازے پر دستک دے رہا ہے"

ساجن نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! "ہم انہی آہٹوں کے خوابوں کے سہارے جیتے پھرتے ہیں"

"ساجن وقت نے تمہیں ایک مشکل کام کے لیے بلایا ہے"

ساجن نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''دیوتا اپنے پجاری کو ہر مشکل سے مشکل مرحلے پر ثابت قدم پائیں گے''

شیو دیوتا نے کہا! ''ابھی رات کچھ باقی ہے......تھوڑے سے وقت میں تم نے بہت بڑا کام سرانجام دینا ہے''

ساجن نے کہا! ''شیو دیوتا کے ہر آدیش کی تعمیل ہوگی''

شیو دیوتا نے کہا! صبح تک اچھوتوں کے گھروں میں اسلحہ پہنچادیا جائے...... یہ ہمارا نہیں تمہارے لیے سچے بھگوان کا آدیش ہے...... بھگوان نے تمہیں ایک بہت بڑے اعزاز کا مستحق سمجھتے ہوئے اس ذمہ داری کے تاج کا بوجھ تمہارے سر پر سجانا پسند کیا ہے......کیا تم صدیوں کی دکھی کہانی کے آنسوؤں کو پونچھنا پسند کرو گے تمہیں ذات پات اور روایتی اونچ نیچ کی جھوٹی روایتوں سے بالاتر ہوکر اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھانا پڑے گا......بھگوان اس دیش کی دھرتی پر یک انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے اور تم جانو انقلاب میں نیچے کی چیزیں اوپر اور اوپر کی دیومالائی چیزیں اتھاہ گہرائیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا ہوجاتی ہیں......تمہیں جھوٹی کتھا کہانیوں سے منہ موڑ کے یہ کام کرنا ہوگا......کیا ہم توقع کریں کہ تم صدیوں سے قائم جاہلانہ غیرانسانی روایتوں سے بغاوت پر آمادہ ہو''

ساجن نے اٹھتے ہوئے کہا! ہمارے لیے دیوتا کا آدیش سب کچھ ہے......جن باتوں کو دیوتا اپنائے ظلم اور جھوٹ سمجھتا ہے ان کے ہم باغی ہیں......ہم ان زنجیروں کو نہیں پہنتے جن کی کڑیوں کو دیوتا توڑ رہے ہیں......ہمارا دھرم دیوتا کا آدیش ہے......ہمیں آگیا دی جائے وقت کم ہوتا جارہا ہے......صبح تک ہم ایک ایک اچھوت کے ہاتھوں میں تلواریں اور نیزے تھمادیں گے''

''بہت خوب'' شیو دیوتا نے کہا! تم جاسکتے ہو......بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا......تم دیکھو گے آج کے اچھوت کل کے امتحان میں کس طرح تمہارے ساتھ بڑھ چڑھ کر ظلم کے خلاف لڑکر سرخرو ہوں گے......ہم تمہیں ان کا نجات دہندہ بنانا چاہتے ہیں''

ساجن نے بڑی انکساری سے شیو دیوتا کے سامنے جھکتے ہوئے کہا! ہم تو صرف بھگوان کے اچھے پجاری بننا چاہتے ہیں اور کسی اعزاز کے طلب گار نہیں ہیں......ہم اپنے دیش کی ظلم کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تقدیر کو اجالوں سے ہمکنار ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں......ہم ظالموں بدکاروں اور خونخواروں کے گندے بدبودار بوجھ سے اپنی دھرتی ماتا کو پاک اور پوتر دیکھنا چاہتے ہیں''

شیو دیوتا نے کہا! ساجن تمہارے سپنے پورے ہوں گے......تمہارے سپنوں کے مطابق آسام کی دھرتی روشنیوں رنگوں اور امنگوں کا حسین گہوارہ بننے والی ہے......تمہارے قدموں اور سپنوں کی تعبیروں کے درمیان چند قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے......خزاں کے موسم کی ویرانیاں ختم ہونیوالی ہیں......آشاؤں کی ویران شاخوں پر شگوفے اور پھول کھلنے والے ہیں......ارمانوں کی پھلواڑیوں کو مہکی مہکی فضاؤں میں سانس لینے کا موقع ملنے والا ہے......تم جاؤ اپنی سرگرمیوں کو تیز کردو ہم ہاشم کو ملنے جارہے ہیں''

ساجن جب مندر سے باہر نکلا تو آسمان پر کالی گھٹا چھا چکی تھی...... چاندنی بادلوں کی اوٹ میں چھپ چکی تھی...... چاند ستاروں کے نورانی کارروان بادلوں میں روپوش ہوچکے تھے......اندھیرا گھورا تاریک ہوچکا تھا......وقت اور موسم کی ناگہانی تبدیلی انقلابوں کے لئے نہایت موزوں تھی''

ساجن نے آسمان کی طرف دیکھ کر زیر لب کہا! بھگوان تو اپنے مجبور بندوں پر مہربان ہے......

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اسلحہ سازی کے کارخانے میں پہنچ گیا"

ساجن نے نگران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کم از کم پانچ ہزار تلواروں اور اتنے ہی نیزوں اور پانچ ہزار تیروں سے بھرے ہوئے ہیں ترکشوں اور کمانوں کی ضرورت ہے۔فوری طور پر اس سامان کو ایک جگہ اکٹھا کرو ہم اچھوتوں کو سامان اٹھانے کے لیے لائے ہیں یہ مہاراجہ کا آدیش ہے"

اسلحہ سازی کے کارخانے کے نگران نے پوچھا! مہاراج اتنے اسلحے کی فوری طور پر ضرورت کیوں پڑ گئی ہے"

ساجن نے کہا! راجہ سجاش چند کے سپاہی اسلحہ پھینک کر بھاگ آئے تھے ان کو مسلح کرنا ہے یہ وقت باتوں کا نہیں ہے مسلمانوں نے محاصرہ کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے لگتا ہے وہ کل کسی وقت کوئی بڑی کارروائی کرنے والے ہیں"

"ٹھیک ہے" نگران نے کہا! ہم ابھی سب سامان ایک جگہ جمع کرتے ہیں تم اٹھانے والے مزدوروں کو لے آؤ۔

نگران نے کاریگروں کو کہا!"جلدی جلدی مطلوبہ سامان ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائے"

ساجن کارخانے سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اچھوتوں کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا......اچھوتوں کی بستی پر ابھی تک خوف اور دہشت کے گھمبیر سائے چھائے ہوئے تھے......گھروں سے دردناک کراہوں اور چیخوں کی آوازیں آ رہی تھی......ساجن نے اچھوتوں کے سردار کاشی رام کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اندر سے ایک نوعمر لڑکی نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہنے لگی"

"بھگوان کے لیے ہمارے پتا کو شما کیجیے وہ بہت زخمی اور ناتواں ہیں"

ساجن نے نرمی سے کہا! گھبراؤ نہیں بیٹی ہم تمہارے پتا جی کو کچھ نہیں کہیں گے ہم ایک ضروری کام سے آئے ہیں اپنے پتا جی سے کہو شیو دیوتا کا ایک پجاری ملنے آیا ہے......

لڑکی کچھ مطمئن ہو کر واپس چلی گئی......چند لمحوں بعد بوڑھا کاشی رام کراہتا ہوا باہر آ گیا اس نے اپنے چہرے پر دستور کے مطابق نقاب اور گلے میں گھنٹیاں ڈالی ہوئی تھی"

کاشی رام نے ساجن کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شیو دیوتا نے ہمیں نئے جیون کا سہانا خواب دکھایا ہے......مگر تم......تم پجاری تو نہیں ہو......تم تو مہاراجہ کے سپاہی لگتے ہو......"

ساجن نے کہا! تم ہمیں اپنے گھر میں داخل ہونے کی آ گیا نہیں دو گے۔

بوڑھے کاشی رام نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا!"تمہیں کون روک سکتا ہے"

ساجن نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا! کاشی رام جی! نقاب اتار دو ان منحوس گھنٹیوں کو دور پھینک دو......وقت یکسر بدل گیا ہے......ہمیں بہت جلدی ہے تم فوری طور پر کچھ جوانوں کو ہمارے ساتھ روانہ کرو ابھی اندھیرا ہے صبح ہو گئی تو سارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا......گھر گھر اسلحہ پہنچا کر اپنے آدمیوں کو مسلح کرو......اگر پھر کبھی کسی وقت مہاراجہ کا کوئی سپاہی تمہیں لینے آئے تو اسے زندہ واپس نہیں جانے دینا......کوئی اچھوت نقاب اور گھنٹیاں نہیں پہنے گا"

کاشی رام نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! شیو دیوتا کی بڑی کرپا ہے..... شیو دیوتا ہمیں آزاد انسانوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہتا ہے..... یہ ایک بہت بڑا انقلابی قدم اٹھایا جا رہا ہے......"

ساجن نے کاشی رام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! تو کیا تم اس انقلاب سے خوش نہیں ہو سوچنے کا وقت نہیں ہے جلدی کرو"

کاشی رام نے کہا! "ہم نے مہاراجہ کے خلاف بغاوت کی تو بستی کو تباہ کر دیا جائے گا"

ساجن نے کہا! یہ بغاوت نہیں اپنے حقوق کی جنگ ہے ہوسکتا ہے جنگ میں تمہارے کچھ لوگوں کو جانوں کی قربانیاں دینا پڑیں مگر کاشی بابا تمہیں معلوم ہے ستاروں کی قربانیوں کے لہو کی روشنائی سے صبح کے اجالوں کی تاریخ لکھی جاتی ہے......

کاشی رام کے چہرے پر سوچوں کے جال بچھے ہوئے تھے"

کاشی رام کی بیٹی نے کہا! پتا جی! وچاروں کے بھنور میں کب تک ڈوبے رہو گے دیوتا مہاراج کے فرمان کا پالن کرو...... ویسے بھی ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہوگی......

کاشی نے اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر اپنے حلق سے مخصوص قسم کی آواز نکالی اور پھر نیچے اتر آیا"

پھر ساجن کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! تم نے ٹھیک کہا ہے مہاراج ایک نئی زندگی کی خاطر ہمیں قربانیوں کے لیے تیار رہنا ہوگا...... مقتل سے گزر کر آزادی کی زندگی کا سپنا سچا ہوتا ہے...... صدیوں کی زنجیروں کو توڑتے ہاتھوں کو لہولہان کرنا پڑے گا...... ہم سب تیار ہیں ہم روایات کے بے رحم دھاروں سے ضرور ٹکرائیں گے۔

ساجن نے کہا! فکر نہیں کرو بابا! تم آزمائش کے اس سمے میں تنہا نہیں ہو گے تمہارے ساتھ ہزاروں نادیدہ طاقتیں ہوں گی......

کچھ دیر بعد بوڑھے کاشی رام کے دروازے کے باہر گلی میں لوگوں کی آوازیں آنی شروع ہوگئیں...... بوڑھے کاشی رام کے عقب میں ساجن کو دیکھ کر کچھ لوگ سہم گئے"

کاشی رام نے آہستہ سے کہا! بھائیو! ڈرنے کی ضرورت نہیں یہ شیو دیوتا مہاراج کا پجاری ہے...... تم سب اس کے ساتھ جاؤ......

ساجن پچاس ساٹھ اچھوتوں کو لے کر روانہ ہو گیا ابھی صبح ہونے میں کافی دیر تھی...... اسلحے سے بھرا ہوا چھکڑا تیار تھا"

ساجن نے اچھوتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "اس چھکڑے کو کھینچ کر ہمارے پیچھے پیچھے آؤ......"

جب چھکڑا کارخانے کی حدود سے نکل گیا تو ساجن نے کہا! یہ اسلحہ تم اپنی بستی میں لے جاؤ اور پھر جس طرح تمہیں کاشی رام کہے ویسے کرو...... یہ سارا کام صبح ہوتے ہوتے پایہ تکمیل تک پہنچ جانا چاہیے...... منصوبے کی تفصیل تمہیں کاشی رام بتائے گا...... خالی چھکڑا یہاں پہنچا جانا کوئی پوچھے تو کہنا اسلحہ راجہ سبھاش کی سینا تک پہنچانا ہے......"

ایک اچھوت نے آہستہ سے کہا! بھگوان نجانے کیا ہونے والا ہے جی گھبرا رہا ہے"

دوسرے اچھوت نے کہا، نندو تم فکر نہیں کرو...... جو کچھ ہونے والا ہے ہمارے حق میں بہتر ہونے والا ہے کم از کم اس ذلت کی زندگی سے

بہتر ہوگا ہم بھی دوسرے لوگوں کی طرح گوشت پوست کے انسان ہیں مگر ہمیں جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کیا جا رہا ہے...... مگر صدیوں کے اس سفر کو ہم چند دنوں میں کیسے طے کر لیں...... موت کی راہگواروں کو عبور کرنا پڑے گا......"

تو کیا ہوا! ایک نوجوان اچھوت نے بڑے عزم سے کہا! آزادی اور عزت کی زندگی کے لیے ہم ہر مشکل سے گزرنے کی ہمت رکھتے ہیں...... ہم برہمنوں اور رکھشتریوں کے مظالم کی صدیوں پرانی غیر انسانی روایتوں کی زنجیروں کو توڑیں گے......"

ایک اور نوجوان نے آہستہ سے کہا! موتی آہستہ سے بات کرو رات کے سناٹے میں آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے کسی نے سن لیا تو بہت برا ہوگا اس وقت جوش سے زیادہ ہوش کی ضرورت ہے......"

موتی لال نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو...... ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے......"

صبح ہونے تک اچھوتوں کی ساری بستی کے گھر گھر میں اسلحہ پہنچا دیا گیا!

بوڑھے کاشی رام نے گھر گھر جا کر کہا! ہم جنم جنم کے دکھی اور ظلم کے مارے ہوئے لوگ ہیں...... طبقاتی تقسیم نے ہمیں موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کیا ہوا ہے...... کہا جاتا ہے ہم نے چونکہ برہما کے پاؤں کے تلووں سے جنم لیا ہوا ہے اس لیے جنم جنم کا یہ عذاب ہمارے لیکھوں میں لکھا گیا ہے...... لیکھوں کی اس بدنما اور دردناک تاریخ کو مٹانے کی کسی نے آج تک جرات نہیں کی...... اب شیو دیوتا نے ہم پر کرپا کرتے ہوئے کہا ہے وہ اس تفریق کو غیر انسانی سلوک سمجھتے ہیں...... انہوں نے کہا ہے کہ وہ ان صدیوں پرانے اندھیرے کو اجالے میں بدل دیں گے...... اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں بہت ساری قربانیوں کے دشوار گزار مرحلوں سے گزرنا پڑے گا"

ایک نوجوان نے تلوار کو چومتے ہوئے کہا!" تم فکر نہیں کرو کاشی رام جی! ہم اس انسانیت سوز دستور کو بدلنے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں ہم اپنے پیچھے آنے والے معصوم مسافروں کی راہوں کو اپنے لہو کے چراغوں سے روشن کریں گے...... ہم اپنی نسلوں کو اس ہولناک عذاب سے نجات دلانے کے لیے وقت کے ہر عفریت سے ٹکرانے کو تیار ہیں...... شیو دیوتا نے ہماری رکھشا کا وعدہ کیا ہے تو پھر دیوتا کی شکتی شالی ہمیں ناکام نہیں ہونے دے گی۔ ہم کامیاب ہوں گے......"

صبح تک اچھوتوں کی بستی کے ہر گھر تک شیو دیوتا کا انقلابی پیغام پہنچ چکا تھا ساری آبادی اس انقلاب کی کامیابی کے لیے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو چکی تھی...... لوگ ایک طرح کی ذہنی آسودگی محسوس کر رہے تھے...... دوسری طرف نیلم نے نرملا دیوی، مدھوتی، اور سپیروں کو سرنگ والی عمارت سے ہٹا کر ان کی جگہ پر ان سپاہیوں کو تعینات کر دیا تھا جو پونم کے ساتھ قیدی ہو کر آئے تھے...... ان سپاہیوں نے صبح ہوتے ہوتے پوری عمارت کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا...... انہوں نے سرنگ کا دہانہ دوبارہ بند کر دیا تھا کیونکہ اب مہاراجہ یا سیناپتی کے اس طرف آ جانے کا خطرہ تھا ان سپاہیوں کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی ان میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی...... انہوں نے اپنی سہولت اور کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک نوجوان کو اپنا سردار بنا لیا تھا اس نوجوان کا نام راج تھا اور وہ زیرک اور ذہین ہونے کے علاوہ اچھا سپاہی اور بہترین قائدانہ صلاحیتوں کا مالک بھی تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو اس ترتیب سے اس عمارت میں تعینات کیا تھا کہ ایک بڑی فوج بھی ان کو زیر نہیں کر سکتی تھی......"

ساجن صبح ہونے سے پہلے مہاراجہ کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا"

ایک سپاہی نے قریب آ کر کر پوچھا! مہاراج! حالات کے دھارے کا رخ کیا ہے!

ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا! بھگوان کی کرپا کے سارے کام آشاؤں کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچ رہے ہیں تم سناؤ مہاراجہ نے ہمیں طلب تو نہیں کیا!

سپاہی نے کہا! ایشور کی کرپا سے وہ خونی درندہ ابھی تک سویا ہوا ہے......

اس کے بعد ساجن نے اپنے ہمراز ساتھی کو مختصر لفظوں میں رات بھر کی کارروئیوں کی کہانی سنائی، اس اثناء میں نیلم کمار بھی وہیں پہنچ گیا"

ساجن نے معنی خیز انداز سے مسکراتے ہوئے نیلم کمار کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! نمستے مہاراج!

نیلم کمار نے پوچھا! مہاراجہ ابھی تک سویا ہوا ہے کیا؟

ساجن نے مسکراتے ہوئے کہا! "سو رہا ہے، بھگوان کرے ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو جائے......"

ساجن نے نیلم کمار کے لیے ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا! "پردھان منتری جی! اگر مہاراجہ سے ملنا ضروری ہے تو یہاں کچھ دیر آرام کرو"

نیلم کمار نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا! "ساجن ایک چنتا ہے جو دن رات ہم کو تڑپاتی رہتی ہے"

ساجن نے کہا! پردھان منتری جی! بھگوان کی دیا سے اب ساری پریشانیوں کا خاتمہ ہونے والا ہے"

نیلم کمار نے کہا! ساجن تم نہیں سمجھے اس وقت ہم ماموں مہاراج کے بارے میں پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں"

ساجن نے آہستہ سے کہا! بھگوان کے لیے نیلم کمار جی خاموش رہو...... یہ جگہ مناسب نہیں ہے یہاں کی دیواروں کے کان ہیں کسی نے سن لیا تو بہت برا ہوگا ہمارے سارے سپنے ٹوٹ جائیں گے"

نیلم کمار نے آہ بھرتے ہوئے کہا! عجیب بات ہے کہیں سے کوئی خبر نہیں مل رہی......"

☆

نرملا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"اس سلسلے میں ہم جیون بھرشا کی بھکشا کے طلبگار رہیں گے...... پریم کی کٹھالی میں ہم نے اپنے من کی ساری شناخت جلادی ہے ہم جس جس چیز کو دیکھتے ہیں اس کے اندر تمہارے مسکراتے ہوئے رنگ دکھائی دیتے ہیں...... ہمارا وجود اور ہماری ذات کہیں دور بہت دور کسی ایسی منزل پر کھوگئی ہے جس کے سارے نشان وقت کی گرد کی دبیز تہوں تلے دب کر بے نشان ہو چکے ہیں...... اور سچی بات یہ ہے کہ اب ہمیں اپنی شناخت کی تمنا بھی نہیں ہے"

پھر اس نے جھلاتے ہوئے کہا، ہمارے پاس لفظوں کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں ہے ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ محبت کی راہوں پر ہم اپنے دیوتا کا سایہ ہیں اور کچھ بھی نہیں ہیں......"

شیو دیوتا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا،! مگر ہم تمہیں گونگا بہرہ بے جان سایہ نہیں اپنے جیتے جاگتے چلتے پھرتے وجود کی روح سمجھتے ہیں...... ہم تمہیں اس حق سے دستبردار ہونے کی آگیا نہیں دیں گے...... جس کے استعمال کے بغیر تم اپنے قدرت حسن اور دلکش نزاکتوں سے محروم ہو جاؤ گی وچن دو کہ آئندہ ہر بات بڑی بے تکلفی کے ساتھ برابر کی سطح پر آکر پوچھا کرو گی......"

نرملا نے خاموشی سے سر جھکا لیا تو شیو دیوتا نے کہا،"ہمیں کل سے ہاشم کی خبر نہیں مل رہی ہمیں بڑی تشویش ہے...... جب مدھومتی سوالیہ نظروں سے ہماری طرف دیکھتی ہے تو ہمارا جگر چھلنی ہونے لگتا ہے......"

نرملا نے کہا!"دیوتا کی شکتی سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے"

"تم ٹھیک کہتی ہو"اس نے ایک عزم سے کہا! مہاراجہ کی بربریت ہاشم کو ہم سے جدا نہیں کر سکتی...... ہاشم ایک امانت ہے...... بھگوان نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ڈالی ہوئی ہے...... ہاشم محبت اور ایثار کا روشن ستارہ ہے اسے ظلم وستم کے تاریک بادلوں کی اوٹ میں نہیں چھپایا جا سکتا...... ستارہ چمکے تھے...... ہم بادلوں کی تاریکیوں کو پاش پاش کر کے اسے نمایاں کریں گے......

کچھ دیر بعد شیو دیوتا بندی خانے کے دروازے پر پہنچ گیا!

بندی خانے کے دراوغہ بوڑھے پرکاش نے اس کے چرن چھوتے ہوئے کہا!"دیوتا مہاراج تمام سپیرے اور مدھو بیٹی پھر سے یہاں پہنچ گئے ہیں عجیب بات ہے نجانے کیوں ان باؤرے لوگوں کو بندی خانے کی خوفناک فضاؤں سے اتنا زیادہ پریم ہے بن بلائے آ گئے ہیں"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! بھگوان کے سچے پجاری سنسار کے گورکھ دھندوں سے دور رہنا پسند کرتے ہیں...... پرکاش جی! یہ سنسار رہنے کی اچھی جگہ نہیں ہے تم دیکھتے نہیں یہاں قدم قدم پر پاپ کے انگارے بکھرے ہوئے ہیں ہر طرف سے انسانی لہو کے جلنے کی بو آ رہی ہے...... مگر تمہارا بندی خانہ آگ کے انگاروں کے عذاب سے محفوظ ہے...... یہاں سکون ہے...... ایک دلکش سناٹا ہے...... آتما کی تسکین کے سارے سامان ہیں"

پرکاش نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوی دیوتاؤں کی اجلی اجلی وچاروں کے رنگ اچھوتے ہوتے ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! پرکاش! تمہارے اندر کا منش جاگتا ہے۔ ہم اسے کسی دوسری دنیا میں ہنستا مسکراتا دیکھ رہے ہیں ہم سے چھپا نہیں کرو پرکاش......"

بوڑھے پرکاش نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! "ہم کچھ بھی نہیں مہاراج! ہم تو مٹی کی بے قیمت اور بے حقیقت مورتی کی طرح ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! "ہاں تم مورت کی طرح ہو...... مگر اس مورتی کی طرح جس کی لوگ پوجا کرتے ہیں"

پرکاش کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو شیو دیوتا نے اس کے جذبات کو سمجھتے ہوئے کہا! گھبراؤ نہیں پرکاش تمہارے جیسے لوگوں کے سر اٹھا کر جینے کا وقت آ گیا ہے...... ہم اپنے اردگرد ان پراسرار طاقتوں کے سائے دیکھ رہے ہیں جو ظلم و بربریت کے دیو استبداد کی ہلاکت کے سامان لیے ہوئے بڑھتے چلے آ رہے ہیں...... چند دن بعد تمہیں کھل کر اپنے جذبات کے اظہار کی آزادی مل جائے گی......

شیو دیوتا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! "تمہیں ہاشم کے بارے میں کوئی علم ہے"

پرکاش نے بندی خانے کے دروازے پر پہرہ دینے والے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا! سیناپتی نے نئے سینکوں کو یہاں تعینات کیا ہے لگتا ہے سیناپتی اور مہاراجہ ہم پر شک کرنے لگے ہیں۔

شیو دیوتا نے چونک کر سپاہیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ان سپاہیوں نے تم سے کوئی کڑوی بات تو نہیں کی"

نہیں! پرکاش نے کہا! نئے لوگ ہیں ان کو راز سے آگاہ نہیں کیا جا سکتا...... بندی خانے کے اندر کا ماحول یہاں سے بہتر ہوگا......

شیو دیوتا پرکاش کے ساتھ بندی خانے کے اندر داخل ہونے لگا تو پہرے دار سپاہیوں نے آگے بڑھ کر باری باری اس کے چرن چھوئے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے......"

شیو دیوتا نے محبت سے پوچھا! "تم کس کی سینا کے سینک ہو"

ایک سپاہی نے کہا! "دیوتا مہاراج! ہم مہاراجہ کے محافظ دستے کے سینک ہیں"

تمہیں کس کے حکم سے یہاں بھیجا گیا ہے؟

ایک سپاہی نے معنی خیز انداز سے مسکراتے ہوئے کہا! "کچھ دنوں سے ہمارے سردار ساجن جی کی فرمانروائی کا سکہ رائج ہے...... مہاراجہ ساجن پر بہت مہربان ہے اس کی ہر بات کو مانتا ہے...... ساجن کا نام سن کر شیو دیوتا نرملا اور پرکاش کے چہرے پر طمانیت کی روشنی بکھر گئی"

شیو دیوتا نے ان کے سروں پر باری باری ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! "تم ایک اچھے سردار کے اچھے اور بہادر سپاہی ہو اور امید ہے تم آنے والے وقت کا اچھے طریقے سے مقابلہ کرو گے...... ہم تمہاری جھولیوں میں امنگوں اور رنگوں کی سوغاتیں دیکھنا چاہتے ہیں...... سپاہیوں نے سر جھکا دیئے"

پرکاش بندی خانے کے دروازے کے اونچے چبوترے سے اتر کر صحن میں داخل ہوا تو شیو دیوتا نے کہا! "ساجن کے آدمیوں سے ڈرنے کی ضرورت تو نہیں مگر کچھ دیر محتاط رہنا ٹھیک ہے...... ساجن سے مل کر صورتحال واضح ہو جائے گی...... امید ہے اس نے سوچ سمجھ کر اپنے اعتماد کے

لوگوں کو یہاں تعینات کیا ہوگا...... ویسے یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ آج کل مہاراجہ اس پر بہت مہربان ہے......''

پرکاش نے پوچھا، ''کیا ساجن بھی پاپ کی دکان کی کوئی جنس بن گیا ہے''

نہیں شیو دیوتا نے کہا! ''وہ کسی نیلام گھر میں فروخت ہو جانے والی جنس نہیں ہے''

''حیرت ہے'' پرکاش نے کہا! ''اس کے باوجود مہاراجہ اس پر مہربان ہو گیا ہے''

شیو دیوتا نے کہا! مہاراجہ سمجھتا ہے اس نے اس کے لیے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے...... شاید ابھی مہاراجہ اس سے کوئی دوسرا بڑا کام لینے والا ہے...... ورنہ مہاراجہ تو کارنامے سرانجام دینے والوں کو......'' سامنے سے چند سپاہی آتے دیکھ کر شیو دیوتا خاموش ہو گیا

سپاہیوں نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ''دیوتا شاید ناگ دیوتا سے ملنے آئے ہیں''

''نہیں'' شیو دیوتا نے کہا! ''ہم تو صرف بندی خانے کی دیواروں سے ملنے آئے ہیں اور اگر ناگ دیوتا یہاں ہے تو اسے بھی مل لیں گے''

ایک سپاہی نے کہا، ''افسوس ہے وہ یہاں نہیں آئے''

شیو دیوتا نے بے نیازی سے کہا! ناگ دیوتا کہاں ہیں؟

ایک دوسرے سپاہی نے کہا! ''مگر اب تو ناگ دیوتا کو قید کا عذاب بھگتنا پڑے گا...... اب وہ ناگ دیوتا نہیں ہاشم...... مہاراجہ کے بڑے بھائی وجے کمار کا قاتل''

''تم بکواس کرتے ہو...... تم گستاخ ہو''

نہیں دیوتا مہاراج! ہم گستاخ اور بے ادب نہیں ہیں...... ہم تو پجاری ہیں...... ہم مہاراجہ کے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں...... شما کیجئے...... ناگ دیوتا ہاشم کی حیثیت سے قید ہے اور سخت مصیبت میں مبتلا ہے...... مہاراجہ نے اسے منجنیق میں بیٹھا کر اڑانے کا پکا فیصلہ کر لیا ہے...... آج کا دن مدد کا دن ہے اگر دیوتا مہاراج نے آج کے سورج غروب ہونے تک اس کی مدد نہیں کی تو کل کا سورج دکھوں کی ایک دردناک کہانی کا باب بن جائے گا''

شیو دیوتا نے ٹٹولتی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! تم کون ہو؟...... اور ان ساری باتوں کا علم تمہیں کیسے ہوا؟

سپاہی نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم سچے بھگوان کے سچے پجاری ہیں''

شیو دیوتا نے کہا! ''تم کس کی سینا کے سپاہی ہو اور تمہیں یہاں کس کے حکم سے تعینات کیا گیا ہے......''

سپاہی نے پرکاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''ہم بھگوان کے سپاہی ہیں اور ہمیں پردھان منتری نے یہاں تعینات کیا ہے''

شیو دیوتا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''بھگوان کے سپاہی کسی سے نہیں ڈرتے ہمیں بتاؤ ہاشم کہاں قید ہے''

سپاہی نے کہا! ''علیحدگی میں کچھ کہا جا سکتا ہے......''

''یہ سب اپنے لوگ ہیں''

سپاہی نے ایک بار پھر پرکاش کی طرف غور سے دیکھا تو شیو دیوتا نے کہا! ''ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے نہیں دیکھو پرکاش بھگوان کا سچا پجاری ہے''

سپاہی نے آگے بڑھ کر پرکاش کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ''معاف کرنا پرکاش جی! ہم تم سے خوفزدہ تھے''

پھر اس نے بتایا! شیو دیوتا مہاراج اپنی ساری شکتی بروئے کار لا کر کوئی چارہ کرو...... ہاشم کی زندگی خطرے میں ہے...... اُسے درندوں کے باڑوں کے درمیان والے زندان میں رکھا گیا ہے اگر آج شام تک یا کل صبح تک راجکماری چندر کانت کو مسلمانوں نے مہاراجہ کے حوالے نہیں کیا تو اسے منجنیق میں بیٹھا کر وادی کی گہرائیوں میں پھینک دیا جائے گا''

شیو دیوتا نے غصے سے کہا! نہیں ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا...... ہم کل کے سورج کو کبھی طلوع نہیں ہونے دیں گے جس کی کرنیں ہاشم کے لیے موت کا پیغام لانے والی ہوں گی''

شیو دیوتا مڑنے لگا تو سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ''دیوتا مہاراج ایک لمحے کے لیے مدھومتی کو دیکھ لو...... اس کی حالت بہت بری ہے وہ باؤلی ہو رہی ہے''

شیو دیوتا نے پوچھا! ''کیا ان باتوں کا اسے علم ہے''

سپاہی نے کہا، ''وہ بہت کچھ جان چکی ہے''

شیو دیوتا نے مدھومتی کو آواز دی۔ ''مدھومتی ہمارے سامنے آؤ''

مدھومتی دوڑ کر روتی ہوئی سامنے آئی اور چلائی۔ تمہیں بھگوان کا واسطہ......''

''مدھو......'' شیو دیوتا نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا! اس سے آگے ایک لفظ بھی تمہارے منہ سے نکلا تو تمہاری زبان کاٹ دی جائے گی...... تم کون ہوتی ہو دیوتاؤں کی باتوں میں مداخلت کرنے والی، تمہیں کس نے ادھیکار دیا ہے......''

''مدھو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''ہم شما کی بھیک مانگتے ہیں''

''ہم تمہیں شما نہیں کریں گے تم نے ایک دیوتا کو اپنی سطح کا منش سمجھنے کی جسارت کیسے کر ڈالی ہے۔''

مدھومتی نے گڑگڑاتے ہوئے کہا! ''ہماری کسی وفا کے بدلے میں شما کر دو مہاراج...... ہم سے بھول ہو گئی...... ناگ دیوتا کافی عرصہ یہاں رہا ہے اس کی رفاقت کی یادوں نے ہمیں رونے پر مجبور کر دیا''

نرملا نے بات کو سمیٹتے ہوئے کہا! ''ہم مدھومتی کی سفارش کرتے ہیں یہ بڑی بھولی بھالی اور نادان ہے''

شیو دیوتا نے ایک بار نرملا کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر مدھومتی کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! باؤلی لڑکی...... آئندہ دیوتاؤں کے معاملے کے بارے میں کسی قسم کی وچاروں کو اپنے من میں نہیں لانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گی...... نرملا دیوی کی سفارش کے طفیل ہم تمہیں شما کرتے ہیں۔ ہمارے ساتھی اس وقت مندر میں چل کر شام تک بھگوان کے سامنے بنتی کرو...... شیو دیوتا اور نرملا دھومتی کو لے کر مندر آ گئے......''

مندر میں اپنے کمرے میں آ کر شیو دیوتا نے غصے سے کہا!

''مدھومتی ہم تمہیں اتنا پاگل اور جذباتی تو نہیں سمجھتے تھے..... تمہاری غلطی سے ہمارے منصوبوں کا سارا شیش محل ریت کے بے بنیاد گھروندے کی طرح زمین بوس ہو جائے گا..... ہم تمہارے جذبات کو سمجھتے ہیں''

مدھومتی نے کہا: ''اگر اس کو.....''

شیو دیوتا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''تمہیں تمہاری محبت کی پوترتا کی قسم کچھ مت کہنا..... کچھ بھی نہیں ہوگا''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد شیو دیوتا نے مدھومتی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ہم محبت کی بے اختیاری اضطراب اور جنون کو اچھی طرح سمجھتے ہیں..... کچھ جذبات بڑے منہ زور اور بے قابو ہوتے ہیں..... مدھو اس وقت ہماری کشتی حالات کے سمندر کے بڑے خوفناک حصے میں داخل ہو چکی ہے..... ہم بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں..... ہم میں سے کسی ایک کی غلطی سے کامیابی کے چمن کے سارے پھول لہولہان ہو جائیں گے..... تم اس ساری جدوجہد کا مرکزی کردار ہو اس وقت ہماری ساری توانائیں تمہاری سلامتی کے لیے صرف ہو رہی ہیں..... اگر کسی کو معلوم ہو گیا کہ تم کون ہو تو ہماری امیدوں اور آشاؤں کے سارے چمن اجاڑ ہو جائیں گے..... ہم سب بے مقصد اور بے کار ہو جائیں گے.....''

مدھومتی نے اپنے دوپٹے کے آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا!

ہمیں شما کر دیجئے ہم نے تم سب کو دکھی اور آزردہ کیا ہے..... ہم بہت پریشان ہو گئے تھے..... دیوانگی کے عالم میں ہم نے رونا شروع کر دیا تھا..... اگر ہاشم کو کچھ ہو گیا تو ہمارے لیے اس سنسار کی ساری رنگینیاں بے کار ہوں گی..... ہم جیو ہتیا کر لیں گے..... اگر ظالم مہاراجہ اپنے ناپاک ظالمانہ ارادے کی تکمیل میں کامیاب ہو گیا تو ہاشم کی موت کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوگی..... ہم محبت کے مجرم ہوں گے..... ہمارا من ہمیں ملامت کرتا رہے گا''

شیو دیوتا نے نرملا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''نرملا! اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ اسے آرام کی ضرورت ہے یہ ابھی تک جذبات کی تیز رو میں بہتی جا رہی ہے..... اس باؤری کو سمجھاؤ کہ ہاشم زندہ ہے اور زندہ رہے گا..... ہم صدیوں کے بیٹے ہیں ہم نے تاریخ کے ان گنت دور دیکھے ہیں ..... ہاشم جیسے لوگ نہیں مرا کرتے اسے ہمارے وچن پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ ہم جھوٹی تسلیاں دینے والے لوگوں میں نہیں ہیں''

نرملا مدھومتی کو بازو سے پکڑ کر اٹھانے لگی تو اس نے شیو دیوتا کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! ''ہمیں شما کر دیجئے..... ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے..... تم سچ کہتے ہو ہاشم جیسے حقیقت پسند لوگوں کو موت نہیں آتی ایسے لوگ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں''

ایک پجاری نے کمرے میں داخل ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ماتا مہارانی نے دیوتا کے درشن اور چرن سیوا کے لیے آئی ہے''

شیو دیوتا نے اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! ''نرملا اسے لے کر اپنے کمرے میں جاؤ''

نرملا اور مدھومتی چلی گئیں تو شیو دیوتا نے پجاری سے کہا! ''ماتا مہارانی کو اندر آنے کی آگیا ہے''

..... ماتا مہارانی اپنے ہاتھوں پر سونے کا تھال اٹھایا ہوا تھا تھال میں پھول تھے اس کے پیچھے پیچھے آنے والی باندیوں کے ہاتھوں پر

چاندی کے تھال تھے...... ماتا مہارانی نے پہلے شیو دیوتا کے قدموں پر پھول نچھاور کیے اور پھر دو زانوں بیٹھ کر سر دیوتا کے قدموں پر رکھ دیا......اس کے پیچھے باندھیاں بھی سر جھکائے ہوئے ہاتھ جوڑے بیٹھی تھیں"

شیو دیوتا نے کہا! "آج تم نے بہت دیر کر دی"

ماتا مہارانی نے سر اٹھاتے ہوئے کہا! ہم رات بہت دیر سے سوئے تھے صبح بیدار ہونے میں دیر ہوئی ہے۔شما کیجئے مہاراج!

شیو دیوتا نے کہا! "کیا ہوا نیند کیوں نہیں آئی تھی......طبیعت تو نا ساز نہیں تھی"

ماتا مہارانی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! "ہم بڑے روگی ہو گئے ہیں اگر کچھ روز اور کم نگاہی کا شکار رہے تو برسوں کی چتا میں جل کر کوئلہ ہو جائیں گے"

شیو دیوتا نے رومانی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: "ہم نے تمہیں کئی بار سمجھایا ہے کہ جب تک مہاراجہ کے مقدر کی کشتی حالات کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے تب تک ہم مجبور ہیں......مہاراجہ تمہارا بیٹا نہیں ہوتا تو ہمیں اتنی زیادہ پرواہ نہیں ہوتی"

ماتا مہارانی نے کہا! "دیوتا کی بڑی کرپا ہے......ہمارا ایک ہی بیٹا ہے اس کی رکھشا کی ہمیں بڑی فکر ہے"

دیوتا نے کہا! "تمہیں فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں......ہم اس پر سایہ رکھیں گے مگر تم بھی اسے سمجھایا کرو......اسے کیو ناگ دیوتا کے بارے میں جلد بازی سے کام نہیں لے تو بہتر ہوگا......ہمیں امید ہے فیروز خان ہر قیمت پر اپنے بیٹے کو بچانے کی کوشش کرے گا......بغاوت اتنی آسان نہیں ہوتی جتنی آسان تمہارا بیٹا سمجھتا ہے......فیروز خان چندر کانت کو ہمارے حوالے ضرور کرے گا......اس کے لیے اسے کچھ مہلت دینی ہوگی"

ماتا مہارانی نے کہا! "ہم کچھ سمجھے نہیں......کرشن کمار کو کیا کرنا چاہتا ہے"

شیو دیوتا نے برہمی سے کہا! "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارا بیٹا کرشن کمار مہاراجہ ہماری آشا کے برعکس ناگ دیوتا کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر چکا ہے اور اس سلسلے میں اسے بڑی جلدی ہے...... یہ جلد بازی اس کے حق میں اچھی نہیں ہوگی...... کسی دیوتا کا قتل اتنا آسان نہیں ہوتا جتنا آسان وہ سمجھ رہا ہے اگر مہاراجہ نے ہماری مرضی کے خلاف یہ انتہائی قدم اٹھایا تو پھر ہمیں بھی اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت آ سکتی ہے"

نہیں دیوتا مہاراج! ماتا مہارانی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "وہ ایسا نہیں ہونے دیں گے......ہم ابھی جا کر اسے سمجھاتے ہیں......وہ دیوتا کو اعتماد میں لیے بغیر کچھ نہیں کرے گا......یہ ہمارا وچن ہے"

"ٹھیک ہے"......شیو دیوتا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا! "ہم بھی یہی چاہتے ہیں"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے دوبارہ کہا! "تم نے سن لیا ہوگا کہ سپیروں نے شاہ ناگ کی پتنی ناگ چترا کو قابو کر لیا ہے اب تمہاری خوابگاہ فارغ ہے تم چاہو تو وہاں قیام کر سکتی ہو"

ماتا مہارانی نے کہا! "یہ تو بڑی شبھ سماچار ہے"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! "تم ہم سے کبھی کوئی بری خبر نہیں سنو گی!......ویسے ہمارا مشورہ ہے کہ تم اس خوابگاہ میں نہیں جاؤ تو بہتر

ہے......وہ کافی حد تک منحوس جگہ بن چکی ہے"

ماتا مہارانی نے کہا! "ٹھیک ہے ہم وہاں نہیں رہیں گے"

شیو دیوتا نے کہا! "اب وہ جگہ جنگی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت کی حامل ہو چکی ہے"

ماتا مہارانی نے کہا! "دیوتا کے چرنوں سے جدا ہونے کا من نہیں چاہ رہا ہے من چاہتا ہے جیون بھر اسی طرح دیوتا کے قدموں میں بیٹھے رہیں"

شیو دیوتا نے اٹھتے ہوئے کہا! "اب تم جا سکتی ہو......ہم قلعے کی فصیل پر جانا چاہتے ہیں"

پھر اس نے اوشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "اوشا تم کیسی ہو......بہت چپ چپ نہ رہا کرو"

اوشا نے مسکراتی ہوئی نظروں سے شیو دیوتا کی طرف دیکھ سر کو جھکاتے ہوئے کہا! "دیوتا کی کرپا نے بہت نہال کیا ہے......ہمیں اتنی شفقت کی ضرورت تھی"

شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "تم بہت اچھی ہو تمہارا مزاج بہت دلکش ہے۔"

ماتا مہارانی اپنی باندیوں کے ساتھ چلی گئی"

شیو دیوتا نے نرملا کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا! ہم نے ایک حربہ استعمال کیا ہے امید ہے مہارانی ہماری آشا کا احترام کرے گی......مدھو تم آرام کرو ہم باہر جا رہے ہیں......ساجن اور نیلم سے معلومات حاصل کریں گے اگر بندی خانے کے نئے بھگوان سینگ ہمارے اعتماد کے آدمی ہوئے تو تمہیں راموبابا کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا......تم شام تک یہیں رہو گی......"

مدھومتی نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے پوچھا......"دیوتا تم ہم سے ناراض ہو"

باوری بہن! شیو دیوتا نے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ہم تم سے ناراض نہیں ہیں......تم سے ناراض ہوا کوئی آسان کام ہے......دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں......ہم ہاشم سے ملنے جائیں گے تمہیں نہیں پتہ وہ عزم وہمت کا پہاڑ ہے...... پہاڑ سے ٹکرانے والے خود پاش پاش ہو جائیں گے"

جب شیو دیوتا جانے لگے تو مدھومتی نے کہا" اس کے دکھ ہماری وجہ سے گھمبیر اور بوجھل ہوتے جا رہے ہیں وہ ہماری وجہ سے دکھوں اور مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے انہی وچاروں سے ہم سوگوار ہو جاتے ہیں......"

شیو دیوتا نے کہا! یہ تمہاری اپنی وچاروں کا درد ہے ورنہ پریت کی اپنی ریت ہوتی ہے......محبت کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں جو زندگی کے سارے جذبوں سے بالکل جدا اور انوکھے اور ناقابل یقین ہوتے ہیں......محبت قدم قدم پر ایثار مانگتی ہے......محبت کرنے والے قربانیوں کا صلہ نہیں مانگا کرتے ہیں......ہاشم ہر حال میں خوش ہے وہ تم پر احسان نہیں کر رہا ہے......وہ محبت کے امتحان میں اپنی کامیابی کے لیے جدوجہد کر رہا ہے......آشنائی کا درد انسان کو دو عالم سے بیگانہ کر دیتا ہے......تم آرام کرو جب تک ہم ہیں تمہیں فکر مند نہیں ہونا چاہیے......تمہارے لیے سنسار کی ان گنت طاقتیں میدان عمل میں موجود ہیں......"

شیو دیوتا نے جب مندر کے بڑے دروازے سے باہر نکلا تو اسے سامنے سے نیلم کمار اسی طرف آتا ہوا دکھائی دیا شیو دیوتا کے قدم رک گئے۔ کچھ لمحوں بعد نیلم کمار قریب پہنچ گیا"

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! "ہم تمھارے پیچھے آ رہے تھے"

نیلم کمار نے شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! "ہم بہت جلد آتے مگر مہاراجہ دیر سے بیدار ہوا......"

شیو دیوتا نے آہستہ سے کہا! "ہم بندی خانے گئے تھے وہاں سارا نگران عملہ انجانا اور نیا ہے"

نیلم کمار نے آہستہ سے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! تشویش کی کوئی بات نہیں دیوتا مہاراج! سب اپنے اعتماد اور بھروسے کے آدمی ہیں۔

شیو دیوتا کے چہرے پر تبسم کے رنگ بکھر گئے۔ اس نے کہا! "ہمیں بتایا تو گیا تھا مگر ہم اپنی تسلی کے لیے تم سے پوچھنا ضروری سمجھتے تھے...... یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے...... بندی خانے کے اندرونی حصوں میں ساجن کے آدمی تعینات ہیں......؟

نیلم کمار نے کہا! "جی دیوتا مہاراج! ساجن کے آدمیوں کی تعداد پندرہ بیس کے لگ بھگ ہوگی...... ہر صورت اس وقت بندی خانے کے اندر اور باہر ہمارا قبضہ ہے"

کچھ دیر کے سکوت کے بعد شیو دیوتا نے پوچھا! "ہمیں معلوم ہوا ہے ہاشم کو درندوں کے بڑوں والے زندان میں رکھا گیا ہے"

نیلم کمار نے کہا! "دیوتا مہاراج نے صحیح سنا ہے...... ہم رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں سنا ہے مہاراجہ نے ملاقات پر پابندی لگا رکھی ہے......اور اس بندی خان کی نگرانی پر گونگے بہرے حبشی سپاہیوں کو مامور کیا ہوا ہے"

شیو دیوتا کے چہرے پر تشوش کے سائے لہرانے لگے تو نیلم کمار نے کہا! دیوتا مہاراج پریشان نہ ہوں کالے پتھروں کو ہٹانا کوئی مشکل کام نہیں ہے......ضروری ہوا تو ہم بڑی صفائی کے ساتھ ان گونگے پتھروں کو اٹھا کر فصیل کی دوسری طرف پھینک دیں گے"

"ٹھیک ہے" شیو دیوتا نے کہا! ہم نے ماتا مہارانی پر لفظوں کے جادو کا جال پھینکا ہے امید ہے وہ ہماری بھرپور مدد کرے گی بہر صورتحال کچھ بھی ہو ہم نے ہر قیمت پر ہاشم کو بچانا ہے...... آکاش پر بھگوان ہماری رکھشا کرے گا"

پھر شیو دیوتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ہم ہاشم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں...... سر دست ہمیں اپنی سرگرمیوں کو زیر زمین ہی رکھنا ہوگا......

نیلم کمار ابھی وہیں کھڑا تھا ایک سپاہی گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور ان کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اتر کر پہلے شیو دیوتا کے قدموں پر جھکا...... پھر نیلم کمار کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا! "مہاراجہ نے دربار طلب کیا ہے...... دیوتا مہاراج کو بھی دربار میں آنا ہوگا"

نیلم کمار نے پوچھا! "کوئی خاص بات ہوئی ہے ہم ابھی مہاراجہ کے پاس سے اٹھ کر آئے ہیں"

سپاہی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! "سینا کے تمام چھوٹے بڑے سرداروں کملا دیوی اور اس کے بیٹے اور دیوتا کو بلایا گیا ہے"

"ہم آئیں گے تم جا سکتے ہو"

سپاہی چلا گیا تو شیو دیوتا نے کہا! لگتا ہے مہاراجہ کوئی اور ظالمانہ فیصلہ کرنے والا ہے...... نیلم کمار جی تمہاری ساری تیاریاں مکمل ہیں!

نیلم کمار نے کہا! ''ہم نے امکان سے بڑھ کر اپنی تیاریاں مکمل کی ہوئی ہیں''

بہت خوب شیو دیوتا نے کہا! ''تم دربار میں چلو ہم مہاراجہ کے پاس جاتے ہیں......''

دربار میں ہر طرف سناٹا تھا...... تمام درباری اپنی اپنی مسندوں پر خاموش بیٹھے تھے...... مہاراجہ ماتا مہارانی گھن شام اور شیو دیوتا دربار کے محل میں داخل ہوئے معمول اور قاعدے کے مطابق تمام درباریوں نے کھڑے ہو کر سر جھکائے اور ہاتھ جوڑ دیئے...... مہاراجہ اپنی مسند پر بیٹھ گیا اس کے دائیں بائیں ماتا مہارانی گھن شام شیو دیوتا اور نیلم کمار بیٹھے تھے......''

مہاراجہ نے تلوار اپنے سامنے پڑے ہوئے تخت پر رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا! ''مسلمان سردار اپنا وعدہ وفا نہیں کر سکا...... مگر ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے......

شیو دیوتا کے ماتھے پر تشویش کے سائے ایک لمحے کے لیے آئے''

مہاراجہ نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا!

ہم نے تم سب کے سامنے اس کو وچن دیا تھا...... شیو دیوتا مہاراج گواہ ہے ہم نے اس کم بخت کو بڑی شاندار پیش کش بھی کی تھی...... چندر کانت کے بدلے میں ہم نے اسے ہاشم کے علاوہ بنگال کے تخت و تاج کی خوبصورت پیش کش بھی کی تھی...... فیروز اپنا وعدہ وفا نہیں کر سکا...... شاید اس بدقسمت کو یہ علم نہیں کہ جب ہم کسی کو کوئی وچن دیتے ہیں تو اس کی ہر قیمت پر پورا بھی کرتے ہیں...... ہم نے ہاشم کو لوٹانے کا وچن دیا تھا ہم اپنا وچن پورا کریں گے...... مہاراجوں اور بادشاہوں کی قسمیں کھائی جاتی ہیں...... مہاراجوں کے وچن سچے ہوتے ہیں...... فیروز خان اپنے نوجوان بیٹے کو لینے نہیں آیا...... یہ اس کی بدقسمتی ہے...... مگر ہم اپنے وچن کے مطابق ہاشم کو اس کے پاس پہنچانا چاہتے ہیں...... ہم نے کہا تھا ہم ہاشم کو منجنیق میں بیٹھا کر بڑی سہولت سے فصیل کی دوسری طرف پہنچا دیں گے''

شیو دیوتا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا! ''مہاراج جلدی بازی اچھی نہیں ہوگی...... فیروز خان نے کسی کمزور اور معمولی قسم کے بادشاہ کے خلاف بغاوت نہیں کرنی...... بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کرنے سے پہلے اسے بہت کچھ سوچنا ہوگا...... ہمارا مشورہ ہے دو روز اور انتظار کر لیا جائے''

مہاراجہ نے کہا! ''دیوتا مہاراج کو چندر کانت کی اہمیت کا پورا پورا علم ہے''

شیو دیوتا نے اعتماد سے کہا! ''اسی لیے تو ہم جلد بازی سے منع کر رہے ہیں ہاشم کے قتل کے بعد تو سودا بازی کے سارے امکان ختم ہو جائیں گے...... اگر ناگ دیوتا کا قتل راجکماری چندر کانت کی دستیابی کا سبب بن سکتا تو ہم کبھی مزاحم نہیں ہوتے''

مہاراجہ نے شیو دیوتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''بھگوان کے لیے دیوتا مہاراج ہاشم کو ناگ دیوتا نہیں کہو وہ ہمارے بڑے بھائی وجے کمار کا قاتل ہے وہ ہماری ماں کی ممتا کا خونی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے''

''ٹھیک ہے'' شیو دیوتا نے کہا! ''اس بات کا فیصلہ ہم وقت پر چھوڑتے ہیں...... ہم بار بار سمجھانے کے عادی نہیں ہیں...... سردست ہمیں

چندر کانت کی بازیابی کے مسئلے سے متعلق امور پر گفتگو کرنی ہے...... ہمارا موقف ہے ہمیں فیروز خان کو وقت دینا چاہیے...... بلکہ ممکن ہوا تو اس کی مدد بھی کرنی چاہیے"

"مدد" پردھان منتری نے کہا! "ہم سمجھتے نہیں...... مدد سے دیوتا مہاراج کی کیا مراد ہے"

مہاراجہ سمیت تمام درباری شیو دیوتا کی طرف دیکھنے لگے تو شیو دیوتا نے کہا! فیروز خان نے ہم سے وعدہ کیا تھا...... اپنی اولاد کے لیے انسان سب کچھ کر گزرتا ہے...... اولاد ماتا پتا کی بہت بڑی کمزوری ہوتی ہے...... ہاشم جو کوئی بھی ہے فیروز خان کا بیٹا ہے اس کے جیون کا اثاثہ ہے...... اس کے مستقبل کا قیمتی سرمایہ ہے وہ اپنے سرمائے کو ضائع ہوا نہیں دیکھ سکے گا...... ہاشم کی موت ہمارے مسئلے کا حل نہیں ہے...... اگر مہاراجہ ماتا مہارانی اور سب آسامیوں کو وجے کمار کے قتل کا بدلہ لینا ہے تو ٹھیک ہے اسے قتل کر دیا جائے مگر یاد رہے چندر کانت کا وجود بہت بڑا خطرہ ہے اس کی موجودگی کم از کم مہاراجہ اور ماتا مہارانی کے لیے ایک خوفناک بھونچال ثابت ہو سکتی ہے...... اس راج سنگھاسن کی بنیادیاں ہلا سکتی ہے"

ماتا مہارانی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج کی وچاروں کو جھٹلایا نہیں جائے گا...... اس چنتا کا حل کیا ہونا چاہیے؟

شیو دیوتا نے کہا! ہم اسی طرف آ رہے ہیں...... اگر مہاراجہ متا مہارانی سیناپتی پردھان منتری اور دوسرے بڑے بڑے لوگ ہماری رائے سے اتفاق کریں تو ہم کہیں گے ہمیں خفیہ ذرائع سے فیروز خان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنی چاہیے ہو سکتا ہے وہ ہمارے لیے جدوجہد کر رہا ہو...... ہمیں اپنی کامیابیوں کے امکان کو یکسر مسترد نہیں کرنا ہو گا"

شیو دیوتا خاموش ہوا تو سب سے پہلے پردھان منتری نیلم کمار نے اٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! "دیوتا کے وچار بہت قیمتی اور قابل غور ہیں...... ہم مہاراجہ اور ماتا مہارانی سے گزارش کریں گے کہ دیوتا کی وچاروں پر مناسب غور کیا جائے......

کچھ دیر تک دربار پر سکوت طاری رہا"

آخر مہاراجہ نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔ "ہمیں دیوتا مہاراج کی وچاروں سے اتفاق ہے مگر یہ مشکل کام ہے"

شیو دیوتا نے کہا! "اس سنسار میں کوئی ایسا کام نہیں ہے جسے ہم مشکل کہیں...... ہر مشکل کا حل ہوتا ہے...... ہم بھی اسے مشکل کہتے ہیں مگر ناممکن نہیں سمجھتے...... مہاراجہ کی پیشانی پر امیدوں کے رنگ بکھرنے لگے"

مہاراجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ہم دیوتا مہاراج سے اس مشکل کا حل پوچھنا چاہیں گے"

شیو دیوتا نے کہا! "ہمارے پاس سپیرے موجود ہیں...... سادھو، سپیروں اور سوامیوں کو ہر کوئی بے ضرر سمجھتا ہے...... ہم رات کے اندھیرے میں چند سپیروں کو قلعے سے نکال دیں گے...... ان کے ساتھ مہاراجہ نے اپنے کسی خاص آدمی کو سوامی کے روپ میں شامل کر دے تو زیادہ مناسب ہو گا......"

مہاراجہ نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا! ہم اپنے دیوتا مہاراج کے بہت شکر گزار ہیں...... دیوتا نے ہمیں نراس کے گھور اندھیروں سے نکال کر آس کے اجالوں میں پہنچا دیا ہے"

ماتا مہارانی نے کھڑے ہوکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"دیوتا نے ہم سب کی مشکل آسان کردی ہے"

مہاراجہ نے کہا!"ہم شام تک اپنے کسی مناسب آدمی کا انتخاب کرتے ہیں"

شیودیوتا نے کہا!"ہمارے خیال میں یہ کام سیناپتی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے..... سیناپتی اپنی سینا کے جوانوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے"

مہاراجہ نے سیناپتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"گھن شام تمہاری نظروں سے اس کام کے لیے کون ہوسکتا ہے"

گھن شام ٹھاکر نے کہا!"ہم شام ہونے سے پہل پہلے کسی موزوں آدمی کو تلاش کرلیں گے"

مہاراجہ نے اٹھ کر شیودیوتا کے قدم چھوئے اور کہا! دیوتا جن سپیروں کو مناسب سمجھتے ہیں۔ان کو تیاری کا حکم دے دیں..... رات کو کسی وقت ان کو قلعے سے روانہ کردیا جائے گا"

ابھی شیودیوتا خاموش تھا اچانک کملا دیوی نے کھڑے ہوکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"مہاراجہ ہماری رہائش گاہ پر اجنبی سینکوں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے..... ہم شکوک وشبہات کا شکار ہورہے ہیں۔"

مہاراجہ نے اٹھتے ہوئے بے زاری سے کہا! کملا دیوی ہم آج رات تم سے اس سلسلے میں بات کریں گے......

دربار برخواست ہوگیا...... مہاراجہ ماتا مہارانی سیناپتی گھن شام ٹھاکر پردھان منتری نیلم کمار اور شیودیوتا عمارت سے نکل گئے"

پرتھوی نے کملا دیوی کے قریب جاکر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھابی ہم تم سے اور دیپک کمار جی سے بہت شرمندہ ہیں ہم تمہارے سوگ اور غم میں برابر کے شریک نہیں ہوسکے..... ہم راجہ سبھاش جی کی دوستی کے ناطے کو نبھا نہیں سکے ہم اس لیے معذرت خواہ ہیں"

کملا دیوی نے مسکراتے ہوئے کہا! پرتھوی بھائی، کوئی بات نہیں ہم تم سے ناخوش اور ناراض نہیں ہیں اپنے اپنے مقام پر یہاں ہر کوئی بہت مجبور اور بے بس ہے ہم تمہاری مجبوری کو سمجھتے ہیں..... تمہارے من میں اپنے دوست کے بیٹے اور دھرم پتنی کا دکھ موجود ہے ہمارے لیے یہی بہت کچھ ہے..... تم ہم سے دور دور ہی رہو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا..... مہاراجہ کے کسی خاص آدمی نے دیکھ لیا تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے..... ہم بے کس اور ناچار نہیں ہیں..... ہمارا بھگوان ہمارا بہترین چارہ ساز ہے..... حالات کی ستم ظریفیاں اور وقتی طغیانیاں ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں..... سبھاش اگر ہمارے درمیان موجود نہیں تو کیا ہوا کسی نہ کسی طرح ہم جی لیں گے..... ہوسکے تو مارھی کے سپاہیوں کو ہماری موجودہ صورتحال سے آگاہ کردیا جائے..... مہاراجہ کے عزائم خطرناک لگتے ہیں..... ہوسکتا ہے مارھی کی سینا ہماری رکھشا کے لیے کچھ کرسکے"

پرتھوی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! بھابی ہم وچن تو نہیں دے سکتے..... کیونکہ مہاراجہ نے سنیل کو مارھی کی سنیا کا سیناپتی بنادیا ہے اور آج کل سنیل مہاراجہ کی نظروں میں مقام پیدا کرنے کی لیے بہت زیادہ سرگرم لگتا ہے..... سنا ہے سنیل راجہ سبھاش کا ذہنی طور پر بدخواہ بھی ہے......

"سنیل" کملا دیوی نے زیر لب سنیل کا نام لیتے ہوئے کہا!"ہم اس نمک حرام کو اچھی طرح جانتے ہیں..... راجہ سبھاش اسے پسند نہیں کرتا مگر ہم اس کے سفارشی تھے کیونکہ وہ ہمارا رشتے دار ہے فطرتاً بڑا کمینہ ہے..... مہاراجہ کی اس تازہ ترین کارروائی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیں شا

کرنے والے نہیں ہے.....تم جاؤ ہم اپنا اور اپنے بیٹے کی زندگی کا معاملہ بھگوان کے سپرد کرتے ہیں.....تم جاؤ.....'' پرتھوی دوسری طرف نکل گیا''

دیپک کمار نے کملا دیوی کی چادر کا پلو پکڑتے ہوئے کہا! ماتا جی! اب کیا ہوگا؟

کملا دیوی کے بولنے سے پہلے کسی نے عقب سے کہا!'' دیپک بیٹے کچھ بھی نہیں ہوگا.....

کملا دیوی اور دیپک نے بیک وقت پیچھے مڑ کر دیکھا تو شیو دیوتا ان کے پیچھے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اس نے دیپک کمار کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! تم تنہا نہیں ہو دیپک تمہاری ماتا کا ٹھنڈا اور چھتنار سایہ تمہارے سر پر موجود ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ بھگوان تمہارے ساتھ ہے.....حوادث کی خوفناک آندھیاں تمہارے قریب نہیں آسکیں گی''

کملا دیوی نے روتے ہوئے کہا! دیوتا مہاراج لگتا ہے مہاراج ہمارے خلاف کوئی بہت بڑی شرمناک اور ظالمانہ کارروائی کرنے والا ہے۔

شیو دیوتا نے کہا!'' حالات اور واقعات کے سارے دھاروں پر ہماری نگاہ ہے وقت کے بدلنے میں دیر نہیں لگتی''

دوسری طرف سے ایک فوجی سردار نے سامنے آکر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا!'' ہم صبح سے دیوتا کے چرن چھونے کی تمنا میں پھر رہے ہیں''

شیو دیوتا نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!'' ہم نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا.....تمہارا نام کیا ہے''

اس کے بولنے سے پہلے دیپک کمار نے غصے سے کہا!'' دیوتا مہاراج اس کا نام نمک حرام ہے''

شیو دیوتا نے دیپک کمار کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا!'' دیپک جی! اس طرح کے تلخ لہجے میں بات کرنا ٹھیک نہیں ہے''

کملا دیوی نے کہا!'' دیپک کمار بالک ہے اور بالک بالکل سچ بولنے سے نہیں ڈرتے کیونکہ انہیں مجبوریوں اور دنیا داریوں کی خبر نہیں ہوتی.....اس کا نام سنیل جی ہے اور یہ رشتے کے لحاظ سے ہمارا بھائی لگتا ہے ماضی میں ہم نے اس پر کچھ احسان کیے تھے آج کل یہ بااختیار بن کر ہم بے اختیاروں کے ساتھ کوئی نیکی کرنا چاہتا ہے''

شیو دیوتا نے سنیل کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا! سنیل جی! اوقات سے باہر ہونے کی کوشش نہیں کرنا.....ہم شیو دیوتا ہیں۔ ہم قہر اور غضب کے دیوتا ہیں.....اگر کبھی تم نے کوئی ناپاک جسارت کی تو پھر مہاراجہ تو کیا اس سنسار کی کوئی طاقت تمہیں ہمارے غیض و غضب کی آگ سے نہیں بچ سکے گی.....تم شکل و صورت سے کمینے مکار اور ظالم لگتے ہو.....ہماری شکتی اور ہمارے غصے سے بچتے رہنا.....ان کو بے کس اور بے سہارا نہیں سمجھنا ہمارے علاوہ اور بہت ساری نادیدہ اور غیر محسوس طاقتیں ان کی حفاظت پر مامور ہیں ہم تمہارے نام و نشان مٹا ڈالیں گے.....اب تم جاسکتے ہو چاہو تو مہاراجہ کو ہمارے عزائم سے ابھی جا کر آگاہ کردو.....ہم تمہیں انسانی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں اور اگر تمہارے ضمیر اور انسانیت مردہ ہو چکے ہیں تو دوبارہ ہمارے سامنے اس مکروہ صورت کے ساتھ کبھی نہیں آنا ورنہ ہم اپنی بے پناہ شکتی کے ایک ادنی سے کشٹ سے تمہارا خاتمہ کردیں گے''

سنیل نے کانپتے ہوئے کہا! نہیں دیوتا مہاراج نہیں!.....ہم اتنے برے نہیں ہیں جیسا کملا دیوی ہم کو سمجھ رہی ہے.....ہمارے من میں رشتے کا احترام ہے.....ہمارا ضمیر مردہ نہیں ہے ہمیں غلط سمجھا جا رہا ہے''

''ٹھیک ہے'' شیو دیوتا نے کہا! جب تم اپنے ضمیر کو زندہ ہونے کا مستحق سمجھ کر آئے تمہارے حق میں اچھا فیصلہ کریں گے۔

کملا دیوی نے کہا! تم ہمارے بھائی ہو...... تمہیں معلوم ہے اس وقت مہاراجہ کے من میں تمہاری بہن کے بارے میں کیا ہے؟

سنیل نے سر جھکاتے ہوئے کہا! کملا بہن ہم مہاراجہ کے سامنے بے بس ہیں مجبور ہیں بے زور ہیں...... وہ طاقت کا پہاڑ ہے...... اور ہم پہاڑ سے ٹکرا کر تمہاری طرح اپنا سر پھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے تھے''

شیو دیوتا نے کہا! سنیل جی! غیرت بڑی چیز ہے...... غیرت نفس غریبوں اور فقیروں کو تاج پہنا دیتی ہے...... غیرت کے معصوم تقاضے بڑے بڑے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں...... خیر تم جا سکتے ہو اور ہمارے اپدیش ذہن میں رکھنا...... ہماری شکتی کو درمیان سے نہیں بھلانا...... ان کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتے ہو تو برائی کے بارے میں کبھی نہیں سوچنا...... ہم تمہارے تعاقب میں ہیں...... تمہارے لمحے لمحے پر ہماری نگاہیں لگی ہوئی ہیں''

سنیل نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''ہم سے بھول نہیں ہوگی''

شیو دیوتا نے کملا دیوی اور دیپک کمار کے سروں پر باری باری ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! تم جاؤ آرام کرو...... ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہیں کوئی کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا یہ ہمارا وچن ہے...... ہم تمہارے دشمنوں کو اپنے پاؤں تلے کچل ڈالیں گے......

شیو دیوتا نے غصے سے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے نکل گیا......'' سنیل سر جھکائے کھڑا تھا''

کملا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا! سنیل بھائی! تم ہمارے ساتھ نہیں آؤ گے؟

سنیل نے کہنے لگا! ''لیکھوں نے ہمیں دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کون سا راستہ منزل تک لے جائے گا...... ہماری آنکھوں کے سامنے دور دور تک دھند پھیلی ہوئی ہے...... ہماری منزل کہاں ہے...... شاید ہم بھٹک کر کسی غلط اور تباہی کے راستے پر چل پڑے ہیں...... شیو دیوتا نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔

کملا دیوی نے کہا! تم ہمارے بھائی ہو اور جب تک تم ہمارے ساتھ کوئی فریب نہیں کرو گے ہم تمہیں بھائی سمجھتے رہیں گے...... محبت کی راہ تمہاری منزل کی جانب جاتی ہے...... اپنے ہر رشتے سے سرشار ہو گئے تو نہیں بھٹکو گے......

یہ کہہ کر کملا دیوی دیپک کمار کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئی...... سنیل دیر تک وہیں کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ بھی تھکے تھکے قدم اٹھاتا ہوا دوسری جانب روانہ ہو گیا اس کے اندر توڑ پھوڑ کا عمل جاری ہو چکا تھا...... اس کا سینہ نیکی اور بدی کی متضاد طاقتوں کا میدان جنگ بن چکا تھا......''

''سنیل تمہیں کیا ہو گیا ہے...... اقتدار رشتوں کا قائل نہیں ہوتا بلکہ قاتل ہوتا ہے''۔ یہ پچھن تھا

سنیل نے پچھن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! پچھن جی! شیو دیوتا کے غصے نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا ہے ہم خوفزدہ ہو چکے ہیں''

پچھن نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا! خوفزدہ رہو گے تو مارے جاؤ گے...... اقتدار کے سامنے ہر کسی کو جھکنا پڑتا ہے...... تمہیں یہ اقتدار مہاراجہ نے دیا ہے...... تمہارا دیوتا تو مہاراجہ ہے...... شیو دیوتا تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا ہے...... زیادہ سے زیادہ وہ کسی اگلے جنم میں تمہیں گدھا کتا یا

کوئی دوسرا جانور بنا کر سزا دے سکتا ہے...... اس کے برعکس مہاراجہ جب چاہے اور جس وقت چاہے کھڑے کھڑے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے...... ہم نے تمہاری، کملا دیوی اور شیو دیوتا کی باتیں سنی ہیں...... اگر ان احساسات کا مہاراجہ کو علم ہو گیا تو وہ تمہارے لیے موت سے کم سزا تجویز نہیں کرے گا۔"

سنیل نے کچھمن کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! کچھمن بھائی ہم واقعی بہت گھبرا گئے تھے...... شیو دیوتا کی دھمکیوں نے ہمیں بہت خوفزدہ کر دیا تھا...... تم سچ کہتے ہو مہاراجہ تو ہمارا دیوتا ہے...... ہمیں اس کی پرستش کرنی چاہیے...... شما کرنا بھائی...... کسی سے کوئی بات نہیں کرنا"

کچھمن نے کہا! ہم کسی سے کیوں بات کریں گے...... تم ہمارے سجن ہو ہم تمہیں نقصان میں نہیں دیکھ سکتے...... بہر صورت آئندہ محتاط رہنا...... اب تم ایک بہت بڑے قلعے کے بہت بڑے مہاراجہ ہو...... تم سنیل نہیں۔ راجہ سنیل جی اور راجے اس طرح گھٹیا پرجا میں شامل لوگوں کے ساتھ راہوں پر کھڑے ہو کر باتیں نہیں کیا کرتے...... کملا دیوی جو کوئی بھی تھی...... اب تمہارے پرجا ہے...... تم راجہ ہو"



شام کے سرمئی دھندلکے بڑی تیزی سے رات کے اندھیروں میں گم ہوتے جا رہے تھے...... ہر طرف قندیلوں کو جلایا جا رہا تھا...... آسمان پر ستاروں کی انجمن ہو رہی تھی...... شیو دیوتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا مہاراجہ کے محل کی طرف بڑھتا جا رہا تھا...... اس کے کندھے کی چادر کا ایک پلو زمین پر گھسٹتا جا رہا تھا...... وہ کئی راہداریوں اور برآمدوں کو عبور کرتا ہوا مہاراجہ کی خوبصورت خوابگاہ کے قریب پہنچا تو اسے سامنے سے نوتن کماری آتی ہوئی دکھائی دی...... اس نے سرمئی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا بہت خوبصورت لگ رہی تھی...... شیو دیوتا اسے دیکھ کر رک گیا...... نوتن تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی شیو دیوتا کے سامنے آئی اور پھر اس کے قدموں پر جھک گئی"

شیو دیوتا نے کہا! کیسی ہو نوتن؟

نوتن نے سر اٹھا کر لمحے بھر کے لیے شیو دیوتا کی طرف دیکھا اس کی ویران بجھی بجھی آنکھوں میں سناٹے تھے۔

اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "دیوتا کی کرپا ہے...... مختصر سا جواب دے کر وہ خاموش ہو گئی"

شیو دیوتا نے کہا! "نوتن اتنی گھمبیر خاموشی اچھی نہیں ہوتی"

نوتن نے ایک سلگتے ہوئے غمناک سے تبسم سے کہا! "ہمیں چپ رہنے اور ظلم سہنے کی عادت ہو گئی ہے"

شیو دیوتا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا! "تمہاری خاموشیوں اور سناٹوں کی اتھاہ گہرائیوں میں طوفان اٹھنے کے لیے بے تاب ہیں...... انسانیت اور اس کی معصومیت کے قاتلوں کے خلاف بہت کچھ بہت جلدی ہونے والا ہے...... دکھوں اور دردوں کی بوجھل گھڑیاں ختم ہونے والی ہیں"

نوتن کی آنکھیں چھلک پڑیں، اس نے سسکتے ہوئے کہا! "انتقام کی گھڑیوں کی آہٹ کے لیے ہم نے اپنے احساسات اور جذبات کے تلاطم کو سناٹوں میں دبایا ہوا ہے"

شیو دیوتا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا! "ہماری نظروں میں تم کلی کی طرح کومل اور معصوم ہو......



مہاراجہ کے پاس سینا کے تمام بڑے بڑے سردار بیٹھے تھے۔شیو دیوتا کمرے میں داخل ہوا تو مہاراجہ نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "دیوتا مہاراج کے خیال میں کس طرح کے آدمی مناسب ہوں گے"

شیو دیوتا نے کہا! "مہاراجہ جی! اس بات پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے..... تمہیں معلوم ہے وہاں کھنڈے راؤ موجود ہے..... ایسے آدمی بھیجے جائیں گے جن کو کھنڈے راؤ نہیں جانتا ہو......"

مہاراجہ سمیت تمام حاضرین نے چونک کر شیو دیوتا کی طرف دیکھا!

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! "دیوتا نہیں ہوتے تو ہم کوئی مناسب فیصلہ نہیں کر پاتے..... ہمیں تو یاد بھی نہیں تھا کہ وہاں کھنڈے راؤ موجود تھا"

شیو دیوتا نے بے نیازی سے کہا! "ہم کسی پر کوئی احسان نہیں کر رہے اپنے پجاریوں اور چاہنے والوں کی مشکلات دور کرنا بھی ہمارا منصبی فرض ہے..... جب تک ضروری ہوا ہم اپنا فرض ادا کرتے رہیں گے..... چار سپیرے تیار ہیں!"

پھر اس نے گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "صبح اپنے جتنے آدمی ان کے ساتھ بھیجنا چاہو تیار کر لو..... ہمارا خیال ہے صبح ہونے سے کچھ پہلے اس قافلے کو روانہ کر دیا جائے..... خیال رہے سپیروں کے ساتھ ساتھ سادھو سوامی اور بن باسی ہوتے ہیں"

گھن شام نے کچھ سوچتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! "مہاراجہ جی! ہمارا خیال ہے مندر کے ایک دو پنڈتوں کو بھیجا جائے تو بہتر ہوگا..... کیونکہ مندروں کے پروہت پجاری بہروپیے نہیں لگیں گے..... دوسرے آدمیوں سے کہیں کسی وقت بھی غلط ہو سکتی ہے"

مہاراجہ نے شیو دیوتا کی طرف دیکھا تو شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا! لگتا ہے سیناپتی جی کا ذہن کام کرنے لگا ہے..... سیناپتی جی کی وچار درست ہے"

پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم مندر جا کر دو تین سوامی تیار کرتے ہیں..... رات کے آخر پہر ہمارے آدمی قلعے کے دروازے پر پہنچ جائیں گے"

"نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہم رات کے پچھلے پہر دروازے کھولنے کے لیے خود جائیں گے......

شیو دیوتا جانے لگا تو مہاراجہ سمیت سارے لوگوں نے باری باری اس کے قدم چھوئے..... شیو دیوتا اور پردھان منتری چلے گئے"

مہاراجہ نے سامنے بیٹھی ہوئی ایک گل بدن لڑکی سے شراب کا جام لیتے ہوئے مسکرا کر کہا! "ہم بڑے خوش قسمت ہیں..... ایک مہان دیوتا ہماری رکھشا کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے..... ہماری پریشانیوں کو اپنی پریشانیاں سمجھ کر اپنے دامن میں سمیٹ کر ہمیں ہلکا پھلکا کر دیتا ہے..... ہمیں اس شبھ لمحے کا بڑی شدت سے انتظار ہے جب راجکماری چندر کانت کی گردن ہماری تلوار کے وار تلے لہولہان ہو رہی ہو گی"

مہاراجہ نے شراب کا ایک طویل گھونٹ بھرنے کے بعد ایک ہچکی لیتے ہوئے کہا! جب چندر کانت کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نکل

جائے گا تو ہمارے مقدر کا ستارہ تمام کٹھنائیوں سے نکل کر پورن ماشی کے چاند کی طرح چمک اٹھے گا...... پریشانیوں کی سیاہ کالی گھٹائیں ہمیشہ کے لیے دور بہت دور کسی دوسرے سنسار میں چلی جائیں گی"

شراب کا ایک اور گھونٹ اس نے بھرتے ہوئے کہا! "ہم بڑے اطمینان سے حکمرانی کا لطف اٹھائیں گے...... چندر کانت ہمارے راستے کا وہ پتھر ہے جس کا وزن ہم اپنی آتما پر محسوس کرتے ہیں"

گھن شام ٹھاکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ہمیں یقین ہے اپنے جوان اور خوبصورت بیٹے کو بچانے کے لیے مسلمان سردار فیروز خان انتہائی قدم کرے گا"

مہاراجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو سیناپتی...... ہم نے اسے اپنی حکمت عملی سے بڑے جذباتی موڑ پر کھڑا کر دیا ہے...... ہم نے اسے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے...... چندر کانت کی خاطر وہ اپنے نوجوان بیٹے کی موت کو قبول نہیں کرے گا وہ اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت کرے گا"

مہاراجہ نے ایک ہولناک قہقہہ اچھالتے ہوئے کہا! اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو بڑی نادانی کرے گا...... ہم اس کے چمن کے اشک بہار پھول کو اپنے قدموں تلے روند کر اس کے سینے میں ایک دردناک گھاؤ لگائیں گے...... ہم اپنے وچاروں کے مطابق ہاشم کو تحقیق پر بیٹھا کر تاریک اور گہری وادیوں میں پھینک دیں گے"

اسی لمحے ساجن نے اندر آکر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! "ماتا مہارانی تشریف لا رہی ہیں......"

مہاراجہ اور دوسرے لوگ کھڑے ہو گئے...... ماتا مہارانی بڑے طمطراق کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی اس کی گردن غرور کے خناس سے اکڑی ہوئی تھی اس کے سر پر جواہرات سے مرصع سونے کا تاج تھا قندیلوں کی روشنی سے اس کے تاج میں جڑے ہوئے ہیرے ستاروں کی طرح جھلملا رہے تھے"

مہاراجہ نے آگے بڑھ کر اس کے قدم چھوئے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا! "ماتا جی! ہمیں بلایا ہوتا"

ماتا مہارانی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! اپنے مہاراج بیٹے کی طرف بڑھتے ہوئے ہمارے قدم بوجھل نہیں ہوتے ممتا کو ایک عجیب سی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے"

ماتا مہارانی نے ایک سنہری مسند پر بیٹھتے ہوئے بولی! "مہاراج کو معلوم ہے کہ ہم نے کملا دیوی کو درشن کے لیے حاضر ہونے کا حکم دیا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں آئی لگتا ہے اس کے دل و دماغ میں کوئی فتور ہے...... شاید وہ ابھی تک اپنے آپ کو مارشی کی رانی سمجھتی ہے"

مہاراجہ نے سنیل کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا! سنیل! تم نے اپنے آپ کو ہمارے دیے ہوئے منصب کے اہل ثابت نہیں کیا...... ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ کملا کو اپنے قدموں میں ڈالا جائے گا...... تم نے کیا اقدام کیا ہے"

سنیل نے سر جھکاتے ہوئے کہا! "شما کیجیے مہاراج ایک بہت مجبوری تعمیل کے سلسلے میں حائل ہوئی ہے"

''مجبوری'' ماتا مہارانی نے غصے سے کہا! مہاراجہ کے حکم کے بعد سنسار کی کونسی طاقت نے تمہیں حکم کی تعمیل سے باز رکھا ہے...... کیا یہ مجبوری تو نہیں کہ کملا رشتے کے لحاظ سے تمہاری بہن لگتی ہے''

''نہیں'' سنیل نے گڑگڑا کر کہا! ''راج پاٹ کے کاموں میں رشتے ناطے حائل نہیں ہوتے...... حکمرانوں کے ارادے اونچے پربتوں سے گرتے ہوئے طوفانی دھاروں کی طرح ہر قسم کی رکاوٹوں کو پامال کردیتے ہیں......''

مہاراجہ نے تلوار پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''پھر کم سے کم لفظوں میں اپنی مجبوری کی وضاحت کرو...... تم نے ہماری مردم شناسی کی صلاحیت کو ٹھیس پہنچائی ہے''

سنیل نے کانپتے ہوئے کہا! نہیں! مہاراج ہم آزمائش کی ہر کٹھالی سے گزرنے کو تیار ہیں...... شیو دیوتا کی دھمکیاں ہمارے راستے میں حائل ہوتی ہیں...... ہم شیو دیوتا کی شکتی سے خوف زدہ ہوئے ہیں...... شیو دیوتا کملا کا بہت بڑا حمایتی ہے اور پھمن ہمارا گواہ ہے اس کی موجودگی میں شیو دیوتا نے کملا دیوی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا! کملا تم فکر نہیں کرو ہم تمہارے دشمنوں کو تباہ برباد کردیں گے...... شیو دیوتا نے ہمیں کہا تھا ...... تم اس کے بدترین دشمن ہو...... مہاراج اگر تم ان مظلوموں کے نقصان کے بارے میں وچار بھی کیا تو ہم تمہیں آگ لگا دیں گے...... مہاراج ہمیں شما کیجیے ہم شیو دیوتا کی شکتی کا مقابلہ نہیں کرسکتے...... ہم ایک دیوتا کے مقابلے میں بہت کمزور ہیں''

پھمن نے اٹھ کر کہا: ''مہاراج! سنیل سچ کہتا ہے...... شیو دیوتا نے بڑے غصے سے اس کو کملا سے دور رہنے کا حکم دیا ہے...... کملا نے شیو دیوتا کو اپنا ہمدرد اور ہم نوا بنا لیا ہے''

مہارانی نے مہاراجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''کرشن جی! تم سمجھ رہے ہو...... کملا ہم سے شیو دیوتا کو چھین لینا چاہتی ہے...... ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے...... شیو دیوتا ہمارا ہے...... ہم اپنی ملکیت سے کسی دوسرے کی شراکت پسند نہیں کرتے......''

مہاراج نے کچھ سوچ کر اٹھتے ہوئے کہا! ہم کملا جی کا قصہ تمام کردیں گے...... ہمیں معلوم ہے وہ سندر ہے اور سندرتا سے پریم کرنا دیوتاؤں کی پرانی کمزوری ہے...... کملا کو شیو دیوتا کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا جائے گا''

سیناپتی گھن شام نے کہا: ماتا مہارانی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... کملا دیوانی ہے اسے اپنی اوقات کا علم نہیں ہے...... ہم ابھی جاکر اس کی غلط فہمی دور کریں گے۔

ماتا مہارانی نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا: ''مگر ہم شیو دیوتا کی ناراضگی کے متحمل نہیں ہوسکتے...... ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی ترکیب استعمال میں لائی جائے جس کا شیو دیوتا کو علم نہ ہوسکے''

سنیل نے کہا! ''ہماری ذہن میں ایسی کئی ترکیبیں ہیں ہم کملا کو بڑی رازداری سے منظر عام سے ہٹا سکتے ہیں''

مہاراجہ نے کہا: ''تمہیں وضاحت سے بیان کرنے کی آ گیا ہے''

سنیل نے پرتھوی کی طرف دیکھ کر کہا! پرتھوی جی! تم کیوں نہیں بولتے!

''ماتا مہارانی اور مہاراجہ نے چونک کر پرتھوی کی طرف دیکھا پرتھوی سنیل کی عیاری کو سمجھ گیا تھا.....''

پرتھوی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ہمارے خیال میں کملا دیوی کو جلد بازی سے منظر عام سے ہٹا دیا گیا تو اچھا نہیں ہوگا.....شیو دیوتا غضبناک ہوگا ہماری معلومات کے مطابق دیوتاؤں کی شکتی لوگوں کے دلوں میں چھپے ہوئے رازوں اور ارادوں سے واقف ہوتی ہے ہم بڑے نازک دور سے گزر رہے ہیں.....آسام کی تاریخ ایک بدترین سے دوچار ہے ہمارے خیال میں شیو دیوتا کی ناراضگی اس بحران کو مزید گھمبیر بنادے گی.....اگر شیو دیوتا نے کملا دیوی کے سر پر اپنی حمایت کا ہاتھ رکھ دیا ہے تو سنسار کی کوئی طاقت اس کو.....''

مہاراجہ نے دہاڑتے ہوئے کہا! ''پرتھوی تم کہاں کھڑے ہو.....کس سے ہمکلام ہو.....اور کیا بکواس کر رہے ہو''

پرتھوی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم نے اپنے من کی بات کر ڈالی ہے.....ہم کملا کے طرف دار نہیں ہیں.....ہم مہاراجہ کے وفادار اور جانثار ہیں ہم نے سچ کہا ہے اور اگر.....''

مہاراجہ نے پرتھوی کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! شاید تم ٹھیک کہتے ہو.....شیو دیوتا ہمارا آکاش ہے.....ہم اپنی قسمت کی آکاش پر تراس کی گھٹاؤں کی تاریکیاں نہیں پھیلنے دیں گے.....کملا کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں شیو دیوتا کی شکتی کے بارے میں گہری وچار کرنی ہوگی.....تم شانت ہو جاؤ پرتھوی جی ہمیں تمہاری وفاؤں پر پورا بھروسہ ہے.....''

ماتا مہارانی نے مسکراتے ہوئے کہا! ''اس بات کو چھوڑو کملا خود بخود اپنی اوقات اور حدود کو جان جائے گی.....رات کے ان خوشگوار لمحوں کو بوجھل نہ بنایا جائے.....باغ میں بزم طرب کا اہتمام کیا جائے''

مہاراجہ نے ماتا مہارانی کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! ماتا مہارانی نے ہمارے دل کی آشاؤں کا روپ دھار لیا ہے، ہم بھی یہی چاہتے تھے۔

پھر اس نے تالی بجائی.....ساجن کمرے میں داخل ہوا''

مہاراجہ نے کہا! باغ کی بارہ دری کو سجایا جائے۔کلاکاروں کو فنکاروں کو بلایا جائے.....ہم آرہے ہیں''

ساجن نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! حکم کی ابھی تعمیل ہوگی.....''

باغ میں جگنو چمکتے پھرتے تھے.....لگتا تھا جیسے آکاش کے ننھے ننھے ستارے زمین پر اتر آئے ہیں.....معطر ہواؤں کے مست خرام جھونکے شاخوں کو چومتے پھرتے تھے.....چاندنی ہر طرف چھائی ہوئی تھی.....سنگ مرمر کی خوبصورت بارہ دری میں سینکڑوں قندیلیں روشن تھیں.....چاروں طرف مسلح سپاہی کھڑے تھے.....مہاراجہ اور ماتا مہارانی سونے کی اونچی مسندوں پر بیٹھے تھے ان کے دائیں بائیں سیناپتی گھن شام ٹھاکر چھمن پرتھوی سنیل اور دوسرے بڑے بڑے سردار چاندی کی مسندوں پر براجمان تھے.....ہر کسی کے سامنے شراب کی صراحیاں بھری ہوئی تھی.....سروں کے ساگر دھیرے دھیرے بہتے جا رہے تھے.....

مہاراجہ نے ترنگ میں اوشا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قدموں پر گراتے ہوئے کہا نوتن کہاں ہے؟.....اسے کیوں نہیں بلایا گیا؟

اوشا نے مہاراجہ کے پاؤں پر ماتھا رکھتے ہوئے کہا! ''ہمیں حکم نہیں دیا گیا تھا.....''

مہاراجہ نے ہچکی لیتے ہوئے کہا" اسے حاضر کیا جائے...... ہم کملا کے بارے میں فیصلہ واپس لیتے ہیں...... کل کسی وقت کملا ہماری گود میں ہوگی"

ماتا مہارانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!" ہمارا بیٹا باسی پھول سونگھنے کا عادی نہیں مگر آج کی رات کسی وجہ سے مجبور ہو گیا ہے!"

اوشا جانے لگی تو ماتا مہارانی نے کہا!" کرشن بیٹا! اگر نوتن سے تمہارا من بھر گیا تو کسی اور کو طلب کر لیا جائے ہماری دنیا میں کسی چیز کی کمی ہے"

مہاراجہ نے مسکراتے ہوئے کہا!" ماتا جی! جب سے ہم محصور ہوئے ہیں باہر کی دنیا کے پھول اور کلیاں باہر رہ گئی ہیں...... یہ سب ہمارے استعمال کی ہوئی باسی مورتیاں ہیں ان کے مقابلے میں نوتن ابھی کومل اور شگفتہ ہے"

ماتا مہارانی نے سرداروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!" تم اپنے مہاراجہ کے مزاج آشنا ہو...... مسلمانوں کی مصیبت کو جلدی جلدی دور کرنے کی کوشش کرو تاکہ ہمارا بیٹا پوری آزادی سے آسام کے چمن کی کلی کلی کو بھونرے کی طرح چوم سکے"

سنیل نے سب سے پہلے مخمور لہجے میں کہا!" ہم اپنے مہاراجہ کی آشاؤں کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے"

ماتا مہارانی نے عجیب نظروں سے سنیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تم جوان ہو...... بھرپور ہو...... جوشیلے ہو...... ہمیں ایسے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں......"

اس کے بالوں کی گھنگھریالی لٹیں اس کے چہرے پر جھوم رہی تھیں...... اس نے لڑکھڑا کر اٹھتے ہوئے کہا!" ہم جانا چاہتے ہیں...... کرشن تم نوتن سے من بہلاؤ...... وہ آ رہی ہوگی"

مہاراجہ اٹھنے لگا تو ماتا مہارانی نے کہا:" تم سب راگ رنگ سے لطف اٹھاؤ ہم سنیل کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں"

مہاراجہ نے سنیل کی طرف دیکھ کر کہا!" ماتا جی کو محل تک چھوڑنے جاؤ"

"سنیل اٹھ کھڑا ہوا اور ماتا مہارانی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا"

بارہ دری کی حدود سے نکل کر ماتا مہارانی نے پیچھے پلٹ کر سنیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہمارے قریب آؤ سنیل...... ہمیں سہارا دو...... ہمارے قدم لڑکھڑا رہے ہیں...... ہم نے شاید بہت زیادہ پی لی ہے...... ہم تمہارے بازوؤں کی مضبوطی کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں......

سنیل گھبرایا ہوا تھا...... اس کے قدم خوف سے کانپنے لگے"

ماتا مہارانی نے قہقہے پر قہقہے لگاتے ہوئے کہا!" تم ڈر رہے ہو...... تمہارا یہ روپ بھی ہم کو اچھا لگتا ہے...... ہم سے ڈرو نہیں ہمارے قریب آؤ...... ہمیں اچھی طرح سمیٹ کر اٹھا لو ہم اپنی خوشی سے تمہارے بازوؤں میں سمانے کی آشا کر رہے ہیں"

ایک لڑکی نے سنیل کو پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے کہا، بے وقوف آگے بڑھ کر ماتا مہارانی کو اٹھا لو وقت کی قدر کرو...... وقت کا مزاج بدل گیا تو انجام برا ہوگا...... وقت تم پر دل و جان سے مہربان ہے"

سنیل نے آگے بڑھ کر ماتا مہارانی کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا...... ماتا مہارانی کے ہاتھ بڑی تیزی سے اس کے سینے پر گردش کر رہے تھے...... اس کے ہونٹ سنیل کے ہونٹ میں پیوست ہوتے جا رہے تھے"

"سنیل" اس نے بہکے بہکے انداز میں کہا! "ہم ٹوٹ رہے ہیں...... ہم ریزہ ریزہ ہو کر بکھرتے جا رہے ہیں...... ہمیں یہیں کہیں سمیٹ لو......"

ایک خادمہ نے کہا: "خواب گاہ قریب ہے ماتا مہارانی...... ابھی رات بہت طویل پڑی ہے"

ماتا مہارانی نے سنیل کی گردن کے گرد اپنے بازو لپیٹتے ہوئے کہا: جن کے من میں ملن کی آگ لگی ہو اس کے لیے پل پل کا سفر صدیوں کا سفر بن جاتا ہے...... تمہیں کیا خبر تم تو بانوتری ہو...... سنیل ہمیں بہت پسند آیا ہے...... اس کے چوڑے چکلے سینے کی گہرائیوں میں ڈوبنے کو جی چاہتا ہے...... ہم اپنے من کی ساری دھڑکنوں کو اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔

خوابگاہ میں داخل ہوتے ہی کہا! تم سب نگرانی کے لیے باہر چلی جاؤ...... کسی کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے"

پھر اس نے ایک جھٹکے سے اپنے لباس اتارتے ہوئے کہا! "کم بخت یہ ریشم کتنا وزنی ہے...... تار تار بہت بھاری ہے"

ماتا مہارانی نے سنیل کے سینے کو چومتے ہوئے مخمور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!

ہماری خود سپردگی کی ادائیں تمہیں چتا تک نہیں بھولیں گی...... آؤ بڑی بے تکلفی سے ہمارے پریم کے گہرے ساگر میں ڈوب جاؤ...... پتہ نہیں تمہارے نصیب میں ایسی سہانی رات پھر کبھی آئے گی یا نہیں آئے گی......

سنیل کی آنکھوں میں ہوس کے انگارے بھڑک آئے تھے۔ سنیل نے ماتا مہارانی کے سارے جسم کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں سمیٹتے ہوئے کہا! ہم جیون بھر اپنی قسمت کی اس مدھ بھری رات پر ناز کرتے رہیں گے...... ہمیں دھرتی سے اٹھا کر آکاش کے ستاروں جتنا بلند کر دیا گیا ہے......"

دلوں کی دھڑکنوں کا عذاب شروع ہو گیا...... قندیلوں کی روشنیاں مدقوق ہو گئیں...... ہوس کی آگ بھڑکنے لگی...... خوابگاہ شعلوں میں بھر گئی...... جلتے ہوئے بدن زخمی سانپوں کی طرح بل کھا کھا کر ٹوٹ رہے تھے...... ماتا مہارانی کے سانسوں کے زیر و بم میں ناگنوں جیسی خوفناک سسکاریاں تھیں...... رات لمحہ لمحہ گزرتی جا رہی تھی...... سنیل اور ماتا مہارانی آہستہ آہستہ نڈھال ہو گئے...... طوفان کی تندی اور گرمی سرد پڑ گئی...... دھڑکنوں کا ہنگامہ سناٹے میں ڈوب گیا"

ماتا مہارانی نے ایک طویل سانس لے کر اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے کہا! "سنیل تم ہمیں بہت اچھے لگے ہو...... ہم تمہیں پھر کبھی خدمت کا موقع دیں گے"

سنیل نے اٹھنے کی کوشش کی تو ماتا مہارانی نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے مسکرا کر کہا! "تم بے وقوف ہو...... ہمارے قریب ہو کر...... دور ہونا چاہتے ہو"

سنیل نے ماتا مہارانی کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! ہم نے سمجھا شاید ہمیں جانے کا حکم دیا جا رہا ہے"

نہیں! ماتا مہارانی نے کہا! "آج رات کا ایک ایک لمحہ تمہارے نام کر دیا گیا ہے...... تم جی بھر کر اپنے آپ کو سیراب کرو...... ہماری طرف سے تمہیں مکمل آزادی ہے"

سنیل نے کہا! "ہم بڑے خوش نصیب ہیں...... ہم پر قسمت کی دیوی مہربان ہے"

سنیل نے شراب کا جام اٹھاتے ہوئے کہا! ''ہمیں ہر سودا منظور ہے..... ہم اس رات کے بدلے جان بھی دینے کو تیار ہیں''

نہیں ماتا مہارانی نے کہا! ''تمہاری جان ہمیں بہت عزیز ہے..... تمہاری جان تو اب ہماری جان بن چکی ہے..... ہم تم سے کملا دیوی کے قتل کا وچن مانگتے ہیں''

سنیل نے شراب کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا! کل شام تک کملا اس سنسار میں نہیں ہوگی''

ماتا مہارانی نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! یہ کام مکمل رازداری سے ہونا چاہیے! شیو دیوتا کو اس کی خبر نہیں ہونی چاہیے ہم شیو دیوتا کی ناراضگی سے بہت ڈرتے ہیں''

سنیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''اگر ماتا مہارانی دیوتا کی ناراضگی پر اس قدر خوفزدہ ہو رہی ہیں تو پھر ہمارے جیسے کم حیثیت لوگ کیا کر سکتے ہیں''

''نہیں'' ماتا مہارانی نے کہا! اس کی فکر نہیں کرو..... ہم دیوتا کو بہلا لیں گے..... دیوتا ہماری آشاؤں کا بڑا مان رکھتے ہیں..... ہم تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچنے دیں گے..... یہ ہمارا تم سے وچن ہے تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرو''

سنیل نے کہا! ہمارا دھیان رکھنا ہم شیو دیوتا کے کشٹ برداشت نہیں کر سکتے.....

رات بھیگتی جا رہی تھی..... مہاراجہ جام پر جام پیتا جا رہا تھا..... اس کی آنکھیں خمار سے بوجھل ہوتی جا رہی تھی..... وہ نوتن کے بدن کے نازک آبگینے سے کھیل رہا تھا..... دوسرے سرداروں نے بھی اپنی اپنی پسند کی لڑکیوں کو اپنے قریب کیا ہوا تھا..... ستارے حیرت سے ان بھٹکے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے..... چاند آکاش کی منزلوں کو طے کرتا ہوا مغرب کی طرف رواں دواں تھا..... آدھی رات تک یہ ہنگامہ جاری رہا.....''

مہاراجہ نے نوتن کے سہارے اٹھتے ہوئے کہا! آج شب کی یہ محفل برخواست کی جاتی ہے..... ہم بہت خوش ہیں..... تم سب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ..... مہا

راجہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے اس کی زبان بھی لکنت کے جھٹکے محسوس کر رہی تھی۔ اس نے نوتن کے کندھے پر زور ڈالتے ہوئے ایک ہچکی لے کر کہا! ''نوتن تم بہت خوش نصیب ہو..... ہم تمہیں بہت چاہتے ہیں..... آج کی رات ہم نے کسی اور کے نام لکھ دی تھی مگر..... تمہاری خوش قسمتی سے حالات نے پھر تمہارے من کے دروازے پر خوشیوں کے پھول بکھیر دیئے ہیں..... ''نوتن بڑی مشکل سے مہاراجہ کے جسم کا بوجھ برداشت کر رہی تھی..... شراب کی بدبو سے اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا..... اس کے قدم کانپ رہے تھے''

اس نے ہکلاتے ہوئے کہا! ہمیں اپنے مقصد پر بڑا ناز ہے..... ہمیں بہت بڑا اعزاز دیا گیا ہے..... ہم مہاراجہ کے شکر گزار ہیں.....''

مہاراجہ کے محافظ دائیں بائیں اور پیچھے پیچھے چل رہے تھے''

باغ سے نکل کر سیناپتی گھن شام نے کہا! ''صبح سپیروں کے چند آدمی جانے والے ہیں.....''

''ہمیں یاد ہے.....'' مہاراجہ نے کہا! ''ان کو بڑے اچھے طریقے سے رخصت کیا جائے..... وہ شیو دیوتا کے خاص آدمی ہیں اور ایک خاص

مقصد کے لیے کہیں جانے والے ہیں۔"

"بہت اچھا....." سیناپتی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"ہم ان کو بڑے اعزاز کے ساتھ رخصت کریں گے۔"

پردھان منتری کہاں ہے؟

"وہ تو شیو دیوتا کے ساتھ گیا ہوا ہے۔"

مہاراجہ نے کہا! قلعے میں کھانے پینے کی چیزوں کا خاص خیال رکھا جائے..... بیکار لوگوں کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا جائے..... نجانے ہمیں کب تک محصور رہنا پڑے گا..... سینا کے لیے خوراک میں کمی کا مسئلہ نہیں ہونا چاہیے.....اچھوتوں کے بوڑھے بچوں اور عورتوں کو ضرورت کے مطابق قتل کر دیا جائے ان کی لاشیں ضائع نہیں کرنی ہوگی..... درندوں کو کھلاتے رہنا.....ہمیں دہاڑتے ہوئے درندے بہت اچھے لگتے ہیں ان کی دہاڑوں سے ہماری آتما خوش ہوتی ہے.....اچھوتوں کے جوانوں کو زندہ رکھنا.....ان کی ضرورت ہے۔"

سیناپتی نے کہا!"ہم کام کے لوگوں کو زندہ رکھیں گے۔"

پھر مہاراجہ نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!"ہم مہان مہاراجہ ہیں.....ہم زندگی اور موت کے مالک ہیں.....ہم جسے چاہیں زندہ رکھیں گے.....اور جس کو چاہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے.....اس سنسار میں ہمارا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں ہے.....ہم طاقت کا پربت ہیں..... ہمارے قدم مضبوط ہیں.....ہم مسلمانوں کے خون سے ان پربتوں کو رنگین کر دیں گے.....

جب مہاراجہ اپنی خوابگاہ داخل ہو گیا تو سیناپتی اور دوسرے سردار ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو چلے گئے۔"

مہاراجہ نے اپنے نرم و نازک ریشمی بستر پر گرتے ہوئے نوتن کو اپنے پہلو میں لٹا کر کہا! ہم مسلمان اگر وادیوں کی لاشوں کے فرش پر چہل قدمی کریں گے.....ہم اس قلعے کے چاروں کونوں پر ان کے سروں کے بڑے بڑے مینار تعمیر کروائیں گے..... جب رات کے اندھیروں میں ان میناروں پر چراغ جلائے جائیں گے تو بڑا مزہ آئے گا....."

نوتن نے مسکراتے ہوئے کہا!"ہمیں تو مہاراجہ کی زندگی عزیز ہے۔"

کیا مہاراجہ نے غصے سے غراتے ہوئے کہا! ہماری زندگی کی دعا کیوں مانگ رہی ہو.....تم کیا کہنا چاہتی ہو....."

"کچھ نہیں مہاراج.." نوتن نے مہاراجہ کے بکھرے ہوئے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا! جنگ کے نتائج ہمیں پہلے سے کچھ نہیں کہا جا سکتا..... پتا جی مہاراج کیا کرتے تھے کہ جنگ کے حتمی فیصلے آکاش پر ہوا کرتے ہیں۔"

مہاراجہ نے کہا! اس لیے تمہارے پتا جی مہاراج آج یہاں موجود نہیں ہیں..... ہم اپنے فیصلے آپ کرنے کے عادی ہیں..... ہم مسلمانوں کے لہو کی روشنائی سے اپنے مستقبل کی تاریخ لکھیں گے..... تم دیکھو گی پربت کی وادیاں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوں گی ہم مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں گے اور خون کی ان ندیوں میں ان کی لاشیں تیرتی ہوئی دکھائی دیں گی....."

نوتن نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا!" ہماری بھی یہی آشا ہے.....ہم مسلمانوں کے قدموں کی دھمک اپنے دل کے قریب محسوس کر کے

بڑے خوفزدہ رہنے لگے ہیں...... ہمیں اس وقت کا بڑی بے تابی سے انتظار ہے جب یہاں خوشیوں کے رنگ بکھرے ہوئے ہوں گے......"

مہاراجہ نے نوتن کو اپنی بانہوں کے حلقے میں سمیٹتے ہوئے کہا! وہ دن بہت دور نہیں ہے...... ہمیں چندر کانت کی فکر نہیں ہوتی تو یہ جنگ کب کی ختم ہو چکی ہوتی...... ہم چندر کانت کی لاش پر اپنے راج سنگھاسن کا شیش محل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

نوتن نے کہا! "مہاراج بے چین نہیں ہوں ہو سکتا ہے مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی موت کے گھاٹ اتر جائے"

"تم ٹھیک کہتی ہو" مہاراجہ نے کہا، اس کا انجام مسلمان حکمران جیسا ہی ہوگا مگر ہم اسے اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار کی تیز دھار سے ذبح کرنا چاہتے ہیں...... وہ ایک راجکماری ہے اور ہمارے چچا کی اکلوتی بیٹی ہے اور بڑی چہیتی ہے وہ کسی پتھر سے یا کسی سپاہی کی تلوار سے قتل ہوئی تو ہم جیون بھر پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہیں گے...... ہم اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے...... اس کا خون ہمارے ہاتھوں پر بہت سجے گا"

نوتن نے کہا! "لگتا ہے چندر کانت مہاراجہ کو بہت پیاری لگتی ہے...... ہمارے مہاراجہ بہت بڑے غیرت مند بھی ہیں"

مہاراجہ نے ایک خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ہم سے بڑا غیرت مند کون ہو سکتا ہے...... چندر کانت ہمارے بڑے بھائی وجے کمار کی منگ بھی تو ہے......" مہاراجہ کے قہقہے خوابگاہ میں گونج رہے تھے

نوتن نے کہا! "پھر تو مہاراج کو اس سے شادی کر لینی چاہیے"

مہاراجہ نے کہا! "ہم اس کی شادی بڑی دھوم دھام سے موت کے ساتھ کریں گے"

رات کا سفر جاری تھا شیو دیوتا اور نرملا اندھیرے میں چلتے ہوئے درندوں کے باڑوں کی طرف بڑھ رہے تھے...... درندوں کے باڑے قلعے کے شمالی کونے میں واقع تھے باڑوں کے چاروں طرف اونچی اونچی دیوار تھی جس میں ایک دروازہ لگا ہوا تھا دروازے پر چار وحشی اور خوفناک قسم کے حبشی نیزے لیے کھڑے تھے...... شیروں چیتوں اور دوسرے درندوں کے دہاڑنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

شیو دیوتا نے اس عمارت کے دروازے کے قریب پہنچ کر ایک درخت کے سائے میں رکتے ہوئے کہا! "نرملا تم یہیں ٹھہر کر ہمارا انتظار کرو اگر پہرے داروں نے ہمیں اندر جانے کی اجازت دے دی تو ہم ان کے ساتھ بدسلوکی نہیں کریں گے"

ٹھیک ہے نرملا نے کہا! "ہم یہیں ٹھہر جاتے ہیں......"

شیو دیوتا اندھیرے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا...... ایک پہرے دار نے اپنا لمبا نیزہ سیدھا کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی گونگی زبان سے چیخنا شروع کر دیا...... دوسرے پہرے دار بھی اس کے پیچھے پیچھے شیو دیوتا کی طرف دوڑ پڑے"

شیو دیوتا نے آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا! "ہم دیوتا ہیں ہمیں روکنے کی حماقت نہیں کرو ورنہ مارے جاؤ گے"

ایک پہرے دار نے نیزہ لہراتے ہوئے اپنے سر کو نفی کے انداز میں ہلایا تو شیو دیوتا نے پیچھے مڑ کر نرملا کو آواز دیتے ہوئے کہا! نرملا چلی آؤ لگتا ہے ان بدبختوں کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں...... ہم تو انہیں بچانا چاہتے تھے......

نرملا آگے کی طرف بڑھنے لگی اس کے ہاتھوں میں دو درجن سانپ تھے...... پہرے داروں کے قریب پہنچ کر اس نے سانپوں کو زمین پر

چھوڑ دیا..... سانپ پھنکارتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر پہرے داروں کو ان کی سرعتوں سے بچنے کا موقع نہ مل سکا..... لمحے کے گزرنے سے پہلے زہریلے ناگ اپنا کام کر چکے تھے..... پہرے داروں کی لاشیں زمین پر پڑی تھیں اور سانپ پھن پھیلائے پھنکار رہے تھے..... نرملا نے سانپوں کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں لپیٹ لیا اور پھر دونوں بڑی تیزی سے درندوں کے بندی خانے میں داخل ہو گئے..... شیو دیوتا نے ایک نیزہ اٹھا لیا تھا..... درندوں کے باڑوں سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے ہر طرف گوشت کی سڑاند پھیلی ہوئی تھی..... نرملا اور شیو دیوتا ایک طویل راہداری سے گزر رہے تھے..... دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قندیلیں جل رہی تھیں۔..... یہ راہداری ایک طویل غار کی طرح بنی ہوئی تھی"

شیو دیوتا نے نرملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! تم خوفزدہ تو نہیں ہو! نا!

نہیں! نرملا نے کہا! اپنے دیوتا کے ساتھ ہم خوفزدہ ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے..... ہم نے کئی بار کہا ہے ہم تمہارا سایہ ہیں....."

شیو دیوتا مسکرا پڑا۔ ایک موڑ مڑتے ہوئے اس نے ایک دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!"ہمارا خیال ہے یہ تہہ خانے کا دروازہ ہے"

شیو دیوتا نے چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے ایک جلتی ہوئی مشعل اٹھا کر دروازے کے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا! تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے یہ سیڑھی تہہ خانے میں جاتی ہے.....

تقریباً بیس سیڑھیاں اترنے کے بعد شیو دیوتا اور نرملا تہہ خانے میں پہنچ گئے..... تہہ خانے کے احاطے میں ایک مشعل جھلملا رہی تھی....."

شیو دیوتا نے کہا!"ہاشم تم کہاں ہو نرملا اور ہم آئے ہیں"

"ہم یہاں ہیں" ہاشم کوٹھڑی کی سلاخوں کے سامنے کھڑا تھا شیو دیوتا کے ہاتھ میں مشعل تھی"

اس نے ہاشم کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے مغموم لہجے میں کہا!"ہاشم ہم تم سے شرمندہ ہیں ہماری موجودگی کے باوجود تمہیں یہ دکھ اٹھانے پڑ رہے ہیں"

ہاشم نے سلاخوں سے ہاتھ باہر نکال کر شیو دیوتا کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا!"ہم دکھی نہیں ہیں..... ہم یہاں بڑے سکون سے رہ رہے ہیں..... ہماری فکر نہیں کرو..... ہمیں اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتاؤ"

شیو دیوتا نے کہا! ہم سب خیریت سے ہیں اور تمہیں لینے آئے ہیں"

نرملا نے دروازے کی کنڈی میں لٹکتے ہوئے تالے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"یہ تالا لگا ہوا ہے....

شیو دیوتا نے سیڑھی کا پتھر اٹھا کر تالے کو توڑنا شروع کر دیا..... چند لمحوں بعد تالا لٹک کر نیچے گر پڑا..... نرملا نے دروازہ کھول دیا ہاشم باہر نکل آیا اور پھر تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھنے لگے..... درندوں کے بندی خانے کے دروازے پر پہرے داروں کی لاشیں پڑی تھیں"

ہاشم نے کہا،" لگتا ہے یہ نرملا دیوی کا کمال ہے"

نرملا نے اپنے ناک کی نتھنی گھماتے ہوئے کہا!"ہم نے انہیں ایک خاص مقصد کے تحت کچھ وقت کے لیے تہہ خانے میں چھوڑ دیا ہے"

''نرملا! شیو دیوتا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے.....ہمیں تمہاری صلاحیتوں پر فخر ہے.....اس طرح مہاراجہ اور سینا پتی کو بے وقوف بنانا ہمارے لیے آسان ہو گیا ہے.....

ہاشم نے جھک کر ایک نیزہ اٹھالیا اور پھر تینوں درختوں اور جھاڑیوں کے تاریک سایوں میں چلتے ہوئے مندر کی طرف بڑھنے لگے'

مندر میں پہنچ کر شیو دیوتا نے کہا!''ہاشم تم جلدی سے تیار ہو جاؤ''

ہاشم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہم سمجھے نہیں.....اتنے میں چار سپیرے مندر کے بڑے پروہت اور پردھان منتری کے ساتھ شیو دیوتا کے کمرے میں داخل ہوئے.....''

شیو دیوتا نے مسکراتے ہوئے کہا!''تم ان لوگوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکل جاؤ.....کھلی فضائیں تمہارا انتظار کر رہی ہیں''

ہاشم نے شیو دیوتا نرملا پردھان منتری نیلم کمار اور شردے کی طرف دیکھ کر کہا! ہمیں تم سے یہ توقع نہیں تھی ہمیں تم نے روح کی گہرائیوں تک گھائل کر دیا ہے.....تمہارے خیال میں ہم بزدل اور خودغرض ہیں.....ہم تمہیں نیلم کمار اور دوسرے ساتھیوں کو درندوں کے اس خوفناک جنگل میں چھوڑ کر نہیں جاسکتے.....ہم اپنے مقصد اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسی بے وفائی کرنے کے بارے میں سوچنا بھی گناہ سمجھتے ہیں.....ہمارا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے.....ہم نے تمہاری ہر بات مانی تمہارے ہر حکم کا احترام کیا ہے۔شاید اس وقت پہلی اور آخری بار ہم حکم عدولی کر رہے ہیں''

ہاشم! شیو دیوتا کی آنکھیں چھلک پڑی۔''ہم سے بھول ہوئی ہے.....ہم ایک لمحے کے لیے یہ بھول گئے تھے کہ تم ناگ دیوتا بھی ہو''

پھر اس نے ہاشم کو سمجھاتے ہوئے کہا!''ہم تمہارے جذبات کی قدر کرتے ہیں مگر ہم نے ایک منصوبہ تیار کیا ہے تمہیں منصوبے سے اتفاق کرنا ہوگا.....ہم تمہاری طرف سے بےفکر ہونا چاہتے ہیں ہم سے تمہاری اذیتوں کو دیکھا نہیں جائے گا''

ہاشم نے اطمینان سے ایک مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! ہم ناگ دیوتا ہیں.....ہم نے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا ہے اب ہم سے اس سلسلے میں تکرار نہیں کرو۔اس نے نیلم کمار کے کندھے پر رکھتے ہوئے بڑے جذبات سے کہا! ایسے پیارے لوگوں سے جدائی کا تصور بھی روح فرسا ہے.....تم ہماری فکر نہیں کرو.....ہم نے سوچ سمجھ کر اس شہادت گاہ الفت میں قدم رکھا ہے۔ہم آخری دم تک اپنے دعویٰ کا بھرم رکھیں گے ہم کہیں نہیں جائیں گے.....ہم سب اکٹھے جیئیں گے اکٹھے مریں گے تم ہماری پیشانی پر بزدلی کا داغ نہیں بنا سکتے.....جس گل صد برگ کی خاطر ہم جوگی بنے ہیں اس کو خزاؤں کی گرم ہواؤں کے حوالے کر کے جائیں گے تو محبت کا دیوتا ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا''

شیو دیوتا نے کہا!''ہاشم ہمیں تم سے یہی توقع تھی.....ہم سارا معاملہ بھگوان پر چھوڑتے ہیں اور امید ہے ہمارا بھگوان اس بحران میں ہمارا ساتھ نہیں چھوڑے گا''

پھر اس نے شردے کی طرف دیکھ کر کہا!''شردے تم جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعے کے دروازے پر پہنچ جاؤ ہم آرہے ہیں''

شردے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''کیا دیوتا ہمیں اپنے چرنوں میں پڑے رہنے کی آگیا نہیں دے سکتے''

نہیں! شیو دیوتا نے کہا! تمہارا جانا ضروری ہے.....شردے ہم تمہاری کمی محسوس کرتے رہیں گے.....مگر اس وقت ہم بڑے مجبور ہیں ہم

اپنے منصوبے کو ترک نہیں کر سکتے ...... تم باہر کی دنیا میں ہماری کمی محسوس نہیں کرو گے...... تمہیں نہیں معلوم قلعے کی دیواروں کے باہر زندگی کے حقیقی رنگ بکھرے ہوئے ہیں"

نرملا نے آگے بڑھ کر شردے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! شردے تم ہمارے بھائی ہو اگر مجبوری نہیں ہوتی تو ہم تمہیں روک لیتے ...... تمہیں معلوم ہے دیوتا کا ہر منصوبہ ہر حکمت عملی کتنی اہمیت رکھتی ہے تم فکر نہیں کرو ہم سب بہت جلد ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے۔ وقت بدلتا جا رہا ہے...... ہماری مصیبتوں کے دن گھٹتے جا رہے ہیں"

شیو دیوتا نے کہا! نرملا! اسے مصیبتیں نہیں کہو یہ تو آزمائشوں کا دور ہے...... زیور بننے کے لیے ہم سب وقت کی کٹھائیوں میں سفر کر رہے ہیں اور خوش قسمتی سے ہم سب ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہے ہیں...... منزل قریب سے قریب تر آتی جا رہی ہے...... شردے ہم سمجھتے ہیں تم اور تمہارے ساتھی بڑے خوش قسمت ہیں...... ہم سے بہت پہلے منزل پر پہنچ گئے ہو"

پھر شیو دیوتا نے مندر کے بڑے پجاری کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! تم باہر کے ماحول کو اجنبی محسوس نہیں کرو گے...... تم قدم قدم محبتوں اور سچی چاہتوں کے پھول کھلے ہوئے دیکھو گے"

پنڈت نے جھک کر شیو دیوتا کے قدم چھوتے ہوئے کہا! دیوتا کے چرنوں سے جدا ہونا بڑی تکلیف کا باعث بنا جا رہا ہے مگر ہم اپنے دیوتا کے حکم کی تعمیل کریں گے......"

شردے اور پنڈت جی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمرے سے نکل گئے"

شیو دیوتا نے بیٹھتے ہوئے کہا!" نیلم کمار تم صبح سویرے مہاراجہ کو ہاشم کے بندی خانے سے نکل کر یہاں آجانے کی اطلاع دینا مہاراجہ کو اچھی طرح سے خوفزدہ کر دینا اسے کہنا ناگ دیوتا نے پہرے داروں کو ہلاک کر دیا ہے"

نیلم کمار نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم مہاراجہ کو اس طرح خوفزدہ کریں گے کہ وہ تھر تھر کانپنے لگ جائے گا...... ہم کہیں گے اگر شیو دیوتا بروقت نہیں پہنچ جاتا تو بپھرا ہوا ناگ دیوتا اپنے اصلی روپ میں پھنکارتا ہوا مہاراجہ کی خوابگاہ کی طرف بڑھتا جا رہا تھا...... شیو دیوتا نے مہاراجہ کو بچایا ہے ورنہ اس وقت یہاں مہاراجہ کی اکڑی ہوئی لاش پڑی ہوتی......" شیو دیوتا نرملا اور ہاشم ہنس پڑے

شیو دیوتا نے نیلم کمار اور نرملا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! رات کے تین پہر بیت چکے ہیں اپنے ساتھیوں کے پاس جانا چاہیے...... وہ ہمارے منتظر ہوں گے...... اور ہاشم تم یہیں آرام کرو جب تک ہم واپس نہیں آجاتے باہر قدم نہیں رکھنا...... اندر سے دروازہ بند کر لو...... ہم پجاریوں کو بھی تاکید کرتے جائیں وہ بھی اپنی طرف سے خیال رکھیں گے"

ہاشم نے کہا! تم فکر نہیں کرو...... ہم باہر نہیں جائیں گے اور کسی نے زبردستی کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو اسے باہر جانا نصیب نہیں ہوگا......"

شیو دیوتا نرملا اور نیلم کمار مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔

جب مندر کے بڑے گھڑیال پر پہلی چوٹ پڑی تو شیو دیوتا نے سیناپتی گھن شام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہمیں اس شبھ گھڑی کا انتظار تھا...... قلعے کا دروازہ کھول دیا جائے...... ہم اپنے پجاریوں کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں گے......

قلعے کے دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھول دی گئی...... باہر سے ٹھنڈی ہوا کا ایک معطر جھونکا تیزی سے اندر داخل ہوا"

نیلم کمار نے آہستہ سے کہا! کبھی تو ان کھلی فضاؤں میں سانس لینا نصیب ہوگا......"

شیو دیوتا نیلم کمار نرملا اور سیناپتی گھن شام نے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا...... دور نیچے نشیب میں مشعلیں جلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں...... کبھی کبھی کسی ہاتھی کے چنگاڑنے کی آواز سنائی دیتی تھی"

سیناپتی گھن شام نے کہا!" یہ کھنڈے راؤ کا پڑاؤ لگتا ہے...... مسلمان بادشاہ نے اس بے وقوف کو آگے رکھا ہوا ہے"

نیلم کمار نے کھنڈے راؤ کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا!" تم ٹھیک کہتے ہو...... کھنڈے راؤ جی کو قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے"

شیو دیوتا نے شردے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!" شردے ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بھگوان کے حوالے کرتے ہیں...... بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا تم شبھ سماچار کے ساتھ لوٹو گے"

شردے نے جھک کر شیو دیوتا کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ہمیں اپنے دیوتا کی دعاؤں کی ضرورت ہے ہم ناکام نہیں لوٹیں گے......

پھر سب لوگوں نے باری باری شیو دیوتا کے قدم چھوئے اور ایک دوسرے کے پیچھے ایک قطار بنا کر بلندی سے نشیب کی طرف بڑھ گئے...... چاند پربت کی دوسری طرف جھک گیا تھا مشرق کی طرف گھور اندھیرا تھا...... جنگل کی زندگی ابھی تک رات کے سناٹوں کی گود میں سوئی ہوئی تھی...... جانے والے بہت جلدی اندھیرے میں گم ہو گئے...... شیو دیوتا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچھ دیر تک دروازے کے باہر کی طرف کھڑا جنگل کی طرف دیکھتا رہا......"

نیلم کمار نے کہا!" ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے...... ہوسکتا ہے ہمیں کھنڈے راؤ کے دربان دیکھ رہے ہو کوئی اچانک حملہ کر سکتا ہے"

گھن شام نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا! تم ٹھیک کہتے ہو...... ہمارا یہاں کھڑے رہنا ٹھیک نہیں ہے...... دشمن کے سینک قریب بھی ہوسکتے ہیں......"

یہ واپس قلعے میں داخل ہوئے تو پہرے داروں نے دروازہ بند کر دیا"

شیو دیوتا نے نیلم کمار اور گھن شام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! صبح ہونے والی ہے ہم پراتھنا کے لیے مندر جاتے ہیں تم اپنے اپنے محاذوں پر چلے جاؤ"

...... گھن شام اور نیلم کمار نے باری باری شیو دیوتا کے چرن چھوئے"

شیو دیوتا نے نیلم کمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!" پردھان منتری جی تم مہاراجہ کو یہی وقت بتانا...... بھولنا نہیں...... وقت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے"

گھن شام نے کہا! ''مہاراجہ کو کیا بتانا ہے دیوتا مہاراج کس وقت کی بات کر رہے ہو''

شیو دیوتا نے کہا! ''مہاراجہ اور ماتا مہارانی کو یہی بتانا کہ ہم نے رات کے آخری پہر صبح ہونے سے پہلے سپیروں کو رخصت کیا ہے''

''ٹھیک ہے'' گھن شام ٹھاکر نے کہا! ہم خود جا کر مہاراجہ کو یہ شبھ سماچار سنائیں گے''

شیو دیوتا نے قلعے کے دروازے کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے کہا! مہاراجہ اور ماتا مہارانی بہت جلد ایک شبھ سماچار سنیں گے...... ہمارے پجاری ناکام نہیں لوٹیں گے...... فیروز خان کو اپنے بیٹے کی خاطر اپنے بادشاہ سے ٹکرانا پڑے گا''

اچانک شیو دیوتا نے اپنے دونوں ہاتھ بڑے ساحرانہ انداز سے فضاؤں میں بلند کرتے ہوئے کہا!

سنو!...... یہ کیا ہو رہا ہے...... یہ بھونچال سا کیسا آ رہا ہے...... یہ ہنگامہ کیسا ہے...... کوئی بہت بڑا خوفناک ناگ بپھرا ہوا ہے...... نرملا تم خوفناک پھنکاروں کا ہنگامہ دیکھ رہی ہو...... یہ کیا ہونے والا ہے تم ناگ دیوتا ہو...... تم نے ناگوں کو کھلا کیوں چھوڑا ہے...... لگتا ہے کسی خوفناک ناگ نے اپنے ساتھیوں کے فراق میں ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے''

نہیں مہاراج نہیں! نرملا نے دور اندھیرے میں جھانک کر کہا! یہ کوئی دوسرا ناگ ہے...... ہمارے ناگ منی ہمارے بچے ہیں اور وہ ایسا نہیں کر سکتے یہ تو بہت بڑا خوفناک ناگ لگتا ہے''

پھر اچانک نیلم کمار نے کہا! ''ہم پھنکاروں کی گونج سن رہے ہیں بھگوان کے دیوتا مہاراج کوئی چارہ کرو...... ورنہ کوئی بہت بڑا نقصان ہو جائے گا''

شیو دیوتا نے نرملا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ''نرملا جلدی کرو پردھان منتری جی ٹھیک کہتا ہے ہمیں کچھ کرنا ہوگا...... ورنہ صبح کو کسی بہت بڑے نقصان کی منحوس خبر سننا پڑے گی''

گھن شام نے کہا! ''ہم بھی دیوتا کے ساتھ جائیں گے''

''نہیں'' شیو دیوتا نے کہا! ''یہ تمہارے کام نہیں...... بلکہ تم بہت دور رہو...... فکر مندی کی کوئی بات نہیں''

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! دیوتا ہم بزدل نہیں ہیں ہم ناگ سے ٹکرا جائیں گے''

شیو دیوتا نے غصے سے کہا! اگر وہ دیوتا ہوا تو پھر بھی ٹکرا جاؤ گے...... نیلم کمار کبھی کبھی تم مورکھ بن جاتے ہو...... تمہیں معلوم نہیں اس سنسار میں کتنے دیوتا روپ بدل کر پھر رہے ہیں...... تمہاری کم نگاہی دیوتا اور عام ناگ میں تمیز کر سکنے کے قابل ہرگز نہیں...... کہا ہے نا تم جاؤ...... ہم سب ٹھیک کر لیں گے...... تم دونوں فصیل پر چڑھ جاؤ...... اس طرح تم ناگ کے غیض و غضب سے محفوظ رہو گے ہم صبح ہونے سے پہلے ناگ پر قابو پا لیں گے''

پھر اس نے قریب کھڑے ہوئے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''اپنے سرداروں کا خیال رکھنا......''

نیلم کمار اور گھن شام ٹھاکر گھبرائے ہوئے فصیل کی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگے''

نیلم کمار نے فصیل پر پہنچ کر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا!

''سیناپتی جی! تم نے پھنکاروں کی آواز نہیں سنی''

گھن شام نے کہا! ہم سن رہے ہیں...... ہمارے کانوں کے پردے خوفناک پھنکاروں کی گونج سے لرز رہے ہیں..... لگتا ہے کوئی خوفناک ناگ ہمارا تعاقب کرتا ہوا فصیل پر پہنچ گیا ہے“

اردگرد کے سپاہی نیلم کمار کے تھے...... وہ بھی خوف زدہ ہونے کی کامیاب اداکاری کر رہے تھے“

گھن شام ٹھاکر نے پریشانی سے کہا! ”اگر ناگ فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا تو بہت زیادہ نقصان ہوگا“

نیلم کمار نے کہا! سیناپتی جی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں شیو دیوتا اور ناگ ماتا ایسا نہیں ہونے دیں گے...... تمہیں معلوم ہے دیوتا ہم سب کے لیے کتنے پریشان رہتے ہیں......“

فصیل پر جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں...... سیناپتی اور پردھان منتری کو دیکھ کر جاگنے والے سپاہی سوئے ہوئے ساتھیوں کو آوازیں دے کر جگا رہے تھے...... چاند پربت کی اوٹ میں چھپ چکا تھا...... دونوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے...... صبح ہوئی تو پردھان منتری نیلم کمار مہاراجہ کے محل میں جا پہنچا۔

اس نے آہستہ سے ساجن کو کہا! ساجن تم سے مہاراجہ پوچھے تو کہنا رات کے آخری پہر ایک خوفناک ناگ پھنکارتا ہوا باغ سے نکل کر محل میں پہنچ گیا تھا مگر اچانک شیو دیوتا اور ناگ ماتا نے کسی طرف سے نمودار ہو کر اسے قابو کر لیا تھا۔

”ٹھیک ہے“ ساجن نے کہا! نیلم کمار جی! صبح صبح تم نے بڑی شبھ سما چار سنائی ہے..... لگتا ہے ہاشم کو بندی خانے سے نکال لیا گیا ہے......

نیلم کمار نے کہا تم نے ٹھیک سوچا ہے...... اب کسی طرح مہاراجہ کو ہمارے آنے کی خبر دو...... ہم اسے ہراساں کرنا چاہتے ہیں“

ساجن نے کہا! ”ٹھیک ہے......“

اور دروازے پر لگے ہوئے گھڑیال کو بجانے لگا“

چند لمحوں بعد ایک خادمہ نے باہر جھانکتے ہوئے کہا! ”ساجن جی! کیا بات ہے مہاراجہ ناراض ہو رہا ہے“

ساجن نے کہا! پردھان منتری جی کسی ضروری کام کے لیے مہاراجہ کے چرن چھونے کو باہر کھڑا ہے“

☆

دیہات آباد تھے..... چھوٹی چھوٹی پہاڑی ندیوں اور نالوں کے جال بچھے ہوئے تھے..... چاول، چائے پٹ سن اور گنے کی فصلیں بھی کاشت ہوتی تھیں..... چائے اور چاول کے کھیتوں سے بھینی بھینی خوشبوؤں کے جھونکے اٹھ رہے تھے..... بنگال کے بادشاہ نے نشیب میں قلعے کے چاروں طرف اپنے لشکروں کو پھیلایا ہوا تھا..... مشرق کی طرف کھنڈے راؤ کا لشکر تھا..... جنوب کی طرف اعظم اور سیتا کماری کے لشکر تھے..... مغرب کی جانب سے اس کا جواں سال اور جواں بخت بیٹا عادل خیمہ زن تھا..... شمال کا حصہ سید حیدر امام کی تحویل میں تھا اسی جانب بادشاہ کا پڑاؤ بھی تھا تمام بڑے بڑے سردار بھی اسی جانب بادشاہ کے ساتھ قیام پذیر تھے..... بنگال کا بادشاہ علی قلی خان اسی جانب سے پہاڑی کی بلند چوٹی سے قلعے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا تھا..... اس وقت بادشاہ سجاش چند، راما وراؤ اور وشنو مہاراج کے ساتھ پھریرے لہراتا ہوا جنوب کی طرف بڑھتا جا رہا تھا اس کے عقب میں سید حیدر امام اور کھنڈے راؤ کے لشکروں کے نقارے اور طبل بج رہے تھے..... سجاش چند اپنے آپ کو ایک نئی دنیا میں محسوس کر رہا تھا..... وہ بار بار سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتا تھا''

وشنو نے کہا! سجاش جی! تم بار بار آکاش کی طرف کیوں دیکھتے جاتے ہو.....''

گھوڑے اونچی نیچی ناہموار راہوں کو بڑی مہارت سے عبور کرتے ہوئے بڑھتے جا رہے تھے..... بادشاہ کا سفید رنگ کا گھوڑا سب سے آگے تھے..... اس کے تاج کا خود سورج کی کرنوں سے چمک رہا تھا..... سجاش نے نقاب پہنا ہوا تھا''

اس نے آکاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!'' وشنو مہاراج! اس ماحول میں آ کر تم بھی ہمارے طرح شروع شروع میں حیرتوں میں ڈوبے ہوئے تھے..... ہم دھرتی سے لے کر آکاش تک سب کچھ بدلا بدلا دیکھ رہے ہیں..... ان پربتوں کی چوٹیوں کو ان جنگلوں اور ان وادیوں کو ہم برسوں سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں..... راتوں رات ہر چیز کا رنگ بدل گیا ہے..... فطرت کے سارے روپ تبدیل ہو چکے ہیں۔ ایک حیران کن انقلاب برپا ہو چکا ہے..... لگتا ہے ہم کسی طلسمی حیرت کدے میں آ چکے ہیں'

وشنو مہاراج نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!

'' کچھ نہیں بدلا صرف تم بدل گئے ہو..... تمہارے وچاروں میں حسن پیدا ہو گیا ہے..... تمہارے اندر کی گم شدہ سندرتا تمہیں مل گئی ہے ..... یہ سنسار تو پہلے سے سندر کول اور دل فریب تھا..... ہماری نظروں پر پردے پڑے ہوئے تھے..... جس طرح سورج کی کرنیں غیر محسوس راہوں پر چلتی ہوئی سارے سنسار پر چھا جاتی ہیں اسی طرح آگہی کا شعور بھی جیون کے رویوں کو نادیدہ جلوؤں سے متاثر کرتا ہے.....''

تھوڑی دیر بعد یہ لوگ سیتا کماری اور اعظم خان کے پڑاؤ میں داخل ہو چکے تھے''

وشنو مہاراج نے سجاش کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا! ہم نے منگل سنگھ کی چھوٹی بیٹی سیتا کماری کو دیکھا ہوا ہے..... بڑی خوش قسمت لڑکی ہے بادشاہ اس کا احترام کرتا ہے بڑی ذہین اور بہادر لڑکی ہے.....

اعظم خان اور سیتا کماری کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی..... پڑاؤ میں شہنائیاں بجنے لگی تھیں..... ہزاروں سپاہی دیدہ و دل فراش

راہ کیے ہوئے والہانہ انداز سے بادشاہ کا استقبال کر رہے تھے...... اعظم خان اور سیتا کماری گھوڑوں سے اتر پڑے بادشاہ نے بھی سواری چھوڑ دی اس کو دیکھتے ہوئے وشنو مہاراج اور سبھاش بھی پا پیادہ ہو گئے''

سیتا نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! رات کو ہم نے ایسا ہی ایک سندر سپنا دیکھا تھا...... ہم اپنے بادشاہ پتا کے قدم چوم رہے تھے...... ہمارے سارے سپنے سچے ہوتے ہیں...... ہمیں اپنے قدم چوم لینے دو بادشاہ پتا!

علی قلی خان نے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ''ہم بھی! بیٹی کے لیے ہر وقت بے قرار رہتے ہیں...... ہم نے تو چاہا کہ تم ہمارے پاس رہتی مگر یہ تمہاری ضد تھی کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہو''

سیتا نے اعظم خان کی طرف شریر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! اب ہم نے ضد چھوڑ دی ہے...... اعظم بھیا کے ساتھ ہماری لڑائی ہو گئی ہے...... یہ ہمیں بہت ستاتا ہے بڑے دکھ دیتا ہے ہم نے اب اس کے ساتھ نہیں رہنا...... ہم اپنے پتا بادشاہ کے ساتھ جائیں گے''

بادشاہ نے اعظم خان کی طرف دیکھ کر پوچھا ''اعظم ہم کیا سن رہے ہیں تم نے ہماری بیٹی کو کیوں ستایا ہے''

اعظم نے آگے بڑھ کر بادشاہ کی عبا کو چومتے ہوئے کہا! ''ہماری بہن کو ہمارے کسی رویے سے کوئی دکھ پہنچا ہے تو ہم معذرت خواہ ہیں''

بادشاہ نے کہا! ''تم نے اسے شکایت کا موقع کیوں دیا ہے ہمیں تم سے ایسی امید تو نہیں تھی......''

اعظم نے سیتا کماری کی طرف دیکھا جو سر جھکائے مسکرا رہی تھی''

اعظم خان نے ایک بار پھر بادشاہ کی عباء کو چوم کر کہا! لگتا ہے ہماری بہن ہمیں بلاوجہ تنگ کر رہی ہے...... اس سے پہلے تو اس نے ہم سے شکایت نہیں کی خوشی سے ہمارے ساتھ چلی آ رہی تھی......''

بادشاہ نے سیتا کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر رنگوں کے گلال اڑ رہے تھے۔

بادشاہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! یہ تو بہن بھائی کی نوک جھوک لگتی ہے...... ہماری مداخلت مناسب نہیں ہوگی''

سیتا نے بادشاہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! بادشاہ پتا اعظم نے ہماری آزادی چھین لی ہے ایک عام سپاہی کی طرح وادی وادی جنگل میں پھرنا چاہتے ہیں...... مگر یہ ہمیں خیمے سے باہر نہیں جانے دیتا...... کہتا ہے تم راجکماری ہو تم حکمرانی کے لیے پیدا ہوئی ہو...... یہ بھی کہتا ہے کہ تم سپاہیوں میں گھومتی پھرتی اچھی نہیں لگتی ہو...... بادشاہ پتا ہم سپاہی ہیں اور ایک سپاہی کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہیں...... بادشاہ تو پتا جی تم ہو...... حکمرانی کا تاج تمہارے سر پر سجتا ہے''

علی قلی خان نے کہا! ''بیٹی تم سپاہی بھی ہو اور دھامنی کے قلعے کی مالک بھی ہو تم اپنے مقام سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔''

وشنو مہاراج نے سیتا کماری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! لگتا ہے یہ بہن بھائی کے درمیان جذبوں کی سرد جنگ ہے اور ہم میں سے کسی کی مداخلت سے یہ جنگ تیز بھی ہو سکتی ہے''

اعظم خان نے کہا! ہم نے اس کو اپنا داور محشر بنا رکھا ہے ہم اپنی زندگی کی ایک ایک گھڑی کی جواب دہی مناسب سمجھتے ہیں...... ہماری

خواہش کو سیتا بہن سردردی سمجھتی ہے"

سیتا نے اعظم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"اعظم بھائی یہ ہمارے لیے بہت بڑی سردردی ہے..... ہمارے خیال میں تم سورج کی کرنوں کی طرح ہو تمہارے کردار اور تمہارے عمل میں روشنی ہے ہم سے روشنیوں کا حساب کتاب نہیں ہو سکتا"

بادشاہ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! ہم تمہاری محبت کے اس والہانہ انداز سے بہت متاثر ہوئے ہیں.....

سبھاش حیرت سے کبھی اعظم کی طرف اور کبھی سیتا کی طرف دیکھتا..... سب لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

بادشاہ نے لگام اٹھاتے ہوئے کہا! سیتا جی! ہم تمہاری خوشیوں کے لیے بہت کچھ کریں گے..... تم ہماری بہادر بیٹی ہو..... ہم نوتن اور تمہاری ماتا کے لیے بہت پریشان ہیں کاش ان دونوں نے تمہارا کہا مان لیا ہوتا"

سیتا کماری نے آہ بھرتے ہوئے کہا!"ماتا جی نے بہت بڑی غلطی کی ہے..... سنا ہے قلعے میں وہ دونوں بہت دکھی ہیں"

بادشاہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!"بیٹی سردست ہم اس کے لیے دعاؤں کے سوا کچھ نہیں کر سکتے....."

گھوڑے آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھتے جا رہے تھے..... سپاہی خوش ہو کر نعرے لگا رہے تھے۔علی قلی خان مسکرا کر والہانہ اور پرجوش نعروں کے جواب میں ہاتھ ہلاتا جا رہا تھا..... اس کی عقابی نظریں پڑاؤ کا جائزہ لیتی تھیں..... وادی کے نشیب سے بلندی کی طرح کئی راہیں بنائی گئی تھیں"

بادشاہ نے پہاڑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا! ہم تمہاری کارگزاریوں سے خوش بھی ہیں اور مطمئن بھی"

اعظم خان نے کہا! عالی جاہ! ہمارے لشکر کا آدھا حصہ اس وقت پربت پر خیمہ زن ہے..... قلعے کے جنوبی برج ہمارے تیراندازوں کے تیروں کی بوچھاڑوں کی زد میں ہے"

اعظم خان خاموش ہوا تو سیتا کماری نے کہا! پتا بادشاہ جی! ہم نے کاریگروں کو چوٹی پر پہنچا دیا ہے منجنیق تیار ہو رہی ہے..... ہم کم از کم دس منجنیقیں تیار کروانا چاہتے ہیں..... اس طرح ہم جنوبی فصیل پر بڑی آسانی سے سنگ باری کر سکیں گے.....

بادشاہ دیر تک پہاڑ کی چوٹی کی طرف دیکھتا رہا..... بہت اونچی بلندیوں پر اسے سائے سے لہراتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

بادشاہ نے کہا!"ہمارا خیال ہے مہاراجہ کو ہماری سرگرمیوں کی خبر نہیں ہے"

سبھاش چند نے کہا!"مہاراجہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ قضاء کے فرشتے اتنی بلند پرواز کر سکتے ہیں..... وہ اپنے قلعے کی بلند و بالا فصیلوں کو ناقابل تسخیر سمجھتا ہے"

تم ٹھیک کہتے ہو بادشاہ نے کہا!" کچھ ہم نے بھی اپنی سرگرمیوں کو پردے میں چھپایا ہوا ہے"

سیتا نے نقاب پوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"جب تمہیں ہمارے پتا بادشاہ نے نقاب پہنایا ہوا ہے تو ہم بے نقاب ہونے کا نہیں کہہ سکتے بہرصورت تمہاری آواز کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے..... لگتا ہے تم قلعے کے آدمی ہو تمہیں کچھ نہ کچھ تو ہماری ماتا جی اور بہن نوتن کماری کی خبر ہو گی"

سبھاش نے دلگیر اور دکھی لہجے میں کہا! ’’ ہمیں بہت کچھ معلوم ہے مگر اب کچھ بتانے کی ہمت نہیں ہے...... کاش تمہاری بہن نوتن نے درندے کی کچھار میں قدم نہیں رکھا ہوتا......‘‘

علی قلی خان نے کہا! سیتا بیٹی...... ہمت سے حالات کا مقابلہ کرتی رہو انتقام کی گھڑیاں بڑی تیزی سے مہاراجہ کے گرد اپنے حلقے تنگ کر رہی ہیں...... ظالم مہاراجہ نے سینکڑوں چیخوں سینکڑوں دبی دبی کراہوں اور خون کی ان گنت بوندوں کا حساب دینا ہے ہم اسے معاف نہیں کریں گے‘‘

بادشاہ نے اپنے گھوڑے کی راسیں اٹھاتے ہوئے کہا! ’’ اب ہم اپنی بیٹی سے اجازت چاہیں گے ہم پچھلی رات کے اپنے پڑاؤ سے نکلے ہوئے ہیں شاید تم کو معلوم نہیں رات کو مہاراجہ کی سینا نے کھنڈے راؤ کے پڑاؤ پر شب خون مارا تھا‘‘

اعظم خان نے حیرت سے کہا! ’’ ہمیں خبر تک نہیں ہوئی‘‘

بادشاہ نے کہا! ’’ تشویش کی کوئی بات نہیں تھی...... حیدر امام بروقت پہنچ گیا تھا‘‘

اعظم خان کے بولنے سے پہلے وشنو نے کہا! ’’ تم جانتے ہو جہاں سید حیدر امام پہنچ جائے وہاں دشمن پر کیا گزرتی ہے......‘‘

بادشاہ کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی مسکرانے لگے‘‘

سیتا نے آگے بڑھ کر بادشاہ کی رکاب چومتے ہوئے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھگوان ہمارے چاچا بادشاہ کو اپنی رکھشا کی چھاؤں تلے یونہی مسکراتا رکھے گا‘‘

علی قلی خان نے کہا: ’’ ہمیں تمہاری دعاؤں کی کیا ضرورت ہے‘‘

سیتا نے کہا! ’’ ہم نے چاچا بادشاہ کی بڑی شان والی مسلمان بیٹی سے ملنے کی تمنا کی تھی۔‘‘

بادشاہ نے کہا! ’’ ہم خود ان کے لیے بہت اداس ہیں‘‘

وشنو نے بادشاہ کی اداسی محسوس کرتے ہوئے کہا! ’’ سیتا بیٹی...... کل شام کو بادشاہ کے خیمے میں پہنچ جانا تمہاری شان والی بیٹی سے ملاقات ہو جائے گی‘‘

بادشاہ نے وشنو کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! ’’ تم کیا کرنا چاہتے ہو‘‘

وشنو نے ہاتھ جوڑ کر مسکراتے ہوئے کہا! ہم خود اپنی بیٹیوں کے لیے بہت اداس ہیں...... ہم آج شام کو کھاڑی کے مندروں کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور کل تک اپنی ساری بیٹیوں کو لے کر پڑاؤ میں پہنچ جائیں گے......‘‘

بنگال کے بادشاہ نے خاموشی اختیار کر لی...... وہ دیر تک وشنو مہاراج کی طرف دیکھتا رہا......‘‘

کافی دیر کے سکوت کے بعد علی قلی خان نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا! ’’ شاید ہم بھی وہی چاہتے ہیں جو تم کہہ رہے ہو‘‘

پھر اس نے سیتا کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ’’ بیٹی خدا حافظ...... ہمارے آدمی تمہیں لینے آئیں گے......‘‘

سبھاش پر قدم قدم حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ندی کو عبور کرتے ہوئے سبھاش نے آہستہ سے کہا! ’’ وشنو جی! سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں سے بادشاہ کس کو کہا جائے‘‘

وشنو نے کہا! یہاں سبھی برابر ہیں...... یہاں ہر کسی کے ساتھ احترام کے رویے اختیار کیے جاتے ہیں...... بادشاہ کہتے ہیں جس کو بھگوان نے زبان دی ہے اس سے بولنے اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کی آزادی کا حق نہیں چھینا جا سکتا...... بادشاہ کو مہاراجہ نہیں سمجھو...... یہ دنیا آزاد لوگوں کی دنیا ہے"

موسم بے حد سہانا دلفریب اور خوشگوار تھا وادی سبز پوش لہراتے ہوئے درختوں کی گل بداماں شاخوں پر رنگ برنگے پرندے اپنی اپنی رسیلی اور مسحور کن بولیوں کی نغمگی بکھیرتے پھرتے تھے...... آبشاروں کے ترنم نے ماحول کو دلکش بنا رکھا تھا...... ہواؤں کے سنگیت بار جھونکوں میں خمار تھا...... نکھری نکھری شفاف فضاؤں میں فطرت کے سارے رنگ نمایاں تھے...... حاکم بنگال دوپہر تک سیتا کماری اور اعظم ان کے پڑاؤ میں جلوہ فیروز رہا"

دوپہر کے بعد اس نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا!" سیتا بیٹی! ہم تمہاری اور اعظم خان کی کارگزاریوں اور حکمت عملی سے بہت خوش ہوئے ہیں"

اس نے سیتا کماری کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہا!"ہم کسی وقت تمہیں اپنے پڑاؤ میں بلانے والے ہیں تیار رہنا......"

"سیتا نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"ہم اپنے دیوتا کے بلاوے کے منتظر رہیں گے"

سیتا نے یہ کہہ کر مزید سر جھکا لیا تو بادشاہ نے کہا!" لگتا ہے ہماری بیٹی ہم سے کچھ چھپا رہی ہے...... مانگو بیٹی کیا مانگنا چاہتی ہو خدا کی قسم ہم تو چاہتے ہیں کہ ہماری بیٹی ہم سے کچھ مانگے تم جب تک ہم سے مانگتی رہو گی ہم دیتے رہیں گے...... بخدا ہم بخیل نہیں ہیں"

سیتا نے کہا!" ہمیں معلوم ہے...... ہم جانتے ہیں ہمیں محبت سے بہت زیادہ دیا جائے گا...... ہمارے بادشاہ بڑے سخی ہیں"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد سیتا نے چند قدم آگے بڑھ کر حاکم کی ہوا کے دوش پر لہراتی ہوئی عبا کے پلو کو چومتے ہوئے کہا!"ہم اودھم بھائی کے لیے بہت اداس ہیں...... ہم ایک دو روز کے لیے اس کے پاس جانا چاہتے ہیں"

بادشاہ کے بولنے سے پہلے اعظم خان نے آگے بڑھ کر سیتا کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا!" سیتا بہن! کیا واقعی تم ہمارے ساتھ ناخوش رہی ہو...... لگتا ہے ہم بڑے بدقسمت ہیں ہم ایک بہن کو وہ پیار نہیں دے سکے جس کی اس کو تمنا تھی...... اودھم خان ہر معاملے میں ہم سے آگے رہتا ہے"

اعظم خان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو سیتا نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا!" ہم نے یہ تو نہیں کہا ہے...... بھگوان کی قسم تم نے ہماری بات کا بڑا غلط مطلب سمجھا ہے...... ہم تمہارے ساتھ بہت خوش رہے ہیں...... تم سب نے ہماری جیون کی راہوں کو چاہتوں اور محبتوں کے پھولوں سے مہکایا ہوا ہے ہم تم سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی اودھم خان سے...... ہم نے اس وقت اودھم خان کی بات اس لیے کی ہے اسے ملے ہوئے کافی روز گزر گئے ہیں...... برسوں کی آگ بھڑکتی ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے"

سیتا نے اعظم خان کے دونوں ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگا کر چومتے ہوئے کہا!" اعظم بھائی تم ناراض ہوتے ہو تو ہم نہیں جاتے"

نہیں اعظم خان نے کہا! ہم خود جا کر اودھم خان کو لے آئیں گے ہم بھی اس کے لیے بہت اداس ہیں"

حاکم بنگال نے مسکرا کر سیتا اور اعظم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!" بس اس معاملے میں شاید ہمارے کہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی

......تم بہن بھائیوں نے آپس میں فیصلہ کرلیا ہے"

سبھاش نے آہستہ سے وشنو مہاراج کو کہا! "وشنو جی! یہ کس سنسار کے لوگ ہیں...... یہ اس دھرتی کے باسی نہیں لگتے......ایسا لگتا ہے یہ لوگ آکاش کے ساگر سے آئے ہیں......

وشنو نے ان کی محبتوں ان کے جذبوں اور ان کی چاہتوں کو پوجتے ہوئے کہا! "انسانی رشتوں کے احترام نے ان لوگوں کو دیوتاؤں کی طرح بنا رکھا ہے......تم نے سچ کہا ہے سبھاش چند یہ لوگ واقعی نیل گگن کے روشن ستاروں کی طرح پوتر ہیں ہم نے قدم قدم انہیں پھولوں کی طرح معصوم اور مہکتا ہوا پایا ہے"

پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بھگوان تیرا شکر یہ تم نے ہم جیسے بدکار پر بڑی کرپا کی ہے"

بادشاہ نے وشنو کی طرف دیکھ کر کہا! تم کیوں رو رہے ہو۔

وشنو نے جلدی جلدی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے کہا! "نہیں ہم روتو نہیں رہے......ہم تو خوشیوں کے بے پناہ ہجوم کا نظارہ کررہے ہیں......ہم بہت خوش نصیب ہیں"

حاکم نے کہا: تم بھی خوش نصیب ہو......مگر ہم تم سے زیادہ خوش نصیب ہیں کہ ہمیں تم جیسے مخلص تم جیسے تجربہ کار اور تم جیسے بہادر انسان کی رفاقت نصیب ہوئی ہے......وشنو بھائی ہم جہاں بھی رہیں گے اپنے دل و دماغ کو تمہاری یادوں کی خوشبوؤں سے مہکتا ہوا پائیں گے......تم ہمارے قریب، بہت قریب رہو گے......

حاکم نے اپنے گھوڑے کی لگام کو ہلکا سا جھٹکا دے کر ہوشیار کیا۔ گھوڑا چلنے لگا تو ایک عمر رسیدہ ہندو نے آگے بڑھ کر حاکم کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! قلعے پر حملے کا حکم کب دیا جائے گا......ہم نوتن کماری اور ماتا مہارانی کے لیے بہت پریشان ہیں۔

حاکم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا! ہم اس دکھ میں برابر کے شریک ہیں......ہمیں معلوم ہوا ہے وہ دونوں وہاں خوش نہیں ہیں......بے رحم مہاراجہ نے ان کے ارمانوں کو پامال کردیا ہے وہ بہت دکھی ہیں......مگر ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو قتل ہونے سے بچانے کے آرزومند ہیں......جتنے زیادہ لوگ مہاراجہ سے بدظن ہوتے جائیں گے خونریزی کے امکان اتنے کم ہوں گے امید ہے تم سب ہماری رائے کی گہرائی سے اتفاق کرو گے......تم سیتا بیٹی کے لشکر کے سپاہی لگتے ہو ئے؟

حاکم نے پوچھا تو سیتا نے جلدی سے کہا! "یہ اچھوتوں کا سردار کاشی رام ہے"

بادشاہ نے بڑی ناگواری سے سیتا کی طرف دیکھ کر کہا! سیتا بیٹی!......یہ تم نے کیا کہہ دیا......تم نے ہمیں مایوس کیا ہے......تم نے اسے اچھوت کیوں کہا ہے!......



بنگال کے بادشاہ کا شاہی خیمہ ایک خوبصورت اور دیدہ زیب وادی میں لگایا گیا تھا یہ وسیع و عریض خوبصورت خیمہ اپنی فراخیوں اور وسعتوں کی وجہ سے ایک چھوٹا شاہی محل لگتا تھا سبز رنگ کے اس خیمے کو موٹے موٹے کئی پردوں کے ذریعے کئی حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا درمیان میں اونچا گنبد تھی جس کی چوٹی پر ہر وقت سبز رنگ کا پرچم لہراتا رہتا تھا اس خیمے میں بوقت ضرورت چار پانچ سو کے لگ بھگ لوگ قیام کر سکتے تھے خیمے کے ایک حصے میں شاہی خزانہ تھا جس میں سونے چاندی کے لاکھوں سکوں کے علاوہ ہیرے جواہرات اور اطلس و کم خواب جیسے قیمتی پارچہ جات کی اور تھانوں کے انبار تھے خزانے کے ساتھ والے حصے میں شاہی ملازمین کو رکھا گیا تھا جو خرچ کا حساب رکھتے تھے اس خیمے کے اردگرد محافظوں کے سینکڑوں خیمے نصب تھے جن میں ہزاروں سپاہی رہتے تھے شاہی خیمہ آبشار کے قریب واقع تھا۔ شفاف ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی ایک چھوٹی سی نہر خیمے کے درمیان سے گزرتی ہوئی مغرب کی طرف بہتی ہوئی ندی میں جا گرتی تھی۔ خیمے میں خواتین خادماؤں کی تعداد بہت کم تھی۔ ان خادماؤں میں مسلمان اور ہندو دونوں مذاہب کی نیک اطوار نیک کردار اور نیک سیرت خواتین تھیں۔ ان خادماؤں کی بڑی تعداد کو پونم کی دلجوئی دیکھ بھال اور خدمت پر مامور کیا گیا تھا۔ حاکم کے خیمے کے دائیں بائیں عقب میں ان بڑے بڑے سرداروں کے خیمے کچھ اوپر کی طرف نصب تھے جو حاکم کے ساتھ قطب شاہی میں موجود رہا کرتے تھے ان سرداروں میں سید سیف الدین قادر خان اور فیروز خان کے علاوہ تین ہندو سردار بھی تھے۔ پونم کو حاکم کی خوابگاہ کے ساتھ والے حصے میں ٹھہرایا گیا تھا اس وقت سے اس نے اپنے عقیدے کے مطابق بھگوان کی مورتی کی پراتھنا بھی شروع کر دی تھی۔ صبح کے اشنان کے بعد وہ خیمے کے آس پاس واقع پھلواڑی میں نکل جاتی۔ بھگوان کی مورتی اور حاکم پر نچھاور کرنے کے لیے چنبیلی، گیندے اور گلاب کے پھول چن کر لاتی تھی...... رات بھر اس کی صحت یابی کا جشن منایا جاتا رہا...... شہنائیوں کی مدھر تانوں نے وادی کے جنگلوں کو خوابوں کے طلسمی جزیرے کی طرح پراسرار بنایا تھا۔ اپنے نرم و گداز بستر پر لیٹی ہوئی پونم کسی دیوی کی طرح کومل پوتر اور پراسرار لگ رہی تھی۔ اس کی روح جذبوں کے ساگر میں ڈوبی بہت دور کہیں ان پراسرار جزیروں میں پہنچی ہوئی تھی جہاں سے پھول کو رنگ و بو، عنادل کو نغمگی آبشاروں کو ترنم، شمع کو سوز و ساز اور پروانوں کو مذاق جاں سوزی عطا ہوتی ہے۔ اس کے چہرے پر رنگوں، امنگوں اور آشاؤں کے گلابی ڈورے تھے۔ جذبوں کے دھارے میں بہتے بہتے اس کی آنکھوں کی کٹوریاں اشکوں سے بھر جاتی تو وہ اپنی خوبصورت انگلیوں کی مدد سے اشکوں کو پونچھ کر پھر مسکرانے لگ جاتی"

ایک خادمہ جو اس کے سامنے پڑی ہوئی ایک تپائی پر بیٹھی تھی مسکرا کر کہنے لگی!

پونم بیٹی ہم جانتے ہیں۔ خوشی کے ان گنت جذبے تمہاری آتما کی اتھاہ گہرائیوں میں طوفانوں کی طرح متلاطم ہیں۔ پھر بھی ہم تمہاری ان خوبصورت کنول جیسی آنکھوں کی کٹوریوں میں آنسوؤں کے قطروں کو دیکھ کر دکھی ہو رہی ہیں تم نہیں جانتی حاکم تمہارے لیے کس قدر پریشان اور دکھی رہتا ہے۔ تمہیں اپنے خیمے کے اتنا قریب رکھا ہوا ہے کہ وہ تمہاری سانسوں کی آمد و رفت کے زیر و بم کی آہٹوں کو سنتا رہتا ہے۔ جتنے دن تم بیمار رہی ہو۔ بھگوان کی قسم ہم نے حاکم کو نیند کرتے نہیں دیکھا۔ اس نے رات بھر جاگ کر تمہارے لیے دعائیں مانگی ہیں...... تم بہت خوش نصیب ہو...... حاکم تمہیں بیٹی سمان سمجھتا ہے"

پونم نے کروٹ بدل کر خادمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! لاجونتی ہم تمہیں ماتا سمان سمجھتے ہیں...... تم سب بہت مخلص، بہت ہمدرد اور پیاری ہو۔ تم سب نے مل جل کر بڑی محنت اور محبت سے ہمارے زخموں پر دردمندی کے مرہم لگا لگا کر ہمیں دوبارہ زندہ کیا ہے...... ہم تمہارے گزار ہیں ...... ہم رو نہیں رہے ہم تو رنگوں امنگوں اور آشاؤں کے گہرے بے پایاں ساگروں میں ڈوبے ہوئے اس سنسار سے بہت دور آکاش کے اس پار خوابوں کے کسی انجانے جزیرے پر اپنے آپ کو محسوس کر رہے ہیں لاجونتی جی من چاہتا ہے سارے سنسار کے مندروں کی مورتیوں کو توڑ پھوڑ کر ہر جگہ ہر کہیں مندر میں حاکم کی ان گنت خوبصورت مورتیاں سجا کر جہاں بھر کے پجاریوں کو اس کی پوجا پر لگا دوں"

"پھر ایک لمحے تک اس کی جھکی جھکی آنکھوں کی طرف دیکھنے کے بعد پونم نے مسکراتے ہوئے کہا! ماتا جی! ہم نے کوئی غلط بات تو نہیں کی...... تم نے جواب کیوں نہیں دیا۔ بھگوان کی قسم حاکم اس سنسار کا باسی نہیں لگتا...... ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پورن ماشی کا پورا چاند آکاش کے نیلے ساگروں سے نکل کر دھرتی پر آ گیا ہے"

لاجونتی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا! پونم تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ دیوتا ہے ہم چھپ چھپ کر اس کی پوجا کرتے ہیں۔ بڑی عزت اور تکریم والا دیوتا ہے سب کے لیے دکھی رہتا ہے۔ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا ہے کسی کو کوئی دکھ یا صدمہ پہنچتا ہے تو چوٹ اس کے من پر لگتی ہے...... اس دھرتی کے ہزاروں لاکھوں لوگوں کے لیکھ بدل جائیں گے تم نے اس دھرتی پر بڑی بڑی تبدیلیوں کو محسوس کیا ہوگا...... تم نے اس دھرتی کی مٹی سے جنم لیا ہے تم نے محسوس کیا ہوگا کہ اب اس دیش کی مٹی میں کتنی زرخیزی اور خوشبو آ گئی ہے"

پونم نے بستر پر پڑے ہوئے پھولوں کے گجرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! اب ہمارے وطن کی مٹی سے اگنے والے ان پھولوں کے جوبن کا بانکپن قابل دید ہو گیا ہے...... اب ان پھولوں کو مرجھانے کے صدمے نہیں اٹھانے پڑیں گے...... فطرت کے سارے رنگ جیون کی الگ الگ بہاریں دکھا رہے ہیں اور لگتا ہے ہر رنگ دوسرے سے بہت مختلف، بہت دلکش بہت خوشنما اور بہت شوخ ہو چکا ہے شگوفوں، پھولوں اور غنچوں نے بولنا سیکھ لیا ہے۔ شاخ شاخ، جھوم جھوم کر گاتی ہے اور اس بہار آفریں کی تبدیلی رگ رگ اور رنگ رنگ میں حاکم کی سانسوں کی پوتر دھڑکنوں کا سوز و ساز پنہاں ہے"

لاجونتی نے اس کے ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا!" پونم بیٹی! تم خود شناسی اور آگہی کے بڑے بلند مقام پر فائز لگتی ہو۔ تم نے بہت کم وقت میں گیان کی مشکل منزلوں کو اپنی آتما میں سمو لیا ہے۔ تم نے جیون کو تعصب کی گھٹائیوں اور تاریکیوں سے دور رکھ کر دیوی کا مقام حاصل کر لیا ہے"

"نہیں ماتا جی! پونم نے کہا!" ہم تو دیوی دیوتاؤں کے قدموں کی دھول بھی نہیں ہیں"

خیمے کے دوسرے حصے سے حاکم بنگال کی درد اور آنسوؤں سے ڈوبی ہوئی لرزتی ہوئی آواز ابھر رہی تھی وہ کہہ رہا تھا! ہم بہت گنہگار، بہت عاجز اور بہت خطا کار ہیں اس وقت ہمارے سامنے ہمارے اعمال کی تسبیح کا دانہ دانہ بکھرا پڑا ہے۔ ہم روز و شب کے لمحے لمحے کو دیکھ رہے ہیں ہم نے لمحے لمحے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں...... ہم بہت شرمندہ اور نادم ہیں۔ ہم تمہاری مخلوق کے ساتھ وہ سلوک نہیں کر سکے جس کی وہ مستحق تھی۔ ہم بادشاہی کے قابل نہیں ہیں۔ خداوند کریم ہم سے بادشاہی کے اس عذاب کو ٹال دے...... پروردگار ہم پر رحم فرما...... ہمیں گمنامیوں کی کسی گہری گھاٹی میں دھکیل دے یا پھر اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں ہمیں انصاف کی توفیق عطا فرما جو تیری بارگاہ میں قدر و قیمت رکھتا ہے...... ہمیں فکر و نظر کی

وہ مجذوبی بخش دے جو خاک کربلا کے وجدان سے لبریز ہوتی ہے“

ایک مسلمان لڑکی نے پونم پر اطلسی چادر ڈال کر کہا! ”پونم جی!...... رات کا پہلا پہر بیت چکا ہے تم نے پر اتھنا کے لیے اٹھنا ہے...... ہمارا خیال ہے اب تم سو جاؤ“

پونم نے مسکراتے ہوئے کہا: ”ہم تمہاری بات کو سمجھ گئے ہیں۔ ہمارے جاگنے اور باتیں کرنے سے حاکم پتا جی کی عبادت گزاری میں خلل پڑ رہا ہے...... ہم چپ چاپ اپنے حاکم پتا کی دردوں میں ڈوبی ہوئی عاجزی کی صداؤں کو سنیں گے“

دوسری طرف سے حاکم کی آواز ابھری! از بیدہ! تم پونم بیٹی کو اداس نہ کرو...... ہم نے اپنے خدا سے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ ہم پونم کو اداس اور خوفزدہ نہیں دیکھ سکتے۔ تم نے خواہ مخواہ ہماری بیٹی کو آزردہ کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی خوشیوں کے چہکار ہماری بخشش اور نجات کا کوئی وسیلہ بن جائیں......

پونم کی بے قراری اور درد و سوز جب حد سے بڑھ گیا تو وہ تڑپ کر بستر سے اتری اور چادر سنبھالتی ہوئی خیمے کے اسی حصے میں چلی جہاں حاکم بنگال بادشاہ علی قلی خان بڑے عاجزانہ انداز سے مصلّے عبادت پر بیٹھا رو رہا تھا“

پونم نے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! حاکم پتا! تمہیں اس خدا کا واسطہ جس کے آگے تم رو رو کر دعائیں مانگتے ہو اتنی بلندیوں تک نہیں جاؤ جہاں تک ہمارے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تمہارے پاؤں کو چھونے کے لیے نہیں پہنچ سکیں گے...... تم بہت مہان ہو...... تم دیوتا سمان ہو...... تم آکاش پر چمکنے والے چاند ہو...... تم اس ستارے کی مانند ہو جس کے پیچھے پیچھے سورج دیوتا چلتا ہے...... ہم خاک کے ذرے کی مانند ہیں...... بھگوان کی قسم تم بہت بڑے منصف ہو تم درد و سوز آرزومندی کی متاع بے بہا ہو“

حاکم نے پونم کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا! ہماری بیٹی ہم سے خوش ہے تو لگتا ہے ہمارا خدا ہم سے خوش ہے...... پونم بیٹی حکومت پھولوں کی مہکتی ہوئی آسائش سیج نہیں ہوتی یہ تو کانٹوں سے بھری سنگلاخ اور دشوار گزار وہ پرخطر راہ ہے جس پر قدم قدم قزاق چھپے ہوتے ہیں اس راہ کے مسافروں کے اسباب رستے کی ناہمواری پر لٹ جاتے ہیں ہم نے بیشتر حکمرانوں کو خالی ہاتھ منزل پر روتے ہوئے کف افسوس ملتے دیکھا ہے۔ عاقبت کے اندیشے بڑے دردناک ہیں اس دنیا کی زندگی تو ایک خواب کی طرح ہے۔ ہم اسے زندگی کہہ کر اصل زندگی کی حقیقتوں کے مجرم بن جاتے ہیں۔ جیون کا خواب ٹوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے زندگی کی تلخیوں اور خوابوں کے بے مقصد نظاروں میں بڑا فرق ہے...... جس کی زندگی زادِ راہ سے خالی ہو گئی وہ کتنا بدنصیب ہوگا......“

پونم نے آنکھیں بند کر کے روتے ہوئے کہا! ”ہم اپنے حاکم پتا کے قدموں کے نقوش دیکھ رہے ہیں۔ مگر وہ اتنی بلندی پر چمک رہے ہیں کہ ہماری آنکھیں ان کو چوم نہیں سکتیں......“

حاکم کے عقب میں لاجونتی اور زبیدہ کے علاوہ دوسری خادمائیں ہاتھ جوڑے سر جھکائے کھڑی تھیں۔

حاکم نے ان کی طرف دیکھ کر کہا! ”ہماری بیٹی کو آرام کی ضرورت ہے“

لاجونتی نے کہا! جب تک دیوتا مہاراج نہیں سوئے گا اس وقت تک پونم بیٹی نہیں سوئے گی“

حاکم نے مصلیٰ عبادت سے اٹھتے ہوئے کہا! ''ہم سونے جا رہے ہیں''

پونم خاموشی سے اٹھی اور آنچل کے پلو سے آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے دھارے کو پونچھتے ہوئے بولی! ''بھگوان ہم دکھی لوگوں کے سروں پر تمہارے سائے کی گھنیری چھاؤں جنم جنم تک قائم رکھے...... ہم سب بڑے خوش نصیب ہیں''

حاکم بنگال علی قلی خان نے محبت سے اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا! تمہاری دعائیں ہماری زندگی کی اندھیری راہوں پر قندیلوں کی طرح چمکتی رہیں تو ہم پورے عزم سے رکاوٹوں کو روندتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے...... اچھا شب بخیر، خدا حافظ''

پونم نے ہاتھ جوڑتے سر جھکاتے ہوئے کہا: بھگوان ایسی ان گنت شبھ گھڑیوں سے تمہارے جیون کو خوشنما بنائے گا...... یہ ہماری دعا ہے...... دیر تک حاکم کے کانوں میں پونم کی خلوص اور درد میں ڈوبی ہوئی دعا گونجتی رہی۔

حاکم نے بستر پر لیٹتے ہوئے آسمان کی جانب ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! خدا...... اس معصوم اور مظلوم لڑکی کے طفیل اپنے اس عاجز بندے کی خطاؤں کو معاف فرما دے...... تو علیم و بصیر ہے...... تیری ذات رحیم و کریم ہے......

وقت کا پنچھی اڑتا رہا...... رات دھیرے دھیرے اپنی راہوں پر چلتی رہی...... موسم بدلنے لگے...... اندھیروں کی کوکھ سے اجالوں نے جنم لینا شروع کر دیا...... خوابوں میں ڈوبی ہوئی حیات کروٹیں بدلنے لگی...... جنگلی حیات نے رات کے سناٹوں کو درہم برہم کرنا شروع کر دیا...... دور کسی تاریک گھاٹی سے کسی درندے کے دھاڑنے کی گونج سنائی دی پونم نے اٹھ کر بھگوان کی مورتی کو صندل کی خوبصورت چوکی پر سجایا اس کے سامنے دیئے روشن کیے اور پھر اشنان کے لیے نہر کے کنارے چلی گئی...... اس کی خادمائیں بھی اس کے ساتھ ساتھ نہر میں اشنان کرنے اور اشلوک گانے میں مصروف تھیں...... اشنان کے بعد پونم نے دھانی رنگ کی ریشمی پوشاک پہنی اور پھر ایک چھوٹی سی خوبصورت ٹوکری اٹھا کر نہر کے کنارے کنارے چلتی ہوئی خیمے سے نکل کر جنگل کی پھلواڑی میں پہنچ گئی۔ صبح کا ستارا مشرقی افق پر چمک رہا تھا...... رات کے اندھیروں میں صبح کی صباحتوں کے رنگ گھلنے شروع ہو گئے...... ایک ملگجا سا اجالا ہر سو پھیلا ہوا تھا پربت کی بلندیوں پر سپاہیوں کے بسیروں میں قندیلیں روشن تھی...... موذن نے حاکم کے خیمے کے سامنے ایک چٹان پر چڑھ کر اللہ اکبر کی ملکوتی صدائیں بلند کرنی شروع کر دی تھیں...... پونم بڑی تیزی سے جھکی جھکی سبز پوش شاخوں سے کول سندر اور مہکتے ہوئے پھولوں کو توڑتی پھرتی تھی''

اچانک عقب سے کسی نے نمودار ہو کر اس کی ٹوکری میں پھول ڈالتے ہوئے کہا! ''پھولوں کی راجکماری دکھیوں کی نمسکار۔''

پونم نے چونک کر اس کی جانب غصے سے اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے کہا! تم کون ہو...... تمہیں شاہی قیام گاہ کے اس حصے میں آنے کی جرات کیسے ہوئی''

اس نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! ''ہم سے بڑی بھول ہوئی ہے ہم بڑے بے ادب ہیں سزا چاہتے ہیں''

پونم نے اسے پہچانتے ہوئے کہا، ''تم...... تم راجندر لگتے ہو''

پونم دو قدم اس کے قریب ہو کر بولی! ''تم راجندر ہو نا''

راجندر نے دوزانو ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہاں ہم راجندر ہیں ہمیں آج کی بیتی ہوئی شام کو معلوم ہوا تھا کہ تم یہاں حاکم دیوتا کے سائے تلے ہو''

پونم نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے نمسکار کہنے کے بعد پوچھا'' مگر ہم نے سنا تھا کہ تم مہاراجہ جے درجے سنگھ کے ساتھ مل گئے تھے''

راجندر نے مسکراتے ہوئے کہا! ''پونم ہم زندہ ہیں اور تمہارے بادشاہ پتا علی قلی خان کی سینا میں ایک سپاہی کی حیثیت سے آسام کے باشندوں کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں...... مارنے والے سے بچانے والا بھگوان زیادہ شکتی اور طاقت والا ہے''

پونم نے مسکراتے ہوئے کہا! راجندر تم سچ کہتے ہو...... تم زندہ ہو...... اور تم بادشاہ پتا جی کی سینا میں شامل ہو...... یہ کتنی بڑی شبھ گھڑی ہے...... کتنی شبھ سماچار ہے جو ہمیں سنائی جا رہی ہے''

'' پھر پونم نے صبح کے اجالوں میں گم ہوتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! '' راجندر ہم تمہیں بھولے نہیں...... ہم تمہیں آکاش کے ستاروں میں ڈھونڈنے کے عادی ہو چکے تھے''

'' راجندر نے اس کے ہاتھ پکڑ کر جلدی سے چومتے ہوئے کہا! ''پونم ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے...... ہمیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا...... اب ہمارے اور تمہارے مقام اور مرتبے میں بڑا فرق ہے...... دیوتا بادشاہ کی بیٹی ہونے کے ناطے تم بہت بلند ہو''

پونم نے سسکی لیتے ہوئے کہا! '' راجندر تم کب سے دیوتا بادشاہ کی سینا میں شامل ہو؟''

'' راجندر نے کہا! '' جب سے مہاراجہ جے درجے سنگھ کو راج سنگھاسن سے علیحدہ کیا گیا ہے''

'' پونم نے دکھی لہجے میں کہا! '' بڑے افسوس کی بات ہے تم نے اتنے عرصے میں پتا بادشاہ کے مزاج کی نزاکتوں کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی......''

راجندر نے بادشاہ علی قلی خان کے خیمے کی گنبد کی چوٹی پر لہراتے ہوئے علم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! '' ادب کے مقام کی ہوائیں بڑی نازک ہوتی ہیں...... جو نگاہوں کی خاموش گستاخیوں کو بری طرح محسوس کرتی ہو...... تم ادب کے اس نازک مقام پر کھڑے ہو جہاں سانسوں کا زیروبم بھی گستاخی میں شمار ہوتا ہے''

راجندر ہٹنے لگا تو پونم نے پوچھا! '' تم نے مہاراجہ جے درجے سنگھ کو بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی...... کل راجکماری چندر کانت کے سامنے ندامت سر جھکاتے ہوئے اچھے نہیں لگو گے''

'' راجندر نے کہا! '' پونم تم فکر نہیں کرو...... ہم راجکماری چندر کانت کے سامنے نادم اور شرمندہ نہیں جائیں گے''

کیا مطلب! پونم نے پوچھا! '' تم مہاراجہ جے درجے سنگھ کے محافظ تھے...... وہ تمہاری حفاظت میں جلایا گیا''

'' راجندر نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد کہا! '' پونم ابھی اس سوال کو وقت کی تختی پر لکھا رہنے دو...... اسے مٹانے میں جلدی اور عجلت سے کام نہیں لو تو اچھا ہو گا...... اپنی تسلی کے لیے تم اتنا یقین کر لو کہ تمہارا راجندر وقت کے سامنے اس کی عدالت میں شرمندہ نہیں ہو گا''

''ہمارا راجندر......'' پونم نے زیر لب کہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر روتے ہوئے کہنے لگی!''تم ہمارے راجندر ہو......تم ہمارے ہو......مگر ہم......شاید تم نے نہیں سنا کہ وقت کے ایک ظالم بھیڑیے نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے......ہم کیا تھے کیا رہ گئے ہیں......ہم آتما کی گہرائیوں تک لہولہان ہو چکے ہیں......ہماری سندرتا کو ایک خونخوار اور ناپاک عفریت نے پامال کر کے رکھ دیا ہے......ہم تمہارے قابل نہیں رہے......راجندر''

''راجندر نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا!''ہم سب کچھ سن چکے ہیں......سید حیدر امام نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے......اس کے باوجود بھی تم پوتر ہو......''

''پونم نے بات ادھوری چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا تو راجندر نے کہا!''اب تو تمہاری محبت پہلے سے کئی گنا زیادہ معصوم اور پوتر لگ رہی ہے......تم نے اگر ہمارے گلے میں منگل سوتر کی لڑی ڈال دی تو ہم اپنے آپ کو سنسار کا خوش قسمت انسان سمجھنے لگیں گے۔''

اتنا کہہ کر وہ چٹان کی اوٹ میں چھپ گیا۔

''پونم نے پکار کر کہا!''راجندر ٹھہر جاؤ......ہمارے ایک سوال کا جواب دے کر جاؤ......''

راجندر واپس آ گیا......

''پونم نے پوچھا!''سچ سچ بتاؤ کیا مہاراجہ جے وجے سنگھ زندہ ہے؟''

راجندر نے کچھ سوچ کر کہا!''شاید وہ زندہ ہے''

پونم نے کہا!''کیا تم جانتے ہو وہ کہاں ہے؟''

راجندر نے کہا!''جانتا ہوں مگر بتا نہیں سکتا......''

''ٹھیک ہے اب تم جاؤ''

راجندر نے پوچھا!''پونم......راجکماری چندر کانت کہاں ہے؟''

''پونم نے انار کی ایک سرخ کلی کو چومتے ہوئے کہا!''راجکماری چندر کانت......شیو دیوتا کی مہان شکتی کی چھایا تلے ہے......''

راجندر نے حیرت سے کہا!''وہ شیو دیوتا کے مندر میں ہے؟''

پونم نے پھولوں کی ٹوکری اٹھا کر خیمے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا!''مندر میں نہیں......شیو دیوتا کے من میں رہتی ہے''

صبح ہو گئی......سورج طلوع ہوا......پونم جب بادشاہ کے خیمے میں داخل ہوئی تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے......پونم نے بادشاہ کے سامنے مصلیٰ عبادت پر پھولوں کی پتیوں کو نچھاور کیا اور پھر ہاتھ جوڑ کر دو زانوں ہو کر بیٹھ گئی۔

''بادشاہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا!''بیٹی ہماری طرف سے صبح کا سلام ہو''

''پونم نے جھک کر بادشاہ کی عبا کو چومتے ہوئے کہا!''حاکم پتا جی نمسکار''

''جیتی رہو...... خدا تمہیں ہر دکھ سے محفوظ رکھے......''

''پونم نے کہا!'' حاکم پتا جی ہمیں قرآن پاک کا کوئی فرمان سنائیے''

''بادشاہ علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا!'' پونم بیٹی! سارے جہانوں کا خالق فرماتا ہے'' ''تم ہماری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''

پونم نے ایک بار پھر حاکم کے قدموں کو چوما اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی...... باہر طبل اور نقارے بجنے شروع ہو گئے تھے...... گھوڑوں کی ہنہناہٹوں، سپاہیوں کے نعروں...... شہنائیوں کے مدھیر گیتوں...... اور نقاروں کے شور سے وادیاں گونجنے لگی تھیں...... ایک خادم نے بادشاہ علی قلی خان کو شہد کا شربت پیش کیا......''

بادشاہ نے جام پکڑتے ہوئے کہا!'' سید حیدر امام اور سید سیف الدین کو حاضر ہونے کی اجازت ہے...... خادم نے باہر کھڑے ہوئے دربان تک پیغام پہنچا دیا...... چند لمحوں بعد سید حیدر امام اور سید سیف الدین ہتھیار لگائے خیمے میں داخل ہوئے...... انہوں نے گردنیں جھکا کر صبح کا سلام کیا''

''بادشاہ علی قلی خان نے کھڑے ہو کر دونوں کے باری باری ہاتھ چومتے ہوئے کہا!'' تم دونوں سید زادے ہو اولادِ علیؑ اور آلِ نبیؐ ہو ہم اپنی ہر صبح کا آغاز تمہاری زیارت اور دعاؤں سے کیا کرتے ہیں...... ہمارے لیے دعا کیا کرو''

''دونوں نے دعائیں دیتے ہوئے کہا!'' لوگ صبح کے سلام کے لیے حاضر ہیں......

بادشاہ نے بڑی عقیدت مندی سے قرآن پاک کو بوسہ دیتے ہوئے تھپ کر ایک اونچی مسند پر رکھ دیا...... سید حیدر امام اور سید سیف الدین نے سپاہیانہ لباس پہننے میں بادشاہ کی مدد کی...... تلوار لٹکاتے ہوئے بادشاہ نے مڑ کر پونم کی طرف دیکھا...... پونم بادشاہ کا اشارہ سمجھ گئی تھی اس نے آگے بڑھ کر ایک اونچی جگہ پر رکھی ہوئی بادشاہ کی تاج والی دستار کو اٹھا کر پہلے بوسہ دیا پھر آنکھوں سے لگایا اور پھر دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر بادشاہ کے قریب جا کھڑی ہوئی...... سید سیف الدین نے پونم کے ہاتھ سے دستار اٹھائی اور چوم کر بادشاہ علی قلی خان کے سر پر رکھ دی......''

''بادشاہ علی قلی خان نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! خداوندا اس دستار کی لاج رکھنا...... اس کے شملے کی بلندی اس دھرتی کے لاکھوں کروڑوں بیٹیوں کے ناموس کی محافظ اور نگہبان ہے......''

بادشاہ علی قلی خان سید حیدر امام اور سید سیف الدین کے درمیان ایک شایانِ شان سے چلتا ہوا باہر کی طرف بڑھا...... اس کی پیشانی عزائم کے نور سے روشن اور آنکھوں میں عقابی چمک تھی...... اور چہرے پر مسکراہٹوں کے رنگ تھے...... آگے آگے مسلح دربان ''نگاہ روبرو'' کے روایتی نعرے لگاتے جاتے تھے...... پونم خیمے کے دروازے تک ساتھ ساتھ آئی اور پھر بادشاہ کے قدموں کو چومتے ہوئے سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی......''

''بادشاہ علی قلی خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! پونم! دوپہر تک سیتا کماری اعظم خان اور عادل خان یہاں پہنچ رہے ہیں ان کے آنے کے بعد ہم تمہاری صحت یابی کی خوشی میں دربار منعقد کرنا چاہتے ہیں تم اس وقت آرام کرو......

صدر دروازے پر بادشاہ کا مخصوص سفید رنگ کا گھوڑا کھڑا تھا...... محافظ اس کی سنہری راسوں کو پکڑ کر کھڑا تھا...... گھوڑا شوخیاں دکھا رہا

تھا...... بادشاہ نے اس کی لگام پکڑی تو وہ زور زور سے ہنہنانے لگا...... بادشاہ کے سوار ہوتے ہی دربانوں اور محافظوں نے نعرے لگانے شروع کر دیے...... باہر سے تکبیر کے نعروں کی ملکوتی آوازیں بلند ہونے لگیں...... بادشاہ کی سواری خیمے سے باہر نکلی تو سینکڑوں سرداروں اور ہزاروں سپاہیوں نے نیزوں برچھیوں اور تلواروں کو لہرا لہرا کر صبح کا سلام پیش کیا...... بادشاہ کے سامنے فیروز خان...... نادر خان...... پریم چند...... سبھاش چند...... راما راؤ...... کھنڈے راؤ...... راجندر...... نقاب پوش...... سندر اور دوسرے کئی بڑے بڑے سردار گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے...... ان کے پیچھے ہزاروں مسلح سپاہی نعرے لگا رہے تھے...... بادشاہ نے مسکرا کر نعروں کا جواب دیا۔

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا مگر مغرب کا جانب ڈھلتے ہوئے سورج کی ترچھی شعاؤں نے اونچے اونچے پربتوں اور گھنے جنگلوں کے سایوں کو مشرقی جانب پھیلا کر تاریک کرنا شروع کر دیا تھا...... اچانک مغرب کی جانب سے طبل نقاروں اور شہنائیوں کی آوازوں کی گونج کا شور سنائی دینے لگا یہ بنگال کے بادشاہ کی آمد کی نوید تھی...... پڑاؤ میں یکا یک بجلیاں دوڑ گئی لشکر کے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہونا شروع کر دیا...... گھوڑے ہنہناتے اور خوشیوں سے اچھلتے تو ان کے زیوروں اور جھانجروں سے ترنم پھوٹتا تھا...... کھنڈے راؤ اور راما راؤ اور سید حیدر امام علی کافی دیر پہلے کے پڑاؤ میں پہنچے ہوئے تھے...... جنگی قیدی ایک کھلی جگہ رکھے گئے تھے...... راما راؤ اور کھنڈے راؤ کی خواہش کے مطابق قیدیوں کے ہاتھ رسیوں سے باندھے گئے تھے...... راجہ سبھاش کا خیمہ حاکم کے خیمے کے بائیں جانب ایک چٹان پر نصب کیا گیا تھا...... قائدے کے مطابق سید حیدر امام اور سید سیف الدین تمام سرداروں کے آگے آگے تھے ان دونوں کے پیچھے راجندر اور نقاب پوش آسامی سرداروں کے گھوڑے روانہ ہوئے لشکر کا علم سید سیف الدین کے ہاتھ میں تھا ان کے عقب میں نادر خان فیروز خان کھنڈے راؤ اور راما راؤ تھے......"

شام کی لہو رنگ شفق کے پس منظر میں گھوڑوں کو چلاتے ہوئے یہ امراء جن کی پگڑیوں کے شملے گھوڑوں کی لمبی لمبی ایالوں پر جھکے ہوئے تھے...... بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کے نمودار ہوئے ان سرداروں کی قرمزی اور سونی قباؤں پر آہنی ہتھیار شفق کے رنگوں سے چمک رہے تھے رجز خانوں اور ان کے سازوں کی کان پھاڑنے والی آوازوں گھوڑوں کی ہنہناہٹوں اور شوخ ٹاپوں کی دھمک سے وادیوں کے سنگلاخ دہل رہے تھے...... ان سرداروں نے پوری قوت سے خیر مقدمی نعرے لگا کر اپنے بادشاہ کا خیر مقدم کیا...... خوشیوں اور حسرتوں کا سیلاب آیا ہوا تھا...... بنگال کے بادشاہ نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنے تمام سرداروں کو گلے لگایا اور پھر پڑاؤ کی جانب روانہ ہوا۔

سورج کے غروب ہوتے ہی اندھیرا چھا گیا آسمان پر ستاروں کی انجمن آرائی ہونے لگی...... قندیلیں جلائی جا رہی تھیں۔ دور دور تک جلتی ہوئی قندیلوں کو دیکھ کر یوں احساس ہوتا تھا جیسے ہزاروں ستارے وادی وادی اترے ہوئے ہوں...... شہنائیوں کی مدھ لہروں میں جادو تھا...... بجن اور نقاروں کی کڑکتی ہوئی آوازوں کے شور میں دبدبہ جوش اور شاہانہ طمطراق تھا...... اس وقت بھی قائدے کے مطابق سید حیدر امام اور سید سیف الدین کے بادشاہ کے آگے آگے جا رہے تھے...... بنگال کا بادشاہ ادب کو بہت زیادہ ملحوظ خاطر رکھنے والے حکمران تھا...... وہ خاندان رسول کا روح کی گہرائیں سے احترام کیا کرتے تھے خاندان رسولؐ کے لوگ ہر لحاظ سے بلند شان ہیں...... جب یہ قافلہ پڑاؤ میں داخل ہوا تو سپاہیوں کے نعروں کی صدائے بازگشت گونجتی ہوئی کوسوں پر چھا گئی...... بادشاہ اپنے خیمے کے سامنے گھوڑے سے اترا اور پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا خیمے میں داخل ہو گیا

......راجندر اور نقاب پوش اس کے پیچھے پیچھے خیمے میں داخل ہو گئے...... باقی تمام لوگ تا حکم ثانی خیمے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے"

چند لمحوں بعد ایک دربان نے باہر آکر بلند آواز سے کہا!"لشکر کے قراولوں کو طلب کیا گیا ہے۔یہ قراول دائیں بائیں کوسوں تک ادھر ادھر گھومتے رہتے تھے اور شام کو اپنی اپنی کارگزاریوں اور دشمن کی نقل و حرکت کا جائزہ لیا کرتے تھے ہر شام کو بادشاہ ان کو بلا کر ان سے معلومات حاصل کرتے تھے...... قراول بڑے منظم طریقے سے خیمے میں داخل ہوئے...... کچھ دیر بادشاہ علی قلی خان نے اپنے تمام بڑے سرداروں کو خیمے میں طلب کرلیا...... تمام سردار اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھ گئے"

بادشاہ علی قلی خان نے محبت بھرے دبدبے سے کہا!"ہمیں بتایا گیا ہے دیپالپور کے کچھ زمیندار اور کسان اناج اور خورد نوش کی دیگر اشیاء کے ساتھ پڑاؤ میں آئے ہوئے ہیں"

سید سیف الدین نے کھڑے ہو کر سر جھکاتے ہوئے کہا!"حاکم کو مخبر نے صحیح اطلاع دی ہے"

"بادشاہ علی قلی خان نے کہا!"ان کے سرداروں کو حاضر کیا جائے......

ایک دربان تیزی سے باہر نکل گیا......اس اثناء میں ماحول پر سناٹا چھایا رہا...... بادشاہ کی چمکتی ہوئی خوبصورت موٹی موٹی آنکھوں میں تشویش تھی اس کی پیشانی کی رنگت بار بار تبدیل ہو رہی تھی......قندیلوں کی روشنی اس کے اضطراب کو نمایاں کر رہی تھی"

"سیف الدین نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے کہا!"بادشاہ کے دل کا اضطراب چہرے پر عیاں ہے ہم پریشانی کی وجہ سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔بادشاہ کی پریشانی ہم سب کے لیے تکلیف کا باعث ہوا کرتی ہے......

ابھی بادشاہ نے کچھ بھی نہیں کہا کہ دربان نے دیپالپور کے قافلے کے سردار کے حاضر ہونے کی اطلاع دی"

بادشاہ نے مسند پر پہلو بدل کر کہا!"اسے حاضری کی اجازت ہے......

چند لمحوں کے بعد ایک ادھیڑ عمر آسامی زمیندار ہاتھ جوڑتا ہوا خیمے میں داخل ہوا"

"حاکم نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بڑی محبت اور اپنائیت سے کہا!"ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہیں......ہم تمہاری آمد سے بہت خوش ہوئے ہیں"

"زمیندار نے سر جھکاتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا!"یہ مہاراج کی بہت بڑی کرپا ہے......خوشی تو ہمارے بھاگ میں لکھی تھی خوش تو ہم ہیں کہ ہمیں بھگوان نے مہاراج کے درشن کا موقع دیا ہے......مہاراج ہم بڑی دور سے آئے ہیں ہمارے ساتھی بھی درشن کے لیے بے قرار ہیں......بھگوان کی قسم ہم نے مہاراج کے بارے میں جو کچھ سنا تھا۔مہاراج اس سے بڑھ کر من موہن ہیں......دیوتا ہیں"

بادشاہ علی قلی خان نے سر جھکا کر کچھ سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا!"تمہارا نام کیا ہے......ہم تمہارے انداز گفتگو سے بہت خوش ہوئے ہیں......ہم تمہارے ساتھیوں سے ابھی ملاقات کریں گے......ہم سب اکٹھے کھانا کھائیں گے......مگر اس سے پہلے تمہیں ہمارے ایک سوال کا سچ سچ جواب دینا ہوگا......ہم بہت پریشان ہیں جب تک تم ہماری پریشانی دور نہیں کرو گے ہم بے چین رہیں گے"

''زمیندار نے ایک بار پھر سر جھکاتے ہوئے کہا!'' مہاراج ہمارا نام آنند ہے ہم دیما پور کے رہنے والے ہیں...... بھگوان کی قسم اس وقت آسام کی ساری پرجا بہت خوش، بہت سکھی اور بہت محفوظ ہے...... چاروں طرف رنگوں امنگوں اور خوشیوں کے میلے لگے ہوئے ہیں...... آسام کی پرجا مہاراج کو اپنا نجات دہندہ اور دیوتا جانتی ہے ہم نے کئی گھروں میں مہاراج کی خیالی مورتیوں کی پوجا ہوتی دیکھی ہے...... سنگ تراشوں اور فنکاروں نے مہاراج کی ہزاروں مورتیاں بنا کر مندروں اور گھروں میں رکھی ہوئی ہیں''

''بادشاہ نے کہا!'' آنند جی! یہ تم لوگوں کا حسن ظن ہے تم لوگوں نے خواہ مخواہ ہمیں اپنا دیوتا سمجھ لیا ہے...... ہم تمہاری طرح ہیں تمہاری اور ہماری حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہے''

''آنند نے تقریباً روتے ہوئے کہا!'' نہیں مہاراج نہیں ایسا نہیں کہو...... ہم تو تمہارے پجاری ہیں بھگوان نے تم کو ہماری سہائیتا کے لیے آکاش سے اتارا ہے...... ہم تو اپنی آزادی اور ایسے جیون کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے''

''بادشاہ نے کہا!'' آنند جی! ہم تمہاری عزت اور آزادی کی بحالی کے لیے کوششیں کر رہے ہیں ہم حق پرست ہیں اور انشاء اللہ حق کا سر بلند ہوگا...... اس دھرتی کا مقدر تابناک ہوگا...... تمہارا مستقبل روشن ہوگا...... ہم تمہاری منزلوں اور راہوں کو اپنے لہو کے چراغوں سے جگمگائیں گے اپنی آزادی اپنے غرور نفس اور اپنی انسانیت کے وقار کی حفاظت تم سب نے غیرت مندی سے کرنی ہے ہم تمہارے دلوں سے غیرت خودداری اور خود اعتمادی کے چراغ روشن کر کے چلے جائیں گے...... ہم نے بار بار کہا ہے اور ہر کسی کے سامنے کہا ہے کہ ہم آسام کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے...... آسام تمہارا ہے اور تم سب نے مل جل کر خلوص اور محنت اور جوانمردی سے اس کے مقدر کے اندھیروں سے لڑنا ہے...... تم ہماری گفتگو کا مطلب سمجھ رہے ہو تو سچ سچ بتاؤ...... تمہیں ہمارے کس سردار نے اناج وغیرہ لانے کا حکم دیا ہے ہم اپنے ہاتھ سے اس بے رحم اور ظالم کا سر قلم کر کے تمہارے قدموں میں ڈال کر آسامی قوم کے محنت کشوں سے معافی کے طلب گار ہوں گے......''

بادشاہ کے چہرے پر جلال تھا اس کی آنکھوں سے غم و غصے کے شعلے برسنے لگے...... شدت غیض و غضب سے اس کا بدن کانپ رہا تھا''

''بادشاہ نے گرجتے ہوئے کہا!'' آنند تمہیں تمہارے بھگوان کی قسم حقیقت پر پردہ نہیں ڈالنا ہم جرات مندی بے باکی اور حق گوئی پسند کرتے ہیں...... اگر تم نے غلط بیانی یا پردہ پوشی سے کام لیا تو ہمیں بہت دکھ ہوگا ہم سمجھیں گے تم غیرت نفس اور حمیت کے دبدبے سے خالی انسان ہو''

''آنند نے بڑے عزم سے سر اٹھا کر کہا!'' مہاراج! آپ نے ہمارے دلوں میں خود شناسی اور آگہی کے جو دیپ جلائے ہیں ان کی روشنیوں کی قسم...... آسام کے مقدر کے افق پر چمکتے ہوئے امیدوں اور آشاؤں کے ستارے کی قسم...... ہمیں تمہاری قسم...... ہم سب کچھ اپنی خوشیوں اور امنگوں سے لائے ہیں ہمیں کسی نے بھی مجبور نہیں کیا...... اور ہمارا یہ حقیر سا نذرانہ قبول نہیں کیا تو ہمیں دکھ ہوگا...... مہاراج ہم تو جانوں کے نذرانے لانے کی آشا رکھتے ہیں یہ کھانے پینے کا سامان تو کوئی قیمت نہیں رکھتا......''

''بادشاہ نے اپنی مسند سے اٹھ کر آنند کو گلے لگاتے ہوئے کہا!'' آنند تمہاری باتوں نے ہمارے دل پر پڑے ہوئے وزنی پتھر کو ہٹا دیا ہے...... خدا کی قسم اگر تمہیں کسی نے مجبور کیا تو ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہم کسی کا استحصال پسند نہیں کرتے ہم آسام کے باشندوں کی مدد کرنے کی

آرزو لے کر آئے ہیں خدا نے ہمیں بہت کچھ دیا ہوا ہے بلکہ ہماری اوقات سے بڑھ کر ہم پر کرم فرمایا ہوا ہے ہم اس ملک کے لاکھوں غریبوں کو ایک خوشگوار تبدیلی کا پیغام دینے آئے ہیں......ہم تمہاری سوکھی ویران اور بے جان رگوں میں زندگی کی امنگوں کا خون بھرنے کا ارادہ رکھتے ہیں......ہم تمہاری ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کے سروں پر وقار اور عزت وآبرو کی چادریں ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں......ہم تمہارے اور تمہارے بچوں کے ہاتھوں سے روٹی کے نوالے چھیننے نہیں آئے......ہم وہ نہیں جو اپنی رعایا کی ہڈیوں پر عشرت کدے تعمیر کر کے انسانیت کو لہولہان کرتے ہیں......اب تم اپنے ساتھیوں کے پاس جاؤ......ہم دوبارہ تم سب کو کھانے پر طلب کریں گے''

وہ چلا گیا تو بادشاہ علی قلی خان نے خیمے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا!''خداوند! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے......تیری رحمت نے اپنے اس ناچیز بندے کو ایک بہت بڑے کرب سے بچالیا ہے......''حاضرین کے چہروں پر طمانیت کے رنگ لوٹ آئے۔

''پھر بادشاہ نے راماراؤ سے پوچھا!''بزرگ محترم! تمہارے قیدی کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟

''راماراؤ نے اٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا!''ان تمام قیدیوں کو پڑاؤ میں ایک جگہ بیٹھایا ہوا ہے''

''حاکم نے کہا!''تو کیا ابھی تک ان کے قیام کے لیے خیموں کا انتظام نہیں ہوا کیا وہ کھلے آسمان تلے رات بسر کریں گے......

راماراؤ نے حیرت سے بادشاہ کی طرف دیکھنا شروع کیا!

''سید رحید راامام نے اٹھتے ہوئے کہا! ہم نے راماراؤ جی اور کھنڈے راؤ جی سے چوری چوری اپنے پڑاؤ کے قریب آبشار کے اس پار کھلی جگہ پر قیدیوں کے لیے خیمے نصب کرادیے ہیں۔

''بادشاہ نے حیرت اور مسرت سے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا!''کیا راماراؤ جی پسند نہیں کرتے کہ قیدیوں کو خیمے مہیا کیے جائیں......''

''کھنڈے راؤ نے کہا!''پتا جی مہاراج تو ان کا زندہ رہنا بھی پسند نہیں کرتے''

''کھنڈے راؤ کی بات سن کر بادشاہ مسند سے اٹھ کھڑا ہوا اور راماراؤ کا ہاتھ پکڑ کر بولا!''ہم ابھی اور اسی وقت قیدیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں ان کے حوالے سے ہم اپنے چچا جی سے رحم کے لیے درخواست کریں گے......ہمارے خیال میں قیدی آسام کے ہزاروں لاکھوں لوگوں کی طرح مجبور اور بے بس ہیں......اور ہمارے خیال میں مجبور لوگ قابل رحم ہوتے ہیں......وہ بھلائی اور محبت کے مستحق ہیں......''

بادشاہ اپنے سرداروں کے ساتھ اس جگہ جا کھڑا ہوا جہاں قیدی رسیوں سے بندھے ہوئے پڑے تھے......آسمان پر ستارے پوری آب وتاب سے چمک رہے تھے......چودھویں رات کا چاند نکل آیا تھا قیدیوں کے اردگرد چاروں طرف قندیلیں اور مشعلیں روشن تھیں......تمام قیدی سہمے ہوئے تھے''

بادشاہ نے ایک لمحہ توقف کے بعد راماراؤ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!''چچا جی! ان سب کے ہاتھ کھول دینے کا حکم صادر فرمایئے......''

راماراؤ کے چہرے پر اعتماد کی روشنی تھی......اس کی جھکی جھکی آنکھوں میں عزائم کے ستارے چمک رہے تھے......سید حیدر امام اور کھنڈے راؤ، راماراؤ کی دلفریب بے بسی پر زیرلب مسکرا رہے تھے۔

بوڑھے راماراؤ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا! ''بھگوان تو ہی بہتر جانتا ہے ہم تو تمہارے اس بندے کو سمجھنے سے معذور ہیں۔''

پھر اس نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے قیدیوں کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھولنا شروع کر دیا...... بادشاہ کے چہرے پر خوشیوں کے کنول کھل اٹھے...... سپاہیوں نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ دیئے''

''راماراؤ نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا!''بے غیرتو ان ہاتھ جوڑنے سے حق ادا نہیں ہوگا...... اس مہان دیوتا کے چرنوں پر جھک جاؤ۔''

قیدی روتے ہوئے آگے بڑھنے لگے''

''بادشاہ علی قلی خان نے کہا!''نہیں اپنی جگہ پر ٹھہر کر ہماری بات سنو...... تم قیدی نہیں ہو...... آزاد ہو...... ہمارے ساتھ رہنا چاہو یا پسند کرو ہمیں بہت خوشی ہوگی اور اگر تم لوگ اپنے راجہ کے قلعے لوٹ جانا چاہو تو تمہیں باعزت رخصت کر دیا جائے گا...... تم اپنے اپنے گھروں کو جا سکتے ہو......''

''ایک سردار نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا!''ہماری خطاؤں کو معاف کر دیجئے مہاراج ہم کہیں نہیں جانا چاہتے ...... ہم راجہ سبھاش چند کے بغیر کہیں نہیں جانا چاہتے ہیں ہمیں اپنے چرنوں میں پڑا رہنے دیجئے...... لگتا ہے مہاراجہ کرشن کمار نے ہمارے راجہ جی کے ساتھ دغا کیا ہے اس بے دوش کو دھوکے سے قتل کروانے کے لیے شب وخون کا ڈھونگ رچایا ہے...... ہم مہاراجہ کرشن کمار سے اپنے راجہ جی کے خون کا بدلہ ضرور لیں گے...... ہم ان پربتوں کو روند ڈالیں گے''

''بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا!''شکر ہے تمہیں احساس ہو گیا ہے کہ مہاراجہ کرشن کمار نے تمہارے راجہ سبھاش چند جی کے ساتھ دھوکہ کیا ہے...... ظالم مہاراجہ نے واقعی سبھاش چند جی کے خلاف ایک گھٹیا اور گھناؤنی سازش تیار کی تھی...... مکار اور بزدل مہاراجہ نے ایک قاتل اس پر مسلط کر دیا تھا مگر تم جانتے ہو مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے...... سبھاش بیٹے کے قتل کے لیے مہاراجہ نے جس آدمی کا انتخاب کیا تھا خوش قسمتی سے وہ آدمی آسام کی آزادی کا رکھوالا تھا...... وہ ہمارا آدمی تھا...... وہ صبح کا ستارہ تھا''

''قیدیوں کے سردار نے چونکتے ہوئے کہا''کیا ہمارے راجہ جی زندہ ہیں...... اگر وہ زندہ ہیں تو پھر بھگوان کی قسم مہاراجہ کے جیون کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں...... راجہ سبھاش جی ہمت کا وہ طوفان ہے جس کی جولانیاں پربتوں کی بلندیوں پر ناز کرنے والوں کو خس وخاک کی طرح بہا کر لے جائیں گی''

''بادشاہ نے ایک نقاب پوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!''تمہارہ بہادر راجہ اور ہمارا غیرت مند بیٹا زندہ ہے اور تمہارے سامنے موجود ہے''

''بادشاہ نے آگے بڑھ کر مہاراجہ سبھاش چند کے سر سے خود اور چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا!''جوانو! تمہیں تمہارا مہاراجہ مبارک ہو......''

قیدی سپاہیوں نے نعروں چیخوں اور دھاڑوں کی ملی جلی آوازوں سے اپنے جذبات کا اظہار کیا...... تمام لوگ اس بے ساختگی اور جذبات کی وابستگی سے آبدیدہ ہو گئے......

بادشاہ نے راجہ سبھاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!''سبھاش بیٹے! ہم نے اسی لمحے کے لیے تمہیں دن بھر نقاب میں چھپائے رکھا۔ ہم تمہارے سپاہیوں کے دلوں کا حال جاننا چاہتے تھے...... اب کچھ دیر کے لیے تم اپنے سپاہیوں کے ساتھ رہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرو''

''بادشاہ علی قلی خان بڑھنے لگا تو راجندر شیام اور سندر کے درمیان کھڑے ہوئے قوی ہیکل نقاب پوش نے آہستہ سے کہا!''ہم راجہ سبھاش چندر سے ہاتھ ملانا چاہتے ہیں''

''بادشاہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر دباتے ہوئے کہا!''ابھی وقت نہیں...... ہم تمہارے جذبات کی شدت محسوس کر رہے ہیں۔ چند دن صبر کرو پھر تمام ناہمواریاں ختم ہو جائیں گی اور تم سب ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر زندگی کی لمبی اٹوٹ زنجیر بن کر رہ گئے''

راجہ سبھاش نے پلٹ کر بادشاہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا!''یہ نقاب پوش کون ہے اس کا لہجہ کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے''

بادشاہ نے کہا!''یہ ایک راز ہے ایک اسرار ایک بھید ہے جسے ابھی کائنات کے سینے میں چھپا رہنا ہے...... ہم تمہیں اس کے بارے میں کچھ پوچھنے کا حق نہیں دے سکتے''

راجہ سبھاش چندو دوبارہ بولنے لگا تو کھنڈے راؤ نے سختی سے کہا!''سبھاش جب بادشاہ نے تمہیں منع کر دیا تو بچوں کی طرح ضد کیوں کرتے ہو...... یہ جو کوئی بھی ہے ہمارا اپنا ہے...... لگتا ہے یہ کوئی بہت بڑا سرمایہ ہے جس کی حفاظت کے لیے بادشاہ نے اپنے دنوں کا سکون اور راتوں کی نیند قربان کی ہوئی ہے...... تم اس بھید کو پوشیدہ رہنے دو...... آئندہ بات نہیں کرو گے بادشاہ کو تکلیف ہوتی ہے......''

سبھاش نے بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''شما کیجئے مہاراج! اگر اس کے ذکر کی ضد کرنے سے مہاراج کو تکلیف ہوتی ہے تو ہم وچن دیتے ہیں کہ آئندہ کبھی پھر نہیں پوچھیں گے...... اس کی آواز کی کھنک نے ہمیں چونکا دیا تھا...... لگتا ہے اس کی آواز کو ہم کبھی بہت قریب سے کسی بہت اچھی جگہ پر سنا ہوا ہے''

''بادشاہ علی قلی خان مسکرا پڑا اور ایک طرف کو بڑھتے ہوئے بولا!''تم فکر نہیں کرو...... ایک دفعہ پھر تم اس کی آواز بہت قریب اور کسی بہت ہی اچھی منزل پر سنو گے''

اپنے خیمے کے دروازے پر پہنچ کر بادشاہ نے نادر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!''سب مہمانوں کو دسترخوان پر لے چلو ہم اپنی بیٹی سے مل کر آتے ہیں......''

پونم اپنے خیمے کے دروازے پر کھڑی تھی...... حکیم حسینی بیگ اور چندر بان اس کے پیچھے کھڑے تھے...... پونم کے ہاتھ پر چنبیلی اور گلاب کے پھولوں کی پتیوں سے بھرا ہوا چاندی کا خوبصورت تھال تھا اس کی نگاہیں خیمے کے سبز ریشمی پردے پر مرکوز تھیں...... قندیلوں کی روشنی میں اس کا چہرہ بہار کے گل نور کی طرح کھلا ہوا تھا...... اچانک پردے میں سرسراہٹ ہوئی اور بادشاہ علی قلی خان نے قدم اندر رکھا...... پونم دوزانو ہو کر بیٹھ گئی اور تیزی سے ان کے قدموں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنے لگی''

''بادشاہ نے دونوں ہاتھوں سے اسے اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا!''پونم بیٹی تم کیسی ہو......''

پونم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اس کے ہونٹ شدت جذبات سے کانپ رہے تھے...... وہ بولنا چاہتی تھی مگر خوشیوں کی یورشوں سے وہ بول نہیں سکتی تھی...... لفظوں کی مالا بار بار ٹوٹتی تھی جڑتی تھی......''

''حکیم حسینی بیگ نے سر جھکاتے ہوئے کہا!''عالی جاہ! مبارک ہو..... پونم بیٹی نے آج غسل صحت فرمایا ہے.....ہم جشن مسرت منانے کا اعلان کرتے ہیں.....''

''پونم بیٹی ہم تمہارے ہم تمہارے مجرموں کو بھی معاف نہیں کریں گے.....ان کا یوم حساب شروع ہونے والا ہے.....حشر برپا ہونے والا ہے.....تم کو داور محشر بنایا جائے گا.....کل تم مجبور نہیں ہو گی.....ظلم اور موت کے سوداگروں کی قسمت کے فیصلے کرنے والی ہو گی.....''

باہر دربان چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے.....جشن مسرت کا اعلان کیا گیا ہے.....بادشاہ کی چہیتی بیٹی نے غسل صحت فرمایا ہے.....تمام لوگوں کو خوشیوں کی نوید دی جاتی ہے.....تمام لوگوں کو بادشاہ کے سامنے ہدیہ تبرک پیش کرنے کی اجازت ہے''

''بادشاہ نے ایک لمحے کے سکوت کے بعد کہا!''پونم بیٹی ہم سے بات کرو.....ہم سے کچھ مانگو..... بخدا ہم بہت خوش ہیں.....ہماری خوشیوں میں شریک ہو جاؤ.....تم کچھ کہتی کیوں نہیں ہو.....ہم سے بولتی کیوں نہیں ہو.....ہم سے ناراض ہو.....''

''پونم نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا!''ہاں ہم ناراض ہیں.....جب ہم غسل صحت دیا جا رہا تھا تو ہم نے اپنے مہاراج کی کمی کو بہت محسوس کیا تھا.....''

''پونم بیٹی! تم جانتی ہو تمہارا یہ باپ ایک سپاہی بھی ہے.....اور سپاہی مثل سیماب ہوتا ہے''

''پونم نے بادشاہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا!''ہم جانتے ہیں مہاراج!

''بادشاہ نے کہا!''ہم آئندہ اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ رکھیں گے''

پونم نے ہاتھ جوڑتے ہوئے مسکرا کر کہا!''شکریہ مہاراج.....مگر ہم اپنے پتا مہاراج کی زنجیر بن جانا پسند نہیں کریں گے.....مناسب ہو تو ہمیں کھاڑی کے مندر پہنچا دیا جائے ہم کلثوم کامنی اور چندا رانی کے لیے بہت اداس ہیں.....وہ بھی ہمارے بغیر اداس ہوں گی''

''بادشاہ نے مسکراتے ہوئے ازرہ مذاق کہا!''تو یہ بات ہے ہم تو خوش ہو رہے تھے کہ ہماری بیٹی ہمارے لیے غمگین ہے تم تو اپنی بہنوں کے لیے اداس ہو.....فکر نہیں کرو کل تمہاری بہنیں یہاں پہنچ رہی ہیں.....ہم نے وشنو مہاراج کو کلثوم کامنی اور چندا کو لے آنے کا حکم دے دیا ہے.....وہ پچھلی رات کو روانہ ہو جائے گا.....کل شام تک وہ یہاں پہنچ جائیں گے.....''

''پونم نے سادھنا کو نہیں دیکھا اسے بھی بلایا جائے''

''سادھنا بھی آئے گی.....تم جانتی ہو سادھنا تو ہمیں بے حد عزیز ہے راما راؤ کی بیٹی اور کھنڈے راؤ کی بہن کو ہم کس طرح فراموش کر سکتے ہیں.....''

''خوشیوں کی لہر دوڑ گئی تھی۔سپاہی ناچنے اور گانے لگے تھے.....

''نقاب پوش آسامی نے راجندر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!''راجندر جا کر کسی سے معلوم کرو کہ بادشاہ کی بیٹی کب سے بیمار تھی ہمیں علم کیوں نہیں ہوا.....ہم اس کی عیادت کو کیوں نہیں پہنچ سکے.....ہمیں اس بات کا دکھ رہے گا''

''راجندر نے سید حیدر امام سے جا کر پوچھا!''سید صاحب بادشاہ مہاراج کی بیٹی کلثوم بیمار تھی''

''نہیں''سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا!''وہ تو شیو دیوتا کے مندر میں ہے''

''راجندر نے دوبارہ پوچھا!''تو کا منی ہوگی.....ہمیں کیوں نہیں بتایا گیا ہمیں غیر سمجھا گیا ہے نا......''

''راجندر بھائی! وہ سب تو مندر میں ہیں......یہ ایک مظلوم لڑکی ہے ظالم مہاراجہ کے سیناپتی نے اس کو مندر سے اغواء کیا تھا......معصوم لڑکی پر ظالموں نے بہت ظلم کیے تھے......وہ بہت زخمی تھی ہمارے جانباز سپاہی اسے مہاراجہ کی قید سے نکال کر لائے تھے۔''

''راجندر نے کہا!''حیرت ہے......ہمیں خبر تک نہیں ہوئی کون ہے وہ لڑکی؟''

''سید حیدر امام نے کہا!''وہ راجکماری چندرکانت کی سہیلی ہے اس کا نام پونم ہے......مہاراجہ اس سے چندرکانت کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا''

''پونم......''راجندر نے زیرلب کہا!

''سید حیدر امام نے چونک کر اس کی طرف دیکھ کر کہا!''لگتا ہے تو پونم کو جانتے ہو''

''راجندر نے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی طرف دیکھ کر کہا!''پونم......پونم کو اس چاند کی طرح جنم جنم سے جانتے ہیں......پونم ہماری سانسوں میں بسی ہوئی ہے......ہماری خاموشی ہماری مجبور اور بے بس نگاہیں پونم کے مہکے مہکے سائے چاند ستاروں کی دنیا میں دیکھتی تھیں......ہم پونم کو دیکھنا چاہتے ہیں''

''سید حیدر امام نے کچھ سمجھتے ہوئے کہا!''راجندر بھائی! ہم تمہاری باتوں کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں......تم پونم کو چاہتے ہو......پونم تمہاری محبت ہے......مگر اس وقت پونم بادشاہ کی بیٹی ہے وہ ادب کے مقام پر سر بلند ہے......گستاخی اچھی نہیں ہوگی......ادب کو پیش نظر رکھنا......اس وقت وہ جس مقام پر فائز ہے اس کے تقاضوں کے تقدس کو پامال نہیں کرو گے......ہم بادشاہ کے سامنے کسی مناسب وقت پر تمہاری محبت کی داستان کا تذکرہ کریں گے وہ بہت خوش ہوں گے''

پھر کچھ سوچ کر سید حیدر امام نے کہا۔''راجندر بھائی! پونم پھولوں کی طرح کومل اور چاند کی کرنوں کی طرح معصوم اور بے دوش ہے......اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے زندگی کے کسی موڑ پر اسے آبرو کے حوالے سے کوئی طعنہ نہ دینا ورنہ اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کو صدمہ پہنچے گا''

''راجندر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''ہم پونم کی عزت کے دشمنوں کے خون سے ان تمام داغوں کو دھو دیں گے جو پونم کے پھول جیسے پوتر بدن پر لگے ہوئے ہیں......بھگوان کی قسم پونم جس کسی کے گلے میں منگل سوتر کی لڑی ڈالے گی وہ دنیا کا خوش نصیب انسان ہوگا''

''سید حیدر امام نے کہا!''فکر نہیں کرو......تمہیں پونم سے سچی محبت ہے ایک نہ ایک دن پونم کا ہاتھ تمہارے ساتھ میں ہوگا۔محبت کے سنجوگ آسمانوں پر ہوتے ہیں......ہم تمہاری باتوں کا قرب تمہارے دل کی گہرائیوں سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کی طرح محسوس کر رہے ہیں......حوصلہ رکھو وقت بڑی تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا ہے اس چمن کی شاخوں پر شگوفے پھوٹنے والے ہیں......ہم بہاروں کی آہٹوں کو محسوس کر رہے ہیں......تم دیکھو گے قدم قدم رنگوں اور امنگوں کے میلے لگیں گے......خزاں کے تکلیف دہ موسم سمٹ رہے ہیں......ویرانیاں کوچ کرنے والی ہیں......تمہاری

مقدر کی شاخ پھر سے رنگ و بو سے واقف ہونے والی ہے..... جاؤ خوشیوں کے میلے کی بھیڑ میں ڈوب کر بادشاہ کو مبارکباد پیش کرو..... ہم تمہارے پیغام کی بے زبانی کی زبان بن جائیں گے"

راجندر نے بے اختیاری سے سید حیدر امام کے قدموں پر سر رکھ کر سسکتے ہوئے کہا!" بھگوان نے ہم سب کو بڑے کٹھن اور بڑے بوجھل امتحانوں سے گزارا ہے"

سید حیدر امام نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!" اپنے پر عزم نیک اور کسی مقصد کی خاطر زندہ رہنے والے بندوں کو خدا آزمائشوں اور امتحانوں کی دشوار گزار اور سنگلاخ گھاٹیوں سے گزارا کرتا ہے..... یہ فطرت کا دستور ہے..... یہ قدرت کا قانون ہے تم اور تمہارے ساتھی اس سلسلے میں مبارکباد کے مستحق ہیں..... تم لوگوں نے بڑی ثابت قدمی سے حالات کی سختیوں کا مقابلہ کیا ہے"

راجندر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!" اگر تم جیسے دیوتاؤں کی سہائتا اور کرپا نصیب نہ ہوتی تو نجانے ہم سنسار میں کیسے کیسے ذلیل و رسوا ہو کر موت کے اندھیروں میں کھو گئے تھے"

سید امام حیدر نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا!" ہم نے کچھ بھی نہیں کیا..... ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے..... دکھی اور مجبور انسانیت کا بوجھ ہلکا کرنا فرض کا قرض ہے جس کی ادائیگی کی ہمت توفیق عطا کی گئی ہے"

ہر طرف خوشیوں کے میلے لگے ہوئے تھے لوگ ناچتے گاتے پھرتے تھے..... شہنائیوں مدھر سروں میں گیت بکھیر رہی تھیں..... کچھ دیر تک راجندر خوشیوں اور مسرتوں کی اس بھیڑ میں کھویا رہا..... پھر اچانک کچھ یاد کر کے وہ دوڑتا ہوا اپنے خیمے میں پہنچ کر اپنے ساتھی نقاب پوش کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔

نقاب پوش نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! راجندر کیا ہوا تم روتے کیوں ہو..... تم بادشاہ کی بیٹی کے بارے میں معلوم کرنے گئے تھے؟

راجندر نے روتے ہوئے کہا!" جب خوشیوں کی انتہاء ہو جائے تو ان کی شدتوں اور یورشوں سے رونا آ جاتا ہے..... ہمارے چاروں طرف خوشیوں کا طوفان تلاطم بپھرا ہوا ہے..... بادشاہ کی بیٹی کوئی اور نہیں راجکماری چندر کانت جی کی سکھی پونم ہے..... "

" نقاب پوش نے چونک کر خوش سے کہا!" پونم ہے..... بادشاہ کی بیٹی..... "

" ہاں" راجندر نے کہا:" تمہیں معلوم ہے بادشاہ مہاراج کے من میں غیرتوں اور رشتوں کا کتنا احترام ہے..... بادشاہ نے پونم کو بیٹی بنایا ہوا ہے..... پونم کو مہاراجہ کرشن بدمعاش کے بے رحم سیناپتی نے شیو دیوتا کے مندر سے اغواء کر کے ذہنی جسمانی اور روحانی تشدد کا نشانہ بنایا تھا..... وہ لوگ پونم سے راجکماری اور چندر کانت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے..... مگر اسماعیل شیخو اور جگن ناتھ دیوتا کے مہاتر جیسے جانبازوں نے قلعے میں جا کر اسے بچا لیا"

" نقاب پوش نے کہا!" وہ کہاں ہے..... وہ ہماری بیٹی ہے..... ہم اس وقت اس کو ملنا چاہتے ہیں"

''راجندر نے کہا!''وہ تو بادشاہ کی منہ بولی بیٹی ہے..... وہ بڑے بلند مقام پر فائز ہے..... سید امام حیدر نے کہا ہے،اس کے قدموں تک رسائی حاصل کرنے والے کو خود کو بڑے بلند مقام تک لے جانا ہوگا''

راجندر کے ساتھی نے کہا!''سید صاحب نے ٹھیک کہا ہے مگر ہم اس سے مل سکتے ہیں..... چندر کانت کی خاطر قربانیاں دینے والی کے قدموں کو چھونا اور اس کے درشن کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے.....ہم اس دیوی کے چرنوں میں اپنے آنسوؤں کے نذرانے پیش کریں گے''

''راجندر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا!''ٹھیک ہے.....شاید تمہارے لیے یہ سب کچھ آسان ہے مگر ہم اس کے درشن نہیں کر سکیں گے...... ہماری طرف سے وفا کی اس دیوی کو نمسکار کہہ دینا......''

نقاب پوش اٹھ کھڑا ہوا اور پھر راجندر کے ساتھ اپنے خیمے سے نکل کر بادشاہ کے خیمے کی طرف بڑھنے لگا..... بادشاہ کے کشادہ خیمے کے ایک حصے میں دستر خوان لگایا جا رہا تھا''

نقاب پوش نے ایک دربان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔''ہم بادشاہ حضور سے ملنا چاہتے ہیں''

دربان نے کہا!''وہ اس وقت نماز ادا کر رہے ہیں..... چند لمحوں بعد برآمد ہوں گے......''

فیروز خان نادر خان اور وشنو مہاراج خیمے میں موجود تھے......جھرنوں آبشاروں اور چشموں کے پانیوں کے ترنم سے فضاؤں میں دلفریب نغمگی بھری ہوئی تھی......اندھیرے میں ہزاروں جگنو اپنے نورانی پروں سے خوبصورت جال بنتے پھرتے تھے.....شیام سندر اور سید حیدر امام خیمے میں داخل ہوئے راجندر اور اس کا نقاب پوش ساتھی ایک طرف چپ چاپ کھڑے تھے''

''سید حیدر امام نے آگے بڑھ کر پوچھا!''معزز بزرگ تم پریشان کیوں ہو''

''سید صاحب ہم پونم کے درشن کے لیے پریشان ہیں''

''سید حیدر امام نے آہستہ سے کہا!''اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں..... پونم بہن بالکل صحت یاب ہو چکی ہے کسی وقت بھی اس سے ملاقات ہو سکتی ہے''

''نقاب پوش نے کہا!''ٹھیک ہے مگر ہمارا من بیکل ہے......''

لوگ خیمے میں داخل ہو رہے تھے.....آنند اور اس کے ساتھی کسان بھی پہنچ چکے تھے..... چاروں طرف مشعلوں اور قندیلوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

بادشاہ نے دوسری طرف سے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا!''پریم چند کہاں ہے..... یہ شخص ہمیں پریشان رکھنا ضروری سمجھتا ہے''

نادر خان نے کہا!''پریم چند دوپہر سے غائب ہے..... ہمارے خیال ہے وہ پربت پر پہنچا ہوا ہے......''

مگر اس نے ایسا کس کی اجازت سے کیا ہے؟ پھر بادشاہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے راجندر اور نقاب پوش کی طرف اشارہ کر کے پوچھا!''راجندر تمہارا ساتھی کچھ پریشان ہے''

نقاب پوش نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا!''بھگوان نے تمہیں ہر بھلائی کی توفیق دی ہوئی ہے۔تم ہماری

سوچوں ہماری وچاروں اور ہمارے خیالوں سے بلند تر ہو...... مگر کبھی کبھی ہم گنہگاروں کو بھی اپنے کاموں میں حصہ دار بنا لیا کرو"

بادشاہ نے حیرت سے کہا! "لگتا ہے تم ناراض ہو بات کیا ہے...... ہم نے کب تمہیں یا کسی دوسرے کو نیکی کے کسی کام سے منع کیا ہے......"

نقاب پوش نے کہا! "ہم پونم بیٹی کے درشن کے لیے بیکل ہیں"

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! "ہم نے اسے آرام کرنے کا حکم دیا ہے...... وہ آرام کر رہی ہے...... اس وقت اسے بے آرام کرنا مناسب نہیں کل کو تم جس وقت چاہو اس سے مل سکتے ہو...... وہ تمہاری بیٹی ہے...... وہ راجکماری چندر کانت کی سہیلی ہے...... اس کے احساس میں چندر کانت کی خوشبو ہے......"

"نقاب پوش نے گلوگیر ہوتے ہوئے کہا! "رات کو ہم بہت بے چین رہیں گے"

"بادشاہ نے آہستہ سے کہا! "اگر پونم تمہارا راز جان گئی تو کیا ہوگا؟

"نقاب پوش نے کہا! "ہم اس سے بات نہیں کریں گے...... ہم منہ سے کچھ نہیں بولیں گے...... اس کے چرنوں کو چھو کر واپس چلے جائیں گے...... پونم کو دیکھ لینے سے چندر کانت کی یادوں کو قرار آ جائے گا"

بادشاہ علی قلی خان نے نقاب پوش کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "ہم تمہارے دکھ کو اچھی طرح سمجھتے ہیں...... حالات بڑی تیزی سے ہم سب کو راجکماری چندر کانت کی طرف لے جا رہے ہیں...... خدا کی قسم ہم خود اس کے لیے بہت بے تاب رہتے ہیں"

نقاب پوش نے کہا! "ہمیں معلوم ہے......"

اتنے میں پریم چند مسکراتا ہوا خیمے میں داخل ہوا...... وہ سیدھا بادشاہ کے پاس گیا اور پھر اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کھڑا ہو گیا"

بادشاہ نے محبت بھری خفگی سے کہا! "تم نے ہمیں ستاتے رہنے کی قسم کھائی ہوئی ہے...... تم کہاں تھے؟



وہ اپنے سفید رنگ کے قد آور اور تنومند سرکش گھوڑے پر سوار ایک اونچی چٹان پر کھڑا آکاش سے اترتے ہوئے کسی پراسرار دیوتا کی طرح پروقار اور ذی شان لگ رہا تھا...... اس کی دستار کے شملے کے نیچے ماتھے کے اوپر ہیروں سے مرصع سونے کا خوبصورت تاج سورج کی شعاؤں کے انعکاس سے ستارے کی مانند چمک رہا تھا۔ اس کے سرخ و سفید وجیہہ اور بارُعب چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی بڑی پھب رہی تھی۔ اس کی جھیل جیسی گہری شفاف اور روشن آنکھوں میں عزائم کی وجدانی کا دبدبہ اور طمطراق تھا...... اس کے چہرے پر مجاہدانہ تبسم تھا...... بادشاہ کے گھوڑے کے ماتھے پر سونے کا جھومر لٹک رہا تھا...... اس کی راسوں پر سونے کی مینا کاری کا کمال نمایاں تھا...... وہ شوخیوں سے چٹان پر ٹاپیں مارتا ہوا ہنہنا رہا تھا...... بادشاہ کے دائیں جانب سید حیدر امام اور سید سیف الدین مجاہدانہ شان اور دبدبے سے کھڑے تھے...... دونوں کے ہاتھوں میں شاہی علم لہرا رہے تھے...... اس کے دائیں جانب نقاب پوش اور راجندر کھڑے تھے...... ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے...... بادشاہ کے پیچھے شیام اور سندر کھڑے تھے ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں...... روزانہ کے معمول اور قاعدے کے مطابق فوج کے سارے بڑے بڑے سردار اپنے اپنے نشانوں کے ساتھ سامنے کھڑے تھے...... ڈھول طبل اور نقارے اور شہنائیاں گونج رہی تھیں...... سب سے پہلے بزرگ سردار فیروز خان نے گھوڑے سے اتر کر بادشاہ کی عباہ کو بوسہ دیا بادشاہ نے دعا دی اور اس کے سر پر دست شفقت رکھا...... اس کے بعد نادر خان پریم چند رام راؤ کھنڈیراؤ باری باری سلام کے لیے حاضر ہوئے...... آخر میں راجہ سبھاش آگے بڑھا وہ گھوڑے سے اترا اور چٹان پر چڑھ کر بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا...... اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہہ رہے تھے...... شدت جذبات سے اس کا وجود کسی نرم و نازک شاخ کی مانند لرز رہا تھا''

بادشاہ نے بڑی محبت سے کہا! ''سبھاش بیٹے تم ہمارے قریب نہیں آؤ گے!

سبھاش نے اپنی پیشانی کو کچھ اور زیادہ جھکاتے ہوئے کہا! ''دیوتا کے سامنے پجاری کا یہی انداز مناسب لگتا ہے......''

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ہم تمہاری اس ادا اور آداب فرزندی کے اس اظہار سے بہت خوش ہوئے ہیں''

بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کر اپنے گلے سے قیمتی موتیوں کا ایک ہار اتار کر سبھاش چند کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! ''ہمارے قریب آؤ......''

سبھاش قریب آیا تو بادشاہ نے جھک کر اس کی گردن میں ہار ڈال دیا۔ سبھاش چند نے ہار کی لڑی کو نمناک آنکھوں اور لرزتے ہوئے ہونٹوں سے چومتے ہوئے کہا! ''دیوتا مہاراج نے ہمیں سنسار کی خوشیاں دان کی ہیں''

''بادشاہ نے فلک بوس پہاڑ کی بلند و بالا سبز پوش چوٹیوں کی طرف عقابی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا! ''سبھاش بیٹے تم دیکھ رہے ہو ہمارے پھریرے پہاڑ کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں...... ہمارے قدم مہاراجہ کرشن کماری کی گردن کے کس قدر قریب پہنچ چکے ہیں...... عیش کوشیوں اور سیاہ کاریوں نے مہاراجہ کو اندھا کر رکھا ہے...... اس کی غلیظ اور ناپاک آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے وہ آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرہ ہو چکا ہے...... شباب اور شراب نے اس بادلے کتے کو ہر قسم کی مثبت سوچوں سے بیگانہ کیا ہوا ہے...... ہم حق پر ہیں...... ہم وقت کے فرعون کی فرعونیت اور بربریت کے خوفناک ایوانوں کو پیوند خاک کر کے عبرت کا نشان بنا دیں گے عزائم لے کر آگے بڑھ رہے ہیں''

سبھاش چند نے پلٹ کر پہاڑ کی طرف دیکھا ہزاروں سپاہی پہاڑ پر چڑھ رہے تھے......انہوں نے لکڑی کی بڑی بڑی سیڑھیاں بنائی ہوئی تھیں یہ سیڑھیاں تین تین سوفٹ تک لمبی تھیں۔ان کو موٹے موٹے رسوں سے باندھ کر مضبوط بنا دیا گیا تھا...... چٹانوں پر رکھ کر ان کو بڑے بڑے درختوں سے باندھ دیا گیا تھا...... جب ایک جگہ پر جمع ہونے والے سپاہی ان سیڑھیوں کی مدد سے اوپر والی چٹان پر چڑھ جاتے تو سیڑھی کو کھول کر اوپر کھینچ لیا جاتا......اس طرح وہ چٹان پر چڑھ رہے تھے"

راجہ سبھاش حیرت میں ڈوبا ہوا تھا اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "مہاراج ہمارے پتا جی بہت بڑے سوامی اور جوتشی تھے...... وہ کہا کرتے تھے اس دھرتی پر بہت جلد ایسے دیوتاؤں کے قدم آنیوالے ہیں جو ظلم وشقاوت کے ان اونچے اونچے قلعوں کی دیواروں کو پامال کر دیں گے......جن کے قدم بڑھیں گے تو زمین کی وسعتیں اور پربتوں کی بلندیاں ان کے نقش کف پا میں سمٹ جائیں گی......تم سب وہی ہو جنہوں نے اس تاریک دیش میں روشنیوں کے رنگ بھرنے ہیں......تم سب وہی ہو جن کی نظروں میں عقابی جراتوں کا دبدبہ سمایا ہوا ہے......اس کی شبھ سماچار ہمیں پتا جی نے سنائی تھی"

بادشاہ علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا! ہم تمہارے پتا جی کی پیش گوئی کو ہر ممکن طریقے سے سچ ثابت کریں گے......ہم اس ملک کے لاکھوں بے نواؤں کی نوائے درد بن کر صدیوں کی کربناکیوں کو مٹا دینے کا عزم رکھتے ہیں......ہم اپنے لہو کے چراغ جلا کر تمہارے ملک کے مقدر کے مستقبل کی راہوں کو تابناک بنانے کے آرزو مند ہیں......ہم سب انسانیت کے رشتے میں بندھے ہوئے ہیں......اس غیر فانی رشتے کے درد کے تقدس کا احترام ہمارے دلوں میں موجود ہیں......ہم تمہارے ملک کی مذہبی سماجی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کو نقصان پہنچائے بغیر اس ملک کے عیاش حکمرانوں کو خون کی ندیوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غرق کر کے دم لیں گے......مہاراجہ کرشن کمار ہمارا بھی مجرم ہے اس نے ہمارے ملک کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کے تقدس کو پامال ستم کیا ہے......اس نے ہمارے ملک کے اندر بڑی بے باکی سے موت کے ظلم کا کاروبار شروع کیا......اس کے دامن کی تار تار ہمارے بے گناہ اور بے خطا شہریوں کے خون سے آلودہ ہے......ہم اپنے معصوم شہیدوں کے لہو کی ایک ایک بوند کا حساب چکائیں گے...... ہمارے شہیدوں کی روحوں کا قرب فضاؤں میں موجود ہے......مہاراجہ کرشن کمار کی درندگی کی کہانی بہت طویل ہے اس کی سیاہ کاریوں کے بھیانک نقوش یہاں بھی قدم قدم پر بکھرے ہوئے ہیں......مہاراجہ تمہارا مجرم ہے......رامار اؤ اور کھنڈے راؤ کا مجرم ہے بدبخت مہاراجہ نے مجرمانہ سرگرمیوں سے اس ملک کے لاکھوں غریبوں کے حقوق کو پامال کیا ہوا ہے......ایک بھیانک اور جاہ کن عذاب بڑی تیزی سے مکافات عمل کا سخت پھندہ لیے اس کی طرف بڑھ رہا ہے......ہم بہت کچھ جانتے ہیں......ہمیں معلوم ہے قلعے میں منگل سنگھ کی بیٹی نوتن کماری کسی ہولناک عذاب میں مبتلا ہے......ہماری کملا دیوی اور دیپک کماری کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس عفریت کے ہاتھوں کس قدر بوجھل اور دکھی ہوگا......تم دیکھ رہے ہو وسائل اور حکمت عملی کے حساب سے ہم جنگ جیت چکے ہیں...... ہمارے مجاہدوں کے قدموں کی دھمک قلعے کے اندر تک سنائی دے رہی ہوگی اس کے باوجود ہم حملے میں تاخیر کر رہے ہیں اس کی وجہ کسی انہونی کا خوف نہیں ہے......ہم کچھ اور سوچ رہے ہیں......ہم خونریزی اور قتل وغارت گری پسند نہیں کرتے......ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تلواروں، تیروں اور نیزوں کی شدتوں اور سختیوں سے بچانے کے آرزو مند ہیں......ہم چاہتے ہیں جب مہاراجہ پر حملہ کیا

جائے تو لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد اس سے علیحدہ ہو چکی ہو..... تم جانتے ہو فطرت کی گرفت بڑی مضبوط اور اس کی تعزیریں بڑی سخت ہوتی ہیں..... ظالم کے سائے تلے کھڑے ہونے والے بھی عذاب کے مستحق گردانے جاتے ہیں..... ہمارے لوگ قلعے کے اندر مجاہدانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں..... ہم ایک بہت بڑے مجاہد کے اشارے کے منتظر ہیں..... خداوند کریم نے اسے حالات پر حاوی کیا ہوا ہے..... تم نہیں جانتے وہ کون ہے مگر ہم جانتے ہیں وہ اس ملک کی قسمت کی تاریک اور بھیانک رات کے افق کے ماتھے پر صبح کا ستارہ بن کر چمک رہا ہے"

سبھاش چندر نے بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ہم نے اپنی آنکھوں سے پراسرار سایوں کی سرگرمیوں کے کرشمے دیکھے ہیں....."

گھوڑے ہنہناتے تھے تو وادیوں میں جلترنگ سے پہاڑوں کی ہیبت ناکیاں لرزہ براندام ہو جاتی تھیں..... پھلوں اور پھولوں کے جھونکوں سے سرگوشیاں کرتی محسوس ہوتی تھیں..... بلندیوں سے گرتے ہوئے جھرنوں کے پانیوں کا ترنم اور آبشاروں کا سرگرم فکر ونظر کی مجزوبی میں ڈوبا ہوا لگتا تھا..... فطرت کی ایک ایک ادا میں دلکشی اور حسن تھا..... ہر طرف رنگوں کے انبار لگے ہوئے تھے"

بادشاہ علی قلی خان کی نظریں دیما پور کے زمیندار آنند کمار پر پڑیں تو انہوں نے اشارے سے اسے اپنے قریب بلا کر کہا! "تم اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو ہماری طرف سے تمہیں اجازت اور آزادی ہے"

آنند نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدم چوم کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ہم واپس جانے کے لیے نہیں آئے مہاراج شما کیجئے ہم کو اپنے چرنوں میں رہنے کی آگیا دیجئے..... ہمارے پیچھے پیچھے ہمارے علاقے کے بہت سارے نوجوان آنیوالے ہیں ہم ظلم کے خلاف اس جنگ میں حصہ لینے کے آرزومند ہیں..... ہماری آشاؤں اور ہماری تمناؤں کا مان رکھ لیا گیا تو ہم جیون بھر ممنون رہیں گے"

"بادشاہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "ہم تمہارے جذبوں کی قدر کرتے ہیں..... مگر ہم تمہیں ایک شرط کی پابندی کے عوض یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیں گے"

آنند نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑے عزم سے کہا! "ہمیں دیوتا مہاراج کی ہر شرط منظور ہے!"

بادشاہ نے سندر اور شیام کو بلاتے ہوئے کہا! "ان سب کو ایک ایک ہزار اشرفیاں دی جائیں..... ان کے چھکڑوں کو اناج، شہد اور شکر کی بوروں سے بھر دیا جائے"

پھر اس نے آنند کی طرف دیکھ کر کہا! "تمہارا علاقہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے..... تم ہمارے تحائف لے کر لوٹ جاؤ..... ہماری طرف سے اپنے علاقے کے لوگوں کو دعائیں دے کر لوٹ آنا تمہاری واپسی تک جنگ کو ملتوی رکھیں گے"

آنند نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر بادشاہ نے فیصلہ کن لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا! "اب تم جا سکتے ہو..... تمہیں کچھ کہنے کا کوئی حق نہیں ہے..... جاؤ ہم تمہارا انتظار کریں گے....."

..... دیما پور کے کسان حیرتوں سے ڈوبے ہوئے تھے۔ سونے کی اشرفیوں ریشم کی خلعتوں کو اور کمخواب کے پارچوں کو بڑے قریب سے دیکھنے کا انہیں پہلا موقع نصیب ہوا تھا..... خوشی سے ان کی آنکھیں بادلوں کی طرح برس رہی تھی..... وہ نعرے لگاتے ہوئے پڑاؤ سے رخصت

ہوگئے...... بادشاہ نے گھوڑے کو ہلکی سی ایڑ کا اشارہ کیا...... گھوڑا اچھلا تو بڑی پھرتی سے چٹان سے سیف الدین اور نقاب پوش آسامی بھی نیچے اتر آئے تھے...... راجہ سبھاش چند کی نظریں راجندر اور نقاب پوش آسامی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

بادشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا! "سبھاش بیٹے! لگتا ہے تم ان چہروں میں کسی گم گشتہ متاع بے بہا کو تلاش کر رہے ہیں"

راجہ سبھاش نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! "دیوتا مہاراج نے سچ جانا ہے...... ہم ان چہروں میں اپنے کھوئے ہوئے سنسار کے آثار محسوس کر رہے ہیں...... یہ چہرے غیروں کے نہیں لگتے"

بادشاہ نے مسکرا کر نقاب پوش اور راجندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "اب سب تمہارے اپنے ہیں یہاں کوئی بھی غیر نہیں ہے...... کچھ اسرار ہیں جن کا وقت کے دھندلکوں میں چھپے رہنا بہت ضروری ہے...... زیادہ فکر مند نہیں ہونا...... سارے بھید عیاں ہونے والے ہیں...... ایک روز ساری حقیقتوں کو تم اپنی آنکھوں سے روز روشن کی طرح عیاں پاؤ گے......"

اسی وقت کھنڈے راؤ کے کچھ سپاہی دس بارہ سادھوؤں کو پکڑے ہوئے حاضر ہوئے...... انہوں نے ان سادھوؤں کو راما راؤ اور کھنڈے راؤ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا! "یہ مہاراج کرشن کمار کے جاسوس ہیں...... ہم نے ان کو قلعے سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے"

راما راؤ نے ایک سادھو کے کندھے پر غصے سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا! "تم مہا دیو جی ہو...... مندر کی پوتر فضاؤں سے نکل کر تم نے اچھا نہیں کیا...... ہم تمہیں ایسا گھٹیا اور گندہ انسان نہیں سمجھتے تھے"

پھر اس نے بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "یہ بلاشبہ مہاراج کرشن کمار کے جاسوس ہیں ہم ان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"

بادشاہ نے کہا! "چچا مہاراج ان کو صفائی کا موقع دیے بغیر سزا دینا انصاف کے تقاضوں کے منافی ہوگا...... ہم ان کو صفائی کا پورا پورا موقع دیں گے...... ان کی مجبوری سنیں گے......

مہا دیو اور دوسرے قیدیوں نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں کو چوما اور پھر ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

بادشاہ نے کہا! تم سب کو اپنا موقف بیان کرنے کی مکمل آزادی ہے...... بے خوف وخطر اپنا مدعا بیان کرو...... تم بے گناہ ہوئے تو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچنے دی جائے گی"

مہا دیو نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! "یہاں سردار فیروز خان کون ہے"

بادشاہ نے حیرت سے مہا دیو کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! "ہم سردار فیروز خان کے مہمان ہیں...... ہم اس کی گم شدہ جنت سے آئے ہیں...... فیروز خان ہمیں اچھی طرح سے جانتا ہے...... اسے معلوم ہے ہم کون ہیں کیوں آئے ہیں اور کس کے بھیجے ہوئے آئے ہیں......"

فیروز خان کے چہرے پر اسراروں میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ ابھری اس نے آگے بڑھ کر مہا دیو جی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!

"ہمارا نام فیروز خان ہے...... تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں معلوم ہے تم کون ہو...... اور ہماری کس جنت کی بات کر رہے ہو......"

سادھو مہا دیو کے چہرے پر رنگ بکھر گئے۔

فیروز خان نے کہا!" ہمیں ہاشم کی جوانمردی اور وفاشعاری پر فخر رہے گا...... ہمیں معلوم ہے شیو دیوتا نے مہاراجہ کے سامنے کیا منصوبہ بنایا ہوگا"

مہادیو جی نے ہنستے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا!" تو پھر جلدی سے بغاوت کر کے راجکماری چندرکانت کو یہاں سے اٹھا کر قلعے میں مہاراجہ کرشن کماری جی کے سامنے پیش کر دیجیے ورنہ تمہارے ہاشم کو تحقیق میں بیٹھا کر گہری کھائی میں پھینک دیا جائے گا......"

بادشاہ کے چہرے پر مسکراہٹوں کے جلوے بکھر گئے۔

رامار اؤ نے آگے بڑھ کر مہادیو کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!" شما کرو مہاراج! ہم سے بھول ہوئی ہے...... ہم نے تمہیں سمجھنے میں بڑی غلطی سے کام لیا ہے"

مہادیو نے رامار اؤ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!" راؤ جی مہاراج! کوئی بات نہیں ہے تمہاری جگہ پر ہم ہوتے تو شاید ہمارا رویہ تمہارے رویے سے تلخ تر ہوتا"

سبھاش چندر نے آگے بڑھ کر مہادیو جی کے قدم چھوتے ہوئے کہا!" مہادیو جی! تم کملا دیوی اور دیپک کمار کو جانتے ہو......ان کا کیا حال تھا"

مہادیو اور اس کے ساتھیوں نے چونک کر راجہ سبھاش کی طرف دیکھ کر کہا!" تم راجہ سبھاش ہو...... تم زندہ ہو بھگوان تیرا لاکھ شکر ہے......سبھاش جی تمہارے قتل کی خوشی میں قلعے میں ماتا مہارانی اور مہاراجہ کرشن نے جشن منایا تھا...... یہ کیا اسرار ہے...... قلعے کے باہر کی دنیا کتنی پراسرار اور جادو کی دنیا ہے...... قلعے کے اندر جن کے قتل کی خبریں گردش کر رہی ہوتی ہیں یہاں وہ زندہ ہوتے ہیں"

پھر اس نے راجہ سبھاش کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!" تم زندہ ہو سبھاش جی!"

راجہ سبھاش نے مسکراتے ہوئے کہا!" مہادیو جی......تم کیا محسوس کر رہے ہو"

شردے نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا!" ہم شردے ہیں...... ہم سپیروں کے ایک قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں...... ہم شیو دیوتا اور ناگ ماتا کے پجاری ہیں...... ہم سب قبیلے والے ان کے ساتھ قلعے میں آئے تھے...... مدھومتی نے بادشاہ مہاراج کو بہت بہت نمسکار بھیجے ہیں اس نے کہا ہے۔ ہماری آنکھیں اپنے ان دیکھے دیوتا کے درشن کے لیے ترس رہی ہیں...... کب جنم جنم کی پیاسی آنکھوں کو درشن کے سندر سپنے دکھائے جائیں گے"

مہادیو نے شردے کی بات کاٹتے ہوئے کہا!" مدھومتی سپیرن ہے مگر بڑی مہان دیوی ہے...... شیو دیوتا اس کا ہر وقت خیال رکھتا ہے اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا...... بڑی بھگوان سندر کنیا ہے"

بادشاہ نے چونک کر بڑی بے تابی سے پوچھا!" تو کیا مدھومتی سپیروں کے قبیلے کی کوئی لڑکی ہے؟

جی مہاراج مہادیو نے کہا تو شردے نے کہا!" نہیں مہاراج وہ ہمارے قبیلے کی لڑکی نہیں ہے...... اسے سپیرن کے روپ میں رکھا گیا ہے......وہ کوئی اور ہے بہت کم لوگوں کو معلوم ہے وہ کون ہے...... عام طور پر پورے قلعے میں سپیرن سمجھی جاتی ہے، وہ بہت اچھی بین بجاتی ہے"

بادشاہ نے پوچھا!" تم جانتے ہو وہ کون ہے؟

شردے نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''جانتا ہوں مہاراج مگر بتا نہیں سکتا...... شما کیجئے مہاراج ہمیں سر عام بتانے کی آ گیا نہیں ہے...... ہم اتنا بتا سکتے ہیں کہ وہ بادشاہ مہاراج کو اپنا پتا جی سمجھتی ہے اور آپ کے چرن چھونے کو ترس رہی ہے''

بادشاہ نے آگے بڑھ کر شردے کی پیشانی چوم کر کہا! ''ہم تم سب پر اسرار لوگوں کے بڑے ممنون ہیں...... تم نے اپنی ناقابل فراموش مجاہدانہ سرگرمیوں سے ہمارے راستے کی ناہمواریوں کو دور کر دیا ہے...... وہ ہماری بیٹی ہے...... ہم اپنی بیٹی کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں...... خدا کی قسم ہم اپنی بیٹی کی ساری محرومیوں ساری بے قراریوں اور دکھوں کو سمجھتے ہیں''

پھر اس نے فیروز خان کی طرف دیکھ کر کہا! ''ان معزز مہمانوں کے قیام وطعام کے شایان شان انتظام کیا جائے''

ایک لمحے کے توقف کے بعد بادشاہ نے پوچھا! ''مہادیو جی! تم نے کملا دیوی بیٹی اور دیپک کمار کے بارے میں کچھ نہیں بتایا''

مہادیو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''وہ دونوں بھیڑیے کے نرغے میں ہیں مگر فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے...... شیو دیوتا، نیلم کمار اور ساجن جیسے مہان لوگ ان کے ساتھ ہیں...... شیو دیوتا کے غیض وغضب اور شکتی سے قلعے کے در و دیوار کانپتے ہیں...... شیو دیوتا کی شکتی کے سامنے مہاراجہ بے بس ہے''

بادشاہ نے ایک جانب گھوڑے کا رخ کرتے ہوئے کہا! ''دو پہر کے بعد تم سے تفصیلی ملاقات ہوگی اب تم آرام کرو تمہارے آنے سے ہمیں بڑا سکون ملا ہے ہم بہت خوش ہیں، ہم اپنے خدا کی کرم فرمائیوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے ہمیں قدم قدم کامرانیوں کی مسرتوں سے نوازا جا رہا ہے۔



صبح کا سہانا اور دلفریب موسم تھا خلیج کی طرف سے اٹھنے والے ہواؤں کے جھونکوں میں نمی کا احساس ہوتا تھا...... اسماعیل سمندر سے کچھ فاصلے پر ایک کھلی جگہ چٹان پر بیٹھا ہوا تھا...... اس نے ہلکے سوسئی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا...... اس کی نظریں دھلی دھلی فضاؤں میں اڑتے ہوئے رنگ برنگے پرندوں پر مرکوز تھیں...... سامنے دور دور تک چنبیلی گیندے گلاب اور دوسرے کئی قسم کے پھولوں کے پودے بہاروں کے رنگ نچھاور کر رہے تھے...... ان چھوٹے چھوٹے پودوں کے درمیان مناسب فاصلوں پر سایہ دار قد آور درخت بھی تھے جن کی شاخیں پھولوں کے بوجھ سے زمین کی جانب جھکی ہوئی تھیں...... خوشیوں اور بہاروں کے میلے لگے ہوئے تھے...... یاتری عورتیں رنگا رنگ لباس میں ملبوس تھیں ان کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں تھیں...... چھوٹے چھوٹے کم سن بچے آسمانوں سے اترے ہوئے معصوم فرشتوں کی طرح لگ رہے تھے...... معاً! اسماعیل کو اپنے عقب میں کسی آنے والے کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اس نے پلٹ کر پیچھے کی طرح دیکھا اور پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا...... کلثوم ہولے ہولے قدم اٹھاتی ہوئی اس کے قریب پہنچ چکی تھی...... کلثوم نے سر جھکاتے ہوئے اسے سلام کیا!

اسماعیل نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ہم یونہی فطرت کے رنگین نظاروں میں ڈوب گئے تھے''

کلثوم نے چٹان پر بیٹھتے ہوئے کہا! ''اسماعیل ہم جانتے ہیں تم کس قسم کے خیالوں میں ڈوبے رہتے ہو''

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے اپنے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں پونچھتے ہوئے بڑے دکھی اور سوگوار لہجے میں کہا! ''اسماعیل تمہارا غم تمہارا دکھ اور قرب ہم سب کا مشترکہ درد ہے...... تم کبھی ہمارا دل چیر کو دیکھو تو تمہیں ہمارے دل میں زخموں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آئے گا...... تم اماں خان زادی اور بستی کے دوسرے بے گناہ لوگوں کی موہنی اور معصوم صورتیں ہماری آنکھوں کے سامنے پھرتی رہتی ہیں...... موت پر زور نہیں چلتا ورنہ ہم ان رشتوں کی دائمی جدائی کے تصور سے زندگی بوجھل اور کٹھن لگتی ہے''

کلثوم رونے لگی تو اسماعیل نے تڑپ کر اس کے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا! ''کلثوم خدا کے لیے رویا نہیں کرو...... تمہیں احساس نہیں ہوتا کہ تمہارے رونے اور غم زدہ ہونے سے کتنے دلوں سے خون بہنے لگ جاتا ہے...... تم نہیں جانتی...... تمہیں اس حقیقت کا احساس اور ادراک نہیں ہے...... کہ اب تم ہی ہماری امیدوں ہماری امنگوں اور تمناؤں کی بہار ہو...... جب تم غمزدہ ہو جاتی ہو تو زندگی کے سارے گلشن ویران ویران اور خزاں رسیدہ دکھائی دیا کرتے ہیں...... خدا کے لیے رویا نہیں کرو...... تمہارے رونے اور دکھی ہونے سے فضائیں سوگوار اور غم زدہ ہو جاتی ہیں...... کبھی بادشاہ اور خان چاچے نے تمہیں روتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کے دل پاش پاش ہو جائیں گے...... کلثوم شہیدوں سے تمہارے بڑے گہرے رشتے تھے...... شہیدوں کے دلوں میں تمہارے لیے محبت کے ارمانوں کے بڑے بڑے منصوبے تھے...... خدا کی قسم! اماں خانزادی ہم سے زیادہ تمہاری ماں تھی......''

کلثوم کی چیخ نکل گئی۔ شدت جذبات سے صبر و شکر کے سارے بھرم تہہ و بالا کر دیئے اس کی چیخیں یاتریوں کے کانوں تک پہنچنے لگیں...... وہ بھاگتے ہوئے آئے اور بغیر کچھ پوچھے رونے لگ گئے...... عورتیں مرد اور بچے دیوانہ وار رونے لگے۔

اسماعیل نے کلثوم کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا! ''کلثوم ہم نے ابھی ابھی تم سے کہا تھا تمہارے غم زدہ ہونے اور رونے سے ان فضاؤں کے

حسین مناظر گھائل ہو کر اشکباریاں کرنے لگ جاتے ہیں...... حوصلے اور صبر سے حالات کا مقابلہ کرو...... ان چھوٹے چھوٹے بچوں کی برستی ہوئی آنکھیں کانپتے ہوئے معصوم ہونٹوں اور تڑپتے ہوئے دلوں کے اضطراب کی طرف دیکھو......"

کلثوم نے سر اٹھا کر بھیگی بھیگی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک چھوٹے سے بچے نے آگے آ کر اس کی گود میں سر رکھ کر بلک بلک کر روتے ہوئے کہا! "محبت کی دیوی تم روتی ہو...... تم ہنستی مسکراتی کیوں نہیں ہو"

کلثوم نے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے بڑے گلوگیر لہجے میں کہا! "نہیں، ہم نہیں روئیں گے...... ہم ہمیشہ مسکراتے رہیں گے...... تمہاری خوشیوں کے لیے ہم اپنے دل کے سارے زخموں کو چھپالیں گے"

اس نے اس چھوٹے سے معصوم فرشتے کی پیشانی کو بڑے والہانہ انداز سے چومتے ہوئے کہا! "اب تم بھی ہنسو...... ہمیں ہنسانے کے بعد تم نے رونا شروع کیا تو ہم کبھی بھی نہیں مسکرائیں گے......"

معصوم بچہ سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان مسکرانے لگا۔

ایک عورت نے آگے بڑھ کر کلثوم کو سہارا دے کر اٹھاتے ہوئے کہا! "محبت کی دیوی...... ہم غریبوں، جنم جنم کے دکھی اور مجبور لوگوں کی خوشیوں کی خاطر خوش رہا کرو...... تمہیں دیکھتے ہیں تو صدیوں کی محرومیوں اور کربناکیوں کی جلتی ہوئی دھول دور ہٹ جاتی ہے...... ہم نے دکھوں دردوں اور محرومیوں کی سلگتی ہوئی سنگلاخ راہوں پر صدیوں کا سفر کیا ہے...... ہم سب بڑے دکھی ہیں...... ہم لہولہان ہیں...... تمہارے سہاروں کی سہاتا نے ہمیں مسکرانا سکھایا ہے...... تمہاری محبت کی کرپا نے ہمیں جیون کی رنگین بہاروں کے سنگ سنگ جینے کے ڈھنگ سکھائے ہیں...... بھگوان کے واسطے اب ہم سے جیون کی امنگوں آشاؤں اور تمناؤں کی بہاروں کو جدا نہیں کرو...... تم نے سنا ہوگا لوگ کہتے ہیں کہ اشکوں اور آنسوؤں کی بھڑکائی ہوئی آگ کا بجھانا بہت مشکل ہوتا ہے...... تم نے محسوس کیا ہوگا ظلم کے جہنم کی آگ کو تمہاری محبتوں کے تبسم کے قطروں نے لمحوں میں سرد کر دیا ہے"

کلثوم نے اس عورت کو گلے لگا کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا! "ہم تم سب کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں...... تمہاری خوشیاں ہماری خوشیاں ہیں...... تم مسکراتی رہوگی تو ہمارے سارے مقصد خود بخود پورے ہوتے رہیں گے...... تمہاری خوشیوں کی خاطر ہم تلواروں کی دھاروں پر مسکرائیں گے"

پھر اس نے اسماعیل کی طرف دیکھ کر کہا! "اسماعیل! تم محبت اور امن کے عظیم دیوتا ہو...... تم روشنی کی کرن کی طرح ہو...... تم ہم سب کی راہوں کا اجالا ہو...... تم ہمارے ٹوٹے پھوٹے دلوں کے مسیحا ہو...... خدا کے لیے ان چھوٹے چھوٹے معصوم فرشتوں کے لیے...... ان دکھی ماؤں بہنوں اور ان کمزور بھائیوں کے لیے اپنے حوصلے کو ٹوٹنے پھوٹنے سے بچا کر قدم بڑھاتے چلے جاؤ...... تم اس کشتی کے ناخدا کی حیثیت رکھتے ہو...... تم دیکھ رہے ہو ابھی طوفان کے تلاطم میں ہلاکت آفریں تندی اور سرکشی موجود ہے...... ابھی ساحل بہت دور ہے...... ابھی تم نے فرض کے قرض کو ادا نہیں کیا...... انسانی بستیوں پر عفریتوں کے سائے ابھی تک منڈلاتے دکھائی دے رہے ہیں...... ہزاروں خونخوار درندے ابھی اس ملک میں موجود ہیں...... آج بھی بے کسوں کمزوروں اور ناداروں کی ہڈیوں پر طاقتوروں کے عشرت کدے موجود ہیں...... ابھی ان بے نواؤں کے سینے گویائی کی

طاقت سے مضبوط اور یقین کے ساتھ مستحکم نہیں ہوئے...... بستی کے مقتل کے شہیدوں کی لاشوں سے خون کی بوندیں ٹپکنی بند نہیں ہوئیں...... ان کی آنکھیں آج بھی خلاؤں میں بھٹکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں...... جن مقاصد کے حصول کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں وہ مقاصد ابھی ادھورے ہیں...... شہیدوں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں...... تم نے ظلم و بربریت کے دیو استبداد کے خلاف ابھی ایک فیصلہ کن جنگ میں مجاہدانہ وقار کے ساتھ حصہ لینا ہے ابھی تم نے عفریتوں کی اڑائی ہوئی اس گرد و باد کو مٹانا ہے جس کی ستم کاریوں اور جفاشعاریوں نے ہماری بستی کی جنت کو جلا کر راکھ کر دیا ہے"

ایک نوجوان یاتری نے آگے بڑھ کر اسماعیل کے قدموں پر گرتے ہوئے دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے کہا! "پریم نگر کے مہان دیوتا! ہم بڑے کمزور بڑے مجبور اور بڑے دکھی لوگ ہیں...... ہم نہیں جانتے کہ ماضی حال اور مستقبل کیا ہوتا ہے...... ہمیں جیون کے سارے ارمانوں سے بہت دور رکھا گیا تھا...... ہم اس ملک کے راجوں مہاراجوں کے پالتو جانوروں سے بھی بدتر اور گھٹیا زندگی گزارہ کرتے تھے وقت کی بے رحمیوں اور اپنائے کے صدیوں کے تسلسل نے ہمیں انسانی قدروں سے نا آشنا رکھا ہوا تھا...... آج وقت بدل چکا ہے...... آج اندھیروں کی ہولناک گھٹنائیوں کے خوف کی جگہ اجالوں کے دھیرج چاروں طرف پھیلتے ہوئے ہیں...... ہم میں سے بیشتر لوگ تمہارے دکھ کو جانتے ہیں...... جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے مہاماتر نے ہمیں بہت کچھ بتا دیا ہے...... ہم ظلم و ستم کے بتوں کی بھینٹ چڑھائے جانے والے رشتوں کی زندگیوں کو واپس نہیں لا سکتے...... وہ ہم سے بہت دور کسی دوسری دنیا میں چلے گئے ہیں...... مگر ہم اس حقیقت کا برملا اعتراف کریں گے...... ہم ان کے قاتلوں سے بڑا خوفناک انتقام لیں گے......"

پھر اچانک فضائیں انتقام انتقام کے نعروں سے گونجنے لگیں...... دوسری طرف مندر سے سینکڑوں پجاری یاتری اور سپاہی دوڑتے ہوئے دکھائی دینے لگے...... راگھوناتھ اور مہاماتر بہت گھبرائے ہوئے تھے...... اسماعیل اور کلثوم بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کر کے مسکرانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے...... ہنستے ہنستے ان کی آنکھیں برس پڑی تھیں"

راگوناتھ نے بڑی بے اختیاری سے چٹان پر کھڑی ہوئی کلثوم کو گلے لگا کر روتے ہوئے کہا! "ہماری بچی کو کیا ہوا ہے...... ہماری خوشیوں کو اچانک کس بدنظری کی نظر لگ جاتی ہے......

کلثوم راگھوناتھ کے محبت بھرے سینے کے ساتھ لگ کر کسی معصوم سی بچی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

وہ سسکیاں اور ہچکیاں لے کر روتے ہوئے کہنے لگی۔ "کچھ نہیں چاچا حضور کچھ بھی نہیں...... یہاں سب محبت اور پیار کرنے والے لوگ ہیں یہاں کوئی بدنظر نہیں ہے...... ہم اپنوں میں رہ رہے ہیں...... کبھی کبھی اچانک بستی کی جنت کے نظاروں کی یاد آ جاتی ہے تو دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگ جاتے ہیں...... چاچا جی! ہم اس معاملے میں بہت مجبور ہیں...... اسی ایک درد کی کوئی دوا نہیں ملتی...... ہمیں معاف کر دو...... ہم سب دردمندوں سے معافی مانگیں گے......

کامنی اور چندارانی بھی دوڑتی ہوئی آ رہی تھیں...... اچانک مہاماتر لڑکھڑایا اور پھر کسی کٹے ہوئے قد آور درخت کی طرح زمین پر گر پڑا...... اسماعیل اور کلثوم تڑپ کر رہ گئے۔

''اسماعیل نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈالتے ہوئے کہا!''اب کوئی کچھ بھی نہیں بولے گا...... مہاماتر جی صدمے سے بے ہوش ہوئے ہیں اس کو کچھ ہو گیا تو بہت برا ہو گا......''

سارے لوگ مندر کی طرف بڑھنے لگے......کلثوم کامنی اور چندارانی پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

کامنی نے کلثوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! کلثوم تم نے اس سے سنسار کے حسن کے سارے جلوؤں کو موت کے تھپیڑوں کے سپرد کر دینے کا تہیہ کر رکھا ہے......بھگوان کی قسم ہم تم سے زیادہ تو نہیں مگر کچھ کم دکھی اور رنجیدہ بھی نہیں ہیں......ہم نے بھی اماں خان زادی اور بستی کے دوسرے لوگوں کا پیار دیکھا ہے......ان کے ہاتھوں کے پیار کا لمس ہماری آتماؤں کی گہرائیوں میں موجود ہے......تم تو مسلمان ہو چکی ہو......تم جانتی ہو شہادت کی موت کے بارے میں اسلام کا فلسفہ کتنا دلکش اور دلفریب ہے......شہید زندہ ہوتے ہیں''

کلثوم نے کامنی کی طرف دیکھ کر کہا!''یہ فلسفہ نہیں ایک ناقابل تردید درخشاں حقیقت ہے اور تم نہیں جانتی اس حقیقت کی تصدیق کربلا کے ان عظیم شہیدوں کے لہو نے کی ہے......جن کی یادوں کے غم میں شام و سحر کی شفق خون کے آنسو بہاتی ہے......تم جسے ہمارا رونا پیٹنا سمجھتی ہو......ہم اس گریے کو خراج عقیدت جانتے ہیں......شہیدوں کی بارگاہوں میں آنسوؤں اور سسکیوں کی سوغاتیں پیش کرتے رہنے والوں کو خداوند کریم کی بارگاہ عالی سے بڑے اجر کی بشارتیں دی گئی ہیں......''کامنی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

''کامنی نے سسکتے ہوئے کہا!''تم سچ کہتی ہو''

کلثوم نے پھر کہا!''ہم ان آنسوؤں سے بزدل نہیں ہوئے یہ آنسو ہمارے حوصلے بڑھاتے ہیں......لیکن تم پریشان نہیں ہو......ہم نے آئندہ رونے کی قسم کھائی ہے ہم نہیں جانتے تھے کہ ہمارے رونے سے لوگوں کو دکھ ہوتا ہے......ہم محبتوں اور چاہتوں کے حساس جذبوں کو کبھی دکھی نہیں کریں گے''

مندر کے قریب پہنچ کر ایک سپاہی نے ایک کندھے جھکاتے ہوئے کہا!''تم تھک گئے ہو سردار زادے ہم مہاماتر جی کو اٹھا لیتے ہیں''

نہیں اسماعیل نے مسکراتے ہوئے کہا!''ایسے کاموں میں ہم ضرورت سے زیادہ لالچی اور حریص ہیں اور لالچ کے اس سفر میں بہت کم تھکتے ہیں......مہاماتر کو ہم اپنا چچا سمجھتے ہیں......لگتا ہے ہمارے کندھے پر پھولوں کی مہکی مہکی لڑیاں رکھی ہوئی ہیں......خدا نے اس کے وجود سے ماضی کی ساری ناپاک غلاظتوں اور کثافتوں کے بوجھ دور کر کے اسے ہلکا پھلکا کیا ہوا ہے......کلثوم نے چونک کر مہاماتر کی طرف دیکھا اس کی بند آنکھوں کے کناروں اور پلکوں کی نوکوں پر آنسوؤں کے موتی چمک رہے تھے......پھر کلثوم کی آنکھیں احترام اور انسانیت کے وجدانوں کی مدہوشی سے جھکتی چلی گئیں......''

چندارانی نے آگے بڑھ کر کلثوم کو سہارا دیتے ہوئے کہا! کلثوم بہن......تم حوصلوں اور ہمتوں کے پربت کی طرح ہو......بھگوان نے تمہیں ضمیر کی روشنی سے اجالوں کی طرح نکھارا ہوا ہے......تم مہان دیوی کی طرح کومل اور پوتر ہو......تمہاری پوترتا کے رنگ گلشن گلشن پھیلے ہوئے ہیں......

یاتریوں سپاہیوں اور بچوں کے علاوہ مندر کے پجاریوں اور دواسیوں کا بہت بڑا ہجوم تھا''

اسماعیل نے مہاماتر جی کو ایک آرام دہ بستر پر لٹاتے ہوئے راگھوناتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!''عرق گلاب منگوایا جائے۔''

پھراس نے لوگوں کے ہجوم کی طرف دیکھ کر کہا! ''تم سب باہر جا کر دعائیں کرو..... فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے مہاماتر جی بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے.....

لوگوں کا ہجوم باہر برآمدے میں پھیل گیا.....مندر کے گھڑیاں اور گھنٹیاں بجائی جارہی تھیں..... پجاری بھجن گانے لگے تھے.....داسیاں ہاتھ جوڑے بتوں کے سامنے جھکی ہوئی تھیں.....راگھوناتھ مہاماتر کے چہرے پر عرق گلاب کے چھینٹے مار رہا تھا.....کلثوم کامنی اور چندارانی پنکھے ہلا ہلا کر ہوا پہنچارہی تھیں..... چند لمحوں کی محنت رنگ لائی.....مہاماتر نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں..... اس کے ہونٹ لرزنے لگے.....اس کی آنکھیں چھلکنے لگیں.....کئی لفظ اس کے حلق کے اندر کے زندان سے نکلنے کے لیے پھڑ پھڑانے لگے.....اس کی آنکھیں کلثوم کے جھکے جھکے مغموم اور کومل چہرے پر مرکوز تھیں.....اس کا سینہ شدت غم سے تہہ وبالا ہونے لگا''

''اسنے بڑی مشکل سے کہا! ''اسماعیل بیٹے تم نے ہمیں ساگر کی گہرائیوں میں غرق کر دیا ہوتا تو بہت اچھا ہوتا ہم دیوی دیوتاؤں کے اس پوتر سنسار میں بدنما داغ کی طرح ہیں''

وہ اسماعیل نے کہا! ''ہم تمہیں اپنا چچا سمجھتے ہیں.....اس رشتے کے احترام کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں.....زبان کھولنے اور کچھ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتے مگر اب معاملہ حد سے بڑھ چکا ہے.....اگر اب بھی ہم نے زبان نہیں کھولی تو مجرم بن جائیں گے.....ہمیں گستاخی کے لیے مجبور نہیں کیا جائے.....تمہارا ماضی جگن ناتھ دیوتا کے مندر کے کسی تاریک تہہ خانے میں ہمیشہ کے لیے دفن ہو چکا ہے.....اب تم مہاماتر ہو.....ایک قوم کے رہنما ہو.....ایک دھرم کے پیروکاروں کے حقیقی پیشوا ہو.....اب تم سے بڑی بڑی روشن امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں.....اب آئندہ اگر تم نے کبھی ماضی کی راکھ کو کریدنے کی غلطی کی تو ہم سب سچ مچ تمہیں کھاڑی کی گہرائیوں میں ڈبو دیں گے''

مہاماتر نے زور زور سے روتے ہوئے کہا! ''اگر تم ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ہم چیخ چیخ کر اپنے گناہوں.....''

اسماعیل نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! اس سے آگے مت کہنا.....اب تمہاری خود شناسی اور آگہی ظلم کے دائرے بنانے لگی ہے.....تمہیں زندہ رہنا ہے.....ان پجاریوں کی روحانی پیاس کی تسکین کے لیے زندہ رہو گے.....تم نے ان مندروں کے تقدیس و تحریم کی مہم کی کامیابی کے لیے زندہ رہنا ہے.....ہم سب کو تمہاری ضرورت ہے.....سینکڑوں پجاریوں دیوادیسوں اور یاتریوں کو تمہاری ضرورت ہے.....تم ان سب ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کیے بغیر کہیں نہیں جاسکتے''

پھراس نے مہاماتر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! مہاماتر چاچا!.....تم سب انقلاب کی آہٹوں کی نغمگی اور ترنم کو اپنے اردگرد کی فضاؤں میں محسوس کیوں نہیں کرتے.....اپنے قریب دیکھو کلثوم تمہارے لیے دعائیں مانگ رہی ہے.....''

کلثوم جو بڑی دیر سے اپنے جذبات کو دبانے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھی کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح ایک چیخ کے ساتھ مہاماتر کے لیے گر پڑی.....وہ رو رو کر کہہ رہی تھی! ''تم ہمارے باپ کی طرح ہو.....خدا نے تمہیں توبہ کے دروازے پر پہنچنے کی توفیق عطا کی ہے.....جب خدا نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو پھر کسی دوسرے کو تمہارے ماضی میں جھانکنے کی بے ہودہ جرات نہیں کرنی چاہیے.....اب تم دو جہانوں کے خالق کا ایک

اسرار ہو۔۔۔۔۔ مہاماتر کے کانپتے ہوئے ہاتھ کلثوم کے بالوں پر آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔۔۔۔۔ اس کے ہونٹ جنبش کرتے ہوئے محسوس ہوتے تھے مگر لفظوں کے اظہار کا علم نہیں ہوتا تھا۔۔۔۔۔ بولو۔۔۔۔۔ کچھ کہو۔۔۔۔۔

راگھوناتھ نے کہا! ''مہاماتر جی! ہم سب تمہارے بھاشن سننے کے آرزومند ہیں۔۔۔۔۔ ہم سے کوئی بات کرو۔۔۔۔۔ اپنی بیٹی سے کوئی بات کرو۔

مہاماتر نے کہا! ''اب ہماری آتما کو شانتی مل گئی ہے۔۔۔۔۔ اب ہم مر کر بھی نہیں مریں گے۔۔۔۔۔ ہم زندہ رہیں گے۔۔۔۔۔''

اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اسماعیل نے اسے سہارا دینا چاہا مہاماتر نے اس کا ہاتھ ایک طرف کو ہٹاتے ہوئے کہا! ''نہیں اسماعیل! اب ہمیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔۔۔۔۔ ہمارے اندر سارے سنسار کی شکتی پیدا ہو گئی ہے۔۔۔۔۔''

وہ اٹھا اور پھر اچانک کلثوم کے قدموں پر گر کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا وہ کہہ رہا تھا! ''کلثوم! تمہیں تمہارے خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا واسطہ۔۔۔۔۔ ایک بار پھر اس بدنصیب کو پتا کہو۔۔۔۔۔''

''کلثوم نے جھک کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا! ''تم بدنصیب نہیں ہو مہاماتر جی۔۔۔۔۔ تم ہمارے پتا سمان نہیں۔۔۔۔۔ پتا جی ہو۔۔۔۔۔''

پھر اس نے باہر لپکتے ہوئے کہا! ''ہم بھگوان کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ تمام یاتری پجاری اور داسیوں کو اطلاع کر دی جائے۔۔۔۔۔

ایک بار پھر مندر کی فضاؤں میں خوشیوں کی شہنائیاں اور شادیانے بجنے شروع ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ ابھی مہاماتر کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ اچانک مندر کی فصیل پر سے نعروں اور نقاروں کا شور بلند ہونے لگا، اور راگھوناتھ باہر نکلنے لگے مگر اس سے پہلے ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوا ہے''

سپاہی نے اسماعیل اور راگھوناتھ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر جھکتے ہوئے کہا! ''جنگل کی طرف سے ایک چھوٹا سا دستہ آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے''

اسماعیل اور راگھوناتھ باہر نکلنے لگے تو مہاماتر نے کہا! ''ہم بھی آتے ہیں کون لوگ ہو سکتے ہیں''

اسماعیل نے کہا! ''فکر کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ اپنے کسی لشکر کا کوئی دستہ ہوگا۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے بادشاہ کی طرف سے کوئی پیغام آ رہا ہو''

چندارانی نے کلثوم اور کامنی کی طرف دیکھ کر کہا! ''جانتی ہو کون لوگ ہو سکتے ہیں''

وہ دونوں خاموش رہیں تو چندارانی نے کہا! ''بادشاہ پتا جی ہمارے لیے اداس ہوئے ہوں گے ابھی خبر آتی ہے۔۔۔۔۔ تم چلنے کی تیاری کرو۔۔۔۔۔ ہم سچ کہتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم نے رات سپنے میں پتا بادشاہ کو دیکھا ہے''

کلثوم پھر رونے لگی تو چندارانی نے کہا! ''ایک تو تمہارے آنسوؤں نے بڑا تنگ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اب بھلا رونے کی کیا بات ہوئی ہے''

کلثوم نے کہا! ''تم ہمارے رونے سے اتنا چڑنے کی عادی کیوں ہو گئی ہو۔۔۔۔۔ پگلی تم نہیں جانتی کبھی کبھی خوشیوں کے طوفان انسان کو بہت زیادہ رلایا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ خدا کی قسم پتا بادشاہ اور خان بابا کو دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔۔۔۔۔

اسماعیل اور راگھو مندر کی فصیل پر پہنچ گئے تھے۔۔۔۔۔ سینکڑوں یاتری ہتھیار سجا کر مندر کے دروازے پر جمع ہوئے کر نعرے لگا رہے تھے!

اسماعیل نے زرد رنگ کے بڑے سے پرچم کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''فصیل کا دروازہ کھول دیا جائے۔۔۔۔۔ شایان شان طریقے سے استقبال کی تیاری کی جائے۔۔۔۔۔ یہ وشنو مہاراج کی سواری آ رہی ہے۔۔۔۔۔''

چند لمحوں بعد سینکڑوں یاتری پجاری اور ہندو مسلمان سپاہی مندر کے دروازے سے نکل کر نعرے لگاتے ہوئے فوجی دستے کی طرف بڑھنے لگے۔ راگھوناتھ اور اسماعیل کے گھوڑے آگے آگے تھے...... فصیل پر طبل نقارا اور شہنائیاں بجائی جارہی تھی...... پجاریوں اور یاتریوں کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار تھے...... وشنو مہاراج بڑے دبدبے سے گھوڑے پر سوار تھے...... اس کے ہاتھ میں زرد رنگ کا پرچم لہرا تھا...... اس کے سر پر پیلے رنگ کی بڑی سی دستار تھی...... اس کے ساتھ پچاس سوار اور پانچ ہاتھی تھے۔ جن پر سنہری عماریاں رکھی ہوئی تھی...... ہاتھی سونڈ میں لہرا لہرا کر چنگھاڑتے تو ہندو یاتری اور پجاری ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے جھک جاتے تھے۔ ہندو ہاتھیوں کو گنیش دیوتا سمجھتے ہیں...... قریب پہنچ کر اسماعیل گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر بڑے وقار سے وشنو مہاراج کی طرف بڑھنے لگا“

وشنو نے گھوڑے سے اترنے کے لیے اس کی لگام کو کھینچا تو اسماعیل نے کہا! ”نہیں مہاراج تم ہمارے خان بابا کے بھائی ہو۔ تم ہمارے چاچا ہو ہمیں آداب فرزندی بجالانے کا موقع دیجئے......“

وشنو کے چہرے پر مسکراہٹوں کا نور برس رہا تھا...... اسماعیل نے آگے بڑھ کر اس کے دائیں پاؤں کو چھوا“

پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتے ہوئے کہا! ”ہم مہاراج کو خوش آمدید کہتے ہیں“

وشنو مہاراج نے بڑے دبدبے سے کہا! ”تم نے آداب فرزندی کا فرض پورا کرلیا ہوگا۔ اب ہمیں شفقت پدری کے تماشے دکھانے کی اجازت دی جائے“

وشنو نے گھوڑے سے اتر کر پہلے اسماعیل کے قدموں کو چھوا پھر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولا! نمسکار مہاراج! داس کی بنتی پر بیت کرو“

اسماعیل نے سر جھکایا تو وشنو نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! جیتے رہو اسماعیل! بھگوان تمہیں ہر دکھ درد سے محفوظ رکھے......

وشنو کے ہمراہ آنے والے سپاہی گھوڑوں سے اتر کر اسماعیل سے ہاتھ ملا رہے تھے...... وشنو مہاراج، مہاماتر اور راگھوناتھ کے چرنوں کو چھو رہا تھا۔ عجیب جذباتی سماں تھا...... مندر کی فصیل پر سینکڑوں عورتیں اور بچے تالیاں بجا بجا کر آنے والوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے...... وشنو مہاراج مندر میں داخل ہوا تو سب سے پہلے کلثوم، کامنی اور چندر رانی نے اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور پھر جھک جھک کر سلام کیے...... وشنو مہاراج نے باری باری تینوں کے سامنے ہاتھ جوڑے“

پھر راگھوناتھ کی طرف دیکھ کر کہا! ”راگھوناتھ جی! تمہیں اس علاقے کی سرداری دی گئی ہے...... ہم تمہاری اجازت سے ابھی اور اسی وقت اپنی بیٹیوں کو لے کر واپس جانا چاہتے ہیں“

راگھوناتھ نے کہا! ”مہاراج ایسا ہونا ممکن نہیں آج کا روز تو یہاں قیام کرو کل صبح سویرے روانہ ہو جانا“

وشنو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ”ہم مجبور ہیں ہم نے آج کے روز کی شام تک پڑاؤ میں واپس پہنچ جانے کا وچن دیا ہوا ہے۔ تم جانتے ہو ہم نہیں پہنچے تو بادشاہ کو بڑی تشویش اور پریشانی ہوگی......“

راگھوناتھ نے فیصلہ کن انداز اختیار کرتے ہوئے کہا! ”ابھی تم سب دن ڈھلے تک آرام کروگے کھانا کھاؤ گے پھر دیکھا جائے گا......“

''ابھی یہ لوگ کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے کہ ایک سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر اسماعیل کو سلام کرتے ہوئے کہا!'' کھاڑی میں بنگال سے چند جہاز آئے ہیں۔۔۔۔۔ سردار شاہ رخ خان نے تم سب سرداروں کو یاد کیا ہے''

وشنو نے پوچھا!'' کل کتنے جہاز آئے ہیں۔ شاہ رخ ہی ہے نا تم نے اچھی طرح تسلی کر لی ہے نا''

سپاہی نے وشنو مہاراج کو پہچانتے ہوئے کہا! جی جناب! ہم نے اچھی طرح تسلی کر لی ہے سب اپنے جہاز ہیں ان میں کھانے پینے کا سامان لدا ہوا ہے۔ کل چار جہاز ہیں دو کھاڑی میں داخل ہو چکے ہیں۔ دو ابھی سمندر میں لنگر انداز ہیں انہی دو جہازوں کے بارے میں کچھ تشویش ہے۔۔۔۔۔''

راگھو ناتھ نے اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!'' مہمانوں کے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔ ہم ناگ دیوتا کے مندر جا رہے ہیں بہت جلد لوٹ آئیں گے۔۔۔۔۔''

پھر اس نے کلثوم، کامنی اور چندر رانی کی طرف دیکھ کر کہا!'' تم سب چلنے کے لیے تیاری کرو۔۔۔۔۔ بادشاہ کا حکم ہے ٹالا نہیں جا سکتا''

کامنی نے کہا!'' ہم خود بھی بہت اداس تھیں۔۔۔۔۔ تمہیں معلوم ہے پتا بادشاہ۔۔۔۔۔ خان بابا۔۔۔۔۔ سید حیدر امام۔۔۔۔۔ اودھم خان۔۔۔۔۔ اور کتنے بھائیوں اور کتنے بزرگوں کی یادیں ہمارے دلوں میں تڑپتی رہتی ہیں۔۔۔۔۔''

اسماعیل، راگھو ناتھ، وشنو مہاراج، مہاماترا اور چند دوسرے سرداروں کے گھوڑے کھاڑی کی طرف سرپٹ دوڑ رہے تھے۔۔۔۔۔ کھاڑی میں دو بڑے بڑے جہاز کنارے کے ساتھ لنگر انداز کھڑے تھے۔۔۔۔۔ جہازوں کا عملہ ابھی باہر نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔ اسماعیل اور اس کے ساتھی ایک بڑی سی کشتی میں سوار ہو کر جہازوں کے پاس پہنچ گئے۔۔۔۔۔''

''شاہ رخ نے کہا!'' اسماعیل بھائی! ایک ناگہانی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ ہماری سوچیں مفلوج ہو گئی ہیں۔۔۔۔۔ اب تم ہی کوئی مناسب ترکیب سوچو''

اسماعیل نے فکر مندی سے کہا!'' کیا بات ہے؟

شاہ رخ نے دور خلیج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!'' لگتا ہے تم نے ابھی تک اس جہاز کی طرف نہیں دیکھا جس کے مستول پر سیاہ علم لہرا رہا ہے۔۔۔۔۔''

اسماعیل نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!'' شاہ رخ بھائی! اگر کوئی بری خبر ہے تو خدا کے لیے ہمیں کچھ نہیں بتاؤ۔۔۔۔۔ ہم ریت کی دیوار کی طرح ہیں۔۔۔۔۔ ایک ہلکے سے جھٹکے سے بکھر جائیں گے۔۔۔۔۔''

راگھو ناتھ اور وشنو مہاراج کسی انجانے سے خوف سے کانپ رہے تھے۔

شاہ رخ نے موہن اور شیکھر کی طرف دیکھ کر کہا!'' تم اسماعیل کو بتاؤ گے''

موہن نے اسماعیل کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!'' اسماعیل بھائی! یہ سکینہ آئی ہے۔۔۔۔۔ بستی کی کچھ عورتیں بھی ہمراہ ہیں۔۔۔۔۔''

''سکینہ!!!'' سماعیل کے منہ سے چیخ نکلی اور پھر وہ سینہ پکڑ کر بیٹھ گیا''۔۔۔۔۔ ہم تمہارے سامنے پیش ہونے کی ہمت کہاں سے لائیں۔۔۔۔۔

ہماری دکھیاری بہن کیا چاہتی ہے...... موہن...... شنکھر دیکھتے کیا ہو...... تم بھی تو اس کے بھائی ہو...... تم کوئی چارہ کیوں نہیں کر سکتے......"

شنکھر کی چیخوں سے ساحل تڑپنے لگا...... تم ہمیں سنگ دل سمجھتے ہونا"

پھر اسماعیل نے وشنو مہاراج کی طرف دیکھ کر کہا!"مہاراج! تم جاؤ"

پھر اس نے راگھوناتھ کی طرف دیکھ کر کہا! راگھوناتھ تم بھی جاؤ...... کوئی اڑ کر جائے اور خان بابا کو بلا کر لے آئے...... آج یہاں کی محبت بھرے رشتے آنسوؤں کے سیلاب میں بہنے والے ہیں...... کچھ تو کرو...... تم سب چارہ ساز ہو...... ہمارے مظلوم اور دکھی بابا کو دکھوں دردوں اور غموں کے اس ناگہانی طوفان سے بچالو"

وشنو نے اسماعیل کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا!"اسماعیل دھیرج سے کام لو...... ہم سب کچھ سمجھ گئے ہیں...... ہم اس سیاہ علم کی لہروں کے اندر چھپی ہوئی اس دکھ کی لکیروں کو محسوس کر رہے ہیں جس کے پیچھے کرشن کمار اور ماتا مہارانی کے مکروہ چہرہ چھپے ہوئے ہیں"

پھر اس نے راگھوناتھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"راگھوناتھ جی! کیا سوچ رہے ہو...... سوچنے کا وقت ختم ہو چکا ہے فیصلے کی گھڑی آگئی ہے...... تم ہمارے ہاتھ پگڑی سے باندھ لو اور ہمیں کشتی پر مجرموں کی طرح باندھ کر اس جہاز تک لے جاؤ جس پر ماتمی پرچم لہرا رہا ہے...... ہم اپنی مظلوم بیٹی کو راضی کریں گے لگتا ہے بھگوان نے ہماری بنتی پر ایت کر کے ہمیں جیون کی بھاری گھڑی کے بوجھ تلے سے نکالنے کی کرپا کا فیصلہ کر لیا ہے...... ہم خود کو دونوں سے تھکا تھکا محسوس کر رہے تھے......"

شاہ رخ اسماعیل، شنکھر، راگھو اور من موہن سب پریشان کھڑے تھے۔

وشنو نے اپنے سر سے پگڑی اتار کر راگھو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا!"سوچتے کیا ہو...... بھگوان کے واسطے جلدی کرو لحہ لحہ بڑا گھمبیر اور بڑا بوجھل ہوتا جا رہا ہے...... ہماری بے قرار آتما کو شانتی سے ہمکنار ہونے دیا جائے...... ہم مر جائیں تو ہمیں ساگر کی موجوں کے حوالے کر دینا...... ہم ساگر کی موجوں کے دھاروں میں شامل ہو کر امر ہو جائیں گے"

راگھوناتھ نے اس کے ہاتھ باندھنے شروع کیے تو اسماعیل اور شنکھر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا!"راگھوناتھ جی! ایسا نہیں ہو سکتا...... یہ بہت بڑی زیادتی ہوگی...... بادشاہ کو علم ہوا تو وہ بہت غضبناک ہوں گے"

"نہیں" وشنو نے کہا!"یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے...... تم مسلمان ہو...... اسے ہماری وصیت سمجھ لو...... مسلمان وصیتوں کو پورا کرنے کے پابند ہوتے ہیں......"

وشنو نے اپنے لمبے لمبے بالوں کو کھول کر اپنے چہرے پر گرا لیا تھا...... اس نے ایک جھٹکے سے اپنے گریبان کو پھاڑ ڈالا"

وہ کہہ رہا تھا!"ہم کانپ رہے ہیں...... فیصلے کی گھڑی کے خوف سے ہم بے جان ہو رہے ہیں...... جلدی سے ہمیں داور محشر کے سامنے لے چلو...... ہم اپنی سزا کا فیصلہ اپنے کانوں سے سننا چاہتے ہیں......"

راگھوناتھ نے اس کو باندھ لیا تھا...... چند لمحوں بعد ایک کشتی روانہ ہوئی جس میں اسماعیل شنکھر، موہن راگھوناتھ اور وشنو سوار تھے...... وشنو

دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا..... ساحل پر کھڑے لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھی..... جب یہ کشتی جہاز کے قریب پہنچی تو سکینہ چند عورتوں کے ساتھ عرشے پر آ کھڑی ہوئی..... اس نے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔

کشتی جب جہاز کے ساتھ لگ گئی تو سکینہ نے کہا!''موہن! شنکر اور اسماعیل تم بھائیوں کو سلام کہنے آئی ہے..... بستی کی کربلا کی لٹی پٹی سکینہ تمہارے لیے اداس ہو گئی تھی..... ہمارے بابا نہیں آئے.....''

موہن نے کہا!''موہن بہن ہم نے بستی کے سارے شہیدوں کے لہو کی ایک ایک بوند کا حساب چکا لیا ہے..... اس وقت اس ملک میں محبت کے جھرنے بہتے دکھائی دیتے ہیں..... نفرتوں، حقارتوں اور قتل و غارت گری کے سارے عفریت موت کے اندھیروں میں ڈوب چکے ہیں.....''

سکینہ نے کہا!''ہم تو رضا اور محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں..... ہم انتقام اور خونریزی کی آگ بھڑکانے نہیں آئے.....''

پھر اس نے وشنو مہاراج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!''یہ کون بزرگ ہے اور تم نے اسے کیوں باندھ رکھا ہے''

کسی دوسرے کے بولنے سے پہلے وشنو نے اپنے دونوں ہاتھ فضاء میں بلند کرتے ہوئے کہا!''ہم بوڑھو قبائل کے بدبخت سردار وشنو ہیں..... تمہاری جنت کو ہمارے بیٹے نے مہاراجہ کرشن کمار کے آدیش سے کربلا بنا دیا تھا..... ہم تمہارے مجرم ہیں..... ہم انسانیت کے بدترین مجرم ہیں۔ سزا چاہتے ہیں۔ ہمیں سزا دی جائیں ہم کسی قسم کی رعایت کے مستحق نہیں ہیں بیٹی..... ہمیں کڑی سے کڑی سزا دی جائے''

سکینہ نے جلدی سے کہا!''اسماعیل بھائی! ہمیں کشتی میں اتارا جائے ہم اس فیصلے پر تاخیر مناسب نہیں سمجھتے''

اسماعیل نے ہاتھ بلند کیے تو وشنو نے کہا!''سب لوگ آنکھیں بند کر لیں بڑی عزت والوں کی بیٹی آ رہی ہے..... سکینہ آ رہی ہے..... کسی نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ہم اس کی آنکھیں نکال دیں گے''

''آپ نے ہمیں بیٹی کہا ہے، تو پھر آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے کو ہمیں سہارا دینے اور ہمارے بدن کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہے''

وشنو نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! آؤ ہمارے بندھے ہوئے ہاتھوں پر ہمارے بازوؤں میں آکاش کو اٹھا لینے کی ہمت ہے۔

سکینہ نے اسماعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!''اسماعیل بھائی تمہیں کیا ہو گیا ہے..... ایک شخص تمہارے سامنے ہمیں بیٹی کہہ کر پکار رہا ہے اور تم اس کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر خاموش کھڑے ہو.....''

اسماعیل نے بے بسی سے کہا!''سکینہ بی بی! ہم سب اس شخص کے سامنے بے بس ہیں..... تم نہیں جانتی یہ خان بابا اور بادشاہ کو کتنا عزیز ہے''

سکینہ نے آہستہ سے جھکنا شروع کیا..... وشنو نے مضبوطی ہاتھوں کے سہارے سکینہ کو کشتی میں اتارا اور پھر دھاڑیں مار کر رونے لگ گیا..... سکینہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں پر بندھی ہوئی گرہوں کو کھول دیا..... سکینہ بھی رو رہی تھی.....

''وشنو کہہ رہا تھا!''بیٹی ہمیں جیون کی نہیں سزا کی ضرورت ہے''

سکینہ نے اس کی ہتھکڑی کی گرہ کھول کر پگڑی کو چوم کر اس کے سر پر باندھتے ہوئے کہا!''بابا! ایک بیٹی تمہارے سر پر پگڑی باندھ رہی ہے

خدا تمہیں بڑی عزت اور بڑی آبرو سے زندہ رکھے گا۔ مہاراج..... تمہارے سینے میں انسان کا دل دھڑکتا ہے"

وشنو نے جہاز کے عملے کو حکم دیتے ہوئے کہا! "جہاز کو آہستہ آہستہ ساحل کی طرف لے چلو ہم اپنی تمام دکھی بہنوں اور بیٹیوں کا شایان شان طریقے سے استقبال کریں گے"

"جب کشتی روانہ ہونے لگی تو وشنو نے اپنے سر سے پگڑی اتار کر اسے پھیلا کر سکینہ کے سر پر سایہ کرتے ہوئے ملاحوں سے کہا!" جلدی جلدی چلاؤ دھوپ کچھ زیادہ سخت لگتی ہے"

سکینہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا! "بابا ہم نے آپ کے سر پر پگڑی باندھی تھی آپ نے اتاری کیوں؟"

وشنو نے کہا! "ایک باپ کی پگڑی اسی لیے ہوتی ہے کہ وہ بیٹی کے سر پر سائے کی طرح تنی رہے"

سکینہ نے پھر اس کی طرف دیکھ کر کہا! "آپ نے فکر و نظر کی مجذوبیت کی ان منزلوں کو طے کرنے کے سلیقے کہاں سے سیکھے ہیں بابا!" س

وشنو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "تمہاری عزت، تمہاری حرمت تمہاری آبرو اور تمہارے ناموس کے مکتب کا فیض نظر ہے..... کوئی بے مانگے اور بے حساب دیتا جا رہا ہے ورنہ ہماری تو کوئی اوقات نہ تھی اجالے بڑے بڑے عقدے حل کرتے جا رہے ہیں..... جہاں جہاں تک نگاہیں کام کرتی ہیں روشنیوں کے جلوے دکھائی دیتے ہیں....."

اتنے میں کشتی کنارے کے قریب پہنچ گئی..... سکینہ نے نقاب اوڑھ لیا۔

وشنو نے کشتی میں کھڑے ہو کر کہا! سب لوگ نظریں جھکا لیں..... حد ادب کو ملحوظ رکھا جائے..... مندر کی داسیوں پجاریوں اور یاتریوں کو پھول لانے، شہنائیاں بجانے اور خوشی کے گیت گانے کا آدیش دیا جاتا ہے۔ شاہ رخ تم بھی نگاہیں جھکا لو، ہماری بیٹی نے ساحل پر قدم رکھنا ہے۔

تمام لوگ دو قطاروں میں باادب کھڑے ہو گئے..... کچھ دیر بعد پیچھے سے جہاز بھی پہنچ گیا۔

وشنو مہاراج نے کہا! "پہلے جہاز میں سوار معزز خواتین کو اتارا جائے....."

جب مندر کی داسیاں پھول لے کر آئیں تو وشنو نے ملاحوں سے کہا! "اب آہستہ آہستہ کشتی کو کنارے کی طرف لے چلو......

جب کشتی کنارے سے ٹکرائی تو وشنو نے ایک نعرہ مستانہ لگایا اور پھر سکینہ کو اپنی باہنوں کے حلقے میں اٹھا کر ساحل پر پہنچا دیا..... شہنائیاں بجنے لگیں..... سندر، سندر، کومل، کومل داسیوں نے پہلے پھول برسانے شروع کر دیئے..... سکینہ وشنو مہاراج کی باہنوں کے سہارے اپنی ساتھی عورتوں اور مندر کی داسیوں کے جھرمٹ میں مندر کے دروازے کیطرف بڑھنے لگی..... اسماعیل، شاہ رخ، شنکر، موہن اور راگھوناتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ مندر کے دروازے کے قریب پہنچ کر سکینہ نے کہا۔ "ہماری وجہ سے مندر والوں کو تکلیف تو نہیں ہو گی"

وشنو سے پہلے ایک پجاری نے کہا! "تمہاری موجودگی ہمارے لیے بڑے شبھ ہو گی..... تم دیوی ہو..... دیوتاؤں کی بیٹی ہو..... دیوتاؤں کی بہن ہو"

مندر کے اندر پہنچ کر سکینہ نے پوچھا! "کلثوم اور کامنی کہاں ہیں!"

اسماعیل نے کہا! ''یہاں اس کھاڑی کے دوسرے ساحل پر شیو دیوتا کا مندر ہے وہ اس مندر میں ٹھہری ہوئی ہیں...... ان کے ساتھ راجہ پریم چند کی رانی چندا بھی ہے''

سکینہ نے کہا! ''پھر ہم وہیں رہیں گے''

وشنو نے کہا! ''تم ٹھیک کہتی ہو بیٹی...... تم اپنی بہنوں کے ساتھ رہوگی...... اگر تم کچھ تاخیر سے پہنچتی تو ہم کلثوم، کامنی اور چندا کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوگئے ہوتے......''

سکینہ نے خوشی سے کہا! ''ہم سب خان بابا اور حاکم بابا کے پاس جانے والے ہیں یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے''

وشنو نے کہا! ''شام تک یہاں پر آرام کرو...... رات شیو دیوتا کے مندر گزار کو صبح سویرے روانہ ہو جائیں گے''

موہن نے کہا! ''سکینہ بہن! تم نے جہاز کو دور کیوں لنگر انداز کروایا تھا...... ہم سے کوئی ناراضگی تھی''

''نہیں'' سکینہ نے کہا! ''بھائیوں سے کون ناراض ہوسکتا ہے...... ہم کچھ خوف زدہ تھے...... نجانے ہمارے بابا ہمارے چچا تم اور شاہ رخ جی کیا محسوس کریں گے...... بس اس سوچ کی وجہ سے ہم دور رک گئے تھے...... ہماری خواہش تھی ہمارے بابا ہمیں لینے آتے...... خدا نے ہماری دعا کو سن لیا اور پھر ہمارے بابا ہمیں لینے کے لیے آگئے......''

یہ کہہ کر سکینہ نے وشنو مہاراج کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! ''آپ کے ہاتھوں کے لمس میں ہم بابا کی خوشبو محسوس کرتے ہیں...... تم ہمارے بابا ہو......''

وشنو مہاراج نے جھک کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا! ''تم ہماری بیٹی ہو...... بڑی عزت بڑی غیرت، بڑی شان اور بڑی عظمت والی بیٹی ہو...... سکینہ کے ساتھ آنے والے بستی کی دوسری عورتوں کو مندر کے مہمان خانے میں ٹھہرا دیا گیا''

راگھوناتھ نے وشنو مہاراج کو چھیڑتے ہوئے کہا! ''اب کیا کرو گے...... بادشاہ کو کیا جواب دو گے...... ہمیں دیوتا مان لو مہاراج...... ہم نے کہا تھا...... تم آج نہیں جاسکتے''

وشنو نے ہنستے ہوئے کہا! ''بھگوان کی قسم ہمیں یہاں ایک پل بھی نیند نہیں آئے گی...... بادشاہ مہاراج کی پریشانی ہمیں پریشان رکھے گی...... اب ہم مجبور ہیں......''

سکینہ نے پوچھا! ''کیا بات ہے؟''

وشنو مہاراج نے کہا! ''بیٹی ہم نے بادشاہ کو وچن دیا تھا کہ ہم شام تک اپنی بیٹیوں کو لے کر پڑاؤ میں پہنچ جائیں گے...... اب نہیں پہنچیں گے تو لازمی ہے وہ پریشان ہوں گے''

سکینہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ''یہ بات ہے تو ہم راگھوناتھ چاچا کو دیوتا نہیں بننے دیں گے...... ہم ابھی اور اسی وقت چلنے کو تیار ہیں......''

ایک زبردست قہقہہ پڑا......

راگھوناتھ نے کہا! ''تم نے اچھا نہیں کیا بیٹی...... کم از کم آج کا دن اور آج کی رات تو ہمیں وشنو کا دیوتا بننے دیا ہوتا......''

وشنو نے اسماعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''ہم کشتیوں کو تیار کرواتے ہیں...... تم سکینہ کی ساتھی خواتین سے پوچھ لو...... اگر وہ بھی ساتھ چلنا چاہیں تو بڑی خوشی ہوگی...... بہتر ہے وہ ایک روز یہاں پر قیام کریں...... ہم کل ہی ان کے لیے سواریوں کو بھیج دیں گے...... ہمارے پاس پانچ ہاتھی ہیں''

اسماعیل نے کہا! ''ٹھیک ہے...... ہم بات کرتے ہیں...... اگر انہوں نے یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا تو پھر پالکیوں کا بندوبست کرنا پڑے گا......''

موہن نے کہا! ''تم فکر نہیں کرو مہاراج!...... ہم ان کو یہاں قیام کرنے پر راضی کرلیں گے...... سکینہ بہن جانتی ہے ان میں ہماری ماتا جی بھی ہیں۔ وہ ہماری بات نہیں ٹالا کرتی......''

وشنو نے خوش ہوکر کہا! ''کل شام سے پہلے یہاں دس پندرہ ہاتھی پہنچ جائیں گے امید ہے دوسری رات کو یہ سب بیبیاں اپنی سردارزادی کے خیمے میں ہوں گی......''

دن ڈھلے وشنو کا قافلہ کلثوم، کامنی، چندارانی اور سکینہ کو لے کر روانہ ہوگیا...... اسماعیل موہن اور شیکھر ان کے ساتھ تھے...... دونوں مندروں کے پجاری، یاتری اور دیوداسیاں ان کے ساتھ گئے۔

کلثوم نے جنگل کے قریب پہنچ کر عماری کا پردہ اٹھاتے ہوئے کہا! ''ہم تم سب بہن بھائیوں اور بزرگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں...... ہم تم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہوکر نہیں جارہے...... ہم کچھ روز بعد پھر آئیں گے...... تمہاری محبتوں کو ہم یاد رکھیں گے''

مہاماتر کے ہاتھ میں سفید رنگ کا بڑا سا پرچم تھا اور وہ پاپیادہ چلا جارہا تھا۔

اسماعیل نے کہا! ''مہاماتر جی! جنگل کا سفر ہے...... نوکیلی چٹانوں کانٹوں اور سنگ ریزوں سے وادیاں بھری ہوئی ہیں...... تم گھوڑے پر سوار ہوجاؤ......''

مہاماتر نے اپنی دھن میں آگے بڑھتے ہوئے کہا! ''ہماری فکر کوئی نہیں کرے ہم اپنی خوشی سے پیدل چلنا چاہتے ہیں......''

سکینہ جس ہاتھی پر سوار تھی اس کے عماری کے سامنے سیاہ علم لہراتا...... طبل شہنائیاں اور نقارے بجتے جارہے تھے...... وشنو بڑی شان سے گھوڑے کی پشت پر بیٹھا ہوا تھا...... اس کے ایک ہاتھ میں گھوڑے کی راسیں اور دوسرے ہاتھ میں پیلے رنگ کا پرچم تھا...... بائیں پہلو میں لمبی سی تلوار لٹک رہی تھی...... پیٹھ پر ترکش اور کمان لٹک رہی تھی...... ہواؤں کے جھونکے ان شہسواروں کے بانکپن کو دیکھ کر حیرت زدہ ہورہے تھے...... پچاس ساٹھ سوار ہاتھیوں کے دائیں بائیں اور پیچھے نیزوں کو سنبھالے ہوشیار چل رہے تھے...... یہ چھوٹا سا قافلہ جنگل کے اندر اس ندی کے کنارے پہنچ گیا...... جو پڑاؤ کے قریب واقع تھی''

وشنو نے یہاں گھوڑے کو روکتے ہوئے کہا! ''اس ندی کا پانی بہت میٹھا اور ٹھنڈا ہے اگر ہماری کسی بیٹی کو پیاس لگی ہے تو یہاں ہم کچھ دیر ٹھہر سکتے ہیں...... ہم اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں...... تم کو نقاروں اور نعروں کا شور سنائی دے رہا ہوگا''

سکینہ نے کہا! ''ٹھیک ہے بابا! تم چاہتے ہو تم یہاں چند گھڑیاں ٹھہر جاتے ہیں۔''

وشنو نے اسماعیل کو کہا! ''تم یہاں ٹھہرو، ہم بادشاہ کو اطلاع دینے جاتے ہیں...... سکینہ کی وجہ سے صورتحال بہت زیادہ مختلف ہو چکی ہے...... نجانے بادشاہ نے سکینہ بیٹی کا کس طرح خیر مقدم کرنا ہے...... ہم سوچتے ہیں اگر اچانک سکینہ کو پڑاؤ میں پہنچا دیا گیا تو بہت سارے لوگوں میں اس صورتحال کے مقابلے کی تاب نہیں ہوگی کسی کی جان بھی جا سکتی ہے...... سکینہ کا یہ ماتمی علم دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا علم ہے...... اس علم کی لہرائیں کرب و بلا کی دشت تک پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔''

اسماعیل نے غمناک آنکھوں سے وشنو کی طرف دیکھ کر کہا! ''وشنو مہاراج! تم کربلا کے مظلوموں کی غمناک تاریخ سے آگاہ ہو......؟

وشنو نے کہا! ''جب کسی کے دل میں انسانیت کے دکھوں اور دردوں کی روشنی پھوٹتی ہے تو اس کے فکر و خیال میں سب سے پہلے مظلوم کربلا اور عظمت و عشرت کا احساس خود بخود پیدا ہو جاتا ہے...... حسینؑ دیوتا درد کے ہر سنسار کا راج کمار ہے......''

وشنو نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور پھر وہ چٹانوں اور گھنے درختوں کے پیچھے چھپ گیا...... شام ہونے والی تھی...... درختوں اور پربتوں کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے...... گھنے اور تاریک جنگل اور اونچے اونچے سبز پوش پہاڑوں کے گہرے سایوں کی وجہ سے شام بہت جلد اندھیروں میں ڈوب گئی تھی...... مسلمان سپاہیوں نے ندی سے وضو کرنے کے بعد مغرب کی نماز کا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا تھا...... سکینہ اور کلثوم بھی ندی کنارے سبزے پر عبادت خداوندی میں مشغول تھیں...... سادھنا چندارانی اور کامنی بڑے انہماک سے ان کی طرف دیکھ رہی تھیں...... ہندو سپاہیوں نے مشعلیں جلانی شروع کر دی تھی...... کچھ سپاہی، موہن، شنکر اور مہاماتر کے پاس کھڑے تھے...... دور ندی کی جانب سے وقفے وقفے سے کسی درندے کے دھاڑنے کی آواز سنائی دیتی تو گھوڑے بڑی تیزی سے کنوتیاں ہلانے لگ جاتے...... درندوں کے جواب میں ہاتھی چنگھاڑنے لگتے تھے......''

نماز پڑھی گئی تو اسماعیل نے قریب آ کر کہا! ''سکینہ بہن! یہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے...... ارد گرد بڑی خوفناک گھاٹیاں ہیں جن میں سینکڑوں درندے رہتے ہیں......''

چاروں اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر سیڑھیوں کی مدد سے ہاتھیوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی عماریوں میں بیٹھ گئیں...... سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں پکڑ رکھی تھی...... پھر اچانک نعروں نقاروں اور شہنائیوں کی آوازوں کا شور سنائی دینے لگا''

اسماعیل نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! لگتا ہے بادشاہ کی سواری آ رہی ہے......''

ندی کے کنارے کنارے گھنے جنگلوں کو کاٹ کر ایک شاہراہ بنائی گئی تھی جو کسی سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی بادشاہ کے لشکر کے پڑاؤ تک جا پہنچتی تھی...... کچھ دیر بعد سینکڑوں سواروں کا بہت بڑا جلوس چٹانوں کی اوٹ سے نمودار ہوا...... سینکڑوں مشعلوں کی روشنیوں نے اندھیروں کو اجالوں میں بدل رکھا تھا...... آگے آگے سید حیدر امام اور سید سیف الدین تھے...... ان کے ہاتھوں میں قاعدے کے مطابق لشکر کے پرچم تھے...... ان کے پیچھے بنگال کے بادشاہ علی قلی خان اور ان کے پیچھے پیچھے دوسرے تمام بڑے بڑے سردار تھے...... سیتا کماری، اعظم خان، عادل خان اور اودھم خان بھی آئے ہوئے تھے...... خوفناک ڈراونی اور پرخطر گھاٹیوں کے دل دہل رہے تھے...... گھوڑوں کی ہنہناہٹوں سے سنگلاخ چٹانوں پر لرزہ طاری

ہو جاتا تھا..... مہابتوں نے آہستہ آہستہ ہاتھیوں کو آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا..... وشنو مہاراج ہاتھ میں پیلے رنگ کا پرچم اٹھائے ہوئے بڑے جوش وخروش سے نعرے لگا رہے تھے..... سکینہ کے ہاتھی کی عماری کے سامنے سیاہ رنگ کا علم آویزاں تھا..... اور وہ ہوا کے جھونکوں سے لہرا رہا تھا..... مہاماتر اسماعیل شیکھر، موہن اور دوسرے سپاہیوں نے گھوڑوں سے اتر کر قاعدے کے مطابق استقبالی نعرے بلند کیے..... بادشاہ کی نظریں سیاہ لہراتے ہوئے سوگوار علم پر مرکوز تھیں"

"اس نے اپنے سر سے دستار اتارتے ہوئے کہا! "ہم عرش سے نازک تر مقام ادب کے سامنے سر جھکاتے ہیں..... اس ماتمی علم کی تار تار سے کربلا کے شہیدوں کی یادیں وابستہ ہیں..... ہم شہیدوں کے سلطان کی بارگاہ میں سر جھکاتے ہیں"

پھر اس نے سید حیدر امام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "لگتا ہے ابھی تمہارے غیور پیکر حریت بابا کی گردن پر دست قاتل کی ناپاک جسارت جاری ہے..... حسینؑ کا سفر جاری ہے..... خون کی بوندیں کربلا کی گرم ریت پر آج بھی برس رہی ہیں..... ابھی تک ھل من ناصر؟ کی صدائے استغاثہ بلند ہو رہی ہے..... یاس کے گہرے سمندروں میں ڈوبے ہوئے اس علم کی اداس لہر میں بڑی سوگوار دکھائی دیتی ہیں..... حیرتوں اور غموں میں ڈوبے ہوئے اس علم کی تار تار میں کربلا کے شہیدوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا کرب موجود ہے..... ہم سید شہداء کی بارگاہ عالی میں سرخم کرتے ہیں..... تم گواہ رہنا....."

لوگوں کی دبی دبی سسکیاں ابھرنے لگیں.....

"سکینہ بی بی! اپنے دکھی اور غم زدہ بابا کا سلام قبول کرو..... تم حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ کی کنیز ہو تم نے بھی حسینؑ کی بیٹی کی طرح ایک ہولناک کربلا کی مصیبت دیکھی ہے..... تم نے اپنی آنکھوں سے اس دور کے یزید کی درندگی اور بربریت کو دیکھا ہے..... تم نے بستی کے بے گناہوں کے سینکڑوں لاشے خاک وخون میں تڑپتے دیکھے ہیں..... تم نے بستی کی آبرو کو زغہ شمر میں لہولہان ہوتے دیکھا ہے..... دنیا کی وسعتوں میں ان گنت یزید اور لاتعداد شمر موجود ہیں..... حق و باطل کے درمیان جنگ جاری ہے..... ہم نے بستی کے شہیدوں کے لہو کی بوندوں کا حساب چکا لیا ہے..... ہم نے وقت کے یزید کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کر رکھا ہے..... ہم اس سیاہ ماتمی علم کی قسم کھاتے ہیں جب تک زندہ رہیں گے ظلم و بربریت کے خلاف جہاد جاری رکھیں گے"

سکینہ نے سسکتے ہوئے کہا! "ہم اپنے حاکم بابا..... اپنے خان چاچا اور دوسرے تمام ذی شان اور ذی وقار روں کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں..... حاکم بابا، ہم جنگ وجدال اور قتل وغارت گری کی نفرتوں کی آگ بھڑکانے نہیں آئے..... ہم تو ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کی نیت سے آئے ہیں..... بابا..... اسوۂ شبیری تو رضا محبت اور سلامتی کی راہ ہے"

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! بیٹی!..... ہم اسوۂ شبیری کی آفاقی اور ملکوتی حرمتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں..... اس وقت اس لشکر میں ہزاروں آسامی باشندے موجود ہیں اور وہ اس حقیقت کے چشم دید گواہ ہیں کہ ہم نے طاقت کے استعمال کے وقت کبھی بھی اسوۂ شبیری کی حکمتوں کو فراموش نہیں کیا..... اگر ہم نے ظلم کا جواب ظلم سے دیا ہوتا تو آج آسام کے یہ ہزاروں حریت پسند جیالے جوان ہمارے لشکر میں موجود نہیں ہوتے"

سید حیدر امام نے کہا! ''ہم کربلا کے شہیدوں کے علم کے وارث ہیں...... ہم فرعونوں نمرودوں اور یزیدوں کے پیروکار نہیں ہیں...... محبت امن، غیرت مندی کے علمبردار ہیں...... قدم قدم اپنے خدا سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگنے والے لوگ ہیں...... ہم اجالوں اور روشنیوں کے پیغام بر ہیں...... ہم لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بہو بیٹیوں کی دعاؤں کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی چھاؤں تلے اپنی زندگیوں کی مسافتیں طے کرنے والے ہیں...... یہ علم اتار کر ہمارے حوالے کر دیا جائے...... ہم اس کی علمبرداری کے زیادہ مستحق ہیں......''

بادشاہ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے کہا! ''ہماری بیٹیوں کو بڑے آرام سے پڑاؤ کی جانب لے جایا جائے''

وشنو نے کہا! ''تلواریں بے نیام کر کے غیرت والی بیٹیوں کے دائیں بائیں اور پیچھے پیچھے چلو......''

بنگال کا بادشاہ علی قلی خان، نقاب پوش، آسامی سردار راجندر، سید حیدر امام اور سید سیف الدین اپنے محافظ دستے کے ساتھ آگے بڑھ گئے تھے...... راما راؤ کھنڈے راؤ، سبھاش، نادر خان، فیروز خان، عادل خان اور وشنو مہاراج سینکڑوں سپاہیوں مشعل برداروں اور نقارچیوں کے سائے کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑاؤ کی طرف بڑھ رہے تھے...... رات کا پہلا پہر تھا...... پڑاؤ میں جشن کی رات تھی...... ہر طرف شہنائیاں بج رہی تھیں...... پونم اور سیتا کماری شاہی خیمے کے سامنے کھڑی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں پھولوں کے گجرے تھے...... جب کلثوم، کامنی، چندا رانی، سادھنا اور سکینہ کو ہاتھیوں سے اتارا جا رہا تھا اس وقت نادر خان، فیروز خان کھنڈے راؤ، راما راؤ، راجہ پریم چند اور اسماعیل ایک قطار میں کھڑے تھے...... وشنو ایک چٹان پر مشعل ہاتھ میں لیے بڑے جوش اور جذبے سے کہہ رہا تھا...... ''کسی کو نظر اٹھانے کی اجازت نہیں ہے......'' سکینہ نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا وہ نادر خان کے قدموں کی جانب جھکی اور پھر کٹی ہوئی شاخ کی طرح گر پڑی...... بابا...... ایک چیخ بلند ہوئی......

نادر خان نے بیٹی کو اپنے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا! ''سکینہ! تم ایک سپاہی کی بیٹی ہو...... ایک سپاہی کی بہن اور فیروز خان کی بھتیجی ہو...... ہم تمہیں عزم و ہمت کی بلندیوں پر دیکھنا چاہتے ہیں''

سکینہ سنبھل کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر اپنے بابا کے کشادہ سینے پر سر رکھ کر بولی! ''بابا ہم بزدل نہیں ہیں...... ہم سپاہیوں کے وقار کو قائم رکھیں گے......'' پھر وہ فیروز خان کے سینے سے لگ گئی۔

فیروز خان نے اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے کہا! ''بیٹی! یہ سب تمہارے بزرگ اور بھائی ہیں...... ان کو سلام کرو......''

سکینہ نے باری باری تمام سرداروں کے سامنے سر جھکایا۔

راما راؤ نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ''بیٹی ہم تمہارے پتا جی ہیں......''

سکینہ نے راما راؤ کے سینے کو چومتے ہوئے کہا! ''سادھنا کے بھائی اور باپ کو ہم غیر نہیں سمجھ سکتے......''

سکینہ کے پیچھے پیچھے سادھنا کلثوم، کامنی اور چندا نے ایک ایک سردار کے سامنے گردنیں جھکائیں۔

چندا نے گھونگھٹ کھینچ کر راجہ پریم چند کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم اپنے پتی دیو مہاراج کو نمسکار کہتے ہیں''

راجہ پریم چند نے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''ہم اپنی دھرم پتنی کو خوش آمدید کہتے ہیں......''

جب یہ چاروں شاہی خیمے کی طرف بڑھیں تو خیمے کے دروازے پر پونم اور سیتا کماری نے پھولوں کے گجروں سے ان کا خیر مقدم کیا......

کلثوم، کامنی اور چندا رانی تینوں پونم کے گلے لگ کر رونے لگیں۔

پونم نے ان کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا!''ہم ٹھیک ہیں......ہم نے بڑی جرات مندی سے غم کے دریاؤں اور جور وستم کی ہلاکت خیز طغیانیوں کا مقابلہ کیا ہے......رونا نہیں......بادشاہ مہاراج کو تکلیف ہوگی''

پھر اسے سیتا کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!''یہ دھامنی کے سردار منگل سنگھ کو چھوٹی بیٹی سیتا کماری ہے......سیرت اور کردار کی اٹوٹ چٹان ہے''

سیتا کماری نے جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''ہم اپنے پتا بادشاہ جی کی تمام تہتی سندر کول اور بہادر بیٹیوں کو نمسکار کہتے ہیں''

سب نے باری باری اسے گلے لگایا......اس اثناء میں بادشاہ علی قلی خان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا......باری باری کلثوم، کامنی، چندا، سادھنا، اور سکینہ نے اپنے طریقوں سے بادشاہ کو سلام پیش کیے''

بادشاہ نے تمام کے سروں پر ہاتھ پھیرا اور پھر کہا!''آج کی رات کامنی کے سوا سب ہماری مہمان ہوں گی''

کامنی نے چونک کر بادشاہ کی طرف دیکھا تو بادشاہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!''کامنی بیٹی! تم نادر خان کی بیٹی ہو......آج خان زادی زندہ ہوتی تو ہمیں اپنے مدعا کے اظہار کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی......''

کامنی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا دیا......

علی قلی خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!''کامنی بیٹی تم ہماری بیٹی ہو......کسی مناسب وقت پر ہم تمہیں لینے آئیں گے''

ایک طرف کھڑے ہوئے عادل خان کی آنکھوں میں امنگوں ارمانوں اور چاہتوں کے ستارے جگمگانے لگے تھے......

کلثوم نے کہا!''ابھی کچھ دیر کامنی، پونم اور سیتا بہن ہمارے ساتھ رہیں گی، پھر ہم خود ان کو خان بابا کے خیمے میں چھوڑنے جائیں گے۔''

ساری سہیلیوں نے پونم کو گلے لگا کر چوما......پونم نے روتے روتے ان کو اپنی دکھ بھری داستان سنائی......رات جب آدھی کے لگ بھگ بیت گئی تو نادر خان کامنی کو لینے آ گیا......بادشاہ نے کامنی کے گلے میں قیمتی موتیوں کا ہار ڈالا اور سے کئی خادماؤں کے ساتھ رخصت کیا......کلثوم بادشاہ کی رہائش گاہ میں قدم بوسی کے لیے داخل ہوئی''

بادشاہ نے بڑی محبت اور شفقت سے کہا!''کلثوم بیٹی! ہم نے کامنی کو اپنی بہو بنانے کا فیصلہ کیا ہوا ہے، عادل خان کی والدہ زندہ ہوتی یا نادر خان کی بیوی، خان زادی دنیا میں موجود ہوتی تو ہمیں ان الجھنوں سے دوچار نہیں ہونا پڑتا، اب نادر خان کے گھر کے معاملات نمٹانا تمہاری ذمہ داری ہے......''

رات کھانے کے بعد بادشاہ کے خیمے میں بڑے پاکیزہ اہتمام کے ساتھ ذکر وفکر محمدؐ کی پاکیزہ محفل سجائی جاتی تھی۔کلثوم کو اس کا علم ہوا تو کلثوم نے ایک دربان کو بلا کر کہا! بادشاہ کے سامنے ہماری خواہش کا اظہار کیا جائے کہ ہم بھی اس بابرکت ملکوتی محفل میں شریک ہو کر ذکر محمدؐ سے اپنے فکر ونظر کو منور کرنے کے آرزومند ہیں۔''

بادشاہ نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی ہیں...... ان کے پردے کا انتظام کیا گیا...... کلثوم، چندرانی، سیتا کماری، پونم اور سادھنا لمبی لمبی چادریں اوڑھے سکینہ کے پیچھے پیچھے خیمہ میں داخل ہوئیں انہوں نے باری باری بادشاہ کے ہاتھوں کو چوما اور پردے کے پیچھے بیٹھ گئیں...... ایک عالم دین حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈال رہا تھا''

کلثوم نے پردے کے پیچھے سے کہا! ہمارے حضور ﷺ مقصود کائنات ہیں...... ان کی ذات تخلیق کے حسن کا انتہائی شاندار شاہکار ہے...... سید حیدر امام تاجدار حرم کی اولاد ہیں...... ہم سید صاحب سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتائیں کہ حضور ﷺ کا رنگ جمال کیا تھا......؟

ایک عالم نے کہا! ''بیٹی تم نے بڑا عجیب سا سوال پوچھا ہے...... وہ حسن یوسف علیہ السلام تھے...... وہ دم عیسیٰ علیہ السلام تھے...... وہ ید بیضا تھے...... وہ دعائے خلیل تھے...... وہ حسن کا ایک بحر بیکراں تھے......''

کلثوم نے کہا! ''ہم مسلم ہیں شاید اسی لیے ہمارے فکر ونظر کی واجدانیت ہمیں مثل سیماب مضطرب رکھتی ہے...... آج شام کو جب شہید کربلا کے تذکرے ہو رہے تھے تو ہماری روح بے قرار مدینے سے کربلا تک پھیلے ہوئے ان راہگزار میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ جن کے ذرے ذرے کو اس پیکر حریت نے یادگاروں میں بدل دیا تھا...... تشنگی کی تسکین کے لیے ہم سید حیدر امام سے ایک سوال کا جواب پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں...... سید صاحب آل نبیؐ اولاد علیؓ ہیں وہ بتائیں کہ وہ کیسے تھے جن کے حسن کی ادنیٰ تجلی سے مہ ومہر روشن ہیں......''

سید حیدر امام نے کہا! ''کلثوم بہن! ہمیں انسانیت عالی پر بڑا فخر ہے کہ ہم حضور کائنات کی اولاد ہیں...... یہ بہت بڑی عزت ہے ہم اس نسبت کے اعتبار سے بڑے معزز ہیں...... مگر بہن خدا تو نہیں ہیں...... حضور کائنات محمد ﷺ کی شان اور آپؐ کے حسن وجمال کے رنگوں کے حسن کو خدا کے سوا کون بیان کر سکتا ہے...... ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

فکر ونظر کی مجذوبیت میں ایسا وجد انگیز طوفان اٹھا جس نے ہر کسی کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا...... بے خودی کا عالم طاری تھا...... ہر کوئی دم بخود تھا...... بادشاہ کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں ٹوٹ کر اس کے دامن کو تر کر رہی تھیں...... وہ بار بار اس شعر کو دہرا رہا تھا...... کلثوم کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں......

''وہ پردے سے نکل آئی اور سید حیدر امام کے ہاتھ چوم کر کہنے لگی! ''ہم بہت خوش قسمت ہیں...... ہم نے ایسی پاکیزہ زندگی کی تمنا کی تھی...... کلثوم کی بے خودی بڑھتی جا رہی تھی......''

بادشاہ نے چندرانی اور سیتا کماری کو اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''بہن کو احترام سے لے جاؤ''

پھر بادشاہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''ہماری بیٹی فکر ونظر اور عرفان وآگہی کے میدان میں ہم سب سے بہت آگے ہیں...... نادر خان بہت خوش نصیب ہے جس کی یہ بہو بننے والی ہے......''

☆

جہاں گھنا اور دشوار گزار کوہستانی جنگل ختم ہوتا تھا وہاں سے آگے شیو دیوتا کے مندر اور کھاڑی کے ساحل تک تقریباً دو کوس کے علاقے میں پھولوں کے خودرو پودے اور پھل دار درخت تھے اس میدانی علاقے میں کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جن پر سبزے کی چادر بچھی ہوئی تھی......ان درختوں پر رنگ برنگ پرندے چہچہاتے رہتے تھے...... بادشاہ علی قلی خان کے لشکر کے سینکڑوں علم اور ہزاروں بڑے بڑے پھریرے ہواؤں کے دوش پر لہراتے ہوئے بڑے دلکش اور خوشنما لگ رہے تھے۔

بادشاہ نے جنگل کے کنارے کنارے پڑاؤ کے لیے خیموں کو نصب کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا! ''تمام جانوروں کے باڑے تیار کیے جائیں......اس خوبصورت اور گل پوش میدان کے حسن اور رنگینی کا پورا پورا خیال رکھا جائے......''

سامنے مندر کی طرف سے راگھوناتھ شاہ رخ، اسماعیل موہن، شنکھر اور مندر کے مہا پجاری استقبال کے لیے آرہے تھے......ضروری احکامات جاری کرنے کے بعد بادشاہ نے اپنے گھوڑے کا رخ آنے والوں کی طرف موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی......اس کے شملے کے ساتھ جڑا ہوا سنہری تاج سورج کی تیز شعاؤں سے چمک رہا تھا......سپاہیانہ لباس میں وہ بہت پھب رہا تھا......اس کے پیچھے پیچھے وشنو مہاراج سید سیف الدین اور پریم چند گھوڑے دوڑاتے ہوئے آرہے تھے......مندر کی فصیل پر ہزاروں لوگ کھڑے خوشیوں کے نعرے لگا رہے تھے......طبل اور نقارے بج رہے تھے......مندر کی فصیل کے باہر سینکڑوں مسلح سپاہی اپنے بادشاہ کے خیر مقدم کے لیے صف در صف کھڑے تھے ان کے چہروں پر تبسم کے جلوے تھے۔آنکھوں میں عزائم کی چمک تھی۔سانسوں کے زیر و بم میں جذبوں کا ارتعاش تھا اور دھڑکنوں میں اضطراب تھا......ہر نظر بادشاہ کے چہرے پر مرکوز تھی......مندر کے مکینوں نے ابھی تک بادشاہ کو نہیں دیکھا تھا......سپاہیوں نے ہندو یاتریوں پنڈوں پجاریوں واسیوں اور مقامی لوگوں کو بڑی مشکل سے روکا ہوا تھا......قاعدے کے مطابق راگھوناتھ، شاہ رخ، اسماعیل، موہن اور شنکھر نے اپنے اپنے گھوڑوں سے اتر کر بادشاہ کے دامن کو باری باری چوما اور پھر نعرے لگانے لگے...... بادشاہ نے ان سب کو دعائیں دیں اور پھر اپنے گھوڑے کو آگے کی طرف بڑھا دیا۔چھوٹی چھوٹی ہندو لڑکیاں اور کومل دیوداسیاں ہاتھوں میں پھولوں کی ٹوکریاں اور گجرے لیے کھڑی تھیں ان کے قریب پہنچ کر وہ گھوڑے سے اترا اور پھر مسکراتا ہوا پیادہ آگے بڑھنے لگا......اس کے پیچھے پیچھے آنے والے سردار بھی اپنی اپنی سواریوں کو چھوڑ کر پاپیادہ ہو چکے تھے......مسرتوں کے دریاؤں کی موج موج میں ترنم تھا......جذبے بے قابو ہو رہے تھے......خوشیوں کے پھول کھلے ہوئے تھے......کلیوں کے حسن میں معصومیت کا بانکپن تھا......بادشاہ علی قلی خان کے چہرے پر بھی طمانیت کے رنگوں کی پھوار برس رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں محبت اور اپنائیت کا سوز تھا وہ بڑے وقار سے لوگوں کے ہجوم کی طرف بڑھ رہا تھا چھوٹی چھوٹی ہندو لڑکیاں ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں۔ان کے پیچھے مندر کی دیوداسیاں خوشیوں کے گیت گا رہی تھی۔ان کے ماتھوں پر رنگ برنگی بندیاں چمک رہی تھیں......بادشاہ نے ان کے قریب جا کر سب کو سلام کیا۔

حاکم نے سب سے کم سن بچی کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ''بیٹی ہم تمہیں کیسے لگتے ہیں......''

ہجوم پر سناٹا چھا گیا تھا۔

بچی نے بادشاہ علی قلی خان کے سینے پر زرہ کی لڑیوں پر بے تکلفی اور بے خوفی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''تم ہمیں دیوتا لگتے ہو..... لگتا ہے ہم اس وقت محبت کے ساگر کی موجوں پر تیرتے جا رہے ہیں..... آپ کا سینہ محبت کا ساگر لگتا ہے''

حاکم نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے مسکرا کر کہا! ''یہ ساری باتیں تمہیں کس نے پڑھائی ہیں''

''نہیں جی'' بچی نے حاکم کے تاج کو چومتے ہوئے کہا! ''کوئی ہمارے من میں چھپا ہوا بول رہا ہے''

پھر حاکم نے داسیوں اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''تم خاموش کیوں ہو گئے ہو اپنی خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار جاری رکھو..... ہم تمہارے اپنے ہیں..... ہجوم میں ہلچل سی پیدا ہوئی اور پھر پھولوں کی رنگ برنگی پتیوں کی برسات ہونے لگی''

وشنو نے کہنا شروع کیا! ''آ سامیو! تمہارا نجات دہندہ! تمہارا دیوتا تمہارا آن داتا تمہاری غیرتوں اور تمہارے ناموس کا رکھوالا تمہارے سامنے کھڑا ہے..... یہ محبت کا ساگر ہے..... یہ ہمت کا آکاش ہے تمہیں اپنے جذبوں کے اظہار کی مکمل آزادی ہے.....''

حاکم نے وشنو کی طرف دیکھتے ہوئے محبت سے کہا! وشنو بھائی! ہم نے تمہیں بار بار منع کیا ہے ہم اپنے خدا کے بڑے عاجز اور بڑے گنہگار بندے ہیں تم ہمیں آکاش کہتے ہو مگر ہم خاک کے ذرے سے بھی حقیر اور کم تر ہیں ہم تو کچھ بھی نہیں..... جو کچھ دیکھ رہے ہیں یہ تو خدائے ذوالجلال کا کرم ہے.....

پھر اس نے عورتوں بچوں اور داسیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!

''تم لوگوں نے سن لیا ہوگا کہ ہندو کا راجہ ایک لشکر کے ساتھ تمہاری خوشیوں کو پامال کرنے آ رہا ہے۔ ہم ظلم اور بربریت کے اس امنڈتے ہوئے طوفان بلاخیز کا منہ موڑنے کے لیے نہیں بلکہ اس فتنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا عزم لے کر آئے ہیں..... تم سب بے فکر رہو جب تم تمہارے یہ بھائی تمہارے یہ محافظ تمہارے یہ سپاہی زندہ ہیں تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کسی کو جرات نہیں ہوگی..... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اب تم اپنے گھروں اور مندروں کو لوٹ جاؤ..... ہم اس خوبصورت خطے کو جنگ کی غارت گریوں اور نحوستوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں..... ہم یہاں سے بہت دور آنے والے دشمن کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں..... بہر صورت جنگ جنگ ہوتی ہے کبھی کبھی اس کی ہولناکیوں اور ہلاکت خیزیوں کی آگ کے شعلے دور دور تک پھیلتے چلے جاتے ہیں کچھ بھی ہو جنگ کے شعلوں کو ان معصوم پھولوں ان کومل کلیوں ان ہنستے مسکراتے چہروں تک نہیں پہنچنے دیں گے..... تم ہمارے لیے دعائیں کرتے رہنا''

ایک پجاری نے آگے بڑھ کر بادشاہ علی قلی خان کے قدموں پر پھول نچھاور کرتے ہوئے کہا! ''ایک بار مندر میں قدم رکھ کر لوٹ آنا..... ہمارے دلوں کو قرار آ جائے گا..... ہماری جنم جنم کی پیاسی آتماؤں کی پیاس بجھ جائے گی.....''

پھر ایک دیوداسی نے حاکم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''دیوتا کے درشن کے لیے نجانے کب سے مندر کی فضائیں ترس رہی ہیں..... کرپا کیجیے''

بادشاہ علی قلی خان نے دیوداسی کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور پھر محبت بھرا ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے ہوئے کہا! ''تم کہتی ہو تو ہم گھڑی دو گھڑی

کے لیے چلے آتے ہیں...... مگر بیٹی! ہمیں بار بار دیوتا نہیں کہو یہ مناسب نہیں ہے...... ہم تمہارے دیوتا نہیں ہیں تم ہمیں اپنا باپ کہہ سکتی ہو...... ہم تمہارے باپ ہیں دیوتا نہیں ہیں......

دیوداسی نے حاکم کے بیٹے کو چوم کر کہا!'' پتا مہاراج بھی دیوتا سمان ہوتا ہے......''

بادشاہ علی قلی خان دوپہر تک مندر میں رہا اس نے مندر کی بلند و بالا مضبوط فصیل کا معائنہ کیا...... سادھوؤں اور پجاریوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا''

بادشاہ علی قلی خان نے خوش ہو کر کہا!

''ہم خوش ہوئے ہیں...... یہ جان کر ہمارے حوصلے بہت بلند ہوئے ہیں کہ تم سب اندھیروں سے متنفر ہو اور روشنیوں کے متلاشی ہو...... ہم طبقاتی تقسیم کے قائل نہیں ہیں ہماری نظروں میں سب انسان برابر کے احترام اور سلوک کے مستحق ہیں...... ہم حقوق کی سربلندی کے لیے آئے ہیں...... ہم مذہب طاقت اور حکومت کے نام پر کسی کو کسی غریب کسی کمزور یا کسی بے بس کے حقوق کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دیں گے...... ہم اس ملک کے طاقتوروں کو کمزوروں کی ہڈیوں پر عشرت کدے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دیں گے...... ہم موت کے سوداگروں کو گمنامی کے قعر مزلت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لے فنا کر دینے کا عزم کر رکھا ہے...... ہم اپنے لہو کے چراغ جلا کر اس ملک کے لاکھوں بے بس اور کمزور لوگوں کی تاریک راہوں کو روشن کریں گے...... تم ہمارا ساتھ دو گے تو چراغ سے چراغ جل اٹھیں گے اور پھر چاروں طرف اجالے ہی اجالے پھیل جائیں گے...... تم نے جاگنا ہے...... اپنے مستقبل کی تابناکی کے لیے جاگنا ہے...... ہم نے یہاں سے چلے جانا ہے...... آج تو ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر کل کے مالک کل کے ذمہ دار تم ہو...... جاگنے والوں کی قسمت پر کوئی بھی شب و خون مارنے کی حماقت نہیں کر سکتا ہے...... کوئی انسان جب تک غیرت کی منزل پر چوکس رہتا ہے۔ خود کو بے بس اور کمزور نہیں سمجھتا...... غیرت اس جہاں تگ و دو میں بڑی چیز ہے خاک نشینوں کو تاجدار بنا دیتی ہے...... غیرت و حمیت کے پھریروں کو سربلند رکھو گے تو آسمانوں کی بلندیاں تمہارے قدم چوما کریں گی''

ایک مہا پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''ہم اندھیروں کے لوگ تھے...... ہم اندھیروں کا حصہ بنے ہوئے تھے...... ہمارا من اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے...... ہماری آتماؤں پر جنم جنم سے اندھیروں کے خونی عفریتوں کا راج تھا...... تعصب نے اس ملک کے لاکھوں انسانوں کو ہلاکت کے دہانے پر کھڑا کر رکھا تھا...... ہم روشنیوں سے بہت دور تھے...... ہم اجالوں سے مانوس نہیں تھے...... ہم اجالوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے...... بھگوان کی کرپا سے آپ پورن ماشی کا چاند بن کر ہماری قسمت کی تاریک اور طویل رات کو روشن کرنے آئے ہو...... ہم نے تو ابھی کسی چھوٹے سے نادان بالک کی طرح چلنا سیکھا ہے...... ہم تمہاری انگلی کے سہارے چل رہے ہیں...... چھوڑ کر چلے جانے کی بات کر کے ہمارے سندر سپنوں اور کومل آشاؤں کے رنگ محل ریزہ ریزہ نہیں کرو مہاراج......''

بادشاہ نے اس کی گفتگو سے متاثر ہوتے ہوئے آبدیدہ ہو کر کہا!''ہم تمہارے دکھوں کی کربناکیوں کو سمجھتے ہیں تم فکر نہیں کرو ہم نے راجکماری چندر کانت کو اس ملک کے تخت حکومت پر بیٹھانے کا عزم کیا ہوا ہے۔ ہم نے ابھی تک اسے دیکھا نہیں مگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے تم ہمارے

اس انتخاب کو وقت کا بہترین فیصلہ تسلیم کرو گے“

مہا پجاری نے آگے بڑھ کر حاکم کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ”ہم راجکماری چندر کانت کو اچھی طرح جانتے ہیں...... وہ بلاشبہ محبت کی دیوی ہے...... اس کا عہد غریبوں بے نواؤں اور بے کسوں کی خوشی آزادی اور خوش قسمتی کا دور ہوگا......“

شیو دیوتا کے مندر سے نکل کر حاکم نے کھاڑی کے ساحل کو دیکھا اور پھر ناگ دیوتا کے مندر اور اس کے قرب وجوار کی پہاڑیوں اور جنگلوں کے معائنے کے بعد واپس پڑاؤ میں پہنچ گیا...... دوپہر کا وقت تھا سوامی دیانند بھیس بدل کر جا چکا تھا......“

بادشاہ علی قلی خان نے اپنے سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ”اگر دشمن نے سامنے آکر جنگ نہیں کی تو آج رات کو ہم اس پر ایک خوفناک شب وخون ماریں گے...... ہمیں امید ہے کہ آج کی رات کا شب خون ہی درندوں کے لیے کافی ہوگا“

سبھاش چندر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ”اس مقصد کے لیے تمام تیاریاں کر لی گی ہیں“

ہاتھیوں کی چنگھاڑیں سنائی دینے لگیں تو علی قلی خان نے کہا! ”لگتا ہے کھنڈے راؤ کے ہاتھی پہنچ گئے ہیں...... ہاتھیوں کو جنگل کے اندر ہی رکھا جائے یہ جانور جنگل میں خوش رہتا ہے......“

کھنڈے راؤ نے پچاس ہاتھیوں اور پانچ ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر بھیجا تھا...... دن ڈھلے مشرق کی جانب سے ایک سوار نمودار ہوا اس کے جسم پر چیتے کی کھال کا لباس تھا اس نے اپنے بالوں کو سرخ رنگ کی پٹی سے باندھا ہوا تھا اس کے دائیں ہاتھ میں لمبا سا نیزہ تھا وہ بڑی بے خوفی سے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا بادشاہ کے لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ محافظوں نے اسے دور سے پہچان لیا تھا وہ سندر تھا...... سندر بادشاہ کے خیمے کے سامنے گھوڑے سے اترا اور پھر دربان کی اجازت سے پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوا اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا اس کی آنکھوں میں غم وغصے کے رنگ تھے......

اس نے حاکم کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ”ہم نے ریا شیا تنگ سے بڑا کھشش اور خونخوار درندہ اس سنسار میں کبھی نہیں دیکھا...... وہ جن راہوں سے گزرتا ہوا آرہا ہے ان راہوں پر خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں جگہ جگہ آگ دھوئیں اور تباہیوں کے عفریت ناچ رہے ہیں...... سینکڑوں قبائلی لڑکیوں کو قیدی بنایا ہوا ہے......“

بادشاہ علی قلی خان نے کہا! ”اس درندے کو اس ظلم اور اس بربریت کا حساب دینا پڑے گا...... یہ بتاؤ اس وقت وہ کہاں ہے؟

سندر نے کہا! ”یہاں سے دس کوس کے لگ بھگ کے فاصلے پر پہاڑوں کے درمیان ایک خوبصورت وادی ہے ریا شیا تنگ نے اس وادی میں پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔

بادشاہ علی قلی خان نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ”ریا شیا تنگ کو زیادہ دیر تک ظلم وستم کے اندھیرے پھیلانے کی اجازت نہیں دی جائیگا...... ہم آج رات اس کے خرمن حیات پر شب وخون کی بجلیاں گرائیں گے...... تم سب شب وخون کی خونریز جنگ کی تیاریاں کرو خدا کی مدد سے ہم بے نواؤں کو لٹنے سے بچا لیں گے......“

شب وخون کی جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں...... شام کے اندھیرے پھیلنے سے پہلے پہلے بادشاہ نے قریباً بیس ہزار جنگ باز شہسواروں

کے ساتھ نئی منزل کی طرف کوچ کیا...... یہ غازی یہ پراسرار سپاہی بڑی خاموشی سے مشرق کی جانب جنگلوں اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے......

ادھر سوامی دیانند ریا شیا تنگ کے پڑاؤ میں پہنچ چکا تھا اس مرتبہ اس کے ساتھ اشوک اور راندھیر بھی تھے یہ دونوں بہادر اور جانباز سپاہی راجہ پریم چند کے لشکر کے قابل اعتماد سرداروں میں تھے...... اشوک اور راندھیر نے بھی سادھوؤں کا بہروپ دھارا ہوا تھا...... راجہ ریا شنگ اور سیناپتی مدھو کر نے سوامی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

راجہ ریا شیا تنگ نے پوچھا! ''سوامی جی! تم کہاں چلے گئے تھے؟

سوامی دیانند نے پراسرار رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا! ''دیوتاؤں کی آشاؤں کی کارن ہم یہاں سے بہت دور نیلے پربت کی چوٹی پر گئے تھے...... ہمارے کچھ ساتھی پہلے سے وہاں موجود تھے۔''

راجہ ریا شیا تنگ نے پوچھا! ''اس یدھ کے بارے میں دیوتاؤں کی کیا آشا ہے۔''

سوامی دیانند نے کہا! ''ہم نے پراتھنا میں بھگوان سے بنتی کی تھی کہ ہمیں شبھ سماچار کا سندیسہ دیا گیا ہے...... چند روز میں سے بدل جائیں گے۔ راجہ جی کی ریکھاؤں میں بھگوان نے بہت کچھ لکھا ہوا ہے...... گنیش دیوتا ایک بہت بڑی سینا کے ساتھ راجہ کی رکھشا اور سہایتا کے لیے راجدھانی کی جانب بڑھ رہا ہے...... آج کی رات بڑی شبھ رات ہے...... آج کی رات کے کسی سمے شیو دیوتا ایک سینا کے ساتھ آنے والا ہے...... ہم راجہ کی جانکاری کے لیے آئے ہیں ورنہ تم جانتے ہو ہمارا اپنے ناتھوں سادھوؤں اور پجاریوں سے بچھڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔''

پھر اس نے ہولے سے کہا! ''بھگوان نے آسام کا راج پاٹ تمہارے ماتھے کے اس تلک کے اندر لکھ دیا ہے...... تم راجہ سے مہاراجہ بننے والے ہو۔''

راجہ ریا شیا تنگ نے کہا! ''مگر کرشن مہاراج ہمارا بھانجا ہے......''

سوامی نے مسکراتے ہوئے کہا! ''اس کی فکر نہیں کرو...... یہ تو ریکھاؤں کا تبادلہ ہے۔''

پھر سوامی نے کہا! ''آج کی رات خوشی کی رات ہے...... پینے پلانے کی رات ہے......''

جس وادی میں راجہ ریا شیا تنگ کی فوج کا پڑاؤ تھا وہ اپنے قدرتی محل وقوع کے اعتبار سے ناقابل تسخیر تھا اس کے چاروں طرف گھنے جنگل اور فلک بوس پہاڑ تھے وادی خوبصورتی اور دلکشی کے لحاظ سے حسن فطرت کا شاہکار تھی اس کی لمبائی پانچ چھ کوس کے لگ بھگ تھی مشرق کی طرف ایک درہ تھا جسے اس قدرتی حصار کا دروازہ کہا جا سکتا تھا۔ وادی کے دور عرض میں دور دور تک راجہ ریا شیا تنگ کی فوجوں کے رنگ برنگے چھوٹے بڑے اور اونچے نیچے خیمے نصب تھے۔ راجہ ریا شیا تنگ نے چیتے کی کھال کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کے گچھے اسکے کاندھوں پر جھولتے تھے۔ درے کے سامنے ہاتھیوں کے لیے فیل خانہ بنا دیا تھا۔ گھوڑوں اور بار برداری کے دوسرے جانوروں کے لیے پہاڑ کے ساتھ ساتھ باڑے بنائے گئے تھے۔ راجہ ریا شیا تنگ کا خیمہ ایک اونچی جگہ پر نصب تھا۔ خیمے کے پچھواڑے کی جانب ایک چشمہ تھا جس کا پانی ٹھنڈا میٹھا اور شفاف تھا۔ اس کی فوج کے سیناپتی مدھوکر کا خیمہ اس کے خیمے سے کچھ فاصلے پر مغربی سمت میں تھا۔ راجہ ریا شیا تنگ وضع قطع اور چال ڈھال سے بالکل غیر مہذب

اور غیر ممنون اور ظالم لگتا تھا اس کے ماتھے پر سفید رنگ کا تلک تھا۔"

راجہ ریاشیانگ نے خیمے میں موجود لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا! "ہمیں تھوڑی دیر کے لئے تنہا چھوڑ دیا جائے ہم کچھ وچار کرنا چاہتے ہیں۔"

جب سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تو راجہ نے سوامی دیانند کو مخاطب کر کے کہا! "سوامی جی! تم یہیں ٹھہرو...... ہمیں تمہارے بھاشن کی ضرورت پڑے گی۔"

سوامی دیانند ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوا گیا...... سب لوگ چلے گئے۔ راجہ نے ایک مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! "سوامی جی! آپ نے ہمیں آتما کی گہرائیوں تک بیکل کر دیا ہے...... ہمارے ارد گرد دور دور تک سلگتی ہوئی وچاروں کا دھواں پھیلا ہوا ہے۔ ہم فیصلہ کر پانے سے قاصر ہیں...... تم نے کہا کہ دیوتاؤں کی راہبیہ سبھا نے ہمیں آسام کا مہاراجہ منتخب کر لیا ہے۔"

"سوامی نے جھوٹ نہیں بولا ہم نے اپنے کانوں سے دیوتاؤں کا کارِیکر سنا ہے...... دیوتاؤں کی آشاؤں امنگوں کے اپشد لیش بظاہر بڑے عجیب اور ناقابل فہم ہوتے ہیں۔"

"مگر سوامی جی! راجہ ریاشیانگ نے اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! "تمہیں معلوم ہے مہاراجہ کرشن کمار ہمارا سگا بھانجا ہے ہم اس کی گردن پر چھری چلانے کا دھیرج کہاں سے لائیں گے...... وہ ہمارا اپنا خون ہے اپنے خون سے ہاتھ رنگین کرنا بہت کٹھن اور مشکل لگتا ہے۔"

"سوامی دیانند نے مسکراتے ہوئے کہا! "راجہ جی! تمہیں دیوتاؤں کی شکتی کا گیان نہیں ہے...... تمہیں اپنے بھانجے کے لہو سے ہاتھ رنگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تمہارے راستوں کی رکاوٹوں کو ہٹانا دیوتاؤں کا کام ہے۔ تم دیکھو گے جب تم راجدھانی کے قلعے میں داخل ہو گے تو دیوتا مہاراجہ کرشن کمار جی کو اس سنسار سے بہت دور کسی انجانے اور ان دیکھے سنسار میں پہنچا چکے ہونگے...... راجہ کے چہرے پر خوشیوں اور مسرتوں کے پھول کھلنے لگے۔"

راجہ جی نے سوامی کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! "اگر ایسا ہوا تو پھر تم دیکھو گے ہم پورے سنسار کو منوبرتی کے رنگوں سے بھر دیں گے۔"

سوامی دیانند نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! وہ ہمیں معلوم ہے۔ اس لئے تو دیوتاؤں نے آپ کو چنا ہے۔"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے کہا! "آج کی رات بڑی شبھ رات ہے تمہاری سہائتا کے لئے نیلے ساگر کے اس پار سے کچھ پراسرار اور شکتی والے گیانی دھیانی لوگ آنے والے ہیں، ان کے سواگت کے لیے دیوالی کا ساں پیدا کیا جائے۔ تمہیں معلوم ہے دیوتا رات رنگ اور شباب و شراب کی رنگینیوں اور رنگ سامانیوں کو بہت پسند کرتے ہیں آج کی رات بڑی خوشی کی رات ہے، سینکوں سے راجہ تک سب کو زیادہ پینی چاہیے ہو سکے تو ہر سپاہی کے پہلو میں ایک گل بدن دیوی ہونا ضروری ہے۔ وادی کو قندیلوں اور چراغوں کی روشنی آکاش کے ستاروں کی طرح جگمگانا چاہیے۔"

راجہ ریاشیانگ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! تم اس کی چنتا نہیں کرو ہم وادی کے چپے چپے پر خوشیوں کے چراغ جلائیں گے...... ہمارے پاس سینکڑوں کومل اور سندر اچھوتی دیویاں ہیں...... شراب کی کمی نہیں ہے......"

پھر اس نے تالی بجائی...... ایک نیزے بردار دربان خیمے میں داخل ہوا......"

راجہ نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا! ''پڑاؤ میں ہماری طرف سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ آج کی رت دیوالی کی رات کی طرح خوشی کی رات ہے......جس کا جس طرح جی چاہے اپنے من کو راضی کر سکتا ہے......اگر دیویوں کی کچھ کمی ہے تو سیناپتی مدھوکر سے کہو کہ وہ آس پاس کی بستیوں سے اس کمی کو پورا کرے زیادہ سے زیادہ پانچ سینکوں کے حصے میں ایک دیوی آنی چاہیے۔''

دربان چلا گیا تو سوامی دیانند نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے رازداری اور سرگوشی کے انداز میں کہا! ''راجہ جی! آئندہ اپنے سیناپتی مدھوکر پر زیادہ وشواش نہیں کرنا۔''

راجہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''کیا ہمارے سیناپتی مدھوکر جی ہمارے ساتھ غداری کرنے والے ہیں؟

سوامی نے کہا! ''ہمیں افسوس ہے۔اسی قسم کا واقعہ رونما ہونے والا ہے۔جب تک راجہ جی اس کے بہنوئی سجاش چند کے خون کا بدلہ نہیں چکا لیتے اس وقت تک مدھوکر وفادار ہے بعد میں وہ اپنی بہن کملا دیوی کے اکسانے اور بہکانے سے باغی ہو جائیگا۔''

راجہ نے تلوار کے دستے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ہم سانپ کو سر اٹھانے کا اور وار کرنے کی مہلت کبھی نہیں دیں گے......آج کی رات سیناپتی مدھوکر کے جیون کی آخری رات ہوگی......ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے......ہم آستین کے سانپ کو ڈسنے کا موقع نہیں دیں گے۔''

سوامی نے کہا! ''نہیں! آپ ایسا نہیں کرو گے......ہر کام کا اپنے وقت پر سرانجام دیا جانا مناسب ہوتا ہے ابھی مدھوکر کو کچھ بھی نہیں کہنا ہے تم فکر نہیں کرو......ہم نے کہا ہے نا دیوتاؤں نے تمہاری رکھشا کے سارے سمبندھ کیے ہوئے ہیں۔ہم نے تمہیں آنے والے سمے کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے۔تم اس بات کو ذہن میں رکھو گے ابھی مدھوکر کو کچھ بھی نہیں کہو گے......اس کے لیکھ کا فیصلہ بھی دیوتاؤں نے کرنا ہے تم شانت رہو اپنی طرف سے تم اس پر اعتماد کم کرو اور اس کی جگہ کسی دوسرے کو سیناپتی کے مرتبے پر لانے کی فکر کرو۔''

راجہ خاموش ہو گیا تو سوامی نے اس کے چہرے پر ابھرتے ڈوبتے مدوجذر کو محسوس کرتے ہوئے کہا! ''راجہ جی! تم کچھ زیادہ تشویش میں مبتلا ہو گئے ہو......تم شاید نہیں جانتے مدھوکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ چیونٹی کی طرح ہے اور تم ہاتھی کی مانند ہو۔وہ انتقام کی چتا میں جل رہا ہے۔ تم اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے چلو جب مسلمان ملیچھوں کا صفایا ہو جائے گا تو پھر چیونٹی اپنا پاؤں رکھ کر اسے مسل دینا۔''

راجہ نے کہا! ''تم ٹھیک کہتے ہو ہم ایسا ہی کریں گے۔''

سوامی نے کہا! ''جہاں آکاش اور دھرتی کے کنارے ملتے ہیں جہاں سے سورج اور چاند جنم لیتے ہیں وہاں سے آج شام کو ایک پراسرار نوجوان دیوتا سینک کے روپ میں یہاں آئے گا اس نے تمہاری طرح چیتے کا لباس پہنا ہوگا......اس کے ماتھے پر ناگ دیوتا کی شکل کی کنڈلی والی تلک ہوگی......وہ سفید گھوڑے پر سوار ہوگا اس کے پیچھے پیچھے چند سپیرے اور سادھو ہونگے یہ سب لوگ اوتار ہونگے تمہاری رکھشا اور سہایتا کریں گے۔''

پھر سوامی نے ایک لمحے کے سکون کے بعد بڑے پراسرار انداز میں ہاتھ لہراتے ہوئے کہا! ''شام ہونے والی ہے سوریہ دیوتا خوابوں کے پراسرار سنسار میں جانے کی تیاریاں کر رہا ہے مشرق کی کوکھ سے سمے کا اوتار جنم لینے والا ہے۔ہم اس کے استھان کو سجانے جاتے ہیں......''

سوامی کچھ بڑبڑاتا ہوا خیمے سے نکل گیا......اشوک اور رندھیر چشمے کے پاس اس کے منتظر بیٹھے تھے۔

سوامی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب پہنچ کر بولا! راجہ اس وقت ہمارے جادو کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے...... یہ جگہ ٹھیک ہے یہاں دھونی لگاؤ...... لیکھ جگاؤ اور پورے پورے مہاماتر بن کر بیٹھ جاؤ...... شام تک سندر شیام اور مندر کے مہادیو پہنچ جائیں گے...... ہم نے ان کے بارے میں راجہ کے ذہن میں دیو مالائی طلسم ڈال کر اپنا ہم خیال بنالیا ہے...... راجہ ان کو کسی دیوتا کا اوتار سمجھے گا...... اشوک اور راندھیر مسکرانے لگے۔''

سوامی نے کہا!''حالات کے سارے دھاروں کا رخ ہماری وچاروں اور آشاؤں کے مطابق ہے وقت کا لمحہ لمحہ بڑا قیمتی ہے ہم سب کو بڑی ہوشیاری بڑی چالاکی اور بڑی عقل مندی سے اپنے مقاصد کے حصول تک جاگتے رہنے کی ضرورت ہے۔''

اشوک نے کہا!''دیا سندر جی! تم اس کی فکر نہیں کرو بھگوان کی کرپا سے راتوں رات ایک انقلاب برپا ہو جائیگا۔''

دیا سندر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا!''وہ اب ہم نے مدھو کر جی کو آئینہ دکھانا ہے......''

صندل کی لکڑیوں کے جلنے سے خوشبودار دھواں فضاؤں میں پھیلنا شروع ہوگیا تھا کچھ سپاہی ادھر آرہے تھے جب وہ قریب پہنچے تو ان سادھوؤں نے بھجن گانے شروع کر دیے سوامی اپنے سامنے پڑے ہوئے کشکول سے کسی قسم کا کوئی سفوف نکال کر آگ پر پھینکنے لگا...... سپاہی ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔''

سوامی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا!''کسی کام سے آئے ہو تو بیان کرو''

ایک سپاہی نے کہا!''ہم تو سوامی سادھوؤں کے درشن کے کارن آئے ہیں۔''

سوامی نے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا!''بیٹھ جاؤ، ہم پراتھنا میں مشغول ہیں''

راجہ ریاشیانگ خیمے سے باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ابھی اس نے باگ نہیں اٹھائی تھی کہ اچانک ایک کبوتر جھکائی کھا کر اس کے کاندھے پر آبیٹھا...... کبوتر بری طرح ہانپ رہا تھا...... ریاشیانگ نے غور سے کبوتر کی طرف دیکھا پھر گھوڑے سے اترا اور کبوتر کو لے کر خیمے میں داخل ہوگیا۔ کبوتر کی گردن میں ایک کاغذ بندھا ہوا تھا اس نے جلدی جلدی کاغذ کو کھول کر پڑھنا شروع کیا اس میں مہاراجہ کرشن کمار کا پیغام لکھا تھا۔

پیارے ماموں مہاراج!

نمسکار

امید ہے تم اپنے لاؤ لشکر سمیت تیزی سے ہماری سہایتا کے لیے آرہے ہو گے۔ اس سے پہلے سندیسے میں ہم نے تمہیں راجہ سبھاش کے قتل کے بارے میں لکھا تھا۔ سبھاش چندر کی بیوہ نے قتل کا الزام ہم پر دھر دیا ہے وہ کہتی ہے کہ اس کے پتی دیوتا کو ہم نے سازش کر کے قتل کروایا ہے وہ ہمیں بدنام کرتی پھرتی ہے ہم نے اسے بہت منع کیا ہے مگر وہ بڑی ستی ساوتری بنی ہوئی ہے دراصل اسے شیودیوتا کی آشیرباد حاصل ہے اور تم جانتے ہو موجودہ حالات میں ہم کسی طرح بھی شیودیوتا کو ناراض نہیں کر سکتے ہم چاہتے ہیں تم کملا دیوی کے بھائی مدھو کر پر کڑی نگاہ رکھو...... بہر کیف خطرے کی کوئی بات نہیں ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ تمہارا سیناپتی مادھو کر کملا کا سگا بھائی ہے ان حالات میں اس کا راجدھانی میں آنا ہمارے راج سنگھاسن کے لیے خطرے کا باعث بن سکتا ہے اس پر کڑی نگاہ رکھو جب تک قلعے کے دروازے تک نہیں پہنچ جائے اس وقت تک اس پر اعتماد اور دوسری مہربانیوں اور سازشوں کا

سلسلہ جاری رکھو۔ ہر یدھ میں اسے آگے آگے رکھنا ہے ہوسکتا ہے کسی یدھ میں کسی مسلمان کے ہاتھوں مارا جائے اور اگر وہ بچ جاتا ہے تو اسے کسی طرح قلعے کے دروازے کے باہر قتل کروا دیا جائے امید ہے تم معاملے کی تہہ تک پہنچ گئے ہو نگے۔ ماتا مہارانی تمہاری راہ تک رہی ہے"

"نمسکار"

راجہ ریاشیا تنگ نے خط کو تہہ کر کے ایک صندوقچے میں رکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں بڑبڑانا شروع کیا! حیرت ہے سوامی جی کی باتوں میں کتنی سچائی ہے......ابھی ابھی سوامی نے ہم سے یہیں باتیں کیں تھیں......" معاً مدھوکر خیمے میں داخل ہوا......

مدھوکر نے راجہ کو تشویش میں مبتلا دیکھ کر پوچھا!" خیریت تو ہے......راجہ کے چہرے پر خلاف توقع تشویش اور دو چاروں کے سائے کیوں چھائے ہوئے ہیں"

"نہیں" راجہ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ پھیر کر مسکراتے ہوئے کہا!" ہم بالکل پریشان نہیں ہیں......ہمیں پریشانی کیوں ہوگی......دراصل ہم سوامی جی کی باتوں سے پریشان ہوئے ہیں وہ کہتا ہے آج کی رات بڑی شبھ رات ہے آج کی رات آکاش سے کچھ دیوتا کچھ اوتار کچھ رشی منی ہماری سہایتا کے لیے آرہے ہیں ان کے شاندار سوآگت کے سلسلے میں ہم تشویش میں مبتلا ہیں۔ تم جانتے ہو دیوتاؤں اور رشیوں منیوں کا سوآگت کرنا مشکل ہوتا ہے......"

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!" اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ہم اپنے دیوتاؤں کا ان کا شان کے مطابق استقبال کریں گے......یہاں کس چیز کی کمی ہے"

راجہ نے کہا!" یہ تو ٹھیک ہے ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے......سوامی نے ایک ایسی چیز کی آشا کی ہے جس کو ہم پورا نہیں کرسکتے"

مدھوکر نے پوچھا!" وہ کیا آشا ہے"

"سوامی کی آشا ہے کہ ہر سینک کے پہلو میں ایک کول کنیا ہونی ضروری ہے......"

مدھوکر نے سر جھکا دیا۔ خاموشی چھا گئی

راجہ نے اس سکون کو توڑتے ہوئے کہا!" سینا کو ادھر ادھر پھیلا دیا جائے وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں جہاں جہاں آبادی ہے جس کے ہاتھ جتنی کنیائیں لگتی ہیں اٹھا کر لے آئے"

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!" یہ پیغام ہمیں مل چکا ہے ہم نے سینا کو حکم دے دیا ہے امید ہے رات ہونے تک بہت ساری کول کنواریوں کو اکٹھا کر لیا جائے گا"

راجہ نے کہا!" ٹھیک ہے تم جاسکتے ہو"

وہ جانے لگا تو راجہ نے پوچھا!" حاکم بنگالہ کی سینا کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے"

مدھوکر نے کہا!" ہمارے جاسوس دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں ابھی تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔ بھگوان کی کرپا سے ہم مسلمان ملیچھوں کو بے خبری اور لاعلمی میں ماریں گے"

راجہ ریا شیا تنگ نے خیمے کی چھت کو گھورتے ہوئے کہا! تم ٹھیک کہتے ہو..... شکست کی کالک حاکم بنگالہ کے لیکھوں میں لکھی جا چکی ہے ہم اس اگروادی کو زندہ پکڑ کر چیتوں کے غار میں پھینکیں گے..... ہم سبھاش چند کے خون کی ایک ایک بوند کا حساب چکائیں گے ...... یہ ہمارا وچن ہے..... یہ دیوتا کی آشا ہے یہ بھگوان کی اُمنگ اور فیصلہ ہے..... ہم آسام کی دھرتی کو مسلمانوں کے لیے شمشان بنا دیں گے.....''

مدھوکر جب خیمے سے نکلنے لگا تو اس کی نظر کبوتر پر پڑ گئی۔ اس نے کبوتر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے یہ کبوتر راجدھانی سے مہاراجہ کرشن کمار کا کوئی سندیسہ لایا ہے''

راجہ ریا شیا تنگ نے بے رخی سے کہا! ''کوئی خاص پیغام نہیں ہے مہاراجہ نے لکھا ہے راجدھانی میں خورد و نوش کے سامان کی شدید قلت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو قلعے میں غلہ پہنچایا جائے.....''

اسی لمحے ایک دربان نے آ کر کہا! ''راجیش کماری جی نے ویبا پور اور تری پور کے کچھ زمینداروں اور کسانوں کو گرفتار کیا ہے ان کے ساتھ غلے شہد اور شکر سے بھرے ہوئے کئی چھکڑے ہیں۔ راجیش کماری جی کا خیال ہے یہ زمیندار اور کسان حاکم بنگال سے مل کر آ رہے ہیں۔

راجہ ریا شیا تنگ نے کہا! ''سب زمینداروں اور کسانوں کو درختوں سے باندھ دیا جائے کل کو ان کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا اس وقت ہم بہت مصروف ہیں.....''

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہمارے مہاراجہ جی کی قسمت کا ستارہ بڑی بلندیوں پر چمک رہا ہے ابھی ابھی غلے کی کمی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ ابھی ابھی غلے کے انباروں کے ہاتھ آنے کی شبھ سماچار مل گئی ہے''

راجہ ریا شیا تنگ نے بیزاری سے کہا! ''تم جا سکتے ہو اور تمہارے ذمے جو کام لگایا گیا ہے اس کو پورا کرنے کا سمبندھ کرو.....

سورج ڈھلتا ڈھلتا مغربی افق کی جانب ڈھل چکا تھا ہلکے ہلکے سرمئی دھندلکے پھیلنے شروع ہو گئے تھے..... سینکڑوں پرندے وادی کے درختوں کی طرف لوٹ آئے تھے۔ راجہ ریا شیا تنگ کے ہزاروں خونخوار سپاہی گھوڑے دوڑاتے تلواریں لہراتے جنگل جنگل وادی وادی پربت پربت پھیل گئے تھے۔ آسام کے گھنے جنگلوں اور پہاڑوں کی وادیوں میں سینکڑوں قبائل اور جنگلی لوگ آباد تھے۔ راجہ کے سپاہی ان جنگلی لوگوں پر قہر کی بجلیاں بن کر ٹوٹ پڑے اور ان کی بہو بیٹیوں کو جبراً اٹھانے لگے کسی نے کہیں مزاحمت کی جرات کی تو اسے چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ شام ہونے تک سینکڑوں بے بس مجبور اور بے نوا لڑکیوں کو پڑاؤ میں پہنچا دیا گیا..... راجہ ریا شیا تنگ نے سوامی اور اس کے ساتھیوں کے لیے چشمے کے کنارے جہاں انہوں نے دھونی دھوکائی ہوئی تھی ایک خوبصورت سا خیمہ نصب کروا دیا تھا''

راجہ نے سوامی دیانند کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! ''سوامی جی! تمہاری بات سچ پر مبنی ہے۔ ابھی ابھی راجدھانی سے کرشن کماری کا سندیسہ آیا ہے اس نے لکھا ہے کہ مدھوکر کا راجدھانی میں آنا مناسب نہیں ہوگا۔ بہتر ہے اسے راستے میں کسی جگہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے کیونکہ اس کی بہن کملا نے مہاراجہ کے خلاف بغاوت کر رکھی ہے''

سوامی نے راجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''اگر مہاراجہ کرشن کمار کا خط ہمارے بھاشن کی تصدیق کے لیے نہیں آتا تو تم کو ہمارے کہنے پر شک تھا''

راجہ نے گڑگڑاتے ہوئے کہا! ''نہیں مہاراج نہیں...... شما کیجئے ہمارا یہ خیال نہیں تھا...... ہم نے سوامی جی مہاراج کی شکتی کی بات کی ہے''

''ٹھیک ہے'' سوامی نے کہا! ''تم جاسکتے ہو۔ ہم گیان دھیان میں مصروف ہیں۔ دیوتاؤں اور رشیوں منیوں کی خوشی کے لیے پراتھنا کر رہے ہیں...... جب سمے آئے گا تو ہم خود تمہارے پاس پہنچ جائیں گے......''

راجہ ریاشیا تنگ اس کے قدم چھو کر چلا گیا...... سوامی دیانند اور اشوک دیر تک اس کی بے وقوفی پر ہنستے رہے۔

''سوامی نے کہا! ''اشوک کبھی کبھی ہم سوچتے ہیں دیو مالائی طلسم اور منوسمرتی کے اپدیش نے ہندو قوم کے ذہنوں کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے...... ہمارے مقابلے میں مسلمان قوم سچائی اور عقل وخرد کے بہت قریب بھرپور زندگی گزار رہے ہیں''

رندھیر نے آہستہ سے کہا! ''دیانند جی! ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ زندہ رہنے اور ان کے نظریات وخیالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہوا ہے...... ورنہ ہم بھی ان جاہلوں کی طرح بالکل گھنگار اور جاہل ہوتے۔''

جب شام ڈھلے بیناپتی مدھوکر لوٹ کر آیا تو وہ سیدھا سوامی کے چرن چھونے کوان کے استھان پر پہنچا......

سوامی نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے تم کامیاب لوٹے ہو''

مدھوکر نے سر کو اور زیادہ جھکاتے ہوئے کہا! ''دیوتاؤں کی کرپا سے ہم سینکڑوں کنیاؤں کو اٹھا کر لائے ہیں۔ اب جشن کا مزہ آئے گا......''

سوامی نے کہا! ''مدھوکر ہم نے تم سے بڑا مورکھ سنسار میں کوئی نہیں دیکھا...... موت تمہارے تعاقب میں تمہارے قریب پہنچ چکی ہے اور تم جشن کی باتیں کر رہے ہو''

مدھوکر نے حیرت سے سوامی کی طرف دیکھ کر کہا! ہم کچھ سمجھے نہیں مہاراج...... موت ہمارا تعاقب کرتی ہوئی ہمارے قریب پہنچ چکی ہے...... ابھی تو ہم نے موت کے سوداگروں سے اپنے بہنوئی کے لہو کی بوندوں کا حساب چکانا ہے''

سوامی نے کہا! ''اگر تم نے عقل مندی سے کام لیا تو دیوتا تمہیں اس کا موقع دیں گے مگر لگتا ہے عقل تمہارے قریب سے بھی نہیں گزری تم بالکل مورکھ اور جاہل ہو۔''

مدھوکر نے کہا! ''ہم شاید بے وقوف اور مورکھ ہیں مگر ہمارے دیوتا تو شکتی والے ہیں۔ ہمیں جہالت اور ناواقفیت کے اندھیروں سے نکالا جاسکتا ہے''

سوامی نے کہا! ''تم نکلنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری سہایتا کے لیے تیار ہیں''

مدھوکر نے اس کے قدموں پر سر جھکاتے ہوئے کہا! ''ہمیں بھاشن دیا جائے ہم آپ کے اپدیش پر عمل کریں گے''

سوامی نے بڑے پراسرار انداز میں کہا!

''تو پھر جاؤ...... ابھی ابھی مہاراجہ ریاشیا تنگ کے پاس مہاراجہ کرشن کی طرف سے ایک خط آیا ہوا ہے کسی طرح اس خط کو حاصل کرنے کی کوشش کرو...... اس خط کا ایک ایک لفظ تم پر حیرتوں کے پہاڑ ڈھائے گا۔ تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی اور تم اپنے جیون کو بہتر انداز سے سمجھنے لگو

گے......اب تم جاؤ ہماری تپسیا کا وقت ہے۔ ہم نے تمہاری راہوں پر ایک چراغ روشن کر دیا ہے اس روشنی سے فائدہ اٹھا کر اپنے مستقبل کے اندھیروں سے خونریز جنگ کی تیاری میں مصروف ہو جاؤ......آج کی رات تمہارے لیے بڑی اہم اور فیصلہ کن رات ہے۔ تم نے کسی جشن میں حصہ نہیں لینا ہے تم نے شراب کو ہاتھ نہیں لگانا تم نے کسی کومل اور سندر کنیا کو آغوش میں لے کر مدہوش نہیں ہونا جب راجہ اور اس کے ساتھی بدمست ہو جائیں تو تم نے مہاراجہ کرشن کمار کے خط کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور وہ کام آدھی رات کے ڈھلنے سے پہلے ہو جانا چاہیے۔ تم نہیں جانتے کہ آدھی رات کے بعد یہاں کتنے بڑے فیصلے ہونے والے ہیں...... دیوتاؤں کی راجیہ سبھا نے بڑے سخت اور شدید قسم کے فیصلے کرنے ہیں...... جو ہوش میں ہوں گے وہ خوش قسمت ہوں گے......ہم نے بڑے راز کو تمہارے سامنے فاش کر دیا ہے۔ اب تم جا سکتے ہو"

سورج غروب ہوا تو وادی قندیلوں اور بڑی بڑی مشعلوں کی روشنیوں سے جگمگانے لگی۔ آسمان پر ستاروں کی انجمن آرائی ہونے لگی۔ سپاہی ناچنے گانے لگے تھے۔ شراب پانی کی طرح پی جانے لگی تھی۔ کومل کنواریوں کی چیخوں سے وادی کی حسین رات سسکیاں لیتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ راجہ کے سپاہی ان اچھوتی سندر لڑکیوں کے نازک آبگینوں سے کھیل رہے تھے۔ رنگ برنگے دوپٹے درندوں کے قدموں تلے خاک بے آبرو ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ راجہ ریا شیاتگ اپنے خیمے کے سامنے ایک اونچی چٹان پر کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں آسمان پر مرکوز تھیں۔ مدھوکر پچھلی طرف سے اس کے خیمے میں داخل ہوا اور پھر اس نے جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے مہاراجہ کا خط نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس نے جلدی جلدی خط کو پڑھا اور پھر جس راستے سے خیمے میں داخل ہوا تھا اسی راستے سے باہر نکل گیا۔ اس کی سوچوں میں آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اس کے پاؤں تلے زمین کانپ رہی تھی۔ آسمان دھواں دھواں ہو رہا تھا جب اعتماد کی دنیا متزلزل ہوتی ہے تو ساری دنیا میں بھونچال سا آیا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کو کسی نے بھی آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سوامی دیانند کے خیمے میں پہنچا......"

مدھوکر سوامی کے قدموں پر گر کر بولا۔ سوامی جی! مہاراج! سنسار میں اندھیرا ہو گیا ہے۔ اپنا ئے نے سورج چاند ستاروں کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ ہمارے خلاف بہت بڑی سازش تیار کر لی گئی ہے ہم موت کی جانب سفر کر رہے ہیں۔ تم نے سچ کہا ہے......موت کا آسیب غیر محسوس انداز سے ہمارے بہت قریب پہنچ چکا ہے......ہم کیا کریں کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔"

سوامی نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہا!

"تم فکر نہیں کرو......بھگوان تمہیں زندہ رکھے گا......سازشوں کے گھناؤنے خیال رکھنے والے خود ہلاکت کے اندھے گڑھوں میں گرنے والے ہیں۔ صیاد اپنے دام میں گرفتار ہوں گے۔ تم زندہ رہو گے...... دیوتاؤں کا ایک بہت بڑا ہجوم تمہاری سہایتا کے لیے آنے والا ہے......ہم تمہارے ساتھ ہیں...... ہمیں خوشی ہے کہ تمہاری بند آنکھیں وقت سے پہلے کھل گئی ہیں......تم راجدھانی کے قلعے میں ضرور پہنچو گے......تمہیں راجدھانی میں پہنچایا جائے گا...... دیوتاؤں نے تمہاری رکھشا کے سارے انتظامات مکمل کر لیے ہیں...... تمہاری بہن کی زندگی خطرے میں ہے اس کے خلاف سینکڑوں سازشیں تیار کی جا رہی ہیں۔ ہزاروں اژدہے پھنکارتے ہوئے اس کی طرف لپک رہے ہیں...... تم نے اس کی سہایتا کرنی ہے ......اب تم جا سکتے ہو راجہ کے ساتھ رہو اس کو کسی قسم کے شک میں مبتلا نہیں ہونے دینا......آدھی رات سے بہت پہلے اس خیمے میں لوٹ آنا...... کیونکہ

آدھی رات کے لگ بھگ دیوتا تمہارے خیمے میں پہنچنے والے ہیں یاد رکھنا شراب کو ہاتھ نہیں لگانا...... بیدار آنکھوں اور جاگتے ذہن سے دیوتاؤں کو دیکھنا اور ان کے بھاشن سننے ہیں"

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"سوامی مہاراج! ہماری بہن زندہ تو ہے نا؟"

"سوامی نے کہا!" وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گی...... تم نہیں جانتے اس کی رکھشا شیو دیوتا کر رہا ہے۔ شیو دیوتا کی شکتی کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا تم کملا بہن کی طرف سے بے فکر رہو......"

ادھیڑ عمر راجہ ریار شیا تنگ فطرتاً بڑا کمینہ بڑا ظالم اور بڑا سفاک انسان تھا۔ اسے انسان کہنا انسانیت کی توہین کے مترادف جرم لگتا تھا۔ وہ انسانیت کے ماتھے پر ایک بدنما داغ تھا۔ درندگی بربریت قتل و غارت گری اور خون ریزی کا جنون اسے ورثے میں ملا ہوا تھا۔ اس نے اپنے محل کے ایک حصے میں سینکڑوں چیتے اور جنگلی کتے پال رکھے تھے۔ وہ کمزور اور بے زور لوگوں کو معمولی معمولی غلطیوں پر موت سے کم سزا نہیں دیتا تھا۔ روزانہ کئی لوگوں کو درندوں کے غار میں دھکیل کر ان کی دردناک ہلاکت کا تماشا دیکھنا اس کا معمول تھا۔ جنگلی کتوں کی خونخوار فوج وہ اپنی عسکری یلغاروں میں ہمراہ رکھتا تھا۔ یہ خونخوار کتے جب حملہ آور ہوتے تھے تو مدمقابل کو بے بس کر کے ریزہ ریزہ کر دیا کرتے تھے۔ ہاتھی تک ان کے خوف سے لرزتے تھے۔ ان کے محافظوں کی ایک الگ فوج تھی یہ پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ جس کا تعلق بوڈو قبیلے سے تھا۔ فوج کے سردار کا نام راجو تھا......

راجہ نے شام سے تھوڑی دیر پہلے اسے بلا کر کہا!"راجو...... آبشار سے کچھ فاصلے پر پہاڑ کی چوٹی پر بدھوؤں کا ایک پگوڑا ہے۔ سنا ہے وہاں خوبصورت اچھوتی دیویاں موجود ہیں تم جا کر ان سب کو یہاں لے آؤ اگر بھکشو مزاحمت کی غلطی کریں تو ان کو رسیوں سے باندھ کر حاضر کرو۔ ہم آنے والے دیوتاؤں کو اپنے کتوں کی خونخواریوں کا دلکش تماشا دکھائیں گے"

راجو نے جھک کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"راجہ کے حکم کی تکمیل ہوگی"

راجو جانے لگا تو راجہ نے کہا!"یہ کام شام تک ہو جانا چاہیے۔ سوامی دیانند نے کہا دیوتا پورن ماشی کے چاند نکلتے ہی یہاں پہنچ جائیں گے۔ ہماری خواہش ہے کہ دیوتاؤں کے آنے سے پہلے سب کام ہو جائیں"

راجو نے دوبارہ جھکتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا!"وشواش کریں راجہ جی یہ کام شام ہونے سے پہلے پہلے مکمل ہو جائے گا"

راجہ نے کہا!"ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو......!

مدھوکر بھی کچھ کم ظالم اور بے رحم نہیں تھا مگر حالات کی ناگہانی تبدیلی نے اسے سوچنے سمجھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے اندر ایک انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ وہ روشنی کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ مدھوکر ایک بہادر سینا پتی تھا وہ جنگی حکمت عملیوں کے بڑے بہتر انداز سے نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس نے بڑے موثر اور کارگر انداز سے وادی میں پڑاؤ کیا تھا۔ وادی سے باہر دور دور تک پھیلے ہوئے گھنے جنگلوں میں اس نے جابجا مناسب جگہوں پر فوجی چوکیاں قائم کی ہوئی تھیں۔ خاص کر اس کشادہ شاہراہ پر اس نے بڑے سخت حفاظتی انتظامات کیے ہوئے تھے۔ جو شیو دیوتا اور ناگ دیوتا کے مندروں تک جاتی تھی۔ اس شاہراہ پر سینکڑوں سوار باری باری گشت پر مامور کیے گئے تھے ان حفاظتی چوکیوں کے سپاہیوں کی نگرانی تمراج

وڈیار کے سپرد تھی...... تمراج وڈیار مدھوکر کا دوست اور خیر خواہ تھا...... سورج غروب ہو رہا تھا اونچے اونچے سبز پوش درختوں پر رنگ برنگے پنچھی پنکھ پھیلائے اڑتے پھرتے تھے۔ پربتوں کے سائے گہرے اور لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ آبشاروں اور جھرنوں کی بلندیوں سے گرتے ہوئے پانیوں کی روانیوں کا ترنم بڑھنا شروع ہو گیا تھا"

راجہ نے تمراج وڈیار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہم نے سپنے میں تمہیں اپنی سینا کا سیناپتی بنایا ہے......"

تمراج وڈیار کے چہرے پر بیک وقت کئی رنگ ابھرے اور ڈوب گئے۔ اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر حیرتوں کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا...... مگر مدھوکر!

راجہ نے بگڑتے ہوئے کہا! "اتنی بڑی شبھ سماچار سماعت کرنے کے بعد تمہارے لیے مدھوکر کا خیال ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے...... کیا مدھوکر تمہیں دیوتاؤں کی آشاؤں اور امنگوں سے زیادہ پیارا لگتا ہے"

تمراج نے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا! "نہیں مہاراج نہیں...... دیوتاؤں کی آشاؤں اور امنگوں کو ہم جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں...... تمراج راجہ کی آشاؤں کے پالن کے لیے تیار ہے"

راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! "شاباش! تم بڑے خوش قسمت نوجوان ہو...... مدھوکر کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں...... مہاراجہ کرشن کمار بھی اس کی موت کا خواہش مند ہے...... اب یہ کام تم نے سرانجام دینا ہے۔ جہاں اور جس وقت مناسب سمجھو مدھوکر کو اپنے راستے سے ہٹا دو...... مدھوکر کا خاتمہ تمہاری اپنی صوابدید پر منحصر ہے...... ہماری طرف سے تمہیں ابھی سے مکمل اجازت ہے"

تمراج وڈیار بڑی مشکل سے اپنے اندر کے اضطراب کو ضبط کر رہا تھا۔ اس کا وجود روح کی گہرائیوں تک کانپ رہا تھا......

تمراج نے اٹھتے ہوئے کہا! "ہم مدھوکر کو موت کے گھاٹ اتار کر دیوتاؤں مہاراجہ اور اپنے ان داتا راجہ کو خوش کریں گے"

راجہ نے اپنی تلوار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! "تم اس وقت سے ہمارے سیناپتی ہو۔ تم ہماری اس تلوار سے جس وقت مدھوکر کو پرلوک روانہ کرو گے ہم اسی وقت تمہاری ترقی کا اعلان کر دیں گے"

تمراج نے گھٹنوں کے بل جھک کر راجہ سے تلوار لیتے ہوئے کہا۔ جب مدھوکر جی کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہیں تو اسے بہت جلد اس سنسار سے پرلوک سدھارنا پڑے گا"

پھر اس نے راجہ کی دی ہوئی تلوار کو چومتے ہوئے کہا! "بہت جلدی اس تلوار کو مدھوکر کے خون سے آلودہ کر دیا جائے گا"

راجہ ریاشیا تنگ نے ایک خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! "اگر تم نے آمادگی کا اظہار نہیں کیا ہوتا تو اب تک ہماری یہ تلوار تمہارے خون سے آلودہ ہو چکی ہوتی"

تمراج کے چہرے پر پھر پسینے کی بوندیں جھلملانے لگیں اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "شما کی بھیک دیا کرو مہاراج...... ہم راجہ جی کی آشا کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتے"

راجہ نے تالی بجائی ایک دربان داخل ہوا تو راجہ نے پوچھا! دیوتاؤں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟

دربان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''پربت سے کچھ روشنیاں نیچے آتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں''

راجہ نے کہا! ٹھیک ہے...... سرسوتی دیوی کو حاضر کیا جائے''

پھر اس نے تمراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''سیناپتی تمران وڈیار کو جان کی آ گیا ہے...... ہماری تنہائی کی باتیں راز کی ہوتی ہیں...... رازداری کا بھرم قائم رکھنا...... زبان کھولو گے تو مارے جاؤ گے''

تمراج نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''تمراج بچہ نہیں ہے راجہ جی!...... ہماری زندگی اور موت کے درمیان فاصلہ اس راز کی پردہ داری سے قائم رہے گا اس راز کو ہم اپنی چتا تک اپنے ساتھ لے جائیں گے''

راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ہم جانتے ہیں کہ تم ایسا ہی کرو گے ہم نے بڑی گہری وچاروں کے بعد اس بڑے منصب کے لیے تمہیں منتخب کیا ہے......''

تمراج پچھلے پاؤں ہٹتے ہوئے خیمے سے نکل گیا...... شام ڈوب رہی تھی۔ وادی میں ہزاروں قندیلیں اور مشعلیں جگمگا رہی تھیں۔ سپاہیوں میں کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا۔ پربت کے دامن میں ہاتھی چنگھاڑ رہے تھے...... جنگلی کتوں کا شور سنائی دے رہا تھا...... تمراج وڈیار کے ماتھے پر ابھی تک پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں...... ایک لمحے کے لیے اس کے قدم مدھوکر کے خیمے کی طرف بڑھے۔ مگر اس نے کچھ سوچ کر اپنا رخ تبدیل کر کے وادی کے درے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ درے کے قریب ایک سپاہی اس کا گھوڑا لیے کھڑا تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا درے کے قریب پہنچا۔

گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے سپاہی کو مخاطب کر کے بولا! ''سیناپتی تو ادھر نہیں آیا''

سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ابھی چند لمحے پہلے مدھوکر جی یہاں سے گزرے ہیں''

تمراج نے جلدی سے کہا! ''سیناپتی کس طرف گیا ہے...... ہمارے بارے میں اس نے کچھ پوچھا تھا؟''

سپاہی نے کہا! ''لگتا ہے وہ پہاڑی چوکیوں کی طرف گیا ہے وہ اکیلا تھا...... اور اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تھا''

تمراج نے گھوڑے کو ایڑی لگاتے ہوئے کہا! ''ٹھیک ہے...... تم ہمارے ساتھ آؤ......''

سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا...... تمراج نے گھوڑے کو ایک زوردار ایڑ لگائی اور وہ سرپٹ دوڑنے لگا...... مدھوکر شاہراہ سے ہٹ کر ایک چٹان کے قریب کھڑا تھا...... تمراج اس کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اتر پڑا''

مدھوکر نے تمراج کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی محبت سے کہا! ''تم کہاں گئے تھے؟''

تمراج خاموش رہا تو مدھوکر نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ہمیں معلوم ہے تم راجہ سے مل کر آ رہے ہو''

مدھوکر نے آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تمراج تم ہمارے بچپن کے دوست ہو...... ہم ایک دوسرے کے دکھوں سکھوں میں شریک ہو رہے ہیں...... تمہیں بھگوان کی قسم کچھ بھی ہو...... ہمارے خون کے دھبوں سے اپنا دامن داغدار مت کرنا...... دوستی اور

محبت کے رشتے کو گھائل کرو گے..... تو تم جنم جنم پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہو گے"

تمراج نے مدھوکر کے قدموں پر گرتے ہوئے روکر کہا! "مدھوکر جی! بھگوان کے لیے یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ..... موت تمہارے تعاقب میں لگی ہوئی ہے۔ ظالم راجہ نے تمہارے قتل کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ اس نے ہمیں اس گھناؤنے جرم کی ترغیب دی ہے۔ چلو کہیں دور چلتے ہیں"

دونوں کے گھوڑے شاہراہ پر سرپٹ دوڑ رہے تھے۔

شاہراہ کے اگلے موڑ پر پہنچ کر مدھوکر نے کہا! تمراج یہ تمہارے امتحان کی گھڑی ہے دوستی کے میدان میں ثابت قدم رہنا..... موت کس کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہے اس بات کا کسی کو علم نہیں ہے ہوسکتا ہے موت اپنا رخ تبدیل کر کے خود راجہ کو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ کر ظلم و بربریت کے خونی باب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کردے"

تمراج نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہم آتما کی گہرائیوں سے بھگوان سے اس خونی عفریت کی ہلاکت کی دعا مانگ رہے ہیں"

پھر اس نے مدھوکر کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے روکر کہا! "مدھوکر تم دیکھو گے تمراج دوستی کی کہانی کو امر کرے گا..... پورن ماشی کے اس روشن چاند کی قسم ہمارا خون پہلے دھرتی پر گرے گا"

مدھوکر نے تمراج کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "ہمیں یہی امید تھی۔"

سامنے موڑ کی اوٹ سے چند سوار نمودار ہوئے ان کے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں تھیں۔

مدھوکر نے کہا! وقت بہت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے ہم نے ابھی دوسرے دوستوں کو باخبر کرنا ہے"

تمراج نے کہا! "تم ٹھیک کہتے ہو..... اپنے اعتماد کے تمام لوگوں کو باخبر کرنا ضروری ہے....."

سوار قریب پہنچ چکے تھے۔ سیناپتی اور تمراج کو پہچان کر انہوں نے گھوڑوں سے چھلانگیں لگادیں اور ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے۔

سیناپتی مدھوکر نے کہا! "کہیں دیوتاؤں کے آثار دکھائی دیتے ہیں"

ایک سوار نے کہا! "ہم نے سامنے والے پہاڑ پر چڑھ کر دیکھا ہے بہت دور ایک روشنی دکھائی دیتی ہے..... لگتا ہے دیوتا آرہے ہیں"

تمراج نے کہا! "ٹھیک ہے تم جاؤ..... اگر دیوتا دکھائی دیں تو ہمیں اطلاع کردینا۔ ہم ان کے سواگت کو جائیں گے....."

وہ واپس چلے گئے تو تمراج نے کہا! "ہم سوچ رہے ہیں راجہ تمہارا دشمن کیوں ہوا ہے؟

مدھوکر نے کہا! "تم نے سن لیا ہوگا کہ کملا بہن کا پتی سبھاش چند ایک شب خون میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا ہے"

تمراج نے کہا! "ہاں یہ خبر سن لی ہے"

مدھوکر نے کہا! "کملا بہن کا خیال ہے۔ مہاراجہ کرشن کمار نے سبھاش کو دھوکے اور سازش سے خود قتل کروایا ہے"

"مگر یہ ساری کہانی تمہیں کس نے سنائی ہے؟

مدھوکر نے کہا! "ہمیں سوامی دیانند نے بتایا ہے..... پھر مہاراجہ کے سندیسے میں ہمارے قتل کا حکم لکھا ہے اس نے لکھا ہے کہ مدھوکر کو

راجدھانی کے قلعے تک پہنچنے سے پہلے خفیہ طریقے سے قتل کر دیا جائے۔ اس کے خیال میں ہم اس کے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہیں"

تمراج نے غصے سے کہا! "ہم مہاراجہ سے نروش سبھاش چند کے خون کی بوند بوند کا حساب لیں گے۔"

راجہ کے خیمے میں خوشبودار دھواں پھیلا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک شراب پینے میں مشغول تھا۔ سرسوتی کے علاوہ اور کئی لڑکیاں بھی خیمے میں موجود تھیں۔

راجو نے خیمہ میں داخل ہوتے ہی ہاتھ جوڑ کر کہا! "ہم مہکتے ہوئے پھول اور کول کلیاں لائے ہیں......"

مہاراجہ نے کہا! "پربت کے پھولوں اور کلیوں کو ہماری خدمت میں حاضر کیا جائے"

راجو نے خیمے کا پردہ اٹھا دیا۔ سپاہی چالیس کے لگ بھگ لڑکیوں اور ایک بوڑھے بھکشو کو نیزوں کی انیوں سے دھکیلتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے......لڑکیاں خوفزدہ اور گھبرائی ہوئی تھیں۔

راجہ ریاشیا تنگ نے ٹٹولتی ہوئی بھوکی نظروں سے لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "تم خوفزدہ کیوں ہو؟"

بوڑھے بھکشو نے کہا! "تم راجہ ریاشیا تنگ ہو نا؟"

راجہ نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا! "کہو کیا کہنا چاہتے ہو"

بھکشو نے کہا! ہم مہاتما بدھ کے بھکشو ہیں۔ ہم بیس برس سے یہاں ہیں......اس جنگل میں ان گنت درندے رہتے ہیں کبھی کبھی شیر اور چیتے ہمارے پگوڈے میں آ جاتے ہیں......ایسا اکثر ہوتا رہتا ہے مگر آج تک کسی درندے نے ہمارے پگوڈے اور آشرم کی اس طرح بے حرمتی نہیں کی جس طرح تمہارے ان انسان نما بھیڑیوں نے ہمیں اذیت پہنچائی ہے......پگوڈے میں اس وقت پچاس بھکشوں کی لاشیں خون میں لت پت پڑی ہیں"

راجہ نے راجو کی طرف دیکھ کر کہا! "بے وقوف ہم نے تجھے کیا حکم دیا تھا......تم نے پچاس بھکشوں کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا کم از کم ہمارے پچاس کتے خوش ہو سکتے تھے"

راجو نے مسکراتے ہوئے کہا! "اگر بھکشو مزاحمت کی حماقت نہیں کرتے تو ہم ان کو تلوار کے گھاٹ نہیں اتارتے"

راجہ نے لڑکیوں کی طرف دوبارہ دیکھتے ہوئے ایک لڑکی کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا! "یہ سب سے سندر ہے اسے یہاں چھوڑ کر باقی سب کو سینکوں کے حوالے کر دیا جائے"

اس لڑکی نے جرات سے کہا! "راجہ ہمیں بے وارث نہیں سمجھو......ہماری توہین کی تمہیں بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی"

راجہ نے غراتے ہوئے کہا! "تم سندر نہیں ہوتی تو میں تمہاری گستاخی کی بڑی کڑی سزا دیتا"

بوڑھے بھکشو نے کہا! "ریاشیا تنگ جی! یہ بھوٹان کے مہاراجہ کی بیٹی ہے......اسے کوئی نقصان پہنچا تو بھوٹان کی سینا اس ملک کو تباہ و برباد کر دے گی"

راجہ نے نیزہ اٹھا کر بوڑھے بھکشو کے سینے میں گھونپتے ہوئے کہا! "تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو"

بوڑھے بھکشو کی ایک دل دوز چیخ فضاؤں میں ابھری اور پھر ڈوب گئی۔

راجہ نے کہا! ''اسے اٹھا کر کتوں کے آگے پھینک دیا جائے''

پھر اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ''تمہارا نام کیا ہے؟

لڑکی نے کہا! ''ہمارا نام لاجونتی ہے..... ہم سے دور رہو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا..... تمہاری بھی کوئی بیٹی ہوگی کل کو اس سے تمہارے ظلموں کا حساب.....''

مہاراجہ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا! ''تم اس حد تک گستاخ اور بدزبان ہو..... اپنی گندی زبان سے ہماری بیٹی کی بات کرتی ہو''

پھر اس نے راجو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ان سب کو درختوں سے باندھ دیا جائے..... دیوتاؤں کے چلے جانے کے بعد ہم اپنے ہاتھوں سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کریں گے''

لاجونتی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا! ''ایسی ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے ہم موت کو گلے لگانا پسند کریں گے..... تمہارے گندے اور بدبودار جسم کا بوجھ نہیں اٹھائیں گے''

راجہ نے مسند سے اٹھ کر لاجونتی کو بالوں سے پکڑ کر فرش پر گراتے ہوئے کہا! ''تمہیں ہمارے وجود کا بوجھ اٹھانا پڑے گا''

سپاہی بوڑھے بھکشو کی لاش اٹھا رہے تھے۔

راجہ نے گرجتے ہوئے کہا! ''لاجونتی کے علاوہ باقی سب کو یہاں سے لے جاؤ۔ ہم اس کے غرور کو توڑ دیں گے''

اسی لمحے سوامی دیانند خیمے میں داخل ہوا۔

راجہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''سوامی جی! ہم آپ کا بڑی دیر سے انتظار کر رہے تھے''

''سوامی نے بوڑھے بھکشو کی خون آلودہ لاش اور فرش پر پڑی ہوئی لاجونتی کی طرف دیکھ کر کہا! ''یہ کون لوگ ہیں؟''

راجہ نے کہا! ''سامنے پربت پر بدھوں کا پگوڈا ہے ان کومل کلیوں کو وہاں سے اٹھوایا گیا ہے''

''ٹھیک ہے'' مگر تم نے اس بوڑھے کو قتل کیوں کیا؟''

راجہ نے کہا! ''یہ ہمیں دھمکی دے رہا تھا''

سوامی نے کہا! ''دھمکی..... کیسی دھمکی..... یہ تو بڑے بے ضرور لوگ ہوتے ہیں''

راجہ نے کہا! ''یہ لڑکی بھوٹان کے مہاراجہ کی بیٹی بتائی گئی ہے..... بوڑھا بھکشو کہتا تھا کہ اگر کسی نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی تو بھوٹان کے مہاراجہ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے''

سوامی نے مسکراتے ہوئے کہا! ''مگر تم اس بیچارے کو معاف کر دیتے تو اچھا کرتے.....''

''ہم معاف کرنا اچھا نہیں سمجھتے.....''

''سوامی نے کہا! ''اب اس لڑکی کے ساتھ کیا کرنے والے ہو''

''راجہ نے کہا! ''اگر اسے دیوتاؤں نے اپنے لیے پسند کر لیا تو مجبوری ہوگی......ہم نے اسے آج کی رات اپنے لیے پسند کیا ہے......''

''مہاراج! ہماری بنتی سنو، ہمیں اس درندے سے بچالو، ہم پوتر اور نردش ہیں...... ہماری پوترتا کو داغدار کر دیا گیا تو ہم مر جائیں گے''

سوامی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''راجہ جی! ہم اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کریں گے......اگر انہوں نے پسند کر لیا تو ٹھیک نہیں تو تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔''

لاجونتی نے اٹھتے ہوئے کہا! ''افسوس یہ سارا سنسار درندوں کی کچھار کی طرح ہے......آپ نے بھی ہماری بنتی کو کوئی اہمیت نہیں دی......ہم نیلامی کا جانور نہیں ہیں......ہم انسان ہیں۔ کسی کی بیٹی ہیں۔ کسی کی بہن ہیں......انسان رشتوں کا کچھ تو احترام کرو......تم سب گونگے بہرے پتھروں کی طرح کیوں ہو''

سوامی نے لاجونتی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! لڑکی! ہمارے مقام اور مرتبے کو سمجھنے کی کوشش کرو......دوبارہ بے ادبی کی تو ایک ہی کشٹ سے تمہارے شریر کو بھرشٹ کر دیا جائے گا'' سوامی اسے گھسیٹتا ہوا خیمے سے باہر نکال لایا۔

''باہر نکل کر سوامی نے آہستہ سے کہا! ''لاجونتی بہن! ہمیں معاف کر دینا اس درندے کی گرفت سے تمہیں اسی طرح بچایا جا سکتا تھا''

آپ......آپ نے ہمیں بہن کہا ہے۔

سوامی نے کہا! ''ہاں! آپ ہماری بہن ہیں، ہم بھائی بن کر آپ کی عزت کی حفاظت کریں گے، یہ عذاب بہت جلد ٹلنے والا ہے۔''

لاجونتی نے پوچھا! ''آپ کون ہیں......اور یہاں کس کارن ان درندوں کے درمیان رہ رہے ہیں؟

سوامی نے مسکراتے ہوئے کہا! ''بہن ہم اس دنیا کی مخلوق نہیں ہیں ہم اندھیروں کے ہم سفر نہیں ہیں......ہم روشنی کی کرنوں کے دھارے کا ایک پیغام ہیں۔''

لاجونتی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''مہاتما بدھ کا بھگوان آپ کی رکھشا کرے گا......روشنی کا سفر بھگوان کی کرپا سے جاری رہے گا''

سوامی نے کہا! ''ہمیں اپنی لاکھوں ماؤں بہنوں اور بہو بیٹیوں کی دعاؤں کی ضرورت ہے......''

''لاجونتی کو خیمے میں پہنچا کر سوامی نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''یہ راجہ کے مظالم کا شکار لاجونتی ہے اس کی حفاظت ہمارا فرض ہے......''

سوامی کے دونوں ساتھیوں نے اسے احترام سے بٹھایا۔

ایک ساتھی نے کہا! ''سوامی جی! اب یہ بھائیوں کی غیرت کے حصار میں ہے......سنسار کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی......ہماری لاشیں بھی اس کے ناموس کے دشمنوں کا راستہ روکیں گی......''

لاجونتی نے روتے ہوئے کہا! ''نہیں بھائیو! بھگوان آپ کو زندہ رکھے گا آپ رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے...... موت آپ کے دشمنوں کا مقدر بنے گی''

سوامی نے لاجونتی کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''آپ بے فکر ہو کر یہاں رہیں ہم آپ کی دوسری بہنوں کی مدد کی کوشش کرتے ہیں''

اسی وقت ایک سپاہی دوڑتا ہوا آیا اور ہانپتے ہوئے بولا! ''سوامی جی! دیوتا آ رہے ہیں''

سوامی نے پوچھا! ''کہاں پہنچے ہیں؟

سپاہی نے کہا! ''وادی کے باہر ہیں۔''

کائنات افق تا افق خوابوں کے طلسمی سناٹوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جادوئی رنگوں کی پراسرار برکھا برس رہی تھی۔ ذرہ ذرہ حسن فطرت کی برستی ہوئی بدلی کی رم جھم تلے بھیگ رہا تھا۔ رات کے خوبصورت ماتھے پر پورن ماشی کے پورے چاند کا جھومر چمک رہا تھا۔ آکاش نے سانولی سلونی شب کے سر پر ستاروں کی جگمگاتی ہوئی اوڑھنی ڈال دی تھی۔ آبشاروں جھرنوں چشموں اور ندیوں کے پانیوں کی گنگناہٹوں کی نغمگی فطرت کی دلفریبیوں کو محسور کن بنا رہی تھی۔ وادی قندیلوں اور مشعلوں کے نور سے جگمگا رہی تھی...... راجہ ریاشیا تنگ کے سپاہی شراب پی پی کر پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے اور ناچتے گاتے پھرتے تھے۔ راجہ ریاشیا تنگ بھی بدمست ہو چکا تھا۔ وہ سرسوتی دیوی کے حسن اور سنگیت کے جادو میں ڈوبا ہوا تھا۔ سرسوتی شاخ گل کی طرح جھوم جھوم کر ناچ رہی تھی اور کوئل کی طرح کوک رہی تھی۔ کئی محافظ راجہ کے خیمے کے اندر نیزے لیے کھڑے تھے۔ سرسوتی کے سروں نے سب کو محظوظ کر رکھا تھا۔

راجہ نے سرسوتی کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر اپنی گود میں سمیٹتے ہوئے اس کا منہ چوم کر کہا! ''سرسوتی! تم ہماری آشاؤں کی جوانی ہو...... تم ہماری بہت بڑی کمزوری ہو...... تمہارے سامنے سارے چراغوں کے اجالے ماند پڑ جاتے ہیں......''

سرسوتی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''ہمارے راجہ ہمارے دیوتا ہیں ان داتا ہیں...... ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں...... داسی ہیں۔ اپنے من کے راجہ کی پجاری ہیں...... باؤری چکوری کی طرح آکاش پر چمکنے والے چندرماں تک پہنچنے کے لیے پنکھ پھیلائے رکھتی ہیں''

سرسوتی نے شمالی آسام کا روایتی لباس پہنا ہوا تھا...... اس کے سینے کے ابھاروں کی خوبصورتی کو سونے کے خوش نما زیوروں نے دوبالا کیا ہوا تھا ایک باریک زنجیر اس کے ہونٹوں پر لٹکی ہوئی تھی۔ اس کے ماتھے پر بڑی دلکش بندیا تھی۔

راجہ نے اس کے لمبے گھنے سیاہ بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا! ''سرسوتی! نجانے آج کی رات اتنی مدہوش کن کیوں ہے۔ تم ہمیشہ سے بہت زیادہ سندر، کومل اور من موہنی لگتی ہو''

سرسوتی نے ایک قاتل ادا سے اپنی خوبصورت آنکھوں کو گھماتے ہوئے پوچھا! ''بھوٹان کے مہاراجہ کی بیٹی لاجونتی کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

راجہ نے کہا! ''بھگوان کی سوگند بڑی ظالم حسینہ ہے...... بجلی کا کوندا ہے برق ہے، بلا ہے، یا آکاش کی کوئی پری لگتی ہے''

ریاشیا تنگ نے سرسوتی کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا! ''مگر اس کے جیون کا عرصہ آج کی رات کی صبح تک محدود ہے...... دیوتاؤں کی واپسی کے بعد لاجونتی کی زندگی کا چراغ بجھا دیا جائے گا''

سرسوتی نے راجہ کے چرن چھوتے ہوئے کہا! ''دیا کی بھکشا دیجیے مہاراج!''

راجہ نے خنجر کی دھار پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا! تم نہیں گھبرایا کرو۔ ہم ہر حال میں تم پر دیا کریں گے...... تم جانتی ہو ہم گستاخ بیانی پسند نہیں کرتے...... اگر سوامی دیانند نہیں آتا تو لاجونتی پرلوک سدھار گئی ہوتی''

سرسوتی نے راجہ کے سامنے فرش پر دو زانو ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا! ''لاجونتی کے قتل سے مہاراجہ بھوٹان غضبناک ہو جائے گا......''

راجہ نے غصے سے سرسوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تو ہمیں ڈرا رہی ہے یا خود ڈر رہی ہے''

سرسوتی نے کانپتے ہوئے راجہ کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا! ''مہان شکتی والے راجہ ریاشیا تنگ کو داسی کس طرح ڈرانے کی حماقت کر سکتی ہے...... ایک متوقع خطرے کی وچار کا اظہار کر بیٹھی ہوں......''

راجہ نے اٹھتے ہوئے کہا! ''عجیب بات ہے۔ تم ہماری موجودگی میں ہمارے سامنے یہاں سے سینکڑوں کوس دور کی مسافتوں پر رہنے والے مہاراجہ بھوٹان کے خوف سے خوفزدہ ہوتی ہو''

''کرپا...... بھگوان کے نام کی کرپا کی بھکشا دان کرو مہاراج...... داسی سے بڑی غلطی ہوئی ہے......''

سرسوتی خوف کے مارے وحشی راجہ کے قدموں پر لوٹ رہی تھی۔ راجہ کی آنکھیں شراب کے خمار اور غصے سے انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

''ایک لمحے کی خاموشی کے بعد راجہ نے ایک محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ابھی اور اسی وقت بھوٹان کے مہاراجہ کی بیٹی کو حاضر کیا جائے۔ ہم دیوتاؤں کے آنے تک اپنے غضب کی آگ کو برداشت نہیں کر سکتے......''

محافظ سر جھکا کر ہاتھ جوڑتا ہوا خیمے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

اسی لمحے ایک سپاہی نے اندر آ کر کہا! ''دیوتا آ رہے ہیں......''

وادی شہنائیوں ڈھولوں اور نقاروں کی ملی جلی آوازوں سے گونج رہی تھی۔

راجہ نے جلدی سے سونے کا تاج سر پر رکھتے ہوئے پوچھا! ''سوامی دیانند کہاں ہے؟

سپاہی نے جھک کر کہا! ''سوامی دیوتاؤں کے سواگت کے لیے روانہ ہو چکے ہیں''

محافظ نے پلٹتے ہوئے کہا! ''مہاراج! بھوٹان کے مہاراجہ کی بیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے''

راجہ نے نرم پڑتے ہوئے کہا! ''ہم کچھ دیر کے لیے اپنا حکم واپس لیتے ہیں...... تم ہمارے ساتھ رہو گے اور دوسرے حکم کا انتظار کرو گے''

راجہ نے چیتے کی کھال والے لباس کے اوپر پیلے رنگ کا ریشمی کمر بند باندھتے ہوئے پوچھا! ''مدھوکر کہاں ہے؟

سپاہی نے کہا! ''سیناچی پربت پر ہے مہاراج!

راجہ نے کہا! ''تمراج وڈیار کیوں نہیں آیا ہے؟

سپاہی نے کہا! ''تمراج وڈیار جی وادی سے باہر سینا کو دیوتاؤں کے سواگت کے لیے تیار کر رہا ہے''

ابھی راجہ کچھ اور پوچھنے نہیں پایا تھا کہ تمراج وڈیار نے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''تمراج حاضر ہے مہاراج!''

راجہ نے ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے تم نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔''

تمراج نے جھک کر راجہ کے چرنوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا! ''راجہ کی آشاؤں اور امنگوں کو پورا کرنا تمراج کا دھرم ہے''

ایک لمحے کے بعد راجہ یاشیا تنگ نے پوچھا! ''دیوتاؤں کی سواریاں کہاں تک پہنچی ہیں؟

تمراج نے کہا! ''اب سے کچھ دیر پہلے ان کی سواریاں جنگل کے سرو والے موڑ پر دیکھی گئی تھیں۔ خیال ہے وہ وادی کے درے تک پہنچ چکے ہوں گے.....''

راجہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا خیمے سے باہر نکلا پورن ماشی کا چاند ستاروں کے جھرمٹ میں حجلہ عروسی میں بیٹھی ہوئی دلہن کی طرح لگ رہا تھا۔

راجہ نے چٹان پر کھڑے ہو کر پڑاؤ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا! ''ہمارے خونی کتوں کو کیا ہوا ہے ان کی بھونک کا جلترنگ سنائی نہیں دے رہا ہے.....''

''مہان دیوتا کی شکتی نے کتوں کے منہ بند کر دیئے ہیں''

راجہ نے برہمی سے کہا! ''کیوں؟''

تمراج نے کہا! ''شاید دیوتاؤں کو کتوں کی آوازیں پسند نہیں ہیں''

راجہ نے ناگواری سے کہا! ''جب ہمیں کتوں کی آوازیں سنگیت کی طرح بھاتی ہیں تو آنے والے دیوتاؤں کو ناگوار کیوں ہیں؟''

تمراج نے کہا! ''آج کی رات کی بات ہے مہاراج.....ہم دیوتاؤں کو ناراض نہیں کر سکتے۔ وہ ہماری سہیتا کی خاطر آ رہے ہیں..... یہ ان کی شکتی کا کمال ہے ہمارے خونخوار جنگلی کتوں نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے ان کے منہ بند ہو چکے ہیں..... جب آکاش سے آنے والے دیوتوں کو پوتر سواریاں واپس نیل گگن کے ساگر میں لوٹ جائیں گی تو سب کچھ واپس معمول پر آ جائے گا..... سے کا ٹھہراؤ پھر متحرک ہو جائے گا..... پھر راجہ جی کو اپنے کتوں کی بھونکوں کا سنگیت سننے کو مل جائے گا.....اس وقت ہمیں دیوتاؤں کی آشاؤں کی بڑی سخت ضرورت ہے..... دیوتاؤں کی شکتی پربتوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے''

راجہ نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! ''تم ٹھیک کہتے ہو..... میں تمہارے رائے سے اتفاق ہے''

رات کا پہلا پہر بیت چکا تھا..... دیوتاؤں کا قافلہ وادی میں داخل ہو رہا تھا.....شہنائیاں بج رہی تھیں..... یہ سندر تھا جس نے دیوتا کا بہروپ دھارا ہوا تھا..... اس کے ساتھ نوجوان سپیرا شردے پوار تھا..... شردے پوار کے گلے میں ایک بڑا سا اژدھا لہراتا پھرتا تھا..... اس نے اپنی کلائیوں پر ناگ منی لپیٹے ہوئے تھے..... سندر سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں لمبا سا نیزہ تھا..... اس نے راجہ یاشیا تنگ کی طرح چیتے کی کھال کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے بیس کے لگ بھگ سوار تھے یہ سب سادھوؤں، مہتوں اور بھگتوں کے روپ میں تھے۔ یہ قافلہ بڑا

پراسرار لگ رہا تھا۔ یہ بڑی خاموشی کے ساتھ وادی میں داخل ہوئے...... شہنائیوں اور نقاروں کی ملی جلی آوازوں کے سوا کوئی آواز نہیں آ رہی تھی...... وادی کے درے کے اندر ہاتھی کھڑے تھے......"

سندر نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچتے ہوئے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! "ہماری سواگت کے لیے گنیش دیوتاؤں کو نہیں لایا گیا"

سوامی دیانند نے ہاتھ جوڑتے ہوئے لرزتی ہوئی آواز میں کہا! "دیا کی بھکشا مہاراج...... دیا کی بھکشا...... بہت بڑی بھول ہوئی ہے راجہ ریاشیا تنگ سے......"

سندر نے آسمان کی طرف دیکھ کر بڑے غضبناک لہجے میں کہا! "راجہ تو احمق ہے۔ مگر تم جانکاری والے ہو...... تم سے کیوں بھول ہوئی ہے تم نے راجہ کو بتایا تھا ہم آکاش کے ساگروں سے آنے والے ہیں۔ دیوتاؤں کو دیوتاؤں کے سواگت کے لیے آنا پڑتا ہے۔ مگر بدبخت راجہ نے گنیش دیوتاؤں کو موٹی موٹی زنجیروں سے باندھ رکھا ہے۔ یہ اینائے ہے۔ یہ ظلم ہے۔ یہ دیوتاؤں کی توہین ہے۔ ہم ایسی توہین برداشت نہیں کرتے"

سندر پورے دبدبے اور طمطراق سے گرج رہا تھا۔ اب تک سینکڑوں سینک جمع ہو چکے تھے...... دیوتا کو غضبناک دیکھ کر سب خاموش سر جھکائے ہاتھ جوڑے کھڑے تھے"

سوامی نے ہاتھ جوڑ کر کہا! "ہم دیوتا سے شما کی بھکشا مانگتے ہیں۔ پجاریوں سے بھول ہو جاتی ہے"

سندر نے کہا! "راجہ کہاں ہے؟"

ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بڑی عاجزی سے کہا! "راجہ کو اطلاع دے دی گئی ہے وہ دیوتاؤں کے سواگت کے لیے آ رہے ہیں؟؟

سندر نے کہا! "تم کون ہو؟"

سوامی نے جلال سے کہا! "یہ مدھوکر جی ہیں...... یہ راجہ ریاشیا تنگ کی سینا کا سیناپتی ہے......"

سندر نے جھک کر اس کی طرف دیکھا۔ سندر کے ہونٹوں پر ایک پراسرار تبسم تھا...... اس کی آنکھوں میں کچھ کہتی چمک پیدا ہوئی...... سامنے سے راجہ ریاشیا تنگ اپنے محافظوں کے دستے اور دوسرے سرداروں کے ساتھ آ رہا تھا۔ ہر طرف ہزاروں مشعلوں اور قندیلوں کی روشنیاں جھلملاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ ہر طرف عقیدتوں اور جذبوں کی تلاطم خیریاں تھیں...... نعرے لگائے اور بھجن گائے جا رہے تھے...... شہنائیاں بجائی جا رہی تھی۔ نقاروں کے شور سے وادی گونج رہی تھی...... گھوڑے ہنہناتے رہے تھے...... ہاتھی چنگھاڑ رہے تھے......

سندر نے سیناپتی مدھوکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "تم سیناپتی ہو؟"

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "جی مہاراج!"

سندر نے کہا! "آکاش کے نیلے ساگروں کی اتھاہ گہرائیوں میں بڑے پراسرار انقلاب جنم لینے والے ہیں...... جاگتے رہنا...... سونے کی حماقت کرو گے تو مارے جاؤ گے......"

راجہ کی سواری قریب پہنچ چکی تھی۔ مدھوکر تمراج وڈیار سوامی دیانند اور دوسرے لوگ سامنے سے ہٹ گئے...... سندر نے پراسرار دیومالائی انداز اختیار کرنا شروع کر دیا تھا اس نے دائیں ہاتھ کو فضاؤں میں بلند کر کے اس پکڑے ہوئے نیزے کو دائیں بائیں لہرانا شروع کر دیا تھا......''

راجہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''دیوتاؤں کے آنے سے ہمارے من کی دنیا شانت ہوگئی ہے۔'' پھر اس نے آگے بڑھ کر دیوتا کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا۔

سندر نے اپنا لمبا نیزہ نیچے جھکا کر راجہ کے سامنے زمین میں گاڑتے ہوئے کہا! ''اٹھو راجہ...... ہم نے تمہاری بھگتی کو پسند کیا ہے۔ اٹھو ہم نے اپنی شکتی کا سایہ تمہارے سر پر ڈال دیا ہے...... تم شانت ہو جاؤ...... ابھی ابھی ہم ناراض ہو رہے تھے۔ مگر ابھی ابھی تمہاری پوجا کی ادا نے ہمیں نہال کر دیا ہے۔ تمہارے لیکھ کی ساری کٹھنائیوں کو ہم نے تمہارے ریکھاؤں سے کھرچ دیا ہے۔''

سندر گھوڑے سے اتر پڑا تھا راجہ نے گھٹنوں کے بل ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''یہ دیوتاؤں کی بہت بڑی اور بروقت کرپا ہے...... دیوتا کے گیان دھیان اور جانکاری سے سنسار کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے...... ہندو راج نیتا اور ہندو جاتی کے کارن یہ بڑا بھاری اور کٹھن سمے ہے''

سندر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''راجہ کو اس کی چنتا نہیں کرنی چاہیے ہم نے سارے اپائے کر لیے ہیں ہماری شکتی ہندو جاتی کی ضمانت ہے...... تم بے چنت ہو جاؤ...... ہندو کے دھرم شالوں میں دیوی دیوتاؤں کے پوتر استھانوں میں شہنائیاں بجتی رہیں گی...... خوشبوؤں کے مہکتے ہوئے پھول دیوتاؤں کے چرنوں پر سجائے جاتے رہیں گے...... آکاش کے نیلے گگن کی موجوں پر ستاروں کی نورانی کشتیاں چلتی رہیں گی...... شہنائیاں بجاؤ...... خوشیاں مناؤ''

پھر اس نے شروے پوار کی طرف دیکھ کر کہا! ''ناگ میتوں کو جگانے کے لیے بین بجاؤ سے بڑا پیار ہے۔''

ہواؤں کے جھونکے پھولوں کے کومل بدن چوم رہے ہیں...... پھر اچانک فضاؤں میں بین کی مدھ سروں کا جادو بکھرنے لگا...... شروے پوار کے گلے میں لپٹا ہوا بڑا ناگ پھن پھیلا کر پھنکارنے لگا اس کی لمبی نوکیلی زبان بار بار باہر نکلتی تھی...... پڑاؤ میں شور برپا تھا''

سندر نے سوامی دیانند کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ''ہم آدھی رات تک پرارتھنا کریں گے ہمیں آبشار کے پاس لے چلو''

پھر اس نے راجہ ریاشیا تنگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''راجہ جی! تمام سینا کو خوشیاں منانے کی آگیا دی جائے...... ہم خود بھی آدھی رات کے بعد رنگوں اور خوشیوں کے میلے میں شریک ہو جائیں گے......''

پھر اس نے ہاتھ لہراتے ہوئے سوامی کے ساتھ اس طرف کو بڑھنا شروع کر دیا جدھر آبشار گر رہی تھی...... راجہ ریاشیا تنگ سینا پتی مدھوکر اور تمراج وڈیار کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

راجہ کے خیمے کے سامنے پہنچ کر سندر نے کہا! ''لگتا ہے یہ راجہ کا خیمہ ہے؟؟''

راجہ نے جواب دیا! ''جی مہاراج!''

سندر نے کہا! ''ٹھیک ہے بہت اچھا خیمہ اور بڑی اچھی جگہ پر لگایا ہے...... اب تم سب یہیں ٹھہرو گے کوئی نہیں آئے گا......''

سندر کے ساتھ بیس پچیس کے لگ بھگ جوان تھے سب نے سادھوؤں کا روپ دھارا ہوا تھا...... یہ سب مسلح تھے اور حاکم بنگالہ کے بہادر اور تجربہ کار سپاہی تھے۔

آبشار کے قریب پہنچ کر سندر نے پلٹ کر سوامی کی طرف دیکھ کر کہا! "دیانند جی!...... آدھی رات کے لگ بھگ شب خون مارا جائے گا...... بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کی قیادت خود کریں گے"

سوامی دیانند نے کہا!"ہم جانتے ہیں حاکم یہاں آنے والے ہیں ہم نے زیر زمین سرگرمیوں سے حالات کے دھارے کا رخ تبدیل کر دیا ہے...... سیناپتی مدھوکر مہاراجہ کرشن کمار اور راجہ ریا شیا نگ کے ناپاک منصوبوں سے آگاہ ہو چکا ہے...... جب شب خون مارا جائے گا تو سیناپتی ہمارے ساتھ ہوگا......"

اندھیرے میں آہٹ ہوئی...... سندر اور سوامی نے چونک کر دیکھا...... اندھیرے میں ایک سایہ تیزی سے بڑھتا آ رہا تھا۔

"تم کون ہو اور منع کرنے کے باوجود دیوتا کے استھان کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہو۔ تمہیں اپنے جیون سے محبت نہیں ہے۔"

آنے والے نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا!"ہم مدھوکر ہیں"

سوامی دیانند نے کہا!"مدھوکر آؤ ہم ابھی ابھی آپ ہی کا ذکر کر رہے تھے۔"

مدھوکر نے آگے بڑھ کر سندر کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا!"دیوتا مہاراج...... ہم پل پل دکھی اور بیکل ہوتے جا رہے ہیں"

سندر نے اسے اٹھا کر گلے لگاتے ہوئے کہا!"ہمیں تمہاری بے کلی کا علم ہے تم چنتا نہیں کرو...... تھوڑی دیر بعد یہاں سب کچھ تبدیل ہو جائے گا...... یہ ناچتے گاتے شرابی اور پاپی لوگ خون کی بہتی ہوئی ندیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈوب جائیں گے"

مدھوکر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی بے تابی سے کہا!"نجانے آدھی رات کا سمے کب آئے گا...... ایک ایک گھڑی بوجھل اور کٹھن ہے......"

پھر اس نے کہا!"دیوتاؤں کی پراسرار سینا کس طرف سے وادی میں داخل ہوگی...... ہم اسی طرف اپنی وفادار سینا کو تعینات کر دیں گے"

سندر نے مسکراتے ہوئے کہا!"مدھوکر جی! ہمارا نام سندر ہے ہم حاکم بنگالہ کی سینا کے ایک معمولی سپاہی ہیں...... ہم تمہارے بھائی ہیں...... آج رات کے پچھلے پہر حاکم بنگالہ اس وادی میں شب خون مارنے آ رہے ہیں"

مدھوکر نے حیرت سے کہا!"تمہارا نام سندر ہے...... تم دیوتا نہیں ہو...... حاکم بنگالہ بذات خود اپنی سینا کے ساتھ شب خون مارنے آ رہے ہیں...... یہ سب کیا ہے......"

سوامی دیانند نے کہا!"مدھوکر یہ سب کچھ سچ ہے...... حاکم بنگالہ آ رہے ہیں اسے اس چھوٹے سے معرکے کی قیادت کی خاص ضرورت تو نہیں تھی یہ کام تو اس کی سینا کے عام سپاہی بھی سرانجام دے سکتے ہیں...... دراصل حاکم تم سے ملنا چاہتے ہیں اس لیے ہم نے تمہیں اپنے خیمے میں رہنے کو کہا تھا۔"

مدھو کر نے کہا! ”حاکم بنگال صرف ہمیں ملنے آرہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے“

سندر نے کہا! ”ہاں! کچھ دیر بعد جب تم حاکم کو اپنے سامنے دیکھو گے تو تم اپنے اردگرد افق تا افق رنگوں کی برکھا کو برستا پاؤ گے......اب تم یہاں سے چلے جاؤ“

مدھو کر جانے لگا تو سوامی نے کہا! ”مدھو کر تم نے جنگلی کتوں کا کیا کیا ہے لگتا ہے سب کے سب سو گئے ہیں ان کی بھونکیں سنائی نہیں دے رہی ہیں“

مدھو کر نے ہنستے ہوئے کہا! ”جنگل کی بلاؤں کو جنگل کے اندھیرے کے حوالے کر دیا گیا ہے......اس پربت میں ایک لمبی غار ہے......جو اندر ہی اندر بل کھاتی ہوئی دوسری طرف جنگل میں نکلتی ہے......ہم نے ایک ایک کر کے تمام کتوں کو غار میں دھکیل دیا ہے......تمراج وڈیار سے مہاراجہ نے کتوں کے بارے میں پوچھا ہے مگر تمراج وڈیار نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا ہے کہ دیوتاؤں کی شکتی نے کتوں کے منہ بند کر دیئے ہیں“

سندر اور اس کے ساتھی دیر تک ہنستے رہے۔

سندر نے آسمان کی طرف دیکھ کر اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ”کشور وقت کیا ہو گیا ہے......تم جلدی سے قندیل لے کر پربت پر چڑھ جاؤ......قندیل کو اونچی چوٹی کے کسی پتھر کے ساتھ باندھ دینا حاکم اس اشارے کا منتظر ہے......“

کشور بڑی تیزی سے پہاڑ پر چڑھنے لگا......سوامی نے سندر کو پگوڈے میں رہنے والے بدھوں کے قتل اور بھوٹان کے مہاراجہ کی بیٹی لاجونتی کی بے حرمتی کی کہانی سنائی“

سندر نے کہا! ”راجکماری لاجونتی اس وقت کہاں ہے؟

دیانند نے کہا! ”اس وقت وہ ہمارے خیمے میں ہے“

سندر نے کہا! ”آسام عفریتوں کے خونی پنجوں میں لہولہان ہو رہا ہے اگر بھگوان کی کرپا سے حاکم بنگالہ یہاں نہیں آتے تو نجانے ظلم اور گھٹائیوں کی یہ رات کتنی طویل ہوتی کتنے بے بسوں اور مجبوروں کے لاشے تڑپائے جاتے......کتنے گھروں کو جلایا جاتا......اور نجانے کتنی کومل اور نردوش راجکماری اور کنیاؤں کی عصمتوں کے لہو کی بوندوں کی برسات ہوتی......اب تو صبح ہونے والی ہے۔ رات کے ہولناک اندھیرے سیماب پا ہو رہے ہیں......دکھی انسانیت کے دردمندوں کے قدموں کی چاپوں سے وادیاں گونج رہی ہیں۔ مایوسیوں اور نراس کی آہوں کی جگہ امیدوں اور آسوں کے تبسم چہروں پر نمودار ہو رہے ہیں“

پھر اس نے کہا! ”ہم راجکماری لاجونتی سے ملنا چاہتے ہیں وہ پریشان ہو رہی ہوگی......ہم اسے تسلی دیں گے۔“

دیانند نے کہا! ٹھیک ہے آپ مناسب سمجھتے ہیں تو چلے جاتے ہیں۔

سندر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ”تم سب صبح کے سورج کی پہلی پہلی کرنوں کی طرح ہو......تم سب اجالوں کے سوداگروں کے ساتھی ہو۔ تم سب آسام کے روشن مستقبل کے خوابوں کے رنگ ہو۔ آسام کے مستقبل کی تاریخ کا ایک ایک لفظ تم پر ناز کرے گا......

ساتھیو..... غیور بھائیو..... بہادر سپاہیو..... آدھی رات کا گجر بجنے والا ہے۔ تم سب پڑاؤ میں جاؤ..... اور راجہ کی سینا کو بڑے پر اسرار طریقے سے منتشر اور غیر منظم کر دو..... تم جانتے ہو حاکم کو خونریزی پسند نہیں ہے..... جرائم پیشہ لوگوں کے اس گروہ میں بیشتر لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن کی ہمدردیاں کل کو ہمارے ساتھ ہوں گی۔ طاقتوروں نے جبر اور تشدد کی تلوار کے زور پر لوگوں کو مجرمانہ زندگی اختیار کرنے پر مجبور کیا ہوا ہے۔ اسوقت راجہ اور اس کی سینا سب کے سب عیش و عشرت کے طوفان میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، اپنے اپنے انداز سے سینا کے سینکوں کو کچھ مدہوش کرتے جانا"

سندر کے ساتھی سنکھ بجاتے شبد پڑھتے سینا کے پڑاؤ کی طرف روانہ ہو گئے۔ روشنیوں کے سوداگر نئے انداز سے روشنیوں اور اجالوں کے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ راجہ کی فوج کے سپاہی شراب پی پی کر دیوانے ہو رہے تھے جگہ جگہ سپاہی خوبصورت لڑکیوں کو بھیڑیوں کی طرح نوچ رہے تھے..... قندیلوں اور مشعلوں کی روشنیوں میں جگہ جگہ خون دکھائی دے رہا تھا..... پھولوں کی پتیوں کے رنگوں کا خون کومل کومل کلیوں کے بانکپن کی معصومیت کا خون غنچوں کی ادھ کھلی حسرتوں کا خون تھا..... جگہ جگہ کانچ کی ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے خون آلودہ ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے..... سندر کے ساتھیوں کے دل لہولہان ہو رہے تھے مگر ایک عظیم مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے تلواروں کو نیاموں میں رکھا ہوا تھا..... ان کے دلوں کے لہو کی موج موج میں انسانیت کا درد اٹھ رہا تھا..... ہر طرف شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی..... ہر طرف قہقہے گونج رہے تھے..... پڑاؤ میں چار سو ایک ہنگامہ برپا تھا..... سندر کے ساتھی منتوں اور رشیوں منیوں کے روپ میں بکھرے ہوئے کہتے پھرتے تھے..... آکاش سے دیوتاؤں کے لشکر آنے والے ہیں..... تم بڑے بھاگوان ہو دیوی دیوتاؤں کے سواگت کے لیے دھرتی کو جیون کے من موہنے رنگوں سے بھرتے جاؤ..... مہادیوؤں اور سندر دیویوں کی سہایتا کا چتر اوادی پر جھولنے والا ہے..... پیو بے اندازہ، اور بے حساب پیو..... سپاہی خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے لڑکیوں کو توڑنے موڑنے میں لگے ہوئے تھے"

ایک لڑکی نے چلا کر کہا! تم پاپی رشی ہو..... کتنی دلیری اور بے باکی سے پاپ کی بدبو پھیلاتے پھرتے ہو..... تم بھگوان کے مجرم ہو..... تم انسانی رشتوں کو پوترتا کے قاتل ہو۔

ایک سپاہی نے اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا! "دیوتا کو مجرم کہتی ہو۔ ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"

"نہیں" سندر کے ساتھی نے سپاہی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! "تم اسے قتل نہیں کرو گے..... اسے کوئی بھی قتل نہیں کرے گا۔ بھگوان نے بولنے کے لیے زبان دی ہے اسے بولنے دیا جائے" لڑکی پھٹی پھٹی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "شما کر دیجئے مہاراج! ہم سے گستاخی ہوئی ہے..... لگتا ہے تم اندر سے وہ نہیں ہو جو باہر سے ہمیں دکھائی دے رہے تھے..... تم خود متضاد جذبوں سے لڑتے پھرتے ہو..... لگتا ہے تمہیں اس گم شدہ شاخ کی جستجو ہے جس پر کبھی تم کھلے تھے"

ایک دوسرے سپاہی نے اس لڑکی کو اپنے مضبوط بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے کہا! "کسی گیان دھیانی مہادیو کی بیٹی لگتی ہو"

لڑکی نے سپاہی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا! "گیان دھیان اور مکتی کی کرنوں کا اجالا ماتا پتا کے دینے سے نہیں ملتا۔ مورکھ یہ تو اپنے من میں ڈوب کر جیون کے رنگوں کی دھنک کے سراغ سے نصیب ہوتا ہے"

سپاہی نے اسے چٹان پر لٹا کر اسکے نازک بدن پر اپنا بوجھ ڈالتے ہوئے کہا! ''بے وقوف لڑکی جیون کے اصل رنگ تو ان سلگتے ہوئے جذبوں کی ٹوٹی ہوئی سانسوں اور ہانپتی ہوئی جوانیوں کے اردگرد بکھری ہوئے ہیں۔ شبدوں اشلوکوں اور بھجنوں کے کیرتن میں کچھ نہیں رکھا ہے''

سپاہی کے ہاتھ اس کے جسم کے معصوم حصوں کے ساتھ گستاخیاں کر رہے تھے...... اس نے اسے لباس سے آزاد کرنا شروع کر دیا تھا...... سندر کا ساتھی سر جھکائے آگے بڑھ گیا...... اس نے آگے جا کر پہلے آسمان کیطرف دیکھا۔ پھر پیچھے پلٹ کر سپاہی اور لڑکی کی طرف دیکھا...... لڑکی سپاہی کے ساتھ تعاون کر رہی تھی۔ دونوں ایک دھارے میں ڈوبے ہوئے تھے''

بلندیوں سے گرتی ہوئی آبشار کا تند و تیز گرجتا ہوا پانی نیچے وادی میں پہنچ کر ایک نہر کی شکل اختیار کر کے جنوب کی جانب نشیب کے جنگلوں میں گم ہو جاتا تھا۔ سندر اور سوامی ندی کے کنارے چلتے ہوئے اپنے خیمے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہر طرف قہقہوں اور چیخوں کی آوازوں کا شور تھا...... خیمے میں پہنچ کر سندر نے دیکھا ایک خوبرو گل بدن لڑکی مشعل کی روشنی میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ ان کے قدموں کی آہٹ پر اٹھ کھڑی ہوئی......''

سندر کے سامنے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی!

''ہم دیوتا کے درشن کے لیے بہت بیکل تھے مگر حالات کی نزاکت نے ہمیں اس خیمے سے باہر نہیں نکلنے دیا...... دیوتا نے دیکھا ہوگا یا ہر دور دور تک درندے دہاڑتے پھرتے ہیں۔ گھور اندھیروں اور درندوں کی خونریزیوں نے ہمیں خوف زدہ کر رکھا ہے۔ شما کیجیے ہم سے گستاخی ہوئی ہے۔'' اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

سندر نے لڑکی کے سر پر محبت اور شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! راجکماری بہن! سوامی نے ہمیں تمہاری ساری داستان غم سنائی ہے۔ آسام میں بھوٹان کی راجکماری کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے اس کے تصور سے ہم سب شرمندہ ہیں تم فکر نہیں کرو...... آج کی رات بڑے بڑے فیصلے کرنے والی ہے...... تم اپنی آنکھوں سے ان وحشی درندوں کا عبرتناک انجام دیکھو گی''

لاجونتی نے سندر کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ''وحشت کے اس عالم میں تم بھائیوں نے ہمیں جیون کا دھیرج دیا ہے ورنہ ہم نے تو اس جیون سے جیون بتیا کو بہتر سمجھنا شروع کر دیا تھا...... ہم مہاتما بدھ کے پجاری ہیں نگر نگر پربت پربت بھاشن دینے کی خاطر پتا جی مہاراج کی آگیا سے ہم نے سنیاس اختیار کیا تھا...... ہم اس سنسار کو رنگوں اور امنگوں کی بہاروں سے سجانے کے سپنے دیکھا کرتے تھے۔ ہم نے جنگلوں پربتوں اور ساگروں کے کٹھن اور دشوار گزار راستوں پر چلنا شروع کیا...... ہمارے ساتھ بھکشو، اور داسیوں کی ایک بڑی جماعت تھی...... ہم کورک کے گھنے جنگلوں پربتوں اور ندی نالوں کو عبور کرتے ہوئے پچھلے برس یہاں پہنچے تھے۔ اس پربت پر واقع پرانے پگوڈے کا ہمیں علم تھا...... پچھلے کئی ماہ سے ہم یہاں رہ رہے تھے۔ بڑا سکون تھا ایک سوئی اور شانتی تھی۔ جنگل کے درندے اور بڑے بڑے اژدھے پگوڈے کے اندر آ جاتے تھے مگر کسی درندے نے ہمیں نہیں ستایا...... دنیا کو دکھوں کا گھر سمجھنے والے لوگوں کے ساتھ ایسا درندہ جس کی درندگی اور بربریت کے خون سے جنگلی درندے چھپتے پھرتے ہیں...... من کی شانتی اور آتما کی مکتی کے لیے ہم نے راج پاٹ کو تیاگ دیا تھا ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے بھکشوؤں کو خون کی دھاروں میں تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھا ہے...... نردوش بھکشوؤں کے لاشے مچھلیوں کی طرح تڑپ رہے تھے...... پہلے ہم نے دنیا کی رنگینوں کو چھوڑا تھا۔ اب جیون

بوجھل لگنے لگا ہے.....سنسار میں نہیں رہیں گے.....'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سندر نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا!

''راجکماری بہن! کم از کم آج کی رات زندہ رہنے کی خواہش کو جاگنے دو.....ہم رات کی صبح اگر تمہیں خوشگوار اور جیون کے رنگوں سے سجی ہوئی محسوس نہیں ہوتو پھر جو من میں آئے وہی کر گزرنا.....تم نے کہا جنگلی درندے اور پھنکارنے والے اژدھے پگوڈے میں پھرتے رہتے تھے۔اور کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے تھے.....راجکماری جی بے زبان جنگلی درندے تو بدنام ہیں دراصل درندے تو وہ انسان ہوتے ہیں جو طاقت کے گھمنڈ میں بھگوان بنے ہوئے ہوتے ہیں.....مہاتما بدھ کی تعلیمات کے نتائج دیکھنے کی آشا ہے تو پھر ان بھائیوں کی سلامتی کی دعائیں مانگنے کے لیے زندہ رہنے کی کوشش جاری رکھو۔جو اندھیروں میں اپنے لہو کی روشنیوں کے چراغ جلا کر روشنیاں پھیلاتے پھرتے ہیں جب تک اس سنسار میں قدم قدم روشنی نہیں ہوگی اس وقت تک مہاتما بدھ کی تعلیم کا کوئی اثر نہیں ہوگا.....ہم نے انسانی شکلوں میں چھپے ہوئے ان خونخوار درندوں کو اس سنسار سے ختم کرنا ہے جو خون کی بو پھیلانے کے مجرم ہیں''

راجکماری نے چونک کر سندر کی طرف دیکھا اور ہولے سے کہا!''آپ سچ مچ دیوتا ہیں.....'' وہ اس کے قدموں پر گر پڑی۔

سندر نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا!''نہیں بہن! ہم دیوتا نہیں ہیں.....ہم تو ابھی دیوتا کے پجاری بھی نہیں بن سکے.....مگر تم چنتا نہیں کرو۔دیوتا آنے والے ہیں جب تم اسے دیکھو گی تو پھر بے ساختہ پکار اٹھو گی.....آپ مہاتما بدھ کا دوسرا جنم ہیں.....آپ محبت کے دیوتا ہیں۔آپ ہی وہ دیوتا ہیں۔جن کی اندھیروں میں بھٹکنے والے آسامیوں کو تلاش تھی۔''

راجکماری لاجونتی نے حیرت سے سندر کی طرف دیکھ کر کہا!''وہ کون ہیں.....اس وقت کہاں ہیں کب تک آئیں گے.....ہمارے جنم جنم کے پیاسے من کب ان کے درشن کے امرت سے سیراب ہوں گے''

اسی لمحے سوامی کے ایک ساتھی نے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے کہا!''راجو نام کا کوئی سردار آرہا ہے۔''

''راجو.....مہاراج یہ وہی درندہ ہے جس نے بھکشوؤں کو قتل کیا ہے اب پھر کسی ظلم کے لیے آیا ہے.....بڑا خوفناک درندہ ہے''

سندر اور سوامی بڑی تیزی سے باہر نکل گئے سندر اور سوامی کے چند ساتھی تیر تانے کھڑے تھے.....راجو کے ساتھ پندرہ بیس مسلح سپاہی تھے''

سندر نے دبدبے سے کہا!''ہم نے راجہ سے کہا اس طرف سے کوئی نہیں آئے پھر اس نے تمہیں کس کارن بھیجا ہے''

راجو نے حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا!''مگر دیوتا تو آبشار کے پاس تھے''

سندر نے کہا!''ہم کسی کے پابند نہیں.....ہم دیوتا ہیں۔ہم جہاں چاہے رہ سکتے ہیں.....اگر جیون عزیز ہے تو خاموشی سے رات کے اندھیروں میں گم ہو جاؤ.....''

''نہیں'' راجو نے بدتمیزی سے مسکراتے ہوئے کہا!''ہمارا نام راجو ہے۔ہم بوڑو قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں.....ہم دیوتا دیوتاؤں کو بہت کم پوجتے ہیں''

سندر نے تلوار کے دستے پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے پوچھا! ''کیا مطلب !تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

راجو نے کہا! ''راجہ نے ہمیں لاجونتی کے لانے کا آدیش دیا ہے''

سوامی نے کہا! ''تم جاؤ......ہم خود لاجونتی کو راجہ کے پاس لائیں گے''

راجو نے نیزے کو لہراتے ہوئے فرعونیت سے گرج کر کہا! ''راجو خالی ہاتھ نہیں جاتا مہاراج!''

سندر نے آگے بڑھ کر اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا! ''تو بوڈو قبیلے کے سردار وشنو مہاراج کو جانتے ہو......؟''

راجو نے جوابدیا! ''وشنو مہاراج کو ہم اپنا دیوتا سمجھتے ہیں''

سندر نے کہا! ''کیا تجھے اپنے قبیلے کے بھیانک انجام کا علم نہیں ہے''

راجو نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا!

''ہم ان درندوں سے بڑا خوفناک اور بھیانک انتقام لینے کے لیے نکلے ہیں۔جن کے ہاتھوں بوڈو قبائل کو تباہی سے دوچار ہونا پڑا تھا......وشنو مہاراج زندہ ہے وہ آکاش پر ہے......ہم نے اپنے قبائل کے قاتلوں کو بھلایا نہیں ہے......ہم انہیں کے تعاقب میں لگے ہوئے ہیں......مگر تم نے یہ سوال کیوں پوچھا؟

سندر نے جواب دیا! ''ہم تمہیں تمہاری اوقات یاد دلانا چاہتے ہیں...... چیتے کی کھال کا لباس پہننے سے تم چیتے نہیں بن گئے ہو۔خاموشی سے لوٹ جاؤ......راجکماری لاجونتی اب تمہاری اور تمہاری راجہ کی پہنچ سے دور دیوتاؤں کے سائے میں ہے......اس کا خیال دلوں سے نکال دو''

راجو نے اپنے نیزے والے ہاتھ کو پیچھے کی طرح کھینچا ہی تھا کہ سندر نے بڑی پھرتی سے تلوار کو نیام سے نکالا اور پھر دستے تک اس کے پیٹ میں اتار دی...... وہ جنگلی بھینسے کی طرح ڈکرایا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا......سندر اور سوامی کے ساتھیوں نے راجو کے ساتھ آنے والے سپاہیوں کو پہلے ہی زد میں لے رکھا تھا......چشم زدن میں سارے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا''

سندر نے سوامی دیانند کیطرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تم مدھوکر کو اطلاع کر دو''

پھر اس نے اپنے ایک ساتھی کو کہا۔ ''پڑاؤ میں بکھرے ہوئے اپنے تمام ساتھیوں کو یہاں لے آؤ......''

راجو اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو چکی تھیں......راجکماری باہر نکل آئی تھی......اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا......وہ راجو کی لاش پر جھکی ہوئی بڑی عجیب نظروں سے اس کی لاش کو دیکھ رہی تھی......پھر اس نے اچانک نیزے کی نوک سے اس کی آنکھوں کو پھوڑنا شروع کر دیا......

وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔''تم اب بھی خوفناک ہو......ہم تمہیں اس خونی ناپاک اور غلیظ پاپی آنکھوں سے اپنے سندر سنسار کو دیکھنے کی آگیا نہیں دیں گے......اب تم آکاش کے مسافروں کو اپنی خوفناک آنکھوں سے ڈرا نہیں سکتے''

سندر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''راجکماری بہن! یہ خونی درندہ اپنے انجام تک پہنچ چکا ہے......سنسار اس کے خوف سے آزاد ہو چکا ہے''

راجکماری نے کہا! ”ویردیوتا ابھی بہت سارے درندے موجود ہیں......“

سندر نے بڑے اعتماد سے کہا! ”وشواش کرو سب کے سب بہت جلد اپنے عبرتناک انجام تک پہنچ جائیں گے......تم شانت ہو کر اپنے خیمے میں جاؤ......تمہارے بھائی تمہارے محافظ جاگ رہے ہیں“

راجکماری لاجونتی نے ایک عزم سے کہا! ”نہیں! ہم نے اپنے اندر کی دیوی کو سلا دیا ہے جو اہنسا کے اپدیش دینے نکلی تھی......ہم نے راجکماری لاجونتی کو جگا دیا ہے......اب ہم اپنے ناموس کے محافظوں کے کندھوں سے کندھا ملا کر جنگ میں حصہ لیں گے......“

معاً اندھیرے میں آہٹ ہوئی......یہ سوامی اور مدھوکر تھے۔

سندر نے بغیر کسی تمہید کے کہنا شروع کیا! ”جو کچھ ہوا ناگہانی طور پر ہوا ہے......ہم اسے بھگوان کا کوئی بڑا فیصلہ سمجھتے ہیں“

مدھوکر نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ”ہم ہر قسم کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں“

ابھی چند لمحے نہیں گزرے تھے کہ اچانک وادی کے دوسری طرف سے اللہ اکبر اور یا علی مدد کے ملکوتی اور تہلکہ خیز نعروں کی گونج بلند ہوئی......راجہ کے پڑاؤ کے ہنگاموں پر یکلخت سکوت مرگ ہو گیا......سندر کے چہرے پر خوشیوں کے گلنار کھل اٹھے“

سندر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ”بھگوان تو کتنا مہربان ہے تم نے بڑی مشکل سے کرپا کی ہے“

راجکماری لاجونتی نے کہا! ”یہ کون لوگ ہیں اور کیسے نعرے لگا رہے ہیں؟......ہم نے ایسے نعرے کبھی نہیں سنے“

سندر نے مسکراتے ہوئے کہا!

”یہ کرنوں کی کشتیوں پر سوار ہو کر آئے ہیں اور سنسار میں اجالے بکھیرتے پھرتے ہیں......اللہ ان کا بھگوان ہے اور علی ان کا وہ عظیم بادشاہ ہے جو ہر کسی کی ہر جگہ مدد کو پہنچتا ہے......علی ایک حوصلے اور ہمت کا نام ہے......“

راجکماری لاجونتی حیرت و مسرت سے طوفانی موجوں کی طرح پھیلتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ رہی تھی......غیر منظم اور شرابی آسامی سپاہی بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے۔

سوامی دیانند نے مدھوکر کی طرف دیکھ کر کہا! ”تم جلدی سے اپنے خیمے میں چلے جاؤ اور محافظوں کو چوکس رہنے کا حکم دے دو......راجہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہیں نقصان پہنچا کر تاریخ کو دھوکہ دینے کی ناپاک کوشش کرے گا“

مدھوکر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے خیمے کی طرف روانہ ہو گیا......تمراج وڈیار دوڑتا ہوا راجہ ریاشیا تگ کے خیمہ میں داخل ہوا......راجہ ریاشیا تگ نشے میں دھت پڑا تھا......سرسوتی اس کے پہلو میں لپٹی ہوئی تھی۔اس کے لمبے لمبے سیاہ بال ناگوں کی طرح اس کے سینے پر بکھرے ہوئے تھے“

”تمراج وڈیار نے ہانپتے ہوئے کہا! ”راجہ جی! مسلمانوں کی سینا نے وادی کو گھیرے میں لے کر شب خون مارا ہے“

راجہ ہڑبڑا کر اٹھا اور اپنا نیزہ اٹھا کر چلایا! ”موت ان ملیچھوں کو گھیر کر شیروں کی اس کچھار میں لے آئی ہے کسی کو زندہ نہیں چھوڑو......راجہ جلدی جلدی ہتھیار باندھنے لگا“

راجہ نے پوچھا! ''مدھوکر کہاں ہے؟''

تمراج وڈیار نے کہا! ''یدھ میں لڑ رہا ہے''

راجہ نے کہا! ''تمراج تمہارے لیے یہ سنہری موقع ہے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو''

تمراج نے جھکتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''ٹھیک ہے...... ہم اسی مقصد کے لیے حاضر ہوئے ہیں......''

وادی چیخوں اور نعروں کے شور سے گونج رہی تھی...... ہر طرف قیامت برپا تھی...... آسامی سپاہی گیدڑوں کی طرح ادھر ادھر چیختے چلاتے پھرتے تھے...... آسامی سینا کے بیشتر سپاہی راجہ ریاشیا تنگ کے خیمے کے آس پاس جمع ہو رہے تھے''

راجہ باہر نکلا تو ایک سپاہی نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا! ''ظالموں نے ہمارا سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا ہے...... وادی ہمارے سینکوں کے خون سے لتھڑی ہوئی ہے......!''

راجہ ریاشیا تنگ نے غصے سے نیزہ اس کے سینے میں گھونپتے ہوئے کہا! ''تم ہمیں ڈرا رہے ہو...... ہم اپنے ایک ایک سپاہی کے خون کی ایک ایک بوند کے بدلے ان ملیچھوں کے لہو کے دریا بہا دیں گے...... مسلمانوں کے سپاہی بجلی کے کوندوں کی طرح لپک لپک کر حملے کر رہے تھے...... کوئی بلند آواز سے کہتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا...... ہم اجالوں کے سوداگر ہیں...... ہم اندھیروں میں اپنے لہو کے چراغ جلائیں گے...... اندھیرے اور اجالے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے...... ظلم کی سیاہ رات کو شکست سے دوچار ہونا پڑے گا''

راجہ نے چلاتے ہوئے کہا! ''اس کی زبان بند کرو!

خونریز جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ قدم قدم راجہ کے سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں راجہ ریاشیا تنگ اپنے محافظوں کے ساتھ ایک جانب بڑھتا جا رہا تھا...... سوامی دیانند بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کے پاس پہنچ چکا تھا......''

دیانند نے جھک کر بادشاہ کی عبا کو چومتے ہوئے کہا! ''مدھوکر راجہ ریاشیا تنگ کے منصوبے سے آگاہ ہو چکا ہے......''

بادشاہ نے کہا! ''وہ اس وقت کہاں ہے؟''

''وہ اپنے خیمے میں ہے...... سندر اس کی حفاظت کر رہا ہے......''

بادشاہ نے اپنے اردگرد کھڑے ہوئے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر سوامی سے پوچھا! ''اس کا خیمہ کہاں ہے؟''

سوامی نے کہا! ''سامنے کی چٹان کے عقب میں ہے''

بادشاہ علی قلی خان نے گھوڑے کی لگام اٹھاتے ہوئے کہا! ''ہم اسی کی خاطر آئے ہیں''

پھر بادشاہ نے موہن کی طرف دیکھ کر کہا! ''موہن! ہم ابھی چند لمحوں کے بعد آتے ہیں...... بھاگنے والوں کو بھاگنے دیا جائے...... زخمیوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے''

...... چند لمحوں بعد بنگال کے بطل عظیم بادشاہ مدھوکر کے خیمے میں کھڑے تھے۔ اس کے دائیں طرف دو نقاب پوش اور بائیں طرف سوامی

دیانند اور سندر کھڑے تھے...... بادشاہ نے کاسنی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کی روشن بڑی بڑی عقابی آنکھوں میں عزائم کی چمک تھی وہ جلال وجمال کے امتزاج کا ایک شاہکار تھا"

اس نے محبت بھری نظروں سے مدھوکر کی طرف دیکھ کر کہا! "تم مدھوکر ہو......؟"

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "جی مہاراج! ہم مدھوکر ہیں......!"

بادشاہ نے پھر پوچھا! "تم کملا دیوی کے بھائی ہو......؟

کملا دیوی کا نام سن کر مدھوکر شدت جذبات سے بے قابو ہو کر بادشاہ کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔ آپ دیوتا ہیں...... آپ مہان شکتی والے دیوتا ہیں...... بھگوان کے واسطے ہماری نردوش بہن کو ظالم مہاراجہ کی قید سے چھڑانے کا کوئی سمبندھ کرو......"

بادشاہ علی قلی خان نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا! "کملا دیوی ہماری بیٹی ہے اس کی فکر نہیں کریں۔ راجدھانی میں اسے کوئی خطرہ نہیں ہے"

مدھوکر نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! "نہ جانے اب وہ کس حال میں ہوگی"

بادشاہ نے مدھوکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "مدھوکر بیٹے...... تمہیں کہا نا تم کملا کی فکر نہیں کرو اسے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ مضبوط ہاتھوں کے حصار میں ہر طرح سے محفوظ ہے"

مدھوکر نے کہا! "مہاراج! سبھاش چند جی کی موت نے اسے توڑ پھوڑ دیا ہوگا اسے اپنے پتی دیو سے بڑی پریت تھی۔ وہ تو بانوری تھی۔ سبھاش جی کو دیکھ دیکھ کر جیتی تھی"

بادشاہ نے مسکرا کر اپنے قریب کھڑے نقاب پوش ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا! "تمہارے خیال میں سبھاش مر چکا ہے!...... نہیں سبھاش زندہ ہے...... محبت مر نہیں سکتی...... محبت کسی نہ کسی روپ میں زندہ رہتی ہے"

پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک نقاب پوش کے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہوئے کہا! "ادھر دیکھو یہ سبھاش چند ہے"

"سبھاش!" مدھوکر کی چیخ نکل گئی...... مدھوکر اور سبھاش ایک دوسرے سے لپیٹ کر دیر تک روتے رہے۔

پھر بادشاہ نے کہا! "سبھاش بیٹے! اب ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے۔ دیر ہو رہی ہے"

...... مدھوکر ایک بار پھر بادشاہ کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔

وہ کہہ رہا تھا! "آپ بھگوان ہیں...... آپ جیون لوٹانے والے بھگوان ہیں...... آپ نے سبھاش کو زندہ کر کے ہم پر بہت بڑی کرپا کی ہے...... ہم جیون بھر آپ کی پوجا کریں گے"

بادشاہ علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا! "آپ پاگل نہیں بنیں...... سبھاش کو کچھ نہیں ہوا تھا...... مارنے والے سے بچانے والا طاقتور ہے"

سبھاش نے مدھوکر کو دوبارہ گلے لگاتے ہوئے کہا! "مدھوکر ہم سب سے بہت بڑے خوش نصیب ہیں ہمیں ایک بہت بڑے دیوتا کا سایہ مل گیا ہے......"

باہر تلواروں کی جھنکاروں، گھوڑوں کی ہنہناہٹوں نعروں اور چیخوں سے قیامت برپا تھی۔

بادشاہ علی قلی خان نے مڑتے ہوئے کہا! ''مدھوکر تم کسی طرح راجدھانی پہنچ جاؤ تو کملا بیٹی کو بہت بڑی خوشی ہوگی''

''ٹھیک ہے مہاراج! ہم بہت جلد راجدھانی پہنچ جائیں گے''

راجہ ریاشیا ٹنگ وادی سے فرار ہو چکا تھا......ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ وہ جنگل میں روپوش ہو چکا تھا...... پڑاؤ میں زخمیوں اور عورتوں کے علاوہ تمراج وڈیار اور مدھوکر کے وفادار ساتھی رہ گئے تھے......بادشاہ ابھی مدھوکر کے خیمے میں ہی تھا......موہن چند سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچا......''

موہن نے جھک کر بادشاہ علی قلی خان کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ''مبارک ہو مہاراج!......راجہ ریاشیا ٹنگ فرار ہو چکا ہے......وادی میں مظلوم عورتوں زخمیوں اور تمراج وڈیار کے سپاہیوں کے سوا کچھ بھی نہیں رہا......''

علی قلی خان نے مسکراتے ہوئے کہا! ''تمراج وڈیار تمہارے کسی ساتھی کا نام ہے۔''

مدھوکر نے کہا! ''جی مہارج! وہ ہمارا بچپن کا دوست ہے......راجہ ریاشیا ٹنگ نے اسے ہمارے قتل پر مامور کیا ہوا ہے۔''

علی قلی خان نے پوچھا! ''تمہیں اس پر بھروسہ ہے!''

مدھوکر نے کہا! ''جی مہاراج! تمراج وڈیار وفاشعار دوست ہے......وہ خود قتل ہو سکتا ہے......دوستی کے رشتے کی غیرت کو داغدار نہیں کر سکتا......''

بادشاہ علی قلی خان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''ہم تمہارے دوست سے ملنا پسند کریں گے......اب تم باہر نکل کر اپنے سپاہیوں کو جمع کرو اور سردست راجہ کے ساتھ ساتھ رہو......ہم تمہیں راجدھانی کے قلعے میں پہنچانے کی پوری پوری کوشش کریں گے......تم مارھی اور کھاڑی کے مندروں کے درمیان سفر جاری رکھنا......ہم اپنے سارے لشکروں کو اپنے منصوبے سے آگاہ کر دیں گے''

بادشاہ علی قلی خان جانے لگا تو راجکماری لاجونتی نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ''ہمارے لیے کیا حکم ہے مہاراج!

بادشاہ نے نظریں جھکا کر پوچھا! ''تم کون ہو بیٹی؟''

سوامی نے مختصر لفظوں میں راجکماری لاجونتی کی روداد سنائی......

''بیٹی ہمیں افسوس ہے......ہم سے کچھ تاخیر ہوئی ہے......تم ہمارے ساتھ آنا پسند کرو تو ہماری بڑی خوشی ہوگی......بہت جلد تمہیں بھوتان روانہ کر دیا جائے گا......''

بادشاہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر پوری وادی کا چکر لگایا جگہ جگہ لاشے بکھرے پڑے تھے......ایک جگہ اس نے کئی لوگوں کو درختوں سے بندھا ہوا دیکھا''

بادشاہ نے ان کے قریب جا کر پوچھا! ''لگتا ہے تم دیما پور کے زمیندار اور کسان ہو......''

دیما پور کے کسانوں نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔خوشی سے ان کی چیخیں نکل گئیں......وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

ایک بوڑھا کسان کہہ رہا تھا! لوگو! ہماری رکھشا کو ہمارا دیوتا آ گیا ہے۔ آسام کی قسمت کا روشن ستارہ طلوع ہو گیا ہے...... ان داتا آپ آ گئے ہیں......"

بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! دیکھتے کیا ہو...... ان کو کھولتے کیوں نہیں ہو!"

سپاہیوں نے جلدی جلدی ان کو کھولنا شروع کر دیا...... وہ سب بادشاہ کے سامنے سر جھکائے زار و قطار رو رہے تھے۔

بادشاہ نے کہا!" تم سب اپنی اپنی گاڑیوں کو تیار کرو...... پڑاؤ میں موجودہ تمام لڑکیوں کو گاڑی میں بیٹھا کر جلدی جلدی وادی سے نکل جاؤ...... ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں...... اب تم لوگوں کو کچھ عرصے تک ہمارے ساتھ رہنا پڑے گا...... صبح ہونے سے پہلے پہلے بادشاہ علی قلی خان اپنے لشکر کے ساتھ وادی سے نکل رہا تھا۔ منصوبے کے مطابق تمراج اور مدھوکر ان کا تعاقب کر رہے تھے...... راجہ ریاشیا تنگ جنگل میں چھپا ہوا تھا...... مدھوکر اور تمراج وڈیار کے سپاہی زور زور سے ہری راجہ...... ہری کرشنا کے نعرے لگاتے ہوئے یونہی ادھر ادھر گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ وہ جنگل میں چھپے ہوئے راجہ کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ بادشاہ علی قلی خان کا تعاقب کیا جا رہا ہے...... طبل اور نقارے زور زور سے بجائے جا رہے تھے...... راجکماری لاجونتی گھوڑے پر سوار تھی...... اس کے ہاتھ میں لمبا سا نیزہ تھا...... دیماپور کے کسانوں اور مسلمان سپاہیوں نے راجہ ریاشیا تنگ کے لشکر کی کئی گاڑیوں کو اپنے قبضے میں لے کر ان پر لڑکیوں کو بیٹھایا ہوا تھا...... بیل گاڑیوں کے پہیوں کی چرچراہٹوں کی آوازرات کے کانوں میں نغمگی گھول رہی تھی...... بادشاہ اور اس کا لشکر کامرانیوں کے پھریرے لہراتا ہوا واپس جا رہا تھا...... مسلمانوں کے دس بیس سپاہی معمولی زخمی ہوئے تھے...... صبح ہو رہی تھی...... افق پر صبح کا ستارہ چمک رہا تھا...... اجالے پھیل رہے تھے...... اندھیرے سمٹ رہے تھے...... پرندوں نے چہچہانا شروع کر دیا تھا......"



(اس کہانی کا باقی حصہ "راجکماری حصہ پنجم" میں ملاحظہ کیجئے، جسے آئندہ ہفتے پیش کیا جائے گا)

وادی میں خون ہی خون بکھرا ہوا تھا...... راجہ ریاشیا تنگ کی سینا کے زخمی سپاہی کراہ رہے تھے...... مدد کے لیے پکار رہے تھے نگران کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرنے والا کوئی نہیں تھا...... جنگلی کتے بھیڑیے، چیتے اور دوسرے درندے غاروں سے نکل کر وادی میں پہنچ چکے تھے...... راجہ ریاشیا تنگ پربت پر چڑھا ہوا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کا لشکر چلا گیا ہے تو وہ اپنے ساتھی سپاہیوں کو لے کر وادی میں آ گیا...... موت کی بھیانک ہلاکت خیزیاں اس کی فرعونیت کا مذاق اڑا رہی تھیں......"

"راجہ نے کہا! طبل اور نقارے بجا بجا کر سینا کو لوٹ آنے کے اشارے جاری کیے جائیں۔"

سورج کی سنہری شعائیں پربت کی بلند و بالا چوٹیوں کو عبور کر کے وادی کو روشن کر چکی تھیں۔

راجہ نے پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے کہا! "ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے...... سوامی دھوکے باز تھا...... دیوتا...... ملیچھ مسلمانوں کے سپاہی تھے...... ہم ان کا تعاقب کریں گے"

جب وقت کا مزاج بدل جاتا ہے تو ماحول میں تبدیلیوں کے ناقابل یقین واقعات رونما ہونے لگ جاتے ہیں...... وقت کا مزاج تبدیل ہو چکا تھا...... کارپردازان قضاء قدر نے بڑے غیر محسوس انداز سے فیصلے کرنے شروع کر دیے تھے...... فطرت کی تعزیروں کی سختیوں کے نفاذ کا عمل شروع ہو چکا تھا...... مکافات عمل کی گھڑی سامنے کھڑی تھی جس وادی میں رات کے پچھلے پہر ہندوؤں کے ظالم راجہ ریاشیا تنگ کے مظالم کی سیاہ گھٹاؤں نے ماحول کو وحشتوں سے ہراساں کیا ہوا تھا...... جہاں راجہ کے گستاخ بے رحم اور خونخوار سپاہیوں کے وحشیانہ قہقہے گونج رہے تھے...... جہاں ہزاروں عفریت رقص جنون کے مظاہرے کر رہے تھے۔ جہاں سینکڑوں کومل کنواریوں کی عصمتوں کو پامال ستم کیا جا رہا تھا۔ اسی وادی میں اسی رات کے پچھلے پہر راجہ ریاشیا تنگ اور اس کے گستاخ سپاہی قضاء کی بجلیوں کے قہر و غضب سے بچنے کے لیے چٹانوں اور جنگلوں میں چھپتے پھرتے تھے......

بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کے جانبازوں کی ترک تازیوں اور شاہ زوریوں نے فرعونیت کے خطرناک عفریتوں کو کچل کر رکھ دیا تھا جب صبح کا ستارہ منزل افق کی مسند پر جلوہ افروز ہوا...... جب رات کے اندھیروں میں صبح کی صباحتوں کی روشنی پھیلنے لگی تو راجہ کے غرور کا ہولناک بت پاش پاش ہو چکا تھا...... علی قلی خان ظلم و زیادتی اور قہر و استبداد کی آندھیوں کے رخ بدل کر وادی سے دور جا چکا تھا...... وادی میں دور دور تک راجہ کے گستاخ اور بے رحم سپاہیوں کی خون میں لتھڑی لاشیں بکھری پڑی تھیں...... زخمیوں کی چیخوں اور کراہوں سے ماحول بوجھل اور گھمبیر ہو رہا تھا...... قیامت اپنی پوری سختیوں کے ساتھ برپا ہو چکی تھی...... ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی سینکڑوں خیمے جل رہے تھے...... قندیلیں بجھی پڑی تھیں...... خون کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی...... جنگل سے درندے نکل کر وادی میں لاشوں کو بھنبھوڑتے پھرتے تھے...... درندوں کی خوفناک غراہٹوں زخمیوں کی چیخوں اور بدکے ہوئے گھوڑوں کی ہنہناہٹوں کے ہنگاموں سے ہر طرف وحشت طاری تھی۔ راجہ نے گھنی جھاڑیوں میں چھپ کر جان بچائی تھی۔

جب سورج نکل آیا روشنی پھیل گئی اور راجہ کو اطمینان ہو گیا کہ علی قلی خان چلا گیا ہے تو وہ جنگل سے نکل آیا"

پھر راجہ ایک اونچی چٹان پر چڑھ کر پاگلوں کی طرح چلانے لگا! "ہمارے ساتھ دغا ہوا ہے ہم کو دھوکہ دیا گیا ہے...... ہم انتقام لیں گے۔

ہم خون کی ندیاں بہادیں گے...... ہم بنگال کے بادشاہ علی قلی خان کا خون بہا کر اپنے انتقام کی بھڑکتی ہوئی تیز آگ کو ٹھنڈا کریں گے"

اس عرصے میں وادی میں بکھرے ہوئے ہزاروں سپاہی چٹان کے اردگرد جمع ہو چکے تھے۔

راجہ ریاشیا تنگ نے چٹان سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! "ہم ان کا تعاقب کریں گے وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے"

سیناپتی مدھوکر نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ہم ابھی ابھی ان کے تعاقب سے واپس آرہے ہیں...... وہ چھلاوے کی طرح جنگل کے اندھیروں میں غائب ہو چکے ہیں...... ہمارے خیال میں ان کا تعاقب مناسب نہیں ہے...... جنگل وجدال میں ایسے دردانگیز واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے...... ہم کسی انہونی کا شکار نہیں ہوئے...... ابھی کئی میدانوں میں معرکہ ہونا باقی ہے...... بھگوان نے چاہا تو ہم اپنے ایک ایک سپاہی کے خون کی ایک ایک بوند کا حساب چکائیں گے...... ہم نے کچھ بھی نہیں کھویا بلکہ بہت کچھ پایا ہے...... ہم نے مسلمانوں کے طریقہ جنگ سے جانکاری حاصل کرلی ہے"

راجہ ریاشیا تنگ نے تمراج وڈیار کی طرف دیکھا تو اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "سیناپتی جی نے ٹھیک کہا ہے...... مسلمانوں کے تعاقب میں جانے کی بجائے ہمیں اپنے پڑاؤ اور سینا کے حالات درست کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے...... سینا کا نظم وضبط درہم برہم ہو چکا ہے...... سینکوں میں سراسیمگی اور وحشت بھی پھیلی ہوئی ہے...... زخمیوں کو چیخ پکار مرہم پٹی اور دوا دارو کی آرزومند ہے پھر مقتولوں کے کریا کرم کا معاملہ بھی درپیش ہے۔ اس کے باوجود اگر راجہ کی آشا کچھ اور ہے تو ہم حاضر ہیں"

راجہ نے سر جھکا کر کچھ سوچتے ہوئے کہا! "شاید تم ٹھیک کہتے ہو...... زخمیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے...... ویدوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ گھائل سپاہیوں کی مرہم پٹی کا کام شروع کردیں"

راجہ نے اپنے گھوڑے کو خیمے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! "سیناپتی جی! تم کم سے کم وقت میں نقصان کی تفصیل سے آگاہ کرو دن ڈھلے کریا کرم ہوگا"

راجہ نے گھوڑے کو ایڑ لگادی...... راجہ کے گھوڑے کے سم خون سے رنگین ہو چکے تھے...... وادی میں ہوائیں تیز ہو رہی تھی...... قیدی لڑکیاں وادی کے ایک کونے میں کھڑی راجہ کے سپاہیوں کی بدحواسیوں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں......"

سیناپتی مدھوکر گھوڑا دوڑاتا ہوا ان کے پاس پہنچ کر بولا! "بہنو! بھگوان نے ظلم و زیادتی کے دیو استبداد کو گھائل کردیا ہے ابھی اس کا دیہانت نہیں ہوا...... اینائے کا اژدھا ایک بار پھر پھنکارنے کی تیاریاں کر رہا ہے تم جانتی ہو زخمی درندہ زیادہ خطرناک اور خونخوار بن جاتا ہے۔ تم خاموشی سے نکل جاؤ...... اس افراتفری کے عالم سے فائدہ اٹھاؤ" لڑکیاں حیرت سے سیناپتی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

مدھوکر نے کہا! "ہم تمہارے خیر خواہ ہیں ہم تمہارے بھائی ہیں بھگوان نے ہمارے من سے اندھیروں کی سیاہی دور کردی ہے۔ ہم روشنیوں کے سوداگروں کے قافلے میں شریک ہو چکے ہیں...... ہماری نیت پر شک نہیں کرو...... تمہارے پاس وقت بہت کم ہے اس کم وقت سے تم بڑے فائدے اٹھا سکتی ہو...... وقت کو ضائع نہیں کرو اور جلدی سے اس زندان کی تاریکیوں سے نکل جاؤ۔ جنگل کے اندھیرے تمہیں پناہ دیں

گے...... تم دیکھ رہی ہو بے رحم راجہ کی سیاہ کاریوں نے وادی کو جہنم بنا رکھا ہے...... تمہیں درندوں کی کچھاروں...... سانپوں کی بلوں اور جنگل کے خوفناک اندھیروں میں پناہ مل جائے گی مگر اس وادی کے نرگ میں کہیں امان نہیں ملے گی۔"

سیناپتی مدھوکر کی آنکھوں کی پلکوں پر آنسوؤں کے قطرے لرز رہے تھے۔

اس نے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! "بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا...... کاش ہم اس سے زیادہ تمہاری مدد کر سکتے"

اس نے جلدی سے گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دیا اور پھر دوسری طرف کو بڑھ گیا...... چند لمحوں تک لڑکیاں اس کو دیکھتی رہیں۔

ایک لڑکی نے ایک درے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! "سوچنے یا حیران ہونے کا وقت نہیں ہے ہمیں موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ لگتا ہے بھگوان کی سہائیتا ہماری منتظر ہے...... دیوتاؤں نے ہمارے لیے سیناپتی کے من کو اجلا کر دیا ہے۔"

اس کے بعد تمام لڑکیاں جھاڑیوں میں چھپ گئیں...... دوپہر کے بعد مہاراجہ کے خیمے میں سینا کے بڑے سردار جمع ہوئے۔

راجہ ریاشیا تنگ نے شراب سے بھرا ہوا جام اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا! "سیناپتی مدھوکر جی! سینا کے نقصان کے بارے میں بتایا جائے"

سیناپتی مدھوکر نے کھڑے ہو کر کہا! ابتدائی معلومات کے مطابق ہمارے دو سو کے قریب سپاہی مارے گئے ہیں چار سو کے لگ بھگ سینکوں کو گھائل کیا گیا ہے۔ جن میں دو اڑھائی سو شدید زخمی ہیں۔ تقریباً ایک ہزار سینک لاپتہ ہیں اس کے علاوہ ایک سو کے لگ بھگ گھوڑے ناکارہ ہوئے ہیں"

ایک لمحے کے توقف کے بعد مدھوکر نے کہا! چنتا کی کوئی بات نہیں...... ہمارے حوصلے پست نہیں ہوئے ہم مسلمان بادشاہ سے ٹکرائیں گے اور پوری طاقت سے اس کے گھمنڈ کو خاک میں ملائیں گے۔ ہم نے ویدوں کو زخمی سینکوں کو بہتر طریقے سے مرہم پٹی کرنے کا حکم دے دیا ہے امید ہے کل پرسوں تک تمام سینک سفر کے قابل ہو جائیں گے تب تک ہمیں اس وادی میں قیام کرنا پڑے گا"

راجہ ریاشیا تنگ نے شراب کا ایک اور جام تھامتے ہوئے غصے سے کہا! "دشمن کو معلوم ہونا چاہیے کہ زخمی درندہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ ہمیں گھائل کر کے ملیچھ مسلمان بادشاہ نے اپنی موت کو آواز دی ہے۔ اس کی زندگی کے دن بہت کم ہو گئے ہیں...... ہم نے حاکم بنگالہ کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کی سوگند کھائی ہوئی ہے"

پھر اس نے ایک سردار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "کوچی! تم قبائلی علاقے سے تعلق رکھتے ہو اس وقت ہمیں تمہاری سہائیتا کی ضرورت پڑی ہے"

"یہ ہماری خوش نصیبی ہے ہم اپنے راجہ کی تمناؤں کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے......" کوچی نے پوچھا! "ہم اپنے راجہ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

راجہ ریاشیا تنگ نے کہا! "تم اسی وقت سینا کے ایک دستے کو لے کر شیلانگ بانی پارہ اور اپا کے علاقوں میں آباد قبائل کی طرف جاؤ...... اور زیادہ سے زیادہ قبائلیوں کی سینا تیار کر کے لے آؤ...... ہم زیادہ سے زیادہ طاقت کے ساتھ کم سے کم وقت میں مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں...... جو لوگ تمہارے ساتھ آنے سے انکار کریں ان کو بے دریغ بغیر سوچے قتل کر دینا...... ہم آسام کی آزادی اور وقار کے غداروں اور دشمنوں کو زندہ نہیں دیکھ سکتے"

گوچی نے تلوار کے دستے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ''امید ہے ہمیں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا...... ہمیں دو دن کی مہلت دی جائے۔ دو دن کے اندر اندر ہم ساؤ، تلگو اور بیگو قبائل کے ہزاروں خونخوار جوانوں کی ایک سینا تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے...... جو لوگ راجہ کی آشاؤں کا مناؤں اور امنگوں سے اتفاق نہیں کریں گے...... ان کو بے دریغ قتل کر دیں گے...... آسام کے غداروں کو آسام کی دھرتی پر زندہ رہنے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔''

راجہ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا! ''تمہیں ایک ہزار سینکوں کی سرداری دی جاتی ہے...... اب تمہیں جانے کی آگیا ہے...... ہم بڑی بے چینی سے تمہارے کامیاب لوٹنے کا انتظار کریں گے......''

گوچی نے آگے بڑھ کر راجہ کے قدموں کو چوما اور تیزی سے خیمے سے نکل گیا، مدھوکر نے مسکراتی ہوئی نظروں سے تمراج وڈیار کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت رقص کر رہی تھی۔

تمراج وڈیار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''راجہ نے بروقت بہت بڑا فیصلہ کیا ہے بوڈو، ساؤ اور دوسرے جنگلی قبائل غیر مہذب اور غیر منظم ہونے کے باوجود بڑے خونخوار اور بڑے جنگجو ہیں۔ امید ہے قبائلی سینا کی سہایتا سے ہم اگلے میدان میں مسلمان بادشاہ کی سینا کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے!

راجہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ''وڈیار جی...... جنگ اور خونریزی مہذب اور متمدن لوگوں کے بس کا روگ نہیں ہوتا''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد راجہ نے پھر کہا! ''ہم چند روز یہاں قیام کریں گے...... سینکوں کے سکون اور دلچسپی کے لیے ہمیں کنیاؤں کی ایک بڑی تعداد کی ضرورت ہے...... شیلانگ کے کسانوں کی کومل کنواریوں کی سندرتا کے قصے بہت مشہور ہیں۔ اتفاق سے ہم شیلانگ کے قریب ٹھہرے ہوئے ہیں...... ہم شام سے پہلے پہلے شیلانگ کے لوگوں کی تمام کنیاؤں کو یہاں دیکھنا چاہتے ہیں''

ایک سردار نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''راجہ کی آشاؤں کی خاطر شیلانگ کی ساری آبادی کو یہاں لایا جا سکتا ہے۔ مگر ایک خطرہ ہے۔''

''وہ کیا'' راجہ نے ناگواری سے کہا! ''ہمیں اس خطرہ سے آگاہ کیا جائے۔''

سردار نے کہا! ''شیلانگ میں بیگو قبیلے کے لوگ آباد ہیں ان کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا گیا تو......''

راجہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا! ''تمہارا نام کھادان ہے نا؟''

کھادان نے آگے بڑھ کر راجہ کے پاؤں پر سر رکھتے ہوئے کہا! ''ہم کھادان ہیں''

راجہ نے اس کی پشت پر خنجر کی نوک پھیرتے ہوئے کہا! تمہاری تشویش کو ہم سمجھتے ہیں...... مگر ہم پرجا کی سرتابی کو بغاوت سمجھتے ہیں...... راجہ اپنے دیش کا مہان دیوتا ہوتا ہے۔ اس کی آشاؤں اور کامناؤں کا احترام پرجا پر لازمی ہوتا ہے''

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد راجہ نے کہا! ''دیوتاؤں کی امنگوں کو پورا کرنا پرجا پجاریوں کا فرض بنتا ہے...... راجہ دیش کا دیوتا ہوتا ہے''

کھادان نے کہا! ''پھر بھی قبائل کا مزاج عام لوگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ان کی وچاروں اور ہماری وچاروں میں فرق ہے۔''

راجہ نے پاؤں کی ٹھوکر سے کھادان کو پرے ہٹاتے ہوئے کہا! "فلسفی بننے کی ضرورت نہیں۔ راج پاٹ کے کام جراتوں اور حوصلے کے تقاضے کراتے ہیں جو لوگ جرات مندانہ فیصلے کرنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوتے ہیں وہ حکمرانی کے قابل نہیں ہوتے...... ہم نے فیصلہ کرلیا ہے اور تم ہی کو اس فیصلے پر عملدرآمد کے لیے سویکار کرتے ہیں...... شام ڈھلے تک یہاں شیلانگ کی تمام لڑکیاں پہنچ جانی چاہیں ورنہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا...... کمزوروں بزدلوں اور منطقی لوگوں کی ہمیں ضرورت نہیں ہے...... ہم ہر قیمت پر اپنے سینکوں کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں اب تم جا سکتے ہو......"

تمراج وڈیار مدھوکر اور دوسرے کئی سردار کھادان کی بدحواسی دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

کھادان خیمے سے نکل گیا تو تمراج وڈیار نے کہا! "مرنے والوں کے کریا کرم کے لیے تمام انتظامات کرلیے گئے ہیں...... مگر"

راجہ نے کہا! "مگر کیا......"

"شرادھ کی رسم کی ادائیگی کے لیے کسی مہادیو کی ضرورت ہے......"

راجہ نے ناگواری سے کہا! "ہم مہادیوں، مہاپرشوں اور پجاریوں سے سخت بیزار ہو چکے ہیں...... ایک سوامی کی بدمعاشی نے ہمیں گیانوں سے متنفر کر دیا ہے تم جانتے ہو سوامی دیانند نے ہمارے ساتھ دغا کیا ہے...... حرامی سوامی نے پورے آسام کے ساتھ فریب کیا ہے وہ غدار مہاراجہ کا دشمن تھا۔ وہ حاکم بنگالہ کا جاسوس تھا......" ہر طرف سناٹا چھا گیا۔

چند لمحوں کے بعد مدھوکر نے کہا! "ہوسکتا ہے دیوتاؤں کا کوئی خفیہ اور غیر واضح راز ہو...... سوامی گیانی اور دھیانی تھا وثوق سے کچھ کہا نہیں جاسکتا تھا...... آج تک تو کسی سوامی مہادیو یا مہاماترنے کسی راجہ اور پرجا کے ساتھ کسی ایسے گھناؤنے جرم اور پاپ کا ارتکاب نہیں کیا۔ جب تک سوامی دیانند کے بارے میں اس کی وطن دشمنی کا کوئی ثبوت نہیں مل جاتا ہمیں شک نہیں کرنا چاہیے"

راجہ نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا! "مدھوکر جی! تمہارے من میں شکوک و شبہات کے اندھیرے بسے ہیں۔ تم اعتقاد کی روشنی سے محروم لگنے لگے ہو اور یہ کمزوری تمہاری منصب کی توہین ہے۔ تم کسی طرح ہمیں یقین دلا سکتے ہو کہ سوامی دیانند نے ہمارے اعتقاد کے ساتھ فریب نہیں کیا۔ وہ کہاں ہے؟ کیا اس کا دیہانت ہو گیا ہے۔ اگر شب خون میں اس کا دیہانت ہو گیا ہوتا تو ہم اس کے نام کا مندر بنواتے اور مندر کی اونچی چوکی پر اس کا بت نصب کرکے اس کی پوجا کرتے۔ وہ بدمعاش آکاش سے نہیں علی قلی خان کے پڑاؤ سے یہاں آیا تھا"

مدھوکر نے آگے بڑھ کر راجہ کے قدم چھوتے ہوئے کہا! "ہمارا مطلب اپنے راجہ کے من کو گھائل کرنا نہیں تھا...... ہم کسی سوامی یا پنڈت پروہت کے پجاری نہیں ہیں...... ہم اپنے راجہ کو اپنا دیوتا مانتے ہیں ہم نے تو یونہی ایک بات کہی ہے کہ سوامی دیانند کی من موہنی باتوں کے فریب کا جال بڑا مضبوط تھا...... یقین نہیں آتا کہ نروان کے دعویدار اس طرح بڑے سستے دام پر سنسار کے بازار میں نیلام ہو جائیں گے"

راجہ نے نرم پڑتے ہوئے کہا! "سنسار نیلام گھر بھی ہے ایک منڈی بھی ہے اور تم جانتے ہو منڈی میں ہر چیز فروخت ہو جاتی ہے اگر ہندو جاتی میں قوم فروش نہ ہوتے تو ہند میں ملیچھ مسلمانوں کی حکومت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا"

مدھوکر نے دوبارہ راجہ کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! ہمارے راجہ بڑے گیانی ہیں...... راجہ کی آتما گیان سے بھری ہوئی ہے...... ہم نے

سنا ہے اس وقت آسام کی پرجا کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کی سہایتا کر رہا ہے۔ کچھ علاقوں میں مسلمان بادشاہ کے بت تیار کر کے مندروں میں رکھے جا چکے ہیں"

راجہ نے کہا! "ہم ان تمام مندروں کو پیوند خاک کر دیں گے"

ایک بوڑھے سردار نے کہا! "اس وقت شرادھ کی ادائیگی کا فیصلہ کیا جانا ضروری ہے اگر شرادھ کی ادائیگی کی رسوم ادا نہیں کی گئی تو ہمارے مقتولوں کی آتماؤں کو مکتی نہیں ملے گی...... ان کی آتمائیں گون میں بھٹکتی رہیں گی"

راجہ نے کہا! "پربت کے اس پار ایک مندر ہے وہاں کے پنڈتوں اور مہادیوں کو بلایا جائے"

دوپہر تک سپاہیوں کی ارتھیاں تیار ہو چکی تھیں۔ وادی کے ایک کونے میں لکڑیوں کے انبار لگا دیے گئے۔ مندر کے کچھ پجاری اور پنڈت پہنچ گئے تھے...... مہاپرش کے پاؤں میں لکڑی کے کھڑاؤں تھے...... اس نے پیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا"

ارتھیوں کا جلوس روانہ ہوا تو راجہ نے نیزہ لہراتے ہوئے کہا! "ہم اپنے بے دوش اور بہادر سپاہیوں کے لہو کی ایک ایک بوند کا حساب چکائیں گے...... ہم ملیچھ مسلمانوں کے لہو کے دریا بہا دیں گے۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہم ان آسامیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جنہوں نے ہم سے غداری کا پاپ کیا ہے"

پروہت نے پلٹ کر راجہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! "تم راجہ ہو اور راجہ رہو۔ بھگوان کے لہجے سے بات نہیں کرو قائدے میں رہو گے۔ بھگوان نے تمہیں جس مرتبے اور منصب کے لیے سویکار کیا ہے اس سے بلند ہونے کی جسارت نہیں کرو ورنہ پچھتاوے کی آگ میں جلتے رہو گے"

راجہ نے ناگواری سے کہا! "مہادیو! آپ کے بھاشن ہمیں پسند نہیں ہیں اس وقت تمہیں جس مقصد کے لیے بلایا گیا ہے اس کو پورا کرو راج پاٹ کے معاملے میں دخل نہیں دو"

مہادیو کے چہرے پر ناگواری چھا گئی اس نے غصے سے کہا! "راجہ! ہم بھگوان اور دیوتاؤں کے پجاری ہیں۔ ہم نے گیان اور نروان کی خاطر اپنے جیون کو تیاگ کیا ہوا ہے۔ ہمارے بھاشن بھگوان کے بھاشنوں آدرشوں اور امنگوں کے مظہر ہوتے ہیں...... تمہاری سینا کے سینکوں نے جس اپنائے اور بے دردی کے ساتھ بدھ بھگوان کے بھکشوؤں کو قتل کیا گیا تھا۔ بھگوان نے اسی پاپ کی پاداش میں تمہیں ہلاکت اور بربادی کے اس دکھ سے دوچار کیا ہے۔ راجہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ راجوں مہاراجوں کے راج سنگھاسن دیوتاؤں کی سہایتا کے بھروسے سے قائم رہتے ہیں۔ بھگوان کے پجاریوں اور دیوی دیوتاؤں کو تنگ کرنا ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ دیوتاؤں کے کشٹ سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا خواہ وہ کوئی راجہ ہو یا پرجا کا کوئی عام آدمی ہو"

راجہ نے پنڈت کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! مہادیو جی! ہم دیوی دیوتاؤں کے پجاریوں اور پرشوں مہاپرشوں کے سواگت کے قائل ہیں مگر ہم بدھوں کو پسند نہیں کرتے...... آپ جانتے ہیں گوتم بدھ نے پرانوں کے بھاشنوں اور منوسمرتی کے خلاف لوگوں کو تعلیم دی ہے۔ منوسمرتی کے خلاف اپدیش دینے والے ہندو جاتی کے خیر خواہ نہیں ہوتے...... ہم بدھوؤں کو ہندوؤں کے پرانوں کے اپدیش کا مخالف سمجھتے ہیں"

ارتھیوں کے جلوس کے آگے آگے پجاری کھڑتالوں اور پکھاوجوں کو بجاتے جاتے تھے۔ چند لمحوں بعد سپاہیوں کی ارتھیاں شمشان پہنچ گئیں......لکڑیوں بڑے سلیقے سے جوڑ جوڑ کر رکھا گیا تھا...... چار پانچ جگہوں پر چتاؤں کے لیے لکڑیوں کے انبار لگائے گئے تھے''

مہادیو نے کہا! ''راجہ جی! اب بھی وقت ہے دیوی دیوتاؤں کے سامنے سر جھکا دو ورنہ کسی بہت بڑے نقصان سے دو چار ہو جاؤ گے۔ آپ نے پرانوں مہابھارت راماین اور منوجی کی سمرتی کی بات کی ہے......شاید آپ نے چند سنی سنائی اور مورکھ پنڈتوں کی باتوں کو گیان اور نروان سمجھ رکھا ہے...... ہمار پرانوں میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے ضرورت محسوس کرو گے تو ہم آپ کو دیوتاؤں کی خاص خاص وچاروں اور اپدیشوں سے جانکاری کرائیں گے۔'' راجہ کسی حد تک خوفزدہ ہو چکا تھا۔

راجہ نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''ہم دو چار روز یہاں قیام کریں گے۔ اس عرصے میں ہم مہادیو جی کے گیان سے فائدہ اٹھائیں گے۔''

ارتھیوں کو لکڑیوں کے انبار پر رکھ دیا گیا......لکڑیوں پر تیل ڈالا گیا۔

مہادیو نے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ہم بھجن الاپتے ہیں۔ آپ ایک مرگھٹ کو آگ دکھائیں......''

ایک سپاہی نے راجہ کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل دے دی......راجہ نے ایک ایک چتا کو آگ لگائی......شعلوں انگاروں اور دھوئیں کا کاروبار شروع ہو گیا......آگ نے لاشوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر نظروں سے اوجھل کر کے جلانا شروع کر دیا......مہادیو اور پجاریوں نے تیز تیز بھجن پڑھنے اور شرادھ کی دوسری رسومات کی ادائیگی شروع کر دی تھی...... پہر کے اندر اندر لاشیں جل کر راکھ ہو گئیں......جب انگارے بجھنے لگے......دھوئیں کے مرغولے فضاؤں کے بے پایاں وسعتوں میں گم ہو گئے......تو مہادیو نے باری باری تمام چتاؤں پر پانی چھڑک کر واپسی اختیار کی......انسانی گوشت اور خون کے جلنے کی بو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

راجہ کے خیمے کے قریب پہنچ کر مہادیو نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! ''دھنیاواد! ہم آگیا چاہتے ہیں......''

راجہ نے جھک کر مہادیو کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ''دیوتاؤں کی شکتی کی بڑی ضرورت ہے......آپ دیکھ رہے ہیں اس وقت آسام کے آکاش پر بدیشی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ مسلمان ہندو جاتی کی آزادی کو سلب کرنا چاہتے ہیں......ہم دیوی دیوتاؤں کے دھرم کو بچانے کے لیے میدان میں نکلے ہیں...... ہمارے لیے دعائیں کرتے رہنا اگر مسلمان اس ملک پر چھا گئے تو پھر بھگتی مکتی اور نروان کی صدیوں پرانی کتھائیں ختم ہو جائیں گی......مندروں اور مورتوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا''

مہادیو نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''کچھ بھی نہیں ہوگا......مندروں اور مورتیوں کی پوجا پاٹ کے سلسلے جاری رہیں گے......آپ اس کی چنتا نہیں کریں......''

مہادیو اور پجاری رخصت ہونے لگے تو مہاراجہ نے انہیں موتیوں کی مالائیں اور سونے کے سکے دان کے طور پر دیئے۔

مہادیو نے راجہ کے تحائف قبول کرتے ہوئے کہا! ''ہم بھگوان سے تمہاری کامیابیوں کے لیے بنتی کریں گے......بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا''

دن ڈھلنا شروع ہو گیا تھا وادی میں جلے ہوئے خیموں کی جگہ نئے خیمے لگا دیئے گئے تھے...... سینا کے لیے نئے سرے سے قیام کے لیے انتظام کیا گیا تھا...... وادی کے درے پر سخت حفاظتی پہرے بیٹھائے گئے...... کئی قسم کی تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں...... دن کے پچھلے پہر راجہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر پورے پڑاؤ کا چکر لگایا اس نے چیتے کی کھال کا نیا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے سر پر سنہری رنگ کا خود رکھا ہوا تھا۔ جس کی کڑیاں اور کلغی سورج کی شعاؤں سے چمک رہی تھی...... اس کی آنکھیں شراب کے خمار سے مخمور تھیں۔ اس کے دائیں بائیں مدھوکر اور تمراج وڈیار تھے......

راجہ نے مختلف مقامات پر ٹھہر ٹھہر کر حفاظتی احکامات جاری کیے کئی پہاڑی ٹیکریوں اور چٹانوں پر سپاہیوں کو تعینات کیا گیا"

آبشار کے قریب پہنچ کر راجہ نے مدھوکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "تم ندی کے اس پار جا کر اچھی طرح گھاٹی کو دیکھ آؤ"

مدھوکر چند سپاہیوں کو لے کر ندی کے کنارے کنارے روانہ ہو گیا۔ راجہ نے تمراج وڈیار کو اپنے پیچھے پیچھے آنے کا حکم دے کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی...... تمراج کا گھوڑا راجہ کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا...... دونوں وادی کے جنگل کے اندر سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی اس شاہراہ پر آ گئے جو خلیج کے مندروں کی طرف جاتی تھی...... ایک جگہ راجہ نے گھوڑے کی لگام کھینچ کر رکتے ہوئے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو تمراج قریب پہنچ چکا تھا۔

راجہ نے بغیر کسی تمہید کے کہا! "تمراج ہم نے تمہیں سیناپتی بننے کی پیش کش کی تھی...... لگتا ہے تم نے مدھوکر کی دوستی کی خاطر اپنے مستقبل کی تابناکی کو پسند نہیں کیا"

تمراج نے صورتحال کی خطرناکی کو بھانپتے ہوئے کہا! "ہم کسی کے دوست نہیں ہم اپنے راجہ جی کے داس ہیں...... راجہ جی مہان ہیں...... ہم ہر صورت میں اپنے راجہ کی آشاؤں کو مقدم سمجھنے والے ہیں"

راجہ نے ایک لمحے کے لیے تمراج کی طرف غور سے دیکھا پھر کہا! "ہم تم سے سچ بولنے کی توقع رکھتے ہیں......"

تمراج نے گھوڑے سے اتر کر راجہ کے دائیں پاؤں کو چومتے ہوئے کہا! "ہم جھوٹ سے نفرت کرتے ہیں ہم جھوٹ کو پسند نہیں کرتے"

راجہ نے کہا! "ہمیں تم سے یہی توقع ہے امید ہے تم جھوٹ بولنے کی حماقت کا ارتکاب نہیں کرو گے...... تم اس وقت زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑے ہو...... رات کے پچھلے پہر جب شب خون مارا گیا اسوقت مدھوکر کہاں تھا؟

مدھوکر! تمراج نے آہستہ سے کہا! "شاید مدھوکر جی! اپنے خیمے میں تھے۔"

"بہت خوب!" راجہ نے کہا! "تم نے سچ بولا! شاید ہمارے اگلے سوال کا جواب بھی سچائی سے دیا جائے گا"

تمراج وڈیار کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں لرز رہی تھیں......

راجہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غراتے ہوئے کہا! "تمہیں مدھوکر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم نے اسے جس راستے پر روانہ کیا ہے اس رستے کے مسافر واپس نہیں آتے۔ ہم نے مدھوکر پر واپسی کی ساری راہیں بند کر دی ہیں۔ امید ہے وہ ندی کے تند و تیز گہرے پانیوں میں تیرتا ہوا پرلوک سدھار چکا ہوگا"

تمراج کے قدموں تلے زمین کانپ رہی تھی۔

تمراج نے مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''مہاراج! شما کیجئے ہم بے خطا ہیں''

راجہ نے کمر بند میں اڑسا ہوا خنجر نکال کر اس کی دھار پر انگلی پھیرتے ہوئے پوچھا! ''تم نردوش ہو پھر اپنے بے گناہ ہونے کا ثبوت دو...... بتاؤ حاکم بنگالہ مدھوکر کے خیمے میں کیوں گیا تھا؟

تمراج کا دماغ چکرا رہا تھا۔ تمراج نے آنکھیں بند کر کے کہا! ''ہم کچھ نہیں جانتے......ہم نے حاکم بنگالہ کو وادی میں تلوار چلاتے دیکھا ہے......مدھوکر کے خیمے میں کون گیا تھا ہمیں کوئی علم نہیں......اگر راجہ جی کو ہمارے سچ پر یقین نہیں ہے تو پھر ہمیں بھی قتل کر دیا جائے۔ ہم غدار ہیں تو ہمیں زندہ رہنے کا کوئی ادھیکار نہیں ہے۔''

راجہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''تمراج! آج سے تم سیناپتی ہو۔ ہم نے مدھوکر کو ختم کرا دیا ہے......وہ غدار تھا......لگتا ہے۔ وہ ہم سے اور مہاراجہ سے اپنے بہنوئی کے قتل کا انتقام لینے کا تہیہ کر چکا تھا۔ بہر صورت اب اس کا کام ختم ہو چکا ہے......اس کا مزید زندہ رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا......ہم نے تم پر بہت بڑا اعتماد کیا ہے امید ہے تم ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی حماقت نہیں کرو گے......مدھوکر کے محافظوں کو حراست میں لے کر ان سے معلوم کیا جائے کہ رات کو حکم بنگالہ مدھوکر کے خیمے میں کیا کرنے گیا تھا۔ ہم بہت جلد مدھوکر کی بدمعاشی اور غداری سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ کون جانے بدبخت نے حاکم بنگالہ کو کیا کیا راز دیے ہوں گے''

تمراج وڈیار نے کہا! ''مدھوکر کو اس حد تک نہیں گرنا چاہیے تھا......اس نے بہت بڑا پاپ کیا ہے......اس کی آتما جنم جنم کسی بھوت کی طرح شانتی کے لئے بھٹکتی رہے گی''

راجہ نے گھوڑے کا رخ موڑتے ہوئے کہا! ''حالانکہ ہم نے اس بدبخت کو بتایا تھا کہ سبھاش چند مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا ہے......مگر اس نے ہماری سماچار پر وشواش نہیں کیا''

تمراج نے کہا! ''وشواش نہیں کیا تھا مگر آسام کے راج پاٹ کے دشمنوں سے خفیہ سمبندھ کرنے کا اسے کوئی ادھیکار نہیں تھا۔''

ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے جنگل میں گنگناتے پھرتے تھے......درختوں کے سائے لمبے ہونے شروع ہو گئے تھے۔ پربت پر جمی ہوئی برف پر شعاؤں کا سونا بکھرا ہوا تھا۔ رنگ برنگے پرندے شاخوں پر گیت گاتے پھرتے تھے۔ فطرت کے جلوے بے نقاب تھے۔ راجہ اور تمراج وڈیار وادی میں داخل ہوئے تو اس وقت سورج مغربی جانب پربت کی چوٹی پر چمک رہا تھا......

ایک سپاہی نے جلدی سے گھوڑے کی رکاب کو چومتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''ایک بری خبر ہے مہاراج!''

راجہ نے کہا! ''ہم بری سے بری خبر سننے کی ہمت رکھتے ہیں۔ ہمارے من کے اندر پربت جیسا حوصلہ ہے''

سپاہی نے ہکلاتے ہوئے کہا! ''سیناپتی مہاراج کا دیانت ہو گیا ہے''

راجہ نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''سیناپتی کا دیہانت ہو گیا ہے کیا بکتے ہو......ابھی ابھی ہم نے مدھوکر جی کو ندی کے پار روانہ کیا تھا......اسے کیا ہوا ہے۔''

سپاہی نے کہا! ''سیناپتی ندی میں ڈوب گیا ہے۔ ہم ندی کے کنارے کنارے پربت کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے کہ اچانک سامنے جنگل سے ایک شیر نکل آیا اس کے دہاڑنے سے سیناپتی کا گھوڑا بدک گیا اور سیناپتی اچھل کر گہری ندی میں گر پڑے۔ ہم نے مدھوکر جی کو بچانے کی بہت کوشش کی مگر بھگوان کو منظور نہیں تھا...... ندی کی تند و تیز لہریں سیناپتی کو بہا کر ہم سے بہت دور ساگر میں لے گئیں''

راجہ نے تمراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تم اس وقت سے ہمارے سیناپتی ہو...... ہمیں مدھوکر کے دیہانت کا بہت دکھ ہے۔ مدھوکر ایک بہادر سینک تھا...... شاید بھگوان کو اس کی ضرورت تھی...... ہونی ہو کر رہتی ہے...... ہم اس کا سوگ منائیں گے...... اس کے نام کی ایک مورتی گنیش دیوتا کے مندر میں رکھوائیں گے......''

راجہ ریاشیانگ گھوڑے سے اتر کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے خیمے کی طرف بڑھنے لگا تمراج اور دوسرے سردار اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

راجہ نے کہا! ''ہم اس غم کو بھلانے کے لیے شراب پئیں گے۔''

خیمے میں پہنچ کر راجہ نے اپنی مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! ''ہمیں شراب پلائی جائے''

راجہ نے شراب کا ایک جام اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے وحشیانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ''ان سب کو شراب پلائی جائے۔ ہم سب بہت غم زدہ ہیں...... غم کی شدت کے مطابق زیادہ سے زیادہ مدھ پلائی جائے''

''مدھوکر جی! تمہاری جدائی ایک بہت بڑا صدمہ ہے...... تم ندی کے گہرے پانی میں غرق ہوئے ہو...... ہم تمہارے پیچھے ساگر میں ڈوبنے کی حماقت نہیں کر سکتے...... مگر تمہارے غم میں اپنے حواسوں کو شراب میں ڈبو سکتے ہیں...... آج رات شراب اور شباب کے میلے لگا کر اپنے غم دور کریں گے...... کھادان کہاں مر گیا ہے...... شیلانگ کی کومل سندر کنیاؤں کو دیکھنے کی بے تابیاں بڑھ رہی ہیں۔''

ایک دربان نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''کھادان جنگل سے چن چن کر کچی کلیاں لائے گا......''

راجہ نے کہا! ''ہم اسے انعام سے مالا مال کر دیں گے!''

پھر راجہ نے تمراج کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا! ''پڑاؤ میں پہلے سے موجود لڑکیاں کہاں ہیں ہم نے انہیں دیکھا نہیں......''

تمراج نے کہا! ''لگتا ہے وہ کہیں بھاگ گئی ہیں''

راجہ نے ایک مخموری ہچکی لیتے ہوئے کہا! ''ان کو تلاش کیا جائے۔ ہمیں ان کی ضرورت ہے...... ہمارے سینکوں کو ان کی اشد ضرورت ہے''

تمراج نے اٹھتے ہوئے کہا! ''ابھی ان کی جستجو شروع کر دی جائے گی''

راجہ نے کہا! ''ہمارا خیال ہے وہ وادی کے اندر کہیں چھپی ہوئی ہوں گی۔ خوفزدہ ہوں گی، کنیاؤں کے دل بہت کمزور ہوتے ہیں''

وادی میں ابھی تک طبل نقارے قرنا اور نفیریاں بجائی جا رہی تھیں...... جنگل میں چھپے ہوئے سپاہی ایک ایک دو دو کر کے وادی میں آ رہے تھے۔ طبل اور نقارے وغیرہ اسی مقصد کے لیے بجائے جا رہے تھے...... تمراج راجہ کے خیمے سے نکل کر سیدھا مدھوکر کے خیمہ میں پہنچ گیا۔

تمراج نے مدھوکر کے محافظوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''تم نے سن لیا ہو گا کہ مدھوکر ندی میں ڈوب کر ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا

ہوگئے ہیں۔اب ہمارے اور مدھوکر کے درمیان موت کی دیوار حائل ہوگئی ہے...... راجہ کو حاکم بنگالہ کی مدھوکر سے ملاقات کے بارے میں علم ہوگیا ہے...... تمہارے بارے میں راجہ نے بڑے سخت فیصلے کا تہیہ کیا ہوا ہے...... تم جانتے ہو راجہ کا فیصلہ کیا ہوسکتا ہے...... قتل سے کم سزا پر اس کا راضی ہونا مشکل ہوگا...... ہم اس وقت بہت پریشان ہیں...... تمہارے جیون کی فکر نے ہم سے مدھوکر کی موت کے صدمے کو چھین لیا ہے۔ہم شاید تمہارے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے...... کچھ بھی نہیں کر سکتے''

پھر اچانک تمراج نے باہر لپکتے ہوئے کہا!''ہو سکے تو آنے والی رات کے اندھیروں میں دور کہیں بہت دور موت کے اس زندان سے بھاگ جانا......''

☆

کاغذی قیامت

ہماری دنیا میں ایک ایسا کاغذ بھی موجود ہے جس کے گرد اس وقت پوری دنیا گھوم رہی ہے۔اس کاغذ نے پوری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔دیوانہ کر رکھا ہے۔اس کاغذ کے لیے قتل ہوتے ہیں۔عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔معصوم بچے دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔اور یہ کاغذ ہے کرنسی نوٹ...... یہ ایسا کاغذ ہے جس پر حکومت کے اعتماد کی مہر لگی ہے۔لیکن اگر یہ اعتماد ختم ہو جائے یا کر دیا جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کاغذ کی اہمیت یکلخت ختم ہو جائیگی اور یقین کیجیے پھر کاغذی قیامت برپا ہو جائے گی۔جی ہاں! کاغذی قیامت......

اور اس بار مجرموں نے اس اعتماد کو ختم کرنے کا مشن اپنا لیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاغذی قیامت پوری دنیا پر برپا ہوگئی۔اس قیامت نے کیا کیا رخ اختیار کیا۔پوری دنیا کی حکومتوں اور افراد کا کیا حشر ہوا؟ اسے روکنے کے لئے کیا کیا حربے اختیار کیے گئے۔کیا مجرم اپنے اس خوفناک مشن میں کامیاب ہوگئے...... یا......؟

اس کہانی کی ہر ہر سطر میں خوفناک ایکشن اور اس کے لفظ لفظ میں اعصاب شکن سسپنس موجود ہے۔یہ ایک ایسی کہانی ہے جو یقیناً اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہیں ابھری۔اس کہانی کا پلاٹ اس قدر منفرد ہے کہ پہلے دنیا بھر کے جاسوسی ادب میں کہیں نظر نہیں آیا۔عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کہانی میں کیا کردار ادا کیا ہے جہاں دنیا بھر کی حکومتیں اور سیکرٹ سروسز خوف و دہشت سے کانپ رہی ہوں جہاں موت کے بھیانک جبڑوں نے دنیا میں بسنے والے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو وہاں عمران اور سیکرٹ سروس کے جیالوں نے کیا رنگ دکھائے۔یہ عمران کی زندگی کا وہ لافانی اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ جس پر آج بھی عمران کو فخر ہے اور کیوں نہ ہو، یہ کارنامہ ہے ہی ایسا......

کاغذی قیامت کتاب گھر کے **جاسوسی ناول سیکشن** میں دیکھا جا سکتا ہے۔

وہ شام کا وقت تھا سورج دن بھر کی مسافت کے بعد مغربی جانب کے پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کی اوٹ میں چھپ رہا تھا۔ درختوں کے سائے تاریک ہیولوں میں تبدیل ہو رہے تھے۔ مہاگنی چیڑ اور ربڑ کے درختوں کی جھکی جھکی جھومتی ہوئی شاخوں پر رنگ برنگے پرندے اپنے بسیرے تلاش کرنے میں مصروف تھے...... جنگل اور پہاڑوں کے سناٹے گھمبیر ہوتے جا رہے تھے...... باٹی پارہ کی بستی کے گھروں سے دھوئیں کے مرغولے اٹھتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے...... سید حیدر امام، ادھم خان، موہن اور شنکھر چند سپاہیوں کے ساتھ ندی کے کنارے ایک چٹان پر کھڑے فطرت کے رنگین اور حسین نظاروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے...... سرد خشک ہواؤں کے جھونکے بوجھل بوجھل شرابیوں کی طرح ڈگمگاتے پھرتے تھے یہ وہ جگہ تھی جہاں سے ایک پہاڑ اپنا رخ تبدیل کر کے مغرب کی طرف مڑ جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ندی کا پاٹ چوڑا ہو کر ایک چھوٹے سے دریا کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ پانیوں کی تندیوں اور تیزیوں میں کس قدر ٹھہراؤ اور سکون دکھائی دیتا تھا۔ بل کھا کر مڑتے ہوئے پہاڑ کی چٹانوں سے ٹکرانے والے پانیوں میں یک دم طوفانی اضطراب پیدا ہوتا تھا...... ایک عجیب قسم کی نغمگی پیدا ہو رہی تھی......

معاً سید حیدر امام نے انگلی کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو متوجہ کرتے ہوئے کہا: ''ندی میں کیا چیز آ رہی ہے؟''

ادھم خان اور دوسرے ساتھیوں نے سامنے ندی کی طرف دیکھا۔

ادھم خان نے کہا! ''لگتا ہے کوئی درخت ٹوٹ کر ندی میں گرا ہے۔''

سید حیدر امام نے کہا! ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ درخت ہی لگتا ہے......!''

ندی کے تیز بہاؤ کی وجہ سے درخت بڑی تیزی سے تیرتا ہوا چٹان کی طرف آ رہا تھا۔

اچانک موہن نے چٹان سے چھلانگ لگاتے ہوئے کہا! ''درخت کے ساتھ کوئی انسان چمٹا ہوا ہے!''

چٹان پر کھڑے ہوئے لوگوں نے غور سے دیکھا اور پھر باری باری سب کے سب چٹان سے اتر کر ندی کے کنارے کی طرف دوڑنے لگے...... اس کنارے پر ندی کا پانی اپنا رخ تبدیل کرنے کے لیے زور سے چٹان سے ٹکراتا...... سید حیدر امام اور دوسرے لوگوں کے پہنچنے سے پہلے موہن ندی میں چھلانگ لگا چکا تھا...... درخت کنارے کے قریب پہنچ چکا تھا...... موہن ایک اچھے تیراک کی طرح تند و تیز چیختی چنگھاڑتی موجوں سے لڑتا ہوا درخت تک پہنچنے کی جدوجہد کر رہا تھا...... موہن کو مشکل میں دیکھ کر سید حیدر امام ادھم خان اور دوسرے لوگوں نے بھی ندی میں چھلانگیں لگا دیں اس عرصے میں کئی اور سپاہی بھی ندی کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ ندی کا پانی ایک بھنور بنا کر مغرب کی جانب مڑتا تھا...... بڑی مشکل سے ان لوگوں نے درخت کی گھنی شاخوں میں پھنسے ہوئے آدمی کو باہر نکالا...... وہ بیہوش تھا۔ زخمی تھا مگر زندہ تھا''

کنارے پر پہنچ کر سید حیدر امام نے کہا! ''اسے جلدی سے خیمے میں پہنچاؤ......''

شنکھر نے جلدی سے زخمی اور بے ہوش آدمی کو اپنے کندھوں پر ڈالا اور پڑاؤ کی طرف دوڑنے لگا...... اس آدمی کے منہ اور ناک سے پانی بہہ رہا تھا۔

پڑاؤ میں پہنچ کر سید حیدر امام نے لشکر سے کہا! ''اسے ہمارے خیمے میں لے چلو......''

اودھم خان نے ایک دوسرے سپاہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''جلدی سے حکیم صاحب کو بلا کر لے آؤ۔''

سید حیدر امام کے خیمے میں قندیلیں اور مشعلیں روشن کر دی گئیں...... زخمی کو آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا...... اس نے چیتے کی کھال کا لباس پہنا ہوا تھا۔

سید حیدر امام نے کہا! ''ہم دوسری طرف جاتے ہیں آپ دو تین آدمی مل کر اس کا گیلا لباس اتار دو اور ہمارے نئے کپڑے پہنا دو۔''

سپاہیوں نے چند لمحوں میں اس کا لباس تبدیل کر کے اسے گرم کمبل میں لپیٹ دیا...... وہ گہرے گہرے زخمی زخمی سانس لے رہا تھا......

اتنے میں بوڑھا حکیم روشن ضمیر خیمے میں داخل ہوا۔ سید حیدر امام اور اودھم خان بھی اس کے ساتھ تھے۔

حکیم صاحب نے اس کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد کہا! ''خطرے کی کوئی بات نہیں ہے زخمی بہت جلد ہوش میں آ جائے گا۔ چوٹیں معمولی نوعیت کی ہیں اسے ٹھنڈ لگ گئی ہے۔ کچھ دیر بعد بخار کے ہو جانے کا خطرہ ہے...... خداوند کریم کے فضل و کرم سے زخمی مہمان بہت جلد شفایاب ہو جائے گا۔ تشویش کی کوئی بات نہیں ہے ہمارے خیال کے مطابق ایک دو دن تک یہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا''

حکیم صاحب نے مہمان کے زخموں پر مرہم لگا کر پٹیاں باندھنی شروع کر دی تھیں...... سید حیدر امام نے چونک کر مہمان کے گلے میں پڑی ہوئی سونے کی زنجیر کی طرف دیکھا اور پھر اس کا دایاں ہاتھ تیزی سے زنجیر تک پہنچ گیا۔ سونے کی خوبصورت زنجیر کے درمیان میں ہاتھی کی شکل والی ایک چھوٹی سی مورتی پڑی ہوئی تھی۔

سید حیدر امام نے اودھم خان کی طرف دیکھا تو اس نے کہا! ''یہ کوئی عام سپاہی نہیں ہے۔ ہندوؤں کے راجہ کی فوج کا کوئی بڑا سردار ہے''

سامنے کھڑے ہوئے موہن نے کہا! ''ہندوؤں کے راجہ اور اس کی سینا کے سینک چیتے کی کھال کا لباس پہنتے ہیں اور یہ ہاتھی کی صورت والی مورتی گنیش دیوتا کی مورتی ہے!''

سید حیدر امام نے کہا! ''اس کا لباس دیکھ کر ہم سمجھ گئے تھے یہ ہندو کی فوج کا آدمی ہے بہر صورت یہ جو کوئی بھی ہے اس وقت ہمارا مہمان ہے اور زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ہمیں پورے خلوص سے اس کی دیکھ بھال اور خدمت کرنی ہوگی......''

حکیم روشن ضمیر نے مسکراتے ہوئے کہا! ''سید صاحب مطمئن رہو اس کو کچھ نہیں ہوگا...... مشیت ایزدی اسے زندہ رکھنا چاہتی ہے۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہے اسے مارنے کے لیے ندی میں پھینکا گیا ہے۔ خدا جانے یہ کہاں سے یہاں تک پہنچا ہے...... موت کے خونی گردابوں سے بچ بچ کر یہاں تک پہنچا ہے۔ ہم معالج ہیں انشاءاللہ ہم اپنے تمام معالجاتی تجربات کو پیش نظر رکھ کر اس کا علاج کریں گے''

خیمے میں آتش دان میں لکڑیاں تڑخ تڑخ کر جل رہی تھیں...... خیمے کی فضاء کافی حد تک گرم ہو چکی تھی۔ قندیلوں کی زرد زرد روشنیاں بڑی دلکش لگ رہی تھیں۔ باہر گھور اندھیروں میں دور دور تک جلتی ہوئی قندیلوں اور بڑی بڑی مشعلوں کی روشنیاں ہواؤں کے جھونکوں کے ہلکوروں سے لرز رہی تھیں۔

حکیم صاحب نے ایک شیشی سے زرد رنگ کے سیال کو چمچ پر انڈیلتے ہوئے موہن کی طرف دیکھ کر کہا! ''دوائی کی یہ خوراک مریض کو پلادو......!''

اودھم خان نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ مریض کے پیچھے لے جا کر اس کے سر کو ذرا اونچا کیا۔ موہن نے ایک ہاتھ کی مدد سے مریض کا منہ کھولا اور دوسرے ہاتھ سے دوائی کا چمچ اس کے حلق میں انڈیل دیا...... حکیم صاحب نے اسے بستر پر لٹا دیا۔

حکیم صاحب نے اسے اچھی طرح گرم کمبل میں لپیٹتے ہوئے کہا! ''تم لوگ آرام کرو...... ہم یہیں ہیں جونہی اسے ہوش آئے گا...... اطلاع کردی جائے گی......!''

حیدر امام اور اودھم خان خیمے سے نکل گئے۔ موہن اور شنکر بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ خیمے کے دروازے پر چند سپاہی نیزے لیے کھڑے تھے...... آتش دان کا دھواں ایک گول سوراخ کے راستے سے خیمے سے باہر نکل رہا تھا...... خیمہ کافی کشادہ تھا...... رات کا پہلا پہر شروع تھا...... چاند ستاروں کے جھرمٹ میں مسکرا مسکرا کر فطرت کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا...... پہاڑوں کی ہیبت ناکیوں کا جلال ذرے ذرے پر طاری تھا...... سید حیدر امام اور اودھم خان اپنے پڑاؤ میں گھومتے پھرتے دور تک چلے گئے۔ ہائی پارہ کی بستی کے گھروں سے روشنیوں کی لکیریں اٹھ اٹھ کر آسمان کی طرف جا رہی تھیں۔ ایک جگہ پر پچاس ساٹھ سپاہیوں کا جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ کسی مسئلے پر تیز تیز تکرار ہو رہی تھی۔ سید حیدر امام اور اودھم خان وہاں پہنچے تو سپاہی خاموش ہو گئے۔ ان کے درمیان چند آسامی کھڑے تھے...... ایک آسامی بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر دونوں سرداروں کو نمسکار کیا......''

سید حیدر امام اور اودھم خان نے بڑی شائستگی بڑی محبت اور بڑی ملائمت سے جواب دیتے ہوئے پوچھا! ''ہماری وجہ سے تم لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی!''

ایک سپاہی نے ایک طرف پڑے ہوئے بڑے بڑے مٹکوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''سردار بستی والوں نے دودھ بھیجا ہے۔ ہم شکریے کے ساتھ لوٹانا چاہتے ہیں مگر یہ لوگ مانتے ہی نہیں!''

سید حیدر امام نے آگے بڑھ کر بوڑھے آسامی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! ''باباجی! ہم آپ کی مہمان نوازی کے شکر گزار ہیں۔ ہمارے پاس ضرورت کی ہر چیز موجود ہے کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ہم آپ کو کچھ دینے آئے ہیں۔ لینے نہیں آئے ہم آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے بیٹے ہیں......!''

بوڑھے آسامی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''مہاراج! ہم آپ کے سیوک ہیں۔ غریب لوگ ہیں آپ بڑے مہان ہیں۔ ہماری بستی میں آئے ہیں۔ ہم اتنے بڑے لشکر کی خدمت تو نہیں کر سکتے۔ ہماری طرف سے چند گھونٹ دودھ قبول کر لو گے تو ہم خوش ہو جائیں گے۔ بھگوان جانتا ہے آپ کے آنے کی ہمیں بڑی خوشی ہوئی ہے!''

سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ٹھیک ہے! آپ ضد کرتے ہیں تو آپ کے خلوص کی اس انمول سوغات کو قبول کرتے ہیں!''

بوڑھے آسامی نے دوبارہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم اس بستی کے مکھیا ہیں!''

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے کہا! ''مہاراج! آپکا رویہ آسامی راجوں سے کتنا منفرد اور مختلف ہے!''

سید حیدر امام نے مسکراتے ہوئے کہا! ''آپ نے ہمارے بارے میں اچھی رائے کا اظہار کیا ہے ہم آپ کے ممنون ہیں''

بوڑھے مکھیا نے کہا! ''بستی کے لوگ آپ کے چرن چھونے کی آشار کھتے ہیں!

سید حیدر امام نے کہا! ''بابا! ہمیں بستی کے لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوگی۔ ہم چشم براہ ہیں!''

بوڑھے مکھیا نے جھک کر سید حیدر امام اور ادوھم خان کے قدم چھوئے اور بولا! ''ہم ابھی جا کر بستی کے لوگوں کو یہ شبھ سماچار سناتے ہیں!''

اسی اثناء میں ایک سپاہی نے آ کر کہا! ''سردار! اجنبی مہمان کو ہوش آ گیا ہے......!''

سید حیدر امام او دھم خان تیز تیز قدم اٹھا کر خیمے کی طرف چلنے لگے......اجنبی مہمان ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ وہ حیرتوں میں ڈوبی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس کی پیشانی کی ایک ایک سلوٹ پر دکھوں اور دردوں کی تحریریں رقم تھیں......ان گنت سوالیہ نشان اس کے چہرے پر ابھرتے تھے مٹتے تھے۔ اس کی ویران آنکھوں میں درد تھا!

سید حیدر امام نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی محبت اور بڑی اپنائیت سے پوچھا! ''آپ کیسے ہیں بھائی!''

اجنبی نے کراہتے ہوئے کہا! ''ہم کہاں ہیں......آپ سب کون ہیں......یہ موت کی وادی ہے......یا وہی سنسار ہے جہاں اپنائے ظلم و بربریت کے عفریت بستے ہیں......ہم کہاں ہیں......کچھ تو بولو......کچھ تو بتاؤ......درد سے ہمارا سر پھٹا جا رہا ہے......!''

سید حیدر امام اور ادوھم خان اجنبی کی طرف محبت پاش نظروں سے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ دونوں کے چہروں پر طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ اجنبی نے کراہتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

حکیم صاحب نے سامنے تپائی پر پڑے دودھ کے پیالے کو اٹھاتے ہوئے کہا! ''بیٹا! آپ نے موت کو شکست دے دی ہے......موت کے بھیانک سائے آپ سے بہت دور ہیں......آپ اپنے ہمدردوں اور غم خواروں کے درمیان ہیں......آپ دعاؤں کے حصار میں بالکل محفوظ ہیں......یہ گرم گرم دودھ پی لو......سکون مل جائے گا!''

سید حیدر امام اور ادوھم خان نے اسے سہارے سے اٹھایا۔ اس نے دو چار گھونٹ دودھ پیا!

اجنبی دکھی لہجے میں بولا! ''ہمیں بتایا کیوں نہیں جا رہا ہم کہاں ہیں اور آپ کون ہیں......ہمیں تو مار دیا گیا تھا......ظالم راجہ نے ہمیں موت کی گہری اور تند و تیز بے رحم ندی میں پھنکوا دیا تھا......لگتا ہے ہم کسی اگلے جنم میں ہیں......خوابوں سپنوں اور آشاؤں کی کسی پر اسرار وادی میں پہنچ گئے ہیں!

سید حیدر امام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا! ''آپ خوابوں اور خیالوں کی دنیا میں نہیں ہیں......یہ حقیقت کی دنیا ہے۔ آپ زندہ ہیں......معمولی چوٹیں ہیں بہت جلد چلنے پھرنے لگو گے۔ پھر اپنی کھوئی ہوئی منزل کی طرف چلے جاؤ گے!''

اجنبی نے کہا! ''آپ کون ہیں......آپ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتاتے کیوں نہیں!''

سید حیدر امام نے کہا! ''ہم آپ کے بھائی ہیں......ہمارا نام حیدر امام ہے اور ہم حاکم بنگالہ کی فوج کے سپاہی ہیں!''

اجنبی نے چونکتے ہوئے کہا! ''کیا کہا آپ نے..... ہمیں اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا ہے..... آپ کون ہیں..... آپ نے ابھی ابھی کیا کہا ہے''

سید حیدر امام نے کہا! ''آپ پریشان ہو گئے ہیں..... ہم ظالم نہیں ہیں..... ہمارا بادشاہ کوئی جابر حکمران نہیں ہے..... ہم حاکم بنگالہ کی فوج کے سپاہی ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ بالکل محفوظ ہیں..... کمزوروں بیماروں اور نہتوں پر ہاتھ اٹھانا ہمارا شیوہ نہیں ہے!

اجنبی پوری قوت سے چلایا! ''ہم حاکم بنگالہ کے پڑاؤ میں پہنچ چکے ہیں..... ہم حاکم بنگالہ کی سینا کے سپاہیوں سے ہمکلام ہو رہے ہیں..... ہم نے کبھی سوچا ہی نہ تھا..... ہم نے کبھی ایسا ہوتا بھی نہ دیکھا تھا..... بھگوان..... ہمارے بھگوان آپ کی کرپا کتنی بے انت ہے''

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ جذبوں کی شدتوں سے اس کے حلق میں آنسوؤں کے بھنور بن رہے تھے۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا!

اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑی مشکل سے کہا! ''وہ..... مہان دیوتا..... وہ مہاراج..... وہ کہاں ہیں..... ہمیں ان کے چرنوں میں پہنچا دو..... ہم اس دیوتا کے چرنوں میں سر رکھ کر..... ہم ان کے قدموں میں مرنا چاہتے ہیں.....!''

سید حیدر امام اودھم خان کے ساتھ ساتھ خیمے میں موجود سب لوگ حیرتوں میں ڈوبے ہوئے تھے! حکیم صاحب نے پریشان ہو کر اجنبی کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بخار کی شدت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا! ''بخار زیادہ تو نہیں ہے..... نجانے یہ ہذیانی کیفیت کیوں ہے.....!

رات دھیرے دھیرے لحہ لحہ کر کے بیت گئی..... پراسرار نورانی مسافروں کے کارواں اپنی ضوفشانیوں اور جلوؤں کے دلکش رنگوں کو سمیٹتے ہوئے نادیدہ اور ان دیکھے جزیروں میں روپوش ہو گئے..... جگنوؤں کی نورانی لکیریں معدوم ہو گئیں..... اندھیروں سناٹوں اور خاموشیوں کے دبدبے ختم ہو گئے..... صبح کا اجالا ہوا تو زندگی کی فطرت ایک دلفریب انگڑائی لے کر گہما گہمی اور ہما ہمی کے طلاطم کا روپ دھارنے لگی..... خوابنا کیوں کا دور ختم ہو گیا..... سورج کی چنچل کرنیں پربتوں کی چوٹیوں کو چوم رہی تھی..... جھکی جھکی شاخوں پر رنگا رنگ پرندے خوشیوں کے گیت گانے لگے..... معطر معطر ہوائیں جھومتی پھرتی تھیں..... پربتوں کی چوٹیوں سے دھند کے مرغولے اٹھ رہے تھے..... بانی پارہ کی وادی فطرت کے حسن کا دلکش شاہکار تھی..... کوئل کی درد انگیز کوک فضاؤں میں درد گھول رہی تھی..... مہاگنی آبنوس اور سیتا برچھ کے لمبے لمبے درختوں کی شاداب شاخیں جھوم جھوم کر رقص کر رہی تھیں..... وادی کے ارد گرد دور تک پربتوں کے اوپر درختوں کے گہرے سائے تھے..... ان پربتوں اور جنگلوں کے اندر سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی پگڈنڈیاں تھیں..... صبح کی نماز ادا کی جا چکی تھی..... سپاہیوں میں خشک میوے اور بھنے ہوئے دانے تقسیم کیے جا رہے تھے..... چند لمحوں بعد پڑاؤ میں معمول کی جنگی مشقیں شروع ہو گئیں..... طبل بجنے لگے..... گھوڑے ہنہنانے لگے..... تیروں کی سرسراہٹیں فضاؤں میں گونجنے لگیں..... شہسوار شہسواروں سے ٹکراتے تو لگتا تھا پہاڑ پہاڑوں سے ٹکرا رہے ہیں..... سید حیدر امام اور اودھم خان اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر پڑاؤ میں چکر لگا رہے تھے..... دونوں کے سروں پر سفید رنگ کی پگڑیاں تھیں..... شملے ہواؤں کے دوش پر لہرا رہے تھے..... سورج کی کرنیں نمازیوں، جانبازوں اور مجاہدوں کی تلواروں کی تیز دھاروں سے ٹکراتیں تو بجلی کے کوندے لپکنے لگتے تھے.....!

مدھوکر نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولتے ہوئے کہا! ''باہر شور کیا ہے۔ سینا روانہ ہونے والی ہے کیا!''

ایک ہندو دربان نے آگے بڑھ کر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''مہاراج! سینا کہیں نہیں جا رہی یہ تو معمول کی جنگی مشقیں ہو رہی ہیں!''

خیمے کے اندر کی قندیلیوں کو بجھا دیا گیا تھا۔ صندل اور لوبان کی خوشبو سے خیمے کا اندرونی ماحول مہکا ہوا تھا۔

مدھوکر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! ''صبح ہو گئی ہے ہم بڑی گہری نیند سوئے ہیں!''

''مہاراج ہاتھ منہ دھوئیں گرم پانی لایا جائے......!''

اسی لمحے خیمے کے پردے کی دوسری طرف سے حکیم روشن ضمیر کی آواز بلند ہوئی! ''ہم حکیم روشن ضمیر صبح کے سلام کے لیے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں!''

مدھوکر نے اٹھتے ہوئے کہا! ''دھن واد مہاراج! تشریف لایئے ہم چشم براہ ہیں......!

حکیم صاحب کے ہونٹوں پر محبت کے خلوص کا تبسم تھا!

حکیم صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا! ''صبح کا سلام''

جواب میں مدھوکر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کہا!

حکیم صاحب نے پوچھا! ''کہو بیٹا! طبیعت کیسی ہے رات اچھی گزری ہو گی؟

مدھوکر نے اپنے بدن کی طرف دیکھا اور زخموں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''ہم بالکل ٹھیک ہیں...... بڑی گہری نیند سوئے ہیں...... زخموں میں درد کی ہلکی ہلکی ٹیس ہے......''

دو سپاہی گرم پانی اور ایک بڑا سا خالی طشت لے کر خیمے میں داخل ہوئے......''

مدھوکر نے کہا! ''ہم اشنان کرنا چاہتے ہیں''

پھر اس نے حکیم صاحب کی طرف عجب عجب نظروں سے دیکھ کر کہا! ''اگر حکیم صاحب آگیا دیں تو بڑی مہربانی ہو گی......''

حکیم صاحب نے جھک کر مدھوکر کی پیشانی چوم کر کہا! ''آپ اتنے فرمانبردار اور تابعدار بھی نہیں...... رات کو ہمارے منع کرنے کے باوجود بھی آپ نے اپنی مرضی مسلط کیے رکھی تھی۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہے۔ اچھی طرح نہا لو۔ اچھا خدا حافظ۔ ہم چند لمحوں بعد پھر آئیں گے!''

مدھوکر نے اٹھتے ہوئے کہا! ''بڑی کرپا ہے''

مدھوکر سپاہیوں کے پیچھے پیچھے خیمے کے دوسرے حصے میں چلا گیا...... نہانے کے بعد اس نے نئی پوشاک زیب تن کی...... وہ بہت سج رہا تھا......اس کے لمبے لمبے بال اس کے شانوں پر جھول رہے تھے......''

اس نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا! ''شاید حکیم صاحب ٹھیک کہتے ہیں ہم بہت ناتواں ہو گئے تھے......''

سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''بھگوان کی بڑی کرپا ہے مہاراج کی جان بچ گئی ہے...... ندی بڑی ظالم ہے...... مہاراج کم از کم

میں کوس تک پانی کی تندوتیز موجوں سے لڑتے بھڑتے یہاں پہنچے ہیں...... جس جس نے مہاراج کی چتا سنی ہے سب حیران ہیں...... مہاراج مہان شکتی والے ہیں۔"

مدھوکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے خیمے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ یہ بھگوان کی کرپا کا کرشا ہے۔ آپ کو معلوم نہیں آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہم کتنی بڑی گھمبیر کٹھنائیوں سے گزرے ہیں۔ ندی کے تندوتیز پانیوں کے لیے ریلے اور موجیں ہمیں کئی ہاتھ اوپر اچھال کر چٹانوں پر پٹک دیتی تھیں...... ہم بے بس اور مایوس ہو چکے تھے۔ ہر طرف نراش کا اندھیرا تھا۔ موت کی ہولناک موجوں کے شور میں اس کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔"

دربان نے آگے بڑھ کر مدھوکر کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! "ان ساری باتوں کو ایک دردناک سپنا سمجھ کر بھول جائیں۔ اب بھگوان کی دیا اور دیوتاؤں کی کرپا سے مہاراج قدم قدم رنگوں اور بہاروں سے کھیلتے رہیں گے...... بادشاہ علی قلی خان کی کرپا کی چھاؤں بڑی گھنیری ہے...... بادشاہ دیوتا روشنی اور خوشی کے پیامی ہیں...... کسی قسم کی کوئی چنتا نہیں کریں۔"

مدھوکر نے دربان کی طرف دیکھ کر پوچھا! "آپ آسامی لگتے ہیں......؟"

دربان نے کہا! "جی مہارج! ہم آسام کے رہنے والے ہیں...... کھنڈے راؤ کی سینا کے سپاہی ہیں......"

"تو کیا کھنڈے راؤ بھی......!"

"جی مہاراج!" دربان نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! "کھنڈے راؤ مہاراج بھی کرشن کماری جی کے اپنائے کا گھائل ہے...... اسے مہاراجہ جے دیو کے قتل کا بڑا دکھ ہے...... کھنڈے راؤ اپنے پورے خاندان کے ساتھ حاکم دیوتا کے چرنوں میں چین سے جیون بسر کر رہے ہیں۔"

مدھوکر نے بگڑتے ہوئے پوچھا! "یہ سب لوگ کہاں ہیں۔ کسی نے ان کو بتایا کہ نہیں ہم ظلم اور اپنائے کا سنسار چھوڑ کر یہاں پہنچ چکے ہیں...... حاکم دیوتا کہاں ہیں...... سبھاش اور کھنڈے راؤ کہاں ہیں۔ ہمیں دیکھنے کیوں نہیں آئے؟"

دربان نے مسکرا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "مہاراج چنتا نہیں کریں! اگر حاکم دیوتا یہاں ہوتے اور انہیں آپ کے زخمی ہونے کی خبر ہوتی تو وہ پوری رات جاگ کر آپ کے سرہانے گزار دیتے...... جن لوگوں کا مہاراج نے ذکر کیا ہے ان میں کوئی بھی یہاں نہیں ہے...... وہ تو راجدھانی کے قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔"

مدھوکر نے پوچھا! "یہ سینا کہاں سے آئی ہے اور کہاں جا رہی ہے؟"

دربان نے کہا! "یہ سینا ہندور کے قلعے پر قبضہ کرنے جا رہی ہے!"

"ہندور......" مدھوکر نے چونک کر کہا۔

"سید حیدر امام اور ادھم خان ہندور کے قلعے پر قبضے کرنے جا رہے ہیں...... آپ نے یہی کہا ہے نا!"

دربان نے کہا! "جی مہاراج! ہم سچ کہتے ہیں...... لگتا ہے مہاراج...... آپ کی وجہ سے پیش قدمی ملتوی کر دی گئی ہے۔"

مدھوکر نے کہا! ''مگر آپ کو اتنی بڑی سماچار کا کیسے علم ہوا......!''

دربان نے کہا! ''یہاں کسی سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی جاتی......حاکم دیوتا اپنے سینکوں پر بڑا بھروسہ رکھتے ہیں''

مدھوکر نے اٹھتے ہوئے کہا! ''ہم بالکل تندرست ہیں......ہم ہندور تک چل سکتے ہیں......ہم راکھشش کے مسکن کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں گے......ہم اس کے پورے کے پورے خاندان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے......آپ جائیں اور سرداروں کو ہمارا پیغام پہنچا دیں کہ وہ ہماری خاطر پیش قدمی ملتوی نہیں کریں''

اسی اثناء میں خیمے کا پردہ سرسرایا سید حیدر امام اور اودھم خان حکیم صاحب کے ساتھ خیمے میں داخل ہوئے......مدھوکر نے ہاتھ جوڑ کر دونوں کو پرنام کیا......سید حیدر امام اور اودھم خان اس کے قریب مسندوں پر بیٹھ گئے

''مدھوکر نے کہا! ''آپ نے اتنی بڑی شبھ سماچار ہم سے کیوں چھپائی ہے......ہم حاکم دیوتا سے آپ کی شکایت کریں گے''

''سید حیدر امام نے پوچھا! ''حاکم سے ہماری کس کوتاہی کی شکایت کرو گے......ہم نے آپ سے کچھ بھی نہیں چھپایا؟''

مدھوکر نے کہا! ''آپ ہندور کے راکھشش کے قلعے پر حملہ کرنے جا رہے ہیں اور آپ نے ہمیں ابھی تک بتایا نہیں......لگتا ہے آپ سرداروں کو ہماری وفاؤں پر اعتماد نہیں ہے''

اودھم خان نے کہا! ''نہیں! یہ بات نہیں ہے مدھوکر بھائی......ہم اس وقت یہی بتانے آئے ہیں''

''سنا ہے آپ نے ہماری خاطر پیش قدمی ملتوی کر دی ہے اگر یہ سچ ہے تو کوچ کا حکم دے دیا جائے ہم ابھی اور اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں......بھگوان نے ہمیں ایک بے رحم کے مسکن کو برباد کرنے کا موقع دیا ہے''

سید حیدر امام نے کہا! ''آپ جذباتی ہو رہے ہیں......اصل میں ہم یہاں کی حسین وادیوں کو انسانی خون کے چھینٹوں سے بدنما بنانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم ظلم کے خلاف لڑنے والے ہیں۔ ہم اندھیروں میں امیدوں آرزوؤں اور آشاؤں کے چراغ جلانے آئے ہیں۔ راجہ ریاشیاتنگ کے مظالم اور جرائم کی سزا اس کی پرجا اور رعایا کو نہیں دی جاسکتی۔ آپ جانتے ہیں ظلم کا مقابلہ ظلم سے نہیں کرنا چاہیے۔ جب چراغ جلیں گے تو اندھیرے خود بخود روپوش ہو جائیں گے''

مدھوکر نے حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''تو کیا آپ نے اپنے ارادے تبدیل کر لیے ہیں......بھگوان کی قسم اگر آپ نے جنوبی آسام کو فتح کر کے ہندور کے قلعے کو مسمار نہیں کیا تو روشنیوں کے سپنے دیرپا اثرات کے حامل نہیں ہوں گے''

سید حیدر امام نے کہا! ''آپ نے ہماری بات کو غلط سمجھا ہے......راجہ ریاشیاتنگ مکافات عمل کے شکنجے کی سختی سے نہیں بچ سکے گا......ہم اس کے قلعے پر حملہ کر کے اس پر کسی قسم کی خونریزی پسند نہیں کریں گے۔ اس ملک کی رعایا بے بس مجبور اور ستم رسیدہ ہے۔ حکومتی جبر نے ان لوگوں کو زندگی کی سچائیوں سے بہت دور رکھا ہوا ہے......آپ بار بیٹا کے بوڈوقبائل کی مثال نہیں دو گے۔ وہ انتقام کی آگ تھی۔ جس کے شعلوں نے بوڈوقبائل کے گھروں کو راکھ کے ڈھیروں میں تبدیل کر دیا تھا......آپ نہیں جانتے مہاراجہ کرشن کمار کے حکم سے بوڈوقبائل کے سردار وشنو مہاراج کے بے رحم اور سفاک بیٹے نارنگ نے ہمارے ایک سردار کی بستی کو کس بے دردی سے آگ لگا کر راکھ کے ڈھیر میں بدل دیا تھا۔ بستی کے بے گناہ اور بے قصور لوگوں

کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ یہ ایک دردناک کہانی ہے۔۔۔۔۔ ہم اس کہانی کے درد کو بار بار دہرانا پسند نہیں کرتے۔۔۔۔۔ بوڈو قبائل کے سردار کو احساس ہو گیا ہے کہ اس کے قبیلے کا یہی انجام ہونا تھا۔۔۔۔۔ ہم نے ماڑھی اور منگل سنگھ کے قلعے دھائی کو فتح کیا ہے اب اس وقت منگل سنگھ کی بیٹی سیتا کماری اور ماڑھی کا راجہ سبھاش حاکم کے پڑاؤ میں موجود ہیں۔۔۔۔۔ ہم نے ان کی زندگی کے چراغ گل نہیں کیے بلکہ ان کی راہوں کے اندھیروں کو اپنے لہو کی بوندوں سے روشن کیا ہے۔۔۔۔۔ ہم بستیاں اجاڑنے کے لیے نہیں آئے۔۔۔۔۔ ہم نئی نئی بستیاں بسائیں گے۔۔۔۔۔ ہم آسام کے لاکھوں باشندوں کو ایک نیا آسام دیں گے۔۔۔۔۔ ایک ایسا آسام جس کی وسعتیں قدم قدم روشن ہوں گی۔۔۔۔۔ ہم نے ظلم و زیادتی کے اندھیروں کو ختم کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے"

مدھوکر نے کہا! "ہم آپ کی منطق سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ سب روشنیوں اور آشاؤں کے سفیر ہیں۔۔۔۔۔ مگر یاد رکھنا پھنکارتے ہوئے زہریلے اژدھوں سے بھلائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔۔۔۔۔ راجہ ریا شیا تنگ کو ہم برسوں سے جانتے ہیں۔ جب تک آسام کی دھرتی راجہ ریا شیا تنگ اور مہاراجہ کرشن کمار جیسے ظالم لوگوں سے پاک نہیں ہوگی اس وقت تک ایک نئے آسام کا سپنا شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ آپ نہیں جانتے اس خاندان نے کیا کیا مظالم ڈھائے ہیں۔۔۔۔۔ مستقبل کا مورخ اس خاندان کی سیاہ کاریوں سے آنے والی نسلوں کو آگاہ کرے گا تو وقت ان کی جلی سڑی ہڈیوں کو بار بار جلائے گا۔۔۔۔۔ مہاراجہ کرشن کمار وجے کماران کی ماتا اور راجہ ریا شیا تنگ وقت کے خونی راکھشش ہیں۔۔۔۔۔ بے رحم عفریت ہیں۔۔۔۔۔ آپ کو معلوم نہیں۔۔۔۔۔ شاید کوئی نہیں جانتا۔۔۔۔۔ کہ فرعونی ٹولے نے آسام کی ایک کتنی عظیم شخصیت کو بے دردی اور کتنے بڑے فریب سے ہلاک کیا۔۔۔۔۔ بادل سنگھ مہاراجہ جے دھج سنگھ کا چھوٹا بھائی اور مہاراجہ کرشن کمار اور اس کے بڑے بھائی وجے کمار کا چاچا تھا۔۔۔۔۔ ان ظالموں نے ایک گھناؤنی سازش سے اسے ہلاک کر کے مشہور کر دیا کہ بادل سنگھ شکار کھیلتے ہوئے جنگل کے ایک خونخوار درندے کی درندگی کا شکار ہوا ہے۔۔۔۔۔ بادل سنگھ اپنے بڑے بھائی کا وفادار تھا۔۔۔۔۔ یہ سازشی لوگ اسے اپنے راستے کا پتھر سمجھتے تھے۔۔۔۔۔"

"بادل سنگھ!" سید حیدر امام نے کہا! "کرشن کمار اپنے باپ کا قاتل ہے؟"

مدھوکر نے کہا! "ہاں! مہاراجہ کرشن کمار اپنے باپ کا قاتل ہے۔ اس کی ماتا اپنے پتی دیوتا کی قاتلہ ہے۔۔۔۔۔ اور ریا شیا تنگ کے ہاتھ اپنے بہنوئی کے خون سے آلودہ ہیں۔۔۔۔۔ کیا ایسے لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔ ہم بھی مجرم ہیں۔۔۔۔۔ بادل سنگھ کے خون کے کچھ چھینٹے ہمارے دامن پر بھی ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں بھی سزا ملنی چاہیے۔"

آسامی سپاہی نے کہا! "مہاراج! یہ ایک دردناک انکشاف ہے۔۔۔۔۔ بادل سنگھ پرجا کا بڑا خیر خواہ تھا۔۔۔۔۔ بڑا بہادر اور مہاویر مہاراجہ تھا۔ مہاراجہ جے دھج سنگھ کو اپنے بھائی سے بڑی محبت تھی۔۔۔۔۔ جے دھج سنگھ نے بادل سنگھ کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھ کر اپنے قریب رکھا ہوا تھا"

مدھوکر نے کہا! "اور ان راکھششوں اور اژدھوں نے اپنے محسن چچا اور اپنے ہمدرد کو موت کے اندھیرے کھڈ میں دھکیل کر راج پاٹ پر قبضہ کر لیا۔۔۔۔۔ یہی ان لوگوں کا منصوبہ تھا"

سید حیدر امام نے کہا! "بادل سنگھ کے ظالمانہ قتل کی واردات کو بڑی کامیاب منصوبہ بندی سے خفیہ رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔ لگتا ہے آپ کے سوا کسی دوسرے شخص کو کچھ خبر نہیں کہ بدنصیب بادل سنگھ کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔"

مدھوکر نے کہا! "نہیں! یہ بات نہیں۔۔۔۔۔ ہندور کے پردھان منتری کو بھی علم ہے۔۔۔۔۔ مگر وہ بے بس اور مجبور ہے۔۔۔۔۔ بادل سنگھ کے ساتھ

آنے والے سینکوں کو بندی خانے میں ڈال دیا گیا تھا...... راجہ ریا شیا تنگ منگل کے منگل چیتوں کی دعوت کرنے کا عادی ہے۔ ہر منگل کی شام وہ چیتوں کی غار میں چار پانچ زندہ انسانوں کو پھینک کر ظلم کا تماشا دیکھتا ہے...... اس مقصد کے لیے اس نے بادل سنگھ کی سینا کے سینکوں کا استعمال شروع کیا ہوا ہے۔"

سید حیدر امام نے کہا! "توبہ یا خدا...... انسان جب درندگی کی راہ اختیار کر لیتا ہے تو کیسے کیسے ظالمانہ راستے تلاش کر لیتا ہے"

ادوھم خان نے کہا! "اب ان درندوں، اژدھوں اور عفریتوں کی زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں...... یہ لوگ اب اپنے بدترین انجام کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں...... جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں وہ حقیقت میں اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں...... آسام کے ظالم حکمران اب صدیوں تک ایک دردناک موت کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ مدھو کر جی آپ نے شاید غلط سمجھا ہے...... ہم آسام کے غریبوں اور بے چاروں کے مجرموں کو معاف نہیں کریں گے"

مدھو کر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! "پیش قدمی ملتوی نہیں کی جائے ہم ٹھیک ہیں...... ہندور کا قلعہ یہاں سے چالیس میل دور ہے امید ہے ہم شام تک پہنچ جائیں گے"

سید حیدر امام نے کہا! "آپ فکر نہیں کریں...... ہمیں سب معلوم ہے...... ہم اپنے مزاج اور قاعدے کے مطابق اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں...... ہم نے پیش قدمی ملتوی نہیں کی بلکہ بہتر انداز سے پیش قدمی جاری رکھے ہوئے ہیں...... ہم طاقت کے کم سے کم استعمال کے قائل ہیں...... ہم زیادہ خونریزی کو اچھا نہیں سمجھتے...... ہم تدبیر سے ہندور کے قلعے پر قبضہ کریں گے...... اس مقصد کے لیے ہم نے اپنا ایک ہراول دستہ روانہ کیا ہوا ہے...... امید ہے ہمارے پراسرار نہتے جانباز شام تک ہندور کے قلعے کے دروازے پر دستک دے رہے ہوں گے"

مدھو کر نے حیران ہوتے ہوئے کہا! "ہم سمجھے نہیں آپ کن لوگوں کی بات کر رہے ہیں...... نہتے لوگ مسلح سینکوں کا مقابلہ کیسے کریں گے"

سید حیدر امام نے کہا! "شیو دیوتا کے مندر کے مہادیو کی ہندور کے قلعے کے مندر کے بڑے مہادیو سے قریبی رشتہ داری ہے...... ہمیں معلوم ہوا ہے کہ قلعے کے مندر کا مہادیو اچھا آدمی ہے اس کے دل میں دکھی انسانیت کا درد ہے"

مدھو کر نے کہا! "ہم آپ کے منصوبے کی انتہا تک پہنچ گئے ہیں آپ ٹھیک کہتے ہیں...... گنیش دیوتا کے مندر کا مہادیو واقعی اچھا انسان ہے۔ اس کے من میں پریم کی کلپنا ہے اس کی وچاروں میں درمندی ہے...... راجہ ریا شیا تنگ کو مظالم سے روکتا اور منع کرتا رہتا تھا...... امید ہے وہ پورا پورا تعاون کرے گا......"

پھر اس نے خیمے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا! "پردھان منتری اور مہاماتر...... دونوں مل کر...... ایک بہت بڑی شکتی"

مدھو کر نے سید حیدر امام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چوم کر کہا! "آپ نے خونریزی کے بغیر ہندور کا قلعہ فتح کر لیا ہے......"



پربتوں کا پرہیبت پرخطر اور پر پیچ سلسلہ پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ ان پہاڑوں کی سنگلاخ ڈھلوانوں پر مہاگنی، ربڑ، ساگوان اور چیڑ کے درختوں کے خوبصورت جنگلات اپنے دلفریب نظاروں کے ساتھ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے...... ان جنگلوں اور چٹانوں کے درمیان پہاڑی پگڈنڈیاں ناگنوں کی طرح بل کھاتی ہوئی دکھائی دیتی تھی...... اچانک ایک ندی سامنے آ گئی...... یہ ندی دور کہیں برفانی چوٹیوں کے سینے سے نکلتی اور پہاڑوں کے دامن میں بہتی ہوئی مشرق کی طرف چلی گئی تھی...... اس کے کناروں پر پھولوں کے پودوں کی خوشنما روئیدگی تھی...... پانی میٹھا اور ٹھنڈا تھا''

مہادیو نے ندی کے کنارے گھوڑے سے اتر کر ادھر ادھر دیکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا!''ہم نے اپنا آدھا سفر طے کر لیا ہے یہ ندی باٹی پارہ اور ہندور کے بالکل درمیان میں واقع ہے...... اس ندی کا پانی بہت میٹھا اور ٹھنڈا ہے۔ چند لمحے یہاں آرام کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہوگا...... امید ہے ہم سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ہندور پہنچ جائیں گے......''

مہادیو کے قافلے والے گھوڑوں سے اتر کر ندی کے کنارے کنارے پھیل گئے...... ہر طرف خوش رنگ پھول تھے...... پھولوں پر رنگ برنگی تتلیاں اڑتی پھرتی تھیں...... سورج کی سنہری کرنیں ندی کے پانی کی چھوٹی چھوٹی موجوں کے مدہوش تلاطم سے کھیل رہی تھیں...... مسافروں کے گھوڑے گھاس چرتے پھرتے تھے......''

مہادیو نے ایک سادھو کی طرف دیکھ کر کہا!''اپنے ساتھیوں میں خشک میوے اور بھنے ہوئے دانے تقسیم کرو......''

چند لمحوں کے پڑاؤ کے بعد مہادیو نے اٹھتے ہوئے کہا!''اب چلنا چاہیے شام ہوتے ہی ہندور کے قلعے کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے...... اگلا سفر کٹھن اور دشوار ہے......''

ایک نوجوان نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا!''مہادیو جی! جیون کا سفر خود بڑا کٹھن اور دشوار ہے...... منزلوں تک پہنچتے پہنچتے آدمی کو قدم قدم پر لہولہان ہونا پڑتا ہے۔ چنتا کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے مقصد کے حصول کے لیے افق تا افق چلتے رہیں گے......''

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا!''پورن بیٹے! ہم جانتے ہیں تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ تم ندی کے پانیوں کے دھاروں کی طرح ہو جو چٹانوں کی رکاوٹوں کو روندتے ہوئے اپنے راستے تلاش کر کے اپنی منزلوں کی جانب بڑھتے چلے جاتے ہیں...... تم سب بھگوان کے شریمان ودھوان پجاری ہو...... ان پربتوں کی ہولناکیاں آپ کے راستے نہیں روک سکیں گی...... آپ کے بڑھتے ہوئے قدموں کی دھمک ہندور کے حکمران کی سماعتوں سے ٹکرانے والی ہے...... اب ہمالیہ کے ان سربکف پربتوں کی جانب بڑھنے والے ہیں جن کا عظیم الشان بلند و بالا سلسلہ تبت تک پھیلا ہوا ہے''

چند لمحوں کے بعد مہادیو جی اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑے ندی کو عبور کر رہے تھے...... ندی بہت تیز تھی تاہم سدھائے ہوئے گھوڑوں نے کسی مشکل کے بغیر اسے عبور کر لیا تھا...... گھاٹیوں میں تند و تیز ہواؤں کے جھونکے جھانجھ بجاتے پھرتے تھے۔ کبھی کبھی یہ ہوائیں کوہستانی ویرانوں کی روحوں کی طرح چیختی ہوئی محسوس ہوتی تھیں کہیں کہیں اونچی چٹانوں کا سلسلہ تھا کہیں ڈھلوانوں پر گھنے درختوں کے جنگل تھے...... مہادیو کا قافلہ دشوار گزار اور سنگلاخ راہوں پر آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قدم قدم پر موت کی اندھیری گھاٹیاں تھیں۔ ہر لمحہ ہر کسی کو جان کا خطرہ درپیش تھا''

ایک تنگ سی پگڈنڈی پر پہنچ کر مہادیو نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! ''ساتھیو! آگے چند میل تک پیدل سفر بہتر رہے گا...... اپنی اپنی سواریوں کی لگام میں اچھی طرح قابو کر لو''

آگے راستے کی دنیا بدلی ہوئی تھی۔ درختوں کے جھنڈ ختم ہو گئے تھے...... ننگی چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں۔ راستہ تنگ اور بے حد دشوار ہو گیا تھا مگر روشنیوں رنگوں اور آشاؤں کے متلاشی بے خطر آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ لگتا تھا جیسے یہ دنیا انہی کی دنیا تھی...... دور دور تک سناٹے تھے...... جمود اور سکوت تھا...... زندگی سناٹوں میں ڈوبی ہوئی تھی...... دہشت تھی...... ویرانی تھی...... مگر سفر جاری تھا...... جب کوئی پتھر کسی مسافر کے پاؤں کی ٹھوکر کھا کر اپنی جگہ سے حرکت کر کے لڑھکتا تو نیچے گہری گھاٹیوں میں دیر تک اس کے رونے کی آوازیں صدائے بازگشت کی طرح سنائی دیتیں...... موت کی ٹیڑھی الجھی لکیروں پر چلتے چلتے یہ چھوٹا سا پرعزم قافلہ ایک گھاٹی میں پہنچ گیا...... آگے راستہ قدرے ہموار تھے...... یہ لوگ پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے...... سورج پچھم کی طرف ڈھل رہا تھا''

مہادیو نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا! ہمیں ہر حالت میں شام سے پہلے ہندور پہنچنا ہے...... یہاں قریباً دو کوس کے آگے ایک پل ہے پل کو عبور کرنے کے بعد ہم اس راستے پر پہنچ جائیں گے جو ہندور کے قلعے کیطرف جاتا ہے......''

تھوڑی دیر بعد یہ لوگ ایک پل کے کنارے کھڑے تھے۔ یہ پل ایک گھاٹی پر تعمیر کیا گیا تھا...... تیس چالیس ہاتھ چوڑی ایک دراڑ پر لکڑی کے موٹے موٹے تنے رسیوں سے باندھ کر پھیلائے گئے تھے۔ اس پل کے نیچے موت کی گہری گھاٹی تھی۔ اس پل کی چوڑائی بمشکل چار پانچ ہاتھ تھی...... سورج اب بڑی تیزی سے مغربی افق کی طرف ڈھلنا شروع ہو گیا تھا......''

مہادیو نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! ''ایک ایک کر کے ایک دوسرے کے آگے پیچھے چل کر آرام سے پل عبور کیا جائے''

تھوڑی دیر بعد مہادیو کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تمام سادھوؤں نے خیریت کے ساتھ موت کی دراڑ کو عبور کر لیا...... آگے خوبصورت وادی دکھائی دے رہی تھی۔ پہاڑوں نے اپنا رخ تبدیل کر لیا تھا...... گہرے سرمئی دھند لکے اٹھتے دکھائی دے رہے تھے...... مہادیو اور اس کے ساتھی پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے''

مہادیو نے کہا! ''یہ ہندور کا علاقہ ہے......''

پھر اس نے دور ایک بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''یہ بدھوں کی بستی ہے...... اس بستی سے چند کوس آگے نیلا پربت ہے...... اب ہمارا سفر اس پربت کے کنارے کنارے شروع ہو گا...... ہندور کا قلعہ اسی پربت کے ایک کونے میں واقع ہے...... اس پربت کی گہرائیوں میں دور دور تک خوبصورت جنگل ہیں...... ان جنگلوں میں کہیں کہیں انسانی بستیاں بھی ہیں۔ تھوڑی دور آگے نیلے پربت کا سلسلہ شروع ہوا۔ فطرت نے اپنے حسن کے سارے رنگ اس وادی میں نچھاور کر دیئے تھے...... یہ پہاڑی سلسلہ شمال کی طرف سے تبت اور مشرق کی طرف سے کانگو سے لداخ تک پھیلا ہوا تھا...... یہاں ہر طرف مہاگنی، شاہ بلوط، آبنوس اور ستیا برچھ کے درختوں کے جنگل تھے۔ جنگلات کے اس سلسلے کو اناتھ بن کہا جاتا تھا۔ اناتھ بن اپنے دلکش قدرتی مناظر کی وجہ سے جنت کا ٹکڑا کہلاتا تھا...... گھنے درختوں کے سایوں تلے کہیں کہیں چشمے گنگناتے دکھائی دیتے تھے...... ان

جنگلوں میں راستے کافی کھلے اور کشادہ تھے"

مہادیو نے برگد کے ایک بہت بڑے صدیوں پرانے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! "برگد کے اس درخت کے نیچے ہم نے چھ ماہ تک تپسیا کی تھی...... یہاں بدھا کے ایک مہان بھکشو اناتھ جی کی سمادھی ہے...... اناتھ جی کی نسبت سے اس جنگل کو اناتھن کہا جاتا ہے۔ ہم چند لمحوں تک اناتھ جی کی سمادھی پر رکیں گے......"

ایک چشمے کے ٹیڑھے مڑے تڑے راستے پر چلتے ہوئے یہ لوگ برگد کے درخت کے نیچے پہنچ گئے...... بوڑھے برگد کے درخت کے نیچے شام کے گہرے اندھیروں کا سماں تھا۔ برگد کے درخت کی لمبی لمبی بے شمار جٹائیں مردہ سانپوں کی طرح لٹکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ ان جٹاؤں کی چلمنوں کے اندر ایک محراب دار کھنڈر دکھائی دے رہا تھا۔ یہ اناتھ جی کی سمادھی کا نشان تھا...... عجیب پراسرار ماحول تھا...... گھنے جنگل کے سناٹے میں سمادھی کے کھنڈرات پراسرار لگ رہے تھے......"

مہادیو نے کہا! "یہ جگہ مکتی اور نروان کے متلاشیوں کے لیے بڑی موزوں جگہ ہے"

پھر اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا! "ہم اس جگہ کو پوتر جگہ مانتے ہیں...... یہاں جھوٹ بولنا پاپ سمجھا جاتا ہے...... جھوٹ بولنے والے پر اناتھ جی کا شراپ پڑتا ہے...... جانتے ہو یہاں ہم کیوں آئے ہیں...... یہ جگہ ہماری منزل نہیں...... ہماری منزل یہاں سے دور ہے۔ ہم سب کو یہاں اناتھ جی کی آتما کے سامنے ایک دوسرے کو یہ وچن دینا ہے کہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے...... ہمیں کسی کے من کی کامناؤں پر شک کرنے کا ادھیکار تو نہیں پھر بھی روشنی کے اس سفر میں وچن کی بات کو پختہ کر لیا جائے تو اچھا ہوگا...... شاید ہمیں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی لگتا ہے ہم سے جذبوں کی توہین کا جرم سرزد ہو گیا ہے......"

پھر اس نے سر جھکا کر مڑتے ہوئے کہا! "شما کیجئے! ہم سے غلطی ہو گئی ہے...... آپ سب تو ہم سے زیادہ دلیر اور بہادر ہیں...... ہم تو اندھیروں میں بھٹکتے رہے ہیں...... ہم نے ابھی ابھی اجالوں میں جنم لیا ہے......"

ایک سادھو نے مہادیو جی کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! "نہیں! آپ مہان مہادیو جی ہیں...... آپ کو ہر قسم کے وچن لینے کا پورا پورا ادھیکار ہے...... ہم اناتھ جی کی سمادھی پر اس کی آتما کے سامنے آپ کو وچن دیتے ہیں کہ ہم اس سنسار میں قدم قدم اپنے لہو کی بوندوں کے چراغ جلاتے جائیں گے...... ہم ظلم کے اندھیروں کے خلاف جنم جنم لڑتے رہیں گے"

مہادیو نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "آپ سب مہان شکتی والے مہارش اور مہاودیا ہو...... ہم کچھ بھی نہیں ہیں...... ہمارا من نراش کے اندھیروں سے بھرا ہوا ہے"

پورن نے مہادیو کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "مہادیو جی! یہ کیا کہتے ہو...... آپ تو ہمارے دھیرج ہو۔ بھگوان نے آپ کو نروان کی کرپا دان کی ہے...... ہم سب کی شکتی آپ کی شکتی ہے......"

مہادیو روتا ہوا گھوڑے پر سوار ہو گیا...... یہ قافلہ جنگل کے اندر پہاڑ کی اترائی کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بڑھنے لگا۔ راستہ دشوار نہیں تھا

لیکن درختوں کی جھکی جھکی شاخوں کی رکاوٹیں تھیں...... جب یہ لوگ نشیبی علاقے میں داخل ہوئے اچانک جھاڑیوں کے گھنے جھنڈ سے ایک بہت بڑا ناگ پھنکارتا ہوا پھن پھیلا کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا...... وہ بڑے غیض وغضب سے پھنکار رہا تھا...... اس کے سانسوں کی گرمی دور دور تک محسوس کی جا رہی تھی...... تمام ہندو پجاری اور سادھو گھوڑوں سے اتر کر ناگ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوئے......"

مہا دیو نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کانپتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا! ''ناگ دیوتا...... ہم آپ کے پجاری ہیں...... ہم شیو دیوتا اور ناگ دیوتا کے مندروں کے مہاماتر ہیں...... ہم آپ کے پوتر پاتھ شالوں کے پجاری ہیں...... ہم پر کرپا کرو...... ہمارا راستہ نہیں روکو...... آپ دیوتا ہیں...... آپ مہان شکتی والے دیوتا ہیں...... آپ ہماری سہایتا کریں...... ہمیں آپ کی سہایتا اور شکتی کے نروان کی بڑی ضرورت ہے...... ہم آپ کی بھگتی کی خاطر کرودھ سے لڑتے پھرتے ہیں...... ہم اس سنسار کے راکھشوں اور خونی عفریتوں کے خلاف لڑتے پھرتے ہیں"

خوفناک ناگ پوری شدت کے ساتھ بپھرا ہوا تھا۔اس کی پھنکاروں سے ماحول پر لرزہ طاری تھا۔

پورن نے ایک قدم آگے بڑھ کر ناگ کے سامنے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ناگ دیوتا ہماری سہایتا نہیں کر سکتے نہ کریں۔کم از کم ہمارا راستہ نہیں روکیں...... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے...... شام ہونے والی ہے۔اگر قلعے کا دروازہ بند ہو گیا تو ہماری محنت ضائع ہو جائے گی...... صبح تک ہم نے اس سنسار کے بہت سے کام مکمل کرنے ہیں...... ہماری بنتی پر اپت کر لو تو اچھا ہے ورنہ ہم سمجھیں گے تم ناگ دیوتا کے روپ میں کسی راکھشش کی بدروح ہو۔"

اس جگہ سے کچھ نیچے ایک شاہراہ دکھائی دے رہی تھی۔مشرق کی جانب دو تین کوس دور راجہ ریا شیا تنگ کے عظیم الشان قلعے کے برج چمکتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔پورن کی نگاہیں قلعے کے اونچے اونچے برجوں پر مرکوز تھیں...... ایک پہاڑی کے عقب سے سرپٹ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دینے لگی...... چند لمحوں بعد یہ سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے یہ چالیس کے لگ بھگ سوار تھے۔ان کے درمیان ایک بگھی تھی...... بگھی پر ایک نوجوان لڑکا سوار تھا...... ان سب سواروں نے چیتے کی کھالوں کا لباس پہنا ہوا تھا...... بڑے وحشیانہ انداز سے گھوڑوں کو تازیانے مارتے ہوئے قلعے کی طرف جا رہے تھے...... جب سواروں کی جماعت آگے نکل گئی تو ناگ اچانک کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا"

پورن نے کہا!'' لگتا ہے ناگ دیوتا نے ہمیں اپنی شکتی اور کرپا سے بچا لیا ہے'' بگھی سوار راجہ کا بیٹا معلوم ہوتا ہے''

یہ لوگ جلدی جلدی بڑی شاہراہ پر آ گئے۔شاہراہ کے ایک طرف نیلا پربت تھا اور دوسری طرف دھان کے لہلہاتے ہوئے کھیت تھے۔سورج پربت کے پیچھے چھپ گیا تھا۔اندھیرے بڑی تیزی سے پھیلنے شروع ہو گئے لوگ دن بھر کے کام کاج اور کھیتی باڑی کے جھمیلوں سے فارغ ہو کر قلعے کی طرف جا رہے تھے...... سواروں کو دیکھ کر لوگ بے تحاشہ خوف زدہ کر ادھر ادھر کھیتوں میں چھپنے لگے۔ایک جگہ بگھی نشین نوجوان نے کمند نما بڑے سے رسے کو گھما کر پھینکا ایک بوڑھا آسامی اس کی زد میں آ گیا...... بگھی کے سوار نے ایک خوفناک جھٹکے سے کمند کو اپنی طرف کھینچا...... کمند کا پھندا بوڑھے کسان کی گردن میں پھنس چکا تھا...... وہ ایک جھٹکے سے زمین پر گر کر تڑپنے لگا......

ایک نوجوان کھیتوں سے دوڑتا ہوا آیا اور ہاتھ جوڑ کر چلانے لگا! ''راج کماری جی! شما کردو ہمارے بوڑھے پتا جی کو کچھ نہیں کہو اس کی جگہ ہماری گردن میں پھندا ڈال کر ہمیں کتوں کے آگے ڈال دو...... بھگوان کے لیے ہمارے بوڑھے پتا جی کی جان بخش دو''

بوڑھے کی گردن کے گرد رسے کا پھندا تنگ ہو چکا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے تڑپ رہا تھا اس کے ہاتھ پھندے کے گرد لپٹے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھی اور منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر بگھی کے سوار کے قدموں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی۔ اسی لمحے ایک خنجر چمکا اور پھر دوسرے لمحے بوڑھے کے ساتھ اس کا نوجوان بیٹا بھی خاک وخون میں تڑپ رہا تھا...... بگھی کے سوار نے ایک خوفناک قہقہہ لگا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر گھوڑے کی پیٹھ پر چابک مار دیا...... گھوڑے نے ایک جست لگائی اور پھر سرپٹ دوڑنے لگا...... بوڑھا بگھی کے ساتھ گھسٹتا جا رہا تھا...... اونچی نیچی شاہراہ پر اس کی کمزور ہڈیوں کا ڈھانچہ اچھلتا گرتا تھا...... مہادیو اور اس کے ساتھی دور شاہراہ پر کھڑے یہ خوفناک منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے زخمی نوجوان کے پاس پہنچ کر گھوڑوں سے اتر کر اس پر جھک گئے۔ نوجوان کے خون سے شاہراہ کا ایک بڑا حصہ رنگین ہو چکا تھا۔

مہادیو نے اس کا خاک وخون سے لتھڑا سر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ''بیٹا ہمیں بتاؤ...... یہ راکھشش کون تھا؟...... اس نے آپ پر یہ ظلم کیوں کیا ہے......؟ آپ نے اس کا کیا بگاڑا تھا''

زخمی نوجوان نے کراہتے ہوئے ہاتھ لمبا کر کے کہا! ''آپ کچھ کر سکتے ہیں تو بوڑھے پتا جی کو بچا لو...... ظالم راج کمار ہمارے پتا کی لہولہان ہڈیوں کو کتوں کے آگے ڈال دے گا...... ہم پر ظلم ہوتا چلا آ رہا ہے...... جنم جنم کے دکھیارے لوگ کہاں جائیں...... سارا سنسار ظلم اور اپنائے سے بھر گیا ہے''

پورن نے پوچھا! ''آپ کو کیوں گھائل کیا گیا ہے...... آپ کے پتا جی نے کیا جرم کیا تھا''

زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے نوجوان کے چہرے پر موت کی زردی چھا رہی تھی۔

نوجوان نے تڑپتے ہوئے کہا! ''ہم نردوش ہیں...... ہم غریب کسان ہیں...... راجہ کہتا ہے پرجا کے سارے لوگ اچھوتوں کی طرح بے قیمت ہوتے ہیں۔ راجہ اور اس کا خاندان دیوتاؤں کا خاندان ہے۔ اپنے من کی آشاؤں اور کامناؤں کی خاطر راجہ یا راجکمار جس کا جس وقت جی چاہے خون بہا دے...... راجہ راجکمار، راجکماری یا رانی کو کوئی نہیں پوچھ سکتا...... ہمارے لیکھوں میں مرنا لکھا گیا ہے...... بڑا دردناک دیہانت...... آپ سادھو ہیں......'' اس کی آواز حلق میں ڈوبتی جا رہی تھی...... ''آپ کسی دیوتا کے پجاری لگتے ہیں...... ہم پر کرپا کرنا...... جب ہمارا دیہانت ہو جائے تو کہیں چتا جلا کر ہماری ارتھی جلا دینا...... راجکمار کے کتے ہماری لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ کر ہماری آتما کو جنم جنم بیکل کر دیں گے''

پورن نے جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا! ''ہم راکھشش کے خونخوار بچے کو اس کے مسکن میں داخل ہونے سے پہلے ختم کر دیں گے''

مہادیو نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوئے غصے سے کہا! ''آپ جوش سے کام لے رہے ہیں......مگر یہاں ہوش مندی کی ضرورت ہے......ہم اس نوجوان کے بہتے ہوئے خون کی بوندوں اور اس کے بوڑھے باپ کی ریزہ ریزہ ہونے والی ہڈیوں کا ضرور انتقام لیں گے......وقت بہت قریب ہے دھیرج سے کام لو''

پورن گھوڑے سے اتر پڑا۔اس کی آنکھیں غم و غصے سے شعلوں کی طرح دہک رہی تھیں......اس جگہ دس پندرہ لوگ جمع ہو چکے تھے۔یہ سب کسان تھے اور قریبی کھیتوں میں چھپے ہوئے تھے۔

ایک بوڑھے آسامی نے نوجوان کا سر اٹھا کر اپنی آغوش میں رکھتے ہوئے کہا!

''آپ نے اس درندے کے سامنے جانے کی حماقت کیوں کی اشوک......آپ تو جانتے تھے کہ ان لوگوں کے پاس ہمارے لیے موت کے سوا کچھ بھی نہیں......پھر آپ نے جان بوجھ کر موت کا سوال کیوں کیا......آپ کے پتا کا وقت پورا ہو چکا تھا......آپ نے دھیرج اور خاموشی سے کام لیا ہوتا تو اچھا ہوتا کم از کم آپ کی جان تو بچ جاتی......آپ قبیلے کا بڑا قیمتی سرمایہ تھے......زخمی نوجوان تڑپ تڑپ کر دم توڑ چکا تھا...... ساری بے قراریاں، سارے اضطراب اور ساری تلخیاں موت کی ایک چھوٹی سی ہچکی کے بعد ختم ہو گئیں......ایک آخری ہچکی کی خاطر مرنے والے کو اذیتوں کے بڑے کٹھن اور طویل راہگزاروں سے گزرنا پڑا تھا۔

ایک دوسرے بوڑھے کسان نے مغرب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''بھائی! سورج غروب ہو رہا ہے......چند لمحوں کے بعد قلعے کا دروازہ بند ہو جائے گا......اور قلعے کے باہر موت کے عفریت راتوں رات ہم سب کو نگل جائیں گے......''

کیا کہا......؟

مہادیو نے پوچھا تو بوڑھے نے کہا! ''مہادیو جی! جلدی جلدی قلعے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرو۔دروازہ بند ہو گیا تو ہم میں سے کسی کو صبح دیکھنی نصیب نہیں ہوگی۔عفریت کتوں کی شکل میں رات بھر قلعے کے باہر چکر لگاتے رہتے ہیں اور کوئی جاندار ان کے خونی پنجے سے بچ نہیں سکتا''

مہاتر نے کہا! اور اس نوجوان کی لاش کا کیا بنے گا اسے کس کے سپرد کرتے ہو......''

کسانوں نے اپنی اپنی گٹھریاں اٹھانی شروع کر دی تھیں......

ایک بوڑھے کسان نے کہا! ''آپ سب کہیں دور کے رہنے والے لگتے ہیں......آپ ہندور کے باشندے ہوتے تو اس قسم کا سوال پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے......آپ پردیسی ہیں......سادھو اور پجاری ہیں......آپ کے دیہانت سے ہندور کے باشندوں کو صدمہ پہنچے گا......اس لاش کی فکر نہیں کریں......یہ جہاں پڑی ہے پڑی رہنے دیا جائے......یہ اس نگری کا دستور ہے......آپ آگے کی فکر کریں......''

مجبوراً ان کو کسانوں کے مشورے پر عمل کرنا پڑا۔شام کا بڑا سہانا موسم تھا۔سورج نیلے پربت کے پیچھے غروب ہو چکا تھا۔ٹھنڈی ٹھنڈی پون کے جھونکے چل رہے تھے۔آسمان پر ستاروں کی قندیلیں روشن ہو رہی تھیں۔بادلوں کے بڑے بڑے رنگ برنگے ٹکڑے پربتوں کی چوٹیوں کو چومتے پھرتے تھے۔اندھیرے بڑی سرعت سے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے۔مہادیو اور اس کے ہمراہی اپنے گھوڑوں کو تیز تیز دوڑاتے

ہوئے قلعے کے دروازے پر پہنچ چکے تھے...... فصیل کے بڑے بڑے برجوں پر قندیلیں جلائی جا رہی تھیں...... قلعے کے دروازے کی ڈیوڑھی میں مشعلیں جل چکی تھیں...... دروازے کے باہر اور اندر مسلح سپاہیوں کا پہرہ تھا۔ جب سادھوؤں کا یہ قافلہ دروازے پر پہنچا تو سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ان کو گھیرے میں لے لیا......

آنند پرکاش نے غصے اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''یہ کیا بدتمیزی ہے ہمیں حراست میں لیا جا رہا ہے......''

سپاہیوں کے سردار نے آنند پرکاش کے قریب پہنچ کر کہا! ''آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے ہیں؟''

مہادیو نے دبدبے سے کہا! ''ہم شیودیوتا بھگوان کے مندر کے مہادیو آنند پرکاش ہیں اور یہاں گنیش دیوتا اور درگا ماتا مہاکالی شیاما کے مندروں کی یاترا کے کارن آئے ہیں......''

مہادیو نے گیروے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں لکڑی کی موٹے موٹے دانوں والی چار پانچ مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے ماتھے پر سفید رنگ کی تین لکیروں کا تلک چمک رہا تھا۔ مہادیو کے کانوں میں سرخ رنگ کے عقیق کی بالیاں جھملا رہی تھیں......''

سپاہیوں کے سردار نے تھوڑا سا نرم رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا! ''ہم کیسے وشواش کریں کہ آپ شیودیوتا بھگوان کے مندر کے مہادیو آنند پرکاش ہو......''

مہادیو نے دبدبے سے کہا! ''آپ احمق ہیں...... بار بار ہماری توہین کر رہے ہیں...... لگتا ہے آپ کو شیودیوتا کے ارتھ کی ودیا یاد نہیں ہے...... دیوتا کی شکتی ان پربتوں کو ریزہ ریزہ کر سکتی ہے......''

سردار نے کہا! ''آپ لوگ کیسے بھگت ہیں۔ ہم نے اپنے جیون میں کبھی کسی بھگت کو اس طرح سینکوں کی طرح مسلح نہیں دیکھا......''

مہادیو نے بڑی گہری نظروں سے سوار کی طرف دیکھ کر کہا! ''مورکھ! آپ کو دیش کے حالات کا کوئی علم نہیں۔ اس وقت آسام کی ہندو جنتا راج نیتاؤں سمیت بڑی کٹھن وشا پر پہنچ چکی ہے۔ ہم بڑی اوگھٹ راہوں پر چلتے ہوئے آپ کی رکھشا اور راجہ کی سہائتا کے کارن یہاں آئے ہیں۔''

دروازے سے ادھیڑ عمر کا ایک سنجیدہ سا آدمی نمودار ہوا اسے دیکھ کر سپاہیوں کا سردار ایک طرف ہٹ گیا۔

سردار نے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''پردھان منتری جی! اس دھرمہاتما جی کی باتیں سنو۔ ہمارے وچار کے انوسار یہ پراسرار لوگ ہیں......''

پردھان منتری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''نمسکار!''

مہادیو نے جواب میں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''نمسکار! آپ اس ریاست کے پردھان منتری ہیں......؟''

پردھان منتری نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''جی مہاراج! سیوک کو شاسترو کہتے ہیں۔''

مہادیو آنند پرکاش گھوڑے سے اتر کر شاسترو کے قریب پہنچ کر کہنے لگا۔ ''آپ کی ریاست کے سینک بڑے مورکھ اور گستاخ ہیں''

شاسترو نے بڑے سلیقے اور سلجھے ہوئے لہجے میں کہا! ''شما کرنا...... مجبوری ہے حالات کے پیش نظر سینکوں کو پوچھ گچھ کا ادھیکار دیا گیا ہے آسام میں جگہ جگہ مسلمان تخریب کار گھسے ہوئے ہیں۔ کیا معلوم تخریب کاروں کا کوئی ٹولہ کب یہاں پہنچ جائے۔''

مہادیو نے کہا! ''آپ جنہیں تخریب کار کہہ رہے ہیں وہ ساگر کی طوفانی موجوں کی طرح پربت پربت وادی وادی آدھے سے زیادہ آسام پر چھا چکے ہیں۔ہم پربتوں اور گھنے جنگلوں کی اوگھٹ راہوں کو عبور کرکے یہاں تک آئے ہیں...... ایک ہولناک تباہی تمہارے دروازوں پر دستک دینے والی ہے...... ہم نے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی سینا کو باٹی پارہ اور شیلانگ کی وادیوں میں دیکھا ہے ان کا رخ اسی قلعے کی طرف ہے۔ہم تپسیا اور دھیان یوگ آمن کے دیئے روشن کرنے آئے ہیں......''

شاستر و کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک دکھائی دے رہی تھی۔

شاستر و نے مہادیو کے قریب ہوتے ہوئے پوچھا! ''آپ نے مسلمانوں کی سینا کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟''

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا! ''چنتا نہیں کریں۔کل پرسوں تک آپ بھی اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ لو گے''

پردھان منتری نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا! ''مسلمانوں کو ان کی موت وادی میں لا رہی ہے......''

آنند پرکاش نے کہا! ''کیا پوری رات ہمیں باہر کھڑا رکھا جائے گا...... اگر ہمارا آنا ناگوار لگتا ہے تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔ہم گنیش دیوتا کے مندر کے مہاماتر کلیانجی کے بڑے بھائی آنند پرکاش ہیں۔''

شاستر و نے اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ''شما کرنا مہاراج! بھول ہوگئی ہے......''

پھر اس نے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''پورے قلعے میں منادی کرادو کہ شیو دیوتا بھگوان کے مندر کے وددان مہاپرش اور پجاری آئے ہیں......''

چند لمحوں بعد مہادیو اور اس کے ساتھیوں کو قلعے کی ڈیوڑی میں لایا گیا۔مہادیو کے ساتھی پکھاوجوں اور کھڑتالوں کو بجا بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔وہ اونچی سروں میں گیتا کے اشلوک گا رہے تھے۔گنیش دیوتا کا مندر شاہی محلات کے سامنے واقع تھا...... یہ بہت بڑا مندر تھا۔یہاں پجاریوں یاتریوں اور داسیوں کی کثیر تعداد ہر وقت موجود رہتی تھی...... درگا ماتا کا مندر شاہی محلات کے اندر واقع تھا...... خاص خاص لوگوں کو اس کی یاترا کی اجازت ملتی تھی...... ریاست کا نامور جادوگر گوپال کوہلی اس مندر کا مہاماتر تھا...... مہادیو آنند پرکاش اور اس کے ساتھی تھوڑی دیر تک قلعے کے دروازے کی ڈیوڑھی میں گھومتے پھرتے رہے۔''

مہادیو نے پردھان منتری اور پہرے داروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ہمارے ساتھی رات بھر یہاں گیان دھیان کی سادھیاں لگائیں گے...... شانتی اور پریم ودیا کی پون دھیرے دھیرے چلے گی...... ہم روشنیوں کے سفیر بن کر آئے ہیں...... جب تک اندھیروں کی ہولناک گھور تا ختم نہیں ہوگی اس وقت تک ہم بھگوان کے دوارے الکھ جگاتے رہیں گے''

شاستر و نے جھک کر اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ''ہمیں وشواش ہے۔دھرماتما جی کیا نے سے کرپا کی برکھا برسے گی......''

فصیل کے برجوں میں نقارے بج رہے تھے۔مہادیو اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر دھنک کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

مہادیو نے ڈیوڑھی سے نکلتے ہوئے کہا! ''ہمیں معلوم ہے۔اس ریاست کے لوگ دکھوں اور غموں کے ساگروں میں ڈوبے ہوئے ہیں

پرنتو اب چنتا کی ضرورت نہیں اس سنسار کے دکھیوں اور بروگیوں کی سہایتا اور رکھشا کے کارن بڑی شکتی والے دیوتا بڑھتے چلے آ رہے ہیں...... نیل گگن کے ستاروں کی کشتیوں میں بیٹھ کر بڑے بڑے وددوان اوتار آ رہے ہیں...... ظلم اور اینائے کے اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔"

پورن اور کچھ اور لوگ ڈیوڑھی کے کمروں کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ قلعے کے اندر سے ایک بڑا ہجوم ناچتا گاتا بڑھتا چلا آ رہا تھا...... سینکڑوں جلتی ہوئی مشعلیں جھلملاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں...... شہنائیوں کی مدھر آوازیں جادو گھول رہی تھیں......"

پردھان منتری نے مہادیو آنند پرکاش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "مہادیو جی! گھوڑے پر سوار ہو جائیں ہم آپ کی سواری کی لگام پکڑ کر چلیں گے...... یہ ہمارے من کی آشا ہے"

مہادیو گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر یہ قافلہ گنیش دیوتا کے مندر کی طرف بڑھنے لگا۔ قدم قدم فاصلے سمٹتے چلے گئے...... گنیش دیوتا کے مندر کا مہاماتر ہجوم کے آگے آگے تھا۔ اس کے پیچھے مندر کے پجاری کھڑتالیں بجاتے آ رہے تھے...... قریب پہنچ کر مہادیو گھوڑے سے اتر پڑے اس کے ساتھی بھی گھوڑوں سے اتر پڑے...... کومل کومل، سندر سندر دیوداسیاں ہاتھوں پر جلتے ہوئے چراغ لیے آ رہی تھیں۔ چراغوں کی روشنیاں ہواؤں کے جھونکوں سے ہلکورے کھا رہی تھیں...... ہر طرف رنگوں روشنیوں اور خوشیوں کی برسات دکھائی دے رہی تھی"

مہادیو آنند پرکاش اپنے چھوٹے بھائی کلیان جی کے قدم چھونے کے لیے جھکنے لگا تو کلیان جی نے کہا!" آنند پرکاش جی! یہ کیا کر رہے ہو آپ وددوان رشی ہیں اور ہمارے بڑے بھائی بھی آپ ہم سے ہمارا ادھیکار چھین رہے ہیں"

آنند پرکاش نے کلیان جی کا ماتھا چومتے ہوئے کہا!" وددوان آپ ہیں ہم نہیں۔ کوئی کچھ نہیں جانتا پرنتو ہمیں جانکاری ہے...... آپ کتنے بڑے مہاپرش اور گیان دھیان والے ہیں......"

......دونوں بھائی مندر کی طرف بڑھنے لگے ان کے آگے پیچھے ایک ہجوم تھا...... لوگ آنند پرکاش کے قدم چھونے کے لیے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ جب دونوں مہادیو مندر کے دروازے پر پہنچے تو ایک مسلح بن مانس قسم کے سپاہی نے آنند پرکاش کے سامنے جھکتے ہوئے کہا!

" مہادیو جی! یہ آدمی اپنے آپ کو جوگی اور آپ کا ساتھی کہتا ہے...... یہ ابھی ابھی قلعے میں داخل ہوا ہے......"

مہادیو آنند پرکاش نے بڑے غور سے اس آدمی کی طرف دیکھا جس کو گوربند سنگھ نے پکڑا ہوا تھا۔ مہادیو کے چہرے پر سوچوں کی لکیریں گہری ہو رہی تھیں......"

ایک لمحے کے بعد اس نے مضبوط لہجے میں کہا!" ہاں یہ ہمارا ساتھی ہے...... یہ باؤنرا ہے اس کو بھٹکنے کا بڑا شوق ہے"

پھر اسنے پورن کی طرف دیکھ کر کہا!" پورن اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لو...... بھاگنے کی کوشش کرے تو اس کی ٹانگیں توڑ دینا......"

پورن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا...... جوگی ہاتھ جوڑے کھڑا تھا...... اس کے بدن پر راکھ کا بھبھوت ملا ہوا تھا۔

مہادیو نے مندر کے دروازے کے اونچے چبوترے پر چڑھ کر ہجوم کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!" دیوتاؤں کے پجاریو! ہم بڑی اوگھٹ راہوں پر چلتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں۔ بہت تھکے ہوئے ہیں چند لمحے آرام کرنا چاہتے ہیں۔

چبوترے سے اتر کر مہادیو آنند جی نے پورن کی طرف دیکھ کر کہا! ''اس بہروپیے کو لے کر ہمارے ساتھ آؤ......''

مندر کے ایک سنسان اور خاموش حصے میں پہنچ کر آنند پرکاش نے کلیان جی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ہم کسی بند کمرے میں اس شخص سے پوچھ گچھ کرنا چاہتے ہیں''

کلیان جی نے آگے بڑھ کر ایک کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا! ''آیئے یہاں کوئی نہیں آئے گا''

کمرے میں ایک قندیل جل رہی تھی۔ آنند پرکاش نے اندر سے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے جوگی کی طرف دیکھ کر کہا! ''ہمارے پاس بہت کم وقت ہے کم سے کم وقت میں کم سے کم لفظوں میں اس بہروپ کا مقصد بتاؤ۔ اس وقت موت تمہارے بہت قریب پہنچ چکی ہے''

جوگی نے مہادیو کلیان جی کی طرف دیکھ کر بڑی عاجزی سے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''مہادیو جی! ہم مورنگ ہیں''

کلیان جی نے حیرت زدہ ہو کر کہا! ''آپ مورنگ ہیں۔ آپ سیناپتی مدھوکر کے وفادار اور چہیتے نوکر ہیں...... آپ کو اس بہروپ میں دیکھ کر ہمارا من ڈوب رہا ہے۔ لگتا ہے کوئی بھیانک انہونی ہو چکی ہے''

مورنگ نے روتے ہوئے کہا! ''مہادیو جی! ایک ایسی انہونی ہو گئی ہے جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ راجہ نے سیناپتی مدھوکر کو شیالنگ کی خونی ندی میں پھنکوا کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور ایک قاصد مدھوکر جی کے سارے خاندان کے قتل کا پروانہ لے کر آ رہا ہے۔ وقت بہت کم ہے اگر راجہ کا قاصد راجکمار کے پاس پہنچ گیا تو پھر مدھوکر کے خاندان کو بچانا مشکل ہو جائے گا''

پورن اور مہادیو آنند پرکاش حیران نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

ایک لمحے کے سکوت کے کلیان جی نے مورنگ سے پوچھا! ''راجہ نے اپنے سیناپتی کو کس جرم کی سزا میں موت کے گھاٹ اتارا ہے''

مورنگ نے کہا! ''ہم سب کچھ بتا دیں گے......اس وقت ہمیں جانے دو۔ ہم مدھوکر جی کی بیٹی کاجل اور اسکی ماتا کو اطلاع دینے آئے ہیں''

کلیان جی نے کہا! ہماری تشویش بڑھتی جا رہی ہے کچھ نہ کچھ بتاؤ......''

''سیناپتی مدھوکر جی مسلمان حکمران سے مل گئے تھے اسی جرم کی سزا میں مدھوکر کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے''

پورن اور آنند پرکاش دنگ رہ گئے۔

کلیان جی نے چیختے ہوئے کہا! ''یہ جھوٹ ہے۔ یہ کوئی گھناؤنی سازش ہے۔ ہم نہیں مانتے مدھوکر اپنی بہن کملا دیوی کے پتی دیو راجہ سبھاش چند کا خون مسلمانوں کو شما نہیں کر سکتے''

مورنگ نے روتے ہوئے کہا! ''مہادیو جی! یہ سچ ہے......کملا دیوی کا پتی دیو راجہ سبھاش چند زندہ ہے۔ ہم نے اسے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کے ساتھ دیکھا ہے''

پھر اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا! ''بھگوان کے واسطے ہمیں جانے دیا جائے۔ وقت کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔''

مہادیو آنند پرکاش نے مورنگ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''مورنگ بیٹے ہمیں شما کر دو۔ انجانے میں ہم نے آپ کے ساتھ

کچھ زیادتی کی ہے"

پھر ایک لمحے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کہا!

"اگر سیناپتی مدھوکر مسلمانوں کی حمایت کے جرم میں مارا گیا ہے تو پھر چنتا کی کوئی بات نہیں۔ مسلمان اس کے پریوار کو بے بسی کی موت نہیں مرنے دیں گے....."

کلیان جی کی حیرتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مورنگ بہت کچھ پوچھتی ہوئی خاموش نظروں سے آنند پرکاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پورن نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا!"آج کی رات کی صبح راجکمار اور اس کے بے رحم سپاہیوں کو دیکھنی نصیب نہیں ہوگی......ہم روشنیوں کے سفیر بن کر آئے ہیں"

آنند پرکاش نے کلیان جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!"مندر کے کسی پجاری کو بھیج کر سیناپتی مدھوکر کی دھرم پتنی اور بیٹی کو یہاں بلا لو ہم ان کی حفاظت کریں گے اور اعلان کر دو اور آج رات ناچ پوجا ہوگی......گنیش دیوتا نے سیناپتی مدھوکر کی بیٹی کو نرتکی بنا دیا ہے۔"

کلیان جی نے چونک کر آنند پرکاش کی طرف دیکھا اور کہا!"آپ وودوان ہیں......آنند جی آپ نے ایک بہت بڑی الجھن کا بہت بڑا حل تلاش کر لیا ہے......ہندو دیو مالا کے مطابق کسی دیوتا کی نرتکی کو کوئی مرد چھو نہیں سکتا"

مہادیو کلیان جی لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا......"تھوڑی دیر بعد وہ ہجوم کے سامنے کھڑا اعلان کر رہا تھا۔

"آج رات ناچ پوجا کی رات ہے۔ دیوتا نے سیناپتی مدھوکر کی بیٹی کاجل کو اپنی نرتکی بنا دیا ہے"

لوگ خوشی سے ناچنے گانے لگے......رات لحہ لحہ گھور اندھیری ہوتی جا رہی تھی......کانسی کی گھنٹیوں کے ترنم کا شور گونج رہا تھا۔ پکھاوجوں تاشوں اور شہنائیوں کی کھنکھناتی ہوئی آوازیں پہاڑوں سے ٹکرا کر ایک مقدس صدائے بازگشت پیدا کر رہی تھیں......مندر کا دروازہ ساگوان کی لکڑی کا بنا ہوا تھا جس پر موسیقی کے باب کندہ تھے۔ دروازے کے ساتھ ہی ایک تنگ زینہ تھا۔ جو مندر کی راہداری میں اترتا تھا۔ یہ رہداری بڑے بڑے بھاری پتھروں کے ستونوں پر کھڑی کی گئی تھی اور مندر کے ارد گرد پھیلی ہوئی اسی راہداری کی چھت کے ساتھ کانسی کی سینکڑوں گھنٹیاں آویزاں تھیں۔ جنہیں پیتل کی ایک لمبی زنجیر سے باہم منسلک کیا ہوا تھا۔ اس زنجیر کا ایک سرا پچھم کی جانب بیٹھے ہوئے ایک پجاری کے ہاتھ میں تھا۔ وہ زنجیر ہلاتا تو سینکڑوں گھنٹیاں ایک ساتھ بجنے لگتی تھیں......مہادیو اور اس کے ساتھی جب اس راہداری سے گزر رہے تھے تو ان کے سروں پر کانسی کی گھنٹیوں کا ترنم گونج رہا تھا۔ راہداری میں قدم قدم پر مشعلیں جل رہی تھیں۔ ہر طرف صندل کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی......کلیان جی ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہوئے......مہادیو آنند پرکاش اور اس کے ساتھی بھی کمرے میں داخل ہوئے......کمرے کی چھت سے لٹکتے ہوئے فانوس جگمگا رہے تھے۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ چاروں طرف قندیلیں روشن تھیں......کمرے کے اندر گیندے اور چنبیلی کے پھولوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ کمرے کی پچھلی دیوار کے وسط میں گنیش دیوتا بھگوان کا ہاتھی کی شکل والا بت ایک مضبوط چوکی میں رکھا ہوا تھا......گنیش دیوتا کا بت چاندی کا بنا ہوا تھا اور اس کا سر کمرے کی بلند و بالا چھت سے ٹکراتا ہوا دکھائی دیتا تھا......بت کی آنکھوں میں سرخ یاقوت جڑے ہوئے

تھے...... گنیش دیوتا کے بت کے سامنے پھولوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ چاندی اور سونے کی خوبصورت تھالیوں میں مٹی کے دیئے جل رہے تھے...... خوبصورت داسیاں پوجا کے گیت گنگنا رہی تھیں۔

مہادیو آنند جی نے کلیان جی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ناچ پوجا کب شروع ہو گی''

کلیان جی نے کہا! ''آپ بھوجن کر کے تھوڑی دیر آرام کر کے تھکاوٹ دور کر لیں پھر ناچ پوجا شروع ہو جائے گی......''

مہادیو آنند پرکاش نے کہا! ''ہم تھکے ہوئے نہیں ہیں...... اس وقت جیون کی جس راہ پر ہم چل رہے ہیں اس راہ پر چلنے والے کبھی نہیں تھکتے......''

مہادیو کلیان جی نے مسکراتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے آپ نے نروان کی نئی روشنی دیکھ لی ہے...... آپ کے بدن سے ایک عجیب سی جادوئی قسم کی خوشبو پھوٹ رہی ہے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں اب آپ کا دھیان سندر دیویوں کی طرف نہیں جاتا''

مہادیو آنند پرکاش نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''ہماری وچاروں اور چلن کے طریقے بدل چکے ہیں...... یہ داسیاں ہماری بیٹیاں ہیں...... ہم ان سب کے پتا دیوتا ہیں...... ہماری آتما پریم ودیا کی خوشبو سے مہک رہی ہے...... پاپ اور پریم کی الگ الگ راہیں ہیں...... ان پر چلنے والوں کے چلن بھی الگ الگ ہوتے ہیں......''

کلیان جی نے آنند پرکاش کے قدم چھوتے ہوئے کہا! ''آپ نے یہ بھگتی کہاں سے حاصل کی ہے...... لگتا ہے شیو دیوتا نے آپ کو گیان دھیان کے نروان سے مالا مال کر دیا ہے''

آنند پرکاش نے اٹھتے ہوئے کہا! ''ایک بہت بڑے دیوتا نے ہمیں اپنی پوتر پریت کے دھاگے میں پرو کر سنسار کے گورکھ دھندوں سے دور کر دیا ہے...... ہماری راہیں افق تا افق روشنیوں سے جگمگا رہی ہیں۔''

کمرے میں موجود پجاری اور دیوداسیاں حیرت سے آنند پرکاش کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آنند پرکاش نے کلیان جی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ''ہم کچھ دیر تنہائی چاہتے ہیں...... ہمیں کسی ایسی جگہ لے چلو...... جہاں تنہائی ہو...... سکوت ہو...... سناٹا ہو...... خاموشی ہو......''

کمرے سے نکلتے ہوئے مہادیو نے پجاریوں سے کہا! ''مہادیو آنند پرکاش کچھ دیر کے لیے پراتھنا کریں گے۔ ہم انہیں آشرم کی طرف لے جا رہے ہیں...... کسی کو ادھر آنے کی آگیا نہیں ہو گی......'' آشرم کی عمارت مندر کے مشرقی کونے میں تھی۔

آشرم پہنچ کر کلیان جی نے ایک پجاری کو کہا! مہادیو آنند پرکاش تنہائی میں پراتھنا کی امنگ کر رہے ہیں...... خاموشی اور سناٹے کی ضرورت ہے۔'' چند لمحوں بعد آشرم میں موجود تمام لوگوں کو نکال دیا گیا......

آشرم کی عمارت کو اندر سے مقفل کرنے کے بعد کلیان جی نے مہادیو آنند پرکاش کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا! ''آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں سکون سے کہیں۔ ہم سننے کو تیار ہیں...... پہلے یہ بتائیں آپ نے شیو دیوتا کے مندر کو کیوں چھوڑا ہے۔ کیا مسلمانوں نے مندر کو مسجد بنا دیا ہے......

سنا ہے مسلمانوں نے آسام کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کیا ہوا ہے؟''

مہادیو آنند پرکاش نے کہا!'' کلیان جی مسلمانوں نے آسام کی دھرتی کے ایک انچ پر بھی قبضہ نہیں کیا۔''

کلیان جی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا!'' ہم تو سن رہے ہیں بنگال کے بادشاہ علی قلی خان نے آدھے آسام پر قبضہ کیا ہوا ہے اور راجدھانی کا محاصرہ کر رکھا ہے...... آسام کی آزادی خطرے میں ہے۔''

مہادیو آنند پرکاش نے جلتی ہوئی قندیل کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا!'' آپ نے غلط سنا ہے۔ بنگال کے بادشاہ نے آدھے نہیں پورے آسام پر قبضہ کیا ہوا ہے آسام کی آزادی کو کوئی خطرہ نہیں ہے...... آسام کے ظالم حکمرانوں کو خطرہ ہے اوران کے راج سنگھاسن ڈول رہے ہیں...... باہر نکل کر دیکھو گے تو آپ کو سنسار کے سارے رنگ ڈولتے ہوئے نظر آئیں گے...... آسام کی تقدیریں بدل چکی ہیں...... ظلم کی گھور تا اور اینائے کے اندھیروں کا دور ختم ہونے والا ہے...... مسلمان حاکم اپنے اقتدار اور سلطنت کو وسیع تر کرنے کے لیے نہیں لڑ رہا ہے بلکہ وہ اس ملک کے لاکھوں بے نواؤں کی نوائے درد بن کر فضاؤں پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جہاں جاتا ہے اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑتا ہے''

کلیان جی نے کہا!'' آپ کہنا کیا چاہتے ہیں...... آپ ہوش میں تو ہیں...... آپ آنند پرکاش تو ہیں''

پھر اس نے آنند پرکاش کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔'' آپ آنند پرکاش ہیں یا کوئی اور......''

آنند پرکاش نے کلیان جی کی آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے کہا!'' ہم ماضی کے آنند پرکاش نہیں ہیں...... ہم کلیان جی کے وہ بھائی بن چکے ہیں جس کی کلیان جی کو تمنا تھی''

پھر اس نے کلیان کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!'' آپ کو آسام کے راج نیتاؤں سے نفرت تھی......''؟

کلیان جی نے کہا!'' ہاں یہ سچ ہے۔ ہم ظالم راجوں اور مہاراجوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں''

آنند پرکاش نے کہا!'' آپ کے سپنوں کو سچی تعبیریں ملنے والی ہیں...... حکمرانوں کے عشرت کدے ریت کے گھروندوں کی طرح مسمار ہوتے جا رہے ہیں اس ملک کے تمام راجے ایک ایک کر کے ختم ہو رہے ہیں...... راجدھانی کا قلعہ حاکم بنگالہ کے قدموں پر جھکا ہوا ہے...... اس کے قدم کی ایک ٹھوکر سے کرشن کمار کا راج سنگھاسن ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے گا...... ہم گنیش دیوتا کی یاترا کے لیے نہیں آئے ہمارے ساتھ شیو دیوتا کے پجاری نہیں حاکم بنگال کے سرفروش سپاہی ہیں...... آپ نے ان کی پیشانیوں کو پڑھا ہوگا۔ ان کی پیشانیوں پر عزائم کی ان مٹ تحریریں ہیں...... ہم سب اپنے اپنے خون کی روشنائی سے آسام کی نئی تاریخ لکھنے میں مصروف ہیں''

کلیان جی نے سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا!'' کیا آپ کے ساتھی مسلمان ہیں؟''

آنند پرکاش نے کہا!'' نہیں ہمارے ساتھی مسلمان نہیں ہندو اور آسام کے رہنے والے ہیں...... ہم نے کہا ہے نا...... اس وقت آسام مسلمان حاکم کی مٹھی میں ہے...... وہ لوگوں کی آتماؤں کے آنگن میں بس رہا ہے...... آپ نے راما راؤ کھنڈے راؤ اور راجہ سبھاش کے نام سنے ہوں گے''

کلیان جی نے کہا!'' ہم ان سب راجوں کو جانتے ہیں''

مہادیو آنند پرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا! ''آپ حیران ہوں گے اسوقت یہ سب راجے مسلمان حاکم کی سینا کے سپاہی بنے ہوئے ہیں...... بوڈو قبیلے کا سردار وشنو مہاراج حاکم کا بھائی بنا ہوا ہے...... ہمارے ساتھی دھامنی کے منگل سنگھ کی بیٹی سیتا کماری کی سینا کے بہادر سینک ہیں......''

''کلیان جی نے کہا!

''لگتا ہے آپ ہمیں کوئی سپنا دکھا رہے ہیں''

''آنند پرکاش نے بھائی کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا!

''نہیں کلیان جی نہیں یہ سپنا نہیں حقیقت ہے......''

''کلیان جی نے کہا!

''ہم ہندو جاتی کو آسام کے ظالم حکمرانوں کے خلاف جگانا چاہتے ہیں...... پرنتو ہم ہندو جنتا کی دھارمک آزادی کو مسلمانوں کے پاس گروی نہیں رکھیں گے...... موت سے ڈر کر جیون ہتیا عقلمندی کی بات نہیں ہے۔ آپ خودکشی کی باتیں کر رہے ہیں...... آج اگر ہم نے مسلمانوں کے پاس اپنے دھرم کو گروی رکھ کر اپنے حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی حماقت کا ارتکاب کیا تو ہماری آنے والی نسلیں معاف نہیں کریں گی۔

''آنند پرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا!

''ہم بھی آپ کی طرح مسلمانوں کو تعصب کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے مگر جوں جوں ہم مسلمانوں کے قریب ہوتے گئے تو تعصب کی دھند چھٹتی چلی گئی...... بھگوان کی قسم اس وقت شیو دیوتا...... ناگ دیوتا اور دوسرے دیوتاؤں کے مندروں میں پہلے سے زیادہ آزادی کے ساتھ پوجا ہو رہی ہے...... مسلمان پجاریوں سادھوؤں ناتھوؤں اور مہادیوں کی بڑی عزت کرتے ہیں...... کلیان جی اس وقت سے تمہاری چوکھٹ پر دستک دے رہا ہے۔ اپنے من کا دروازہ کھول دو اگر آپ نے اس سے کو اپنے من میں بسا لیا تو جنم جنم شانت رہو گے...... ورنہ آپ کو معلوم ہے...... وقت جب آگے بڑھنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کسی کی پرواہ نہیں کرتا...... وقت کے دھارے میں شریک ہو جاؤ۔ ہمارے پیچھے ان لوگوں کی سینا آ رہی ہے۔ جن کے قدم بڑھتے ہیں تو زمین کی وسعتیں سمٹ کر ان کے نقش کف پا میں سما جاتی ہیں...... مسلمان خونریزی کو پسند نہیں کرتے...... وہ طاقت کی بجائے تدبیروں کو آزمانے کے عادی ہیں...... اگر آنے والے شاہ سواروں کے لیے اس قلعے کے دروازے کھول دیئے جائیں تو نردوش لوگوں کے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا جائے گا......''

اس کے بعد آنند پرکاش نے بڑے موثر انداز سے اپنے بھائی کو مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں سب کچھ بتانے کے بعد کہا!

''شاید آپ کو معلوم نہیں مہاراج کرشن کمار اپنے چچا جے دھج سنگھ کا قاتل ہے۔ اس نے ظلم اور زیادتی سے اپنے محسن چچا اور اپنے ہونے والے سسر اور آسام کے مہاراجہ کو زندہ جلایا...... آپ راجکماری چندر کانت کو جانتے ہیں اس بے چاری پر بڑے ظلم ہوئے ہیں...... کرشن کماری بے درد ماتا نے اس کو ہمارے حوالے کیا تھا...... ہمیں بڑی بھاری رشوت دی گئی تھی۔ وہ کومل اور نردوش راجکماری کو ہمارے ذریعے بے آبرو کر کے مروانا چاہتی تھی۔ ہم اس کے پھیلائے ہوئے موہ مایا کے جال میں پھنس گئے تھے۔ ہم راجکماری کو بے آبرو کر کے مار دینے کا ارادہ کر چکے تھے مگر راجکماری

کی خوش قسمتی سے شیو دیوتا اس کی سہایتا کے لیے آکاش سے آ گیا اور راجکماری کو ہمارے ظلم کے چنگل سے نکال کر دور کہیں ان دیکھے سنسار میں لے گیا...... مسلمان حاکم نے راجکماری چندر کانت کو بیٹی کہا ہوا ہے وہ چندر کانت کو آسام کے راج سنگھاسن پر دیکھنا چاہتے ہیں"

مہادیو کلیان جی نے کہا! "مگر آپ نے کہا ہے راجکماری چندر کانت شیو دیوتا بھگوان کے ساتھ کسی ان دیکھے اور انجانے سنسار میں چلی گئی ہیں...... پھر حاکم بنگال اس کو کہاں سے ڈھونڈ کر راج سنگھاسن پر بیٹھائے گا"

آنند پرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا! حاکم کو معلوم ہے راجکماری کہاں ہے۔ شیو دیوتا نے اس کو سب کچھ بتایا ہوا ہے۔" کلیان جی سر جھکا کر سوچوں میں ڈوب گیا۔

ایک لمحے کے بعد آنند پرکاش نے کہا! "کلیان بھائی آپ چپ کیوں ہیں بولتے کیوں نہیں...... جواب کیوں نہیں دیتے...... کیا آپ کے اپدیش دکھاوے کے تھے"

کلیان جی نے ہلکے سے تبسم کے ساتھ کہا! نہیں...... یہ بات نہیں...... آپ نے ظالم کرشن کمار کے ایک پہلے سے بڑے ظلم کا انکشاف کر کے ہمارے من میں نفرتوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کو اور زیادہ بھڑکا دیا ہے......!

آنند پرکاش نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا! "ایک اور بڑے ظلم سے کیا مراد ہے؟"

ایک لمحے کے بعد گہرے سکوت کے بعد کلیان جی نے درد بھرے لہجے میں کہا! "بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ کرشن کمار اپنے چاچا کا...... اس کی بدچلن ماتا اپنے پتی دیو کی...... اور اس کا ظالم ماموں ریا شیا نگ اپنے بہنوئی کا قاتل ہے اور آپ کہتے ہیں۔ مہاراجہ جے دھج سنگھ نے جیو ہتیا نہیں کی...... اس کو بھی کرشن کمار نگل گیا ہے۔"

مہادیو آنند جی نے وثوق سے کہا! "ہم سچ کہتے ہیں...... جے دھج سنگھ کو قتل کیا گیا ہے...... ہم کرشن کمار پر آروپ نہیں لگا رہے...... سچ کہہ رہے ہیں......"

کلیان جی نے ایک طویل آہ بھرتے ہوئے کہا! "بھگوان کے گھر میں دیر ہوتی ہے...... اپرنتو اتی دیر...... ظلم اور اپنائے کے یہ گھمبیر سلسلے اگر افق تا افق پھیل گئے تو پھر کیا ہوگا۔ پھر تو بھگوان کا یہ سندر سنسار آنسوؤں میں ڈوب جائے گا"

مہادیو آنند جی نے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! نہیں بھائی! نراش کے گھور اندھیروں کا دور ختم ہونے والا ہے۔ شانتی کا سورج طلوع ہونے والا ہے...... موت کے بھیانک سائے بڑی تیزی سے ان ظالموں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ علی قلی خان ان کے گرد گھیرا تنگ کر چکا ہے۔ ان بے رحم نیتاؤں کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہیں......"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے کہا! "اسوقت ہم ان تمام لوگوں کو روشنیوں کے اس دھارے میں شامل کرتے آئے ہیں جن کے دلوں میں عزت کی زندگی کی امنگ ہے"

کلیان جی نے کہا! اس مقصد کے لیے ہمیں پردھان منتری شاستر دکو اعتماد میں لینا پڑے گا۔ امید ہے وہ انکار نہیں کرے گا...... وہ اچھا آدمی ہے"

مہادیو آنند پرکاش نے کہا! ''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہم نے اس کے ماتھے کی لکیروں کو غور سے پڑھا ہے۔ وہ نیک آدمی ہے...... وہ مایوس نہیں کرے گا......''

آشرم کی عمارت کا عقبی دروازہ مہادیو کلیان جی کے گھر کے سامنے کھلتا تھا...... دونوں بھائی ایک وقار اور ایک اعتماد کے ساتھ اٹھے اور مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے آشرم کی عمارت سے باہر نکل آئے...... آشرم اور مہادیو کلیان جی کے گھر کے درمیان ایک تنگ سی پختہ گلی تھی...... نیم تاریک گلی کی نکڑ پر ایک پجاری کھڑا تھا......''

پجاری نے آگے بڑھ کر مہادیو کلیانجی کے قدم چھوتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔ ''مہادیو جی! آپ کو راجکمار اور چمپارانی نے بلایا ہے......''

کلیان جی کے چہرے پر تشویش کی دھندسی لہرائی......

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اس نے پوچھا! ''کون بلانے آیا ہے؟''

پجاری نے کہا! ''ترمک سنگھ آیا ہے جی!''

''مہادیو نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا! ''وہ اس وقت کہاں ہے؟''

پجاری نے کہا! ''ہم نے اسے مندر میں بیٹھایا ہوا ہے۔''

مہادیو کلیان جی نے کہا! ٹھیک ہے...... ہمارے بارے میں اسے کیا بتایا ہے؟''

پجاری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم نے اسے بتایا ہے کہ مہادیو جی اپنے بڑے بھائی دیو آنند جی کے ساتھ اپنے گھر میں موجود ہیں''

مہادیو نے کہا! ''تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اب تم جاؤ اور اسے کہو کہ ہم بہت جلد رانی اور راجکمار کے پاس پہنچ جائیں گے''

''بہت بہتر مہاراج!'' پجاری تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گلی کے اندھیروں میں غائب ہو گیا۔

مہادیو آنند پرکاش نے آہستہ سے کہا! ''لگتا ہے رانی چمپا اور راجکمار ہمارے بارے میں کچھ وضاحتیں طلب کریں گے۔''

مہادیو کلیان جی نے کہا! ''آپ اس کی فکر نہ کریں ہم خونخوار چگاڈر چمپارانی اور اس کے راکھشش بیٹے ساون کمار کو بے وقوف بنانا خوب جانتے ہیں''

مہادیو پرکاش جی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''آپ مناسب سمجھیں تو ہم بھی آپ کے ہمراہ جانے کو تیار ہیں۔''

مہادیو نے اپنی حویلی کے دروازے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا! ''ضرورت پڑی تو آپ کو بھی بلا لیا جائے گا۔''

دونوں بھائی جب ڈیوڑھی سے نکل کر گھر کے صحن میں نمودار ہوئے تو سامنے ایک نوخیز لڑکی ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔ اس نے دھانی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اس کی رنگت پربتوں کی طرح شفاف تھی۔ اس کے بالوں کے جوڑے پر چنبیلی کے پھولوں کے بجرے بجرے پھولوں کے گجرے گندھے ہوئے تھے۔

لڑکی نے مہادیو آنند پرکاش کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ''ہم چچا مہاراج کا آتما کی گہرائیوں اور پریم ودیا کی سچائیوں سے سواگت

کریں گے۔"

مہادیو آنند نے جھک کر لڑکی کو اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا! "ہماری بیٹی اتنی بڑی ہوگئی ہے۔ بھگوان! ہماری بیٹی تو پربت کی چوٹی سے بھی بلند لگتی ہے۔۔۔۔۔تم سیتا کنول ہو؟"

مہادیو کلیان جی نے مسکراتے ہوئے کہا! یہ سیتا کنول ہے بھائی جان" سیتا کنول چچا کے سینے سے لگ کر رو رہی تھی۔

آنند پرکاش نے اس کے بالوں کو چومتے ہوئے کہا! "تم کیوں رو رہی ہو تمہارا رونا ہمیں دکھی کر رہا ہے"

سیتا کنول نے روتے ہوئے کہا! چچا مہاراج ہمیں یہاں سے دور اپنے سنسار لے چلو۔ ہم گھر میں قیدیوں کی طرح رہ رہے ہیں۔ ان دیواروں کے باہر خوفناک بلائیں بدروحوں کی طرح چیختی چلاتی رہتی ہیں۔ ہمیں خوف اور دہشت کے اس بندی خانے سے نکال کر دور کسی شانتی کے جنگل میں لے چلو"

سیتا کے عقب سے ایک نسوانی آواز ابھری۔ "سیتا تم کیا کر رہی ہو۔ تم اپنے ماتا پتا کو پریشان کر رہی ہو۔ بیٹی دھیرج سے کام لیا کرو۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ سمے بدلتے رہتے ہیں اور بدلتے رہیں گے وقت ایک جیسا نہیں رہتا"

"بھابھی"

مہادیو آنند پرکاش نے سیتا کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کلیان جی کی دھرم پتنی سندر متی کے قدموں کو چھونے کی کوشش کی تو سندر متی نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا! "مہادیو جی! یہ کیا کر رہے ہیں۔ ہمیں پاپی بنا رہے ہیں۔ آپ مہادیو ہیں۔ آپ مہان دیوتا شیو دیوتا بھگوان کے مندر کے مہادیو ہیں۔ ناطے کے لحاظ سے بھی آپ ہمارے بڑے بھائی اور پاسبان مہاراج ہیں"

"بھابھی" مہادیو نے سسکتے ہوئے کہا! "اپنی جگہ تم ٹھیک کہتی ہو مگر بھابھی نجانے ہمیں کیا ہوگیا ہے۔ ہم اپنے آپ کو بہت چھوٹا سمجھنے لگے ہیں"

پھر مہادیو نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! "سیتا بیٹی اتنی دکھی کیوں ہو لگتا ہے تم سب یہاں خوش نہیں ہیں۔ تمہیں تنگ کیا جا رہا ہے۔ تم بہت دکھی ہو کسی اور دھی راکھشش کا منحوس سایہ تمہیں ڈراتا رہتا ہے۔"

سندر متی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑے دکھی لہجے میں کہا! "یہ بچی ہے نا اسے کچھ خبر نہیں کہ راجے مہاراج کیا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ راہو کے پجاری ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ اندھیروں کو جنم دیتے ہیں اور اجالوں کو گل کر دیتے ہیں۔۔۔۔۔ روشنیوں کو اچھا نہیں جانتے۔۔۔۔۔ کون جانے ان بدروحوں کے عشرت کدوں کی بنیادوں کے نیچے کتنے نردوش اور بے قصور لوگوں کے لہو کی ندیاں سسک رہی ہیں۔۔۔۔۔ اور کتنی ہڈیاں روز ٹوٹتی ہیں۔۔۔۔۔ سنسار کے سارے دیوتا راجوں مہاراجوں کی شکتی کے سامنے بے بس اور مجبور ہیں۔۔۔۔۔ اوپر والا بھگوان بھی ہماری طرح مجبور ہے۔"

"نہیں بھابھی" مہادیو آنند پرکاش نے سندر متی کا ہاتھ پکڑ کر کہا! "یوں نہیں کہا کرتے۔ پہلے تم نے کہا تھا۔ سمے بدلتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ وقت کا پنچھی ہمیشہ ایک شاخ پر جم کر نہیں بیٹھا رہتا۔ وقت بدلتا رہتا ہے اور بدلنے والا ہے۔ بلکہ ہم سے پوچھو تو سمے کس وقت کا بدل چکا ہے۔ ہم بڑے وشواش سے کہیں گے کہ سمے بدل چکا ہے تمہارے ارد گرد دور دور تک روشنیوں اور اجالوں کا راج قائم ہو چکا ہے۔۔۔۔۔"

مہادیو کلیان جی نے آگے بڑھ کر بیٹی کی پیشانی چومتے ہوئے کہا! ''سیتا بیٹی تمہارے تایا پتا! سچ کہہ رہے ہیں۔ بھگوان نے سمے کو تبدیل کرنا شروع کر دیا ہے...... تمہارے تایا پتا جی ایک انقلاب کی ضمانت بن کر آئے ہیں چنتا نہیں کرو۔ چند دنوں کی بات ہے جب تک رات ہے زبان اور ہونٹوں کو نہ کھولو۔ منہ سے نکلی ہوئی بات ہرجائی ہو جاتی ہے۔ جیون کی بوجھل اور کٹھن گھڑیوں کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ تمہارے تایا پتا نے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے......''

''ہمیں بتاؤ نا تایا پتا جی'' سیتا نے مچلتے ہوئے کہا! ''ہم بھی وہ سب کچھ سننا چاہتے ہیں...... ہم سے شبھ سماچار نہیں چھپاؤ نا...... بھونچال کب آئے گا...... راہو را کھشش کب اپنے لہو کی ندیوں میں ڈوبیں گے۔ ان اونچے اونچے خوفناک محلات کی دیواریں کب گریں گی......''

''بہت جلد۔ بیٹی بہت جلد'' مہادیو آنند پرکاش نے کہا!

تو سیتا نے کہا! ''مگر کیسے! کون ان سنگلاخ چٹانوں کو ہلائے گا...... جن کے نیچے لاکھوں مجبوروں کی آشاؤں اور سپنوں کے شیش محل دبے ہوئے ہیں......''

''بھگوان'' مہادیو نے کہا'' بھگوان نے دیوتاؤں کو سنسار میں بھیج دیا ہے......''

پھر اس نے باہر کی طرف دوڑتے ہوئے کہا! ''ایک کل کا دن رہ گیا ہے جہاں تم نے اتنے دکھ جھیلے ہیں وہاں ایک کل کے دن کو برداشت کرنے کا دھیرج پیدا کرلو...... پھر یہاں بہاروں کے سارے رنگ ہوں گے۔ شانتی اور سکون کی ہوائیں چلیں گی......''

''حیرت کی بات ہے'' سیتا نے آہستہ سے کہا! ''پتا جی بھی کہتے ہیں یہ سپنوں اور خوابوں کی باتیں نہیں ہیں ہم تو ان باتوں کو سپنوں کے کچے کانچ کی چوڑیوں کی طرح سمجھ رہے ہیں جو پلکوں کی ہلکی سی ٹھوکر سے ریزہ ریزہ ہو جائیں گی......''

دونوں بھائی تیزی سے باہر نکل گئے...... مندر کی طرف جانے والی گلی میں سناٹا اور اندھیرا تھا...... جب یہ مہمان خانے میں داخل ہوئے تو وہاں یاتریوں اور پجاریوں کا ہجوم ان کا منتظر تھا......''

پورن نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''مہادیوؤں کی آگیا سے بھگتی اور دعاؤں کے دیپ جلانے کا وقت ہے......''

''تم نے ابھی بھوجن نہیں کیا......'' مہادیو کلیان نے پوچھا!

تو پورن نے کہا! ''بھوجن تو تیار ہے مگر بھوک نہیں ہے فرض کی پکار نے بھوک پیاس کے سارے احساس مٹا دیئے ہیں...... ہمیں آگیا دیجئے! دیپ تیار ہیں......''

مہادیو آنند پرکاش نے پورن کی پیشانی کو چوم کر کہا! ''پورن بیٹے! ہم تمہارے جذبوں کے سامنے سر جھکاتے ہیں تم مہان اور مہادیو ہو بیٹا! اب چنتا کی ضرورت نہیں رہی۔ مہادیو کلیان جی ہمارے ساتھ ہیں اور ساتھ رہیں گے۔ جن خفیہ راستوں کو ہم نے ڈھونڈنا تھا ان سے کلیان جی آگاہ ہیں......''

پورن نے جھک کر بڑی بے ساختگی اور عقیدت سے کلیان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے کہا! ''ہمیں پورا وشواش تھا کہ کلیان جی کی پوتر آتما

روشنی کے دھارں کے ساتھ ساتھ چلے گی۔ ہمیں مہادیو کی آشیر باد کی بڑی ضرورت تھی جب دیوتاؤں کی سواریاں لہراتے پرچموں کے سائے تلے یہاں آئیں گی تو مہادیو جی کے سر پر شانتی کا تاج رکھا جائے گا......''

کچھ یاتری کھسر پھسر کرنے لگے۔

مہادیو کلیان جی نے کہا! ''پورن! تم جانتے ہو دیوتاؤں کی سینا راجہ ریاشیا تنگ اور مہاراجہ کرشن کماری جی کی سہائتا کے لیے آ رہی ہے......''

پورن نے چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا! ''ہم انہی کی بات کر رہے ہیں ہم آسام کی ہندو جاتی کی بات کر رہے ہیں ہم آزادی اور روشنی کی بات کر رہے ہیں''

مہادیو آنند پرکاش نے کہا! ''جب بھگوان کی کرپا کی برکھا آئے گی تو اونچے اونچے مقام سیراب ہوں گے......''

پھر اس نے بات بدلتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے ابھی تک یاتریوں نے بھی بھوجن نہیں کیا ہے۔ آؤ سب مل کر بھوجن کریں پھر ناچ پوجا میں شریک ہوں گے......''

کھانا کھانے کے بعد مہادیو کلیان جی نے کہا! ''مہادیو آنند پرکاش جی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ گنیش دیوتا کے استھان آ جانا ہم اتنے تک رانی اور راجکمار کے محل میں چلے جاتے ہیں......''

''کیوں کیا ضروری ہے؟''

پورن نے چونک کر مہادیو کلیان جی کی طرف دیکھ کر پوچھا تو اس نے کہا! ''تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے ہمیں بلایا ہے''

''مگر مہادیو مہاراج'' پورن نے کہا! ''مہادیوؤں اور رشیوں مینوں کو طلب کرنے کا کسی کو اور کیا ادھیکار ہو سکتا ہے۔ راجکمار اور رانی کو خود چل کر آنا چاہیے یہ تو مہادیو کی بھگتی اور شکتی کی بہت بڑی توہین ہے۔ کیا یہاں ہمیشہ سے یہی دستور چلا آ رہا ہے......''

''کوئی بات نہیں'' مہادیو کلیان جی نے کہا! ''ہم چلے جائیں گے تو ہم تھک نہیں جائیں گے چھوٹی چھوٹی باتوں کے چھوٹے چھوٹے دکھوں کو محسوس نہیں کرتے......''

اسی اثناء میں ایک پجاری نے عقب سے اتر کر کہا! ''مہادیو جی جلدی کیجئے! ترمک سنگھ غصے ہو رہا ہے''

پورن نے کہا! ''یہ ترمک سنگھ کیا بلا ہے؟''

مہادیو کلیان جی نے اٹھتے ہوئے کہا! ترمک سنگھ راجکمار ساون کی سینا کا سینا پتی ہے جلد بازی اور تندی اس کے مزاج کا خاص جزو ہے......اپنی عادت سے مجبور ہے۔ بہت جلد غصے میں آ جاتا ہے ہم برا نہیں مناتے کیونکہ سینکوں کا غصیلا پن اچھا ہوتا ہے''

مہادیو کلیان جی باہر نکل گئے۔ راجکمار ساون ایک اونچی مسند پر بیٹھا تھا۔ وہ پچیس سال کی عمر کا نوخیز جوان تھا اس کے لمبے لمبے سیاہ بال اس کے شانوں پر لہرا رہے تھے اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں جوانی کی شوخیاں اور بے نیازیاں تھیں......اس کے قدموں میں ایک نوخیز حسینہ بیٹھی تھی۔ سامنے تپائی پر سونے کی صراحی اور سونے کا پیالہ پڑا تھا۔ چاند کی کرن کی طرح اجلی اجلی ایک خوبرو لڑکی راجکمار ساون کی باہنوں میں جھول رہی

تھی راجکمار اس کی مہکی مہکی زلفوں کو چوم رہا تھا۔ خوبصورت لڑکی کے رنگ رنگ میں جوانی کی شراب چھلک رہی تھی۔ قدموں میں بیٹھی ہوئی لڑکی راجکمار کی مدہوشی کو دیکھ دیکھ کر ٹوٹتی پھوٹتی جارہی تھی۔ وہ بن پیئے مستیوں میں ڈوبتی جارہی تھی۔

راجکمار نے ہاتھ بڑھا کر شراب کا پیالہ لیتے ہوئے کہا!''ہم اپنے ہاتھ سے اپنی آتما کی راجکماری کو مدھ پلائیں گے......''

راجکمار کی آغوش میں لیٹی ہوئی مدہوش جوانی نے راجکمار کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہا!''ہم راجکمار کی آتما میں سما جانا چاہتے ہیں......ہمیں اپنے طن کی گہرائیوں میں ڈوب جانے دو......راجکمار جی ہم جلتے جلتے راکھ ہوجائیں گے......بھگوان کے لیے ہمیں اپنے من کے گہرے ساگر کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپالو......''

راجکمار نے اس کے پھول کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں پر شراب انڈیلتے ہوئے کہا!''آج کی رات مدھ ماتی کی رات ہے......رات بھر جاگیں گے۔ رات بھر ایک دوسرے میں ڈوبے رہیں گے......''

''تمہیں ہماری قسم دیر نہیں کرو راجکمار جی! ہماری مدھ ماتی جوانی کی سلگتی ہوئی آشاؤں کو اپنی پریم کلپنا کے پانیوں سے ٹھنڈا کردو نا......''

ایک دربان نے اندر آکر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا!''راجکمار کی جے! مہادیو کلیان آیا ہے''

راجکمار نے مدھ بھری آنکھوں سے دربان کی طرف دیکھ کر کہا!''وہ کیوں آیا ہے؟''

دربان نے کہا!''اس کے ساتھ سیناپتی ترمک سنگھ بھی ہے کہتے ہیں راجکمار اور رانی جی نے طلب کیا ہے......''

راجکمار ساون نے کچھ سوچتے ہوئے کہا!''ٹھیک ہے ہم نے اسے بلایا تھا......مگر یہ تو بہت پرانی بات معلوم ہوتی ہے اس نے آنے میں اتنی دیر کیوں کی ہے......کیا مہادیو جی کو معلوم نہیں کہ ہم بڑے سخت گیر ہیں......''

دربان خاموش رہا۔

ایک لمحے کے سکوت کے بعد راجکمار نے پھر کہا!''ماتا جی کو اطلاع دی جائے......جب تک ماتا جی نہیں آجاتی اس وقت تک مہادیو کو باہر کھڑا رہنے دیا جائے......''

تھوڑی دیر بعد ماتا رانی چمپا راجکمار کے کمرے کے عقبی دروازے سے نمودار ہوئی اس نے بھڑکیلا لباس پہنا ہوا تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں......اس نے باندیوں کے کندھوں کا سہارا لیا ہوا تھا۔

راجکمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''ماتا جی شما کیجیے......ہم کھڑے ہو کر سواگت کے قابل نہیں ہیں......''

رانی نے اس کے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا!''کوئی بات نہیں ہے بیٹے راجکمار کی جوانی ایسی ہی مستانی ہوتی ہے ہم بہت خوش ہیں......جی بھر کے جیون کے ان رنگین دنوں اور مدھ بھری راتوں سے لطف اٹھایا کرو۔ تم جوانمرد ہو اور جوانمرد کے بیٹے ہو......بہادر جوانمردوں اور خوبصورت لڑکیوں کا ایک دوسرے میں ڈوبے رہنا ضروری ہوتا ہے......من کی آگ بجھتی رہے تو جیون ہلکا پھلکا رہتا ہے......''

راجکمار نے اپنے سامنے پڑی ہوئی نیم عریاں حسینہ کے نشیب و فراز پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!''آج کی رات کے لیے ہم نے

کوشلیا کو سویکار کیا ہے۔ ہمارے انتخاب کی داد نہیں دو گی..........دیکھو۔ یہ کتنی سندر ہے.....کلی کی طرح کومل اور پورن ماشی کے چاند کی کرن کی طرح اجلی اجلی لگتی ہے.....''

ماتا رانی نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا! احمق! یہ تمہارا کمال نہیں۔ کوشلیا کو ہم نے سویکار کیا ہے ہم نے اسے آج کیرات کے لیے چنا ہے.....ہمارا شکریہ ادا کرو اور ہمارے انتخاب کی داد دو.....''

''دھن داد ماتا جی'' پھر اس نے مسند سے اترتے ہوئے کہا!''اس خوشی کے موقع پر ہم اپنے ہاتھوں سے ماتا جی کو مدھو کا ایک جام پلائیں گے.....''

پردہ سرسرایا۔ ایک دربان نے کمرے میں داخل ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''پردھان منتری! مہادیو کلیان جی! اور سیناپتی ترمک سنگھ آگیا کے منتظر کھڑے ہیں.....''

راجکمار نے تلوار کے قبضے میں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!''تم کون ہو؟.....اور.....اور کیوں بار بار مخل ہوتے ہو.....''

دربان نے تھر تھر کانپنے لگا۔

ماتا رانی نے راجکمار کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا!''اسے کچھ نہیں کہو''

راجکمار نے تلوار رکھتے ہوئے کہا!''دفع ہو جاؤ اور جب تک تمہیں آگیا نہیں دی جاتی اندر نہیں آؤ گے.....''

دربان ہاتھ جوڑتا ہوا باہر نکلنے لگا تو ماتا رانی نے کہا۔''تینوں کو حاضر ہونے کی آگیا دی جاتی ہے''

چند لمحوں بعد پردھان منتری شاستری جی، مہادیو کلیان جی، اور سیناپتی ترمک سنگھ ایک ساتھ راجکمار کے کمرے میں داخل ہوئے۔ راجکمار اپنی مسند پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

کوشلیا نے ایک بار پھر اس کی گردن کے گرد بانہوں کے حلقے ڈالتے ہوئے مستی سے کہا!''تم کہاں ہو راجکمار۔ دور کیوں ہو؟ ہماری مدھ ماتی جوانی بکھرتی جاتی ہے اسے اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹ لو.....''

راجکمار نے اس کے ہونٹوں پر اپنے تپتے ہوئے ہونٹ رکھتے ہوئے کہا!''ہم تمہارے قریب ہیں کوشلیا.....تم اپنے من کی پریم کلپنا کے ساگر کے جوار بھاٹے اچھی طرح بپھرنے دو.....''

پردھان منتری اور مہادیو سر جھکائے کھڑے تھے ان کی پیشانیوں پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں.....ترمک سنگھ کی آنکھیں فرش پر بیٹھی ہوئی لڑکی کے خدوخال میں الجھی ہوئی تھی۔

ماتا رانی نے جام کو ہونٹوں سے ہٹاتے ہوئے کہا!''ہمیں سیناپتی ترمک سنگھ نے بتایا ہے کہ کچھ مشکوک قسم کے لوگوں کا ایک جتھا مندر میں گھسا ہوا ہے۔ وہ لوگ کون ہیں اور کس کی آگیا سے قلعے میں داخل ہوئے ہیں۔ جب ہم نے منع کیا ہوا تھا تو تم نے حکم عدولی کی جرات کیوں کی؟''

پردھان منتری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''شما کیجیے رانی! ہم نے حکم عدولی کی جرات قطعاً نہیں کی ہے.....''

''تو پھر کیا کیا ہے؟.....اجنبیوں کا جتھا قلعے میں کس کی آگیا سے داخل ہوا ہے''

''راجکمار جی! وہ......وہ مہادیو کلیان جی کے بڑے بھائی آنند پرکاش جی مہادیو ہیں...... مہادیو آنند پرکاش مہان دیوتا شیودیوتا کے مندر کے پجاری ہیں اس کے ساتھ مندر کے ناتھ اور پجاری ہیں...... مہادیو کلیان موجود ہے۔ اس سے پوچھ لیا جائے۔''

مہادیو نے کہا! ''راجکمار جی! ماتارانی جی! ہم گنیش دیوتا بھگوان کے مہادیو ہیں۔ ہم آسام کی ہندو جاتی راجہ اور پرجا ہر کسی کے خیر خواہ ہیں...... مہادیو آنند پرکاش ہمارا بڑا بھائی ہے کسی نے غلط سماچار سے راجکمار اور ماتارانی کو پریشان کیا ہے......''

راجکمار نے ترمک سنگھ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''ترمک سنگھ! تمہاری اطلاع غلط کیوں ہوتی ہے''

ترمک سنگھ نے کہا! ''یہ ٹھیک ہے وہ کلیان جی کا بڑا بھائی ہے وہ شیودیوتا کے مندر کا مہاماتر ہے مگر وہ مشکوک ہے کیا مہادیو مشکوک نہیں ہوسکتا......'' ترمک سنگھ نے مہادیو کلیان کی طرف دیکھ کر پوچھا!

اس نے برہمی سے کہا! ''ترمک سنگھ تم حد سے تجاوز کر رہے ہو۔ تم مہادیو کی توہین کر رہے ہو۔ تم شیودیوتا بھگوان کی شکتی کو للکار رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے شیودیوتا غضب کا دیوتا ہے اس کی شکتی ان پربتوں کو ریزہ ریزہ کر سکتی ہے...... تم اپنی بے وقوفی سے راجہ جی کے راج سنگھاسن کو خطرے میں ڈال رہے ہو......''

''ہم نے وضاحت کے لیے پوچھا ہے۔ وہ تمہارا بڑا بھائی ہے۔ وہ شیودیوتا بھگوان کے مندر کا مہادیو ہے ہم اس کی چرن سیوا کو آئیں گے......''

راجکمار نے بات کاٹتے ہوئے کہا! ''اور اگر وہ خود یہاں آ جائے' تو بہت بہتر ہوگا۔ ہم اس کا گرمجوشی سے سواگت کریں گے''

کلیان جی نے سر جھکائے ہوئے کہا! ''وہ مصیبت زدہ ہے وہ اپنے غم غلط کرنے یہاں آیا ہے...... اور ہمارے سیناپتی نے الٹا اس کے زخموں پر نمک چھڑکنا شروع کر دیا ہے......''

راجکمار نے کہا! ''اسے کیا غم ہے......؟ کس مصیبت نے اسے گھائل کیا ہے؟'' ہم اس کے زخموں پر مرہم رکھیں گے ہم شیودیوتا بھگوان کے مہادیو کو دکھی نہیں دیکھ سکتے ہم اس کے لیے ابھی بہترین مدھ بھیجتے ہیں...... آج کی رات وہ ہمارا مہمان ہوگا ہم اس کے لیے ایک کنواری کنیا ڈھونڈتے ہیں......''

''راجکمار'' کلیان جی نے کہا! ''تمہیں معلوم نہیں آسام میں کیا ہو چکا ہے اور کیا کچھ ہونے والا ہے بنگال کے مسلمان حاکم نے آدھے سے زیادہ آسام پر قبضہ کر رکھا ہے......'' ''اس وقت کھاڑی کے سارے مندروں پر اسلامی پرچم لہرا رہے ہیں۔ ان مندروں کے پجاری جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں چھپتے پھرتے ہیں......''

راجکمار نے ایک خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ''کمال ہے۔ مسلمانوں نے شیودیوتا کے مندر پر قبضہ کر لیا ہے اور شیودیوتا کے غضب کی شکتی اور مہادیو کے شراپ نے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑا...... بڑی عجیب بات ہے۔ پتا مہاراج گیا ہوا ہے۔ چند دنوں میں تم سب شبھ سماچار سنو گے جو کام دیوتاؤں کی شکتی سے نہیں ہوا وہ پتاجی کی تلوار سے ہو جائے گا...... تم یہاں مسلمان حاکم کا خون آلودہ سر دیکھو گے......''

"راجکمار کی جے ہو" مہادیو پردھان منتری اور ترنگ سنگھ نے بیک زبان ہو کر نعرہ لگایا چند لمحوں کے سکوت کے بعد مہادیو نے کہا۔"ہمیں جانے کی آگیا دی جائے۔آج رات...... ناچ پوجا کی رات ہے......لوگ انتظار کر رہے ہوں گے......"

راجکمار نے کوشلیا کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے پوچھا!"ناچ پوجا کون کرے گا؟"

مہادیو نے کہا!"سیناپتی مدھوکر کی بیٹی کاجل کرے گی"

راجکمار نے اٹھتے ہوئے کہا!"کاجل یہاں کہاں ہے وہ تو اپنے ننھیال گئی ہوئی ہے......"

مہادیو نے کہا!"وہ کل شام کی آئی ہوئی ہے......"

راجکمار نے غراتے ہوئے کہا!"سن رہی ہو ماتا جی! کاجل کل شام کی آئی ہوئی ہے اور ابھی تک ہماری چرن سیوا کے لیے نہیں آئی......"

"تم چنتا نہیں کرو ہم اس سے اور اس کی ماتا سے سختی سے پوچھیں گے راجہ جی کی عدم موجودگی میں ہم راج پاٹ کے دستوروں کو ڈھیلا ہوتا نہیں دیکھ سکتے......"

راجکمار نے کہا!"تم جا سکتے ہو مہادیو جی! مگر ناچ پوجا کے شروع کرنے میں جلدی نہیں کرو گے......ہم آ رہے ہیں......ہم ناچتی ہوئی کاجل کو دیکھیں گے کس طرح ان کے سندر قدموں کے تھرکنے سے سنسار تھر کتا ہے......"

کوشلیا نے راجکمار کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا!"ہماری مدھ ماتی جوانی کو جلتا سلگتا چھوڑ کر نہیں جاؤ......راجکمار ہم یہاں بے آب مچھلی کی طرح تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے......"

راجکمار نے ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا!"تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے۔آج کی رات! کاجل کی رات ہے! ہم اسے اپنی بانہوں پر اٹھا کر لائیں گے......"

ماتا رانی نے کسی خوفناک چڑیل کی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!"ساون کمار بالکل اپنے پتا جی مہاراج کی طرح حسن پرست اور باؤرہ ہے......"

ترنگ سنگھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"پتا پر پوت کا جانا! اچھا شگون ہے ماتا رانی......"

مہادیو کلیان جی کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا وہ افسوس سے ہاتھ مل رہا تھا۔پردھان منتری شاستر دجھکی جھکی نظروں سے مہادیو کے پچھتاوں کی تڑپ کو دیکھ رہا تھا......"

راجکمار نے کہا!"مہادیو جی تم جا سکتے ہو......ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ماتا جی تم بھی ناچ پوجا میں شریک ہونا پسند کرو گی......!

"کیوں نہیں!"ماتا رانی نے کہا!"اس بہانے مہادیو جی کے بھائی کے درشن بھی ہو جائیں گے......"

کوشلیا نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"ہمیں آکاش پر لے جا کر اس بے دردی سے دھرتی پر نہیں گراؤ۔راجکمار! ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے......"

راجکمار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!''دھرتی کے کیڑے دھرتی کی نالیوں میں رینگتے اچھے لگتے ہیں۔۔۔۔۔تمہارے لیے ترمک سنگھ بہت بہتر ہوگا۔۔۔۔۔''

ترمک سنگھ نے آگے بڑھ کر کوشیلیا کو اپنے کندھے پر لاد لیا۔ ماتارانی اور راجکمار قہقہے لگانے لگے۔۔۔۔۔پردھان منتری اور مہادیو سر جھکائے کھڑے تھے۔

ماتارانی نے کہا!''ترمک تمہاری بانہوں میں جوانی کا بڑا زور ہے۔۔۔۔۔تم نے بڑی آسانی سے کوشیلیا کو اٹھایا ہے۔۔۔۔۔''

ترمک سنگھ کی آنکھیں جذبات سے سلگ رہی تھی اس کی سانسوں کے زیر و بم میں ارتعاش تھا۔

اس نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا!''یہ کچی کلی کی طرح ہلکی پھلکی ہے۔ اسے تو ہم اپنی آنکھوں کی پلکوں سے اٹھا سکتے ہیں۔۔۔۔۔''

''تم تو شاعر بھی ہو۔۔۔۔۔''

ماتارانی نے آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا!''اس کی مدھ ماتی جوانی کے انگ انگ میں آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ اسے اچھی طرح ٹھنڈا کرنا۔۔۔۔۔''

ترمک سنگھ نے کہا!''ہم راجکمار اور رانی جی کے دیے ہوئے پھول کی قدر و قیمت اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔۔۔''

''نہیں۔۔۔۔۔'' راجکمار نے کہا!''قدر و قیمت کی بات نہیں اس کلی کو مسلے جانے کی آشا ہے۔ اس کے من کی آشا کو اچھی طرح پورا کیا جائے۔۔۔۔۔''

ماتارانی نے شیطانی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!''اور کل سانجھ سویرے اسے ہمارے سامنے پیش کیا جائے ہم اس سے رات کے لمحے لمحے کی داستان سنیں گے۔۔۔۔۔''

مہادیو اور پردھان منتری ہاتھ جوڑتے ہوئے راجکمار کے کمرے سے نکل گئے۔ دونوں چپ چاپ تھکے تھکے قدم اٹھاتے ہوئے چلے جارہے رہے تھے جب وہ راجہ کے محلات کی حدود سے باہر ایک کھلی روش پر آئے تو پردھان منتری نے آہستہ سے کہا!''مہادیو جی تم بڑے بھگتی اور گیان والے تھے۔ یہ تم نے کیا کردیا ہے؟ کاجل پوتر اور کومل سی لڑکی کو تم نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر جلتی ہوئی خوفناک چتا میں پھینک دیا ہے۔۔۔۔۔یہ راکھشش اسے نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔۔''

مہادیو کلیان جی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا!''ہم پچھتاوے کی آگ میں جل رہے ہیں ہم سے بڑی بھول ہوئی ہے۔ ہمیں یاد نہیں آرہا تھا کہ کاجل اس بھوکے بھیڑیے کے خوف سے اپنے ننھیال چلی گئی تھی۔۔۔۔۔''

''اب کیا ہوگا۔۔۔۔۔؟''

پردھان منتری نے پوچھا تو مہادیو نے آکاش پر چمکتے ہوئے چاند کی طرف دیکھ کر کہا!''ہم کاجل کو برباد نہیں ہونے دیں گے۔ ہم اس کی رکھشا کریں گے ہم اپنی جان کی بازی لگادیں گے۔۔۔۔۔راجکمار ساون کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہیں کاجل بھگوان کی زندگی بن کر منڈرا رہی

ہے۔ بھگوان اس کی رکھشا کرے گا.....''

پردھان منتری نے کہا! ''کلیان جی!''

کلیان جی نے اس کی طرف دیکھا تو پردھان منتری نے ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے کہا! ''ہم میں سے کوئی بھی اس راکھشش کا راستہ نہیں روک سکتا.....''

سامنے سے کچھ سپاہی آرہے تھے مہادیو نے کہا! ''شاید تم گزرے ہوئے کل کی بات کر کے ہمیں خوف زدہ کر رہے ہو.....''

''کیا مطلب؟''

''پردھان منتری نے پوچھا تو مہادیو نے کہا! ''ان سینکوں کو گزر جانے دو.....''

سامنے سے آنے والے سپاہی ہاتھ جوڑتے ہوئے گزر گئے تو مہادیو نے کہا! ''گزری ہوئی کل بہت خوفناک اور ڈراؤنی تھی مگر آنے والی کل بڑی سہانی اور نکھری ہوئی ہوگی..... آکاش پر چمکتے ہوئے پورن ماشی کے چاند کی طرح دیکھو اس کی کرنوں کی بہاریں کچھ کہتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں'

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے کہا! ''ہم شبھ سماچار سنیں گے.....''

''ہم سمجھے نہیں مہادیو جی'' پردھان منتری شاستر و نے کہا! ''تم کس طرح کی باتیں کر رہے ہو۔ ایسی باتیں تمہارے منصب اور مرتبے کے مطابق نہیں ہیں ہمیں لگتا ہے تمہارا ذہنی توازن بگڑتا جا رہا ہے.....''

مہادیو کلیان جی نے پردھان منتری کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''سچ سچ بتانا۔ ہم تمہیں بھگوان اور گنیش دیوتا کی قسم دیتے ہیں تمہیں راجہ اور راجکمار اور ماتا رانی کیسے لگتے ہیں..... تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو..... تم ہوش میں ہو؟''

پردھان منتری نے حیرت سے کہا تو کلیان جی نے کہا! ''تمہیں ہماری قسم سچ سچ بتاؤ..... اگر کوئی تمہیں ان راکھششوں کے اکٹھے دیہانت کی سماچار سنائیں تو تم کیا کرو گے.....''

پردھان منتری نے کہا! ''ہم ان راہو راکھششوں کے دیہانت کی شبھ سماچار سنانے والے کا منہ چوم لیں گے خواہ وہ اچھوت ہی کیوں نہ ہو۔''

''تو پھر ہمارا منہ چوم لو تمہیں راجہ سے مہاراجہ تک سب خونخوار چگادڑوں کے دیہانت کی شبھ سماچار سناتے ہیں..... مہادیو آنند پرکاش اور اس کے ساتھی اس طوفان کے تلاطم کی موجیں ہیں جو بڑی تیزی سے ہر نشیب و فراز کو یکساں طور پر سمیٹتا ہوا بڑھتا چلا آرہا ہے.....''

پردھان منتری نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر پسینہ پونچھتے ہوئے کہا! ''مہادیو! تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے ایک غلطی نے تمہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اپنے بکھرتے ہوئے حواس کو سمیٹنے کی کوشش کرو..... مہادیو! ہم سب کو تمہاری اشد ضرورت ہے کاجل کی بے آبروئی کا صدمہ کوئی نیا صدمہ نہیں ہوگا۔ مہادیو! اس قلعے کے اندر نجانے کتنی کنیاؤں کی آتمائیں بھٹک رہی ہیں ایک کاجل کے لٹنے کے غم کو اس شدت سے محسوس نہیں کرو۔ امید ہے سیناپتی مدھوکر اپنی بیٹی کی بے آبروئی اور عصمت دری کے انتقام میں کچھ نہ کچھ کرے گا ہمیں اپنی اپنی دہلیزوں کی حفاظت کرنی ہے۔ ظلم اور اینائے کے طوفان کی خونی لہریں ادھر ادھر ہر طرف پھیلنے والی ہیں''

مہادیو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ''ہم پاگل نہیں ہوئے ہیں بھگتی کا نیا نروان ملا ہے ہمارے سامنے آشاؤں کے چراغ جل رہے ہیں......''

''پھر اس نے اسے سب کچھ بتا دیا......''

پردھان منتری نے ساری بات سننے کے بعد کہا! ''مہادیو جی! یہ تم کہہ رہے ہو کہ ہمیں مسلمانوں کے لیے قلعے کے دروازے کھول دینے چاہئیں۔ ہماری آنے والی نسلیں ہمیں کیا کہیں گی ہم ہندو جاتی کے ورودھی اور دشمن کہلانا پسند نہیں کریں گے...... مسلمانوں اور ہندوؤں کے مذہبی سماجی اور معاشرتی رویے جدا ہیں اور جدا جدا رہیں گے......''

مہادیو نے کہا! ''پردھان منتری جی! تعصب اور جذبات سے کام نہیں لو...... مسلمان حاکم ہماری آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے وہ راتوں کو لٹنے والی کومل لڑکیوں کی عزت کے لیے انسانیت کے دشمنوں سے برسرپیکار ہے...... وہ کاجل کے لیے لڑ رہا ہے وہ جے دیج سنگھ کی بیٹی راج کماری چندر کانت کے لیے لڑ رہا ہے...... تم جانتے ہو مہاراجہ کرشن کمار اپنے چچا بادل سنگھ کا قاتل ہے ایک دوسرا انکشاف بھی سن لو...... مہاراجہ جے دیج سنگھ کا دہانت نہیں ہوا اسے بھی کرشن کمار نے دھوکے سے جلا کر ہلاک کیا ہے......''

پردھان منتری نے کہا! ''او بھگوان! بادل سنگھ! ہم بادل سنگھ کے مجرم ہیں......''

پردھان منتری نے مہادیو کے دائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا! ''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم بدلتے ہوئے موسموں کے ساتھ ہیں ہم روشنیوں کے سفر میں تمہارے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے تمہارے پیچھے چلتے رہیں گے۔ ہم بادل سنگھ پر ڈھائے جانے والے مظالم کی داستان کے گواہ بن کر بھگوان کی عدالت میں پیش ہوں گے......''

مہادیو نے کہا! ''ہمیں یہی توقع تھی...... آنند پرکاش کے مطابق آدھی رات تک مسلمانوں کی سینا یہاں پہنچ جائیں گے اس وقت تک کسی نہ کسی طرح حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا......''

''تم فکر نہیں کرو......'' پردھان منتری نے کہا! ''ہم اپنے ساتھیوں کو خبردار کردیں گے......''

مندر کی طرف سے مشعل برداروں کا ایک جلوس نعرے لگاتا ہوا آرہا تھا۔

پردھان منتری نے کہا! ''یہ کون ہے......؟''

مہادیو نے کہا! ''یہ سب مسلمان سینا کے سینک سادھوؤں کے بھیس میں قلعے کے کمزور حصوں کو دیکھنے کے ڈھونگ رچائے پھرتے ہیں۔''

پردھان منتری نے کہا! ''یہ مسلمان ہیں......؟''

''نہیں...... یہ ہندو ہیں......'' کلیان جی نے کہا!

مشعل برداروں کا جلوس جب قریب آگیا تو مہادیو کلیان جی اور پردھان منتری شاستر و اندھیرے سے نکل کر سامنے آگئے۔ مہادیو کلیان جی نے پورن کو قریب بلا کر کہا! ''پورن بیٹے یہ پردھان منتری شاستر و جی ہے......''

پورن نے ہاتھ جوڑ کر سر جھکاتے ہوئے کہا! ”آج شام کے وقت قلعے کے دروازے پر پردھان منتری کے درشن ہوئے تھے بڑے گیان اور بھگتی والے مہاراج ہیں......“

”تم ٹھیک کہتے ہو...... پردھان منتری امید کا دیپک ہے......“

مہادیو آنند پرکاش کے تمام ساتھی ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر جلتے ہوئے چراغ لیے کھڑے تھے۔ لوگوں کا بڑا ہجوم ان کے ارد گرد جمع تھا۔ بھجن گائے جا رہے تھے۔

مہادیو نے آہستہ سے پورن کے کان میں کچھ کہا پورن ایک لمحہ تک کچھ سوچتا رہا اور پھر اعتماد سے بولا۔ ”فکر اور چنتا کی کوئی بات نہیں مہادیو جی! ہم تھوڑی دیر کے بعد مندر میں پہنچ جائیں گے...... ناچ ختم ہونے سے پہلے پہلے ہم مندر سے محل کی طرف جانے والے راستے پر چوکس کھڑے ہوں گے......“

”ٹھیک ہے......“ پردھان منتری نے کہا۔ ”تمہارے لیے ہتھیاروں کا انتظام ہو جائے گا......“

مندر کی طرف سے گھنٹیوں اور ڈھولوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مندر کے اندر باہر ہر طرف مشعلیں جل رہی تھی...... کومل کنیاؤں کے رنگ برنگے آنچل ہواؤں کے دوش پر لہرا رہے تھے پورن ماشی کا چاند پربت کی چوٹیوں پر جگمگا رہا تھا۔ چاندنی کی پھوار برس رہی تھی......

لوگ بھجن گاتے ہوئے مندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ مہادیو اور پردھان منتری تاریک راہوں پر چلتے ہوئے تیزی سے مستقبل کے بارے میں منصوبہ بندیوں میں مصروف تھے۔

پردھان منتری نے مندر کے پچھواڑے پہنچ کر کہا! ”مہادیو جی! جوش اور ہوش دو مختلف اور متضاد جذبے ہیں ہمارے خیال میں اس وقت تمہیں ہوش کی ضرورت ہے جوش سے بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا ہے......“

”تم ٹھیک کہتے ہو“ مہادیو نے کہا! ”ابھی ہمیں طاقت کا اندازہ نہیں ہے......“

پردھان منتری نے کہا! ”نجانے بھگوان نے ہمارے لیکھوں میں کیا لکھا ہے۔ امیدوں کے دیے جلتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں...... اس قلعے کی سنگلاخ بہری اور گونگی دیواروں نے نجانے اب تک کتنی کومل کنواریوں کی چیخوں کو سنا ہے آج کاجل کی چیخوں کے درد کو بھی سہنا پڑے گا......“

مہادیو نے ڈبڈباتے ہوئے لہجے میں کہا! ”یہ درد کم از کم ہماری قوت برداشت سے باہر ہوگا...... ہم پر پربتوں کی چٹانوں کا بوجھ آ پڑا ہے...... ہم کاجل کے مجرم ہیں...... ہم کاجل کو خونخوار بھیڑیے کی ہوس ناکیوں سے بچانا چاہتے ہیں لیکن اپائے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی......“

پردھان منتری نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا! ”مہادیو جی دھیرج سے کام لو گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا...... جذبات کو دبانے کا وقت ہے کبھی کبھی تلوار نیام میں بند رکھنے کو عقل مندی سمجھا جاتا ہے......“

دونوں مندر میں پہنچ گئے مہادیو آنند پرکاش گنیش دیوتا کے بت کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا...... وسیع و عریض کمرہ یاتریوں پجاریوں اور دیوداسیوں سے بھرا ہوا تھا گنیش دیوتا بھگوان کے چرنوں میں پھولوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ رنگ برنگے آنچل لہرا رہے تھے۔ پکھاوجوں

اور کھڑتالوں اور تاشوں کی موسیقی بکھری ہوئی تھی......

پردھان منتری نے مہادیو آنند پرکاش کے چرنوں کو ہاتھ لگا کر کہا! ''ہم مہادیو بھگوان کی درشن یاترا کے لیے آئے ہیں......''

''دھن واد مہاراج''

''دھن واد......ہم تم سے بہت خوش ہوئے......''

مہاراج کلیان جی نے بڑے اداس لہجے میں ایک داسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''کاجل کہاں ہے......؟''

''کاجل اپنی سکھیوں کے ساتھ مندر کے پچھلے کمرے میں موجود ہے۔''

''کیا وہ ناچ کے لیے تیار ہے......''

''جی مہادیو جی! مہاراج وہ تو کب سے تیار بیٹھی ہے......آگیا کی منتظر ہے''

مہادیو کلیان نے کہا! ''کلاکاروں اور سازندوں کو یہاں بھیج دیا جائے......ناچ پوجا کا وقت آگیا ہے......''

رات کا پہلا پہر بیتا جا رہا تھا......داسی چلی گئی مہادیو آنند پرکاش نے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''کلیان جی! تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو......؟ کیا بات ہے......؟ راجکمار اور چمپا رانی سے کوئی تلخ کلامی تو نہیں ہو گئی......''

''نہیں مہادیو جی!'' کلیان جی نے کہا! ''ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں......''

ایک سپاہی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کلیان جی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''راجکماری چمپا رانی اور راجکمار کی سواری آ رہی ہے......''

کلیان جی نے کہا! ''ٹھیک ہے ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں......''

سازوں کے ترنم کا مقدس شور اٹھنے لگا۔ کلیان جی نے ایک پراسراری آواز نکالی ہر طرف خاموشی اور سناٹا طاری ہو گیا۔ مندر کے کسی نادیدہ گوشے سے ڈھولک شہنائی بانسری اور کانسی کی تھالیوں کے بجنے کی موسیقی ابھرنے لگی......موسیقی کی رس مدھ لے پر کاجل گھنگروں کے چھناکوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے اس کے ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیوں پر جلتے ہوئے چراغ تھے۔ چراغوں کی کپکپاتی لرزتی تھرتھراتی روشنیوں کے عکس اس کے تراشے ہوئے بدن پر نچھاور ہو رہے تھے وہ ہوا کے معطر اور مسرت خرام جھونکے کی طرح لہراتی ہوئی گنیش دیوتا کے بت کے سامنے پہنچی اور پھر اپنی دونوں بانہوں کو آگے کی طرف لہراتے ہوئے گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی جلتے ہوئے چراغ اس کی ہتھیلیوں پر تھے دو تین لمحے اسی خمیدہ حالت میں رہنے کے بعد وہ سنگیت کی مدھر دھنوں کے تبدیل ہوتے ہی ناچنے لگی اس کے رقص کا ہر زاویہ دلفریب تھا وہ ناچ بھگتی کے اچھوتے ان دیکھے اور انوکھے رنگ بکھیر رہی تھی......

راجکمار اور ماتا رانی چمپا دیوی گنیش دیوتا کے استھان پہنچ چکے تھے......کاجل رقص کی نئی نئی اداؤں کو منظر عام پر لا رہی تھی کبھی وہ بانہیں لہرا کر ہتھیلیوں پر جلتے ہوئے چراغوں کو اپنے کندھوں تک لے جاتی تھی۔ لہراتی بل کھاتی روشنیوں میں اس کا گلاب چہرہ بڑا پراسرار لگتا تھا......ایک موڑ

پر اس نے اچانک بڑی تیزی سے اپنی بانہوں کو خوبصورتی سے گھمایا تو چراغ ایک دائرے میں چکر کاٹنے لگا ان کی لوئیں تھرتھرا کر باریک ہو گئیں۔ پھر اس نے لہرا کر دونوں چراغ گنیش دیوتا کے بت کے قدموں میں رکھ دیئے اور خود بھی اس کے چرنوں میں عقیدت مندی سے ڈھیر ہو گئی۔

پیتل کے دیئے گنیش دیوتا کے چرنوں کے سامنے جل رہے تھے۔ کاجل ہانپ رہی تھی اس کے سانسوں کے زیر و بم کی مدھر نغمگی پھیلتی جا رہی تھی۔ ناچ ختم ہوتے ہی راجکمار ساون کمار اٹھ کر تیزی سے گنیش دیوتا کے چرنوں میں پڑی ہوئی کاجل کے پاس آیا اور پھر اس کے کندھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! ''کاجل تم ہمارے من کے آنگن میں ناچتی رہی ہو......''

کاجل نے اپنے بازوؤں کو اس کی گرفت سے چھڑانے کے لیے دو قدم پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا! ''راجکمار تم!؟''

''نمسکار'' اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!

''ہم گستاخ اور بدتمیزی کو پسند نہیں کرتے......''

کاجل نے کہا! ''راجکمار! تم ہوش میں نہیں ہو...... تم نے مدھ پی ہوئی ہے...... ہم کاجل ہیں۔ ہمارے پتا جی سینا پتی ہیں......''

راجکمار نے ایک جھٹکے سے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ''تم ہماری محبت ہو......''

مہادیو کلیان جی نے آگے بڑھ کر کہا! ''یہ بھگوان کی نرتکی ہے......''

راجکمار نے غصے سے کہا! ''ہم کچھ نہیں جانتے...... اپنے اپدیش اپنے پاس رکھو......''

مہادیو آنند پرکاش نے آگے بڑھ کر کہا! ''راجکمار جی یہ مندر ہے...... یہ بھگوان کا گھر ہے...... اس کی پوترتا کو برباد نہیں کرو......''

راجکمار نے خونخوار آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تم کون ہو......؟ کیوں اپنے جیون کے ورودھی بن رہے ہو......''

مہادیو نے کہا! ''ہم شیو دیوتا بھگوان کے مندر کے مہادیو ہیں......''

''اچھا'' راجکمار نے کہا! ''تم کلیان جی کے بڑے بھائی ہو...... نمسکار''

اس نے مہادیو کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''تمہارے آنے سے ہمیں دیوتاؤں کی شکتی کی سہائتا ملے گی......''

''ہم اسی کارن جنگلوں اور پربتوں کے کٹھن راستے پر چلتے ہوئے یہاں آئے ہیں......'' مہادیو نے دھیمے لہجے میں کہا۔

راجکمار نے سپاہیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''...... کاجل دیوی کو باہر لے چلو...... ہم آ رہے ہیں......''

کاجل کی ماں چمپا رانی کے قدموں پر جھکی ہوئی رو رو کر کہہ رہی تھی۔ ''رانی یہ انیائے ہے...... ہماری بیٹی بھگوان کی نرتکی ہے...... اسے چھونا پاپ ہے...... دیوتاؤں کے شراپ سے تباہی آئے گی......''

رانی نے اٹھتے ہوئے کہا ''تم بڑی ابھاگن ہو...... تمہاری بیٹی کو راجکمار نے ایک رات کے لیے پسند کیا ہے...... تمہیں تو خوش ہونا چاہیے......''

مندر کا تقدس پامال ہو رہا تھا ہر طرف سکوت مرگ طاری ہو چکا تھا۔ گنگاتی مسکراتی دیوداسیوں کے گلاب چہروں پر خوف اور یاس کی

زردیاں کھنڈ گئی تھیں لگتا تھا گنیش دیوتا بھگوان نے بے چارگی اور ندامت کے غم سے آنکھیں موند کر رونا شروع کر دیا تھا۔ سنگیت ڈوب گئے گھنٹیوں کے ترنم کہیں گھمبیر سناؤں میں گم ہو گئے...... کاجل کے چہرے کی صباحتوں پر رات کے گھمبیر اندھیرے چھا گئے۔

اس نے دہشت زدہ آنکھوں سے مہادیو کی طرف دیکھ کر کہا! ''مہادیو جی یہ کیا اندھیر ہے......''

مہادیو کلیانجی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''کاجل بیٹی! گھبرانے کی کوئی بات نہیں...... یہ راجکمار ہے''

کاجل نے کہا! ''وہ تو ہم بھی جانتے ہیں...... مگر یہ مندر ہے...... یہ بھگوان کا گھر ہے اور بھگوان کے گھر میں ایک نرتکی کے ساتھ اس قسم کا بہیمانہ سلوک کرنا اینائے اندھیر ہے...... کسی راجکمار کو بھگوان کے گھر میں گنیش دیوتا کے سامنے ایسی درندگی کا کوئی ادھیکار نہیں......''

''کاجل'' راجکمار نے پورے زور سے چلاتے ہوئے کہا! ''تم ہمارے پریم کو اینائے درندگی اور ظلم کہتی ہو...... تمہیں معلوم ہونا چاہیے ہم اس قسم کی بے ہودہ گفتگو سننے کے عادی نہیں......''

کاجل نے اپنی نمناک اور خوف زدہ آنکھوں سے راجکمار کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''راجکمار ہمیں معلوم ہے تم راجکمار ساون کمار جی ہو...... مگر شاید تم نہیں جان رہے کہ ہم کون ہیں......؟''

''تم کون ہو......؟'' راجکمار نے بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا!

تو کاجل نے جواب دیا۔ ''ہم سیناپتی مدھوکر کی بیٹی ہیں......''

چمپا رانی اٹھ کر قریب پہنچ چکی تھی اس نے کاجل کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کسی خونی چڑیل کی طرح چلاتے ہوئے کہا! ''تم راجکمار کو دھمکی دے رہی ہو...... راجکمار کے سامنے تمہارے پتا کی کیا حیثیت ہے......''

پھر اس نے اپنے پیچھے کھڑے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا! ''اس گستاخ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور زندان کے اندھیروں میں پھینک دو......''

مہادیو آنند نے آگے بڑھ کر چمپا رانی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''شما کر دیجئے رانی! کاجل ابھی کم سن اور بالک ہے...... شاید یہ نہیں جانتی کہ راجکمار کے سامنے کس طرح بولنا ہے...... اگر تم آگیا دو تو ہم اسے سمجھا دیں گے......''

چمپا رانی نے کہا! ''نہیں مہادیو اس کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے راجکمار کی دل شکنی کرنے والی کو شما نہیں کر سکتے...... بندی خانے کی یاترا اس کے دماغ کو درست کر دے گی......''

اس وقت پورن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا...... راجکمار نے چونک کر ان کو دیکھا اور پھر کلیان جی کو مخاطب کر کے پوچھا! ''یہ لوگ کون ہیں......؟''

کلیان جی نے کہا! ''یہ مہادیو آنند پرکاش کے چیلے ہیں اور شیو دیوتا مہاراج کے پجاری ہیں......''

پورن مردانہ حسن اور وجاہت کا شاہکار تھا اس کی آنکھوں میں جادو تھا اس کے تراشے ہوئے لبوں پر ہر وقت ایک دلفریب مسکراہٹ کھلتی

رہتی تھی اس کے سیاہ گھنگھریالے بالوں کے دلفریب حلقے اس کے شانوں پر لہراتے تھے......اس کے سرخ وسفید چہرے پر ایک عجیب طلسم تھا۔رانی نے بڑے انداز سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی وہ آنکھیں جھپکنا بھول گئی تھی کاجل کی ماتا نے رانی چمپا کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا!''رانی جی شما کیجئے۔دیا کی بھکشا ہماری جھولی میں ڈال دیجئے۔ہماری بیٹی نردوش ہے......''

پورن نے کاجل کی ماتا کو رانی کے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا!''تم کس بیٹی کی ماتا ہو......رانی جی کے وچاروں کے مطابق تمہاری بیٹی نے کیا پاپ کیا ہے......؟''

کاجل کی ماں نے سسکتے ہوئے کہا!''ہم کاجل کی ماتا ہیں ہم سیناپتی مدھوکر کی دھرم پتنی ہیں......''

راجکمار نے پورن کی طرف تیکھی اور حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑی رعونت سے کہا!''تم کون ہو......؟اس لہجے میں بات کرنے والے!کیا تم نہیں جانتے......؟ہماری موجودگی میں کسی کا بولنا گستاخی سے کم نہیں ہوتا......جو لوگ اپنی اوقات سے نکلنے کی حماقت کرتے ہیں۔ ہم انہیں بڑی سنگین سزا دیتے ہیں۔''

پورن نے طنزاً ہنستے ہوئے کہا!ہمیں معلوم ہے راجکمار،کمزور،ناتواؤں اور بوڑھوں کو گھسیٹ کر ہلاک کرنے کی دہشت گردی میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ہم نے آج شام قلعے کے باہر آپ کے طمطراق کا وحشیانہ مظاہرہ دیکھا تھا۔''

راجکمار نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا!''گستاخ......'' اور اس کے ساتھ ہی اس نے بڑے پھرتی سے خنجر نکال لیا

پورن نے بڑی سرعت اور بڑی مہارت سے اس کے خنجر والے ہاتھ کی کلائی کو پکڑ کر اتنے زور سے مروڑا کہ راجکمار کی چیخ نکل گئی اور خنجر دور جا گرا۔

پورن نے خنجر اٹھالیا اور ہنستے ہوئے کہا!آپ ابھی کم سن اور بالک ہیں۔کھلونوں سے کھیلا کرو۔ہتھیاروں سے کام لینے کی عمر تک نہیں پہنچے۔ہتھیاروں کی دھار اندھی گونگی اور بہری ہوتی ہے۔اس خنجر کی دھار کو کچھ خبر نہیں کہ کس کے گلے پر پھرنا ہے اور کس کے سینے میں اترنا ہے۔آپ کا بہتا ہوا خون دیکھ کر آپ کی ماتا کو بڑا دکھ ہوگا......اپنے آپ پر ترس کھا کر یہاں سے چلے جاؤ...... یہ گنیش دیوتا کا پوتر استھان ہے۔اس کی پوترتا کو خون آلود نہیں کرو۔ہم دیوتاؤں کے پجاری سارے کھیل جانتے ہیں ہم سے ٹکراؤ گے تو بے موت مارے جاؤ گے......''

چمپا رانی نے کسی زخمی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا!''جانتے ہو اس جرم کی کم سے کم سزا کیا ہوگی......؟''

پورن نے سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا!''جانتے ہیں اس نگری کے دستور میں معمولی سے معمولی جرم کی کم سے کم سزا موت کی سزا ہوتی ہے......''

چمپا رانی نے نفرت سے اپنے ہونٹوں کو سکوڑتے ہوئے کہا!''تم احمق ہو مورکھ اور پاگل ہو......''

راجکمار نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا!''اس پاگل کو گرفتار کر لو......''

پورن کے ساتھیوں نے بڑی پھرتی سے راجکمار کے سپاہیوں سے تلواریں چھین کر سب کو نہتا کر دیا تھا...... چمپا رانی نے خطرے کو بھانپ

لیا تھا اس نے اٹھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا! ''ہم دیوتا کے استھان کی پوترتا کو برباد نہیں ہونے دیں گے......''

پھر اس نے راجکمار کا ہاتھ پکڑ کر کہا! ''راجکمار! دیوتاؤں کے پجاریوں اور سیوکوں سے الجھنا مناسب نہیں ہے......''

چمپا رانی نے پورن کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا! ''تم درگا ماتا رکت دنتی کے چہیتے سیوک ہو۔ ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تمہاری شکتی مہا کالی کی شکتی ہے......''

راجکمار نے کاجل کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ ''تم ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو...... یا نہیں''

کاجل نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''راجکمار جی! ہم پر کرپا کرو ہم جہاں ہیں ہمیں وہیں رہنے کی آ گیا دی جائے......''

راجکمار نے کہا! ''نہیں۔ جہاں ہم چاہیں گے تمہیں وہاں رہنا پڑے گا......''

پورن نے چمپا رانی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم کاجل کو لے کر محل میں لائیں گے چند لمحوں کی مہلت دی جائے......''

چمپا رانی نے پورن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''ٹھیک ہے ہم تمہارا انتظار کریں گے......''

راجکمار اور چمپا رانی مندر سے نکل گئے۔

محل میں پہنچ کر راجکمار نے ناگواری سے کہا! ''ماتا جی! لگتا ہے پورن نے تم پر جادو کر دیا تھا''

چمپا رانی نے کہا! ''نہیں ایسی کوئی بات نہیں پورن کی صورت اور چلن میں ہم نے ایک بپھرے ہوئے باغی کو دیکھا ہے...... اس قسم کے پرکشش لوگ بڑے اپدیشک ہوتے ہیں پانی میں آگ لگانا چاہیں تو لگا سکتے ہیں...... پورن کی بے باکی کے بعد ہم نے یاتریوں اور پجاریوں کے تیور بھانپ لیے تھے...... اگر تم کاجل پر ہاتھ اٹھاتے تو یہ سب لوگ حملہ کر کے ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیتے......''

''چنتا کی ضرورت نہیں ہم ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں......''

رانی نے شراب کے جام کو ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا! ''سینکڑوں کومل کنواریاں تمہاری خوشبو سونگھنے کے لیے بے تاب پھرتی ہیں......''

راجکمار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ''ماتا جی! ہم پریم پجاری ہیں...... ہم تو کاجل کی پوترتا کے بھرم کو توڑنا چاہتے ہیں......''

چمپا رانی نے کہا! ''ساون کمار! تم فکر نہیں کرو...... ہم اس قلعے کے ہر موڑ پر مدھوکر کی بیٹی کی عزت کے نیلام گھر بنوائیں گے......''

ایک دربان نے اندر آ کر کہا! ''ترمک سنگھ آیا ہے......''

چمپا رانی نے کہا! ''اجازت ہے اندر بھیج دیا جائے......''

چند لمحوں بعد ترمک سنگھ کمرے میں داخل ہوا۔

چمپا رانی نے کہا! ''ترمک سنگھ! تم سینا کو کسی ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لیے تیار رکھو......''

ترمک سنگھ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''کیا کسی ہنگامی صورتحال کا خطرہ ہے......''

چمپا رانی نے کہا! ''ایک دھار مک ہنگامے کا خطرہ دکھائی دے رہا ہے...... مہادیو کلیان نے سینا پتی مدھوکر کی بیٹی کو گنیش دیوتا کی نرتکی بنا کر

اچھا نہیں کیا......تم جانتے ہو......راجکمار! کاجل کو چاہتا ہے......''

ترمک سنگھ نے راجکمار کی طرف دیکھ کر کہا! '' کاجل کومل سندر اور اچھوتی کنیا ہے چاہے جانے کے قابل ہے۔ مہادیو کو راجکمار کی چاہت کے بارے میں علم تھا۔ لگتا ہے یہ سب کچھ دانستہ طور پر کیا گیا ہے......''

چھپا رانی نے کہا! '' ہم کاجل کو نرتکی کے مقدس مقام پر نہیں بیٹھنے دیں گے......''

پھر چھپا رانی نے دبدبے سے کہا! '' تم جا سکتے ہو اور ہمارے دوسرے حکم کا انتظار کرو......''

ترمک سنگھ چلا گیا تو چھپا رانی نے قریب کھڑی ہوئی ایک خادمہ سے پوچھا! '' راجکماری روپ کہاں ہے......ہم نے اسے بلایا تھا......''

خادمہ نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! '' راجکماری! ابھی تک درگا ماتا کے مندر میں ہے......آج کی رات منگل کی رات ہے......راجکماری! ہر منگل کی رات مصروف ہوتی ہے......''

چھپا رانی نے کہا! '' ہمیں معلوم ہے منگل کی رات ہماری راجکماری کی بڑی رنگین اور شبھ رات ہوتی ہے اس کو بلایا جائے......ہم منگل کی رات کے حوالے سے راجکماری کے ساتھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں......''

خادمہ چلی گئی۔ چھپا رانی کی موٹی موٹی شوخ آنکھوں میں شیطانیت کے شعلے بھڑک رہے تھے اس نے ساون کمار کی طرف دیکھ کر کہا! '' جانتے ہو......؟ ہم نے راجکماری کو کیوں طلب کیا ہے......؟''

ساون کمار نے نفی کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا! '' معلوم نہیں......''

ماتا جی چھپا رانی نے فہمائشی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا! '' ساون کمار! تم اس ریاست کے راجا کے اکلوتے بیٹے ہو۔ لمحے لمحے کی رفتار پر نگاہ رکھا کرو......آج کی رات منگل کی رات ہے تم جانتے ہو منگل کی رات راجکماری کے کسی مرد سے بلاس کرنے کی ہوتی ہے۔ اس رات کی صبح بھینٹ کی صبح ہوتی ہے......''

راجکمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! '' شما کرو ہم سے بھول ہوئی......ہم ابھی بھینٹ کا انتظام کرتے ہیں......''

چھپا رانی نے کہا! '' اس کی ضرورت نہیں......ہم نے انتظام کر لیا ہے......''

راجکمار نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا! '' وہ کون ہے......؟ جس کو درگا ماتا کے دوارے بھینٹ چڑھایا جائے گا......''

چھپا رانی نے کہا! '' اس کا نام پورن جوگی ہے......''

ساون کمار نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا! '' ماتا رانی! تم دیوی ہو......تم مہان دیوی ہو......''

اسی لمحے راجکماری روپ اپنی سہیلیوں کے جھرمٹ میں کمرے میں داخل ہوئی۔ روپ کماری پندرہ سولہ برس کی شوخ چنچل بے باک اور بدمزاج دوشیزہ تھی۔

چھپا رانی نے اس کو اپنی گود میں بیٹھاتے ہوئے کہا! '' روپ! لگتا ہے کسی روز تمہیں ہماری نظر لگ جائے گی''

روپ کماری نے اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر ہنستے ہوئے پوچھا! ''وہ کیوں......؟''

چمپارانی نے کہا! ''تم سچ مچ روپ کماری ہو...... تمہاری سندرتا روز بروز نکھرتی جا رہی ہے......''

روپ کماری شوخی سے مسکرانے لگی۔

راجکمار نے شراب کا ایک بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا! ''ماتا جی! ہمارے بارے میں کیا خیال ہے......''

چمپارانی نے ساون کماری پیشانی چومتے ہوئے کہا! ''تم اپنی ماتا کی آتما ہو...... تم اپنی ماتا کی سندرتا اور پتا کے دبدبے کا حسین امتزاج ہو......تم مردانہ وجاہت کا شاہکار ہو......''

راجکماری کی سہلیاں سر جھکائے کھڑی تھیں...... چمپارانی نے ساون کمار کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ''خوبصورت تتلیوں میں جس کو پسند کرو گے وہ آج کی رات آشاؤں کے رنگ محل میں رہے گی......'' روپ کماری کی سہلیوں نے چونک کر چمپارانی اور راجکمار ساون کی طرف دیکھا۔

رات کا پہلا پہر رنگ برنگی قندیلوں کی دھنک رنگ روشنیوں کی پھوار برس رہی تھی۔ ہر طرف طلسماتی نظارے بکھرے ہوئے تھے۔ راجکمار ساون ایک اونچی سنہری مسند پر بیٹھا تھا اس کے دائیں جانب چمپارانی اور بائیں جانب روپ کماری براجمان تھیں۔ روپ کماری کی سہلیاں رتنا کلی، ترنالی راگنی اور واگشیو ری ان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھیں۔

چمپارانی نے روپ کماری کی سہلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تمہارے سامنے سندر کومل اچھوتی اور مدھ ماتی جوانیاں موجود ہیں جن کو پسند کرو گے وہ آج کی رات کے لیے تمہاری ہو گی......''

راجکمار نے ایک شیطانی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! ''ہم اپنے من کے مندر کو سب سے زیادہ خوبصورت مورتی سے سجائیں گے......''

وہ نشے میں بدمست لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ''تمہارا کیا نام ہے......؟''

لڑکی نے خوفزدہ لہجے میں کہا! ''ہمارا نام واگیشوری ہے...... ہم سیناپتی مدھوکر کی بھتیجی اور شنکر جی کی بیٹی ہیں......''

راجکمار نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا! ''تم بہت سندر اور کومل ہو تمہاری مدھ ماتی جوانی کی رنگین اداؤں نے ہمیں بہت متاثر کیا''

پھر اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کہا! ''ماتا جی! ہم نے واگشیو ری کو پسند کیا ہے......''

واگشیو ری نے راجکماری روپ کی طرف التجا بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا! ''روپ کماری یہ کیا ہو رہا ہے......؟ تم جانتی ہو ہمارے من کا آنگن سونا نہیں ہے...... ہم نے کسی کے گلے میں منگل سوتر ڈالا ہوا ہے...... ہم کسی کی امانت ہیں......''

چمپارانی نے کسی ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا! ''باؤلی لڑکی! جانتی ہو کہاں کھڑی ہو اور کن لوگوں کے سامنے بکواس کر رہی ہو......''

واکشیوری نے چھپارانی کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم شما کی بھیک مانگتے ہیں ہم پر کرپا کرو......''

اسی لمحے ایک دربان نے اندر آ کر کہا! ''پورن جوگی آیا ہے اور درشن کی آ گیا چاہتا ہے......''

ساون کمار کے ہاتھ میں خنجر تھا اس کی آنکھوں میں غصے اور غرور کی آگ تھی۔ چند لمحوں بعد کمرے کا ریشمی پردہ سرسرایا...... پورن نمودار ہوا۔ پورن مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا اس کے لمبے لمبے سیاہ بالوں کے حلقے اس کے کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں کشش اور جاذبیت تھی اس نے پیلے رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔

راجکمار نے شراب کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے پورن کی طرف دیکھ کر کہا! ''اکیلے کیوں آئے ہو......؟ کاجل کہاں ہے......؟''

پورن نے راجکماری کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''کاجل مندر سے غائب ہوگئی ہے......؟''

راجکمار نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! ''کاجل غائب ہے''

پورن نے کہا! ''چنتا نہیں کرو...... راجکمار! مندر کے لوگ ڈھونڈ رہے ہیں مل جائے گی......''

پورن نے پہلی دفعہ راجکماری کی طرف دیکھا۔ راجکماری بڑی انہماک سے پورن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نظروں کے تصادم نے چپکے چپکے ان گنت ان کہے افسانوں اور کہانیوں کا اظہار کردیا۔ روپ کماری اپنی مسند سے اٹھ کر بہکے بہکے قدم اٹھاتی ہوئی پورن کی طرف بڑھنے لگی اس کی مدھ بھری آنکھیں پورن کی آنکھوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

اس کے گلاب کی پنکھڑیوں جیسے نرم و نازک ہونٹ پھڑ پھڑائے وہ کہنے لگی۔ ''تم درگا ماتا کے کھوئے ہوئے سیوک ہیں...... آج کی رات منگل کی رات ہے...... تمہیں یاد ہوگا...... منگل کی رات کتنی شبھ اور کتنی رنگین رات ہوتی ہے...... من کے ساگر میں آشاؤں اور کامناؤں کے جوار بھاٹے اٹھتے ہیں...... سنسار امنگوں کے رنگوں سے بھر جاتے ہیں......''

راجکماری کے کانپتے ہوئے لرزتے ہوئے ہاتھ پورن کے بازوؤں پر لرز رہے تھے۔ وہ ہکلانے لگی۔ ''تمہارے ان بھرے بھرے بازوؤں میں دیوتاؤں کی شکتی ہے...... تمہارے ساتھ منگل کی رات یادگار رات ہوگی......''

پھر راجکماری نے پورن کا ہاتھ پکڑ کر کہا! ''تم درگا دیوی کی پوجا کرنا چاہتے ہو......''

پورن نے کہا! ''ہم یاتری ہیں...... ہم گنیش دیوتا اور درگا دیوی کے مندروں کی یاترا کے لیے آئے ہیں......''

روپ کماری نے کہا! ''درگا دیوی کا مندر ہمارے محل میں ہے......''

راجکماری نے اپنے سہیلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''پورن جوگی کو ہمارے محل میں پہنچا دیا جائے......''

وہ چلنے لگی تو راجکماری نے واکشیوری کو روکتے ہوئے کہا! ''تم نہیں جاؤ گی......''

پورن نے پلٹ کر واگیشوری کی طرف دیکھا اور کہا! ''تم کون ہو......؟''

''ہمارا نام واکشیوری ہے اور ہم سیناپتی مدھوکر کی بھتیجی ہے اور شنکر جی کی بیٹی ہیں......''

پورن نے غصے سے واگشیوری کی طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا! ''جانتی ہو! واگشیوری کسے کہتے ہیں......؟''

واگشیوری نے پورن کے چرن چھوتے ہوئے کہا! ''برہماجی کی سندر آتما کی شانتی کو واگشیوری کہا جاتا ہے۔ ہم برہما کی آتما کی شانتی ہیں اور ہمارے من میں برہماجی کی پوتر پریت کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے......''

پورن صورتحال کی نزاکت کو سمجھ چکا تھا اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ راجکمار واگشیوری کو کسی گندے اور ناپاک مقصد کے لیے روک رہا ہے اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''راجکمار جی!'' واگشیوری چند لمحوں کے بعد ہمارے ساتھ لوٹ آئے گی ہم درگا ماتا کی درشن کرنے کے بعد واگشیوری کو اپنے ساتھ لے آئیں گے''

راجکماری روپ نے ساون کماری کی طرف دیکھ کر کہا! ''گھبراؤ نہیں! واگشیوری جلدی آ جائے گی...... واگشیوری اچھوتی ہے اسی لیے ڈر رہی ہے ہم اس کو سمجھا دیں گے......''



راجکماری کا محل شمال کی جانب تھا۔ محل میں پہنچ کر راجکماری نے پورن کو ایک خوبصورت کمرے میں بیٹھاتے ہوئے کہا! ''تم چند لمحے آرام کرو ہم پوجا کا لباس پہن کر ابھی آتے ہیں.....''

کمرے سے نکلتے ہوئے واگیشوری کو راجکماری نے کہا! ''تم یہاں ٹھہرو۔ پورن کی سیوا کرو.....''

راجکماری اپنی دوسری سہیلیوں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی تو واگیشوری نے سرگوشی کرتے ہوئے پورن سے کہا! ''تم یہاں سے بھاگ جاؤ.....تم نہیں جانتے آج کی رات کے اندھیروں میں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے..... بھاگ جاؤ اور رات کے ان گھور اندھیروں میں کہیں چھپ جاؤ.....راجکماری خوبصورت چڑیل ہے۔ ہر منگل کی رات اس کے بلاس کی رات ہوتی ہے۔ آج منگل کی رات ہے صبح ہونے سے پہلے تمہیں درگا دیوی کے چرنوں پر ذبح کر دیا جائے گا..... یہ خوفناک چڑیل نجانے اب تک کتنے نوجوانوں کو نگل چکی ہے..... ہر منگل کی صبح کسی نوجوان کے بھینٹ کے خون میں نہا کر طلوع ہوتی ہے.....''

پورن نے واگیشوری کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''تم ہماری بہن ہو.....ہم تمہارے شکر گزار ہیں اس وقت ہم سے زیادہ تم خطرے میں ہو.....کسی طرح یہاں سے نکل کر گنیش دیوتا کے مندر پہنچ جاؤ.....''

واگیشوری نے کہا! ''ہم جان دے دیں گے مگر اپنے آپ کو راجکمار کے ناپاک عزائم کی بھینٹ نہیں بننے دیں گے.....ہم کوئی معمولی لڑکی نہیں.....ہمارے پتا اور چچا راجکمار سے بڑا بھیانک انتقام لیں گے.....''

اسی لمحے رتنا کلی کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے پورن کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ''چلیے مہاراج! راجکماری تیار ہو چکی ہے.....''

پورن اٹھا اور رتنا کلی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور ایک محرابی دروازے والے کمرے کے سامنے رکتے ہوئے رتنا کلی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''راجکماری! اس کمرے میں منتظر ہے.....''

پورن نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا.....راجکماری ایک اونچی مسند کے پاس کھڑی تھی مسند پر ریشمی غلیچہ بچھا ہوا تھا۔ راجکماری نے پورن کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا کر بولی۔ ''تم درگا ماتا کی پوجا اور ہم سے بلاس کرنے کا ادھیکار رکھتے ہو.....''

راجکماری کے سر پر سونے کا تاج تھا۔ سونے کی تاروں کے پیچھے اس کے گلابی عارض شگفتہ ہونٹ سیدھی ناک شوخ آنکھیں اور کانوں کے قریب کاکلوں کا انتشار عجیب نظارے پیش کر رہا تھا۔ اس کے تراشے ہوئے خوبصورت بدن پر زرہ لبادہ پاؤں تک جھلمل کرتا جھول رہا تھا لیکن کمر بند کے نیچے لبادے کو بڑی مہارت سے دو حصوں میں اس طرح چاک کیا گیا تھا کہ چلنے پھرنے اور ناچنے میں مزاحم نہیں ہو سکتا تھا۔ پندرہ سولہ برس کی راجکماری کسی آسمانی دیوی کی طرح لگ رہی تھی۔ چند لمحوں تک پورن اس کے حسن و جمال کے مدہوش کن نظاروں میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے کہا! ''راجکماری! ہمارے پاس وقت بہت کم ہے ہمارے ساتھی پریشان ہو رہے ہیں ہمیں درگا دیوی کے مندر لے چلو.....''

راجکماری شاخ گل کی طرح لہرائی اور پھر ایک دلفریب ادا کے ساتھ پورن کے سینے پر آ گری.....خود سپردگی کی بے باکی کا یہ انداز بڑا

دلکش بڑا اچھوتا اور بڑا سحر آفرین تھا پورن نے اسے اپنے مضبوط ہاتھوں پر تھام لیا...... اس کے مہکتے ہوئے بدن کی خوشبو پورن کو مدہوش کر رہی تھی......

اچانک کمرے کا دروازہ کھولا اور ترنالی روتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''شما کرنا راجکماری جی!''

راجکماری نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھ کر کہا! ''کیا بات ہے......؟ تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو......؟''

ترنالی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''راجکماری جی! ابھی ابھی چار پانچ سینک آئے تھے وہ واگشیوری کو زبردستی اٹھا کر لے گئے ہیں انہوں نے واگشیوری کو بہت مارا ہے...... وہ اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے گئے ہیں......''

پورن نے راجکماری کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا! ''راجکمار کو اس زیادتی کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی...... واگشیوری کی سہایتا کریں گے اور اس کو ظلم کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیں گے......''

راجکماری نے بیزاری سے کہا! ''راجکمار کو ہماری آشاؤں کا خیال رکھنا چاہیے تھا......''

پورن راجکماری کے کمرے نما محل سے نکل گیا...... راجکماری بھی مسلح محافظوں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے ساون کمار کے محل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ گھٹاؤں کی گھن گرج سے پربتوں پر لرزہ طاری تھا۔ بجلی گرتی تو دیر تک پربتوں میں گڑگڑاہٹ ہوتی رہتی...... ہواؤں کے تیز و تند جھونکے کی طرح چیختے چنگاڑتے تھے۔ راہداری میں جگہ جگہ مسلح سپاہی کھڑے تھے۔

راجکماری نے ایک موڑ پر رکتے ہوئے ایک سپاہی سے پوچھا! ''ہماری سکھی کو کس طرف لے گئے ہیں......''

سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''فرش پر دیکھتی جاؤ خون کی بوندوں کی چمک تمہاری رہنمائی کرے گی......''

راجکماری نے فرش کی طرف دیکھا جگہ جگہ تازہ خون کی بوندیں دکھائی دے رہی تھیں پورن نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''یہ کیا ہے......؟ یہ کس کا خون ہے......؟''

سپاہی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''یہ راجکماری کی سہیلی واگشیوری کا خون ہے......''

پورن نے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ''راجکماری تمہاری ہمت جواب دے رہی ہے تو لوٹ جاؤ۔ ہم واگشیوری کی خاطر ظلم کے دیو سے ٹکرائیں گے...... لگتا ہے تمہارے بھائی راجکمار کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہیں......''

اسی لمحے بجلی پوری طاقت سے کڑکتی ہوئی پربت پر گری ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر دیر تک در و دیوار لرزتے رہے۔

پورن نے کہا! ''یہ بھگوان کا غضب ہے...... آکاش کی نادیدہ طاقتیں اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہی ہیں......''

پورن اور راجکماری ایک ساتھ ساون کمار کے کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے کا اندرونی ماحول بڑا خوفناک، بڑا بھیانک اور بڑا دردانگیز تھا۔ واگشیوری فرش پر تڑپ رہی تھی اس کے لمبے لمبے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کا لباس اپنے خون سے آلودہ ہو چکا تھا خون کی ایک دھار بڑی تیزی سے اس کے سینے کی گہرائیوں سے نکل کر فرش پر بہتی جا رہی تھی۔

پورن نے راگیشوری کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا! ''واگشیوری تم نردوش ہو معصوم...... تمہارے اس بہتے ہوئے خون کی ایک

ایک بوند کا حساب لیا جائے گا......"

پورن نے راجکمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "تم خونی درندے ہو دیوتاؤں کا غضب تمہارے سر پر بجلی بن کر گرنے والا ہے......"

راجکمار نے غصے سے دھاڑتے ہوئے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اس احمق جوگی کو کمرے سے باہر نکال دیا جائے......"

راجکماری نے چلاتے ہوئے کہا! "نہیں اس طرح جوگی کو کوئی نہیں نکال سکتا...... بتاؤ تم نے واگشیوری کو کیوں مارا ہے......؟"

واگشیوری نے آخری ہچکی لے کر دم توڑ دیا اور اس کا بدن ڈھیلا پڑ گیا اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

پورن نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے راجکمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بے درد بھیڑیئے واگشیوری کو پرماتما نے کنول کے پھول کی کشتی میں بیٹھا کر سنسار میں بھیج دیا تھا......تم نے سے خون آلودہ کر دیا......"

باہر خوفناک طوفانی بارش ہو رہی تھی بادلوں کے گرجنے اور بجلیوں کے کڑکنے سے پربتوں کی چٹانیں ٹوٹ رہی تھیں محل کے درو دیوار کانپ رہے تھے۔

ماتا رانی نے راجکمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "بیٹے! راجکماری کو سب کچھ بتا دو......"

راجکمار نے سامنے تپائی پر پڑے ہوئے خط کو اٹھا کر راجکماری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا! "پتا جی! مہاراج کا خط ہے...... ابھی ابھی ایک قاصد لایا ہے۔ پڑھو اور ہمیں بتاؤ کہ ہم کیا کریں......"

راجکماری نے خط کو آنکھوں سے لگا کر چومتے ہوئے کہا! "پتا جی! مہاراج نے کیا لکھا ہے......؟"

راجکمار نے کہا! "تم خود پڑھ لو......"

راجکماری نے خط پڑھنا شروع کر دیا۔ راجکماری کا چہرہ لحہ لحہ دھواں دھواں ہوتا جا رہا تھا۔

راجہ ریاشیا تنگ نے لکھا تھا "سیناپتی مدھوکر نے ہمارے ساتھ بے وفائی کی ہے وہ مسلمان حاکم کیساتھ مل کر ہمارے ساتھ دغا کرنا چاہتا تھا وہ ہمیں موت کے گھاٹ اتار دینا چاہتا تھا۔ بھگوان کی کرپا سے ہمیں اس کی سازش کا پتہ چل گیا...... ہم نے مدھوکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے......"

راجہ ریاشیا تنگ نے آگے لکھا تھا۔ "مدھوکر کے پورے خاندان کو بغیر کسی تاخیر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے......"

راجکماری کے چہرے پر کئی رنگ آ رہے تھے اور کئی جا رہے تھے اس نے پورن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہمیں سیناپتی مدھوکر سے بے وفائی کی امید نہیں تھی......"

پورن نے پوچھا! "یہ مدھوکر کون ہے......"

راجکماری کے بولنے سے پہلے ساون کمار نے طنزاً کہا! "ہم پورا تعارف کرواتے ہیں...... مدھوکر ہماری ریاست کی سینا کا سیناپتی اور کاجل کا پتا تھا اور تمہاری اس واگشیوری پوتر دیوی کا چچا لگتا تھا...... ایک باغی اور اس کے پری وار کو موت کی سزا سے کم سزا کیا دی جا سکتی ہے......"

پورن نے نرمی سے کہا! "مدھوکر کے جرم کی پاداش میں اس کے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتار دینا انیائے ہے......"

اسی لمحے ایک دربان نے اندر آ کر کہا۔" پردھان منتری شاستروادر سیناپتی ترمک سنگھ اندر آنے کی آ گیا مانگ رہے ہیں......"

راجکمار نے ہاتھ لہراتے ہوئے کہا!" اجازت ہے......"

ترمک سنگھ اور پردھان منتری شاسترو کمرے میں داخل ہوئے تو راجکمار نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا!" سیناپتی مدھوکر کے سارے پری وار کو فوری طور پر گرفتار کر کے بندی خانے کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جائے......کل سب کو سر عام موت کی سزا دی جائے گی......"

پردھان منتری شاسترو نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا!" راجکمار کو اپنے پتا مہاراج کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے......"

راجکمار نے راجہ ریاشیانگ کا خط اٹھا کر پردھان منتری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا!" یہ پتا مہاراج کا حکم ہے......"

کمرے میں ایک لمحے کے لئے گھمبیر سناٹا چھا گیا۔

ترمک سنگھ نے کہا!" اس وقت ہولناک طوفان برپا ہے۔طوفان کے تھمتے ہی مدھوکر کے سارے پری وار کو گرفتار کر لیا جائے گا......"

پورن اٹھا اور راجکماری کی طرف دیکھ کر بولا۔" ہمیں چلنا چاہیے......"

راجکماری نے چمپارانی کی طرف دیکھا چمپارانی نے مسکراتے ہوئے کہا!" ہماری طرف سے تم دونوں کو جانے کی آ گیا ہے......"

محل کے باہر خوفناک اندھیرا تھا......راہداریوں کی قندیلیں بجھ چکی تھیں ہواؤں کے زناٹوں بارش کی بوچھاڑوں بادلوں کے گرجنے کے دھماکوں اور بجلی کے پرہول کڑاکوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔آسمان کی طرف سے زمین پر پانی کے دریا بہہ رہے تھے۔راجکماری نے پورن کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

درگا دیوی کا مندر راجکماری کے محل کے مغربی کونے میں تھا اس مندر کے دو دروازے تھے راجہ کے خاندان کے لوگ محل کے اندر کھلنے والے دروازے کو استعمال کرتے تھے۔عام یاتریوں کے لیے بیرونی دروازہ تھا جو خاص خاص تہواروں کے روز کھلتا تھا۔پوجا کے بڑے کمرے کی دیواریں سیاہ پتھروں کی بنی ہوئی تھیں......سنگ تراشوں نے ان پتھریلی دیواروں کو تراش تراش کر جگہ جگہ خوفناک بھوتوں اور خونخوار چڑیلوں کی شکلیں بنا رکھی تھیں مندر میں ہر طرف خون کی بو پھیلی ہوئی تھی......درگا دیوی بھوت ناتھی کا دہشت ناک بت پوجا کے کمرے میں نصب تھا۔گوپال کوہلی اس مندر کا مہاماتر تھا۔گوپال کوہلی اپنے وقت کا مشہور جادوگر اور کاہن تھا......راجہ سمیت ریاست کے سارے لوگ اس سے ڈرتے تھے......رتنا کلی ترنالی رانی اور راجکماری کی کئی دوسری سہیلیاں بھی مندر میں پہنچ چکی تھیں۔مندر کے تہہ خانے میں راجکماری کے لیے چاندی کے خوبصورت چھپر کھٹ کو جوہی چنبیلی اور گلاب کے پھولوں کی پتیوں سے سجایا جا رہا تھا......طوفان کی ہولناکیوں اور تباہ کاریوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا......مندر کے پجاری گھنٹیوں گھڑیالوں کو زور زور سے بجا رہے تھے......گوپال کوہلی اپنے کمرے میں پرارتھنا میں مصروف تھا۔اس کے سامنے آگ کا الاؤ دہک رہا تھا۔کوہلی کے ماتھے پر سرخ رنگ کی لکیروں کا تلک لگا ہوا تھا......وہ وقفے وقفے سے دہکتی ہوئی آگ پر کوئی سفوف پھینک کر اونچی آواز میں" مہا کالی دکت دنتی شیاما" پکارتا تھا اور پھر آنکھیں بند کر کے منہ میں بڑبڑانے لگتا تھا......پورن اور راجکماری مندر میں داخل ہوئے ان کے قدموں کی آہٹ سن کر گوپال کوہلی نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا...... پورن کا چہرہ اعتماد کی روشنی سے دمک رہا تھا......گوپال کوہلی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا

اور بڑی بے اختیاری سے پورن کے قدموں کو چھوتے ہوئے بولا۔ ''تم آ گئے ہو۔ ہم بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ ہمیں وشواش تھا۔ تم ضرور آ ؤ گے......''

پورن نے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا! ''مہاتما جی! کیا تم ہمیں جانتے ہو......؟''

گوپال کوہلی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''ہم تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم گنگن منڈل کے مہاپرش مہاراجہ کی سینا کے سینک ہو۔''

راجکماری حیرتوں میں ڈوبی ہوئی تھی گوپال کوہلی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا! ''راجکماری جی! تم اپنے شبستان میں چلو تمہاری سکھیاں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔ ہم پورن کو لے کر آتے ہیں......''

راجکماری چلی گئی تو پورن نے کہا! ''مہاتما جی! ہمیں جلدی ہے ہمارے ساتھی پریشان ہو رہے ہوں گے''

گوپال کوہلی نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ہم جانتے ہیں چنتا نہیں کرو ہم تمہیں زیادہ دیر نہیں روکیں گے......''

اس نے کہا! ''گزشتہ رات ہم نے ایک سپنا دیکھا تھا سپنا سچ ثابت ہوا ہے۔ ہم نے دیکھا تھا آکاش کے نیلے ساگر کی طرف ان جانے لوگوں کی ایک سینا آتی ہے اور پھر لمحوں میں ہر طرف چھا جاتی ہے تم اس سینا کے آگے آگے تھے......''

پورن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''تم وروان ہو......''

گوپال کوہلی نے کہا! ''ہم جانتے ہیں تم نے تھوڑی دیر بعد کیا کرنا ہے......''

پورن نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور حیرت زدگی سے کہا! ''تم کیا جانتے ہو......؟ ہم کیا کرنے والے ہیں......''

کوہلی نے محبت سے کہا! ''گھبراؤ نہیں! ہم تمہارے ساتھ ہیں...... ہم قدم قدم تمہاری سہایتا کریں گے۔ آج تک درگا دیوی کے چرنوں پر غریبوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا رہا ہے آج پہلی مرتبہ کسی قیمتی خون کی بھینٹ دی جائے گی......''

پورن نے اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! ''تم دیوتا سمان ہو! آسام کی نئی تاریخ تمہیں فراموش نہیں کر سکے گی......''

گوپال کوہلی نے اٹھتے ہوئے کہا! ''تہہ خانہ کی جنوبی دیوار کے ساتھ ایک کھڑکی لگی ہوئی ہے اسے کھولو گے تو تمہیں ایک سرنگ دکھائی دے گی یہ سرنگ سیدھی گنیش دیوتا کے مندر تک جاتی ہے۔ اس سرنگ کے راستے تم بڑی جلدی اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جاؤ گے......'' پورن کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں......

تہہ خانے تک پہنچنے کے لیے کم از کم دس سیڑھیاں نیچے اترنا پڑتی تھیں...... گوپال کوہلی اور پورن تہہ خانے میں پہنچے......راجکماری شراب پینے میں مصروف تھی...... تہہ خانے کے وسط میں درگا دیوی کا ایک خوفناک بت بنا ہوا تھا۔

''گوپال کوہلی نے راجکماری کی سہیلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''آدھی رات ہو چکی ہے اب تم جا سکتی ہو۔''

راجکماری کی سہیلیاں ہاتھ جوڑتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگیں...... درگا دیوی کے بت کے دس ہاتھ تھے......اس کے اوپر والے دائیں ہاتھ میں ایک خون آلود برچھا تھا اور اوپر والے بائیں ہاتھ میں کسی نوجوان کا خون آلودہ کٹا ہوا سر تھا......اسی طرح اس کے ہر ہاتھ میں کوئی نہ

کوئی دہشت زدہ کر دینے والی چیز تھی۔ درگاہ ماتا کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کے ہار پڑے ہوئے تھے۔ اس کے بڑے بڑے نوکیلے خون آلودہ دانت جبڑوں سے باہر نکلے ہوئے تھے...... انہی خون آلودہ دانتوں کی نسبت سے درگاہ دیوی کو رکت دنتی یعنی خون آلودہ دانتوں والی دیوی کہا جاتا تھا...... پورن کی نگاہیں جنوبی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی کھڑکی پر مرکوز تھیں۔''

اس کی بے تابی کو دیکھتے ہوئے گوپال کوہلی نے کہا! ''ہم چلتے ہیں۔''

پھر اس نے راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''آپ چاہیں تو ہم اپنے ہاتھوں سے ندی کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔''

راجکماری نے خوابناک نگاہوں سے پورن کی طرف دیکھ کر کہا! ''ٹھیک ہے کھول دو۔''

گوپال کوہلی نے آگے بڑھ کر درگا دیوی کے بت کو دھکیلا۔ بت دوسری جانب سرک گیا۔ ایک خلا نمودار ہوا جس کے نیچے ایک تندوتیز بہتی ہوئی ندی دکھائی دے رہی تھی۔''

گوپال کوہلی نے بڑے معنی خیز انداز سے پورن کی طرف دیکھ کر کہا! ''اس ندی کا پانی برہم پتر کے ساگر میں گرتا ہے۔''

گوپال کوہلی کسی اشلوک کا جاپ کرتا ہوا تہہ خانے سے نکل گیا۔ جب اس کے قدموں کی چاپ فاصلوں میں ڈوب گئی تو پورن نے آگے بڑھ کر تہہ خانے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ راجکماری اپنی زرنگار لبادے کے بند کھولنے میں مصروف تھی۔ وہ مدہوشی کے عالم میں جھول رہی تھی۔ وہ بہکی بہکی باتیں کر رہی تھی۔''

وہ کہہ رہی تھی۔ ''پورن ہمارے قریب آؤ...... آپ ہوش میں کیوں ہیں...... ہماری طرح مدہوش کیوں نہیں ہو جاتے...... آج کی رات کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے...... شراب پیو...... اور پی پی کر وحشی بن جاؤ...... ہم وحشتوں کو پسند کرتے ہیں۔''

پورن نے راجکماری کو اٹھایا اور درگا دیوی کے پھیلے ہوئے ہاتھوں پر پھینکتے ہوئے کہا! ''تمہیں وحشتوں سے پیار ہے۔''

راجکماری نے پورن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔''

پورن نے بڑی تیزی سے خنجر نکالا اور اس کا پھل دستے تک راجکماری کے سینے میں اتار دیا...... ایک ہولناک چیخ ابھری اور تہہ خانے کی گونگی بہری اور سنگلاخ دیواروں کے حصار میں صدائے بازگشت بن کر گونجتی رہی...... راجکماری کا خون بڑی تیزی سے درگا دیوی کے چرنوں پر برس رہا تھا۔''

پورن نے خنجر کو کمر بند میں اڑاتے ہوئے کہا! ''ہمیں ناریوں کو موت کے گھاٹ اتارنے سے منع کیا گیا تھا۔ مگر تو ناری کے روپ میں خونخوارہ چڑیل تھی......''

پورن نے کھڑکی کو کھولا۔ سرنگ میں جھانک کر دیکھا اور پھر ایک جلتی ہوئی قندیل لے کر سرنگ میں داخل ہو گیا۔ وہ بڑی جلدی گنیش دیوتا کے مندر پہنچ گیا۔ مندر کی ایک طویل راہداری میں اس کے ساتھی تیار کھڑے تھے۔''

پورن نے پوچھا! ''مہادیو آنند پرکاش اور کلیان جی کہاں ہیں۔''

ایک سپاہی نے کہا! ''وہ نیچے تہہ خانے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔''

پورن نے آگے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا! ''ہم ابھی آتے ہیں۔''

پورن تہہ خانے میں داخل ہوا۔ تہہ خانے میں موجودہ مہادیو آنند پرکاش' کلیان جی' کاجل اس کی ماتا اور مورنگ نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا...... پورن کے لباس پر راجکمار کا خون لگا ہوا تھا۔''

مہادیو آنند پرکاش نے کہا! ''آپ زخمی ہیں۔''

پورن نے اپنے لباس کی طرف دیکھ کر کہا! ''مہادیو جی وقت بہت کم ہے آدھی رات ہو چکی ہے۔ راجا کا قاصد پہنچ چکا ہے۔ راجہ نے مدھو کر کے سارے خاندان کے قتل کا فرمان جاری کر دیا ہے...... راجکمار نے پردھان منتری شاستر داور ترمک سنگھ کو مدھوکر کے سارے خاندان کی گرفتاری کا حکم دے دیا ہے۔''

پھر اس نے کاجل اور اس کی ماتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''راجکمار نے شنکر جی کی بیٹی واگیشوری کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ہم کوشش کے باوجود واگیشوری کو نہیں بچا سکے۔ ہمیں جیون بھر اس بات کا دکھ رہے گا...... ہم زخمی نہیں ہیں ہمارے لباس پر راجکماری روپ کے خون کے چھینٹے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم اس کو بدل نہیں کہہ سکتے کیونکہ راجکماری کے ناپاک جسم کا سارا گندہ خون واگیشوری کے خون کے ایک قطرے کی قیمت بھی نہیں ہو سکتا۔''

کاجل اور اسکی ماتا رونے لگیں۔

کلیان جی نے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''یہ رونے کا وقت نہیں ہے۔''

پورن تہہ خانے کے ایک کمرے میں داخل ہوا اور سپاہیانہ لباس پہن کر باہر نکل آیا...... اس نے دوہری زرہ پہنی تھی۔ سر کے خود کو اچھی طرح کس کر باندھا تھا...... راہداری میں پورن کے ساتھی اس کا انتظار کر رہے تھے۔ کڑکتی ہوئی بجلیوں کے دھماکوں اور بادلوں کی خوفناک گھن گرج سے مندر کی دیواریں کھڑکیاں اور دروازے لرز رہے تھے...... بڑی بھیانک بڑی ڈراؤنی اور بڑی ہولناک رات تھی...... پورن اور اس کے ساتھیوں نے ایک دوسرے کو ایک مضبوط رسے سے باہم باندھ لیا تھا۔ سرفروش جانبازوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ مندر سے نکلا......''

مہادیو آنند پرکاش نے ڈبڈباتے ہوئے کہا! ''ہمیں وشواش ہے آپ قلعے کے دروازے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

پورن نے ہولناک آندھیوں کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا! ''ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔''

پورن اور اس کے ساتھی باہر نکل گئے۔ ہواؤں کے جھکڑ خوفناک عفریتوں کی طرح چیختے چنگاڑتے پھرتے تھے۔ بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھڑ کر طوفانی ہوائیوں کے دوش پر اڑتے پھرتے تھے۔''

کلیان جی نے ایک بند کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''یہ کمرہ ایک زمین دوز سرنگ کا دروازہ ہے۔ یہ سرنگ بندی خانے میں جاتی ہے۔ اس سرنگ کے ذریعے ان قیدیوں کو زندان تک لے جایا جاتا ہے۔ جن کو عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ ہم اسی زمین دوز سرنگ کے راستے شنکر جی کو حالات سے آگاہ کرنے جا رہے ہیں...... ہم پردھان منتری شاستری سے بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے...... آپ سب چوکس رہنا......''

کاجل نے کہا! ''مہادیو جی! ہم شنکر چچا کے پاس جانا چاہتے ہیں...... ہمیں بھی ساتھ لے چلیں۔''

کلیان جی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''بیٹی ابھی تمہارا وہاں جانا ٹھیک نہیں ہے...... گھبراؤ نہیں ہم شنکر سے مل کر جلدی لوٹ آئیں گے۔''

کاجل نے مایوس نظروں سے ماں کی طرف دیکھا...... اس کی ماں نے کہا!'' کاجل تم ایک بہادر اور غیرت مند سپاہی کی بیٹی ہو۔ دھیرج سے کام لو ہمت نہیں ہارو...... ظلم کی ہولناک آندھیوں کے آگے آگے بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا وقت بدلتا رہتا ہے۔ تم دیکھ رہی ہو اس وقت کئی نادیدہ طاقتیں ظلم و ستم کے خلاف برسرپیکار ہیں...... ہم تنہا نہیں ہیں......''

کلیان جی نے کہا! ''تم دیوی ہو۔ تم گنیش دیوتا کی نرتکی ہو۔''

کاجل نے اپنے ناک سے سونے کی ننھی اتار کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا! ''نہیں ہم ناچنے والی نرتکی نہیں ہیں...... ہم ریت کا گھروندا نہیں بنیں گے...... ہم مدھوکر جی کی بیٹی نہیں بیٹا ہیں۔ اگر بھگوان نے ہمارے لیکھ میں موت لکھ دی ہے تو پھر وقار اور آبرو سے مقتل میں جائیں گے۔''

کاجل کی آنکھوں میں عزائم کے ولولوں کی روشنی چمک رہی تھی۔

مہادیو نے کہا! ''کاجل تم زندہ رہو گی...... اس گھور اندھیری رات کی بڑی تابناک صبح ہو گی...... یہ سنسار آس نراس کے رنگوں کا حسین امتزاج ہے۔''

کلیان جی کے ساتھ ایک مشعل بردار پجاری بھی تھا۔ وہ دونوں سرنگ میں داخل ہو گئے۔ یہ سرنگ موٹے موٹے پتھروں کو باہم جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ سرنگ میں نمی کی وجہ سے بو اور گھٹن کا احساس ہوتا تھا۔ سرنگ کی چھت آدمی کے قد کے برابر اونچی تھی۔ مہادیو اور پجاری بڑی احتیاط سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ دونوں کے پاؤں میں لکڑی کی روایتی کھڑاواں تھی۔ جنکی کھٹ کھٹ کی آوازیں ایک جادوئی جلترنگ پیدا کر رہی تھیں۔ ایک جگہ اچانک پانچ چھ بڑی بڑی چمگادڑوں نے چھت کے رخنوں سے نکل کر سرنگ میں اڑنا شروع کر دیا۔''

پجاری نے ڈرتے ہوئے کہا! ''مہادیو جی! یہ تو خونخوار بدروحوں کی طرح لگتی ہیں......''

مہادیو نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا! ''ڈرو نہیں یہ بدروحیں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی...... بے فکر ہو کر آگے بڑھتے چلو......''

چمگادڑوں کے پروں کی سرسراہٹیں خوف زدہ کر رہی تھیں...... ان کے کچکچاتے ہوئے دانتوں سے عجیب قسم کی بھیانک اور ڈراؤنی آوازیں نکل رہی تھیں...... ایک جگہ ایک نیچی پرواز کرتی ہوئی چمگادڑ پر پجاری نے جلتی ہوئی مشعل سے حملہ کرنا چاہا......''

مہادیو نے غصے سے کہا! ''مورکھ یہ کیا کرنے لگے ہو۔ تم نہیں جانتے ان کو چھیڑا جائے تو یہ خونخوار بن جاتی ہیں۔ اور خونی عفریتوں کی طرح تابڑ توڑ حملے کرتی ہیں۔ بے فکر ہو کر چلتے رہو...... یہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔ ان کی طرف دھیان دو گے تو خوفزدہ ہوتے رہو گے۔''

چمگادڑوں کے پروں کی خوفناک پھڑپھڑاہٹوں، سرنگ کے ہولناک سناٹوں اور اپنے اندر کی دہشت ناکیوں سے لڑتے لڑتے مہادیو اور پجاری سرنگ کے آخری سرے تک پہنچ گئے۔ گٹی کا دروازہ بند تھا۔

پجاری نے دروازے پر زور آزمائی کرتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے یہ باہر سے کھلے گا...... اس وقت اس طوفان میں کون کھولنے آئے گا۔''

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا! ''یہ اندر سے کھلے گا۔''

پھر مہادیو نے ایک طرف لگی ہوئی آہنی چرنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''مشعل ہمیں دے دو اور اس چرنی کو زور سے گھماؤ......''

پجاری نے چرنی کو گھمانا شروع کیا تو ایک خوفناک گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دروازے کے چوبی پٹ خود بخود کھل گئے......دروازے کے کھلتے ہی مہادیو کلیان جی اور پجاری باہر آ گئے......



طوفان کی تندیوں کے سلسلے بڑھتے جا رہے تھے۔ بلا خیزیوں کے دائرے پھیلتے جا رہے تھے...... رات کا پچھلا پہر شروع ہونے والا تھا۔ لیکن طوفان کی شدتوں میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا جا رہا تھا...... شنکر اپنی خوابگاہ کے ایک کونے میں صندل کی چوکی پر رکھی ہوئی چنچل کی خوبصورت مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس کی خوفزدہ نظریں مورتی کے ساکت و جامد قدموں پر جمی ہوئی تھیں۔ پہاڑ پر بجلی گرتی تو خوفناک دھماکوں سے در و دیوار کانپ جاتے۔ چھت کے فانوس جھولنے لگتے۔ رنگ برنگی روشنیاں لرزنے لگتی تھیں۔ اچانک خوابگاہ کے عقبی دروازے کے لکڑی کے کواڑ چر چرائے۔ شنکر نے گردن گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ اس کی پتنی سہمے سہمے قدم اٹھاتی ہوئی اس کی طرف بڑھتی آ رہی تھی۔''

شنکر نے پوچھا! ''ساوتری تم بھی جاگ رہی ہو۔''

ساوتری نے اس کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''پتی دیوتا ہمارا من گھبرا رہا ہے...... لگتا ہے آج کی رات کے اس طوفان میں جیون کے سارے چمن لٹ جائیں گے...... سنسار موت کے ساگر میں بہہ جائیگا۔''

شنکر نے جھولتے کانپتے فانوس کی طرف دیکھ کر کہا! ''تم سچ کہتی ہو...... ایسا طوفان ہم نے اپنے جیون میں پہلے کبھی نہیں دیکھا...... آج کی رات کے اس طوفان کے تیور بڑے خطرناک ہیں...... کسی کے شراپ نے اس سنسار کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ سب کچھ تباہ ہو جائیگا۔''

ساوتری نے اسکے سینے پر سر رکھ کر سسکتے ہوئے کہا! ''واگیشوری نہیں آئی ہمارا من ڈوب رہا ہے۔''

شنکر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ''وہ روپ کماری کے محل میں ہوگی۔ تم اس کی چنتا نہیں کرو تم جانتی ہو روپ کماری اس سے پریم کرتی ہے۔''

ساوتری نے کہا! ''وہ تو ٹھیک ہے۔ نجانے کیوں اس وقت ہم بہت اداس ہیں لگتا ہے ہماری واگیشوری بیکل ہے۔ جس طرح ممکن ہو واگیشوری کو بلا لو۔''

شنکر نے کہا! ''ساوتری طوفانی ہواؤں کے تھپیڑے چٹانوں کو اٹھا اٹھا کر گھاٹیوں میں پٹخ رہے ہیں۔ اس وقت کون کہیں جا سکتا ہے دھیرج سے کام لو...... صبح تک طوفان تھم جائے گا......''

اچانک پہاڑ پر ایک خوفناک دھماکہ ہوا...... بجلی کے گرنے اور بادلوں کے گرجنے سے دیواریں کانپ اٹھیں...... چٹانیں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں...... چھت کے فانوس کے کئی شیشے کرچی کرچی ہو کر فرش پر بکھر گئے۔ ساوتری کی چیخیں نکل گئیں خوف سے اس کا جسم کانپنے لگا۔

اس نے شنکر کے سینے میں چھپتے ہوئے کہا! ''شنکر جی! کہیں بھاگ چلیں دیواریں بیٹھنے والی ہیں۔''

شنکر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا! ''بھاگنا بے کار لگتا ہے۔''

اسی وقت ایک دربان نے اندر آ کر کہا! ''شنکر جی! گنیش دیوتا بھگوان کے مندر کے مہا دیو کلیان جی آئے ہیں۔ اندر آنے کی آگیا چاہتے ہیں۔''

شنکر نے حیرت سے کہا! ''کلیان جی آئے ہیں...... اس طوفان میں! رات کے اس سمے! لگتا ہے کسی بہت بڑے دیوتا کی شکتی کی

سہاتیا سے آیا ہے۔"

ساوتری نے سنبھل کر کہا! "ہوسکتا ہے گنیش دیوتا بھگوان نے مہادیو کو ہماری سہاتیا کے کارن بھیجا ہو۔"

شنکر نے دربان کی طرف دیکھ کر کہا! "مہادیو کو اندر آنے کی آگیا دی جاتی ہے۔"

دربان پچھلے پاؤں خوابگاہ سے نکل گیا..... چند لمحوں بعد ماہ دیوکلیان شنکر کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔

شنکر نے آگے بڑھ کر کلیان جی کے قدم چھوتے ہوئے کہا! "لگتا ہے گنیش دیوتا بھگوان نے ہماری بنتی پراپت کی ہے اور مہادیو کو ہماری سہاتیا کے لیے بھیجا ہے۔" ساوتری مہادیو کے قدموں پر گر کر رونے لگی۔

مہادیو نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا!

"دھیرج اور ہمت سے حالت کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ رونے سے دکھوں کی گھٹائیں اور زیادہ گھنگھور ہو جاتی ہیں۔"

ساوتری نے کہا! "مہادیو جی! آپ کے آنے سے ہمیں شانتی مل گئی ہے۔"

شنکر نے ایک مسند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! "مہادیو جی! اس مسند پر آرام سے بیٹھو..... جب تک طوفان کم نہیں ہوگا۔ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے۔

مہادیو نے مسند پر بیٹھتے ہوئے کہا! "شنکر جی! جانتے ہو یہ طوفان کیوں آیا ہے۔"

شنکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "نہیں مہادیو جی..... ہم بالکل انجان ہیں۔"

مہادیو نے چھت پر جھولتے ہوئے فانوس کی طرف دیکھ کر کہا! "ایک مرتبہ پہلے بھی ایک ایسا ہولناک طوفان آیا تھا..... تمہیں یاد ہوگا ایک برس پہلے کی بات ہے..... اس وقت بھی اس وادی میں ایک نردوش کا خون بہایا گیا تھا۔

شنکر نے مہادیو کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! "ہاں ایک ایسا ہی طوفان لگ بھگ ایک برس پہلے آیا تھا۔ لیکن آپ کس بے دوش کی بات کر رہے ہیں..... ہمیں یاد نہیں کس کا خون بہایا گیا تھا..... خون تو بہتے رہتے ہیں..... سنسار میں ہر جگہ قتل و خونریزی ہوتی رہتی ہے۔"

مہادیو نے فرش پر بکھرے ہوئے شیشے کے ٹکڑوں کی طرف دیکھ کر پوچھا! "شیشے کی یہ کرچیاں اس فانوس کے ٹوٹنے سے بکھری ہونگی۔"

ساوتری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "جی مہادیو جی! بڑے زور کی بجلی ٹوٹی تھی لگتا تھا پربت ٹوٹ کر وادی میں جا گرا ہے۔"

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا! "تم ٹھیک کہتی ہو..... پربت ٹوٹ کر وادی میں گرا ہے۔"

پھر اس نے شنکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "شنکر جی! جانتے ہونا..... بادل سنگھ بے دوش قتل ہوا تھا....."

شنکر نے ہکلاتے ہوئے کہا! "بادل سنگھ..... آپ بادل سنگھ کی کتھا کیوں سنانے آئے ہیں..... آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں..... ہم نے بادل سنگھ کو قتل نہیں کیا۔"

مہادیو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "ہم تمہیں بادل سنگھ کا مجرم نہیں کہتے۔ ہم سب اس کے مجرم ہیں..... ہم سب اسکے قتل کے

جرم میں برابر کے شریک ہیں.......ہم سب نے مل کر بڑے ظلم سے اس بے دوش کا خون بہایا تھا.......اس وقت بھی اسی طرح طوفان آیا تھا...... ہزاروں چراغ بجھ گئے تھے۔ ہر طرف اندھیرے چھا گئے تھے......اسی طرح دیواریں کانپتی رہی تھیں...... آج پھر ایک نردوش کا خون بہایا گیا ہے......ایک کول کرن کو لہو کے ساگر میں ڈبو دیا گیا ہے۔ پورن ماشی کے پورے چاند کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے موت کی اندھیری غار میں پھینک دیا گیا ہے۔''

شنکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''مہا دیو جی! ہم پہلے سے ہی بہت خوف زدہ ہیں۔ آپ موت کی باتیں کر کے ہمیں اور زیادہ خوفزدہ کیوں کرتے ہیں...... بادل سنگھ کو کسی نے قتل نہیں کیا تھا۔ اسے جنگل کے درندے نے ہلاک کر دیا تھا۔ اور اس بات کو سارا جگ جانتا ہے۔''

مہا دیو نے مغموم مسکراہٹ سے کہا!''شنکر جی! آپ مان جائیں کہ بادل سنگھ کو جنگل کے درندوں نے نہیں مارا تھا......بادل سنگھ اس قلعے کے درندوں کے ہاتھوں ہلاک ہوا تھا۔''

شنکر نے غصے سے کہا!''تم راجہ کو بادل سنگھ کو قاتل کہنا چاہتے ہو۔''

مہا دیو نے بگڑتے ہوئے کہا!''ہاں! راجہ بادل سنگھ کا قاتل ہے اس نے اسی طرح بادل سنگھ کو قتل کیا تھا۔ جس طرح آج اس کے بیٹے نے تمہاری بیٹی کا خون بہایا ہے۔''

شنکر نے دہاڑتے ہوئے کہا!''یہ تم نے کیا کہہ دیا مہا دیو جی...... ہماری بیٹی کو راجکمار نے......''

مہا دیو کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں......شنکر جی! برہما کی سندر اور کول واگیشوری کو راکھشش راجکمار نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہے......بھگوان نے جس کو کنول کی کشتی پر بٹھا کر سنسار میں بھیجا تھا۔ ظالم راجکمار نے اس کو لہو میں ڈبو دیا ہے۔''

ساوتری کی چیخ نکل گئی اس نے مہا دیو کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا!''مہا دیو جی! ہماری بیٹی کو کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے...... ہماری بیٹی کو کیوں مارا گیا ہے۔ یہ اینائے کیوں ہوا ہے۔''

مہا دیو نے ساوتری کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!''بیٹی! دھیرج بھگوان کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔''

شنکر نے تلوار اٹھاتے ہوئے کہا!''ہم واگیشوری کے خون کی ایک ایک بوند کا حساب لیں گے۔ واگیشوری ہماری بیٹی تھی۔ راجکمار کو اس ظالمانہ کاروائی کی بہت بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ واگیشوری کسی اچھوت کی بے قیمت بیٹی نہیں تھی۔''

مہا دیو نے کہا!''اگر ہم سب اچھوتوں، کسانوں اور کمزوروں کی خونریزی کو برداشت کرنے کے عادی مجرم نہیں ہوتے تو آج ہماری رگوں سے اس طرح بے دردی سے کسی کو خون نچوڑنے کی جرات نہیں ہوتی۔ ہماری کمزوریاں راجوں مہاراجوں کی شکتی بنتی ہیں۔''

ساوتری رو رہی تھی......شنکر کا بدن غم و غصے سے لرز رہا تھا۔

شنکر نے کہا!''مگر راکھشش راجکمار نے واگیشوری کو کیوں قتل کیا ہے۔''

مہا دیو نے کہا!''شنکر جی! صورت حال بے حد سنگین ہو چکی ہے۔ ایک بہت بڑا خونی طوفان آنے والا ہے۔ وقت بہت کم ہے۔ جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے۔''

شنکر نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا! واگیشوری! ہم تمہاری بیکل اور گھائل آتما کی شانتی کے لیے تمہارے قاتل کو ٹکڑوں میں تقسیم کریں گے۔ تمہارے خون کی بوند بوند کا بڑا بھیانک انتقام لیں گے...... راجہ اور رانی اپنے راجکمار کے غم میں اسی طرح تڑپیں گے جس طرح ہم تمہارے غم میں تڑپ رہے ہیں۔"

مہادیو نے اس کے کندھے پر محبت بھرا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "شنکر بیٹے! دھیرج سے کام لو...... راجکمار کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہیں...... آ کاش کے بھگوان نے اس کی ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم ایک راجکمار کی بات کرتے ہو ہم اس بے درد اور ظالم خاندان کے ہر فرد کی موت کے اعلان سن رہے ہیں۔"

شنکر نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا! "نہیں مہادیو جی نہیں...... ظالم راجکمار کو کوئی نہیں مار سکتا...... کوئی دیوتا کوئی اوتار اور کوئی رشی منی اسے مارنے کی کوشش کریگا تو ہم اس کا راستہ روکیں گے...... ساون کمار ہمارا مجرم ہے۔ ہم اسے اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کریں گے تو ہماری آتما جنم جنم دکھی رہے گی۔"

مہادیو نے کہا! شنکر! تم جذبات کے دھاروں میں بہتے جا رہے ہو۔ ہم تمہیں صورت حال کی سنگینی کا احساس دلانے آئے ہیں۔ ایک خوفناک خونی سیلاب آنے والا ہے۔ بڑی تباہی پھیلنے والی ہے۔"

ساوتری نے کہا! "مہادیو جی! اس سے بڑی تباہی اور خونریزی کیا ہو سکتی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں واگیشوری کے غم میں آ کاش رو رہا ہے۔"

مہادیو نے کہا! "تم ٹھیک کہتی ہو...... آ کاش رو رہا ہے۔ سمے تڑپ رہا ہے۔ اور برہا غصے سے گرج رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں موسم اور سمے کے اسی طوفان نے سب کچھ برباد ہونے سے بچایا ہوا ہے۔ اگر اس ہولناک طوفان نے درندوں کے راستے میں اپنی سختی کی دیواریں کھڑی نہیں کی ہوتیں تو اب تک یہاں خون کی ندیاں بہہ گئیں ہوتیں۔"

شنکر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔؟

مہادیو کلیان نے کہا! "شنکر! واگیشوری کے قتل کے دردناک سماچار تو آئندہ برپا ہونے والے ایپائے اور ظلم کی ابتدا تھی۔ انتہا بہت بھیانک اور دردناک ہوگی۔ راجہ ریا شیانگ نے آپ کے سارے خاندان کے قتل کا فرمان جاری کر دیا ہے۔ یہ تمہاری اور تمہارے خاندان کی بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ موسم نے برہم ہو کر بے رحم بھیڑیوں کو اپنے اپنے ٹھکانوں میں بند کر رکھا ہے۔"

شنکر نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا! "کیا کہا...... راجہ ریا شیانگ نے ہمارے سارے خاندان کے قتل کا حکم دے دیا ہے۔ مگر کیوں...... ہم نے کیا جرم کیا ہے...... ہم سے وہ کونسی ایسی خطا ہوئی ہے جس کی سزا ہمارے پورے خاندان کو ملنے والی ہے...... مدھوکر بھائی کہاں ہے...... وہ تو راجہ کی سینا کا سیناپتی ہے...... یہ سب کیا ہے؟"

مہادیو نے کہا! "شنکر جی! وقت بہت کم ہے...... حالات بہت زیادہ سنگین بہت زیادہ بوجھل اور بہت زیادہ گھمبیر ہو چکیں ہیں...... واگیشوری کو راجہ کے آدیش پر عمل کرتے ہوئے قتل کیا گیا ہے...... راجہ نے لکھا ہے کہ مدھوکر باغی ہو کر مسلمان بادشاہ سے ساز باز کرتا ہوا پکڑا گیا

ہے..... مدھوکر کی ناکام بغاوت کے جرم میں تم سب کو موت کے سزا دی جانے والی ہے۔"

شنکر نے چیختے ہوئے کہا! "نہیں..... یہ کوئی گھناؤنی سازش ہے۔ مدھوکر آسام کا غدار نہیں ہوسکتا..... وہ ہندو جاتی کا وردھی نہیں بن سکتا..... مدھوکر کو راجہ نے قتل کر کے کوئی بہت گہری چال چلی ہے۔"

کلیان جی نے شنکر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! "آپ نے ٹھیک کہا ہے مدھوکر ہندو جاتی کا وردھی نہیں بن سکتا وہ آسام کا غدار نہیں ہوسکتا۔ راجہ نے مدھوکر کو سازش کے تحت قتل کیا ہے۔ یہ کہانی بہت طویل اور دردناک ہے..... کملا دیوی کے پتی دیو راجہ سبھاش کے قتل کے سما چار نے تمہارے خاندان کو بہت زیادہ مشتعل اور غمگین کیا ہوا تھا۔ ہم جانتے ہیں مدھوکر کو اپنے بہنوئی کے قتل اور بہن کی مانگ اجڑنے کا بہت زیادہ دکھ تھا۔ اس کے من میں انتقام کی آگ کا الاؤ جلتا رہتا تھا۔ وہ مسلمان حاکم کے خون سے اپنے انتقام کی چتا کو ٹھنڈا کرنے کے جنون میں مبتلا تھا۔ تم دکھی نہیں ہونا شنکر جی ہم ایک بہت بڑی تلخ حقیقت کا اظہار کرنے والے ہیں تمہارے بھائی سیناپتی مدھوکر نے بغاوت کی ہے۔"

نہیں" شنکر نے چلاتے ہوئے کہا! "بھگوان کے واسطے مہادیو جی آپ اتنے وشواش اور یقین سے یہ بات نہیں کہو..... مدھوکر پر بغاوت کا الزام بالکل غلط ہے..... وہ کسی حال میں بھی باغی نہیں ہوسکتا..... وہ ایک غیور آسامی تھا۔

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا! "اور اسی وجہ سے ہم پورے وشواش سے کہہ رہے ہیں کہ مدھوکر نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہوگا..... جس طرح ہم تم باغی ہو رہے ہیں..... بالکل اسی طرح مدھوکر نے بغاوت کی ہوگی اور اگر وہ بغاوت نہیں کرتا تو ہم اسے بے غیرت اور بزدل کہتے۔"

شنکر نے کہا! "مہادیو جی! تمہاری باتیں ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ تم کہنا کیا چاہ رہے ہو..... ہم بہت پریشان ہیں ہمیں اور زیادہ پریشان نہ کیا جائے۔ ہماری آتما کے ساتھ ساتھ ہمارے ذہن کو گھائل کرو گے تو ہم پاگل ہوجائیں گے۔"

مہادیو نے کہا! "شنکر جی! تمہاری معلومات کے مطابق کیا راجہ سبھاش چند کو مسلمانوں نے قتل کیا ہے؟"

شنکر نے کہا! "اس میں کوئی شک وشبے والی بات نہیں۔"

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا! "اور اس سلسلے میں ہماری جانکاری یہ ہے۔ کہ راجہ سبھاش چند زندہ ہے۔ اور مسلمان حاکم کا منہ بولا بیٹا بنا ہوا ہے۔"

ساوتری نے مہادیو کے چرنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "مہادیو جی! بھگوان کے لیے ایسی انہونی کہانی نہیں سناؤ۔"

مہادیو نے ساوتری کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! "ساوتری بیٹی! ہم بانورے نہیں ہم کسی انہونی کتھا کہانی کو بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک بہت بڑی حقیقت کا انکشاف کر رہے ہیں..... جس وقت ہمیں یہ کتھا بتائی جارہی تھی تو ہم خود تمہاری طرح حیران ہوئے تھے۔ لیکن جب سنانے والوں نے کڑیوں سے کڑیاں ملا کر حالات کی زنجیر کو پھیلایا تو ہمیں ماننا پڑا کہ سبھاش چند مہاراجہ کرشن کماری کی بھیانک سازش کا شکار ہوتے ہوئے بھگوان کی کرپا سے بچ کر ساحل پر پہنچ گیا..... مہاراجہ کرشن کمار سبھاش چند کو قتل کرانا چاہتا تھا..... شب خون کا ڈھونگ رچایا گیا تھا۔ ساجن مہاراجہ کرشن کمار کے محافظ دستے کا سردار ہے۔ مہاراجہ نے سبھاش کے قتل کی ذمہ داری ساجن کو سونپی تھی..... ساجن درپردہ چندر کانت کا حامی ہے

اس نے قلعے سے باہر آ کر سبھاش کو سب کچھ بتا دیا۔"

"اوہ بھگوان!" شنکر نے کہا! "یہ ہم کیا سن رہے ہیں..... کملا دیوی کہاں ہے؟ ہمیں تو یہ ساری کتھا کہانی افسانہ لگتی ہے..... آخر مہاراجہ نے سبھاش چندر کے قتل کا تہیہ کیوں کیا ہوگا.....؟

مہادیو نے کہا! "مانڈھی کے قلعے پر مسلمانوں نے قبضہ کیا تو تمہارا بھانجا دیپک خوفزدہ ہو کر قلعے سے بھاگ نکلا..... کم سن بچہ جنگلوں اور پربتوں میں ٹھوکریں کھاتا ہوا مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا تھا..... مسلمان حاکم نے اس کو محبت کی آغوش میں لے لیا..... دیپک کی گم شدگی کے غم میں کملا دیوی دیوانی ہو کر قلعے سے نکلی اور کسی نہ کسی طرح وہ بھی مسلمانوں کے لشکر گاہ میں پہنچ گئی..... دیپک کمار نے مسلمان حاکم سے کہا تھا کہ اس کی ماتا کو مسلمان سردار نے قتل کر دیا ہے..... حاکم نے اپنے اسی سردار کو طلب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر ہمارا سینا پتی دیپک کی ماتا کی قتل کے جرم میں ملوث ہوا تو ہم اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ خوش قسمتی سے کملا دیوی اس سردار کے پہنچنے سے پہلے حاکم کے پاس پہنچ گئی۔ حاکم نے کملا دیوی کو بیٹی کہا اور پھر دوسرے روز بڑے اعزاز اور بڑی عزت کے ساتھ اس کو سبھاش جی کے پاس راجدھانی پہنچا دیا..... جو مسلمان سردار کملا دیوی اور دیپک کو راجدھانی چھوڑنے گیا تھا۔ مہاراجہ اور اس کی ماتا مہارانی نے اس کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی کرنی شروع کر دی۔ دیپک کمار اور کملا دیوی سے مہاراجہ اور ماتا مہارانی کی یہ ذہنی اور اخلاقی پسماندگی برداشت نہیں ہوئی۔ دیپک کمار نے سر دربار کہا! "مسلمان حاکم ہمارا مہمان ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ اپنوں سے زیادہ اچھا سلوک کیا ہے..... ہم اس کے بھیجے ہوئے سینکوں کی توہین برداشت نہیں کر سکتے..... پھر کملا دیوی نے بھی دیپک کے کہے ہوئے لفظوں کی تصدیق اور تائید کرتے ہوئے کہا! "مہاراجہ کے رویئے ہمیں احتجاج پر مجبور کر رہے ہیں..... دیپک نے لفظ لفظ سچ کہا ہے..... مسلمان حاکم وقت کا ساگر ہے....." مہاراجہ اور ماتا مہارانی دیپک اور کملا دیوی کے دشمن بن گئے۔ اور تمہیں تو معلوم ہے کہ کرشن کمار اور اس کی ماتا کتنے ظالم اور بے درد ہیں..... سبھاش چندر کی موجودگی میں وہ اپنے غصے کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکتے۔

شنکر نے بے چین ہو کر پوچھا! "تو کیا کملا دیوی اور دیپک کمار شیو دیوتا بھگوان کی شکتی کے حصار میں ہیں؟"

مہادیو نے کہا! "جی ہاں! شیو دیوتا بھگوان ان کی رکھشا کر رہا ہے۔"

پھر ایک لمحے کے سکوت کے بعد مہادیو نے کہا! "شنکر جی! کیا اب بھی بات واضح نہیں ہوئی..... مدھوکر جی اگر راجدھانی کے اندر پہنچ جاتا تو ظاہر ہے کملا دیوی کی شکتی بڑھ جاتی..... بہن کی پتا اور مہاراجہ کی نیت سے جانکاری کے بعد مدھوکر جی مہاراجہ کا خیر خواہ نہیں رہ سکتا تھا..... اس خطرے کے پیش نظر مہاراجہ نے ایک خفیہ پیغام بھیجا کہ مدھوکر کو راجدھانی سے باہر کسی یدھ میں قتل کر دیا جائے..... اس طرح مدھوکر کا قتل بھی مسلمان حاکم کے نام لکھ دیا جاتا ہو سکتا ہے مدھوکر اس کا علم ہو گیا ہوگا..... پھر مسلمان حاکم کے جاسوسی نظام نے مدھوکر کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ سبھاش چندر زندہ ہے اور بڑے باوقار طریقے سے آسام کے روشن مستقبل کے لیے مسلمان کی جدوجہد میں شریک ہے۔"

شنکر اور ساوتری کی آنکھیں چمک رہی تھیں..... انہیں دور اندھیروں میں امیدوں اور آشاؤں کے چراغ جلتے دکھائی دے رہے تھے..... ان کے چہروں پر امیدوں کے رنگ بکھرتے جا رہے تھے"

شنکر نے کہا! ''آپ نے کہا...... سبھاش چندر آسام کے روشن بھاوش کے لیے مسلمان حاکم کی جدوجہد میں بڑے وقار سے حصہ لے رہا ہے...... کیا مسلمان حاکم آسام کے مستقبل کو تابندہ اور تابناک دیکھنے کے سپنے دکھا رہا ہے...... یہ سپنا ہے...... مگر ہم اس حد تک مجبور ہو گئے ہیں...... ہمیں اتنا مجبور کر دیا گیا ہے...... ہم غلامی کے اس طوق کو پھولوں کا ہار سمجھنے پر رضا مند ہیں اس ذلت بھری آزادی سے وہ غلامی بہتر ہے جسے کملا دیوی اور روپک نے پسند کیا...... ہم بھی بڑے وقار سے مسلمانوں کی غلامی کی بھاری بھاری زنجیریں پہن کر باغی ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔''

مہادیو نے کہا! ''شاید ہم نے بہت کچھ وقت سے بہت پہلے کہہ دیا ہے...... شنکر جی مسلمان حاکم اپنی سلطنت کی حدوں کو بڑھانے کا ارادہ نہیں رکھتا...... شنکر شاید تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ مہاراجہ جے دھج سنگھ کا دیہات نہیں ہوا اس کو دھوکے اور فریب سے مارا گیا تھا۔''

ہاں! مہادیو نے بڑے وثوق سے کہا! ''مہاراجہ جے دھج سنگھ کو بے دردی سے قتل کیا گیا تھا......

شنکر نے پوچھا! ''مہاراجہ جے دھج سنگھ کو کس نے قتل کیا تھا؟''

مہادیو نے شنکر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! ''جس نے اپنے پتا بادل سنگھ کو قتل کروایا تھا اسی نے موقع پا کر اپنے چچا مہاراجہ جے دھج سنگھ کی خوابگاہ میں آگ اور دھوئیں کا بھیانک کھیل کھیلا تھا۔''

باہر بادل گرج رہے تھے۔ بجلی کی تلواریں چمک رہی تھیں۔ وادی لرز رہی تھی۔ ریتی ہوئی برکھا کے پانیوں کا شور تیز تر ہوتا جا رہا تھا...... چھت کے فانوس جھول رہے تھے۔

مہادیو نے کہا! ''شنکر جی بے رحم حالات کے تقاضے بڑے شدید تھے...... مدھوکر کے سامنے آبرومندی کی موت کے دروازے کے سوا جیون کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے...... مدھوکر نے بغاوت کر کے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہم بہت پریشان ہیں...... ترمک سنگھ نے مندر کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔ بادو باروں کے اس طوفان کے تھمتے ہی وہ مندر پر حملہ کر دے گا۔''

شنکر نے کہا! ''مندر کو کس لئے محاصرے میں لیا گیا ہے؟''

مہادیو نے کہا! ''پہلے تو راجکمار ساون اپنی ہوس کی تسکین کے لیے کاجل کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اب وہ راجہ کے حکم کی تعمیل کے لئے کاجل اور اس کی ماتا کو مندر سے برآمد کرے گا۔''

شنکر نے کہا! ''کاجل بیٹی اور اس کی ماتا مندر میں ہیں؟''

مہادیو نے کہا! ''ہاں! وہ مندر میں ہیں اور ان کی رکھشا کے لئے بھگوان نے بڑے شری مانوں اور شکتی والے دیوتاؤں کو مامور کیا ہے...... تم دیکھو گے راجکمار کی سینا خون کی ندیوں میں ڈوب گی......''

شنکر نے کہا! ''ہم خود ان کی رکھشا کے لئے آگے بڑھیں گے......''

مہادیو نے کہا! ''ہمیں یہی امید تھی...... یہ بتاؤ اس وقت بندی خانے میں تمہارے پاس کتنے مسلح سینک ہیں اور تم کتنے لوگوں پر اعتماد کر سکتے ہو۔''

شنکر نے چھت کے جھولتے ہوئے فانوس کی طرف دیکھتے ہوئے پراسرار لہجے میں کہا!''مہا دیو جی! ہمارے پاس صرف ایک سپاہی ہے......اور ہمیں وشواش ہے کہ وہ ایک اکیلا اس قلعے کی مضبوط بنیادوں کو ایک ٹھوکر سے ہلا سکتا ہے......راجہ ریاشیا تنگ سے مہاراجہ کرشن تک اس کی شکتی سے آگاہ ہیں......''

مہا دیو نے حیرتوں میں ڈوبتے ہوئے کہا!''تم کس سپاہی کی بات کر رہے ہو......وہ کوئی دیوتا ہوگا......''

جی مہا دیو جی! شنکر نے مہا دیو کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''وہ دیوتا ہے......''

مہا دیو نے کہا!''اگر وہ کوئی دیوتا ہے تو پھر ہمیں اس سے جانکاری کیوں نہیں......اس کا نام کیا ہے؟''

شنکر نے کہا!''اس کا نام......اس کا نام......نہیں مہا دیو جی نہیں......اس کے آکاش جتنے اونچے نام کا ہماری چھوٹی زبان سے ادا ہونا بہت مشکل ہے۔تم اس کو گمنام دیوتا یا گمنام سپاہی کہہ سکتے ہو......''

مہا دیو نے کہا!''لگتا ہے تمہاری آتما کا درد تمہارے حواس پر چھا گیا ہے......شنکر جی! ہوش میں آؤ......وقت کی نزاکتوں کو سمجھ کر جوانمردی سے مقابلے کی تیاری کرو۔''

اسی لمحے دربان نے اندر آ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''شنکر جی مہاراج......پردھان منتری بہت سارے سینکوں کے ساتھ آیا ہے وہ دربانوں کو نہتا کر رہا ہے۔''

شنکر نے غصے سے میان سے تلوار نکالتے ہوئے کہا!''پردھان منتری کو اس کی موت کھینچ لائی ہے۔''

مہا دیو نے کہا!''نہیں ایسا نہیں ہے شنکر جی پردھان منتری بھروسے کا آدمی ہے۔''

''پھر وہ ہمارے سینکوں سے ہتھیار کیوں چھین رہا ہے؟''

مہا دیو نے کہا!''ابھی اسے تمہارے ارادوں کا علم نہیں ہے نا......ہم پردے کے پیچھے چھپ جاتے ہیں تم اپنی تسلی کے لیے اس سے بات کر سکتے ہو۔''

مہا دیو پردے کے پیچھے چھپ گیا۔چند لمحوں بعد پردھان منتری شاستری شنکر کی خوابگاہ میں داخل ہوا اس کا لباس بھیگا ہوا تھا......''

شنکر نے تلوار کے قبضے پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا!''شاستری جی! تمہارے راجکمار نے ہماری نردوش اور پوتر بیٹی واگیشوری کو قتل کر دیا ہے۔ہم انتقام اور غم و غصے کی آگ میں جل رہے ہیں......ہماری آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے......ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ راجکمار سے پہلے تم ہمارے غصے کی بھینٹ چڑھ جاؤ گے۔''

شاستری نے آتش دان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا!اس قلعے میں روزانہ خون بہایا جاتا ہے......لگتا ہے آج کی رات کا طوفان سارے مظالم کا حساب چکانے آیا ہے۔''

شنکر نے تلوار کی دھار پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا!''تم اس وقت کیا کرنے آئے ہو؟''

شاسترو نے آہستہ سے کہا! ''ہم اپنائے کے خلاف بغاوت کے پرچم بلند کرنے والے مہادیوں کی تعداد کا اندازہ لگانے آئے ہیں۔''

شنکر نے آگے بڑھ کر پردھان منتری شاسترو کے چرنوں کو چھوتے ہوئے کہا! ''شاسترو جی! تم مہان دیوتا ہو تم نے ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیا ہے۔''

شاسترو آتش دان کے سامنے کھڑا تھا..... ساوتری کی آنکھوں میں امیدوں کی چمک تھی۔''

ساوتری نے پردھان منتری کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! شاسترو جی! راگیشوری نردوش تھی وہ کسی پھول کی طرح کول تھی۔ وہ چاند کی کرنوں کی طرح پوتر تھی..... اس کو قتل کر کے راجکمار نے بہت بڑا پاپ کیا ہے۔''

شاسترو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''سردست اس دردناک کتھا کو بھلا کر مستقبل قریب کے بارے میں وچار کرنے دو..... واگیشوری ہم سب کی بے غیرتی کی بھینٹ چڑھی ہے۔ ہم سب بے غیرت کمینے اور بزدل لوگ ہیں۔ ہماری بزدلانہ خاموشیوں اور مفاد پرستوں نے راجہ کے خاندان کو ظالم بنا رکھا ہے۔''

مہادیو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آتش دان کے قریب پہنچ کر بولا! ''شاسترو جی نے ٹھیک کہا ہے..... یہاں ہر روز لوگوں کا خون بہایا جاتا رہا ہے..... خونخوار راجہ گدھ بن کر زندہ لاشوں کو نوچتا رہا ہے۔ مگر ہم سب تماشائی بن کر کمزوروں اور بے نواؤں کے تڑپنے اور سسک سسک کر مرنے کے دردناک مناظر دیکھتے رہے ہیں اگر ہم نے پہلے قتل پر خاموش رہنے کی بجائے احتجاج کا راستہ اختیار کیا ہوتا تو آج راگیشوری قتل نہیں ہوتی۔''

شاسترو نے مہادیو کے قدم چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''مہادیو جی! اس وقت یہاں.....''

مہادیو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''تم جانتے ہو اب سونے کا وقت نہیں رہا۔''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد شاسترو نے کہا! ''شنکر جی کو بندی خانے بھیج دیا جائے تو مناسب رہے گا..... اس طرح ہم راجکمار کو دھوکا دے سکیں گے۔''

شنکر نے کہا! ''ہم بھی بندی خانے میں رہنا پسند کریں گے۔ بندی خانے میں ہماری شکتی بند ہے۔ ہم اپنی شکتی کو آزاد کر کے راجہ کے ایوانوں کی بنیادیں ہلا دیں گے۔''

شاسترو نے شنکر کی طرف گہری نظروں سے دیکھ کر پوچھا! ''شنکر جی! تم کہنا کیا چاہتے ہو.....؟''

شنکر نے کہا! ''پردھان منتری جی..... اس سلسلے میں ابھی ہم سے کوئی بات نہیں کرو۔ وقت آنے پر تمہارے ہر سوال کا جواب دیا جائے گا۔ سردست تم ہمیں اپنے طریقے سے قیدی بنا کر بندی خانے میں بھیج دو۔''

پردھان منتری نے کچھ سوچ کر تالی بجائی..... پندرہ بیس مسلح سپاہی تیزی سے شنکر جی کی خوابگاہ میں داخل ہوئے.....

پردھان منتری نے بڑے دبدبے سے کہا! شنکر جی اور اس کی دھرم پتنی کو قیدی بنا کر بندی خانے میں ڈال دو..... راجکمار کے دوسرے حکم تک ان کو زندان میں رکھا جائے۔''

شنکر نے تلوار اٹھانے کی اداکاری کرنی چاہی مگر پردھان منتری نے تیزی سے اپنی تلوار میان سے نکال کر کہا! ''شنکر جی! لگتا ہے تمہیں

وقت سے پہلے مرنے کا بہت شوق ہے۔ گھبراؤ نہیں تمہارے اس شوق کو کل تک پورا کر دیا جائے گا۔" سپاہیوں نے شنکر اور اس کی دھرم پتنی کو حراست میں لے لیا تھا۔

شنکر نے غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا! "پردھان منتری جی تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔"

شاسترو نے کہا! "سردست تم آرام سے بندی خانے چلو اچھا کیا ہے برا کیا ہے اس کا فیصلہ بہت جلد ہونے والا ہے۔"

شنکر نے کہا! "اگر ہم بندی خانے جانے سے انکار کر دیں تو تم کیا کرو گے۔"

شاسترو نے تلوار کی نوک اس کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا! "کہا نا تمہیں وقت سے پہلے مرنے کا شوق ہے اگر تم نے انکار کیا۔ تو ہمیں تمہارے اس شوق کو پورا کرنے کا ادھیکار ہے...... بہتر ہے تم کو جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو اس میں تمہاری بہتری ہے۔ ہم ساوتری کے سامنے تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتے۔"

ساوتری نے پردھان منتری کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "شاستری جی! ہمارے پتی دیو کو کچھ نہیں کہا جائے۔ ہم پہلے ہی بہت دکھی ہیں۔"

شنکر نے مہادیو کلیان کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہادیو جی!...... تمہارے سامنے ہمیں موت کے اندھیرے کھڈ میں دھکیلا جا رہا ہے۔ ہمارے لیے کچھ کرو۔"

مہادیو نے کہا! ہم نے دیوتاؤں کے حکم کا پالن کرنا ہے دیوتاؤں نے تمہارے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے وہ ہر قیمت پورا ہو گا تم جانتے ہو دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔"

"کیا دیوتاؤں کا یہی فیصلہ ہے پردھان منتری جی۔ یہ دیوتاؤں کے فیصلوں کا پالن کیا جا رہا ہے۔"

شنکر نے کچھ کہنا چاہا مگر ساوتری نے کہا! "شنکر جی! زمانہ ظلم پر تل گیا ہے۔ ہم کسی بڑی گھناؤنی سازش کا شکار ہو گئے ہیں...... لگتا ہے ہمارا وقت ختم ہو گیا ہے۔"

مہادیو نے ساوتری کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا! وقت کسی کا ختم ہو گیا ہے کس کس کے جیون کے دن پورے ہو گئے ہیں اس سلسلے میں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا...... وقت خود فیصلہ کریگا کہ اس نے کس کس سے دامن چھڑا لیا ہے۔"

شنکر اور ساوتری مسلح سپاہیوں کے نرغے میں بندی خانے کی طرف چل پڑے۔ شنکر جی کی محل نما حویلی اور زندان کے بڑے دروازے کے درمیان چند قدموں کی مسافت کا فاصلہ تھا۔ مگر اس وقت چند قدموں کا یہ فاصلہ کوسوں کی کٹھن اور دشوار گزار مسافت کی طرح لگ رہا تھا۔ طوفانی ہواؤں کے جھکڑ بے قرار روحوں کی طرح چنگھاڑتے پھرتے تھے۔ بڑی بڑی مضبوط چٹانیں پربت کی چوٹیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گہری وادیوں میں گر رہی تھیں۔ خوفناک دھماکے ہو رہے تھے۔ بجلی کے کڑاکوں سے دھرتی لرز رہی تھی۔ زندان کے بڑے دروازے کے آگے ایک لمبی سی پتھر کی ڈاٹ بنی ہوئی تھی۔ پردھان منتری شاسترو اور اس کے سپاہی بڑی دشواریوں سے اس ڈاٹ کے نیچے پہنچے۔"

پردھان منتری نے ایک سپاہی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا!" بندی خانے کا دروازہ کھٹکھٹاؤ......

سپاہی نے دونوں ہاتھوں سے بندی خانے کے آہنی دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد دروازے کے ساتھ لگی ہوئی چھوٹی سی کھڑکی کھلی اور کسی نے باہر اندھیرے میں جھانکتے ہوئے کہا!" کون ہو اور اس وقت کیا چاہتے ہو؟

سپاہی نے کہا!" دروازہ کھولو...... پردھان منتری اندر آنا چاہتے ہیں۔"

" ایک ثانیہ توقف کے بعد کسی نے پوچھا!" پردھان منتری کہاں ہے۔"

پردھان منتری شاستر و نے کھڑکی کے قریب آ کر اندر جھانکتے ہوئے کہا!" ہم یہاں موجود ہیں...... تم داروغہ جی ہو نا......؟"

" جی! ہم داروغہ ہیں...... ابھی دروازہ کھولتے ہیں۔"

کئی سپاہیوں نے اندر سے دروازے کو کھولا آہنی دروازے کا شور بادو باراں کے طوفانی شور میں ڈوب گیا...... دروازے کی ڈیوڑھی میں پندرہ بیس مسلح دربان جلتی ہوئی مشعلیں لئے کھڑے تھے۔ پردھان منتری کے پیچھے پیچھے شنکر ساوتری اور مہادیو کلیان جی ڈیوڑھی میں داخل ہوئے۔"

داروغہ نے حیرت واستعجاب سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!" شنکر جی! تم بھی......؟"

شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا!" داروغہ جی...... ہمارے ساتھ ہماری دھرم پتنی ساوتری بھی ہے۔ ہم تمہارے مہمان بن کر آئے ہیں۔"

داروغہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر کہا!" دھن واد مہاراج جنم جنم مہمان رہو مگر ہم اس ساری کلپنا کا مطلب نہیں سمجھ رہے۔"

پردھان منتری شاستر و نے داروغہ کے قریب جا کر کہا!" داروغہ جی ہمیں جلدی ہے تم جانتے ہو آج کی رات کتنی بھیانک کتنی ڈراؤنی کتنی خوفناک ہے۔ دیواروں کے باہر جگہ جگہ موت کے عفریت ناچتے پھرتے ہیں...... شنکر ساوتری اور ان کے یہ دربان راجہ کے خاص قیدی ہیں ہمارا خیال ہے تم راجہ کے خاص قیدیوں کا خاص خیال رکھنے کے آداب سے اچھی طرح واقف ہو یہ زیادہ دیر تک ہماری تحویل میں نہیں رہیں گے...... کل جو بڑے انقلاب برپا کرنے والی ہے۔ ان سب کو اپنی تحویل میں لے لیگی۔"

داروغہ چھپٹی چھپٹی نظروں سے کبھی پردھان منتری کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی شنکر اور ساوتری کی طرف دیکھتا تھا۔ شنکر کے چہرے پر طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

شنکر نے مسکراتے ہوئے بڑے دھیمے لہجے میں کہا! داروغہ جی! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ سنسار ہے اس کو دھوپ اور چھاؤں کے رنگوں سے بنایا گیا ہے۔ اس وقت ہم کو احتساب کے جس جہنم میں دھکیلا جا رہا ہے۔ کل کو اسی دہکتے ہوئے دوزخ میں راجوں مہاراجوں کو پھینکا جائے گا تم چاہو جو سلوک کرو ہم کچھ نہیں کریں گے...... ہم اپنے گناہوں کے نرگ کی آگ میں جل کر کندن بننے کی آشا لے کر آئے ہیں۔"

داروغہ نے کہا!" ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

پردھان منتری نے داروغہ کو ایک طرف لے جاتے ہوئے سرگوشی میں کہا!" داروغہ جی...... شنکر تمہیں ساری کتھا تفصیل سے سنائے گا ہم مختصر لفظوں میں یہی کہہ سکتے ہیں ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہونے والا ہے۔ کل صبح تک وقت کے سارے دھاروں کے رخ بدل جائیں گے۔ شنکر کی

ہر بات کو مانتے جانا۔ شنکر تمہارے پاس وقت کی بڑی قیمتی امانت ہے۔ خیانت کرو گے تو جنم جنم اس پاپ کی سزا پاؤ گے۔" داروغہ کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی......

پرحان منتری نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا! "ہم جا رہے ہیں اور تم نے ہمارے بھاشن پر عمل نہیں کیا تو راجکمار ساون تمہارے خاندان کو موت کے اندھیرے کھڈ میں دھکیل دے گا......تم جانتے ہو راجکمار اور مہارانی اپنے قیدیوں کو کس حال میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔"

داروغہ نے شنکر کی طرف دیکھ کر کہا! "ہم سے زیادہ شنکر جی خود جانتا ہے کہ راجہ اور راجکمار جی کے خاص قیدیوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جاتا ہے۔"

پردھان منتری نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! "لگتا ہے تم بدھی مان ہو......بات کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہو......جانو شنکر جی اور ساوتری موت کے مہمان ہیں۔"

پھر اس نے مہا دیو کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہا دیو جی چلیے ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔"

ہاں! مہا دیو نے کہا! "تم نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے تم جا سکتے ہو......

پردھان منتری نے کہا! "اور تم مہا دیو جی......؟"

مہا دیو نے کہا! "ہم نے اپنا فرض پورا کرنا ہے۔ ہم بندی خانے میں رہیں گے......ہم شنکر جی کے قدموں پر پڑنے والی آہنی بیڑیوں کے وزنی زنجیروں کی جھنکاروں کی نغمگی سننے کی آشا کر رہے ہیں۔"

پردھان منتری نے کہا! "نہیں مہا دیو جی!......یہ تو قیدی ہے......تم تو قیدی نہیں ہو......تم مہا دیو ہو......"

مہا دیو کلیان جی نے کہا! "ہم اپنی آشا اپنی امنگ اور اپنی مرضی کے قیدی ہیں......بندی خانے کے راستے سے آئے تھے اور اسی راستے سے واپس جائیں گے۔ تم جاؤ پردھان منتری جی ابھی تمہارا فرض پورا نہیں ہوا۔ ابھی تمہارے راستے بہت ساری رکاوٹیں کھڑی ہیں......موسم کے طوفان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ طوفان تو تمہاری کٹھنائیوں اور مشکلوں کو دور کرنے کیلئے برپا ہوا ہے۔"

پردھان منتری شاستری جی نے مہا دیو کے چرنوں کو چھو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "مہا دیو جی! امید ہے اس طوفان کے تھمنے سے پہلے پہلے ہم اپنے کام نمٹا لیں گے۔ آگیا دیجئے۔

مہا دیو نے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا! "آگیا ہے......بھگوان تمہاری رکھشا کرے گا......اس وقت لاکھوں بے نواؤں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

داروغہ حیرت سے مہا دیو اور پردھان منتری شاسترو کے رویوں کو دیکھ رہا تھا......پرحان منتری زندان کے بڑے دروازے سے نکل گیا تو دروازے کو بند کر دیا گیا۔

مہا دیو نے کہا! "داروغہ جی!......دروازے کو اندر سے اچھی طرح مقفل کر دو اب دروازہ ہماری آگیا کے بغیر نہیں کھلنا چاہیے۔"

داروغہ نے وضاحت طلب نظروں سے مہادیو کلیان کی طرف دیکھ کر کہا! ''جی کیا کہا مہادیو جی......؟''

مہادیو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''بھگوان اور دیوتا ہم سب کی رکھشا کریں گے......ہم ایک نئے جنم کی ایک بالکل نئی صبح کا پیغام لے کر آئے ہیں۔اجالوں کی ایک دلکش برکھا برسنے والی ہے۔ایک بہت بڑی تبدیلی ایک بہت بڑے خوشگوار اور من بھاوے انقلاب کو لانے والی ہے۔ظلم کی ایک بڑی طویل اور بڑی بھیانک رات ختم ہونے والی ہے...... آکاش سے بھگوان کے فیصلوں کو تسلیم کرنے سے جو لوگ انکار کریں گے وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔''

داروغہ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''مہادیو جی! اگر ہمیں بھاشن دیا جا رہا ہے۔تو ہم وچن دینے کو تیار ہیں کہ ہم کسی حال میں بھی بھگوان کے فیصلوں کو سویکار کرنے سے انکار نہیں کریں گے......ہم مہادیو جی کی آشاؤں اور امنگوں کو پورا کرنے کے لئے انتہائی اقدام سے گریز نہیں کریں گے۔''

مہادیو نے مسکراتے ہوئے کہا! ''ہمیں یہی امید تھی۔''

پھر اس نے شنکر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''شنکر جی! رات لمحہ لمحہ کر کے کم ہوتی جا رہی ہے۔وقت کے ہر لمحے سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ہے......تم سب اپنا اپنا کام شروع کر دو جو کوئی بھی تمہارے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کرے اس کو پوری سختی سے رستے ہٹا دینا کرنوں کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کرنے والے مہا پاپی ہوتے ہیں......اجالے اپنے راستے خود بنا لیا کرتے ہیں۔''

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد مہادیو نے کہا! ''ساوتری ہمارے ساتھ چلے گی سر دست اس کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہوگا۔''

شنکر نے کہا! ''مہادیو کی آشاؤں کا پالن ہوگا۔''

شنکر نے ساوتری کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا! ''ساوتری! چنتا کی ضرورت نہیں...... آزمائش کی یہ کٹھن گھڑیاں بہت جلد بیت جائیں گی۔ہم ایک بار پھر صبح سویروں کی دلکش اور دلفریب رنگینوں کو دیکھیں گے۔''

ساوتری نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''پتی دیوتا......ہم مہادیو کے ساتھ جانے کو تیار ہیں۔تمہاری آشاؤں اور امنگوں کا پالن ہمارا دھرم ہے۔''

ساوتری رونے لگی تو مہادیو نے کہا! ''ساوتری بیٹی تم رو کیوں رہی ہو......صورت حال سنگین تو ہے مگر اتنی پریشان کن نہیں ہے۔ہم سب جاگ رہے ہیں اور تم جانتی ہو جاگنے والوں کے گھروں میں بھیڑیئے داخل نہیں ہوتے۔''

ساوتری نے مہادیو کے قدموں کو چھو کر کہا! ''ہم نے شنکر جی کے ساتھ مرنے جینے کا وچن دیا ہوا ہے۔''

مہادیو نے مسکرا کر کہا! ''ساوتری! بھگوان کی کرپا سے ہم سب زندہ رہیں گے۔موت تو درندوں اور خونخوار قاتلوں کی جستجو میں ہے''

داروغہ اور دوسرے سپاہی حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

مہادیو نے ساوتری کا ہاتھ پکڑ کر کہا! ''شنکر جی......! ہم جاتے ہیں بھگوان تم سب کی رکھشا کریگا......کاجل پریشان ہو رہی ہوگی۔

مہادیو کے ساتھ آنے والے پجاری نے مشعل جلائی ہوئی تھی......وہ جانے لگے......

شنکر نے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''کاجل اور اس کی ماتا کو نمسکار کہنا......ان سے کہنا ہم زندہ ہیں۔''

داروغہ نے کہا! ہمارے لئے دیوتاؤں سے دعا کرنا ہمیں حالات کی سنگینی کا پورا پورا علم تو نہیں۔ بہر صورت ہم تمہارے ساتھ مرنے جینے کا وچن دیتے ہیں۔"

مہادیو نے داروغہ اور اس کے سپاہیوں کے سروں پر باری باری ہاتھ پھیرنے کے بعد کہا! "شنکر جی! تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔"

مہادیو ساوتری اور پجاری ڈیوڑھی سے نکل کر رات کے اندھیروں میں گم ہو گئے...... ان کے قدموں کی چاپ سناٹوں میں ڈوب گئی۔

شنکر نے کہا! "داروغہ جی...... راجکمار ساون نے ہماری بیٹی وشوکشوری کو قتل کر دیا ہے...... لگتا ہے بیناپتی مدھوکر کو بھی قتل کر دیا گیا ہے...... راجہ نے ہمارے پورے خاندان کے قتل کا ظالمانہ فرمان جاری کر دیا ہے۔"

شنکر نے داروغہ کو ساری کہانی پوری تفصیل سے سنانے کے بعد کہا! "داروغہ جی! تم اس سنسار کو قفس کہو یا آشیانہ اس کا طلسم ہر کسی کی آتما پر چھایا رہتا ہے تمہیں معلوم ہے اس زندان میں لوگوں سے کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے...... بندی وان روز مرتے اور جیتے ہیں مگر اس عذاب کے باوجود جینا چاہتے ہیں۔"

داروغہ نے کہا! یہ تو ٹھیک ہے شنکر جی!

پھر شنکر نے کہنا شروع کیا! "داروغہ جی! جب تک کوئی موہ مایا کے جال میں پھنسا رہتا ہے موت سے خائف رہتا ہے۔ اس وقت ہم ضمیر کی آگہی کی منزل پر کھڑے ہیں لگتا ہے ہم برسوں سے ایک بہت بڑا بوجھ اٹھائے پھرتے تھے۔ جیون کی طرح موت بھی گوارہ لگتی ہے۔ ایک مقصد کی خاطر مرنا بے مقصد جینے سے اچھا لگتا ہے راجہ نے ظلم و ستم کے اندھیروں کو پھیلا کر اس سنسار کو کٹھن اور خوف کا زگ بنا رکھا ہے...... تم بخوبی جانتے ہو یہ راجے مہاراجے تنہا کچھ بھی نہیں ہوتے جب ہم ان کی غلامی کے طوق پہن کر اپنی ساری توانائیاں ان کے حوالے کر دیتے ہیں تو وہ مہان شکتی والے بن جاتے ہیں...... ہم دیکھ رہے ہیں راجہ اور اس کے خاندان کے جیون کے دن ختم ہو چکے ہیں...... موت ان کے دروازوں پر دستک دینے والی ہے...... سنسار کے سارے دیوتاؤں نے ان درندوں کے قتل نامے کے محضر پر اپنی اپنی مہریں ثبت کر دی ہیں۔ لہو کے چراغ جلانے والے مہا دیر بڑی تیزی سے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔"

داروغہ جی نے کہا! "شنکر جی! ہم تمہارے ساتھ ہیں...... تم ہر راستے ہر منزل اور ہر مقام پر ہمیں اپنے قریب پاؤ گے۔"

شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا! "ہمیں تم سب سے یہی توقع تھی...... اس وقت بندی خانے میں مسلح لوگوں کی تعداد کتنی ہے۔ اور تمہارے خیال کے مطابق کتنے لوگوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔"

داروغہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "اس وقت بندی خانے میں پچاس ساٹھ سینک ہیں اور سر دست ہم ان کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں...... کل جب آزمائش کی کٹھن گھڑیاں درپیش ہونگی تو جانے کون کون ثابت قدم رہے گا۔"

شنکر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! "اس وقت بندی خانے میں کتنے بندی وان ہونگے۔"

داروغہ نے کہا! "اس وقت ہمارے بندی خانے میں دو ہزار قیدی ہیں۔ ان میں ایک ہزار کے لگ بھگ وہ سینک ہیں۔ جو بادل سنگھ کے

وفادار ساتھی ہونے کی جرم کی سزائیں بھگت رہے ہیں۔"

شنکر نے کہا! "اب ہمیں لوہار خانے جانا ہوگا......

راجہ ریاشیانگ کے قلعے کا زندان بھی اس دور کے روایتی زندانوں کی طرح ہولناک جہنم تھا۔ چھوٹی چھوٹی تنگ و تاریک اور متعفن کوٹھڑیوں میں قیدیوں کو جانوروں کی طرح رکھا گیا تھا۔ آہنی دروازوں پر ہر وقت تالے جھولے رہتے تھے۔ کم لوگوں کو اس زندان میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ کبھی آزاد فضاؤں کو دیکھنا نصیب ہوتا تھا۔ زندان میں ہر طرف ہر وقت زنجیروں کی جھنکاروں کی نغمگی سنائی دیتی رہتی تھی۔ قیدیوں کو زندگی کی تمام بنیادی ضرورتوں اور سہولتوں سے بالکل محروم رکھا جاتا تھا...... شنکر اور داروغہ لوہار خانے میں داخل ہوئے تو آہن گروں نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے ان کو پرنام کیا۔"

شنکر نے بوڑھے لوہار کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بڑی ملائمت سے کہا! تم نے اس زندان میں اب تک ہزاروں لوگوں کو لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں سے جکڑا ہوگا...... تمہاری بنائی ہوئی اٹوٹ زنجیروں کی جھنکاروں کی نغمگی سنائی دیتی رہتی ہے۔ کبھی تمہارے من میں کسی نردوش قیدی کا درد ہوا ہے۔"

لوہار نے پہلے اس کی طرف غور سے دیکھا اور پھر کہنا شروع کیا! "شنکر جی! تم نے پہلی بار براہ راست ہمارے من کی تاروں کو ایک سوال کے مضراب سے چھیڑا ہے...... شنکر جی! ہم لوہے کے زنجیر بناتے ہیں اور کسی کے آدیش سے پہناتے ہیں۔ ہم پاپی ہیں پیٹ کے نرگ کو بھرنے کی خاطر ایک گھناؤنا دھندا کرتے ہیں...... ہم برے ہیں اور برے کام کو بڑے تسلسل سے کر رہے ہیں۔ بھگوان کی سوگند ہم خوش نہیں ہیں۔ ہماری آتما لحہ لحہ بیکل رہتی ہے۔ جس وقت قیدیوں کی کراہوں اور چیخوں کی دل دوز آوازیں ہماری سماعتوں سے ٹکراتی ہیں۔ تو ہم تڑپ جاتے ہیں...... مگر مہاراج...... ہم مجبور ہیں...... ہم نہیں ہونگے تو ظلم کا سلسلہ ختم نہیں ہو جائیگا...... ظلم جاری رہے گا۔ ہم سے پہلے بھی یہ سلسلہ جاری تھا اور ہمارے بعد بھی جاری رہے گا...... یہ رقص جنوں جاری رہے گا۔"

شنکر نے لوہار کا ہاتھ پکڑ کر چومتے ہوئے کہا! "تم بڑے درد مند گیانی ہو...... ہم نے تمہارے اس اچھوتے اور انوکھے روپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

لوہار نے جھک کر اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! "شنکر جی! مہاراج شما کرنا...... تم راجہ جی کے منتری ہو...... تم بہت بڑے آدمی ہو...... ہم غریب مزدور ہیں...... ہم نہیں بدلے تم بدلے بدلے سے لگتے ہو۔ قرینوں میں ایک اچھوتی بے باکی ہے...... لگتا ہے تم بدل گئے ہو۔

شنکر نے کہا! "بابا! ہم اب منتری نہیں ہیں۔ ہم نے اس بوجھ کو بہت دور پھینک دیا ہے۔ جس کے وزن سے ہماری آتما کی پوترتا گھائل ہو رہی تھی۔ ہم موہ مایا کے جال سے نکل کر نردان کی راہوں پر چل رہے ہیں۔ ہم باغی ہیں...... ہم نے بغاوت کا پرچم بلند کر دیا ہے۔ ہم بھگوان کے مجرم ہیں...... ہم اس زندان کے سینکڑوں بندی وانوں کے مجرم ہیں...... ہم تمہارے بھی مجرم ہیں...... ہم ہاتھ جوڑ کر تم سب مظلوموں سے شما کی بھیک مانگنے آئے ہیں۔" شنکر نے ہاتھ جوڑ دیئے اس کی آنکھیں گھٹاؤں کی طرح برس رہی تھیں۔

بوڑھے لوہار نے شنکر کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے کہا! "شنکر جی! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ لمحوں میں یہ کیسی تبدیلی آ گئی ہے...... تم کیا تھے کیا ہو

گئے ہو..... تم قیدیوں کے مجرم تو ہو سکتے ہیں..... مگر ہمارے مجرم نہیں ہو سکتے..... ہم تو تمہیں ان داتا سمجھتے ہیں۔"

شنکر نے کہا! "نہیں! ہم تمہارے بھی مجرم ہیں۔ ہم تمہیں سمجھنے میں غلطی کرتے رہے ہیں۔ ہم سمجھتے رہے ہیں کہ تم زنجیریں بناتے بناتے لوہے کی ٹکڑوں کی طرح سخت بن چکے ہو..... آج معلوم ہوا ہے کہ تم پھول کی پتی کی طرح اندر سے نرم و نازک اور کومل ہو....."

بوڑھا لوہار رونے لگا۔

شنکر نے کہا! "تم نے ہمیشہ لوگوں کو پابند کرنے کے لیے ان کے پیروں میں زنجیروں کے حلقے ڈالے ہیں..... آج ہم چاہتے ہیں تم اپنے ہاتھوں سے ان زنجیروں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالو جن کی کڑیاں نردوشوں کے لہو سے لتھڑی رہتی ہیں۔"

بوڑھے لوہار نے مسکراتے ہوئے کہا! "لگتا ہے بھگوان آکاش سے دھرتی پر اتر آیا ہے۔ تم بھگوان کی طرح لگ رہے ہو..... ہمیں اپنے چرنوں کو چھونے کی آگیا دے دو بھگوان..... ہم اس ایک لمحے کو جنم جنم سے ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ مہاراج!

پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "تم میں سے جس کسی کے من میں درد کا اجالا نہیں وہ زنجیروں کی کڑیاں جوڑتا رہے..... ہم ان کڑیوں کو توڑنے کے جرم کا ارتکاب کرنے جا رہے ہیں۔"

اس نے جلدی سے اوزاروں کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے شاگرد اور ساتھی خاموش کھڑے تھے۔ وہ کبھی شنکر اور داروغہ کی طرف سہمی سہمی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور کبھی بوڑھے استاد کی بے تابیوں کو دیکھتے تھے۔

بوڑھے لوہار نے اوزاروں کو ایک جھولے میں ڈال کر کہا! "ہمیں آگیا دیجیے مہاراج....."

شنکر نے کہا! "تم اکیلے تو نہیں بابا ہم تمہارے ساتھ ہیں..... تم آگے آگے چلو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

لوہار خانے سے نکل کر یہ لوگ جب بندی خانے کی اس خوف ناک عمارت میں داخل ہوئے۔ جس کے بھیانک غاروں میں سینکڑوں انسانوں کو قیدی بنا کر رکھا ہوا تھا۔ بوڑھے لوہار کے ساتھی بھی بھاگ کر اسی جگہ پہنچ گئے۔

ایک نوجوان شاگرد نے کہا! "باباجی! لگتا ہے ہم سب کو کسی گھناؤنی سازش کے جال میں پھنسایا جا رہا ہے۔"

"نہیں!" بوڑھے لوہار نے کہا! "اس وقت شنکر جی منتری کے روپ میں نہیں ہے..... ایک دردمند انسان کے روپ میں ہے..... اور اگر کوئی بہروپ ہے تو بھگوان کی قسم ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہم آہنی ہتھوڑے سے اس شنکر کا سر کچل دیں گے جو انسان سے دوبارہ منتری بننے کی آشا کرنے والا ہوگا۔"

شنکر نے نوجوان لوہار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "نوجوان تم چاہو تو ہمارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال سکتے ہو..... یہی راجہ، راجکمار اور رانی کی بھی آشا ہے..... ہم اس وقت اس بندی خانے میں ایک قیدی کی حیثیت سے موجود ہیں۔"

نوجوان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "شما کر دو مہاراج! ہم نے تمہارا دل دکھایا ہے۔"

بوڑھے لوہار نے داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہم سب سے پہلے بادل سنگھ کے سینکوں کی بیڑیاں اتار دیں گے..... انہوں نے

بڑے دکھ جھیلے ہیں...... تم جانتے ہو زنجیروں کی بوجھل اور تیکھی کڑیوں نے ان کو کتنا گھائل کیا ہوا ہے۔ بیشتر معذور ہو چکے ہیں...... نجانے ہم سب کس طرح ان کے زخموں کی خاموش نگاہوں کے خون آلودہ سوالوں کے جواب دے پائیں گے۔"

شنکر نے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے کہا! "ہم ان کے قدموں پر سر جھکا دیں گے۔"

وہ ایک تنگ طویل سی غار تھی جس میں بادل سنگھ کے سپاہیوں کو قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ بندی خانے کے فرش سے کئی سیڑھیاں نیچے اترنا پڑتا تھا۔ ہر طرف تعفن پھیلا ہوا تھا۔ غار کے دہانے پر دو مشعلیں جل رہی تھی۔ ایک طرف چار مسلح سپاہی خراٹے لے رہے تھے۔ باہر سے آنے والوں کے قدموں کی چاپوں کو سن کر بیدار ہو گئے۔"

انہوں نے سنبھلتے ہوئے یک زبان ہو کر پوچھا! "کون ہو تم؟"

داروغہ نے کہا! "ہم داروغہ ہیں...... ہمارے ساتھ شنکر جی ہیں۔"

ایک سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "منتری جی! اس وقت خیریت تو ہے؟

شنکر نے کہا! "مہاراج بادل سنگھ کے سینکوں کی قید کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ ہم ان بندی دانوں کو لینے آئے ہیں۔"

دوسرے سپاہی نے کہا! "قیدیوں کی قید کے دن پورے ہو گئے ہیں یا ان کے جیون کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ باہر تو بڑا طوفان برپا ہے ان کو کہاں لے جاؤ گے یہ ان سنگلاخ دیواروں کو توڑ کر بھاگ تو نہیں سکتے تھے۔ کم از کم طوفان تو تھمنے دیا ہوتا...... نجانے کیوں راجکمار کو ہر وقت خونریزی کا خیال رہتا ہے۔"

شنکر کے بولنے سے پہلے بوڑھے لوہار نے کہا! "بیٹا! راجکمار کی آتما کسی انسان کی آتما نہیں ہے۔ اس کے اندر راکھشش کی آتما ہے اور تم جانتے ہو راکھشش خون کے پیاسے ہوتے ہیں۔ درندوں کو ہر وقت اور ہر کہیں خون کی طلب ستاتی رہتی ہے۔"

سپاہی نے سر جھکا کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ٹھیک ہے ہم تم تو مجبور ہیں...... آدیش کے غلام ہیں...... بے بس ہیں۔ کسی کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں شاید منتری جی بھی ہماری طرح کمزور ہیں۔"

شنکر نے مسکراتے ہوئے کہا! "نہیں...... تم نے کم از کم اس وقت ہمیں سمجھنے میں بڑی غلطی کی ہے...... ہم اس وقت مجبور اور بے بس نہیں ہیں...... ہم ایک نئے شنکر ہیں...... ہم نے نیا جنم لیا ہے...... ان قیدیوں کے جیون کے دن پورے نہیں ہوئے ان کو اس نرگ سے نجات ملنے والی ہے۔ ہم ان بے بسوں کو اس عذاب سے نکالنے آئے ہیں۔"

"کیا کیا؟" سپاہی نے حیرت سے کہا! "آج تک تو ایسا نہیں ہوا...... یہاں سے انہی کو نکالا جاتا ہے جس کو سوئے دار جانا ہوتا ہے۔ اگر تم مذاق نہیں کر رہے ہو تو پھر لگتا ہے طوفان نے رویوں کے چلن بدل ڈالے ہیں۔"

داروغہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! "تم نے ٹھیک سمجھا ہے...... آج کی رات کے طوفان نے ایک بہت بڑے ذہنی انقلاب کو برپا کر دیا ہے...... آتش فشاں پھٹ پڑا ہے...... لاوا اچھل کر چاروں طرف پھیلتا جا رہا ہے...... ہم زنجیریں توڑنے آئے ہیں...... ہم دار و رسن کے ہولناک سلسلے ختم کرنے آئے ہیں...... ہم باغی ہیں...... ہم نے برسوں پرانے ظالمانہ نظام کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کر دیا ہے۔"

ایک سپاہی نے چند قدم پیچھے ہٹ کر نیزے کو لہراتے ہوئے کہا!" ہم اپنے راجہ کے باغیوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے......"

شنکر نے بڑی پھرتی سے ایک دوسرے سپاہی کے ہاتھ سے نیزہ چھین کر غضبناک انداز سے راجہ کے حمایتی سپاہی کے سینے میں پھل کو آخری سرے تک گھونپتے ہوئے کہا!" باولے کتے بھونکنا بند کرو۔"

سپاہی کی ایک دلدوز چیخ رات کے گہرے سناٹوں میں ابھری اور پھر دیر تک صدائے بازگشت کی طرح غار کے اندھیروں میں گونجتی رہی۔ خون کا فوارا ابلا اور سیڑھیوں پر پھیلتا ہوا نیچے کی طرف بڑھنے لگا۔ سپاہی دو تین بار تڑپا اور پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو گیا۔"

شنکر نے اس کی بے جان لاش کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا! راکھششوں کے جیون کے دن پورے ہو چکے ہیں...... اندھیروں، وحشتوں اور موت کے سوداگروں کو موت ڈھونڈتی پھرتی ہے۔"

غار کے اندر سے زنجیروں کی جھنکاروں کی نغمگی ابھر رہی تھی...... قیدی جاگ چکے تھے...... شنکر داراغہ بوڑھا لوہار اور دوسرے لوگ آہستہ آہستہ سیڑھیاں عبور کرتے ہوئے غار کے اندر اتر رہے تھے۔ شنکر کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ میں خون آلودہ نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی...... قیدی غار نما بندی خانے کی دیواروں کے ساتھ لگ کر بیٹھے تھے...... غار کے اندر کئی جگہوں پر مشعلیں جل رہی تھیں...... ہر طرف تعفن اور بدبو پھیلی ہوئی تھی...... قیدیوں کے لباس پھٹے پرانے اور غلیظ تھے...... ان کے بدن سوکھ کر ہڈیوں کے ڈھانچے بنے ہوئے تھے...... ان کے بال بڑھے ہوئے تھے۔

ایک قیدی نے تھکے تھکے لہجے میں کہا!" شنکر! کبھی کبھی اس حقیقت کو یاد کر لیا کرو کہ بھگوان کے گھر میں دیر ہے، اندھیر نہیں...... ہم نردوش ہیں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہوا...... اس جنم میں ممکن ہے ایسا نہیں ہو مگر دوسرے جنم میں تمہیں اپنے مظالم کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔"

شنکر نے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ کر اس قیدی کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا!" راہول جی!...... ہمیں شما کر دو...... ہم تمہارے مجرم ہیں...... ہم اپنے جرائم کے اعتراف کے طوق پہن کر تمہارے قدموں پر گرے ہیں۔ ہمیں شما کر دو...... ہم اپنے مظالم اپنے سفاک رویوں اور اپنی درندگی کی گھڑی گھڑی کا حساب دینے آئے ہیں۔" راہول کی بجھی بجھی آنکھوں میں زندگی کی چمک پیدا ہونے لگی۔

راہول نے شنکر کو اپنے قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا! شنکر جی! یہ سب کچھ کیا ہے؟"

دوسرے قیدی اپنی اپنی زنجیروں کی وزنی کڑیوں کو سنبھالتے ہوئے گھسٹنے کے انداز میں شنکر کی طرف بڑھتے آ رہے تھے۔ دارغہ بوڑھا لوہار اور ان کے ساتھ آنے والے لوگوں کی سسکیاں نکل رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی۔"

شنکر نے سر اٹھا کر قیدی راہول کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!" راہول جی! ہم سب کے پاس وقت بہت کم ہے۔ ہمیں اس بہت کم وقت میں صدیوں کی کٹھن مسافتیں طے کرنی ہیں...... ہمیں شما نہیں کر سکتے تو سزا دو...... جو کچھ کرنا ہے...... جلدی جلدی کرو...... وقت کا پنچھی نکل گیا تو ہاتھ نہیں آئے گا۔"

راہول نے کہا!" لگتا ہے مہاراجہ جے دھج سنگھ کو ہماری پیتا کا علم ہو گیا ہے۔"

شنکر نے کہا!" نہیں راہول جی نہیں...... مہاراجہ جے دھج سنگھ تو خود ظلم کی بھینٹ چڑھ کر اس سنسار سے بہت دور جا چکا ہے...... جے دھج

سنگھ کو کرشن کمار نے قتل کر کے راج پاٹ پر قبضہ کیا ہوا ہے...... اپنائے کا اندھیرا ہے...... انسانی قدروں کو پامال کیا جا رہا ہے۔"

راہول نے کہا! "مہاراجہ جے دھج سنگھ کو قتل کر دیا گیا ہے...... بادل سنگھ کا ظالم بیٹا مہاراجہ بنا ہوا ہے۔ تو پھر ہمیں یہ جھوٹا سپنا کیوں دکھایا جا رہا ہے...... لگتا ہے ہم مجبوروں کو سازش کے کسی نئے جال میں پھنسایا جا رہا ہے...... ہمارے ساتھ کوئی مذاق کیا جا رہا ہے۔"

شنکر نے کہا! "ملک بھر میں مہاراجہ کرشن کمار کے مظالم کے خلاف بغاوت ہو چکی ہے...... ہم سب باغی ہیں۔"

راہول نے پوچھا! "اس بغاوت کی قیادت کون کر رہا ہے۔"

شنکر نے کہا! "سر دست کچھ بتانا ٹھیک نہیں ہوگا...... تم اس طرح سمجھ لو کہ آکاش کے اس پار سے ایک مہان دیوتا اپنی کرپا سے ہم سب کی قیادت کر رہا ہے...... ظلم کی اندھیری رات ختم ہونے کے قریب ہے...... صبح کے اجالے پھوٹنے والے ہیں۔ ہم تمہارے لیئے ایک نئے جیون کی ایک صبح کا پیغام لائے ہیں۔"

شنکر نے بوڑھے لوہار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بابا! ان مہاویروں کی پاؤں کی بیڑیوں کی زنجیروں کو کاٹ دو۔"

بوڑھے لوہار نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا! "نئے سمے نے ہمارے من میں شکتی کا لاوا ابھر دیا ہے۔ ہم اکیلے سب زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے ہیں...... مگر نہیں...... ہم تم سب کو اس نیک کام میں شریک کریں گے...... جس طرح ظلم اور زیادتی کے کاروبار میں بھی تم سب ہمارے ساتھ رہے ہو اسی طرح اب روشنیوں اور پریم ودیا کے کاروبار میں بھی تم ہمارے شریک رہو گے۔ تمہیں بھی اپنے من کے داغ دھونے کا موقع دیا جائے گا۔"

لوہاروں نے جلدی جلدی قیدیوں کی بیڑیوں کے زنجیروں کے حلقوں کو کاٹنا شروع کر دیا...... رات کا تیسرا پہر جاری تھا...... قیدیوں کے مرجھائے ہوئے مدقوق چہروں پر زندگی کے رنگ بکھرتے جا رہے تھے۔ ان کے سوکھے سڑے بدنوں میں توانائی پیدا ہوتی جا رہی تھی...... باہر بجلی گری...... بڑے زور کا دھماکہ ہوا بندی خانے کی سنگلاخ دیواریں ہلنے لگیں۔

راہول نے کہا! "لگتا ہے باہر بڑا طوفان آیا ہوا ہے۔"

شنکر نے کہا! "ہاں راہول...... باہر راجہ اور اس کے خاندان کی موت کا طوفان آیا ہوا ہے۔"

سب قیدیوں کی زنجیریں کاٹ دی گئیں...... لوہاروں نے یہ سارا کام لمحوں میں تکمیل کو پہنچا دیا۔

شنکر نے داروغہ کی طرف دیکھ کر کہا! "داروغہ جی تم ان سب کو اسلحہ سے مسلح کر دو...... ہم ایک بہت ضروری کام سے کسی دوسری جگہ جا رہے ہیں۔" شنکر تیزی سے باہر کی طرف بڑھنے لگا......

داروغہ نے بوڑھے لوہار سے کہا! "اب دوسرے تمام قیدیوں کو زنجیروں کی قید سے آزاد کرنے کا کام شروع کر دیا جائے۔ سب کو پیش آنے والی صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے گا۔"



شنکر تیزی سے بڑھتا ہوا بندی خانے کے عقب سے گزر رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں لمبا سا نیزہ تھا...... وہ قلعے کی فصیل کے قریب پہنچ گیا...... یہ کھلی جگہ تھی...... بارش طوفانی انداز سے برس رہی تھی۔اندھیرا بہت گھور تھا۔سامنے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا...... شنکر چند لمحوں تک سائے میں کھڑا رہا پھر اچانک بجلی کی تلوار چمکی۔روشنی کا ایک خوفناک جھپاکا لہرایا سامنے ایک برج نما عمارت نظر آئی...... شنکر نے تیزی سے طوفان کی خونخوار موجوں میں قدم رکھ دیا...... وہ ہواؤں کے تند و تیز تھپیڑوں اور بارش کے ریلوں سے لڑتا ہوا اس برج تک پہنچ گیا...... برج کے اندر ایک سپاہی کھڑا تھا۔

سپاہی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا! ''کون ہو تم ؟''

شنکر نے سپاہی کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار دیکھ کر کہا! ''ہم شنکر ہیں...... گھبرانے کی کوئی بات نہیں......''

سپاہی نے قدرے مطمئن ہو کر پوچھا! ''شنکر جی...... خیریت تو ہے۔''

شنکر نے کہا! ''تہہ خانے میں کیا ہے؟''

سپاہی نے کہا! ''یہاں کوئی خاص چیز نہیں ہے مہاراج...... وہی سنگلاخ دیواریں ہیں...... وہی اندھیرے ہیں...... اندھیروں میں کبھی کبھی پرانے زنجیروں کی جھنکاروں کا ترنم گونجنے لگتا ہے۔''

شنکر نے بگڑتے ہوئے کہا! ''جانتے ہو کس سے ہم کلام ہو...... ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ ہمیں بہت جلدی ہے۔''

سپاہی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''شنکر جی! کسی کو آ گیا نہیں ہے۔راجہ نے جاتے وقت بڑی سختی سے منع کر دیا تھا۔''

شنکر نے کہا! ''ہمیں بھی آ گیا نہیں...... احمق ہم راجہ کے منتری ہیں۔''

سپاہی نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''ہم جانکاری رکھتے ہیں مہاراج۔''

تہہ خانے کی دوسری سیڑھی کے قریب دو مشعلیں جل رہی تھیں...... جن کی روشنی کا کچھ حصہ اوپر پہنچ رہا تھا۔

''شنکر نے کہا! ''تم اکیلے ہو۔''

''نہیں'' سپاہی نے کہا! ''تہہ خانے میں گونگے بھی ہیں...... ہم باری باری پہرہ دیتے ہیں...... اس وقت ہماری باری تھی ہم صبح تک پہرہ دیں گے...... ہماری جگہ پر کوئی گونگا ہوتا تو تمہارے لئے بڑی دشواری ہوتی۔''

یہاں سے قلعے کی فصیل کا وہ حصہ بہت قریب تھا جس کے سائے چیتوں کی غار پر پڑتے تھے...... معاً بجلی کڑکی...... ایک خوفناک دھماکہ ہوا...... اس عرصے میں شنکر کا خنجر سپاہی کے سینے میں دستے تک اتر چکا تھا...... سپاہی کی چیخ بجلی کی گھن گرج اور بجلی کے دھماکوں میں ڈوب گئی...... شنکر نے احتیاطاً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا...... سپاہی کا خون بڑی تیزی سے نیچے کی طرف سیڑھیوں پر بہتا جا رہا تھا...... چند لمحے تڑپنے کے بعد اس کی لاش بے جان ہو گئی تو شنکر نے اسے اٹھا کر برج کی گمٹی سے باہر پھینک دیا...... سپاہی کے خون کے کچھ چھینٹے اس لباس پر پڑے تھے۔

سرخ سرخ خون کے دھبوں کی طرف دیکھتے ہوئے شنکر نے خود کلامی کے انداز میں کہا! ''یہ کیا ہے...... خون کی رنگت تو سب کی سرخ ہوتی

ہے۔ پھر ظالم اور مظلوم کی کہانیاں کیوں جنم لیتی ہیں۔"

شنکر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس نے ایک جلتی ہوئی مشعل کو اٹھا لیا تھا۔ دس بارہ سیڑھیاں اترنے کے بعد شنکر اس فرش پر پہنچ چکا تھا۔ جو تہہ خانے کے آہنی دروازے تک جاتا تھا...... یہاں کونے میں دو گونگے سوئے ہوئے تھے...... یہ دونوں جماندروں گونگے نہیں تھے۔ بلکہ ان کو گونگا بنا دیا گیا تھا...... راجہ نے ان کی زبانیں کٹوا دی تھیں۔ یہ راجہ ریا شیا نگ کے محافظ دستے کے سپاہی تھی۔ ان کو مہاراجہ جے دھج سنگھ کے چھوٹے بھائی بادل سنگھ کی المناک کہانی کا علم تھا۔ بادل سنگھ پر ان کے ذریعے مظالم کے پہاڑ توڑے گئے تھے...... بادل سنگھ سے بے فکر ہونے کے بعد راجہ نے ان کی زبانیں کٹوا دی تھیں۔ تاکہ کسی کو کچھ بتانے کے قابل نہ رہیں...... شنکر ان کے سرہانے کھڑا سوچ رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی ان کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا...... اس نے دونوں کا اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا تھا...... وہ بے خبر سو رہے تھے...... وقت کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی اور نازک تھا...... شنکر نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بیک وقت بلند کیا دو خنجر چمکے اور دونوں سپاہیوں کے سینے میں اتر گئے...... خون کے فوارے ابلنے لگے...... شنکر کے ہاتھ خون آلودہ ہو چکے تھے...... لمحے کے اندر اندر اس کے ہاتھ دوسری بار پھر بلند ہوئے اور گونگوں کے سینوں میں دوہری دھار کے خنجر پھر پیوست ہو گئے...... تہہ خانے کا فرش خون سے رنگین ہو چکا تھا۔

شنکر نے گونگے سپاہیوں کی بے جان لاشوں کی طرف دیکھ کر کہا!" ہر ظالم کا یہی انجام ہوتا ہے...... بھگوان جس کسی کو پکڑتا ہے...... تو بڑی سختی سے پکڑتا ہے...... اس کی گرفت سے بچ کر نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے...... تمہارا انجام یہی ہونا تھا جو ہوا ہے۔"

مشعلوں کی روشنیاں مسکراتی ہوئی لگ رہی تھیں...... بادلوں کی گھن گرج کے جھٹکے تہہ خانے کی گہرائیوں میں محسوس ہو رہے تھے......

سامنے دیوار پر ایک بڑی سی چابی لٹک رہی تھی۔ شنکر نے ہاتھ بڑھا کر چابی اتار لی اور پھر تیزی سے نیچے جانے والے زینے کی طرف بڑھنے لگا...... اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل تھی...... دو زینے اتر کر وہ اپنی منزل کے سامنے کھڑا تھا...... وہ ایک تنگ و تاریک کمرہ تھا...... کمرے کے اندر سے زنجیروں کی جھنکاروں کا ترنم ابھرتا ہوا محسوس ہوتا تھا...... شنکر نے چابی لگا کر دروازے پر پڑا ہوا تالہ کھول کر لوہے کی سلاخوں والے دروازے کو کھولنے کیلئے زور لگانا شروع کر دیا...... دروازہ کافی وزنی تھا...... دروازہ کھل گیا...... شنکر جلتی ہوئی مشعل کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا......"

کسی نے بھاری آواز سے کہا!" کیا ابھی تک سنسار میں روشنی موجود ہے...... ہم تو سمجھ رہے تھے افق تا افق اندھیرا چھا چکا ہے۔ آکاش کے ستاروں کے دیپ بھی بجھ چکے ہیں......"

شنکر نے مشعل کو دروازے کے ساتھ لگا دیا اور پھر وہ بے اختیاری کے عالم میں قیدی کے قدموں پر گر کر رونے لگا۔

بوڑھے قیدی نے ڈبڈبائے ہوئے لہجے میں کہا!" تم کون ہو اور کیا کر رہے ہو......؟"

شنکر نے روتے ہوئے کہا!" ہم تمہارے مجرم ہیں مہاراج...... ہم شنکر ہیں۔"

"شنکر!" بوڑھے قیدی نے اپنے قدموں کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا!" لگتا ہے مہاراجہ جے دھج سنگھ کو ہم پر ڈھائے جانے والے مظالم کا علم ہو گیا ہے...... تم موت سے ڈر کر یہاں آئے ہو...... تم نے اچھا کیا ہے...... تم نے روشنی کے لئے ترستی ہوئی ہماری آنکھوں کے سامنے

آس کی ایک قندیل جلائی ہے...... ہم خوش ہوئے ہیں...... ہم تمہیں شما کرتے ہیں...... ہم مہاراجہ جے دھج سنگھ کے شراپ سے تمہیں بچالیں گے۔"

"نہیں مہاراج۔" شنکر نے کہا!" مہاراجہ جے دھج سنگھ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"بوڑھے قیدی نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کراہتے ہوئے کہا!" کیا کہا! مہاراجہ جے دھج سنگھ اس سنسار میں نہیں ہے۔"

"ہاں مہاراج!" شنکر نے کہا!" جے دھج سنگھ کو کرشن کمار نے قتل کرا دیا ہے۔"

"کرشن کمار......" بوڑھے قیدی نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا!" تم خونی راکھشش ہو...... تم بھوکے بھیڑیے ہو......"

پھر اس نے چھت کی طرف دیکھ کر ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا!" آکاش کے مالک تیرے گھر اتنی دیر کیوں ہے...... لگتا ہے تمہارا جہان اندھیروں کا جہان ہے۔"

شنکر نے بوڑھے قیدی کے پاؤں کے زنجیروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا!" نہیں مہاراج ایسے نہیں کہو...... دیوتاؤں کی ایک بہت بڑی سینا نے ظالموں کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا ہے...... صبح ہونے والی ہے...... یہ اجالا اس صبح نو کا اجالا ہے۔ جو اندھیروں کو نگلنے کے لیے بے تاب ہے۔"

بوڑھے قیدی نے شنکر کی طرف گہری نظروں سے دیکھا اس کی بجھی بجھی آنکھوں کی گہرائیوں میں کئی سوال تھے...... اس کی داڑھی اور سر کے بڑے ہوئے بالوں کے گھنے جنگل سے اس کی جھانکتی ہوئی آنکھیں پر اسرار لگ رہی تھیں۔ لگتا تھا اس کی روح سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ گئی تھی۔

اس نے کہا!" مہاراجہ جے دھج ہماری آخری امید تھی جب ظالموں نے اس کے جیون کا بھی چراغ بجھا دیا ہے تو پھر تم کونسی صبح کی نوید لائے ہو۔"

شنکر نے کہا!" مہاراج! ہم راجکماری چندر کانت اور اس کی سہایتا کرنے والے دیوتاؤں کی بات کر رہے ہیں۔"

بوڑھے قیدی نے اٹھتے ہوئے کہا!" اس وقت راجکماری چندر کانت کہاں ہے...... وہ زندہ ہے...... وہ کہاں ہے...... تم بولتے کیوں نہیں ہو...... جواب دو...... ہمیں بتاتے کیوں نہیں ہو...... بھگوان نے موقع دیا تو ہم آسام کو درندوں سے پاک کر دیں گے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے کرشن کمار اس کی ماتا اور راجہ ریا شیا نگ کو قتل کر کے ان درندوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے...... بتاتے کیوں نہیں راجکماری چندر کانت کہاں ہے...... تم نے اسے بتایا ہوگا......"

شنکر نے کہا!" تمہیں راجکماری چندر کانت کے کومل اور پوتر بدن کی خوشبو تو محسوس ہو رہی ہوگی...... تم اس کے قدموں کی مدھر چاپوں کی نغمگی سن رہے ہوں گے...... راجکماری کے سائے کی گھنی چھاؤں کی ٹھنڈک محسوس کر رہے ہو نا؟"

"ہاں!" بوڑھے قیدی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا!" ہم راجکماری کی پوترتا کے احساس کو اپنے گھائل من میں محسوس کر رہے ہیں"

بوڑھا قیدی آنکھیں بند کر کے گہرے گہرے سانس لینے لگا...... اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں......"

شنکر نے اسے سہارا دیکر اٹھاتے ہوئے کہا!" مہاراج! اٹھیے ہم تمہیں ان تاریکیوں سے نکال کر اجالوں کے دھاروں کا ہم سفر بنانے آئے ہیں۔"

بوڑھا قیدی اپنی زنجیروں کو سمیٹتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا...... شنکر نے اسے اپنے کندھوں کا سہارا دینے کی کوشش کی۔

اس نے بڑے عزم سے مسکراتے ہوئے کہا! ''شکریہ! شنکر جی! ہمیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے...... ہماری آتما ایک نئی اور بالکل انجانی شکتی سے سرشار ہوتی جارہی ہے...... ہمارے اندر توانائیوں کا ایک ساگر ٹھاٹھیں مار رہا ہے...... تم جہاں لے جانا چاہتے ہو ہم جا سکتے ہیں...... تم ہمارے آگے آگے چلتے چلو...... ہم زنجیروں کی کڑیوں کی جھنکاروں کی دھنوں پر رقص کرتے ہوئے تمہارے پیچھے پیچھے چلتے آئیں گے......''

بوڑھا وزنی زنجیروں کو سمیٹتا ہوا شنکر کے پیچھے پیچھے چلنے لگا...... بوڑھے قیدی کا لباس پھٹا ہوا اور بوسیدہ تھا۔ اس کے بدن سے بدبو آ رہی تھی۔ اس کا جسم خشک لکڑی کی طرح سوکھا ہوا تھا۔

اس نے گونگے سپاہیوں کی لہو میں ڈوبی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر پوچھا! ''ان گونگے بے دردوں کو تم نے ہلاک کیا ہے؟''

''جی مہاراج!'' شنکر نے کہا! ''ان کا خون بہانا بہت ضروری تھا...... یہ ہمارا راز فاش کر سکتے تھے۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو، ان بھیڑیوں کے جرائم کی کم سے کم سزا یہی ہو سکتی ہے...... ان بدروحوں نے ہم پر بڑے بھیانک ظلم ڈھائے تھے۔''

اوپر برج کی گمٹی میں پہنچ کر بوڑھا قیدی بیٹھ گیا۔

شنکر نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا! ''لگتا ہے تم تھک گئے ہو مہاراج...... قید نے تمہارے جسم کو لاغر کر دیا ہے۔''

''نہیں'' بوڑھے نے کہا! ''ہم تھک کر نہیں بیٹھے ہیں...... ہم تو بھول گئے تھے کہ سنسار کے سینے کو ہواؤں کے جھونکے کس طرح چھیڑا کرتے ہیں...... ہم ہواؤں کے خرام ناز کے بارے میں سوچ رہے تھے...... یہاں تو طوفان برپا ہے...... ہم بھگوان کی کرپا کے اچھوتے رنگوں کو دیکھ رہے ہیں۔ لگتا ہے یہ طوفانی ہوائیں یہ گھنگور گھٹائیں اور یہ برستی ہوئی برکھا...... اور یہ سب کچھ ہماری سہائتا کے لئے ہے۔''

پھر اچانک بجلی کڑکی...... روشنی کی کئی لکیریں ایک دوسری کے پیچھے لپکتی ہوئیں کسی کھائی میں گم ہو گئیں۔

بوڑھے نے کہا! ''جانتے ہو...... یہ بجلی ہمیں راہ دکھانے کے لئے چمکی ہے۔''

شنکر نے بوڑھے قیدی کے چرنوں کو چھوتے ہوئے کہا! ''مہاراج! تم بڑے بدھی مان ہو......''

کچھ دیر بعد شنکر اور بوڑھا قیدی برج سے نکل کر طوفانی بارش میں بھیگتے ہوئے بندی خانے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شنکر نے قدم قدم اسے سہارا دیا۔

بندی خانے میں پہنچ کر شنکر نے کہا! ''ہمیں پہلے لوہار خانے جانا ہے۔''

بوڑھے نے کہا! ''تم ہمارے زیور اتارنا چاہتے ہو؟

شنکر نے کہا! ''تمہیں زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھ کر ہمارا من گھائل ہوتا ہے۔''

بوڑھے نے لڑکھڑاتے ہوئے کہا! ''باؤلے ہو...... یہ تو زیوروں کی طرح ہلکے پھلکے اور خوشنما ہیں...... یہ ہماری تنہائیوں کے ساتھی ہیں...... انہوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔''

بھگوان کے لئے بیتی باتوں کے دکھوں کی کرنا کیوں کو بھول جاؤ مہاراج۔''

بوڑھے نے شنکر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا! "شنکر ان دکھوں اور دردوں کو بھلانا مشکل ہے..... یہ تو ہمارے جیون کا سرمایہ ہیں..... دکھوں دردوں کی کہانی تو روشنی کی طرح ہے..... اندھیروں نے ہمیں موہ مایا کے نرگ سے نکال کر جیون کے ایک اچھوتے نروان سے آشنا کیا ہے..... ہم قفس کو آشیانہ اور آشیانے کو قفس سمجھنے کے گیان سے سرشار ہو چکے ہیں..... ہمیں شیشے کے محلوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کی چمک دمک سراب کے دھوکے کی طرح محسوس ہوتی ہے۔"

تاریک اور خاموش برآمدوں کو عبور کر کے وہ دونوں لوہار خانے میں پہنچ گئے بوڑھا لوہا گرم کرنے میں مصروف تھا۔

اس نے شنکر کو دیکھ کر کہا! "شنکر تم آ گئے ہو..... یہ کون ہے..... اس قیدی کو کہاں سے لائے ہو..... یہ زندان میں نہیں تھا۔ ہم نے سارے قیدیوں کے زنجیر کاٹ دیے ہیں۔ سب آزاد ہو چکے ہیں۔ ہم نے قیدیوں اور بادل سنگھ کے سینکوں کو تلواروں اور نیزوں سے مسلح بھی کر دیا ہے۔ ان کی کھوئی ہوئی توانائیاں لوٹ آئی ہیں۔"

شنکر نے کہا "سب کام چھوڑ کر اس قیدی کی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کو کاٹ دو اس کے زنجیروں کے حلقوں میں ہماری آتما لہولہان ہو گئی ہے"

بوڑھے لوہار نے اوزار اٹھاتے ہوئے کہا "مگر یہ کون ہے....."

شنکر نے پرنم نگاہیں بوڑھے قیدی کے چہرے پر مرکوز کرتے ہوئے کہا "ہم کسی کو کیا بتائیں کہ یہ کون ہے۔ یہ ہماری چھوٹی سے سینا کا مہاسیناپتی ہے۔ یہ آسام کی دھرتی کا سہاگ ہے....."

بوڑھے لوہار نے قیدی کے پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیوں کو کاٹتے ہوئے کہا! "شنکر جی لگتا ہے یہ بیڑیاں کسی اور نے اس کے پیروں میں ڈالی ہیں۔"

بوڑھے قیدی نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو ہمیں اس قلعے سے بہت دور جنگل میں قیدی بنا لیا گیا تھا....." بیڑیاں اور ہتھکڑیاں کٹ گئیں۔

شنکر نے وزنی زنجیر کو اٹھا کر دور پھینکتے ہوئے کہا "ان منحوس زنجیروں نے آسام کی غیرت کو قیدی بنایا ہوا تھا۔"

بوڑھے قیدی نے مسکراتے ہوئے کہا "تم ان زنجیروں کو منحوس کہہ سکتے ہو..... مگر ہم نہیں کہیں گے..... ہم ان زنجیروں کو راجہ ریاشیا نگ کا خوف تصور کرتے ہیں۔ ہماری شکتی راجا کے من پر چھائی ہوئی تھی۔"

بوڑھے لوہار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "تمہیں کس بندی خانے میں رکھا گیا تھا۔"

قیدی نے کہا۔ "آنے والے لمحات تمہیں سب کچھ بتا دیں گے ہم اسی قلعے میں قید تھے۔"

بوڑھے لوہار نے کہا "تم جو کوئی بھی ہو عام آدمی نہیں ہو۔"

بوڑھے قیدی نے سامنے پڑی ہوئی تلوار کو اٹھاتے ہوئے کہا "تم سچ کہتے ہو بندی خانے میں عام لوگوں کو بہت کم بند کیا جاتا ہے۔ اس سنسار کے یہ چھوٹے بھگوان یہ راجے مہاراجے غیرت سے سر اٹھا کر چلنے والوں کو گردنوں کو جھکانے کے لئے نئے نئے بندی خانے بناتے رہتے ہیں۔ بندی خانوں کی اندھیری غاروں میں ان لوگوں کو پھینکا جاتا ہے جن کے قدموں کی دھمک راجوں مہاراجوں کے عشرت کدوں تک پہنچ سکتی

ہے۔ہمیں توڑنے پھوڑنے جھکانے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لئے ایک علیحدہ بندی خانے کی ہولناکیوں اور گھورتاؤں میں پھینک دیا گیا تھا۔کم بخت راجا کو یہ خبر نہیں تھی کہ آکاش کے بھگوان کی عدالت میں ہمیشہ انصاف ہوتا ہے......بھگوان کے انصاف کے تقاضے دھرتی پر پورے ہوتے ہیں...... حالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ بہت جلد اس دھرتی پر انصاف کرنے والوں کی عدالتیں لگنے والی ہیں وقت کے اچھے منصف ہمارے ایک ایک زخم کے بدلے ظالموں کے خاندان کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔''

شنکر نے بوڑھے قیدی کے سامنے چیتے کی کھال کے ایک جوڑے کو رکھتے ہوئے کہا ''لباس تبدیل کر لو......دیر ہو رہی ہے مہاراج''

بوڑھے قیدی نے اپنے بوسیدہ لباس کے چیتھڑوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا! ''نہیں بیٹے ابھی اس لباس کو اتارنے کا وقت نہیں آیا ہے ہم ابھی قیدی ہیں ہمارے ہاتھوں اور پیروں میں ابھی زنجیریں پڑی ہوئی ہیں......''

شنکر نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! بھگوان کی کرپا سے ہم آزاد فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں مہاراج کو اپنی آزادی کا دشواش کیوں نہیں۔''

بوڑھے قیدی نے کہا! جب تک انسانی بستیوں میں گھسے ہوئے درندوں کی حکمرانی کو ختم نہیں کر لیا جاتا اس وقت تک ہمیں اپنی آزادی کا دشواش نہیں ہوگا ہمارے جیسے نردوش لوگوں کو زندانوں کے اندھیرے میں تڑپایا جاتا رہے گا......''

زندان کے سارے قیدی مسلح ہو کر ایک طویل راہداری میں کھڑے تھے......آزادی کے احساس نے سوکھے سڑے کمزور جسموں میں توانائیوں کی بجلیاں بھر دی تھیں......وہ زندگی کی تاریک رزم گاہوں میں قدم رکھنے کے لیے بے قرار ہو رہے تھے۔

بوڑھے قیدی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! بھگوان نے ہم سب کو ایک نیا جنم دے کر روشنیوں اور رنگوں کے پرچارک بنا کر سنسار میں بھیجا ہے ہم نے اس وادی کے سارے گھروں کے دروازوں پر خوشیوں اور آزادیوں کے پھول کھلانے ہیں۔ایک نئی روشنی......ایک نئے انقلاب......اور ایک نئے آسام کی نئی تاریخ کی طرف قدم بڑھانے ہیں......''

راہول نے کہا! ''ہم اپنے لہو کی روشنائی سے آسام کے نئے جیون کی نئی تاریخ لکھیں گے۔''

قیدیوں کی یہ چھوٹی سی فوج جس کی مجموعی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ تھی ظلم کے طوفانوں سے ٹکرانے کے لیے تیار کھڑی تھی......

بوڑھے قیدی نے شنکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''اب دیر کس بات کی ہے کیا کسی کا انتظار ہے......''

شنکر نے زندان کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''ہم پردھان منتری شاستر و کا انتظار کر رہے ہیں......''

اسی لمحے دروازے پر دستک ہونے لگی۔

شنکر نے داروغے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''کھڑکی کھول کر دیکھو کون آیا ہے اگر پردھان منتری شاستر و آیا ہو تو اس کے لیے دروازہ کھول دینا......''

داروغہ نے آگے بڑھ کر کھڑکی کو کھول کر باہر جھانکا......باہر گھور اندھیرا تھا ہواؤں کے طوفانی جھونکے تھے اور بارش کے تھپیڑے تھے......

داروغہ نے پوچھا! ''کون ہے اور کیوں آئے ہو......''

باہر سے کسی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا! ''دروازہ کھولو ہم ترمک سنگھ ہیں......''

ترمک سنگھ کا نام سن کر قیدیوں کی فوج صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار ہو چکی تھی۔

داروغہ نے کہا! ''تم کیوں آئے ہو''

ترمک سنگھ نے چلاتے ہوئے کہا! ''ہم زندان میں پناہ لینے کے لیے آئے ہیں...... دروازہ کھول دو موت ہمارے تعاقب میں لگی ہوئی ہے...... مسلمانوں نے اچانک حملہ کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا ہے...... ہماری سینا لہو میں ڈوب چکی ہے......''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد داروغہ نے پوچھا! ''تم اکیلے ہو......''

ترمک سنگھ نے کہا! ''نہیں ہمارے ساتھ پچاس ساٹھ سینک ہیں''

بوڑھے قیدی نے کہا! ''دروازہ کھول دو موت سے ڈر کے بھاگنے والے موت کے جبڑوں میں پناہ لینے کی حماقت میں مبتلا ہیں''

داروغہ نے اپنے عملے کے لوگوں کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا...... اسی لمحے باہر سے دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز ابھری...... اس کے ساتھ ہی تلواروں کی جھنکاروں اور چیخوں کا شور بلند ہوا......

شنکر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''لگتا ہے موت کے فرشتے ترمک سنگھ اور اس کے ساتھیوں کے سروں پر پہنچ چکے ہیں''

زندان کا دروازہ کھول دیا گیا تھا...... ایک شاہسوار زندان میں داخل ہوا...... اس نے قیدیوں کی چھوٹی سے فوج کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا! ''لگتا ہے ہمارے بہادر بھائی جنگ میں حصہ لینے کے لیے تیار کھڑے ہیں''

بوڑھے قیدی نے آگے بڑھ کر شاہ سوار کے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہمیں اپنا ہم سفر بنا لو......''

شاہسوار نے بوڑھے قیدی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی محبت سے کہا! ''جنگ ختم ہو چکی ہے...... قلعے کے بیشتر سپاہی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں...... بچے کھچے سپاہی چھپتے پھرتے ہیں...... راجکمار ساون ہماری حراست میں ہے...... راجا کی رانیوں کو محل کے رن واس میں نظر بند کر دیا گیا ہے......''

بوڑھے قیدی نے مسلمان شاہسوار کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا! ''ہمیں اپنے ساتھ لے چلو ہم راجکمار ساون اور اس کی ماتا کو دیکھنا چاہتے ہیں''

شاہسوار نے کہا! ''ہمیں کوئی اعتراض نہیں......''

پھر شاہ سوار نے شنکر کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا! ''تم مدھوکر کے بھائی شنکر لگتے ہو...... ہمارا نام سید حیدر امام ہے...... ہمیں اپنے بھائی سمجھو......''

شنکر نے حیرت زدہ ہو کر سید حیدر امام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تم مدھوکر جی کو جانتے ہو...... ظالم راجا نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے...... ہمارا بھائی نردوش تھا...... ہم اس کے خون کے قطرے قطرے کا حساب لیں گے''

سید حیدر امام نے کہا! ''راجا اور اس کے خاندان کا یوم حساب شروع ہو چکا ہے۔ بے فکر رہو ہم ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچا کر چھوڑیں

گے......مدھوکر جیسے غیور اور بہادر زندہ رہتے ہیں......"

پھر اس نے گھوڑے کی لگام اٹھا کر اسے موڑتے ہوئے کہا! "صبح ہونے والی ہے طوفان کا زور ٹوٹ چکا ہے...... اندھیروں کی کوکھ سے اجالے جنم لے رہے ہیں تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، بہت جلد نمٹا لیں گے اس کے بعد تم سب سے تفصیلی ملاقات ہوگی......"

بوڑھے قیدی نے آگے بڑھ کر سید حیدر امام کے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوئے کہا! "ہم سب تمہارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں ہم اسی وقت راجکمار کو دیکھنا چاہتے ہیں......"

سید حیدر امام نے کہا! "لگتا ہے تم سب کو ابھی ابھی رہا کیا گیا ہے بہتر ہے کچھ دیر آرام کرو راجکمار کی قسمت کا فیصلہ تم سب کی مرضی کے مطابق کیا جائے گا...... راجکمار چھاؤنی کے اندر بند ہے......"

سید حیدر امام نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور دروازے سے نکل گیا...... اس کے ساتھی باہر کھڑے تھے...... قیدیوں کی فوج دیر تک ان کے دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی نغمگی کو محسوس کرتے رہے......

تھوڑی دیر بعد بوڑھے قیدی نے باہر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! "ہم وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ چلیں گے......"

ہواؤں کی ہلاکت خیز تندیوں میں ٹھہراؤ پیدا ہو چکا تھا...... قلعہ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا...... شاہی محلات کی طرف سے اللہ اکبر اور یا علی کے نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔

بوڑھے قیدی نے کہا! لگتا ہے ہنومان کی جنتا کو شاہی محلات کے اندر موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔"

ترمک سنگھ اور اس کے ساتھیوں کی خون آلودہ لاشیں بندی خانے کے سامنے بکھری پڑی تھیں...... طوفان کا زور ٹوٹ چکا تھا...... طوفانی بارش بوندا باندی میں تبدیل ہو رہی تھی۔ قیدیوں کی فوج شاہی محلات کی طرف بڑھتی جا رہی تھی...... جگہ جگہ خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں پڑی تھیں...... پرجوش نعروں چیخوں اور تلواروں کی جھنکاروں کا شور سنائی دے رہا تھا......

☆

صبح ہو چکی تھی...... ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی...... جھکے جھکے بادلوں کے جھرکوں سے کبھی کبھی سورج کی سنہری کرنیں جھانک لیتی تھیں...... پربت کی بلندیوں سے گرتی ہوئی آبشاروں کے پانیوں کے طوفان کا بہاؤ وادیوں میں شور مچا رہا تھا...... مندر کے گھڑیال زور زور سے بجائے جا رہے تھے۔ مورنگ بھاگتا ہوا مندر میں داخل ہوا وہ بری طرح ہانپ رہا تھا اس وقت صبح کی پوجا ہو رہی تھی۔

مورنگ نے مہادیو کلیان جی کے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے پوچھا!"کاجل کہاں ہے...... اس کی ماتا کہاں ہے؟"

مورنگ کا سانس پھولا ہوا تھا...... مورنگ کے ہاتھ میں خون آلودہ تلوار تھی......

کلیان جی نے اسے دیکھ کر تشویش بھرے لہجے میں پوچھا!"مورنگ خیریت تو ہے تم ہانپ کیوں رہے ہو لگتا ہے بڑی دور سے بھاگتے ہوئے آئے ہو......"

مورنگ نے کہا!"کاجل کہاں ہے ہم اس کو اور اس کی ماتا کو بڑی شبھ سماچار سنانے آئے ہیں۔"

کلیان جی نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا!"کاجل چھت پر ہے...... ہمیں بتاؤ کیا شبھ سماچار ہے"

مورنگ کچھ کہے بغیر تیزی سے مڑا اور پھر سیڑھیوں کی طرف لپکنے لگا...... وہ زور زور سے کاجل کاجل پکارتا ہوا سیڑھیاں پھلانگتا جا رہا تھا...... مہادیو کلیان بھی اس کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا...... کاجل، اس کی ماں، اس کی چچی اور بہت ساری دیوداسیاں مندر کی فراخ اور اونچی چھت پر کھڑی مسلمان شاہ سواروں کی ترک تازیوں اور یورشوں کے ایمان افروز اور حیرت انگیز نظارہ دیکھ رہی تھیں۔

مورنگ نے کاجل کو دیکھ کر کہا!"کاجل وہ زندہ ہیں...... ہم نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے......"

مورنگ لڑکھڑا کر گر پڑا اور پھر زور زور سے رونے لگا...... اتنے میں کلیان بھی چھت پر پہنچ گیا...... مورنگ زور زور سے رو رہا تھا......

مہادیو کلیان نے اس کو آغوش میں لیتے ہوئے بڑے اعتماد پیار سے کہا!"مورنگ بیٹے بات کیا ہے...... تم روتے کیوں ہو...... کون زندہ ہے...... تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"

شدت جذبات سے مورنگ کی زبان لڑکھڑا رہی تھی...... اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ کاجل اور دیوداسیاں حیرتوں میں ڈوبی کھڑی تھی......

مورنگ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا!"خوشیوں کا بوجھ ہم سے اٹھایا نہیں جا رہا ہے...... تم سب سنو گے تو تم بھی ہماری طرح رونے لگو گے"

کاجل نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا!"تم کہنا کیا چاہتے ہو......"

مورنگ کی چھم چھم برستی ہوئی آنکھیں مسکرا پڑیں۔ اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!"کاجل تمہارے پتا جی زندہ ہیں ہم نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے......"

کاجل کی چیخ نکل گئی...... وہ زور زور سے رونے لگی......

اس کی ماں نے مورنگ کے قدموں پر گرتے ہوئے کہا!"مورنگ سچ سچ بتاؤ تم نے کوئی سپنا تو نہیں دیکھا"

مورنگ نے بڑے اعتماد سے کہا! ''تم سب وشواش کیوں نہیں کرتے ہو..... ہم سپنا کی بات نہیں کر رہے..... ہم نے مدھوکر جی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے..... وہ چیتوں کے غار کی طرف بھاگتے ہوئے سپاہیوں پر حملہ آور ہو رہے تھے..... ہم نے ان کو نمسکار بھی کہا تھا..... انہوں نے ہماری طرف مسکرا کر دیکھا بھی تھا.....''

کاجل نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ''ہم پتا جی کو ڈھونڈنے جا رہے ہیں.....''

مہادیو کلیان کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گر رہے تھے۔

اسی لمحے ایک پجاری نے اوپر آ کر کہا! مہادیو جی ایک مسلمان سردار آ رہا ہے'' پجاری نے کاجل اور اس کی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔''اس نے تمہارے بارے میں پوچھا ہے۔''

کلیان جی نے پجاری سے پوچھا! ''تم نے کیا جواب دیا ہے۔''

پجاری نے سر جھکا کر، ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''ہم نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔''

کلیان جی نے کچھ سوچتے ہوئے پجاری سے پوچھا! ''وہ اکیلا ہے۔''

پجاری نے کہا! ''مہاراج اس کے ساتھ پچاس ساٹھ سینک بھی ہیں۔''

کلیان جی نے پوچھا! ''تمہیں اس کا رویہ کیسا لگا ہے۔''

پجاری نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''وہ نیل گگن سے اترا ہوا دیوتا لگتا ہے۔''

مہادیو کلیان زینے کی طرف بڑھنے لگا..... مندر کے دروازے پر لوگوں کو ہجوم تھا..... لوگ مسلمان سواروں کے قدم چھونے کے لیے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

کلیان جی دروازے سے نمودار ہوا تو مسلمان سردار نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! ''آپ مہادیو آنند پرکاش کے بھائی کلیان جی ہیں؟''

کلیان جی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''جی مہاراج سیوک کا نام کلیان ہے.....''

مسلمان سردار نے بڑی گرم جوشی سے کلیان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا! ''ہمارا نام اودھم خان ہے ہم آپ کی خیریت معلوم کرنے آئے ہیں..... مندر کے کسی پجاری کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی.....''

کلیان جی نے اودھم خان کے قدموں کو چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''نہیں مہاراج ہم سب بہت خوش ہیں لگتا ہے بھگوان نے ہمیں ایک نیا انوکھا اور روشن جیون دیا ہے.....''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد اودھم خان نے کہا! ''ہم مدھوکر کی بیٹی کاجل کے بارے میں پوچھنے آئے ہیں.....''

مہادیو نے کہا! ''کاجل اور اس کی ماتا نردوش ہیں..... راجکمار نے ان کو غمزدہ اور دکھی کیا ہے۔ ان کے بارے میں کیوں پوچھا جا رہا ہے''

اودھم خان نے کہا! ''کاجل ہماری بیٹی ہے ہمیں اس کے درد و غم کا علم ہے اسے ایک بہت بڑی خوش خبری سنانے آئے ہیں۔''

کلیان جی نے کہا! ''وہ اپنی ماتا کے ساتھ مندر کی چھت پر موجود ہے''

اودھم خان کلیان جی کے ساتھ چھت پر پہنچا.....کلیان جی نے کاجل کی طرف دیکھا.....کاجل مہادیو کا اشارہ سمجھ گئی وہ اودھم خان کے قدموں پر گر پڑی......

اودھم خان نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا! ''تم ہمارے بھائی مدھوکر جی کی بیٹی کاجل لگتی ہو......''

کاجل نے چھلکتی ہوئی آنکھوں سے اودھم خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''مہاراج ہمارا نام کاجل ہے''

اودھم خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''تم ہماری بیٹی ہو.....ہمیں افسوس ہے تمہارے خاندان کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا.....یقین کرو ہم نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا.....خدا کا شکر ہے ہمیں مدھوکر جی کے سامنے شرمسار نہیں ہونا پڑے گا۔''

کاجل نے روتے ہوئے کہا! ''ہماری پتا جی کہاں ہیں.....ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ ظالم مہاراجہ نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔''

اودھم خان نے کہا! ''بیٹی تم نے غلط سنا.....مگر مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقت ور ہے تمہارے پتا جی زندہ ہیں ہمارے ساتھ ہیں اور کچھ دیر بعد تمہارے سامنے ہوں گے۔''

اودھم خان نے سیڑھیوں کی طرف پلٹتے ہوئے کہا! ''ہم پھر آئیں گے.....راجا ریاشیا نگ کی حکومت کا تختہ الٹا گیا ہے اس وقت تم سب ایک نئے آسام کی دھرتی پر کھڑے ہو......''

تین پہروں کی مختصر مدت میں ختم ہونے والی اس انوکھی جنگ کی گھڑی کی حیران کن افسانوی داستانوں کو مسلمان مجاہدوں کی طوفانی یورشوں نے جنگوں کی تاریخ کا ایک یادگار ایک انمٹ اور ایک ناقابل فراموش باب بنا دیا تھا.....راجکمار ساون کی وفادار فوج دوپہر تک تہہ تیغ ہو چکی تھی.....سورج کی چنچل کرنیں پربتوں کی برف پوش چوٹیوں کو چوم رہی تھیں.....ہواؤں کے جھونکوں کے خرام ناز میں دلکشی تھی.....قلعے کے سارے دروازے کھول دیئے گئے تھے.....شہر کے لوگ مکمل آزادی کے ساتھ قلعے کے اندر آ جا رہے تھے......

لوگ حیران کن اور تعجب خیز خوشیوں میں ڈوبے ہوئے تھے.....ان کے نزدیک یہ سب کچھ ناقابل یقین تھا.....راجکمار کے سپاہیوں کی بکھری ہوئی لاشوں کو اٹھا کر شمشان بھومی میں جمع کیا جا رہا تھا.....اس جنگ میں دو سو کے لگ بھگ مسلمان مجاہد بھی شہید ہوئے تھے.....مسلمان اپنے شہیدوں کو غسل کفن دے رہے تھے.....کاجل مدھوکر کے قدموں پر جھکی ہوئی رو رہی تھی۔

مدھوکر نے اس کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا! ''بیٹی روتی کیوں ہو یہ تو بڑی شبھ گھڑی ہے۔خوشیوں کی برکھا برس رہی ہے۔''

کاجل نے اپنے آنچل کے پلو سے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا! ''خوشیوں کے ہجوم نے ہمیں پاگل بنا دیا ہے۔''

اسی لمحے ایک مسلح دربان کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا! ''دروازے پر ایک مسلمان کھڑا ہے وہ اندر آنے کی آگیا مانگ رہا ہے۔''

مدھوکر نے اٹھتے ہوئے کہا! ''تم نے اس کو باہر کیوں روکا ہے.....اس کو فوراً لے آؤ''

سپاہی چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ایک مسلمان سپاہی کمرے میں داخل ہوا......

مدھوکر نے اس کی طرف دیکھا تو سپاہی نے کہا! "مدھوکر جی تمہیں قلعے کے میدان میں بلایا جا رہا ہے ہمارے شہیدوں کے جنازے تیار ہیں۔"

مدھوکر اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قلعے کے میدان کی طرف بڑھنے لگا...... میدان میں مسلمانوں کے علاوہ سینکڑوں آسامی بھی کھڑے تھے...... غمزدہ لوگوں نے سر جھکائے ہوئے تھے...... شہیدوں کے جنازے کے سامنے ادب واحترام سے سر جھکائے ہوئے تھے...... مہادیو کلیان جی پردھان منتری شاستری مہادیو آنند پرکاش شنکر اور قیدیوں کی چھوٹی سے فوج کا بوڑھا سالار بھی موجود تھا......

مدھوکر بھی پہنچا تو سید حیدر امام نے ہندوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "رات کی جنگ میں ہمارے ان ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا ہے تم جانتے ہو ہم مرنے والوں کو دفن کیا کرتے ہیں یہ تمہارا ملک ہے تم اس ملک کے چپے چپے کے مالک ہو ہم پردیسی ہیں ہمیں اپنے شہیدوں کی آخری آرام گاہ کے لیے زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے کی ضرورت ہے......"

بوڑھے قیدی نے آگے بڑھ کر سید حیدر امام کے قدموں کو چھوتے ہوئے کہا! "تم ہمیں دکھی کر رہے ہو...... یہ ملک یہ دھرتی یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہے ہم اپنے ہاتھوں سے ان عظیم شہیدوں کی آرام گاہیں تیار کریں گے۔"

دوپہر سے پہلے پہلے شہیدوں کے جنازے تیار ہو گئے اور قلعے کے اندر ان کو آخری آرام گاہوں میں پہنچا دیا گیا...... دن ڈھلے دربار عام کی کاروائی شروع ہوئی...... دربار عام کی عمارت ایک وسیع وعریض عمارت تھی جس میں بیک وقت کئی ہزار لوگ بیٹھ سکتے تھے...... راجا کا تخت خالی پڑا تھا...... سید حیدر امام اور ادوھم خان تخت کی سیڑھیوں پر کھڑے تھے۔

پردھان منتری شاستری نے تخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! "ہم دونوں سرداروں کو تخت پر دیکھنا چاہتے ہیں۔"

ادوھم خان نے جلدی سے کہا! "ہمارا اس تخت سے کوئی تعلق نہیں ہے...... یہ ملک تمہارا ہے تم ہی تخت وتاج کے مالک ہو"

دونوں سرداروں کو سنہری کرسیاں پیش کی گئیں وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے تو مہادیو کلیان جی نے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "آج نئے جنم کا نیا دن ہے ہم اپنے نئے جیون کے لیے پہلے روز کا آغاز دیوتاؤں کے چرنوں کے چومنے سے کریں گے......"

لوگ اپنی اپنی نشستوں سے اٹھ کر سید حیدر امام اور ادوھم خان کی طرف بڑھنے لگے تو سید حیدر امام نے کہا! "مہاتما جی لوگوں کو منع کرو ہم دیوتا نہیں ہیں ہم تمہارے بھائی ہیں"

مہادیو کلیان نے آگے بڑھ کر سید حیدر امام کے قدموں پر جھکتے ہوئے کہا! "ہم ہندو ہیں ہم دیوتاؤں کے پوجنے کے عادی ہیں...... یہ ہمارا دھارمک ادھیکار ہے...... تم ہمیں ہمارے ادھیکار سے محروم نہیں کر سکتے۔"

قدم بوسی کا یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا...... جذبات کے دھارے بہتے رہے...... کافی دیر بعد جب جذبوں کا لاعلم خیزیاں معمول پر آ گئیں تو سید حیدر امام نے کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! "لوگو ہم تمہارے حاکم نہیں تمہارے بھائی ہیں...... تمہارے بیٹے ہیں...... ملک گیری ہمارا مقصد نہیں...... ہم ظلم ناانصافی استحصال اور جبر وتشدد کی خونخوار قوتوں کے خلاف برسرپیکار ہیں...... ظلم سے ٹکرانا ہمارا شیوہ ہے ہمارے پاس بہت کم وقت ہے ہم کل صبح سویرے یہاں سے چلے جائیں گے اس مختصر سے وقت میں ہم سارے ضروری امور نمٹا دینا چاہتے ہیں...... اس ریاست کی مستقل حکمرانی کا فیصلہ راجکماری چندر کانت کرے گی تاہم عبوری حکومت کا قیام ضروری ہے......"

ایک لمحے کے سکوت کے بعد سید حیدر امام نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا! ''ہماری معلومات کے مطابق راجکمار ساون کے وحشیانہ مظالم اور گھناؤنے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے......اس کی قسمت کا فیصلہ ریاست کے مظلوم عوام کریں گے......''

سید حیدر امام اپنی مسند پر بیٹھ گیا تو اودھم خان نے دبدبہ سے کہا! ''مجرم ساون کمار کو عوام کی عدالت میں پیش کیا جائے۔''

ایک لمحے کے لیے دربار میں خوشگوار سناٹا چھا گیا......

بوڑھے قیدی نے کھڑے ہو کر کہا! ''عظیم سردار شاکر نا راجکمار ساون دربار میں نہیں آ سکتا۔''

اودھم خان نے حیرت اور ناگواری کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''بابا جی ساون کمار اس ریاست کے سینکڑوں گھرانوں کا مجرم ہے......اس کو عدالت کے سامنے پیش ہونا پڑے گا...... یہ ہمارا فیصلہ ہے۔''

بوڑھے قیدی نے مسکراتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا! ''راجکمار اور اس کی ماتا چمپا رانی انسانوں سے زیادہ بھگوان کے مجرم تھے وہ انسانی بستی میں گھسے ہوئے خونخوار درندے تھے......ہم نے ان درندوں کو درندوں کے سنسار میں پہنچا دیا ہے۔''

اودھم خان نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''تم کون ہو......اور کس نے تمہیں اتنے بڑے فیصلے کا اختیار دیا ہے۔''

شنکر جلدی سے اٹھا اور اس نے اودھم خان اور سید حیدر امام کو بوڑھے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا......دونوں سرداروں نے حیرت زدہ ہو کر بوڑھے کی طرف دیکھا......لمحے بعد دونوں کی آنکھیں چھلک پڑیں......دونوں ایک وقت اپنی اپنی مسندوں سے اٹھے اور بوڑھے کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے......بوڑھا قیدی خشک ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا......اس کے سر داڑھی اور مونچھوں کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے......اس کی آنکھیں بجھتے ہوئے چراغوں کی طرح تھیں۔

سید حیدر امام نے اپنی تلوار بوڑھے کے قدموں پر رکھتے ہوئے کہا! ''ہمیں معاف کرنا ہم نہیں جانتے تھے تم کون ہو۔''

پھر اودھم خان نے سید حیدر امام کی تقلید کی اور اپنی تلوار بوڑھے کے قدموں کے سامنے رکھتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا! ''ہم گستاخی کی معافی چاہتے ہیں......ہم سے خطا ہوئی ہے......ہمیں معاف کر دو......''

بوڑھے قیدی نے کھڑے ہو کر دونوں سرداروں کے سامنے سر جھکا کر کہا! ''ہم تمہارے سیوک ہیں تم ہمارے دیوتا ہو......''

لوگ حیرتوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

سید حیدر امام نے بوڑھے کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا! ''لوگوں یہ بادل سنگھ ہے یہ تخت و تاج کا مالک ہے۔''

لوگوں کا ہجوم بادل سنگھ کے قدم چھونے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا......

سید حیدر امام اور اودھم خان نے بوڑھے کو سہارا دے کر تخت کے قریب لے جا کر کہا! ''مہاراج یہ تخت یہ تاج تمہارے ہیں۔''

بادل سنگھ نے نفرت و حقارت سے تخت پر تھوکتے ہوئے کہا! ''ہم اسے موہ مایا کا بھیانک جال سمجھتے ہیں۔''

لوگوں کی سسکیاں چیخوں میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی......



شام کا موسم بڑا سہانا تھا رنگ برنگے خوشنما پرندے رہن بسیرے کے لیے درختوں کی شاخوں پر جھکی جھکی اڑانیں کرتے پھرتے تھے......

سورج پربتوں کے پیچھے مغربی افق میں غروب ہو رہا تھا...... شام کے مٹیلے دھندلکے بڑے سرعت سے پھیلتے جا رہے تھے...... شیو دیوتا مندر کی چھت پر کھڑا خلاؤں میں جھانک رہا تھا...... نیلے آسمان کی بے کراں وسعتیں سناٹوں میں ڈوبی ہوئی تھیں...... شیو دیوتا نے سوسنی رنگ کا ریشمی لباس پہنا ہوا تھا...... اس کے کندھے کی چادر ہوا کے دوش پر پھڑ پھڑا رہی تھی......

شمال کی طرف سے ایک سیاہ دھبہ نمودار ہوا اور پھر چند لحموں بعد سرمئی رنگ کا ایک کبوتر شیو دیوتا کے کندھے پر آ بیٹھا۔ یہ خبر رساں کبوتر تھا کبوتر کی خوبصورت گردن میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دھاگے سے بندھا دکھائی دے رہا تھا شیو دیوتا نے کاغذ کے ٹکڑے کی تہوں کو کھول کر پڑھنا شروع کیا اس کے چہرے خوشیوں کے رنگوں کی پھوار برس رہی تھی اس کی آنکھیں کسی اندرونی جذبے سے ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں اس نے جلدی جلدی کمر بند کی پیچ سے ایک تہہ شدہ کاغذ کا ٹکڑا نکالا اور دھاگے میں پرو کر کبوتر کی گردن میں ڈال دیا پیغام رساں کبوتر ایک بار پھر خلاؤں میں بلند ہو گیا شیو دیوتا دیر تک کبوتر کی طرف دیکھتا رہا اور پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا مندر کی چھت سے نیچے اتر آیا۔ وہ بہت خوش تھا اس کے انگ انگ سے خوشیوں کے رنگ جھڑ رہے تھے۔

مندر کے ایک مہاتما نے اس کے قدموں کو چھوتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! ''اس وقت دیوتا بھگوان کا چہرہ کسی انجانی خوشیوں سے پورن ماشی کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔''

شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''ابھی ابھی ہمیں ایک انوکھا گیان پرکاش ہوا ہے...... کٹھن وشاؤں کے سمے بیتنے والے ہیں آنے والے کل کی رات چراغوں کی رات ہو گی۔ قدم قدم خوشیوں کے پھول کھلیں گے...... جگ جگ خوشیوں کے دیپ جلیں گے''

شیو دیوتا مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا...... قلعے میں شعلوں اور قندیلوں کو روشن کیا جا رہا تھا...... شیو دیوتا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا مہاراجہ کے محلات کی طرف بڑھتا جا رہا تھا...... اس کے قدموں کی چاپوں میں فاتحانہ شوخی تھی۔

اندھیرے گھور ہونا شروع ہو گئے تھے...... آسمان کی نیلی وسعتوں پر ستاروں کی قندیلیں روشن ہو رہی تھیں...... ساجن مہاراجہ کرشن کماری کی خوابگاہ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ شیو دیوتا کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اس نے چند قدم آگے بڑھائے۔

شیو دیوتا نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا! ''جس مقصد کے لیے ہم سب نے بہت ساری راتیں جاگ جاگ کر گزاری ہیں...... اس کے پورے ہونے کا وقت آ گیا ہے...... کل صبح سویرے قلعے پر فیصلہ کن حملہ ہونے والا ہے...... آدھی رات کے بعد کچھ لوگ خفیہ سرنگ کے راستے قلعے میں داخل ہوں گے...... ان کا خیال رکھنا...... مہاراجہ کے محل کے ارد گرد بھروسے کے لوگوں کو کرنا...... آج کی رات کی ایک ایک گھڑی تاریخ کا قیمتی ورثہ بننے والی ہے۔''

ساجن نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا! ''چنتا کی کوئی ضرورت نہیں۔ سب کام دیوتا کی آشاؤں اور امنگوں کے مطابق سرانجام دیے جائیں گے۔''

''ہم نے کچھ سوچ رکھا ہے......'' شیو دیوتا نے کہا......

ساجن نے کہا......''نیلم کمار ابھی ابھی مہاراجہ کے کمرے سے نکل کر اس طرف گئے ہیں......خیال ہے کہ وہ قلعے کے دروازے پر ہوگا۔''

شیو دیوتا کے قدم ماتا مہارانی کی اس خوابگاہ کی طرف بڑھتے گئے جس پر چند دنوں سے نرملا اور اس کے ناگوں نے قبضہ کیا ہوا تھا......شیو دیوتا اس کمرے کے نزدیک پہنچا تو اس کے کانوں میں بینوں کی مسحور کن آوازیں گونجنے لگیں......کمرے میں پانچ چھ خوفناک ناگ پھن پھیلائے پھنکار رہے تھے۔شیو دیوتا کو دیکھ کر نرملا مدھوتی اور سپیرے کھڑے ہوگئے۔

نرملا کی آنکھیں چمکنے لگیں اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا!''دیوتا بھگوان نے بڑی کرپا کی ہے ہم بہت اداس ہورہے تھے۔''

شیو دیوتا نے محبت بھری نظروں سے نرملا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا!''تم نے ہماری خاطر بڑے دکھ اٹھائے ہیں ہمیں احساس ہے۔آج کی رات برہوں کی آخری رات ہے اس رات کی صبح اچھوتی اور انوکھی ہوگی اوگھٹ راہوں کے سارے سفر ختم ہونے والے ہیں''

پھر اس نے مدھوتی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا!''مدھوتی منزل قریب آگئی ہے......محتاط رہنے کی گھڑیاں ہیں......کبھی کبھی کسی چھوٹی سے غلطی سے کشتی ساحل کے قریب ڈوب جاتی ہے۔''

پھر اس نے سرنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!''آدھی رات کے قریب اس سرنگ کے راستے کچھ لوگ آئیں گے......وہ اپنے آدمی ہوں گے۔''

مہاراجہ کرشن کمار اپنے خواب گاہ میں تھا......معمول کے مطابق وہ شراب اور شباب میں ڈوبا ہوا تھا۔

ساجن نے اندر آکر کہا!''ماتا مہارانی اور راجا ریاشیا نگ آرہے ہیں......''

کرشن کمار نے ایک مخموری ہچکی لیتے ہوئے کہا!''ہم انتظار کررہے ہیں۔''

ساجن ہاتھ جوڑتا ہوا باہر چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد ماتا مہارانی اور راجا ریاشیا نگ کمرے میں داخل ہوئے۔کرشن کمار نے کھڑے ہوکر دونوں کا استقبال کیا......اس نے باری باری دونوں کے قدموں کو چھوا۔

پھر اس نے ریاشیا نگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا!''ماموں جان تمہاری سینا کا نقصان زیادہ تو نہیں ہوا۔''

راجا ریاشیا نگ نے ایک کول اور شرمیلی سی باندی کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ لے کر اپنے حلق میں اتارتے ہوئے کہا!''ہمارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے مدھوکر کی نمک حرامی اور غداری کی وجہ سے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔''

کرشن کمار نے چونک کر ماموں کی طرف دیکھا اور پوچھا!''مدھوکر نے غداری اور نمک حرامی کی ہے؟''

راجہ ریاشیا نگ نے کہا!''ہم نے اس کے پورے پری وار کے قتل کا فرمان جاری کردیا ہے......امید ہے اب تک سارے خاندان کی ہڈیوں کو وادی کے کتے چبا چکے ہوں گے......''

کرشن کمار نے ایک خوفناک سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا!''اب کملا دیوی کو اس سنسار کی کوئی طاقت ہمارے غیض وغضب سے نہیں بچا

سکتی......مدھوکر کی بہن کملا......ایک غدار اور نمک حرام کی بہن ہے......ہم اس کو بڑی دردناک موت سے ہمکنار کریں گے۔"

پھر کرشن کمار نے ماتا مہارانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "ہم شیو دیوتا کو سب کچھ سمجھا دیں گے......"

راجا ریاشیا تنگ نے ماتا مہارانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "یہ شیو دیوتا کون ہے......"

ماتا مہارانی نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا! "بھائی جی حد ادب کے لحاظ کو پیش نظر رکھا جائے......شیو دیوتا ایک مہان دیوتا ہے......اس کا تذکرہ تمیز سے کیا جانا ضروری ہے......پرماتا نے اس کو ہماری سہاتیا کے لیے بھیجا ہے......"

ماتا مہارانی کی سرزنش اور خفگی آمیز لہجے سے مرعوب ہو کر ریاشیا تنگ نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! "ماتا مہارانی جی ہمیں شما کرو وہم سے بھول ہوتی ہے ہم تو دیوتاؤں کے پجاری اور سیوک ہیں......دیوتا کے درشن کب ہوں گے......"

اسی لمحے ایک دربان نے شیو دیوتا کے آنے کی اطلاع دی......ماتا مہارانی کی آنکھیں چمک اٹھی......اس کے چہرے پر مسرت آمیز جذبوں کی شوخیاں نمایاں ہوگئیں۔

ماتا مہارانی نے دربان کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے کہا! "تم سب احمق اور مورکھ ہو ہزار مرتبہ کہا ہے دیوتا بھگوان کو مت روکا کرو۔"

ریاشیا تنگ اور کرشن کمار سنبھل کر بیٹھ گئے۔شیو دیوتا بڑے طمطراق سے کمرے میں داخل ہوا۔اس کے چہرے پر اسرار وں میں ڈوبا ہوا تبسم تھا۔وہ مردانہ حسن اور وجاہت کا مرعوب کن شاہکار تھا۔راجا ریاشیا تنگ تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے قدموں پر جھک گیا۔

اس نے کہا! "تم دیوتا ہو تم آکاش سے اترے ہوئے لگتے ہو۔"

شیو دیوتا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔"تم کرشن کمار کے ماموں اور ماتا مہارانی کے بھائی ہو......تم بڑے بھاگوان ہو ہمیں بہت پیارے لگ رہے ہو ہمیں تمہارا انتظار تھا۔ہم جانتے ہیں تمہارے ساتھ دھوکہ ہوا ہے پرنتو چنتا نہیں کرو ہم تمہاری سہاتیا کریں گے۔"

ریاشیا تنگ نے متاثر ہو کر بڑی عقیدت مندی اور خلوص سے اس کے قدموں کو چومتے ہوئے کہا! "تم ودوان دیوتا ہو تمہارے چرنوں میں شانتی ہے......"

پھر ماتا مہارانی اور کرشن کمار نے باری باری شیو دیوتا کے قدموں کو چھوا۔شیو دیوتا کو ایک سنہری مسند پر بٹھایا گیا۔ماتا مہارانی کی مخمور نگاہیں شیو دیوتا کے چہرے پر نچھاور ہو رہی تھیں......ماتا مہارانی کی سلگتی ہوئی آنکھوں میں محبت اور ہوس کے ملے جلے جذبوں کے رنگ جھوم رہے تھے......ماحول پر شیو دیوتا کا دبدبہ طاری تھا......

ایک لمحے کے سکوت کے بعد شیو دیوتا نے کرشن کمار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! "کرشن کمار لگتا ہے تم کملا دیوی کے بارے میں سوچ رہے ہو۔کملا دیوی ایک غدار کی بہن ہے۔ وہ ہمارے چمتکار سے نہیں بچ سکے گی......ہم اسے اپنے ہاتھوں سے بڑی بھیانک سزا دیں گے۔"

اسی لمحے مہاراجہ کا سیناپتی گھن شام ٹھاکر، پرتھوی، گوبند اور تمراج وڈیار کے ہمراہ مہاراجہ کے کمرے میں داخل ہوا۔یہ چاروں مسلح تھے اور کچھ کچھ گھبرائے ہوئے لگتے تھے......

مہاراجہ نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو کسی کٹھن وشا کی گھاٹی سے دوچار ہو......''

گھن شام نے ہاتھ جوڑتے ہوئے سر جھکا کر جواب دیا! ''دشمن نے پچھم کی طرف سے فصیل پر اچانک حملہ کر دیا ہے۔''

کرشن کمار نے مسند سے اٹھتے ہوئے کہا! ''ہم بڑے دونوں سے اس گھڑی کے منتظر تھے۔تم مسلح ہو کر چلو ہم تمہارے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔''

شیو دیوتا کھڑا ہو گیا تھا اس نے کرشن کمار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''پریشان ہونے اور بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔آسام کی قسمت کا فیصلہ ہماری آشاؤں اور تمناؤں کے مطابق ہوگا۔''

کرشن کمار نے دوہری زرہ پہنی ہوئی تھی...... اس کے سر پر مضبوط فولادی خود تھا جس کی کڑیاں زرہ کے ساتھ پیوست تھی...... ساجن نے محل کے پہرے داروں اور مہاراجہ کے محافظوں کی فوج کو اپنے ساتھ لے لیا تھا...... وادیاں نقارے کی گونج سے لرز رہی تھیں...... قلعے کے اندر افراتفری کا عالم طاری تھا...... مسلح سپاہی بڑی تیزی سے فصیل کے اس حصے کی طرف بڑھ رہے تھے جس طرف حملہ ہو رہا تھا۔

رات گھور اندھیری تھی...... سردی کا زور تھا...... فصیل کے باہر پچھم کی طرف دور دور تک گھنا جنگل تھا...... قلعے کی فصیل کے ساتھ ساتھ مخروطی عمودی اور ناہموار چٹانوں کا ایک بے ترتیب سا سلسلہ تھا...... جو دور دور تک چلا گیا تھا...... اس طرف سیتا کماری اور اعظم خان کے لشکر تعینات تھے...... ہموار چٹانوں پر انہوں نے بڑی بڑی منجنیقیں نصب کر رکھی تھیں...... اس وقت ان منجنیقوں سے قلعے کی فصیل پر سنگ باری کی جاری تھی۔

دوسری طرف قلعے کی فصیل سے اسی قسم کے ہتھیاروں کا استعمال ہو رہا تھا...... دونوں طرف سے آتشی تیروں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔اعظم خان اور سیتا کماری ایک اونچی چٹان پر کھڑے تھے...... نقاروں اور نعروں کا شور بڑھتا جا رہا تھا...... فصیل پر اس سرے سے لیکر اس سرے تک سپاہیوں کا بے پناہ ہجوم تھا...... گھن شام نے اپنی ساری فوج کو فصیل پر کھڑا کر دیا تھا...... جب مہاراجہ کرشن کمار فصیل پر نمودار ہوا تو سپاہیوں کا جوش و خروش بڑھ گیا وہ بڑے غور سے وادیوں میں بھاگتی دوڑتی روشنی کی لکیروں کو دیکھ رہا تھا۔

مہاراجہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا! ''ہمارے بیوقوف دشمن نے اپنی ساری طاقت موت کی ان خوفناک وادیوں میں جھونک دی ہے......'' پھر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے نیزے کو بڑے زور سے نیچے وادی میں پھینکتے ہوئے کہا! ''ہم ان کے سروں کا ایک تاریخی مینار بنائیں گے......''

کرشن کماری کی آواز سیتا کماری اور اعظم خان تک پہنچ رہی تھی...... فصیل پر پتھروں کے بڑے بڑے چولہے جل رہے تھے...... ان چولہوں پر آہنی تیل کھول رہا تھا...... مہاراجہ کے سپاہی لکڑی کی بالٹیاں بھر بھر کر اس کھولتے ہوئے تیل کو نیچے پھینک رہے تھے...... مہاراجہ دیر تک اپنے سپاہیوں کے درمیان کھڑا رہا...... اس کے چہرے پر امیدوں کی دھنک بکھری ہوئی تھی...... وادیاں پتھروں کے دھماکوں سے گونج رہی تھیں۔

اسلامی لشکر کی طرف سے کوئی چیخ چیخ کر یہ کہہ رہا تھا! ''مجاہدو آگے بڑھو اور مضبوط کمندیں پھینک کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرو......''

مہاراجہ نے چلاتے ہوئے کہا! ''دشمن پر کھولتے ہوئے تیل کے دریا بہا دیئے جائیں۔''

مہاراجہ تقریباً آدھی رات تک اپنی فوج کی سرگرمیاں دیکھتا رہا...... پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اس کے گھوڑے کا رخ جنوب کی طرف

تھا...... پورے فصیل کی چکر لگانے کے بعد وہ قلعے کے ایک برج کے قریب گھوڑے سے اترا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا محل میں داخل ہو گیا۔ نیلم کمار پہلے سے برج میں موجود تھا۔

نیلم کمار نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''مہاراجہ کی قسمت کا ستارہ آکاش کی بلندیوں پر چمک رہا ہے...... دشمن نے اپنی پوری طاقت کو چھچھم کے سنگلاخ اور دشوار گزار سلسلے میں جھونک کر اپنی ناتجربہ کاری اور بیوقوفی کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔''

مہاراجہ نے خوفناک قہقہہ مارتے ہوئے کہا! ''ہمارا دشمن بانورا اور نالائق ہے......''

نیلم کمار نے سر جھکاتے ہوئے کہا! ''لوگ چھچھم کی وادیوں کو موت کی اور بھوتوں کی وادیاں کہتے ہیں۔''

مہاراجہ نے جھک کر نیچے دیکھا اور پھر نیلم کمار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا! ''ہوشیار رہنا...... نیلم کمار دشمن ہمیں دور اندھیروں سے دیکھ رہے ہیں۔'' مہاراجہ برج سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور فصیل سے اتر گیا۔

محل کے قریب پہنچ کر کرشن کمار نے ساجن کو مخاطب کر کے پوچھا! ''محافظ سینا کہاں ہے......''

ساجن نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا! ''ہم نے محافظوں کو دوسری طرف سے روانہ کر دیا ہے۔ ہنگامی حالت ہے کوئی بھی خطرناک صورت حال پیدا ہو سکتی ہے۔''

ایک سپاہی نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ مہاراجہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔

اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک مسلح دربان کی طرف غور سے دیکھا...... دربان نے جھک کر مہاراجہ کے قدموں کو چھوا...... ساجن کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا......

مہاراجہ نے دربان سے پوچھا! ''تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تم کون ہو۔''

ساجن نے آگے بڑھ کر کہا! ''مہاراج یہ تیرتھ سنگھ ہے...... سینا کا ایک بہادر اور نڈر سینک ہے۔''

مہاراجہ اس کو گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ خوابگاہ میں پہنچ کر اس نے ساجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ہم رات بھر جاگیں گے ہمیں گھڑی گھڑی کی شبھ سماچار سناتے رہنا۔'' ساجن نے ہاتھ جوڑے اور باہر نکل گیا......

برآمدوں اور راہداریوں میں مسلح سپاہی کھڑے تھے۔ ساجن نے کرشن کمار کی خوابگاہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سرگوشی سے پوچھا! ''آپ کا نام شیام ہے نا؟''

شیام نے ساجن کا ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے آہستہ سے کہا! '''' آپ نے ہمیں پہچان لیا ہے۔''

ساجن نے پوچھا! آپ کتنے سپاہیوں کو اپنے ساتھ لائے ہو؟''

شیام نے کہا! ''ہم پانچ سو کے لگ بھگ ہیں۔''

ایک لمحے کے سکوت کے بعد ساجن نے کہا! ''کرشن کمار اور ماتا مہارانی کو بھاگنے نہیں دینا۔''

شیام نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا! ''کرشن کمار اور اس کی ماتا ہمارے قبضے میں ہیں۔''

ساجن مندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ مندر پہنچ کر اس نے ایک پجاری سے شیو دیوتا کے بارے میں پوچھا۔ پجاری نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا! ''شیو دیوتا اور ناگ دیوتا دونوں اس کمرے میں موجود ہیں۔''

شیو دیوتا نے سوالیہ انداز سے ساجن کی طرف دیکھا۔ ساجن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا! ''حالات پر ہماری گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جارہی ہے۔ سارے کام ہماری آشاؤں کے مطابق ہورہے ہیں۔ اس وقت کرشن کمار اور اس کی ماتا ہماری قید میں ہیں۔''

☆

اسلامی لشکر بڑی خاموشی اور بڑے مثالی نظم وضبط کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا پورب کی طرف سے قلعے کی فصیل کے قریب پہنچ چکا تھا...... حاکم بنگال علی قلی خان کی جنگی چال بڑی کامیاب تھی...... کرشن کمار نے اپنی ساری فوج کو پچھم کی طرف لگا رکھا تھا...... سجاش چند، عادل خان اور وشنو مہاراج قلعے کے دروازے پر پہنچ کر اس کے کھلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

صبح کا ستارہ افق پر نمودار ہوا تو نیلم کمار نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''دروازہ کھول دو۔''

دروازے کے وزنی اور مضبوط کواڑ اچر چرائے اور دروازہ کھل گیا...... بند ٹوٹ گیا اور پھر سیلاب کا ایک خوفناک ریلا ٹھاٹھیں مارتا ہوا قلعے میں داخل ہو گیا...... وشنو مہاراج قیادت کر رہا تھا...... وشنو مہاراج کے بعد سجاش چند اور عادل خان کے لشکر بھی قلعے میں داخل ہو گئے...... فضائیں لرز رہی تھیں...... قلعے کے دروازے کے باہر بڑے بڑے نقارے کڑک رہے تھے...... وشنو مہاراج نے فصیل پر قبضہ کر لیا تھا......

وہ کسی خوفناک شیر کی طرح دہاڑتا ہوا کہتا پھرتا تھا! ''ہمارا نام وشنو مہاراج ہے۔ہم ایک مہان دیوتا کے سیوک ہیں۔ہم پربت کی طرح ہیں۔ہم سے ٹکرانے والے موت سے ٹکرانے والے مورکھ ہوں گے۔''

صبح ہونے تک اسلامی لشکر قلعے اور شہر کے بڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے...... پورا قلعہ میدان جنگ بن چکا تھا...... اسلامی لشکروں کی طوفانی یورشوں کے سامنے آسامیوں کا قدم جما کر لڑنا مشکل ہو چکا تھا...... مجاہدوں کی تلواریں بجلیوں کی زبانوں کی طرح لپک رہی تھیں۔ ہر طرف کہرام برپا تھا۔ ہر طرف موت کے ہنگامے تھے...... اللہ اکبر اور یا علی کے فلک شگاف نعرے گونج رہے تھے...... علی قلی خان کے لشکر بڑے نظم وضبط کے ساتھ صف در صف آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے مقابلے میں مہاراجہ کرشن کمار کے سپاہی بدنظمی افراتفری اور کھلبلی کا شکار تھے۔ وشنو نے تین اطراف سے قلعے کی فصیل کی قیادت کر رہا تھا...... اسماعیل، موہن، شنکھر اور چندن بپھرے ہوئے شیروں کی طرح حملہ کر رہے تھے...... وشنو مہاراج کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو کر پچھم کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صبح ہو چکی تھی۔ روشنی پھیل چکی تھی۔ سورج کی پہلی پہلی کرنیں پربتوں کی خوابناک چوٹیوں کو چوم رہی تھیں...... گھن شام ٹھاکر پر گھبراہٹ طاری تھی۔ وہ فصیل کے برج میں کھڑا کبھی نیچے وادیوں کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی قلعے کے اندر جھانکتا تھا۔ قلعہ خون کی برسات میں ڈوبا جا رہا تھا۔

راجہ ریاشیا تنگ نے گھن شام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''ٹھاکر جی! لگتا ہے ہم جنگ ہار چکے ہیں۔ ہماری کشتی کو کشتی کے مانجھیوں نے ڈبویا ہے۔ قلعے کا دروازہ اندر سے کھولا گیا ہے۔''

برج کے نیچے سینکڑوں سپاہی جمع تھے۔ ہر کسی پر اسرار سیمگی چھائی ہوئی تھی۔

ایک سپاہی نے چلا کر کہا! ''ہمیں گھیرے میں لیا جا رہا ہے۔ شمال اور جنوب دونوں طرف سے مسلمان سینک بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔''

گھن شام اور ریاشیا تنگ نے حملہ آوروں کی طرف دیکھا اور پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد برج سے اترتے ہوئے کہا! ''اس سیلاب کو روکنا مشکل معلوم ہو رہا ہے۔''

گھن شام اور ریاشیا تنگ نے بھاگنے میں پہل کی فصیل سے اتر کر وہ سنسان راہوں پر بھاگتے ہوئے مہاراجہ کے محل کی طرف جا رہے تھے......وہ چھپتے چھپاتے مہاراجہ کے محل کے قریب پہنچ گئے۔

ایک جگہ ریاشیا تنگ نے گھن شام سے پوچھا! ''تمہارے خیال میں کرشن کمار اس ہاری ہوئی جنگ کو جیت سکتا ہے؟''

گھن شام نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔''ہاں کرشن کمار آج کی اس بدترین ہار کو بڑی خوبی سے کل کو ایک بہترین جیت میں تبدیل کرسکتا ہے۔''

ریاشیا تنگ نے کہا! ''تم سمجھتے ہو یہ جنگ کل تک جاری رہے گی۔ ہمارے خیال میں جنگ ختم ہو چکی ہے۔''

گھن شام نے کہا! ''اگر ہم کرشن کمار اور ماتا مہارانی کو یہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو کل ہمارا ہوگا۔ سنقالیوں' کوبلیوں' کوکیوں اور دوسرے خونخوار قبائلیوں کے لشکروں کو جمع کر کے ہم بہت جلد دوبارہ راجدھانی پر قبضہ کرسکتے ہیں۔''

ریاشیا تنگ کی آنکھوں میں امیدوں کے دیپ جلنے لگے۔ ریاشیا تنگ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''ہم کرشن کمار کو لے کر اپنی راجدھانی پہنچ گئے تو ساری کھٹنائیاں دور ہو جائیں گی۔''

مہاراجہ کے محلات کا علاقہ پرسکون تھا۔

گھن شام نے کہا! ''ابھی مسلمانوں کی سینا یہاں نہیں پہنچی......ہم بڑی آسانی سے سرنگ کے راستے ماتا مہارانی اور مہاراجہ کو لے کر نکل سکتے ہیں۔''

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے جب محل کی راہداری میں پہنچے تو ایک مسلح شخص نے ان کا راستہ روکتے ہوئے بڑے رعب سے کہا! ''تم کون ہو؟''

گھن شام نے کہا! ''سا جن کہاں ہے......ہم سیناپتی گھن شام ٹھاکر ہیں اور مہاراجہ کے درشن کرنے آئے ہیں۔''

مسلح شخص نے اپنے خود کے نقاب کو ہٹاتے ہوئے کہا! ''گھن شام ہماری طرف دیکھو ہم ہاشم ہیں۔''

ہاشم کو دیکھ کر گھن شام پیچھے ہٹنے لگا......اس کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔

ہاشم نے کہا! ''تمہارے چاروں طرف موت کے سائے پھیلے ہوئے ہیں......موت سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔''

گھن شام نے ہکلاتے ہوئے پوچھا! ''مہاراجہ کہاں ہے۔''

ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا! ''کرشن کمار اور اس کی ماں اس وقت راجکماری چندر کانت کی قید میں ہیں۔''

اچانک ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور چالیس کے لگ بھگ مسلح نوجوان نے کمرے سے نکل کر گھن شام کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ ہاشم نے گھن شام کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی تلوار گھن شام کے پیٹ میں اتر گئی۔ وہ جنگلی بھینسے کی طرح ڈکرایا اور پھر موت کے اندھیروں میں ڈوب گیا۔ گھن شام راجہ ریاشیا تنگ اور ان کے ساتھیوں کی خون آلودہ لاشیں محل کی راہداری میں بکھری پڑی تھی۔

وشنو مہاراج سبھاش چند اور عادل خان کے لشکروں کے بعد فیروز خان اور راجہ پریم چند شیروں کی طرح دہاڑتے ہوئے اپنے لشکروں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے۔ ان کے سرکش گھوڑوں کی ٹاپوں سے قلعے کی زمین لرز رہی تھی۔ فیروز خان نے اپنے لشکر کو جنگ میں مصروف کر کے

اپنا گھوڑا کملا دیوی کی رہائش گاہ کی طرف موڑ دیا۔ کملا دیوی کی رہائش گاہ پر چند مسلح سپاہی کھڑے تھے۔

فیروز خان نے دبدبے سے پوچھا! ''کون ہو تم اور یہاں کیوں کھڑے ہو؟''

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر سر جھکاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا! مہاراج! ہمارا نام تمراج وڈیار ہے۔ ہم کملا دیوی اور دیپک کمار کی رکھشا کے لیے کھڑے ہیں۔''

فیروز خان نے پوچھا! ''کملا دیوی کہاں ہے؟''

تمراج نے کہا! ''کملا بہن اندر ہے''

فیروز خان نے کہا! ''ہم کملا بیٹی کو ملنے آئے ہیں...... اس کو اطلاع کر دو کہنا فیروز خان آیا ہے۔''

چند لمحوں بعد کملا دیوی بھاگتی ہوئی دروازے پر آئی اور ہاتھ جوڑ کر سسکیاں لیتے ہوئے کہنے لگی۔ ''ہمیں یقین تھا کہ آپ آئیں گے۔''

فیروز خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا! ''دیپک کہاں ہے؟''

کملا نے کہا! ''وہ اوپر بالکونی میں کھڑا جنگ کے نظارے دیکھ رہا ہے۔''

فیروز خان نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا! ''اس بے وقوف کو نیچے اتارو۔ باہر تیروں کی برسات جاری ہے۔ کوئی تیر بالکونی تک پہنچ گیا تو کیا ہوگا......''

فیروز خان نے گھوڑے کی لگام اٹھائی تو کملا نے کہا! ''خان بابا! ہاشم کے بارے میں نہیں پوچھو گے۔''

فیروز خان نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا! ''نہیں! وہ کسی کی دعاؤں کے حصار میں ہے۔''

دن ڈھلے سید حیدر امام اور ھم خان، مدھوکر شنکر، پورن مہادیو، آنند پرکاش اور قیدیوں کی فوج پہنچ گئی...... آسامیوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے تھے۔ گلی گلی جنگ ہو رہی تھی۔ کرشن کمار کے سپاہی چھپتے پھرتے تھے۔ اور شہری ان کو پکڑ پکڑ کر مسلمانوں کے حوالے کر رہے تھے۔ جگہ جگہ خون آلودہ لاشیں دکھائی دے رہی تھیں۔ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ آخر میں حاکم بنگال علی قلی خان قلعے میں داخل ہوا اس کے پیچھے کھنڈے راؤ کے ہاتھیوں کی فوج تھی ہاتھیوں کی آہنی عماریوں میں تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے۔ علی قلی خان سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے خود میں سامنے کی طرف شتر مرغ کا ایک رنگین پر لگا ہوا تھا۔ جو دور سے دکھائی دیتا تھا۔

سید حیدر امام کا رجز در و بام پر گونج رہا تھا۔ وہ کہتا پھرتا تھا! ''ہم بڑی سج دھج سے مقتل کی طرف جاتے ہیں...... شہادت ہمارا ورثہ ہے...... ہم شہیدوں کے بیٹے ہیں۔''

قیدیوں کی فوج بھوکے بھیڑیوں کی طرح دہاڑتی پھرتی تھی۔

علی قلی خان نے سید سیف الدین اور رداما راؤ کو بلا کر کہا! ''اب جنگ ختم ہو چکی ہے۔ ہماری طرف سے امان کی منادی کرا دی جائے۔ ہم بھاگنے والوں کی خون ریزی جائز نہیں سمجھتے۔''

منادی کرنے والے چیخ چیخ کر کہتے پھرتے تھے۔ ''حاکم کی طرف سے امان کا فرمان جاری ہو چکا ہے۔ چھپے ہوئے سپاہیوں کو ڈھونڈ کر قتل کرنے کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔''

قلعہ سرنگوں ہو چکا تھا ہاشم گھوڑا دوڑاتا ہوا بندی خانے میں پہنچا۔

اس نے زندان کے داروغہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! ''آپ مہربان بزرگ ہیں۔ ہم آپ کی شفقتوں کو عمر بھر یاد رکھیں گے۔''

بوڑھے داروغہ نے نمناک آنکھوں سے ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا! ''ہاشم بیٹے! ہمیں شما کرنا ہم آپ کی سیوا نہیں کر سکے تھے۔''

ہاشم نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا! ''ہم راجکماری کی سہیلیوں کو لینے آئے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد راجکماری کی سہیلیاں ہاشم کے سامنے کھڑی تھیں۔ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ لڑکیاں دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں۔

ہاشم نے کہا! ''عزیز بہنو! گھور اندھیری رات ختم ہو چکی ہے۔ ہم سب نے اپنی اپنی جگہ پر بہت دکھ جھیلے ہیں..... اب صبح ہو گئی ہے۔ بھیانک رات ماضی بن چکی ہے۔ افق افق اجالے پھیل چکے ہیں۔''

جس وقت راجکماری چندر کانت کی سہیلیوں کو خوش نما پالکیوں میں بٹھا کر بندی خانے سے باہر لے جایا جا رہا تھا..... اس وقت شیام اور اس کے ساتھی مہاراجہ کرشن کمار اور ماتا مہارانی کو گھسیٹتے ہوئے بندی خانے میں داخل ہو رہے تھے..... شام ہونے سے پہلے پہلے قلعے پر مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔

بادشاہ علی قلی خان نے پورے قلعے کا چکر لگانے کے بعد وشنو مہاراج کو مخاطب کر کے کہا! ''اپنی بیٹیوں کو لے آؤ..... ہم راجکماری چندر کانت کے سر پر آسام کی حکومت کا تاج دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔''

وشنو مہاراج گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

بادشاہ نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے ایک زرہ پوش کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا! ''سلطان تم صدیوں کے بیٹے ہو تم نے صدیوں کے ایک ایک لمحے کو سنوارا ہے۔''

سلطان نے جھک کر حاکم کے قدموں کو چھوا تو علی قلی خان نے پوچھا! ''ہماری بیٹی چندر کانت کہاں ہے۔ اسے تاج پوشی اور تخت نشینی کی رسم کی ادائیگی کے لئے تیار کرو۔''

رات کا پہلا پہر تھا..... کلثوم، کامنی، سکینہ، سادھنا، چندا رانی اور پونم، راجکماری چندر کانت کے محل میں پہنچ گئیں۔ نرملا نکھری نکھری کومل سندر سندر راجکماری کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی..... راجکماری کے چہرے پر خوش نما فانوس جگمگا رہے تھے..... شیام، ہاشم، موہن اور اسماعیل باہر کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ قلعے میں خوشیوں کے شادیانے بجائے جا رہے تھے..... گھر گھر چراغوں کے میلے لگے ہوئے تھے۔

نرملا نے راجکماری کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف اشارہ کیا تو اس نے کہا! ''کہاں لے جانا چاہتی ہو۔ جب تک ہم اپنے حاکم پتا کے درشن نہیں کریں گے کمرے سے باہر نہیں نکلیں گے۔''

کلثوم نے راجکماری کی طرف دیکھ کر کہا! ''تمہیں اپنے حاکم پتا کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔''

راجکماری نے کلثوم کی طرف دیکھا...... کلثوم کے چہرے پر ملکوتی تقدس تھا...... معصومیت تھی...... راجکماری نے باہر کی طرف قدم اٹھایا تو پونم نے سامگری میں جلتے ہوئے چراغوں کو اٹھا کر آرتی کی رسم ادا کی۔

ایوان میں ہزاروں لوگ جمع تھے......لگنوں میں عنبر سلک رہا تھا......سینکڑوں قندیلیں جل رہی تھیں...... ہر آنکھ خوشی تھی...... ہر آنکھ مسرور تھی...... ہر آنکھ اشکبار تھی...... اگلی مسندوں پر راماراؤ' کھنڈے راؤ' پریم چند' مدھوکر' شنکر' سبھاش چند' فیروز خان نادر خان اور شاہ رخ بیٹھے تھے...... راجکماری کو بغلی دروازے سے ایوان کے اندر لایا گیا......راجکماری کو دیکھ کر سب لوگ کھڑے ہو گئے۔

راجکماری نے تخت کے قریب پہنچ کر کہا!

''کلثوم جی! ہم یہاں آ تو گئے ہیں مگر اس سے آگے ایک قدم بھی نہیں بڑھائیں گے ہم یہیں کھڑے ہو کر حاکم پتا کا انتظار کریں گے۔''

تخت کے پیچھے سید حیدر امام اودھم خان موہن شیکھر اور ساجن کھڑے تھے......راجکماری نے ادھر ادھر دیکھا اور لوگوں کو اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا......ایوان کے ایک ستون کے ساتھ کرشن کمار اور ماتا مہارانی بندھے ہوئے تھے......راجکماری کی نگاہیں ان منحوس چہروں پر مرکوز ہو گئیں۔

اچانک ایوان کے صدر دروازے کی طرف سے......نگاہ روبرو...... ہوشیار کا شور بلند ہوا......علی قلی خان بڑے وقار کے ساتھ ایوان میں داخل ہوا......اس کا چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا......اس کے آگے آگے سیتا کماری تھی......سیتا کماری نے دھانی رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا...... حاکم کے دائیں بائیں وشنو مہاراج اور ماہ پال تھے......عادل خان اور اعظم خان اس کے پیچھے تھے......راجکماری چندکانت نے حاکم کی طرف دیکھا...... وہ مسکرائی اور پھر کسی معصوم بچی کی طرح دوڑتی ہوئی تخت کی سیڑھیاں اترنے لگی......راجکماری کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر سیتا کماری ایک طرف ہٹ گئی......راجکماری حاکم کے قدموں پر گر کر رونے لگی۔

وہ سسک سسک کر کہہ رہی تھی!''آپ ہمارے پتا ہیں آپ دیوتا ہیں...... آپ آکاش ہیں...... آپ ہمارے پرماتما ہیں......''

حاکم نے راجکماری کو اپنے قدموں سے اٹھایا...... خوشی سے راجکماری پر سکتہ طاری تھا...... علی قلی خان نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھالیا...... ایوان میں سسکیاں ابھرنے لگیں...... علی قلی خان تخت کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا جارہا تھا...... کلثوم' کامنی' سکینہ' سادھنا اور چندارانی بالکونی کی سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔

حاکم نے راجکماری چندکانت کو تخت پر بٹھایا اور پھر اس کی پیشانی چوم کر کہا!''بیٹی تخت مبارک ہو''

وشنومہاراج نے آگے بڑھ کر حاکم کے دامن کو چومتے ہوئے کہا!''راجکماری کے سر پر تاج کون رکھے گا؟''

حاکم نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا!''تاج کوئی اور رکھے گا''

نیلم کمار اور راجکماری کے تخت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا تھا۔

حاکم نے ماہ پال کو راجکماری کے قریب لے جا کر کہا!''ماہ پال تم ہمارے لیے ماہ پال ہی رہوں گے۔''

پھر اس نے ماہ پال کے چہرے سے نقاب ہٹاتے ہوئے کہا!''اپنی بیٹی کے سر پر تاج رکھو''

راجکماری نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا...... اس کے سامنے مہاراجہ جے دھج سنگھ کھڑا تھا...... وہ تیزی سے تخت سے اتری اور جے دھج سنگھ کے قدموں پر گر گئی...... سسکیاں چیخوں میں بدل گئیں...... پھر اسی لمحے بیک وقت دو خوفناک چیخیں بلند ہوئیں...... علی قلی خان سمیت ایوان میں موجود سارے لوگوں نے چونک کر دیکھا...... کرشن کمار اور ماتا مہارانی دونوں کے سینوں میں خنجر پیوست تھے۔ اور وہ آخری سانسیں لے رہے تھے...... بوڑھا قیدی ان کے سامنے کھڑا تھا...... کرشن کمار اور ماتا مہارانی کے بہتے ہوئے خون کے چھینٹے بوڑھے قیدی کے لباس کے بوسیدہ چیتھڑوں پر گر رہے تھے۔

علی قلی خان نے غصے سے کہا!''آپ کون ہیں اور آپ نے کس کے حکم سے ان کو قتل کیا ہے۔''

بوڑھے قیدی نے دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے چندرکانت کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا!''بیٹی! اس دیوتا کو بتاؤ بادل سنگھ کون ہے۔''

حاکم نے آگے بڑھ کر بادل سنگھ کو گلے لگالیا۔

آسام کے شاہی دربار کی وہ عمارت جو کل تک راکھششوں کا شیطانی مسکن بنی ہوئی تھی...... جہاں انسانیت منہ چھپا چھپا کر روتی تھی...... جس کا ماحول درندوں اور خونی عفریتوں کا مسکن بنا ہوا تھا جہاں ہر وقت شراب کی بدبو پھیلی رہتی تھی...... آج اس کا منظر یکسر تبدیل ہو کر بڑا دلفریب لگ رہا تھا...... ہر طرف تقدیس اور تحریم کی پون کے مہکے مہکے وجدانی ہلکولے محسوس ہو رہے تھے انسانیت سربلند ہو چکی تھی۔ وحشتیں دم توڑ چکی تھیں...... ہر طرف احترام اور برابری کی فضائیں نکھری ہوئی تھیں...... مہاراجہ جے دھج سنگھ اور بادل سنگھ دونوں بھائیوں کو زندہ سلامت دیکھ کر دربار کا منظر یکایک بدل گیا ایک ایسا کہرام بپا ہو گیا جو لحہ بہ لحہ بے قابو ہوتا جارہا تھا...... موقع کی نزاکت نے بڑی مناسبت سے حاضرین پر خوشیوں کے انبار الٹا دیے تھے...... لوگ زور زور سے ہنسنا چاہتے تھے مگر جذبات کی شدت سے رو پڑتے تھے مسرتوں سے چمکتی ہوئی آنکھیں ساون کی گھنگھور گھٹاؤں کی طرح چھم چھم برس رہی تھیں...... راجکماری چندرکانت کبھی باپ کے سینے کو چومتی تھی کبھی اپنے بچھڑے ہوئے چچا بادل سنگھ کے خشک سوکھے ہوئے

ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آنکھوں سے لگا کر روتی تھی...... کامنی کلثوم پونم سادھنا اور منگل سنگھ کی بیٹی سیتا کماری آنسوؤں بھرے تبسم سے اس پاکیزہ ماحول کے رنگوں میں ڈوبی ہوئی تھیں...... علی قلی خان شاہانہ وقار کے ساتھ تخت کے قریب کھڑا تھا اس کے لبوں پر ملکوتی تبسم تھا...... سید حیدر امام اودھم خان وشنو مہاراج، راما راؤ، عادل خان، شاہ رُخ خان، فیروز خان، کھنڈے راؤ، سبھاش چند اور دوسرے ہندو مسلم امراء علی قلی خان کے پیچھے کھڑے تھے ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے جذبات کے امنڈتے ہوئے طوفانوں کو قابو میں رکھنے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا...... حاکم علی قلی خان پر وجدانی کیفیت طاری تھی...... چند لمحوں بعد علی قلی خان نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا دربار کے خالی کونے کی طرف بڑھنے لگا...... ایک جگہ رک کر اس نے بڑی محبت سے لوگوں کی طرف دیکھا اور پھر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سجدے میں گر پڑا...... وہ سسک سسک کر کہہ رہا تھا!

''خداوندا!'' تو عظیم ہے تو کریم ہے ہم تیرے عاجز بندے کچھ بھی نہیں ہیں اس وقت تو نے اپنے بندوں کو طمانیت کی جو بے حساب نعمت عطا کی ہے اس کا شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں......'' علی قلی خان کا بدن کانپ رہا تھا وہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔

وشنو مہاراج علی قلی خان کے پیچھے پہنچ چکا تھا اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے چلاتے ہوئے کہا! ''لوگو! دیکھتے کیا ہو؟ تم سب بھی اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاؤ...... جس کے حضور علی قلی خان سر بسجود ہیں''

لمحات کی رم جھم تلے ہر کوئی بھیگ رہا تھا کچھ دیر بعد علی قلی خان نے سجدے سے سر اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا اس کی بھیگی بھیگی آنکھوں میں تشکر کی پرچھائیاں تھیں وہ ہولے ہولے قدم اٹھاتا ہوا شاہ نشین کی سیڑھیاں چڑھنے لگا......

تخت کے قریب پہنچ کر اس نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ''آسام کے روشن ستارو! تخت و تاج کی وارث چندر کانت کو مبارکباد پیش کرو......''

علی قلی خان نے راجکماری کے آنسو پونچھتے ہوئے اسے تخت پر بٹھایا اور پھر بادل سنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! راجکماری کے سر پر آسام کے روشن مستقبل کا تاج رکھو''

راجکماری چندر کانت نے تڑپ کر کہا: ''نہیں! بادشاہ پتا! ہمارے نزدیک اس تخت و تاج کا وارث ہمارا چچا بادل سنگھ ہے۔

بادل سنگھ نے آگے بڑھ کر راجکماری کے سر پر تاج رکھتے ہوئے کہا! ''نہیں بیٹی کوئی تم سے زیادہ اس منصب کا حقدار نہیں ہو سکتا...... تم اس دیوتا مہاراج علی قلی خان کی وہ بیٹی ہو جس کو یہاں تک پہنچانے کی خاطر صدیوں کے عظیم بیٹوں نے بڑی کٹھن مسافتیں طے کی ہیں...... اس منظر کو مہاراجہ کرشن کمار اور ماتا مہارانی موت کی ہچکیوں کے ساتھ چشم شکست دیکھ رہے تھے...... سب سے پہلے علی قلی خان نے مبارکباد پیش کی اس کے بعد مبارک مبارک کا شور بلند ہوا۔

راجکماری نے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہنا شروع کیا!

''تم سب آسام کی آزادی کے ضامن ہو۔ ظلم و زیادتی کے بھیانک دور کے خلاف تمہاری جدوجہد کو آسام کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا''

اسی لمحے نرملا دیوی سلطان اور ہاشم دربار میں داخل ہوئے ان کے پیچھے اسماعیل موہن شیکھر اور چندن تھے۔

ان کو دیکھ کر علی قلی خان نے تکبیر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کر کے کہا! ''سلطان ہم بڑی مدت سے تمہیں دیکھنے کے آرزو مند تھے اس مبارک دن کے تمام اعزاز تمہارے نام لکھے جائیں گے......''

نرملا فکر و نظر کی مجذوبی میں ڈوبی ہوئی تھی...... راجکماری چندر کانت اور ہاشم محل کی ایک بالکونی میں کھڑے تھے...... پربت کی طرف سے پروائی چل رہی تھی خوش نما پرندے فضاؤں میں رنگوں کے دائرے بناتے پھرتے تھے۔

ہاشم نے دور خلاؤں میں جھانکتے ہوئے کہا! ''چندر کانت ہم کل یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔''

چندر کانت نے ہاشم کے قدموں کی طرف جھکتے ہوئے کہا!

''ہاشم ہم نے اپنا جیون اور جوبن تمہارے پاس گروی رکھا ہوا ہے ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔''

☆☆☆☆☆

ختم شد

☆☆☆☆☆